وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا

جلد اوّل

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

امام وخطیب مصلّٰی جبتور بلڈنگ، دبئی، عرب امارات

مؤلف کا مختصر تعارف

نام: ثمین محمد ابراہیم

قلمی نام: محمد ثمین اشرف قاسمی

کنیت: ابوصہیب

ولدیت: حاجی محمد ابراہیم نقشبندیؒ (۱۹۱۰ء - ۱۹۹۳ء)

جدامجد (دادا): حاجی جان علیؒ (بلہا جنگ پور روڈ، پپری، سیتامڑھی، بہار)

جدامجد (نانا): حضرت مولانا عبدالغفار صاحبؒ (پرسونی، دربھنگہ، بہار)

پیدائش: ۱۹۵۹ء بمقام مادھوپور، سلطانپور، سیتامڑھی، بہار

تعلیم: عالم فاضل و مفتی از دارالعلوم دیوبند

تربیت وتزکیہ: والد علیہ الرحمۃ۔ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ۔
حاجی منظور احمد صاحبؒ، مصرولیا۔ مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ

بیعت وارشاد: حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، خلف مجاز حکیم الامتؒ

خلافت واجازت: حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

موجودہ ذمہ داریاں: امامت وخطابت مصلّٰی جبتور، بردبئ
مفسر مجلس تفسیرِ قرآن، مصلّٰی جبتور، بردبئ
مدرّس درسِ حدیث، مسجد الغریر، بہ اذن وزارت الاوقاف
معاون خصوصی، ادارۂ دعوۃ الحق، مادھوپور سلطانپور، بہار
ٹرسٹی، مسجد جان علی، جان علی اسٹیٹ، مادھوپور، سلطانپور

تالیفات: * احکام ومسائل (دس ایڈیشن) * علاماتِ ایمان (چار ایڈیشن) * حق جل مجدہ کی باتیں (احادیثِ قدسیہ)
* وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (چار جلدیں)
* مسلمانوں پر بلائیں کیوں آتی ہیں؟ * تعوّذ کی حکمتیں
* خواصِ اُمت سے چند صاف صاف باتیں * کیمیائے درویشاں * لاحول ولا قوۃ الا باللہ * علاماتِ سعادت

زیرِ طبع تالیفات: * تجلیاتِ قدسیہ (دو جلدیں) * نفحاتِ قدسیہ (دو جلدیں)
* مجموعہ وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (پانچویں جلد)
* یأتی علی الناس زمان (علاماتِ قیامت)

اسفار: پاکستان، سلطنت عمان، سعودی عربیہ، عرب امارات

کتاب اکابرِ اُمت کی نظر میں

.... یہ اہم خدمت جو محترم مصنف مولانا مفتی محمد ثمین اشرف (فاضل دار العلوم دیوبند) نے 'وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا' تصنیف فرما کر انجام دی ہے، اس کی فکری ندرت کا محوری نقطہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کی جملہ جہات پر مشتمل دینِ فطرت 'اسلام'، جن مکمل و وقیع احکام و ہدایات پر مشتمل ہے، نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر، اپنے اس آخری اور جامع ترین وصیت آمیز خطبے میں تیئس سال میں مکمل ہونے والی وسیع الذیل اسلامی تعلیمات کی مکمل ترین تلخیص فرمادی۔

(حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، مہتمم دار العلوم وقف دیوبند)

..... ہمارے محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی محمد ثمین اشرف زید مجدہ کے پُرسوز قلب نے اس جذبۂ خیر خواہی کے پیشِ نظر انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے وصایا کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں یکجا کردیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان ثابت ہوگی۔

(محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی)

..... محبّ مکرم مولانا ثمین اشرف صاحب زید مجدہ نے نہایت نادر و بصیرت افروز نصیحتیں جمع فرمادی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس حضرات کی نصائح سے بڑھ کر اُمت کے لیے کس کی نصیحتیں مفید ہوسکتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

(حضرت مولانا محمد قمر الزماں الہ آبادی)

..... مفتی محمد ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر و تقریر و تفسیر کیلئے منتخب فرمالیا ہے۔

(حضرت مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا)

..... یہ کتاب صادقین کی صحبت کا بدل ہے۔ (مولانا محمد ابراہیم قاسمی)

..... کتاب بہت پسند آئی۔ (مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم)

..... یہ تالیف اپنے موضوع پر جامع اور مکمل ہے۔ (مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری)

..... قدیم اور جدید اہلِ علم کا ایک بیش بہا خزانہ۔ (مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی)

..... یہ کتاب علمی کام میں برکت کی دلیل ہے۔ (مولانا محمد رحمت اللہ میر قاسمی)

وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا

جلد اول

مؤلف

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

امام وخطیب مصلّٰی حبتور بلڈنگ، دبئی، عرب امارات

باہتمام

حافظ محمد رزین اشرف ندوی، پونے

نام کتاب	:	وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (جلد اول)
مؤلف	:	مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
ناشر	:	حافظ محمد رزین اشرف ندوی
سنِ اشاعت اوّل	:	۲۰۰۴ء (ایک جلد میں بعنوان مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء)
سنِ اشاعت دوم	:	۲۰۱۲ء (چار جلدوں میں)
صفحات	:	۳۵۱ (جلد اوّل)
تعدادِ اشاعت	:	۱۱۰۰
کمپیوٹر کمپوزنگ و سرورق	:	مدنی گرافکس، ۵-انا مئے، ۳۰۵-سوموار پیٹھ، پونے-۱۱
طباعت	:	اسٹیپ اِن سرویسز، قصبہ پیٹھ، پونہ

❖❖❖ ملنے کے پتے ❖❖❖

- محمد صہیب اشرف بن مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
  جبتور بلڈنگ، بر دبئ
  موبائل: 0097143550426 / 00971507157431
- مولانا محمد امین اشرف قاسمی، ادارۂ دعوۃ الحق
  مادھو پور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، ضلع سیتامڑھی، بہار
  موبائل: 09934453995
- حافظ محمد رزین اشرف ندوی، صدر مدرّس دار العلوم نظامیہ صوفیہ
  گھر کا پتہ: فلیٹ نمبر ۷، چوتھا منزلہ، سلور آرک اپارٹمنٹ،
  گلی نمبر ۳۱، بھاگیہ دیونگر، کونڈوا، پونہ-۴۱۱۰۴۸
  موبائل: 09370187569

حدیثِ وصیت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ
مَا حَقُّ اِمْرَأٍ مُّسْلِمٍ لَہٗ شَیْءٌ یُرِیْدُ اَنْ یُّوْصٰی فِیْہِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ
اِلَّا وَ وَصِیَّتُہٗ مَکْتُوْبَۃٌ عِنْدَہٗ

کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو پھر بھی وہ دو راتیں اس طرح
گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ
مَنْ مَاتَ عَلٰی وَصِیَّۃٍ مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَ سُنَّۃٍ
وَ مَاتَ عَلٰی تُقًی وَ شَہَادَۃٍ وَ مَاتَ مَغْفُوْرًا لَہٗ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا
جو شخص وصیت کر کے مرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مرا اور تقویٰ اور شہادت پر
اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مرا۔ (ابنِ ماجہ)

عرضِ ناشر

برائے اشاعتِ دوم

بسم الله الرحمن الرحیم ، و الصلوٰۃ و السلام علی رسوله الکریم ، اما بعد

۲۰۰۴ء میں ۱۷۳؍انبیاء واولیاء کی نصائح و وصایا پانچ سو چار صفحات کی ضخیم جلد میں شائع ہوئے تھے۔اس سے سیر ہونے کی بجائے مؤلفِ کتاب تلاش وجستجو اور مطالعے میں منہمک رہے اور ان کا گوہر بار قلم حرکت میں رہا۔ نتیجتاً اسلامی تاریخ کی تقریباً چھ سو (۶۰۰) عظیم وعبقری شخصیات اور ان کی ہزاروں ہزار قیمتی نصیحتیں اور وصیتیں جمع ہوگئیں۔

کتاب فی الوقت چار ضخیم جلدوں میں پورے اہتمام سے شائع ہورہی ہے جس کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پہلی جلد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خطبۂ حجۃ الوداع سے شروع ہوکر محمد بن اسلمؒ المشہور بالسواد الاعظم کی وصایا پر ختم ہوئی ہے۔ دوسری جلد سیّدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وصیت سے شروع ہوکر 'سندھی شاعر کی حکیمانہ باتیں' پر ختم ہوئی ہے۔ تیسری جلد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے شروع ہوکر پروفیسر رشید کوثر فاروقیؒ کی وصایا پر ختم ہوئی ہے۔ چوتھی جلد قطبِ زمانہ حضرت مولانا شاہ بشارت کریمؒ خلیفہ حضرت مولانا غلام حسین کانپوریؒ کی وصایا سے شروع ہوکر امتِ رحمت کیلئے لائحۂ عمل از مؤلف پر ختم ہوئی ہے۔ الحمد للہ چاروں جلدوں کے مجموعی صفحات کی تعداد ۱۳۰۰ ہے۔ وصایا پر مؤلف محترم کی کاوشیں جاری ہیں۔ 'وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی پانچویں جلد انشاء اللہ بہت جلد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگی۔

کتابِ ہٰذا کو دیکھ کر بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی دور کی بلکہ معلوم انسانی تاریخ کی وہ تمام عظیم عبقری شخصیات، چاہے وہ انبیاء و رسل ہوں یا ان کے اصحاب و اخلاف، صحابہ کرامؓ ہوں یا تابعین و تبع تابعین، مجددین ہوں یا محدثین، حضرات فقہائے کرام ہوں یا سلسلوں کے بانیین، ائمۂ مجتہدین ہوں یا علمائے ربانیین غرض پوری تاریخِ انسانیت کے مفید ومخلص شخصیات کے پند ونصائح اور قیمتی فرمودات کا ایسا خزانہ جمع ہوگیا ہے جس کے مطالعے سے صالح کردار کی تشکیل،

مثبت سوچ، اسلاف سے محبت، دینی، دعوتی، اصلاحی اور ملّی شعور کی بیداری میں مہمیز ثابت ہوگی۔

مؤلف محترم نے اپنے تبحرِ علمی، وسعتِ مطالعہ اور دقتِ نظری سے کتاب کو ایسا دل نشین اسلوب بخشا ہے کہ قاری کتاب میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے اور کتاب اس کی کتابِ زندگی بنتی چلی جاتی ہے۔

* کتاب پر مقدمہ خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ، جانشینِ حکیم الاسلامؒ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم دار العلوم (وقف) دیوبند اور ہند و بیرونِ ہند کی نامی گرامی شخصیات نے کتاب سے متعلق اپنے گہرے احساسات و تاثرات مرقوم فرمائے ہیں جس سے کتاب کی اہمیت و افادیت اُجاگر ہوتی ہے۔

* کتاب کا آغاز خطبۂ حجۃ الوداع سے ہوا ہے۔تقریباً چھ سو (۶۰۰) انبیاء و صدیقین و شہداء اور صالحین کی وصایا جمع ہوگئی ہیں۔ قاری کی سہولت کے لیے سب سے پہلے امام الانبیاء ﷺ کی وصیتیں پھر حضرات انبیاء کرامؑ، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، اُمہات المومنینؓ، تابعینؒ، تبع تابعین پھر اولیاء و مصلحینِ اُمت کی وصایا نقل کی گئی ہیں۔

* کتاب میں مذکور تمام آیاتِ قرآنی اور احادیثِ طیبہ اور عربی اشعار پر اعراب لگا دیا گیا ہے تاکہ قارئین اغلاط سے بچیں اور یاد کرنے والوں کو سہولت حاصل رہے۔

* قرآنی آیات کے ترجمہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی مشہورِ زمانہ تفسیر 'معارف القرآن' سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔

* کتاب کو معنوی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ بہتر طباعت، پختہ جلد، حسین سرورق سے مزین کرنے کی مولانا سیّد آصف نثار نظامی نے بھرپور کوشش کی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک چار جلدوں پر مشتمل اس کتاب کو مفیدِ خلائق بنائے اور مؤلف و ناشر اور جملہ معاونین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

(مولانا) حافظ محمد رزین اشرف ندوی
دار العلوم نظامیہ صوفیہ، کونڈوا، پونے

۲۸/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ م ۲۵/نومبر ۲۰۱۱ء

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم المرسلین - اما بعد

اللہ عزوجل کا ازحد انعام واحسان ہے کہ اس وقت 'وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی مکمل چار جلدیں قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ کام تو حق جل مجدہ کے فضل سے ہوتا ہے نہ کہ اپنے کسی کمال وحسن کلام سے۔ انسانی جدوجہد کی ابتدا بھی مشیتِ ایزدی کے تابع ہے۔ خالق جب اپنی خاموش قدرت کا ظہور چاہتا ہے تو نادان کو دانا و بینا اور اخرس و گونگے کو گویا و ناطق بنا دیتا ہے اور جب کسی سے کام لینا چاہتا ہے تو ہاتھ میں قلم پکڑا دیتا ہے۔ لہٰذا حمد، اللہ کی، جو کام کی توفیق دے کر میدان میں لاتا ہے اور کام کرنے کی سعادت بخشتا ہے۔

شروع میں اندازہ ہی نہیں تھا کہ وصایا کی مزید جلدیں آسکیں گی اور پھر زیورِ طبع سے بھی آراستہ ہوں گی۔ وصایا طبعِ اول میں بہت سے مجددین و مصلحین، ابرار و اخیارِ اُمت اور اکابر علمائے دیوبند کے تذکرے نا کے برابر تھے۔ دل میں شدید ترین حسرت وندامت تھی کہ جن اولیاء وصلحاء، اتقیاء واصفیاء، ابرار واخیار کی نگاہِ زکیہ وفطرتِ سلیمہ اور ذوق و وجدانِ ملہمہ اور نورِ نبویہ، رشد وہدایت کے امام کی نگاہِ تربیت میں رہ کر حق و باطل کی تمیز، صحیح و غلط کی شد بد، ظلمتِ معاصی سے نورِ ہدایت کی شاہ راہ کا وجدان نصیب ہوا انہی اولیاء کا تذکرہ نہ ہو۔ مگر مجبوری یہ تھی کہ جہاں حقیر مقیم ہے وہاں ان مجاہدینِ ناموسِ رسالت کی سوانح و تذکرہ دستیاب نہ تھے۔ نہ ہی یہ سہولت حصول ممکن تھا۔ تاہم حق جل مجدہ کا فضلِ بے علت ہوا اور جیسے جیسے کتابیں ملیں اپنے مقصد کی نصائح و وصایا نقل کرتا گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کی وصایا کا ایک وافر حصہ جمع کرادیا۔ پھر شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں دامت برکاتہم کی کتاب ''اقوالِ سلف'' نے تو خوب ہی مدد کی۔ اقوالِ سلف آنے والی نسل کے لیے انشاء اللہ انسائیکلوپیڈیا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت ڈال دے اور ان کے سینۂ بے کینہ کے فیض سے اس سیہ کار کو فیض یاب کردے، آمین۔

الغرض اس طرح یہ وصایا اب اتنی جمع ہوگئیں کہ چار جلدوں میں آپ کے سامنے ہے۔ حق تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے شرفِ قبولیت سے نوازے اور نافع خلائق بنائے، آمین۔

جب کتاب طبع کے مراحل میں آنے والی تھی تو طبعِ اوّل پر نظرِ ثانی کا موقع ملا۔ کوشش کی گئی کہ کہیں کوئی غلطی نہ رہے اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں ہلکی سی تبدیلی بھی کردی گئی ہے۔

نیز پوری کتاب میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ لفظ خدا کی جگہ اللہ کا نام ہی آئے۔ بزرگوں کے یہاں فارسی زبان کی ممارست سے لفظ خدا، اللہ کی جگہ خوب استعمال ہوا ہے۔ (اس پر کلام بے سود ہے۔) 'اللہ' اسم ذاتِ باری تعالیٰ ہے جس کی تحقیق آپ اسی کتاب میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی خلیفہ حکیم الامت کی تحریر میں پڑھیں گے۔ ہر اہلِ زبان نے اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ اللہ اللہ ہے اور اس کا ترجمہ کسی بھی زبان میں کیجیے مگر وہ ذکر نہیں شمار ہوگا۔ ذاکر تو 'اللہ اللہ' ہی کہہ کر اللہ تک پہنچتا ہے۔ اس لیے کتاب میں جہاں کہیں بھی خدا کا لفظ بزرگوں کے کلام میں آیا ہے اس کو 'اللہ' سے بدل دیا گیا ہے سوائے چند محاوروں اور اشعار کے، جہاں محض سلاست وروانی کے لیے رکھا جانا ناگزیر تھا۔

آخر میں تمام محسنین کا شکرگزار ہوں جنھوں نے کتابیں فراہم کیں یا کتابوں کا عظیم تحفہ عطا کیا۔ دل تمامی حضرات کے لیے دعاگو ہے کہ حق تعالیٰ ان حضرات کو دارین کی جملہ سعادتوں سے مالامال فرمائے، آمین۔

بڑی ناقدری ہوگی اگر عزیزی مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی کا تذکرہ نہ کروں جن کی کوششوں سے کتابت وطباعت سے یہ کتاب آراستہ وپیراستہ ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیزی مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس راہ میں میرے معین ونصیر ہیں۔

العبد **محمد ثمین اشرف قاسمی**

خطیب وامام مسجد الحبتور بلڈنگ،

ص۔ب۔:۲۸۴۹۹، الامارات

بروز اتوار، ۲۵؍شوال ۱۴۳۲ھ

حال وارد مکان مولانا رزین اشرف ندوی

سلور آرک، کونڈوا، پونے

فہرست

حضرات انبیاء علیہم السلام

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضرات تابعین

قدیم وجدید اہلِ علم کا ایک بیش بہا خزانہ

حضرت مولانا محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ

سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ابھی میرے سامنے ایک کتاب کا مسودہ رکھا گیا جسے مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی نے مرتب کیا ہے۔ اس میں انبیاء کرام، اولیاء عظام اور علماء کرام کے ان نصائح اور وصایا کو جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے جو انھوں نے اپنی زندگی میں مسلمانوں، اپنے عزیزوں اور تلامذہ کے لیے مرتب کیا تھا یا زبان سے فرمایا۔ اس طرح یہ مجموعہ قدیم وجدید اہل علم کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جو امت کے لیے بے حد مفید ہے اور جس کی خواندگی سے نوجوان مسلمانوں کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔ مولانا لائق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے ہزاروں صفحات کا مطالعہ کرکے جمع کیا۔ اُمید ہے کہ کتابی شکل میں چھپ کر یہ امت کی رہبری کا فریضہ ادا کرے گا اور امت کے افراد زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا سلّمہٗ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور ان کے لیے زادِ آخرت بنائے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

محمد ظفیر الدین مفتاحی
مفتی دار العلوم دیوبند

کتاب بہت پسند آئی

حضرت مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم

بقیۃ السلف اُستاذِ حدیث صدر مدرّس مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، یوپی

حامداً و مصلّیاً و مسلّماً و بعد ....

'مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء' جو مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی زید فیضہ کی جدید ترین تالیف ہے۔ اس کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ کتاب کے مؤلف ہمارے مشائخ و اکابر کے فیض یافتہ ہیں۔ نیز کتاب کے مآخذ مستند کتب حدیث و سیر ہیں۔

بندہ نے اس کو ایک دو جگہ سے سنا، بہت پسند آئی۔ حق تعالیٰ شانہ اس کو نافعِ خلائق فرمائے اور مؤلف زید مجدہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بندہ نے یہ چند سطریں مؤلف موصوف کے اصرار پر اس غرض سے لکھ دی ہیں کہ اس کارِ خیر میں بندہ کی بھی ایک لحاظ سے شرکت ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہ لوگوں کو اس سے زائد سے زائد منتفع ہونے کی توفیق بخشے، آمین۔

(مولانا) محمد عاقل عفی عنہ

سہارنپور

مرتب و ناشر کو اجرِ جزیل عطا ہو

مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری (مفتی اعظم مہاراشٹر)

اسلامی علوم اور اسلامیات پر ہر عہد میں بہت کچھ لکھا گیا لیکن ہر نئے آنے والے دَور میں مزید کی ضرورت محسوس کی گئی۔ عرف کی تبدیلی، مزاجوں کا تفاوت اور انشاء کے الگ الگ اسالیب بھی متقاضی رہے کہ جو لکھا جا چکا ہے از سر نو اسے مدوّن کیا جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جنھیں توفیق اور ہمت دی ہے وہ مسلسل اس دینی خدمت میں مصروف ہیں اور مختلف موضوعات اور عناوین کے تحت اسلامی تعلیمات کو یکجا کر کے ان کی نشر و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

عزیزم مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ باصلاحیت، داعیانہ مزاج رکھنے والے عالمِ دین ہونے کے ساتھ عملِ پیہم کا پیکر بھی ہیں اور بقدرِ حوصلہ اور توفیقِ ایزدی مختلف موضوعات پر کام کرنے کا ان میں جذبہ بھی ہے۔ موصوف کی اب تک کئی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں جو مفید بھی ہیں اور صحیح اسلامی تعلیمات کا آئینہ بھی۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

پیشِ نظر مسودہ انبیاء اور اولیاء کی وصایات پر مشتمل انتہائی قابلِ قدر اور مفید معلومات کا حامل ہے۔ مرتب سلّمہٗ نے حضور نبی کریم ﷺ، انبیاء کرامؑ، حضرات صحابہؓ اور ان کے بعد کے ہر عہد کے علماء اور صلحاء کی وصایا کو یکجا کر دیا ہے۔ ان کی یہ تالیف اپنے موضوع پر جامع اور مکمل بھی ہے اور مفید و معلوماتی بھی۔ اللہ پاک ان کی اس خدمت کو شرفِ قبولیت اور مقبولیت سے نوازے اور عوام و خواص ہر ایک کے لیے نافع اور سود مند بنائے۔ اس کی اشاعت ان کے برادر خرد مولانا رزین اشرف سلّمہٗ کے زیر اہتمام ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب اور ناشر دونوں کو اجرِ جزیل عطا فرمائے، آمین۔

مورخہ: ۶/ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ

مفتی عزیز الرحمٰن
ممبئی

ثمین اشرف اپنے باپ کا سچا جانشین

حضرت مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا

بسم الله الرحمن الرحيم۔ الحمد لله ربّ العالمين و الصلوٰة و السلام علی رسوله الكريم

الحمدللہ! عزیزی مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو میں قریب سے جانتا ہوں۔ ان کے پدر بزرگوار جناب حاجی ابراہیم صاحبؒ بڑے متقی اور بزرگ صفت انسان تھے۔ ان سے میرے تعلقات بڑے گہرے تھے۔ وہ ولایت کے ایک درجے پر فائز تھے۔ انھوں نے ایک لمبی عمر پائی۔ حضرت اقدس مولانا بشارت کریمؒ اور بعدہٗ حضرت شاہ نوراللہ عرف حضرت پنڈت جیؒ کی لمبی صحبت پائی۔ یہ حضرت مولانا حکیم احمد حسنؒ منوروہ کے مجاز و خلیفہ تھے جو صاحبِ علومِ دین تھے۔ حضرت کی بابرکت شخصیت نے حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے سلسلہ کو ترقی دے کر حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب جیسی عظیم شخصیت پیدا کی۔

مرشد حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب نے مجھ عاجز سے فرمایا تھا کہ اگر حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ تم کو بلاویں تو ضرور جانا۔ اور کہیں نہیں جانا۔ حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ پر شروع ہی سے فیضانِ باری کا سلسلہ تھا جس کا اندازہ درج ذیل واقعے سے ہوتا ہے۔

جب وہ طالب علم تھے اُس وقت کے واقعات میں ایک واقعہ سیتامڑھی کا ایک روز مجھ سے بیان فرمایا۔ ’جب اسکول میں پڑھتا تھا تو امتحان کے موقع پر خواب میں سوالات مجھے بتا دیے جاتے۔ جب سیتامڑھی سے مظفرپور میں تعلیمی سلسلہ منتقل ہوا تو طعام و قیام کا انتظام ایک دینی اور متشرع گھرانے میں کیا گیا۔ یہاں میری حالت بہت خراب ہوگئی۔ رات میں آفتاب نظر آتا۔ تجلی اور فیض و برکات کی بارش اس طرح ہوتی کہ میں بے ہوش ہوجاتا۔ ایک روز بازار کی طرف چلا اور چند قدم چل کر بے ہوش ہوگیا۔ راہ گیروں کی بھیڑ لگ گئی۔ کسی نے کہا یہ لڑکا آسیب زدہ ہے۔ کسی نے کہا بیمار ہے۔ وہیں پر ایک مولانا کی رہائش گاہ تھی۔ وہ لوگ مجھے وہاں لے گئے۔ مولانا کا نام غالباً عبدالحفیظ تھا۔ ان کے کمرے کی کواڑ کھلی اور لوگوں سے فرمایا کہ اس بچے کو میرے کمرے میں رکھ دو۔ چنانچہ لوگوں نے وہاں پہنچایا۔ آپ نے کمرہ بند کردیا۔ نہ جانے

کتنی دیر کے بعد ہوش آیا۔ پھر انھوں نے مجھ سے چند سوالات کیے اور مجھے میری خواب گاہ تک پہنچوا دیا۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کرنے کے بعد فرمایا کہ اس بچے کو کسی بزرگ کے یہاں پہنچانا ضروری ہے۔ اُس وقت بہار میں تین مشہور بزرگ تھے؛ حضرت اقدس گرھولویؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور شاہ محی الدین پھلواریؒ۔ اس طرح سے حاجی صاحب مرحوم حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے یہاں بھیجے گئے۔ پھر وہ انہی کے ہوکر رہ گئے۔'

مفتی ثمین اشرف حضرت حاجی منظور احمدؒ سے ملنے کیلئے طالب علمی کے زمانہ سے ہی مصرولیا آیا کرتے تھے۔ ان کے والد کی نسبت سے بڑی خوشی سے ملتے اور پیار و محبت کا ثبوت پیش کرتے۔ نیز حضرتؒ والا دیگر اشغال چھوڑ کر ہمہ تن ان کی طرف متوجہ ہوجاتے۔ اور متعدد مضامین پر گفتگو کرتے۔ حضرتؒ کا خیال تھا یہ لڑکا مفتی ثمین اشرف اپنے باپ کا صحیح جانشین ہوگا اور خود حضرت اپنی نسبت ان میں ڈالنے کی کوشش کرتے۔ فرماتے حقیقتاً کامل تصرف درویش وہ ہوتا ہے جس کو طریقۂ شریعت میں تصرف کی نسبت حاصل ہو۔ ایسے صاحبِ تصرف درویش کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ہمارے حضرت منظور احمدؒ، صاحبِ تصرف درویش تھے لیکن ہر کسے را بہرِ کارے ساختند۔

مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر و تقریر و تفسیر کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔ انشاء اللہ وہ نسبت جو اُن کے دل کو حاصل ہے، عدم گرفتاریٔ دل یعنی دل ماسوائے حق تعالیٰ کے سب چیزوں کو بھلا دے وہ حاصل ہے۔ اپنے وقت پر رنگ لائے گا۔ فاضلانِ نقشبندیہ کے یہاں اس کو فناءِ قلب کہتے ہیں ہمارے حضرات فقیری کا کمال نسبت میں تصور کرتے تھے۔ اور ادائے نماز باوّل اوقات، اجتناب از بدعت اور امورِ مسنونہ کی پابندی کرتے۔ دن رات ذکر و فکر میں رہتے ہیں اور انہی امور سے دل کو سکون اور جمعیت حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے پیر و مرشد حضرت منظور احمد صاحبؒ نے مفتی ثمین اشرف صاحب کو کچھ وظیفہ بتایا تھا۔ ہم اللہ پاک سے دعا کرتے ہیں مولوی مفتی موصوف کو اخلاص و عمل کے ساتھ دین کی عزت دے اور دنیا بھی سنوار دے۔ والحمد والسلام بحرمت جد الحسن والحسین صلی اللہ علیہ وسلم

۴؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
مطابق ۳۰؍نومبر ۲۰۱۱ء

لاشئ **شمس الہدیٰ** کان اللہ لہ
راجو، دربھنگہ، بہار

علمی کام میں برکت کی دلیل

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ میر القاسمی

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على سيّد المرسلين خاتم النبيين محمد و على اله و اصحابه و اتباعه و اولياء الله اجمعين، اما بعد ...

ہمارے زمانۂ طالب علمی کے رفیق وشفیق ہم درس مولانا مفتی ثمین اشرف القاسمی زَادَہُ اللہ علماً وعملاً وعرفاناً، (جن کو زمانۂ طالب علمی سے ہی علمی اور عملی ذوق رہا ہے بلکہ حسباً ونسباً بھی اکابر سے تعلق ورثہ میں ملا ہے۔علمی میدان میں محنت وشغف کے ساتھ ساتھ سلوک کے میدان سے آشنائی رہنے کے سبب مرکز علم وورع مادرِ علمی دار العلوم دیو بند میں اس وقت کے معروف و مقبول اکابر سلوک وتقویٰ سے ربط وکسبِ فیض کی سعادت نصیب ہوئی) کو اللہ پاک نے توفیق عطا فرمائی کہ عجمی ہونے کے باوجود اور عجم میں علم دین کی دولت سے سرفراز ہوکر سرزمین عرب میں خدمتِ دین کا موقع نصیب رہا۔ موصوف کو اللہ پاک نے تقریر کے ساتھ تصنیف کا بھی ذوق نصیب فرمایا ہے۔ چنانچہ اس سے قبل انھوں نے حدیث پاک کے مبارک میدان میں یہ سعادت حاصل کی۔ گزشتہ دنوں اپنے محترم مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور خادم خاص فقیہہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی معیت میں بردوبئ حاضری ہوئی تو اپنی تازہ تصنیف 'وصایا انبیاء' مرحمت فرمائی۔ اس بار حاضری کے موقع پر مذکورہ کتاب کی دوسری جلد 'گلدستۂ وصایا' کی زیارت کرائی۔ یہ ان کے علمی کام میں برکت کی دلیل ہے۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رفیق موصوف کے دینی کاموں میں برکت عطا فرمائے، اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے اور عند اللہ وعند الناس مقبول فرمائے۔

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

وانا العبد الافقر **محمد رحمت اللہ میر القاسمی**
دار العلوم رحیمیہ، بانڈی پورہ، پوچھ، کشمیر

۲۱/۴/۱۴۳۱ھ
وارد حال شارجہ

صادقین کی صحبت کا بدل

حضرت مولانا ابراہیم صاحب قاسمی

خلیفہ حضرت فقیہ الامت مفتی محمد محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

الحمد لله وحده و الصلوة و السلام علی من لا نبی بعده و علی آله و اصحابه و من تبعه الی یوم القیامة .... اما بعد

قرآن پاک کا ارشاد جگہ جگہ ایمان والوں کے لیے یہ آیا ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور اس کی تدبیریں بھی جگہ جگہ مختلف انداز سے آئی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اہم طریقہ ﴿كُونُوا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾ کا بتایا گیا ہے۔

صادقین کی صحبت کا بدل ان کے نصائح، اقوال اور ارشادات ہیں۔ ان نصائح، اقوال اور ارشادات کو جمع کرنے کا معمول شروع سے رہا ہے اور اس کا نفع بدیہیات میں سے ہے۔

خوشی ہے کہ ہمارے رفیق محترم حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف القاسمی زید مجدہم العالی جن کا علمی استناد دورِ حاضر کے مشہور علمی ادارہ دار العلوم دیوبند سے ہے اور وقت کی عظیم شخصیت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ خصوصی توجہات و تربیت کا مورد رہے ہیں اور اب بلادِ عربیہ میں حفاظت و اشاعت دین کی خدمت سے بہرہ ور کر رہے ہیں، انھوں نے علماء صالحین کے ارشادات، نصائح اور فرمودات کو 'گلدستۂ وصایا' کے نام سے ایک جگہ جمع کیا ہے۔ اللہ پاک اس مجموعے کو اُمت کے لیے نافع بنائے۔ ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنا کر عند اللہ مقبول فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

و صلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و علی آله و اصحابه اجمعین

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ	العبد **ابراہیم** غفر لہ
وارد حال دبئی	پانڈور، ساؤتھ افریقہ

نادر و بصیرت افروز نصیحتیں

حضرت مولانا محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

خلیفہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی

الحمد للہ! وصایا انبیاء و اولیاء کرام کی جلد اول کا کسی قدر مطالعہ کیا جس میں محبّ مکرم مولانا ثمین اشرف صاحب زید مجدہ نے نہایت نادر و بصیرت افروز نصیحتیں جمع فرما دی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس حضرات کی نصائح سے بڑھ کر اُمت کے لیے کس کی نصیحتیں مفید ہوسکتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

اب ماشاء اللہ اس کی دوسری جلد منصۂ شہود پر آ رہی ہے۔ جس میں ہماری تالیف اقوالِ سلف سے بھی اہل اللہ کے منتخب ارشادات درج فرمایا ہے جو ہمارے لیے سعادت کی بات ہے۔

فجزاهم الله احسن الجزاء

دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تیسری جلد کی تتمیم کی توفیق ارزانی فرمائے اور مولانا ثمین اشرف صاحب کو اجر و ثواب سے نوازے اور امت کے لیے مفید بنائے اور عمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

۲۹ر دسمبر ۲۰۱۰ء
کریلی، الٰہ آباد

والسلام
محمد قمر الزماں الٰہ آبادی
دار المعارف الاسلامیہ

آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

حدیث مبارکہ میں وارد ہے "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ" (دین سراسر خیر خواہی ہے)۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ دین اور خیر خواہی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ لہٰذا جہاں دین ہوگا وہاں خیر خواہی ہوگی اور جہاں خیر خواہی ہوگی وہیں دین ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اسی جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر بڑے اپنے چھوٹوں کو نصیحت کے رنگ میں وصیت کرتے رہے ہیں۔ ربّ کائنات نے قرآن مجید میں ایسے واقعات کا تذکرہ فرما کر ان کی اہمیت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے ﴿وَ وَصّٰی بِهَا اِبْرَاهِیْمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ﴾ (اور وصیت کی اس کی ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ نے)۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ﴾ (اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے سے جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا)۔ اللہ ربّ العزّت نے لقمان علیہ السلام کے الفاظ کو اپنے مقدس کلام کا حصہ بھی بنا دیا اور قرآن مجید کی ایک سورت کا نام بھی 'سورۂ لقمان' رکھ دیا۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ دین اور خیر خواہی لازم وملزوم ہیں۔ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

ہمارے محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی محمد ثمین اشرف زید مجدہ کے پرسوز قلب نے اس جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے وصایا کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں یکجا کر دیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان ثابت ہوگی۔ اللہ ربّ العزت ان کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر اسے اپنے قرب کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین علیہ الصلوات و التسلیم

دعا گو و دعا جو

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

کان اللہ لہ عوضاً عن کل شئ

۸ر صفر ۱۴۳۲ھ

حال مقیم دبئی

(حضرت حفظہ اللہ کے سامنے پہلی مطبوعہ جلد تھی۔ الحمد للہ اِس وقت کتاب چار ضخیم جلدوں میں شائع ہو رہی ہے۔ ناشر)

مُقَدِّمَہ

خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ جانشینِ حضرت حکیم الاسلامؒ

حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی دامت برکاتہم القدسیہ

مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء

دینی لٹریچر میں ایک وقیع اضافہ

مفسرین کرام ہوں یا محدثین عظام، فقہائے عالی مقام ہوں یا متکلمین با احترام، ایسے ہی صوفیاء مکرمین ہوں یا حکمائے محترمین، یہ سب مخدوم ملت طبقات، اپنے قدر دانوں اور مداحوں کے جم غفیر پر اگر نازاں ہوتے تو ہو سکتے تھے اور اپنی غیر معمولی عزتوں اور شہرتوں پر اگر سر افتخار بلند کرتے تو کر سکتے تھے لیکن ان کی شرافتِ نفس اور کمالِ تواضع نے اس واقعی حقیقت کو ان کی عرفانی نگاہوں سے مخفی ہونے نہیں دیا کہ ان کا وسیلۂ عزت و شہرت، علمی کمال، ان کا اپنا ہے کب؟ ان کے دل اس قرارِ واقعی یقین سے بھر پور ہیں کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے اور جتنا کچھ بھی ہے وہ سب عطیۂ بخشش اسی ذاتِ قدسی صفات ﷺ کا ہے کہ جو ہماری ہی نہیں بلکہ پوری کائناتِ انسانی کا محسنِ اعظم ہے، جس کا معجزانہ امتیاز یہ ہے کہ علم و تربیت کے تمام اسباب عادیہ بند کر کے ربّ کریم نے اس کو براہِ راست اور بذاتِ خود ایسے علوم کا سر چشمہ بنا دیا کہ جس کے بغیر انسانی نہ شریعت کی حامل ہو سکتی تھی اور نہ تکریم کی حقدار۔ اس لیے ان حق پسند طبقاتِ اہلِ علم نے اسی محسنِ کائنات ﷺ کے در کی جاروب کشی ہی کو اپنا سرمایۂ افتخار قرار دیا اور ان سب اربابِ فضل و کمال اور لاتعداد انسانوں کے باعظمت پیشواؤں کا سرِ نیاز اس رحمتِ عالم امّی ﷺ کی بارگاہِ اقدس پر خم ہوا کہ جس نے عالمِ دنیا میں کسی سے ایک حرف سیکھے بغیر قیامت تک آنے والی انسانی نسلوں کو کبھی نہ ختم ہونے والے علومِ ہدایت کی حامل کتاب اللہ القرآن الکریم سے نوازا اور بے

حسابِ علوم کے دریا بہا کر بلا امتیاز پورے عالمِ انسانی کو لافانی سیرابیاں بخشیں۔ صلوا علیہ وآلہ!

خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کی وہ واحد معلم انسانیت ذات مقدسہ ہے کہ جس نے:

کتاب اللہ کی مراداتِ ربانی کے آرزومندوں کو
اس کتابِ مبین کے مکنون حقائق و معارف کے خواہش مندوں کو
احکامِ قرآنی کے اسباب وعلل کے ضرورت مندوں کو
کتاب اللہ کے دعاوی منقولہ پر دلائل و براہین معقولہ کے فکرمندوں کو
قربِ حق کے لیے ہمہ وقت بے چین دردمندوں کو
اور قرآن کریم میں مستور حکمتوں کے لیے سراپا شوق نیازمندوں کو
علوم وعرفان کے بھرپور خزانے تو عطا فرمائے، مگر لیا کسی سے کچھ نہیں!

یہ کون ہے؟ یہ وہی وادئ غیر ذی زرع کا درِ یتیم ہے، یہ وہی سب سے عظیم محسنِ انسانیت ہے کہ جس نے بے حس و حرکت خود ساختہ معبودوں کے سامنے سجدہ ریزوں کی سماعتوں کو انسانیت نواز نغمۂ توحید سے نوازا، جس نے ظاہر بین نگاہوں کو بیک جنبشِ انگشت، چاند کے دو ٹکڑے کر کے کھلی آنکھوں صداقت کی رونمائی کرائی۔ اور جس نے عالمِ غیب کی بالمشاہدہ تفاصیل پیش کر کے منکروں کی زبانوں کی معترضانہ قوتِ گویائی چھین لی لیکن 'توحید' جو اسلام میں صدق و عدل کا نقطۂ آغاز و اختتام ہے، اس کا مقابلہ فہم و تفکیر کے بجائے ناقدر شناسوں نے، بدر و احد میں، تیر و شمشیر سے کر کے، علم و اخلاق دونوں سے اپنی محرومی پر ابدیت کی مہر ثبت کر لی اور تاریخ کو ہمیشہ کے لیے اپنی بدبختی پر گواہ بنا لیا۔ سراپا جہالت دشمنانِ اسلام کو اگرچہ نظر تو آئی مگر بعد از وقت یہ حقیقت کھلی آنکھوں نظر آ گئی کہ تیر و شمشیر اہلِ صدق و عدل کے حلقوموں پر چلا کر ان کو موت کے گھاٹ اُتارا جا سکتا ہے لیکن ان ہتھیاروں سے صدق و عدل کی ابدی زندگی چھینی نہیں جا سکتی اور اس حقیقت کو جاننے کے باوجود چھیننے کی کوشش کرنے والا اسی کا مخاطب بن سکتا ہے کہ

یہ تیر باہدف ہیں مگر بے کمان ہیں

خاتم المرسلین ﷺ نے اپنی طاعات و عبادات، سلوک و احسان، معاملات و معاشرات، اخلاقیات و سیاسیات اور انفرادیات و اجتماعیات کی جزئی جزئی میں، صدق و عدل کو، اساسِ صحت

واعتبار قرار دے کر ان کی اعلیٰ معیاریت کو دلائل سے مستغنی فرما دیا، بالفاظِ دیگر آپ ﷺ کی زندگی نے اہلِ اسلام کو یہ نقطۂ اعتقاد یہ دے کر کہ ہر عمل کی اسلامیت کا مدار و معیار صدق وعدل کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے اور صدق وعدل کے بغیر کسی عمل کو اسلامی باور کرنا یا کرانا اسلام کے ساتھ وہ ناانصافی ہے کہ جس کو ناقابل معافی قرار دینا ہی عین انصاف ہوگا۔

پھر صدق وعدل کے اسی باوقعت معیار پر آپ ﷺ نے ان صحابۂ کرامؓ کی تربیت فرمائی کہ جو اس معاشرے کے پروردہ تھے کہ جہاں صدیوں سے سو جاگ کر بھی صدق وعدل کا تصور ان کے حاشیۂ خیال میں بھی گزر نہیں پاتا تھا۔ اس صدق وعدل کی اطمینان آفرینی اور اس قلبی لذتوں کے آشنائی نے صحابہ کرام کو اپنے مربی ﷺ کے عشق ومحبت کے اس حیرتناک مقام پر پہنچا دیا کہ میدانِ احد میں حضرت ابو دجانہؓ نے نبی کریم ﷺ کو کفار کے تیروں کی زد میں دیکھا تو بیتاب ہوکر خود اپنے وجود کو آپ ﷺ کے لیے ڈھال بنا دیا، مگر یہ عشقِ بے مثال نے اس نازک اور خطرناک ترین آفت میں بھی کمالِ ادب کے تحت آپ ﷺ کی طرف پشت کرنا گوارا نہ کیا اور ابودجانہؓ نے اپنا چہرہ آپ ﷺ کی طرف رکھ کر، کفار کے تیروں کی مشقِ ستم کے لیے اپنی پشت ان کے سامنے کردی۔ صحابہ کرامؓ کا ہی وہ بے لوث عشقِ رسول ﷺ تھا کہ جس نے ان کو بارگاہِ احدیت سے "رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ" کی خوش بختانہ خوش خبری سے دنیا ہی میں مشرف فرما دیا۔

خاتم الرسل ﷺ نے انسانی زندگی کے ہر ہر پہلو پر محیط مکمل اور صالح ترین اسلامی نظام کی صرف علماً ہی نہیں بلکہ عملاً بھی تفاصیل اس طرح پیش فرمائیں کہ نبی کریم ﷺ کا سا دل میں اُتر جانے والا اندازِ رہنمائی، آپؐ سے پہلے اور بعد کے پیشوایانِ مذاہب میں قطعاً موجود نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کا امتیازِ خاتمیت

نبیٔ اسلام - خاتم الانبیاء، دینِ اسلام - خاتم الادیان، شریعتِ اسلامیہ - خاتم الشرائع، کتابِ اسلام - خاتم الکتب اور اُمت اسلام - خاتم الامم ہے۔

اس خاتمیت کاملہ کا طبعی تقاضہ ہے کہ یہ دینِ حق قیامت تک باقی رہے اور حق کا بقا بواسطۂ شرائع انبیاء ہی ہوتا ہے۔ پس اگر یہ دین ہمیشہ باقی نہ رہے تو حق دنیا سے منقطع ہوجائے

گا، حالانکہ بقاءِ عالم حق ہی کی بنیاد پر ہے۔ ''لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُقَالُ فِی الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ'' اس لیے اس دین کا ہر دستِ بُرد سے قیامت تک محفوظ رہنا، منطقی طور پر ضروری بن جاتا ہے۔ حتی کہ بے شمار شکوک وشبہات اور اعتراضات وتلبیسات کے ہزار ہا رَخنے پیدا کیے جانے کے باوجود یہ دین اپنے اصول وفروع اور اپنی حقیقت کے ساتھ عہدِ آغاز ہی کی طرح محفوظ و باقی ہے اور اپنے تمام جزء وکل کے ساتھ بغیر کسی تغیر کے اس کا باقی رہنا، انسانی استطاعت سے ممکن نہیں تھا، کیونکہ انسان بذاتِ خود اور اس کے دل و دماغ کے رجحانات ومیلانات اور عقلی تقاضے تغیر پذیر ہوتے رہتے ہیں، چنانچہ تورات، انجیل اور زبور انسانی تغیر پذیری کی نذر ہوگئیں، مگر حق اس لیے باقی رہا کہ نبوت باقی تھی لیکن ختمِ نبوت کے بعد اس آخری دین کی حفاظت و برقراری ضروری تھی۔ اور یہ حفاظت ادیانِ سابقہ کی طرح ایسی محافظِ دین شخصیات کے ذریعہ بھی کرائی گئی کہ جو کسی جزء دین میں بھی ادنیٰ تغیر کو برداشت نہ کریں اور ساتھ ہی اختصاصی طور پر اس دینِ آخری کو انتہائی مضبوط، صحت و برہان کی اس قوت سے بھی امتیاز بخشا گیا ہے کہ جو ہر خطرے اور تغیر کا پورے طور پر قلع قمع کر دینے کی بذاتِ خود صلاحیت کاملہ لیے ہوئے ہے۔

ان تمہیدی نکات کی روشنی میں وہ اہم خدمت جو محترم مصنف مولانا مفتی ثمین اشرف (فاضل دار العلوم دیوبند) نے 'مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء' تصنیف فرما کر انجام دی ہے، اس کی فکری ندرت کا محوری نقطہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کی جملہ جہات پر مشتمل دینِ فطرت 'اسلام' جن مکمل و وقیع احکام و ہدایات پر مشتمل ہے، نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر، اپنے اس آخری اور جامع ترین وصیت آمیز خطبے میں تئیس سال میں مکمل ہونے والی وسیع الذیل اسلامی تعلیمات کی مکمل ترین تلخیص فرما دی۔ یہ حیرتناک خطبہ وہ ذخیرۂ وجیزہ ہے کہ جس کو تعبیری اور تعلیمی جامعیت کے لحاظ سے، آپ ﷺ کے جوامع الکلم کا مصداق قرار دینے میں منصف اہلِ علم کی دو رائے ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہے۔

مصنف محترم نے اس نبوی خطبۂ عظیمہ کے ہر جملے میں انسانی زندگی کی مختلف جہات سے متعلق، جامع اور مختصر رہنمائیوں کو علمی بالغ نظری سے علیحدہ علیحدہ عنوانات قائم کر کے، ہر صاحبِ ذوق دیندار کے لیے دین فطرت 'اسلام' کی علمی اور عملی جامعیت کے فہم کو آسان ترین

بنادیا ہے۔

یہ نبوی خطبۂ وقیعہ یکجائی طور پر کتبِ احادیث میں موجود نہیں ہے لیکن مختلف کتب میں اس کے اجزاءِ مختلفہ موجود ہیں جسے علم حدیث میں وسعت نظر رکھنے والوں نے یکجا فرمادیا ہے۔

اس وصیت آمیز جامع خطبۂ نبوی اور وصایا انبیاء و اولیاء کا تصنیفی صورت میں شرح و ترجمہ کرنا مصنف علاّم کے لیے خصوصی توفیقِ الٰہی ہے۔ یہ خطبہ و وصایا چونکہ بذاتِ خود عالمگیر صلاحیت وافادیت کی حامل ہیں، اس لیے راقم سطور بہ صمیم قلب دعاگو ہے کہ حق تعالیٰ اس ذخیرۂ فیض کو قبولیتِ عامہ اور مقبولیتِ تامہ ارزانی فرما کر مصنف محترم کے لیے زادِ آخرت فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

(مولانا) محمد سالم قاسمی

مہتمم دارالعلوم دیوبند (وقف) دیوبند

پیش لفظ

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصّلٰوۃ و السّلا م علی اشرف الانبیاء و خاتم المرسلین و علی اٰلہ و اصحابہ الطیبین الطّاھرین الی یوم الدّین — اما بعد

آج سے تقریباً سترہ سال قبل ۱۴۰۷ھ کی بات ہے کہ گھر سے اطلاع ملی کہ عزیزم منیب اشرف چھ ماہ کی عمر میں آغوشِ رحمت میں پہنچ گئے۔ نام ان کا منیب اشرف رکھا تھا، جس کی مناسبت سے دل میں خیال آیا کہ اللہ والوں کی وصایا یکجا کی جائیں۔ کیونکہ آخری لمحاتِ زندگی میں زبان پر وہی آتا ہے جو پوری زندگی کا سرمایہ و ماحصل ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے کتاب کا نام ''وصایا الانبیاء والاولیاء لکل عبدمنیب'' تجویز ہوا۔

تاہم قارئین سے یہ بات واضح کردینی ضروری ہے کہ بندہ نہ تو مؤلف جیسا رنگ و اسلوب رکھتا ہے نہ ہی کبھی اس بات کا خیال دل میں آیا کہ اس قابل بھی ہے۔ جن دنوں اس کام کی توفیق منجانب اللہ ہوئی ایک فوجی چھاؤنی میں تن تنہا دن رات رہتا۔ مشغولیت کچھ بھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ بعد نمازِ عشا مختصر درسِ قرآن مجید...... پھر وہی کمرہ، وہی کتابیں، وہی در و دیوار کی خاموش زبان کہ کچھ تو کرلے۔ ورنہ میری طرح تو بھی ایک روز خاموش ہوجائے گا اور شہرِ خموشاں کا مکیں بن جائے گا۔ رات کی تاریکی کبھی بے چین کردیتی اور زبانِ حال سے کہتی کہ کیوں مضطرب ہے تو؟ یہ کتابیں تیرا ساتھ دے رہی ہیں، تو ان سے چمٹ جا۔ ان کو رات کی تنہائیوں کا ساتھی بنالے۔ ان کتابوں کے مؤلفین و مصنّفین نے بھی رات کی تنہائیوں کو غنیمت

جانا اور لالہ وگل جمع کردیے۔ تیرا کام بس اِن موتیوں اور شہ پاروں سے انتخاب ہی تو کرنا ہے۔ جہاں میری رہائش تھی وہاں نادر کتابوں کا قیمتی ذخیرہ پہلے سے موجود تھا۔

حق جل مجدہ نے خوب ہی دستگیری فرمائی۔ پھر پوری پوری رات کتاب کا مطالعہ کرتا اور بعد نمازِ فجر سو جاتا۔ ناشتہ کے وقت اُٹھتا پھر چائے وغیرہ کے بعد وہی کتاب ...... للہ الحمد اوّلاً و آخراً و الصلوٰۃ علی نبیہ سرمداً ...... اس مدت میں حق جل مجدہ کی توفیق سے بعض کتابیں پوری پڑھ ڈالیں۔ مثلاً مسند امام احمدؒ کا بائیس دن میں مطالعہ کرلیا۔ شرح السنہ امام بغویؒ کا بارہ دن میں۔ انہی دنوں راحتِ قلب کے لیے تفہیماتِ الٰہیہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مطالعہ کیا۔ کیا خوب سے خوب تر جواہرات کو شاہؒ نے جمع کیا ہے۔ طبقاتِ ابن سعد، حیات الصحابہ، سیر اعلام النبلاء ذہبی کی، حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی کی۔ ان کتابوں کے مطالعے سے اپنے مقصد کے مضامین کا انتخاب کرتا جاتا ...... کتبِ احادیث کے مطالعے میں خاص مقصد یہ تھا کہ رسولِ اکرمؐ کی وہ احادیث جن میں آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو بطور خاص وصیت ارشاد فرمائی ہیں، جمع ہوجائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مجھ جیسے اجہل الناس کو اس عظیم کام کی توفیق مل جانا، ایسا ہی ہے جیسے بچے کو جوہر مل جانا۔ فلہ الحمد کلہ اوّلہ و آخرہ والصلوٰۃ علی من لا نبی بعدہ۔

الغرض، مطالعہ کی توفیق بھی دن بدن بڑھتی گئی اور اپنے مقصد کی احادیث کا انتخاب بھی کرتا گیا۔ انہی دنوں دل میں منجانب اللہ خیال آیا کہ "یأتی علی الناس زمان...." کے عنوان کی جو احادیث آرہی ہیں، ان کو یکجا کرلوں۔ اس لیے وصیت کی احادیث الگ کاپی میں اور موخر الذکر عنوان کی احادیث الگ کاپی میں جمع کرتا گیا۔ انہی دنوں، احکام اہل الذمہ کی مناسبت سے آپؐ نے جو ارشاد فرمایا، ایک کاپی اللہ نے جمع کرنے کی توفیق دے دی۔ حق جل مجدہ کا ایک عظیم احسان یہ بھی ہوا کہ اس مقصد کے تحت وہ کتابیں جو موجود نہ تھیں ان کا خریدنا اللہ پاک نے آسان کردیا۔ اللہ پاک ہماری نسلوں میں علم نبوت کے وارثین پیدا فرمائے، آمین۔ اس طرح آپ کے ہاتھوں میں کتاب ''وصایا الانبیاء والاولیاء لکل عبد منیب'' جس کا اُردو نام برادر عزیز مولانا محمد رزین اشرف ندوی نے ''مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء'' تجویز کیا ہے، موجود ہے۔

☆ اس مجموعے میں تقریباً ساٹھ احادیث ایسی آئیں گی جن میں فداہ ابی وامیؐ نے مختلف صحابہ کرامؓ کو وصیت فرمائی ہیں۔

☆ حق جل مجدہ کا خاص کرم ہے کہ اس مجموعے میں حجۃ الوداع کا کامل خطبہ جو عام طور پر محدثین ومفسرین، اصحابِ سیر ومغازی نے مختلف عناوین کے ساتھ مختلف مقامات پر نقل کیے ہیں، آپ اس مجموعے میں کلامِ نبوی اور اس کا اُردو ترجمہ ایک ساتھ پڑھیں گے۔ تقدیم وتاخیر کا امکان ہے۔ اللہ پاک سے عفو وتسامح کا اُمیدوار ہوں۔ برکت اور قبولیت کی اُمید پر حجۃ الوداع کے خطبے کو کتاب میں مقدم رکھا ہے۔

☆ دوسرے انبیاء علیہم وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے وصایا تو نہیں ملے، تاہم اُن مقدس حضرات کے فرمودات جو معتمد علیہ ذرائع سے ملے ہیں، نصیحت وبرکت کے تحت نقل کردیے گئے ہیں آپ اس مجموعے میں پڑھیں گے۔

☆ جو بات جہاں سے منقول ہے، اس کے عربی مراجع مع حوالجات نقل کیے گئے ہیں تاکہ قارئین حضرات چاہیں تو دیکھ لیں۔

حق جل مجدہ کی توفیق شامل حال رہی تو آپ عنقریب عربی وصایا بھی انشاء اللہ پڑھیں گے۔

اس غیر مربوط تحریر کے بعد اب آپ کے سامنے وصیت کی اسلام میں شرعی حیثیت کیا ہے، اور اس کے احکام کیا ہیں، بزبانِ خیر الانام ﷺ پڑھ لیجیے۔

وصیت کی حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا حَقُّ اِمْرَئٍ مُسْلِمٍ لَهٗ شَیْءٌ یُوْصِیْ بِهٖ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَ وَصِیَّتُهٗ مَکْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ۔ متفق علیه۔

(بحوالہ مشکوٰۃ ج:۱،ص:۲۶۵)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَاتَ عَلٰی وَصِیَّةٍ مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَ سُنَّةٍ وَ مَاتَ عَلٰی تُقًی وَ شَهَادَةٍ وَ مَاتَ مَغْفُوْراً لَهٗ۔

(رواہ ابن ماجہ۔ بحوالہ مشکوٰۃ باب الوصایا۔ ج:۱،ص:۲۶۶)

ترجمہ حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کوئی واجب ادا کرنا ہو جس کی وصیت کرنا اس کے لیے ضروری ہے اس کو حق نہیں کہ دو راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی اس کے پاس نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص وصیت کر کے مَرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مَرا، اور تقویٰ اور شہادت پر اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مَرا۔ (ابن ماجہ)

اِن دونوں روایتوں سے حقوقِ واجبہ کی وصیت کا وجوب اور غیر واجبہ کی وصیت کا کم از کم استحباب ضرور ثابت ہوتا ہے۔ (جیسے نادار اقرباء اور مفلس لوگوں کے لیے وصیت کرنا)

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا سماعتِ حدیث کے بعد معمول

اس لیے ابن عمرؓ کا معمول تھا کہ یہ فرمانِ نبوی سننے کے بعد اپنے سرہانہ میں وصیت نامہ لکھ کر رکھتے تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

"مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ذَالِكَ وَ عِنْدِيْ وَصِيَّتِيْ۔ (رواہ الشیخان واصحاب السنن۔ کتاب الجنائز۔ص:۵)

یعنی ابن عمرؓ پر اس حدیث کے سننے کے بعد کوئی رات نہیں گزری کہ وصیت لکھ کر اپنے سرہانہ نہ رکھتے ہوں۔ (غرض ابن عمرؓ ہمیشہ وصیت ساتھ رکھتے تھے)

حقوقِ واجبہ کی ادائیگی میں جلدی اور قیامت میں مفلس کون ہوگا

اگر آپ کے ذمے کسی کا حق ہو تو اوّل فرصت میں ادا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ کیا پتہ کس وقت آجائے اور دل کی حسرت دل میں ہی رہ جائے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ اگر کسی کا حق تمہارے ذمے ہو تو اس دن کے آنے سے قبل ادا کر دو جس دن نہ مال و متاع ہوگا اور نہ دنیوی اسباب و سامان باعثِ نجات بن سکیں گے، بلکہ انسان بالکل ہی بے بس اور یکسر مفلس ہوگا۔

ارشادِ نبوی ہے:

مَنْ كَانَتْ عِنْدَهٗ مُظْلِمَةٌ لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ مَالِهٖ فَلْيُؤَدِّهَا اِلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَأْتِيَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ لَا يُقْبَلُ فِيْهِ دِيْنَارٌ وَّ لَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ وَ أُعْطِيَ صَاحِبُهٗ وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَتْ عَلَيْهِ۔ (أخرجه البخاری و البیهقی۔ احکام الجنائز۔ ص : ۴)

آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی پر اس کے بھائی کے حقوقِ واجبہ از جنسِ عزّت و ناموس (جیسے غیبت و چغل خوری اور بدگوئی و بدگمانی) یا مال ہو تو اس کو چاہیے کہ صاحبِ حق کا حق ادا کردے قیامت کا دن آنے سے پہلے۔ اس لیے کہ اس دن درہم و دینار نہ ہوگا جو قبول کیا جائے گا۔ البتہ اگر اس کے پاس نیکی و بھلائی ہوگی تو وہ لے کر صاحبِ حق کو دے دی جائے گی اور اگر اس کے پاس نیکی بھی نہ ہوئی تو صاحبِ حق کے سیئات اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحبِ حق کے حق کو موت سے قبل ادا کردے یا معافی تلافی سے تدارک کرلے۔ ورنہ قیامت میں نیکی لے کر حق ادا کردیا جائے گا۔ اور اگر نیکی نہ ملی تو صاحبِ حق کے سیئات کا بوجھ بھی اسی پر ڈال دیا جائے گا۔ حالانکہ قیامت میں خود ہی نفسی نفسی کا عالم اندوہناک ہوگا۔

اللّٰھم انا نسئلک العفو و العافیة برحمتک یا ارحم الراحمین۔

مفلس کون ہے؟

"اَ تَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهٗ وَ لَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَ صِيَامٍ وَ زَكَاةٍ وَ يَأْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَ قَذَفَ هٰذَا وَ اَكَلَ مَالَ هٰذَا وَ سَفِكَ دَمَ هٰذَا وَ ضَرَبَ هٰذَا۔ فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ۔ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔ (مسلم۔ احکام الجنائز۔ ص: ۴)

آنحضور ﷺ نے (صحابہؓ سے) سوال کیا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کچھ سامانِ زیست...... (یہ سن کر)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت میں مفلس وہ لوگ ہوں گے جو قیامت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ساتھ آئیں گے لیکن ساتھ ساتھ اس کو گالیاں دی ہوگی، تو کچھ لوگوں کے دامنِ عفت کو تہمت سے داغدار کیا ہوگا اور لوگوں کا مال (بغیر حق کے) کھایا ہوگا اور ناجائز خون بہایا ہوگا اور لوگوں کو مارا ہوگا۔ تو اس کی کچھ نیکی اس کو دے دی جائے گی اور کچھ اِس کو۔ اگر اس کی نیکیاں حقوق الناس کی ادائیگی سے قبل ختم ہوجائیں گی تو پھر صاحبِ حقوق کی بدی و سیئات اس کے ذمہ ڈال دی جائیں گی اور پھر اس (نمازی، روزہ دار اور پابندِ زکوٰۃ) کو نارِ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم شریف)

حقوق العباد کی ادائیگی

ان دونوں حدیثوں کا ماحصل ایک ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی اِمہال وسستی باعثِ رسوائی وعذاب ہے۔

آج کے ماحول میں ہم سب ہی پابندِ صوم وصلوٰۃ تو ہیں مگر حقوق العباد کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ حقوق العباد ہی در اصل معیارِ شریعت ہے۔ حق جل مجدہ اپنے حقوق معاف فرمادے گا مگر حقوق العباد کا مواخذہ ضرور فرمائے گا اِلّا یہ کہ صاحبِ حق خود معاف کردے کیونکہ احکم الحاکمین کو عدالت ومیزان کی باریک کسوٹی کو بھی برقرار رکھنا ہے۔ لہٰذا ہمیں حقوق العباد کی اپنی زندگی میں مکمل نگرانی کرنی چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمام قیمتی جواہر پارے، ساگ سبزی کے بدلے وزن کردیے جائیں اور ہم مفلس کے مفلس رہ جائیں۔ اللہ ہم سب کو مکمل حقوق العباد کی ادائیگی کا پابند بنائے۔ آمین ثم آمین۔

اعترافِ تقصیر

ننگِ اکابر واسلاف اپنی کم مائیگی کا حرف بحرف اعتراف کرتا ہے کیونکہ ترجمہ بہرحال ترجمہ ہے۔ وہ معنویت وجاذبیت جو اصل صاحبِ کلام کے کلام میں ہوتی ہے، بہت مشکل ہے، خاص مجھ جیسے کم علم کے لیے ... یہ کتاب اہلِ قلم علماء اور صاحبِ فہم دانشوروں کی تصنیف نہیں کہ اس معیار پر آپ اس کو پرکھیں، بلکہ ایک نادان نے دانائے سبلؐ کے آخری کلمات جمع کرنے کی

سعی کی ہے۔ البتہ جن حضرات کے فرمودات ہیں ان کا رتبہ و مقام ہماری نگاہ و تصوّر کے تقدس سے بہت ہی بلند تر ہے۔

یہ بات بھی قابلِ لحاظ رہے کہ چاہنے اور جستجو کے باوجود بعض اکابر و اسلاف کی وصایا اس مجموعہ میں نہ آ سکیں۔ جستجو جاری ہے، جن حضرات کے پاس ان مطبوعہ وصایا کے علاوہ اکابر کی وصایا موجود ہوں، وہ ہمیں ارسال فرما دیں۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں شامل کر لی جائیں گی۔

ان چند سطروں کے بعد اب اصل مضمون بعون اللہ شروع کرتے ہیں۔ **و اللّٰه المُعین و المُستَعان. و ما توفیقی الا باللّٰه علیه توکّلتُ و الیه اُنیب.**

العبد محمد ثمین اشرف قاسمی کان اللہ لہ
شوال المکرّم ۱۴۰۷ھ
صلالہ، سلطنت عمان

خطبۂ حجۃ الوداع

رحمتِ عالم، محسنِ انسانیت، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے آخری حج (حجۃ الوداع) کے موقع پر، میدانِ عرفات میں تقریباً ایک لاکھ تیس ہزار جاں نثاروں اور اپنے سچے جانشینوں (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے سامنے جو آخری خطبہ ارشاد فرمایا وہ 'خطبۂ حجۃ الوداع' کے نام سے موسوم ہے جسے اس کی اہمیت اور اہتمام شان کے باعث 'حجۃ الاسلام'، 'حجۃ البلاغ'، 'حجۃ التمام' اور 'حجۃ الکمال' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

اس خطبۂ عظیم کو مقاصدِ اسلام و شریعت اور آپؐ کی تنبیہات و تاکیدات کے سلسلے میں ایک نہایت ممتاز مقام حاصل ہے، جو اُمتِ مسلمہ اور عالمِ انسانیت کے لیے ابد تک ایک مینارۂ نور، امن و سلامتی اور عدل و انصاف، اخوت و مساوات کے ابدی اصول پر مبنی ایک عظیم دستورِ حیات ہے۔ جس میں آپؐ نے اسلام کی بنیادی تعلیمات کو مستحکم فرمایا اور رسومِ شرک و جاہلیت کے خاتمے کا اعلان فرمایا اور ان تمام محرمات کی حرمت کی توثیق فرمائی جو تمام ادیان میں حرام ہیں، یعنی دوسروں کا خون، مال اور عزّت کا احترام اور عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور باہمی حقوق کی وصیت فرمائی اور ﴿وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ﴾ کی تاکید فرمائی۔ جسے پڑھ کر یہ یقین تازہ ہوتا ہے کہ واقعی آپؐ ﴿رحمة للّعالمين﴾ اور ﴿کافّة للنّاس بشیراً وَّ نذیراً﴾ ہیں۔

یہ ذی الحجہ سنہ ۱۰ ہجری کا واقعہ ہے کہ حضرت رسولِ امین ﷺ اپنے آخری حج کے موقع پر، حجاج کرام کے ہمراہ، میدانِ عرفات کے قریب مقام 'نمرہ' پر پہنچے اور خیمہ زن ہوئے۔ پھر جب دھوپ ڈھل گئی تو آپؐ نے اپنی اونٹنی 'قصواء' طلب فرمائی اور کجاوہ نشین ہوکر میدانِ عرفات کے متصل مقام 'عُرنہ' میں تشریف لائے اور ناقۂ قصواء پر ہی سے حاضرین سے خطاب فرمایا۔

کنز العمال میں بروایت اُمّ حصین رضی اللہ عنہا منقول ہے کہ ”میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک تھی، مَیں نے دیکھا کہ حضرت اُسامہؓ اور حضرت بلالؓ، نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے ہیں، نیز حضرت بلالؓ حضرت رسول اکرم ﷺ کو دھوپ سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنا کپڑا تانے ہوئے ہیں۔ حتی کہ آنحضرت ﷺ نے 'جمرۃ العقبہ' میں رمی فرمائی۔ پھر آپؐ لوٹے اور لوگوں کے انتظار میں ٹھہرے۔ اس حال میں کہ آپؐ اپنی چادر مبارک اپنی بغل کی جانب سے بائیں کاندھے پر ڈالے ہوئے تھے۔ مَیں نے دیکھا کہ آپؐ کے کجاوہ کے دائیں جانب ایک بہت بڑا مجمع ہے۔ حضرت امّ حصینؓ فرماتی ہیں کہ پھر آپؐ نے ایک طویل خطاب فرمایا، آخر میں فرمایا ”**اَللّٰھُمَّ اَشْھِدْ**“ (اے اللہ تو گواہ رہ) **ھَلْ بَلَّغْتُ** (کیا میں نے حقِ رسالت ادا کردیا؟)

زادالمعاد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سورۃ ”**اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ**“، ایام تشریق کے وسط میں نازل ہوئی، اور آپؐ نے جان لیا کہ اب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آگیا، پس آپؐ نے اپنی اونٹنی قصواء کو طلب فرمایا، چنانچہ اس کو سواری کے لیے تیار کیا گیا، (آپؐ اس پر سوار ہوکر مقام عُرفہ میں تشریف لائے) جب لوگوں کا اجتماع ہوگیا تو آپؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ (زادالمعاد، ج:۳، ص:۹۴)

کنز العمال میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے دوران ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تھے اس حال میں کہ آپؐ اپنی اونٹنی جدعاء (مقطوع الاذن) پر سوار تھے، پس آپؐ نے دونوں پاؤں رکاب میں داخل فرمائے، تاکہ آپؐ اونچے ہوجائیں اور لوگ بات سن سکیں، پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: **اَلَا تَسْمَعُوْنَ**؟ کیا آپ تمام لوگ سن رہے ہو، اور اپنی آواز بلند فرمائی۔

یہ خطبہ حجۃ الوداع مکمل کسی ایک کتاب میں جمع نہیں تھا۔ احقر نے سہولت کے پیش نظر مختلف کتب سے تحقیق کرکے یکجا کردیا ہے تاکہ اس سے استفادہ آسانی سے کیا جاسکے، نیز آخر میں خطبہ کے تمام حصے کے مآخذ بھی تحریر کردیے ہیں۔

آغازِ خطبہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَ نَسۡتَعِیۡنُہٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُہٗ وَ نَتُوۡبُ اِلَیۡہِ، وَ نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَ مِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَ مَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَ اَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ، وَ اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ"

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ ہم اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اسی کی جناب میں ہم توبہ کرتے ہیں اور ہم اپنے نفس کی شرارتوں اور اعمال کی برائیوں سے اللہ جل شانہ کی پناہ چاہتے ہیں، جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، اور جس کو وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت پر نہیں لاسکتا، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے اللہ کے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اُوۡصِیۡکُمۡ عِبَادَ اللّٰہِ بِتَقۡوَی اللّٰہِ، وَ اَحُثُّکُمۡ عَلٰی طَاعَتِہٖ وَ اَسۡتَفۡتِحُ بِالَّذِیۡ ھُوَ خَیۡرٌ۔

اللہ کے بندو! میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور تمھیں آمادہ کرتا ہوں اس کی اطاعت پر اور میں بہتر بات (حمد وثنا) سے اپنے کلام کا افتتاح کرتا ہوں۔

وصال کی خبر

اما بعد — اَیُّھَا النَّاسُ! اِسۡمَعُوۡا قَوۡلِیۡ تَعِیۡشُوۡا اُبَیِّنۡ لَکُمۡ فَاِنِّیۡ لَا اَدۡرِیۡ لَعَلِّیۡ لَا اَلۡقَاکُمۡ بَعۡدَ عَامِیۡ ھٰذَا فِیۡ مَوۡقِفِیۡ ھٰذَا اَبَدًا۔

(حمد وستائش کے بعد) لوگو! میری بات سنو، تمھیں زندگی ملے گی، میں (آج) تم لوگوں سے صاف صاف باتیں کروں گا، اس لیے کہ میں سمجھتا ہوں کہ میں اور آپ لوگ میرے اس سال کے بعد میرے اس مقام پر آئندہ کبھی باہم جمع نہیں ہوسکیں گے۔ (یعنی میرا وصال ہوجائے گا)

دجّال ...... ایک حقیقت

ثُمَّ ذَکَرَ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ فَاَطْنَبَ فِیْ ذِکْرِہٖ، ثُمَّ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰہُ مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَہٗ لَقَدْ اَنْذَرَ نُوْحٌ اُمَّتَہٗ وَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ بَعْدِہٖ وَ اِنَّہٗ یَخْرُجُ فِیْکُمْ فَمَا خَفِیَ عَلَیْکُمْ مِنْ شَاْنِہٖ، فَلَا یَخْفٰی عَلَیْکُمْ اَنَّہٗ اَعْوَرُ عَیْنُ الْیُمْنٰی، کَاَنَّھَا عِنَبَۃٌ طَافِیَۃٌ، اَلَا مَا خَفِیَ عَلَیْکُمْ مَا شَاْنُہٗ، فَلَا یَخْفِیَنَّ اَنَّ رَبَّکُمْ لَیْسَ بِاَعْوَرَ، فَلَا یَخْفِیَنَّ اَنَّ رَبَّکُمْ لَیْسَ بِاَعْوَرَ۔

پھر آپؐ نے مسیح دجال کا طویل ذکر فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو مبعوث فرمایا، اس نے اپنی اُمت کو دجال سے ڈرایا، چنانچہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا، اسی طرح ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی اُمتوں کو اس سے خوف دلایا، بلا شبہ وہ تمہارے درمیان نکلے گا، پس تم پر اس کی کوئی حالت مخفی نہ رہے، پس پوشیدہ نہ رہے تم پر یہ بات کہ وہ دائیں آنکھ سے کانا ہوگا، گویا کہ وہ آنکھ گردش کرنے والا انگور کا دانہ ہے، خبردار! تم پر اس کی کوئی حالت مخفی نہ رہے، (اس کے بعد دو مرتبہ تاکیداً فرمایا) کہ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔

جان و مال کا احترام

اَیُّھَا النَّاسُ ! اَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا؟ قَالُوْا یَوْمٌ حَرَامٌ، فَقَالَ فَاَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا ؟ قَالُوْا بَلَدٌ حَرَامٌ، قَالَ فَاَیُّ شَھْرٍ ھٰذَا؟ قَالُوْا شَھْرٌ حَرَامٌ، قَالَ : فَاِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ وَ اَعْرَاضَکُمْ وَ اَبْشَارَکُمْ وَ اَوْلَادَکُمْ حَرَامٌ عَلَیْکُمْ اِلٰی اَنْ تَلْقُوْا رَبَّکُمْ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا، فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا، فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا وَ اِنَّکُمْ سَتَلْقُوْنَ رَبَّکُمْ فَیَسْأَلُکُمْ عَنْ اَعْمَالِکُمْ، اَ لَا ھَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالَ قُلْنَا : نَعَمْ، قَالَ : اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔

لوگو! آج کون سا دن ہے؟ تمام حاضرین نے جواب دیا، یوم محترم، پھر آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ سب نے کہا بلد محترم، اس کے بعد آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ سب نے کہا کہ یہ ماہ محترم ہے، آپؐ نے فرمایا: بلا شبہ تمہارے خون

اور تمہارے مال، تمہاری عزتیں اور تمہارے ابدان اور تمہاری اولاد باہم ایک دوسرے کے لیے محترم ہیں۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو، اسی طرح جیسے تمہارا آج کا دن تمہارے اس مہینہ میں، تمہارے اس شہر میں واجب الاحترام ہے۔ بلا شبہ تم عنقریب اپنے رب سے جاملوگے، پھر وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں باز پرس کرے گا۔

سنو! مَیں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا (راوی کہتے ہیں) ہم نے جواباً عرض کیا، ہاں پہنچا دیا۔ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ گواہ رہ۔

امانت داری وحق رسی

فَمَنْ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَانَةٌ فَلْيُؤَدِّهَا اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَهٗ عَلَيْهَا، اَلدَّيْنُ مَقْضِيٌّ، وَ الْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ، وَ الْمِنْحَةُ مَرْدُوْدَةٌ وَ الزَّعِيْمُ غَارِمٌ۔

جس شخص کے پاس کسی کی کوئی امانت ہو اسے چاہیے کہ اس کی امانت ادا کرے، قرض ادا کیا جائے، عاریۃً لی ہوئی چیز واپس کی جائے، دودھ کے لیے ہدیۃً لی ہوئی اونٹنی دودھ سے استفادہ کے بعد واپس لوٹائی جائے اور ضامن ضمانت کا ذمہ دار ہے۔

رسومِ جاہلیت کی تنسیخ

اَلَا! كُلُّ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ تَحْتَ قَدَمِيْ، وَ اِنَّ كُلَّ رِبًا مَوْضُوْعٌ، وَ لَكُمْ رُؤُسُ اَمْوَالِكُمْ، لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ۔ قَضَى اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا رِبَا۔ وَ اِنَّ اَوَّلَ رِبَا اَبْدَأُ بِهٖ رِبَا عَمِّي الْعَبَّاسِؓ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَ اِنَّ دِمَاءَ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ وَ اِنَّ اَوَّلَ دَمٍ نَبْدَأُ بِهٖ دَمَ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِيْ بَنِيْ لَيْثٍ، فَقَتَلَهٗ هُذَيْلٌ۔

خبردار! تمام امورِ جاہلیت میرے ان قدموں کے نیچے پامال ہیں اور ہر سودی معاملہ کالعدم ہے۔ اور تمھیں اپنی اصل پونجی لینے کا حق ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر کوئی ظلم کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ سودی معاملہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اور جو سود میرے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا وصول طلب ہے سب سے پہلے میں وہ تمام کا تمام

ختم کرتا ہوں اور عہدِ جاہلیت کے خون بہا ساقط ہیں اور جو قصاص جاہلیت اپنے خاندان کا وصول طلب ہے، یعنی ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون بہا، سب سے پہلے میں اُن سے دستبر دار ہوتا ہوں (ان کے خون کا انتقام نہیں لیا جائے گا) جو کہ قبیلہ بنو لیث میں زیر پرورش تھے، کہ قبیلہ ہذیل کے آدمیوں نے ان کو قتل کر دیا۔

اَلَا اِنَّ مَآثِرَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ اِنَّ كُلَّ دَمٍ وَ مَاءٍ وَ مَالٍ يُدَّعٰى بِهِ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ مَوْضُوْعَةٌ تَحْتَ قَدَمِيْ هَاتَيْنِ غَيْرُ السَّدَانَةِ وَ السِّقَايَةِ، وَ الْعَمَدُ قُوَدٌ وَ شِبْهُ الْعَمَدِ مَا قُتِلَ بِالْعَصٰى وَ الْحَجَرِ وَ فِيْهِ مِأَةُ بَعِيْرٍ، فَمَنْ زَادَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ؟ اَللّٰهُمَّ فَاشْهَدْ۔

اور تمام آثارِ جاہلیت، خوں بہا، پانی اور کسی کی طرف مال کا جھوٹا دعویٰ سب میرے ان دونوں قدموں کے نیچے پامال ہیں، البتہ بیت اللہ شریف کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت کا منصب برقرار رہے گا، اور قتلِ عمد پر قصاص ہے، اور شبہ عمد جو لاٹھی یا پتھر سے قتل کیا جائے، اس میں سو (۱۰۰) اونٹ کی دیت ہے پس جس نے تعدّی کی وہ اہلِ جاہلیت میں سے ہے، سنو! کیا میں نے پیغامِ الٰہی پہنچا دیا؟ اے اللہ گواہ رہ۔

قوم کو نصیحت

يَا مَعْشَرَ الْقُرَيْشِ ! لَا تَجِيْئُوْ بِالدُّنْيَا تَحْمِلُوْنَهَا عَلٰى رِقَابِكُمْ وَ يَجِيْئُ النَّاسُ بِالْاٰخِرَةِ فَاِنِّيْ لَا اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔

اے جماعتِ قریش! یہ نہ ہو کہ (قیامت میں) تم دنیا کا بوجھ اپنی گردنوں پر اُٹھا کر لاؤ اور لوگ (سامانِ) آخرت لے کر آئیں۔ مَیں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہ آ سکوں گا۔

يَا مَعْشَرَ الْقُرَيْشِ ! اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ تَعَظُّمِهَا بِالْآبَاءِ۔

اے قریشیو! اللہ تعالیٰ نے تم کو جاہلیت کی نخوت اور غرورِ نسب سے پاک کر دیا ہے۔

انسانی مساوات ومعیارِ فضیلت

اَیُّھَا النَّاسُ ! رَبُّکُمْ وَاحِدٌ وَ اِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ، کُلُّکُمْ لِآدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ، (ثُمَّ تَلَا) یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی، وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا، اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ، اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ، وَ لَیْسَ لِعَرَبِیٍّ فَضْلٌ عَلٰی عَجَمِیٍّ، وَ لَا لِعَجَمِیٍّ فَضْلٌ عَلٰی عَرَبِیٍّ، وَ لَا اَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ وَ لَا اَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی، اَ لَا ھَلْ بَلَّغْتُ؟ اَللّٰھُمَّ فَاشْھِدْ، قَالُوْا : نَعَمْ۔

لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، سب کے سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے (پیدا کیا گیا) ہے۔ (پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی) اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت (آدمؑ وحواؑ) سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزّت شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا دانا اور بڑا باخبر ہے۔ نہ کسی عربی کو عجمی پر برتری حاصل ہے اور نہ کوئی عجمی کسی عربی پر فضیلت رکھتا ہے، نہ سیاہ فام سرخ فام پر فوقیت رکھتا ہے نہ سرخ فام سیاہ فام پر۔ فضیلت و برتری کا معیار صرف تقویٰ پر ہے، کیا میں نے پیغامِ الٰہی پہنچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہ، حاضرین نے جواب دیا: ہاں!

ابلیس کی مایوسی

اَیُّھَا النَّاسُ ! قَدْ یَئِسَ الشَّیْطَانُ مِنْ اَنْ یُعْبَدَ فِیْ اَرْضِکُمْ ھٰذِہٖ اَبَدًا، وَ لٰکِنَّہٗ قَدْ رَضِیَ اَنْ یُّطَاعَ فِیْمَا سِوٰی ذَالِکَ مِمَّا تُحَقِّرُوْنَ مِنْ اَعْمَالِکُمْ، فَاحْذَرُوْہُ عَلٰی دِیْنِکُمْ۔

لوگو! حقیقت یہ ہے کہ شیطان قطعی مایوس ہو چکا ہے اس بات سے کہ کبھی اس کی تمہاری اس سرزمین عرب میں پرستش کی جائے لیکن وہ اس بات پر راضی ہے کہ عبادت کے سوا دوسرے ان اعمال میں اس کی اطاعت کی جائے جن کو تم (گناہ کے اعتبار سے) معمولی خیال کرتے ہو، اپنے دین کے معاملے میں اس سے چوکنّا رہو۔

اَیُّهَا النَّاسُ ! اِنَّمَا النَّسِیْءُ زِیَادَةٌ فِی الْکُفْرِ یَضِلُّ بِهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِیُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ یُحَرِّمُوْا مَا اَحَلَّ اللّٰهُ، کَانُوْا یُحِلُّوْنَ صَفَرَ عَامًا، وَ یُحَرِّمُوْنَ الْمُحَرَّمَ عَامًا فَذَالِكَ النَّسِیْءُ۔

لوگو! امن کے مہینہ کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرنا ہے، اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں کہ ایک سال تو اُس (مہینے) کو حلال سمجھ لیتے ہیں، اور دوسرے سال حرام، تاکہ ادب کے مہینوں کی جو اللہ نے مقرر کیے ہیں، گنتی پوری کرلیں، پس اس طرح جسے اللہ نے حرام کیا ہے اس کو حلال کرتے ہیں اور جسے اللہ نے حلال کیا ہے اُسے حرام کرلیتے ہیں (چنانچہ) وہ ایک سال ماہِ صفر کو حلال کرلیتے ہیں (اور دوسرے سال حرام) اور ماہِ محرم کو ایک سال حرام سمجھتے ہیں (اور دوسرے سال حلال)۔

وَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ کَهَیْئَةِ یَوْمٍ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ، مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِیَاتٌ، وَ وَاحِدٌ فَرْدٌ : ذُوالْقِعْدَةِ وَ ذُوالْحِجَّةِ وَ الْمُحَرَّمُ وَ رَجَبُ الَّذِیْ بَیْنَ جَمَادِیٌّ وَ شَعْبَانَ، ذَالِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ، فَلَا تَظْلِمُوْا اَنْفُسَکُمْ، اَ لَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ اَللّٰهُمَّ فَاشْهِدْ۔

زمانہ چکر کاٹ کر اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس ہیئت پر اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق کے دن بنایا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے (جن کا ذکر) کتاب اللہ میں ہے، آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت سے، ان میں سے چار مہینے محترم ہیں۔ تین یکے بعد دیگرے؛ ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں، اور ایک الگ رجب ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ یہی دینِ قیم ہے، پس آپس میں ایک دوسرے پر ظلم مت کرو، سنو! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ اے اللہ گواہ رہ۔

حقوقِ زوجین

اَیُّهَا النَّاسُ ! اِنَّ لِنِسَائِکُمْ عَلَیْکُمْ حَقًّا وَ لَکُمْ عَلَیْهِنَّ اَنْ لَا یُوْطِئْنَ فَرْشَکُمْ غَیْرَکُمْ تَکْرَهُوْنَهٗ وَ لَا یُدْخِلْنَ اَحَدًا تَکْرَهُوْنَهٗ بُیُوْتَکُمْ اِلَّا بِاِذْنِکُمْ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ بَیِّنَةٍ وَ لَا یَعْصِیْنَ فِیْ مَعْرُوْفٍ، فَاِنْ خِفْتُمْ نُشُوْزَهُنَّ، فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذِنَ لَکُمْ اَنْ تَعِظُوْهُنَّ، وَ تَعْضِلُوْهُنَّ وَ تَهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ تَضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَیْرَ مُبَرِّحٍ، فَاِنِ انْتَهَیْنَ، وَ اَطَعْنَکُمْ فَعَلَیْکُمْ رِزْقُهُنَّ، وَ کِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔

اے لوگو! تمھاری بیویوں کا تمھارے ذمے حق ہے اور تمھارا ان پر حق ہے، تمھارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمھارا فرش تمھارے غیر سے نہ روندوائیں بالخصوص جن کو تم برا سمجھتے ہو (یہ قید اضافی ہے) اور کسی ایسے شخص کو تمھارے گھر میں داخل نہ ہونے دیں، جس کو تم ناگوار سمجھتے ہو، الا یہ کہ تمھاری اجازت ہو، اور وہ کوئی کھلی بے حیائی کی بات نہ کریں، اور کسی امرِ خیر میں نافرمانی نہ کریں، پس اگر تمھیں ان کی طرف سے سرکشی کا خوف ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھیں اجازت ہے کہ ان کو نصیحت کرو، اور مجبور کرو، اور ان کی خوابگاہوں سے علیحدگی اختیار کرلو، اور انھیں مارو ایسی مار جو شدید نہ ہو کہ جس سے نشان پڑ جائے، پھر اگر وہ (کسی مرحلہ میں) باز آجائیں اور تمھاری اطاعت کرنے لگیں تو وہ شرعی قاعدہ کے مطابق نان ونفقہ کی حقدار ہیں۔

عورتوں کا مقام اور تقدّس

وَ اِنَّمَا النِّسَاءُ عِنْدَکُمْ عَوَانٌ لَا یَمْلِکْنَ لِاَنْفُسِهِنَّ شَیْئًا، وَ اِنَّکُمْ اِنَّمَا اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانَةِ اللّٰهِ، وَ اسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِی النِّسَاءِ، وَ اسْتَوْصُوْا بِهِنَّ خَیْرًا۔

بلا شبہ عورتیں تمھارے پاس مقید ہیں کہ وہ اپنی ذات کے لیے کسی چیز پر قادر نہیں، (یعنی محکوم ہیں) اور بلا شبہ تم نے ان کو بامان اللہ حاصل کیا ہے (یعنی حق تعالیٰ کا ان سے عہدِ امان ہے) اور ان کو اپنے اوپر اللہ کے کلمات (احکام) کے ساتھ حلال کیا ہے، لہٰذا خواتین کے باب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو (یعنی ان کے

ساتھ اچھا سلوک کرو)۔

اُخوتِ اسلامی

اَرِقَّاءُكُمْ اَرِقَّاءُكُمْ، اَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ، وَ اكْسُوْهُمْ مِمَّا تَلْبِسُوْنَ، وَ اِنْ جَاءُوْا بِذَنْبٍ لَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَغْفِرُوْهُ فَبِيْعُوْا عِبَادَ اللّٰهِ، وَ لَا تُعَذِّبُوْهُمْ، أَ لَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ اَللّٰهُمَّ فَاشْهَدْ۔

آپ (ﷺ) نے دومرتبہ تاکیداً (ارشادفرمایا) اپنے غلاموں سے اچھا سلوک کرو، ان کو وہی کھلاؤ جوتم کھاتے ہواور وہی پہناؤ جوتم پہنتے ہو، اگر وہ ایسا گناہ کربیٹھیں جسے تم معاف کرنا نہیں چاہتے تو اللہ کے بندو! انھیں فروخت کردو، اوران کوعذاب نہ دو۔سنو! کیا میں نے پیغامِ الٰہی پہنچا دیا؟ اے اللہ گواہ رہ۔

اطاعتِ امیر

يٰأَيُّهَا النَّاسُ! اسْمَعُوْ، وَ اَطِيْعُوْا وَ اِنْ اُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبْشِيٌّ مُجَدَّعٌ، اَقَامَ فِيْكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ،

اے لوگو! اپنے امیر کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو، اگرچہ تم پر کسی حبشی غلام کو جو مقطوع الانف ہو، اَمیر بنادیا جائے، جبکہ وہ تمہارے معاملات میں کتاب اللہ کو نافذ کرے۔

کتاب وسنت کی بنیادی حیثیت

فَاعْقِلُوْا أَيُّهَا النَّاسُ! وَ اسْمَعُوْا قَوْلِيْ فَاِنِّيْ قَدْ بَلَّغْتُ، وَ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْراً بَيِّناً مَا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ، فَلَنْ تَضِلُّوْا أَبَداً كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ نَبِيِّهٖ فَاعْمَلُوْا بِهٖ۔

سمجھ سے کام لو لوگو! اور میری بات سنو! میں نے تم لوگوں تک حق تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا اور میں تمہارے درمیان روشن چیز چھوڑ کر جارہا ہوں، اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑلیا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، یعنی کتاب اللہ اوراس کے نبی ﷺ کی سنت، پس تم اس پر عمل پیرا رہو۔

انسدادِ ظلم وخیانت

أَيُّهَا النَّاسُ ! اِسْتَمِعُوا قَوْلِيْ فَاِنِّيْ قَدْ بَلَّغْتُ وَ اعْقِلُوْهُ تَعْلَمُنَّ أَنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ اَخُ الْمُسْلِمِ وَ اَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ اِخْوَةٌ، فَلَا يَحِلُّ لِأَمْرِئٍ مَالُ اَخِيْهِ اِلَّا اَعْطَاهُ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ، فَلَا تَظْلِمُنّ اَنْفُسَكُمْ، اَلَا لَا يَحِلُّ لِأَمْرَأَةٍ اَنْ تُعْطِيَ مِنْ مَالِ زَوْجِهَا شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِهٖ، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ ؟ اَللّٰهُمَّ فَاشْهَدْ۔

لوگو! میری بات سنو ! بلا شبہ میں نے پیغام رسانی کا فرض ادا کردیا، اسے سمجھو تا کہ تم جان لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں، کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کا مال حلال نہیں ہے الا یہ کہ وہ خوش دلی سے اس کو کچھ دیدے۔ خبردار! کسی عورت کے لیے یہ روانہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ دیدے، سنو! کیا میں نے پیغام پہنچانہیں دیا؟ اے اللہ گواہ رہ۔

خانہ جنگی کی مذمت

أَلَا فَلَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِيْ كُفَّارًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ اَللّٰهُمَّ فَاشْهَدْ۔

خبردار! میرے بعد کفر کی طرف نہ پلٹ جانا، اس طرح کہ تم میں سے بعض مسلمان بعض دوسرے مسلمانوں کی گردن کاٹنے لگیں، سنو! کیا میں نے لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانہیں دیا؟ اے اللہ گواہ رہ۔

حقوق کا تعین

أَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَدّٰى اِلٰى كُلِّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهٗ وَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ قَسَّمَ لِكُلِّ وَارِثٍ نَصِيْبَهٗ مِنَ الْمِيْرَاثِ، وَ لَا يَجُوْزُ لِوَارِثٍ وَصِيَّةٌ وَ لَا يَجُوْزُ فِيْ اَكْثَرِ مِّنَ الثُّلُثِ۔

اے بنی آدم! اللہ جل شانہ نے ہر حقدار کا حق رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کے

لیے میراث کا حصہ مقرر فرما دیا ہے۔ اب کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں (یعنی اب کوئی شخص اپنے وارث کے لیے میراث کے معاملے میں کوئی وصیت نہ کرے، ورثاء کو ان کے مقررہ حصۂ شرعی کے مطابق حصہ ملے گا) اور (کسی شخص کے لیے کسی غیر وارث کے حق میں) اپنے تہائی مال کی مقدار سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں۔

قانونِ حفاظتِ ناموس

أَلَا وَ اِنَّ الْوَلَدَ لِلْفَرَّاشِ وَ لِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَ حِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔

خبردار! بچہ اس شخص کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

فریب دہی اور ناسپاسی کی مذمت

أَلَا وَ مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ رَغْبَةً عَنْهُمْ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلآئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفاً وَّ لَا عَدْلًا۔

سنو! جس نے نفرت کے باعث اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص کی جانب خود کو منسوب کیا (یعنی قومی نسبت تبدیل کی) یا کسی غلام نے اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کو اپنا آقا بتایا، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس سے کوئی فدیہ قبول نہیں فرمائیں گے۔

قانونی تحفّظ

أَلَا لَا يَجْنِىْ جَانٍ اِلَّا عَلٰى نَفْسِهِ اَلَا لَا يَجْنِىْ جَانٍ عَلٰى وَلَدِهِ وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهُ عَلٰى وَالِدِهِ۔

غور سے سنو! کوئی مجرم جرم نہیں کرتا مگر اس کی اپنی ذات پر ہے، خبردار! کوئی مجرم جرم نہیں کرتا ہے کہ جس کی ذمہ داری اس کے بیٹے پر ہو اور نہ کوئی بیٹا جرم کرتا ہے جس کی ذمہ داری اس کے والد پر ہو۔

اعلانِ ختمِ نبوت

أَيُّهَا النَّاسُ ! اِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَ لَا اُمَّةَ بَعْدُكُمْ (وَ فِيْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ) أَلَا كُلُّ نَبِيٍّ قَدْ مَضَتْ دَعْوَتُهُ اِلَّا دَعْوَتِيْ فَاِنِّيْ قَدْ دَخَّرْتُهَا عِنْدَ رَبِّيْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَإِنَّ الْاَنْبِيَاءَ مُكَاثِرُوْنَ فَلَا تُخْزُوْنِيْ فَاِنِّيْ حَابِسٌ لَكُمْ عَلٰى بَابِ الْحَوْضِ۔

لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی امت وجود میں آئے گی۔ سنو ! بلاشبہ میری دعوت کے سوا ہر نبی کی دعوت ختم ہوچکی ہے کہ میں نے اس کو اپنے پروردگار کے پاس قیامت تک کے لیے جمع فرمادیا ہے (یعنی اب کسی اور کو عطا نہ ہوگی)، یہ حقیقت ہے کہ انبیاء علیہم السلام (قیامت کے دن) کثرتِ تعداد پر فخر کریں گے، پس تم مجھ کو (اپنی بداعمالیوں سے) رُسوا مت کرنا، میں حوضِ کوثر کے دروازے پر تمہارے انتظار میں رہوں گا۔

اسلام کے بنیادی ستون

أَلَا فَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ، وَ صَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَ صُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَ اَدُّوْا زَكَاةَ اَمْوَالِكُمْ طِيْبَةً بِهَا اَنْفُسُكُمْ (وَ فِيْ رِوَايَةٍ) وَ تَحُجُّوْنَ بَيْتَ رَبِّكُمْ، وَ اَطِيْعُوْا وُلَاةَ اَمْرِكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ۔

سنو! اپنے رب کی عبادت کرو، نماز پنجگانہ ادا کرو، ماہِ رمضان کے روزے رکھو، اپنے اموال کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ ادا کرو، (اور ایک روایت میں ہے) اور اپنے پروردگار کے گھر کا حج کرو، اور سربراہوں کی اطاعت کرو، اور اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہوجاؤ۔

صدقہ کی تلقین

قَالَ وَ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَقَالَ تَصَدَّقُوْا فَاِنِّيْ لَا أَدْرِيْ لَعَلَّكُمْ لَا تَرَوْنِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا۔

راوی نے فرمایا کہ (اسی خطبہ میں) آپؐ نے ہم کو صدقہ کا حکم فرمایا، پس آپؐ نے

ارشاد فرمایا صدقہ کرو اس لیے کہ شاید تم مجھ کو میرے اس سال کے بعد نہ دیکھ سکو، (میرے ہی سامنے صدقہ کردو تاکہ میں تمہارا گواہ بن جاؤں)۔

میقاتِ احرام

وَ وَقَّتَ لِأَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ اَنْ يُّهِلُّوْا مِنْهَا وَ ذَاتَ عِرْقٍ لِاَهْلِ الْعِرَاقِ اَوْ قَالَ لِاَهْلِ الْمَشْرِقِ۔

اور آپؐ نے اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر فرمایا کہ وہ اس مقام سے احرام باندھ کر تلبیہ پڑھ کر چلیں، اور اہلِ عراق کے لیے ذات عرق کو میقات قرار دیا، یا اہلِ مشرق کے لیے (راوی کو اچھی طرح یاد نہیں رہا کہ آپ نے اہلِ عراق فرمایا یا اہلِ مشرق)

کمال ایمان و اسلام

اُنَبِّئُكُمْ مَنِ الْمُسْلِمُ؟ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَ يَدِهٖ، اُنَبِّئُكُمْ مَنِ الْمُؤْمِنُ؟ اَلْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ، اُنَبِّئُكُمْ مَنِ الْمُهَاجِرُ؟ اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ السَّيِّئَاتِ مِمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَ الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ۔

میں تم کو آگاہ کرتا ہوں، مسلمان کون ہے؟ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں، میں تم کو خبر دیتا ہوں مؤمن کون ہے؟ مؤمن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان و مال کے باب میں مامون رہیں، اور میں تم کو بتاتا ہوں، مہاجر کون ہے؟ مہاجر وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ برائیوں کو ترک کردے، اور مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کی اطاعت کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کیا۔

ایذاءرسانی کی مذمت

وَ الْمُؤْمِنُ حَرَامٌ عَلَى الْمُؤْمِنِ كَحُرْمَةِ هٰذَا الْيَوْمِ لَحْمُهُ عَلَيْهِ حَرَامٌ أَنْ يَأْكُلَهُ بِالْغِيْبَةِ يَغْتَابُهُ وَ عِرْضُهُ عَلَيْهِ حَرَامٌ أَنْ يَخْرِقَهُ، وَ وَجْهُهُ عَلَيْهِ حَرَامٌ أَنْ

يَلْطَمَهُ، وَ أَذَاهُ عَلَيْهِ حَرَامٌ أَنْ يُؤْذِيَهِ، وَ عَلَيْهِ حَرَامٌ أَنْ يَدْفَعَهُ دَفْعَةً تَعْنِيْهِ۔

اورمومن کی ذات (جان و مال) مومن پرحرام ہے جیسے اس دن کی حرمت، اس پر اس کا گوشت حرام ہے کہ وہ جسے غیبت کے ذریعہ کھاتا ہے، اور مومن کی عزت اس پرحرام ہے کہ وہ اس کوخراب کرے اور مومن کا چہرہ اس پرحرام ہے کہ وہ اس کوطمانچہ مارے اور مومن کی ایذاء اس پرحرام ہے کہ وہ اس کوایذاء دے، اور حرام ہے اس پر کہ وہ مومن کوتکلیف رسانی کے لیے اس کودھکادے۔

نازشِ بیجا کا سدِ باب

لَا يَأْلُوْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّهُ مَنْ تَأْلِى عَلَى اللّٰهِ أَكْذَبَهُ اللّٰهُ۔

اللہ تعالیٰ کے ذمہ ڈال کر قسمیں نہ کھاؤ (مثلاً یہ کہ قسم ہے اللہ کی وہ ضرور فلاں کام کریگا) اس لیے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ذمہ قسم کھائی اللہ تعالیٰ اس کا جھوٹ ظاہر کردے گا۔

حصولِ شہادت

وَ اِنِّیْ مَسْئُوْلٌ وَ اِنَّكُمْ مَسْئُوْلُوْنَ، وَ اَنْتُمْ تُسْأَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ؟ قَالُوْا : نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ، وَ اَدَّيْتَ، وَ نَصَحْتَ، فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً، قَالَ اَلَسْتُمْ تَشْهَدُوْنَ اَنَّ لَا اِلٰهِ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ، وَ اَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ، وَ النَّارَ حَقٌّ، وَ اَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ، وَ اَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيْهَا، وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ قَالُوْا نَشْهَدُ بِذَاكَ، فَقَالَ بِاِصْبَعِهِ السَّبَابَةِ يَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَآءُ وَ يَنْكُتُهَا اِلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔

اورحق تعالیٰ کے حضور مجھ سے بھی بازپرس ہوگی اور تم سے بھی، اور تم سے میرے (پیغام رسانی کے) بارے میں سوال کیا جائے گا، بتاؤ کیا جواب دوگے؟ سامعین نے عرض کیا، ہم گواہی دیں گے کہ آپؐ نے (اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اس کے احکام) پہنچادیے، اور تبلیغ کا (رسالت کا) حق ادا کردیا، اور نصیحت و خیرخواہی کی تکمیل فرمادی، پس آپؐ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیرعطا کرے (پھر) سوال فرمایا: کیا تم اس بات کے گواہ نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود

نہیں ہے اور یہ کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور یہ کہ جنت برحق ہے اور جہنم برحق ہے اور موت برحق ہے، اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اہلِ قبور کو زندہ کرے گا، حاضرین نے جواب دیا کہ ہاں ہم ان باتوں کے گواہ ہیں، اس کے بعد آپؐ نے اپنی انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اُٹھاتے ہوئے اور لوگوں کے مجمع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ ارشاد فرمایا، اے اللہ تو گواہ رہ، اے اللہ تو گواہ رہ، اے اللہ تو گواہ رہ۔

بشارت و انذار

ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ ! اِنِّیْ فَرَطُكُمْ وَ اَنْتُمْ وَارِدُوْنَ عَلَى الْحَوْضِ، حَوْضٌ عَرْضُهُ مَا بَيْنَ بَصْرَةَ وَ صَنْعَاءَ فِيْهِ عَدَدَ النُّجُوْمِ قَدْحَانٌ مِنْ فِضَّةٍ، وَ اِنِّیْ سَائِلُكُمْ حِيْنَ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ عَنِ الثَّقَلَيْنِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تُخْلِفُوْنِیْ، فِيْهِمَا الثِّقْلُ الْأَكْبَرُ كِتَابُ اللّٰهِ سَبَبُ طَرَفِهِ بِيَدِ اللّٰهِ، وَ طَرَفٌ بِاَيْدِيْكُمْ فَتَمَسَّكُوْا بِهِ لَا تَضِلُّوْا وَ لَا تُبَدِّلُوْا، وَ عِتْرَتِیْ اَهْلُ بَيْتِیْ وَ اِنَّهُ قَدْ نَبَّأَنِی اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ اَنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتّٰی يَرِدَا عَلَى الْحَوْضِ۔

بعد ازاں ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں حوضِ کوثر پر تم سے پہلے پہنچنے والا ہوں اور تم بھی اس حوض پر پہنچو گے، وہ ایسا حوض ہے کہ اس کی وسعت بصرہ سے مقام صنعاء کے مابین مسافت کے برابر ہے۔ اس پر ستاروں کی مقدار کے برابر چاندی کے گلاس ہیں اور جس وقت تم حوضِ کوثر پر آؤ گے تو میں ثقلین (کتاب وسنت) کے متعلق تم سے سوال کروں گا، پس سوچ لو کہ تم ان دونوں کے باب میں کیسی جانشینی کرو گے، ثقلِ اکبر: کتاب اللہ ہے، اس کے ایک کنارہ کا سرشتہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور ایک کنارہ تمہارے ہاتھ میں ہے، پس اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو، راہِ راست سے نہ ہٹو، اور نہ اس کو تبدیل کرو، اور میرے عترت میرے اہلِ بیت ہیں اور اللہ لطیف وخبیر نے مجھے آگاہ فرمادیا ہے کہ وہ دونوں (کتاب وعترت) کبھی جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ وہ حوضِ کوثر پر وارد ہوں۔

اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِیْ وَ لَا لِأَهْلِ بَیْتِیْ وَ اَخَذَ وَبَرَةً مِنْ کَاهِلِ نَاقَتِهٖ فَقَالَ لَا وَ اللّٰهِ وَ لَا مَا یُسَاوِیْ هٰذَا وَ مَا یَزِنُ هٰذَا۔

بلا شبہ صدقہ (زکوٰۃ) نہ میرے لیے حلال اور نہ میرے اہلِ بیت کے لیے (اور بطور مثال وتاکید) آپ ؐ نے اپنی اونٹنی کی گردن کے متصل پیٹھ سے ایک بال پکڑا اور فرمایا کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ اس بال کے برابر اور ہموزن زکوٰۃ بھی ان کے لیے جائز نہیں۔

اُمّتِ مسلمہ کا منصب

وَ قَالَ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضٌ مَنْ یُبَلِّغُهٗ اَنْ یَکُوْنَ اَوْعٰی لَهٗ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهٗ، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ۔

اور ارشاد فرمایا، کہ جو اس وقت موجود ہے وہ میرا پیغام ان تک پہنچادے جو موجود نہیں ہے، ممکن ہے وہ شخص جسے بات پہنچائی جائے وہ بات کو سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہو، کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا نہیں دیا؟

وَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ۔ تم پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

اکمالِ دین

وَ عَنِ الشَّعْبِی قَالَ نَزَلَتْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"، قَالَ نَزَلَتْ وَ هُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ حِیْنَ وَقَفَ مَوْقِفَ اِبْرَاهِیْمَ، وَ اضْمَحَلَّ الشِّرْکُ، وَ هَدِمَتْ مَنَارُ الْجَاهِلِیَّةِ، وَ لَمْ یَطُفْ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ، (طبقات ابن سعد)

حضرت شعبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پر اس وقت آپ کے اسی قیامِ عرفہ کے دوران یہ آیت نازل ہوئی: "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کردیا اور تمہارے لیے بطور طریق زندگی اسلام سے راضی ہوگیا) اس وقت عالم یہ تھا کہ شرک مضمحل ہو چکا تھا اور زمانۂ جاہلیت کے تمام آثار ختم ہو چکے تھے اور کسی شخص نے (زمانۂ

جاہلیت کی روش پر) کعبۃ اللہ کا برہنہ ہو کر طواف نہیں کیا۔

مآخذ

۱- بخاری شریف، باب الخطبة ایام منی، ج:۱ص:۲۳۴۔طبع دہلی (ہند)

۲- مسلم شریف: باب حجة النبی ﷺ ج:۱ص:۳۹۴۔طبع نور محمد، کراچی (پاکستان)

۳- سنن ابی داؤد: باب صفة حجة النبی ﷺ ج:۱،ص:۲۶۲، طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۴- سنن ابن ماجه: باب لا وصية لوارث۔ ص:۱۹۴۔و باب حجة رسول اللہ ﷺ ص:۲۲۰، و باب لا یجنی احد علی احد، ص:۱۹۱، طبع نور محمد کراچی (پاکستان)

۵- فتح الباری: باب قول النبی ﷺ، لا ترجعوا بعدی کفارا — الخ ج:۱۱،ص:۲۰، لشیخ الاسلام شهاب الدین بن حجر العسقلانی المطبعة الخیریة بمصر، سنة ۱۱۱۹ھ

۶- المسند لاحمد بن حنبل، ج:۹،ص:۶۱۸۴، مطبعة دارالمعارف، بمصر ۱۳۷۰ھ

۷- کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال: ج ۵ ص:۱۵۹تا۱۶۶، لعلامة علاء الدین علی بن حسام الدین الشهیر بالمتقی الهندی البرهان پوری، المتوفی ۹۷۵ھ،مطبع مجلس دائرة المعارف العثمانیة حیدرآباد دکن ۱۳۷۴ھ

۸- مجمع الزوائد و منبع الفوائد:باب الخطب فی الحج ج:۳،ص:۲۶۵ تا ۲۷۴ للحافظ نور الدین علی بن ابی بکر الهیثمی، المتوفی ۸۰۷ھ۔ طبع بیروت

۹- زاد المعاد فی هدی خیر العباد: للامام شمس الدین بن عبد اللہ الدمشقی الحنبلی المعروف بابن قیمؒ علی هامش الزرقانی للامام العلامة محمد بن الباقی الزرقانیؒ، ج:۳،ص:۹۴۔ مطبع الازهریة المصریة، ۱۳۶۶ھ

۱۰- مرقاۃ المفاتیح : لعلی بن سلطان محمد القاریؒ، ج:۵،ص:۲۹۸طبع ملتان (پاکستان)

۱۱- سیرت ابن ہشام : لابن ہشام۔ ج:۴،ص:۲۵۳

۱۲- ثمر الوداد مختصر زاد المعاد : لمصطفٰی محمد عمارۃ، فصل فی ہدی رسول اللّٰہ ﷺ فی حجہ و عمرتہ، ص:۱۱۱، طبع مصر ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۲ء

۱۳- تاریخ الطبری : تاریخ الرسل و الملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری ۲۲۴ — ۳۱۰ ھ ج:۳،ص:۱۴۸۔ مطبوعۃ دار المعارف بمصر

۱۴- الطبقات الکبریٰ : لابن سعد، ج:۲،ص:۱۷۲، طبع بیرت ، ۱۳۷۶ھ

۱۵- العقد الفرید : لابی عمر احمد بن محمد بن عبد ربہ الاندلسی،کتاب الخطب ج:۴،ص:۵۷، مطبع قاہرہ،۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء

۱۶- تاریخ الکامل : لابن الاثیر الجزری، ج:۲،ص:۱۴۶۔ طبع مصر ۱۱۳۱ھ

۱۷- بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ : لعلامۃ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھویؒ فصل فی حوادث السنۃ العاشرۃ من الہجرۃ، ص:۲۷۸،طبع حیدرآباد(پاکستان)

۱۸- البیان و التبیین : لابی عثمان عمرو بن محبوب الجاحظ، ج:۲،ص:۲۹، مطبعۃ الاستقامۃ بالقاہرۃ ، ۱۳۶۶ھ م ۱۹۴۷ء

۱۹- اعجاز القرآن : للقاضی ابی بکر الباقلانی علی ہامش الاتقان فی علوم القرآن لشیخ الاسلام جلال الدین عبدالرحمن سیوطی ج:۱،ص:۱۷۸،طبع بمصر الصبعۃ الثالثۃ، ۱۳۷۰ھ ۱۹۵۱ء

۲۰- جمہرۃ خطب العرب : لاحمد زکی صفوت، ج:۱،ص:۵۷۔ طبع مصر : ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء

۲۱- سیرۃ النبی ﷺ : علامہ شبلی نعمانی و سیّد سلیمان ندویؒ، سال اخیر حجۃ الوداع، ج:۲،ص:۱۴۸۔ مطبع اعظم گڑھ (ہند) طبع دوم ۱۳۴۱ ھ

پیغمبرِ اسلامؐ کی مرض الوصال میں وصیتیں

امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم سات کنوؤں کے پانی کی سات مشکیں آپ پر ڈالیں۔ ہم نے اس حکم کی تعمیل کی۔ جب آپؐ نے غسل فرمالیا تو آپ کو راحت محسوس ہوئی۔ آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ انھیں خطبہ دیا۔ شہدائے احد کے لیے دعائے مغفرت کی اور ان کے لیے رحمت کی دعا کی۔

پھر آپؐ نے انصار کے لیے وصیت کی۔ فرمایا ''اے گروہِ مہاجرین! تم نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ تم لوگ ترقی کروگے، اور انصار نے اس حالت میں صبح کی ہے کہ وہ اپنی اس حالت سے جس پر وہ آج ہیں ترقی نہیں کریں گے، وہ ایسے ہیں کہ میں نے اُن کے یہاں پناہ لی ہے، ان کے کریم کا اکرام کرو اور ان کے برے آدمی سے درگذر کرو''۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ آخری مجلس تھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ۔

(طبقات ابن سعد، ج:۲ص:۲۹۷۔ حیات الصحابہ: ج:۳،ص:۴۸۲)

حلال وحرام کی وصیت

امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض الوصال میں فرمایا ''اے لوگو! کوئی بات بھی مجھ پر معلق نہ کرو۔ میں نے صرف وہی حلال کیا اور وہی حرام کیا جو اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کیا۔

رسول اللہ ﷺ کا آخری خطبہ

حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ سے آخری خطبہ میں سنا، فرماتے تھے ''جس نے ان پانچوں فرض نمازوں پر جماعت کے ساتھ محافظت کی وہ ان لوگوں میں سے پہلا ہوگا جو پل صراط سے اس طرح گزر جائیں گے جیسے کوندنے والی بجلی گذر جاتی ہے اور ایسے شخص کا حشر اللہ تعالیٰ تابعین کی پہلی جماعت کے ساتھ کرے گا اور اس شخص کے لیے دن رات میں جس میں کہ اس نے پانچوں نمازوں کی محافظت

کی تھی ایسے ہزار شہیدوں کے برابر اجر ہوگا جو اللہ کے راستے میں شہید ہوئے۔

(حیات الصحابہ، ج:۳،ص:۴۸۴)

نماز اور غلام کے حقوق کی حفاظت کی وصیت

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے وصال کا وقت آ گیا تو آپؐ کی اکثر وصیت یہ تھی ''نماز ...... نماز ...... اور تمہارے لونڈی و غلام''۔ رسول اللہ ﷺ یہ الفاظ اپنے سینے میں گنگنا رہے تھے اور آپ کی زبان اسے ادا نہ کرسکتی تھی۔

دوسری روایت

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے رسول اللہ ﷺ پر غشی طاری ہوئی، جب افاقہ ہوا تو فرمایا ''اپنے لونڈی و غلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو (اپنے نوکر ونوکرانی کے ساتھ نرم برتاؤ کا معاملہ کرو) اللہ سے ڈرو، ان کو کپڑا پہناؤ۔ ان کے شکم کو سیر کرو اوران سے نرم بات کرو''۔

(قربان جایئے پیغمبرِ اسلام کی تعلیمات پر! آج معاشرہ کس قدر اپنی انسانیت کو کھو چکا ہے کہ پالتو کتے کی قدر ہے مگر نوکر و خادمہ کی قدر کتے سے بھی کم ہوگئی۔ آج مسلم معاشرہ میں نوکر کی تنخواہ ہزار روپیہ اور کتے کی خوراک پر ماہانہ صَرفہ تین ہزار! صاحب کا کھانہ مطبخ میں الگ پک رہا ہے اور وہی نوکر کتے کا کھانا الگ پکا رہا ہے اور خود نوکر کتے سے کم تر درجہ کا کھانا اپنے لیے اسی مطبخ میں پکاتا ہے اور صاحب کی سواری میں ناپاک کتا تو بیٹھ سکتا ہے مگر ایک نوکر کو جگہ نہیں مل سکتی۔ پھر ہم اللہ سے مدد و نصرت کے طلبگار ہیں! جائے افسوس کہ مسلمان بھی خنزیر کا گوشت کھانے والی قوم کی اتباع میں اپنی بنیادی تعلیمات کو کھو چکا ہے اور احساس کو مسخ کر چکا ہے، اللہ ہی سے فریاد ہے اور وہی ہمارا رب ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل)

یہودیت ونصرانیت کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا جائے

عبیداللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنے آخری زمانے میں وصیت فرمائی کہ دونوں دین (یہودنیت ونصرانیت) ملک عرب میں نہ رہنے دیے جائیں۔

اللہ یہود ونصاریٰ کو برباد کردے

عمر بن عبدالعزیزؒ سے روایت ہے کہ سب سے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے جو بات فرمائی یہ تھی کہ اللہ یہود و نصاریٰ کو غارت کرے جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ دیکھو دونوں دین ...... یہودیت ونصرانیت ......سرزمین عرب میں باقی نہ رہنے پائیں۔

اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھنے کی وصیت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کی وفات سے تین رات پہلے سنا کہ آپ فرماتے تھے خبردار! تم میں سے کسی شخص کی موت نہ آئے مگر یہ کہ اللہ کے ساتھ اس کا گمان اچھا ہو (یعنی ذات حق سے حسن صلہ کی اُمید رکھے)۔

حقوق العباد کی تلافی کی وصیت

فضل بن عباس رضی اللہ عنہ مرض الوصال میں آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا 'اے فضل! یہ پٹی میرے سر پر باندھ دو'۔ انھوں نے باندھ دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'ہمیں اپنے ہاتھ کا سہارا دو'۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آپ کھڑے ہوئے اور ان کے سہارے سے مسجد میں داخل ہوئے ......اللہ پاک کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

''تم میں سے بعض کے حقوق مجھ سے وابستہ تھے۔ میں بھی ایک بشر ہوں اس لیے جس شخص کی آبرو کو مَیں نے کچھ نقصان پہنچایا ہو تو یہ میری آبرو موجود ہے اسے بدلہ لے لینا چاہیے، جس شخص کے مال کو مَیں نے نقصان پہنچایا ہو، تو میرا مال موجود ہے اسے لے لینا چاہیے۔

جان لو کہ تم میں سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرنے والا وہ شخص ہوگا کہ اُن حقوق میں سے اس کا کوئی حق ہو اور وہ اسے لے لے یا مجھے بَری کردے تاکہ میں اپنے رب سے اس حالت میں ملوں کہ میں اپنے کو بَری کر چکا ہوں۔ کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ مجھے انتقام لینے میں رسول اللہ ﷺ کی عداوت کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں میری طبیعت میں نہیں ہیں۔ جس شخص کا نفس بُری بات میں اس پر غالب آ گیا ہو تو اسے بھی مجھ سے مدد لینی چاہیے کہ میں اس

کے لیے دعا کروں گا“۔ (تاکہ اس کے نفس کی بُرائی بھلائی میں بدل جائے)

اعمالِ صالحہ کی وصیت

سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ’فرمایا اے اولاد عبدمناف! مَیں تمھیں اللہ سے کسی امر میں بے نیاز نہیں کرسکتا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں تمھیں اللہ سے کسی امر میں بے نیاز نہیں کرسکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد (ﷺ)! میں تمھیں اللہ سے کسی امر میں بینیاز نہیں کرسکتا۔ دنیا میں تم لوگ مجھ سے جو چاہو مانگ لومگر آخرت میں صرف تمہارے اعمال ہی کام آئیں گے“۔

میں تمھیں اللہ کے خوف کی وصیت کرتا ہوں

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے نبیؐ اور ہمارے حبیبؐ نے ہمیں اپنے وصال سے ایک ماہ قبل اپنی موت کی خبر سنادی۔ میرے ماں باپ اور میری جان ان پر فدا ہوں، جب جدائی کا زمانہ قریب آ گیا تو آپؐ نے ہمیں ہماری ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع فرمایا۔ ہمارے لیے آپؐ نے سختی برداشت کی۔ فرمایا ”تم لوگوں کو مرحبا۔ اللہ تمھیں سلامتی عطا کرے۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ اللہ تمہاری حفاظت کرے۔ اللہ تمھیں غنی کرے اور تمھیں رزق دے۔ اللہ تمھیں بلند کرے۔ اللہ تمھیں نفع دے اور تمھیں بچائے، آمین۔ میں تمھیں اللہ کے خوف کی وصیت کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے لیے تمھیں وصیت کرتا ہوں، اسی پر تم کو چھوڑتا ہوں۔ اور تمھیں اللہ سے ڈراتا ہوں، میں اللہ کی طرف سے تمہارے لیے کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں۔ اللہ کے حکم کے خلاف اس کے بندوں اور اس کے شہروں میں زیادتی وفساد نہ کرو۔ نیک انجام تو متقیوں کے لیے ہی ہے۔ اللہ نے فرمایا کیا متکبرین کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے“۔ ہم لوگوں نے کہا ’یا رسول اللہ! آپؐ کی اجل کب تک ہے؟‘ آپؐ نے فرمایا ’جدائی اللہ کی طرف۔ جنت المأویٰ کی طرف۔ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اور رفیق اعلیٰ کی طرف اور کأسِ ادنیٰ کی طرف اور حظ اور مبارک عیش کی طرف۔ واپسی کا وقت قریب آ گیا“۔ عرض کی ’یا رسول اللہ! ہم آپ کو کس چیز میں دفن کریں؟‘ آپؐ نے فرمایا ”اگر تم چاہو تو میرے انہی کپڑوں میں یا یمنی چادروں میں“۔ عرض

کی 'یا رسول اللہ ! آپؐ پر نماز کون پڑھے گا ؟' ...... ہم بھی رونے لگے اور آپؐ بھی روئے۔ پھر فرمایا ''ٹھہر جاؤ۔ اللہ تم پر رحم کرے اور تمہارے نبی کی طرف سے تمھیں جزاء خیر دے۔ جب تم مجھے غسل وکفن دے چکنا تو مجھے میری اسی تخت پر میرے اسی گھر میں میری قبر کے کنارے مجھے رکھ دینا۔ تھوڑی دیر کے لیے میرے پاس سے باہر ہو جانا کیونکہ سب سے پہلے جو مجھ پر نماز پڑھیں گے، وہ میرے حبیب و خلیل جبرئیل ہوں گے، پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر ملک الموت کہ ان کے ہمراہ ان کے تمام لشکر ملائکہ ہوں گے۔ پھر تم ایک ایک گروہ ہو کر اندر آنا۔ مجھ پر درود وسلام پڑھنا۔ مجھ پر میرے اوصاف بیان کرنے اور آواز بلند رونے سے اذیت نہ دینا۔ پہلے مجھ پر میرے عزیز مَرد نماز پڑھیں، پھر ان کی عورتیں پھر بعد کو تم لوگ۔ میرے جو اصحاب موجود نہیں ہیں انھیں سلام کہہ دینا ...... ان لوگوں کو جو میری اس قوم میں سے میرے دین میں میری پیروی کریں انھیں بھی میرا اسلام پہنچا دینا''۔ عرض کی 'یا رسول اللہ (ﷺ) ! آپؐ کو قبر میں کون داخل کرے گا ؟' ...... ''میرے اعزہ بہت سے ملائکہ کے ہمراہ جو اس طرح تمھیں دیکھتے ہیں کہ تم انھیں نہیں دیکھتے''۔

یہ تمام وصیتیں جناب رسول اللہ ﷺ کی طبقات ابن سعد ج:۲ص : ۲۹۹/۳۰۳ سے اخذ کی گئی ہیں۔

آخری کلمات، میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا

''لوگو! تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے۔ ان لوگوں نے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، تم ایسا نہ کرنا۔ (کہ سجدہ خاص ہے رب العالمین کے لیے)۔ اللہ ان یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنھوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ للہ میری قبر کو میرے بعد بت نہ بنانا کہ اس کی پرستش ہوا کرے۔ اس قوم پر اللہ کا قہر وغضب ہو جنھوں نے قبورِ انبیاء کو سجدہ گاہ بنالیا۔ دیکھو میں تمھیں اس سے منع کرتا ہوں'' اور وصال کے وقت زبان پر یہ کلمات جاری تھے: ''اَلصَّلٰوۃُ - اَلصَّلٰوۃُ - وَ ما مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ - اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی''۔ (بحوالہ سابق)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس قیمتی وصیتیں

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہرانا اگر چہ تم کو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔

(۲) والدین کو ہرگز نہ ستانا اگر چہ وہ تجھے حکم دیں کہ اپنے اہل وعیال اور مال کو چھوڑ کر نکل جا۔

(۳) فرض نماز ہرگز قصداً مت چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بَری ہوگیا۔ وہ حق جل مجدہ کی امان ونگرانی سے نکل کر ہلاکت میں جا پھنسا۔

(۴) شراب ہرگز مت پینا کیونکہ وہ تمام تر بے حیائی کی جڑ ہے۔

(۵) گناہ سے پرہیز رکھنا کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نازل ہو جاتی ہے۔

(۶) میدانِ جہاد سے مت بھاگنا اگر چہ اور لوگ ہلاک ہو جائیں۔

(۷) اور جب لوگوں میں طاعون وغیرہ کی وجہ سے اموات ہونے لگے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے مت بھاگنا بلکہ جم کر رہنا۔

(۸) اپنے اہل وعیال پر اپنا حلال وعمدہ مال خرچ کرنا۔

(۹) اور ادب سکھانے کی غرض سے اپنی لاٹھی تیار رکھ اور اہل وعیال کی جانب سے غافل ہو کر مت بیٹھ جانا۔

(۱۰) اور اپنے عیال کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں ڈراتے رہنا۔ (مشکوٰۃ، ص: ۱۸)

تشریح: ان دس نصیحتوں کی تفصیل کے لیے تو مکمل ایک رسالہ کیا ایک کتاب درکار ہے جو ہمارا موضوع نہیں، اس لیے صرف قدرے وضاحت کریں گے۔

شرک ام الکبائر والمعاصی ہے۔ آخرت میں نجات کا دارومدار مکمل توحید پر ہے اور شرک سے بیزاری پر رکھا گیا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا اہم موضوع شرک کی خباثت سے اُمت کو بچانا تھا۔ شرک کی مختلف قسمیں ہیں اور سب کی سب باطل ہیں۔ (۱) شرک فی العبادۃ۔ (۲) شرک فی الطاعۃ۔ (۳) شرک جلی (۴) شرک خفی (۵) شرک فی الدعاء وغیرہ۔

دوسری نصیحت: والدین کو نہ ستانا۔ والدین کو ستانا گناہِ کبیرہ ہے اور عنداللہ اس کا بیحد مواخذہ ہے۔اس سلسلے میں ہم احادیث سے مختصر اقتباس نقل کردیتے ہیں۔

(۱) والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔(بخاری۔مشکوٰۃ ص:۱۷)

(۲) وہ ذلیل ہو جسے ماں باپ نے جنت میں داخل نہ کرایا۔(مسلم۔مشکوٰۃ:۴۱۸)

(۳) فرمانبردار اولاد کے لیے جنت کے اور نافرمان کے لیے دوزخ کے دروازے کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ (بیہقی۔مشکوٰۃ ص:۴۲۱)

(۴) ماں باپ کی طرف گھور کر دیکھنا بھی عقوق (نافرمانی) میں شامل ہے۔(بیہقی۔مشکوٰۃ ص:۱۷۱)

(۵) ماں باپ کو گالی دینا گناہِ کبیرہ ہے۔(بخاری۔مسلم۔مشکوٰۃ ص:۴۱۹)

(۶) ماں باپ پر لعنت کرنے والا ملعون ہے۔ (الادب المفرد،ص:۱۵ مسلم کتاب الاضاحی)

(۷) ماں باپ کو قتل کرنے والا سب سے زیادہ سخت عذاب میں ہوگا۔(درمنثور۔مشکوٰۃ)

(۸) ماں باپ کو ستانے کی سزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے۔(مشکوٰۃ ص:۴۲۱)

(۹) ماں باپ کو ستانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص:۴۲۰)

(۱۰) باپ کے ساتھ حسن سلوک سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور ماں کے ساتھ حسن سلوک سے ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے۔ (الزہد، احمد بن حنبل،ص:۸۴)

تیسری نصیحت: نماز فرائض کی پابندی کا حکم بھی اہم ترین ستون اسلام اور علامتِ ایمان ہے۔

چوتھی نصیحت: شراب مت پینا کہ یہ امّ الخبائث ہے کیونکہ شراب پینے کے بعد ہر معصیت کا دروازہ کھلنا اور ہر برائی کے راستے پر چلنا آسان ہوجاتا ہے۔

پانچویں نصیحت: گناہ مت کرنا کہ گناہوں کی بناء پر قلب پر ظلمت ومعصیت کا حجاب چڑھ جاتا ہے اور معصیت کی بناء پر حق جل مجدہ کی طرف سے ناراضگی کا نزول ہوتا ہے۔اس سلسلے میں حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کی کتاب 'جزاء الاعمال' قابلِ دید ہے جس میں بتلایا گیا ہے

کہ کس معصیت کے ارتکاب سے کیا عذاب نازل ہوتا ہے۔

چھٹی نصیحت: میدانِ جہاد سے نہیں بھاگنا کہ گناہِ کبیرہ ہے۔ اسلام کی عظمت وشوکت اور حفاظت شریعت اور جملہ فلاح و بہبود جہاد میں مضمر ہے۔ مگر آج اس عظیم اسلامی فریضہ کو چھوڑنے کی نحوست کا مزہ تمام مسلم ممالک اور مسلمانوں کی جماعت خوب اچھی طرح چکھ رہی ہیں اور غیروں نے بہت ہی آسانی سے ذلت و رسوائی کا طوق خوبصورتی کے ساتھ مسلمان حکمرانوں کی گردن میں ڈال دیا اور پھر اُمت کا حسّاس طبقہ دل ہی دل میں غمزدہ اور دست بدعا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کہ مجاہدین اُمت میں ناپید ہوگئے ہوں بلکہ مجاہدین، نوجوانانِ سرفروش بے چین ہیں کہ اپنے خونِ ایمان سے مظلومین بے کس و بے بس عورتوں بچیوں کی عزت و ناموس کی حفاظت کی خاطر جوہر دکھلائیں۔ مگر افسوس کہ مسلمان حکمرانوں نے ان کو آہنی قوانین اور اَنگنت احوال ناگفتہ بہ میں جکڑا ہوا ہے۔ اور اُمت کی معصوم بچیوں کی عصمت دری ہورہی ہے۔ ان انسانیت سوز حوادث کا ذمہ دار غیر مسلم نہیں ہمارے مسلم حکمراں ہیں۔ یہ غیروں سے زیادہ عدالتِ الٰہی میں مجرم ہوں گے۔ غیروں نے تو افرادِ اُمت کی بے حرمتی کا ارتکاب کیا اور مسلم حکمرانوں نے قانونِ الٰہی کی بے حرمتی ہی نہیں کی بلکہ دوہرے جرم کا ارتکاب کیا۔ اللہ کے داعی کی بیخ کنی اور حکمِ الٰہی کی بے حرمتی۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کا غیب سے سامان پیدا فرمائے۔ آج اسلام کو داخلی خطرہ لاحق ہے نہ کہ خارجی۔ خارجی خطرہ کا واحد حل جہاد ہے جس پر مسلم حکمرانوں نے پابندی عائد کی ہوئی ہے۔ (و اِلی اللّٰہ المشتکی)

ساتویں نصیحت: جب کسی جگہ طاعون وغیرہ سے عام اموات ہونے لگے تو ثابت قدم رہنا چاہیے اور اِدھر اُدھر نہیں بھاگنا چاہیے کیونکہ تقدیر کا مکتوب ٹل نہیں سکتا۔ خواہ کہیں بھی رہے، موت آنی ہے آئے گی۔ اگر موت نہیں تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

آٹھویں نصیحت: اور اپنا عمدہ و حلال مال اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا چاہیے۔ بخل و تنگدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر بھی منجانب اللہ حدیث کی کتابوں میں اجر وثواب کی بشارت آئی ہے۔

نویں نصیحت: اپنے اہل وعیال سے لاٹھی مت ہٹاؤ کیونکہ ادب سکھانا ماں باپ پر فرض

ہے اور اولاد کی حقیقی تربیت اسی وقت ممکن ہے کہ ماں باپ کی کڑی نگاہ اولاد کی تربیت پر ہو۔ گاہے گاہے تنبیہ الغافلین کا استعمال بھی ناگزیر ہوتا ہے۔مقصد تادیب ہو نہ کہ تعذیب۔

دسویں نصیحت: یہ کہ اہل و عیال کو اللہ کے بارے میں ڈراتے رہنا چاہیے یعنی حقوق اللہ کی مکمل نگرانی خود بھی کرو اور کراتے رہو۔ کیونکہ گھر کا ذمہ دار جب خود عاملِ شریعت ہوگا تو تمام گھر والے بھی پابندِ شریعت ہوں گے اور ان کی فطرت میں شریعت رچ بس جائے گی۔ پھر بچوں کی مکمل زندگی پابندِ شریعت ہی انشاء اللہ گزرے گی۔

عیش پرستی سے بچنے کی وصیت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف روانہ کیا تو یہ نصیحت فرمائی ''دیکھنا! عیش پرستی سے بچتے رہنا کہ جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں وہ عیش پرست نہیں ہوتے۔ (رواہ احمد۔ جواہر الحکم ص: ۱۸)

یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ حلال و طیب مال طلب کرنا دوسری بات ہے اور عیش پرستی بالکل دوسری بات ہے۔ بسا اوقات آدمی مفلس ہوتا ہے اور اس میں عیش پرستی کی عادت ہوتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی غنی ہوتا ہے مگر عیش پرست نہیں ہوتا۔

عیش پرستی کا حدیث میں مفہوم یہ ہے کہ دیکھنا کہ نعمتوں کا حصول کہیں فکرِ آخرت سے غافل نہ کردے۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ جب انسان کو نعمت ملتی ہے تو ایسے وقت میں آخرت کا نسیان اور نعمتوں کی مشغولیت انسان کو آخرت سے غافل کر دیتی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن روانگی کے وقت حضرت معاذؓ کو خاص تاکید کی کہ دیکھنا تمہارے ساتھ ایسا نہ ہونے پائے۔

عبادات اس طرح کرو گویا اللہ کو دیکھ رہے ہو

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کچھ وصیت فرمائیں''۔ آپؐ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور اگر چاہو تو تم کو بتلا دوں کہ تم ان سب سے زیادہ جس چیز کے مالک ہو'' (یعنی زبان کی مکمل حفاظت کرو) اور اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا زبان کی طرف۔

تشــریــح : اس حدیث میں تین وصیتیں کی گئی ہیں : ایک یہ ہے کہ عبادت حالت استحضار کے ساتھ کرنی چاہیے۔ حدیث میں اس درجہ استحضار کو مشاہدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسری نصیحت یہ ہے کہ اپنے آپ کو مُردہ شمار کرو یعنی ارادہ کو فنا کردو۔ اپنے نفس کو شریعت کے تابع اس طرح کردو گویا کہ جس طرح مُردہ غسّال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس طرح تم حکم شریعت کے تابع بن جاؤ۔ تیسری نصیحت یہ ہے کہ تم اپنی زبان کو محفوظ رکھو کیونکہ اگر زبان اچھی ہے تو بہترین عضو ہے۔ اگر زبان خراب ہے تمام اعضاء میں بدترین ہے۔

(ابن ابی الدنیا۔ الترغیب والترھیب ج:۳۔ص:۵۳۲)

معاذ رضی اللہ عنہ کو روانگیٔ یمن کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اِکتیس وصایا

اے معاذ ! میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ ہمیشہ سچ بولنا اور وعدہ پورا کرنا۔ امانت ادا کرنا۔ خیانت مت کرنا۔ یتیموں پر رحم کرنا۔ پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنا۔ غصے کو پی جانا۔ نرم خوئی اختیار کرنا۔ لوگوں کو سلام کرنا۔ گفتگو میں نرم لہجہ اختیار کرنا۔ ایمان کی نگہداشت رکھنا۔ قرآن کریم میں تفقّہ یعنی تدبّر اختیار کرنا۔ آخرت کی محبت دل میں جمانا۔ حسابِ آخرت سے ہمیشہ لرزاں وترساں رہنا۔ دنیاوی اُمیدیں کم رکھنا۔ اچھے اعمال بجا لانا۔ اور میں تم کو اس سے روکتا ہوں کہ تم کسی مسلمان کو گالی دو۔ یا کسی سچے کو جھوٹا کہو۔ یا کسی جھوٹے کی تصدیق کرو۔ امام عادل کی نافرمانی کرو۔ اے معاذ ! اللہ کا ذکر ہر شجر وحجر کے پاس کیا کرو۔ اور ہر گناہ کے صدور کے وقت فوراً توبہ کرلیا کرو۔ مخفی گناہ کی توبہ بھی خفیہ کرنا۔ اور اعلانیہ گناہ کی توبہ بھی اعلانیہ کرنا۔ ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا 'اے معاذ ! میں تم کو شفیق ومشفق بھائی کی طرح وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کے خوف کو دیدۂ باطن میں بسانا۔ مریض و بیمار کی عیادت و تیمارداری کرنا۔ ضعیف و کمزور لوگوں کی ضرورت کو جلد سے جلد پورا کرنا۔ فقراء ومساکین کے ساتھ بیٹھنا۔ لوگوں کے ساتھ انصاف کا معاملہ رکھنا۔ اور حق بات ہی زیرِ زبان لانا۔ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔

(حلیۃ الاولیاء، ج:۱،ص:۲۴۱۔ کنز العمال: ج:۴ص:۱۹۲)

ہر نماز کے بعد ایک اہم دعا کی نصیحت

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا 'اے معاذ! اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں'۔ حضرت معاذ نے عرض کیا 'میرے ماں باپ آپ پر قربان! اے اللہ کے رسول صادق و مصدوق! میں بھی اللہ کی قسم آپ سے محبت کرتا ہوں'۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ 'میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد اس دعا کو ضرور پڑھ لیا کرو: ''اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ'' اے اللہ! اپنے ذکر و شکر اور حسن عبادت کی توفیق بخش۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۱ص:۲۴۱)

ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کی تین وصیتیں

حضور ﷺ نے ایک شخص کو تین وصیتیں فرمائیں: (۱) موت کو ہمیشہ یاد کرتے رہو، ماسوی اللہ کی گرفتاری سے تم کو آزاد کردے گا۔ (۲) اور دعا ہمیشہ کرتے رہو، کیا پتہ کس وقت تمہاری دعا قبول ہوجائے۔ (۳) اور اللہ کی نعمت کا ہمیشہ شکر بجا لاؤ۔ شکر سے مزید نعمت کا دروازہ کھلتا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۷ص:۳۰۵)

حضرت معاذ کو رسول اللہ ﷺ کی جامع ترین وصایا

اے معاذ! تم اہلِ کتاب کے پاس جارہے ہو، وہ تم سے جنت کی چابی کا سوال کریں گے۔ تو ان کو بتلانا کہ جنت کی کنجی کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور یہ کلمہ ہر چیز کو چیرتا پھاڑتا حق جل مجدہ تک جاتا ہے۔ اس کو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اس کلمہ کی آخری حد ذاتِ حق ہے۔ جو اس کلمہ کو بچا کر قیامت کے دن اخلاص کے ساتھ لائے گا تو یہ کلمہ تمام گناہوں پر غالب ہوگا۔

اے معاذ! حق جل مجدہ کی رضا کے لیے تواضع اختیار کر۔ اللہ جل مجدہ تم کو بلندی عطا کریگا۔ دنیا کو حقیر و ذلیل جان، اللہ جل مجدہ تم کو حکمت عطا کرے گا۔ اور دنیا کو دل سے حقیر جاننے کے بعد حق جل مجدہ حکمت کو تیرے قلب سے زبان پر جاری کردے گا۔ غصہ نہ ہونا۔ بلا علم کوئی بات زبان پر نہ لانا۔ اگر کوئی معاملہ دشوار پیش آجائے تو اہلِ علم سے سوال کرنے میں

شرم وحیا نہ کرنا۔ اور مشورہ ضرور کرنا، اس لیے کہ مشورہ کرنے والے کی مدد کی جاتی ہے اور جس سے مشورہ کیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ پھر اپنی پوری کوشش قرآن و حدیث میں غور وخوض اور تدبر میں صَرف کرو، اس لیے کہ جب حق جل مجدہ تمہاری انتہائی کوشش کو دیکھے گا تو تم کو حسن فہم وحسنِ تدبیر کی توفیق دے گا۔ اور اگر کوئی معاملہ مشتبہ ہوجائے تو فیصلہ سے رک جانا جب تک کہ حق واضح نہ ہوجائے یا پھر اس کو مجھے لکھ دینا۔ اور لوگوں کو سزا دینے میں، کوڑا لگانے میں جلدی نہ کرنا۔ خاص کر جن حدود کا تذکرہ قرآن وحدیث میں تم کو نہ ملے۔ اور خواہشات سے بچنا کہ بدبختوں کو جہنم تک لے جاتی ہے۔ اور جب ان کے پاس پہنچ جانا تو ان لوگوں میں قرآن پاک کے احکام کو جاری کرنا۔ اور ان کو اچھے آداب سکھانا۔ اور ان کو قرآن پاک کی تعلیم دینا۔ قرآن پاک بذات خود ان کو حق کی رہنمائی کرے گا اور اخلاقِ حمیدہ ان کی زندگی میں پیدا کرے گا۔ اور ہر شخص کا احترام ان کے شایانِ شان کرنا، جو جس رتبہ کا ہو وہ مقام اس کو دینا، اس لیے کہ وہ رتبہ میں برابر نہیں ہوسکتے، برابر تو حدود اللہ میں ہے، جہاں کسی رتبے کا اعتبار نہیں نہ کہ خیر وشر میں۔ اللہ پاک کے معاملے (یعنی حدود اللہ) میں دوستی و خاطر داری نہ کرنا۔ ہر چھوٹے بڑے میں اللہ کی امانت کو ادا کرنا، احکامِ الٰہی ہر چھوٹے بڑے کے حق میں برابر ہے۔ اور گرفت میں اس وقت لینا جبکہ معافی کی کوئی راہ باقی نہ رہے۔ نرمی اور رِفق کو اپنا شعار بنانا۔ اگر تجھ سے کوئی نامناسب بات ہوجائے تو لوگوں سے معذرت کرلینا، اور فوراً حق جل مجدہ سے توبہ کرلینا، توبہ کرنے میں دیر نہ کرنا۔ اگر تم پر کوئی معاملہ پوشیدہ رہے لاعلمی کی بناء پر تو ان کے سامنے بیان کردینا تاکہ حقیقت تم پر واضح ہوجائے۔ اور لوگوں سے حقد وحسد نہ رکھنا۔ اور جاہلیت کی تمام رسومات کو مٹا دینا مگر جس رسم کو اسلام نے باقی رکھا ہے۔ ہر عادت کو اسلامی اخلاق کے رنگ میں ڈھال دینا، اسلامی عادات کے سوا کوئی اخلاق قابلِ التفات نہیں، اس کا پورا خیال رکھنا۔ لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے رہنا اور اعتدال کا پورا خیال رکھنا۔ نماز، نماز کا اہتمام اس لیے کہ نماز اسلام کی ریڑھ کی ہڈی ہے، نماز کو نہ بھولنا، اور ہر کام پر نماز کو غالب رکھنا، نماز کو مقدم رکھنا۔ ہر معاملہ میں لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا، ان کو فتنہ میں نہ ڈالنا۔ نماز کے اوقات کی نگہداشت رکھنا، اس سے وقت پر نماز ادا کرنا آسان ہوتا ہے، تم اول وقت، درمیان وقت اور

آخری وقت میں نماز ان کو پڑھا سکتے ہو، سردی کے دنوں میں نمازِ فجر غلس میں پڑھنا اور مقتدی کے برداشت کے بقدر قرأت لمبی کرنا، اس سے وہ اللہ کے حکم کو پورا کرنے میں نہ تو تھکیں گے نہ ہی طبیعت پر بارگراں ہوگا، اور سردی کے دنوں میں ظہر زوال کے بعد فوراً ادا کرلینا اور عصر بھی اوّل وقت میں جبکہ سورج بلند ہو اور مغرب جبکہ سرخ ٹکیہ چھپ جائے اور گرمی میں ایک میقات کے جانے کے بعد مغرب کا وقت ہوتا ہے۔ مگر ہاں کوئی عذر شرعی ہو، اور عشا کو تھوڑا تاخیر سے پڑھنا کہ رات لمبی ہوتی ہے الا یہ کہ لوگوں کے لیے جس میں آسانی ہو، اور نماز فجر گرمی میں اِسفار میں پڑھنا کہ رات چھوٹی ہوتی ہے، تاکہ سونے والوں کو بھی نماز مل جایا کرے اور ظہر کو ٹھنڈا کرکے پڑھنا جبکہ ہَوا میں گرمی کا اثر کم ہوجائے اور عصر کو درمیانی وقت میں اور مغرب جبکہ قرص چھپ جائے۔ اور عشا جب شفق چھپ جائے، مگر یہ کہ عوام کو جس میں سہولت ہو۔ اور لوگوں کو فکرِ آخرت کی یاددہانی کراتے رہنا۔ اور گاہے گاہے وعظ ونصیحت کرتے رہنا، اس لیے کہ وعظ ونصیحت سے عمل کرنے والوں کو تقویت ملتی ہے خاص کر جو اللہ پاک سے محبت رکھنے والے ہیں۔ اور اللہ پاک کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرنا۔ اور حق جل مجدہ سے ڈراتے رہنا کہ بالآخر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اے معاذ! مجھ کو معلوم ہے کہ دین کی وجہ سے جو بلائیں تم کو آئیں اور تمھارے مال کو جو نقصان پہنچا اس پر تمھاری استقامتِ دین قابلِ تحسین ہے۔ یاد رکھنا کہ ہدیہ تمھارے لیے حلال وطیب ہے، جب تمھیں کوئی ہدیہ پیش کرے تو قبول کرلینا۔ (کنز العمال، ج:۴،ص:۱۹۳)

اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرنے کی وصیت

حضرت معاذؓ نے عرض کیا 'یا رسول اللہ ﷺ! مجھ کو وصیت فرمادیجیے'۔ آپؐ نے فرمایا ''اللہ جل مجدہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو اور ہر شجر وحجر کے پاس سے گذرتے ہوئے اللہ جل مجدہ کا ذکر کرلیا کرو اور جب تم سے کوئی سیئہ و بدی ہوجائے تو فوراً اس کے بعد نیکی کرلیا کرو۔ پوشیدہ گناہ کی توبہ بھی پوشیدہ اور اعلانیہ گناہ کی توبہ بھی اعلانیہ کرلیا کرو''۔ (رواہ الطبرانی، الترغیب والترہیب، ج:۴،ص:۲۴۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی وصایا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا 'یا رسول اللہ ﷺ! مجھ کو کچھ وصیت فرمائیں'۔ آپؐ نے فرمایا میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ یہ تمہارے دین کی زینت ہے۔ میں نے عرض کیا 'کچھ اور بھی ارشاد ہو'۔ آپؐ نے فرمایا کہ: تلاوتِ قرآن پاک اور ذکر اللہ ہمیشہ کرتے رہنا۔ اس عادت سے تمہارا تذکرہ آسمان پر رہے گا اور زمین پر تمہارے لیے نور ہوگا'۔ میں نے کچھ اور نصیحت فرمانے کی عرض پیش کی۔ تو آپؐ نے فرمایا: خاموش رہنے کی عادت ڈال لو تاکہ شیطان تمہارے پاس پھٹک نہ سکے اور تمہارے تمام دینی معاملات میں مدد اور سہولت کا سبب ہو'۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ابھی دل نہیں بھرا'۔ آپؐ نے فرمایا 'قہقہہ مار کر ہنسنے سے بچو کیونکہ اس عادتِ بد سے دل مُردہ ہوجاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے'۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کچھ اور ارشاد ہو'۔ فرمایا: حق بات کہنا خواہ کتنی ہی تلخ ہو'۔ میں نے عرض کیا: کچھ اور عطا فرمائیں'۔ فرمایا: دین کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرنا'۔ میں نے عرض کیا: ابھی حرص باقی ہے'۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا! تو جو عیب اپنے اندر دیکھو لوگوں پر اس کی نکتہ چینی نہ کرو۔

(احمد، طبرانی، ابن حبان، ترغیب ج:۳، ص: ۵۳۰)

تشریح: سرورِ عالم ﷺ کی پہلی وصیت اللہ کا خوف ہے۔ خوف وخشیتِ الٰہی جب کسی انسان کے دل میں جاں گزیں اور پیوست ہوجاتی ہے تو یہ ایک ایسی نعمتِ عظمٰی اور رحمتِ الٰہی ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں۔ خوف ہی کی بنیاد پر منہیات سے بچتا ہے اور تقویٰ کی بنیاد پر عبادت میں طبیعت لگتی ہے۔ تقویٰ ایک وجدانی کیفیت ہے جو مومن کی تمام امورِ دین میں ممد ومعاون ہوتی ہے۔ اللہ پاک ہمیں کمال تقویٰ عطا فرمائے۔ آمین۔

دوسری وصیت تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ ہے۔ تلاوت قرآن سے مومن کے قلب میں جلاء و روشنی پیدا ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حق جل مجدہ کے کلام سے افضل کوئی چیز نہیں۔ اس لیے عارفین سے منقول ہے کہ نور قرآن مجید حاصل تو ہوتا ہے تاخیر سے سہی مگر

دوامی ہوتا ہے، واپس نہیں جاتا۔ بخلاف دیگر اذکار کے کہ اس کا نور حاصل بھی جلد ہوتا ہے اور واپس بھی جلد ہی چلا جاتا ہے۔

اور ذکر اللہ تو حقیقت میں مومن کے قلب کو حق جل مجدہ کی تجلّیات و انوار کے تحمل کی صلاحیت، اور گناہ و معصیت کے اثرات کو ختم کر کے وارداتِ الٰہیہ کا محور بناتا ہے۔ اللہ پاک ہمیں قرآن اور ذکر اللہ کی نورانیت سے نوازے، آمین۔

تیسری نصیحت خاموشی ہے۔ خاموش رہنا بہت ہی عظیم خوبی ہے۔ خاموش رہنے والے انسان کو کبھی شرمندگی و ندامت اٹھانا نہیں پڑتی۔ کیونکہ اکثر وبالِ دنیا و آخرت زبان کی بداحتیاطی اور زبان درازی سے پیدا ہوتی ہے۔ حدیث میں خاموشی کو ''**مطردة للشيطان**'' بتلایا گیا ہے یعنی خاموش رہنے والے انسان کے قریب شیطان پھٹک بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ شیطان کو جو اظہار کا موقع ملتا ہے وہ زبان ہی کی راہ سے ہے اور جب زبان ہی خاموش ہے تو گویا شیطانی دروازے پر تالا لگا ہوا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے ''**اِذَا رَأَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطٰى زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَ قِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ يُلْقٰى الْحِكْمَةُ**''۔ جب اللہ کے کسی بندے کو تم دیکھو کہ اس کو دنیا سے بے تعلقی اور کم گوئی کی دولت نصیب ہوگئی ہے تو اس کے پاس جا کر بیٹھا کرو کیونکہ اس کے دل میں حق تعالیٰ کی چاہت سے حکمت اور دینی صلاح کی باتیں ڈالی جائے گی جن سے تمہارے قلوب روشن ہوں گے۔ (بیہقی، شعب الایمان، ص: ۴۴۲)

کیونکہ کم گوئی کا منبع فکرِ آخرت کا نتیجہ ہوتا ہے اور دنیا سے بے تعلقی حق جل مجدہ سے تعلق و ربط کا ثمرہ ہے۔ لہٰذا جب یہ دونوں نعمتیں جس نصیب والے کو میسر آجاتی ہیں تو اس کا قلب علم و حکمت کا سمندر بن جاتا ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ دنیا سے بے تعلق ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ضرور حکمت کی نعمت ڈال دیتے ہیں اور اس کی زبان سے کلماتِ حکمت نکلنے لگتے ہیں اور دنیا کے سب عیوب اس پر کھول دیتے ہیں اور اس کی بیماری بھی اور اس سے شفا کے طریقے بھی (کھول دیتے ہیں) اور دنیا کی مضرت سے اس کو

بچا کر سلامتی کے وطن جنت میں لے جاتے ہیں۔ (بیہقی، شعب الایمان۔ جواہر الحکم: ۲۷)

چوتھی وصیت قہقہہ مار کر ہنسنا۔ دراصل مومن ہمہ وقت فکرِ آخرت میں زندگی گزارتا ہے اور قہقہہ بالکل اس کے منافی ہے۔ قہقہہ مار کر ہنسنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص فکرِ آخرت سے بے غم زندگی گزار رہا ہے۔ اس لیے قہقہہ مار کر ہنسنے سے حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق قلب مُردہ ہوجاتا ہے یعنی وہ مادہ جو طریقِ خیر کی رہنمائی کرتا ہے پژمردہ ہوکر جمود و قساوت کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ اور کثرتِ ضحک سے چہرہ کا نور جو خوفِ الٰہی یا فکرِ آخرت کی وجہ سے ہوتا ہے وہ بھی ختم ہوجاتا ہے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

پانچویں وصیت حق بات کہنا خواہ کتنی ہی ترش و تلخ ہو۔ حق ہمیشہ اہلِ باطل کے لیے تلخ ہی ہوتا ہے۔ جو بات بھی کہی جائے عدل و انصاف اور موافقِ صواب، میزانِ شریعت پر خوب تول کر کہی جائے۔ خواہ لوگوں کو کڑوی ہی کیوں نہ لگے۔ حق گوئی صفات رب العالمین میں سے ہے جو اس کو اپنائے گا وہ یقیناً حق دوست اور حق پرست ہوگا۔ حق گوئی ہی کے نتیجے میں انبیاء علیہم السلام کو بابِ صعوبت سے صبر و استقامت کے ساتھ گزرنا پڑا۔ لہٰذا داعی حق کو بھی ﴿وَ اصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ﴾ پر عمل کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

چھٹی وصیت، دین کے معاملے میں کسی کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ دین اللہ کا ہے، اللہ کے بندوں تک دین پہنچانے کے ہم امین ہیں۔ اگر اس امانت کی ادائیگی میں کچھ ناموافق حالات یا اہل منصب کے عتاب یا جابر و ظالم کے ظلم کا اندیشہ بھی ہو تو مت ڈرو بلکہ اپنی جرأت ایمانی اور فراستِ وجدانی کے ساتھ مکمل اپنی ذات کو حق کے لیے پیش کردو۔ تم سعادت مند و خوش نصیب ہو کہ حضرت حق جل مجدہ نے حق کی اشاعت کے لیے تمہارا انتخاب کیا۔ اور پیغام حق کے ساتھ ان جبابرہ کو یہ بھی سنادو کہ حق کی آواز ہمیشہ بہت بلند ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی اور اے منصب و جاہ کے متوالو! اے دار و رسن کی دھمکیاں دینے والو! اے تختۂ دار پر لٹکانے کی سزا سنانے والو! تم کو اور ہر ظالم وعنید کو داعئ حق کا شدید چیلنج ہے کہ تمہاری ہر سزا خواہ کتنی ہی عیارانہ و سفاکانہ ہو، داعئ حق کی جرأت ایمانی و فراستِ وجدانی کو قید و بند میں نہیں اُتار سکتی ہے۔ تمہارا ہر فعل خود تمہارے زوال کا ضامن تو ہوسکتا ہے مگر حق کی آواز کو، داعی کے جذبات کو

نہیں مٹا سکتا ہے۔تمہاری ہر قید و بند داعیٔ حق کو آہنی سلاخوں میں تو رکھ سکتی ہے، مگر حق کو نہیں۔ تم داعی کے افکار و خیالات کو کسی بھی طرح موڑ نہیں سکتے۔تم داعی کو مٹا سکتے ہو مگر داعی کے پیغامِ حق کو نہیں۔ اگر تمہاری کرسی، منصب، فوج، قوت، ظلم و تشدد؛ سب مظاہرِ مظالم یکجا ہو جائیں اور تم درندگی پر اُتر آؤ تو بھی داعی کی روح، آتما کو سزا دینا ممکن نہیں۔

اور یہ بھی سن لو ...... داعیٔ حق کو مت ستاؤ۔ یہ امن کے داعی ہیں۔سکون کے پیغام رساں ہیں، عزت کے محافظ ہیں، اگر تم نہیں مانو گے تو کم از کم مظلوموں کی آہوں سے بچو ورنہ تمہاری قوم تم پر تھوک دے گی۔تمہارا محافظ دستہ جان لے لے گا۔تمہاری سواری تم کو آخرت کے سفر کی طرف لے جائے گی۔تم جس کو اپنا ملک بنائے ہوئے ہو اس ملک سے تم کو فرار کی راہ اختیار کرنی ہوگی۔تمہارا جنازہ اندرونِ ملک دفن نہ ہو سکے گا۔تمہارے جسم کی بوٹیاں چرند پرند نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ ملک کے کتے تم کو لقمہ تر بنا لیں گے۔جس فوج کی قوت سے تم نے کرسی سنبھالی ہے وہ تم کو گولی مار دے گی۔ دوست تمہارے دشمن بن جائیں گے۔قصر و محل تم سے چھین لیا جائے گا۔ اگر تم کو یقین نہ آئے تو اپنے پیشرو حکام کی تاریخ کے چند صفحات پڑھ لو۔آخری نصیحت سن لو! اگر تم حاکم ہو تو تم کو احکم الحاکمین کی عدالت میں جانا ہے۔اگر تم داعی پر مہربان ہو تو تم کو ارحم الراحمین کی آغوشِ رحمت میں جانا ہے۔اگر تم کو بازو کی طاقت پر ناز ہے تو کیا پتہ کل تک یہ بازو کٹ جائے۔کیا پتہ کل تمہارا وجود ہی نیست و نابود ہو جائے۔ یہ جہاں ہوگی اور تم نہ رہو گے۔

اس لیے ہوش میں آ جاؤ۔ انسانیت کو رُسوا نہ کرو۔حق جل مجدہ کے قانون کو تم دہشت گردی کا قانون کہتے ہو۔قرآن و حدیث کے عاملین کو تم دہشت گرد اور مفسدین کہتے ہو، تم سوچو تو سہی کہ تمہاری زبان کیا کہہ رہی ہے۔تم اللہ کی زمین میں، اللہ کے نیک بندوں کو قید و بند میں ڈال کر خوش ہو رہے ہو، تم اپنی آخری تنگ و تاریک، دہشت و حسرت کی کوٹھری کو بھول گئے ہو۔تم سے پہلے ان مناصب کے حکمراں آج کہاں ہیں۔ ان کی قبر پر جاؤ اور اپنی زندگی کا رخ بدل لو ورنہ انجام کیا ہوگا۔ اللہ ہمیں اپنے عتاب سے بچائے، آمین۔

ساتویں وصیت، جو عیب تمہارے اندر ہو اس پر لوگوں کی نکتہ چینی مت کرو۔ قربان

جائیے نبی امّی ﷺ پر! کیا کیا زرّین اصول وضوابط ارشاد فرمائے۔ علیہ الف الف ازکی الصلوٰۃ و اطہر السلام۔ فرمایا اگر تم بے نمازی ہو تو لوگوں کو ترکِ نماز پر کوڑے مت مارو۔ تم اپنی ایک بالشت کی شکل پر شریعت و سنتِ محمدی ﷺ کو نافذ نہیں کر سکتے (ڈاڑھی نہیں رکھ سکتے) اور ملک میں نفاذِ شریعت کی مہم کیوں چلاتے ہو۔ تم اپنی بیوی کو پردہ میں نہیں رکھ سکتے ہو تو پھر لوگوں پر قانونِ حجاب مت لگاؤ، تمہاری اولاد تمہارے ماتحت میں نہیں اور تم لوگوں کو اپنے زیرِ اثر رکھنا چاہتے ہو۔ تمہارے ملک کی عوام بھوک و پیاس میں بلبلا رہی ہے اور تم امدادی سامان دوسرے ملک میں بھیجتے ہو۔ تمہارے ملک کی عفیف و پاکدامن خواتین کی عزت و آبرو لوٹی جارہی ہے اور تم دوسرے ملک کی خواتین کے تحفّظ کی کانفرنس کررہے ہو، تمہارے ملک کے بے گناہ ضعیف و نادار، مفلس و قلاش معصوم بچے عورتیں زندہ جلائی جارہی ہیں، ان کی عفت و عصمت کی بے حرمتی کے ذریعے پورے ملک کی اقبال مندی پر منحوس بدنما داغ لگایا جارہا ہے اور تم ظالموں سے تال میل کرکے ان کو تقویت پہنچا رہے ہو۔ اے ملت کے نوجوانو! اُٹھو۔ کب تک خوابِ خرگوش میں ڈوبے رہوگے۔ نبی امّی ﷺ کی تعلیمات کو حرزِ جاں بناؤ۔ اپنے گھروں کو نمونۂ قرآن بناؤ۔ آنے والے ہر طوفان کا مقابلہ اسلامی تعلیمات کے ذریعے کرو۔ غیروں کا کیا رونا، اپنوں نے اس ملت کے سینے میں خنجر اُتار دیا۔ پوری ملت سسکیاں لے رہی ہے۔ اپنوں نے قرآن کو چھوڑا، نبیؐ کی سنت کو پامال کیا، شعائر کی توہین کی، حدودِ الٰہیہ کو پسِ پشت ڈالا، اسوۂ حسنہ کی جگہ اسوۂ سیئہ کو سینے سے لگایا، یہودیت ونصرانیت پر زبان سے لعنت بھیجی اور دل میں جگہ دی، اللہ و رسول کی حاکمیت کی جگہ ملعون قوم کی بالادستی و حاکمیت کو تسلیم کر لی۔ تمہاری زندگی اسلامی تعلیمات سے خالی ہے اور تم دوسروں سے اسلام کی باتیں کرتے ہو۔ الغرض ذاتی خرابی جب تک تم اپنے اندر محسوس کرتے ہو، اس وقت تک دوسرے کو مت قابلِ ملامت تصور کرو۔ جب تک خود محمد ﷺ کے غلام نہ بن جاؤ دوسرے کو غلام بنانے کی مت سوچو۔ یاد رکھو اصول یہ ہے ﴿قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا﴾ تم بذاتِ خود اپنے کو پھر گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

آخری بات سن لو۔ مصلح کے لیے شرط صالح ہونا ہے۔ تم یادِ الٰہی سے غافل ہو اور لوگوں کو ذکر کی تلقین کرتے ہو، تم متاعِ دنیا سمیٹ سمیٹ کر جمع کررہے ہو اور لوگوں کو زہد فی الدنیا

کی ترغیب دے رہے ہو، تم نے اپنے لیے تعیش کے تمام اسباب جمع کر لیے اور اُمت کو میانہ روی کی حکایتیں سناتے ہو، مرض ایک ہو تو تم کو بتادوں ......تمہارے جسم کا ہر عضو راہِ اعتدال سے ہٹ گیا ہے اور تم نے اس کی کبھی فکر بھی نہیں کی کیونکہ تم نے غیروں کو اپنی محنت کا میدان بنایا۔ ہمارے نبی اُمّی ﷺ کے ارشاد کا ماحصل بہت ہی آسان ہے کہ محنت کا میدان پہلے تمہاری اپنی ذات ہے۔ تم اپنے شمع فروزاں کو منور و مجلّٰی کرو، دوسروں کا چراغ خود تمہاری لپیٹ سے روشن ہوگا۔ ہم نے اس کو چھوڑ کر غیروں کا دیا جلانا شروع کیا، جبکہ ہم خود ہی ظلمت میں پھنس کر رہ گئے۔ اَللّٰھُمَّ نَوِّرُ قَلْبِیُ بِنُوُرِ مَعْرِفَتِکَ یَا نُوُرَ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ، آمین.

اُمت کی رہبانیت کا عمل

حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے:

اپنے اوپر جہاد کو لازم کرلو کیونکہ یہ میری امت کی رہبانیت ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کچھ اور ارشاد ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: مساکین سے محبت رکھو اور ان کی صحبت میں اُٹھا بیٹھا کروٗ۔ میں نے عرض کیا: اور ارشاد ہوٗ۔ آپؐ نے فرمایا: دنیاوی مال و متاع کے اعتبار سے ہمیشہ اپنے سے کم طبقہ و کم حیثیت کے لوگوں پر نگاہ رکھو۔ اور بُرے لوگوں کی طرف جھانکو بھی نہیں کہ اس سے وہ نعمتِ الٰہی جو تم کو میسر ہے اس کی ناقدری کا مزاج پیدا ہوگا‘۔ میں نے عرض کیا: اور ارشاد ہوٗ۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھو۔ گرچہ وہ تم سے بےتعلق رہیں‘۔ میں نے عرض کیا: اور ارشاد ہوٗ۔ آپؐ نے فرمایا: لوگوں کے عیوب کی جانب سے اپنی نگاہ کو بچا کر رکھو۔ اُن عیوب کی بناء پر جو اپنی ذات میں پاتے ہو اور آنے والے احوال کا تم کو کیا پتہ کہ کیا ہوگا اور لوگوں کے عیوب سے صَرفِ نظر کرنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ تم کو اپنے بہت سارے عیوب کا علم نہیں‘۔ پھر آنحضرتؐ نے میرے سینے پر شفقت سے دستِ نبوت رکھا اور ارشاد فرمایا ’اے ابوذر! حسنِ تدبیر سے بہتر عقل نہیں، اور اپنے آپ کو (گناہ و معاصی سے) بچا لینے سے بہتر ورع نہیں اور حسنِ خلق سے بہتر حسب نہیں‘۔

(حلیۃ الاولیاء، ج:۱، ص:۱۶۸)

تشریح : پیغمبرِ اسلام ﷺ نے فرمایا کہ جہاد کو لازم جانو کہ جہاد فی سبیل اللہ میری اُمت کی رہبانیت ہے۔ پہلی اُمتیں تہذیبِ نفوس کے لیے گھر بار، عزیز و اقارب، مال و متاع، بیوی بچے تمام چیزوں سے یکسر الگ تھلگ ہوکر اپنے آپ کو عبادت و ریاضت کے لیے فارغ کرلیتی تھیں اور صحراو بیابان میں تنہائی کی زندگی بسر کرتیں اور اپنے آپ کو یادِ الٰہی میں مشغول رکھتی تھیں۔ حالانکہ حق جل مجدہ کا ایسا حکم ان کو نہ تھا، مگر انھوں نے خود ساختہ یہ طریقہ ایجاد کیا۔ اسلام میں مطلق ایسی زندگی کی اجازت نہیں۔ حضور نے واضح طور پر ارشاد فرمایا "لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ" مگر ہاں! اسلام نے تہذیبِ نفوس کے لیے جہاد کو رہبانیت کا بدل قرار دیا۔ وہ اس طرح کہ وہ تمام ملکوتی صفات یا خشیتِ الٰہی یا استحضارِ ذاتِ حق ...... جو گوشہ نشینی اور عزلت سے اُممِ سابقہ حاصل کرتیں وہ تمام کی تمام اس اُمت کو جہاد فی سبیل اللہ کی برکت سے اور داعیہ جہاد سے قلب و باطن کو میسر ہوگی۔ گویا وہ ملکوتی طاقت جو ایک بشر کو اللہ جل مجدہ کی ذاتِ حق سے رہبانیت سے حاصل ہوا کرتی تھی اس اُمت کو جہاد فی سبیل اللہ کی غبارِ راہ سے حاصل ہوگی۔ لہٰذا نہ تو بیوی بچوں کو چھوڑنا ہے نہ ہی کاروبار کو خیرآباد کہنا ہے، نہ ہی معاشرہ سے الگ تھلگ رہنا ہے۔ بس نامِ الٰہی بلند کرنا ہے اور بلند مقام حاصل کرنا ہے اور نامِ الٰہی کو بلند کرنے میں جو پتھر سامنے آجائے اس کو ربانی طاقت سے ہٹانے کی جدوجہد کرنے کا نام جہاد ہے۔ وہ کبھی تلوار سے، کبھی قلم سے، کبھی زبان سے، کبھی اعمال و اخلاق سے کرتے رہنا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی پانچ وصایا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھ کو میرے محبوب نے پانچ وصیتیں فرمائیں: مساکین پر رحم کرنا اور ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا۔ ہمیشہ اپنے سے نیچے طبقہ کے لوگوں پر نگاہ رکھنا، مالداروں کو نہ جھانکنا۔ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا اگرچہ وہ تم سے دوری اختیار کریں۔ حق بات کہنا گرچہ کڑوی ہو۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا وِرد رکھنا۔ (مسند امام احمد، ج:۵،ص:۱۷۳)

مجمع الزوائد کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ لوگوں سے کسی چھوٹی چیز کا بھی سوال نہ کرنا۔ (مجمع الزوائد، ج:۷،ص:۲۶۸)

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے محبوب ﷺ نے تین چیزوں کی وصیت کی جنھیں انشاء اللہ میں کبھی نہ چھوڑوں گا:

چاشت کی نماز پڑھنا، سونے سے پہلے وتر پڑھنا، اور ہر ماہ میں ایام بیض (۱۳، ۱۴ اور ۱۵) کے روزے رکھنا۔ (مسند امام احمد، ج:۵، ص:۱۷۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے وصیت فرمائی: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا خواہ معاملہ ظاہری ہو یا باطنی۔ اگر کوئی سیئہ ہو جائے تو فوراً حسنہ و نیکی کر لینا یا آپؐ نے یوں فرمایا کہ اگر کوئی تیرے ساتھ برائی کرے تو تم اس کے ساتھ نیکی کرنا۔ اور کسی شخص سے سوال نہ کرنا اگرچہ تیرا چابک ہی سواری سے گر جائے تو بھی کسی سے نہ مانگنا کہ بھائی چابک پکڑا دو بلکہ اُتر کر خود ہی لے لینا۔ اور کسی کی امانت اپنے پاس نہ رکھنا۔ نہ ہی دو شخص کے درمیان فیصلہ کرنا۔ (مسند امام احمد، ج:۵، ص:۱۸۱)

حضور ﷺ کی حضرت ابوہریرہؓ کو غیض وغضب سے بچنے کی وصیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا مجھ کو کچھ وصیت کردیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا غصہ مت ہوا کرو اور کئی بار فرمایا غصہ نہ ہوا کرو۔ (جامع العلوم والحکم۔ ج:۱، ص:۱۵۶)

غصہ درحقیقت مومن کے لیے زہر ہلاہل کا کام کرتی ہے۔ غضب وغصہ کے وقت انسان اپنی وہبی فراست وعقل کو کھو دیتا ہے جس کے سبب ہر برائی جڑ پکڑتی ہے اور تمام فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ عقل کی بنیاد پر انسان خامی وخوبی، اچھائی و برائی، حسین وقبیح، صفائی وگندگی کا فیصلہ کرتا ہے۔ عقل کی سلامتی کے لیے شریعت اسلامی نے تدابیر وضع کیں اور ہر وہ چیز جو عقل کو متاثر کرے ممنوعات کی فہرست میں شمار کیا۔ غضب وغصہ بھی اُن اسباب میں ایک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ غصہ شیطانی کاموں میں سے ایک کام ہے۔ اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے لہٰذا اس شیطانی آگ کو پانی سے بجھا دو، وضو کرلو۔ بسا اوقات غصہ کی حالت میں انسان ایسی بات منہ سے نکال دیتا ہے کہ بعد میں ندامت ہوتی ہے۔ جبکہ

بولتے وقت احساس بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے حدیث میں غصہ کا علاج سکوت و خاموشی بھی بتلایا گیا ہے، یا پھر اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھ لینا چاہیے۔قرآن مجید میں مومنین کی صفت بتلائی گئی ہے: ﴿وَ الْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ اور غصّے کو ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

حق جل مجدہ کا قانون جامع ہے جس کی وضاحت حدیثِ نبوی میں کی گئی ہے۔

حضور ﷺ کی پانچ وصیتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کون شخص ہے جو مجھ سے اِن کلمات کو سیکھ کر اس پر عمل کرے یا اس شخص کو سکھلا دے جو عمل کرنے والا ہو؟ ...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا 'میں، یا رسول اللہ'۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور پانچ چیزیں گنائیں: اللہ پاک کی حرام کردہ چیزوں سے بچو، بہت بڑے عابد بن جاؤ گے۔ حق جل مجدہ نے جو تجھ کو عطا کیا اس پر راضی ہو، بہت بڑے غنی و مالدار ہو جاؤ گے۔ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو، مومن کامل بن جاؤ گے۔ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرو جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتے ہو، مسلمان بن جاؤ گے۔ زیادہ ہنسا نہ کرو کہ زیادہ ہنسنے سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔ (ترمذی، ترغیب، ص:۳۵۹)

میرے محبوب ﷺ نے تین کام سے منع اور تین کام کی وصیت کی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ کو میرے محبوب رسول اللہ ﷺ نے تین بات کے کرنے کی وصیت کی (جس کا یہاں ذکر نہیں) اور تین باتوں سے منع فرمایا؛ مجھ کو منع فرمایا کہ نماز میں مرغ کی طرح رکوع وسجدہ میں جلد بازی کروں۔ (جیسا کہ مرغ دانہ چگنے کے لیے جلدی جلدی گردن کو زمین پر مار کر دانہ اُٹھاتا ہے) اور اس سے منع فرمایا کہ نماز میں کتے کی طرح بیٹھوں (وہ اس طرح کہ آدمی اپنے دونوں پاؤں کے پنجے کو زمین پر رکھ کر پاؤں کھڑا رکھے اور اس پر اپنی سرین رکھ کر بیٹھ جائے) اور اس سے بھی منع فرمایا کہ لومڑی کی طرح نماز

میں دائیں بائیں دیکھا کروں۔ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ بندر کی طرح بیٹھے۔
(الترغیب والترہیب، ج:۱،ص: ۳۷۰)

حضور ﷺ کو حق جل مجدہ کے نو حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو حق جل مجدہ نے نو باتوں کا حکم دیا ہے؛

(۱) پہلا یہ کہ حق جل مجدہ سے ظاہر و باطن میں ڈروں۔ (۲) دوسرا یہ کہ خوشی ہو یا غصہ ہو ہر حال میں عدل و انصاف کی بات کہوں۔ (۳) درمیانی حالت کو اختیار کروں، تنگدستی ہو یا فراخی۔ (۴) جو مجھ سے کٹے منہ موڑے میں اس سے ملوں۔ (۵) جو مجھ کو محروم رکھے میں اس کو عطا کروں۔ (۶) جو مجھ پر ظلم کرے میں اس کو معاف کردوں۔ (۷) میری سوچ وفکر آخرت ہو۔ (۸) کلام و گفتگو ذکرِ الٰہی۔ (۹) میری نظر عبرت و بصیرت کی نگاہ ہو اور بھلائی کا حکم کروں۔ (رواہ رزین، مشکوٰۃ ص: ۴۵۸)

ایک صحابی کو رسول اللہ ﷺ کی تین نصیحتیں

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اورعرض کی کہ مجھ کو کوئی مختصر سی نصیحت فرمادیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا! تو جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتو ایسی نماز پڑھنا جیسا رخصت کرنے والا آخری نماز پڑھتا ہے۔ ایسی بات زبان سے مت نکالنا جس پر کل کو معذرت کرنی پڑے۔ اور دوسروں کے پاس جو مال ہے اس کی کوئی طمع اپنے دل میں نہ رکھنا۔

تشریح : یہ مختصر نصائح انسانی معاش و معاد کی خوشحالی کے لیے کافی ہیں۔ یہاں پہلی نصیحت نماز کے متعلق ہے۔ نماز کیا ہے یہی کہ دونوں ہاتھ اُٹھائے۔ گویا دنیا کو پس پشت ڈال دیا اور اللہ اکبر کہہ کر اس جہاں سے نکل کر عالم قدس میں داخل ہوگیا۔ اب نہ کھانا نہ پینا، نہ کسی سے خطاب کرنا ہے نہ کسی کی طرف التفات۔ مصلّی کو دیکھوتو سرتا پا ادب ہی ادب نظر آتا ہے۔ کھڑا ہے تو ہمہ تن کسی سے مناجات میں منہمک ہے۔ کبھی رکوع میں جھکتا ہے تو کبھی سجدہ میں جا

پڑتا ہے اور کچھ دیر کے لیے کسی کی تسبیح و تقدیس میں ایسا مشغول ہے کہ اس کی نظروں میں کوئی دوسرا گویا موجود ہی نہیں۔ اسی محویت کی صورت سے گزر کر باادب دوزانو بیٹھ جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اپنے دائیں بائیں والوں کو اس طرح 'السلام علیکم' کہتا ہے گویا کسی دوسرے عالم سے ابھی ابھی اس جہان میں آیا ہے۔

نماز کیا ہے؟ عین اقامت کی حالت میں عجیب سفر ہے، کتنا طویل ہے اور کتنا مختصر۔ طویل تو اتنا کہ عالم اسفل سے عالم بالا کا اور مختصر اتنا کہ صرف چند کلمات میں واپسی ہوجاتی ہے۔ کاش اس صورتِ سفر میں ہمارے دلوں میں یہ تصور پختہ ہوکر حقیقت کا رنگ پیدا کرلے تو ہماری نمازوں میں بس جان پڑ جائے۔ اور مومنوں کے لیے نماز کے معراج ہونے کا مطلب شاید کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگے۔ کتنی مشکل اور دشوار گذار حقیقت کو کتنے آسان طریقے پر ادا فرمادیا ہے۔ یعنی یہ کہ یوں نماز پڑھو گویا تمام جہان کو رخصت اور سب سے رخصت ہوگئے اور یہ یقین کرلو گویا تمام جہان کو رخصت کرکے یہ آخری نماز پڑھ رہے ہو۔ اب معلوم نہیں میسر ہو کہ نہ ہو۔

دوسری بات کیسی عجیب فرمائی کہ جب منہ سے کوئی بات نکلے تو ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ ہم یہ خوب سوچ لیں کہ کل بندوں کے سامنے یا فردا قیامت میں پروردگار کے سامنے نادم نہ ہوں کہ پھر اس کی معذرت کرنی پڑے۔

تیسری بات یہ کہ انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ دوسروں کے مال کی طرف تکا کرتا ہے، خواہ خود غنی ہی کیوں نہ ہو، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے نفس میں ہمیشہ کے لیے فقر کی خصلت پیدا ہوجاتی ہے اور دوسری طرف اس بری خصلت کی وجہ سے دوسروں سے قلب میں خفیہ طور پر عداوت پیدا ہوجاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی راحت اور آرام کی زندگی ہمیشہ کے لیے تلخ بن جاتی ہے۔ اے کاش کہ مسلمان اس مختصر نصیحت پر عمل کرلے تو اس کی تلخ زندگی بہت آسانی کے ساتھ شیریں بن سکتی ہے۔ ان تین مختصر جملوں میں معاش اور معاد کی فلاح کے اسرار کو سمودینا یہ انہی کی شان تھی جن کو 'جوامع الکلم' مرحمت کیے گئے تھے۔

(جواہر الحکم ج:۱،ص:۶۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو نماز میں عدم التفات کی نصیحت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار! نماز میں کسی جانب بھی توجہ کرنے سے ڈرنا کیونکہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا بڑی بربادی اور تباہی ہے اور اگر کبھی کسی ضرورت سے التفات کرنی ہی پڑ جائے تو خیر نفلوں میں کر لینا اور فرضوں میں تو پھر بھی نہیں۔ (ترمذی۔ جواہر الحکم، ص:۱۴)

تشریح: دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک نمازی اِدھر اُدھر نہیں دیکھتا حق جل مجدہ اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ جب نمازی اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے حق تعالیٰ کی توجہ اس کی جانب سے ہٹ جاتی ہے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں التفات بربادی و تباہی کا ذریعہ ہے۔ اور کیسے نہ ہو کہ حق جل مجدہ اپنے بندہ کی طرف متوجہ ہوں اور بندہ ہے کہ حالتِ نماز میں بھی اپنے معبود و مسجود کی طرف سے غیر اللہ کی طرف التفات کر رہا ہے۔ گویا مالکِ حقیقی تو آپ کو دیکھ رہا ہے اور آپ ہیں کہ غیر کی طرف مائل ہیں۔ اس کو حدیث میں منع کیا گیا ہے۔

خیر و عافیت کو اختیار کرنے کی وصیت

حضرت اَنس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھ کو وصیت کر دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر معاملہ کو سوچ سمجھ کر کیا کرو۔ اگر دیکھو کہ انجام خیر و عافیت میں ہے تو کر گزرو اور اگر اس کے خلاف نظر آئے تو چھوڑ دو۔ (شرح السنۃ، ج:۱۳، ص:۱۷۸)

اس حدیث پاک میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے عافیت کی زندگی گذارنے کا بہت ہی آسان نسخہ تجویز فرما دیا کہ آدمی کسی بھی کام کو شروع کرنے سے قبل ایک سرسری نگاہ دیکھ لے کہ انجام اس کیا ہوگا۔ اگر راحت و طمانیت، خیر و عافیت نظر آئے کر لے ورنہ چھوڑ دے۔ اس اصول پر عمل کرنے سے موجودہ دَور کی تمام بلیّات سے نجات مل جائے۔ اور زندگی پُرسکون میسر ہو جائے۔ مگر آج لوگوں کا حال یہ ہے کہ دیدہ و دانستہ جانتے ہوئے کہ اس راہ سے گزرتے ہوئے مصائب و آلام کا آنا یقینی ہے پھر بھی خود کو ہلاکت و بربادی میں ڈالتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! موسیٰ علیہ السلام

کے صحیفے میں کیا تھا؟ آپ نے فرمایا اس میں سب عبرتیں ہی عبرتیں تھیں؛ (مثلاً)

مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو مَرنے کا یقین ہو پھر وہ کیسے خوش رہتا ہے۔ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو نارِ جہنم کا یقین ہو پھر وہ کیسے ہنستا ہے۔ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہو وہ کیسے عاجز و درماندہ اور غمگین ہو۔ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا اور اس کے انقلابات اور لوگوں کے عروج و زوال کو دیکھتا ہے وہ دنیا پر کیسے مطمئن ہو بیٹھتا ہے۔ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو کل آخرت کے حساب پر یقین ہو وہ کیسے عمل کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔

(ترغیب وترہیب، ج:۴،ص:۲۳۷)

تلاوتِ قرآن کی وصیت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا ہم کو کچھ وصیت کیجئے۔ حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایا میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اسی کا سوال کیا تھا، جو تم نے مجھ سے کیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم کو اللہ پاک سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ یہ ہر نیکی کی اصل ہے اور میں تم کو جہاد کی وصیت کرتا ہوں کہ جہاد اسلام کی رہبانیت ہے، اور میں تم کو تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ کی وصیت کرتا ہوں کہ اس کی اصل آسمان میں اور جڑ زمین میں ہے۔ (مسند احمد ج:۳،ص:۸۲)

علم دین سکھانے کی وصیت

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا مرحبا حضور ﷺ کی وصیت کو۔ ہم نے کہا حضورؐ کی کیا وصیت ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ آپؐ نے اپنے اصحابؓ سے ارشاد فرمایا: لوگ تمہارے تابع ہیں۔ عنقریب اقوام عالم دنیا کے مختلف علاقوں سے دین سیکھنے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کو بھلائی کی وصیت کرنا اور ان کو وہ علوم سکھانا جو اللہ پاک نے تم لوگوں کو سکھلایا ہے۔ (کنز العمال۔ ج:۴۔ص:۷۴)

دین کی بات مجلس سے سمجھ کر اُٹھنے کی وصیت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور ﷺ کی وصیت کو صد مرحبا! آپ ؐ نے ہم کو حکم دیا کہ آنے والوں کو مجلس میں جگہ دیں اور ان کو حدیث سکھلائیں، اس لیے کہ تم لوگ ہمارے خلف ہو (یعنی فوراً بعد ہو) اور محدثین بعد میں آنے والے ہیں، ہمارے بعد احادیث کو بیان کرنے والے کیونکہ جب تم ایک چیز کو نہ سمجھ سکو تو ان سے سمجھ لیا کرو، اس لیے کہ ایک چیز کو سمجھ کر مجلس سے اُٹھنا میرے نزدیک پسندیدہ ہے کہ بے سمجھے اُٹھ جائے۔ (بحوالہ سابق)

شرک سے ممانعت

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے خلیل حضور ﷺ نے مجھ کو وصیت کی کہ اللہ پاک کے ساتھ تھوڑا بھی شرک نہ کرنا۔ گرچہ تم کو ٹکڑے ٹکڑے کاٹ دیا جائے یا جلا دیا جائے اور جان بوجھ کر فرض نمازوں کو نہ چھوڑنا کہ جس نے جان کر نماز فرض چھوڑ دیا اس سے اللہ کا ذمہ ختم ہوگیا۔ (وہ اللہ کی حفاظت و صیانت میں نہیں رہا) اور شراب نہ پینا اس لیے کہ شراب ہر برائی کی جڑ ہے۔ (ابن ماجہ، ترغیب۔ ج:۴، ص: ۲۵۸)

کئی مقام پر اس کی وضاحت ہوچکی ہے کہ حق جل مجدہ کی ذات وصفات میں شرک کسی بھی حال میں حق جل مجدہ کو گوارہ نہیں ہے۔ شرک کائنات میں سب سے بدترین جرم اور ناقابلِ معافی عمل ہے۔ اللہ جل مجدہ سب کچھ معاف کردیں گے مگر شرک کو نہیں۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے بہت ہی واضح اور غیر معمولی اعتماد کے ساتھ اس بات کو بیان فرمادیا کہ حالت ایمان اور حالت اسلام پر رہنے کی بناء پر اگر کوئی بد بخت تم کو ٹکڑے ٹکڑے کردے اور زندہ جلا دے پھر بھی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو نہ چھوڑنا کہ آخرت کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ ابھی حال میں ہندوستان کی سرزمین پر گجرات میں مسلمانوں کے ساتھ یہی ہوا کہ غیروں نے محض اس جرم میں کہ یہ مسلمان ہیں، کلمہ والے ہیں، خواہ ان کی زندگیاں کلمہ والی تھی نہ تھی مگر کلمہ کے نام پر ان کو قتل کیا گیا، زندہ جلا دیا گیا مگر کلمہ والوں نے کلمہ نہ دیا۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور اُمت کے افراد نے حضور ﷺ کی وصیت کو حرف بحرف پورا کر دیا۔ لِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلٰی نِعْمَۃِ الْاِسْلَامِ۔

۲۸ رفروری ۲۰۰۲ء کو گودھرا کی سرزمین پر جو کچھ بھی ہوا اس سے بحث نہیں، کل قیامت میں اُمّتِ محمد ﷺ کے کم وبیش دو ہزار افراد اس حال میں آئیں گے کہ اپنے نبی کی وصیت کہ "ایمان نہ دینا گرچہ قتل کیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ" کی جیتی جاگتی مثال پیش کر دیں گے، انشاء اللہ۔ اَللّٰھُمَّ عَافِنَا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کو حضور ﷺ کی وصیت

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ! مجھ کو کوئی مختصر دل نشین بات فرما دیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا 'نماز ایسی پڑھو کہ گویا اب تم کو دوسری نماز کا وقت نہ ملے گا۔ اس لیے کہ تم اگر حق تعالیٰ کو نہیں دیکھ رہے ہو تو مولا جل وعلا تو تم کو دیکھ رہا ہے اور لوگوں کے مال ومتاع سے بے نیاز بن جاؤ۔ تم دل کے غنی ہو جاؤ گے اور منہ سے ایسی کوئی بات نہ نکالو جس سے تم کو معذرت کرنی پڑے۔

(ترغیب، ج:۴، ص:۳۴۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی وصیت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ! مجھ کو کچھ وصیت فرما دیجئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا لوگوں کو جو کچھ ملا ہوا ہے اس سے اپنے آپ کو بے نیاز کر لو اور لالچ وحرص سے بچو کہ یہ فوری فقر ہے۔ ایسی تنگدستی ہے جس کا علاج نہیں اور نماز ایسی پڑھو کہ گویا اب تم کو دوسری نماز کا موقع ہاتھ نہ آئے گا اور خبردار ایسی کوئی بات منہ سے نکالنا کہ جس سے تم کو کل شرمندہ ہو کر معذرت کرنی پڑے۔

(رواہ حاکم وبیہقی۔ ترغیب۔ ج:۴، ص:۳۲۶)

شلوار و ازار اونچی پہننے کی وصیت

ابی تمیمہؓ کہتے ہیں میں رسول اللہؐ کے پاس آیا اور آپؐ اپنے چادر سے احتباء کی صفت میں بیٹھے تھے کہ اس کے کنارے کا دھاگہ آپؐ کے قدم پر گر رہا تھا (عرب میں چادر یا رومال کو دونوں پاؤں کو کھڑا کر کے لپیٹ لیتے ہیں اور آرام کے ساتھ بغیر کسی سہارے کے کافی دیر تک بیٹھے رہنے کا عام رواج ہے اس میں آدمی تھکان محسوس نہیں کرتا کہ بیٹھے اور دونوں پاؤں چادر میں لپٹے رہتے ہیں، اسی کو احتباء کہتے ہیں) مَیں نے کہا تم میں سے محمدؐ کون ہیں یا کہا کہ رسول اللہؐ کون ہیں؟ یہ آواز سن کر خود رسول اللہؐ نے اپنی طرف اشارہ کیا کہ میں ہوں تو میں نے کہا یا رسول اللہؐ میں گاؤں کا رہنے والا ہوں اور میرے ساتھ گاؤں والوں کا معاملہ اچھا نہیں ہے۔ لہٰذا مجھ کو نصیحت کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا دیکھو! نیکی و بھلائی کو کبھی حقیر نہ جانو اور اپنے بھائیوں سے خوش روئی سے ملو۔ (یعنی چہرہ پر تبسم ہو، کھلے دل سے ملو اور جو تجھ سے پانی طلب کرے تو اس کے برتن میں پانی ڈال دو، اگر کوئی تمہارے عیوب کی وجہ سے برا بھلا کہے تو تم جواب میں اس کو بُرا بھلا نہ کہو گرچہ تم اس کی خامی کو جانتے ہو، کہ تم کو تو ثواب و اجر ملے گا اور وہ گناہ میں مبتلا ہوگا، اور خبردار! شلوار، لنگی، پینٹ پتلون کو ٹخنے سے نیچے نہ کرنا کہ یہ کبر و غرور کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ متکبر کو پسند نہیں کرتے۔ اور کسی کو گالی گلوچ نہ دینا۔ راوی کہتے ہیں اس کے بعد مَیں نے کسی کو گالی نہ دی حتیٰ کہ اونٹ و بکری کو بھی گالی نہ دی۔ (مسند احمد، ج:۵، ص:۶۴)

ابی تمیمہ کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ جل مجدہ کی سنتا ہے، کل قیامت میں اللہ جل مجدہ بھی اس کی سنے گا اور جو اللہ کے بندوں پر احوال کو تنگ کرتا ہے کل قیامت میں حق جل مجدہ اس پر احوال تنگ کر دے گا، لوگوں نے عرض کیا۔ ہم کو وصیت فرما دیجئے۔ ارشاد فرمایا: مَرنے کے بعد سب سے پہلے جو چیز انسان کی بدبودار ہوگی وہ اس کا پیٹ ہے۔ لہٰذا تم لوگ اس بات کی پوری کوشش کرو کہ پیٹ میں حلال و طیب ہی داخل ہو، اور اس بات کی بھی پوری کوشش کرو کہ تمہارے اور جنت کے درمیان ناجائز خونریزی کا کوئی قطرہ حائل نہ ہو۔ (رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ ص: ۴۵۵)

اسلام خیر خواہی کا مذہب ہے

تمیم داری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا خیر خواہی کرنا دین کا خلاصہ ہے۔ ہم نے عرض کیا کس کی۔ فرمایا اللہ کی، اس کے کتاب کی، اس کے رسول کی، ائمہ مسلمین کی اور عالم مسلمانوں کی۔ (مسلم۔ مسند احمد، ج:۴،ص:۱۰۲۔ ترجمان السنہ ج:۲/۱۹۵)

تشریح: 'نصیحت للہ' کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے اور اللہ کے مابین کوئی کھوٹ کا معاملہ نہ رکھے۔ اس کا سب سے بڑا کھوٹ یہ ہے کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے۔ اس کی صفات جلال و جمال کا پوری تنزیہ کے ساتھ اعتراف نہ کرے اور اس کے اوامر و نواہی میں پوری مستعدی کا اظہار نہ کرے۔ علماء نے لکھا ہے کہ نصیحت للہ کا حاصل بالفاظِ دیگر اپنے ہی نفس کی نصیحت اور اپنی ہی خیر خواہی کرنا ہے۔

کتاب اللہ کی نصیحت کے معنی یہ ہیں کہ پورے آداب کے ساتھ اس کی تلاوت کی جائے۔ بدل و جان اس کے معانی کی تصدیق کی جائے، اس کے علوم کی نشر و اشاعت کی جائے، اس کے پیروی کی تمام عالم کو دعوت دی جائے، اور اس کے ہر ہر امر و نہی کے سامنے اعتراف و تسلیم کا سرخم کردیا جائے۔

رسولؐ کی نصیحت یہ ہے کہ اس کی رسالت کی تصدیق کی جائے جو دین وہ لے کر آئے ہیں، اس کا ایک ایک حرف مانا جائے۔ ہر موقع پر اس کی نصرت کے لیے سر بکف حاضر رہے۔ رسولؐ کے اصحاب اور رسولؐ کے اہلِ بیت کی محبت اور ان کا ادب پورے طور پر ملحوظ رہے۔ ائمۂ مسلمین کی نصیحت یہ ہے کہ ہر حق معاملے میں ان کی اعانت کی جائے، اور ان کے ساتھ جہاد میں شرکت کی جائے، ان کے پیچھے نمازیں ادا کی جائیں، جو صدقات بیت المال کا حق ہیں، وہ ان کو ایمانداری کے ساتھ بآسانی پہنچا دیے جائیں اور ان کے ساتھ غداری نہ کی جائے۔

عام مسلمانوں کی نصیحت کے یہ معنی ہیں کہ دنیوی و اخروی سب مصلحتیں ان کو بتادی جائیں، ان کو ایذا نہ دی جائے۔ ان کے عیوب کی پردہ پوشی کی جائے۔ اور خیر خواہی میں ان کو اپنے نفس کے برابر سمجھا جائے۔

حدیث بالا میں نصیحت و خیر خواہی کو دین فرمایا گیا ہے اور حدیث جبرئیل کے آخر میں اسلام و ایمان و احسان کے مجموعہ کو بھی دین فرمایا گیا ہے۔ دونوں حدیثوں کو ملالو تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام و ایمان و احسان سب نصیحت ہی کے اجزاء ہیں۔ جس طرح کہ ان کا مجموعہ دین ہے، اسی طرح اللہ و رسول کی خیر خواہی بھی دین ہے۔ (ترجمان السنہ، ج:۲،ص:۱۹۶)

ہاتھ اور زبان کی حفاظت کی وصیت

حضرت اسود بن احرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہؐ مجھ کو کچھ وصیت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا: تو اپنے ہاتھ کا مالک ہے؟' میں نے عرض کیا اگر میں ہاتھ کا مالک نہیں تو پھر کس چیز کا مالک ہوسکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: تو اپنی زبان کا مالک ہے؟' میں نے عرض کیا اگر میں زبان کا مالک نہیں ہوں تو پھر کس چیز کا مالک ہوسکتا ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ہاتھ مت بڑھاؤ مگر خیر و بھلائی کیلئے اور زبان سے سوائے معروف کے اور کچھ مت کہو۔ (ترغیب، ج:۳،ص:۵۳۰)

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہاتھ اور زبان تمہارے اختیار میں ہیں تو دیکھو اس کے استعمال میں بھی اس کا خیال رکھنا کہ ہاتھ سوائے بھلائی و خیر کے استعمال نہ ہوسکے اور زبان سوائے معروف و حق گوئی کے کچھ نہ بول سکے کیونکہ اگر ہاتھ اور زبان بھلائی میں مصروفِ کار ہو جائیں تو جملہ ابوابِ شر سے حفاظت مل جائے اور اسبابِ سعادت کا حصول آسان و سہل ہو جائے۔

سمع و طاعت کی وصیت

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا پر اثر عظیم خطبہ دیا جس سے دل روشن ہوگئے اور آنکھیں پُرنم ہوگئیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! گویا کہ آج آپ نے الوداعی خطبہ دیا ...... لہٰذا ہمیں کچھ وصیت فرمائیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں تم کو حق جل مجدہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں ...... اگرچہ تمہارا حاکم غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ جو تم میں سے زندہ رہے گا بہت اختلاف دیکھے گا۔ لہٰذا اختلاف کے وقت میری اور میرے خلفاء راشدین مہدیّین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رہنا اور خبردار نئی نئی بدعات کی ایجاد سے بچنا اس لیے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی از جامع العلوم والحکم،ص: ۲۸۰)

محدثین نے حدیث مذکور کو جوامع الکلم میں شمار کیا ہے۔اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے شریعت اسلامی کی بنیادی اساس کو واضح فرمایا ہے۔خوفِ الٰہی پر عرض کیا جا چکا ہے۔

سمع و طاعت یہ دونوں الفاظ دیکھنے میں تو بہت ہی مختصر ہیں مگر اپنی حقیقت میں اتنے ہی عمیق اور پُر اسرار کلمے ہیں۔سمع و طاعۃ سے اسلام کی عظمت اور آپس کی یگانگت سے جو اسلام کو فائدہ ہوا ہے اس کی نظیر تاریخ اسلام کے صفحات میں نہیں ملتی۔اور جب سے سمع و طاعۃ میں کوتاہی یا آپس میں مفاد پرستی آئی ہے اسلامی ترقیات کا دروازہ بند ہی نہیں بلکہ اساسِ اسلام کو داخلی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔اور آج تک امت اس خلاء کو پُر کرنے سے قاصر رہی ہے۔

دوسری طرف پیغمبرِ اسلام ﷺ نے تنازع اور اختلاف کے وقت آپس کی کشیدگی کو ختم کرنے کے لیے ایک زرّیں اصول بتلایا کہ ایسے پُر خطر حالات کے وقت میری اور خلفاء راشدین کی تمام امور میں پیروی کرنا۔خواہ ملکی سطح پر ہوں، یا عائلی سطح پر ہوں، ہر قول وفعل کی صداقت کی دلیل قرونِ مشہود لہا بالخیر سے حجت اور برہان قائم کرو۔اگر دلیل موافق مل گئی تو مان لو ورنہ پھر دیوار پر مار دو۔

افسوس کہ آج جس گروہ و جماعت کو دیکھیں، وہ محض اپنی منوانے کی فکر میں ہے۔خواہ اس کا فعل ثابت شدہ ہو یا نہ ہو، اللہ ہمیں کتاب وسنت کی روشنی میں عمل کی توفیق بخشے، آمین۔

اذیت کن باتوں سے بچنے کی وصیت

امّ ابی العالیہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی اور اسلام لائیں اور رسول اللہ ﷺ سے وصیت کرنے کی فرمائش کی۔آپؐ نے ارشاد فرمایا ”خبردار! ایسی کوئی بات زبان پر نہ لانا جو سننے والے کی اذیت کا سبب بنے“۔(مسند احمد، ج:۴،ص:۷۶)

لعنت نہ بھیجنے کی وصیت

حضرت جرموز ھجیمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، مجھ کو وصیت فرمادیجئے۔ آپؐ نے فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ لعنت کرنے والے نہ بنو۔(مسند احمد، ج:۵،ص:۷۰)

حضرت براء بن عازبؓ کو پیغمبرِ اسلام ﷺ کی وصیت

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ حضور نے ایک شخص کو وصیت فرمائی کہ جب سونے لگو تو اس دعا کو پڑھ لو:

"اَللّٰھُمَّ اَسلَمتُ نَفسِیْ اِلَیكَ وَ وَجَّھتُ وَجھِیْ اِلَیكَ وَ فَوَّضتُ اَمرِیْ اِلَیكَ وَ اَلجَأتُ ظُھرِیْ اِلَیكَ وَ رَغبَۃٌ وَ رَھبَۃٌ اِلَیكَ لَا مَلجَأَ وَ لَا مَنجَأَ اِلَّا اِلَیكَ آمَنتُ بِکِتَابِكَ الَّذِیْ اَنزَلتَ وَ نَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرسَلتَ۔

یا اللہ! میں اپنی جان کو تیرے حوالہ کرتا ہوں۔ اور اپنا رُخ تیری طرف متوجہ کرتا ہوں اور تمام امور کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور اپنے آپ کو تیری طرف جھکاتا ہوں، تجھ سے اُمید و خوف کے ساتھ۔ نہ تو میرا کوئی ٹھکانہ ہے، نہ ہی کوئی جائے پناہ ہے تیری ذات کے سوا مگر ہاں ! تیری ہی طرف، تیری کتاب پر ایمان لاتا ہوں جو تو نے بھیجی۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا اگر اسی دن اس کی موت آ گئی تو دین اسلام پر مَرا۔ (مسند احمد، ج:۴،ص:۳۰۰)

اچھی مجلس کے انتخاب کی وصیت

حضرت حرملۃ عنبری اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا 'یا رسول اللہ ﷺ! مجھ کو کچھ وصیت کیجیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ پاک سے ڈرتے رہو، اور جب تم کسی مجلس میں شریک ہو اور اُٹھتے وقت ان سے کوئی قابلِ تعجب نئی بات سنو تو ان کے پاس آیا جایا کرو اور جب ناپسندیدہ بات سنو تو ان کو چھوڑ دو۔

(مسند احمد، ج:۴،ص:۳۰۵)

ابو کاہلؓ کو سعادتِ دارین کی نو (۹) وصیتیں

حضرت ابو کاہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو کاہل! کیا میں تم کو وہ بات جو حق جل مجدہ نے اپنی ذات کے لیے فیصلہ کیا ہے، نہ بتلا دوں۔ میں نے عرض کیا ضرور ارشاد ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا حق جل مجدہ تیرے قلب کو زندہ رکھے گا

اور تیرے قلب کی حیات اُس دن بھی باقی رہے گی جبکہ تیرے جسم سے روح پرواز کر جائے گی۔ (یعنی موت تیرے جسم کو آئے گی مگر تیرا قلب زندہ ہی رہے گا۔)

اے ابو کاہل! اس بات کو خوب یاد رکھو کہ حق جل مجدہ اس شخص پر ناراض نہیں ہوگا جس کے قلب میں خوفِ الٰہی ہو، نہ ہی دوزخ کی آگ ایسے شخص کو ہلکی سی بھی لگے گی۔

اے ابو کاہل! اس بات کو بھی ذہن نشین کر لے کہ جو شخص اللہ پاک سے شرما کر اپنے ستر کو تنہائی میں یا مجمع میں چھپائے گا، کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پر اس کا حق ہوگا کہ اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے۔

اے ابو کاہل! اس بات کو بھی دل میں محفوظ رکھو کہ جس شخص کے دل میں نماز کی حلاوت داخل ہوگئی اور اس نے رکوع وسجود کو اہتمام کے ساتھ ادا کیا تو اللہ جل مجدہ پر حق ہوگا کہ قیامت کے دن اس سے راضی ہو۔

اے ابو کاہل! اس بات کو بھی حرزِ جان بنالو کہ جس شخص نے چالیس رات و دن جماعت سے تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کی، حق جل مجدہ پر اس کا حق ہوگا کہ اس کے لیے دوزخ سے نجات کا پروانہ لکھ دے۔

اے ابو کاہل! اس بات کو دل میں جگہ دیدو کہ جس شخص نے ہر ماہ میں تین روزے ایام بیض کے رکھے رمضان المبارک کے ساتھ تو اللہ جل مجدہ پر حق ہوگا کہ اس کو قیامت کے دن پیاس کے عالم میں سیراب کرے۔

اے ابو کاہل! دیدۂ باطن میں اس بات کو جمالو کہ جس شخص نے لوگوں کو اذیت دینے سے اپنے آپ کو بچالیا تو حق جل مجدہ پر حق ہوگا کہ اس کو مَرنے کے بعد عذابِ قبر سے بچالے۔

اے ابو کاہل! اس بات کو آنکھ کی ٹھنڈک بنالو کہ جس شخص نے اپنے والدین پر زندگی میں یا ان کے مَرنے کے بعد احسان کا معاملہ کیا اللہ جل مجدہ پر حق ہوگا کہ قیامت کے دن اس سے راضی ہوجائے۔ ......مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مَرنے کے بعد اپنے والدین پر احسان کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کے لیے دعائے

مغفرت کی جائے اور ان دونوں کو بُرا بھلا نہ کہا جائے، نہ ہی دوسرے کسی کے والدین کو بُرا بھلا کہے کہ وہ جواباً اس کے والدین کو بُرا بھلا کہیں گے۔

اے ابوکاہل! اس بات کا وثوق واعتماد کرلو، کہ جس شخص نے سال گذرنے پر اپنے مال کی زکوٰۃ دیدی تو اللہ جل مجدہ پر حق ہوگا کہ اس کو قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کا رفیق بنادے (یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی پر رفاقت انبیاء علیہم السلام نصیب ہوگی۔)

ہر لمحہ اس بات کو ذہن میں مستحضر رکھنا کہ جو شخص اپنی نیکیوں کو کم سے کم تر اور گناہ کو خطرناک سے خطرناک تصور کرے گا اللہ جل مجدہ پر حق ہوگا کہ کل قیامت کے دن اس کے اعمالِ صالحہ کو وزن میں غالب کردے۔ (نیکی کو ہمیشہ تھوڑا ہی تصور کرنا چاہیے، کیا پتہ قبول ہو نہ ہو اور بدی و برائی تو ہر حال میں قابل گرفت ہوتی ہے اس لیے اہل اللہ اپنی نیکیوں کو نہیں دیکھتے، بدی کو یاد کرکے روتے ہیں اور یہی بات باعثِ قربِ الٰہی بن جاتی ہے کیونکہ اس سے عُجب کی تباہی نہیں آتی اور وظیفۂ عبدیت بدرجۂ اتم ذات حق کے سامنے ادا ہوتی رہتی ہے۔ آج بے شمار لوگ عابد و زاہد اور بظاہر زبردست قربانی دینے والے ملیں گے مگر ساتھ ہی ان کے اندر عُجب، خودرائی، تفوّقِ نفس اور برتری کا جذبہ، نمایاں مقام کا حصول، لوگوں کے درمیان نمایاں ہونے کا داعیہ جیسی خطرناک مہلک بیماری بھی پائی جاتی ہے۔ جس کی بناء پر نصرتِ الٰہی، امدادِ غیبی اور تائیدِ حق جاتی رہی۔ جبکہ اعمالِ کثیرہ کا وجود باقی ہے مگر اعمال کی روح نکل چکی ہے۔ اللہ حفیظ وعظیم ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔)

اے ابوالکاہل! اس بات کو بھی نہ بھولنا کہ جس شخص نے اپنی بیوی، بچوں اور غلاموں پر وسعت کے بقدر حلال سے خرچ کیا اور اُن میں اللہ کے دین کو قائم کیا، اللہ پر حق ہوگا کہ قیامت کے دن اس کو شہداء کے ساتھ حشر فرمائے، اور درجۂ شہداء میں رکھے۔

اے ابوالکاہل! میری محبت میں جھوم جاؤ جو شخص مجھ پر محبت وخوشی اور شوق میں تین بار درود شریف پڑھے گا تو اللہ جل مجدہ پر حق ہوگا کہ اس کے ایک سال کے گناہ بخش دے گا۔

(رواہ الطبرانی۔ ترغیب وترہیب۔ ج:۴، ص:۲۶۳)

خوش خلقی کی وصیت اور تکبر وغرور کی علامت

ایک شخص مسلمان ہوا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو کچھ وصیت کیجیے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کسی بھی چیز کو گالی مت دینا۔ یا آپؐ نے فرمایا کسی کو۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد میں نے کبھی اونٹ یا بکری کو تک گالی نہیں دی جب سے حضور ﷺ نے مجھ کو وصیت کی تھی اور معروف سے زہد اختیار نہ کرنا۔ یعنی نیکی کے کام میں سست نہ پڑنا۔ اور اپنے بھائی سے دورانِ گفتگو چہرہ نہ بگاڑنا۔ خوش خلقی اور انبساط کے ساتھ باتیں کرنا۔ اور پانی مانگنے والے کے برتن میں پانی ڈال دینا۔ اور آدھی پنڈلی تک لنگی پہننا۔ اگر جی نہ مانے تو پھر ٹخنہ تک اور خبر دار! ٹخنے سے نیچے نہ پہننا کہ یہ کبر وغرور کی علامت ہے اور حق تعالیٰ متکبر ومغرور کو پسند نہیں کرتا۔

(مسند احمد، ج:۴،ص:۶۵)

پیغمبر ﷺ کی دس وصیتیں

اے لوگو! ٹھہرو! میں تم کو دس وصیتیں کروں گا۔ جس کو مجھ سے یاد کرلو۔ میری وصیت یہ ہے کہ خیانت نہ کرو۔ دل کو حسد وکینہ سے پاک رکھو۔ دھوکہ نہ دیا کرو۔ مثلہ نہ کیا کرو۔ چھوٹے بچے قتل نہ کیا کرو، نہ ہی بوڑھوں کو، نہ ہی عورتوں کو۔ نہ ہی کھجوروں کے درخت کو برباد کرو، نہ آگ لگاؤ، نہ پھلدار درخت کو کاٹو، نہ تو اونٹ گائے بکری کو ذبح کرو مگر گوشت کھانے کی غرض سے۔ اور عنقریب تم لوگوں کا گذر ایسے لوگوں پر ہوگا جنھوں نے اپنے آپ کو گرجا وعبادت خانہ کے لیے فارغ کرلیا ہے، ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینا، اس کام کے لیے جوان کا مقصد ہے۔ اور عنقریب تم لوگ ایک ایسی قوم کے پاس جاؤ گے جو اپنے برتنوں میں مختلف انواع و اقسام کے کھانے تمہارے سامنے پیش کریں گے تو جب بھی تم کو کھانے کا اتفاق ہو تو بسم اللہ پڑھ لیا کرنا۔ (کنز العمال، ج:۴،ص:۱۸۶)

جماعتِ مسلمین کے ساتھ رہنے کی وصیت

میں تم کو صحابہؓ کے ساتھ خیر کی وصیت کرتا ہوں پھر تابعین اور تبع تابعین کے ساتھ پھر جھوٹ رائج ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک شخص بلا مطالبہ قسم کھائے گا حالانکہ اس کو قسم کھانے کو نہیں کہا جائے گا اور بلا مطالبہ گواہی دے گا حالانکہ گواہی کے لیے نہیں کہا جائے گا۔

خبردار! کوئی مرد کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے، لیکن یہ کہ وہاں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ تم پر جماعتِ مسلمین کی معیت ضروری ہے۔ خبردار! اکیلا، تنِ تنہا نہ رہنا کہ اکیلے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور دو سے دور رہتا ہے۔ جو جنت کا متلاشی و خواہاں ہے اس پر لازم ہے کہ جماعت کے ساتھ رہے، اور جو نیکی سے خوش ہو اور بدی سے ناخوش ایسا شخص مومن ہے (یعنی نیکی پر خوش ہونا اور بدی سے ناخوش ہونا علامتِ ایمان ہے)۔

(کنز العمال، ج:۴، ص:۳۳۹)

حضرات انبیاء علیہم السلام

حضرت آدم علیہ السلام کی وصیت

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت کی تھی کہ میری میت کو اس طوفان سے محفوظ رکھا جائے جسے وہ پائیں گے۔ اور قابیل کی اولاد سے الگ تھلگ رہنا۔

(طبقات ناصری، ج:۱،ص: ۳۸۔ بالفاظِ مختلفہ البدایہ والنہایہ، ج:۱،ص:۹۱)

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے اولاد کو وصیت

آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت جب آیا تو انھوں نے اپنے فرزند سے وصیت کی کہ ''میں تم کو دو چیزوں کے کرنے کا حکم کرتا ہوں اور دو چیزوں سے منع کرتا ہوں۔ اٰمُرُکَ بِلَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ میں تم کو لا الہ الا اللہ کے ورد اور ذکر کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اگر لا الہ الا اللہ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور سات آسمان و زمینیں ایک پلڑے میں تو 'لا الہ الا اللہ' کا وزن زیادہ ہوگا۔

دیکھو ساتوں زمین و آسمان مثل حلقہ مبہم کے تھے، اللہ نے ان کو لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ و بحمدہ سے مربوط کیا ہے اور انہی دو کلموں کی برکت سے اللہ جملہ اسبابِ عالم اور کارخانۂ عالم پر رحمتوں کا نزول فرماتا ہے اور اسی کلمہ کی برکت سے اللہ جملہ مخلوقات کو رزق عطاء کرتا ہے۔ اور دیکھو ''وَ اَنْھَاکَ عَنِ الشِّرْکِ''، میں تم کو (جملہ انواع) شرک سے روکتا ہوں۔

(اولاد، اللہ سے مانگنا جو نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کی اولاد۔ مصیبت میں اللہ کو پکارنا کہ جس پر کبھی مصیبت نہیں آئی ہو وہ فریاد سنتا ہے۔ مرادیں اسی کے سامنے ظاہر کرنا کہ بِیَدِہٖ خَزَائِنُ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ ہے (جس کے قبضۂ قدرت میں ساتوں آسمانوں و زمینوں کے خزانے ہیں)۔ سجدہ صرف اللہ کو کرنا کہ پیشانی کا خالق وہی ہے۔ جانوروں کو اللہ ہی کے نام پر قربان کرنا کہ جان ڈالی ہوئی بھی اسی کی ہے) اور دیکھو میں تم کو تکبر سے روکتا ہوں۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا کبر یہ ہے کہ ایک آدمی کے

پاس خوبصورت جوتے ہوں اور ان میں مزید خوبصورت دو تسمے ہوں؟ (جس کو پہن کر وہ چلتا پھرتا ہو)۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہیں! انھوں نے پھر پوچھا کیا یہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس زیب تن دیدہ زیب جبہ یا منقّش خوبصورت چادر ہو جس کو وہ پہنا ہو؟ آپؐ نے فرمایا نہیں! پھر انھوں نے پوچھا کیا کبر یہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس سواری ہو اور وہ اس پر سوار ہوتا ہو؟ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا نہیں! اب انھوں نے پوچھا اللہ کے پیارے نبی! آخر کبر کیا ہے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا **"سفه الحق و غمط الناس"**۔ یعنی حق کو چھپانا اعراض کرنا۔ حق کو حق جانتے ہوئے تسلیم نہ کرنا تو 'سفہ الحق' ہے اور 'غمط الناس' کا مفہوم ہے لوگوں کو ذلیل و رُسوا جاننا۔ العیاذ باللہ۔

بعض روایت میں ہے **"اُوصِیکَ بِالتَّسبِیحِ فَاِنَّھَا عِبَادَۃُ الْخَلْقِ وَ بِالتَّکْبِیرِ"** یعنی میں تم کو تسبیح خوانی کی وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ تسبیح ہی مخلوق کی عبادت اور وظیفۂ عبدیت ہے اور تکبیر کا بھی وِرد رکھنا۔ تکبیر = حق جل مجدہ کی کبریائی کا اقرار کرنا۔

(قصص القرآن لابن کثیر، ج:۱،ص:۸۷۔ البدایہ والنہایہ، ج:۱،ص:۱۱۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت

﴿وَ وَصّٰی بِھَا اِبْرٰھِیْمُ بَنِیْہِ وَ یَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

اور اسی کا حکم کر گئے ہیں ابراہیم (علیہ السلام) اپنے بیٹوں کو اور (اسی طرح) یعقوب (علیہ السلام) بھی۔ میرے بیٹو!! اللہ تعالیٰ نے اس دین (اسلام) کو تمہارے لیے منتخب فرمایا ہے تو تم بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔ (سورۂ بقرہ۔ آیت: ۱۳۲)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی نصیحت اپنے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں کو

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹوں، پوتوں اور نواسوں کو جمع کیا اور کہا کہ میرے بچو! یہ تو بتاؤ کہ میرے بعد تمھارا ایمان کس پر ہوگا؟ تم کس کی عبادت کرو گے؟ میری پیٹھ زمین سے نہیں لگے گی اور میں قبر میں بھی سکون سے نہ رہ سکوں گا جب تک

مجھے یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ تم کس راہ پر چلو گے اور کس کی عبادت کرو گے؟

﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ﴾ کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کو موت آئی۔ جب انھوں نے اپنی اولاد سے کہا میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟

وہ سب نبی کی اولاد تھے، انھوں نے کہا ابا جان، نانا جان، دادا جان! آپ کیوں گھبرا رہے ہیں۔ ہم لوگ آپ کے والد اسحاق، آپ کے چچا اسماعیل اور آپ کے دادا ابراہیم علیہم السلام کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں گے۔

﴿قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰـهَ آبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْمَاعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۳۳)

تب جا کر انھیں اطمینان ہوا۔ حضرت یعقوب ں نے یہ نہیں کہا کہ فلاں جگہ اتنا پیسہ گاڑ دیا ہے، فلاں جگہ میرا قرضہ ہے، اتنی زمین اور اتنا کھیت چھوڑ کر جا رہا ہوں، تم یہ سب لے لینا۔ یہ بھی نہیں کہا کہ تم سب محبت اور اتحاد کے ساتھ رہنا جیسا کہ بہت سے مشفق باپ کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ نہیں، ان کو فکر صرف ایک بات کی تھی کہ میرے بعد عبادت کس کی کرو گے اور انھوں نے اس کی ہمیں تعلیم دی۔ (تکبیر مسلسل، صفحہ: ۴۴۷)

حضرت داؤد علیہ السلام کے حکیمانہ اقوال

حضرت داؤد علیہ السلام خوفِ الٰہی سے بیحد روتے اور فرماتے مجھ کو چھوڑ دو تا کہ میں ہڈی میں آگ لگنے، شعلۂ جہنم کے بھڑکنے سے پہلے رولوں، اس دن کے آنے سے پہلے کہ فرشتوں کو حکم دیا جائے میرے متعلق۔ ایسے فرشتے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔

فرماتے یا اللہ! اگر تو میرے جسم کے ہر بال کو دو زبان دے جو تمام رات و دن اور پوری زندگی تیری نعمتوں کا شکر ادا کرے پھر بھی کسی ایک نعمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

فرمایا یا رب! کیا آج رات تیری مخلوق میں سے کسی نے مجھ سے زیادہ تجھے یاد کیا ہے؟ حق جل مجدہ نے وحی نازل فرمائی کہ ہاں! ایک مینڈک نے! اور حق جل مجدہ نے وحی نازل

فرمائی ﴿اِعۡمَلُوۡا آلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا وَ قَلِیۡلٌ مِّنۡ عِبَادِیَ الشَّکُوۡرُ﴾ (سورۂ سباء، آیت:۱۳)

ترجمہ: اے داؤد کے خاندان والو! تم سب شکریہ میں نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں شکرگزار کم ہوتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا یا رب! آپ کا شکر کس طرح ادا کرسکتا ہوں کہ مسلسل آپ کی جانب سے نعمتوں کی بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔ سابقہ نعمت ختم نہیں ہوتی کہ دوسری نعمت مل جاتی ہے اور ہر نعمت سے اعلیٰ تر دوسری نعمت ہوتی ہے۔ الٰہی! نعمت بھی آپ کی عطاء اور شکر کی توفیق بھی آپ کی عطاء، تو کس طرح آپ کا شکر ادا کرسکتا ہوں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد! اب تو نے میری معرفت کا حق ادا کردیا۔

حضرت داؤد نے فرمایا یا اللہ! جو کسی غمگین کی مزاج پرسی صرف تیری رضا کی خاطر کرے اس کی جزاء کیا ہے؟ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا میں اس کو تقویٰ کا لباس زیب تن کراؤں گا۔

یا اللہ! جو کسی جنازہ کے ساتھ چلے تیری رضا کے لیے اس کی جزا کیا ہے؟ حق جل مجدہ نے فرمایا اس کے جنازہ کے ساتھ میرے فرشتے چلیں گے اور اس کی روح پر فرشتے عالمِ ارواح میں نمازِ جنازہ ادا کریں گے۔

یا اللہ! جو کسی یتیم وبیکس کی فریادرسی کرے تیری رضا کی خاطر؟ حق جل مجدہ نے فرمایا قیامت کے دن جب کوئی سایہ نہ ہوگا اس کو میری رحمت کا سایہ آغوشِ رحمت میں لے گا۔

یا اللہ! جو تیرے خوف وخشیت سے رو پڑے، آنسوؤں کا تحفہ بارگاہِ صمدیت میں پیش کرے؟ حق جل مجدہ نے فرمایا اس کو فزعِ اکبر سے امن دوں گا اور اس کے چہرہ کو نارِ دوزخ سے بچالوں گا۔

داؤد علیہ السلام نے جبرئیل علیہ السلام سے سوال کیا رات کا کون سا حصہ افضل ہے؟ جبرئیل نے عرض کیا اے داؤد! مجھ کو نہیں معلوم۔ الا یہ کہ سحر کے وقت عرش جنبش میں ہوتا ہے۔

داؤد علیہ السلام کے آنسوؤں سے اِردگرد ہریالی ہوگئی۔ حق جل مجدہ نے بذریعہ وحی ارشاد فرمایا اے داؤد! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے مال و اولاد میں مزید اضافہ کردوں؟

حضرت داؤد نے عرض کیا نہیں مولا! میری دلی خواہش ہے کہ آپ میری مغفرت کردیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام سے کوئی خلاف اولیٰ کام سرزد ہوگیا جس پر آپ روتے تھے۔ اس کے بعد آپؑ نے کوئی کھانا یا پانی نہیں کھایا یا پیا مگر اس میں ان کا آنسو ملا ہوا ہوتا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک روز عرض کیا یا رب! سورج کی گرمی برداشت نہیں ہوتی تو پھر دوزخ کی گرمی کیسے برداشت ہوگی۔ یا رب! رحمت کی آواز پر دل کانپ اُٹھتا ہے (یعنی بادل کی گرج سے) اور برداشت نہیں، تو عذاب کی گرج کیسے برداشت ہوگی؟ الٰہی! کسی برے آدمی کو میرا ساتھی نہ بنانا ورنہ میں بھی بُرا ہو جاؤں گا۔

زبور میں حق جل مجدہ نے فرمایا: اے آلِ داؤد! تین باتوں کا خیال رکھنا:

(۱) خوش نصیب و کامیاب ہے وہ جو بُرے لوگوں کی راہ سے اپنے آپ کو بچالے۔

(۲) خوش نصیب و کامیاب ہے وہ جو ظالموں جیسے حکم کرنے سے اپنے آپ کو بچالے۔

(۳) خوش نصیب و کامیاب ہے وہ جس نے لغو و بیکار مجلس سے اپنے آپ کو بچالیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: الٰہی! سب سے زیادہ حلال و طیب رزق کونسا ہے؟ حق جل مجدہ نے فرمایا: اے داؤد! تیرے ہاتھ کی کمائی۔

حق جل مجدہ نے حضرت داؤد کو بذریعہ وحی حکم دیا: اے داؤد! تو مجھ سے اور ان لوگوں سے جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں، محبت رکھ۔ اور میری محبت میرے بندوں کے دلوں میں بھی پیدا کر۔ حضرت داؤد نے عرض کیا: الٰہی! میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں اور ان لوگوں سے بھی جو تجھ سے محبت کرتے ہیں۔ مگر تیری محبت کو تیرے بندوں کے دلوں میں کس طرح پیدا کروں؟ ارشاد ہوا: جب بھی تو میرے بندوں کا میرے سامنے ذکر کیا کر تو صرف ان کی بھلائی بیان کر۔ (میرے بندوں کی لغزشوں و سیئات کا تذکرہ نہ کیا کر)۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: الٰہی! میں آپ کی نعمتوں کا شکر کس طرح ادا کرسکتا ہوں جبکہ شکر کی توفیق بھی آپ کے فضل سے ملتی ہے؟ اِرشاد ہوا: اے داؤد! کیا تو یہ نہیں جانتا کہ جو بھی نعمتیں تجھ کو ملی ہیں وہ تمام تر میرا فضل ہے؟ عرض کیا: بلا شک یا رب! حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: بس تیرا یہ اعتراف کرلینا کہ نعمتیں میری جانب سے ہیں، یہی شکر ہے۔

حق جل مجدہ نے فرمایا: اے داؤد! میرے بندے صدیقین کو اس بات سے ڈراؤ کہ وہ عُجب میں مبتلا نہ ہوں، نہ ہی اپنے اعمال پر بھروسہ کریں، اس لیے کہ میرے بندوں میں ایسا کوئی بھی نہیں کہ حساب کے لیے لایا جائے اور میں اپنی صفتِ عدل کے تحت اس کا حساب لوں تو وہ عذاب سے بچ جائے جبکہ میں ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کروں گا۔

اور اے داؤد! خطا کاروں اور اہلِ معاصی کو بشارت سنا دو کہ وہ معصیت و گناہ کو میری صفتِ ستّاری و غفّاری کے مقابلہ میں عظیم نہ جانیں کہ میں ان کی مغفرت کردوں گا اور درگذر کروں گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک روز ندا لگوائی۔ لوگو جمع ہو جاؤ! لوگ آناً فاناً جمع ہو گئے کہ آج کوئی خاص وعظ و حکم یا مناجات و دعا کا اہتمام ہوگا۔ جب مجمع کافی بڑا ہو گیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا'' یا اللہ ہم سب کی مغفرت فرما اور واپس چلے گئے۔ جب لوگ آپس میں ان لوگوں سے ملے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے قریب تھے تو پوچھا حضرت داؤد نے کیا دعا کی؟ لوگوں نے جواب میں کہا بس ایک جملہ فرمایا ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا'' اور واپس چلے گئے۔ تو لوگوں نے آپس میں باتیں شروع کر دیں کہ سبحان اللہ! ہم لوگ تو یہ سوچ کر نکلے تھے کہ آج کوئی خاص عبادت یا مناجاتِ باری یا پھر حکمت و موعظت کے رموز کا مشاہدہ ہوگا تو حضرت صرف ایک جملہ دعا کا کہہ کر واپس ہو گئے۔

اب حق جل مجدہ نے حضرت داؤد پر وحی نازل کی کہ اپنی قوم کو میرا پیغام پہنچا دیں کہ انھوں نے جملہ ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا'' کو حقیر و کمتر جانا ہے۔ یہ صفتِ مغفرت کا ہی تو کرشمہ ہے کہ میں اُن کی مغفرت بھی کر دیتا ہوں اور امورِ دنیا و آخرت میں اصلاح و حسنِ تدبیر کر دیتا ہوں۔

حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ بنی اسرائیل کا ایک جمِ غفیر موجود ہے۔ تو اُن کے ساتھ بیٹھ گئے اور حضورِ حق میں عرض کیا: ایک مسکین تمام مسکینوں کے درمیان منتظرِ رحمت ہے۔ حق جل مجدہ نے حضرت داؤد کو حکم دیا کہ ظالموں سے کہہ دیں کہ وہ مجھ کو یاد نہ کریں، اس لیے کہ جب ظالم مجھ کو یاد کرے گا تو میں بھی اس کو یاد کروں گا اور میرا ظالموں کو یاد کرنا ان پر لعنتوں کو بھیجنا ہے۔

مزامیرِ داؤد میں لکھا ہوا تھا اے داؤد! میں اپنے بندوں میں سے کن لوگوں کی مغفرت کروں گا؟ حضرت داؤد نے عرض کیا کن کی یا رب؟ حق جل مجدہ نے فرمایا: میرے ایسے بندے جن سے گناہ سرزد ہونے کے بعد ان کے اعضاء و مفاصل کانپ اُٹھتے ہیں (خوفِ الٰہی سے) تو میں فرشتوں کو حکم دیتا ہوں کہ میرے ان بندوں کا گناہ نہ لکھو۔

حضرت داؤد علیہ السلام منبر پر بیٹھ کر کھجور کے پتوں سے ٹوکری بناتے تھے پھر اس کو بازار میں فروخت کرواتے اور اسی سے کھاتے پیتے تھے۔

زبور، داؤد علیہ السلام کی ابتداء میں تھا۔ حکمت کی اساس و بنیاد حق جل مجدہ کی خوف و خشیت ہے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا ہمیشہ یہ تھی اے اللہ! نہ ایسی تنگدستی میں مبتلا کرنا کہ میں تیری یاد سے غافل ہو جاؤں، نہ ہی ایسی وسعت و فراخی عطا فرما کہ سرکشی و طغیانی میں غرق ہو جاؤں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ داؤد علیہ السلام دعا مانگتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنۡ يُّحِبُّكَ وَ الۡعَمَلَ الَّذِیۡ يُبَلِّغُنِیۡ حُبَّكَ اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنۡ نَفۡسِیۡ وَ مَالِیۡ وَ اَهۡلِیۡ وَ مِنَ الۡمَاءِ الۡبَارِدِ۔

حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے تھے: پاک و بے نیاز ہے وہ ذات جو عطاء و بخشش پر شکر کی توفیق دیتی ہے اور بلاء و مصیبت میں دعا کا الہام کرتی ہے۔

حق جل مجدہ نے داؤد علیہ و علی نبینا الصلوٰۃ و السلام پر وحی نازل کی، اے داؤد! کیا میں نے تم کو دو عمل نہیں سکھلائے کہ جب تو ان پر عمل کرتا ہے، لوگوں کے قلب تیری طرف مائل ہوتے ہیں، مزید برآں انہی اعمال کے ذریعے میری رضا و خوشی بھی تم کو نصیب ہوتی ہے۔ عرض کیا: بلاشک و ریب یا رب! حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: داؤد! مجھ سے اپنا تعلق ورع و تقویٰ کے ذریعہ مستحکم رکھ اور لوگوں کے ساتھ اخلاق و تواضع کا نمونہ بن۔

حضرت داؤدؑ اپنی اُمت میں سب سے زیادہ صبر و حلم والے اور غصّے کو پینے والے تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: الٰہی! تیری رضا کی خاطر لوگوں کو نصیحت کس طرح کروں؟ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میرا ذکر کثرت سے کرو اور ان تمام لوگوں سے محبت کرو

جو مجھ سے محبت رکھتے ہوں۔ خواہ کالے ہوں یا گورے۔ اور لوگوں کے لیے وہی فیصلہ کرو جو تم اپنے لیے فیصلہ کرتے ہو اور غیبت سے بچو۔ (اور حضورِ حق میں غیر حاضری سے بچو۔)

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے اصحاب کی مریض سمجھ کر عیادت کو جاتے جبکہ قوم یادِ الٰہی سے غافل ہو جاتی تھی کیونکہ اصل بیماری تو غفلت اور حضورِ حق سے غیر حاضری ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اپنی دعا میں فرماتے ''یا ماراہ'' یعنی یا رباہ! ایسا ہم نشیں عطا کیجیے جو تیری یاد میں میرا معاون ہو۔ اور جب مجمع پر غفلت ہو تو متنبہ کردے۔ یا رباہ! تیری پناہ لیتا ہوں ایسے ہم نشیں سے کہ تیری یاد میں میرا معاون نہ ہو اور غفلت کی حالت میں وہ مجھ کو تیری طرف متوجہ نہ کرے۔

یا رباہ! جب میرا گذر ایسی قوم پر ہو جو تیری یاد میں مصروف ہو اور میں ان کے ساتھ نہ بیٹھوں تو میرا پاؤں توڑ دے تاکہ میں ان کے ساتھ بیٹھ کر تیرا نام لیا کروں۔

حضرت داؤد علیہ السلام لمبی نماز ادا کرتے، پھر رکوع کرکے سر اُٹھا کر فرماتے: الٰہی میں نے اپنا سَر تیری طرف متوجہ کر دیا۔ یا عامر السماء! تیرا بندہ تیری رحمت کا منتظر ہے، یا ساکن السماء!

حضرت داؤد علیہ السلام دعا کرتے: یا رباہ! میں ایسے مرض سے پناہ چاہتا ہوں جو بالکل ہی بےبس کردے، اور ایسی صحت سے جو تیری یاد سے غافل کردے۔

حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے تھے کہ ایوب علیہ السلام بہت صبر کرنے والے تھے اور بہت ہی برداشت کرنے والے۔ اور غصہ پینے والے تھے۔

حضرت داؤد علیہ وعلی نبیّنا السلام نے ایک دیگچی آگ سے بھری ہوئی زمین و آسمان کے درمیان معلق دیکھی۔ عرض کیا: رباہ! یہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا: یہ میری جانب سے لعنت کی شکل ہے اور یہ ہر اس گھر میں داخل ہوگی جس میں ظلم ہوتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وصایا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تین باتوں سے زیادہ افضل کچھ بھی نہیں؛

(۱) حلم و بردباری ہر حال میں اختیار کرو، خواہ غصہ یا ناگواریٔ خاطر ہو یا خوشی ومسرت کے احوال ہوں۔

(۲) درمیانی زندگی اختیار کرو خواہ تونگری ہو یا فقر وتنگدستی۔

(۳) خلوت وجلوت میں خشیتِ باری کو اختیار کرو۔

اے بیٹے! حیا وغیرت اقبال مندی کی دلیل ہے اور وقار ہے اللہ کی جانب سے۔

اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے دشمن حسد وغضب میں جلتے رہیں تو اپنے بچوں کی تربیت میں کسر نہ چھوڑنا کہ ڈنڈا اُٹھا کر رکھ دینا۔

اے بچو! جس طرح میخ دو پتھر کے درمیان داخل ہوجاتا ہے اور سانپ دو پتھر کے درمیان، اسی طرح معصیت وگناہ انسان کی زندگی میں۔

اے بچو خبردار! چغل خوری سے بچنا کہ ایمان کو برباد کردیتی ہے۔

اے بچو! شیر اور کالا ناگ کے پیچھے تو چلنا پسند کرلینا مگر عورت کے پیچھے نہ چلنا۔

اے بچو! بار بار مکان کا ادلنا بدلنا معیشت کو برباد کردیتا ہے۔

خوف وخشیتِ الٰہی کا اہتمام رکھنا کہ ہر چیز تیرے سامنے مغلوب رہے گی۔

سکینت کے بعد ارتکابِ خطاء، اور ہدایت کے بعد گمراہی اور اِن دونوں سے برا ہے کہ ذوقِ عبادت نصیب ہونے کے بعد عبادت میں سستی برتنا اور چھوڑ دینا۔

حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام لوگوں کے ساتھ نکلے تا کہ نمازِ استسقاء ادا کریں۔ راستہ میں دیکھا کہ ایک چیونٹی اُلٹی لیٹ کر اپنے تمام پیروں کو بارگاہِ حق میں پھیلائے ہوئے دعا کررہی ہے: الٰہی! میں بھی تیری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہوں۔ آپ کے رزق سے بے نیاز نہیں ہوں۔ مولا! مرضی آپ کی، مجھ کو سیراب کر یا پھر ہلاک کردے۔ حضرت سلیمان نے یہ سن کر لوگوں سے فرمایا لوگو! اپنے اپنے گھر کو لوٹ جاؤ۔ دوسروں کی دعاؤں سے اللہ تم کو بھی سیراب کردے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصایا

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنی ملاقات کے دوران کہا: دیکھو! چیچڑپن سے اجتناب کرو۔ بغیر شدید ضرورت کے اِدھر اُدھر نہ پھرا کرو۔ اپنے گھر سے چمٹ جاؤ اور خطاؤں پر رویا کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا: رب العالمین کیا حکم ہے؟ اِرشاد ہوا: میرے ساتھ ذرہ شرک نہ کرنا۔ عرض کیا: اور کچھ؟ ارشاد ہوا: ماں کے ساتھ نیکی کرنا۔ عرض کیا: اور کچھ؟ ارشاد ہوا: ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ عرض کیا: اور کچھ؟ ارشاد ہوا: ماں کے ساتھ احسان کرنا۔ (اس کی وضاحت میں حضرت وہب نے فرمایا کہ والد کے ساتھ حسن سلوک سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور ماں کے ساتھ حسن سلوک سے حسن خاتمہ کی توفیق ملتی ہے۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ حق میں عرض کیا کہ: یا رب! میری قوم پوچھتی ہے کہ آپ کا ظہور کس طرح ہوا؟ ارشاد ہوا کہ: ان کو آگاہ کردو میں ہر چیز سے پہلے تھا اور ہر چیز کو عدم سے وجود بخشنے والا ہوں۔ اور جب ہر چیز فنا ہوجائے گی ذات حق باقی رہے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرشِ عظیم کے پاس ایک شخص کو دیکھا تو ان کو اس شخص کے قرب پر رشک آیا تو حق جل مجدہ سے سوال کر بیٹھے کہ یہ اس مقام تک کیسے آ گئے؟ ارشاد ہوا کہ: میں اس کا عمل تم کو بتلا دیتا ہوں۔ یہ شخص کسی بھی انسان پر حسد نہیں کرتا تھا، جو فضلِ الٰہی سے لوگوں کو ملتا تھا۔ نہ کسی کی چغلخوری کرتا تھا، نہ ہی والدین کی نافرمانی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا: رب العالمین! والدین کی نافرمانی کون کرسکتا ہے؟ ارشاد ہوا: ماں باپ کو بُرا بھلا کہنا، ان کے کاموں پر تنقید وتبصرہ کرنا یہاں تک کہ ماں باپ اولاد کو کوسنے لگیں ...... یہ نافرمانی ہے۔ ماں باپ کو برا بھلا کہنا عقوقِ والدین میں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین سے سوال کیا کہ: اے رب عز وجل! کوئی ایسی واضح نشانی عطا کیجیے جس کو لے کر میں آپ کے بندوں کے پاس جاؤں۔ حق جل مجدہ نے بذریعہ وحی ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! واضح دلیل سے جو مقصد ہے وہ آپ کو میرے بندوں سے

حاصل ہوگا یعنی قبولِ حق آپ کو حاصل ہوگا۔

حق جل مجدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی آگاہ کیا کہ جب تم میرا ذکر کرو تو تمھاری کیفیت یہ ہونی چاہیے کہ تمام اعضاءِ جسم کانپ رہے ہوں اور میرے ذکر کے وقت تم میں خشوع اور طمانیت بھی ہونی چاہیے اور میرے ذکر کے وقت زبان دل کے تابع ہو اور جب تم میرے سامنے کھڑے ہوں تو اس طرح کھڑے ہوں کہ ایک حقیر و ذلیل غلام اپنے آقا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور وہ اپنے نفس کی ملامت و مذمت کررہا ہو اور وہ اسی کا مستحق ہے اور جب تم مجھ سے مناجات و دعاء کرو تو تمھارا دل خوف سے بلبلا رہا ہو اور زبان صداقت کی معترف ہو۔

حضرت موسیٰ نے عرض کیا: الٰہی! میں آپ کا شکر کس طرح ادا کرسکتا ہوں جبکہ سب سے چھوٹی نعمت جو آپ کی جانب سے میسر ہوئی، وہ میری زندگی کا تمام تر عمل اس کا بدل نہیں ہوسکتا، حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! اب تو نے میرا شکر ادا کردیا یعنی اعترافِ تقصیر ہی درحقیقت مطلوبِ عبدیت ہے۔

حق جل مجدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! خیر سیکھئے اور لوگوں کو سکھلائیے کہ میں خیر سیکھنے اور سکھلانے والے کی قبر کو منور و مجلّٰی کردیتا ہوں تاکہ گوشۂ تنہائی میں متوحّش نہ ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا رب! کیا آپ مجھ سے قریب ہیں کہ میں سرگوشی کروں یا بعید ہیں کہ پکاروں؟ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: میں ہم نشیں ہوں اس کا جو میرا نام لیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا رب! بعض حالات مجھ پر ایسے بھی تو ہوتے ہیں جس سے آپ کی شانِ صمدیت بلند و برتر ہے۔ میں اس کو سوچ بھی نہیں سکتا ذات حق کی نسبت سے، حق تعالیٰ نے پوچھ لیا: وہ کیا؟ عرض کیا: وہی میرا حالتِ جنابت میں ہونا یا غائط و خلا میں ہونا؟ ارشاد ہوا: اے موسیٰ! ہر حال میں میرا ذکر کرو۔ (طریقِ نبوی و سنتِ نبوی پر عمل کرکے انسان ہر حال میں ذکر کی دوامی صفت میں ہوتا ہے۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے پاس سے نکل پڑے تو حق جل مجدہ کی جانب متوجہ ہوکر عرض کیا: رب العالمین! ہماری رہنمائی فرما۔ حکم ہوا کہ: میرے برابر کسی کو مت کرنا، اس

لیے کہ میں اس شخص پر نہ رحم کھاتا ہوں نہ ہی گناہوں سے بچاتا ہوں جو مخلوق کو میرے برابر قدرت والا جانے۔عرض کیا: اور بھی رہنمائی فرمائیے۔ ارشاد ہوا کہ: اپنی ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کر کیونکہ کئی تکالیف کے بعد تو وجود میں آیا۔عرض کیا: اور بھی یا رب! ارشاد ہوا کہ: باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کر۔عرض کیا: اور۔ ارشاد ہوا: جو تو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کے لیے، اور جو بات تم کو اپنی ذات کے لیے ناپسند ہو وہی دوسروں کے لیے ناپسند کرو، اور جب مَیں تم کو اپنے بندوں کا والی اور ان کے اوپر نگہبان بناؤں تو ان کی ضرورت کو میری مدد اور میری خوشی کا سبب جان کر پورا کر دینا اور یاد رکھنا کہ میں مبصر بھی ہوں، مستمع بھی ہوں اور گواہ بھی اور دوسروں سے بھی شہادت لوں گا۔

حق جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ آپ کی قوم میرے لیے گھر بنا رہی ہے اور ذبیحہ کی قربانی پیش کر رہی ہے جبکہ میں نہ تو گھروں میں رہتا ہوں، نہ ہی قربانی کا گوشت کھاتا ہوں۔ ہاں! میری رضا کی علامت یہ ہے کہ غنی و مسکین کے درمیان انصاف و برابری ہو، جب مسکین کو تم خوش کرتے ہو تو میں خوش ہو جاتا ہوں اور جب مسکین کو ناراض کرتے ہو تو میں ناراض ہو جاتا ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا رب! آپ کے سب سے پسندیدہ بندے کون ہیں؟ ارشاد ہوا: جس کو دیکھتے ہی میں یاد آ جاؤں۔عرض کیا: اور کون لوگ؟ ارشاد ہوا: جو مریض کی عیادت کرتے ہیں، احوال میں دبے ہوئے لوگوں کی دلجوئی کرتے ہیں، مفلس و نادار کا ساتھ دیتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: وہ کون لوگ ہیں جن کو آپ عرش کے سایہ میں جگہ دیں گے؟ ارشاد ہوا: یہ وہ گروہ و جماعت کے لوگ ہوں گے جن کے ہاتھ نیکیوں سے پُر اور قلب گندگیوں سے پاک۔ آپس میں محض میری عظمت و کبریائی کی بناء پر محبت رکھتے ہیں۔ جب آپس میں ملتے ہیں میرا ذکر کرتے ہیں اور جب بھی میرے پاس ان کا ذکر ہوتا ہے تو میرے نام کے ساتھ ان کا تذکرہ ہوتا ہے۔ جو وضو میں اسباغ کا اہتمام کرتے ہیں خواہ دل نہ چاہے، وہ جو میرے ذکر کی طرف اس طرح لپکتے ہیں جس طرح گدھ اپنے گھونسلے کی طرف لپکتا ہے اور میری محبت اپنے اوپر اس طرح مسلّط کیے ہوئے ہیں جس طرح ایک بچہ کی محبت لوگوں

کے دل میں پیوست ہے اور جب محارمِ الٰہی کی بے حرمتی ہوتی ہے تو اس طرح غضبناک ہوتے ہیں جس طرح لومڑی بھاگتے وقت۔

حق جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: میرے جاہ وجلال کی قسم! تم نے جس شخص کو قتل کیا تھا اگر وہ آنکھ کی پلک مارنے کی مقدار بھی اس بات کا اقرار کرتا کہ میں اس کا خالق و رازق ہوں تو تم میرے عذاب میں گرفتار ہو جاتے۔ میں نے تو تم کو معاف اسی لیے کر دیا کہ وہ قبطی میری خالقیت ورزّاقیت کا معترف نہ تھا۔

حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا: یا رب! میں آپ کو کہاں ڈھونڈوں، تلاشوں؟ ارشاد ہوا: میری عظمت و کبریائی میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس کہ میں روزانہ ایک گز ان سے قریب ہوتا رہتا ہوں۔ اگر ایسے لوگ زمین میں نہ ہوں تو زمین کو دھنسا دوں۔

حق جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو ایک نور عطاء کیا تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے ایک روز اُن سے عرض کیا: یہ نور آپ ہم کو ہبہ کر دیجیے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو عطاء کر دیا۔ پھر ہارون نے اپنے دو بیٹوں کو یہ نور منتقل کر دیا۔ بیت المقدس میں ایک پیالہ تھا جس کی انبیاء علیہم السلام اور تمام ملوک و بادشاہ تعظیم کرتے تھے۔ ہارون علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے ایک روز اس میں شراب پی لی تو آسمان سے ایک آگ آئی اور ان دونوں کو خاکستر کر کے چلی گئی۔ یہ ماجرا جب ہارون علیہ السلام نے دیکھا تو حق جل مجدہ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر مناجات و دعا، تضرع و استغاثہ میں مشغول ہو گئے۔ اب حق جل مجدہ نے ہارون علیہ السلام پر وحی نازل کی: میرے مطیع وفرمانبردار کے گھر میں جب اس طرح کی معصیت ہوتی ہے تو اس کا انجام میری جانب سے بطور سزا کے اسی طرح ہوتا ہے۔ تو پھر سوچو کہ نافرمانوں کے گھر میں جب معصیت ہوتی ہے تو میں کس طرح باعثِ عبرت عذاب وعقاب دیتا ہوں۔

تورات میں لکھا ہوا تھا: اے آدم کی اولاد! اپنے ہاتھ سے کام کیا کرو۔ میں رزق کا دروازہ کھول دوں گا اور مامورات کی اطاعت وحکم بجا آوری کرو، میں تم کو تمہاری مصلحت و بھلائی کا علم سینہ پر کھول دوں گا۔

حق جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ بتلایا: اے موسیٰ! تیری قوم مسجدوں کو تو

مزین کررہی ہے اور دلوں کو برباد اور اپنے جسم کو خنزیر کی طرح موٹا وفربہ کررہی ہے ذبح کے لیے۔ میں نے ان کے دلوں کو دیکھا ہے اس لیے ان کی دعا قبول نہیں کرتا ہوں نہ ہی ان کا سوال پورا کرتا ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں وعظ کیا۔ ایک شخص کے دل پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے اپنی قمیص چاک کرلی۔ حق جل مجدہ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس شخص سے کہیں کہ قمیص چاک نہ کرے بلکہ اپنا دل میری ذات کے لیے صاف کرے۔

موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ حق میں عرض کیا کہ آپ کا سب سے محبوب بندہ کون ہے؟ ارشاد ہوا: جو سب سے زیادہ میرا ذکر کرتا ہے۔ عرض کیا: سب سے بڑا غنی کون ہے؟ ارشاد ہوا: جو میری عطا کردہ نعمتوں سے راضی ہو۔ عرض کیا: سب سے زیادہ حق و انصاف کا فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ ارشاد ہوا: جو اپنے نفس کے خلاف اسی طرح فیصلہ کرتا ہے جس طرح دوسروں کے نفوس کے خلاف۔

موسیٰ علیہ السلام ایک شخص کے پاس سے گزرے جو دعاء کے ذریعہ بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑا رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کی گریہ وزاری دیکھ کر عرض کیا: الٰہی! اس پر رحم کردیجیے۔ ارشاد ہوا کہ اگر اس کی تمام توانائی و طاقت بھی اس گریہ وزاری میں ختم ہوجائے پھر بھی میں اس کی دعا کو قبول نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ وہ میرے حقوق کی نگہداشت جو اس پر ہے نہ کرے گا۔ (بندہ پر لازم ہے کہ حقوقِ الٰہیہ کی بجا آوری میں کسر نہ رکھے تاکہ رحمتِ الٰہی کا دروازہ کھل سکے۔)

تورات میں لکھا تھا کہ جس کا پڑوسی گناہ و معاصی میں مبتلا ہو اور وہ اس کو نہ روکے تو گویا وہ خود شریکِ معاصی ہے۔

تورات میں لکھا تھا: اے ابنِ آدم! تو زبان سے میرا ذکر کرتا ہے اور دل سے غافل ہے۔ لوگوں کو میری طرف بلاتا ہے اور خود دور بھاگ رہا ہے۔ رزق میں دیتا ہوں اور عبادت غیر کی کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصایا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا: گناہ و معاصی کے مرتکب سے بغض و عداوت کے ذریعہ حق جل مجدہ کی محبت دل میں بساؤ۔ حق جل مجدہ کا قرب اہلِ معاصی سے نفرت و غضب سے حاصل کرو۔ حق جل مجدہ کی رضا اہلِ معاصی سے بُعد و ناراضگی میں تلاشو۔

حواریوں نے سوال کیا: پھر ہم کن لوگوں کی مجلس و مصاحبت میں رہیں؟ عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جن کی مجلس تمہارے اعمالِ صالحہ میں زیادتی کا سبب ہو، جن کی رویت سے حق جل مجدہ کی یاد تازہ ہو، جن کا عمل زہدِ دنیا کی راہ پر ڈال دے۔

جب بلا و مصیبت کا سامنا ہو تو جان جاؤ کہ حق جل مجدہ نے تم کو انبیاء و صالحین کی راہ پر لگا دیا ہے اور جب یہ محسوس کرو کہ فراخی و کشادگی کی راہ کھل گئی ہے تو یقین کرلو کہ حق تعالیٰ نے تم کو اپنے نیک بندوں کی راہ سے ہٹا دیا ہے۔

مسیح علیہ السلام نے فرمایا حق جل مجدہ کا ذکر و حمد اور تقدیس و تنزیہہ اور اس کی اطاعت کرو، جب حق تعالیٰ تم سے راضی ہو جائے گا تو بس اتنی سی دعا تم کو کافی ہو جائے گی: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ وَ اَصْلِحْ لِیْ مَعِیْشَتِیْ وَ عَافِنِیْ مِنَ الْمَکَارِہِ یَا اِلٰھِی''۔

اے اللہ! میری خطاؤں کو معاف کر دیجیے اور میری معیشت کو سنوار دیجیے اور ناگوار احوال سے عافیت بخشیے۔

کامیاب رہا وہ جس نے زبان کو بدی سے محفوظ رکھا، دل کو غل و غش کے اثر سے وسیع رکھا اور گناہوں پر رویا۔

کامیابی و کامرانی تو مومن کے لیے ہی ہے۔ کیسی کامیابی کہ وہ مَر جاتا ہے اور حق تعالیٰ اس کی اولاد کی حفاظت کرتا ہے۔ کامیاب ہے وہ جس نے کتاب اللہ کی تلاوت کی اور اس کے مامورات کی اتباع۔

صدقہ کرو داہنے ہاتھ سے تو بائیں ہاتھ پر بھی مخفی رکھو، جب نوافل نماز پڑھو تو گھر کا پردہ لٹکا دو (فرائض میں اعلان مقصود ہے اور نوافل میں اخفاء) بیشک حق جل مجدہ لوگوں کی زبان پر

بندوں کے محاسن کو بیان کرادیتا ہے جس طرح روزی تقسیم ہوتی ہے۔

حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا: مخلص کون ہے؟ جواب ملا: جو محض اللہ کے لیے عمل کرتے ہیں، اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔ سوال کیا گیا: اللہ کے لیے نصیحت کرنے والا کون ہے؟ جواب دیا: جو حقوق اللہ کو مقدم رکھتے ہیں حقوق العباد پر۔ اس طرح کہ جب دو امر اُن کے سامنے پیش ہوتا ہے؛ امرِ دنیا اور امرِ آخرت تو امرِ آخرت سے فراغت کے بعد امرِ دنیا کو انجام دیتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا: میں تم لوگوں کو ایک سچی بات بتاؤں، حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ نہ تو دنیا چاہتے ہو نہ آخرت۔ حواریوں نے عرض کیا: روح اللہ! اس کی وضاحت کیجیے کہ دونوں میں سے ہم لوگ ایک کو تو چاہتے ہی ہیں۔ روح اللہ نے جواب دیا: اگر تم لوگ دنیا چاہتے تو رب الدنیا جس کے قبضۂ قدرت میں خزانہ کی کنجی ہے، اس کی اطاعت کرتے، وہ تم کو دنیا دیدیتا اور اگر آخرت کے طالب ہوتے تو رب الآخرۃ کی اطاعت کرتے جو آخرت کا مالک ہے لیکن تم لوگ تو نہ دنیا چاہتے ہو نہ ہی آخرت۔

عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو وصیت کی: زیادہ باتیں نہ کیا کرو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا، ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور سخت دل انسان رحمتِ الٰہی سے بعید ہوتا ہے جبکہ اس کو بُعد کا علم بھی نہیں ہو پاتا۔ اور خبردار! لوگوں کے گناہوں کو نہ جھانکا کرو، تلاشا کرو گویا کہ تم ہی اس کے رب ہو۔ ہاں! اپنے گناہوں کو نہ بھولنا۔ تم سب کے سب اللہ کے غلام ہو، دیکھو! لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں؛ ایک گروہ جن پر اللہ نے عافیت فضل کیا ہوا ہے، جو گناہ سے بچتے ہیں۔ دوسرے مبتلاءِ گناہ ہیں۔ لہٰذا جو مبتلاءِ گناہ ہیں ان پر رحم کھاؤ اور عافیت وفضلِ الٰہی پر حق جل مجدہ کا حمد وشکر کرو۔ لوگو! تم کو کیا ہوگیا ہے کہ افضل العبادت سے غافل ہو؟ سوال ہوا: روح اللہ! وہ کیا ہے؟ جواب دیا: حق جل مجدہ کی رضاء کے لیے تواضع و انکساری۔ لوگو! اپنا خزانہ آسمان میں رکھو کہ انسان کا دل خزانہ سے جڑا ہوا رہتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی نفلی روزہ رکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنی ڈاڑھی میں تیل لگالے اور ہونٹوں کو بھی تر کرلے پھر باہر نکلے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ روزہ

نہیں ہے۔ فرماتے: لوگو! یہ احسان نہیں ہے کہ جو تمہارے ساتھ بھلائی کرے تو تم بھی اس کے ساتھ بھلائی کرو۔ اس کو تو مکافات کہتے ہیں۔ احسان یہ ہے کہ جو تمہارے ساتھ بدی کرے تم اس کے ساتھ بھلائی کرو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات یحییٰ علیہ السلام سے ہوئی تو فرمایا کہ مجھ کو وصیت کردیجیے۔ فرمایا کہ غصہ نہ ہوا کرو۔ جواب دیا کہ میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ دیکھو پھر اس کی کوشش کرو کہ مال تم کو ذلیل ورسوا نہ کرے۔ کہا: ہاں! میں اس کی بھرپور کوشش کروں گا۔

اے حواریوں کی جماعت! تم میں سے کوئی اس کی صلاحیت رکھتا ہے کہ سمندر کی موج پر اپنا گھر بنالے؟ جواب دیا: روح اللہ! اس کی طاقت کسی میں نہیں ہے۔ پھر فرمایا: خبردار! تو دنیا کو دارالقرار مت بناؤ (یعنی دنیا پر بھروسہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ سمندر کی موج پر گھر بنانا)

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا: میں تم کو ایک حق اور سچی پکی بات بتاؤں، جو جنت الفردوس کا وارث بننا چاہتا ہے اس کے لیے بس اتنی بات کافی ہے کہ خشک روٹی کھا کر پانی کے گھونٹ پی لے اور کتوں کے ساتھ کباڑ خانہ میں سوجائے اور یہ بھی بہت ہے۔

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا: جو تم نہیں جانتے تو اس کا جاننا اگر عمل کے لیے نہیں ہے تو پھر کبرونخوت میں اضافہ ہوگا۔ لہٰذا ایسے علم کا نہ جاننا ہی افضل ہے۔

لوگو! گذشتہ کل تمہارے ہاتھ سے نکل گیا، اس سے عبرت پکڑو، اور آج کا دن دعوتِ عمل دے رہا ہے۔ آنے والے کل کا حال تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے لیے بلاؤں کا دن ہوگا یا راحت و عافیت کا۔ اور کام تو تین طرح کے ہیں؛ اگر خیر و بھلائی ظاہر ہو تو اس کو کر گزرو۔ اور اگر اس میں گمراہی وتباہی کا کوئی شائبہ ہو تو بچو، دور رہو۔ اور تم پر کچھ بھی واضح نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو۔

جو علم سیکھ کر عمل کرتا ہے اور پھر اس کو لوگوں کو سکھاتا ہے تو ایسے شخص کو آسمان میں فرشتوں کے درمیان 'عظیم' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

ایک شخص حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا: یا معلّم الخیر! مجھ کو کچھ سکھا دیجیے جو میں نہیں جانتا، مجھ کو نفع ہوجائے گا اور آپ کو اس سے کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ اس

شخص نے سوال کیا: انسان کس طرح حق جل مجدہ کے لیے مخلص و متقی بن جاتا ہے؟ ارشاد فرمایا: بہت ہی آسان ہے، دل میں حق جل مجدہ کی محبت رکھو، ہر کام کو اللہ کے لیے خالص کرلو اور حکم کی بجا آوری میں پوری توانائی وقوت کو صَرف کردو۔ اور اپنے ہم جنس اولادِ آدم پر ترحم کرو دل کی گہرائی سے۔ سائل نے پوچھا: یا معلّم الخیر! ہم جنس کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: تمام اولادِ آدم۔ اور جس بات کو اپنے لیے ناگوار جانو وہ دوسروں پر مسلّط نہ کرو، نہ ہی ایسا معاملہ کرو۔ اس وقت تم مخلص متقی اور حقیقی تقویٰ پالوگے۔ حواریوں سے فرمایا: میں سچی بات کہوں، جو آدمی دنیا سے جتنی شدید محبت میں مبتلا ہوگا اس سے کئی گنا زیادہ مصیبت پر جزع وفزع کرنے والا ہوگا۔

حواریوں نے سوال کیا: اولیاء اللہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: جن کو کل قیامت میں نہ خوف ہوگا نہ ہی غم۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: عام لوگ جب دنیا کے ظاہر زیب و زینت، فریب کن چمک دمک کو لالچ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ لوگ انجام کار تباہی و بربادی کی گہرائی کو دیکھتے ہیں۔ وہ وقتی نفعِ دنیا کو پس پشت ڈالتے ہیں جبکہ لوگ وقتی نفع کو مقصود و مطلوب بناتے ہیں۔

اے دنیا کے غلامو! لوگوں کو جو صدقہ و خیرات کرتے ہو اس کے بجائے ظلم وستم کو چھوڑ دو اور قلب میں رحم وکرم کی صفت پیدا کرو۔

خوش بخت ہے جس کو حق جل مجدہ نے کتاب اللہ کا علم دیا اور وہ ظالم و جابر نہ ہوا۔

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا: میں دنیا کو اوندھے منہ ڈال کر اس کی پشت پر بیٹھ گیا ہوں کہ نہ تو میری کوئی اولاد ہے جو مَرے گی نہ ہی گھر ہے جو خراب ہوگا۔ (پھر خوف و ڈر کس بات کا)۔ حواریوں نے عرض کیا: آپ کے لیے گھر بنادیں؟ ارشاد فرمایا: اگر ممکن ہو تو جہاں سے تیز پانی گذرتا ہے وہاں گھر بنادو۔ جواب دیا گیا: وہاں گھر کیسے بنے گا؟ حواریوں نے عرض کیا: آپ کی شادی نہ کرادیں؟ ارشاد فرمایا: ایسی بیوی و مونس لے کر کیا کروں گا جو مَر کر مزید فراقِ غم میں مبتلا کردے گی۔

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا: گناہ کی اصل حبِ دنیا ہے اور عورت تو شیطان کی رسّی ہے۔ شراب ہر برائی کی چابی۔ حبِ دنیا بُرائی کی اصل ہے اور مال کا ہونا خطرناک مرض ہے۔ حواریوں نے سوال کیا: آخر مرض ہے کیا؟ ارشاد فرمایا: صاحبِ مال فخر وتکبر سے کسی بھی حال

میں نہیں بچ سکتا۔ حواریوں نے عرض کیا: اگر بچ جائے؟ ارشاد فرمایا: مال کو صحیح مصرف میں صَرف کرنے کی تدبیر ہی اس کو ذکرِ الٰہی سے غافل رکھے گی۔ (سچ فرمایا روح اللہؑ نے، اس کا مشاہدہ بھی کیا جارہا ہے، نیک و دیندار مال والوں کے ہاں۔)

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا: بِحَقٍّ اَقُوْلُ لَكُمْ؟ سچی بات کہوں؟ آسمان کے گوشے خالی ہیں مالداروں سے۔ اور سنو! سوئی کے ناکہ سے اونٹ کا داخل ہونا آسان ہے مالدار و غنی کے جنت میں داخل ہونے سے۔

حواریوں سے فرمایا: جس طرح ملوک و بادشاہوں نے حکمت و اسرارِ الٰہیہ کو تمہارے لیے چھوڑ دیا تم بھی دنیا اُن کے لیے چھوڑ دو۔ اے حواریو! لؤلؤ و جواہر کو خنزیر کی گردن میں نہ ڈالو کہ وہ اس کا فائدہ نہ اُٹھا سکیں گے۔ حکمت و اسرارِ الٰہیہ بھی ان لوگوں کو نہ سکھاؤ جو نادان ہیں۔ اور حکمت و اسرارِ الٰہیہ یعنی معرفتِ الٰہی کے رموز تو لؤلؤ سے بھی زیادہ قیمتی ہیں۔ لہٰذا جو معرفت و حکمت کو نہ قبول کرے وہ تو خنزیر سے بھی بدتر ہے۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے حواریوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اے زمین کے نمک! تم نہ بگڑو کہ جب کوئی چیز خراب ہوتی ہے تو اس کو نمک کے ذریعہ درست کیا جاتا ہے اور جب نمک ہی خراب ہوجائے تو پھر دوسروں کو کیا درست کرو گے۔ اور فرمایا: سچی بات تو یہی ہے کہ تم موجِ سمندر پر جس طرح گھر نہیں بنا سکتے اسی طرح دنیا میں قرار نہ پکڑو۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے خاص مقرب و اصفیاء بن جاؤ اور اللہ کی مخلوق کے درمیان چمکتے ہوئے منارۂ نور تو جو تم پر ظلم کرے اس کو معافی دیدو اور ان لوگوں کی عیادت کرو جو تمہاری عیادت نہیں کرتے ہوں اور ان لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو جو تمہارے ساتھ بُرائی کرتے ہوں اور ایسے نادار و مفلس کو قرض دیا کرو جہاں سے واپسی کی اُمید نہ ہو۔

اے حواریو! جو کی روٹی کھایا کرو اور دنیا سے عافیت و سلامتی کے ساتھ نکل جاؤ۔ (یعنی سیدھا سادہ کھانا کھاؤ، تکلّفات سے بچو گے تو دنیا کے مسائل سے نجات پاجاؤ گے)۔ سچی بات تو یہی ہے کہ دنیاوی عیش و عشرت آخرت کی ذلت و نقمت کا سبب بن جاتی ہے اور دنیاوی سادگی آخرت کی عیش و عشرت میں بدل جاتی ہے اور اللہ کے بندے تو ناز و نعم سے دور ہی رہتے

ہیں۔ دیکھو! سب سے بُرا عمل یہ ہے کہ ایک عالم دین دنیا سے محبت کرے اور فانی کو باقی پر ترجیح دے۔ دیکھو! میں جو تم لوگوں سے حکمت کی بات کرتا ہوں اس کا مقصد یہ ہے کہ تم لوگ حکمت جان جاؤ۔ یہ نہیں کہ تم بس میرے کلام سے حیرت زدہ ہو جاؤ اور تعجب میں پڑ جاؤ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا: یا اللہ! میرے ارادہ و مشیت سے کچھ نہیں ہوتا۔ تیرے ہی ارادہ و مشیت سے سب کچھ وجود میں آتا ہے۔

حواریوں نے عرض کیا: یا مسیح اللہ! اللہ پاک کے گھر کو دیکھئے کیا خوبصورت تعمیر کی گئی ہے۔ حضرت مسیح نے فرمایا: اللہ قبول فرمائے۔ اللہ قبول فرمائے۔ بِحَقٍّ اَقُوْلُ لَکُمْ؟ حق جل مجدہ اس مسجد کے ایک ایک پتھر کو قائم رکھے گا جب تک لوگ معاصی و گناہ کا ارتکاب نہ کریں گے اور جب لوگ گناہ و معاصی میں مبتلاء ہو جائیں گے تو گناہ و معاصی ہی اس کی بربادی کا سبب بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سونے چاندی یا پتھروں کی قدر نہیں کرتا۔ حق جل مجدہ کے یہاں محبوب چیز تو صالح قلوب ہیں جن کی بناء پر زمین پر طمانیت وسکینت نازل ہوتا ہے۔ اور زمین پر عذاب اس وقت نازل ہوتا ہے جب قلوب برباد وخراب ہو جاتے ہیں۔

لوگو! شیطان دنیا کے ساتھ ہے اور اس کا مکر وفریب مال کے ذریعہ جس کو خواہشات کے ساتھ مزین کرتا ہے اور تکمیل شہوتوں کے ذریعہ۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا: اے حواریوں کی جماعت! دنیا طلب کر کے اپنی ہلاکت و بربادی نہ مانگو کہ طلبِ دنیا میں تمہاری ہی بربادی وخرابی ہے بلکہ حق تعالیٰ سے قرب وترکِ دنیا کی نعمت مانگو، دیکھو تم ننگے آئے تھے اور ننگے ہی جاؤ گے (یعنی مادرِ شکم سے ننگے آئے تھے اور قبر میں بھی اسی طرح داخل ہو گے) کل کا رزق طلب نہ کرو۔ جس طرح آج حق جل مجدہ نے تم کو رزق دیا کل بھی دے گا۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! تم دنیا کے لیے محنت کرتے ہو جبکہ بغیر جدوجہد کے حق تعالیٰ نے تم کو رزق دینا لکھا ہے اور آخرت کے لیے کوئی محنت نہیں کرتے ہو جبکہ حق تعالیٰ نے آخرت کا مدار عمل پر رکھا ہے۔ علماءِ سوء اپنے فیصلے کا تم سے اجر وصول کرتے ہیں اور عمل صالح کو ضائع کرتے ہیں۔ عنقریب وہ دنیاوی زندگی سے قبر کی تنگ وتاریک کوٹھری میں منتقل کر دیے

جائیں گے۔

حق جل مجدہ نے تم کو گناہ و معاصی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ جس طرح صوم و صلاۃ کے پابند رہنے کا۔ وہ کیسے اہلِ علم ہوسکتا ہے جس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دیدی اور وہ سب سے زیادہ دنیا کا راغب و چاہنے والا ہے۔ وہ کیسے اہلِ علم ہوسکتا ہے کہ آخرت کی طرف رواں دواں ہے اور قلب اس کا دنیا کی طرف مائل ہے جو نقصان دہ اور مضر ہے، اس کو زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے مقابلہ میں جو نفع بخش ہے۔ وہ کیسے اہلِ علم ہوسکتا ہے جو موجودہ رزقِ میسر پر نالاں ہے اور اپنی رہائش کو حقیر و کمتر جانتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کے علم اور اس کی قدرت سے ہی اس کو ملا ہے۔ (یہ تقسیم منجانب اللہ ہے)۔ وہ کیسے اہلِ علم ہوسکتا ہے جو حق جل مجدہ کو مصائب میں متّہم کرے (یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ سوءِ ظن رکھے)۔ وہ کیسے اہلِ علم ہوسکتا ہے جو بس لوگوں کے درمیان گفتگو میں برتری کا طلبگار ہو اور عمل اس کا مقصد ہی نہ ہو۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کی وصایا

حضرت یحییٰ نے بیت المقدس میں بنی اسرائیل کو جمع کرایا۔ یہاں تک کہ مسجد لوگوں سے بھر گئی تو اللہ کی حمد و ثناء کی، پھر ارشاد فرمایا: حق جل مجدہ نے مجھ کو پانچ باتوں پر عمل کرنے کا اور تم کو سکھلانے کا حکم دیا ہے؛ وہ یہ کہ حق جل مجدہ کے ساتھ شرک نہ کروں اور عبادت خالص اللہ کی ہی کروں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھو کہ ایک شخص نے اپنے خالص سونے چاندی سے غلام خریدا اور وہ غلام اپنے آقا کی نافرمانی کرے اور جو کچھ کام یا مزدوری کرے وہ سب کا سب دوسرے کو دیدے۔ کیا اس کا آقا اس بات سے خوش ہوگا کہ غلام اپنی محنت و مزدوری دوسرے کے سپرد کردے (پھر حق جل مجدہ اپنے بندے سے کیونکر خوش ہوگا کہ معبودِ حقیقی، مسجودِ حقیقی کے دَر کو چھوڑ کر اس کا بندہ غیروں کے آستانے کی خاک چھانے) دیکھو حق جل مجدہ نے ہی تم کو پیدا کیا۔ روزی بہم پہنچایا۔ تو عبادت بھی ذات حق کی کرو اور اس کے ساتھ کوئی شرک نہ کرو۔

حق جل مجدہ نے تم کو نماز کا حکم دیا ہے۔ یاد رکھو جب تم حالتِ نماز میں ہوتے ہو تو حق تعالیٰ جل مجدہ اپنا رُخِ حق نمازی کی طرف کر لیتے ہیں جب تک تم اپنا رُخ نہ پھیر لو، لہٰذا نماز

میں اِدھر اُدھر التفات نہ کیا کرو۔

حق جل مجدہ نے تم کو روزے کا حکم دیا ہے۔ روزہ کی مثال یوں سمجھو کہ ایک شخص کے پاس مشک کی تھیلی ہو، پوری جماعت کے درمیان تو سبھی لوگ اس کی خوشبو سے محظوظ ہوں گے (روزہ سے پورے اعضاءِ جسم کو ملکوتی انوار وملکوتی صفات ملتے ہیں۔ روح کو تقویت، نفس کی تہذیب اور سرکشی کا خاتمہ ہوتا ہے) اور روزہ دار کے منہ کی بوحق جل مجدہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بدر جہا بہتر ہے۔

اور حق تعالیٰ نے تم لوگوں کو صدقہ کا حکم دیا ہے۔ جانتے ہو صدقہ کی مثال یوں ہے کہ ایک شخص کو کسی نے قید کرلیا ہو اور اس کے دونوں ہاتھ و پیر کھینچ کر گردن سے باندھ دیا ہو تا کہ اس کو قتل کردے۔ اور ایسے وقت میں اس سے کہے کہ تیرے پاس کچھ ہے جو تو جان کی خلاصی کے لیے بطور فدیہ کے دیدے۔ تو وہ کوشش کرے گا کہ جو کچھ بھی میسر قلیل و کثیر ہوگا سب کچھ پیش کردے گا تا کہ جان بخشی حاصل کرلے۔ (صدقہ و خیرات حضور حق میں غضب رحمٰن سے نجات کا سبب بن جاتا ہے اور اس دنیا میں بھی کیدِ شیطان سے نجات کا ذریعہ بن جاتا ہے۔)

حق جل مجدہ تم کو ذکر کثیر کا حکم دیتے ہیں۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھو کہ ایک شخص اپنے دشمن کو تیزی و چابکدستی سے تلاش کررہا ہو اور نشان قدم سے صحیح سمت و رخ پر ہو جس کے خطاء کا امکان بھی نہ ہو، اتنے میں وہ شخص ایک محفوظ و مضبوط قلعہ میں داخل ہوکر دروازہ بند کرلے اور زبردست حاکم کی پناہ میں آجائے۔

بعینہٖ اسی طرح انسان ذکر کثیر کی مداومت سے بارگاہ ذوالجلال کی امان و پناہ میں آجاتا ہے۔ ذاکر ہمہ وقت حق جل مجدہ کی نگاہِ حق میں شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔

جبرئیل علیہ السلام کی وصایا

جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ مجھ کو قیامِ لیل ...... تہجد کی نماز کی وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھ کو یقین ہوگیا کہ میری اُمت کے بہترین لوگ رات میں بہت کم سوئیں گے۔

(کنز العمال، ج:۳،ص:۳۰۴)

جبرئیل علیہ السلام مجھ کو مسلسل پڑوسی کے حقوق کی وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھ کو گمان ہونے لگا کہ اب پڑوسیوں کو میراث میں شریک کردیا جائے گا۔ اور غلاموں کے حقوق کی بھی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ گمان ہونے لگا کہ مدتِ غلامی مقرر کردی جائے یا عمر کا ایک حصہ جس کے بعد غلاموں کو از خود آزادی مل جائے۔ (کنز العمال، ج:۳،ص:۳۷۹)

مجھ کو مسلسل جبرئیل علیہ السلام پڑوسی کے حقوق کی وصیت کرتے رہے؛ مشرق سے دس گھر، مغرب سے دس گھر، شمال سے دس گھر، جنوب سے دس گھر پڑوسی میں جن کے حقوق کی نگہداشت رکھنی چاہیے۔ (کنز علی المسند، ج:۳،ص:۳۸۱)

جب کبھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے مسواک کرنے کی وصیت کی یہاں تک کہ مجھ کو ڈر ہوگیا کہ مجھ پر اور میری اُمت پر کہیں فرض نہ کردیا جائے اور اگر مجھ کو اس بات کا خطرہ نہ ہوتا کہ میری اُمت پر دشوار ہوگا تو میں اُمت پر مسواک کو فرض کردیتا اور میں اس قدر اہتمام سے مسواک کرتا ہوں کہ مجھ کو خطرہ ہونے لگتا ہے کہ کہیں میرے مسوڑے متاثر نہ ہوجائیں۔

(کنز علی المسند، ج:۴۔ص:۹)

زریب بن برثملا کی وصیت جو عیسیٰ علیہ السلام کا اُمتی تھا حضرت عمرؓ کے نام

زریب نامی ایک شخص عیسیٰ علیہ السلام کے عہد و زمانہ کا تھا۔ روح اللہ علیہ السلام کی دعاؤں کی برکت سے زندہ تھا۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی پھر پہاڑوں میں چھپ گیا۔ تفصیل کنز العمال میں موجود ہے۔ اُس نے اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں کیا کہا اسی کو نقل کیا گیا ہے۔

(کنز العمال علی المسند۔ج:۴،ص:۲۴۸)

زریب کی وصیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو : جب اُمت محمد ﷺ میں یہ خصال آجائیں تو اُن سے کنارہ ہی رہنا۔ وہ صفات و خصلتیں یہ ہیں : جب مَردمَرد کے ساتھ اورعورتیں عورتوں کے ساتھ اپنی جنسی شہوت پوری کرنے لگیں (یعنی مَردوں میں لواطت اورعورتوں میں شہاق کی بیماری آجائے)۔

اور بڑا چھوٹے پر رحم نہ کرے اور چھوٹے بڑوں کا احترام نہ کریں، اورلوگ معروف و نیکی کوچھوڑ دیں اورلوگوں کو بھلائی و نیکی کا حکم نہ کیا جائے، اورمنکرات کونہ روکا جائے، اورعلماء علم دین اس لیے پڑھیں پڑھائیں کہ اس کے ذریعہ درہم و دنانیر حاصل کریں، بارش کا پانی ہلاکت و بربادی کا سبب ہو اور اولاد باعث ذلت و رسوائی ہو، اور فلک بوس لمبی لمبی عمارتیں کھڑی ہونے لگیں۔ اورقرآن مجید کوسونے سے مزین کیا جانے لگے، اورمسجدیں دیدہ زیب منقش بننے لگیں اور رشوت خوری عام ہوجائے، اورخواہشات کی اتباع ہونے لگے، لوگ دین متین کوحقیر دنیا کے عوض بیچ دیں، یعنی وقتی نفع کی خاطر دائمی آخرت کوچھوڑ دیں اورخونریزی کو معمولی چیز تصور کرنے لگیں، حقیقی رشتہ داروں سے بےتعلقی کرنے لگیں، فیصلہ روپیہ پیسہ کے زور پر ہونے لگے، سود کوفخر ومباح جان کر کھانے لگیں، سرمایہ داری و دولت عزتِ نفس کا ذریعہ بن جائے، شریف وعزت دار آدمی کمینہ اورکم تر کے دروازہ پر کھڑا ہوکر سلام کرے، عورتیں سواریاں کرنے لگیں۔ (کنز العمال، ج:۴، ص: ۲۴۸)

زریب کی بیان کردہ علاماتِ قیامت کو پڑھنے کے بعد دین اسلام کی صداقت کا واضح علامتی نشان انسانی قلوب کومحیر العقول یقین فراہم کرتا ہے کہ روح اللہ عیسیٰ بن مریم کے زمانہ کا ایک شخص اُمت اسلام کے خیر کوبھی جانتا تھا اورشر سے بھی اتنا واقف کہ گن گن کر خاص خاص علامتوں کا تذکرہ کررہا ہے کہ یہ اُمتِ خیر جب صفاتِ خیر سے دور ہوجائے گی تو آسمان کا قطرۂ رحمت بھی باعث زحمت و عذاب اور آنکھ کی ٹھنڈک اولاد بھی باعث ننگ و رسوائی، کمال انسانیت بلندیٔ اخلاق کی جگہ بلندیٔ تعمیر، انوارات قلوب کی جگہ تزئین مصاحف و قرآن، انسانی زندگی میں قدسی وملکوتی تجلّیات کی جگہ مساجد ومحاریب کومزین منقش کیا جائے گا۔ الغرض! مقاصد سے ہٹ کر زندگیاں خرافات اوراسباب ہلاکت کی طرف رواں دواں ہوگی۔

خالق کائنات کے متعین کردہ مرضیات سے انسان اتنا دور چلا جائے گا کہ ہدیٰ کی جگہ ہَویٰ لے لیں گے اور جن اعمال و افعال پر حق جل مجدہ نے ابدی راحت وطمانیت کی ضمانت دی ہے اس کی جگہ ناعاقبت اندیش وقتی نفع کی خاطر دین کو بیچ کر متاعِ دنیا کو اختیار کرلے گا اور اس قدر بہیمیت پر اُتر جائے گا کہ اپنے ہم جنس کا خون بہانے میں بھی اس کو ترس نہیں آئے گا۔ بلکہ مشہور خونخوار درندے بھی اپنے ہم جنس پر حملہ نہیں کرتے مگر ہائے افسوس کہ آج پوری دنیا میں انسان انسان کا خون بے دردی کے ساتھ بہا کر خوش ہو رہا ہے۔ قربان جائیے اسلام کی صداقت وسچائی پر قبل ہی اس کی پیش گوئی کرچکا ہے کہ انسانیت حیوانیت کے معیار سے بھی ساقط ہوجائے گی۔ جو حرف بحرف حقیقت و مشاہدہ کے آئینہ میں ایمان و یقین کی دعوت بھی دے رہی ہے اور مؤمنین کے ایمان واذعان میں اضافہ بھی کررہی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔

نصائح لقمان حکیم

اِرشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ﴾ ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی۔ یعنی علم و دانائی عطا کی جو کہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ لقمان حکیم کی حکمت آمیز اقوال اور نصیحتوں کو یاد رکھیں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔

لقمان حکیم کے بعض وصایا قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ ان کا ثبوت تو لقمان سے قطعی اور یقینی ہے اور ان کے علاوہ جو دیگر کلمات حکمت ونصیحت لقمان حکیم سے روایت کیے گئے ہیں اگرچہ ان کا ثبوت قرآن کی طرح تو قطعی نہیں مگر ان میں بعض چیزیں احادیث میں مذکور ہیں اور بعض بزرگوں علماء کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ ان میں سے بعض ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِہٖ وَ ھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾ (سورۂ لقمان، آیت:۱۳) اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا۔ بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔

﴿یٰبُنَیَّ اِنَّھَا اِنْ تَکُ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَکُنْ فِیْ صَخْرَۃٍ اَوْ فِی

السَّمٰوَاتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَأْتِ بِھَا اللّٰہُ. اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ﴾ (سورۂ لقمان، آیت:۱۶)

بیٹا! اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمانوں کے اندر ہو یا وہ زمین کے اندر ہو تب بھی اللہ اس کو حاضر کردے گا۔ بے شک اللہ بڑا باریک بین باخبر ہے۔

﴿یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ. وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحاً. اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ. وَ اقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ، اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ﴾ (لقمان: آیت ۱۶-۱۹)

بیٹا! نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر، یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے اور لوگوں سے اپنا رُخ مت پھیر اور زمین پر اِترا کر مت چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر، بے شک آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھوں کی آواز ہے۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹوں کو ایک مرتبہ وصیت کی: اے بیٹو! موت ایسی چیز ہے جس کا حال معلوم نہیں کہ کب آ پہنچے اس کے لیے اس سے پہلے پہلے تیاری کرلو کہ وہ دفعتہً آجائے۔ (موت کی یاد، ص:۱۲)

عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لقمان حکیم یہ کہا کرتے تھے کہ جس نے اللہ کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

(ابن کثیر، ج:۳، ص: ۴۴۷)

قاسم بن مخیمرہؒ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی کہ اے بیٹے تقنع سے بچ اس لیے کہ تقنع سے رات میں ٹھوکر کھا کر گرجانے کا ڈر ہے اور دن میں مذمت کا ڈر ہے۔ (تقنع کے معنی سر کے اوپر اس طرح چادر لپیٹنا کہ گھونگھٹ کی طرح ہوجائے۔) (ابن کثیر، ج:۳، ص: ۴۴۷)

ثری بن یحییٰ سے روایت ہے کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے! علم اور حکمت نے فقراء اور مساکین کو ملوک اور سلاطین کی جگہ پر بٹھلایا۔ (ابن کثیر، ج:۳،ص:۷۴۴)

عون بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ جب تم کسی مجلس میں جاؤ تو ان پر سلام کا تیر چلا یعنی ان پر سلام کر پھر ایک کونہ میں خاموش بیٹھ جا اور ان کو دیکھتا رہ پس جب وہ بولیں تو اگر ذکر الٰہی کی باتیں شروع کی تو تو بھی اس میں حصہ لے اور اگر اِدھر اُدھر کی باتیں کریں تو وہاں سے اُٹھ کر اور نکل کر کہیں اور چلا جا۔

(ابن کثیر، ج:۳،ص:۷۴۴ و بستان العارفین ص:۲۱۹)

اے بیٹے! اللہ کے تقوے کو اپنی تجارت بنا کہ بغیر سرمایہ کے تجھ کو نفع حاصل ہوگا۔ اے بیٹے! مرغ کو دیکھ کہ صبح کو اُٹھ کر اذان دیتا ہے اور تو بستر پر سویا ہوا ہوتا ہے لہٰذا مرغ سے زیادہ عاجز نہ بن۔ اے بیٹے! توبہ میں تاخیر نہ کر کیونکہ موت اچانک آتی ہے۔ اے بیٹے! تو مردِ جاہل سے دوستی کرنے کی طرف راغب نہ ہو دیکھنے والا یہ سمجھے گا کہ تو بھی اس عمل سے راضی ہے۔ اے بیٹے! اللہ سے ڈرتا رہ اور اس کے تقویٰ کو لازم پکڑ مگر اس طرح رہ کہ لوگوں پر تیرا تقویٰ ظاہر نہ ہو اور لوگ یہ سمجھ کر کہ یہ شخص اللہ سے ڈرتا ہے اس لیے تیرا اکرام کریں حالانکہ اندر سے تیرا دل بدکار ہو۔ اے بیٹے! خاموشی کو لازم پکڑ، خاموشی پر تجھے کبھی ندامت نہ ہوگی کیونکہ اگر تیرا کلام چاندی کا ہے تو تیری خاموشی سونا ہے۔ اے بیٹے! شر سے علیحدہ رہ۔ ایک شر دوسرے شر کا خلیفہ ہے۔ علماء کی مجلس کو لازم پکڑ اور حکماء کا کلام سنا کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نورِ حکمت سے مُردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے جیسا کہ مُردہ زمین کو بارش زندہ کرتا ہے اور جو جھوٹ بولتا ہے اس کے چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے اور بدخلق آدمی کو غم بہت لاحق ہوتا ہے اور بھاری پتھروں کا لانا اپنے جگہوں (پہاڑوں) سے آسان ہے بہ نسبت نادان اور بے عقل کو سمجھانے کے۔ اے بیٹا! جاہل کو ایلچی بنا کر نہ بھیج اور اگر تجھے کوئی دانا میسر نہ آوے تو خود چلا جا۔ اے بیٹے! کسی اور کی باندی سے نکاح نہ کرنا کہ اپنی اولاد کو ہمیشہ کی غلامی کے غم میں ڈال دے۔

اے بیٹے! لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں حلم والے (بردبار) کی آنکھ ٹھنڈی نہ ہوگی۔

(صاوی، ج:۳،ص:۲۱۱)

اے بیٹے ! وہ مجلس اختیار کرنا جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہو پس اگر تو عالم ہے تو تجھ کو تیرا علم نفع دے گا اور اگر تو جاہل ہے تو وہ تجھے علم سکھائے گی اور ان پر جو اللہ کی رحمت آوے گی اس میں سے تو بھی حصہ پاوے گا اور اے بیٹے ! اس مجلس میں نہ بیٹھنا جہاں اللہ کا ذکر نہ ہو اس لیے کہ اگر تم عالم ہو تو تم کو تیرا علم فائدہ نہ دے گا اگر تم جاہل ہو تو وہ تمھارے جہل میں زیادتی کریں گے۔ ایک روایت میں ہے وہ تیری سرکشی میں زیادتی کریں گے اور شاید اگر ان پر کوئی غضبِ الٰہی آیا تو تو بھی ان کے ساتھ پس جائے گا۔ (بحوالہ سابق وتنبیہ الغافلین، ص: ۱۵۸)

اے بیٹا ! تیرا کھانا نہ کھائے مگر صرف متقی اور پرہیز گار لوگ۔ اے بیٹے ! اپنے امور میں اہل سے مشورہ کر۔ اے بیٹے ! یہ دنیا ایک گہرا دریا ہے جس میں بہت سے لوگ غرق ہوئے ہیں، پس اگر تو نجات چاہتا ہے تو اللہ کی پرہیز گاری کو اس میں اپنی کشتی بنا اور اس کو ایمان کے سامان سے بھر دے اور اللہ پر توکل اس کا لنگر بنا دے تو اُمید ہے کہ تو ڈوب جانے سے بچ جائے گا۔ (بحوالہ سابق وتنبیہ الغافلین ص: ۸۸)

اے بیٹے ! میں نے بڑے بڑے پتھر اور لوہے اُٹھائے ہیں مگر بُرے پڑوسی سے کسی کو زیادہ ثقیل نہیں پایا (اور ایک روایت میں ہے کہ مَیں نے قرض سے زیادہ بوجھل نہیں پایا) اور مَیں نے بڑی تلخیاں چکھی مگر فقیری اور محتاجی سے بڑھ کر کوئی تلخی نہیں دیکھی۔ اے بیٹے ! جب علم حاصل کرو تو اس پر عمل کرنے کی بھی پوری کوشش کرو۔ اے بیٹے ! جب کسی سے دوستی کرنا چاہو تو پہلے غصہ کے حالات میں اس کا امتحان لو اور دیکھو کہ وہ غصہ کی حالت میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے، اگر انصاف کرتا ہے تو وہ دوستی کا لائق ہے ورنہ اس سے پرہیز کرنا۔ اے بیٹے ! اپنی زبان کو ''اللّٰھم اغفر لی'' کا عادی بنا کیونکہ دن رات میں ایک ساعت ایسی آتی ہے جس میں دعا رد نہیں ہوتی۔ اے بیٹے ! قرض سے بچنا۔ قرض دن میں ذلت ہے اور رات میں غم وفکر ہے۔ اے بیٹے ! اللہ سے اُمید لگائے رکھ مگر ایسی اُمید نہ ہو جو تجھے گناہوں پر جری و دلیر بنا دے اور اللہ سے ڈرتا رہ مگر وہ خوف ایسا نہ ہو کہ تجھ کو اللہ کی رحمت سے ناامید بنا دے۔ (بحوالہ سابق)

اے بیٹا! پیٹ بھر کر نہ کھانا۔ کتے کے سامنے ڈال دینا زیادہ کھانے سے بہتر ہے۔
(تفسیر سراج منیر، ج: ۳، ص: ۱۵۰)

اے بیٹے! شدتِ غضب سے پرہیز کرنا۔ شدت غضب دل کو خراب کر دیتا ہے۔ اس سے حکیم کے دل کا نور مٹ جاتا ہے۔ اے بیٹے! تو ان لوگوں میں سے نہ ہونا جو اپنی تعریف کے طلبگار رہتے ہیں۔ اے بیٹے! علماء اور صلحاء کی صحبت کو لازم پکڑ اور دو زانوں ان کے سامنے بیٹھا کر۔ (بحوالہ سابق)

اے بیٹے! جب بھی تم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو صدقہ دیا کرو۔

(کیمیائے سعادت، ص: ۹۵)

لقمان حکیم کی انگشتری پر یہ قول کندہ تھا کہ کسی کی ظاہری برائی پر پردہ ڈالنا اس کی ایسی برائی پر ذلیل کرنے سے بدرجہا بہتر ہے جو محض شک وگمان کی پیداوار ہو۔ (کیمیائے سعادت ۲۲۰)

اے بیٹے! دنیا کو آخرت کے عوض فروخت کر ڈال کہ اس سے دونوں جگہ فائدہ میں رہیگا لیکن آخرت کو دنیا کے عوض بیچنے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ اس طرح تو دونوں طرف سے گھاٹے میں رہے گا۔ (کیمیائے سعادت۔ص: ۳۱۹)

لقمان حکیم نے فرمایا کہ مال صحبت سے بہتر نہیں اور طیبِ نفس سے اچھی کوئی نعمت نہیں۔ (خازن، ج: ۵، ص: ۱۸۰)

لقمان حکیم سے کہا گیا کہ کونسا شخص بدترین ہے؟ فرمایا وہ شخص جو یہ پرواہ نہ کرے کہ لوگ اسے بدی پر دیکھے۔ (بحوالہ سابق)

لقمان حکیم سے کہا گیا کہ آپ نے اتنا بڑا مرتبہ کیونکر حاصل کیا؟ فرمایا ہمیشہ سچ کہنے، امانت ادا کرنے اور فضولیات چھوڑنے پر۔ (دبستان العارفین ص: ۲۳۔ تنبیہ الغافلین: ۷۷)

لقمان حکیم نے فرمایا خاموشی حکمت ہے۔ (تنبیہ الغافلین، ص: ۸۷)

بیان کیا گیا ہے کہ لقمان حکیم ایک حبشی غلام تھا، پس اول چیز جس سے اس کی حکمت ظاہر ہوئی وہ یہ تھی کہ اس کے مالک نے اس سے کہا کہ اے غلام! میرے لیے یہ بکری ذبح کرو اور مجھے اس کے دو بہترین گوشت کے ٹکڑے لاؤ تو لقمان دل و زبان لے آیا۔ پھر مالک نے اس سے کہا کہ یہ بکری میرے لیے ذبح کر دو اور اس کے دو خبیث (بدترین) گوشت کے ٹکڑے لے آؤ، پس وہ دل و زبان کو لے آیا تو مالک نے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ بدن

میں ان دونوں سے بہترین اعضاء نہیں جبکہ یہ دونوں اچھے ہوں اور نہ ان سے خبیث ہیں جبکہ یہ دونوں خبیث ہوں۔ (خازن، ج:۵،ص:۱۸۰۔تنبیہ الغافلین،ص:۷۹)

لقمان حکیم نے فرمایا جو بُرے دوست کے ساتھ دوستی کرے گا تو محفوظ و سالم نہیں رہے گا اور جو کوئی بُری جگہ پر داخل ہوگا تو متّہم ہوگا، جو اپنے زبان کا مالک نہ ہو تو نادم ہوگا۔

(تنبیہ الغافلین،ص:۹۶)

اے بیٹے! اتنا کڑوا نہ ہونا کہ تھوکا جاوے اور نہ اتنا میٹھا ہونا کہ نگلا جاوے۔ (بحوالہ سابق)

اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لیے لقمام حکیم نے یہ کام بتائے ہیں؛ اپنی نگاہ کو پست رکھنا، زبان بند رکھنا، حلال روزی پر قناعت کرنا، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنا، بات میں سچائی پر قائم رہنا، عہد پورا کرنا، مہمان کی عزت کرنا، پڑوسی کی حفاظت کرنا، فضول کام اور کلام کو چھوڑ دینا۔

(معارف القرآن، ج:۷،ص:۳۵)

اے بیٹے! زبان و دل سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں جب درست ہوں اور اس سے زیادہ کوئی بری چیز نہیں جب بگڑ جائیں۔

اے بیٹے! ہمیشہ اچھی باتیں کرو اور چہرہ کو خوش و خرم رکھو تو ان لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جائے گا جو کچھ دیا کرتے ہیں۔ اور خوش خلقی، نرم خوئی حکمت کی اصل ہے۔

اے بیٹے! باپ کا بیٹے کو تنبیہ کے طور پر مارنا ایسا ہے جیسے آسمان سے زمین پر بارش کا ہونا۔

بیٹا! خیانت نہ کرنا کہ خائن کی خیانت ہی اس کی ہلاکت و بربادی کا سبب بن جاتی ہے۔

بیٹا! جب تک سائل اپنی بات پوری نہ کرلے چپ چاپ سنتے رہنا پھر اس کا شفقت و رحمت سے جواب دینا، اور یتیم کے ساتھ مہربان باپ کا معاملہ کرنا۔ مظلوم کی مدد کرنا؛ ان صفات سے تو اللہ کا زمین پر خلیفہ بن جائے گا۔

بیٹا! جس کا نفس خود اپنی ذات کے لیے واعظ و ناصح بن گیا اس کی منجانب اللہ حفاظت ہوا کرتی ہے اور جو خود اپنی ذات کے ساتھ لوگوں کے مقابلے اور معاملہ میں انصاف پسندی سے کام لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتے ہیں۔

اور حق جل مجدہ کی اطاعت وعبادت میں ذلیل و رسوا ہونا اس عزت و شرافت سے لاکھ

درجہ بہتر ہے جو معصیت سے حاصل کی جائے۔
بیٹا ! سب سے بڑا عالم وہ ہے جس سے لوگوں کے علم میں اضافہ ہو یا لوگوں کو نفع ہو۔ اور سب سے بڑا غنی و مالدار وہ ہے جو حق جل مجدہ کی عطا پر راضی ہو اور سب سے بڑا بھلائی والا وہ مؤمن ہے جو غنی بھی ہو، قوم نے عرض کیا مال سے غنی ہو؟ فرمایا نہیں ! بلکہ علم کا غنی ہو کہ اگر لوگ علم کے محتاج ہوئے تو یہ ان کو باخبر کر سکے اور اگر قوم کو حاجت نہ ہو تو یہ اُن سے بے نیاز زندگی بسر کر سکے۔ (زہد)

کوئی چیز تیرے نزدیک حصولِ نعمتِ آخرت سے زیادہ محبوب تر نہ ہو۔ دنیا کے تھوڑے مال پر راضی رہ۔ رزقِ مقدر پر قناعت کر اور دوسروں کی روزی پر آنکھ مت ڈال تا کہ رنجِ نفس سے سلامت رہے۔ کھانے سے بھوکا اور حکمت سے سیر رہ۔ اگر لوگ تجھے اس صفت کے ساتھ موصوف بتلائیں جو کہ تیری ذات میں نہ ہو تو ان کی تعریف سے مغرور مت ہو جا کیونکہ جاہلوں کے کہنے سے ٹھیکری سونا نہیں بن سکتی۔ کمینوں کے مقابلے میں خاموشی سے مدد و معاونت طلب کر۔ بری اور شریر عورتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہ اور نیک عورتوں سے بھی پرہیز رکھ کہ ان کی طرف میلان کا نتیجہ شر ہی شر ہے۔ خاموشی کو اپنا شعار بنا تا کہ شرِ زباں سے محفوظ رہے۔ بدگمانی کو اپنے اوپر غالب مت کر کہ تجھ کو دنیا میں کوئی دوست ہمدرد نہ مل سکے گا۔ بزرگوں کو لازم ہے کہ بے خردوں کو خردمندوں اور جاہلوں کو عالموں پر فضیلت میں ترجیح نہ دیں اور ہر شخص کو اس کے ہنر و جوہر کے مطابق جگہ دینی چاہیے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو ان کی بے خردی و عدم امتیازی پر دلالت کرتا ہے۔ جس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی سر کے کپڑوں کو پاؤں پر باندھ لے اور پاؤں کی پوشش کو سر پر رکھ لے۔ کسی ذکر میں بجز ذکرِ الٰہی اور کسی خاموشی میں بجز فکرِ روزِ جزاء کوئی خیر و خوبی نہیں ہے۔ آسائشِ خلق میں کوشش کر اور خلق سے مت ڈر اور اپنی جان کو مصیبت و مشقت کا عادی بنا۔ مصائبِ دنیا کو سہل خیال کر اور موت کو ہر وقت پیشِ نظر رکھ۔ نماز میں قلب کی، مجلس میں زبان کی، غضب میں ہاتھ کی اور دسترخوان پر شکم کی حفاظت کر۔ نیکی کر اور مخلوق کو طریقۂ نیکی سکھلا اور بدی سے دور رہ اور خلق کو بھی بدی سے دور رکھنے کی کوشش کر۔

کثیر الفہم اور کم سخن بنا رہ اور حالتِ خاموشی میں بے فکر مت رہ۔ جس طرح آگ کا

ایک ذرّہ عالم کو تباہ کر دیتا ہے، اسی طرح ایک بدکلمہ انسان کی حالت کو تباہ کر دیتا ہے۔ اگر کسی کے ساتھ رشتۂ دوستی قائم کرنا چاہے بایں خیال کہ وہ وقتِ مصیبت تیرے کام آئے تو پہلے اس کو غصّے میں لاکر آزما۔ اگر بحالتِ غضب اس کو منصف پائے تو اس کی دوستی پر مائل ہو وگرنہ پُرحذر رہ۔ مردِ کامل تو وہی ہے جو دشمن کو دوست بنا سکے لیکن اگر بوجوہ خاص یہ تیری دسترس سے باہر ہو تو بحالت مخاصمت فرطِ غضب سے حذر کر کہ تیرا غضب تیرے لیے دشمن سے زیادہ دشمن ہے۔

اللہ کے نزدیک عقل سے بہتر کوئی چیز نہیں اور عقل کامل اس وقت ہوتی ہے جب اس میں دس فضیلتیں ہوں: (۱) آدمی اس سے بے خوف ہوں۔ (۲) اس سے ہدایت حاصل کریں۔ (۳) جس حالت میں رہے راضی و شاکر ہو۔ (۴) اپنی حاجت سے زائد راہِ حق میں صرف کرے۔ (۵) فروتنی و عجز کو دوست رکھے۔ (۶) دنیا کی خواری کو عزّت سے بہتر خیال کرے۔ (۷) اگر کوئی بات دریافت کی جائے تو رنجیدہ نہ ہو اور بتلانے میں دریغ نہ کرے۔ (۸) حاجت مند بشرطِ موجودگی اس کے دروازے سے محروم نہ جائے۔ (۹) اگر اس کے ساتھ تھوڑی نیکی کی جائے تو زیادہ جانے اور اپنی نیکی کو کچھ بھی نہ سمجھے۔ (۱۰) سب کو اپنے سے بہتر جانے۔

جس طرح دشمن احسان کے ساتھ دوست ہو جاتے ہیں اسی طرح سے دوست جور و جفا سے دشمن بن جاتے ہیں۔ دوستِ صادق جانِ دوم ہے اور چشم سوم۔ وہ بات جو دشمن سے پوشیدہ رکھے، دوست سے بھی پنہاں رکھ۔ ممکن ہے کہ یہ بھی کسی روز دشمن بن جائے۔ صحتِ جسمانی سے بہتر کوئی تونگری اور استغنا سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہے۔ جس مجلس میں ذکرِ الٰہی سنے بیٹھ جا، شاید کہ اس رحمت میں تجھ کو بھی کچھ حصہ مل جائے اور جس مجلس میں کہ غفلت دیکھے اس سے دور بھاگ۔ ایسا نہ ہو کہ تو بھی گرفتارِ عقوبت ہو جائے۔ جو کام کہ برائے اللہ کیا جائے اس میں بندوں کا خوف نہ کر۔ اگر کوئی کام کسی کے سپرد کرے تو دانا کے سپرد کر۔ اگر دانا میسر نہ ہو تو خود کر ورنہ ترک کر۔ جہاں تک ممکن ہو لوگوں سے دور رہ۔ تاکہ تیرا دل سلامت اور نفس پاکیزہ رہے اور تن راحت پائے۔ جس نعمت میں کفران ہے اس کو بقا نہیں ہے اور جس نعمت میں شکر ہے اس کو زوال وفنا نہیں ہے۔ عقلمند کیلئے وہ وقت سخت مشکل ہے جب کسی بات کا اظہار و اخفا دونوں میں خرابی پیدا ہونے کا خوف ہو۔ عقل ادب کے ساتھ ایسی ہے جیسا کہ درخت ثمر دار۔ اور عقل

بغیر ادب کے ایسی ہے جیسا کہ درختِ بے بَر۔ جاہلوں کی صحبت سے پرہیز رکھ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے اپنے جیسا بنالیں۔ لوہے کا کلہاڑا لکڑی کے جنگل سے ایک چھلکا تک نہیں اُتار سکتا جب تک اس کے ساتھ خود لکڑی کا دستہ شامل نہ ہو۔ (یعنی اپنے ہم جنس ہی سے نقصان پہنچتا ہے۔)

صحبتِ علماء کو غنیمت شمار کر کیونکہ علم دل کو اسی طرح سے زندہ کرتا ہے جیسے کہ بارش خشک زمین کو۔ دوستی حق کو سرمایۂ نجات خیال کر کہ بغیر سرمایہ کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اصلاحِ نفس کی فکر میں مشغول رہ تاکہ بجائے صفاتِ بد کے صفاتِ نیک پیدا ہوسکیں کسب نہ کرنا محتاجی لاتا ہے اور محتاجی دین کو تنگ، عقل کو ضعیف اور مروّت کو زائل کرتی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی طالب علم کو نصیحت اور وصیت بنام موسیٰ علیہ السلام

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ ربّ العزت میں عرض کیا: اے رب! وہ تمام واقعات و حقائق کو دِکھلا دے جو کشتی میں تو نے مشاہدہ کرایا تھا، تو حق جل مجدہ نے وحی نازل کی: اے موسیٰ تو ابھی ابھی مشاہدہ کرے گا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت خضر تشریف لائے۔ خضر نوجوان ہیں، ان کے جسم سے خوشبو پھوٹ رہی ہے۔ صاف و شفاف لباس زیب تن کیے ہوئے ہیں۔

خضر نے کہا السلام علیک و رحمۃ اللہ، اے موسیٰ بن عمران! حق جل مجدہ نے تم کو السلام و رحمۃ اللہ کہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں کہا: هُوَ السَّلَامُ وَ مِنْهُ السَّلَامُ وَ اِلَيْهِ السَّلَامُ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وہ سلام ہے یعنی سلامتی عطا کرتا ہے اور اسی کی جانب سے سلامتی نازل ہوتی ہے اور ہر سلامتی اسی کی طرف لوٹتی ہے اور تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہاں کا رب ہے۔ ان کی نعمتوں کو میں شمار نہیں کرسکتا اور نہ ہی ان کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی طاقت و صلاحیت مجھ میں ہے۔ ہاں اسی کی نعمت توفیق شکر سے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے خضر سے کہا مجھ کو کچھ وصیت کردو جس کے ذریعے حضورِ حق میں مجھ کو نفع ہوجائے۔

خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو وصیت کی: اے طالب علم! بیان کرنے والا بات

کرنے والا نصیحت کرنے والا وعظ کہنے والا سننے والے کے مقابلے میں نہیں اُکتاتا۔ تنگ دل نہیں ہوتا، دل اُچاٹ نہیں ہوتا، نہیں تھکتا لہٰذا جب اپنے ہم نشینوں سے باتیں کرو تو اس کا خیال رکھو کہ وہ تم سے اُکتا نہ جائیں۔ تنگ نہ ہو جائیں تھک نہ جائیں اُچاٹ نہ ہو جائیں۔

اور اے موسیٰ! دکھو تمھارا دل ایک برتن ہے، ایک ظرف ہے، ایک پیمانہ ہے۔ ہوشمندی ونگرانی رکھنا اور دیکھنا کہ تمھارا دل کن چیزوں سے پُر ہوتا ہے۔

(دیکھو دل ایک خالی برتن ہے اس کو یادِ حق کے سوا کسی اور چیز سے نہ بھرنا)

اے موسیٰ دنیا سے دور رہنا اور ہمیشہ دنیا کو پیچھے رکھنا بلکہ دنیا کو دور پیچھے پھینک دینا، اس لیے کہ دنیا نہ تو تیرا گھر ہے نہ ہی دنیا میں محل قرار ہے (یعنی نہ تو دنیا کے لیے پیدا کیا گیا نہ ہی دنیا تیرے لیے بنائی گئی ہے)، دنیا تو محض اللہ والوں کی گزرگاہ ہے بقدر ضرورت اور بقدر کفاف۔ ہاں خوب آخرت کا توشہ جمع کرلو کہ عبادالرحمٰن دنیا سے ہی زادِ معاد اکٹھا کر لیتے ہیں۔

اے موسیٰ! اپنے آپ کو نامناسب و نامساعد حالت پر جمنے کے لیے ہر مخالف بادِ سموم کا مقابلہ کرنے کے لیے نفس کو تیار رکھو۔ حق تعالیٰ کی جانب سے حلم و دانائی، فہم و فراست، شعورِ وجدانی و ایمانی کا القاء ہوگا۔

اے موسیٰ! اپنے قلب کو شعوری بیداری کے ساتھ تقویٰ کی طرف مائل کرنا کہ وہ علم ذوقی جو بلا دلیل محض القاء ربانی سے ہوتا ہے تجھے حاصل ہو، علم ربانی کی زمین شعوری تقویٰ ہے (شعور کی تین قسمیں ہیں رجحان، وجدان، ادراک) اور خوشی و مسرت کے ساتھ مصائب و آلام پر صبر کرنا اس سے تمام گناہ سے خلاصی ونجات حاصل ہوگی۔

اے موسیٰ! اپنے آپ کو حصولِ علم کے لیے فارغ کرلو اگر علم الٰہی چاہتے ہو۔ اس لیے کہ علم اسی کو حاصل ہوتا ہے جس نے اپنے آپ کو حصولِ علم کے لیے مٹا دیا ہو۔ خبردار! باتیں زیادہ نہ کیا کرو کہ دوسرے تم کو بے وقوف بنا دیں یا بے وقوف سمجھیں۔ اور تو دھوکہ کھا جا۔ اس لیے کہ زیادہ باتیں کرنا علماء کی شان کے مناسب نہیں بلکہ علماء کے وقار کو مجروح کر دیتا ہے اور بے وقوف و کم عقل کے برابر لا کھڑا کر دیتا ہے۔ ہاں تم ضروری اور واضح کلام کرو اور یہ حق جل مجدہ کی توفیق و فضل سے ممکن ہے اور یہی سیدھا سادہ طریقہ و اسلوب ہے جس کو خطاب و کلام

میں اختیار کرنا چاہیے۔ اور خبردار! جاہلوں سے ہمیشہ اعراض کرنا اور ان کے باطل ولغو اور بیہودہ حرکتوں سے بھی۔ اور بے وقوف و کمینہ لوگوں کے مقابلہ میں ہمیشہ حلم و بردباری کو شعار بنانا کہ یہ دانا و بینا حکماء کا وطیرہ کردار رہا ہے اور علماءِ حق اور عرفاء ربانی کے زینت کا تخت و تاج۔

ہاں! اگر کوئی احمق و جاہل تجھے شب وستم کرے، گالیاں دے، بیہودہ قسم کی بات کہے تو تو اس کا جواب حلم و دانائی کے ساتھ سکوت و خاموشی سے دے دینا (تیری یہ خاموشی بزدلی نہیں ہوگی، جہالت نہیں ہوگی بلکہ اعلیٰ ترین عقل و دانائی ہوگی۔ حق آگاہ لوگوں کا شعار نادانوں کو جواب نہ دینا ہے۔ جواب نہ دینا سب سے بڑا جواب ہے۔ جاہلوں و احمقوں کا مقابلہ سکوت کے ذریعہ دور اندیشی سے کام لینا ہے۔ مزاج کی پختگی، محتاط روش و معاملہ پر استقامت کی راہ ہے جس کے ذریعہ علماء حق آگاہ قرب و رضا کی منزلیں طے کر لیتے ہیں۔ اس لیے کہ اس کا جہل و حماقت تجھ کو نقصان نہیں دے سکتا اور جاہل و احمق کا شب وستم مزید وبالِ جہالت کا سبب بنے گا۔ یہ عظیم نصیب بلند رتبہ لوگوں کو میسر آتا ہے۔)

اے ابن عمران! یہ بات بھی خوب ذہن نشین کر لو کہ تم کو جو کچھ بھی علم الٰہی و ربانی عطا ہو رہا ہے وہ خزانۂ علم کا ایک قطرہ بھی نہیں اس لیے کہ بے سوچے سمجھے آگے بڑھنا، اور بے راہ روی اختیار کرنا، بے جا باتوں میں اپنے کو اُلجھانا اپنے آپ کو خطرہ کے منہ میں انجام سے غافل ہو کر ڈالنا ہے اور مصیبت و تکلیف کو بے تکلف دعوت دینا ہے۔

اے ابن عمران! ایسے دروازہ کو نہ کھولنا جس کو بند کرنا تم نہ جانتے ہو اور نہ ہی ایسے دروازہ کو بند کرنا جس کو تم کھولنا نہ جانتے ہو (یعنی زبان سے ایسی بات نہ نکالنا جس سے فتنہ کا وجود ہو اور تم پھر اس فتنے کو دبانے کی، دفع کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہو، اسی طرح جو چیز ہوتی آ رہی ہے اس کو روک ٹوک کے ذریعہ فتنہ نہ کرنا جب تک کہ دلیل شرعی کے ذریعہ اس کا حل تم نہ تلاش لو۔ واللہ اعلم)

اے موسیٰ بن عمران! جو شخص دنیا میں اپنی شہوت رانی سے باز نہیں آتا اور اپنی بے جا خواہش اور حرص کو ختم نہیں کرتا اور اس کی طبیعت دنیا سے متنفر نہیں ہوتی نہ ہی اس کو طلب دنیا سے سیرابی ہوتی ہے تو پھر یہ شخص عابد کیسے بن سکتا ہے۔ اور جو شخص اپنے حال کو نہیں دیکھتا اور مقدرات

ومکتوباتِ الٰہی کی بنیاد پرحق جل مجدہ سے گلے وشکوے کرتا ہے وہ زاہد کیسے ہوسکتا ہے۔
کیا جس شخص پر خواہشاتِ نفسانی کا غلبہ ہوگیا وہ اپنی شہوت رانی سے باز آجاتا ہے۔ اس کوحصولِ علم سے نفع ہورہا ہے جس نے عملی جہل کی دبیز چادر اوڑھ لی ہو۔ اس لیے کہ اس کا سفر رواں دواں ہے آخرت کی طرف اور یہ بدنصیب متوجہ ہے دنیا کی طرف (جارہا ہے حق جل مجدہ کے پاس اور لالچ بھری نگاہ سے دیکھ رہا ہے ملعون دنیا کو۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔)
اے موسیٰ بن عمران! جو بھی علم حاصل کرو عمل کی نیت سے ہو نہ کہ لوگوں سے بحث و مباحثہ اور اپنی فوقیت وتعلّی کے لیے۔ پھر اس علم کا وبال تو تم پر ہوگا اور دوسرے لوگوں کو اس علم سے نورِ بصیرت حاصل ہوگی۔
اے ابن عمران! زہد وتقویٰ کا لباس اختیار کر اور علم و ذکر تیرا کلام ہو۔ حسنات کی کثرت سیئات کو مٹادیتی ہے۔ اور قلب کو خوف وخشیت ربانی سے لبریز رکھ۔ دیکھ! قلب ہمیشہ خوفِ الٰہی سے کانپ رہا ہو اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔
ہاں! ہمیشہ نیکی کے کاموں میں اپنے کو مشغول رکھ ورنہ پھر بدی و برائی میں مشغول ہونا پڑے گا (یعنی ہمہ وقت نیکی وحسنات میں اپنے کو مشغول رکھ ورنہ وقت تم کو بدی و برائی میں مشغول کرلے گا) وقت بہت ہی عظیم سرمایۂ حیات ہے۔ موت سے پہلے جو بھی لمحات مل رہے ہیں حق تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس کو غنیمت جان کر رضا حق کے حصول کے لیے وقت کو معروف و نیکی سے وصول کرلینا عقلمندی و دانائی ہے۔ وَ الْعَصْرِ ! قسم ہے زمانہ کی جس میں نیکی کے ذریعہ نفع حاصل کیا جاتا ہے اور وقت کو ضائع کرکے نقصان کرنا لازم آتا ہے۔ خیر و بھلائی کرکے وقت قیمتی ہوجاتا ہے، محض وقت گزارنا جس کو آج کل ٹائم پاس کرنا کہتے ہیں سخت نقصان و خسارہ ہے۔)
بس میں نے ضروری نصیحت تم کو کردی۔ اگر تو ان کو یاد رکھ سکتا ہے تو یاد رکھ۔ پھر خضر علیہ السلام واپس چلے گئے اور موسیٰ علیہ السلام حزین وغمگین کھڑے روتے رہے۔
(حق جل مجدہ کی باتیں، ص:۳۰۷۷)

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو فرمایا کہ میرے مال میں نظر کرنا کہ جب سے میں امارت میں داخل ہوا ہوں، کیا بڑھ گیا ہے؟ اس کو میرے بعد والے خلیفہ کے پاس بھیج دینا، کیونکہ میں نے اُس مال کو اپنی مشقت سے حلال و درست بنایا تھا۔ وفات کے بعد جب مال کا جائزہ لیا گیا تو ایک حبشی غلام جو ان کے بچوں کو کھلاتا تھا اور پانی کھینچنے والا ایک اونٹ تھا۔ دونوں کو خلیفۂ ثانی عمرؓ کے پاس بھیج دیا گیا۔ خلیفہ ثانی رونے لگے اور فرمایا کہ ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو، وہ اپنے بعد والے کو سخت مشقت میں ڈال گئے۔

ایک روایت میں امّ المومنین رضی اللہ عنہا سے یوں ہے کہ:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیت المال سے ایک اونٹنی اور صیقل (قلعی) کرنے والے غلام کے سوا جو مسلمانوں کی تلوار پر صیقل کیا کرتا تھا، کچھ نہیں جانتا۔ جب میں وفات پا جاؤں تو اسے عمر رضی اللہ عنہ کو دیدینا۔

محمد سے روایت ہے کہ وفات کے وقت فرمایا کہ فلاں باغ بیچ کر بیت المال کا قرض جو چھ ہزار درہم ہے، ادا کر دینا اور جو بچے اس کو عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوا دینا۔ (حالانکہ یہ چھ ہزار درہم آپ پر قرض نہ تھا بلکہ حضرت عمرؓ کے اصرار پر بیت المال سے روزانہ کے صرفہ کے لیے لے لیا کرتے تھے۔ جو مجموعی طور پر چھ ہزار کی مقدار کو پہنچ گیا تھا پورے زمانۂ خلافت میں) جب حضرت عمرؓ کو یہ مال دیا گیا تو فرمایا کہ ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو، انھوں نے چاہا کہ اپنے بعد کسی کو گفتگو کا موقع نہ دیں۔

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا: اے عائشہ! میرے پاس مال میں سے سوائے اونٹنی اور پیالہ کے کچھ نہیں۔ جب میں مَروں تو اِن دونوں کو عمرؓ کے پاس لے جانا۔ جب دونوں چیزیں

عمرؓ کے پاس پہنچائی گئیں تو فرمایا: ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو کہ اپنے بعد والے کو مشقت میں ڈال گئے۔

حضرت ابوبکرؓ کی سلمانؓ کو وصیت

حضرت سلمانؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی علالت میں ان کے پاس گیا اور عرض کیا کہ مجھ کو کچھ وصیت کیجیے۔ فرمایا: اے سلمان! عنقریب وہ فتوحات ہوں گی جنھیں میں نہیں جانتا اس میں سے تمہارا حصہ وہ ہوگا جو تم نے اپنے پیٹ میں کھالیا اور اپنی پیٹھ پر پہن لیا۔ خوب سمجھ لو کہ جو شخص پانچوں نمازیں پڑھتا ہے وہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک حق جل مجدہ کے ذمہ پر صبح و شام کرتا ہے۔ تم ہرگز کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرنا جو اللہ کے ذمہ والوں میں سے ہو، کیونکہ اللہ تم سے اپنے ذمہ کا مطالبہ کرے گا اور جس سے حق جل مجدہ اپنے ذمہ کا مطالبہ کرے گا اس کو منہ کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔

وصیت بسلسلۂ غلہ یا کھجور

امّ المومنین فرماتی ہیں کہ جب والد محترم کے انتقال کا وقت قریب آیا تو فرمایا: بیٹی! اپنے بعد خوشحالی اور بے فکری میں اپنے اہل میں تم سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔ نہ تم سے زیادہ کسی کا محتاج و تنگدست ہونا گراں ہے۔ میں نے تم کو العالیہ کی زمین کا بیس وسق غلہ یا غابہ کی بیس وسق کھجوریں ہبہ کی تھیں۔ اگر تم نے ان پر قبضہ کرلیا ہے تو خیر ورنہ میری موت کے بعد وہ وارث کا ہی مشترکہ مال ہے۔ تمہارے دو بھائی اور دو بہن ہیں؛ ایک اسماء اور دوسری بنت خارجہ کے پیٹ میں رہنے والی۔ میرے قلب میں ڈالا گیا ہے کہ وہ لڑکی ہے۔ میں ان کے لیے خیر کی وصیت کرتا ہوں (چنانچہ ام کلثوم پیدا ہوئیں۔) اس کو از روئے قرآن اُن سب میں تقسیم کردینا۔ (ابن سعد ج:۳،ص:۳۷)

وصیتِ کفن

انتقال سے کچھ قبل آپؓ نے فرمایا: یہ دو چادریں جو میرے استعمال میں ہیں جب میں

وفات پا جاؤں تو ان کو دھو ڈالنا اور مجھے انہی چادروں میں کفن دینا۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ابّا جان! حق جل مجدہ نے دیا ہے اور احسان کیا (یعنی نئی چادریں دینے کی ہے) ہم آپ کو نئے کپڑے کا کفن دیں گے۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ: نئے کپڑے کا زندہ آدمی بہ نسبت مُردے کے زیادہ مستحق و حاجت مند ہے جو اپنی جان کی حفاظت کرتا ہے اور ستر کو ڈھانکتا ہے۔

(ابن سعد، ج:۳، ص: ۴۰)

وصیت بسلسلۂ غسل

ابوبکرؓ نے اپنی اہلیہ اسماء بنت عمیسؓ کو وصیت کی کہ جب میں وفات پا جاؤں تو تم مجھے غسل دینا اور غسل سے پہلے افطار کر لینا تب غسل دینا کیونکہ تمہارے لیے زیادہ قوت کا باعث ہوگا ورنہ نہلانے میں ضعف محسوس ہوگا۔ اور آپؓ نے افطار کر کے نہلانے کی قسم دیدی تھی۔ نیز اگر تنہا غسل نہ دے سکیں تو عبدالرحمٰن جو آپ کے فرزند ہیں اُن سے مدد لیں۔

(ابن سعد، ج:۳، ص: ۴۵)

وصیت کی آخری تحریر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو ابوبکر بن ابی قحافہ نے اپنے دنیا کے آخری لمحے میں (اس سے نکلتے وقت) اور آخرت کی ابتدائی ساعت میں اس میں داخل ہوتے وقت اور آخرت وہ جگہ ہے جہاں کافر بھی ایمان لے آتا ہے، منکر بھی یقین کر لیتا ہے اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے، وصیت کیا۔ میں نے اپنے بعد تم پر عمر بن الخطّابؓ کو خلیفہ بنا دیا لہٰذا ان کی بات سننا اور ان کی اطاعت کرنا۔ میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ، اُس کے دین، اپنے نفس اور تم لوگوں کی خیر خواہی میں کوتاہی نہیں کی۔ عمرؓ اگر عدل کریں تو ان کے بارے میں میرا گمان یہی ہے۔ اگر وہ عدل کو بدل دیں تو ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے کی سزا ملے گی۔ مَیں نے تو خیر خواہی کا ارادہ کیا ہے۔ میں غیب کی بات نہیں جانتا۔ ظلم کرنے والے کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ موت کے وقت زبان پر یہ الفاظ جاری تھے:

﴿رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِماً وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ﴾

(ماہنامہ الشفاء، لاہور۔ دسمبر ۱۹۸۶ء)

خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب علیل ہوئے تو اہلِ مدینہ، اہلِ شام، اہلِ عراق عیادت کے لیے آئے تو آپ نے سب سے پہلی وصیت یہ کی کہ:

میں تمھیں کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ تم لوگ جب تک اس کی پیروی کروگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔

میں تمھیں مہاجرین کی قدردانی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ مہاجرین جو ہیں اتنے ہی رہیں گے اور یہ بھی روز بروز اُٹھتے چلے جائیں گے۔ ان کے حقوق کی حفاظت کی جائے اور ان کا احترام ملحوظ رہے۔

میں تمھیں انصار کی قدردانی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ اسلام کی وہ گھاٹی ہے جس کی طرف مسلمان اور دارالاسلام نے پناہ لی ہے۔ اُن کی اچھائی کو قبول کیا جائے اور برائی سے درگزر۔

میں تمھیں اعراب کے متعلق بھی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ تمہاری اہل ہیں۔ تمہارے بھائی اور تمہارے دشمن کے دشمن ہیں۔

میں تمھیں اہلِ ذمہ (غیر مسلم رعایا) کے متعلق بھی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے نبیؐ کی ذمہ داری میں ہیں اور تمہارے اہل وعیال کا رزق ہیں۔ (ابن سعد، ج:۳، ص:۱۱۹)

وصیت بسلسلۂ ادائیگیٔ قرض

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کا یقین ہوگیا کہ یہ زخم حق جل مجدہ کی خلد بریں کا زینۂ اوّل ہے تو اپنے صاحبزادے عبداللہ کو طلب فرمایا اور معلوم کیا کہ مجھ پر کتنا قرض ہے۔ عرض کیا گیا کہ چھیاسی (۸۶) ہزار درہم۔ فرمایا: اے عبداللہ! اگر آلِ عمر کا مال اس کے لیے کافی ہو تو اُن کے مال سے ادا کرنا۔ اگر پورا نہ ہوسکے تو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر وہ بھی کافی نہ ہو تو قریش سے مانگنا۔ اور اُن کے علاوہ کسی اور سے نہ کہنا۔ (ابن سعد، ج:۳، ص:۲۲۱)

وصیت طلبِ اجازتِ دفن

پھرؓ آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ! امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور کہنا کہ عمر آپ کو سلام عرض کرتا ہے (امیر المؤمنین نہ کہنا بلکہ عمر ہی کہنا) اور چاہتا ہے کہ وہ اپنے دونوں صاحبوں کے پاس دفن ہو...... امّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ واللہ! وہ جگہ میں نے اپنی قبر کے لیے مخصوص کی تھی مگر آج میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔

جب اجازتِ دفن روضۂ رسول میں آپ کو مل گئی اور خوشخبری سنائی گئی تو فرمایا: اے عبد اللہ ابن عمر! دیکھو جب میں وفات پا جاؤں تو مجھے میرے تابوت پر اُٹھانا۔ اور دروازہ پر کھڑا کرنا۔ دوبارہ امّ المؤمنین سے اجازت مانگنا۔ اگر میرے لحاظ میں اجازت دی گئی ہو اور اس وقت نہ دیں تو مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ (ابن سعد، ج:۳،ص:۱۱۱)

اپنے صاحبزادے عبد اللہؓ کو وصیت

عبد اللہ کو وصیت فرمائی کہ: پیارے بیٹے! ایمان کی خصلتوں کو لازم پکڑنا۔ وہ یہ ہیں؛ گرمی کی شدت میں روزے رکھنا، تلوار سے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنا، مصیبت پر صبر کرنا، سردیوں میں اچھی طرح وضو کرنا، ابر کے دن نماز میں جلدی کرنا، شراب کو کبھی ہاتھ نہ لگانا۔

(ابن سعد، ج:۳،ص:۱۴۲)

وصیت بسلسلۂ دفن وکفن

میری نماز جنازہ صہیب بن سنانؓ پڑھائیں اور جب تک خلیفہ کا تعین نہ ہو جائے اس وقت تک امر خلافت انہی کے ذمہ ہوگی۔ (سیر الصحابہ، ج:۲،ص:۲۷۲)

انتقال سے تھوڑا پہلے اپنے بیٹے عبد اللہؓ سے ارشاد فرمایا: جب میری وفات ہو تو مجھے جھکا کے اپنے دونوں گھٹنے میری پشت میں لگا دینا۔ اپنا داہنا ہاتھ میری پیشانی پر اور بایاں ٹھڈی پر رکھنا۔ روح قبض کر لی جائے تو میری آنکھیں بند کر دینا۔ کفن میں بیجا صَرف نہ کرنا بلکہ اوسط درجے کا دینا۔ اگر اللہ کے پاس میرے لیے خیر اور بہتری ہوگی تو وہ خود مجھے اس سے اچھا لباس

بدل دے گا اور از خود نفیس لباس مل جائے گا۔

اور اگر میں اس کے سوا یعنی بہتر نہیں ہوں تو وہ مجھ سے چھین لے گا اور چھیننے میں جلدی کرے گا اس لیے اچھا کفن ہر حال میں بے فائدہ ہے۔

دیکھو! قبر بھی میرے لیے لمبی چوڑی نہ کرنا نہ کھدوانا، بلکہ معمولی ہو۔ اگر میں حق جل مجدہ کے پاس مستحق رحمت ہوں تو حد نگاہ تک وسیع کردے گا۔ اور اگر میں مستحق رحمت ایزدی نہیں ہوں تو وہ قبر کو مجھ پر اتنا تنگ کردے گا کہ میری پسلیاں اِدھر سے اُدھر ہوجائیں گی۔ اور تمہارا وسیع قبر بنانا میرے عذاب کی سختی و تنگی کو دور نہیں کرسکتا۔

پھر فرمایا: میرے جنازہ کے ساتھ ہرگز کوئی عورت نہ چلے۔ نہ ایسی تعریف کرنا جو مجھ میں نہ ہو یعنی مصنوعی تعریف یا ایسی خوبی جو مجھ میں نہ ہومت بیان کرنا کیونکہ اللہ مجھ کو تم سے زیادہ جانتا ہے۔

اگر میں مستحق رحمت ہوں تو مجھے رحمتِ الٰہی تک پہنچانے میں جلدی کرنا کیونکہ یہ میرے حال کے زیادہ مناسب ہے یعنی مجھ کو جلد دفن کرنا۔

اور اگر مستحقِ عذاب ہوں تو ایک برے آدمی کا بوجھ جس قدر جلد سے جلد اپنے کندھوں سے اُتار پھینکا جائے تمہارے حال کے زیادہ بہتر ہے۔

آپؓ کا سر عبداللہ کی آغوش میں تھا، فرمایا کہ: میرا رُخسار زمین پر رکھ دو۔ عبداللہ نے عرض کیا: آپ کو کیا اس سے کہ آغوش میں ہو یا زمین پر...... فرمایا: زمین پر رکھ دو۔ پھر دو یا تین مرتبہ فرمایا کہ اگر اللہ نے میری مغفرت نہ کی تو میری اور میری ماں کی خرابی ہے (یعنی میری ماں کاش مجھے پیدا نہ کرتی۔) یہ آخری کلمات تھے جو ان کی زبان سے نکلے۔ یہاں تک کہ ان کی روح پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وصیت بسلسلۂ غلام

وفات سے قبل آپؓ نے یہ بھی وصیت کی کہ امارت کے غلاموں میں سے جو نماز پڑھتا ہے وہ آزاد کردیا جائے۔ اگر میرے بعد والی امارت یہ چاہے کہ دو سال تک خدمت لے تو یہ اس کا حق ہے۔

آپؓ نے یہ بھی وصیت کی کہ اُن کے جنازہ کے ساتھ آگ نہ لی جائے نہ کوئی عورت ہو نہ ہی مشک کی خوشبو لگائی جائے۔

حضرت عمرؓ کا ابوعبیدہ بن جراح کو وصیت فرمانا جبکہ انھیں خالدؓ کے لشکر کا امیر بنایا تھا:

مَیں تم کو اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو باقی رہے گا اور اس کے ماسوا ہر چیز فنا ہوجائے گی، جس نے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت دی اور تاریکیوں سے نکال کر نور و ہدایت پر لگایا۔ میں نے تم کو خالد بن ولیدؓ کے لشکر پر امیر مقرر کیا، تم لشکر کی اُن باتوں کی نگہداشت کرو جن کا کہ تم پر حق ہے۔ مالِ غنیمت کی اُمید پر مسلمانوں کو ہلاکی کی طرف مت لے جاؤ اور مسلمانوں کو کسی ایسے مقام پر مت اُتارو جس کو پہلے سے چل پھر کر تلاش نہ کرایا ہو اور تم یہ جان لو کہ وہاں پہنچنے کی سمت کیا ہے۔

اور کسی سریہ کو مت بھیجنا مگر لوگوں کی جماعتِ کثیرہ کے ساتھ اور تم اس بات سے بچنا کہ مسلمانوں کو ہلاکی میں مبتلا کرو۔ بیشک اللہ پاک نے مجھے تمہارے ساتھ اور تمھیں میرے ساتھ آزمایا ہے۔ اپنی آنکھوں کو دنیا سے بند کرلو اور اپنے دل کو دنیا سے ہٹالو۔ اور ہوشیار رہو کہ دنیا تمھیں تباہ کردے جس طرح دنیا نے ان لوگوں کو تباہ کردیا جو تم سے پہلے تھے۔تم نے ان کے پچھاڑے جانے کی جگہوں کو دیکھ لیا ہے۔ (ابن جریر، ج:۴۔ص:۵۴، بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲،ص:۱۳۳)

حضرت عمرؓ کا حضرت سعد بن وہیبؓ کو وصیت فرمانا، جب ان کو عراق کی لڑائی کا امیر بنایا گیا: اے سعد! سعد بن وہیب، تم کو اللہ پاک کی جانب سے یہ بات دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ تم کو رسول اللہ ﷺ کا ماموں اور صحابیٔ رسول کہا جاتا ہے۔

بیشک اللہ پاک برائی کو برائی کے ذریعہ نہیں مٹاتا لیکن اللہ تعالیٰ نیکیوں کے ذریعہ برائیوں کو دفع کرتا ہے۔ بیشک اللہ پاک کے اور کسی کے درمیان کوئی نسبی تعلق نہیں۔ اگر تعلق ہے تو اس کی اطاعت کرنے کا۔لوگوں کا شریف و غیر شریف ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر ہے۔ اللہ پاک ان سب کا رب ہے اور سب اُس کے بندے ہیں۔

ایک دوسرے پر فضیلت، عاقبت کی وجہ سے رکھ سکتے ہیں اور ان مراتب کو جو اللہ کے پاس ہیں اللہ کی فرمانبرداری کے ذریعہ حاصل کرسکتے ہیں۔

اس امر کا دھیان رکھنا کہ نبی اکرم ﷺ جس پر جمے رہے، جب سے کہ آپؐ بھیجے گئے اور یہاں تک کہ آپؐ ہم لوگوں کو چھوڑ گئے، اس امر کو لازم پکڑنا۔ وہی امر امر ہے...... یہی میری نصیحت ہے۔ اپنے آپ کو اس کے چھوڑنے سے بچاؤ۔ اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا اور اس سے بے رغبتی برتی تو تمھارا عمل ضائع ہوجائے گا اور تم ان لوگوں میں سے ہوجاؤ گے جو خسارے میں مبتلا ہیں۔ (ابن جریر، ج:۴،ص:۱۸۴ بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲،ص:۱۳۴)

اور جب انھیں روانہ فرمانے لگے تو انھیں بلا کر پھر وصیت کی:

مَیں نے تمھیں عراق کی لڑائی کے لیے امیر بنایا ہے۔ تم میری نصیحت کو یاد رکھو۔ تم ایک ایسے کام کیلئے جارہے ہو جو نہایت سخت اور ناگوار ہے۔ اس سے حق کے سوا اور کوئی چیز نجات دینے والی نہیں ہے۔ تم اپنے آپ کو اور جو لوگ تمہارے ساتھ ہیں، نیکی کرنے کا عادی بنالو اور اسی کے ذریعہ کامیابی حاصل کرو۔ اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر عادت کیلئے ایک تیاری ہے۔ بھلائی کی تیاری صبر ہے لہٰذا تم صبر کرنا اور صبر ہی سے کام لینا۔ ان مصائب پر جو تم کو پہنچے اور پیش آئے۔ تمہارے لیے اللہ کا خوف حاصل ہوجائے گا اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ خوفِ الٰہی دو باتوں میں جمع ہوتا ہے؛ ایک یہ کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اور دوسرے یہ کہ اس کے معاصی سے بچا جائے۔ اللہ کی اطاعت وہی کرسکتا ہے جو دنیا سے بغض رکھے اور آخرت کو محبوب۔ اور اللہ کی نافرمانیاں اسی شخص سے صادر ہوں گی جو دنیا سے محبت کرے اور آخرت سے بغض۔

اور دلوں کے لیے کچھ حقائق ہیں جن کو اللہ پاک پیدا فرماتا ہے، بعض اُن حقائق میں سے چھپے ہوئے ہیں اور بعض اُن حقائق میں سے ظاہر ہیں۔ ظاہر یہ ہیں کہ اس کی تعریف اور اس کی مذمت کرنے والا، حق میں اس کے نزدیک برابر ہیں (یعنی دونوں کے ساتھ سلوک مساوی کرے۔) اور چھپا ہوا اس طرح پہچانا جاتا ہے کہ ایسے شخص کے دل و زبان سے حکمتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ اور لوگ اس شخص سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس محبت سے تم لا پرواہی نہ برتنا، اس لیے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کی محبت کا لوگوں سے سوال کیا گیا ہے۔ اور بیشک اللہ پاک جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو محبوب بنالیتا ہے اور جب کسی سے بغض رکھتا ہے تو اس کو مبغوض بنالیتا ہے۔ تم اپنے مرتبہ کا اعتبار اس سے کرنا کہ تمہارا مرتبہ اُن لوگوں

کے نزدیک کیا ہے۔ جو تمہارے ساتھ تمہارے اس کام میں جارہے ہیں۔

(ابن جریر، ج:۴،ص:۱۸۴ بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲،ص:۱۳۵)

حضرت عمرؓ کا عتبہؓ بن غزوان کو وصیت فرمانا جبکہ انھیں بصرہ کی طرف روانہ فرمایا:

اے عتبہ! میں تم کو سرزمین ہند پر جو بڑا حصہ دشمنوں کے بڑے حصوں میں سے ہے، امیر بنا کر بھیج رہا ہوں، مجھے اُمید ہے کہ اللہ پاک اس کے ماحول سے تمہاری کفایت فرمائے گا اور تمہاری اُن اطراف کے مقابلے میں مدد فرمائے گا۔

مَیں نے علاءؓ بن حضرمی کی طرف لکھ دیا ہے کہ تمہارے لیے مدد میں عرفجہ بن ہرثمہ کو بھیج دیں۔ یہ عرفجہ دشمنوں سے بہت جہاد کرنے والے اور اُن کے ساتھ تدبیر جنگ میں ماہر ہیں۔ جب یہ تمہارے پاس آجائیں تو ان سے مشورہ کرنا اور ان کو اپنے سے نزدیک کرنا۔ اہلِ ہند کو اللہ کی طرف دعوت دینا۔ جس نے تمہاری بات مان لی اس سے اسلام کو قبول کرلینا اور جس نے انکار کردیا اس پر جزیہ لگانا۔ جس کو وہ ذلیل اور صغیر ہوکر ادا کریں گے اور اگر ان دونوں باتوں کو منظور نہ کریں تو تلوار پکڑ لینا۔ اور نرمی نہ برتنا۔ اور جس چیز کے تم اَمیر ہوئے ہو اس میں اللہ پاک سے ڈرنا اور اپنے آپ کو اس چیز سے بچانا کہ تمہارے اندر کسی قسم کا کبر پیدا ہو۔ یہ کبر تمہاری آخرت کو خراب کردے گا۔ تم حضور ﷺ کے ساتھ رہے، تمہیں ذلت کے بعد آپؐ کی وجہ سے عزت ملی اور کمزوری کے بعد آپؐ کی وجہ سے قوت ملی، یہاں تک کہ تم امیر مقرر کیے گئے۔ اور ایسے سردار کہ جس کی اطاعت کی گئی۔ تم کہو گے تمہاری سنی جائے گی، تم حکم دوگے تمہاری اطاعت کی جائے گی۔ یہ کیا ہی اچھی بڑی نعمت ہے۔ بشرطیکہ تم نے اپنے آپ کو اپنے مرتبہ سے اونچا نہ جانا۔ اور اپنے غیر پر اپنی بڑائی نہ جتائی۔ نعمت سے اس طرح بچنا جس طرح معصیت سے بچا جاتا ہے۔ البتہ نعمت میرے نزدیک تمھارے لیے معصیت سے زیادہ خطرناک ہے۔ اس لیے کہ یہ تم کو آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچے گی اور تم کو دھوکہ دے گی اور پھر تم ایسا کروگے کہ اس نعمت کی بدولت جہنم میں جارہے ہوگے۔

میں تمھیں اور اپنے آپ کو اس بات سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں کہ لوگ اللہ کی طرف دوڑیں جب ان کے لیے دنیا بلند کی گئی تو ان لوگوں نے دنیا کا ارادہ کرلیا۔ پس تم اللہ کا ارادہ

کرنا اور دنیا کا ارادہ نہ کرنا اور اپنے آپ کو ظالم لوگوں کے پچھاڑے جانے کی جگہ (جہنم) سے بچانا۔ (البدایہ، ج:۷،ص:۴۸ بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲،ص:۱۳۶)

حضرت عمر کا علاءؓ بن حضرمی کو وصیت فرمانا، جب وہ بحرین میں تھے:

عتبہ بن غزوان کی طرف جاؤ، میں نے تمھیں ان کے عمل کا والی بنادیا ہے اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم ایک ایسے آدمی پر حاکم بنائے جارہے ہو جو اُن مہاجرین اوّلین میں سے ہیں کہ ان کے لیے اللہ کی جانب سے نیکیوں نے سبقت کی ہے۔ میں نے انھیں اس لیے معزول نہیں کیا کہ وہ پاک دامن، نیک کردار اور سخت حملہ آور نہیں تھے لیکن میں نے یہ گمان کیا کہ ان اطراف میں بہ نسبت ان کے تم زیادہ مسلمانوں کی ضروریات پوری کرسکتے ہو۔ لہٰذا تم ان کے حقوق سے چشم پوشی نہ کرنا۔ اور میں نے تم سے قبل ایک اور آدمی کو امیر بنایا تھا لیکن وہ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی وفات پاگئے۔ اگر اللہ پاک نے تمہاری امارت کا ارادہ فرمایا ہے تو تم امیر ہوگے اور اگر اس کا یہ ارادہ ہے کہ عتبہ ہی امیر رہیں پس تمام مخلوق اور حکومت اللہ رب العالمین کے لیے ہے اور تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کا حکم محفوظ ہے جس نے اس امر کو اُتارا ہے وہ اپنے امر کی حفاظت کررہا ہے۔ تم اس کام کو دیکھو جس کے لیے تمھیں پیدا کیا گیا ہے۔ اسی کے لیے مشقت اُٹھاؤ اور اس کے ماسوا کو چھوڑ دو اس لیے کہ دنیا ایک مدت کے لیے ہے اور آخرت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

تم کو کوئی ایسی چیز جس کی بھلائی زائل ہونے والی ہے (یعنی دنیا) اپنے میں اس چیز سے روک کر ایسا نہ مشغول کرے جس سے کہ شر باقی رہنے والی ہے (یعنی عذابِ آخرت سے غافل نہ کردے)، اللہ کی رضامندی کی طرف اس کی ناراضگی سے بھاگ کر آؤ۔ بیشک اللہ تعالیٰ جس کسی کے لیے چاہتا ہے فضیلت کو اس آدمی کے حکم اور اس کے علم میں جمع کردیتا ہے۔ ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے اس کی فرمانبرداری بجالانے پر اور اس کے عذاب سے نجات پانے کے لیے مدد طلب کرتے ہیں۔ (ابن سعد، ج:۴،ص:۷۸ بحوالہ حیات الصحابہؓ ج:۲،ص:۱۳۷)

حضرت عمرؓ کا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو وصیت فرمانا:

اما بعد! بیشک لوگوں کو اپنے بادشاہ سے نفرت ہوتی ہے۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ

مجھے اور تمھیں اس سے واسطہ پڑے۔ لہٰذا تم حدود کو قائم کرو اگر چہ دن میں تھوڑی ہی دیر کے لیے ہو اور جب تمہارے سامنے دو کام آئیں، ایک ان میں سے اللہ کے لیے ہو اور دوسرا دنیا کے لیے تو اس کام کو ترجیح دینا جو اللہ کے لیے ہو اس لیے کہ دنیا فنا ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی۔ فسّاق میں ڈر بٹھادو اور ان کو ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کا کر دو (یعنی رہزنوں کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دو) مسلمانوں کے مریضوں کی عیادت کرتے رہنا۔ ان کے جنازوں پر حاضر رہنا۔ اپنے دروازوں کو کھلا رکھنا۔ مسلمانوں کے کام کو بہ نفسِ نفیس انجام دینا۔ آخر تم بھی تو انھیں میں کے ایک انسان ہو لیکن اللہ پاک نے تم پر ان سے زیادہ بوجھ لادا ہے۔

اور مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم نے اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے لباس میں ایک خاص ہیئت ایجاد کی ہے۔ اور تمہارا کھانا اور تمہاری سواری جس طرح کی ہے مسلمانوں کے لیے ویسی نہیں۔ اے اللہ کے بندے! تم اپنے آپ کو اس بات سے بچاؤ کہ اس مویشی کی طرح نہ ہو جاؤ جس کا گزر سرسبز و شاداب جنگل پر ہوا اور اس مویشی نے سوائے موٹے ہونے کے اور کچھ ارادہ نہ کیا حالانکہ اس کی موت اس کا موٹا ہونے میں ہے (مالک اس کو فربہ دیکھ کر ذبح کر دے گا) اور تمھیں واضح ہونا چاہیے کہ عامل جب کج روش ہوتا ہے تو اس کی رعایا کج روش ہوتی ہے اور لوگوں میں وہ شخص زیادہ بدنصیب ہے جس کی وجہ سے اس کی رعایا بدنصیبی میں پڑی ہو۔ (کنز، ج:۳، ص:۱۴۹ و ج:۸، ص:۲۰۹ بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲، ص:۱۳۸)

ایک دوسرے موقع پر یہ وصیت لکھ کر بھیجی گئی:

اما بعد! عمل میں قوت اس بات سے پیدا ہوتی ہے کہ آج کا کام کل پر نہ ڈال۔ جب تم کاموں کو ٹالنے لگو گے تو بہت سے کام جمع ہو جائیں گے۔ پھر تم یہ نہ جان سکو گے کہ کون سے کام کو پہلے کرو۔ لہٰذا ضائع کر دو گے اور اگر تمھیں دو کاموں میں اختیار دیا جائے ایک ان میں سے دنیا کے لیے ہو اور دوسرا آخرت کے لیے تو آخرت کے کام کو دنیا کے کام پر ترجیح دو۔ اس لیے کہ دنیا فنا ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اللہ کی کتاب کو سیکھو۔ وہ علوم کے لیے چشم اور دلوں کے لیے بمنزلہ موسم بہار ہے۔

(کنز، ج:۸، ص:۲۰۸ بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲، ص:۱۳۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جامع ترین وصیت

آپؓ نے فرمایا: لایعنی بیکار باتوں کی طرف توجہ نہ کرو۔ اپنے دشمنوں سے ہمیشہ الگ رہو۔ امانت دار دوستوں کا خیال رکھو کیونکہ امین دوست کے برابر کچھ نہیں۔ فاجر لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست اختیار نہ کرو کہ وہ تم کو برائی کی تعلیم دیں گے اور برائی کی طرف مائل کریں گے اور ایسے لوگوں کو اپنا راز ہرگز مت دو اور اللہ سے ڈرنے والے لوگوں سے اپنے معاملہ کا مشورہ کرلیا کرو۔

حق جل مجدہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو برائی پر عمل نہ کرکے باطل کو مٹا دیتے ہیں۔ حق کو اس کے ذکر سے زندہ کرتے ہیں۔ وہ ہر حال میں آخرت کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور دنیا سے بیزار۔ حق جل مجدہ سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے فکرمند۔ جس چیز کو ابھی دیکھا نہیں اس کو یقین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں (یعنی عالم آخرت کی ہر دو حالت) اخلاص وخوف کے ساتھ تمام فانی اور منقطع ہونے والی چیزوں کو باقی اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی کے بدلے قربان کردیتے ہیں۔ زندگی ایسے خوش نصیب کے لیے نعمت ہے اور موت باعث عزت وکرامت۔ ان کی شادی بڑی بڑی آنکھوں والی حور سے ہوگی اور ابدالآباد رہنے والے خدام ملیں گے۔ (حلیہ، ج:۱،ص:۵۵)

وصیت بسلسلہ امرِ خلافت

اس آدمی کو جو میرے بعد والی ہوگا معلوم ہونا چاہیے کہ اس سے خلافت کو قریب و بعید سبھی لینے کا ارادہ کریں گے۔ میں لوگوں سے اپنے لیے خلافت باقی رکھنے میں لڑتا رہوں گا اور اگر میں جان لیتا کہ لوگوں میں سے کوئی اس کام کے لیے زیادہ قوی ہے تو میں اس کو آگے بڑھاتا تاکہ وہ میری گردن ماردیتا یہ مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اس کا والی ہوتا۔

(ابن سعد، ج:۳،ص:۱۹۷۔ کنز، ج:۳،ص:۱۴۷ بحوالہ حیاۃ الصحابہ ج:۲،ص:۱۲۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زرّیں نصیحتیں

جس شخص نے تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے (یعنی تمہارے اوپر ظلم کیا ہے) اس کی سزا اس سے بہتر نہیں ہوسکتی کہ اس کے بارے میں تم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو (یعنی درگذر کرو اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرو)۔

اپنے بھائی کے ہر معاملے کو بہتر صورت پر محمول کرو، یہاں تک کہ کوئی ایسی بات پیش آجائے جس کی تاویل نہ ہوسکے۔

مسلمان کی ہر بات کو خیر و بھلائی پر محمول کرو اور اس کے متعلق حتی الامکان بدگمانی نہ کرو۔

تہمت کے موقعہ پر اپنے کو پیش کرنے سے بچو، جو شخص تہمت کے موقعہ پر خود کو پیش کرنے سے پرہیز نہیں کرتا تو بدگمانی کرنے والوں سے زیادہ وہ خود ملامت کا مستحق ہے۔

جو شخص کسی راز کو چھپائے ہوئے ہے، اختیار اس کے قبضہ میں ہے۔ بات کہہ دینے کے بعد پوشیدہ رکھنے کی فرمائش بے کار ہے۔

سچے آدمیوں کی صحبت اختیار کرو، ان کی حمایت کے سایہ میں اطمینان کی زندگی بسر ہوگی۔

سچائی کو بہر صورت اختیار کرو، اگرچہ وہ تمھیں قتل ہی کردے۔

بے کار باتوں میں دخل مت دو۔

اپنی ضرورت کی درخواست اس سے مت کرو جو اس میں تمہاری کامیابی کو پسند نہیں کرتا۔

جھوٹی قسم کھا کر ذلیل مت بنو، اللہ تمھیں جھوٹی قسم کی سزا میں ہلاک کردے گا۔

برے لوگوں کی صحبت اختیار نہ کرو، تم بھی ان کی برائی سیکھ جاؤ گے۔

اپنے دشمن سے علیحدہ رہو، دوست سے احتیاط برتو مگر جبکہ وہ امانت دار ہو، اور امانت دار صحیح معنوں میں وہی ہوسکتا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔

قبروں کے پاس خشوع و خضوع سے کام لو۔

اپنے معاملے میں اُن سے مشورہ کرو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

(چراغ راہ، ص: ۳۳۲)

اُس وقت بھی نصیحت فرماتے رہے

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جاں کنی کے عالم میں بستر پر لیٹے ہوئے ہیں، نبض کی رفتار سست ہوچکی ہے، خون بکثرت بہہ جانے سے جسم لاغر ہوگیا ہے، آنکھیں ویران ہیں، ہونٹ خشک ہیں، اسی اثناء میں پلنگ کے قریب سے ایک نوجوان گذرتا ہے، پاؤں کی چاپ سن کر غیرارادی طور پر آپ کی نگاہیں اس کی طرف اُٹھ گئیں۔نوجوان کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا تھا، آپ نے اس کو اشارہ سے روکا اور نحیف آواز میں فرمایا:

''بیٹے! پاجامہ ٹخنوں سے اوپر باندھا کرو۔اس میں بیک وقت تم کو دو فائدے ہوں گے؛ ایک دنیوی فائدہ اور دوسرا اُخروی۔ دنیوی فائدہ تو یہ ہوگا کہ تمہارا پاجامہ جلد گندہ نہیں ہوگا اور اخروی فائدہ یہ ہوگا کہ میدانِ حشر میں ربّ العزت کی نگاہِ کرم سے محروم نہ ہوگے''۔

قدرے توقف کے بعد آپ نے پھر فرمایا:

''اور پاجامہ ٹخنوں کے نیچے باندھنے میں اس کے برعکس ہوگا، یعنی یہ کہ پاجامہ وقت سے پہلے گندہ ہوجائے گا اور میدانِ حشر میں ربّ العزت کی نگاہِ کرم سے محروم رہوگے''۔

اس واقعہ سے پاجامہ یا ازار کا ٹخنوں سے نیچے باندھنے کی مذمت تو ہوتی ہے اس کے ساتھ اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دینؒ شریعت کی پابندی اور اس کے احکام کی حفاظت میں کس قدر ''چوکس'' تھے۔غور کیجیے! حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جاں کنی کے عالم میں ہیں اور آنکھیں ویران ہیں مگر خلافِ شریعت ایک چیز سامنے آئی تو گویا ان کے جسم کے ایک ایک حصے سے طاقت نچڑ کر آنکھ اور زبان میں آ گئی۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنکھ نے اس برائی کو صاف دیکھا اور یہ برائی کانٹا بن کر کھٹکنے لگی۔ اور زبان گویا ہوئی تو پوری ہمدردی اور خیرخواہی کے ساتھ موعظت ونصیحت کے موتی بکھیر دیے۔

بحیثیتِ مسلمان ہمیں اور آپ کو اس واقعہ کی روشنی میں جائزہ لینا چاہیے۔

(چراغ راہ، ص:۳۳۳)

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خزانہ کی تلاشی کے دوران ایک بند صندوق برآمد ہوا جس میں یہ وصیت لکھی ہوئی تھی:

یہ عثمان کی وصیت ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عثمان بن عفّان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ سوائے اللہ واحد کے کوئی عبادت کے قابل نہیں جس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور بیشک اللہ پاک اُن مُردوں کو جو قبروں میں مدفون ہیں، ایسے دن میں اُٹھائے گا جس کی آمد میں کوئی شک نہیں، بیشک اللہ پاک وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اسی پر عثمان زندہ رہا اور اسی پر وفات پائے گا اور اسی عقیدہ پر انشائاللہ اس کی بعثت ہوگی۔

بعض روایات میں ہے کہ اس وصیت کی پشت پر عربی کے تین اشعار بھی تھے جن کا ترجمہ ذیل میں درج ہے:

(۱) نفس کا غنا نفس کو ہر طرح بے پروائی بخشتا ہے یہاں تک کہ اس نفس کو بہت بزرگ کر دیتا ہے۔ اور اگر نفس غنا سے چشم پوشی برتتا رہا تو اس کو محتاجگی نقصان دے گی۔

(۲) اور کوئی تنگی ایسی نہیں کہ اس کے پیچھے آسانی نہ ہو لہٰذا جب تجھے تنگی پیش آئے تو اس کے لیے صبر کر۔

(۳) اور جس نے آزمایا نہیں اس نے تنگیوں کو نہیں پہچانا اور زمانہ کے تغیرات میں وہ چیز ہے جس کا زمانہ نے وعدہ کیا ہے۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ج:۳، ص:۱۳۳ بحوالہ حیاۃ الصحابہؓ، ج:۲، ص:۱۳۹)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تمام مسلمانوں کے نام وصیت

باغیوں کے محاصرے کے بعد ایک خط میں تحریر فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے بندے عثمان امیر المومنین کی طرف سے تمام مسلمانوں کے نام۔ السلام

علیکم۔ تمھیں اس اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں جس نے تمھیں گمراہی سے نکال کر اسلام کی دولت سے نوازا۔ وسعت رزق، دشمن پر غلبہ اور اپنی نعمتوں سے ڈھانک دیا۔ اُن قوموں کو دیکھو جو باہمی اختلاف سے برباد ہوگئیں۔ اُن سے عبرت پکڑو۔ تمہارا اختلاف تمھیں ایک ساتھ نماز بھی نہیں پڑھنے دے گا۔ دشمن تم پر مسلّط کر دیا جائے گا۔ خونریزی کو ناپسند کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں صرف حق کا دامن پکڑو۔ میں اللہ پاک سے اپنی اور تمہاری مغفرت چاہتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ ربّ العالمین اس اُمت کے دل بھلائی پر جمع کر دے اور فسق سے ان کو دور کر دے۔ (ماہنامہ الشفا، لاہور۔ دسمبر ۱۹۸۶ء)

اقوالِ زرّین و وصیت

حقیر سے حقیر پیشہ ہاتھ پھیلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔ تعجب ہے اس پر جو موت کو حق جانتا ہے اور پھر ہنستا ہے۔ زبان کی لغزش قوموں کی لغزش سے بدرجہا خطرناک ہے۔ دنیا جس کے لیے قید ہے قبر اس کے لیے آرام گاہ ہے۔ بعض اوقات جرم معاف کرنا مجرم کو زیادہ خطرناک بنا دیتا ہے یعنی جرم کا عادی بنا دیتا ہے۔ خاموشی غصے کا بہترین علاج ہے۔ حاجتمند غرباء کا تمہارے پاس آنا اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اللہ پاک کی ذات کے سوا کسی سے اُمید مت رکھ۔ اپنے گناہ کے سوا کسی سے مت ڈر۔ اپنا بوجھ کسی مخلوق پر مت رکھ خواہ کم ہو یا زیادہ۔ عقلمند کہتا ہے میں کچھ نہیں جانتا اور بیوقوف کہتا ہے میں سب کچھ جانتا ہوں۔

(المرشد منتقلی چکوال، ۱۹۸۹ء)

خلیفۂ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد محترم سے اور وہ اپنے دادا محترم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک جنازہ کے ساتھ چلے، جب اُسے قبر میں رکھا گیا تو اس کے گھر والے آہ وزاری کرنے لگے اور رو پڑے۔ آپ نے فرمایا: ''کس بات پر روتے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ وہ دیکھ لیں جو میّت کو نظر آ چکا ہے تو ان کو ان باتوں کا نظر آنا، ان کی میت سے بے خبر

کردے۔ اور وہ باتیں ان کے درمیان بار بار پیش آئیں گی یہاں تک کہ اُن میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا'۔ پھر کھڑے ہوکر فرمایا: 'اے اللہ کے بندو! میں تمھیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں جس نے تمھیں بہت ساری مثالیں دیں اور تمہارا آخری وقت مقرر کیا۔ تمھیں سننے کی طاقت دی جو ان باتوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں جو وہ چاہتا ہے، تمھیں آنکھیں دیں تاکہ تم ان باتوں پر پڑا پردہ اُٹھا سکو، تمھیں دل دیا جو ان مثالوں میں چھپے ہوئے شر کی صورتوں کو اور ان کی آبا کاری کو سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں بلا وجہ نہیں پیدا کیا بلکہ بے تحاشہ نعمتوں سے تم کو نوازا اور ڈھیر ساری نعمتیں تمھیں عطا کیں۔ تم میں سے ہر ایک کا اس کے پاس ریکارڈ ہے۔ تمھاری ہر جسمانی اور مالی تکلیف اور ہر خوشی کے لیے اس نے ایک بدل مقرر کیا۔ تو اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، اس سے خوب مانگو، نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، خواہشات کے ختم کرنے اور لذتوں کو برباد کرنے والی موت سے پہلے، کیونکہ دنیا کی نعمتیں ہمیشہ باقی نہیں رہیں گی اور اس کی مصیبتوں کا سامنا نہ کرنے کی کوئی گیارنٹی نہیں ہے۔ دنیا پردہ ڈال دینے والا ایک دھوکہ اور زائل ہونے والا سایہ ہے اور لڑھک جانے والا ٹیکا ہے۔ بالکل کنارہ تک دنیا لے کر جاتی ہے اور ایک کے بعد ایک نیچے پھینک دیتی ہے، اپنی شہوتوں کے بوجھ کے ذریعہ اور اچانک منہ موڑ کر۔ اے اللہ کے بندو! عبرتوں سے نصیحت حاصل کرو، نشانیوں اور پہلوں کے واقعات سے سبق حاصل کرو۔ کی گئی تنبیہات سے ڈر و خوف حاصل کرو اور اچھی باتوں کی نصیحت سے فائدہ اُٹھاؤ۔ تمھارا حال ایسا ہو جیسے موت کے پنجوں نے تمھیں لٹکا دیا ہو اور مٹی کے گھر نے تمھیں گلے لگالیا ہو، اور صور کی پھونک، قبر سے دوبارہ اُٹھنے، محشر کے برپا ہونے، حساب دینے کے منظر اور اللہ جبار کی مکمل قدرت کے تمھیں ہر طرف سے گھیر لینے نے تمھارے سارے معاملات کا اچانک خاتمہ کردیا ہو۔ ہر نفس کے ساتھ اس کا رہنما ہوگا جو اسے اس کے محشر کی طرف لے جائے گا۔ ایک گواہ جو اس کے عمل پر اس کے خلاف گواہی دے گا (اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوگی، نامۂ اعمال رکھ دیا گیا اور نبیوں اور گواہوں کو حاضر کیا گیا اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا)۔ اس دن پوری دنیا گونج اُٹھے گی، منادی آواز لگائے گا، وہ دن اپنے اپنے انجام سے ملاقات کا دن ہوگا، پردہ اُٹھا دیا جائے

گا، سورج بے نور ہو جائے گا، سارے وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔ حشر کا میدان ہوگا، راز فاش ہو جائیں گے، شریر لوگ ہلاک ہوں گے، دل کانپ اُٹھیں گے، جہنم میں جانے والوں کو اللہ تعالیٰ کی خطرناک قوت اور دردناک سزا گھیر لے گی۔ جہنم اپنے عذاب اور خطرناک کتے، ریزہ ریزہ کر دینے والی کڑک، اور اُبلتے ہوئے غصہ وغضب کے ساتھ ظاہر ہوگی۔ اس کی آگ بار بار بھڑکائی جائے گی۔ اس کا گرم پانی جوش مارے گا۔ اس کے زہر مزید جلائے جائیں گے۔ اس میں ہمیشہ رہنے والا سانس بھی مشکل سے لے گا۔ اس کی حسرتیں ختم نہ ہوں گی۔ اس کی زنجیروں کو کھولا نہ جائے گا۔ ان کے پاس فرشتے ہوں گے جو اُنھیں گرم کھولتے پانی اور آگ سے داغنے کی ''خوشخبریاں'' سنائیں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے روک دیے جائیں گے۔ اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ نہ ہوں گے، آگ کی طرف لے جائے جائیں گے۔

اے اللہ کے بندو! اللہ کا لحاظ کرو اس شخص کی طرح کہ جو قابض ہوا تو عاجزی وفروتنی اختیار کی اور خوف زدہ ہوا تو چل دیا۔ خبردار ہوا تو ہوشیار ہو گیا اور ڈر کر رہا۔ پھر اس نے دل لگا کر جستجو کی اور بھاگ کر نجات پائی۔ جس نے آخرت کا خیال کیا اور توشہ لے کر آیا۔ اللہ تعالیٰ انتقام لینے اور ہر چیز پر نگاہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔ نامۂ اعمال بطور دشمن اور گواہ کے، کافی ہے۔ جنت بطور ثواب کافی ہے اور جہنم وبال اور سزا کے لیے کافی ہے۔ میں اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے مغفرت مانگتا ہوں۔

ہم سے سلیمان بن احمد نے، ان سے ابومسلم الکشی نے، ان سے عبدالعزیز بن خطاب نے، ان سے سہل بن شعیب نے، انھوں نے ابوعلی صیقل سے، انھوں نے عبدالاعلیٰ سے اور انھوں نے نوف بکالی سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو دیکھا کہ وہ باہر نکلے اور تاروں پر ایک نظر ڈالی، پھر فرمایا: ''اے نوف! تم سو رہے ہو یا تاروں کو غور سے دیکھ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا بلکہ اے امیر المومنین، غور سے دیکھ رہا ہوں۔ تو فرمایا: 'اے نوف! دنیا سے بے رغبت رہنے والوں کو اور آخرت کی چاہت رکھنے والوں کو بڑی خوشخبری ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے زمین کو بچھونا اور اس کی مٹی کو فرش، اس کے پانی کو پسندیدہ چیز اور قرآن و دعا کو اپنا اوڑھنا بچھونا اور اپنی پہچان بنایا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے طریقے پر دنیا کو

قرض دیا۔ اے نوف ! اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ پر وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کو حکم دیں کہ میرے کسی گھر میں وہ نہ داخل ہوں سوائے پاک دل۔ ڈری ہوئی نظریں اور پاک صاف ہاتھوں کے ساتھ۔ کیونکہ میں ان میں سے کسی کی یا مخلوق میں سے کسی کی کوئی دعا نہیں سنتا ہوں اگر اس نے کسی پر ظلم کیا ہے۔ اے نوف ! شاعر نہ بنو، نہ سارجنٹ، نہ پولیس کا آدمی، نہ ٹیکس وصول کرنے والا کلرک اور نہ عشر وصول کرنے والا۔ اس لیے کہ ایک مرتبہ حضرت داود علیہ السلام رات کے آخری حصے میں اُٹھ گئے اور کہنے لگے یہ وہ وقت ہے کہ بندہ جو دعا کرتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے سوائے اس شخص کے جو سارجنٹ ہو یا پولیس ہو یا ٹیکس وصول کرنے والا ہو، یا عشر یا طنبور والا ہو یعنی گانے بجانے والا یا طبلچی ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کمیل بن زیاد کو

کمیل بن زیاد نے بیان کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور الجبان کے ایک گوشے میں مجھے لے کر گئے۔ جب ہم صحرائی حصہ تک پہنچے تو آپؓ بیٹھ گئے، پھر لمبی سانس لی اور فرمایا:

'اے کمیل بن زیاد ! دل برتنوں کی طرح ہیں۔ لہٰذا ان کے خیر کو تم ان میں بھر لو۔ میں جو تم سے کہوں، اُسے یاد رکھ لو۔ لوگ تین طرح کے ہیں: عالم ربانی، طالب علم جو نجات کی راہ پر ہو، اور عام جاہل جو ہر آواز کے پیچھے بھاگتے ہیں اور ہَوا جدھر چلے اُدھر چل دیتے ہیں۔ وہ علم کے نور سے روشن نہ ہو سکے اور کسی مضبوط ستون کا سہارہ اُنھوں نے نہیں لیا۔ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تمھاری حفاظت کرتا ہے جبکہ تم مال کی حفاظت کرتے ہو۔ علم، عمل کرنے سے بڑھتا ہے جبکہ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ عالم کی محبت ایسا قرض ہے جو ادا کیا جاتا ہے۔ علم کے ذریعے عالم کو اس کی زندگی میں اطاعت و فرمانبرداری ملتی ہے اور اس کی موت کے بعد اس کا نام عزت سے لیا جاتا ہے۔ جبکہ مال کا کرشمہ، مال ختم ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ مال کا جمع کرنے والا مَر گیا جبکہ علماء زندہ ہیں اور علماء جب تک زمانہ ہے باقی رہیں گے۔ ان کے جسم تو ختم ہو گئے لیکن ان کی باتیں دلوں میں موجود ہیں'۔ اپنے ہاتھ سے سینے کی طرف اشارہ کر کے

فرمایا۔ ہائے! یہاں ایک ایسا علم رکھا ہے کہ اگر میں اس کو ظاہر کردوں تو وہ پرامن اور محفوظ نہ رہے۔ لوگ دین کو دنیا کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اللہ کی بتائی ہوئی دلیلوں سے اس کی کتاب پر غالب آجانا چاہتے ہیں اور اس کی نعمتوں کے ذریعہ اس کے بندوں پر۔ یا اہلِ حق کے سامنے جھکتا ہے جبکہ اس بات کی اس میں سمجھ نہیں ہے۔ اس کے دل میں شبہہ کے پہلے حملہ سے ہی شک جڑ پکڑتا ہے۔ نہ اسے یہ سمجھتا ہے نہ وہ۔ یا وہ لذتوں میں ڈوبا ہوا ہے، شہوتوں کے پیچھے بھاگ رہا ہے یا مال جمع کرنے میں لگا ہوا ہے۔ ایسا شخص دین کے داعیوں میں سے نہیں ہے۔ ان لوگوں کی سب سے قریبی مثال بے لگام جانور ہیں۔ علم اسی طرح اپنے حاملین کی موت سے مَر جاتا ہے لیکن کیوں نہیں، دنیا ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہے جو اللہ کی حجت پر قائم ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی دلیلیں اور ثبوت باطل نہ ٹھہرا دیے جائیں۔ ایسے لوگ بہت کم ہیں، اللہ کے یہاں ان کی بڑی قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہی سے اپنی دلیلوں کی حفاظت کا کام لیتا ہے تاکہ وہ اُنھیں اپنے جیسوں تک پہنچا دیں اور ان کے دِلوں میں راسخ کردیں۔ حقیقت میں علم نے ان کے ذریعہ حملہ کیا تو جس بات سے مالدار لوگ گھبراتے تھے وہ ان کے لیے نرم ہوگئی اور نادان لوگ جس بات سے دور بھاگتے تھے وہ ان سے مانوس ہوگئی۔ یہی لوگ اللہ کی زمین پر اس کے خلیفہ ہیں اور اس کے دین کے داعی۔ اوہ، اوہو! جی چاہتا ہے کہ ان کو دیکھیں اور میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمھارے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔ اب تم چاہو تو جاسکتے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنے اُمراء کو وصیت

اما بعد – اپنی رعایا پر اپنے پردہ کو لمبا نہ کرنا، والیوں کا رعایا سے پردہ میں رہنا تنگ دلی ہے اور حالات سے بے خبری ہے اور پردہ میں رہنا ان چیزوں کا علم نہ ہونے دے گا جو لوگ پردہ کے پیچھے چھپ کر کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے چھوٹے، لوگوں کے نزدیک بڑے ہوجائیں گے۔ اور بڑے چھوٹے ہوجائیں گے۔ اچھی باتیں قبیح ہوجائیں گی۔ حق باطل کے مقابلے میں کمزور اور بوڑھا ہوجائے گا۔ والی بھی ایک انسان ہوتا ہے۔ جو کام لوگ اس سے چھپا کر کرتے ہیں اس کو نہیں جانتا ہے۔ قول میں کوئی علامت نہیں ہوتی کہ جس کے ذریعہ سچے

اقوال کو جھوٹے اقوال سے پہچانا جائے۔ لہٰذا پردہ کو ڈھیلا کر کے لوگوں کو اپنے حقوق کے بارے میں داخلہ کی قوت دی جائے۔ تم دو آدمیوں میں سے ایک قسم کے آدمی ضرور ہو، یا ایسے آدمی ہو کہ حق میں خرچ کرنے سے جس کا نفس سخی ہے، لہٰذا تم نے حق کے دینے کو چھوڑ کر اور اچھی عادت کو جس کے ذریعہ احسان کر سکتے تھے، چھوڑ کر اپنے اوپر پردے لٹکا لیے ہیں ...... یا بخیل ہو۔ پس سن لو کہ وہ دن دور نہیں کہ لوگ تم سے رک جائیں گے اور تم سے سوال نہ کریں گے جبکہ اس بات سے نا اُمید ہو جائیں گے۔ حالانکہ لوگوں کی اکثر ضروریات کا تعلق تم سے ہے۔ کوئی اپنے دَبے ہوئے حقوق کی شکایت لاتا ہے کوئی انصاف طلب کرتا ہے اور تم پر یہ انصاف کرنے میں کوئی مشقت بھی نہیں ہے۔ لہٰذا جو میں نے تم سے بیان کیا اس پر عمل پیرا ہو کر نفع اُٹھاؤ اور اپنے حصے پر اقتصار کرو اور اپنی بھلائی کو پیش نظر رکھو۔ اگر اللہ کو منظور ہو (تو تم ایسا ہی کرو گے)۔ (کنز، ج:۵،ص: ۵۸)

ایک موقع پر آپؓ نے اپنے عامل کو یوں وصیت کی:

ساری باتوں کو چھوڑ کر تم انتہا کو پہنچ چکے ہو۔ تمہارے اعمال تمہارے سامنے ایسی جگہ پیش کیے جائیں گے جہاں دنیا کے دھوکہ میں پڑا ہوا 'ہائے حسرت - ہائے حسرت' پکارے گا، اور عمر کو ضائع کرنے والا توبہ کی تمنّا کرے گا اور کافر واپسی کی۔ (کنز، ج:۵،ص: ۵۸)

سوادِ عراق کے باشندے چالاک اور دھوکہ باز ہیں کہیں تم کو دھوکہ میں نہ لے لیں۔ اس چیز کو پورا پورا وصول کر لینا جو اُن پر ہے۔

(اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس لوٹ کر آنا۔ جب میں آپ کے پاس لوٹ کر آیا تو آپ نے فرمایا): وہ بات جو میں نے تم سے کہی تھی، وہ تو اُن لوگوں کو سنانے کے لیے کہی تھی ان میں سے کسی آدمی کو درہموں کے وصول کرنے میں ہرگز کوڑے نہ مارنا اور نہ اس کو کھڑا کرنا اور نہ اس سے بکری لینا اور نہ گائے۔ ہم کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم اُن سے عفو حاصل کریں۔ اور تم جانتے ہو کہ عفو کیا ہے؟ عفو یعنی طاقت (یعنی وسعت سے زیادہ اُن سے نہ لینا)۔ (کنز، ج:۳،ص: ۱۶۶)

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ کی اپنے صاحبزادہ کو وصیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دونوں جگر گوشوں کو زندگی کے آخری لمحات میں وصیت فرماتے ہیں: میں تم دونوں کو تقوی الٰہی کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اس کی کہ دنیا کا پیچھا نہ کرنا اگر وہ تمہارا پیچھا کرے۔ جو چیز تم سے دور ہو جائے اس پر نہ کڑھنا۔ ہمیشہ حق پر عمل کرنا اور حق بات کہنا۔ یتیم پر رحم کھانا۔ بیکس کی مدد کرنا۔ آخرت کے لیے عمل کرنا۔ ظالم کی مخالفت و دشمنی کرنا۔ مظلوم کی حمایت و مدد کرنا۔ قرآن پاک کی تلاوت اور کتاب اللہ پر عمل کرنا۔ پڑوسی سے حسن سلوک کرنا۔ فواحش و منکرات سے اجتناب کرنا اور اللہ ربّ العزّت کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔

پھر اپنے تیسرے صاحبزادے محمد بن الحنفیۃ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ: جو نصیحت میں نے تیرے بھائیوں کو کی تو نے حفظ کر لی؟ انھوں نے عرض کیا: جی ہاں!

فرمایا: میں تجھے بھی یہی وصیت کرتا ہوں۔ نیز اپنے دونوں بھائیوں کے عظیم حق کا خیال رکھنا۔ ان کی اطاعت کرنا۔ بغیر ان کی رائے کے کوئی کام نہ کرنا۔

پھر حضرت امام حسنؓ و حسینؓ سے فرمایا: میں تمھیں اس کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، کیونکہ یہ تمہارا بھائی تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔

پھر امام حسنؓ سے فرمایا: فرزند! میں تمھیں وصیت کرتا ہوں خوفِ الٰہی کی، نماز اپنے اوقات میں قائم کرنے کی، وقت و میعاد پر زکوٰۃ ادا کرنے کی، اچھی طرح وضو کرنے کی کیونکہ نماز بغیر طہارت کے ممکن نہیں، اور مانع زکوٰۃ کی نماز قبول نہیں۔ نیز وصیت کرتا ہوں خطائیں معاف کرنے کی۔ دینی امور میں عقل و دانش کی، تمام معاملہ میں تحقیق کی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی۔ فواحش و منکرات سے اجتناب کی۔

پھر اپنی تمام اولاد کو مخاطب کر کے فرمایا: اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس کی اطاعت کرو، جو تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے اس کا غم نہ کرو۔ اس کی عبادت پر کمر بستہ رہو۔ چست و چالاک بنو،

سست نہ رہو۔ ذلت قبول نہ کرو، اے اللہ! ہم سب کو ہدایت پر جمع کردے۔ہمیں اور انھیں دنیا سے بے رغبت کردے۔ ہمارے اور ان کے لیے آخرت اول سے بہتر کردے۔

آپ نے وفات کے وقت یہ وصیت لکھوائی:

یہ علی ابن ابی طالب کی وصیت ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میری نماز، میری عبادت، میرا جینا، میرا مَرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔

اے حسن! میں تجھے اور اپنی اولاد کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا خوف کرنا۔ اور جب مَرنا تو اسلام ہی پر مَرنا۔ سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑلو۔ آپس میں پھوٹ نہ ڈالو...... کیونکہ مَیں نے ابوالقاسم (رسول اللہ ﷺ) کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کا ملاپ رکھنا روزے نماز سے بھی افضل ہے۔ اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھو۔ ان سے بھلائی کرو اللہ ربّ العالمین تم پر حساب آسان کردے گا۔ اور ہاں! یتیم! یتیم!......یتیموں کا خیال رکھو۔ ان کے منہ میں خاک مت ڈالو۔ وہ تمہاری موجودگی میں ضائع نہ ہونے پائیں اور دیکھو! تمہارے پڑوسی۔ اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو، کیونکہ یہ تمہارے نبیؐ کی وصیت ہے۔

رسول اللہ ﷺ پڑوسیوں کے حق میں برابر وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ ہم سمجھے شاید انھیں ورثہ میں شریک کردیں گے۔ اور دیکھو! قرآن۔ قرآن! ایسا نہ ہو، قرآن پر عمل کرنے سے تم پر کوئی بازی لے جائے۔ اور نماز۔ نماز ...... کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ اور تمہارے رب کا گھر...... اپنے رب کے گھر سے غافل نہ ہونا۔ اور جہاد فی سبیل اللہ۔ جہاد فی سبیل اللہ ...... اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے رہو۔ زکوٰۃ! زکوٰۃ! زکوٰۃ ، پروردگار کا غصہ ٹھنڈا کردیتی ہے۔ اور ہاں تمہارے نبیؐ کے ذمی۔ تمہارے نبیؐ کے ذمی (یعنی وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کی امان میں ہیں)۔ ایسا نہ ہو ان پر تمہارے سامنے ظلم کیا جائے۔ اور تمہارے نبیؐ کے صحابی! تمہارے نبیؐ کے صحابی ...... یاد رکھو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابیوں کے حق میں وصیت کی ہے۔ اور فقراء و مساکین! فقراء و مساکین ......انہیں اپنی روزی میں

شریک کرو۔ اور تمہارے غلام! تمہارے غلام ...... غلاموں کا خیال رکھنا۔ اللہ پاک کے معاملے میں کسی سے پرواہ نہ کرو گے تو اللہ تمہارے دشمنوں سے تمھیں محفوظ کردے گا۔ اللہ کے تمام بندوں پر شفقت کرو۔ میٹھی (یعنی نرم) بات کرو۔ ایسا ہی اللہ نے حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ چھوڑنا، ورنہ تمہارے اشرار (برے لوگ) تم پر مسلّط کردیے جائیں گے۔ پھر تم دعائیں کرو گے مگر قبول نہ ہوں گی۔ باہم ملے جلے رہو۔ بے تکلّف اور سادگی پسند رہو۔ خبردار! ایک دوسرے سے نہ کٹنا۔ اور نہ آپس میں پھوٹ ڈالنا۔ نیکی اور تقویٰ پر باہم مددگار رہو۔ مگر گناہ اور زیادتی میں کسی کی مدد نہ کرنا۔ اللہ سے ڈرو کیونکہ اس کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ اے اہل بیت! اللہ تمھیں محفوظ رکھے اور اپنے نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر قائم رکھے۔ میں تمھیں اللہ ہی کے سپرد کرتا ہوں۔ تمہارے لیے سلامتی اور برکت چاہتا ہوں ...... اس کے بعد کلمہ طیبہ ...... لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کرلیں۔

(طبری، ج:۶، ص:۸۶۔ انسانیت موت کے دروازے پر، ص:۲۶ بحوالہ ماہنامہ البلاغ، کراچی ۱۹۸۷ء)

ایک مرتبہ حسنین رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم دونوں کو میری وصیت ہے: اللہ سے ڈرنے کی، دنیا کے پیچھے نہ پڑنے کی، اس کی محرومی پر نہ کڑھنے کی، حق بات کہنے کی، ظالم کی مخالفت کی، مظلوم کی حمایت کی، قرآن کی تلاوت کی، لوگوں کی خطائیں معاف کرنے کی، پڑوسی سے حسن سلوک کی، فواحش سے بچنے کی۔

محمد بن الحنفیہ کے لیے فرمایا: اس کو اپنا، اپنے باپ کا بیٹا سمجھنا۔ اور ان سے فرمایا: اپنے دونوں بھائیوں کی اطاعت کرنا۔ ان باتوں کو یاد رکھنا۔ (وصایا، ص:۲۲ بحوالہ ماہنامہ البلاغ ۱۹۸۷)

پھر آپؓ نے اپنے بیٹے حسنؓ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم میری آٹھ باتیں یاد رکھنا۔ تم ان پر عمل کرتے رہو گے تو انشاء اللہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اصل مالداری عقل کی مالداری ہے، اور اصل تنگدستی حماقت ہے۔ اور سب سے زیادہ خوف خود پسندی کا ہے۔ اور بہترین حسب ونسب حسنِ اخلاق ہے۔

اور پیارے بیٹے! بخیل کی دوستی سے بچتے رہنا۔ اس لیے کہ وہ تجھ سے تیری ضرورت کے لوگوں کو دور کردے گا۔ اور فاسق و فاجر کی دوستی سے بھی بچتے رہنا۔ اس لیے کہ وہ تم کو اونے

پونے داموں میں بیچ دے گا۔ نیز جھوٹے شخص کی بھی دوستی سے بچتے رہنا اس لیے کہ وہ سراب (ریت) کے مانند ہے جو تم سے دور کو قریب کر دے گا اور قریب کو دور۔

(مختارات الادب زیدان بدران، ص: ۱۰)

اپنے بیٹے حسنؓ کو مزید وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی اور کلمۂ حق کی حالتِ خوشی اور حالتِ غصہ میں۔ اے میرے بیٹے! جس نے اپنے بھائی کے لیے گڑھا کھودا، وہ خود اس میں گرے گا۔ اور جس نے خودرائی اختیار کی اس نے لغزش کی۔ اور جو اپنی عقل کی وجہ سے مستغنی ہوگیا اس نے خطا کی۔ اور جس نے رذیل لوگوں کی صحبت اختیار کی اس کی تحقیر کی گئی۔ اور جو علماء میں بیٹھا معزز ہوگیا اور قناعت لا فانی مال ہے۔ اور ادب بہترین میراث ہے۔ اور اچھی عادت بہترین ساتھی ہے۔

(مختارات الادب زیدان بدران، ص:٦)

امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد بزرگوار کی رحلت کا زمانہ قریب آیا تو میں بہت پریشان ہوا۔ آپؓ نے فرمایا: کیوں حسن! تم کیوں گھبراتے ہو؟ میں نے عرض کیا: حضور! میں آپ کو اس حالت میں دیکھتا ہوں تو پھر کیوں نہ میری یہ حالت ہو؟ والد بزرگوار نے مزید فرمایا: بیٹا! میری چار باتیں ہمیشہ یاد رکھنا۔ اگر تم ان کو یاد رکھو گے تو ان کے ذریعے ہر مصیبت سے نجات ملتی رہے گی؛ (۱) عقل سے بہتر کوئی تونگری نہیں۔ (۲) جہالت جیسی کوئی فقیری نہیں۔ (۳) خودپسندی سے زیادہ سخت کوئی وحشت نہیں۔ (۴) حسن خلق سے زیادہ مزے کی کوئی چیز نہیں اور یاد رکھو کہ قناعت اور رضاء مروت سے بڑھے ہوئے ہیں اور احسان کا تمام کرنا اس کے شروع کرنے سے بہتر نہیں۔ (نور الابصار، ص: ۱۳۲ بحوالہ البلاغ ۱۹۸۷ء)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکوں اور بھتیجوں کو وصیت کی: علم حاصل کرو کیونکہ گو آج تم قوم کے چھوٹے ہو، مگر کل تم ہی قوم کے بڑے بننے والے ہو۔ جس نے یاد کیا ہو، لکھ کر یاد کرلے۔ (البدایہ، ج:۸، ص:۴۲۔ العلم والعلماء، ص:۲۷)

آپؓ نے وصیت کی کہ امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے حجرۂ رسول میں دفن کرنے کی اجازت لے کر دفن کیا جائے الا یہ کہ فتنہ اُٹھنے کا اندیشہ ہوتو جنت البقیع میں اپنی والدہ کی قبر کے پاس دفن کیا جائے۔ لہٰذا آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ سعید بن العاصؓ نے پڑھائی۔ آپ کی وفات ۴۷ سال کی عمر میں ہوئی۔ (البدایہ، ج:۸، ص:۴۷)

آپؓ کو زہر پلا کر قتل کیا گیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا ابا محمد! آپ بتلائیں تو سہی کہ کس نے آپ کو زہر دیا ہے۔ کیونکہ آپ زہر کی وجہ سے کروٹیں بدل رہے تھے۔

آپؓ نے پوچھا: کیا تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قبل اس کے کہ میں آپ کو دفن کروں میں اس شخص کو دفن کردوں گا۔ آپؓ نے فرمایا: دیکھو! اگر وہی شخص جس کو میں گمان کیے ہوئے ہوں زہر پلایا ہے تو حق جل مجدہ کی ذات اس کو رسوا و ذلیل کرنے کیلئے کافی ہے ورنہ میں نہیں چاہتا کہ ایک بے گناہ شخص کو میری وجہ سے قتل کیا جائے۔

حضرت امام حسینؓ آپ کے سر ہانے کھڑے تھے۔ آپؓ نے فرمایا کہ: مجھ کو مکان کے صحن میں لے چلو تا کہ میں ملکوت السماء کو دیکھوں۔ جب آپ کی چارپائی مکان کے صحن میں لائی گئی تو آپؓ نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا: میں اللہ کے حکموں میں سے ایسے حکم میں داخل ہورہا ہوں کہ پہلے داخل نہیں ہوا اور اللہ کی ایسی مخلوق کو دیکھ رہا ہوں کہ پہلے اس جیسی مخلوق نہیں دیکھی۔ پھر آپؓ کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہوا: اَللّٰھُمَّ احْتَسِبُ نَفْسِیْ عِنْدَکَ

فَاِنَّهَا اَعَزُّ الْاَنْفُسِ عَلَیَّ اور روح جسدِ عنصری سے پرواز کرگئی۔
(الحلیہ، ج:۲،ص:۳۸۔البدایہ، ج:۸،ص:۴۵)

آپؓ کے حکیمانہ اقوال

ایک شخص نے کہا کہ مجھ کو موت سے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔فرمایا: اس لیے کہ تم نے اپنا مال پیچھے چھوڑ دیا ہے۔اگر اس کو آگے بھیج دیا ہوتا تو اس تک پہنچنے کے لیے خوفزدہ ہونے کے بجائے مسرور ہوتے۔

آپؓ فرماتے: مکارم اخلاق دس ہیں؛ زبان کی سچائی۔ جنگ کے وقت حملہ کی شدت میں ڈٹے رہنا۔ سائل کو دینا۔حسنِ خلق۔ احسان کا بدلہ دینا۔ صلہ رحمی۔ پڑوسی کی حفاظت و حمایت۔حق دار کی حق شناسی۔مہمان نوازی۔اور ان سب سے بڑھ کر شرم وحیا۔

حضرت معاویہؓ اکثر آپؓ سے رموزِ اخلاقی اصطلاحوں کی تشریح کراتے اور حکومت کے بارے میں مشورہ لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ معلوم کیا: ابومحمد! تین باتوں کا علم آج تک نہ ہوسکا۔یعنی اس کے معنی معلوم نہ ہوسکے؛ (۱)مُروت۔(۲) کرم۔(۳) بہادری ......آپؓ نے جواب دیا:

مروّت کہتے ہیں اپنے مذہب کی اصلاح کرنا۔اپنے مال کی دیکھ بھال،نگرانی اور اسے برمحل صرف کرنا۔سلام زیادہ کرنا۔لوگوں میں محبوبیت حاصل کرنا۔

کرم کہتے ہیں مانگنے سے پہلے دینا۔احسان وسلوک کرنا۔ برمحل کھلانا پلانا۔

بہادری کہتے ہیں پڑوسی کی طرف سے مدافعت کرنا۔آڑے وقت میں اس کی حمایت و امداد کرنا اور مصیبت کے وقت صبر کرنا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے ایک دفعہ معلوم کیا کہ حکومت میں ہم پر کیا فرائض ہیں؟ فرمایا: ظاہر و باطن میں اللہ کا خوف کرے۔غصہ اور خوشی دونوں میں عدل و انصاف کرے۔فقر و تونگری دونوں میں میانہ روی پر قائم رہے۔ زبردستی نہ کسی کا مال غصب کرے اور نہ اس کو بیجا صرف کرے۔ جب تک تو ان چیزوں پر عمل کرتا رہے گا اس وقت تک تم کو دنیا میں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (سیر الصحابہ، ج:۶،ص:۳۲)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت حسینؓ نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کی: فرزند! علماء کی صحبت میں خود بولنے سے زیادہ سیکھنے کی کوشش کرنا۔ حسن سکوت کی طرح حسنِ سماعت بھی رکھنا۔ کسی کی بات کبھی نہ کاٹنا چاہیے خواہ وہ کتنی ہی دیر بولتا رہے۔ (العلم والعلماء، ص:۲۷ بحوالہ البلاغ ۱۹۸۷ء)

آپ نے شہادت سے تھوڑی دیر قبل وصیت کی کہ: لوگو! دنیا بدل گئی اور اجنبی بن گئی۔ بھلائی مٹ رہی ہے، اوجھل ہورہی ہے مگر انگلی کے پور کے مانند قلیل۔ دیکھو کیا وقت آ گیا کہ حق پر عمل نہیں کیا جارہا ہے اور باطل کو روکا نہیں جارہا ہے۔ پس مؤمن کو چاہیے کہ حق جل مجدہ کی دیدار کا راغب ہو اور حق پر عمل کرتے ہوئے مَر جانا سعادت ہے اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا جرم ہے۔ (الحلیہ، ج:۲، ص:۳۹)

حضرت سعید بن عامر بن جذیم جمحیؓ کی حضرت عمرؓ کو وصیت

حضرت سعیدؓ نے عمر بن الخطّاب سے فرمایا: میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم اللہ سے لوگوں کے معاملات میں ڈرو اور اللہ کے بارے میں لوگوں سے مت ڈرو۔ تمہارے قول وفعل میں اختلاف نہ ہونا چاہیے۔ بہتر قول وہ ہے کہ عمل اس کی تصدیق کرے۔ ایک کام میں دو قسم کے فیصلے نہ دو۔ اس سے تمہارا امر تمہارے لیے مختلف ہوجائے گا اور تم حق سے ہٹ جاؤ گے۔ حجت اور دلیل والی باتوں کو لینا۔ کامیابی کو لے لوگے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے ہاتھوں تمہاری رعایا کی اصلاح کرے گا۔ اپنی توجہ اور اپنے فیصلہ کو ان لوگوں کے لیے قائم و دائم رکھو جن کے امر کا اللہ پاک نے تمھیں والی بنایا ہے۔ خواہ وہ مسلمان دور یا قریب کے رہنے والے ہوں۔ اور تمام مسلمانوں کے لیے اُسی چیز کو پسند کرو جو تم اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے پسند کرتے ہو۔ اور ان سب کے لیے اُس چیز کو برا سمجھو جس کو تم اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے برا سمجھتے ہو۔ اور تم حق کی طرف جاتے ہوئے گہرائیوں میں گھس جاؤ۔ اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہ کرو۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟

حضرت سعید نے فرمایا: تمہارے جیسا یعنی وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی اُمت کے امور کا والی بنایا ہے پھر کوئی بھی اس کے اور اللہ پاک کے درمیان حائل نہ ہوا۔
(منتخب الکنز، ج:۴، ص: ۳۹۰ بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۲، ص: ۱۴۵)

ابوعبیدہ بن جراحؓ اور معاذ بن جبلؓ کی جانب سے حضرت عمر بن خطابؓ کو وصیت

ابوعبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل کی جانب سے حضرت عمر بن الخطابؓ کی طرف!
السلام علیکم! اما بعد...... ہم لوگوں سے آپ نے معاہدہ کیا ہے۔ حالانکہ آپ کے نفس کا کام آپ کیلئے زیادہ قابلِ توجہ ہے اس لیے کہ آپ اس اُمت کے گورے اور کالے کے کاموں کے خلیفہ ہوگئے ہیں۔ آپ کے پاس رذیل اور شریف، دشمن اور دوست بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کیلئے انصاف سے اس کا حصہ ہے۔ آپ غور کر لیجیے اے عمر! اس وقت آپ کس طرح رہتے ہیں؟ ہم لوگ آپ کو اس دن سے ڈراتے ہیں جس دن چہرے ذلیل ہوں گے۔ اور اس دن لوگوں کے دل خوف سے لبریز ہوں گے۔ اس دن حجتیں ختم ہو جائیں گی۔ ایسے بادشاہ کی حجت کے سبب سے جو سب پر اپنی جبروتیت سے غالب ہوگا۔ تمام مخلوق اس کیلئے عاجزی کر رہی ہوگی اور اس کی رحمت کی اُمیدوار ہوگی۔ اور اس کے عذاب سے ڈر رہی ہوگی اور ہم لوگوں سے یہ بیان کیا جاتا تھا کہ اس امت کا امر آخر زمانہ میں اس طرف لوٹ جائے گا کہ ظاہر میں بھائی ہوں گے اور در پردہ ایک دوسرے کے دشمن۔ اور ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہمارا یہ خط جو آپ کی طرف جا رہا ہے ایسا نہ ہو کہ اس کا محمل وہ تلاش کیا جائے جو ہمارے جذباتِ دلی کے خلاف ہو۔ ہم نے تو صرف یہ خط آپ کی نصیحت کے لیے لکھا ہے۔ و السلام علیکم۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ، ج:۱، ص: ۲۳۸ بحوالہ حیات الصحابہ، ج:۲، ص: ۱۴۷)

عمر بن خطاب کی جانب سے ابی عبیدہ اور معاذ کے نام (رضی اللہ عنہم):

السلام علیکم! اما بعد......تم دونوں کا خط مجھے ملا۔ تم دونوں نے اپنے اس عہد کا جو مجھ سے کہا ہے، تذکرہ کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ میری ذات کا امر میرے لیے زیادہ قابلِ توجہ ہے اور

میں اس اُمت کے کالے اور گورے کے امر کا والی ہوگیا ہوں۔ میرے پاس شریف اور رذیل، دوست اور دشمن سبھی بیٹھتے ہیں اور اُن میں سے ہر ایک کے لیے انصاف سے اس کا حصہ ہے، تم دونوں نے لکھا ہے کہ غور کرلو کہ اے عمر! تمہارا اس وقت میں کیا حال ہوتا ہے؟ اور بیشک بات اس طرح پر ہے کہ کوئی قوت کسی کام کی اور کسی معصیت سے بچنا عمر کے لیے ایسے موقع پر بجز ذاتِ الٰہی کی امداد کے نہیں ہے۔ اور تم دونوں نے مجھے اس چیز سے ڈرایا ہے جس سے ہم سے پہلی اُمتیں ڈرائی گئیں۔ ہمیشہ سے دنیا کے لیل و نہار لوگوں کی زندگی کے ساتھ بدلتے رہے۔ بعید کو قریب کرتے رہے اور ہر نئے کو پرانا کرتے رہے اور ہر وعدہ کو لاتے رہے، یہاں تک کہ وہ دن دور نہیں کہ لوگ اپنے مقام پر جنت و دوزخ میں ہوں گے اور تم دونوں نے مجھے اس بات سے ڈرایا ہے کہ اس امت کا حال، آخر زمانہ میں یہ ہوجائے گا کہ ظاہر میں بھائی ہوں گے اور در پردہ دشمن ہوں گے تم لوگ (اے اصحابِ محمدؐ) وہ نہیں ہو۔ اور نہ یہ وہ زمانہ ہے۔ یہ چیز اس زمانہ کی ہے کہ جس زمانہ میں رغبت اور ڈر ظاہر ہوگا۔ بعض لوگوں کی رغبت بعض کی طرف اپنی دنیا کی مصلحت کے لیے ہوگی اور تم دونوں نے مجھے اس بات سے اللہ کی پناہ میں دیا کہ میں تمہارے اس پرچہ کو جس خلوص و محبت کی بناء پر تم نے مجھے لکھا، اس کے خلاف سمجھوں، بے شک تم دونوں حضرات نے یہ پرچہ میری نصیحت کے لیے لکھا اور تم دونوں نے سچ کہا۔ تم دونوں مجھ سے خط و کتابت ترک نہ کرنا۔ مجھے تم دونوں سے استغناء نہیں۔ والسلام علیکما۔

(الحلیۃ، ج:۱، ص: ۲۳۸۔ کنز، :۸، ص: ۲۰۹۔ المجمع، ج:۵، ص: ۲۱۴)

حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح کی وصیت

جب حضرت ابوعبیدہؓ اردن میں طاعون میں مبتلا ہوئے تو جو مسلمان حاضر تھے ان کو بلا کر فرمایا: میں تم لوگوں کو ایک وصیت کرتا ہوں، اگر تم لوگوں نے اسے مان لیا تو ہمیشہ بھلائی کے ساتھ رہو گے۔ نمازیں پڑھتے رہنا، رمضان کے پورے روزے رکھنا، صدقہ کرنا، حج اور عمرہ کرنا، ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے رہنا، اپنے امراء کو نصیحت کرنا اور امراء کے پاس آمد و رفت (زیادہ) نہ رکھنا۔ دنیا تم لوگوں کو غافل نہ کردے۔ اگر کوئی آدمی ہزار سال کی عمر بھی

دیا جائے اس کے لیے ناگزیر اسی جگہ جانا ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو کہ میں جارہا ہوں۔ اللہ پاک نے اولادِ آدم کے لیے موت لکھ دی ہے۔ پس سبھی مَریں گے، اُن میں سے ہوشیار وہی ہے جو لوگوں میں سے اپنے رب کا زیادہ فرمانبردار ہے اور یوم آخرت کے لیے عمل کرنے میں پیش پیش ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

''اے معاذ! لوگوں کو نماز پڑھاؤ''۔ اتنا کہہ کر ان کا انتقال ہوگیا۔ اللہ ان پر رحم کرے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی عمومی وصیت

اے لوگو! اپنے گناہوں سے اللہ کے آگے توبہ کرو، اس لیے کہ جو بندہ بھی اپنے گناہوں سے توبہ کرکے اللہ پاک سے ملے، اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کی مغفرت کردے۔ جس کے اوپر قرضہ ہو وہ اس کو ادا کردے، اس لیے کہ بندہ اپنے قرضہ میں پکڑا جائے گا۔ تم میں سے جس کسی نے اپنے بھائی کو چھوڑ رکھا ہو اس سے ملے اور صلح کرلے۔ کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ اے مسلمانو! تم ایسے آدمی کی وفات سے دردمند ہوگئے، جہاں تک میرا خیال ہے کہ کسی بندے کو صاف دل والا، اچانک دھوکہ دینے سے دور، عام لوگوں سے زیادہ محبت کرنے والا اور تمام لوگوں کو نصیحت کرنے والا، ان سے زیادہ مَیں نے نہیں دیکھا۔ پس ان کے لیے نزولِ رحمت کی دعا کرو اور ان کے جنازے کی نماز کے لیے آجاؤ۔ (الریاض النضرۃ، ج:۲،ص:۳۱۷۔ حیاۃ الصحابۃ، ج:۲،ص:۱۴۹)

حضرت معاذ نے وفات کے وقت فرمایا کہ علم حضرت ابودرداء سے سیکھنا۔ (سیر الصحابہ)

زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی وصیت

عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت زبیر بن العوام نے وصیت فرمائی: اے پیارے بیٹے! آج یا تو ظالم قتل کیا جائے گا یا مظلوم۔ میرا گمان ہے میں بحالت مظلومی قتل کیا جاؤں گا۔ مجھے سب سے بڑی فکر اپنے قرض کی ہے۔ جب انتقال ہوا تو آپؓ نے نہ ہی دینار چھوڑا نہ درہم۔ صرف چند مکانات مختلف مقامات پر تھے۔ جو وفات کے بعد فروخت کرکے قرض ادا کیا گیا۔ فرمایا: اگر قرض کی ادائیگی میں دشواری ہو تو میرے مولیٰ سے مدد لینا۔ میں

مولیٰ سے ان کی مراد نہیں سمجھا۔ (کیونکہ اصطلاح شرع میں مولیٰ سے مراد آزاد کردہ غلام ہوتا ہے)۔ میں نے پوچھا آپ کا مولیٰ کون ہے؟ انھوں نے کہا: اللہ! پھر جب کبھی میں ان کے قرض کی مصیبت میں پریشان ہوتا تو میں کہتا: اے زبیر کے مولیٰ! ان کا قرض ادا کردے۔تو وہ ادا کردیتا۔ (یعنی غیب سے سبب پیدا کردیتا کہ ادا ہوجاتا۔) قرض کی ادائیگی کے بعد اگر کچھ بچے تو اس میں سے ایک ثلث تمہارے بچوں کے لیے ہے۔ نیز ثلث مال راہِ الٰہی میں دیدینا۔ اور ثلث میں وصی بنانا۔ (ابن سعد، ج:۳، ص:۲۳۴۔الحلیۃ، ج:۱، ص:۹۱)

عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑوں کی وصیت کی۔ صحابہؓ میں آپ ایسے مالدار تھے کہ آپ کے متروکہ مال میں سونا اس قدر تھا کہ کلہاڑی سے کاٹ کر تقسیم کیا گیا۔

ایک سو اصحابِ بدر جو اس وقت زندہ تھے، ہر ایک کے لیے چار چار سو دینار ادا کرنے کی وصیت۔ ساتھ ہی امّہات المومنین کے لیے بھی ایک باغ وصیت فرمائی جس کی قیمت چار لاکھ درہم تھی۔ ایک اور موقع پر اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لیے ایک جائیداد پیش کی جس کی قیمت چالیس ہزار دینار تھی۔ امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اُن کے صاحبزادے ابوسلمہ کو دعائیں دیتیں اور فرماتی: اللہ تمہارے باپ کو سلسبیل جنت سے سیراب کرے۔

(سیر الصحابہ، ج:۲، ص:۱۳۳)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وصیت

سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں ایسے مرض میں مبتلا ہوا کہ قریب مرگ ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ عیادت کے لیے تشریف لائے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس مالِ کثیر ہے اور سوائے میری ایک بیٹی کے کوئی وارث نہیں۔ کیا میں اپنے دو تہائی مال کی وصیت کردوں؟ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا: نہیں! میں نے عرض کیا: اچھا آدھا؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں! میں نے عرض کیا: اچھا ! تہائی؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! تہائی۔ اور تہائی بھی بہت ہے۔ کیونکہ تم اپنی اولاد کو غنی چھوڑ جاؤ

تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انھیں تنگدست اور محتاج چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں سے سوال کریں۔ تم جو کچھ بھی (اہل وعیال پر) خرچ کرتے ہو اللہ کی رضا کے لیے اس پر یقیناً اجر وثواب ملتا ہے حتیٰ کہ جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو، اس پر بھی۔

(امام احمد، ص:۱۵۲۴ بحوالہ الجنائز۔ البانی: ابن سعد، ج:۳، ص:۲۶۲۔ الحلیۃ، ج:۱، ص:۹۴)

حضرت سعدؓ نے وصیت کی کہ جنگ بدر میں جو اونی کپڑا میرے جسم پر تھا اسی میں دفن کیا جائے۔ لہٰذا آپ کو اسی میں دفن کیا گیا۔ (سیر الصحابۃ، ج:۲، ص:۱۵۹)

مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ میرے والد کا سر جب وہ وفات پا رہے تھے میری گود میں تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ انھوں نے میری طرف دیکھا اور کہا: اے فرزند! تمھیں کیا چیز رلاتی ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ کی وفات۔ اس لیے کہ میں آپ کا بدل نہیں دیکھتا۔ انھوں نے فرمایا: مجھ پر نہ روؤ، کیونکہ حق جل مجدہ مجھ کو کبھی عذاب نہ دے گا۔ میں اہلِ جنت میں سے ہوں۔ اللہ مؤمنین کو اُن حسنات کی جزا دیتا ہے جو انھوں نے اللہ کے لیے کیے۔ کفار کے عذاب میں ان کے حسنات کی وجہ سے تخفیف کر دیتا ہے۔ جب حسنات ختم ہو جاتے ہیں تو پورا عذاب ہونے لگتا ہے۔ ہر عمل کرنے والے کو اُس شخص سے اپنے عمل کا اجر مانگنا چاہیے جس کے لیے اس نے عمل کیا ہے۔ (ابن سعد، ج:۳، ص:۲۶۴)

عامر بن سعد سے روایت ہے کہ والد محترم نے مرضِ وفات میں وصیت فرمائی کہ میرے واسطے بغلی قبر بنائی جائے اور اس کو بند کرنے کے لیے کچی اینٹیں کھڑی کر دی جائیں جس طرح رسول اللہ ﷺ کے لیے کیا گیا تھا۔ (مسلم شریف۔ معارف الحدیث)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وصیت

آپؓ سے ایک شخص نے وصیت طلب کی تو آپؓ نے فرمایا: صرف حق جل مجدہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔ قرآن مجید کے ارد گرد زندگی بسر کرو (یعنی قرآنی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہو) جو تم پر حق پیش کرے اس کو فوراً قبول کر لو۔ خواہ تم سے وہ بعید اور تمہارا مبغوض کیوں نہ ہو اور جو باطل پیش کرے اس کے باطل کو رد کر دو

خواہ وہ تمہارا رشتہ دار یا محبوب کیوں نہ ہو۔ (الحلیہ، ج:۱،ص:۱۳۴)

آپؓ نے فرمایا کہ: اگر تم سے یہ ممکن ہو سکے کہ مال و خزانہ ایسا ہو کہ جس کو نہ دیمک لگے نہ گھن، نہ ہی چور چوری کر سکے تو ضرور اس کی جدوجہد کرو کیونکہ ہر انسان کا دل اس کے خزانہ کے ساتھ اٹکا ہوا رہتا ہے۔

آپؓ نے فرمایا: جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتا وہ ہلاک ہوگیا بلکہ وہ شخص ہلاک ہوگیا جس کا قلب بھلائی کو نہیں پہچان سکا اور نہ برائی کو برا سمجھا۔

آپؓ نے فرمایا کہ: صالحین دنیا سے رخصت ہوگئے اور رَیب وشکوک والے رہ گئے جو نہ تو معروف (بھلائی) کو معروف سمجھتے ہیں نہ ہی منکر (برائی) کو منکر۔

آپؓ نے وصیت کی کہ: اپنے گھریلو کام کاج میں لگے رہو۔ اپنی زبان سے لوگوں کو ایذاء پہنچانے سے محفوظ رکھو۔ اور اپنے خفیہ گناہوں پر نادم اور روتے رہو۔

آپؓ نے فرمایا: اس رب کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کرۂ زمین پر زبان سے زیادہ کوئی چیز نہیں جس کو کنٹرول میں رکھا جائے۔

آپؓ کے پاس کچھ دیہاتی لوگ آئے جو موٹی موٹی گردن والے اور خوب لحیم وشحیم تھے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر لوگ تعجب میں تھے تو آپؓ نے فرمایا: تم کافروں کو جسمانی اعتبار سے صحتمند اور روحانی اعتبار سے مریض و بیمار دیکھوگے اور مومن کو باطنی و روحانی زندگی کے لحاظ سے خوب صحتمند اور جسمانی لحاظ سے ضعیف دیکھوگے۔

اللہ کی قسم! اگر تمہارے دل بیمار ہوں اور جسم فربہ و موٹا تو تمہاری قدر اللہ پاک کے نزدیک بیت الخلاء کے کیڑے سے زیادہ نہیں ہوگی۔ (الحلیۃ، ج:۱،ص:۱۳۵)

آپؓ نے وصیت میں لکھوایا:

یہ عبداللہ بن مسعود کی وصیت ہے، اگر اسی بیماری میں موت آجائے تو ان کی وصیت کا مرجع زبیر بن العوام اور ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیر ہوں گے۔ یہ دونوں بالکل مختار ہوں گے کہ اس کے متعلق جو انتظام کریں اور جو فیصلہ کریں، ان پر اس بارے میں کسی قسم کی تنگی نہ ہوگی۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح بغیر ان دونوں کے علم کے نہیں کیا جائے گا۔

اور نہ ان امور سے ان کی بیوی زینب بنت عبد اللہ الثقفیہ کی وجہ سے باز رہا جائے گا۔
اور جب فلاں غلام پانچ ہزار درہم ادا کرے تو آزاد ہے۔ اور مجھے عثمان بن مظعونؓ کی قبر کے پاس دفن کرنا۔

آپ کا سنہ۳۲ ہجری میں ساٹھ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔بقیع میں دفن ہوئے۔

(ابن سعد، ج:۳،ص:۲۷۳)

آپؓ نے فرمایا: جو دنیا کا ارادہ کرتا ہے وہ آخرت کو برباد کرتا ہے۔ اور جو آخرت کا ارادہ کرتا ہے دنیا کو تج دیتا ہے۔ لہٰذا اے لوگو! دنیا کو آخرت کے بدلے قربان کردو کیونکہ دنیا فانی اور ختم ہونے والی ہے اور آخرت باقی اور ہمیشہ ہمیش کیلئے ہے۔ (ابن سعد، ج:۱،ص:۱۳۸)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ دیکھو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم سے ایک شخص تن تنہا کسی وادی میں وفات پائے گا اور اس کو مسلمانوں کی ایک جماعت دفن کرے گی۔

آپؓ نے بیوی سے فرمایا: اُن لوگوں میں سے جن کے سامنے یہ حدیث رسول اللہؐ نے بیان کی تھی کوئی بھی نہ رہا سوائے میرے ...... لہٰذا جب میرا انتقال ہوجائے تو تم دیکھو اگر میرا کفن میرے ہی کپڑوں میں ہوجائے تو ٹھیک ورنہ تم اپنی چادروں میں کفن دینا۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ سوائے ایک چادر کے نہ تمہارے پاس ہے نہ میرے پاس۔

میں تم کو اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے امیر یا عریف، یا نقیب یا برید کفن نہ دے۔ آپ کی تجہیز و تکفین حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے آپ کی وصیت کے مطابق کی۔

جو نوجوان وفات کے بعد آئے ان میں سبھی کسی نہ کسی منصب وعہدہ پر تھے سوائے ایک انصاری نوجوان کے جس نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو کفن دیا اور آپ پر نمازِ جنازہ جماعت نے پڑھی اور دفن کردیا گیا۔ (الحلیہ، ج:۱،ص:۱۷۰)

آپؓ نے فرمایا میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سات وصیتیں کی ہیں: (۱) مسکین کی محبت

اور ان سے میل جول۔ (۲) اپنے سے کمتر کو دیکھنا اور بلندتر کو نہ دیکھنا۔ (۳) کسی سے سوال نہ کرنا۔ (۴) صلہ رحمی کرنا۔ (۵) حق بولنا خواہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔ (۶) اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کا خوف نہ کرنا۔ (۷) لاحول ولاقوۃ کا کثرت سے وِرد کرنا۔ (سیر الصحابۃ، ج:۳، ص:۸۶)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وصیت

آپؓ نے فرمایا: علم دین سیکھو کہ اس سے خوف وخشیتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ اور علم کا طلب کرنا عبادت، اس کا مذاکرہ تسبیح، بحث جہاد، لاعلموں کو سکھانا صدقہ، اہل پر صرف کرنا قربت، حلال وحرام کے لیے علامت، جنت کا نشان، وحشت میں مونس، اجنبی مقام کا ساتھی، تنہائی کا ہم کلام، بیکسی وتنگی میں دلیل، دشمن کے خلاف ہتھیار، دوستوں کے پاس زینت ہے۔ علم کے ذریعہ حق جل مجدہ بعض قوموں کو خیر وبھلائی کا امام بناتے ہیں جن کے نقش قدم پر چل کر لوگ نورِ ہدایت کو حاصل کرتے ہیں اور اپنی حرکات وسکنات میں ان کی اقتداء کرتے ہیں۔ اور ان مقتدیٰ کی رائے کو آخری فیصلہ قرار دیتے ہیں۔

ایسے لوگوں کی مجلسوں کے ملائکۃ اللہ مشتاق ہوتے ہیں۔ اور اپنے بازوؤں سے اتصال ملکوتی کے ساتھ ڈھانپے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے سمندر کی مچھلیاں اور غرض ہر رطب و یابس مخلوق دعائے مغفرت کرتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ تکلیف دہ، موذی حشرات الارض، چرند پرند اور درندے بھی۔ اس لیے کہ علم جہالت کی گندگی سے نکال کر دل کو حیاتِ ایمانی بخشتا ہے۔ آنکھوں سے تاریکی ہٹا کر نورِ بصیرت عطا کرتا ہے۔ علم کے ذریعہ اخیار و ابرار کا مقام حاصل کیا جاتا ہے اور دنیا و آخرت کی ہر سعادت نصیب ہوتی ہے۔ علمی فکر رکھنے والے کو روزے کا ثواب ملتا ہے اور علم کا درس دینے والوں کو قیام لیل کا اجر۔ علم ہی کے ذریعہ صلہ رحمی کی جاتی ہے اور حلال وحرام کی تمیز پیدا ہوتی ہے۔

عمل کرنے والے کا علم امام ومقتداء ہوتا ہے جس کی روشنی میں وہ اعمالِ صالحہ بجا لاتا ہے۔ اور علم سعادت مندوں کو ہی ملتا ہے اور شقی وبدبخت محروم رہتے ہیں۔

(ابن سعد، ج:۱، ص:۲۳۹)

جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ روتے تھے، لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا: نہ دنیا چھوڑنے کا غم ہے نہ ہی موت کی گھبراہٹ ہے بلکہ ثواب وعذاب کا خیال ہے۔

جب آپ کو وفات کے آثار جھلکنے لگے تو پوچھا کہ صبح ہوئی؟ لوگوں نے ٹیلا پار بھی نہیں کیا کہ یہ سوال آپ نے تین مرتبہ کیا۔ جواب دیا گیا کہ ابھی نہیں۔ جب صبح کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا: میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس رات سے جس کی صبح نارِ جہنم کی طرف ہو۔ اے موت تیرا آنا مبارک۔ تیرا آنا مبارک۔ تو نے آنے میں بہت دیر کی۔ اے دوست! مگر تو فاقہ کی حالت میں آیا۔ اے میرے رحمٰن و رحیم مولیٰ! تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے ڈرتا تھا، مگر آج تیری رحمت کا زیادہ اُمیدوار ہوں۔ اے میرے پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں دنیا کی زندگی اس لیے پسند کرتا تھا کہ نہریں کھودوں یا باغات لگاؤں۔ بلکہ چاہتا تھا کہ اس کے ذریعہ فتنہ و فساد سے دور رہوں۔ جود و کرم کو فروغ دوں۔ اور علماء کے پاس ذکر کے حلقوں میں بیٹھنے کے لیے۔ وفات کے وقت ۹۳ رسال کی عمر تھی۔ (الحلیہ، ج:۱، ص:۲۳۹)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی: فرزند! تین ارادے سے علم نہ حاصل کرنا؛ ریا کے ارادے سے، بحث و مباحثہ کے ارادے سے، فخر و مباہات کے ارادے سے۔ اور تین ارادے سے علم کو ترک بھی نہ کرنا؛ جہل کی محبت سے، علم کی ناقدری سے، طلب علم میں شرم سے۔ (العلم والعلماء بحوالہ البلاغ)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی وصیت کی کہ مجھے حیرہ کی چادروں میں کفن دینا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حیرہ کی چادروں میں کفن دیا گیا تھا۔ (بحوالہ البلاغ ۱۹۸۷ء)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت ابوایوب انصاریؓ جب بیمار پڑے اور مرض میں شدت ہوگئی تو اپنے ساتھیوں سے کہا: اگر میں مرجاؤں تو مجھے اُٹھالینا۔ اور جب تم لوگ دشمن کے مقابلہ میں صف بستہ ہونا تو مجھے اپنے قدموں کے نیچے دفن کر دینا۔

آپ کی بیماری میں امیرِ لشکر یزید بن معاویہؓ آپ کی عیادت کے لیے آیا اور معلوم کیا کہ آپ کی کوئی حاجت ہو تو بتائیے۔ انھوں نے کہا کہ میری حاجت و وصیت یہ ہے کہ جب میں مَر جاؤں تو مجھے اونٹ پر سوار کرا کے جہاں تک ممکن ہو دشمن کے ملک میں لے جانا۔ اور اپنی آخری منزل پر مجھ کو دفن کر دینا اور چلے آنا...... چنانچہ انتقال کے بعد یزید بن معاویہؓ نے آپ پر نمازِ جنازہ پڑھائی کیونکہ وہ امیرِ لشکر تھا اور آپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے قلعہ قسطنطنیہ کے پاس روم میں دفن کیا۔ آپ اس جہاد میں شریک تھے۔ (ابن سعد، ج:۴، ص:۶۱)

فاتحِ مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصایا

فاتحِ مصر عمرو بن العاصؓ نے وفات کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: جب میں دنیا سے رُخصت ہو جاؤں تو میرے ساتھ کسی نوحہ کرنے والی کو مت کرنا اور نہ آگ کو۔ اور جب تم دفن کر دو تو مجھ پر تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالنا۔ اُس کے بعد میری قبر کے اِردگرد اس وقت تک کھڑے رہنا کہ جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکتا ہو تا کہ میں تمہارے ساتھ مانوس ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے فرشتوں کا جواب دے سکوں۔ (مسلم شریف باب دفن المیت۔ مشکوٰۃ، ص:۱۴۹)

اسی موت و زیست کی حالت میں انھوں نے ایک صندوق کی طرف اشارہ کر کے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا: اسے لے لو! آپ کے بیٹے کا زہد مشہور ہے۔ انھوں نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ عمروؓ نے کہا: اس میں دولت ہے۔ عبداللہؓ نے پھر انکار کیا۔ اس پر ہاتھ مل کر کہنے لگے: کاش! اس میں سونے کے بجائے بکری کی مینگنیاں ہوتیں۔

(انسانیت موت کے دروازے پر، ص:۴۳۔ البلاغ)

حضرت ابن عباسؓ عیادت کو آئے۔ سلام کے بعد پوچھا: ابوعبداللہ! کیا حال ہے؟ جواب دیا: کیا پوچھتے ہو! دنیا کم بنائی مگر دین زیادہ بگاڑا۔ اگر اس کو بگاڑا ہوتا جس کو بنایا ہے اور اسے بنایا ہوتا جس کو بگاڑا ہے تو یقیناً کامیاب ہوتا۔ اگر آخری عمر کی آرزو فائدہ مند ہوتی تو ضرور آرزو کرتا۔ اگر بھاگنے سے بچ سکتا تو ضرور بھاگتا مگر اب منجنیق کی طرح زمین و آسمان

کے درمیان معلق ہوں، نہ ہاتھوں کے سہارے اوپر چڑھ سکتا ہوں نہ پاؤں کے سہارے نیچے اُتر سکتا ہوں۔ اے بھتیجے! مجھ کو کوئی ایسی نصیحت کر کہ اس سے فائدہ اُٹھاؤں!...... ابن عباسؓ نے کہا: افسوس! اب وہ وقت کہاں۔ اب وہ بھتیجا بوڑھا ہوکر آپ کا بھائی ہوگیا ہے۔ اگر آپ رونے کے لیے کہیں تو میں رونے کے لیے تیار ہوں۔ مقیم سفر کا کیسے یقین کرسکتا ہے۔

عمرو بن العاصؓ نے کہا: اس وقت اسّی برس سے کچھ اوپر میری عمر ہے اور تو مجھ کو پروردگار کی رحمت سے نااُمید کرتا ہے۔ اے اللہ! یہ ابن عباسؓ مجھ کو تیری رحمت سے نااُمید کررہا ہے۔ ابھی تو مجھے یہاں تک تکلیف دے کہ راضی ہوجا۔

ابن عباسؓ نے کہا: ہیہات ابوعبداللہ! جو چیز لی تھی وہ نئی تھی اور جو دے رہے ہو وہ پرانی ہے۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا: ابن عباس! تم کو کیا ہوگیا ہے! جو بات میں کہتا ہوں تم اس کا اُلٹا کہتے ہو۔ (استیعاب، ج:۲،ص:۴۴۹ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۳،ص:۱۴۰)

موت کے وقت اپنے محافظ دستے کو بلا بھیجا اور پوچھا کہ: میں تمہارا کیسا ساتھی تھا؟ جواب ملا: آپ ہمارے اچھے ساتھی تھے۔ ہماری عزت کرتے تھے، ہم کو دل کھول کر لیتے دیتے تھے۔ یہ سلوک کرتے تھے وہ کرتے تھے۔ کہا: میں یہ سلوک اس لیے کرتا تھا کہ تم مجھ کو موت سے بچاؤگے۔ یہ موت سامنے کھڑی ہوئی کام تمام کرنا چاہتی ہے۔ اس کو کسی طرح سے میرے سامنے سے دور کرو۔ یہ عجیب فرمائش سن کر ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ کچھ دیر بعد بولے: اباعبد اللہ! اللہ کی قسم ہم کو آپ سے ایسی فضول بات سننے کی اُمید نہ تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ موت کے مقابلے میں ہم آپ کے کچھ کام نہیں آسکتے۔

عمرو بن العاصؓ نے کہا: میں نے یہ جانتے ہوئے تم سے یہ فرمائش کی تھی کہ تم موت کے مقابلے میں میری کوئی مدد نہیں کرسکتے۔ کاش! میں نے تم میں سے کسی کو اپنی حفاظت کے لیے نہ رکھا ہوتا۔ افسوس! ابن ابی طالب سچ کہتے تھے کہ انسان کا محافظ خود اس کی موت ہے۔ اے اللہ! میں بری نہیں ہوں کہ معذرت کروں طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں۔ اگر تیری رحمت نے دستگیری نہیں کی تو میں ہلاک ہوجاؤں گا۔ (سیر الصحابہ، ج:۳،ص:۱۴۹)

ابوشمامہ مہری نے بیان کیا کہ عمرو بن العاصؓ کی مرض الوفات ہی میں عیادت کو گیا تو وہ

دیوار کی جانب منہ کر کے رونے لگے۔ ان کے صاحبزادے عبداللہ نے دلاسا دیا کہ: ابا جان! کیا آپ کو رسول اللہ ﷺ نے فلاں فلاں بشارتیں نہیں دی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: میرے پاس سب سے عظیم دولت 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' کی شہادت ہے مگر مجھ پر زندگی کے تین دَور گزرے ہیں: (۱) اسلام اور پیغمبر اسلام کا میں سب سے بڑا دشمن تھا، اگر اس حالت میں مَر جاتا تو جہنم میں جاتا۔ (۲) مگر اللہ نے اسلام کی ہدایت دی اور رسول اللہ کی عظمت و محبت اس قدر کہ قبولِ اسلام کے بعد مَیں نے نگاہ بھر کر رسول اللہ کو بسبب جلالتِ شان نہیں دیکھا، اگر اس حال میں مَر جاتا تو جنت یقینی تھی۔ (۳) تیسرا دَور آیا جس میں مَیں نے مختلف اعمال کیے، اب میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہوگا۔ (مسلم، کتاب الایمان۔ سیر الصحابہ، ج:۳، ص: ۱۴۰)

معاویہ بن خدیج سے روایت ہے کہ مَیں عمرو بن العاصؓ کی علالت میں عیادت کے لیے گیا۔ مَیں نے پوچھا کہ: اپنے آپ کو کس حال میں پاتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ: مرض سے گھلتا ہوں۔ اور تندرست نہیں ہوتا۔ اپنی نجات کو مصیبت سے زیادہ پاتا ہوں۔ اس حالت میں بوڑھے کی زندگی کیا ہوگی؟

عمرو بن العاصؓ فرمایا کرتے تھے کہ اُس شخص پر تعجب ہے جس پر موت نازل ہو اور عقل وشعور بھی باقی ہو پھر وہ کیسے اُسے بیان نہیں کرتا۔

جب اُن پر موت کی حالت قریب آئی تو اُن کے بیٹے عبداللہ بن عمرو نے سوال کیا: والدمحترم! آپ کہا کرتے تھے کہ اس شخص پر تعجب ہے کہ جس پر موت نازل ہو اور اس کی عقل اس کے ساتھ ہو تو وہ کیونکر اسے بیان نہ کرے...... لہٰذا آپ ہم سے موت کی کیفیت کو بیان کیجیے۔ کیونکہ آپ کی عقل آپ کے ساتھ ہے۔

انھوں نے فرمایا: اے میرے بیٹے! موت کی کیفیت اِس سے برتر ہے کہ اسے بیان کیا جائے۔ لیکن میں اُس میں سے کچھ تم سے بیان کروں گا؛

(۱) میں اپنے آپ کو اس حالت میں پاتا ہوں کہ گویا میری گردن پر کوہِ رضوی ہے۔

(۲) اور پیٹ میں کھجور کے کانٹے۔

(۳) اور گویا کہ میری سانس سوئی کے ناکے سے نکلتی ہے۔

پھر آپؓ نے فرمایا: اے اللہ! میں بَری نہیں ہوں، میرا عذر قبول کر۔ میں قوی نہیں ہوں، میری مدد کر۔ اور اگر تو نے اپنی وسعت رحمت کے ساتھ نہ ڈھانپا تو میں ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

اور عبد اللہؓ سے فرمایا: اے بیٹے! جب میں مَر جاؤں تو مجھے خالص پانی سے غسل دینا اور کپڑے سے جسم کو پوچھنا۔ پھر خالص پانی سے غسل دینا اور کپڑے سے پوچھنا۔ تیسری بار ایسے پانی سے غسل دینا جس میں کسی قدر کافور ملا ہوا ہو۔ پھر کپڑے سے پوچھنا۔

اور جب مجھے کپڑے پہنانا، کفن دینا تو گھنڈی لگا دینا یعنی گرہ لگا دینا۔ پھر تابوت پر اُٹھانا۔ میرے تابوت کو درمیانی رفتار سے لے چلنا (نہ زیادہ تیز قدم، نہ سست)۔ تم میرے جنازے کے پیچھے چلنا کیونکہ جنازے کا اگلا حصہ فرشتوں کے لیے ہے اور پیچھے کا بنی آدم کے لیے۔ جب مجھے قبر میں اُتار دینا تو مٹّی ڈالنا مگر آہستہ آہستہ۔

اس کے بعد فرمایا: اے اللہ! تو نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے عمل نہ کیا۔ تو نے ہمیں منع کیا مگر ہم نے ترک نہ کیا اور نافرمانی کی۔ مَیں بَری نہیں ہوں، میرا عذر قبول کر۔ میں قوی نہیں ہوں، میری مدد کر۔ اُس کے بعد آپؓ کی زبان پر 'لا الہ الا اللہ' کا وِرد برابر جاری رہا یہاں تک کہ وفات ہوگئی۔ (ابن سعد، ج:۴، ص:۳۹۳)

آپ کی وفات عید کے دن مصر میں ہوئی اور آپ والیٔ مصر تھے۔ آپ کے لڑکے نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سنہ وفات، سنہ ۴۲ یا ۴۳ یا ۵۱ ہجری ہے۔

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی وصایا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ: جو شخص عفو کا خوگر ہوتا ہے، سردار بن جاتا ہے اور جو بردباری کرتا ہے اس کی عظمت بڑھ جاتی ہے اور جو درگزر کرتا ہے لوگ اس کی طرف جھک جاتے ہیں۔ تم کو کبھی ایسی مشکلات میں مبتلا ہونے کی نوبت آئے تو اس کی تدبیر یہی ہے۔ (اسلام میں مشورہ کی اہمیت، ص: ۱۷)

آپؓ نے اپنے آخری ایام میں اپنی لڑکیوں کو جو اُن کی تیمارداری کیا کرتی تھیں، ایک

مرتبہ اُنھیں بغور دیکھ کر کہا: تم ایک ڈانواں ڈول وجود کو کروٹیں بدلوا رہی ہو۔ اس نے دنیا بھر کے خزانے جمع کیے لیکن کاش وہ دوزخ میں نہ ڈالا جائے۔ پھر یہ شعر پڑھا؂

لَقَدْ سَعَیْتُ لَکُمْ مِنْ سَعْیِ ذِیْ تَعَبٍ وَ قَدْ کَفَیْتُکُمُ التَّطَوُّفَ وَ الرِّحَلَا

یعنی میں نے تمہارے لیے سخت محنت سے کوشش کی اور در بدر کی ٹھوکریں کھانے سے بے پرواہ کر دیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ وفات سے قبل اپنے عزیزوں کو دیکھ کر کہا: اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا کیونکہ جو ڈرتا ہے اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اس شخص کے لیے کوئی پناہ نہیں جو اللہ سے بے خوف ہے۔ (اکابر اسلام کے آخری لمحات، ص: ۲۳-۲۴)

آخری لمحات میں آپؓ نے یزید سے مخاطب ہو کر کہا: اے فرزند! مجھے جس بات پر اللہ سے سب سے زیادہ خوف ہے وہ تجھ سے میرا برتاؤ ہے۔ جانِ پدر! ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا۔ جب آپ ضروریات سے فارغ ہوتے یا وضو کرتے تو میں دستِ مبارک پر پانی ڈالتا۔ آپؐ نے میرا کُرتہ دیکھا وہ مونڈھے سے پھٹ گیا تھا۔ فرمایا: معاویہ! تمھیں کرتہ پہنا دوں؟ مَیں نے عرض کیا: مَیں آپ پر قربان! ضرور ضرور ...... چنانچہ آپؐ نے کرتہ عنایت کیا، مگر مَیں نے ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں پہنا۔ وہ میرے پاس اب تک موجود ہے۔ ایک دن رسول اللہؐ نے بال ترشوائے، میں نے تھوڑے سے بال اور کترے ہوئے ناخن اُٹھا لیے تھے، وہ بھی آج تک میرے پاس شیشی میں رکھے ہوئے ہیں۔ دیکھو جب میں مَر جاؤں تو غسل کے بعد یہ بال اور ناخن میری آنکھوں کے حلقوں اور نتھنوں میں رکھ دینا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا کرتہ بچھا کر اس پر لٹانا اور کفن پہنانا۔ اگر مجھے کسی چیز سے نفع پہنچ سکتا ہے تو وہ یہی ہے۔ عین وفات کے وقت یہ شعر پڑھے؂

یَا لَیْتَنِیْ لَمْ اَعِنْ فِی الْمُلْکِ سَاعَةً وَ لَمْ اَکُ فِی اللَّذَّاتِ اَغْشِی النَّوَاظِر

کاش میں نے کبھی سلطنت نہ کی ہوتی۔ کاش لذتیں حاصل کرنے میں اندھا نہ ہوتا۔

دوسرے شعر کا ترجمہ ہے: کاش میں اس فقیر کی طرح ہوتا جو تھوڑے پر زندہ رہتا ہے۔

بیماری کے دوران آپؓ نے وصیت کی تھی کہ میرا نصف مال بیت المال کو دیدیا جائے۔

بیماری میں امیر معاویہؓ کی آنکھیں اوپر چڑھی ہوئی تھیں۔ مرض کی شدت بڑھ گئی۔تو ان کی صاحبزادی رملہ نے ان کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور بالوں میں اُنگلیاں پھیرنے لگیں کہ کسی طرح سے ان کو نیند آ جائے تو امیر معاویہؓ فرمانے لگے: اے بیٹی! جس سر کے بال تم سہلا رہی ہو وہ امور دنیوی میں اُلٹ پلٹ کرنے کا مشاق تھا۔ اس نے جوانی سے پیری تک کے زمانے میں زر و مال اکٹھا کیا۔ اے کاش کہ وہ آگ میں نہ جھونکا جائے۔ مَیں نے تم لوگوں کے لیے ایک رنج کش آدمی کی طرح کوشش کی ہے۔ اور تم کو مارے مارے پھرنے سے بچا لیا ہے۔ (انسانیت موت کے دروازے پر۔ص: ۴۵)

حضرت امیر معاویہؓ نے رحلت سے قبل اپنے بیٹے یزید کو درج ذیل وصیت بھی فرمائی:

جان پدر! مَیں نے تمہاری راہ کے تمام کانٹے ہٹا کر تمہارے لیے راستہ صاف کر دیا ہے۔ اور دشمنوں کو زیر کر کے سارے عربوں کی گردنیں جھکا دی ہیں۔ اور تمہارے لیے اتنا مال جمع کر دیا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے جمع نہ کیا ہوگا۔

اب میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اہلِ حجاز کا ہمیشہ خیال رکھنا کہ وہ تمہاری اصل بنیاد ہیں۔ اس لیے جو حجازی تمہارے پاس آئے اس سے حسن سلوک سے پیش آنا اور اس کی پوری عزت کرنا اور احسان کرنا اور جو نہ آئے اس کی خبر گیری کرتے رہنا۔ عراق والوں کی ہر خواہش پوری کرنا۔ حتیٰ کہ اگر وہ روزانہ عاملوں کی تبدیلی کا مطالبہ کریں تو بھی اس کو پورا کرنا، کیونکہ عاملوں کا تبادلہ تلوار کے بے نیام ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔ شامیوں کو اپنا مشیر خاص بنانا اور ان کا خیال ہر حال میں مدنظر رکھنا۔ اور جب تمہارا کوئی دشمن تمہارے مقابلہ میں کھڑا ہو تو اُن سے مدد لینا۔ لیکن کامیابی کے بعد انھیں فوراً واپس بلا لینا کیونکہ اگر یہ لوگ وہاں زیادہ مقیم رہیں گے تو اُن کے اخلاق بدل جائیں گے۔ اللہ کا خوف کرتے رہنا کیونکہ اللہ، خوف کرنے والوں کو مصائب سے بچاتا ہے، جو اللہ سے نہیں ڈرتا اُس کا کوئی مددگار نہیں۔ پھر اپنا نصف مال بیت المال میں جمع کرنے کا حکم دیا۔ (طبری، ج: ۷، ص: ۲۰۲ بحوالہ البلاغ، کراچی)

(نوٹ: حضرت امیر معاویہؓ کی جانب اور بھی وصیتیں منسوب ہیں مگر تاریخی حیثیت سے قابلِ نقل نہیں ہیں۔)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سنہ ۵۹ ہجری میں ۷۸ سال کی عمر میں جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ نے آخری تقریر کی:

لوگو! میں اس کھیتی کی طرح ہوں جو کٹنے کے لیے تیار ہو، میں نے تم لوگوں پر اتنی طویل مدت تک حکومت کی کہ میں بھی اس سے تھک گیا اور غالباً تم بھی تھک گئے ہوگے۔ اب مجھے تم سے جدا ہونے کی تمنا ہے اور غالباً تم کو بھی یہی آرزو ہوگی۔ میرے بعد آنے والا مجھ سے بہتر نہ ہوگا جیسا کہ میں اپنے پیشتر سے بہتر نہیں ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ جو شخص اللہ سے ملنے کی تمنا کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنے کا متمنی رہتا ہے۔ اس لیے اے اللہ! اب مجھ کو تجھ سے ملنے کی آرزو ہے۔ تو بھی آغوشِ رحمت پھیلا دے۔ اور ملاقات میں برکت عطا فرما۔

(سیر الصحابہ، ج:٦، ص:٧٧۔ ابن اثیر، ج:۲۴، ص:۲)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنے لڑکوں سے فرمایا کرتے تھے: آؤ! مجھ سے علم حاصل کرو کیونکہ عنقریب تم قوم میں بڑے آدمی ہوگے۔ میں بھی پہلے چھوٹا تھا۔ اور کوئی پروانہیں کرتا تھا لیکن جب جوان ہوا تو لوگ دوڑ دوڑ کر آئے اور فتویٰ لینے لگے۔ اس سے بڑھ کر عیب اور کیا ہوسکتا ہے کہ آدمی سے اُس کے دین کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ جاہل نکلے۔

(العلم والعلماء، ص:۲۷ بحوالہ البلاغ)

ایک مرتبہ حضرت عروہ ابن زبیرؒ نے اپنے بیٹے ہشامؒ سے کہا جب کسی سے ایسی بات کہوگے جو اس کی عقل سے بالاتر ہے تو اس کے لیے گمراہی کا سبب بن جائے گی۔

ہشام بن عروہؒ کہتے ہیں کہ میرے والد زبیرؒ نے مجھ کو اور میرے بھائیوں عبداللہ، عثمان اور اسماعیل کو بلا کر فرمایا: لوگوں کی بھیڑ کے ساتھ میرے حلقے میں نہ آیا کرو۔ تنہائی میں مجھ سے پوچھا کرو۔ اس کے بعد مسائل بیان کرنا شروع کیے۔ پھر چپ ہوگئے۔ اور دیر کے بعد کہنے لگے: اچھا جو کچھ سنا ہے مجھے سناؤ۔ میری یادداشت اچھی نکلی تو بہت خوش ہوئے۔ (بحوالہ سابق)

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت علقمہ نے بوقت وفات جو نصیحت فرزند کو کی تھی، قابل غور ہے: جانِ پدر! اگر تمھیں دوستی کی ضرورت ہو تو ایسے شخص کی دوستی اختیار کرو کہ اگر اس کی خدمت کرو تو برائیوں سے محفوظ رکھے۔ اس کی صحبت بھلائیوں سے آراستہ کردے۔ ضرورت پیش آئے تو اُسے پورا کردے، اُسے دوست بناؤ کہ اگر تم بھلائی کا ہاتھ بڑھاؤ تو وہ بھی بڑھائے۔ تمھاری خوبیوں کو روشن کردے اور برائیوں کو مٹا دے۔ اگر تم کچھ مانگو تو عطا کردے، نہ مانگو تو بڑھ کر خود مدد کردے، آفت آئے تو رفیق ثابت ہو اور تمھیں اپنے اوپر ترجیح دے۔

(المرشد الامین، ص:۱۰۰ بحوالہ البلاغ)

حضرت عبداللہ ابن الحسن رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عبداللہ بن الحسن رضی اللہ عنہ اپنے صاحبزادے محمد بن عبداللہ کو نصیحت فرماتے ہیں کہ: جاہل اگرچہ خیرخواہ ہو مگر اس کے مشورہ سے بچنا، جیسا کہ دانا دشمن کی عداوت سے۔ کیونکہ کچھ بعید نہیں کہ اپنے مشورے سے وہ تجھ کو ہلاکی میں دھکیل دے اور عاقل کی مکر و تدبیر اور جاہل کی نادانی تجھ کو آ دبالے۔ (اسلام میں مشورہ کی اہمیت۔ ص:۸۲)

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کی وصیت

آپؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی: يَـا بُـنَـيَّ! لَا تَقْبَلُوا الْحَدِيْثَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا مِنْ ثِقَةٍ'' (التمہید لابن عبدالبر، ج:۱،ص: ۴۵)

اے میرے پیارے بیٹے! آنحضرت ﷺ کی حدیث کسی معتمد آدمی سے ہی قبول کرنا۔

(ماہنامہ الرشید، ۱۴۰۲ھ، پاکستان)

حضرت عقبہؓ بن عامر الجھنی ردیف رسول اللہ ﷺ کی وصیت

آپؓ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اپنے بیٹوں کو جمع کر کے فرمایا: میں تمھیں تین چیزوں سے روکتا ہوں، انھیں خوب یاد رکھو۔ باوثوق شخص کے سوا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے

کوئی حدیث قبول نہ کرنا۔ قرض کی کوئی شے طلب نہ کرنا، اگر چہ تم نے امامت کی عباء پہن رکھی ہو اور نہ شعر لکھ کر اُن سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو قرآن سے غافل کرنا۔

آپؓ نے اپنے ترکہ میں ستر سے کچھ اوپر کمانیں چھوڑیں اور ہر کمان کے ساتھ ترکش اور تیر تھے۔ اُن کے متعلق آپؓ نے وصیت کی کہ انھیں اللہ کی راہ میں کام میں لایا جائے۔

(ماہنامہ الرشید، ۱۴۰۴ھ، ساہیوال)

حضرت عبداللہ ابن مُغفّل مزنیؓ کی وصیت

آپؓ بصرہ میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ دم آخر اعزہ سے وصیت کی کہ: غسل کے آخری پانی میں کافور ملانا۔ اور کفن میں دو چادریں اور ایک قمیص ہو کہ رسول اللہ ﷺ کا کفن ایسا ہی تھا۔ نہلاتے وقت صرف احباب ہوں۔ رسول اللہ کے صحابی غسل دیں۔ جنازہ کے پیچھے آگ روشن نہ کی جائے۔ ابن زیاد گورنر بصرہ جنازہ میں شریک نہ ہو۔ (ابن سعد، ج:۷، ص:۳۴)

وصیت کے مطابق حضرت ابو برزہ اسلمیؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ سنہ وفات ۵۹ یا ۶۰ ہجری ہے۔ بصرہ میں دفن کیے گئے۔ (اصابہ، ج:۴، ص:۱۳۲)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی وصیت

آپؓ جب زندگی سے مایوس ہو گئے تو آپؓ نے وصیت فرمائی کہ: جنازہ جلدی لے چلنا۔ یہود کی طرح آہستہ آہستہ نہ چلنا۔ جنازہ کے پیچھے آگ نہ جلانا، نالہ و شیون نہ کرنا۔ قبر مربع، چار اُنگل اونچی رکھنا۔ دفن کر کے واپس ہو کر کھانا کھلانا۔

نالہ وشیون کے روکنے میں اتنی سختی برتی کہ اپنے متروکہ مال میں بعض اعزہ کو وصیت کی تھی اور اس وصیت میں یہ شرط لگا دی تھی کہ جو عورت نالہ و شیون کرے گی اس کے متعلق منسوخ ہو جائے گی۔ (سیر الصحابہ، ج:۷، ص:۱۷۷)

آپؓ نے یہ بھی وصیت کی کہ جب میں مَر جاؤں تو مجھے میرے عمامے سے تابوت پر باندھ دینا۔ (ابن سعد، ج:۴، ص:۴۲۳۔ مستدرک حاکم، ج:۳، ص:۴۷۱)

بصرہ میں آپؓ کی وفات سنہ ۵۲ ہجری میں ہوئی۔ (ابن سعد، ج:۷، ص:۳۳)

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ سے وصیت کی تھی کہ وہ جائیداد اپنے ہاتھ میں لے کر قرض ادا کریں۔ آسان صورت یہی تھی کہ جائیداد فروخت کر کے قرض ادا کر دیا جاتا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے ایسا نہیں کیا، قرض خواہوں کو بلا کر ایک ہزار درہم سالانہ پر راضی کیا۔ اس طرح چار برس پھل فروخت کر کے ان کا کل قرض ادا کر دیا اور جائیداد بچ گئی۔

فرماتے تھے کہ مَیں اپنے بھائی کو محتاج نہیں دیکھنا چاہتا۔ (سیر الصحابہ، ج:۴،ص:۲۰۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزامؓ کی وصیت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنگ اُحد کا وقت آیا تو مجھے میرے والد نے رات میں بلایا اور کہا: میں اپنے آپ کو اس کے سوا اور نہیں خیال کرتا کہ میں وہ پہلا شہید ہوؤں گا جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے قتل کیے جائیں گے اور مَیں اللہ کی قسم کسی ایسے کو نہیں چھوڑ رہا ہوں جو حضورؐ کے بعد مجھے تجھ سے زیادہ پیارا ہو اور تجھ پر قرضہ ہے میری جانب سے، میرا قرضہ ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

(کیونکہ نو لڑکی آپ نے چھوڑیں جن میں چھ خرد سال تھیں)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو واقعی یہ پہلے شہید ہوئے میدانِ اُحد میں۔ (اخرجہ الحاکم، ج:۳،ص:۲۰۳ بحوالہ حیاۃ الصحابہ، ج:۳،ص:۶۹۰۔ اخرجہ البخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی وصیت

انتقال کے وقت آپؓ نے وصیت کی کہ میری نمازِ جنازہ حجاج نہ پڑھائے، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے ابان نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا۔

(سیر الصحابہ، ج:۴،ص:۲۶۲)

حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کا وفات کے بعد وصیت کرنا

نعمان بن بشیرؓ نے فرمایا کہ: حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کے بعض راستے میں ظہر اور عصر کے درمیان چلے جارہے تھے۔ اچانک ان کی موت آگئی اور گر پڑے تو انھیں ان کے گھر والوں کی طرف اُٹھا کر لایا گیا اور ان کو دو کپڑوں اور ایک کمبل سے ڈھانک دیا گیا۔ جب مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت ہوا تو انصار کی عورتیں جمع ہوئیں اور ان کے کنارے رونے چلانے لگیں۔ اچانک کمبل کے نیچے سے آواز سنائی دی کہ وہ کہہ رہے تھے: اے لوگو! خاموش رہو۔ یہ کلمہ دو مرتبہ کہا تو اُن کے چہرے اور سینے پر سے کپڑا ہٹایا گیا۔ اس کے بعد انھوں نے کہا: حضرت محمد رسول اللہ نبی امّی خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ بات اللہ کی کتاب میں ہے۔ پھر اُن کی زبان سے یہ بھی کہا گیا: سچ کہا! سچ کہا! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔قوی ہیں، امین ہیں، بدن میں کمزور تھے۔ اللہ کے کام میں قوی تھے۔ یہ بات اللہ کی کتاب اول میں ہے پھر ان کی زبان پر یہ بات جاری ہوئی۔ سچ کہا! سچ کہا! سچ کہا۔ بیچ کے خلیفہ اللہ کے بندے امیر المومنین وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی پرواہ نہ کرتے تھے اور لوگوں کو اس سے روکتے تھے کہ ان کا قوی اُن کے ضعیف کو کھا جائے اور یہ بات اللہ کی کتاب اوّل میں لکھی ہوئی ہے۔ پھر ان کی زبان پر جاری ہوا: سچ کہا! سچ کہا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں۔ مومنین پر رحم کرنے والے ہیں۔ دو باتیں گذر گئی ہیں اور چار باقی رہ گئی ہیں؛

(۱) لوگوں میں اختلاف ہوگا اور ان کے لیے کوئی نظام نہ رہ جائے گا۔

(۲) اور سب عورتیں رونے لگیں گی یعنی عورتوں کی پردہ دری ہوگی۔

(۳) قیامت قریب ہوجائے گی۔

(۴) اور بعض آدمی بعض کو کھا جائے گا۔

(البدایۃ، ج:۶،ص:۱۵۶ و ج:۶،ص:۲۹۳ بحوالہ حیاۃ الصحابۃ، ج:۳،ص:۶۸۶)

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے اوسط کی روایت میں اس طرح ہے کہ:

تینوں میں سے زیادہ قوی وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور لوگوں کو اس بات کا حکم نہیں دیتے تھے کہ اُن کا قوی ان کے کمزور کو کھا جائے۔ وہ اللہ کے بندے امیر المؤمنین ہیں۔ سچ کہا! سچ کہا!! یہ بات کتاب اوّل میں لکھی ہوئی ہے۔

پھر کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں۔ انھوں نے لوگوں کو بہت سے گناہ سے روک دیا۔ دو باتیں گذر گئیں اور چار باقی رہ گئیں۔ پھر لوگ اختلاف کریں گے اور ان کا بعض بعض کو کھا جائے گا۔ کوئی انتظام نہ رہ جائے گا اور جانور کی طرح عورتیں بچہ جنیں گی۔

پھر مسلمانوں کو ڈرایا اور کہا: اللہ کی کتاب اور اس کی تقدیر پر اے لوگو راضی ہو جاؤ۔ اپنے امیر کی طرف متوجہ رہنا۔ اور اس کا کہنا سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ جس نے امیر سے اِعراض کیا، اس کا خون محفوظ نہیں رہے گا۔ اللہ کا یہ امر لکھا ہوا اور مقدر کیا ہوا ہے۔ اللہ اکبر! یہ جنت ہے اور یہ جہنم ہے۔ اور تمام انبیاء اور تمام صدیق کہہ رہے ہیں، تجھ پر اللہ کا سلام ہو۔

روایت میں یہ بھی ہے: یہ احمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اے رسول اللہ! تم پر اللہ کا سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو اور اللہ کی برکت ہو۔ (البدایہ، ج:۶، ص:۱۵۷)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے وفات سے قبل وصیت فرمائی کہ: تم لوگ جاؤ اور میرے لیے وسیع اور گہری قبر کھودو۔ لوگ قبر کھود کر آئے اور عرض کیا کہ حکم کی تعمیل کی گئی۔

آپؓ نے فرمایا کہ: اللہ کی قسم! دو منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔ یا تو ہر چہار جانب سے چالیس چالیس ہاتھ مجھ پر وسیع ہو جائے اور پھر حق جل مجدہ جنت کا دروازہ کھول دے گا اور میں اس کے ذریعہ حور العین اور دار کرامت کی تمام نعمتوں کا بخوبی مشاہدہ کروں گا جو حق تعالیٰ نے میرے لیے جنت میں تیار کر رکھی ہیں اور آج میں جتنا تمہارے اس مکان سے قریب ہوں اس سے زیادہ دار آخرت کے مکان سے قریب تر رہوں گا۔ ساتھ ہی جنت کی تمام پُر بہار نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا رہوں گا یہاں تک کہ قیامت میں قبر سے اُٹھایا جاؤں۔ اور اگر اس

کے خلاف ہوا، بس اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس کی ذلت سے، تو میری قبر مجھ پر تنگ کر دی جائے جیسے کہ شیشہ میں باریک سوراخ ہو پھر حق جل مجدہ نارِ جہنم کا دروازہ کھول دے گا جس سے میں وہ تمام بیڑیاں اور زنجیریں دیکھوں گا جو میرے لیے تیار کی گئی ہیں۔ اور آج میں جس قدر تم سے قریب ہوں اس سے بھی زیادہ قریب جہنم سے ہوؤں گا۔ جس سے دہکتے ہوئے شعلے، جہنم کی جھلسانے والی ہَوا مجھ کو لگے گی اور یہ اس وقت تک ہوتا ہی رہے گا یہاں تک کہ میں قیامت میں اُٹھایا جاؤں۔ (الحلیہ، ج:۱،ص:۲۶۳)

اور وفات سے چند منٹ پہلے آپؓ نے وصیت کی:

جب تم میرا جنازہ لے کر چلو تو تیز قدم چلنا۔ اور میرے جنازہ کے پیچھے آگ مت لے چلنا اور میرے جسم ولحد کے درمیان کوئی دوسری چیز نہ حائل کرنا۔ (یعنی میرے جسم کو مٹی پر ہی رکھنا، چٹائی وغیرہ قسم کی چیز درمیان میں نہ رکھنا)۔ اور میرے قبر پر تعمیر وغیرہ نہ بنانا۔ میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ ہر رونے والی، گریبان چاک کرنے والی، بال نوچنے والی سے بیزار ہوں اور دیکھو! مجھ کو تکلیف نہ پہنچانا مجھ پر بین کے ذریعہ۔ (احکام الجنائز۔ البانی، ص:۸)

وفات سے قبل اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کی کہ دیکھو جب میں مَروں تو کسی کو میری اطلاع نہ کرنا۔ اور میرے لیے قبر گہری کھودنا اور نہ میرے جنازے کے ساتھ آگ یا رونے والی کرنا اور مَیں بَری ہوں جو سر منڈائے، یا رنج کی باتیں کرے اور کپڑے پھاڑے۔

(ابن سعد، ج:۴،ص:۲۶۴)

وفات کے وقت ۶۱/سال کی عمر تھی۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری لمحات میں فرمایا کہ: اگر میں یہ جانتا کہ یہ میرا آخری دن اس دنیا کا ہے اور پہلا دن آخرت کا تو یہ بات جو تم کو کہنے جا رہا ہوں، نہ کہتا۔

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں فقر و تنگدستی کو تونگری و فراخی پر پسند کرتا تھا اور گمنامی و گوشہ نشینی کو منصب عزت پر۔ اور موت کو زندگی پر۔ مگر اے حبیب (موت) تو فقر و فاقہ کی

حالت میں آیا ہے۔ وہ شخص کامیاب ہرگز نہیں ہوا جو تیری آمد پر شرمندہ و پشیمان ہوا۔ (الحلیہ :۲۸۲)
اور آپؓ نے فرمایا: الحمد للہ ! اس اللہ کی تعریف ہے جس نے فتنوں اور فساد سے نجات دیا۔

ربیع بن خالد کہتے ہیں کہ میں رات میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپؓ نے پوچھا کہ: کیا وقت ہو رہا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ: جوف اللیل یعنی رات کا آخری حصہ۔ تو آپؓ نے فرمایا: میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس صبح سے جو جہنم کی طرف ہو۔ پھر انھوں نے پوچھا : کیا میرا کفن لائے ہو؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں ! لایا ہوں۔ تو انھوں نے فرمایا: دیکھو میرے کفن میں غلومت کرنا (یعنی قیمتی کفن مجھ کو نہ دینا) اس لیے کہ اگر حق جل مجدہ کے پاس میرے لیے بھلائی و خیر ہے تو وہ خود ہی اس کفن سے بہتر کفن عنایت کرے گا ورنہ یہ تمہارا دیا ہوا کفن بھی مجھ سے اُتار لیا جائے گا اور چھن لیا جائے گا۔

آپؓ نے وصیت کی کہ: مجھے دو سفید و موٹے کپڑے میں کفن دینا۔ کیونکہ یہ کفن تھوڑے ہی وقت کے لیے میرے ہمراہ رہے گا اور پھر اچھا کفن یا برا بدل دیا جائے گا۔

(الحلیہ ، ج:۱،ص:۲۸۳)

وفات سے پہلے آپؓ کی عجیب کیفیت تھی۔ نہایت سراسیمہ ، خوف زدہ اور شدید گریہ و بکا میں مصروف تھے۔ لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو بولے کہ: دنیا چھوڑنے کا غم نہیں۔ موت مجھ کو محبوب ہے لیکن اس لیے رو رہا ہوں کہ معلوم نہیں کہ وہاں کیا پیش آئے گا اور میرا حشر کیا ہوگا۔ جس وقت انھوں نے آخری سانس لی تو فرمایا: اے اللہ ! اپنی ملاقات میرے لیے مبارک کرنا کیونکہ تو جانتا ہے کہ تجھے میں نہایت محبوب رکھتا ہوں۔ (اسد الغابۃ ، ج:۱،ص:۳۹۲)

وفات سے قبل اپنے دو بیٹوں کو وصیت کی کہ علیؓ سے بیعت کرنا کیونکہ آپؓ نے خود بھی علیؓ کی بیعت کی تھی۔ (سیر الصحابۃ ، ج:۵،ص: ۲۰۸)

حضرت عبد اللہ بن العباس رضی اللہ عنہ کی وصیت

اے گنہگار و کی جماعت ! سوء عاقبت سے مامون نہ رہو۔ دانستہ گناہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ دیکھو کراماً کاتبین سے شرم و حیا کی چادر چاک کر کے جان بوجھ کر گناہ کرنا پہلے گناہ سے

بھی بڑا گناہ ہے۔ تیرا ہنسنا باوجودیکہ تو نہیں جانتا ہے کہ حق جل مجدہ تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا بڑا گناہ ہے۔ گناہ کرنے کے بعد کیے ہوئے گناہ پر خوش ہونا گناہوں میں بڑا گناہ ہے۔ گناہ کے چھوٹ جانے پر غمگین ہونا گناہ کر کے خوش ہونے سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اور جب تو گناہ کرتا رہتا ہے اور ہوا تیرے دروازہ کو ہلا دیتی ہے اور تو اس وقت ڈر جاتا ہے کہ شاید کوئی آ جائے گا اور تو حق جل مجدہ سے نہیں ڈرتا حالانکہ وہ تیری طرف دیکھتا ہی رہتا ہے، سب سے بڑا گناہ ہے۔

کیا تجھے معلوم ہے کہ ایوب علیہ السلام کا گناہ کیا تھا جس کی وجہ سے ایوب علیہ السلام کو جسمانی بلاؤں میں اللہ نے مبتلا کیا تھا اور مال و دولت بھی لے لیا تھا؟

وہ گناہ یہ تھا کہ ایک مسکین نے ظلم کے خلاف اُن سے مدد طلب کی تھی اور انھوں نے مدد نہ کی اور نہ امر بالمعروف انھوں نے کیا اور نہ ظالم کو ظلم سے روکا تو حق جل مجدہ نے ابتلاء میں ڈال دیا۔ (الحلیہ، ج:۱،ص:۳۲۴)

حضرت طلحہؓ بن البراءؓ کی وصایا

رسول اللہ ﷺ کے مدینہ طیبہ ہجرت فرمانے کے بعد کچھ ہی عرصہ ہوا تھا کہ حضرت طلحہؓ بیمار ہوئے۔

پیغمبر اسلام عیادت کو تشریف لائے۔ صحت جواب دے رہی تھی، اس لیے آپؐ نے فرمایا اگر انتقال ہو جائے تو اطلاع دینا۔ اسی شب کو حضرت طلحہ کا پیغامِ اجل آیا تو حضرت طلحہؓ نے گھر والوں کو کہا کہ آنحضرت ﷺ کو خبر کرنے کی ضرورت نہیں۔ رات کا وقت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ راستہ میں کوئی جانور کاٹ کھائے اور کوئی حادثہ پیش آئے، اس لیے مجھ کو تم ہی لوگ دفن کر دینا۔ چنانچہ گھر والوں نے اِسی وصیت پر عمل کیا۔ صبح کو پیغمبرِ اسلامؐ کو اطلاع ہوئی تو صحابہؓ کو لے کر قبر پر تشریف لائے۔ نمازِ جنازہ پڑھی اور دعا کی: اے رب! طلحہ سے اس طرح مل کہ تو ان سے اور وہ تجھ سے ہنستے ہوئے ملیں۔ (سیر الصحابۃ، ج:۵،ص:۲۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہما کی وصیت

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کو فتنہ حجاج میں تیر مارا گیا جس سے وہ زمین پر گر پڑے اور انھیں اندیشہ ہوا کہ زخم نہ رُکے تو فرمایا: اے مصائب کے فرزند! مجھے مناسک ادا کر لینے دو۔ جب تکلیف بڑھ گئی تو حجاج بن یوسف عیادت کو آیا اور کہنے لگا کہ: اگر مجھ کو معلوم ہو جاتا کہ آپ کو تکلیف کس نے پہنچائی ہے تو میں یوں یوں کرتا۔ آپؓ نے فرمایا کہ تو ہی تو ہے جس نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ تو نے اس دن ہتھیار اُٹھایا جس دن ہتھیار اٹھایا نہیں جاتا۔ یہ سن کر حجاج چلا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ: مجھے تین چیزوں کے سوا دنیا کی کسی چیز پر افسوس نہیں ہے:

(۱) دوپہر کی پیاس، کہ اس حالت میں روزے نہ رکھے۔

(۲) رات کی مصیبت، کہ عبادتِ الٰہی میں شب کیوں نہ بسر کی۔

(۳) اور اس پر کہ مَیں نے اس باغی گروہ سے قتال نہ کیا جو مجھ پر گھس آیا تھا۔

اور ایک شخص کو بلا کر وصیت کی کہ وہ ان کو غسل دے۔ اور یہ کہ انھیں حرم میں دفن نہ کیا جائے۔ مگر اکثریت آراء سے انھیں حرم میں ہی دفن کیا گیا اور حجاج نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؓ نے سالم سے کہا: اے فرزند! اگر میں مَر جاؤں تو مجھے حرم سے باہر دفن کرنا کیونکہ مہاجر ہو کر نکلنے کے بعد حرم میں دفن ہونا ناپسند کرتا ہوں۔

مگر آپ کو مقبرۂ مہاجرین میں دفن کیا گیا۔ (ابن سعد، ج:۴، ص:۳۲۱)

آپؓ کی وفات سنہ ۷۴ ہجری کو مکہ میں ہوئی۔

حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی وصایا

حق بات کو قبول کرو گرچہ تم کو اجنبی اور تمہارا دشمن ہی بتلائے۔ اور باطل و ناحق کو رد کر دو گرچہ قریبی رشتہ دار اور دوست ہی کیوں نہ بتلائے۔ لوگوں سے دوستی و تعلق بقدر اس کے تقویٰ کے رکھو۔ اپنی زبان کو بے تحقیق کسی کے سلسلے میں نہ کھولو۔ زندگی پر نازاں مت ہو۔ مگر دیکھو کہ مُردہ کس قدر زندگی پر رشک کرتے ہیں۔ (الحلیہ، ج:۹، ص:۱۲۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وصیت

ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو مَیں عیادت کے لیے گیا۔ اور میں نے دعا کی: یا اللہ! ابو ہریرہ کو شفا دیجیے۔ یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: یا اللہ! تو صحت کو واپس نہ کر۔ پھر کہنے لگے: اے ابوسلمہ! عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اُن میں سے ایک شخص کو موت زرِ سرخ سے زیادہ محبوب ہوگی۔

اے ابوسلمہ! اگر میں کچھ دن اور زندہ رہا تو عنقریب وہ وقت آئے گا کہ ایک آدمی قبر پر گزرے گا اور کہے گا کہ کاش تمہارے بجائے اس قبر میں میں ہوتا۔ یا اس کی جگہ میں ہوتا (یعنی فتنہ وفساد عام ہوگا)۔

جب موت کا وقت آیا تو آپؓ نے وصیت کی کہ: میری قبر پر شامیانہ نہ لگانا اور نہ میرے جنازہ کے ساتھ آگ لے چلنا۔ اور جب تم لوگ میرے جنازہ کو اُٹھانا تو تیز قدم لے چلنا۔ کیونکہ اگر میں نیک ہوں تو تم میرے رب کے پاس لاؤ گے (اور میں جلد اپنی بھلائی و رحمت کو پالوں گا) اور اگر میں اس کے سوا ہوں گا تو وہ صرف ایک ایسی چیز ہوگی جسے تم لوگ اپنے کندھوں سے پھینک دو گے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ صالح اور مومن کا جسم تابوت پر رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اپنے کندھوں پر اُٹھا کر قبرستان کو لے جاتے ہیں تو وہ کہتا ہے: مجھے جلد لے چلو، مجھے آگے کرو۔ اور اگر کافر یا بدکار ہوتا ہے تو کہتا ہے: ہائے بدبختی! ہائے بدبختی! ہائے میری خرابی و بربادی! تم لوگ مجھے کہاں لے جارہے ہو۔ کتبِ حدیث میں اتنا اضافہ ہے کہ: اس آواز کو جنات و انسان کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے۔ اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہوکر گر جائے (اور لوگ اپنے مُردوں کو دفن ہی نہ کریں)۔ (ابن سعد، ج:۴، ص:۴۶۸)

آپؓ نے مرض الوفات میں فرمایا: اے اللہ! میں تیری ملاقات کو پسند کرتا ہوں لہٰذا تو بھی ملاقات کو پسند کر۔

آپؓ مرض الوفات میں رو رہے تھے، آپؓ سے سبب معلوم کیا گیا تو فرمایا کہ: میں تمہاری اس دنیا پر نہیں روتا ہوں، میں اپنے سفر کی دوری اور توشے کی کمی پر روتا ہوں۔ مَیں نے

جنت و دوزخ کی منزل کی راہ پر صبح کی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان میں سے کس راہ پر مجھ کو چلایا جائے گا۔

زندگی کے آخری لمحات میں آپؓ نے وصیت کی: نہ مجھ کو عمامہ باندھنا اور نہ کرتہ پہنانا۔

آپؓ کی وفات سنہ ۵۹ ہجری میں ۷۸ سال کی عمر میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں ہوئی۔ آپؓ پر ولید بن عتبہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ وہ والیٔ مدینہ تھا۔ اور جنت البقیع میں سپردِ خاک کیا گیا۔ (ابن سعد، ج:۴، ص:۴۷۰)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی علالت میں صحابہ رضی اللہ عنہم عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ رو رہے تھے۔ معلوم کیا گیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ: اللہ کی قسم! نہ موت کی پریشانی سے روتا ہوں اور نہ دنیا کی حرص سے۔ البتہ رسول اللہؐ نے مجھے ایک وصیت کی تھی کہ تم میں سے ہر ایک کا دنیا سے انتہائی سامانِ عیش ایسا ہونا چاہیے جیسے سوار کا توشہ۔ اور میرے اردگرد یہ اشیاء ہیں۔ (حالانکہ وہ اشیاء ایک بڑا پیالہ، ایک لگن اور ایک ہانڈی تھی)

مدائن کے امیر سعد بن مالکؓ نے وصیت کی درخواست کی، تو فرمایا: اے سعدؓ! جب کسی کام کا قصد و ارادہ کرو تو اس وقت اللہ حق جل مجدہ کو ضرور یاد رکھو۔

آپؓ نے یہ بھی وصیت کی کہ دیکھو! جو شخص تم میں سے حج یا عمرہ یا جہاد یا تحصیلِ علمِ قرآن میں مَر سکے تو اسی راہ میں مَرنا چاہیے۔

اور تم میں سے کوئی شخص فاجر (بدکار) اور خائن (دغاباز) ہو کے ہرگز نہ مَرے۔

وفات سے قبل آپؓ نے اپنی اہلیہ بُقَیرہ کو بلایا اور فرمایا کہ وہ امانت جو میں نے تمہارے پاس رکھوائی تھی لاؤ۔ اہلیہ نے ایک مشک کی تھیلی جو ان کے پاس فتح جلولاء کے دن رکھوائی تھی، لائی۔ فرمایا کہ: ایک پیالہ میں پانی بھی لاؤ۔ آپؓ نے اپنے ہاتھوں سے اس پیالہ میں مشک ڈالا اور گھول دیا اور اہلیہ سے کہا کہ اس کو میرے اردگرد ہر چہار جانب چھڑکاؤ کر دو۔ وہ اپنے ایک بالاخانہ میں تھے جس کے چہار دروازے تھے۔ فرمایا: ان دروازوں کو بھی کھول دو

کیونکہ میرے پاس ایک ایسی مخلوق آنے والی ہے جو کھاتی پیتی نہیں ہے اور خوشبو محسوس کرتی ہے۔ پتہ نہیں، ان چاروں دروازوں میں سے کس دروازہ سے آئیں۔ اور تم بالا خانہ سے نیچے اُتر جاؤ اور تھوڑی دیر ٹھہری رہو۔ اہلیہ نیچے اُتر کر چھپ گئیں اور قدرے رُکی رہیں کہ ایک آواز سنائی دی۔ جب اوپر گئیں تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔

آپؓ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو خواب میں وصیت کی کہ توکل ہر حال میں اختیار کرو۔ توکل سے بہتر کوئی چیز نہیں اور توکل ہر وقت ہر مقام پر کام دے گا۔

(ابن سعد، ج:۴، ص: ۲۴۵۔ الحلیہ، ج:۱، ص: ۲۰۸)

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی وفات کا جب وقت آیا تو اپنے فرزند کو وصیت کی: اے فرزند! لوگ اپنی میّتوں کو اپنے قبرستانوں میں دفن کرتے ہیں۔ جب میں مَروں تو مجھے اُس اونچی زمین (ظہر) پر دفن کرنا کیونکہ جب تم مجھے اونچی زمین پر دفن کرو گے تو کہا جائے گا کہ اونچی زمین پر اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک شخص دفن کیا گیا ہے، لہٰذا لوگ بھی اپنی میّتوں کو دفن کریں گے۔ (ابن سعد، ج:۴، ص: ۲۷۹۔ الحلیہ: ج:۱، ص: ۱۴۷)

آپؓ کوفہ میں دفن کیے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگِ صفین سے واپس ہو رہے تھے۔ آپؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور کوفہ کی آبادی سے باہر آپ کی وصیت کے مطابق دفن کیا گیا۔ آپ کی عمر ۷۲ سال تھی۔ یہ سنہ ۳۷ ہجری کا واقعہ ہے۔

جب آپؓ کی حالت نازک ہوئی اور کفن لایا گیا تو اسے دیکھ کر آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ فرمانے لگے: آہ! حمزہ کو پورا کفن میسر نہ ہوا تھا۔ ایک معمولی چھوٹی سی چادر میں کفن دیا گیا جو جسم کو بھی نہ ڈھانپ سکی۔ بالآخر سر ڈھانک کر پاؤں اذخر گھاس سے چھپائے گئے۔

کسی عیادت کرنے والے نے عرض کیا: مبارک ہو! کل آپ اپنے ساتھیوں سے ملیں گے۔ یہ سن کر رقت طاری ہو گئی۔ فرمایا: میں تو موت سے نہیں ڈرتا بلکہ تم لوگوں نے ایسے

لوگوں کی یاد دلا دی جو اس دنیا سے اجر وثواب کے مستحق ہو کر اُٹھے۔ مجھ کو خوف ہے کہ کہیں ثواب واجر کے بدلے میں مجھ کو یہ دنیا نہ ملی ہو۔ (سیر الصحابۃ، ج:۱،ص:۱۹۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مرض الوفات میں وصیت کی کہ اُنھیں محمد بن سیرین غسل دیں، کفنائیں اور وہی نمازِ جنازہ پڑھائیں اور تلمیذ خاص ثابت بنانی کو وصیت کی کہ موئے مبارک صلی اللہ علیہ وسلم میری زبان کے نیچے رکھ دو۔ تعمیلِ حکم کی گئی اور اسی حالت میں روحِ مطہر نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ (سیر الصحابۃ، ج:۴،ص:۱۲۲)

آپؓ کی وفات بصرہ میں ۱۰۷ یا ۱۰۳ سال کی عمر میں سنہ ۹۲ یا ۹۳ ہجری میں ولید بن عبدالملک کے عہد میں ہوئی۔ محمد بن سیرین اس وقت جیل خانہ میں تھے۔ حاکم وقت نے آپ کو اتنے وقت کی فرصت دی کہ آپ وصیت کو پورا کرسکیں۔ آپ تجہیز وتکفین کے بعد پھر جیل واپس چلے گئے۔ (ابن سعد، ج:۷،ص:۴۸)

حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی: پیارے بچو! اپنے بڑے کو سردار بناؤ کیونکہ جو بچے اپنے بڑے کو سردار بناتے ہیں وہ اپنے باپ کا خلیفہ ہوتا ہے اور جو چھوٹے کو سردار بناتے ہیں وہ اپنے ہم عصروں میں ذلیل ہو جاتے ہیں اور بقدر کفاف مال کمانا اور اس کو محفوظ رکھنا کیونکہ یہ بزرگوں کے لیے موجب جاہ و دبدبہ ہے اور اس کی وجہ سے کنجوسوں سے بے نیازی حاصل ہوتی ہے۔ خبردار! لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا کیونکہ سوال انسان کی سب سے مجبوری کی کمائی ہے۔ اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نوحہ نہیں کیا گیا اور مجھے بکر بن وائل سے چھپا کر دفن کرنا کیونکہ ہم جاہلیت میں ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کی تدبیروں میں لگے رہا کرتے تھے۔ (ابن سعد، ج:۷،ص:۵۸)

مستدرک حاکم میں اتنا اضافہ ہے: اپنے اونٹوں کو بے محل نہ صَرف کرنا لیکن برمحل صرف کرنے میں بھی بخل نہ کرنا۔ کم اصلوں سے شادی نہ کرنا۔ ممکن ہے اس سے وقتی مسرت

حاصل ہو لیکن اس سے جو خرابی پیدا ہوگی وہ اس مسرت سے کہیں زیادہ نقصان رساں ہوگی۔ اپنے دشمن کی اولاد سے بچتے رہنا۔ وہ اپنے بزرگوں کی طرح تمہاری دشمن ہوگی۔ مجھ کو ایسے مقام پر دفن نہ کرنا جہاں بکر بن وائل کا گذر ہو سکے۔ زمانۂ جاہلیت میں اس کے ساتھ میرے اختلاف اور جھگڑے رہ چکے ہیں، اس لیے خطرہ ہے کہ وہ انتقام میں قبر کھود ڈالیں اور تم اس کے انتقام میں ان کی دنیا اور وہ تمہاری آخرت برباد کریں گے۔

پھر ترکش سے ایک تیر نکال کر بڑے لڑکے کو دیا اور کہا: اس کو توڑو۔ اس نے توڑ دیا۔ پھر دو تیر ایک ساتھ توڑنے کو دیے۔ اس نے کوشش کی مگر نہ توڑ سکا۔ یہ مشاہدہ کرانے کے بعد کہا کہ: اتحاد و اتفاق اور تشتّت و اختلاف میں تمہاری حالت اسی تیر کی طرح ہے۔ یعنی اگر متفرق رہو گے تو ہر شخص زیر کرلے گا اور اگر مل کر رہو گے تو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

(مستدرک حاکم، ج:۳،ص:۶۱۱ بحوالہ سیر الصحابۃ، ج:۷،ص:۱۹۶)

حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ کی وصیت

۸۳ ر برس کی عمر پا کر سنہ ۵۳ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ وصیت فرمائی کہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نمازِ جنازہ پڑھائیں لیکن وہ مدینہ سے کچھ فاصلے پر عقیق میں تھے۔ آپؓ کے آنے میں دیر ہوئی تو مروان بن حکم والیٔ مدینہ نے کہا کہ ایک شخص کے انتظار میں جنازہ کب تک پڑا رہے گا؟ اور چاہا کہ خود آگے بڑھ کر امامت کرے۔ لیکن عبد اللہ بن ارقمؓ نے اجازت نہ دی اور قبیلہ بنی مخزوم ان کی حمایت کے لیے تیار ہو گیا۔ اسی دوران حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تشریف لے آئے اور نمازِ جنازہ پڑھا کر جنت البقیع میں دفن کیا۔ (سیر الصحابہ، ج:۲،ص:۳۹۴)

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کی وصایا

صاحبو! دنیا محض ایک گزرگاہ ہے جس کا بڑا حصہ گزر چکا۔ اب صرف ریزش باقی ہے۔ جس طرح کسی ظرف کا پانی پھینک دینے کے بعد آخر میں کچھ دیر تک تقاطر کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ ہاں تم یقیناً اس دنیا سے ایک جگہ منتقل ہونے والے ہو جس کو کبھی زوال نہیں تو پھر کیوں نہیں بہتر سے بہتر تحائف اپنے ساتھ لے جاتے ہو۔ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ اگر پتھر کا کوئی

ٹکڑا جہنم کے کنارے سے لڑھکایا جائے تو ستّر برس میں بھی وہ اس کی گہرائی کو طے نہیں کرسکتا۔ لیکن اللہ کی قسم! تم اس کو بھردو گے۔ کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے اس قدر وسیع ہوں گے کہ چالیس سال میں اس کی مسافت طے ہوسکتی ہے، لیکن ایک دن ایسا بھی آئے گا جب کہ اُن پر سخت اژدہام ہوگا۔ جب میں ایمان لایا تو رسول اللہؐ کے ساتھ صرف چھ آدمی تھے۔ عسرت و ناداری کی یہ حالت تھی کہ درخت کے پتوں پر گذارہ ہوتا تھا۔ جس سے آنتوں میں زخم پڑ جاتے تھے۔ مجھے ایک دفعہ ایک چادر مل گئی جس کو چاک کرکے میں نے اور سعد نے تہہ بند بنایا۔ لیکن ایک دن وہ بھی آیا جب ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ اللہ کے نزدیک حقیر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سمجھوں۔ نبوت ختم ہوچکی ہے۔ انجام کار بادشاہت ہوگی اور تم عنقریب ہمارے بعد امیروں کو آزماؤ گے۔ والسلام۔ (مسند ابن حنبل، ج:۴، ص:۱۷۴ بحوالہ سیر الصحابۃ، ج:۲، ص:۴۲۱)

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ بن جحشؓ غزوۂ بدر و اُحد میں شریک تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جنگِ اُحد کے ایک روز قبل مَیں نے اور عبداللہ نے ایک ساتھ دعاء مانگی تھی۔

میرے الفاظ تھے: اے اللہ! کل جو دشمن میرے مقابلے میں آئے وہ نہایت بہادر اور غضبناک ہوتا کہ میں تیری راہ میں اس کو قتل کروں۔

عبد اللہ نے آمین کہا۔ پھر دست بدعا ہوئے: یا اللہ! مجھے ایسا مقابل عطا کر جو نہایت شجاع اور سریع الغضب ہو۔ میں تیری راہ میں اس سے معرکہ آرا ہوؤں، یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کرکے ناک، کان کاٹ ڈالے۔ جب میں تجھ سے ملوں گا اور تو فرمائے گا: اے عبد اللہ! یہ تیرے کان، ناک کیوں کاٹے گئے، تو عرض کروں گا: تیرے لیے اور تیرے رسول کے لیے۔ ان کو اپنی یہ تمنا اس قدر متوقع الحصول نظر آتی تھی کہ قسم کھا کھا کر کہتے تھے: یا اللہ! میں تیری قسم کھاتا ہوں کہ میں دشمن سے لڑوں گا یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کرکے میرا مثلہ کرے گا۔

الغرض ۷/شوال سنہ ۳ ہجری سنیچر کے روز معرکۂ کارزار گرم ہوا۔ حضرت عبداللہ بن جحش

اس جوش سے لڑے کہ تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو کھجور کی چھڑی مرحمت فرمائی، جس نے ان کے ہاتھ میں تلوار کا کام دیا۔ دیر تک لڑتے رہے بالآخر اسی حالت میں ابوالحکم ابن اخنس ثقفی کے وار نے شہادت کی تمنا پوری کردی۔ مشرکین نے مثلہ کیا اور ان کے ناک کان کاٹ کر دھاگے میں پرو دیے۔ حضرت سعد نے دیکھا تو کہا: اللہ کی قسم! عبداللہؓ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ (اسد الغابۃ، ج:۳،ص:۱۳۱ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۲،ص:۴۳۴)

چنانچہ اپنے ماموں سیّد الشہداء حضرت امیر حمزہؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ

عمر شریف ۷۰ سال کی ہوئی تو پیغامِ اجل آیا۔ حضرت ابوطلحہؓ کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہے۔ ایک دن سورۂ برأت (توبہ) تلاوت فرمارہے تھے۔ جب آیت ﴿اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا﴾ پر پہنچے تو ولولۂ جہاد تازہ ہوا۔ گھر والوں سے کہا کہ اللہ نے بوڑھے اور جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے۔ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں۔ سفر کا انتظام کردو (دو مرتبہ کہا) بڑھاپے کے علاوہ روزے رکھتے رکھتے نہایت نحیف اور لاغر ہوگئے تھے۔ گھر والوں نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے! عہدِ نبویؐ کے کل غزوات میں شریک ہوچکے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں برابر جہاد کیا۔ اب بھی جہاد کی حرص باقی ہے؟ آپ گھر میں بیٹھئے۔ ہم لوگ آپ کی طرف سے غزوہ میں جائیں گے۔ حضرت ابوطلحہؓ بھلا کب رُک سکتے تھے۔ شہادت کا شوق ان کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ بولے: جو میں کہتا ہوں اس کی تعمیل کرو۔ گھر والوں نے چارو ناچار سامان سفر درست کیا۔ اور یہ ستّر برس کا بوڑھا مجاہد، اللہ کا نام لے کر چل پڑا۔ غزوہ بحری تھا اور اسلامی بیڑہ روانہ ہونے والا تھا۔ حضرت ابوطلحہ جہاز پر سوار ہوئے اور غزوہ کے منتظر تھے کہ ساعت مقررہ آ پہنچی اور ان کی روح عالم قدس کو پرواز کرگئی۔ بحری سفر تھا۔ زمین کہیں نظر نہ آتی تھی۔ ہَوا کے جھونکے جہاز کو غیر معلوم سمت میں لیے جارہے تھے۔ اس مجاہد فی سبیل اللہ کی لاش غربت کی حالت میں جہاز کے تختہ پر بے گور وکفن پڑی رہی۔ آخر ساتویں روز جہاز خشکی پر پہنچا۔ اس وقت لوگوں نے لاش کو ایک جزیرہ میں اُتر کر دفن کیا۔ لاش بعینہٖ صحیح و سالم تھی۔ سنہ وفات ۳۱ یا

۳۳ ہجری ہے۔ (سیر الصحابۃ، ج:۴،ص:۱۶۴)

ابی جعفر خطمی کو اپنے دادا عمیر بن حبیب بن حماشہ رضی اللہ عنہ کی وصیت

اے بیٹے ! خبر دار بے وقوفوں کی ہم نشینی سے دور رہنا کہ وہ خطرناک لاعلاج مرض ہے۔ جو بے وقوف سے کنارہ رہتا ہے خوشی ملتی ہے۔ اور جو اس سے محبت رکھتا ہے شرمندگی و ذلت ملتی ہے۔ بے وقوفوں کی تھوڑی سی اذیت کو نہ برداشت سے نا قابل تلافی بڑے نقصانات کو جھیلنا پڑتا ہے۔ اور جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا چاہتا ہے، اس کو نامناسب احوال اور اذیت پر صبر کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی پوری اُمید رکھنی چاہیے۔ کیونکہ حق جل مجدہ سے ثواب کی اُمید ہر مصیبت و بلاء کے پہاڑ کو جھیلنا آسان کردیتی ہے۔ (مجمع الزوائد، ج:۷،ص:۲۶۹)

حضرت عمیر بن حبیب بن حماشہ رضی اللہ عنہ کی وصیت

عمیر بن حبیب رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے کو وصیت کی: اے بیٹے ! بیوقوفوں کی ہم نشینی سے دور رہنا کہ ان کی صحبت خطرناک روگ ہے۔ جو بے وقوف سے دور رہتا ہے اس کو خوشی و راحت ملتی ہے اور جو ان کے قریب ہوتا ہے پشیمانی وشرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور جو بیوقوفوں کی ہلکی اذیت پر صبر و رضا نہیں کرتا اس کو پھر مہلک و زبردست اذیت اُٹھانے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

اور جب تم میں سے کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ارادہ کرے تو اس کو اس راہ کی اذیت و مصائب و آلام پر صبر و استقامت کے لیے پہلے سے تیار رہنا چاہیے اور حق تعالیٰ سے اجر عظیم کا یقین رکھنا چاہیے، اس لیے کہ مولا جل و علا سے ثواب کا یقین رکھنا اس راہ کی اذیت کو خاک پا بنادے گا اور مقصود آسان ہوجائے گا۔ (مجمع الزوائد، ج:۷،ص:۲۶۹)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی وصایا

مرض الوفات میں آپ نے یوسف بن عبد اللہ بن سلام کو بلا کر کہا کہ لوگوں کو میری موت کی خبر کردو۔ اس خبر کا مشتہر ہونا تھا کہ آدمیوں کا طوفان اُمنڈ آیا۔ گھر سے باہر تک آدمی ہی آدمی تھے۔ اندر اطلاع ہوئی تو فرمایا: مجھ کو یہاں سے باہر لے چلو۔ باہر آ کر اٹھ کے بیٹھے اور تمام مجمع کو خطاب کرکے ایک حدیث بیان کی اور اپنے اشاعتِ حدیث کا جوش اس وقت بھی پورا کیا؛ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا سَأَلَ مُعَجَّلاً اَوْ مَؤَخَّراً قَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِيَّاكُمْ وَ الْاِلْتِفَاتَ فَاِنَّهٗ لا صَلاةَ لِلْمُلْتَفِتِ فَاِنْ غَلَبْتُمْ فِي التَّطَوُّعِ فَلَا تَغْلِبَنَّ فِي الْفَرِيْضَةِ.

(مسند احمد، ج:۶،ص:۴۴۳)

ابو درداء کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کوئی اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت (تحیۃ الوضوء) پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری فرماتا ہے جلد یا بتاخیر۔ ابو درداء نے کہا اے لوگو! نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے سے باز رہو اس لیے کہ یہاں وہاں دیکھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ اور اگر تم نفل میں یہاں وہاں دیکھ لو (تو اگر چہ سخت ناپسند ہے اتنا ہرج نہیں لیکن) فرض نماز میں ہرگز یہاں وہاں نہ دیکھو۔

بوقتِ وفات حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ پر گریہ و زاری کا عجیب عالم تھا۔ ام درداء (بیوی کا نام ہے) نے عرض کیا: آپ صحابی رسولؐ ہوکر روتے ہیں؟ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہ روؤں! خدا معلوم گناہوں سے کیونکر چھٹکارا ہو۔

اسی حالت میں اپنے صاحبزادے بلال کو بلایا اور فرمایا دیکھو! ایک دن تم کو بھی یہ واقعہ پیش آنا ہے۔ اُس دن کے لیے کچھ کر رکھنا۔ موت کا وقت قریب آیا تو جزع وفزع کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آپ پر خوفِ الٰہی کا نہایت غلبہ تھا۔ بیوی جو پاس بیٹھی تسکین دے رہی تھی کہا: تم موت کو محبوب رکھتے تھے، پھر اس وقت پریشانی کیوں ہے؟ فرمایا: یہ سچ ہے لیکن جس وقت سے موت کا یقین ہوا سخت پریشانی ہے۔ یہ کہہ کر روئے پھر فرمایا: یہ میرا اخیر وقت ہے۔ کلمہ طیبہ

'لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ' پڑھاؤ۔ چنانچہ لوگ کلمہ کی تلقین کرتے رہے۔ اور حضرت ابودرداء اس کو دہراتے رہے یہاں تک کہ روح مطہر نے آخری سانس لی۔ ہجرت کے ۳۲ ویں سال اس مسافر کارواں نے سرائے عالم کو چھوڑ کر وطن ابدی کو زینت بخشی۔ (سیر الصحابۃ، ج:۴، ص:۱۷۴)

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ جو مسیلمہ کذاب کی جماعت کے ساتھ لڑی گئی تھی، اس میں شرکت کی۔ اپنے دستِ آہنی سے پورے ایک سو کو واصلِ جہنم کیا اور شرکت میں جو مارے ہوں گے ان کی تعداد شمار میں نہیں ہے۔ مسیلمہ کذاب ایک باغ میں چھپا ہوا تھا اور دروازہ بند کیے ہوئے تھا۔ حضرت براءؓ دیوار چڑھ گئے اور باغ کے اندر کود کر دروازہ کھولا تھا۔ درمیان جنگ آپ کے جسم پر تیر اور نیزہ کے ۸۰۰ سے زائد زخم تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ایام علالت میں ساتھ رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے، وہ رجزیہ اشعار ترنم سے پڑھ رہے تھے۔ عرض کیا کہ: اللہ نے آپ کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائی ہے (یعنی قرآن)، اس کو لحن سے پڑھیے۔ فرمایا: شاید آپ کو یہ خوف ہے کہ کہیں بستر پر میرا دم نہ نکل جائے لیکن اللہ کی قسم ایسا نہ ہوگا۔ میں جب مَروں گا تو میدان میں مَروں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ان کے متعلق فرمایا تھا کہ بہت سے پراگندہ بال، غبار آلود جن کی لوگوں میں کوئی وقعت نہیں ہوتی جب اللہ سے قسم کھا بیٹھتے ہیں تو وہ ان کی قسم کو پورا کردیتا ہے اور براء بھی انہی لوگوں میں سے ہیں۔

اس بناء پر مسلمانوں کو جب تستر میں ہزیمت ہوئی تو ان کے پاس آئے کہ آج قسم کھائیے۔ فرمایا: اے اللہ تبارک وتعالیٰ! میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کو فتح دے اور مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف فرما۔

اس کے بعد فوج لے کر خود حملہ کیا۔ زرارہ کا مرزبان کہ سلطنت فارس کے چیدہ امراء میں سے تھا، مقابلہ پر آیا۔ انھوں نے اس کو قتل کر کے سامان پر قبضہ کرلیا اور نہایت جوش سے

مارتے دھاڑتے پھاٹک تک پہنچے۔عین پھاٹک پر ہرمز سے ان کا سامنا ہوا۔ دونوں میں پُر زور مقابلہ ہوا حضرت براء بن مالک ؓ شہید ہوئے۔لیکن میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ یہ ۲۰ ہجری کا واقعہ ہے۔ (سیر الصحابۃ، ج:۴،ص:۲۴۲)

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے ذی الحجہ میں رسول اللہ ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔اس کے دو مہینے بعد صفر میں انتقال ہوا۔وفات کے وقت وصیت کی کہ: مجھ کو قبلہ رُخ قبر میں رکھنا اور میرا ثلث مال رسول اللہ ﷺ کی رائے پر ہے۔جس مصرف میں چاہیں صَرف کریں۔ یہ ہجرت سے ایک مہینہ قبل کا واقعہ ہے۔

جب آنحضرت ﷺ ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہمراہ لے کر ان کی قبر پر جلوہ افروز ہوئے اور نمازِ جنازہ پڑھی اور جس مال کے لیے حضرت براء نے وصیت کی تھی اسے قبول فرما کر پھر ان کے لڑکے کو واپس کردیا۔ (سیر الصحابۃ، ج:۴،ص:۲۴۹)

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی وصایا

سنہ ۱۲ ہجری میں مسیلمہ کذاب سے مقابلہ ہوا۔حضرت ثابت بن قیس ؓ اس میں شریک تھے۔نہایت جوانمردی و پامردی سے لڑے اور آخر شہادت حاصل کی۔

بدن پر زرہ نہایت عمدہ تھی۔ ایک مسلمان نے اُتارلی۔ ایک دوسرے مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابت ان سے کہہ رہے ہیں: فلاں مسلمان نے میری زرہ اُتارلی ہے۔تم خالد ؓ سے کہو کہ اس سے وصول کرلیں اور مدینہ پہنچ کر حضرت ابوبکر ؓ سے کہنا کہ ثابت پر اتنا قرض تھا، وہ اس زرہ سے ادا کریں اور میرا فلاں غلام آزاد کردیں۔حضرت خالد ؓ نے زرہ لے لی اور حضرت ابوبکر ؓ نے اس وصیت پر عمل کیا۔ یہ واقعہ صحیح بخاری میں اور طبرانی میں تفصیل سے موجود ہے۔(سیر الصحابۃ، ج:۴،ص:۲۵۳)

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں خبر گیری کے لیے بھیجا تھا۔ راستہ میں قبیلہ لحیان نے گھیرے میں لے لیا۔ سات آدمی تو شہید ہوگئے۔ تین زندہ بچے، ان میں خبیبؓ بھی تھے۔ ایک تو پھر لڑ بھڑ کر شہید ہوگئے۔ حضرت خبیبؓ کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا جسے غزوۂ بدر میں انھوں نے قتل کیا تھا۔ عقبہ بن حارث نے اپنے گھر میں قید کیا۔ ہاتھ میں ہتھکڑیاں پہنائیں اور موہب کو نگرانی پر مقرر کیا۔ عقبہ کی بیوی کھانا کھلاتے وقت ہاتھ کھول دیا کرتی تھی۔

(استیعاب، ج:۱،ص: ۱۶۸ بحوالہ سیر الصحابۃ، ج:۴،ص:۳۰۹)

دورانِ اسیری آپ نے موہب سے تین باتوں کی درخواست کی ؛ (۱) آبِ شیریں پلانا۔ (۲) بتوں کے نام کا ذبیحہ نہ کھلانا۔ (۳) قتل سے پہلے خبر کر دینا۔

یہ اخیر درخواست عقبہ کی بیوی سے بھی کی تھی۔ قتل سے قبل آگاہ کر دیا گیا تھا۔ تو انھوں نے طہارت کے لیے استرہ مانگا۔ اس نے لاکر دیدیا۔ اسی دوران اس کا بچہ کھیلتا ہوا ان کے پاس چلا آیا۔ انھوں نے اس کو اپنی ران پر بٹھایا۔ ماں کی نظر پڑی تو دیکھا ننگا استرہ اس کے ہاتھ میں ہے اور بچہ ان کے زانوں پر ہے۔ یہ منظر دیکھ کر کانپ اُٹھی۔

حضرت خبیبؓ نے فرمایا: کیا تمہارا خیال ہے کہ میں اپنے خون کا اس بچہ سے انتقام لوں گا۔ حاشا! یہ ہماری شان نہیں۔ (بخاری، ج:۲،ص: ۱۸۵ بحوالہ سیر الصحابۃ، ج:۴،ص: ۳۱۰)

پھر مزاح میں فرمایا کہ: اللہ نے تم پر مجھ کو قادر کر دیا۔ بولی کہ: تم سے تو یہ اُمید نہ تھی۔ انھوں نے استرہ اس کے آگے ڈال دیا اور کہا کہ: میں مذاق کر رہا تھا۔ (استیعاب، ج:۱،ص:۱۶۸)

عقبہ کی بیوی کہتی ہے کہ مَیں نے بارہا خبیبؓ کے ہاتھ میں اُنگور کا خوشہ دیکھا حالانکہ اس زمانے میں انگور کی فصل بھی نہ تھی۔ اس کے علاوہ وہ بدھے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ یقیناً اللہ کا دیا ہوا رزق تھا جو خزانۂ غیب سے ان کو ملتا تھا۔ (بخاری، ج:۲،ص: ۵۸۵)

شہادت: حضرت خبیبؓ کے قتل میں مشرکین نے بڑا اہتمام کیا۔ حرم سے باہر تنعیم میں

ایک درخت پر سولی کا پھندا لٹکایا گیا۔ آدمی جمع کیے گئے۔ مرد، عورت، بوڑھے، بچے، امیر و غریب، رذیل وشریف، غرض ساری خلقت تماشائی تھی۔ جب لوگ عقبہ کے گھر سے ان کو لینے کو آئے تو فرمایا: ذرا ٹھہر جاؤ، دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ (بخاری، ج:۲،ص:۵۶۹)

زیادہ پڑھوں گا تو کہو گے کہ موت سے گھبرا کر بہانہ ڈھونڈھ رہا ہے۔ نماز سے فارغ ہوکر مقتل کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں یہ دعا زبان پر تھی:

اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَدًا وَ اقْتُلْھُمْ بَدَدًا وَ لَا تُبْقِ مِنْھُمْ اَحَدًا.

پھر چند اشعار پڑھتے ہوئے ایک بڑے درخت کے نیچے پہنچے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

(۱) جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کی محبت میں اگر وہ چاہے تو ان کٹے ٹکڑوں پر برکت نازل کرے گا۔

(۲) اگر مسلمان رہ کر مارا جاؤں تو مجھے غم نہیں کہ کس پہلو پر اللہ کی راہ میں پچھاڑا جاتا ہوں۔

عقبہ بن حارث اور میرہ عبدری نے گلے میں پھندا ڈالا۔ چند منٹ بعد سر اقدس دار پر تھا۔ لیکن یہ مجسمۂ اسلام اب بھی پیکر صبر و رضا بنا ہوا تھا۔ اور بغیر کسی اضطراب کے نہایت سکون کے ساتھ جان دی۔ (استیعاب، ج:۱،ص:۱۶۸ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۴،ص:۳۱۱)

آنحضرت ﷺ کو اس فاجعۂ عظمیٰ کی خبر وحی کے ذریعہ ہوئی تو فرمایا: اے خبیب! تجھ پر سلام ہو۔ اور عمرو بن امیہ ضمری کو اس شہیدِ وفا کی لاش کا پتہ لگانے کے لیے مکہ بھیجا۔

عمرو رات کو ڈرتے ڈرتے سولی کے پاس گئے۔ درخت پر چڑھ کر رسّی کاٹی۔ جسد اطہر زمین پر گرا۔ چاہا کہ اتر کر اُٹھالیں۔ لیکن یہ زمین اس جسم کے قابل نہ تھی۔ فرشتوں نے اُٹھا کر اس مقام پر پہنچا دیا جہاں شہیدانِ وفا راہِ الٰہی کی روحیں رہتی ہیں۔ عمرو بن اُمیّہ کو سخت حیرت ہوئی۔ بولے کہ کیا انھیں زمین تو نہیں نگل گئی۔

(فتح الباری، ج:۷،ص:۲۹۵۔ اصابہ، ج:۲،ص:۱۰۴۔ سیر الصحابہ، ج:۴،ص:۳۱۱)

حیرت و اسلامی غیرت: قتل کرتے وقت مشرکین نے قبلہ رخ نہیں کیا تھا مگر خود بخود چہرہ قبلہ رخ ہو جاتا تھا۔ مشرکین نے بار بار پھیرنے کی کوشش کی لیکن جو چہرہ قبلہ کی طرف پھر چکا تھا وہ کسی دوسری طرف کیونکر پھر سکتا تھا۔ اور نامرادوں کو ناکامی رہی۔ (اصابہ، ج:۲،ص:۱۰۴)

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کی شہادت و آخری کلمات

حضرت خبیب و زید رضی اللہ عنہما دونوں مشرکین کے ہاتھوں قید ہوئے تھے۔ حضرت خبیبؓ کا واقعہ لکھا جا چکا ہے۔ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو صفوان بن اُمیّہ نے خریدا اور بہت خوش تھا کہ اپنے باپ کے عوض ان کو قتل کروں گا۔ صفوان نے اپنے غلام نسطاس کو حکم دیا کہ تنعیم لے چلو۔ قتل گاہ پہنچے تو ابوسفیان نے پوچھا: زید! اللہ کی قسم سچ سچ بتانا۔ اگر تمہارے بجائے محمدؐ ہوں اور ہم ان کی گردن ماردیں اور تم اپنے گھر محفوظ رہو تو تم اس کو پسند کرتے ہو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! مجھے یہ بھی منظور نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کانٹا چبھے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں۔

ابوسفیان اس جملہ کو سن کر دنگ رہ گیا۔

اس کے بعد ان کو قتل کردیا گیا۔ یہ سنہ ۳ ہجری کا واقعہ ہے۔ (سیر الصحابہ، ج:۴، ص:۳۶۳)

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی وصایا

مؤطا میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی سعد بن ربیع کی خبر لاتا۔ ایک شخص نے کہا: میں جاتا ہوں (یہ غزوہ اُحد کا واقعہ ہے)۔ زرقانی میں ہے کہ انھوں نے جاکر لاشوں کا گشت لگایا اور ان کا نام لے کر آواز دی۔ شہر خموشاں میں ہر طرف سنّاٹا تھا۔ کوئی جواب نہ آیا۔ لیکن جب یہ آواز دی کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس بھیجا ہے تو ایک ضعیف آواز کان میں پہنچی کہ میں مُردوں (شہیدوں) میں ہوں۔ یہ حضرت سعدؓ کا آخری وقت تھا۔ دم توڑ رہے تھے۔ زبان قابو میں نہ تھی۔ تاہم اُن سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا اسلام کہنا اور انصار سے کہنا کہ خدانخواستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے اور تم میں سے ایک بھی زندہ بچ گیا تو اللہ کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوگے۔ کیونکہ لیلۃ العقبۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونے کی بیعت کی تھی۔ یہ شخص جس کا نام بعض روایتوں میں ابی ابن کعبؓ آیا ہے، وہیں کھڑے رہے اور حضرت سعدؓ کی روحِ مبارک جسد عنصری سے پرواز کرگئی۔

حضرت اُبیؓ نے وصیت کے یہ آخری کلمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائے تو فرمایا: اللہ اُن پر رحم کرے۔ زندگی اور موت دونوں میں اللہ اور رسول کی بہی خواہی مدنظر رہی۔

(اسد الغابہ، ص:۲۷۸۔ سیر الصحابہ، ج:۵، ص:۶)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ۷۲ رسال کی عمر پائی۔ سنہ ۳۴ ہجری میں پیغامِ اجل آیا۔ جب آپ علیل ہوئے تو لوگ عیادت کو آئے، پوچھا: کیسا مزاج ہے؟ فرمایا: اللہ کا فضل ہے، اچھا ہوں۔

وفات کے قریب آپ کا لڑکا حاضر خدمت ہوا۔ عرض کیا: ابّا جان! کچھ وصیت کیجیے۔ فرمایا: مجھے اُٹھا کے بٹھا دو۔ اس کے بعد کہا: بیٹا! تقدیر پر یقین رکھنا ورنہ ایمان کی خیریت نہیں۔

(مسند احمد، ج:۵، ص:۳۱۷)

اسی حالت میں آپ کے شاگردِ رشید مشہور تابعی عبدالرحمٰن بن عسیلہ صنابحی حاضر ہوئے۔ دیکھا اُستاد جاں بلب تھے۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بیتاب ہوکر زاروقطار رونے لگے۔ اُستاد شفیق نے رونے سے منع کیا اور کہا کہ ہرطرح سے راضی ہوں۔ شفاعت کی ضرورت ہوگی تو شفاعت کروں گا۔ شہادت کے لیے چاہو گے تو شہادت دوں گا۔ غرض حتی الوسع تم کو نفع پہنچاؤں گا، اس کے بعد فرمایا: جتنی حدیثیں ضروری تھیں تم لوگوں تک پہنچا چکا۔ البتہ ایک حدیث باقی تھی۔ اس کو اب بیان کیے دیتا ہوں؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ شَھِدَ اَنْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰہِ ......الحدیث۔ (المسند احمد، ج:۵، ص:۳۱۸)

حدیث مکمل بیان فرمانے کے بعد روح جسم کو وداع کہہ کر جوارِ رحمت میں پرواز کرگئی۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت کا زمانہ تھا۔

(سیر الصحابہ، ج:۵، ص:۵۱۔ مسند احمد، ج:۵، ص:۳۱۸)

حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

غزوۂ موتہ کو روانگی کے وقت رسول اللہ ﷺ نے ثنیۃ الوداع تک مشایعت فرمائی اور رخصت کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے قبل ہی شہادت کی بشارت دیدی تھی کہ: زید بن حارثہ شہید ہوجائیں تو علَم جعفر طیار سنبھالیں۔ جب وہ بھی شہید ہوجائیں تو علَم عبداللہ بن رواحہ سنبھالیں۔ اگر وہ بھی شہید ہوجائیں تو مسلمان جس کو چاہیں امیر لشکر متعین کرلیں۔

روانگی کے وقت اہلِ مدینہ نے یک زبان ہوکر کہا: اللہ آپ لوگوں کو صحیح سالم کامیاب واپس لائے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی یہ آخری ملاقات تھی۔ رونے لگے۔ لوگوں نے سبب معلوم کیا تو کہا: مجھے دنیا کی محبت نہیں رلا رہی ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ﴿وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْماً مَّقْضِيًّا﴾ یعنی ہر شخص کو جہنم میں جانا ہے۔ اس بناء پر یہ فکر ہے کہ میں جہنم میں داخل ہوکر نکل بھی سکوں گا کہ نہیں۔ لوگوں نے اطمینان و تسلّی دی اور کہا: اللہ آپ سے پھر ملا دے گا۔ اس وقت ابن رواحہؓ نے فرمایا؛ (اشعار کا ترجمہ)

لیکن میں اللہ سے مغفرت اور ایک وار کا طالب ہوں جو کاری لگے۔ یا ایک نیزہ جو جگر تک چبھ جائے یہاں تک کہ قبر پر گذرنے والے پکار اُٹھیں کہ کیسا اچھا غازی تھا۔

بالآخر معرکۂ جہاد گرم ہوا۔ دونوں امیر شہید ہو چکے تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ رجز پڑھتے ہوئے بڑھے: اے نفس! اگر قتل نہ ہوا تو بھی مَرے گا۔ اگر آج باقی ہے تو آئندہ فوت ہوگا۔ یا عافیت کی درازی میں تیری آزمائش ہوگی۔ اس لیے موت کے حوض خالی ہورہے ہیں اور جو تیری تمنا تھی مل رہی ہے۔

پھر کہا: اے نفس! بیوی، بچے اور مکان کا خیال فضول ہے۔ وہ سب آزاد ہیں۔ مکان اللہ اور رسول کا ہے۔

دل کو سمجھا کر جھنڈا اُٹھایا اور حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے؛ اے نفس! جنت میں جانے سے کراہت کیوں ہے۔ اللہ کی قسم! تو ضرور اس میں داخل ہوگا خواہ برضا و رغبت خواہ جبر سے۔ تو نہایت مطمئن تھا حالانکہ تو مشک کا صاف پانی ہے (جو لوگوں کی پیاس بجھانے کے لیے ہے) اب لوگ پیاسے ہیں اور چیخ چیخ کر فریاد کررہے ہیں۔

نیزہ لے کر حملہ کیا۔ اسی اثنا میں ایک کافر نے اس زور سے نیزہ مارا کہ دونوں لشکر کے درمیان کچھڑ گئے۔ خون چہرہ پر ملا اور پکارے: مسلمانو! اپنے بھائی کے گوشت کو بچاؤ۔ یہ سن کر تمام مسلمان ان کو گھیرے میں لے کر مشرکین پر ٹوٹ پڑے اور روح مطہر ملاء اعلیٰ کو پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (سیر الصحابہ، ج:۵، ص:۵۹-۶۰)

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے حجر بن عدی کو قتل کیا گیا تھا۔ یہ واقعہ سنہ ۵۱ ہجری کا ہے۔ جب جلاد مقتل کی طرف لے چلے تو حجر نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی۔ مہلت دی گئی۔ نماز پڑھنے کے بعد کہا کہ اگر لمبی لمبی رکعتیں پڑھنے میں اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ تم لوگ گمان کروگے کہ میں نے خوف سے نماز کو طول دیا ہے تو لمبی رکعتیں پڑھتا۔ اگر میری گذشتہ نمازیں اس قابل نہیں ہیں کہ مجھے فائدہ پہنچا سکیں تو یہ دونوں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔ پھر یہ وصیت کی کہ: میری بیڑیاں نہ اُتارنا اور خون نہ دھونا کہ میں اسی حالت میں معاویہ سے پل صراط پر ملوں گا۔ اس وصیت کے بعد ہی جلاد نے وار کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(استیعاب، ج:۱،ص:۱۳۷۔ اسد الغابہ، ج:۱،ص:۳۸۶۔ سیر الصحابہ، ج:۷،ص:۴۲)

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ قبولِ اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر اپنے قبیلے پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ لوگ ان کی خدمت میں آئے۔ انھوں نے قوم کے سامنے اسلام پیش کیا۔ جواب میں قوم سے سخت باتیں سننی پڑیں جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھیں کیونکہ قوم اِن کو پہلے بیحد محبت وعزت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ رات ہو چکی تھی۔ اس لیے بنی ثقیف اس وقت غصہ گرمی دکھا کر لوٹ گئے۔ صبح کو حضرت عروہؓ نے فجر کی اذان دی۔ یہ غیر مانوس صدا سن کر مشرکینِ ثقیف کب خاموش رہتے۔ تیر مارا۔ آپؓ زخم سے نڈھال ہو کر گر پڑے۔ تیر لگنے کے بعد، لوگوں نے پوچھا: اپنے خون کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کہا: اللہ کا یہ خاص احسان وکرم ہے جس سے اُس نے مجھے نوازا ہے۔ میرا رتبہ ان لوگوں کے برابر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شہید ہوئے۔ اس لیے مجھے اُن ہی لوگوں کے ساتھ دفن کرنا۔ زخم مہلک تھا، اس لیے جانبر نہ ہو سکے اور وصیت کے مطابق مسلمانوں کے گنجِ شہیداں میں سپردِ خاک کیے گئے۔ (مستدرک حاکم، ج:۳،ص:۶۱۶۔ سیرت ابن ہشام، ج:۳،ص:۳۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا: عروہؓ کی مثال صاحب یٰسین

(حضرت عیسیٰ) جیسی ہے۔ جنھوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا اور اُس نے ان کو شہید کردیا۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ صورت میں حضرت عیسیٰ کے مثیل تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب انبیاء علیہم السلام کی مثالی شکلیں دکھائی گئیں تو مسیح علیہ السلام حضرت عروہ کے ہم شکل تھے۔

(مستدرک حاکم، ج:۳،ص:۶۱۲۔ سیر الصحابہ، ج:۷،ص:۱۶۷)

حضرت مَعقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی وصایا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیمار پڑے۔ عبید اللہ بن زیاد ان کی عیادت کو آیا۔ اس سے فرمایا: میرا وقتِ آخر ہے۔ اگر زندگی کی اُمید ہوتی تو ایک حدیث جس کو میں نے ابھی تک نہیں بیان کیا ہے، نہ بیان کرتا۔ لیکن اب وقت آخر ہے، اس لیے بیان کیے دیتا ہوں۔

میں نے آنحضرت ؐ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص رعایا کی گلہ بانی کرتا ہے، اگر اس نے رعایا کی خیانت کی اور اسی حالت میں مَر گیا تو اللہ اس پر جنت حرام کردے گا۔

اسی مرض میں آپ کی وفات ہوئی۔ ساٹھ ستّر کے درمیان عمر تھی۔

(اصابہ، ج:۶،ص:۱۲۶ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۷،ص:۲۳۰)

حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ

حج کے موقع پر منیٰ میں سر منڈایا۔ سر میں ایک پھنسی تھی۔ وہ چھل گئی، اس سے خون جاری ہوگیا اور ایسا جاری ہوا کہ کسی طرح نہ رکا۔ مدینہ واپس آکر خود ہی اپنی قبر کھود کر اپنی پہلی منزل تیار کی۔ جب حالت زیادہ نازک ہوئی تو خویش و اقارب نے رونا دھونا شروع کیا۔ ان کا گریہ و بکا سن کر فرمایا: اسلام کے بعد سے آج تک کوئی لغزش نہیں ہوئی، اس لیے رونا دھونا بند کرو۔ قبر کھودنے کے تیسرے دن وفات پاگئے۔ حضرت عمر ؓ نے نماز پڑھائی اور جنت البقیع میں سپردِ خاک کیے گئے۔ (سیر الصحابہ، ج:۷،ص:۲۷۳)

حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ

آنحضرت ﷺ نے درید بن صمہ جو بہت سی فوجوں کو لے کر اوطاس میں جمع تھا، اُن کے استیصال کے لیے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو تھوڑی سی جماعت کے ساتھ بھیجا تھا۔ انھوں نے نو مشرکوں کو قتل کیا۔ آخر میں علاء اور اونی کے بیٹوں نے تیر مارا جو ایک سینہ میں اور ایک گھٹنے میں آ کر لگا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے پوچھا: چچا کس نے مارا ہے؟ آپ نے اشارہ کیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے دونوں کو قتل کیا۔ اور آ کر جسم سے تیر نکالا۔ تیر نکلتے ہی زخم سے پانی بہنا شروع ہو گیا۔ جب حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ زندگی سے مایوس ہو گئے تو وصیت کی: اے ابو موسیٰ! حضور اکرم ﷺ سے جا کر عرض کرنا کہ میرے لیے دعاء مغفرت فرمائیں۔ اور تم میرے بعد امیر ہو اور میرا تمام اسلحہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کر دینا۔ اس میں ان کا گھوڑا، اسلحہ اور تمام متروکات تھے۔ حضور ﷺ کو جب اطلاعِ وصیت کی گئی تو آپ ﷺ نے پانی منگوایا، وضو فرمایا اور ہاتھ مبارک اُٹھا کر دعا کی: اے رب! میرے خاطر عبید ابو عامر رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرما اور قیامت کے دن اپنی مخلوق میں ان کو سر بلند کر۔ اور تمام سامان ان کے صاحبزادے کو واپس کر دیا۔

(سیر الصحابہ، ج:۷، ص:۲۹۵)

حضرت فاطمہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی وصیت

حضرت سلمیٰ اُمِّ رافع سے روایت ہے کہ خاتونِ جنت نے مجھ سے کہا: امّی جان! مجھ کو غسل کرادیجیے۔ لٰہذا میں نے پانی ڈالا اور آپ نے خوب مل کر غسل کیا۔ پھر اپنے نئے کپڑے طلب فرمائے اور کپڑا بدلا اور فرمایا کہ میری چارپائی مکان کے درمیان میں رکھ دی جائے۔ آپ چارپائی پر قبلہ رخ لیٹ گئیں اور فرمایا کہ امی جان! اب میں فوت ہوجاؤں گی۔ مَیں نے غسل کرلیا ہے لٰہذا کوئی اب میرا جسم نہ کھولے۔ لٰہذا آپ کو علی رضی اللہ عنہ نے بغیر غسل دیے ہوئے دفن کردیا۔ (ابن سعد، ج:۸،ص:۴۶)

عبد اللہ بن محمد بن عقیل کی روایت میں ہے کہ وفات سے قبل خاتون جنتؓ نے علیؓ کو غسل کے لیے پانی کا نظم کرنے کو کہا۔ اور اپنا کفن منگوایا۔ جو موٹے قسم کا سوتی کپڑا تھا، دیا گیا۔ آپؓ نے اس کو پہن لیا اور خوشبو لگایا۔ اور حضرت علیؓ کو وصیت کی کہ وفات کے بعد اُن کے جسم کو نہ کھولا جائے۔ اور اسی طرح ان کو دفن کردیا جائے۔ (الحلیہ، ج:۲،ص:۴۳)

البدایۃ میں خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی وصیت کا ماحصل یہ ہے کہ، انھوں نے اسماء بنت عمیس اہلیہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کو بلوا کر وصیت کی کہ وہ اور حضرت علیؓ اور سلمیٰ امّ رافع غسل دیں اور یہ کہ رات کی تاریکی میں ان کو دفن کیا جائے۔

الہدایہ نے پہلی روایت کو ضعیف بتایا ہے۔

الغرض، آپ کی وفات رمضان، سنہ ۱۱ ہجری سہ شنبہ کی شب ۲۹ سال کی عمر میں ہوئی۔ اسلام میں سب سے پہلے آپ کے تابوت کو چھپایا گیا اور منگل کی شب میں علیؓ نے آپ پر نمازِ جنازہ ادا کی اور دفن کردیا۔ (البدایہ، ج:۶،ص:۵۳۸)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی وصیت

امّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمانے لگیں: کاش! میں پیدا ہی نہیں ہوئی ہوتی۔ کاش میں ایک درخت ہوتی کہ اللہ کی یاد میں رطب اللّسان رہتی اور پوری طرح سے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجاتی۔ کاش! میں مٹی کا ایک ڈھیلا ہوتی۔

کاش! میں پتھر ہوتی۔

آپؓ نے وصیت کی کہ مجھے حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس جنت البقیع میں دفن کرنا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کی مرض الوفات میں تشریف لے گئے۔ اور آپ کی تعریف کی تو آپ نے سختی سے منع کیا اور فرمایا کہ آج میں کسی سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتی۔ میری تو یہ تمنا ہے کہ میں بھولی بسری ہوتی۔ "یٰـلَیۡتَنِیۡ کُنۡتُ نَسۡیًا مَّنۡسِیًّا" کاش! میں درخت کا پتہ ہوتی۔ کاش! میں زمین کی بوٹیوں میں سے ایک بوٹی ہوتی اور قابل ذکر نہ ہوتی۔

زندگی کے آخری لمحات میں آپؓ نے وصیت کیں کہ: میں اس بیماری میں ایک نئی چیز دیکھ رہی ہوں۔ مجھے آگ سے گرم نہ کرنا۔ اور نہ میرے نیچے سرخ مخملیں چادر بچھانا۔

پھر فرمایا کہ: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو دنیا پر مسافر کے توشہ کی مانند قناعت کرو۔ اور اُمراء کی مجلسوں میں نہ اُٹھو بیٹھو۔ اور کپڑوں کو جب تک اُن میں پیوند لگا کر کام دیتے ہیں، پرانا مت سمجھنا۔ اور جب میں کفنائی جاچکوں اور میرے کفن میں خوشبو لگائی جاچکے اور ذکوان مجھے قبر میں اُتار دے اور مٹی برابر کردے تو وہ اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے۔ اور میرے جنازے کے پیچھے آگ لیکر نہ چلنا۔

سنہ ۵۸ ہجری میں آپ نے ۱۷؍رمضان المبارک کی شب کو بعد نمازِ تہجد اس دنیا سے ابدی طور پر روٹھ کر عالم آخرت کو آباد کیا اور رات ہی میں آپ کو بقیع میں دفن کردیا گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (ابن سعد، ص: ۱۰۵، الحلیہ، ج:۲، ص: ۴۴)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وصیت

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے وفات کے وقت وصیت کیں کہ: میرے پاس کفن تیار ہے۔ شاید عمرؓ میرے لیے کفن بھیجیں تو ایک کفن کسی کو دیدینا اور جب مجھے قبر میں اُتار دو تو میرا پٹکا خیرات کردینا۔ قبر میں وہی لوگ اُتاریں جو میرے پاس آتے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کو اسامہ بن زید، محمد بن عبداللہ بن جحش، عبداللہ بن ابی احمد بن جحش نے قبر میں اُتارا۔

میری لاش رسول اللہ ﷺ کی چارپائی یا تخت پر رکھ کر لے جائی جائے۔ میرے جنازے کے پیچھے آگ نہ لے جائی جائے۔ اور میری قبر بقیع میں عقیل اور حنیفہ کے گھر کے درمیان

کھودی جائے۔ سُمیۃ سے کچی اینٹیں لاکر قبر کے چاروں طرف رکھی جائیں۔

آپ کی وفات عہدِ فاروقی سنہ ۲۰ ہجری میں ۵۳ر سال کی عمر میں ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (ابن سعد، ج:۸، ص: ۱۴۵)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وصیت

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد تقریباً ایک لاکھ کی تھی۔ آپؓ نے وفات کے وقت اپنے یہودی بھانجے کیلئے ایک تہائی (یعنی ثلث) مال کی وصیت کی تھی۔ لوگوں نے اُسے دینے سے انکار کردیا۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور ایک تہائی مال دیدو۔ چنانچہ آپ کے یہودی بھانجے کو ۳۳ ہزار سے کچھ زائد رقم مل گئی۔

آپؓ کا ایک گھر بھی تھا جسے آپؓ نے اپنی حیات میں ہی اللہ کی راہ میں خیرات کردیا تھا۔ آپؓ کی وفات سنہ ۵۰ ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ (ابن سعد، ج:۸، ص: ۱۷۲)

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہؓ نے سنہ ۴۵ ہجری میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ آپؓ نے قبل از وفات وصیت فرمائیں، اپنے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلوا کر فرمایا: غابہ میں جو جائیداد تھی جسے حضرت عمرؓ ان کی نگرانی میں دے گئے تھے، اس کو صدقہ کرکے وقف کردیا۔

(زرقانی، ج:۳، ص: ۲۷۱ بحوالہ سیر الصحابۃ، ج:۱۰، ص: ۵۰)

حضرت امّ حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت سنہ ۴۴ ہجری میں انتقال فرمایا۔ وفات کے قریب حضرت امّ حبیبہؓ نے حضرت عائشہؓ اور حضرت امّ سلمہؓ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ: سوکنوں میں باہم جو کچھ ہوتا ہے وہ ہم لوگوں میں بھی کبھی ہوجایا کرتا تھا۔ اس لیے مجھ کو معاف کردو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کردیا اور اُن کیلئے دعائے مغفرت کی۔ تو بولیں تم

نے مجھ کو خوش کیا، اللہ تم کو خوش کرے۔ (اصابہ، ج:۸،ص: ۸۵۔ سیر الصحابۃ، ج:۱۰،ص:۸۴)

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کی وصایا

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا نے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن زبیرؓ سے پوچھا: بیٹا! کیا حال ہے؟ انھوں نے حجاج کے ساتھ جنگ کی تمام کیفیات سے آگاہ کیا اور ہنسے اور پھر فرمایا کہ موت بڑے ہی آرام و راحت کی چیز ہے۔ ماں نے فرمایا: بیٹا! شاید تم میری موت کی تمنا کررہے ہو......تو سن لو......میری دلی تمنّا ہے کہ میری موت اُس وقت تک نہ آئے جب تک کہ تم کو فاتح دیکھ کر اپنی آنکھ ٹھنڈی نہ کرلوں۔ یا تم راہِ الٰہی میں کام آؤ تو صبر کرلوں۔

بیٹے! خبردار کہ قتل کے خوف سے تم دین کی کوئی بات نہ چھوڑنا۔ پھر عبداللہ بن زبیرؓ کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے اور آخری سانس تک لڑتے رہے۔ (الحلیہ، ج:۲،ص:۳۳۲)

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا نابینا ہونے کے بعد اپنی بچیوں کے ساتھ حجاج بن یوسف کے پاس آئیں۔ پوچھا: حجاج کہاں ہے؟ جواب ملا: حجاج موجود نہیں ہے۔ آپؓ نے فرمایا: جب حجاج آجائے تو اس سے کہنا کہ اِن ہڈیوں کو (عبداللہ بن زبیرؓ کے ڈھانچہ کو) اُتارنے کا حکم دیدے اور اس سے بتا دینا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے: ثقیف میں دو شخص ہیں، ایک کذاب ہے اور ایک ہلاک کرنے والا ہے۔

حجاج نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آکر کہا: آپ کے بیٹے (عبداللہ بن زبیرؓ) کی اس گھر میں لحد بنادی گئی ہے اور اللہ نے اس کے ساتھ یہ کیا، یہ کیا۔ حضرت اسماء نے جواب دیا: تم جھوٹے ہو۔ وہ تو ماں باپ کے فرمانبردار، روزہ دار، شب بیدار تھے۔ ہاں! اللہ کی قسم ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ: عنقریب ثقیف سے دو شخص جھوٹے ظاہر ہوں گے۔ جن میں پچھلا پہلے سے بدہوگا اور ہلاک کرنے والا بھی ہوگا۔

پھر آپؓ نے وصیت کی کہ: جب میں مَر جاؤں تو مجھے غسل دینا، کفنانا، اور مجھ کو خوشبو لگانا اور دیکھو میرے کفن میں حنوط (ایک خاص قسم کی مرکب خوشبو) نہ چھڑکنا اور جنازے کے پیچھے آگ لے کر نہ جانا۔ کفن کو دھونی دے دینا۔ (ابن سعد، ج:۸،ص:۳۳۴)

حضرات تابعین

حضرت سعید بن مسیّبؒ کی وصایا

جب آپ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے، دمِ آخر اپنے صاحبزادے محمد کو بلا کر تجہیز و تکفین کی وصیت کی کہ: جنازہ پر سرخ چادر نہ اُڑھائی جائے۔ جنازہ کے پیچھے آگ نہ لی جائے۔ یا عود کی دھونی نہ دی جائے کہ اگر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس اچھا ہوں تو اس سے اچھی خوشبو مجھ کو ملے گی۔ ایسے بَیْن کرنے والے نہ ہوں جو اوصاف بیان کریں جو مجھ میں نہیں ہیں۔ کسی کو جنازہ اُٹھنے کی اطلاع نہ دی جائے۔ صرف چار آدمی اُٹھانے کے لیے کافی ہیں۔ قبر پر خیمہ نہ لگایا جائے۔

حالتِ نزع میں نافع بن جبیر نے محمد سے کہا کہ: بستر کو قبلہ رُخ کردو۔ ابن مسیّب نے سن کر کہا: اس کی ضرورت نہیں، میں اسی (قبلہ) پر پیدا ہوا ہوں، اسی پر مَروں گا اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت میں اسی پر اُٹھوں گا۔ تھوڑی دیر بعد غشی طاری ہوگئی۔ اُس وقت نافع نے بستر کو قبلہ رُخ کردیا۔ ابن مسیّب کو ہوش آیا تو پوچھا: بستر کو کس نے پھرایا؟ جب جواب نہ ملا تو فرمایا: یہ نافع نے کیا ہوگا۔

پھر فرمایا: اگر میں مسلمان ہوں تو خواہ کسی سمت مَروں، قبلہ ہی کی جانب رُخ رہے گا اور اگر ملتِ اسلام پر نہیں ہوں اور دل قبلہ کی جانب نہیں ہے تو پھر رخ کو قبلہ کی جانب پھیرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں مسلمان ہوں جس سمت بھی رُخ ہو قبلہ کی طرف ہوگا۔

﴿اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾

کچھ دینار وفات کے وقت ملکیت میں تھے جس کے متعلق ارحم الراحمین کی عدالت میں معذرت یوں پیش کی: اے اللہ! تو دلوں کے بھید کو خوب جانتا ہے۔ میں نے اس دنیا کو محض اپنی آبرو اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے رکھے ہوا تھا۔ اسی مرض میں آپ نے ۷۵ سال کی

عمر میں ولید کے عہد میں سنہ ۹۴ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کو جنت البقیع مدینۃ الرسول میں دفن کیا گیا۔ (ابن سعد، ج:۵،ص: ۱۵۸۔ سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص: ۱۷۵)

ایک موقع پر آپ نے فرمایا: وہ تمام اعمال جن کی وجہ سے موت کا آنا گراں گزرتا ہے اُن کو چھوڑ دو پھر جس وقت بھی موت آئے تم کو کوئی نقصان نہیں۔

جو شخص اپنے اور رب کے درمیان فرائض وتعلقات کو درست رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوسرے بندوں کے تعلقات کو درست رکھتا ہے۔

جو بندہ فرائضِ الٰہی میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوسرے بندوں کے تعلقات خراب کر دیتا ہے۔

فرمایا: دیکھو! ایک شخص سے تعلقات خوشگوار رکھنا بہت سے لوگوں کے ساتھ تعلقات خوشگوار رکھنے سے زیادہ آسان ہے یعنی اگر ایک رب سے تعلقات خوشگوار ہوں تو ساری دنیا سے خوشگوار ہو جائیں گے۔

ایک مرتبہ ہشام خلیفہ نے پوچھا کہ حکومت کی ذمہ داریوں سے کس طرح نجات پاؤں؟ یعنی مواخذۂ الٰہی سے کیسے بچ سکوں گا؟ فرمایا: بہت آسان ہے۔ ہر چیز کو جائز طریقے سے لو اور جائز مَصرف میں اس کو صرف کرو۔ ھشام بن عبدالملک نے کہا: یہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کو ہَوائے نفس سے بچنے کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق حاصل ہو۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص:۱۹۶)

حضرت سعید بن مسیّبؒ کو رجالِ غیب کی نصیحت

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد میں گیا۔ کچھ وقت گزرا تو مجھے خیال آیا کہ صبح ہوگئی ہے لیکن پتہ چلا کہ ابھی رات ہے۔ وہاں میرے سوا کوئی نہ تھا، چنانچہ میں پھر سو گیا۔ میں نے اپنے پیچھے کوئی حرکت سنی۔ میں گھبرا گیا، میں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے:

"اَيُّهَا الْمُمْتَلِى قَلْبُهٗ فَرَقًا لَا تَفْرَقْ وَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِيْكٌ مُقْتَدِرٌ مَا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ يَكُوْنُ ثُمَّ سَلْ مَا بَدَا لَكَ۔ قَالَ فَمَا سَاَلْتُ اللّٰهُ تَعَالٰى شَيْئًا اِلَّا اسْتَجَابَ لِیْ۔

یعنی اے شخص جس کا دل خوف سے بھر گیا ہے، مت گھبرا بلکہ پہلے یہ کہہ 'اے اللہ! تو بادشاہ ہے بڑی قدرت والا ہے، جو کام تو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔' یہ کہنے کے بعد جو تیرے جی میں آئے وہ مانگ۔ سعیدؒ کہتے ہیں جو بھی میں اپنے رب سے مانگتا ہوں وہ مجھے عطا فرماتا ہے۔

یہ لکھنے کے بعد علامہ سیّد محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں: 'میں کہتا ہوں (اور اسی طرح یہ ناچیز بندہ ثمین اشرف بھی عرض کرتا ہے۔)

اَنَا اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِيْكٌ مُقْتَدِرٌ مَا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ يَكُوْنُ فَاَسْعِدْنِیْ فِی الدَّارَيْنِ وَ كُنْ لِیْ وَ لَا تَكُنْ عَلَیَّ وَ انْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ وَ اَعِذْنِیْ مِنْ هَمِّ الدَّيْنِ وَ قَهْرِ الرِّجَالِ وَ شَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ وَ صَلَّى اللّٰهُ وَ سَلَّمَ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ (ضیاء القرآن، ج:۵، ص:۶۲)

حضرت سوید بن غفلۃؒ کی وصیت

سوید بن غفلۃ تابعی ہیں۔ آپؒ نے وصیت کی کہ جب میں مَر جاؤں تو کسی کو خبر نہ دینا۔ نہ میری قبر پختہ بنوانا۔ نہ اس پر کوئی خوشبو لگانا۔ نہ کسی عورت کو آنے دینا۔ اور میرے کپڑوں میں ہی مجھے کفن دینا۔ (ابن سعد، ج:۶، ص:۹۸)

آپؒ کی وفات ۱۲۸ سال کی عمر میں سنہ ۸۱ یا ۸۲ ہجری میں عبدالملک بن مروان کی خلافت میں ہوئی۔

حضرت اسود بن یزیدؒ کی وصیت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عراق میں میرے نزدیک اسود بن یزید سے زیادہ کوئی شخص معزز و محترم نہیں۔ مرض الوفات میں آپ تلاوت کرتے رہے۔ پھر دعاء کی اور آپ نے آخری وقت میں 'لا الہ الا اللہ' پڑھا اور وصیت کی کہ میری قبر پختہ نہ بنانا۔ نہ ہی بلند آواز سے نوحہ و ماتم کرنا۔ (ابن سعد، ج:۶، ص:۱۰۱)

آپ کی وفات سنہ ۷۵ ہجری میں کوفے میں ہوئی۔

حضرت مسروق بن اجدعؒ کی وصیت

آپؒ عہدِ اوّل کے مشہور تابعی ہیں۔ آپؒ کا زہد وقناعت، عبادت و ریاضت، دولتِ دنیا سے بیزاری، اشاعتِ اسلام، تبلیغِ دین، خشیتِ الٰہی بہت مشہور ہے۔ آپؒ خوفِ الٰہی سے ہر وقت لرزتے تھے۔ آپؒ کے نزدیک علم کی اصل ہی خوفِ الٰہی تھی۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کے لیے ایسی مجالس ہونی چاہئیں جن میں بیٹھ کر وہ اپنے گناہوں کو یاد کرکے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔ نیز انسان کے لیے یہ علم کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور جہل یہ ہے کہ اپنے علم پر غرور کرے۔

ایک مرتبہ اپنے بھتیجے کا ہاتھ پکڑ کر ایک کوڑے کرکٹ، گندگی کے ڈھیر پر لے گئے اور فرمایا میں تم کو دنیا دکھاتا ہوں ......لو دیکھو، یہ دنیا ہے کہ اس کو کھا کر دفنا دیا، پہن کر پُرانا کردیا، بوسیدہ کردیا، سوار ہو کر لاغر کردیا، اس کے لیے خون بہایا، محارم اللہ کو حلال اور رشتہ کو قطع کیا۔ جتنے بھی فساد وظلم کیے سب اسی دنیا کے خاطر کیے اور یہ دنیا کی حقیقت ہے۔

آخری لمحات میں عرض کیا: اے اللہ! میں رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ وعمرؓ کی سنت کے خلاف طریقے پر نہیں مَر رہا ہوں۔ ربّ العالمین کی قسم! میں نے اپنی تلوار کے علاوہ کسی انسان کے پاس کوئی سونا چاندی نہیں چھوڑا ہے۔ اسی کے ذریعہ مجھے کفن دینا۔ یعنی اسی تلوار کو بیچ کر میرے کفن کا انتظام کرنا۔ (ابن سعد، ج:٦،ص:١٠٩)

حضرت علقمہ بن قیسؒ کی وصیت

حضرت علقمہ بن قیسؒ مشہور تابعی ہیں۔ آپؒ نے وفات سے قبل اپنی اہلیہ سے بیماری کی حالت میں فرمایا کہ: مجھ کو مزین کردو (یعنی میرے بدن کے کپڑے بدل دو، خوشبو لگا دو، بستر ٹھیک صاف کردو) اور میرے سرہانے آ کر بیٹھ جاؤ، عنقریب تم عیادت کرنے والوں کو دیکھوگی۔ پھر آپ کا ایک غلام تھا اس کے لیے وہ تمام اسباب جو آپ کی ملکیت میں تھا وصیت کی۔ وہ اسباب؛ ایک مکان، سواری کا ایک گھوڑا اور ایک قرآن مجید تھا۔ یہ غلام آپ کی مرض الوفات میں خدمت کرتا تھا۔ (الحلیہ، ج:٢،ص:١٠٠)

آخری لمحات میں آپؒ نے وصیت کی کہ مجھ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کی جائے تاکہ آخری کلمات میری زبان سے 'لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہٗ' نکلے۔ اور کسی کو میری موت کی خبر نہ دی جائے۔ میری تجہیز وتکفین میں جلدی کی جائے اور کسی کو جاہلیت کی رسم کی طرح نوحہ نہ کرنے دیا جائے۔ بین کرنے والی عورتیں ساتھ نہ جائیں۔ جب میرا جنازہ گھر سے اُٹھالیا جائے تو مکان کا دروازہ بند کردیا جائے تاکہ کوئی عورت ساتھ نہ جاسکے۔ کیونکہ ان کے ہمراہ جانے سے میرا کوئی فائدہ نہیں۔ (ابن سعد، ج:۶،ص: ۱۱۷۔ الحلیہ ، ج:۲،ص:۱۰۱)

آپؒ کی وفات سنہ ۷۲ ہجری میں ہوئی۔ کوفہ میں آپؒ کو دفن کیا گیا۔ بعض جگہ سنہ ۶۲ ہجری لکھا ہے۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص: ۴۰۱)

حضرت عبیدہ بن قیسؒ کی وصیت

آپؒ بھی تابعی ہیں۔ وفات کے وقت وصیت کی کہ: میرے جنازے کی نماز اسود بن یزید پڑھائیں۔ ان کی وفات کے بعد اسودؒ نے کہا کہ غسل وکفن اور دفن میں جلدی کرو اس سے پہلے کہ کذّاب یعنی مختار آئے۔ آپؒ کی وفات سنہ ۷۳ ہجری میں ہوئی۔ اور آپؒ کو غروب آفتاب سے قبل دفن کردیا گیا۔ (ابن سعد، ج:۶،ص: ۱۲۸)

حضرت عمرو بن شُرَحبِیلؒ کی وصایا

آپؒ مشہور تابعی ہیں۔ آپؒ کا زہد وقناعت، اللہ کی راہ میں مال دینا، عہد تابعین میں زبان زد تھا۔ آپؒ اور آپ کے ساتھی سادہ لباس پہنتے، پاکیزہ جگہ پر اللہ کا ذکر کرتے۔ غذا بھی سادہ اور کم تھی۔ مرض الموت میں لوگوں سے فرمایا: میں مرنے کے لیے بالکل آمادہ ہوں۔ پیش آنے والے مرحلے کے علاوہ اور کسی چیز کا خوف میرے دل میں نہیں ہے۔ نہ میرے پاس مال و دولت ہے کہ اس کا رنج وافسوس ہو نہ مجھ پر کسی کا قرض ہے کہ اس کی فکر ہو۔ نہ بچے ہیں کہ ان کی فکر کروں۔ پھر مجھے مَرنا آسان کیوں نہ ہو۔

آپؒ نے اپنی اہلیہ کو جو حاملہ تھیں، وصیت کی کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام رَہین رکھنا اور اگر لڑکی پیدا ہو تو اس کا نام اُمّ الرہین رکھنا۔

دیکھو ایام جاہلیت کی طرح کسی کو میرے جنازے کی خبر نہ دی جائے۔ جنازہ لے جانے میں جلدی کرنا۔ میری قبر پر ہری شاخ رکھنا کہ مہاجرین اس کو مستحب سمجھتے تھے۔ قبر کو اونچی نہ کرنا کہ اس کو وہ ناپسند کرتے تھے۔ قبر لحد والی بنانا اور اس کو سرکنڈوں سے پاٹنا۔ مَرتے وقت مجھے کلمہ طیبہ 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' کی تلقین کرنا۔ میری نمازِ جنازہ قاضی شریح پڑھائیں۔

آپؒ کی وفات کوفے میں عبداللہ بن زیاد کی حکومت میں ہوئی۔ سنہ وفات ۶۳ ہجری ہے۔ (ابن سعد، ج:۶، ص: ۱۲۹-۱۳۰)

حضرت زید بن صوحانؒ

زید بن صوحانؒ بھی تابعی ہیں۔ جنگ جمل کے دن زخمی حالت میں میدان سے اُٹھا کر لائے گئے تو آپؒ نے وصیت کی کہ: میرے ازار کو باندھ دینا۔ میرے جسم سے خون کو نہ دھونا۔ غسل نہ دینا۔ میرے جسم سے کپڑے نہ اُتارنا۔ ہاں! موزے اُتار دینا۔ اور دیکھو! مجھے رات کی تاریکی میں دفنانا۔ میں قیامت کے دن اپنے رب سے فریاد کروں گا۔ میرے ساتھ میرا قرآن مجید بھی دفن کر دینا۔ (ابن سعد، ج:۶، ص: ۱۴۵)

قاضی شُریح بن حارث کَندی کی وصیت

آپ مشہور تابعی ہیں۔ دنیا آپؒ کو قاضی کے نام سے جانتی پہچانتی ہے۔ آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا قاضی بنایا تھا۔

وفات کے وقت وصیت کی کہ: مجھے رات کو دفن کیا جائے۔ بغلی قبر کھودی جائے۔ کسی کو جنازے کی اطلاع نہ دی جائے۔ جنازے کے ساتھ نوحہ نہ کیا جائے۔ جنازے کو آہستہ آہستہ لے جایا جائے اور قبر پر چادر نہ ڈالی جائے۔ آپ کی وفات ۷۴ سے ۷۹ تک کسی سال میں ہوئی۔ آپ نے سو سال سے زائد عمر پائی۔ آپ اطلس تھے یعنی پیدائشی طور پر ڈاڑھی مونچھ نہ تھی۔

حضرت اُوَیس بن عامر القرنیؒ

اس امت کا کون سا فرد ہے جو حضرت اویس قرنیؒ کو نہیں جانتا اور آپؒ سے محبت نہیں کرتا ہے۔ آپؒ مشہور تابعی ہیں۔ جنگ صفّین میں حضرت علیؓ کی جانب سے دفاع کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کی۔ آپؒ نے ہرم بن حیان کو ایک موقع پر وصیت کی کہ:

اے ہرم بن حیّان ! اللہ جل مجدہ کی کتاب اور صالحین مومنین، اہل اللہ مسلمانوں کی صفات کو لازم پکڑلو۔ دیکھو! میں نے بھی انہی لوگوں کی اقتداء کی ہے۔ خبردار! موت کو ہر وقت یاد رکھو۔ اگر ہو سکے تو قلب کو پلک مارنے کی مقدار بھی موت کی یاد سے غافل نہ ہونے دو۔ اپنی قوم کو جب تم واپس جاؤ نار جہنم سے ڈراتے رہو۔ خبردار! کہ تم اور تیری قوم نے جماعت کا ساتھ چھوڑا۔ اگر جماعت کا ساتھ چھوٹا تو اسلام بھی تم سے جدا ہو جائے گا اور تم کو اس کا احساس بھی نہیں ہوگا اور تم اسی حال میں مَر جاؤ گے تو اللہ تم کو قیامت کے دن جہنم میں داخل کرے گا۔

پھر آپؒ نے ہرم بن حیان کیلئے دعاء کی کہ: اے اللہ! یہ مجھ سے محض تیری رضاء کیلئے محبت کرتا ہے۔ اور تیری خوشنودی کیلئے میری زیارت کیلئے آیا ہے۔ لہٰذا تو اس کو جنت میں بھی میرے زائرین میں داخل کرنا جو دار السلام (جنت کا ایک نام) ہے۔ اے میرے رب! تھوڑی دنیا جو بقدر کفاف ہو اس پر اس کو راضی کر دے۔ جو کچھ آپ نے دنیا سے اس کو دیا ہے اس میں عافیت عطا کر دے۔ جس عمل کی توفیق آپ نے بخشی ہے اس عمل پر شکر کی توفیق دیجیے اور اس کو قبول کر کے قیامت میں "وَ سَعْيًا مَّشْكُورًا" بنا دیجیے اور اے اللہ! میں اس کو آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ السلام علیکم یا ہرم بن حیان۔ اب چلے جاؤ۔ پھر واپس نہ آنا۔ (الحلیہ، ج:۲،ص:۸۷)

حضرت ابو یزید یعنی ربیع بن خثیمؒ کی وصایا

آپؒ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے عہدِ رسول اللہ ﷺ پایا مگر شرفِ صحابیت سے محروم رہے مگر عہدِ رسول اللہ ﷺ کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے۔ صحابہؓ میں سب سے زیادہ فیض عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہما سے پایا۔ آپؒ بے شمار فضائل کے مالک ہیں۔

قوم کو نصیحت و وصیت :

اے اللہ کے بندے! ہمیشہ بھلائی کی بات کہا کر۔ بھلائی پر عمل کیا کر۔ ہمیشہ اچھی اور عمدہ خصلتوں کا مظاہرہ کیا کر۔ اپنی مدت حیات کو زیادہ نہ سمجھ۔ اپنے قلب کو سخت نہ بنا۔ دلوں کی سختی گناہوں کی کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور تو ان لوگوں کے مانند نہ بن جو کہتے ہیں ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔

﴿وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾ (سورۂ انفال، آیت ۲۱)

اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں۔

اے اللہ کے بندے! اگر تو اچھے کام کرتا ہے تو برابر کیے چلا جا۔ کیونکہ عنقریب تجھے وہ دن پیش آنے والا ہے جب تو یہ حسرت و افسوس کرے گا کہ کاش زیادہ سے زیادہ نیک کام کیے ہوتے۔ اگر تجھ سے کچھ گناہ سرزد ہو چکے ہیں تو ان کو چھوڑنے اور آئندہ کیلئے نہ کرنے کا عہد کر۔ تاہم اچھے کام کیے جا۔ نیک اعمال بجا لانے میں کوتاہی اور غفلت نہ کر۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ﴾ (ھود: ۱۱۴)

بے شک نیک کام (نامۂ اعمال سے) مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو، یہ بات ایک (جامع) نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے۔

اے اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے ذریعے جو علم عطا فرمایا ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کر اور جو علم اُس نے تجھے عطا نہیں کیا بلکہ اپنے لیے مخصوص رکھا ہے، اس کو اس کے جاننے والے کے سپرد کر۔ خود سب کچھ جاننے کا دعویٰ نہ کر۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ. اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ. وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴾ (سورۂ ص، آیت: ۸۶ تا ۸۸)

آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس قرآن (کی تبلیغ پر) نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔ یہ قرآن تو (اللہ کا کلام اور) بس دنیا جہان والوں کے لیے بس ایک نصیحت ہے۔ اور تھوڑے دنوں پیچھے تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا (یعنی مرنے

کے ساتھ ہی حقیقت کھل جائے گی کہ یہ حق تھا۔)

موت کو زیادہ یاد کیا کرو۔ اس دن کو یاد کیا کرو جب تمام مخفی باتیں ظاہر ہو جائیں گی اور تمام اعمال سامنے آ کھڑے ہوں گے۔ (ابن سعد، ج:۲،ص:۲۰۳)

اے لوگو! نیکی اور خیر کی باتیں کہا کرو۔ نیک عمل کیا کرو۔ قول و فعل دونوں کو پابندِ شرع بناؤ اور نیک اجر پاؤ۔

اے لوگو! اچھی باتیں کہا کرو۔ خود بھی اچھی باتوں پر عمل کیا کرو۔ ہمیشہ بھلائی پر رہا کرو۔ جہاں تک ہو سکے نیک کاموں میں زیادتی کرو۔ اور برے کاموں میں کمی۔ باتیں کم کیا کرو۔ اور اگر ہو سکے تو فضول باتوں کی جگہ 'سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ' کہا کرو۔

لوگوں کو نیکی کا حکم دیا کرو۔ برے کاموں سے روکا کرو۔ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو۔ دین و اخلاق کی باتیں پوچھ پوچھ کر سیکھا کرو۔ نفس و شیطان کی پیروی سے اللہ کی پناہ مانگا کرو۔

لوگوں کا عجیب حال ہے کہ وہ دوسروں کے گناہوں پر تو ڈرتے ہیں لیکن خود اپنے گناہوں کی طرف سے بے خوف رہتے ہیں۔

تبلیغ دین کی وصیت:

اے اللہ کے بندے! احکامِ الٰہی کا جتنا علم جانتے ہو اس کے مطابق اللہ کے احکام کی اطاعت کرو۔ تم محض اپنی نیکی سے نیک نہیں بن سکتے بلکہ دوسروں کو بھی نیک بنانے اور گناہوں سے بچانے کی کوشش کرو۔ دیکھو تم نیکی کا حق ادا نہیں کر سکتے جیسا کہ نیکی کا حق ہے۔ اور وہ یہ کہ ہر نیک کام محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی و خوشنودی کیلئے کرو۔ اس میں ریاکاری کا شائبہ نہ ہو۔

تم برائی سے نہیں بچ سکتے جیسا کہ برائی سے بچنے کا حق ہے جب تک کہ آنحضرت ﷺ پر نازل شدہ پوری شریعت پر عمل پیرا نہیں ہو جاتے۔ حتی الامکان شریعت پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہو۔

جو گناہ تم لوگوں سے چھپ کر کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ پر ظاہر ہیں۔ تم اللہ سے اپنی کوئی بات چھپا کر نہیں رکھ سکتے ہو۔ اپنے ظاہری و باطنی گناہوں کا علاج کرو۔ اور وہ سچی پکی توبہ ہے۔ اور پھر اس گناہ کو نہ کرنا ہے۔

آپؒ پر فالج کا اثر ہوا اور آپ جانبر نہ ہوسکے۔ اور آپ نے آخری وصیت یہ کی:

میں اللہ کی ربوبیت سے، دین اسلام سے، محمد ﷺ کی نبوت و رسالت اور قرآن مجید کی امامت سے راضی ہوں۔ اور اپنی ذات اور اُس شخص سے جو میری اطاعت کرے اس بات پر راضی ہوں کہ ہم سب عابدین کے زمرے میں عبادت کریں۔ حمد کرنے والوں میں اس کی حمد کریں اور مسلمانوں کی خیر خواہی کریں۔ (سنن دارمی)

آپ کا انتقال عبداللہ بن زیاد کی ولایت میں کوفہ میں ہوا۔

(ابن سعد، ج:۶،ص:۲۰۱-۲۱۲۔ الحلیہ ، ج:۲،ص:۱۰۵- ۱۱۸)

حضرت عامر بن شراحیل یعنی امام شعبیؒ کی وصیت

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ فقیہ وہ ہے جو اللہ کے محارم سے بچتا رہے اور عالم وہ ہے جو اللہ کا خوف کرتا ہے۔ تم لوگوں کو چاہیے کہ کم استعداد اور شر پسند علماء اور جاہل عبادت گزاروں سے بچتے رہو یعنی علماء سوء، ریاکار پیر سے بچتے رہو۔ جو لوگ اپنی رائے سے کوئی مسئلہ کہتے تو آپ فرماتے کہ اس کی رائے پر پیشاب کرو۔ تم تو صرف قرآن و حدیث اور اصحابِ محمد ﷺ سے واسطہ رکھو۔ کسی حال میں قرآن و حدیث کو نہ چھوڑو۔ (ابن سعد، ج:۶،ص:۲۷۳)

آپؒ کی وفات سنہ ۱۰۳ یا ۱۰۴ ہجری میں ۷۷ سال کی عمر میں ہوئی۔

اِمام ابراہیم بن یزید نخعیؒ

آپؒ مرض الوفات میں رو رہے تھے۔ سبب معلوم کیا گیا تو فرمایا: میں دنیا چھوڑنے پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ اپنی دو لڑکیوں کی وجہ سے رو رہا ہوں۔

آپؒ نے وصیت کی کہ میری قبر لحد والی بنائی جائے اور پختہ نہ کیا جائے۔ اگر تم چار میری میت کو اُٹھالو تو پھر میری وجہ سے کسی پانچویں کو تکلیف نہ دی جائے۔

حالت بیماری میں آپؒ بہت پریشان تھے۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ: اس سے زیادہ خوف اور خطرہ کا وقت اور کون سا ہوگا کہ اللہ کا قاصد جنت یا جہنم کا پیغام لے کر آئے۔

آپؒ کا انتقال کوفہ میں عبدالملک کے زمانۂ خلافت میں ۴۹ یا ۵۰ سال کی عمر میں سنہ ۹۶

ہجری میں ہوا۔ جنازہ کی نماز آپ کے ماموں زاد بھائی عبدالرحمٰن بن اسود بن یزید نے پڑھائی اور کوفہ میں دفن ہوئے۔

جو شخص اس لیے کہیں بیٹھے کہ لوگ اس کے پاس آ کر بیٹھا کریں تو تم اس کے پاس مت بیٹھو۔

انسان کی بدبختی کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کے دین یا دنیا کے معاملے میں انگشت نمائی کی جائے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ رکھے۔ اور سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے۔

جو شخص کبیرہ گناہوں کو کوئی اہمیت نہ دے اس سے ہاتھ دھولو یعنی قطع تعلق کرلو۔

تم میں کا اگر کوئی دعاء کرے تو پہلے اپنی ذات سے شروع کرے کہ اُسے معلوم نہیں کہ اس کی کونسی دعاء مقبول ہوگی۔

کسی بندہ کو ایمان کے بعد مصیبت پر صبر سے زیادہ فضل نعمت نہیں دی گئی۔

(سہ ماہی بحث ونظر، شمارہ: ۱۵، ص: ۸۶)

حضرت حسن بصریؒ کی وصیت

دم آخر آپ نے اپنے صاحبزادے کو اپنی تمام کتابیں اکٹھا کرنے کی ہدایت دی۔ بیٹے نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ پھر غلام کو حکم دیا کہ تنور جلائے۔ اس نے جلا دیا۔ پھر تمام کتب کو خاکستر کرادیا پھر ایک کتاب باقی رہنے دی، غالباً وہ قرآن مجید تھی۔ اتنے میں اجل آ گئی۔ کاتب کو بلوا کر لکھوایا کہ حسن اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ جس نے صدق دل سے اس کی شہادت دی وہ جنت میں داخل ہوگا۔

شب جمعہ کو روح پرواز کرگئی۔ آپ کا انتقال ۱۱۲ھ میں بصرہ میں ہوا۔

(سیر الصحابہ، ج: ۱۳، ص: ۱۱۱)

آپ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو وصیت لکھی کہ اگر اللہ تعالیٰ معاون نہیں ہے تو پھر کسی سے بھی معاونت کی توقع ہرگز نہ رکھو۔ اس دن کو بہت ہی نزدیک سمجھتے رہو جس دن دنیا فنا

ہوجائے گی اور صرف آخرت باقی رہے گی۔

آپ نے سعید بن جبیر کو تین نصیحتیں کیں : (۱) صحبتِ سلطان سے اجتناب کرو۔ (۲) کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہو خواہ وہ رابعہ بصری ہی کیوں نہ ہوں۔ (۳) راگ رنگ میں کبھی شرکت نہ کرو کیونکہ یہ چیزیں برائی کی طرف لے جانے کا پیش خیمہ ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص:۲۱)

حضرت حسن بصریؒ کی نصیحتیں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے نام

یادرکھو کہ غور وفکر خیر کی طرف اور اس پر عمل کی طرف لے جاتا ہے اور برائی پر ندامت کا مطلب ہے، اس برائی کو چھوڑ دینا۔ جو چیز ختم ہوجائے خواہ زیادہ ہو وہ اس کی طرح نہیں ہے جو باقی رہے، خواہ اس کی چاہت بے حد زیادہ ہو۔ سامان ختم ہوجانے کا اندیشہ جس کے بعد لمبی راحت ملے، بہتر ہے اس ختم ہوجانے والی راحت کی جلدی سے جس کے بعد سامان باقی رہ جائے۔ تو تم اس کشمکش سے بھری دھوکہ باز دنیا سے ہوشیار رہو جس نے اپنے دھوکہ کو خوبصورت بنادیا ہے اور اپنی چالبازیوں پر اتراتی ہے، اپنے چاہنے والوں کو اُمید دلا کر مارتی ہے اور جو لوگ اسی کی باتیں کرتے ہیں، انہی کو چپ کراتی ہے۔ اس کی مثال اس بنی ٹھنی دلہن کی طرح ہے کہ جس کو ساری نگاہیں دیکھتی رہ جائیں اور دل عاشق ہوجائیں اور اس پر فدا ہوجائیں۔ سب کے دماغ اسی میں لگ جائیں جبکہ وہ اپنے تمام شوہروں کو ایک کے بعد ایک قتل کرے۔ تو جو بچ گیا ہے وہ ماضی سے سبق نہیں لیتا نہ ہی ہر دوسرا اس سے نصیحت لیتا ہے جو پہلے نے دیکھا نہ ہی عقل مند تجربات کی کثرت کے باوجود فائدہ اُٹھا رہا ہے نہ ہی کوئی عارف باللہ اور اس کی خبر سننے پر تصدیق بھی کرنے والا، کوئی نصیحت حاصل کررہا ہے۔ دلوں کا حال یہ ہے کہ انھیں صرف محبت چاہیے اور اندرونی روح چھوٹی اور تنگ ہوچکی ہے۔ ہم لوگ صرف اس کے عاشق بن کر رہ گئے ہیں اور جو شخص کسی سے عشق کرتا ہے اس کو اس کے سوا کچھ سجھائی نہیں دیتا، یا تو وہ اس کی طلب میں مَر جاتا ہے یا اُسے حاصل کرلیتا ہے۔ تو دل و روح دونوں اس دنیا کے عاشق بن چکے

ہیں۔کوئی عاشق اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا، دھوکہ میں پڑ گیا اور سرکش ہوگیا اور اپنی ابتدا وانتہا کو بھول گیا، اسی میں اپنا دماغ مشغول رکھا اور اس کی عقل اسی میں پریشان ہوکر رہ گئی یہاں تک کہ اس کا قدم پھسلا اور اچانک اس کی موت کا وقت آ گیا۔اب اس کی ندامت بڑھ گئی اور بے حد حسرتیں کرنے لگا۔جس قدر اپنی بے ہوشی کا علاج کیا اس قدر اس کی پریشانی بڑھ گئی۔موت اپنے سکرات اور دردناکی کے ساتھ اس پر چھا گئی جبکہ موت کی حسرتیں اس حالت کونہیں بتاسکتیں جواس پر طاری ہوتی رہی۔دوسرا شخص وہ ہے جواپنی ضرورت بھی دنیا سے پوری نہ کرسکا اور اپنے غم اور پریشانی کو لے کر رخصت ہوا۔ جو چاہتا تھا وہ نہ ملا۔ وہ تھکن اور محنت سے چھٹکارا بھی نہ پاسکا۔ دونوں طرح کے لوگ بغیر توشۂ آخرت، رخصت ہوئے اور جس چیز کی تیاری کرنی چاہیے تھی وہی نہ کر سکے۔

لہٰذا تم اس دنیا سے پوری طرح ہوشیار رہو۔ یہ سانپ کی طرح ہے اس کا چھونا نرم لگتا ہے۔مگر اس کا زہر قاتل ہے۔اس میں سے جو چیز تمھیں اچھی لگے اس سے منہ موڑ لو کیونکہ اس میں سے بہت کم تمھیں مل سکے گا۔ اس کے بارے میں پریشان ہونا چھوڑ دو کیونکہ اس کی مصیبتیں تم دیکھ چکے ہو اور اس کے چھوٹ جانے کا تمھیں یقین حاصل ہو چکا ہے۔اس میں جو سخت لگے تم اسی پر لگے رہو، اس آسانی کے لیے جو تم کو ملے گی۔اس میں جو کچھ موجود ہے اس سے ہوشیار رہو اس کے مقابلے میں جو اس کے لیے ہے۔اس لیے کہ دنیا کا طالب جب جب اس کی خوشی پر مطمئن ہوا، تب تب دنیا نے اسے ناپسندیدہ حالت میں پہنچایا۔ جب جب اسے کچھ دنیا ملی اور وہ اس پر اِترایا، دنیا اس پر پلٹ پڑی۔اس میں خوش رہنے والا دھوکہ میں ہے اور اس میں فائدہ اُٹھانے والا کل نقصان اُٹھانے والا ہے۔ یہاں کی آسانیوں میں مصیبتیں چھپی ہوئی ہیں، اس کا بقاء ہی اس کا فناء ہے۔ یہاں کی خوشی غم بھری ہے۔ دنیا کی زندگی کا آخری حصہ کمزوری و بے بسی ہے۔اس دنیا پر نظر کسی تارک الدنیا زاہد شخص کی نظر کی طرح ڈالو۔ کسی بے تاب عاشق کی طرح مت دیکھو۔یاد رکھنا یہ دنیا بسے ہوؤں کو اُجاڑتی ہے اور امن میں پڑے سمجھنے والے کو نقصان پہنچاتی ہے۔اس میں سے جو چھوٹ گیا وہ دوبارہ واپس نہیں آتا اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل کیا ہوگا کہ وہ اس کا انتظار کرے۔

تم اس سے دور رہو کیونکہ اس کی تمنائیں جھوٹی ہیں اور اس کی اُمیدیں غلط ہیں۔ اس کی زندگی مصیبت ہے اور اس کا صاف ستھرا پن بھی میلا ہے۔ تم ہمیشہ اس سے خطرہ میں ہو۔ یا ختم ہونے والی نعمت ہے یا سر پر پڑنے والی مصیبت ہے یا دردناک پریشانی ہے یا ختم کر دینے والی کوئی بلا ہے۔ کوئی شخص عقلمند ہو تب بھی زندگی اس کے لیے پُرمشقت ہے اور ہر نعمت اس کے لیے پُرخطر ہے اور ہر آفت سے چوکنا رہنا ہے اور موت پر یقین رکھنا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں کچھ نہ بتلاتا اور اس کی کوئی مثال نہ دیتا اور اس سے بے رغبت ہونے کا حکم نہ بھی دیتا تو یہ دنیا سوتے کو بھی جگا دیتی اور غافل کو متنبہ کرتی، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے خبر دار کرنے کیلئے بہت کچھ بھیجا جس میں بڑی نصیحت ہے کیونکہ اللہ عزوجل کے یہاں دنیا کی کوئی حیثیت و اہمیت نہیں ہے، نہ اللہ کے پاس اس کا کوئی وزن ہے۔ اس کا وزن اللہ کے یہاں ایک کنکری کے برابر بھی نہیں ہے نہ ایک ریزہ مٹی کے برابر ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اس کے نزدیک اس کی مخلوق میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ مخلوق یہ دنیاداری ہے۔ اللہ نے جب سے اسے پیدا کیا ہے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں ہے۔ ہمارے نبی ﷺ پر اس کو اس کی تمام کنجیوں اور خزانوں کے ساتھ پیش کیا گیا۔ مچھر کے پَر کے برابر بھی کم نہیں کیا گیا لیکن آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے صرف اس وجہ سے اس کو قبول نہیں کیا اور نہ ان کو اللہ کے پاس کسی چیز کی کمی ہے، لیکن آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ اللہ نے اگر کسی چیز کو ناپسندیدہ کیا ہے تو وہ یہ ہے۔ اور اس کے نزدیک سب سے معمولی اور گئی گذری چیز یہی ہے۔ اگر آپؐ قبول فرما لیتے تو وہ اس بات کی دلیل ہوتی کہ آپ ﷺ اسے پسند فرماتے ہیں لیکن آپ ﷺ کو یہ مناسب نہیں معلوم ہوا کہ جس چیز کو ان کے خالق نے ناپسند کی ہے، آپ ﷺ اس سے محبت کریں اور جس چیز کو اس کے مالک نے نظروں سے گرا دیا ہے، آپ ﷺ اس کو عزت دیں۔

اس دنیا کی بے وقعتی کی کوئی اور دلیل نہ بھی ہو تو یہ کافی ہے کہ اللہ نے اسے حقیر سمجھا ہے۔ اس کے خیر کو، اطاعت کرنے والوں کے لیے باعثِ ثواب بنایا اور دنیاداری کو بطور عذاب نافرمانوں کے لیے رکھا تو اطاعت کا ثواب اس میں سے نکال دیا اور گناہوں پر عذاب اس میں سے نکالا۔ تمھیں اس دنیا کے شر کو سمجھنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

انبیاء اور چاہنے والوں پر بطور امتحان اس کو تنگ کردیا اور ان کے علاوہ لوگوں کے لیے بطور آزمائش اور دھوکہ بھرپور دیدیا۔ اس کے دھوکہ میں پڑا ہوا اور فدا ہونے والا شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ اس کا اکرام کیا ہے مگر وہ بھول گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام اور مناجات میں، کیا کیا۔ حضرت محمد ﷺ کے ساتھ یہ ہوا کہ بھوک کی شدت سے اُنھوں نے پیٹ پر پتھر باندھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ ہوا کہ سبزیوں کی ہرے پن کو ان کی غذا کا حصہ بنایا گیا۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: اے موسیٰ! جب تم غربت کو اپنی طرف آتا دیکھوتو کہو اے نیک لوگوں کی علامت! خوش آمدید۔ اور جب مالداری کو آتا دیکھوتو کہو کسی گناہ کی سزا، جلدی دے دی گئی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اسی معاملہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی دیکھیں، ان کا معاملہ عجیب ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے میری جلد بھوک ہے، میرا شعار خوف ہے، میرا لباس موٹا کپڑا ہے، میری سواری میرا پیر ہے، رات میں میرا چراغ، چاند ہے۔ سردی میں گرمی حاصل کرنے کا ذریعہ میرے پاس سورج ہے۔ میرا میوہ اور کھانا پینا وہ ہے جو زمین سے درندوں اور جانوروں کے لیے اُگتا ہے (یعنی سبزیاں) میں نے انکار کردیا جبکہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور نہ مجھ سے زیادہ مالدار بھی کوئی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اس کی چھوٹی مثال حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں۔ ان سے آگے تعجب خیز کوئی نہیں ہے۔ اپنے خاص لوگوں کو جو کی روٹی کھلاتے اور گھر والوں کو خشکار (انتہائی خراب آٹا) اور لوگوں کو درمک (انتہائی نفیس آٹا)۔ جب رات ہوتی تو موٹا سا کپڑا پہن لیتے۔ اپنے ہاتھ کو گردن میں اَٹکاتے اور روتے ہوئے رات گذارتے یہاں تک کہ صبح ہوجاتی۔ سیدھا سادہ کھانا کھاتے۔ بالوں والا لباس پہنتے۔ یہ سب لوگ جس چیز کو اللہ نے ناپسند کیا انھوں نے بھی ناپسند کیا، جس کو اللہ نے معمولی بتایا، اُن لوگوں نے بھی اسے معمولی درجہ میں رکھا۔ جس سے اللہ بے رغبت ہے یہ لوگ بھی بے رغبت رہے۔ پھر نیک لوگ ان کے راستہ پر چلے، ان کے نقشِ قدم پر رہے۔ محنت و مشقت اور معمولی رہن سہن کو اپنایا۔ غور وفکر میں لگ گئے۔ عمر کی چھوٹی سی مدت میں دنیوی متاع غرور پر صبر کیا کہ جس کا فنا ہونا یقینی ہے۔ دنیا کے آخری حصے (قیامت) پر توجہ کی تاکہ اس کے اول حصہ پر، اس کے انجام

کی بدمزگی پر نظر ڈالی نہ کہ اس کی جلد ملنے والی لذت پر پھر اپنے آپ پر صبر کو لاگو کر دیا۔ دنیا کو ایک مردار کے درجے میں رکھا جس کو صرف مجبوری کی حالت میں کھایا جاتا ہے۔ لہٰذا انھوں نے اس میں سے اتنا ہی کھایا جس سے جان باقی رہے اور دم نہ نکلے۔ اس کو اس مردار کے درجے میں رکھا جس سے شدید بدبو آ رہی ہو تو جو شخص بھی قریب سے گذرے گا اپنی ناک پکڑ لے گا۔ تو وہ لوگ صرف نقصان سے بچنے کی حد تک اس کو استعمال کرتے رہے۔ اس گندگی کو پیٹ بھرنے کی حد تک نہیں لے گئے تو وہ بھی ان سے دور ہوگئی۔ دنیاداری کا درجہ ان کے پاس بس اتنا تھا۔ اس لیے ان کو اس پر تعجب ہوتا ہے جو پیٹ بھر کر اس میں سے کھاتا ہے اور آخری درجے تک لذت یاب ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنے دل میں کہتے ہیں: ان لوگوں کو دیکھو! کھانے سے ڈرتے نہیں ہیں۔ کیا اُنھیں بدبو محسوس نہیں ہوتی ہے۔ یہ تو درحقیقت میرے بھائی، انجام اور مستقبل کے لحاظ سے کسی مُردہ کے گندے ہونے سے بھی زیادہ بدبودار ہے۔ لیکن کچھ لوگوں کا صبر جلد ختم ہوگیا، اس لیے انھیں بدبو نہیں آتی ہے۔ جو شخص گندگی کے گڑھے میں ہی پلے بڑھے اسے بدبو محسوس نہیں ہوتی ہے نہ یہ کہ اس کے قریب سے گذرنے والے کو یا اس کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والے کو بھی اس کی بدبو کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ کسی عقلمند کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جو شخص دنیا سے جاتا ہے اور اپنے پیچھے ڈھیر سارا مال چھوڑتا ہے، اس کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ اگر وہ فقیر ہوتا تو یا اگر وہ شریف تھا تو چاہے کہ کاش وہ ایسا نہ ہوتا یا اگر وہ اس سے بچا رہا تو یہ کہ کاش وہ اسے استعمال کر لیتا یا اگر وہ مال کے ذریعے لوگوں پر مسلط تھا تو یہ تمنا کرتا کہ کاش وہ عام لوگوں میں سے ہوتا۔ کیا اس میں دنیا کی رسوائی کی دلیل نہیں ہے اس شخص کے لیے جو عقلمند ہے۔

واللہ! دنیا کا حال ایسا ہے کہ اگر کوئی شخص اس میں سے کچھ چاہے تو وہ اس کو، اس کی طلب اور محنت کے بغیر مل جائے گی لیکن جیسے ہی اُسے کچھ ملے گا اس میں اللہ کے حقوق اس پر فرض ہو جائیں گے۔ اس کے بارے میں پوچھ ہوگی اور حساب دینا ہوگا۔ اس لیے عقلمند کو چاہیے کہ صرف ضرورت بھر اس سے لے اور سوال ہونے اور سخت حساب لینے کے ڈر سے مزید کی طلب نہ کرے۔ اگر تم غور کرو تو دنیا صرف تین دن ہے۔ ایک وہ دن جو گذر چکا جس کی تم

اُمید نہ کرسکو گے۔ ایک وہ دن جو تمھارے پاس ہے اور تم کو چاہیے کہ اس کو غنیمت جانو اور ایک وہ دن ہے جو مستقبل میں آئے گا اور تم کو خود پتہ نہیں ہے کہ تم اس کے لائق رہو گے یا نہیں۔ اور تمھیں خود پتہ نہیں ہے کہ شاید تم اس دن سے پہلے مَر جاؤ۔ جو دن کل کا تھا وہ با ادب حکمت والا ہے اور جو دن آج کا ہے وہ رخصت ہونے والا دوست ہے۔ البتہ کل کا دن اگرچہ تمہارے لیے تکلیف دہ رہا لیکن اپنی حکمت وہ آپ کے درمیان چھوڑ گیا۔ اور اگر وہ دن تم سے ضائع ہو گیا تو اس کے بعد کا دن تمہارے پاس آچکا ہے۔ یہ دوسرا دن تم سے بہت دور تھا لیکن اب وہ تم سے بہت جلد چلا جائے گا۔ آنے والے کل میں تمہارے لیے اس کی اُمید پھر بھی ہے۔ لہٰذا تم عمل پر بھروسہ کرو اور آخری وقت آ جانے سے پہلے پہلے اُمید کا دھوکہ چھوڑ دو۔ خبردار! آج والے دن میں کل کا یا اس کے بعد کا غم مت رکھو۔ تم نے پہلے ہی اپنا غم اور پریشانی بڑھالی اور چاہتے ہو کہ تمہارے آج کے دن میں وہ سب مل جائے جو تمھیں زمانہ تک کافی ہو۔ ہائے افسوس! دنیاداری بڑھ گئی، غم بڑھ گیا، پریشانی زیادہ ہوگئی اور بندہ اُمید کے نام سے اصل کام ضائع کرگیا۔ اگر تمہارے آنے والے کل کی اُمید تمہارے دل سے نکل جائے تو تم آج کے دن کو اپنے عمل میں اچھی طرح استعمال کرو اور اپنے اعمال کو آج والے دن کے لیے مخصوص کرلو لیکن کل کے دن کی تمہاری اُمید نے تمہارے اعمال کو کم کررکھا ہے اور مزید دنیاداری میں تم کو ڈال دیا ہے۔ اگر تم چاہو اور مختصراً سمجھنا چاہو تو میں تم کو دنیا کی مثال دوں کہ وہ صرف دو لمحات میں سے کوئی ایک لمحہ ہے؛ ایک گذرا ہوا لمحہ، ایک آنے والا اور ایک وہ لمحہ جس میں تم اس وقت ہو۔ تو جو گذرا ہوا اور باقی ہے اُن کی راحتوں میں تمہارے لیے کوئی لذت نہیں ہے نہ ہی اُن کی پریشانیوں میں کوئی غم ہے۔ دنیا تو بس وہ لمحہ ہے جس میں تم اس وقت ہو۔ بس اسی لمحہ نے تم کو جنت سے غافل اور جہنم کی طرف ڈھکیل دیا ہے۔ لیکن آج کا لمحہ، اگر تم کو عقل آجائے تو ایسا ہے گویا ایک مہمان جو تمہارے پاس آیا اور اب جانے والا ہے۔ پس اگر تم اس کی ٹھیک سے مہمان نوازی کرو تو وہ تمہارے حق میں گواہی دے گا، تمہاری تعریف کرے گا اور تمہاری سچائی کو مانے گا اور اگر تم اس کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آؤ تو وہ تمہاری آنکھوں میں کھٹکے گا۔ باقی دونوں دن، دو بھائیوں کی طرح ہیں کہ ایک تمہارے پاس ٹھہرا تو تم اس کے ساتھ بری طرح

پیش آئے اور اچھا سلوک نہیں کیا تو دوسرا دن تمہارے پاس آیا اور کہا کہ میرے بھائی کے بعد اب میں تمہارے پاس آیا ہوں اگر تم میرے ساتھ اچھا سلوک کرو تو اس کے ساتھ تمہارا برا سلوک نظر انداز ہوجائے گا اور تم نے اس کے ساتھ جو کچھ کیا وہ معاف ہوجائے گا تو اب تم دیکھو۔ اگر تم گذرنے والے دن کے بعد آنے والے دن کے ساتھ اچھا سلوک کرو تو تم اس کے بدلہ اس وقت کامیاب ہوگئے۔ اگر تمھیں سمجھ ہو تو، پس اس طرح تمہارا اصلی گھر (جنت) تم سے ضائع نہ ہوگا۔ اور اگر دوسرے دن کے ساتھ بھی تم نے پہلے دن والا سلوک کیا تو کس قدر صحیح ہوگا کہ تم ان دونوں کی گواہی سے ہلاک ہوجاؤ۔ عمر کا جو حصہ باقی ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہے نہ کوئی چیز اس کے برابر۔ اگر تم پوری دنیا جمع کرلو تو وہ باقی رہنے والے ایک دن کے برابر نہ ہوگا تو آج کوئی الزام نہیں ہے نہ دنیا کی کوئی چیز اس کی قیمت واہمیت کے برابر ہے۔ بلا شبہ قبر میں مدفون زیادہ عزت والا نہ ہوگا اس وقت کے مقابلے میں جو تمہارے ہاتھ میں ہے۔

واللہ! اگر قبر میں مدفون کسی شخص کو کہا جائے کہ یہ دنیا پوری کی پوری تمہارے بعد تمہارے لڑکے کو دے دی جائے گی اور وہ تمہارے بعد مزے اُڑائیں گے، کیونکہ تمہاری فکریں، ان کے علاوہ کچھ نہیں تھیں، تمھیں یہ زیادہ پسند ہے یا یہ کہ تم کو ایک دن اور دیا جائے جس میں تم نیک عمل کرلو، تو وہ یہی اختیار کرے گا۔ اس دن کے ساتھ وہ کچھ جمع نہیں کرے گا سوائے اس دن کے اعمال کے جس میں اس کو رغبت ہوگی اور عظمت بھی۔ بلکہ اگر اسے صرف ایک لمحہ کے خیر اور جو میں نے تم سے کہا اس دنیا کے کئی گنا زیادہ دنیا کے درمیان اختیار دیا جائے تو وہ اس لمحہ کو اختیار کرے گا اس کئی گنا کے مقابلہ میں جو اس کے علاوہ کسی کو دی جائے، بلکہ اگر ایک لفظ بولنے کی اجازت دی جائے جو اس کے حق میں لکھا جائے گا اور اس دنیا کے مقابلے میں جو میں نے بیان کیا تو وہ اس ایک لفظ ہی کو اختیار کرے گا۔ اس لیے تم آج کے دن پر کڑی نظر رکھو، اِن لمحات کو غور سے دیکھو۔ ایک ایک بات کو اہمیت دو اور موت کی سکرات سے پہلے پہلے حسرت نہ ہو اس پر دھیان دو اور اس بات پر مطمئن نہ ہوجاؤ کہ اس بات کی حجت تمہارے لیے کافی ہے۔

اللہ تمھیں اور مجھے نصیحت حاصل کرنے کی توفیق دے اور بہترین انجام۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

☆ عبداللہ بن محمد کہتے ہیں اُن سے ابوطالب بن سوادہ نے کہا، ان سے یوسف بن بحر المروزی نے، ان سے عبدالوہاب بن عطاء، ان سے ابوعبیدہ سعید بن رزین، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسنؒ کو سنا وہ اپنے لوگوں کو نصیحت کررہے تھے کہ: یہ دنیا عمل کی دنیا ہے جو اس کی کمی کے ساتھ رہا اور اس سے بے نیاز وہ خوش قسمت رہا اور ایسی دنیا کا ساتھ اس کو نفع پہنچائے گا۔ اور جو شخص اس کو چاہتا رہا اور اس سے محبت کی تو وہ بدنصیب ہوا اور اللہ کے پاس اپنے نصیب کو کم کردیا پھر یہ دنیا اس کو ایسی حالت میں لاتی ہے جس میں صبر نہیں ہوتا اور اللہ کے عذاب سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں رہتا۔ دنیا کا معاملہ چھوٹا ہے اس کا سامان کم ہے اور اس کا ختم ہونا یقینی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کا حقیقی وارث ہے۔ دنیا کے چاہنے والے ہر حال میں ایسے گھروں میں جانے والے ہیں جو پرانے نہیں ہوتے۔ نا طویل عرصہ اُنھیں بدلتا ہے نہ ہی وہاں عمر ختم ہوتی ہے کہ اُنھیں موت آئے اور نہ ہی عرصہ تک وہاں رہنے پر، اُنھیں نکلنا نصیب ہوگا۔ تو تم، اللہ کے سوا کوئی قوت نہیں ہے، ایسی جگہ سے ڈرو اور اس بدل جانے والی حالت کا زیادہ ذکر کرو اور اے ابن آدم! تو اس دنیا کی زیادہ فکر چھوڑ دے یا تو اس کی رسّیاں توڑ دے ورنہ اس چیز کا ذکر ختم ہوجائیگا جس کے لیے تجھے پیدا کیا گیا اور حق سے تیرا دل ہٹ جائے گا۔ دنیا کی طرف دل مائل ہوگا اور تو ہلاک ہوجائے گا۔ یہ وہ برے لوگ ہیں جن کی برائی واضح ہے اور نفع نہیں ہے۔ یہ دنیا، واللہ، اپنے چاہنے والوں کو لمبی شرمندگی اور سخت عذاب کی طرف لے جاتی ہے۔ تو اے ابن آدم! تو اس سے دھوکہ مت کھا اور جب تک تو محفوظ نہ ہوجا، اپنے آپ کو صحیح سلامت نہ سمجھ کیونکہ خطرناک حالات اور رسواکن معاملات اب تک تیرا پیچھا نہ چھوڑ سکے ہیں۔ اس راستہ پر جانا اور ان حالتوں تک پہنچنا ضروری ہے۔ یا وہ حالات تمھیں اس کے شر سے بچائیں گے اور اس کی ہولناکی سے نجات دلائیں گے یا برباد کرکے چھوڑ دیں گے۔ یہ بڑے خطرناک ڈراؤنے اور دلوں کے لیے ہیبت ناک درجے ہیں، اس لیے تم اس کی تیاری کرو، اور اس کے شر سے بھاگو۔ یہاں کا ختم ہونے والا سامان کہیں تمھیں غافل نہ کردے تم اس کے انتظار میں نہ رہو۔ یہ تمہاری عمر بہت جلد کم کردے گی، اس لیے تم موت کی تیاری کرو اور یہ نہ کہو کہ کل، کل ...... کیونکہ تمھیں نہیں پتہ کہ اللہ کے پاس کب چلے جاؤ گے۔ یاد رکھنا!

لوگ دنیا کی خوبصورتی حاصل کرنے میں سنجیدہ بن چکے ہیں۔ ہر جگہ ہاتھ مارتے ہیں اور ہر وہ چیز جو پسند ہے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر راضی ہیں اور زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ اس میں جو بات اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہو اور اس کی اطاعت کے ساتھ نہ ہو تو ایسے شخص نے اپنے گھر والوں کو کھو دیا اور اس کی کوشش ناکام رہی اور جو چیز اللہ کے لیے ہو اور اس کی فرمانبرداری سے ہو تو ایسا شخص اپنے گھر والوں کو بچا لے گیا اور ان کا معاملہ سیدھا رکھا اور وہ لوگ بھی اس کے ذریعہ خوش نصیب رہے۔ ان کے پاس اللہ کی کتاب ہے اور اس کا عہد ہے جو ہو چکا اور جو باقی ہے سب مذکور ہے ان کے بعد آنے والوں کے حالات بھی درج ہیں۔ اللہ نے اسی طرح آج حکم دیا اور اس سے پہلے جو لوگ تھے ان کو بھی یہی حکم دیا، اس لیے کہ اللہ کی حجت مکمل ہے، عذر کھل کر سامنے ہے، اور ہر ایک کو اللہ اس کے عمل کا مکمل بدلہ دے گا۔ اللہ کا معاملہ اپنے بندوں کے ساتھ دو میں سے ایک طرح کا ہوتا ہے۔ یا اس کو اپنی رحمت و ثواب عطا فرماتا ہے تو کیا زبردست نعمت و عزت ملتی ہے یا اس کے لیے غضب و عذاب کا فیصلہ کرتا ہے تو کیا حسرت و ندامت ہوتی ہے۔ لیکن یہ سچ ہے کہ جس کے پاس اللہ کی طرف سے ساری وضاحت پہنچ چکی ہو وہ اپنا معاملہ ایسا ہی کر لے جو چیز اللہ کی نظر میں چھوٹی ہو اس کو اپنی نگاہ میں بھی چھوٹا بنا لے اور جس کا درجہ اللہ کی نظر میں بڑا ہو، اسے بڑا سمجھے۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ اللہ نے دنیا کے چاہنے والوں کے لیے موت کے بعد جو نفرت اور بے عزتی ذکر کی ہے اس کے بعد کسی کو دنیا کا عیش اچھا نہ لگے کیونکہ اس کی نعمتیں ختم ہو جائیں گی اور ہمیشہ باقی نہیں رہیں گی، اس کی مصیبتوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اس کی ہر نئی چیز پرانی ہو جاتی ہے۔ صحت مند بیمار پڑ جاتا ہے۔ مالدار فقیر ہو جاتا ہے۔ اپنے اہل و عیال میں مست رہتا ہے اور ہر حال میں ان سے دل بہلاتا ہے۔ جو عبرت حاصل کرنا چاہے اس کے لیے اس میں عبرت ہے اور جس چیز کا اسے انتظار ہے اس کا حقیقی تذکرہ ہے۔

اے ابن آدم! تو آج ایسے گھر میں ہے جو تجھے باہر نکال دینے والا ہے تم کو خود اس کا حال معلوم ہے۔ یہ قطعی بات بہت جلد پیش آنے والی ہے۔ پھر ایسے لوگوں کو بہت سخت اور بہت بڑے خطرہ کا سامنا ہے تو اے ابن آدم! تو اللہ سے ڈر اور کوشش کر کہ تیری دنیا کی کوشش

تیری آخرت کے لیے ہو اس لیے کہ اس دنیا میں تیرا حصہ وہی ہے جو تیرے سامنے آ جائے، اس لیے تو اپنے آپ سے بچا کر مال کو نہ رکھ اور اس چیز کے پیچھے نہ پڑ جس کے بارے میں تجھے پتہ ہے کہ تو اسے اپنے پیچھے چھوڑ کر جانے والا ہے۔ لیکن تو دور کے سفر کے لیے توشہ لے لے اور اپنی زندگی کے تمام دنوں کو گن گن کر رکھ اور اللہ کی طرف سے کسی فیصلہ کے نازل ہونے سے پہلے لمبی زندگی کا سوچ لے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تیری چاہتوں کے درمیان حائل ہو جائے۔ تو اے ابن آدم اگر تو شرمندہ ہے جبکہ صرف شرمندگی کافی نہیں ہے تو پھر اس دنیا کو چھوڑ دے، اپنے دل سے نکال دے، ضرورت سے زیادہ نہ لے، اگر تو نے ایسا کیا تو سب سے بڑا فائدہ تجھے ملے گا اور ایسی نعمت جو کبھی ختم نہ ہوگی، سخت عذاب سے بچ جائے گا جبکہ اس عذاب میں پڑنے والوں کو نہ راحت ملے گی اور نہ وقفہ ہوگا تو تو جس چیز کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کی طلب میں لگ جا اس سے پہلے کہ تیرے معاملات بکھر جائیں اور تجھے ان کا جمع کرنا مشکل ہو جائے۔ دنیا کے ساتھ اپنا جسم رکھو اور اپنے دل سے اس کو جدا کرو۔ تمہاری عمر میں سے جو گذر چکا اور جو تم نے دیکھا اس سے فائدہ اُٹھاؤ اور دنیا والوں کو اُن کی چاہتوں پر چھوڑ دو کیونکہ وہ چاہتیں جلد ہی فنا ہوں گی، اس کا وبال ڈراؤنا ہے، ان کی دنیوی چاہتوں کو دیکھ کر تمہاری بے رغبتی دنیا سے اور بڑھ جائے اور مزید ہوشیاری بڑھے اس لیے کہ نیک لوگ ایسے ہی تھے۔

اے ابنِ آدم! جان لے کہ تیرا مطالبہ بہت بڑا ہے، اس میں وہی کوتاہی کرتا ہے جو محروم ہو کر ہلاک ہوگا تو تو دھوکہ میں مت پڑ جبکہ تجھے اس کا راستہ نظر بھی آ رہا ہے اور اپنا حصہ نہ چھوڑ جبکہ تجھے پیش کیا گیا ہے۔ تو ذمہ دار ہے اور تیری بات پوچھی جائے گی اس لیے تو اخلاص سے عمل کر۔ جب صبح کر تو موت کا انتظار کر اور جب شام کر تو اس طرح رہ کہ اللہ کے علاوہ کوئی قوت اور طاقت نہیں ہے۔ لوگوں کے عمل میں نجات اس وجہ سے ہے جو اللہ نے آسانی اور سختی میں رکھی ہے اور اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ تم لوگ ایسی مذموم دنیا میں رہ رہے ہو جو فتنہ پرور ہے اور اس کے عاشقوں کے لیے ایک مدت مقرر کی گئی ہے جیسے ہی وہ اس تک پہنچیں گے ہلاک کر دیے جائیں گے۔ اللہ نے اس سے سبزیاں اُگائیں اور ہر طرح کا چلنے والا اس میں پھیلایا۔ پھر ان کو وہ بات بتلا دی جس کی طرف اُنھیں جانا ہے اور جو کچھ لوگوں

کے لیے بنایا اس میں اپنی اطاعت کا حکم دیا اور اطاعت کا راستہ سمجھایا، جنت کا وعدہ کیا جبکہ وہ سب کے سب اس کی مٹھی میں ہیں اور ان میں سے کوئی، اس سے زیادہ طاقتور نہیں ہے، ان کا کوئی عمل اس پر مخفی نہیں ہے اور ان کا اجر بھی بالکل کم نہ ہوگا۔ اور اللہ نے جو عہد بھی اپنے بندوں سے لیا اور ان پر کتاب بھیجی تو میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں کسی کو بھی دنیا میں رغبت کے لیے کہا نہ ہی اس پر مطمئن ہو جانا اور دنیا کی طرف جھک جانا پسند کیا بلکہ اس نے نشانیاں بتلائیں۔ اس کے عیوب کی مثالیں دیں، اس سے منع کیا اور اس کے علاوہ کی ترغیب دی۔ اس نے اپنے بندوں کو بتایا کہ جس غرض کے لیے دنیا کو اور دنیا والوں کو پیدا کیا گیا ہے وہ بہت عظیم ہے، اس کی اُٹھان بھی بہت اونچی ہے۔ اس نے ان کو ایسے گھر منتقل کرنا چاہا ہے جس کے بارے میں میں یوں کہوں کہ اس کا ثواب، ان کے ثواب کے مقابلے میں بلاتشبیہ ہے، نہ اس کی سزا، ان کی سزاؤں کی طرح ہے لیکن وہ ہمیشہ ہمیش کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اپنے بندوں کا حساب لے گا اور ان کے لائق درجے ان کو عطا کرے گا۔ اس میں رہنے والوں کا نہ عذاب بدلے گا اور نہ نعمتیں۔ اللہ اس بندہ پر رحم کرے جو پوری محنت سے حلال کی تلاش میں رہا یہاں تک کہ اگر اس کا چہرہ بھی اس کے ہاتھ میں آ گیا تو اس نے اس کا رُخ اللہ کی طرف موڑ دیا۔

اے ابن آدم! تجھ پر تعجب ہے، اگر تجھے دنیا کی کوئی تکلیف پہنچے تو تیرا کیا نقصان ہے، اگر آخرت کی بھلائی تجھے مل جائے۔ دراصل تم لوگوں کو مال کی کثرت کی خواہش نے غافل کر دیا ہے یہاں تک کہ تم قبروں میں چلے جاؤ۔ یہی تو لوگوں کے لیے شرمناک بات ہے۔ زیادہ مال کی خواہش نے تمھیں جنت سے غافل کر دیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس کی طرف سے عزت کی چیز ہے۔ واللہ! ایسے لوگوں کو ہم نے دیکھا جو کہتے تھے کہ ہم کو دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اس کے لیے نہیں پیدا کیے گئے۔ پھر وہ لوگ جنت کی طلب میں صبح و شام اور سوتے جاگتے لگ گئے۔ جی ہاں! واللہ انھوں نے اس سے دوری میں اپنا خون بہا دیا، اللہ سے اُمید رکھی تو کامیاب ہو گئے۔ انھیں مبارک ہو، ان کا ثواب کوئی لوٹ نہیں سکتا نہ چھین سکتا ہے۔ یہ اسی کو ملے گا جو روزہ رہے، تواضع سے کام لے، تکبر نہ کرے اور ہمیشہ اللہ سے ڈرے یہاں تک کہ اگر اپنے گھر جائے اور کوئی چیز اس سے قریب کی جائے تو کھا لے ورنہ

چپ رہے، ان سے کچھ نہ مانگے کہ یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے؟ پھر فرمایا:

لَیْسَ مَنْ مَاتَ فَاسْتَرَاحَ بِمَیِّتٍ

إِنَّمَا الْمَیِّتُ مَیِّتُ الْأَحْیَاءِ

جو شخص مَر گیا اور راحت پا گیا تو اسے مَرنا نہیں کہتے، بلکہ مَرا ہوا تو وہ شخص ہے جو زندہ میں مُردہ بن کر رہے۔

ابو محمد بن حیان نے ہم سے کہا، اُن سے محمد بن عبداللہ بن رستہ نے کہا، اُن سے طالوت بن عباد نے کہا، اُن سے عبدالمؤمن نے کہا کہ عبید اللہ بن حسن نے فرمایا: اے ابنِ آدم! تیرا عمل، تیرا عمل، وہی تیرا گوشت پوست اور خون ہے۔تو، تو دیکھ کہ تو کس حال میں اپنے عمل کو رکھتا ہے۔ تقویٰ والوں کی چند علامتیں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں، وہ سچے ہوتے ہیں۔ وعدہ پورا کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں پر رحم کھاتے ہیں، فخر وغرور کم سے کم کرتے ہیں، نیکی پھیلاتے ہیں، لوگوں کے سامنے اکڑتے نہیں ہیں، بااخلاق ہوتے ہیں، لوگوں کے لیے کشادہ دل ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اللہ سے قریب ہوتے ہیں۔ اے ابنِ آدم! تو اپنے عمل کو دیکھ، اچھا اور برا ہر عمل کا وزن ہوگا لہٰذا تو کسی خیر کے کام کو حقارت سے نہ دیکھ چاہے وہ معمولی ہو، کیونکہ اگر تم اس کا وزن دیکھ لوگے تو تم کو اس کی اہمیت معلوم ہو کر خوشی ہوگی، نہ ہی کسی شر کو معمولی سمجھو کیونکہ اگر تم اس کا وزن معلوم کرلوگے تو تم کو برا لگے گا۔ اللہ اس بندہ پر رحم کرے جو حلال کمائے، احتیاط سے خرچ کرے۔ جو زیادہ ہو اسے اپنی غربت اور فقیری کے لیے بچائے رکھے۔ ہائے ہائے! دنیا تو اپنے انجام کے ساتھ چلی گئی لیکن تمہارے اعمال تمہاری گردنوں میں لٹک گئے۔ تم لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت میں لگے ہوئے ہو جبکہ قیامت تمہاری خرید وفروخت کر رہی ہے۔ تمہارے اچھے لوگ جلدی سے چلے گئے پھر تم کیا انتظار کر رہے ہو؟ دیکھنا چاہتے ہو؟ تو وہ تو گویا کہ سامنے ہے۔ تمہاری کتاب کے بعد کوئی کتاب نہیں اور تمہارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اے ابنِ آدم! اپنی دنیا کو اپنی آخرت کے لیے بیچ دے تو دونوں جگہوں میں فائدہ رہے گا۔ مگر اپنی آخرت کو اپنی دنیا کے لیے مت بیچ ورنہ دونوں جگہ نقصان اُٹھائے گا۔

احمد بن جعفر بن حمدان نے ہم سے بتایا، ان کو عبداللہ بن احمد بن حنبل نے، انھیں میرے والد نے، اُنھیں محمد بن سابق نے، اُنھیں مالک بن مفعول نے، انھیں حمید نے، وہ کہتے ہیں حضرت حسنؓ رجب کے مہینے میں مسجد میں تھے۔ پانی منہ میں لیتے اور تھوک دیتے، ایک لمبی سانس لی پھر روئے یہاں تک کہ ان کے مونڈھے کپکپائے پھر فرمایا: اگر دلوں میں زندگی ہو، اگر دلوں میں کچھ نیکی باقی ہو تو میں تم کو اس رات کا حوالہ دے کر رلاؤں جس کی صبح قیامت کا دن ہوگا۔ وہ رات جس کے بعد قیامت کے دن کی صبح ہوگی۔ اس دن سے زیادہ ساری مخلوق نہیں سنے گی کہ سب کے ستر کھل گئے اور ہر آنکھ قیامت کے دن رو پڑی۔

حضرت ضحاک بن مزاحمؒ کی وصایا

جب ضحاک بن مزاحم کی وفات کا وقت قریب آیا تو محمد بن بکر الرحی کو بلوایا اور فرمایا: دیکھو! میں صبح تک وفات پا جاؤں گا۔ جب میں مَر جاؤں تو منادی کر دینا کہ ضحّاک مَر گیا۔ جو یہ آواز سنے میرے غسل و کفن و دفن میں شریک ہو جائے۔ مجھے پاک صاف ہو کر غسل دینا۔ سجدے کی جگہوں پر خوشبو لگانا۔ کفن کو بھی معطر کر دینا۔ کفن صرف اتنا ہی دینا جو مسنون ہے۔ رنگ سفید ہو۔ کفن میں کفایت کو مد نظر رکھنا۔ خبردار! کوئی رسم و رواج اور بدعت کی بات نہ کرنا۔ بس غسل و کفن کا جو طریقہ شریعت نے بتلایا ہے اُسی پر عمل کرنا۔ مجھے لحد میں دفن کرنا۔ جو لوگ میرے جنازے کو کندھوں پر اُٹھا کر لے جائیں تو وہ شادی یا دلہن کی چال نہ چلیں بلکہ وقار و متانت کے ساتھ درمیانی چال چلیں۔ اگر کچی اینٹیں مل جائے تو اس سے میری قبر پاٹ دینا۔ ورنہ گھاس پات سے قبر کو پاٹنا۔ مجھے لحد میں رکھ کر قبر برابر کر دینا۔ اور سر کی جانب بطور نشان کے ایک اینٹ کھڑی کر دینا۔ پھر پانی چھڑک دینا۔ جب تم مجھے دفن کر چکو اور لوگ قبر پر مٹی ڈال کر ہاتھ جھاڑ لیں تو میری قبر پر کھڑے ہو کر اور قبلہ رخ ہو کر ذرا بلند آواز سے یہ کہنا: اے اللہ! تو ضحاک کو قبر میں بٹھائے گا، اس سے سوال کرے گا؛ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے اور تو نبی کے متعلق کیا جانتا ہے اور کیا کہتا ہے تو تو اس کو قولِ حق پر ثابت قدم رکھنا۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ اور پھر واپس ہو جانا۔

میری نمازِ جنازہ طفیل پڑھائیں۔ حاکم وقت کومت بلانا کہ وہ میری نماز پڑھائیں۔ اور جو وصیت کی ہے اس پر عمل کرنا۔

آپ کی وفات سنہ ۱۰۵ ہجری میں ہوئی۔ (ابن سعد، ج:۶، ص:۳۲۶)

حضرت سالمؒ بن عبداللہؓ بن عمرؓ بن الخطاب کی وصیت

امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کو آپؒ نے وصیت کی: اُن بادشاہوں کو یاد کرو جن کی وہ آنکھیں بے نور ہوگئیں جو لذتِ نظر سے کبھی سیر نہ ہوتی تھیں۔ وہ پیٹ پھٹ گئے جو ایوانِ نعمت سے کبھی آسودہ نہ ہوتے تھے۔ آج وہ زمین کے ٹیلوں کے نیچے مردار پڑے ہیں۔ اگر وہ ہماری آبادی سے قریب ہوتے تو ان کی بدبو سے ناک نہ دی جاتی۔ (ابن خلکان بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۳، ص:۱۵۱)

آپ کی وفات سنہ ۱۰۶ ہجری میں مدینۃ الرسول میں ہوئی۔ نمازِ جنازہ ہشام بن عبدالملک نے پڑھائی۔

حضرت ہرم بن حیان عیدیؒ کی وصیت

ہرم بن حیان سے کہا گیا کہ وصیت کیجیے تو وصیت کی کہ: میری زرہ بیچ کر میرا قرض ادا کردینا۔ اگر باقی رہ جائے تو میرا گھوڑا فروخت کردینا۔ اگر پھر باقی رہ جائے تو میرا غلام بیچ کر ادا کردینا اور میں تم لوگوں کو سورۂ نحل کی آخری آیات ﴿"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ سے ﴿وَ الَّذِیْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ﴾ تک عمل کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ (ابن سعد، ج:۷، ص:۱۴۸۔ الحلیہ، ج:۲، ص:۱۲۱)

مُطرف بن عبداللہ بن شِخّیرؒ کی وصیت

آپؒ جب بیمار ہوئے تو اپنے صاحبزادے عبداللہ کو بلا کر وصیت کی۔ آیت تلاوت کی۔ پھر ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ﴾ پڑھی۔

ترجمہ: یہ امر واقعی آپ کے پروردگارِ عالم کی طرف سے ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہوجئے۔ (سورۂ آلِ عمران، آیت: ۶۰)

صاحبزادے نے طبیب کو بلوایا۔ پوچھا: کون ہے؟ جواب دیا گیا کہ طبیب ہے۔ تو آپ نے فرمایا: خبردار! مجھ پر منتر وغیرہ سے دم نہ کرانا۔ اور نہ ہی میرے گلے میں کوڑی لٹکانا۔ پھر آپ نے بیٹوں سے کہا: جاؤ! میرے لیے قبر تیار کرو۔ بیٹے قبر تیار کرکے گھر آئے تو فرمایا: مجھے میری قبر کے پاس لے چلو۔ آپ کو قبر کے پاس لایا گیا۔ وہاں آپ نے دعائیں مانگیں اور مکان واپس آئے۔

آپ نے عبداللہ کو وصیت کی: میرے جنازے کی کسی کو اطلاع نہ دینا۔

آپ بیماری میں بے ہوش تھے کہ اچانک تین روشنیاں آپ کے جسم سے نمودار ہوئیں۔ ایک سر کی جانب سے، دوسری کمر سے، تیسری پیروں سے۔ آپ اچانک ہوش میں آئے۔ تیمارداروں نے پوچھا: کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھا ہے۔ پھر بتلایا گیا کہ: ہم نے ایک ایسی چیز دیکھی ہے جس نے ہم کو ڈرا دیا۔ آپ نے پوچھا: کیا دیکھا ہے؟ جواب دیا گیا کہ تین روشنیاں آپ سے نکلتی دیکھی گئی ہیں۔ فرمایا: کیا تم لوگوں نے وہ دیکھی ہیں؟ لوگوں نے کہاں: جی ہاں! فرمایا: یہ روشنیاں ''الم سجدہ'' ہے جس کی ۲۹/آیتیں ہیں۔ اس کی شروع کی آیتیں میرے سر سے اور درمیانی میرے وسط سے اور آخری میرے پیروں سے نکلیں اور وہ میری شفاعت کے لیے آسمان کی طرف پرواز کرگئیں اور سورۂ ملک میرا پہرہ دے رہی ہے۔ آپ کا انتقال ۸۷ یا ۹۵ھ میں ہوا۔ (ابن سعد، ج:۷، ص:۱۶۲۔ الحلیہ، ج:۲، ص:۲۰۶)

حضرت حسن بن ابوالحسنؒ کی وصیت

اے آدم کے بیٹے! اللہ کی ناراضی کے ہوتے ہوئے کسی سے راضی نہ ہونا۔ اور اللہ کے گناہ میں کسی کی بات نہ ماننا اور اللہ کے فضل پر کسی کی تعریف نہ کرنا۔ اور جو چیز اللہ نے تجھے نہیں دی اس پر کسی کو برا نہ کہنا۔ اللہ نے مخلوق کو اور ان کی عادتوں کو پیدا کیا اور وہ انہی اخلاق پر گامزن رہے جن پر اللہ نے اُنھیں پیدا فرمایا تھا۔ اگر کسی کو گمان ہو کہ حرص سے میرا رزق بڑھ جائے گا تو حرص سے اپنی عمر بڑھا کر دکھائے۔ یا اپنا رنگ ہی بدل کر دکھائے یا اپنے اعضاء میں یا اُنگلیوں میں زیادہ کرکے دکھائے۔

آپ موت کے وقت کاتب کو وصیت لکھوا رہے تھے کہ: لکھ! یہ وہ ہے جس کی گواہی حسن بن ابوالحسن دیتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی حقدارِ عبادت نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جس نے اپنی موت کے وقت سچے دل سے ان دونوں کلموں کی گواہی دی وہ جنتی ہے۔ یہی معاذ بن جبلؓ نے موت کے وقت وصیت کی تھی اور یہ رسول اللہ ﷺ سے بھی مروی ہے۔ (ابن سعد، ج:۷، ص:۱۸۹)

اس کے تھوڑی دیر بعد آپ فوت ہوگئے۔

حضرت محمد بن سیرینؒ کی وصایا

جب آپؒ کسی کو رخصت کرتے تو فرماتے:

اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنی روزی حلال طریقے سے کمانا۔ اگر حرام طریقہ سے کماؤ گے تب بھی اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں ہے۔

آپؒ نے اپنے لڑکوں اور اہلیہ کو وصیت کی:

اللہ سے ڈرتے رہو۔ آپس میں مل جل کر صلح رکھو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو کیونکہ ایمان والوں کی یہی شان ہے۔ اگر مومن ہونے کا دعویٰ ہے تو اللہ و رسولؐ کی اطاعت کرنا۔

وہ وصیت جو حضرت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے کی تھی کہ: اے پیارے بیٹو! حق تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ دین چن لیا ہے۔ لہٰذا حالت اسلام ہی پر مرنا۔ دیکھو! انصار اور ان کے موالی کے بھائی ہونے کا دعویٰ نہ کرنا کیونکہ پاک دامنی اور راست بازی، زنا اور جھوٹ سے بہتر ہے۔ مستحکم اور قابل عزت اوصاف ہیں۔ (ابن سعد، ج:۷، ص:۲۲۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ابومسلم خولانیؒ کی وصایا

ابومسلم خولانیؒ جب امیر معاویہؓ کے پاس داخل ہوئے تو کہا: **السّلام علیکَ ایھا الاَجیُر!** سلامتی ہو تم پر اے مزدور۔ لوگوں نے کہا: امیر کہو اے ابومسلم۔ لیکن آپ نے دومرتبہ یہی الفاظ دہرائے۔ تیسری مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں سے کہا: ابومسلم جو کچھ کہہ رہے

ہیں کہنے دو۔ کیونکہ وہ اپنے قول کو زیادہ جانتے ہیں۔

ابومسلم نے حضرت امیرؓ کو وصیت و نصیحت کی:

آپؓ کی مثال اُس شخص کی طرح ہے جس نے ایک شخص کو مزدوری پر رکھا تاکہ وہ اس کے جانور کو چرایا کرے اور جانور موٹے فربہ اور خوب دودھار بنیں۔ اگر مزدور نے مالک کے جانور کی اچھی طرح دیکھ ریکھ کی اور خوب فربہ دودھار کرکے لایا تو مالک خوش ہوکر اُجرت دے گا ہی دے گا، بخشش و انعام سے بھی نوازے گا۔ اس کے برخلاف اگر مزدور جانور کو لاغر و دبلا اور تھن خشک کرکے لاتا ہے تو مالک بخشش تو کیا اصل اُجرت بھی نہیں دے گا۔

(اس میں اشارہ ہے کہ آپ اپنے کو حاکم نہ تصور کریں بلکہ حق جل مجدہ کی مخلوق پر نگراں اور عامل ہیں۔ اگر اللہ کی مخلوق کی دیکھ ریکھ اور مفلسوں کی فریادرسی کی تو حق جل مجدہ آپ کو انعام و اکرام سے نوازے گا۔ برخلاف اس کے اگر آپ نے اللہ کی مخلوق پر مہربانی اور لطف و عنایت کا معاملہ نہ برتا تو یاد رکھئے یہ خلافت عزت کی جگہ ذلت اور نعمت کے بجائے نقمت کا سبب بن جائے گی اور یہ آپؓ کو ہلاکت کی وادی میں دھکیل دے گی۔ اگر حکمراں و فرمانرواں اس زرین اصول کو یاد رکھیں کہ میں اللہ کا مزدور ہوں، یہ سلطنت اللہ نے عیش و عشرت کے لیے نہیں دی ہے بلکہ فریادرسی، بے کسوں کی امداد، مظلوم کی مدد کے لیے دی ہے تو کبھی بھی فساد عالم نہ ہو۔ العبد ثمین اشرف)

ایک دفعہ آپؒ طواف کررہے تھے اور اسلام کی تعریفیں کررہے تھے۔ امیر معاویہؓ نے ایک شخص کو بھیجا کہ بلا کر لائیں۔ جب آپ تشریف لائے تو امیر معاویہؓ سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ امیرؓ نے جواب دیا: معاویہ۔ ابومسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ تم نئی قبر ہو۔ اگر نیکی کیے ہو تو اچھا بدلہ ملے گا ورنہ بدی کا انجام برا ہے۔

اے معاویہؓ! اگر تو نے تمام زمین والوں کے ساتھ عدل کیا اور ایک شخص پر بھی ظلم کیا تو تیرا ظلم غالب آجائے گا اور تجھے ہلاک کردے گا۔

ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق کی مسجد میں منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ابومسلم نے وصیت کی: اے معاویہ! تو قبروں میں سے ایک قبر ہے۔ لہٰذا تو اگر نیکی کرے گا تو بھلائی ملے گی ورنہ

تیرے ساتھ کچھ بھی نہیں جائے گا یعنی دنیا تیرے ساتھ نہیں جائے گی۔

اے معاویہؓ! تو خلافت کو محض مال جمع کرنا اور تقسیم کرنا مت تصور کر۔ خلافت تو حق پر عمل کرنا، انصاف کی باتیں کرنا اور حدودِ الٰہیہ میں لوگوں کی نگہداشت رکھنے کا نام ہے۔

اے معاویہؓ! ہماری آنکھوں کے کیچڑوں کو نہ دیکھ بلکہ تو ہماری آنکھوں کا نمونہ ہے۔ (یعنی تمہاری تمام حرکات وسکنات پر دنیا کی نگاہ ہے)۔

اے معاویہؓ! خبردار کہ تم عرب کے کسی قبیلے پر ناراض ہو اور پھر عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ (الحلیہ، ج:۲،ص:۱۲۶)

حضرت ابوجعفر محمد بن علی الباقرؒ کی نصائح

آپ نے جابر الجعفی سے فرمایا کہ: اے جابر! میں غمگین ہوں اور میرا قلب مشغول ہے۔ جابر نے سوال کیا: آخر آپ کو کس چیز کا غم ہے اور قلب کو کیا مشغولیت ہے؟

آپ نے فرمایا: اے جابر! جب قلب (گندگیوں سے) صاف اور خالص اللہ کی دین کے لیے ہوجاتا ہے تو تمام چیزوں سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔ (غرض میرا قلب عظمتِ الٰہی میں موجزن اور غیروں سے بے نیاز ہے)۔

اے جابر! دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ جانور ہے تو سواری کرلو۔ کپڑا ہے تو پہن لو۔ عورت ہو تو اس سے شہوت پوری کرلو۔ بس یہ ہے دنیا۔ دنیا کی بس یہ حقیقت ہے!

اے جابر! یاد رکھو مومنین دنیا پر اعتماد نہیں رکھتے کہ ہمیشہ اس میں رہیں۔ اور آخرت کا ایک دن آنے والا ہے۔ اس سے بے خوف بھی نہیں ہوتے۔ فتنے کے وقت ذکرِ الٰہی سے وہ گونگے نہیں ہوتے (یعنی جب فتنہ کی باتیں ہوتی ہیں تو اللہ والے ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوجاتے ہیں) اور جب دنیاوی زیب و زینت کی طرف ان کی نگاہ پڑتی ہے تو نورِ الٰہی کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔

لہٰذا ایسے لوگ ابرار کا ثواب حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے کہ متقی لوگ دنیاداروں کے

مقابلے میں تھوڑے پر قناعت کر لیتے ہیں۔ اور اگر تم پر غفلت آجائے تو یادِ الٰہی کی طرف تم کو متوجہ کرتے ہیں۔ اگر تو ذاکر ہے تو تمہاری اعانت کرتے ہیں کہ ہمیشہ حق کی آواز لگاؤ۔ امرِ الٰہی پر قائم رہو۔ تمام مخلوق کی محبت کے رشتوں کو توڑ کر حق کی محبت کا رشتہ جوڑ لو۔ اللہ عزوجل کی محبت کی طرف دل سے متوجہ رہو۔ یاد رکھو، ہمیشہ نگاہ حق جل مجدہ کی طرف رکھو۔ دنیا سے وحشت وفرار اختیار کرو، حق جل مجدہ کی اطاعت کے لیے۔ دیکھو! حق جل مجدہ کو جیسا کہ اس کی شان یکتائی ہے یہی بات پسندیدہ ہے۔ دنیا کو اس کا وہی مقام دو وہیں رکھو جہاں اس کو حق تعالیٰ نے رکھا ہے۔ اس سے کوچ کرو۔

دیکھو! اگر تم خواب میں بادشاہ بن جاؤ اور ہیرے جواہرات کے محل میں سکونت اختیار کر لو، سر پر موتیوں کا تاج رکھ لو، خدام سامنے ہوں، وغیرہ وغیرہ جب تم بیدار ہو گے تو تمہارے پاس ان میں کی کوئی چیز نہیں ہوگی۔ اسی طرح جب تم عدالتِ احکم الحاکمین میں حاضر ہو گے تو دنیا مثل خواب کے ہوگی اور تم اکیلے ہو گے۔

اللہ کو یاد رکھو اور جس قدر ممکن ہو سکے اللہ کے دین وامانت کی نگہداشت رکھو۔

(الحلیہ، ج:۳،ص:۱۸۲)

آپؒ نے اپنے صاحبزادے کو وصیت کی: بیٹا! خبردار، سستی نہ کرنا۔ عاجز نہ بننا اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں ہر برائی کا دروازہ ہیں۔ اس لیے کہ اگر تم سستی کرو گے تو نہ حقوقِ الٰہی ادا کر سکو گے اور نہ ہی بندوں کے حق کو ادا کر سکو گے۔ اور اگر عاجز وتنگدل بنو گے تو حق کی اشاعت میں جو مصائب آئیں گے اس پر صبر نہ کر سکو گے۔ (الحلیہ، ج:۳،ص:۱۸۳)

وفات سنہ ۱۱۴ یا ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

حضرت زین العابدین علی ابن الحسین رضی اللہ عنہما کی وصایا

حضرت علی ابن الحسینؓ نے اپنے صاحبزادہ ابوجعفر یعنی محمد کو وصیت کی کہ: بیٹا! پانچ قسم کے لوگوں کی صحبت مت اختیار کرنا۔ نہ اُن سے ہم کلام ہونا، اور نہ ہی ان کو اپنا رفیق سفر بنانا۔

ابوجعفر محمد نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں، وہ پانچ کون ہیں والد محترم؟

(۱) فاسق کی صحبت نہ اختیار کرنا، اس لیے کہ وہ تم کو ایک لقمہ کھانے کے بدلے فروخت کردے گا اور اس سے کم میں بھی۔ ابو جعفر محمد نے پوچھا: ابّا جان! لقمہ سے کم کیا ہے؟ والد نے فرمایا کہ محض طمع و لالچ میں کہ کچھ مل جائے گا، تم کو بیچ دے گا۔ حالانکہ وہ شئے اس کو ملے گی بھی نہیں۔ غرض، تم کو بلا قیمت فروخت کردے گا۔

(۲) دوسرے بخیل کی صحبت سے گریز کرنا۔ کہ وہ تم کو اپنی اشد ضرورتوں میں بھی مال خرچ کرنے سے روک دے گا۔ (یعنی اللہ کی راہ میں بھی جبکہ انسان کو آخرت میں اسی کی زیادہ ضرورت ہوگی، مال خرچ کرنے سے روکے گا۔)

(۳) تیسرے جھوٹے کذاب کی ہم نشینی وصحبت سے بھی اجتناب کرنا، کہ اس کی مثال دور سے چمکنے والی ریت کی ہے جو پانی کی شکل میں محسوس ہوتی ہے۔ جھوٹا شخص دوستوں کو تم سے بعید اور دشمنوں کو قریب کردے گا۔

(۴) چوتھے احمق و بے وقوف کو کبھی بھی اپنے سے قریب نہ ہونے دینا کہ وہ تم کو نفع پہنچانا چاہے گا تو بھی نقصان پہنچا کر رہے گا۔

(۵) قطع رحمی کرنے والوں کی صحبت سے دور ہی رہنا کہ وہ ملعون ہیں۔ حق جل مجدہ نے اپنی کتاب میں ان پر تین جگہوں میں لعنت بھیجی ہے۔ (الحلیہ، ج:۳، ص:۱۸۴)

(یعنی قطع رحمی کرنے والا حق جل مجدہ کی نگاہ میں ملعون ہے اس لیے رب العزت نے اپنی کتاب میں اس پر تین مقامات پر لعنت کی ہے۔)

امام المتقین حضرت جعفر الصادقؒ

ایک دفعہ حضرت سفیان ثوریؒ نے حضرت امام جعفر صادقؒ سے نصیحت کرنے کو کہا تو امام نے فرمایا: اے سفیان! زیادہ تو نہیں چند نصیحتیں سن لے:

جب حق جل مجدہ تم کو اپنی کوئی نعمت عطاء فرمائیں اور تو اس نعمت کی بقاء و دوام کا خواہاں ہو تو اس نعمت پر حمد و شکرِ الٰہی کی کثرت کرنا۔ اس لیے کہ حق جل مجدہ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے: "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ" اگر تم نعمت پر شکر کروگے تو ہم زیادہ کردیں گے۔

اور جب تو وسعتِ رزق کا طلب گار ہو تو کثرتِ استغفار کا اہتمام کرنا کیونکہ حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّهٗ کَانَ غَفَّارًا، یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِدْرَارًا. وَّ یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِیْنَ وَ یَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّ یَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا﴾

(اور میں نے اُن سے (یہ) کہا کہ) تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا۔ اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لیے باغ لگا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بہا دے گا۔ (سورۂ نوح، آیت: ۱۰ تا ۱۲)

اور جب تم کو حاکم و سلطان کی طرف یا کسی دوسرے کی طرف سے کوئی امر پیش آ جائے تو اس وقت 'لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ' کا ورد کثرت سے رکھنا کہ یہ کلمہ مصائب و آلام کو دفع کرنے کی کنجی ہے۔ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

اے سفیان! ان ہی نصیحتوں کو یاد رکھو، ہر مقام پر تم کو نفع دے گی اور تو اس کے ثمرات کو پائے گا۔ (الحلیہ، ج:۳، ص:۱۹۳)

ایک مرتبہ آپ نے علی بن موسیٰ کو جامع اور طویل وصیت فرمائی:

اے بیٹے! میری اس وصیت کو قبول کرو اور میری اس بات کو محفوظ کرلو۔ اس لیے کہ اگر تو نے میری اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا تو سعادت کی زندگی بسر کرو گے اور قابلِ رشک موت مَرو گے۔

اے بیٹے! جو شخص اپنی قسمت و تقدیر پر راضی رہا وہ بےفکری اور بے نیازی کی زندگی بسر کرتا ہے (یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے اس پر راضی رہو پھر دیکھو عافیت کی زندگی کس طرح بسر ہوتی ہے)۔ اور جس شخص کی نگاہ دوسروں کے مال و اسباب پر ہوتی ہے وہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی فقیر و تنگدست ہی ہوتا ہے۔

جو شخص تقسیمِ ربانی سے راضی نہیں وہ گویا حق جل مجدہ کے قضاء و فیصلے کو (نقص و کمی کے ساتھ) متہم کرتا ہے۔

جو شخص اپنی غلطی کو چھوٹی جانتا ہے وہ دوسروں کی خطا و غلطی کو بڑا تصور کرتا ہے۔ اس

کے برعکس جو اپنی خطاء کو بڑا جانتا ہے دوسروں کی غلطی کو چھوٹا سمجھتا ہے۔ (یعنی دیکھو ہمیشہ اپنی خطاؤں کو ناقابل معافی جرم تصور کرو اور دوسروں کی غلطیوں کو مبنی بر عذر اور قابلِ معافی جانو، کیونکہ اس سے نفس کی گرفت صحیح طور پر ہو پاتی ہے۔)

اے بیٹے! جو دوسروں کی عیب جوئی اور پردہ دری کرتا ہے وہ اپنے ہی گھر کے عیبوں کو منکشف کرتا ہے (یعنی جو دوسروں کی عیب جوئی میں لگا رہتا ہے ضد میں آ کر لوگ اس کے گھر کے پوشیدہ عیوب کو منکشف کریں گے)

جو دشمنوں پر تلوار سونتا ہے قتل کیا جاتا ہے۔

جو اپنے بھائی کے لیے گڑھا کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔

جو بے وقوفوں کے ساتھ رہتا ہے ایک دن ذلیل وحقیر ہوتا ہے۔

جو علماء کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا ہے اس کی عزت ہوتی ہے۔

جو برائیوں کی جگہ آتا جاتا ہے وہ ایک دن برائیوں سے متہم ہوتا ہے۔

اے بیٹے! خبردار کہ لوگوں پر عیب مت لگانا، تم پر بھی عیب لگایا جائے گا۔ خبردار! لایعنی باتوں میں نہ پڑنا تو اس سے ذلیل وخوار ہو جائے گا۔

اے بیٹے! حق بات کہنا خواہ تمہارے موافق ہو یا مخالف، اس سے تیری شان اپنے ہمعصروں میں اونچی ہو جائے گی اور تو باعزت ہو جائے گا۔

اے بیٹے! حق جل مجدہ کی کتاب کی ہمیشہ تلاوت کرتے رہو۔ اسلام کو ظاہر کرتے رہو۔ بھلائی کا حکم ہمیشہ کرتے رہو۔ برائیوں سے روکتے رہو۔ جو تم سے قطع تعلق کرے تم اس سے صلہ رحمی کرتے رہو۔ جو تم سے اعراض کرے، خاموش رہے تو کلام میں اس سے ابتدا کر، پہل کر۔ اور جو تم سے سوال کرے اس کو دیا کر۔ خبردار! چغل خوری نہ کرنا کہ اس سے لوگوں کے دلوں میں تمہاری دشمنی کی ابتدا ہو گی۔

خبردار! لوگوں کے عیوب سے تعرض کرنا۔ اس لیے کہ تعرض بمنزلۂ تیر کے ہے (یعنی جب تم عیوب الناس سے تعرض کرو گے تو لوگوں کے ہدف و تیر سے بچو گے ورنہ وہ تم کو اپنا نشانہ بنائیں گے)۔

اے بیٹے! جب تم سخاوت کے طالب بنو تو اس کے خزانہ کا خیال رکھنا۔ اس لیے کہ ہر جود کے لیے معادن ہے اور ہر خزانہ و معادن کا اصول ہے اور ہر اصول کی فرع ہے اور فروع پر نتیجہ و ثمرہ ہے اور ثمرہ، پھل اس وقت تک اچھا نہیں ہوتا جب تک کہ اصول کے تحت نہ ہو اور اصل ثابت نہیں رہتا جب تک کہ اچھے مخزن سے نہ مربوط ہو۔ (یعنی اے بیٹے! اگر تم ہدایت و آخرت کے طلبگار ہو تو اس کے خزانہ کا خیال رکھنا اور اس کا خزانہ ایمان باللہ ہے اور ایمان کا منبع و مخزن قرآن مجید اور سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ ہر خزانہ کا اصول ہے اور ہر اصل کی فرع ہے قرآن اور سنت کا معدن و مخزن اخلاص اور نیتِ صادقہ ہے۔ غرض، خزانہ قرآن و سنت کا اصول اخلاص اور نیت صادقہ ہے اور اس کی فرع اعمالِ صالحہ ہیں اور اسی فرع پر ثمرہ اور پھل لگتا ہے یعنی جنت الفردوس۔ حاصل یہ کہ جنت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک اعمالِ صالحہ نہ ہوں اور اعمالِ صالحہ کا اعتبار نہیں جب تک اخلاص اور نیتِ صادقہ نہ ہو۔ اور ان دونوں کا اعتبار نہیں جب تک قرآن و سنت کے موافق نہ ہوں۔ پھر ان کا بھی چنداں اعتبار نہیں جب تک اصل الاصول سے مربوط نہ ہوں یعنی ایمان باللہ سے۔

نجات کے لیے چار چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں: ۱- ایمان باللہ۔ ۲- اخلاص۔ ۳- اعمالِ صالحہ۔ ۴- اتباعِ رسول۔)

اے بیٹے! زیارت و ملاقات صرف اَخیار کی کرو، فاسق و فاجر کی ملاقات سے بچو۔ اس لیے کہ فجار و فساق ایسے پتھر ہیں کہ جن سے پانی نہیں بہتا، ایسے درخت ہیں جن کے پتے سبز نہیں، ایسی بنجر زمین ہیں جس پر گھاس پھوس نہیں اُگتی۔

آپ کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی، علی بن موسیٰ کہتے ہیں وفات تک میں نے یہ وصیت نہیں چھوڑی اور ساری عمر اس پر عمل کرتا رہا۔ (الحلیہ، ج:۳، ص:۱۹۵)

بعض روایات میں ہے کہ: آدمی کی اصل اس کی عقل ہے، اس کا حسب اس کا دین ہے، اس کا کرم اس کا تقویٰ ہے۔ تمام انسان آدم کی نسبت میں برابر ہیں۔ سلامتی بہت نادر چیز ہے، یہاں تک کہ اس کی تلاش کی جگہ بھی مخفی ہے۔ اگر وہ کہیں مل سکتی ہے تو ممکن ہے گوشۂ گمنامی میں ملے۔ اگر تم اس کو گوشۂ گمنامی میں تلاش کرو اور نہ ملے تو ممکن ہے خلوت نشینی میں

ملے۔ گوشۂ گمنامی، گوشۂ تنہائی سے مختلف ہے۔ اگر گوشۂ تنہائی میں بھی تلاش سے نہ ملے تو سلف صالحین کے اقوال میں ملے گی۔

نیز فرمایا: جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہو تو اس کی مغفرت چاہو، انسان کی تخلیق کے پہلے سے اس کی گردن میں خطاؤں کا طوق پڑا ہے۔ گناہوں پر اصرار ہلاکت ہے۔

نیز فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف وحی کی ہے کہ جو شخص میری خدمت کرتا ہے تو اس کی خدمت کر اور جو تیری خدمت کرتا ہے تو اسے تھکا دے۔

نیز فرمایا: تین باتوں کے بغیر عمل صالح مکمل نہیں ہوتا؛ (۱) جب تم اسے کرو تو اپنے نزدیک اس کو چھوٹا سمجھو۔ (۲) اس کو چھپاؤ۔ (۳) اور اس میں جلدی کرو۔ جب تم اس کو چھوٹا سمجھو گے تب اس کی عظمت بڑھے گی۔ جب تم اس کو چھپاؤ گے اس وقت اس کی تکمیل ہوگی اور جب تم اس میں جلدی کرو گے تو خوشگواری محسوس کرو گے۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۳، ص:۸۶)

حضرت امام المتقین جعفر صادقؒ کی وصیت بنام سفیان ثوریؒ

اے سفیان! دروغ گو کو مروّت نہیں ہوتی۔ اور حاسد کو راحت نہیں ہوتی۔ بدخُلق کو سرداری نہیں ہوتی۔ اور ملوک کو اخوّت نہیں ہوتی۔

اے سفیان! اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچنا تاکہ عابد ہو، اور جو کچھ قسمت میں ہوگیا اس پر راضی ہو تاکہ مسلم ہو۔ فاجر سے صحبت مت رکھ کہ تجھ پر فجور غالب نہ آجائے۔ اپنے معاملے میں ایسے آدمیوں سے مشورہ کر جو طاعتِ حق خوب کرتے ہوں۔ اے سفیان! جو شخص چاہے کہ اس کی عزّت بلا ذات وقبیلہ کے ہو، اور ہیبت بلا حکومت ہو، اس سے کہو کہ وہ گناہ چھوڑ دے اور اطاعت اختیار کرے۔ اور جو شخص ہر آدمی کے ساتھ صحبت رکھتا ہو وہ سلامت نہیں رہتا اور جو کوئی برے راستہ جاتا ہے اُسے اتہام لگتا ہے۔ جو اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے۔ جو کوئی اللہ سے اُنس رکھتا ہے اسے خلق سے وحشت ہوجاتی ہے۔

بہت سے ایسے گناہ ہیں جن کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہوجاتا ہے اور بہت سی عبادتیں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوجاتا ہے .... کیونکہ مطیع مغرور گنہگار ہوتا ہے اور گنہگار نادم مطیع ہوتا ہے۔ (خزینہ معرفت، ص:۴۲)

عبادت بلا توبہ درست نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے۔ "اَلتَّـائِبُوْنَ الْعَـابِدُوْنَ" ۔توبہ ابتدائے مقامات اور عبودیت انتہائے مقامات اور درجات ہے۔ (خزینہ معرفت، ص:۴۲)

حضرت سلمہ بن دینار - ابو حازم

سلیمان بن عبدالملک جب حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ طیبہ بھی حاضری دی۔ جب مدینہ میں حاضر ہوئے تو لوگوں سے معلوم کیا کہ: آیا ایسے شخص ہیں جنھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو پایا ہو؟ جواب ملا کہ ہاں، ابو حازم ہیں۔سلیمان بن عبدالملک نے قاصد بھیج کر بلوایا۔ جب آپ حاضر ہوئے تو سلیمان نے کہا کہ تمام اہل مدینہ مجھ سے ملنے آئے، آپ نہیں آئے! آخر آپ کو مجھ سے کیا جفا ہے؟

ابو خازمؒ نے جواب دیا: امیر المومنین! مجھ کو اس کا علم نہیں تھا کہ آپ مدینۃ الرسولؐ آئے ہوئے ہیں اور نہ ہی میں نے پہلے آپ کو دیکھا تھا۔ پھر جفا و گرانی خاطر کا سوال کیا۔

سلیمان زہری کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا: شیخ ابو حازم نے صحیح و سچ کہا۔ میں خطاء و غلطی پر تھا۔

سلیمان نے سوال کیا: اے ابو حازم! ہم لوگ موت کو ناپسند کیوں سمجھتے ہیں؟

ابو حازم: اس لیے کہ ہم لوگوں نے دنیا کو آباد و مزین کیا، سجایا اور سنوارا اور آخرت کو تباہ و برباد کیا ہے۔ ایسی صورت میں ہر شخص آبادی سے بربادی کی طرف منتقل ہونا ناپسند و مکروہ سمجھتا ہے۔ (چونکہ دنیا پر محنت کرکے اس کو بسایا اور آخرت کی تیاری نہیں کی اس لیے دنیا کو چھوڑ کر جانے کو جی نہیں چاہتا)۔

سلیمان: آپ نے بالکل ہی سچ فرمایا۔ اے ابو حازم! اچھا، کل جب ہم حق جل مجدہ کے پاس پہنچ جائیں گے اس وقت ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

ابو حازم: اپنے اعمال کو قرآن مجید کے تحت پرکھ لو۔ خود معلوم ہو جائے گا، کیا ہوگا۔

سلیمان: کتاب اللہ کی کس آیت پر پیش کرکے دیکھوں؟

ابوحازم: ﴿اِنَّ الۡاَبۡـرَارَ لَـفِـیۡ نَعِیۡمٍ. وَّ اِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ﴾ نیک لوگ بیشک آسائش میں ہوں گے اور بدکار (کافر) لوگ بے شک دوزخ میں ہوں گے۔ (سورۃ الانفطار، آیت:۱۳ تا ۱۴)

سلیمان: اس وقت رحمتِ الٰہی کہاں ہوگی؟

ابوحازم: ﴿اِنَّ رَحۡمَةَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ﴾ بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے۔

سلیمان: ہائے افسوس! اچھا، کل قیامت کو ہمیں کس طرح عدالتِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا؟

ابوحازم: نیک لوگ اس طرح جیسا کہ ایک شخص بیوی بچوں سے کسی وجہ سے دور ہو اور پھر اچانک اہل وعیال سے مل جائے تو کس قدر خوشی ومسرت ہوتی ہے، بالکل اسی طرح۔ اس کے برخلاف بدکار و گنہگار کو اس طرح پیش کیا جائے گا جیسا کہ بھاگا ہوا غلام پکڑ کر مالک کے پاس لایا جائے۔ ...... یہ سن کر سلیمان بن عبدالملک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور خوب ہی روئے۔ اور کہا: اے ابوحازم! پھر ہم اپنی اصلاح کس طرح کریں؟

ابوحازم: عیش وعشرت کی زندگی ترک کرو اور دینداری کی راہ اختیار کرو۔ حق جل مجدہ کی مخلوق کے ساتھ برابری کو ملحوظ رکھو۔ فیصلے میں عدل وانصاف اختیار کرو۔

سلیمان: اچھا یہ تو بتلایئے کہ ہم اس سے نجات کس طرح پا سکتے ہیں؟

ابوحازم: دیکھو! لوگوں سے مال، حقوق کی رعایت، (یعنی نصابِ شرعی) کے ساتھ لیا کرو اور مستحقین جو اہل ہیں ان پر صرف کیا کرو۔ (وصولی اور صرفے میں حقوق کی رعایت رکھا کرو)۔

سلیمان: اے ابوحازم! افضل الخلائق کون لوگ ہیں؟

ابوحازم: زیادہ دیندار اور اصحابِ فہم لوگ۔

سلیمان: اعلیٰ درجے کا انصاف کیا ہے؟ یعنی عدل وانصاف کا اعلیٰ معیار کس طرح قائم ہوسکتا ہے؟

ابو حازم: ہمیشہ صدق و دیانت کی بات کرنا، خواہ تمہارے پاس دوست اُمید لائے یا اجنبی ڈرتا ہوا آئے، ہر شخص کے ساتھ یکساں معاملہ کرنا۔

سلیمان: کون سی دعاء سب سے جلد قبول ہوتی ہے؟

ابو حازم: نیک بندوں کی دعائیں نیکوں کے حق میں۔

سلیمان: سب سے افضل صدقہ کون سا ہے؟

ابو حازم: ناامید فقیر و محتاج پر کوشش بھر صرف کر دینا مگر احسان نہ جتلائے، نہ ہی اذیت کن جملے سے تکلیف پہنچائے۔

سلیمان: اے ابو حازم! سب سے زیادہ عقلمند و دانا کون ہے؟

ابو حازم: وہ شخص جس کو اطاعتِ الٰہی کا ذوق نصیب ہوا ہو اور خود بھی عمل کرتا ہو اور لوگوں کو بھی دعوتِ عبادت و اطاعت دیتا ہو۔ وہ سب سے زیادہ عقلمند ہے۔

سلیمان: مخلوق میں سب سے بڑا احمق کون ہے؟

ابو حازم: وہ شخص جو اپنے بھائی کی حاجت و ضرورت پر تو غصہ ہو اور ظالم خود اپنی آخرت کو بیچ کر کے، تباہ و برباد کر کے، دنیا کو ترجیح دے (یعنی آخرت کو دنیا کے بدلے بیچ دے)۔

سلیمان: اے ابو حازم! کیا آپ اس پر راضی ہوں گے کہ میرے ساتھ رہیں تا کہ میں آپ سے کچھ فکرِ آخرت کی لہریں دیدہ باطن میں جلاؤں اور آپ اسبابِ ظاہری میں سدھار پیدا کر لیں؟

ابو حازم: ہرگز نہیں! سوچ بھی نہیں سکتا۔ تصور بھی گناہ ہے۔

سلیمان: کیوں؟...... کیا خطرہ پیش آ گیا۔ کیوں تیار نہیں؟

ابو حازم: میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ قدرے بھی تم پر بھروسہ و اعتماد کروں کیونکہ اگر میں نے ایسا کیا تو حق جل مجدہ مجھ کو بری زندگی اور بری موت سے دوچار کر دے گا اور پھر میرا کوئی نصیر و مددگار نہیں ہو سکے گا۔

سلیمان: اے ابو حازم! اپنی ضرورتوں کو مجھ سے بیان کرو (میں پوری کروں گا)۔

ابو حازم: بہت اچھا! امیر المومنین مجھ کو جنت میں داخل کر دیجیے اور جہنم سے نجات

دے دیجیے۔

سلیمان: اس کا اختیار مجھ کو نہیں ہے؟

ابو حازم: تو پھر اس کے سوا میری اور کوئی حاجت نہیں۔

سلیمان: اے ابو حازم! پھر آپ میری فلاحِ دارین کی دعاء کر دیں۔

ابو حازم: ٹھیک ہے! اے اللہ! اگر سلیمان تیرے اولیاء میں سے ہیں تو دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی آسان کر دے۔ اور اگر سلیمان تیرے دشمنوں میں سے ہے تو تو اس کی پیشانی کو پکڑ کر اپنی مرضیات، پسندیدہ باتوں کی طرف پھیر دے۔

سلیمان: اے ابو حازم! یہ کیا دعاء آپ نے کی ہے؟

ابو حازم: سلیمان! میں نے جو دعاء کی ہے وہ طویل و مختصر دونوں ہے۔ اگر تو اس کا اہل ہے اور اگر اہل نہیں تو بغیر کمان کے تیر چلانے کے مانند ہے۔

سلیمان: اے ابو حازم! میرے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

ابو حازم: امیر المومنین! اگر آپ معاف رکھیں گے تو عرض کروں۔

سلیمان: آپ نصیحت فرمارہے ہیں، اس میں معافی کا کیا سوال؟

ابو حازم: سلیمان! تیرے آباء و اجداد نے یہ امرِ خلافت غصب کر کے چھین لیا اور ظلم و ستم کر کے تلوار کے زور سے بغیر مشورہ و اجتماع کے مسلمانوں پر مسلّط ہو گئے۔ بے شمار انسانوں کو قتل کیا اور بالآخر دنیا سے کوچ کر گئے ...... اے کاش کہ تم جان لیتے کہ (قبر میں) اُن سے کیا کہا گیا اور جواب میں انھوں نے کیا کہا۔

حاضرینِ مجلس میں سے ایک شخص نے کہا: اے ابو حازم! تم نے بڑی بُری اور گندی بات کہی ہے۔

ابو حازم نے اُس شخص سے کہا: تو جھوٹا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔ تم کو پتہ نہیں، حق جل مجدہ نے علماء سے عہد و میثاق لیا ہے کہ وہ معاملہ کو واضح طور پر بیان کر دیں اور کوئی بات بھی نہ چھپائیں۔ آیت پڑھی ﴿لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ﴾ اس کتاب کو عام لوگوں کے روبرو ظاہر کر دینا اور اس کو پوشیدہ مت کر دینا۔ (سورۂ آلِ عمران، آیت: ۱۸۷)

سلیمان: اے ابو حازم! مجھ کو تھوڑی وصیت کر دیجئے!

ابو حازم: ٹھیک ہے! تو سن لو یہ وصیت ہے تو مختصر مگر اس کو اپنے دیدۂ باطن میں اُتار لو۔ حق جل مجدہ کی تنزیہہ کو ہمہ وقت دل و دماغ میں ملحوظ رکھو۔ حق جل مجدہ کی عظمت کو اس قدر قلب کی گہرائی میں بٹھا لو کہ وہ تم کو منہیات و معاصی (گناہ) کے مقامات پر نہ دیکھے، یا مامورات و مقصوداتِ شرعیہ کے مقامات سے تم کو غائب پائے۔ (یعنی دیکھو اللہ کی عظمت اس قدر ہو کہ گناہ نہ ہونے پائیں اور حکمِ الٰہی چھوٹنے نہ پائے) اس وصیت کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور چلنے لگے۔

سلیمان: اے ابو حازم! یہ ایک سو دینار ہیں، آپ قبول کر لیں اور ہر ماہ آپ کو اسی قدر مل جائے گا۔ آپ جہاں چاہیں اس کو خرچ کریں۔ آپ کو اختیار ہے۔

آپ نے ان دیناروں کی تھیلی دیوار سے مار دی۔ اور ارشاد فرمایا: اے سلیمان! اللہ کی قسم میں تمہارے لیے بھی ان درہم و دینار کو اچھا نہیں جانتا اور نہ ہی اس کو پسند کرتا ہوں کہ تمہارے پاس رہے۔ پھر اس مصیبت کو میں اپنے لیے کیسے قبول کروں۔ اور میں کیونکر پسند کروں گا۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تجھ سے اس بات سے کہ تو اس طرح میرا مذاق اُڑائے کہ میں نے کیوں قبول نہیں کیا اور پھر میں نے تم کو تھیلی کیوں واپس کیا۔ اس لیے کہ جب موسیٰ بن عمران علیہ السلام مدین کے پانی کے کنوئیں پر پہنچے تو ارشاد فرمایا ﴿رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ﴾

پھر (جنابِ باری میں) دعا کی کہ اے میرے پروردگار! (اس وقت) جو نعمت بھی آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا حاجتمند ہوں۔ (سورۂ قصص، آیت: ۲۴)

دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے حق جل مجدہ سے سوال کیا نہ کہ کسی انسان سے۔

شعیب علیہ السلام کی دونوں بچیاں سمجھ گئیں کہ یہ محتاج بے دیار ہے۔ اجنبی اور غیر مانوس ہے۔ بھوکا پیاسا ہے۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام نے بچیوں سے اپنی حاجت بیان کرنے کے بجائے حق جل مجدہ سے عرض کی۔ چنانچہ بچیاں اپنے والد شعیب علیہ السلام کے پاس آئیں اور تمام قصہ سے آگاہ کیا۔ شعیب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بیٹی! دیکھو ممکن ہے وہ بھوکا ہو۔ تم میں سے ایک بہن

جا کر اس کو بلالو۔ جب آئیں تو موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی دل میں عظمت بیٹھ گئی اور اپنے دوپٹہ سے چہرہ کو چھپائے ہوئے عرض کرتی ہیں: میرے والد آپ کو بلاتے ہیں ﴿اِنَّ اَبِــــــیْ یَـــدْعُـــوْکَ﴾ کہ میرے والد تم کو بلاتے ہیں۔ اس جملہ کو سننے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو قدرے اُمید سی بندھ گئی۔ جب اگلا جملہ ﴿لِیَجْزِیَکَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا﴾ (آیت ۲۵) سنا (تاکہ تم کو اس کا صلہ دیں جو تم نے ہماری خاطر (ہمارے جانوروں کو) پانی پلایا تھا) آپ حیران رہ گئے اور ارادہ کیا کہ ہمراہ نہ جائیں (کیونکہ نیکی پر اُجرت مخلوق سے لینا درست نہیں) مگر چارہ نہ تھا کہ غریب الدیار تھے۔ جہاں کنواں تھا غیر محفوظ و مامون، بالآخر آپ نہ چاہتے ہوئے بھی ہمراہ ہوگئے۔ راستہ نامعلوم تھا۔ گلیوں سے ناواقفیت تھی، اس لیے خاتون آگے رہبر و دلیل بن کر قدم بر قدم شرم و حیاء کے ساتھ چلی جارہی تھی۔ جسم لاغر و دبلا تھا، ہَوا کے جھونکے تیز تھے۔ خاتون کے جسم کا لباس ہَواؤں میں اِدھر اُدھر ہوتا، کبھی دوپٹہ سنبھالتیں تو کبھی مہمان کی رہنمائی کرتیں ...... موسیٰ علیہ السلام کی غیرت و حیا کب اس کی اجازت دیتی کہ وہ اس طرح ہمراہی ہوں۔ فرمایا: یا امۃ اللہ! (اے اللہ کی بندی) میرے پیچھے ہوجا۔ اس طرح مکان آ گیا۔ دیکھا شعیب علیہ السلام کے سامنے دسترخوان پر کھانا مہمان کے انتظار میں چنا ہوا ہے۔ میزبان سراپا ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا ہے۔

شعیب علیہ السلام آداب وتسلیمات مروّجہ کے بعد۔ میزبان نے عرض کیا: تناول فرمائیں۔

موسیٰ علیہ السلام: میں نہیں کھا سکتا۔

شعیب علیہ السلام: کیا تم بھوکے نہیں ہو۔ کیا وجہ ہے نہ کھانے کی؟

موسیٰ علیہ السلام: میں اور میرا گھرانہ ان لوگوں میں سے ہے جو نیکی و بھلائی، عمل آخرت کے تھوڑے حصہ کو بھی تمام روئے زمین کے سونے کے بدلے بھی فروخت نہیں کرتے، ممکن ہے آپ مجھ کو محض اس لیے کھلانا چاہتے ہوں کہ میں نے اِن بچیوں کے جانور کو پانی پلایا ہے۔ یہ عمل محض لوجہ اللہ میں نے کیا ہے نہ کہ آپ سے اُجرت لینے کے لیے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ یہ کھانا کہیں نیک عمل کا بدلہ نہ ہوجائے۔ لہٰذا مجھ کو معاف کردیجیے۔

شعیب علیہ السلام: اے صالح نوجوان! میں تم کو اُجرت میں کھانا نہیں کھلا رہا ہوں بلکہ یہ

میری عادتِ دائمہ ہے اور یہی میرے آباء و اجداد کا بھی اخلاق تھا کہ مہمانوں کو کھانا کھلائیں، غریب الدیار لوگوں کی ضیافت کریں۔

اس وقت موسیٰ علیہ السلام بیٹھے اور شعیب علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھایا۔

ابو حازم : اے سلیمان ! تو نے جو مجھ کو سو دینار دیے ہیں، اگر یہ میری اُن وصیتوں نصیحتوں کا بدلہ ہے تو سن لے، مُردار جانور کا گوشت، دم مسفوح، بہتا ہوا خون، لحم خنزیر کا کھانا حالتِ اضطرار میں میرے لیے زیادہ مناسب ہے بہ نسبت اس رقم کے جو تو مجھ کو دے رہا ہے۔ اس لیے کہ یہ (بیت المال) مسلمانوں کے اموال سے تو مجھ کو دے رہا ہے اور تمام مسلمانوں کا حق اس میں برابر ہے اور ہر شخص کی نگاہ اس پر ہے۔ اگر تو تمام مسلمانوں کو سو سو دینار دیتا ہے تو مجھ کو قبول ہے ورنہ پھر مجھ کو اس کی ادنیٰ حاجت نہیں۔

سن لو ! بنی اسرائیل ہمیشہ ہدایت و پرہیزگاری پر قائم دائم رہی جب امراء علماء کے پاس علم کی عظمت وقدر کی وجہ سے آنے جانے لگے۔ علم سیکھ کر جب آپس میں جنگ و جدال، حسد و کینہ، حدودِ الٰہی کی بے حرمتی کرنے لگے، اللہ جل مجدہ کی نگاہ سے پوری کی پوری قوم گر گئی، ذلیل ہوگئی، پھر رب کی ربوبیت کو چھوڑ کر جبت و طاغوت پر ایمان رکھنے لگے۔ یہ امراء کا حال ہوگیا۔ سن لو ! علماء امراء کے پاس جانے آنے لگے، دنیاوی امور میں علماء نے امراء کا ساتھ دیا۔ حتی کہ ایک دوسرے کے قتل میں علماء بھی امراء کے شریک کار ہوگئے۔ اس طرح پوری کی پوری قوم تباہ و برباد ہوگئی۔ نہ ہی علماء بچے نہ اُمراء۔

ابن شہاب الزہری جو ساتھ تھا، اس نے کہا : اے ابو حازم ! کیا تم اس سے مراد ہم لوگوں کو لے رہے ہو۔ یا ہم پر اعتراض کر رہے ہو؟

ابو حازم : میں خاص کر تم کو ہی نہیں شمار کر رہا ہوں بلکہ میں جس کو سنا رہا ہوں وہ خود سن رہا ہے۔

سلیمان : اے ابن شہاب ! تو ان کو جانتا پہچانتا ہے؟

ابن شہاب : جی ہاں ! میں ابوحازم کو جانتا ہوں۔ میرا پڑوسی ہے۔ میں نے اس شخص سے تیس سال ہوگئے کوئی بات نہیں کی۔

ابو حازم : اے ابن شہاب ! تو جب اللہ ہی کو بھلا بیٹھا ہے تو مجھ کو کس طرح یاد رکھے گا۔ اگر تو اللہ کو دوست رکھتا مجھ کو بھی پسند کرتا۔ (یعنی اللہ والوں کو اللہ والے سے تعلق ہوتا ہے)

ابن شہاب : اے ابو حازم ! یہ تو نے مجھ کو گالی دی ہے۔ میری عزت پر حملہ کیا ہے۔

سلیمان : اے ابن شہاب ! ابو حازم نے تجھ کو گالی نہیں دی، تیری عزت پر حملہ نہیں کیا۔ مگر ہاں ! تیرے نفس کو ضرور گالی دی ہے۔ تیرے نفس پر ضرور حملہ کیا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ پڑوسی کا حق پڑوسی پر ایسا ہے جیسے کہ اہلِ قرابت کا۔ (الحلیہ، ج:۳،ص:۲۳۶)

وہب ابن منبّہ کی اپنے بھتیجے کو وصیت

دیکھو ! جب اطاعتِ الٰہی کا ارادہ کرو پوری توجہ و اہتمام کے ساتھ کوشش کرو اور جو بھی عمل ہو سکے اس کو محض خالص حق جل مجدہ کی ذات کے لیے کرو۔

دیکھو ! جب کوئی عمل صالح از جنس اطاعتِ الٰہی کا ارادہ کرو تو پہلے اس عمل کی لوگوں کو خوب نصیحت کرو اور خود بھی اس پر عمل کرو۔ اس لیے کہ جو ناصح نہیں ہوتا اس کا عمل بھی عنداللہ قابلِ قبول نہیں اور اخلاص کے ساتھ کی گئی نصیحت بھی اس وقت تک قابلِ قبول نہیں اور نامکمل ہے جب تک کہ ناصح اُس نصیحت پر عمل بھی نہ کرے۔

اس کی مثال میٹھے خوشبودار پھول کی ہے کہ ذائقہ بھی میٹھا، خوشبو بھی فرحت بخش۔

اسی طرح اعمال و طاعات تو پھل ہیں اور نصیحت و تلقین خوشبو۔ پھر اطاعتِ الٰہی کو علم، حلم، فقہ سے مزین کرو۔ ساتھ ہی سفہاء و بے وقوف لوگوں کے اخلاقِ رذیلہ سے نفس کو دور رکھو۔ علماء و اتقیاء، ابرار و اخیار کے اخلاقِ حمیدہ کے غلام بن جاؤ۔ اور حلماء (بردبار) لوگوں کے افعال سے بار بار نصیحت پکڑو۔ اشقیاء و بدبخت لوگوں کی حرکتوں سے نفس کو روکو۔ فقہاء کی سیرت کو لازم جانو۔ خبثاء (خبیث لوگوں) کے راستہ سے بچو۔

تمہارے اندر جو فضل و خوبی کی صفات ہیں، اُن سے لوگوں کو بہرہ ور کرو اور جو برے لوگ ہیں ان کو نیکی کی راہ پر اس وقت تک مدد کرتے رہو جہاں تک کہ ان میں صفاتِ حمیدہ پیدا ہو جائیں۔

اس لیے کہ حکیم بہت سی دواؤں کو جو زائد از ضرورت ہوتی ہیں، اپنے پاس جمع رکھتا ہے تاکہ دوسروں پر صَرف کیا کرے۔ اس کے ذریعہ بیماروں کا علاج کرتا ہے اور اس وقت تک نہیں چھوڑتا جب تک کہ صحتیاب نہ ہوجائے۔

دیکھ! اگر تو فقیہ ہے تو جو تیری صحبت اختیار کرے تیرے کاموں میں ممد و معاون ہو، اس کو فقہ کا علم سکھاتا رہ۔

اگر تو مالدار ہے تو لوگوں پر صَرف کرتا رہ تاکہ اگلے کی محتاجگی ختم ہوجائے اور وہ بھی مالدار ہوجائے۔

اگر تو مصلح ہے تو گنہگاروں کے لیے استغفار کرتا رہ، اُن سے توبہ کی اُمید رکھ۔ اگر تو محسن (احسان کرنے والا) ہے تو برے لوگوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کر (یعنی جو تیرے ساتھ برائی سے پیش آئے تو اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آ اس لیے کہ جو تیرے ساتھ بھلائی سے پیش آتا ہے تو بھی اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو یہ مکافات ہے نہ کہ احسان۔ احسان تو یہ ہے کہ جو گالی دے تو اس کو دعائیں دے) اس کے ذریعہ تو اجر وثواب کا مستحق ہوجائے گا۔ اچھی باتوں کے ذریعہ اپنے آپ کو دھوکہ نہ دے جب تک اچھے اعمال نہ ہوں۔ بغیر اعمالِ صالحہ کے اپنے کو اطاعتِ ربانی کا غلام نہ جان۔ جب اطاعت بجالا تو اس پر حمد وثناء کر اور مزید اطاعت کی بھیک رب العزّت سے مانگ۔ حکمت و دانائی کی جو بات سیکھ لے اس پر قانع نہ ہو جا بلکہ نہ سیکھی کو سیکھنے کی جستجو میں لگا رہ۔ جب ماضی کی خطیئہ یاد آجائے تو اس کو لوگوں سے چھپا (گناہ کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنا عنداللہ محبوب و پسندیدہ ہے) اور حق جل مجدہ سے مغفرت طلب کر، وہ قادر ہے کہ بخش دے۔ جھوٹ بول کر کوئی چیز طلب نہ کر، اس لیے کہ جھوٹ باتوں میں ایسا ہی ہے جیسے کہ لکڑی کھانے والا کہ پیٹ میں جاکر اس کو ختم کردے گا۔ جھوٹا جھوٹ سے یہ سمجھتا ہے کہ میں اس کے ذریعہ اپنا کام نکالتا ہوں حالانکہ ایک روز اس کے ذریعہ وہ تباہ و برباد ہوگا، دھوکہ میں پھنس کر ہلاک ہوگا۔ جب جھوٹ عقلمند لوگوں پر اس کا واضح ہوگا تو وہ اس کو اہمیت نہیں دیں گے۔ علماء اس کی خبروں کو رد کریں گے، نہ شہادت قبول کریں گے۔ اس کی

صداقت کو بھی مشکوک تصور کریں گے۔ حقیر نگاہ سے اس کو دیکھیں گے۔ اس کی مجلسوں کو ناپسند جانیں گے۔ علماء اپنے رازوں کو چھپائیں گے۔ باتوں کو پوشیدہ رکھیں گے۔ امانت اس سے لے لیں گے۔ معاملہ میں اس کو دور رکھیں گے۔ دین کی ایسے شخص سے حفاظت کریں گے۔ غرض کلّی طور پر جھوٹے سے اجتناب اور غیر مامون تصور کریں گے۔ خواہ دینی امور ہو یا دنیاوی۔ اپنی مجلسوں سے دور رکھیں گے، اپنے پوشیدہ امور کو اس سے چھپائیں گے۔ آپس کے تنازع میں اس سے فیصلہ نہ لیں گے۔ (الحلیہ، ج:۴، ص:۴۷)

عطاء خراسانی کو وصیت

ایک دفعہ آپ حضرت عطاء الخراسانی کو وصیت فرمانے لگے: افسوس اے عطاء! تم اس قدر علم کے باوجود، ملوک (بادشاہ) اور ابناء الدنیا کے پاس جاتے ہو۔

افسوس اے عطاء! تو اس شخص کے پاس جاتا ہے جو تجھ سے اپنا دروازہ بند کرتا ہے۔ (یعنی تیری ضرورتوں کو پوری کرنے سے قاصر ہے)۔ اپنی محتاجگی ظاہر کرتا ہے (یعنی جب دے دوں گا تو خزانہ خالی ہوجائے گا) اپنی آسودگی کو تجھ سے چھپاتا ہے۔

تو نے اس ذات کا دروازہ چھوڑ دیا جو تیرے لیے دروازہ کھلا رکھتا ہے اور اپنے غنا سے تجھ کو مالدار بنانے کا اعلان کرتا ہے۔ اور ارشاد فرماتا ہے "اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ"۔

یعنی مجھ کو پکارو میں تمھاری درخواست قبول کروں گا۔ (سورۂ مومن، آیت: ۶۰)

افسوس اے عطاء! کہ تو تھوڑی سی دنیا جو حکمت و دانائی کے بدلے میں ملے، اس پر راضی ہے اور اس پر راضی نہیں ہوتا کہ دنیا کے بدلے تھوڑی سی حکمت و دانائی مل جائے۔

افسوس تجھ پر اے عطاء! بقدرِ کفاف پر دنیا سے بے نیاز ہو جا تو تھوڑی سی دنیا تم کو کافی ہوگی۔

اور سن لے اگر بقدرِ کفاف پر دنیا سے بے نیاز نہیں ہوتا تو یاد رکھ دنیا کی کوئی چیز بھی دنیا سے تجھ کو بے نیاز نہیں کرسکتی۔

افسوس تجھ پر اے عطاء! تیری خواہشات کا پیٹ ایک بحرِ محیط ہے۔ ایک وادئ بے کنار

ہے، جوکسی بھی چیز سے نہیں بھر سکتی، الا یہ کہ مَرنے کے بعد خاک خوب بھر دے گی۔

(الحلیہ، ج:۴،ص:۴۳)

آپ بصرہ کے زاہد و عابد تابعین میں سے ایک ہیں۔ مرض الموت میں آپ نے گھر والوں کو وصیت کی کہ: فرمانِ رسول ﷺ کو پیش نظر رکھنا۔ چلا کر، بین کرنے والا، سر نوچنے والا اور کپڑے پھاڑنے والا ہماری جماعت میں نہیں ہے۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص:۲۲۴)

حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ

میں تم کو وصیت کرتا ہوں، اللہ کی وصیتوں کے ساتھ۔ اگر تم نے اس کو حفظ کرلیا، ذہن نشین کرلیا تو سعادتوں کو تم نے یاد کرلیا۔ اور جس نے اس کو ضائع کیا وہ شقاوتوں کو اردگرد جمع کررہا ہے (یعنی میری نصیحت یاد رکھنا باعث سعادت اور بھلا دینا باعث شقاوت ہے)

تقویٰ و پرہیزگاری کا سرمایہ صبر ہے۔ اور اس کی اصل عمل ہے۔ اور کمال ورع ہے۔

شرائطِ تقویٰ کو لازم جانو۔ تقویٰ کا حق یہ ہے کہ فرائض کی طرح جانو۔ حق جل مجدہ کے عہد و میثاق کو پورا کرنا یہ ہے کہ تمام اعمال خالص ذاتِ حق کے لیے ہو، غیر کا شائبہ بھی نہ ہو کیونکہ غیر کی نیت کرنے والا حق جل مجدہ کی اطاعت سے غیر کا تو مطیع ہوسکتا ہے نہ کہ حق جل مجدہ کا۔ ایسا شخص اپنے امور کو مقدم رکھتا ہے اور اطاعت کو مؤخر کرتا ہے اور ہر عہد و میثاق کو توڑتا ہے، اللہ کے عہد کو توڑنے کے بعد۔ دیکھو! وہ شخص جو حق جل مجدہ کے عہد کو پورا کرتا ہے وہ تمام ہی عہد کو پورا کرتا ہے۔ اس پر تمام لوگوں کا اجماع ہے۔ اس کی تفسیر کو دانا و بینا ہی جان سکتا ہے۔ اور یہ راز اسی پر منکشف ہوسکتا ہے جس کے لیے حق جل مجدہ آسان کردیں۔ یا یہ راز تھوڑے ہی لوگوں پر منکشف ہوگا۔ ان حقیقتوں کو مختصر سی جماعت جانتی ہے۔

خیر و بھلائی، حق جل مجدہ کی جانب سے بے شمار ہے مگر لوگوں میں سے بہت تھوڑے لوگ اس سے لطف اُٹھاتے ہیں۔ ایسے لوگ حق جل مجدہ کی طرف سے اُسوہ و نمونہ ہیں۔ وہ حق جل مجدہ کی جانب سے بھیجے گئے ہیں۔ یہ ہستیاں انہی لوگوں کی جانب متوجہ ہوتی ہیں جو ان سے منسلک ہوتے ہیں۔ وہی لوگ ان کو پاتے ہیں جو ان کی تلاش میں رہتے ہیں۔

کیا تو آسمان کے ستاروں کی طرف نہیں دیکھتا کہ اس سے صرف علماء ہی راستہ کا پتہ لگاتے ہیں (الغرض ! دیکھو، راہِ ہدایت حق تعالیٰ نے بے شمار طریق سے بیان فرمایا مگر عقلمند و ہوشمند تھوڑے ہی لوگ ہیں جو عبرت کے ساتھ راہِ نجات پر چلتے ہیں۔ جو ہدایت پر چلتے ہیں ان کی تعداد قلیل ہے مگر یہ لوگ حق جل مجدہ کی جانب سے عالم کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں، ان کو اللہ نے بھیجا ہے جو اِن سے طریق خیر کی ہدایت لیتا ہے وہ بہرہ ور ہوتے ہیں جو اِن سے جدا رہتا ہے وہ محروم۔ ڈھونڈنے والے ان سے محظوظ ہوتے ہیں، نہ پوچھنے والے نامراد۔)

(الحلیہ، ص: ۲۴۵)

وفات سے قبل وصیت کی کہ: میرا تمام ساز و سامان فروخت کر کے راہِ الٰہی میں صدقہ کر دیا جائے۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ تمام پونجی کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو صدقہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں اور عیال کو یونہی چھوڑے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں اس پونجی کو اپنے لیے بھیج رہا ہوں اور اللہ جل مجدہ کی ذات کو اپنے عیال کے لیے چھوڑے جا رہا ہوں۔

(الحلیہ، ج:۴،ص:۲۴۳)

حضرت عون بن عبداللہؒ

حضرت عون بن عبداللہ نے ایک جامع اور طویل وصیت اپنے بیٹے کو کی:

اے بیٹے! ان لوگوں میں ہو جا جو اس سے دور رہتے ہیں جس کی دوری باعث یقین و نزاہت ہے۔ اور اس کا قرب باعث نرمی و رحمت ہے۔ اس سے دور رہنا کبر کی وجہ سے نہیں ہے اور نہ ہی اس کی عظمت کی خاطر ہے۔ اور قریب رہنا دھوکہ وفریب دینے کے لیے نہیں۔ تم سے پہلے جن لوگوں نے اس کی اقتداء و اتباع کی وہ بعد میں آنے والے کے امام بن گئے۔ (بندہ کمترین عرض کرتا ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ حق جل مجدہ سے دوری بایں معنی کہ ہم ظاہری طور پر حق جل مجدہ کی تحدید و تصویر نہیں کر سکتے کیونکہ ذاتِ حق، جنس و جہات سے وراء الوراء ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہی تنزیہہ باعث یقینِ ذات باری ہے۔ اور قریب بایں معنی کہ ”وَ هُوَ مَعَكُمْ“ وہ تمہارے ساتھ ہے۔ ہر وقت ہر مکان میں تم کو اپنی گرفت میں نگہداشت

میں لیے ہوئے ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے جو اس کی حرکتوں سے ناواقف ہو، چہ جائیکہ جو علیم بذات الصدور ہے اس کو دھوکہ، فریب دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ ان باتوں کو جو ذہن میں رکھے گا وہ خود تو راہ پر چلتا ہوا منزل پر پہنچ کر کامیابی سے ہمکنار ہوگا ہی دوسروں کے لیے مقتدا و امام بھی ہوگا۔

وہ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ علم ان کا ختم نہیں ہوتا یا اُن سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ جہالت و لاعلمی ان کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ جو اُن کے درپئے آزار رہتا ہے اس کی گرفت میں جلدی نہیں کرتے۔ جو معافی کا خواستگار ہوتا ہے اس کو معاف کر دیتے ہیں۔ لوگوں کے عیوب سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ راہ حق کے راہی کی مدد و نصرت کرتے ہیں۔ ممد و معاون بنتے ہیں۔ ان سے خیر و بھلائی کی اُمیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔ شر و فساد سے لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ (یعنی ان سے شر وفساد کے باب میں لوگ مامون رہتے ہیں)

اگر یہ غافل رہتے ہیں تو ذاکرین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ جب ذاکر رہتے ہیں تو کبھی بھی غفلت و استحضار ان پر نہیں لکھا جاتا ہے۔ لاعلموں کی تعریف سے یہ مغرور نہیں ہوتے۔ اپنے عیوب کی اصلاح سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ اعمالِ صالحہ کے باوجود خائف و ترساں ہیں لوگوں کی تعریف پر۔ ہمہ وقت استغفار کرتے ہیں اُن عیوب پر جو لوگوں سے مخفی ہیں۔

اپنے نفس کو یوں مخاطب کرتے ہیں کہ: دیکھ! میں تیرے عیوب کو لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں اور حق جل مجدہ مجھ سے زیادہ تیرے عیوب کو پہچانتا ہے۔ اعمالِ نفس (یعنی خواہشاتِ نفس) میں سست اور اعمالِ صالحہ میں چست، جلد باز، تیز رو ہوتے ہیں۔

ذکرِ الٰہی کے سایہ میں صبح و شام کرتے ہیں اور پوری ہمت کے ساتھ اس پر شکرِ الٰہی بجا لاتے ہیں۔ رات معاصی و سیئات سے بچ بچا کر گزارتے ہیں۔ صبح کو فرحت کے ساتھ اُٹھتے ہیں کہ رات کی غفلت کو غفلت سے بچایا۔ اور غنیمت جان کر اعمالِ صالحہ میں گزارا۔ رحمتِ الٰہی کو متوجہ کیا۔ اگر ان کا نفس کوئی معصیت کا ارتکاب کر لیتا ہے تو سزاءً نفس کی پسندیدہ چیزوں کو روک دیتے ہیں۔ ہمت کے ساتھ ابد الآباد کی راحت و فرحت کی جانب رواں ہوتے ہیں اور فانی ختم ہونے والی دنیا سے زہد اختیار کرتے ہیں۔ علم کا اعتدال و امتزاج حلم کے ساتھ برقرار

رکھتے ہیں۔ خاموشی اختیار کرتے ہیں تا کہ (فتنوں سے) محفوظ رہیں۔ مہر سکوت توڑتے ہیں تا کہ دین کی تفہیم حاصل ہو جائے۔ تنہائیوں کو اعمالِ خیر کے لیے غنیمت جانتے ہیں۔ مجلس تعلیم و تعلّم کے لیے اختیار کرتے ہیں۔

خیر و بھلائی کے موقع پر بھی جب لوگ خاموش رہتے ہیں، ان کی زبان ناطقِ حق ہوتی ہے۔ لغویات بیہودہ باتوں کے سننے سے بھی یہ گریز کرتے ہیں۔ اصدقاء و دوستوں کی جماعت بھی ان کی امانتوں کا چرچہ کرتی رہتی ہے۔ اعداء و دشمن بھی ان کی شہادتوں کو نہیں چھپا سکتے (یعنی دشمن بھی ان کی شہادت کو تسلیم کرتا ہے) نیکی کا کوئی عمل بھی یہ ریاء دکھاوے کے لیے نہیں کرتے۔ اور نہ ہی شرم و حیاء ان کو زیادہ پسند ہوتی ہے بہ نسبت لہو و لعب کی مجالس امراء و اغنیاء کے ساتھ۔

اے بیٹے! تو ان لوگوں میں سے نہ ہو جو عُجب کی وجہ سے ماضی کی زندگی پر یقین کیے بیٹھے ہیں (یعنی گذشتہ اعمالِ صالحہ اور بھلائیوں پر یقین کیے بیٹھے ہیں کہ باعث مغفرت بس وہی اعمال کافی ہیں)۔ اور اُمید و طلب کے ساتھ یقین کو بھلائے ہوئے ہیں آنے والی زندگی سے (یعنی مستقبل میں اعمالِ صالحہ سے غافل ہیں)

ماضی کے احوال پر ان کا گمان ہے کہ اگر تقدیر میں ہوا تو مل کر رہے گا۔ آنے والی زندگی کو کیوں تکلیف میں ڈالیں۔

اے انسان! تیری آنکھیں کیوں بے اطمینانی کی کیفیت میں حیران و پریشان ہیں۔ تو حق جل مجدہ کی ذات پر کیوں بھروسہ نہیں کرتا جو رزق کا ضامن ہے۔ وہ ذات ایسی ہے کہ تیرا گمان اس کو مغلوب نہیں کرسکتا اور نہ ہی تیرا یقین اس پر غالب آئے گا۔

تو خود بخود اپنی ذات کو محل شک بنائے ہوئے ہے۔ ...... دیکھ! جو یہ گمان کیے ہو کہ اگر رحم و کرم کا معاملہ نہ کرے تو ہلاک ہو جائے گا۔ اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جب بیمار ہوتا ہے ندامت و پشیمانی دامن گیر ہوتی ہے۔ جب صحتمند رہتا ہے بے فکر رہتا ہے۔ جب فقیر و تنگدست ہو جاتا ہے، غمگین رہتا ہے۔ جب مالدار و سرمایہ دار ہو جاتا ہے تب سرکشی اور معصیت کی زندگی بسر کرنے لگتا ہے۔ فراغت کے اوقات کو سستی و کاہلی کی نظر کر دیتا ہے۔ نشاط و خوش دلی کے

اوقات بے پرواہی میں گزار دیتا ہے۔ بیماری و تکلیف سے پہلے محض خواہشِ عبادت رکھتا ہے اور عبادت و طاعت میں اپنے آپ کو نہیں لگاتا۔ محض اس خطرہ سے کہ لوگ ریاکار کہیں گے، اعمالِ صالحہ چھوڑتا ہے اور پھر بھی نجات کا متمنی ہے۔ کام گناہوں کے کرتا ہے اور اُمید مغفرت کی لگائے ہوئے ہے۔ زندگی کے ابتدائی منازل غفلت و دھوکے میں گزارا اور بقیہ زندگی راحت و بے پرواہی میں، اب جب زندگی بیت چکی تو پھر کسل و سستی میں مبتلاء ہے اور لمبی لمبی اُمیدیں وابستہ کیے ہوئے ہے جو باعث صد فتنہ ہے۔ اور طویل زندگی کے دھوکہ میں گرفتار ہے۔ گزری ہوئی زندگی کو عبادت و اطاعت میں نہ لگانے کا عذر تو پیش کرتا ہے مگر اب بقیہ زندگی کو راہِ ہدایت پر بھی نہیں لگا رہا ہے۔

دیکھو! اب جو وقت تم کو ملا ہے اس کو بھی غنیمت جان کر نصیحت پکڑ لو، تو بھی دانائی و تذکیر کے لیے کافی ہے۔ وہ نعمت و گناہ کے مابین کھڑا ہے (اگر توبہ و استغفار سے کام لیا تو غنیمت ورنہ پھر وہی معصیت کی زندگی) مال مل جائے تو ہمیشہ زیادتی کا خواہاں رہتا ہے نہ ملے تو تنگدستی کا گلہ کرتا ہے۔ گناہ کے کاموں میں اپنے آپ کو ترجیح دیتا ہے (یعنی اعمال سیئات پر بھی نازاں ہے)

نجات کی اُمید رکھتا ہے اور سیئات سے نہیں بچتا۔ زیادتیٔ نعمت کا خواہاں ہے اور شکر ادا نہیں کرتا جیسا کہ شکر کا حق ہے جبکہ عدم شکر کا کوئی عذر نہیں۔ ان چیزوں کی تکلیف میں اپنے کو تھکائے ہوئے ہے جس کا حکم نہیں دیا گیا (یعنی گناہوں سے اپنے کو تھکائے ہوئے ہے)

اور زائد ملنے والی چیزوں کو ضائع کر رہا ہے (یعنی مال جبکہ اللہ کی راہ میں صرف کیا جائے تو ایک پر سات سو ملنے کا وعدہ ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کے علاوہ مال کا خرچ کرنا ضائع کرنا ہے) کہ اگر اللہ کی راہ میں دیدیا تو تنگدست ومحتاج ہوجائے گا۔ فراوانی و کثرت کا سوال کرتا ہے اور تھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے، حالانکہ جب اللہ کی راہ میں یہ زیادہ صرف کرے گا اس کو بھی زیادہ ملے گا۔ حق جل مجدہ نے جو کچھ اس کی تقدیر میں لکھ کر مقدر کیا وہ کہیں زیادہ ہے بہ نسبت اس کے جو خود اس نے اپنی ذات کے لیے متعین کیا۔ اس کی شانِ کریمی دیکھو کہ وسیع تر رزق عطاء کیا اور حساب خفیف و آسان لے گا۔ بایں معنی کہ بقدرِ کفاف دیدیا

اور اسباب سرکشی وطغیانی کو روک لیا۔ دیا ہی نہیں۔ جو کچھ حق جل مجدہ نے اس کو عطاء کیا اس کو فراخی وتونگری نہ جان کر اسبابِ معاصی اور ایسے اموال کو جو باعث سرکشی ہے، غنا وتونگری سمجھتا ہے۔ جو کچھ ملا ہے اس پر شکر ادا نہیں کرتا۔ اور ماباقی میں زیادتی کا خواہاں ہے۔ جن چیزوں سے اللہ نے منع کیا ہے اس سے باز نہیں آتا۔ اور جن چیزوں کا حکم حق تعالیٰ نے دیا ہے اس کو پورا نہیں کرتا (یعنی منہیات سے رُکتا نہیں اور اوامر کا امتثال (ادائیگی) نہیں کرتا)

ماموروات سے بغض وعداوت اور اعمالِ صالحہ کی تقصیر سے ہلاک ہو رہا ہے۔ جو چیز اس کے قبضۂ قدرت میں نہیں (یعنی جنت اور آخرت کی فلاح) اس سے محبت کا دعویٰ کر کے دھوکہ و فریب میں مبتلا ہے اور اعمالِ صالحہ جو اس کے اختیار میں ہے اس سے بغض وعداوت کر کے تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ اولیاء و صالحین سے نرے محبت کا دعویدار ہے مگر اُن کے جیسا عمل نہیں کرتا۔ (یعنی اولیاء کی محبت کا صرف دم بھرتا ہے جیسا کہ آج کل مختلف نعرے 'یا خواجہ غریب نواز' 'یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ'' وغیرہ محض محبت کے نعرے ہیں، مگر روزہ، نماز کا نام ونشان بھی نہیں بلکہ العیاذ باللہ نامحرم سے اختلاط کو بھی درگاہوں میں روا جانا جا رہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الْخُرَافَاتِ وَ الْمُحَرَّمَاتِ وَ الْبِدْعَاتِ یَا ھَادِیُ اَنْتَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَاءُ اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ) گنہگاروں سے عداوت ونفرت ظاہر کرتا ہے حالانکہ یہ خود بھی انہی میں سے ہے۔

اپنے گمان کے اعتبار سے جن سیئات سے بغض رکھتا ہے انہی کو ذریعۂ نجات تصور کیے ہوئے ہے۔ اپنے یقین کی وجہ سے جو اس کو بزعمِ خود حاصل ہے، حق جل مجدہ کی ناراضگی سے نہیں ڈرتا، حالانکہ ہر دنیاوی خواہش کو پورا کرنے پر قادر نہیں۔ آخرت جو ابدی ہے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور دنیا جو فانی ہے اس کے پیچھے بھاگا جا رہا ہے۔ حالانکہ آخرت جو باقی ہے، اس کو چھوڑنا نادانی کے سوا کچھ نہیں۔ وہ ہمیشہ یہ سوچتا رہتا ہے کہ فرصت ملتے ہی توبہ کرلیگا اور جیسے ہی دنیا ملتی ہے پھر وہی پرانی عادتیں، خصلتیں، معاصی کا ارتکاب۔

دنیا کے سلسلے میں زاہدوں جیسا کلام کرتا ہے اور خود اپنے اعمال سے دنیا کی طرف راغب نظر آتا ہے (بلکہ ہمہ تن طلب دنیا میں مصروف ہے) اپنے شامتِ اعمال کے خطرے کی

بناء پر موت کو مکروہ و ناپسند جانتا ہے۔ اور اس کا حال یہ ہے کہ زندگی میں برائیوں سے گریز بھی نہیں کرتا ہے۔ موت کو اس لیے بھی ناگوار سمجھتا ہے کہ اس سے نجات و چھٹکارا نہیں (کیونکہ موت نے آج تک کسی کو چھوڑا ہی نہیں)۔ دنیاوی زندگی کو اس لیے پسند کرتا ہے کہ وہ کام جو ابھی نہیں کیے ہیں کر گزرے۔ اگر دنیا نہ دی جائے تو اس پر قناعت بھی نہیں کرتا اور اگر دیدی جائے تو کبھی سیراب ہی نہیں ہوتا۔ شہوت ولذات کا جب موقع ملتا ہے تو یہ سوچ کر غرق ہو جاتا ہے کہ تیرا پہلے کا عمل کافی ہے۔ اعمالِ صالحہ کے موقع پر سستی و کاہلی سے کام لیتا ہے۔ نفس و شیطان اس کو یہ سمجھاتا ہے کہ بس تیرے لیے ورع کافی ہے مگر اس کا ورع اور خوفِ الٰہی کسل کی چادر چاک نہیں کر پاتی اور نہ اعمالِ صالحہ اور حسنات پر آمادہ کرتی ہے۔

ثواب کی اُمید بغیر عمل کے کیے ہوئے ہے اور توبہ و استغفار، انابت الی اللہ کو آنے والی زندگی پر مؤخر کیے رہتا ہے۔ حق جل مجدہ نے جس مقصد (عبادت) کے لیے پیدا فرمایا اس کی طرف التفات ہی نہیں کرتا۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے اسی لیے کفالت رزق کا ذمہ لیا ہے تا کہ بندہ فراغت کے ساتھ اللہ کی عبادت و اطاعت میں مصروف رہے۔ تا کہ زہد فی الدنیا اختیار کرے اور ان اوامر و اعمال کی طرف متوجہ ہو جائے جس کا حق جل مجدہ نے تجھے حکم دیا ہے۔

دیکھ! تم کو اللہ تعالیٰ نے رزق کی الجھنوں سے اپنی کفالت پر آزاد کیا ہے تا کہ تو فراغت کے ساتھ حق تعالیٰ کو یاد کر سکے۔ وہ مخلوق سے حق تعالیٰ کے معاملے میں ڈرتا ہے (یعنی حدودِ الٰہیہ کا قیام، امر بالمعروف، نہی عن المنکر مخلوق کے خوف سے ترک کر دیتا ہے) اور حق جل مجدہ سے نہیں ڈرتا کہ وہ تمام ہی مخلوق کا مالک اور ساری مخلوق اسی کے دستِ قدرت کے تحت سانس لے رہی ہے۔ اپنے سے اونچے لوگوں کو جن پر اس کا بس نہیں چلتا، حق جل مجدہ کا واسطہ دے کر ڈراتا ہے۔ خود ان لوگوں کے معاملے میں جو اس سے کمتر ہیں، حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ (اور ظلم و زیادتی سے پیش آتا ہے۔) اور اپنے سے نیچے لوگوں کے معاملے میں بے خوف و بے فکر رہتا ہے۔

موت سے ڈرتا ہے اور اپنے فوت ہونے کا یقین نہیں رکھتا۔ جس چیز سے ڈرنا چاہیے اس سے مامون ہے حالانکہ اس کی مضرت یقینی ہے۔

علم کے نفع کا خواہاں ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا (یعنی علم کا نفع عمل کے ساتھ ہے۔ علم سے مستفیض وہی ہوسکتا ہے جو تقاضائے علم پر عمل کرے)۔ اور جہالت کا نقصان یقینی ہے۔ تو اس سے بے فکر ہے۔

اپنے سے نیچے لوگوں کا مذاق اُڑاتا ہے اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ تمسخر کرتا ہے اور اس بات کو بھلائے ہوئے ہے کہ نیچے والوں کا، ماتحتوں کا، اللہ کی مخلوق کا مجھ پر کیا حق ہے۔

رزق وفراخی کے باب میں اپنے سے اونچے لوگوں کی طرف نظر جمائے ہوئے ہے اور مخلوق میں ان لوگوں کو دیکھتا بھی نہیں جو غریب و نادار ہے۔ (تاکہ جذبۂ شکر اور عبادت و اطاعت کی شان پیدا ہو) دوسروں کے ادنیٰ گناہ کو ناقابلِ معافی، باعثِ ہلاکت جان کر، اس پر خائف ہے اور اپنے بڑے بڑے گناہ کو ہلکا اور چھوٹے۔ چھوٹے اعمال کو باعثِ نجات جانے ہوئے ہے۔ دوسروں کے عیوب پر اس کی نگاہ بار بار اُٹھتی ہے اور اپنے عیوب و نقائص سے غافل ہے۔ جب ایمان و یقین کی باتیں اس سے کہی جائے اور متقدّمین کو بطور مثال کے پیش کیا جائے کہ تم بھی اُن حضرات کی طرح اعمالِ صالحہ کی اقتداء کرو تو کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے بقدر اعمالِ صالحہ کی کس میں طاقت ہے اور ان کی برابری کون کرسکتا ہے۔ (بس باتیں تو لمبی لمبی کرتے ہیں یعنی وہ اعمالِ صالحہ کی بس تعریفیں اور الفاظ سے بزرگی کے حصول کے متمنی ہیں) اعمالِ صالحہ کو دشوار اور مشکل ناقابلِ استطاعت تصور کرتا ہے۔ جب تک اس کے پاس لوگوں کی امانتیں نہ ہوں، اپنے کو بڑا امانت دار خیال کرتا ہے اور جب لوگ امانتیں رکھ دیں تو خیانت دار ثابت ہوتا ہے۔

نرم لہجہ، خوش کلامی کے ذریعہ لوگوں کو اپنے پاس امانتیں رکھنے کی ترغیبیں دیتا ہے تاکہ لوگوں کے اموال کا شکار کرے، خرد برد کرے۔ دوستی وصداقت کا پیغام پیش کرتا ہے۔ اپنے اخلاق سے عداوت کی کاشت بوتا ہے۔ معاصی وسیئات کے کاموں میں جلد باز، خیر و بھلائی کے باب میں سست، اشعار پڑھنا اس پر آسان، اذکار کا ورد بھاری۔

لغو اور لہو ولعب کی مجلسیں اغنیاء کے ساتھ بہ نسبت فقراء ومساکین کے ساتھ ذکر سے زیادہ اس کو پسندیدہ ہوتی ہیں۔ سونے میں جلدی کرتا ہے اور اُٹھنے میں تاخیر۔ تمام راتیں سوتا

رہتا ہے۔ صبح کو کھاتا پیتا رہتا ہے (یعنی رات غفلت کے ساتھ گزاری اور دن خورد ونوش میں، حالانکہ رات میں قیام اور دن میں صیام اہل اللہ کا شیوہ ہے۔)

رات کو سوتا ہے تو بس صبح کا انتظار کرتا ہے حالانکہ درمیان میں سحر گاہی ہے۔ شام کو بس کھانے کی فکر حالانکہ روزہ دار نہیں۔ دیکھو! یہ صفات جو بیان کی گئیں ہیں ان سے بچنا۔ اس کا حال یہ ہے کہ نماز دکھاوے کے لیے پڑھتا ہے۔ رکوع بس نام کے لیے جھکتا ہے۔ سجدہ مرغ کے دانہ اُٹھانے کے مانند بس ٹکر مارتا ہے۔ دوسرے سے جب سوال کرتا ہے تو گڑگڑاتا ہے۔ اور جب اس سے سوال کیا جائے تو ٹال مٹول کرتا ہے، حیلہ و بہانہ پیش کرتا، بات بات میں قسمیں کھاتا ہے۔ اگر قسم کھائے تو پورا نہیں کرتا۔ وعدہ کرے تو ایفاء نہیں کرتا۔ وعظ میں نرم و گرم دل نشین انداز اختیار کرتا ہے۔

منہ پر تعریف کی جائے تو خوش۔ لوگوں کے عیوب پر نگاہ جمائے ہوئے ہے اور اپنے عیوب سے غافل۔ احسان و بھلائی کے تمام کاموں سے ہاتھ کھینچے ہوئے ہے۔ اور اسی کی طرف متوجہ ہے۔ خائن و بداخلاق لوگ اس کے دوست ہیں۔ امانت دار اور شریف لوگ اس سے دور، ان سے عداوت رکھتا ہے۔ سلام کرو تو ایسا لگتا ہے کہ سنا نہیں اور اگر سن لے تو جواب نہیں دیتا۔ حاسدوں کی طرح لوگوں کو دیکھتا ہے۔ حقد و بغض کے ساتھ لوگوں سے پیش آتا ہے۔ لوگوں کے اموال کو خفیہ تدابیر کے ساتھ کھاتا ہے۔ ملنے والوں کو ظاہر پرستی سے خوش رکھتا ہے اور دل میں ہزار کدورتیں۔ جو نہ ملے اس پر خواہ مخواہ کی بدگمانیاں پیدا کر کے ناراض۔ خیانت میں جری، امانت میں ضعیف، ادنیٰ سی بات پر ہنس پڑتا ہے حالانکہ ہنسنے کا موقع نہیں۔ غیر مؤدبانہ رفتار سے چلتا۔ جو دور ہیں وہ بھی اس کے فتنہ سے نجات نہیں پاسکتے، جو قریب و ساتھی ہیں وہ بھی محفوظ نہ رہیں۔

جب تو ان سے بات کرے تو اپنے کو بڑا نیک جتلائے۔ اور جب وہ خود گفتگو شروع کرے تو تم کو غمگین کردے۔ اگر تو اس کو تکلیف پہنچائے تو تم کو خوش رکھنے کی کوشش کرے گا اور جب تو اس کو خوش کرنا چاہے تو تم کو گزند پہنچائے گا۔ اگر تو اس سے جدا رہے تو تم کو مٹانے کی کوشش کرے گا اور جب تو ساتھ رہے گا تو تم کو اذیتیں دے گا۔ اگر تو اس کی اتباع کرے تو

تجھ پر تہمت لگادے، اگر تو اس کی موافقت کرے تو تجھ سے حسد کرے گا۔ اگر تو اس کی مخالفت کرے تو تجھ پر ناراض ہوگا۔ دیکھو! میری نصیحت و وصیت یاد رکھو اور ان صفات سے دور رہو۔

پھر آپ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی: تقویٰ لازم جانو۔ کل پر اعمالِ صالحہ کو ملتوی نہ کرو اور آج کو غنیمت جان کر قدم اُٹھاؤ۔ نماز جب پڑھنے اُٹھو تو سنوار کر اس طرح پڑھو کہ گویا آخری نماز پڑھ رہے ہو۔ دیکھو! خبردار کثرتِ طلب حاجات میں نہ پڑنا، اس لیے کہ یہ فوری فقر ہے۔ خبردار! ایسی کوئی حرکت نہ کرنا جس سے تم کو شرمندگی و ندامت ہو اور معذرت کرنی پڑے۔ والسلام۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۴، ص: ۲۶۰)

سلیمان بن عبدالملک کی وصیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ تحریر اللہ کے بندے سلیمان امیر المومنین کی جانب سے عمر بن عبدالعزیز کے لیے ہے۔ میں نے اپنے بعد تم کو خلیفہ بنایا ہے اور تمہارے بعد یزید بن عبدالملک کو۔ مسلمانو! ان کا کہنا سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ اللہ سے ڈرو۔ اختلاف نہ پیدا کرو کہ دوسرے تم پر حرص وطمع کی نگاہ ڈالیں۔ اس پر مہر لگا کر آپ نے رجاء بن حیوۃ کو حکم دیا کہ تمام اہلِ خاندان سے اس میں لکھے ہوئے خلیفہ کی بیعت کریں۔ سب نے بیعت کی۔ پھر جب اہل خاندان زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو فرداً فرداً عمر بن عبدالعزیز کی خلافت پر بیعت لی۔ سب نے سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کے ساتھ قبول کیا۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۳، ص: ۳۴۷)

حضرت عطاء بن میسرہ الخراسانیؒ

اے لوگو! میں تم کو دنیاوی کاموں کی وصیت نہیں کرتا ہوں کیونکہ تم خود ہی معاملاتِ دنیا میں دانا و بینا ہو۔ اور طلب دنیا میں حریص و لالچی ہو۔

البتہ میں تم لوگوں کو امورِ آخرت کی وصیت کرتا ہوں۔ دیکھو، کوئی بندہ نارِ جہنم سے آزاد نہیں ہوسکتا حسب ونسب کی بنیاد پر کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ جب تک کہ حق تعالیٰ بذاتِ خود اس کو نار جہنم سے آزاد نہ کریں۔ لہٰذا وہ شخص جس کو حق جل مجدہ خلاصی دیدیں وہی درحقیقت آزاد ہے ورنہ وہ ایسا بدنصیب ہے کہ اس سے بڑا کوئی بدنصیب و ہلاک ہونے والا نہیں۔

اے ہوشمند دانا و بینا لوگو! اس دار العمل میں زیادہ سے زیادہ آخرت، دار الثواب کے لیے عمل کرو۔ دار الفناء (ختم ہونے والی دنیا) میں دار البقاء (ابدی دنیا) کے لیے کوشاں رہو۔ دنیا کو دنیا اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دار العمل ہے اور آخرت کو آخرت اس لیے کہ ہر عمل کا بدلہ تاخیر سے آخرت میں ملے گا اور اس لیے کہ وہ دار الثواب والجزاء ہے اور وہاں اعمال نہیں بلکہ ثمرۂ اعمال ہے۔

دیکھو! جب تم سے معاصی و گناہ سرزد ہوجائے تو حق جل مجدہ کی طرف فوراً "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ" یا اللہ میری مغفرت فرما، پڑھو...... کیونکہ صدورِ گناہ کے بعد فوراً استغفار کے ذریعہ حق جل مجدہ کی طرف اپنے کو سپرد کرتا ہے اور تسلیم لامر اللہ کا مظہر اتم ہے۔ ذنوب و گناہ کے بعد 'لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ. اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا. وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ. وَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ" پڑھ لیا کرو۔ کیونکہ بروز قیامت جب دفتر اعمال کھلے گا اور گناہ کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ بھی ہوں گے تو اس کلام کی برکت سے امید کی جاتی ہے کہ مغفرت ہوجائے اور یہی کلمات ہر اس سیئات کو حسنات میں بدل دے گی جن سیئات کے ساتھ یہ کلمات درج ہوں گے۔ کیونکہ حق جل مجدہ فرماتے ہیں ﴿اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ. ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰاکِرِیْنَ﴾۔

بے شک نیک کام (نامۂ اعمال سے) مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو، یہ بات ایک (جامع) نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے۔ (سورۂ ہود، آیت: ۱۱۴)

دنیا سے جو شخص سیئات وحسنات دونوں کے ساتھ آخرت کی طرف کوچ کرتا ہے۔ امید ہے کہ اس کی مغفرت ہوجائے جو گناہ پر اصرار کرے اور استغفار سے منہ موڑے تو ایسے شخص کا حق جل مجدہ حساب لے گا اور اس کے اعمال کا بدلہ ضرور اس کو ملے گا خواہ جیسے بھی اعمال ہوں۔ الا یہ کہ تجاوز کرنے والی ذات کریم اس کو معاف کردے کیونکہ حق جل مجدہ کی ذات ظالموں کی مغفرت پر قادر ہے۔ اور سریع الحساب بھی ہے۔ ...... دنیا ایک ایسی چیز ہے کہ دیکھو تم اس کو اگر نہ چھوڑ دو گے تو اللہ کی قسم وہ تم کو ضرور چھوڑ دے گی۔ موت ایک ایسی حقیقت ہے تم اس کو برتو ورنہ اللہ کی قسم وہ ضرور تم کو اپنا مزہ چکھائے گی۔ آخرت ایک ایسی یقینی جگہ ہے جہاں

تم خود ہی آنے کی کوشش کرو ورنہ اللہ کی قسم تم کو ضرور لایا جائے گا (یاد رکھو جو خود سے آتا ہے اس کی ضیافت ہوتی ہے، اکرام کیا جاتا ہے اور جو لایا جاتا ہے اس کے ساتھ ملامت وعداوت کا معاملہ ہوتا ہے۔)

آخرت تمام بنی نوع انسانیت کا ٹھکانا ہے۔ ایسا سفر ہے کہ کوئی بھی نہیں جس کو ہیبت دامن گیر نہ ہو۔ اور اس کی تیاری نہ کرے اور اس کی حرارت کے لیے سائبان نہ ساتھ لے۔ اور پیاس کے وقت کے لیے توشہ دان نہ رکھ لے اور سردی کے ایام کے لیے لحاف کی ضرورت نہ ہو۔ جو اِن ایام کے لیے مناسب تیاری کر کے سفر شروع کرتا ہے اس کو دیکھ کر لوگ غبطہ و رشک کرتے ہیں۔ اور جو بغیر تیاری کے سفر شروع کرتا ہے اور ہمراہ مناسب اشیاء نہیں لے لیتا۔ اس کے ساتھ بس ندامت وحسرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

کیونکہ جب گرمی پڑے گی سائبان نہیں، جب پیاسا ہوگا پانی نہیں کہ سیراب ہو۔ سردی کے دنوں میں بچاؤ کے لیے لحاف نہیں۔ ایسے حالات میں اُس شخص سے زیادہ ندامت وحسرت کس کو ہوگی۔ یہ تو دنیاوی سفر میں اس کو تکلیفیں ہوئیں ان اسباب کے نہ ہونے کی وجہ سے۔ جبکہ یہ سفر اس کا ایک دن ختم ہو جائے گا۔ چند دنوں کی کلفتیں برداشت کر کے بہرحال منزل پر پہنچ جائے گا۔

لہٰذا ہوشمند و دانا وہی ہے جو ابدی سفر کی تیاری کر لے کیونکہ عالم آخرت کے سفر کی منتہی نہیں، نہ ہی وہاں کی نعمت اور نقمت کی انتہاء ہے۔

یہاں سفر میں پانی ساتھ رکھتا ہے کہ پیاس کے وقت سیراب ہو۔ تو سنو! آخرت میں حق جل مجدہ جس کو عرش رحمٰن کے سایہ میں ٹھہرائے گا نہ تو اس کو گرمی لگے گی نہ ہی احساسِ حرارت۔ ہاں وہ بدنصیب جس کو سورج کی کرن کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا تو سایہ کیا حرارتِ شمس میں کمی نہ ہوگی بلکہ اضافہ ہوگا۔ اور سنو! حق جل مجدہ جس کو اپنے دیدار سے سیراب کرے گا اس کو پیاس کیا، تشنگی کا احساس بھی نہ ہوگا۔ اور جو پیاسا ہوگا اس کو سیرابی تو درکنار شدتِ پیاس کی لہریں اور افزوں ہوں گی۔

سنو! حق جل مجدہ جس کو تقویٰ وکرامت کا لباس عطاء کرے گا، برہنہ تو کیا عزت و

افتخار کی چادر لطیف پیرایہ میں آغوشِ حیا میں لے لے گی اور جس کو اللہ جل مجدہ برسرِ خلائق ننگا کردے گا کیا اس کی رسوائی کبھی ختم ہوگی!

بغور سنو! محفوظ رکھو! ذہن نشین کرلو! تمام خلائق کو دو منزلیں طے کرنی ہوں گی (۱) تمام احوال، حرکات وسکنات، جلوتیں، خلوتیں، آرام و راحتیں؛ غرض، سبھی پر حق جل مجدہ کی بذاتِ خود اطلاع ہے۔ اس لیے وہ اپنی اطلاع کے موافق تمہارا حساب لے گا اور تم کو ہر ہر شئے کی برأت پیش کرنی ہوگی۔ (۲) ہر شخص کو خلائق میں سے جبار وقہار کی عدالت میں کھڑا کیا جائے گا اور وہ بلاشرکت غیر (لاشریک لہ) ہر ہر فرد پر جو چاہے گا فیصلہ صادر فرمائے گا۔ والسلام علیکم۔ (الحلیہ، ج: ۵،ص: ۱۹۴)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وصایا

آپ نے ایک شخص کو وصیت کی: اللہ جل مجدہ سے ڈرو۔ وہ تمہاری پریشانیوں کو کم کردے گا اور تمہاری مدد کرے گا۔

ایک صاحب کو آپ نے بذریعہ مکتوب وصیت کی۔ تقویٰ اختیار کرو اُس ذات سے کہ ما سویٰ تقویٰ اور کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔ اور متقی لوگوں کے علاوہ کسی پر رحم نہیں کھاتا۔ تقویٰ کے علاوہ کسی چیز پر نیکی وثواب نہیں دے گا اس لیے کہ واعظین تو بیحد ہیں مگر عاملین بہت کم۔

ایک اور شخص کو آپ نے وصیت لکھ کر ارسال کی: میں تم کو حق جل مجدہ سے تقوی کی وصیت کرتا ہوں اور دیکھو! جو مال حق تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اور اس میں آج تصرف کی تم کو قدرت واستطاعت بھی ہے، زیادہ سے زیادہ اپنے ابدی ٹھکانہ اور اصلی مکان کی طرف منتقل کردو۔ اس یقین کے ساتھ کہ گویا تم وفات پاچکے ہو یا موت کا ذائقہ چکھ چکے ہو۔ اور ما بعد الموت کے منازل کا معائنہ ومشاہدہ کرچکے ہو۔ جان لو کہ لیل ونہار کی اُلٹ پھیر تیزی کے ساتھ تمہاری اجل (موت) کو قریب کررہی ہے اور عمر عزیز کو کم۔ وقت اور عمر دونوں ہی فنا ہورہے ہیں۔ حیات دنیا بوسیدہ ہورہی ہے۔ گزرے ہوئے لمحات کی بہ نسبت آنے والی گھڑی میں چست وچالاک رہو۔ یعنی اعمالِ صالحہ میں صَرف کرو۔ ہم اپنے برے اعمال سے اللہ کی

پناہ چاہتے ہیں اور اس کی ناراضگی جو مجھ پر ہو اور اس سے کہ جن چیزوں کی تم کو نصیحت کر رہا ہوں، میں خود اس میں کوتاہی کروں۔ (الحلیہ، ج:۵،ص:۲۶۷)

ایک موقع پر آپ نے ایک شخص کو وصیت کی: میں تم کو حق جل مجدہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ تقوی کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں کرتا اور رحم و کرم نہیں کرتا مگر جو رحم و کرم کے اہل ہوں (یعنی وہ شخص جو ایسے کاموں سے رُکا ہو جو غضبِ الٰہی کو دعوت دیتے ہیں) اور ثواب کی اُمید محض اُسی سے کی جاسکتی ہے اس لیے کہ آج واعظین تو بہت ہیں اور عاملین کم۔

آپ نے اپنے عمال میں سے ایک کو لکھا: اما بعد...... دیکھو گویا کہ بندے اللہ جل جلالہ کے پاس لوٹ گئے پھر جو کچھ کہ انھوں نے کیا ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے ان کو باخبر کرے گا۔ برائیوں کا بدلہ سوء عاقبت کی صورت میں، بھلائیوں کا بدلہ حسنات کی شکل میں ملے گا۔ حکم الٰہی میں کوئی حائل نہیں ہوسکتا۔ جو عافیت کے مستحق ہوں گے ان کے حق کو ختم نہیں کیا جائے گا کہ خود حق جل مجدہ نے حفاظتِ دین کی وصیت کی۔ میں تم کو اللہ کے تقوے کی وصیت کرتا ہوں ساتھ جو نعمتیں پروردگارِ عالم نے تم کو دی ہیں، ان کے شکر کی اور خاص کر کرامت وعزت جو بخشی ہے اس کی اس لیے کہ نعمتِ الٰہی پر شکر مزید نعمتوں کا دروازہ کھولتی ہے جبکہ ناشکری وکفرانِ نعمت سے نعمت ورحمت رک جاتی ہے۔ دیکھو! موت کو کثرت سے یاد کرنا، کہ تو نہیں جانتا کب، کس حال میں تم کو اُچک لے گی کہ نہ تو اس سے مفر ہے نہ ہی بچاؤ۔ قیامت کی شدت و ہولنا کی کو نہ بھولنا کہ اس سے زہد اور شانِ عبودیت مزید اور مزید کی توقع ہے اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف میلان خوب ہوتا ہے۔

دیکھو! دنیا جو تمہارے پاس ہے اس سے ڈر کر رہنا اس لیے کہ جو دنیا سے ڈر کر نہیں رہتا غالب گمان ہے کہ وہ اس کو جلدی سے غفلت کے عالم میں دبوچ لے۔ ہمیشہ اپنے اعمال دنیا پر کڑی نگاہ رکھنا جس کے تم مامور بنائے گئے ہو۔ اور بس اسی پر بس کرنا کہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ اس طرح تم دنیا سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

تم علم کی دولت سے لطف نہیں اُٹھا سکتے جب تک کہ جہل کا اعتراف نہ کرلو، حق نہیں پاسکتے جب تک باطل کو نہ چھوڑ دو۔ ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے حق جل مجدہ سے حسن اعانت

کا سوال کرتے ہیں اور اس کا بھی کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اور تم سے محض وسعت رحمت کے تحت تمام برائی کو دفع کردے۔ آمین ثم آمین۔ (الحلیہ، ج:۵،ص:۲۶۸)

اپنے بعد والے ولی العہد کو لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... عبداللہ عمر امیر المومنین کی جانب سے یزید بن عبدالملک کی طرف ...... السلام علیکم - حمد اس ذات کی جس کے سوا معبود نہیں۔ اما بعد! یہ وصیت نامہ اس حالت میں لکھ رہا ہوں کہ مرض سے لاغر ہوگیا ہوں۔ تم کو معلوم ہے کہ امورِ خلافت کے متعلق مجھ سے سوال کیا جائے گا اور اللہ مجھ سے اس کا حساب لے گا اور میں اس سے اپنا کوئی کام نہ چھپا سکوں گا۔ حق جل مجدہ کا ارشاد ہے: ﴿فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَائِبِيْنَ﴾۔

پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں اُن کے روبرو بیان کردیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔ (سورۂ اعراف، آیت: ۷)

اگر اللہ رحیم راضی ہوگیا تو میں کامیاب ہوجاؤں گا اور طویل ذلت و عذاب سے نجات۔ اور اگر ناراض ہوا تو افسوس ہے میرے انجام پر۔ میں کہیں کا نہ رہوں گا۔ میں اُس رب سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں دعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی رحمت خاص کے صدقے دوزخ سے نجات دے اور اپنی رضامندی و فضل و کرم سے جنت عطا کرے۔ دیکھو! تم کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیے اور رعایا کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ تم بھی میرے بعد تھوڑے ہی دن زندہ رہوگے۔ تم کو اس سے بچنا چاہیے کہ تم سے غفلت میں ایسی لغزش سرزد ہوجائے جس کی تلافی نہ کرسکو۔

(الحلیہ، ج:۵،ص:۲۷۵)

سیرت عمر بن عبدالعزیز کے صفحہ ۲۸۰ پر یہ اضافہ بھی ہے:

سلیمان بن عبدالملک اللہ تعالیٰ کا بندہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے وفات دی اور اس نے مجھ کو خلیفہ بنایا اور میرے بعد تم کو ولیعہد مقرر کیا۔ میں جس حالت میں تھا اگر وہ اس لیے ہوتی کہ میں بہت سی بیویوں کا انتخاب کروں اور مال و دولت جمع کروں تو اللہ تعالیٰ سے مجھ کو اس سے بہتر سامان دیے تھے جو کسی بندہ کو دے سکتا تھا۔ لیکن میں سخت اور نازک سوال سے ڈرتا ہوں۔ بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ میری دستگیری فرمائے۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص:۳۷۵)

آپ نے عبدالحمید کو ایک مرتبہ اُس کے خط کے جواب میں وصیت کی:

تمہارا خط مجھ کو ملا جس میں تم نے تذکرہ کیا ہے کہ تم سے پہلے عمال نے خیانت کے ذریعہ مال جمع کیا جو تا ہنوز اُن کے پاس ہے اور تم نے اُس کے سلسلے میں اجازت طلب کی ہے کہ اُن سے لے لیا جائے۔ مجھے تیرے اس اجازت طلب کرنے پر بیحد تعجب ہوا کہ تو عذاب کو جنت سمجھ کر فتنہ کا سبب بن رہا ہے۔

دیکھ! میرا تجھ سے راضی ہو جانا اللہ کے عذاب سے تم کو نہیں چھڑا سکتا لٰہذا جب میرا خط پہنچے تو وہی فیصلہ کرنا جو تم اپنے نفس کے خلاف بھی فیصلہ کر سکو۔ (یعنی ظلم و جور کے ذریعہ لوگوں کا مال نہ چھینو)۔ اور کبھی حق و حلال بھی لوگوں کا لے لو اس لیے خوب تحقیق و وضاحت کے بعد ہی مالِ خیانت کو وصول کرنا۔ جو ثبوت و دلائل سے انکار کرے اس کو حلف و قسم دے کر چھوڑ دینا۔ اس لیے کہ لوگ خیانت کے مال کے ساتھ آئیں مجھ کو زیادہ پسند ہے اس سے کہ ہم اور تم لوگوں کے خون کا بوجھ لے کر حاضر ہوں۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۵، ص:۲۷۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اپنے صاحبزادے عبدالملک بن عمر بن عبدالعزیز کو وصیت:

اما بعد! اپنی ذات کے بعد تم سب سے زیادہ نصیحت و وصیت کے مستحق ہو۔ میرے ذمے جن لوگوں کی حفاظت و صیانت ہے اس میں بھی اپنی ذات کے بعد تیرا ہی حق ہے۔

حق جل مجدہ کی حمد و ثنا ہے کہ اس نے میرے ساتھ احسانِ کثیر کا معاملہ کیا اور عوام کی بہ نسبت میرے ساتھ خاص لطف و عنایت، لٰہذا حق جل مجدہ کی تمام نعمتوں کا اعتراف کرتے ہیں اور شکر کی توفیق طلب کرتے ہیں۔ تم بھی اللہ کے فضل کا ذکر کیا کرو جو تمہارے باپ پر کی گئی ہے اور تم پر...... تم اپنے والد کے امورِ خلافت میں قوت کا ذریعہ بنو، خاص کر جن امور میں تم مجھ کو عاجز سمجھتے ہو (یعنی دعواتِ صالحہ کے ذریعہ تم میری اعانت و مدد کرتے رہو) اپنی جوانی و نفس، صحت و فراغ کی نگہداشت رکھنا۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو ہمہ وقت اپنی زبان کو ذکرِ حق میں مشغول رکھنا کہ تحمید و تسبیح و تہلیل میں وقت صَرف ہو۔ اس لیے کہ جو چیز وصول الی اللہ کا ذریعہ ہو سکتی ہے اس میں سب سے اچھا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا ذکر ہے۔ یا یوں لکھا کہ کلام کی ابتدا حمد اور ذکرِ الٰہی سے ہو کہ اس سے اچھا کلام نہیں اور اپنے کلام کو جس چیز پر تم ختم کرو وہ بھی

حمدِ الٰہی ہو کہ اس کلام سے بڑا کوئی کلام نہیں، جس کی انتہاء حمدِ باری پر نہ ہو۔ اللہ جل جلالہ کی جو نعمتیں تم پر ہیں اس کے بارے میں تم فتنہ میں مبتلا نہ ہونا کہ تیرے باپ کو جس کا وہ مستحق نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے۔ اس لیے بھی کہ وہ اپنے بھائیوں کے درمیان تھا اور اس پر دوسرے بھائی فضیلت رکھتے تھے اور چھوٹے والد سے قریب تھے۔ بہرحال، ہر حال میں مَیں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ والدِ محترم کی جانب سے مجھ کو جو نسب و حسب ملا ہے میں اس پر راضی ہوں۔ ساتھ ہی میں نے والد کو اپنے ساتھ بہترین احسان کرنے والا پایا ہوں۔ میں تم کو ان لڑکوں میں پاتا ہوں جو اپنے باپ کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں اور تمہارا مجھ پر حق ہے اور تم بھی اپنے بھائیوں کے درمیان پلے ہو۔ میں نے تم لوگوں کو نہ اس مکان سے نکالا جس میں تم پہلے تھے۔

لہٰذا تم میں سے جو جنت کا متمنی و راغب اور جہنم سے نجات کی تلاش میں ہو تو اس کے لیے یہ بہت ہی مناسب موقع اور وقت ہے کہ ابھی قبولیتِ توبہ کا وقت باقی ہے۔ گناہ کی معافی کا وعدہ۔ مگر ہاں، زندگی و اجل کے ختم ہونے سے قبل قبل۔ اور عمل کا دروازہ بند ہونے سے پہلے پہل اور اس وقت سے پیشتر جبکہ حق جل مجدہ مخلوقات کا حساب و کتاب لینے کے لیے جلوہ افروز ہو۔ اور جن و انس اپنے اعمال کے ساتھ حاضر ہوں گے، اُس جگہ نہ تو فدیہ قبول ہوگا نہ ہی معذرت نفع بخش ہوگی۔ تمام مخفی اور پوشیدہ چیزیں خود بخود ظاہر ہو جائیں گی۔ سفارش و شفاعت نہ چلے گی۔ ہر انسان کو اس کے اعمال کی جزاء کے ساتھ واپس کیا جائے گا۔ مختلف گروہ و جماعت اپنے اپنے منازلِ عقبیٰ میں داخل کر دیے جائیں گے۔

اس دن وہ کامیاب ہوگا اور خوش نصیب ہے وہ بندہ جس نے اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوگی۔ اور بدبختی اس شخص کا نصیب ہوگا جس نے معصیت و نافرمانی کی ہوگی۔

دیکھو جانِ پدر! اگر حق جل جلالہ تجھے مال و دولت کے ساتھ آزمائے تو میانہ روی اختیار کرنا اور نفس کو اللہ جل مجدہ کی رضاء کے لیے پست رکھنا یعنی تواضع اختیار کرنا۔ حق جل مجدہ کا جو حق بسلسلہ مال ہے اس کو خوب فراخی کے ساتھ کشادہ دلی سے ادا کرنا اور وہی بات کہنا جو مردِ صالح نے کہا تھا۔

﴿هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِيَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ﴾۔

یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے تا کہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔ (سورۂ نمل، آیت: ۴۸)

خبردار کہ تو اپنے کلام میں فخر و مباہات نہ کر اور عُجب و بڑاپن اختیار نہ کر اور بھول کر بھی تیرے دل میں یہ خیال نہ گزرے کہ جو کچھ تم کو ملا ہے وہ تیری کسی بزرگی یا کرامت کے سبب ملا ہے بلکہ محض فضل رب ہے۔ کبھی بھی یہ نہ سوچنا کہ تم کو ان لوگوں پر فضیلت حاصل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے تیرے برابر نہیں دیا۔ اگر تو شکر سے غافل ہوا اپنے کو فقیر نہ جانا اور مالداری کے سبب سرکشی پر اُتر آیا تو سمجھ لے کہ تجھ کو آخرت کے بدلے دنیا ہی میں نعمت سے نواز کر آخرت سے محروم کیا گیا ہے۔ میں تم کو خاص طور پر مذکورہ باتوں کی نصیحت کرتا ہوں گر چہ میں خود اپنے نفس پر اسراف کرنے والا ہوں۔ اور اپنے نفس پر محکم فیصلہ نہ کر سکا ہوں۔ حالانکہ دوسروں کو نصیحت اس وقت تک نہیں کرنی چاہیے جب تک اپنے نفس پر قابو نہ پالے اور عبادت رب العالمین میں، جس کی خاطر پیدا کیا گیا ہے، رسوخ پیدا نہ کرلے۔ جب لوگ نیکی کی راہ سے شکم سیری کریں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ختم ہوجائے، حرام کو حلال جانیں، واعظوں کی کثرت ہو، اور محض رضائے الٰہی کے لیے اصلاح کی کوششیں بند ہوجائیں، تو بس اللہ ہی نگہبان ہے۔

''فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ لَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ''۔ (سورۂ جاثیہ، آیت: ۳۶-۳۷)

سو تمام خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا، پروردگار ہے تمام عالم کا، اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ (الحلیہ، ج:۵، ص:۲۷۶)

وصیت بنام عمال:

اما بعد- میں تم کو اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کی وصیت کرتا ہوں۔ اس لیے کہ تقویٰ ہی اولیاء اللہ کو عذاب سے نجات اور ناراضگی رب سے بچاتی ہے۔ اور تقویٰ ہی کے سبب بندوں کو مقام ولایت نصیب ہوتا ہے۔ تقویٰ ہی کے ذریعہ انبیاء علیہم السلام کی آخرت میں رفاقت میسر ہوگی۔ تقویٰ ہی کے سبب دیدار حق کی نعمت ملے گی۔ تقویٰ کے سبب اللہ جل مجدہ

بندوں پر نظر عنایت کرتے ہیں۔ تقویٰ دنیا میں فتنوں سے حفاظت کا وسیلہ ہے اور آخرت میں قیامت کی ہولناکی سے خلاصی کا سہارا۔

دیکھو! آنے والے اور کسی چیز سے حق جل مجدہ کو راضی نہیں کر سکتے مگر گزرے ہوئے لوگوں نے جن اعمال سے مقام رضاء حاصل کیا تھا، بس وہی فقط اور متقدّمین کی زندگی بطور نمونہ عبرت بھی ہے متاخرین کے لیے۔ حق جل مجدہ کی سنت و عادت دونوں کے لیے یکساں ہیں۔ قبل اس سے کہ تم کو غصہ کی حالت میں پکڑے تو نفس کی اصلاح کر لے۔ اپنے دیدۂ باطن کو سدھار لے اس طرح جس طرح پہلے لوگوں نے منوّر کی تھی۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ کس طرح ان کی موت ہوئی۔ اور کس طرح وہ منتشر کر دیے گئے۔ تو نے موت کو نہیں دیکھا کہ توبہ کرنے والے یا لمبی اُمیدیں رکھنے والے یا حاکم و سلطان خواہ کوئی بھی ہو کس قدر جلد اس کے پاس آجاتی ہے۔

موت بذاتِ خود ایک واعظ ہے جو دنیا سے نفرت کی دعوت دیتی ہے۔ آخرت کی طرف بدرجہ اتم مائل کرتی ہے۔ ہم موت کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور موت کے بعد والے شر سے بھی اور قبل الموت و بعد الموت کی خیر و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

خبردار! کہ تو قول و فعل سے دنیا کی ادنیٰ سی بھی چیز مت طلب کر، اس سے ڈرتے ہوئے کہ دنیا کہیں تیری آخرت کو نہ برباد کر دے۔ کہ تو بذاتِ خود اپنے کو دیندار سمجھ رہا ہو اور حق جل مجدہ تجھ سے ناراض ہو۔ اس بات کا یقین دل میں جما لو کہ تقدیر میں جو رزق تیرا لکھا ہوا ہوگا وہ ہر حال میں تجھ کو مل کر رہے گا اور تیری دنیا تجھ تک خواہ تو کتنی ہی کوشش کر لے بغیر اضافہ کے، جس میں نہ تیری طاقت کا دخل ہے نہ قوت ہے، پوری پوری ملے گی۔ اگر تو کوئی کوشش نہ کرے تو تیرے ضعف سے کم بھی نہیں ہوگی۔ اگر حق جل مجدہ فقر و تنگی کے ساتھ تجھے آزمائے تو دیکھ عفت و عفاف کا دامن نہ چھوڑنا۔ (یعنی سوال سے بچنا۔ اور برضاء رب سرِ تسلیم خم کر دینا (کہ یہی عبودیت ہے)۔ اور عظیم نعمت اسلام جو حق جل مجدہ نے دی ہے اس پر نگاہ رکھنا کہ دنیا کی ہر نعمت بمقابلہ اسلام ہیچ ہے۔ اس لیے کہ دنیا کی جو نعمت تم سے لے کر اسلام سے نوازا گیا وہ سونا چاندی اور فانی دنیا کی ہر نعمت سے اعلیٰ ہے۔

ایک اصول یاد رکھو کہ وہ بندۂ مومن جو رضوانِ الٰہی، خلد بریں کا راہی ہو اس کو بلاء و مصیبت، فقر و فاقہ، تنگدستی ادنیٰ درجہ میں بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔ اور جو شخص غضبِ الٰہی اور جہنم کے کاموں میں مشغول ہو، ساتھ اس کو دنیا کی خواہ کتنی ہی نعمت و رخاء اس کے پاس کیوں نہ ہو کچھ بھی سودمند نہیں ہوسکتی۔ اہلِ جنت دنیا میں کتنی تکلیف اُٹھا چکے ہوں مگر وہاں اس گزری ہوئی زندگی کے آلام کا احساس بھی نہیں ہوگا۔ اہلِ جہنم دنیا میں جس قدر نعمت کا لطف لے چکے ہوں وہاں آتشِ جہنم میں بھول جائیں گے۔ غرض، دنیا کی نعمت والی زندگی ہو یا آلام و مصائب کی، وہاں سب ہی ذہن سے نکل جائے گی۔ (بایں معنی کہ اہلِ جنت کو بھول کر بھی دنیاوی تکلیف یاد نہ آئے گی اور اہلِ جہنم کو نہ ہی دنیاوی نعمت سے خوشی۔)

دیکھو! جلدی یا آرام کے ساتھ ہر شخص رواں دواں ہے اور زندگی کے لمحات بیت رہے ہیں، اجل ختم ہورہی ہے۔ تم کو ویران زمین میں دفن کردیں گے اور پھر وہاں تم کو بغیر آرام دہ بستر اور تکیہ کے لوگ چھوڑ آئیں گے۔ دوست بھی جدائی اختیار کرلیں گے۔ تمام رشتہ داریاں توڑ لی جائیں گی اور تیرا ٹھکانا وہی مٹی کا گھر ہوگا۔ ایک اِدھر سے جدائی، اُدھر تو حساب و کتاب کے لیے کھڑا ہوگا، اپنے اعمال میں گرفتار ہوگا۔ تو بذاتِ خود فقیر ہوگا اور تیرے عیال جن کے لیے مال چھوڑ کر جارہا ہے، غنی و مالدار ہوں گے کیونکہ جو اپنے لیے بھیجے ہوئے ہوگا تو آج مالدار ہوگا جبکہ تو نے اپنے لیے فقر کو ترجیح دی اور پیچھے والوں کو مالدار بنادیا۔ لہٰذا موت کے آنے سے پہلے اللہ سے ڈر کر رہو۔ تقویٰ اختیار کرو۔

اور اللہ کی قسم! جو کچھ کہ میں نے تم کو کہا ہے اس سلسلے میں سب سے زیادہ گنہگار میں خود ہوں۔ تمہارے گناہوں سے زیادہ گناہ میرے خود کے ہیں۔ لہٰذا میں حق جل مجدہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اسی سے توبہ کی درخواست کرتا ہوں۔ (الحلیہ، ج:۵، ص:۲۷۸)

اپنی اولاد کے متعلق وصیت:

مُسلمۃ بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز کے پاس ان کی مرض الوفات میں داخل ہوئے اور عرض کیا کہ: امیر المؤمنین! آپ نے ہمیشہ اپنی اولاد کا منہ اس مال و دولت سے خشک رکھا اور ان کو ایسی حالت میں چھوڑے جارہے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ کاش! آپ اُن

کے متعلق مجھے یا اپنے خاندان کے کسی اور شخص کو کچھ وصیت کرتے جاتے۔ یہ سن کر فرمایا: مجھے ٹیک لگا کر بٹھا دو۔ پھر فرمایا: تمہارا یہ کہنا کہ اس مال سے میں نے ہمیشہ اپنی اولاد کا منہ خشک رکھا۔تو اللہ کی قسم! میں نے ان کا کوئی حق تلف نہیں کیا۔البتہ جس میں ان کا حق نہیں تھا وہ ان کو نہیں دیا۔تمہارا یہ کہنا کہ میں تم کو یا کسی اور اہلِ خاندان کو وصیت کرتا جاؤں۔تو اس معاملہ میں میرا وصی اور ولی صرف حق جل مجدہ ہے جو صلحاء کا والی ہوتا ہے۔میرے لڑکے اگر اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی سبیل نکال دے گا اور اگر وہ گناہ میں مبتلا ہوں گے تو میں ان کو مال دے کر گناہ کرنے کے لیے قوی بناؤں گا۔

اس کے بعد لڑکوں کو بلا کر ان سے باچشمِ نم فرمایا: میری جان تم پر قربان جس کو میں نے خالی ہاتھ چھوڑا ہے۔لیکن اللہ کا شکر ہے کہ میں نے تم کو اچھی حالت میں چھوڑا۔میرے بچو! تم کسی ایسے عرب اور ذمی سے نہ ملو گے جس کا تم پر حق ہو۔ بچو! دو باتوں میں سے ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں تھی: ایک یہ کہ تم دولت مند ہو جاؤ اور تمہارا باپ دوزخ میں جائے۔ دوسرے یہ کہ تم محتاج رہو اور تمہارا باپ جنت میں داخل ہو۔ان دونوں میں اس کو یہ زیادہ پسند تھا کہ تم محتاج رہو اور وہ جنت میں جائے۔ اچھا اب جاؤ۔ اللہ تم کو حفظ و امان میں رکھے۔ (الحلیہ، ج:۵،ص:۳۳۳۔سیرت عبدالعزیز، :۵۳۔سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص:۳۷۶)

آخری وصیتیں اور وفات:

بعض لوگوں نے عرض کیا: آپ مدینہ منتقل ہو جائیے اور روضۂ نبوی میں جو چوتھی جگہ خالی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ، عمرؓ کے ساتھ دفن ہوں۔ یہ سن کر فرمایا: اللہ کی قسم! آگ کے سوا اگر اللہ مجھے ہر قسم کے عذاب دے تو میں اُنھیں بخوشی منظور کر لوں گا لیکن یہ گوارا نہیں کہ اللہ کو یہ معلوم ہو کہ میں اپنے کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کے قابل سمجھتا ہوں۔

(طبقات ابن سعد، ج:۵،ص:۲۸۳۔الحلیہ، ج:۵،ص:۳۳۵)

اُس کے بعد ایک ذمی سے قبر کے لیے زمین خریدی۔ اس نے قیمت لینے میں عذر کیا اور کہا یہ میرے لیے خیر و برکت کا باعث ہے کہ آپ میری مملوکہ زمین میں دفن ہوں لیکن آپ نے اسے منظور نہ کیا اور باصرار قیمت حوالہ کی۔ (سیرت عبدالعزیز،ص:۲۳۶)

پھر کفن اور دفن کے متعلق ضروری وصیتیں کیں اور آنحضرت ﷺ کے ناخن اور موئے مبارک منگا کر انھیں کفن میں رکھنے کی ہدایت کی۔ (ابن سعد، ج: ۵، ص: ۲۷۸)

حلیہ کی ایک روایت میں ہے کہ: آپ نے بٹھانے کو کہا تو آپ کو بٹھادیا گیا۔ آپ یوں کہہ رہے تھے: 'اَنَا الَّذِیْ اَمَرْتَنِیْ فَقَصَّرْتُ'۔ میں ہی وہ ہوں جس کو حکم دیا گیا مگر اس میں کوتاہی کی۔ 'وَ نَهَيْتَنِيْ فَعَصَيْتُ'۔ تو نے منع کیا مگر میں باز نہ آیا۔ 'وَ لٰكِنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'۔ مگر اللہ تو صرف ایک اور اکیلا معبود برحق ہے۔

پھر آپ نظر اُٹھا کر دیکھنے لگے اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے۔ تو عرض کیا گیا کہ آپ بغور کیا دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ایسی مخلوق کو دیکھ رہا ہوں جو نہ تو انسان ہیں نہ جنات۔ پھر آپ کی روح پرواز کرگئی۔ مگر صحیح یہ ہے کہ دم آخر آپ کے زبان پر آیت ذیل جاری تھی:

﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا وَّ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾۔ (سورۂ قصص، آیت: ۸۳)

یہ عالم آخرت ہم اُنہی لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔

اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر انتالیس یا چالیس سال تھی۔ دیر سمعان میں آپ کو دفن کیا گیا۔ رجب کا مہینہ، ۱۰۱ھ تھا۔

حضرت اعمش (سلیمان بن مہرام) کی وصیت

خلیفہ ہشام نے لکھا آپ عثمانؓ کے فضائل اور علیؓ کے نقائص لکھ بھیجیے۔ آپ نے یہ خط بکری کو کھلا دیا اور حاملِ رقعہ کے اصرار پر جواب لکھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد! اگر عثمانؓ کی ذات ساری دنیا کی خوبیوں کی مالک ہو تو بھی تیری ذات کو کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا اور اگر علیؓ کی ذات میں دنیا بھر کی برائیاں مجتمع ہوں تو اس سے تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تم کو صرف اپنے نفس کی خبر رکھنی چاہیے۔ (شذرات الذہب، ج:۱، ص:۲۲۱)

وفات کے وقت آپ نے وصیت کی: جب میں مَر جاؤں تو کسی کو میری موت کی اطلاع نہ دی جائے اور مجھ کو میرے رب کے پاس لے جا کر لحد میں پھینک دیا جائے۔ میں اس سے بھی فروتر اور حقیر ہوں کہ لوگ میرے جنازہ میں شریک ہوں۔

(طبقاتِ کبریٰ امام شعرانی، ج:۱، ص:۳۸ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۳، ص:۴۸)

امام عبدالرحمٰن یعنی ابوعمرو بن عمرو اوزاعیؒ

ابوعمرو الاوزاعی جلیل القدر تبع تابعی ہیں۔ آپ قلیل الکلام، حق گوئی میں مشہور تھے۔ کسی بھی ظالم و جابر کے سامنے امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے باز نہیں آتے۔ آپ کا مشہور خواب یوسف بن موسی القطان نقل کرتے ہیں کہ آپ نے حق جل مجدہ کو منام میں دیکھا۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! تم ہی لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: بِفَضْلِکَ یَا رَبِّ۔ تیرے ہی فضل سے اے پروردگار۔ اے اللہ! اسلام پر خاتمہ کیجئے گا۔ حق جل مجدہ نے فرمایا: وَ عَلَی السُّنَّةِ۔ اور ملت محمد ﷺ کے طریقہ پر۔

آپ نے ایک موقع پر وصیت فرمائی:

اپنے نفس کو سنتِ رسول کا عادی بناؤ۔ سلف و صالح کے طریقوں پر گامزن رہ جس سے تو وہی سعادتیں حاصل کرلے گا جو انھوں نے کیں۔ ایمان میں استقامت بغیر قول کے نہیں آتی (یعنی لا الہ الا اللہ) اور قول میں استقامت عمل سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ ایمان، قول، عمل میں رسوخ و استحکام بغیر خلوص نیت جو موافق سنت ہو، نہیں ہو پاتی۔ دیکھو! تمہارے اسلاف و اکابر ایمان و اعمال میں تفریق نہیں کرتے تھے کہ اعمال دلیل ایمان ہے اور ایمان کا ظہور اعمال سے ہے۔ لفظ ایمان جامع ہے تمام تر باقیات و صالحات کا جس طرح کہ مذہب اسلام یا ملت محمد (ﷺ) جامع ہے تمام ادیان کا۔ جس کی تصدیق عمل ہی سے تو ہوتی ہے لہٰذا جو زبان سے اقرار، قلب سے معرفت، عمل سے تصدیق کرلے تو یہی لوگ ہیں جن کے متعلق آیا ہے ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۵۶)

تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں (ہوسکتی)۔

اور جو زبان سے پڑھ لے، قلب میں معرفت نہیں، عمل سے تصدیق نہیں، اس سے کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں ایسے ہی لوگ خسارے میں ہوں گے۔

(الحلیہ، ج:٦،ص:١٤٣)

امام اوزاعی نے وقت کے جابر و ظالم خلیفہ منصور کو جو ناصحانہ خطوط لکھے ہیں ہم بعینہٖ سیر الصحابہ سے پیش کررہے ہیں جن سے آپ اندازہ لگائیں کہ ایک عالم حق گو کی کیا ذمہ داری ہوتی ہے اور وہ اس کو کس خوبی کے ساتھ ادا کررہے ہیں۔

امام اوزاعی کی وفات بڑے دردناک طریقے سے ہوئی۔ آپ بیروت کے قیام میں ایک روز حمام میں غسل کے لیے گئے۔ صاحبِ حمام لاعلمی میں باہر سے دروازہ بند کرکے کہیں چلا گیا۔ اندر آگ جل رہی تھی اور باہر سے ہوا جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس لیے اسی حالت میں وہ جاں بحق ہوگئے۔ جب صاحب حمام واپس آیا اور اس نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ آپ کا داہنا ہاتھ سر کے نیچے ہے اور قبلہ رو فرش زمین پر مُردہ پڑے ہیں۔ یہ حادثۂ عظمیٰ صفر یا ربیع الاول ١٥٧ھ میں پیش آیا۔ آپ کو بیروت کے باہر مقام خنتوس میں سپردِ خاک کیا گیا۔

(سیر الصحابہ، ج:١٤،ص:٢٧٠)

منصور کو ناصحانہ خطوط

خلفائے عباسیہ میں منصور حد درجہ خود رائے، جابر اور متشدد واقع ہوا تھا۔ اسی نے عہدۂ قضا نہ قبول کرنے پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کوڑے لگوائے اور قید کردیا۔ اسی نے طلاقِ مکرہ میں اس کی مرضی کے خلاف فتویٰ دینے پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو سر بازار رسوا کیا اور ان کا ایک ہاتھ بازو سمیت اکھڑوالیا۔ اسی نے سفیان ثوریؒ جیسے برگزیدہ بزرگ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ یہ سب واقعات امام اوزاعیؒ کے سامنے تھے، مگر اس کے باوجود وہ حق گوئی و بیباکی سے باز نہیں رہے۔ منصور اپنی خودرائی اور جبر و استبداد کے باوجود غالبًا اپنی سیہ کاری کو چھپانے کے لیے اس بات کا خواہش مند رہتا تھا کہ امام اوزاعیؒ اس کے دربار میں آکر اسے نیک مشورے دیں، مگر امام اوزاعیؒ بغیر طلب کے نہ کبھی دربار میں آتے، اور نہ بغیر کسی شدید ملّی ضرورت کے کوئی تحریر لکھی۔ پہلی بار منصور جب شام آیا اور امام اوزاعیؒ سے ملاقات ہوئی تو

انھوں نے اس کو بہت سی نصیحتیں کیں، جب واپس ہونے لگے، تو انھوں نے منصور سے کہا کہ مجھے سیاہ لباس پہننے سے معاف رکھا جائے۔ اس نے اجازت دیدی۔ جب وہ دربار سے رخصت ہوگئے، تو اپنے ندیم خاص ربیع کو ان کے پاس بھیجا، اور کہا کہ میرا نام ظاہر نہ کرنا بلکہ اپنی طرف سے دریافت کرنا کہ سیاہ لباس وہ کیوں ناپسند کرتے ہیں۔ ربیع کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ سیاہ لباس نہ تو احرام میں استعمال کیا جاتا ہے، نہ تجہیز و تکفین میں اور نہ شادی کے موقع پر تو پھر اس کی کیا ضرورت ہے۔

ایک بار منصور نے ان کو ایک خط لکھا اور یہ آرزو کی کہ کوئی خیر خواہانہ مشورہ دیجئے۔ اس کے جواب میں انھوں نے نہایت مختصر اور بلیغ خط لکھا۔ اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

اَمَّا بَعْدُ ! فَعَلَيْكَ يَـا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِتَقْوَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ تَوَاضُعٍ يَرْفَعُكَ اللّٰـهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ يَضَعُ الْمُتَكَبِّرِيْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اعْلَمْ اَنَّ قَرَابَتَكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَنْ تَزِيْدَ حَقَّ اللّٰهِ اِلَّا وُجُوْبًا۔

امیر المومنین! آپ اپنے اوپر اللہ کا تقویٰ لازم کرلیجیے اور تواضع اختیار کیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس دن بلند کرے گا جس دن ان متکبرین کو جو ناحق زمین پر بڑے بنتے ہیں، ذلیل کرائے گا اور اچھی طرح غور کرلیجیے کہ آنحضرت ﷺ سے آپ کی قرابت اللہ کے یہاں حق سے زیادہ آپ کو کچھ نہ دلائے گی۔

اس خط میں امام اوزاعیؒ نے منصور کو اس کی تین کمزوریوں کی طرف توجہ دلائی ہے، جنھوں نے اس کو حد درجہ مستبد بنادیا تھا، یعنی اللہ کے خوف کی کمی، حکومت کا غرور اور نسلی شرف۔ اگر کوئی اہم دینی یا ملّی ضرورت پیش آجاتی تھی تو بغیر طلب بھی اس کو خط لکھ کر اس کی طرف متوجہ کرتے تھے۔

ابراہیم بن علی اور محمد بن حسن نے منصور کے خلاف جب علمِ بغاوت اُٹھایا تو منصور نے سرحدی مسلمانوں سے بھی مدد مانگی، انھوں نے مدد نہیں دی۔ چونکہ وہ رومی حکومت کے بالکل زد میں تھے (غالبًا حکومت نے منصور کی خفگی سے فائدہ اُٹھا کر) انھوں نے بہت سے سرحدی مسلمانوں کو قید کرلیا، اور منصور کے پاس لکھا کہ اگر آپ چاہیں تو فدیہ دے کر مسلمان قیدیوں کو

چھڑا سکتے ہیں، منصور چونکہ ان سے ناخوش تھا اس لیے اس نے انکار کر دیا۔ امام اوزاعیؒ کو جب اس کی اطلاع ہوئی کہ ہزار مسلمان رومیوں کے ہاتھ قید و بند کی مصیبت جھیل رہے ہیں، اور منصور کو رہا کرنے کی کوئی فکر نہیں ہے، تو انھوں نے ایک لمبا سخت خط لکھا جس میں منصور کی ذمہ داری کا ذکر کر کے مسلمان قیدیوں کی رہائی کی طرف توجہ دلائی، اس خط کا ترجمہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

امابعد! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس امت کا ذمہ دار اور نگہبان اس لیے بنایا ہے کہ آپ اس میں انصاف قائم کریں، اور مسلمانوں کے ساتھ محبت اور شفقت میں نبی ﷺ کی سنت سے مشابہت پیدا کریں، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مسلمانوں پر اس وقت جو مصیبت آئی ہے، اس میں وہ آپ کو اطمینان نصیب کرے اور ان پر رحم کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اس سال کی ابتدا میں (رومی) مشرکین کو جو غلبہ ہوا ہے، اس میں انھوں نے مسلمانوں کے گھروں کو روند ڈالا ہے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو، ان کے گھروں اور قلعوں سے نکال کر ذلیل کیا ہے، یہ سب بندوں کے گناہوں کا نتیجہ ہے، اگرچہ اللہ نے ان کے گناہوں کو بہت کچھ معاف کر دیا ہے (ورنہ اور بڑی مصیبت آتی) تو بندوں کے گناہوں ہی کا نتیجہ ہے کہ عورتیں اور بچے اپنے گھروں اور پناہ گاہوں سے اس طرح نکالے گئے کہ ان کا کوئی مددگار رہے، اور نہ ان کی طرف سے کوئی مدافعت کرنے والا ہے۔ عورتوں کی بےبسی کا حال یہ ہے کہ ان کے سر اور پیر ننگے ہیں، اور یہ سب ہمارے دیکھتے اور سنتے ہو رہا ہے، اور جس وقت اللہ تعالیٰ اپنی اور ان کی عزت کی تخلیق پر نگاہ ڈالے گا، تو امیر المومنین اس بارے میں آپ کو اللہ سے ڈرنا چاہیے، اور ان کا فدیہ دے کر اللہ کے غضب سے بچنے کا کوئی راستہ ڈھونڈنا چاہیے اور اس کی حجت سے کوئی مفر تلاش کرنا چاہیے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے کہا ہے کہ ''تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستہ میں لڑتے نہیں اور کمزور مرد، عورتیں، بچے اس بستی سے نکلنے کی دعا کرتے ہیں''۔ مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی پہنچا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''اگر نماز میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اس کو مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں پریشان نہ ہو''، ان احکام کی موجودگی میں امیر المومنین مسلمانوں کو ان کے دشمنوں کے ہاتھ میں چھوڑ دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے، کہ وہ ان کو

تکلیف دیں اور ان کی بے حرمتی کریں۔ آپ اللہ کے راعی ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کے اوپر راعی ہے۔ وہ آپ سے اس دن اس ذمہ داری کا پورا پورا حق چاہے گا، اس نے کہا کہ ”اور (وہاں) قیامت کے روز ہم میزانِ عدل قائم کریں گے (اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے)، سوکسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کردیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔“

اہلِ تذکرہ بیان کرتے ہیں کہ اس خط کا یہ اثر ہوا کہ اس نے فوراً فدیہ دے کر مسلمانوں کو رہا کر لینے کا حکم دیا۔ ”فَلَمَّا وَصَلَ کِتَابَهٗ اَمَرَ بِالْفِدَاءِ“۔جس وقت یہ خط پہنچا اسی وقت اس نے فدیہ دے کر مسلمانوں کو چھڑا لینے کا حکم دیا۔

اس خط کی اہمیت کا پورا اندازہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب منصور کی مستبدانہ روش کو بھی نگاہ میں رکھا جائے۔

غیر مسلم رعایا کے ساتھ عدل کی تاکید

ان کا یہ طرزِ عمل صرف مسلمانوں ہی کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ غیر مسلموں پر بھی وہ اسی طرح شفیق و رحیم رہتے تھے، اس سلسلے میں امیر شکیب ارسلاں کا بیان ملاحظہ ہو۔

امام اوزاعیؒ ضروری سمجھتے تھے کہ اسلام نے انسان کو جو بنیادی حقوق دیے ہیں، وہ ان کو دین و مذہب کی تفریق کے بغیر دیے جائیں۔ چنانچہ امیر صالح بن علی نے جب جبل لبنان کے نصاریٰ پر ظلم کیا تو انھوں نے سخت نکیر کی اور اس کو خط لکھا، وہ اس آیت قرآنی پر عامل تھے:

﴿لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَئَانُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۸)

اور کسی خاص گروہ کی عداوت تم کو اس پر باعث نہ ہوجائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو۔

اسی طرح جب اہلِ قبرص کا معاملہ پیش ہوا تو اس میں بھی مداخلت کی، غرض یہ کہ ان کی روش سے صاف طور پر معلوم ہوتا تھا کہ اسلام عدل و انصاف اور انسانی حقوق کی حفاظت کرنے والا دین ہے اور ظلم و تعدی سے اس کو نفرت ہے۔

ایک بار منصور نے ان کو بلا بھیجا۔ دور سے آنا تھا، اس لیے دیر ہوگئی۔ دربار میں پہنچے، تو منصور نے کہا میں دیر سے منتظر تھا۔ آپ نے اس کا تو کوئی جواب نہیں دیا لیکن یہ پوچھا کہ آپ

نے کس لیے یاد کیا ہے۔ بولا کچھ اخذ و استفادہ کرنا چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا: میں تیار ہوں مگر اس شرط کے ساتھ کہ میں جو کچھ کہوں اسے آپ بھول نہ جائیں۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کے ارشادات کو بھلا دوں، جبکہ میں نے خود ہی اس کے لیے آپ کو تکلیف دی ہے۔

فرمایا: ہاں! اس کو آپ سن لیں گے مگر اس پر عمل نہ کریں گے۔ ان کا یہ اندازِ گفتگو منصور کے حاجب ربیع کو برا معلوم ہوا۔ اور ان کو تنبیہ کرنی چاہی، مگر منصور نے اس گستاخی سے یہ کہہ کر اسے روک دیا کہ تم کو معلوم نہیں ہے، کہ یہ درس و افادہ کی مجلس ہے، شاہی دربار نہیں۔ جب امام اوزاعیؒ کو پورا اندازہ ہوگیا کہ منصور میں اس وقت جذبۂ نصیحت پذیری موجود ہے، اور ان کی باتوں کو بڑی توجہ سے سن رہا ہے، تو اس کے سامنے چند احادیث نبوی بیان کیں۔ پہلی حدیث مکحول کے واسطے سے یہ بیان کی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی بندے کو اللہ تعالیٰ کے دین کی کوئی بات معلوم ہوتی ہے اور وہ اس کو قبول کر کے اس کی قدر کرتا ہے تو اس کے لیے وہ اللہ کی ایک نعمت ہوتی ہے جو خاص طور پر اس کے لیے بھیجی گئی ہے، اور اگر وہ اُٹھ کر اس کی ناقدری کرتا ہے تو اس کے اوپر وہ ایک حجت ہوتی ہے، اور اس ناقدری کی وجہ سے وہ اپنے گناہوں میں بھی اضافہ کر لیتا ہے اور حق جل مجدہ کا غضب بھی بڑھ جاتا ہے۔

یہ حدیث سنانے کا مقصد یہ تھا کہ جو باتیں میں کہوں اس کی قدر دانی تمہارے لیے مفید ہوگی اور اگر ناقدری کرو گے تو دنیا و آخرت دونوں جگہ تم نقصان اُٹھاؤ گے۔

پھر دوسری حدیث یہ سنائی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو حاکم رعیّت پر ظلم و زیادتی کر کے چین کی نیند سوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اوپر جنت حرام کر دے گا۔

یہ حدیث سنانے کے بعد آپ نے ایک لمبی تقریر کی جس کا ایک ایک جملہ حرز جان بنانے کے قابل ہے، عام فائدہ کے لیے ہم یہاں چند جملے نقل کرتے ہیں؛

''امیر المومنین! جس نے حق بات کو ناپسند کیا اس نے اللہ کو ناپسند کیا۔ اس لیے کہ اللہ سراسر حق ہے۔ ھو الحق المبین۔ امیر المومنین! جس چیز نے لوگوں کے دلوں کو آپ کی طرف مائل کیا اور انھوں نے آپ کو اپنا حاکم بنایا وہ رسول اللہ ﷺ کی قرابتِ نسبی تھی، اور رسول

اللہ ﷺ اُمت کے لیے نہایت ہی مہربان، رحیم، ہمدرد اور غم خوار تھے، آپ کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ لوگوں پر حق (اللہ کا حق ہو یا بندوں کا) نافذ کریں۔ ان کے درمیان انصاف کریں۔ ان کی غلطیوں سے چشم پوشی کریں (اس بات پر اس ماحول کو سامنے رکھ کر غور کرنا چاہیے، جس میں ادنیٰ سی غلطی پر گردن زدنی کا حکم ہو جایا کرتا تھا) ان کے اوپر اپنا دروازہ کھلا رکھیں، یہ نہ ہو کہ آپ کے دروازہ پر پہرہ دار بیٹھے رہیں اور لوگ آپ تک نہ پہنچ سکیں۔ آپ کو عوام کی خوشحالی سے مسرت ہو، اور ان کی بدحالی سے رنج، آپ کے زیر حکومت عرب و عجم، مسلم و کافر سبھی ہیں، ان میں سے ہر ایک کا یہ حق ہے کہ آپ ان کے ساتھ انصاف کریں، پھر سوچیے کہ یہاں گروہ در گروہ ایسے لوگ ہیں جنھیں آپ سے کوئی نہ کوئی شکایت ہے اور ان پر کوئی نہ کوئی ظلم آپ کی طرف سے ہوا ہے۔

امیر المومنین! مکحول سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی رہا کرتی تھی، جس پر آپ ٹیک لگا کر چلا کرتے تھے اور ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے منافقین پر ایک رعب بھی طاری رہتا تھا، چنانچہ ایک دن حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ ''اے محمد! کیا یہی چھڑی ہے جس سے آپ اپنی امت کا سر کچلتے اور خوف زدہ کرتے ہیں؟''...... آپ سوچیے کہ اس شخص کا اللہ کے یہاں کیا حال ہوگا جس نے لوگوں کے چہرے خون آلود کیے، ان کا خون بہایا، ان کی بستیاں اُجاڑ دیں، ان کو جلا وطن کیا، اور ان پر رعب جمایا۔

امیر المومنین! اپنے نفس کو اپنے فائدہ ہی کے لیے راضی کر لیجیے اور اس کے لیے اپنے رب سے امان حاصل کیجیے۔

امیر المومنین! اگر حکومت و سلطنت آپ سے پہلے گذرنے والوں کے ساتھ رہنے والی ہوتی، تو وہ آپ تک نہ پہنچتی۔ اور یہ آپ کے پاس بھی باقی نہیں رہے گی، جس طرح دوسروں کے پاس باقی نہیں رہی۔ آپ نے اس آیت ﴿لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّ لَا كَبِيرَةً﴾ (نہ کوئی چھوٹا گیا چھوٹا نہ بڑا گناہ۔ سورۂ کہف، آیت: ۴۹) کی تفسیر اپنے نانا ﷺ کی زبانی سنی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ صغیرہ سے مراد تبسم اور کبیرہ سے مراد ضحک یعنی کھل کر ہنسنا ہے، تو پھر کیا وہ مظالم اللہ تعالیٰ کے یہاں لکھے ہوئے نہ ہوں گے، اور ان کا بدلہ نہ ملے گا، جو آپ کے ہاتھوں اور زبان

کے ذریعے ہوئے ہیں۔

امیر المومنین! حضرت عمرؓ کو کتنا احساسِ ذمہ داری تھا، اس بارے میں یہ روایت مجھے ملی ہے، فرمایا: ”لَوْ مَاتَتْ سَخْلَةٌ عَلٰی شَاطِیءِ الْفُرَاتِ لَخَشِیْتُ اَنْ اُسْئَلَ عَنْهَا“۔ اگر ایک بکری کا بچہ (بغیر میری دیکھ بھال کے) فرات کے کنارے مَر جائے، تو مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے اس کی باز پرس ہوگی۔

تو پھر اس کے بارے میں آپ سے کتنی زبردست باز پرس ہوگی، جو آپ کے سامنے آپ کے عدل سے محروم رہا، امیر المؤمنین! اس آیت ﴿ یٰـا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰاکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی ﴾ (اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا۔ سورۂ ص، آیت: ۲۶) کی تفسیر آپ کے دادا (آنحضرتؐ) نے کیا فرمائی، یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اے داؤد! اگر تمہارے سامنے دو آدمی فیصلہ کرانے کے لیے آئیں اور ایک کی طرف تمہارا میلان ہو اور اس سے تمھیں محبت ہو تو تمہارے دل میں یہ خیال نہ ہو کہ کاش اسی کے موافق فیصلہ ہو اور وہ اپنے فریق کے مقابلے میں کامیاب ہو۔ اگر ایسا کروگے، تو میں نبوت کی ذمہ داری تم سے واپس لے لوں گا، ظاہر ہے کہ اس کے بعد نہ تمہاری خلیفۃ الارض کی حیثیت باقی رہے گی اور نہ کوئی دوسرا شرف (کیونکہ یہ سب نبوت کے طفیل میں ہے) اے داؤد! میں نے جن بندوں کو لوگوں کے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے، ان کو ان کا اسی طرح گلہ بان ہونا چاہیے، جس طرح اونٹ کے گلہ بان ان کی گلہ بانی کرتے ہیں، ان کے علم کا تعلق دیکھ بھال اور نگرانی سے ہے۔ اور ان کی نرمی کا تعلق حکمرانی سے ہے، تاکہ شکستہ دلوں کے زخم پر پھایا رکھیں اور مجبوروں اور ناتوانوں کی ضروریات پوری کریں۔

امیر المومنین! آپ پر ایک ایسی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، کہ اگر وہ آسمان و زمین اور پہاڑوں پر ڈالی جاتی تو وہ اس کو اٹھانے سے انکار کردیتے، مجھ سے یزید بن یزید فقیہِ شام نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو زکوٰۃ کی وصولی پر مقرر کیا، کچھ دنوں کے بعد دیکھا کہ وہ گھر پر موجود ہے، آپ نے پوچھا کہ کیا چیز مانع ہوئی، کہ تم وصولی پر گئے نہیں، تم کو معلوم

نہیں کہ تم کو اس کام کا اجر جہاد کے برابر ملے گا، اس نے کہا ایسا نہیں ہے، آپ نے فرمایا کیوں؟ اس نے کہا مجھے یہ حدیثِ نبویؐ پہنچی ہے، کہ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر والی اور حاکم بلایا جائے گا۔ اور اس کو آگ کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ جس کی وجہ سے اس کے جسم کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، اس کے بعد پھر وہ واپس لایا جائے گا۔ اور اس سے حساب کتاب ہوگا۔ اگر اس نے اپنی ذمہ داری بخوبی انجام دی ہے تو بچ جائے گا ورنہ پھر وہ پل اس کو جہنم میں پہنچا دے گا۔

حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ یہ روایت کس نے بیان کی ہے، اس نے کہا، ابوذر اور سلمان نے، آپ نے ان دونوں صاحبوں سے اس روایت کے بارے میں دریافت کرایا، انھوں نے کہا کہ ہم نے یہ روایت آنحضرت ﷺ سے سنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ روایت سن کر ایک سرد آہ کھینچی، اور فرمایا کہ افسوس عمر کو بھی اس سے گذرنا ہوگا۔

امام اوزاعیؒ کی اس تقریر کا منصور پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ منہ پر رومال ڈال کر زور زور سے رونے لگا۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے گریۂ بے اختیار نے مجھے بھی رُلا دیا۔ جب اس کے آنسو کچھ تھمے تو امام اوزاعیؒ نے پھر اپنی تقریر شروع کی، فرمایا۔

امیر المومنین! آپ کے دادا حضرت عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے مکہ اور طائف کی امارت کی خواہش کی تو آپؐ نے فرمایا کہ اے میرے چچا! امارت جس کا حق ادا نہ کیا جائے اس سے الگ تھلگ رہنا زیادہ بہتر ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ان سے جو محبت اور تعلق خاطر تھا اسی کی بناء پر انھوں نے ان کو امارت سے دور رہنے کا مشورہ دیا۔ اس لیے کہ آپ اللہ کے یہاں اس کے وبال سے ان کو بچا نہیں سکتے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ تو آپ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ، اپنی پھوپھی، اپنی صاحبزادی حضرت صفیہؓ اور حضرت فاطمہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: اِنِّیْ لَسْتُ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا، اَلَا لِیْ عَمَلِیْ وَ لَکُمْ عَمَلُکُمْ۔ میں اللہ کے یہاں تم کو بچا نہ سکوں گا، ہوشیار کہ میرے لیے میرا عمل ہے اور تمہارے لیے تمہارا عمل۔ (بخاری شریف)

حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے معاملات کی ذمہ داری وہی شخص اُٹھا سکتا ہے، جو

اچھی رائے اور پختہ عقل رکھتا ہو، لوگوں کی دیکھ بھال کرتا ہو، اس سے برائی نہ پیدا ہوتی ہو، وہ بے دینی پر لپکتا نہ ہو۔ اور اللہ کے معاملے میں ملامت گر کی ملامت سے ڈرتا نہ ہو۔ پھر آپ نے فرمایا: حاکم کئی طرح کے ہوتے ہیں؛ ایک تو وہ مضبوط، قوی ارادہ حاکم جو اپنے کو بھی قابو میں رکھے اور اپنے کارندوں کو بھی تو یہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے، جس پر اللہ کی رحمت سایہ افگن رہتی ہے۔ دوسرے وہ کمزور حاکم جو اپنے کو تو قابو رکھتا ہے مگر اس کے عمّال اور کارندے اس کی کمزوری کی وجہ سے نفس پروری میں منہمک ہو جائیں، تو یہ ہلاک و تباہی کے کنارے کھڑا ہوا ہے، بس اللہ ہی اس کو بچا سکتا ہے، تیسرے وہ حاکم جو عمّال پر تو کڑی نگاہ رکھتا ہے، مگر خود نفس کا بندہ ہے، تو یہ اس ظالم چرواہے کی طرح ہے جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے "شَرُّ الرُّعَاءِ اَلْحَطَمَةُ" بدترین چرواہا وہ ہے جو جانوروں پر ظلم کرتا ہے۔

مجھے حضرت عمرؓ کا یہ قول بھی معلوم ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ! اگر تو یہ جانتا ہے کہ اگر دو فریق میرے پاس آئیں اور میں ان میں سے اس شخص کی طرف مائل ہو جاؤں جو حق سے دور ہو، خواہ میرا رشتہ دار ہو یا اجنبی تو مجھے ایک لمحہ کی بھی مہلت نہ دے۔

امیر المومنین! سب سے سخت چیز قیام حق اور اللہ کے یہاں سب سے معزز چیز تقویٰ ہے جو شخص اللہ کی اطاعت کے ذریعہ عزت چاہتا ہے، اللہ اس کو بلندی و عزت دیتا ہے اور جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور عزت کا خواہاں ہوتا ہے، حق جل مجدہ اسے پست اور ذلیل کر دیتا ہے۔ والسلام علیک۔

امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ یہ تقریر کرنے کے بعد میں مجلس سے اُٹھ گیا، منصور نے پوچھا کہ: یہاں سے کہاں جانے کا قصد ہے؟ بولے: وطن! اگر آپ اجازت دیں۔ منصور نے کہا: آپ کو اجازت ہے۔ میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ایسی قیمتی نصیحتیں کیں، میں ان کو انتہائی خوشی سے قبول کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے ان پر عمل کی توفیق دے اور میری مدد کرے۔ ﴿وَ هُوَ حَسْبِیُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ﴾۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ آئندہ بھی اسی طرح اپنی زیارت سے سرفراز کرتے رہیں گے۔ امام اوزاعیؒ یہ کہہ کر رُخصت ہوئے کہ انشاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔ منصور نے حکم دیا کہ آپ کو سفر خرچ دیا جائے، چنانچہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا مگر آپ نے

اسے قبول نہیں کیا اور فرمایا: ”مَا كُنتُ لِأَبِيعَ نَصِيحَتِي بِعَرضٍ عَنِ الدُّنيَا وَ لَا بِكُلِّهَا“ میں اپنی نصیحت کو دنیا کی ایک حقیر متاع کیا پوری دنیا کے بدلہ بھی نہیں بیچ سکتا۔

راوی کا بیان ہے کہ منصور کو چونکہ ان کے طرزِ عمل سے واقفیت تھی، اس لیے ان کے رد کر دینے سے کبیدہ خاطر نہیں ہوا۔

اس نصیحت نامہ کے ایک ایک لفظ سے امام کے خلوص، للّٰہیت اور حق گوئی کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کی للّٰہیت اور خلوص کا نتیجہ تھا کہ منصور جس کے استبداد و جبر کا ایک زمانہ شکار ہو چکا تھا، وہ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، اس میں منصور کی کوئی ایسی کمزوری نہیں ہے جس کا ذکر نہ کیا گیا ہو، مگر جو کسی شخص کی معمولی بات سننا گوارا نہ کرتا ہو، وہ اپنی کمزوریاں اس شخص کی زبان سے سنتا، اور ان کو دور کرنے کا وعدہ کرتا ہے، جس کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ عبّاسیوں کی حکومت کو پسند نہیں کرتا۔

انھوں نے حکومت کے بعض ایسے معاملات میں دخل اندازی کی ہے، جس کی توقع اس زمانہ میں نہیں کی جاسکتی تھی، اوپر فدیہ دے کر مسلمانوں کو رہا کرانے اور لبنان کے عیسائیوں پر ظلم سے باز رکھنے کا ذکر آچکا ہے، وہ غالباً حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا زمانہ واپس لانا چاہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ہوش و حواس کی حالت میں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو دیکھا ہے۔

حضرت طاؤس بن کیسان کی وصیت

حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ بنائے گئے تو ان کو لکھ کر بھیجا: اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے تمام کام اچھے ہوں تو اچھے لوگوں کو عہدیدار بنائیے۔ انھوں نے جواب میں لکھا کہ میری بھلائی کے لیے آپ کی نصیحت کافی ہے۔ (ابن سعد، بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۳،ص:۲۲۸)

حضرت عروہؒ بن زبیرؓ کی وصیت

آپ نوجوانوں کو ترغیب علم کی وصیت فرماتے کہ ہم لوگ بھی ایک زمانہ میں چھوٹے تھے، آج وہ دن آیا کہ ہمارا شمار بڑوں میں ہے۔ تم بھی گو آج کمسن ہو لیکن ایک زمانہ آئے گا

جب بڑے ہوگے، اسلیئے علم حاصل کرکے سردار بن جاؤ کہ لوگوں کو تمہاری احتیاج ہو۔

(سیر الصحابہ، ج:۱۳، ص:۲۸۷)

حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ کی وصیت

مرض الوفات میں کاتب کو بلا کر وصیت لکھنے کو کہا۔ اس نے بغیر بتائے ہوئے لکھ دیا کہ قاسم بن محمد وصیت کرتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ قاسم نے سنا تو کہا کہ اگر آج کے دن سے پہلے ہم نے اس کی شہادت نہیں دی تو کتنے بدقسمت ہیں۔ کفن کے متعلق وصیت کی کہ: میں جن کپڑوں میں نماز پڑھتا ہوں اسی میں کفنایا جاؤں۔ اس میں قمیص، ازار اور چادر وغیرہ کفن کے تمام کپڑے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے نے عرض کیا: آپ اور دو نئے کپڑے پسند نہیں کرتے۔ فرمایا: ابوبکرؓ بھی تین کپڑوں میں کفنائے گئے تھے۔ مُردوں کے مقابلے میں زندوں کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے۔ ان وصایا کے بعد قدید میں انتقال کیا اور اس سے تین میل کے فاصلے پر مقام مشلل میں سپردِ خاک کیے گئے۔ انتقال کے وقت ستر یا بہتر سال کی عمر تھی۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۳، ص: ۴۰۸)

حضرت مغیرہ بن حبیبؒ

مغیرہ بن حبیبؒ میدانِ جہاد کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے فرماتے جارہے تھے: میں دنیا سے نا اُمید ہی تھا کہ اللہ کی قسم اس دنیا کو قرار و ثبات کہاں۔ الٰہی! تیری ذات کی قسم! مجھے تو بس اس لیے دنیا سے محبت تھی کہ رات کی تاریکی میں خاک کے دسترخوان پر اپنی جبین کو رکھ دوں اور تجھ سے مناجات و سرگوشی کروں اور دیدۂ باطن کے ساتھ میرے مولا تیرے سامنے سر تسلیم خم کروں۔ تمام اعضاء و جوارح کو مناسب انداز کے ساتھ ملا کر اندھیری راتوں میں ثواب و راحت کی امید لے کر نیاز مند رہوں۔ تاکہ تیری رضاء و تسلیم کا کوئی حصہ مل جائے۔ اے اللہ! ہمیشہ فراقِ دنیا اور اہلِ دنیا سے مایوس رہا۔ ان کلمات کے ساتھ ہی تلوار کی میان توڑ دی اور میدانِ جہاد میں کود گئے۔ یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

آپ کے جسم کو لوگ اُٹھا کر لا رہے تھے۔ زخم گہرا تھا، راستے میں ہی جاں بحق ہوگئے۔

آپ کی قبر سے دفن کے بعد مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔

اُسی رات خواب میں ایک دوست نے دیکھا۔ پوچھا: ابوفراس (کنیت) آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ آپ نے جواب دیا: خیر بھلائی کا معاملہ کیا گیا۔ پھر پوچھا: آپ کو کہاں لے جایا گیا؟ فرمایا: جنت میں۔ کیوں، کس عمل کے بدلے؟ فرمایا: حسنِ یقین اور تہجد کی طویل رکعات اور گرمی کے دنوں میں روزہ کی وجہ سے پیاس کی شدت کی وجہ سے۔ اے ابوفراس! یہ آپ کی قبر سے جو مشک کی خوشبو آ رہی ہے، یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ شدتِ پیاس اور تلاوتِ قرآن کی خوشبو ہے۔ اے ابوفراس! کچھ وصیت کیجیے۔ فرمایا: دیکھو! رات و دن کی کوئی گھڑی ایسی نہ گزرے جس میں تو اپنے نفس کے لیے بھلائی کا کام نہ کر رہا ہو۔ غرض کوئی بھی دقیقہ غفلت وسہو میں نہ گزرے۔ بیکار ولغو نہ ہونے پائے، اس لیے کہ میں نے ابرار، نیک لوگوں کے خاص گروہ، کو دیکھا ہے کہ نیکی پر نیکی کرتے ہیں کہ 'بِرٌّ عَلَی الْبِرِّ' ابرار بنا دیتی ہے۔

(الحلیہ، ج:٦،ص: ٦٤٨)

عبداللہ بن مبارکؒ کے زرّین اقوال

اہلِ دنیا! دنیا کی سب سے لذیذ ومرغوب چیز سے لطف اندوز ہوئے بغیر یہاں سے رُخصت ہو جاتے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ: سب سے لذیذ چیز کیا ہے؟ فرمایا: معرفتِ الٰہی۔
اگر آدمی سو باتوں میں تقویٰ اور خوفِ الٰہی اختیار کرتا ہے اور ایک بات میں نہیں تو وہ متقی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص سو چیزوں میں پرہیزگاری اختیار کرتا ہے اور ایک چیز میں اسے ترک کر دیتا ہے تو اس کو متورع یعنی پرہیزگار نہیں کہا جا سکتا ہے۔ میں ایک درہم مشتبہ کے استعمال نہ کرنے کو سو درہم صدقہ کرنے کے مقابلہ میں زیادہ پسند کرتا ہوں۔ میں کسی چیز کے تلاش کرنے میں تھکا نہیں بجز ایسے دوست کی تلاش میں جو صرف اللہ کے لیے محبت کرتا ہو۔

گمنامی کو پسند کرو اور شہرت سے دور رہو مگر یہ ظاہر نہ کرو کہ تم گمنامی کو پسند کرتے ہو اس لیے کہ اس سے بھی نفس میں بلندی اور غرور پیدا ہو گا۔

صاحبِ زہد وتقویٰ دنیا میں بھی ایک بادشاہِ وقت سے زیادہ معزز ہوتا ہے۔ کیونکہ

بادشاہ اگر اپنے گرد لوگوں کو جمع کرنا چاہے تو اسے جبر و اکراہ کرنا پڑتا ہے۔ بخلاف خدا رسیدہ آدمی کے، وہ لوگوں سے بھاگتا ہے مگر لوگ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ وہ شخص عالم نہیں ہوسکتا جب تک اس کے دل میں خوفِ الٰہی اور دنیا سے بے رغبتی نہ ہو۔ مالدار و اغنیا کے مقابلے میں خوددار رہنا تواضع ہے۔ شریف وہ ہے جسے اطاعتِ الٰہی کی توفیق ہوئی اور رذیل وہ ہے جس نے بے مقصد زندگی گزار دی۔ ترک الغضب، غصہ نہ کرنا، حسنِ خلق ہے۔

اگر کسی کے اندر محاسن زیادہ ہیں تو اس کے معائب کو سامنے نہ لانا چاہیے۔ اور اگر کسی میں معائب زیادہ ہیں تو محاسن کا کوئی شمار نہیں۔

بہت سے چھوٹے اعمال ہیں جو حسنِ نیت کی وجہ سے بڑے ہوجاتے ہیں اور بہت سے عظیم اعمال ہیں جو سوءِ نیت کی وجہ سے چھوٹے ہوجاتے ہیں۔ علم کے لیے سب سے پہلے نیت و ارادہ، پھر فہم، پھر عمل، پھر حفظ اور اس کے بعد اس کی اشاعت و ترویج کی ضرورت ہے۔

اُمتِ محمدیہؐ کے پانچ طبقے ہیں، جب ان میں فساد اور خرابی پیدا ہوجاتی ہے تو سارا ماحول بگڑ جاتا ہے:

(الف) علماء- انبیاء کے وارث ہیں مگر جب دنیا کی حرص و طمع میں پڑ جائیں تو پھر کس کو اپنا مقتدا بنایا جائے۔

(ب) تجّار- اللہ کے امین ہیں۔ جب یہ خیانت پر اُتر آئیں تو پھر کس کو امین سمجھا جائے۔

(ج) مجاہدین- یہ اللہ کے مہمان ہیں۔ جب یہ مالِ غنیمت کی چوری شروع کریں تو پھر دشمن پر فتح کس کے ذریعہ حاصل کی جائے۔

(د) زہاد- زمین کے اصل بادشاہ ہیں۔ جب یہ لوگ برے ہوجائیں تو پھر کس کی پیروی کی جائے۔

(ھ) حکام- یہ مخلوق کے نگران ہیں، جب یہ گلہ بان ہی بھیڑیا صفت ہوجائے تو گلہ کو کس کے ذریعہ بچایا جائے۔

لوگوں کو حقیر سمجھنا اور عیب نکالنا غرور ہے۔ آدمی یہ سمجھے کہ جو اس کے پاس ہے وہ دوسرے کے پاس نہیں ہے، یہ عُجب اور خود پسندی ہے۔

اپنے نفس کو حق پر جمائے رکھنا، یہاں تک کہ وہ خود اس پر جم جائے سب سے بڑا جہاد ہے۔

"اَلْمُجَاھِدُ مَنْ جَاھَدَ نَفْسَہٗ" - مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے لڑے۔

آپ شام کے علاقے میں جہاد کے لیے تشریف لے گئے تھے، راستہ میں علیل ہو گئے۔ اپنے شاگرد حسن بن ربیع سے کہا کہ جب دیکھو کہ میری زبان سے کلمہ شہادت نکلے تو تم بلند آواز سے دہرانا کہ میں سن لوں۔ جب تم ایسا کرو گے تو یہ کلمہ خود بخود میری زبان پر جاری ہو جائے گا۔ چنانچہ اسی حالت میں اپنے خالق سے جا ملے۔ یہ حادثۂ عظمیٰ ۱۸۱ھ میں مقام مہیت میں پیش آیا۔ وفات کے وقت عمر ۶۳ سال تھی۔ (ماخوذ از سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص: ۳۲۹ تا ۳۳۳)

حضرت مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ

۱- میں پسند کرتا ہوں کہ محزون و غمگین آواز سنوں اس لیے کہ اس سے موت اور آخرت کا تصور سامنے آتا ہے (بخلاف قہقہے اور چہچہے کے سننے سے آدمی کے اندر اللہ سے غفلت پیدا ہوتی ہے)

۲- آدمی کے نفس کا جو بھی تقاضا ہوتا ہے اس کے اوپر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اَلْاِثْمُ مَا حَاکَ فِیْ نَفْسِکَ۔ گناہ وہ ہے جو آدمی کے دل میں کھٹکے۔

آپ کی زبان پر فکرِ آخرت کے اشعار ہوتے تھے، جن کا ترجمہ ہے: زمانہ اس قدر بگڑ گیا ہے کہ اس کی شیرینی بھی تلخ ہو گئی ہے۔ لوگوں سے کوئی اُمید نہ رکھو تو زندگی آزادی سے گزرے گی۔ وہ لذتیں اور آسائشیں جو حرام ذرائع سے کسی کو حاصل ہوں اور جس کے پیچھے گناہ اور ذلت بھی ہو، ان کے نتائج انجام کار برے ہی ہوتے ہیں اور اس لذت و آسائش میں کوئی خوبی اور بھلائی نہیں جس کا نتیجہ دوزخ کی آگ ہو۔

باختلافِ روایت ۱۵۲ یا ۱۵۵ھ میں کوفہ میں وفات ہوئی۔ مرض الموت میں حضرت سفیان ثوریؒ جو خود صاحبِ زہد و تقویٰ تھے، ملنے گئے تو دیکھا کہ مسعر پر گھبراہٹ اور رقت طاری ہے۔ بولے: آپ کے اوپر موت کی گھبراہٹ طاری ہے، حالانکہ میں تو ہر وقت موت کے لیے تیار رہتا ہوں اور اس وقت بھی تیار ہوں۔ مسعر نے حاضرین سے کہا کہ ان کو بٹھاؤ۔ حضرت سفیان بیٹھ گئے اور پھر وہی بات دہرائی۔ مسعر بولے کہ: آپ کو اپنے اعمال پر اعتماد ہے اس لیے آپ مطمئن ہیں۔ مگر میری کیفیت تو یہ ہے کہ میں اپنے کو ایک پہاڑ کی چوٹی پر سمجھتا

ہوں اور نہیں جانتا کہ یہاں سے کس طرح اور کہاں گرایا جاؤں گا۔ یہ پُر درد الفاظ سن کر سفیان کی آنکھیں بھی پُرنم ہوگئیں اور فرمایا کہ آپ مجھ سے بھی زیادہ حق جل مجدہ سے ڈرنے والے ہیں۔ (صفوۃ الصفوۃ، ج:۳،ص:۳۰۷ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۴،ص:۲۵۳)

حضرت ابو کدام مسعر کی اپنے بیٹے کو نصیحت

اِنِّیْ مَنَحْتُكَ یَا كُدَامُ نَصِیْحَتِیْ فَاسْمَعْ لِقَوْلِ اَبٍ عَلَیْكَ شَفِیْقٍ

کدام میری نصیحت تیرے سامنے ہے۔ باپ کی بات پر کان دھر جو تجھ پر مہربان ہے۔

اَمَّا الْمَزَاحَةُ وَ الْمُرَاءُ فَدَعْهُمَا خُلُقَانِ لَا اَرْضَاهُمَا لِصَدِیْقٍ

تمسخر اور بحث سے باز رہ۔ یہ خصلتیں میں کسی دوست کے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔

اِنِّیْ بَلَوْتُهُمَا فَلَمْ اَحْمَدْهُمَا لِمُجَاوِرٍ جَارٍ اَوْ لَا لِرَفِیْقٍ

دونوں کو خوب آزما چکا ہوں نہ ہمسائے کے لیے پسندیدہ ہیں نہ ساتھی کے لیے۔

(العلم والعلماء)

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اہلِ علم کو نصیحت کرتے کہ: جب آدمی اپنے سے زیادہ صاحب فضل و کمال سے ملے تو اس کی صحبت کو غنیمت سمجھے۔ اگر اپنے برابر سے ملے تو اس سے استفادہ اور مذاکرہ کی کوشش کرے اور اگر اپنے سے کمتر سے ملے تو اس کے ساتھ تواضع سے پیش آئے اور اس کو اپنے علم و فضل سے فائدہ پہنچائے۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۴،ص:۳۹۷۔ صفوۃ الصفوۃ، ج:۴،ص:۳۰)

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ فرماتے تھے کہ: ہماری صحبت میں اُس نے کچھ نہیں پایا جس نے نماز اور روزہ کی کثرت سیکھی بلکہ اس کیلئے طبیعت کی سخاوت، قلب کی سلامتی اور اُمت کی خیر خواہی کی ضرورت ہے۔

۲۔ جس نے انسانوں کو پہچان لیا وہ راحت پا گیا (مقصد یہ ہے کہ یہ حقیقت جس نے پالی کہ کوئی انسان کچھ بنا بگاڑ نہیں سکتا تو پھر ان سے بالکل بے پرواہ ہو جائے گا اور اپنی ساری توجہ

حق جل مجدہ کی طرف مبذول کرے گا۔)

۳- جب کبھی اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی کر بیٹھتا ہوں تو میں اپنے گدھے، اپنے خادم اور اپنی بیوی میں اس کا اثر محسوس کرتا ہوں۔ یعنی یہ سب میرے نافرمان ہو جاتے ہیں۔

۴- جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کو رنج وغم زیادہ دیتا ہے اور جب کسی سے ناخوش ہوتا ہے تو اس پر دنیا کو وسیع کر دیتا ہے۔

۵- اگر دنیا ساری آسائشوں اور زینت کے ساتھ مجھے دی جائے اور اس کے استعمال میں محاسبہ کا بھی کوئی خوف نہ ہو تب بھی میں اس سے اسی طرح بچوں گا جس طرح تم لوگ مُردار کھانے سے بچتے ہو۔

۶- اگر مجھے قبولیتِ دعا کی سعادت ملتی تو میں صرف امام وقت کے لیے دعا کرتا کیونکہ امامِ وقت کی صلاح پر رعیت کی صلاح کا مدار ہے۔ جب یہ صالح ہو جائے گا تو ملک اور اہلِ ملک دونوں امن وسلامتی پا جائیں گے۔

۷- دوسروں کے دکھاوے کے لیے کوئی عمل کرنا شرک ہے اور دوسروں کی وجہ سے کوئی عمل چھوڑ دینا ریا ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں سے محفوظ رکھے۔

۸- جب تم رات کو اُٹھ کر نفل پڑھنے اور دن کو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو سمجھ لو کہ محروم ہو اور تم کو تمہارے گناہوں نے گھیر لیا ہے۔

۹- کوئی صاحبِ فضل وکمال اسی وقت صاحبِ فضل وکمال ہے جب تک وہ خود اپنے کو صاحبِ فضل وکمال نہ سمجھے۔

۱۰- اخیر زمانہ میں قوموں اور قبیلوں کے سردار منافق قسم کے لوگ ہو جائیں گے تو اس وقت ان سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ یہ ایسا مرض ہے کہ ان کی کوئی دوا نہیں ہے۔ لوگوں سے دور بھاگو مگر جماعت ترک نہ ہونے پائے۔ یہ زمانہ خوشی کا نہیں بلکہ رنج وغم کا ہے۔

۱۱- ہر چیز کا ایک دیباچہ ہوتا ہے۔ علماء کا دیباچہ یہ ہے کہ سب سے پہلے غیبت ترک کر دیں۔

۱۲- حاملِ قرآن کے لیے یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ اپنی کوئی ضرورت اُمراء اور اہلِ دولت کے پاس لے جائیں بلکہ ان کا منصب یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق اپنی حاجتیں ان کے پاس لے جائے۔

۱۳- رحمٰن کے بندے وہ لوگ ہیں جن میں خشوع اور تواضع ہوتی ہے اور دنیا کے بندے وہ ہیں جن میں تکبر اور خود پسندی ہوتی ہے اور عام لوگوں کو ذلیل سمجھتے ہیں۔

۱۴- جو شخص قرآن پڑھتا ہے، اس سے اس طرح سوال کیا جائے گا جس طرح انبیاء سے تبلیغ و رسالت کے بارے میں سوال ہوگا۔ قرآن پڑھنے والا انبیاء کا وارث ہے۔

۱۵- آخرت پسند عالم کا علم پوشیدہ رہتا ہے اور دنیا پسند عالم کے علم کی نشر و اشاعت ہوتی ہے۔ عالم آخرت کی پیروی کرو اور عالم دنیا کی صحبت سے بچو۔ کیونکہ یہ اپنی فریب دہی اور دنیاوی زیب و زینت کے پھندے میں تمہیں ڈال دے گا۔ اس کی دعوت بغیر عمل کے ہوتی ہے اور اس کے عمل میں کوئی صداقت نہیں ہوتی۔

زہد کی ایک علامت یہ ہے کہ جب اُمراء اور اس کے ہم نشینوں کے یہاں ان کے جہل کا ذکر کیا جائے تو وہ خوش ہوں۔

۱۶- جو شخص یہ جان لے کہ اس کے پیٹ میں کیا جا رہا ہے وہ اللہ کے یہاں صدیق شمار کیا جائے گا تو چاہیے کہ تم یہ دیکھو کہ تمہارا رزق کہاں سے اور کس ذریعہ سے آ رہا ہے۔

(الطبقات الکبریٰ، ج:۱، ص:۵۹)

یہ تھی فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے روحانی فرزندوں کے نام وصیت جو سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص: ۴۳۷ تا ۴۴۰ سے ماخوذ ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ کی چند دیگر نصیحتیں:

عبدالصمد بن یزید نے فرمایا کہ: فضیل بن عیاض سے ایک شخص نے وصیت کو کہا تو فرمایا کہ: دیکھو! تم کسی کو اپنا وصی نہ بناؤ اور کیونکر تم اس کو ملامت کر سکتے ہو جبکہ وہ تیری وصیت کو ضائع کر دے کہ تم نے خود حق جل مجدہ کی وصیت کو پامال کیا ہے ساری زندگی میں اور پھر تم وحشت کے گھر، ظلمت و کیڑے مکوڑے کے گھر کی طرف جا رہے ہو۔ وہاں تجھ سے منکر ونکیر ملاقات کریں گے۔ وہی تیری زیارت کو آئیں گے۔ اور تیری قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ پھر آپ روئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ ہم کو تم کو نارِ جہنم سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔ (الحلیہ، ج:۸، ص:۸۷)

ایک موقع پر آپ نے عبدالصمد بن یزید کو وصیت کی:

بدعتی (دین اسلام میں ایجاد و تحریف کرنے والے) کی مدد و نصرت قولاً فعلاً نہ کرنا کہ دین اسلام کو منہدم کرنے والے کی اعانت ہے۔ مومن جب مومن کو دیکھتا ہے تو قلب میں جلاء و نور پیدا ہوتی ہے اور بدعتی کو دیکھنے سے قلب میں اندھاپن، ظلمت و تاریکی آتی ہے۔

فرمایا: یہودی و نصرانی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا میں پسند کرتا ہوں مگر بدعتی کے ساتھ نہیں کیونکہ یہودی و نصرانی کے ساتھی کی اقتدا لوگ نہیں کریں گے اور جب بدعتی کے ساتھ کھاؤں گا تو لوگ میری اقتدا میں اتباع کریں گے اور دین اسلام کو مسخ کرلیں گے اور پھر بھی اسلام کے دعوے دار ہوں گے۔

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرے درمیان اور صاحبِ بدعت کے درمیان آہنی دیوار ہوتی تاکہ ہم نہ اس کو دیکھ سکتے اور اُس کے بدعات کے اثرات سے محفوظ رہتے۔

وہ عمل جو موافق سنت ہو خواہ ذرہ بھر کیوں نہ ہو بدعت کے زیادہ اعمال سے کہیں زیادہ مجھ کو پسند ہے۔

جو بدعتی کے ساتھ اُٹھا بیٹھا، صحبت اختیار کی اس کو حکمت (دین کی فہم و فراست) نہیں مل سکتی۔ جو بدعتی کا ہم نشین ہو خواہ وہ خود بدعتی نہ ہو تو اس کی صحبت سے بھی بچو۔ بدعتی سے تم اپنے دین کو محفوظ نہیں رکھ سکتے نہ ہی اس سے مشورہ لو۔ بدعتی اور ہم نشین بدعتی دونوں سے بچو کہ قلب کی فراست کھو جاتی ہے۔ ظلمت کا حجاب آجاتا ہے۔

جب حق جل مجدہ اس بات کو جان لیں گے کہ فلاں شخص بدعتی سے بغض و عداوت رکھتا ہے تو اُمیدِ مغفرت کی جاسکتی ہے، گرچہ اس کے پاس عمل تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ میرے پاس کچھ نہیں سوائے اس کے کہ میں صاحبِ بدعت کو مبغوض رکھتا ہوں اور اسی عمل سے مغفرت کی اُمید وابستہ ہے۔ اس لیے بھی کہ صاحبِ سنت، عاملِ سنت کو ہر خیر و بھلائی کی توفیق ملتی ہے اور برکتِ سنت سے عمل بھی قبول ہوتا ہے۔ صاحبِ بدعت کا کوئی عمل ملاء اعلیٰ تک جاتا ہی نہیں۔ خواہ اعمال بظاہر کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ ایک بات اور یاد رکھو! ذکر و اذکار کے حلقے میں ملائکۃ اللہ شرکت فرماتے ہیں۔ ملکوتی رحمتوں سے گھیر لیتے ہیں۔ لہٰذا ذکر کے حلقہ میں تو بنظر

غائر اس کی تحقیق کرلے کہ کوئی صاحبِ بدعت تیرا ہم جلیس و ہم نشین نہ ہو کہ اس بدعتی کی وجہ سے اللہ کے فرشتے بھی نہ اُتریں گے۔ نہ ہی حق جل مجدہ نظر رحمت ڈالے گا نہ ہی التفات فرمائے گا۔ منافق کی علامت بدعتی کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا ہے۔ نیز یہ بھی کہ اخیار کی مجلس کو چھوڑ دے گا اور بدعتی کی صحبت اختیار کرے گا۔ تمام ہی اخیار و ابرار عاملِ سنت کو تو دیکھے گا کہ وہ لوگوں کو صاحبِ بدعت سے اجتناب کی ہدایت کرتے ہیں۔

روئے زمین پر اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن سے حق جل مجدہ دوسرے مردہ دلوں کو زندہ فرماتا ہے۔ زمین پر خیر و برکت ان کے اعمالِ صالحہ سے نازل ہوتی ہیں۔ جانتے ہو یہ کون لوگ ہیں؟ هُمْ اَصْحَابُ السُّنَّةِ۔ وہ پابندِ سنت ہیں، جو ان کے ساتھ مل جائے وہی لوگ حزب اللہ کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ سب کو عمل بالسنۃ کی راہ لگاتے ہیں۔ (الحلیہ، ج:۸،ص:۱۰۳)

فضیل بن عیاض، ہارون کے پاس تشریف لے گئے۔ معلوم کیا کہ ہارون کون ہے۔ لوگوں نے اشارہ کیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا: آپ ہی ہیں اے خوبصورت شکل والے ہارون۔ آپ پر بڑی عظیم ذمہ داری کا بوجھ ہے۔ مَیں نے آپ سے زیادہ حسین و جمیل صورت نہیں دیکھی۔ اگر تم سے ہو سکے تو نارِ جہنم کی لپیٹ سے چہرہ کو سیاہ ہونے سے بچاؤ۔

ہارون نے عرض کیا: کچھ نصیحت وصیت کریں۔

فضیل نے کہا: میں تم کو کیا نصیحت کروں۔ یہ کتاب اللہ ہے جو دو دفتی کے درمیان ہے۔ اس میں دیکھو کہ جو قرآن پر عمل کریں گے ان کو کیا ملے گا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ اس لیے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ نارِ جہنم میں پوری قوت کے ساتھ غوطہ لگا رہے ہیں اور طلبِ جہنم میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ دیکھو! اللہ کی قسم جس شدت و طلب کے ساتھ لوگ جہنم طلب کر رہے ہیں اسی جستجو کے ساتھ جنت طلب کریں یا اس سے کم بھی تو، واللہ، جنت ان کو مل جائے۔ اے ہارون! اگر تیرا فرستادہ میرے پاس نہ آیا ہوتا تو میں ہرگز نہ آتا۔ تو نے مجھ سے سنا ہے اس کو تو اپنے لیے نفع بخش جان اور یاد رکھ۔ والسلام۔

(الحلیہ، ج:۸،ص:۱۰۵)

ایک موقع پر آپ نے ہارون رشید کے مطالبہ پر یہ نصیحت کی:

تمہارے والد حضور اکرم ﷺ کے چچا تھے اور جب انھوں نے حضور ﷺ سے استدعاء کی کہ مجھے کسی ملک کا حکمراں بنا دیجیے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمھیں تمہارے نفس کا حکمراں بناتا ہوں کیونکہ دنیاوی حکومت تو روزِ محشر، وجہِ ندامت بن جائے گی۔ جب عمر بن عبدالعزیز کو سلطنت حاصل ہوئی تو انھوں نے کچھ ذی عقل لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میرے اوپر ایک ایسا بارگراں ڈال دیا گیا ہے جس سے چھٹکارہ کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ ان میں سے ایک نے مشورہ دیا کہ آپ ہر سن رسیدہ مومن کو باپ کی جگہ تصور کریں اور ہر جوان کو بمنزلہ بھائی کے اور بیٹے کے تصور کریں اور عورتوں کو ماں بیٹی اور بہن سمجھیں اور انہی رشتوں کے مطابق ان سے حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ ہارون رشید نے پھر عرض کیا کہ اور کچھ نصیحت فرمادیں۔ آپ نے فرمایا: پوری مملکتِ اسلامیہ کے باشندوں کو اپنی اولاد تصور کرو، بزرگوں پر مہربانی کرو، چھوٹوں سے بھائیوں اور اولاد کی طرح پیش آو۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں تمہاری حسین وجمیل صورت نارِ جہنم کا ایندھن نہ بن جائے کیونکہ محشر میں بہت سی حسین وجمیل صورتوں کا نارِ جہنم میں جاکر حلیہ ہی تبدیل ہوجائے گا۔ اور بہت سے امیر اسیر ہوجائیں گے۔ اللہ سے خائف رہتے ہوئے محشر میں جواب دہی کے لیے ہمیشہ چوکس رہو کیونکہ وہاں تم سے ایک ایک مسلمان کی بازپرس ہوگی۔ اور اگر تمہاری سلطنت میں ایک غریب عورت بھی بھوکی سوگئی تو محشر میں تمہارا گریبان پکڑ لے گی۔

ہارون رشید پر یہ نصیحت سنتے ہی غشی طاری ہوگئی۔ فضل برمکی نے حضرت فضیل سے کہا کہ: جناب! بس کیجیے۔ آپ نے تو امیر المومنین کو نیم مردہ ہی کردیا۔ حضرت فضیل نے فرمایا: اے ہامان، خاموش ہوجا، میں نے نہیں بلکہ تو نے اور تیری جماعت نے ہارون کو زندہ درگور کردیا ہے۔ یہ سن کر ہارون پر مزید رقت طاری ہوگئی اور برمکی سے کہا کہ مجھے فرعون تصور کرنے کے سبب تجھے ہامان کہا گیا۔ پھر ہارون نے پوچھا: آپ کسی کے مقروض تو نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کا قرض دار ہوں اور اسکی ادائیگی صرف اطاعت سے ہوسکتی ہے لیکن اس کی ادائیگی بھی میرے بس سے باہر ہے کیونکہ محشر میں میرے پاس کسی سوال کا جواب نہ ہوگا۔ ہارون نے عرض کیا: میرا مقصد دنیاوی قرض سے تھا۔ آپ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ

نعمتیں ہی اتنی ہیں کہ مجھے قرض لینے کی ضرورت نہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۵۷)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو آپ نے وصیت کی کہ: خادم بنو، مخدوم نہ بنو کیونکہ خادم بننا ہی وجہِ سعادت ہے۔ آپ نے فرمایا طالبِ دنیا ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔ (بحوالہ سابق)

حضرت سفیان بن سعید بن مسروق ثوریؒ کو ماں کی وصیت

آپ کو بچپن میں ہی ماں نے نصیحت کی تھی: یا بُنیّ ! اُطْلُبِ الْعِلْمَ وَ اَنَا اَکْفِیْکَ بِمَغْزِلِیْ۔ اے نورِ نظر! تم حصول علم میں لگے رہو میں چرخہ کات کر تمہارے اخراجات پورے کروں گی۔

ماں نے ایک موقع پر بڑی دلسوزی کے ساتھ نصیحت کی: بیٹے! جب تم دس حرف لکھ چکو تو دیکھو کہ تمہاری چال ڈھال اور حلم و وقار میں کوئی اضافہ ہوا یا نہیں۔ اگر اس سے کوئی اضافہ نہیں ہوا تو سمجھ لو کہ علم نے تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے اپنے شاگرد عباد بن عباد کو یہ وصایا لکھیں:

تم جس زمانہ میں ہو یہ وہ زمانہ ہے جس سے نبی ﷺ کے صحابہ پناہ مانگتے کہ وہ یہ زمانہ نہ پائیں اور قدامت کی وجہ سے انہیں وہ کچھ حاصل تھا جو ہمیں حاصل نہیں ہے۔ پھر امور خیر میں قلتِ علم، قلتِ صبر، قلتِ اعوان، لوگوں کی فساد انگیزی اور دنیا کی گندگی و ناپاکی کے باوجود ہم نے جس زمانہ کو پایا ہے، اس سے کیونکر علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ پس تم پر واجب ہے کہ گمنامی کی زندگی بسر کرو، کہ یہ زمانہ گمنامی ہی کے لیے موزوں ہے۔ تم پر لازم ہے کہ گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرو۔ اور لوگوں سے ملنا جلنا کم رکھو۔ پہلے زمانہ میں لوگ ملتے تھے تو ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن اب وہ صورت نہیں رہی۔ بس راہِ نجات یہی ہے کہ ترک تعلق کے اصول پر عمل کیا جائے اور ہاں خبردار! اُمراء کا قرب نہ اختیار کرنا، نہ ان سے کسی معاملے میں اختلاط روا رکھنا۔ خبردار! مبتلائے فریب نہ ہونا۔ تم سے کہا جائے گا کہ اس شخص کی سفارش کر دیجیے۔ مظلوم کی دستگیری کیجیے، ظلم کے مٹانے کی سعی کیجیے۔ یاد رکھو یہ سب باتیں ابلیس کی فریب کاریاں ہیں۔ وقت کے تاجروں نے اپنی سربلندی کے لیے ان باتوں کو سیڑھی

بنالیا ہے (یعنی ظلم کے مٹانے اور خدمتِ خلق کے نام پر اقتدار پرست لوگ تمھیں آلۂ کار نہ بنالیں) اور ہاں خبردار! تم اس آدمی کی طرح نہ ہونا جو یہ چاہتا ہے کہ اس کے قول پر عمل کیا جائے۔ اس کی باتوں کی اشاعت کی جائے اور اس کا کلام سنا جائے۔ خبردار! حکومت اور ریاست کی محبت سے بچنا کیونکہ لوگ اقتدار کو سونے اور چاندی سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

(الحلیہ، ج:۶،ص:۳۷۷، سیر الصحابہ، ج:۱۴،ص:۴۵۱)

سفیان ثوریؒ کی وصایا جو جریر بن شعیب کو لکھوائیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... قرآن اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔ اللہ کی ذات ہی اس کا مبدأ و مَنہا ہے، جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ کفر کی بات کہتا ہے۔

ایمان، قول وعمل اور نیت کے مجموعے کا نام ہے اور اس میں کمی و زیادتی بھی ہوتی ہے اور دیکھو! شیخین یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو مقدم رکھنا۔ اس کے بعد فرمایا کہ شعیب! جو کچھ میں نے لکھایا ہے وہ تمھیں اسی وقت فائدہ پہنچائے گا جب تم ان باتوں کو بھی صحیح سمجھو۔ وہ باتیں یہ ہیں: (۱) چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا۔ (۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے پڑھنے کے مقابلہ میں آہستہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ (۳) تقدیر پر ایمان رکھنا۔ (۴) ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لینا۔ (۵) جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ (۶) حکومت کے جھنڈے کے نیچے رہنا خواہ حکومت ظالم ہو یا عادل۔ شعیب نے یہاں سوال کیا کہ تمام نمازیں ہم ان کے پیچھے پڑھ لیا کریں۔ فرمایا: نہیں! صرف جمعہ وعیدین جن کے پیچھے بھی مل جائے پڑھ لو۔ مگر دوسری نمازوں میں تمھیں اختیار ہے کہ جس پر پورا اعتماد ہو اور اس کے بارے میں تم کو علم ہو کہ یہ اہلِ سلف و صالحین میں سے ہیں، اسی کے پیچھے پڑھو۔ جب تم قیامت میں اللہ کے روبرو حاضر ہونا اور تم سے سوال ہو تو عرض کردینا کہ مجھے یہ باتیں سفیان نے بتائی ہیں اور تم میرا معاملہ اللہ پر چھوڑ دینا۔ (تذکرۃ الحفاظ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۴،ص:۴۷۰)

حضرت سفیان ثوریؒ کا علی بن الحسین السلیمی الکوفی کے نام وصایا

سفیان بن سعید کی جانب سے اپنے مخلص بھائی کو مواعظ و شرائع دین و ادب پر مشتمل

وصایا: اللہ جل جلالہ مجھ کو تم کو نارِ جہنم سے محض رحمت کی بنیاد پر عافیت بخشے۔ میں اپنے نفس کو اور تم کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ دیکھو! دانائی وبصیرت کے بعد جہالت و ہلاکت میں اپنے آپ کو نہ ڈالنا۔ راہِ حق کے ظاہر ہونے کے بعد خبر دار راہ گم نہ کرنا۔ اہلِ دنیا کی طلبِ دنیا سے تم دھوکہ نہ کھانا نہ ہی دنیا کی حرص آنے دینا۔ اس لیے کہ قیامت کی ہولناکی شدید، خطرۂ عظیم کے ساتھ فیصلہ بہت ہی جلد کردے گی۔ یوں سمجھو کہ وہ گھڑی بس آنے ہی والی ہے۔ لہٰذا تو خود کو اور اپنے قلب کو پورے طور پر فارغ کرلے اور کوشش وسعی کو انتہاء تک پہنچا دے۔ قدم تیز کر، قدم تیز کر، قدم تیز کر۔ جلد بھاگ، بہت جلد بھاگ۔ آخرت کی طرف کوچ کر......تو خود ہی آخرت کی طرف چل دے قبل اس کے کہ تم کو لایا جائے۔ فرشتۂ اجل کا استقبال کر۔ رغباتِ دنیا سے ہاتھ کھینچ لے اور آخرت کی طرف کمر بستہ ہوکر اپنے فیصلہ سے پہلے پہنچ جا۔ اس گھڑی کے آنے سے قبل کہ تیری ذات اور تیرے ارادے کے درمیان موت حائل ہوجائے۔ میں نے تم کو نصیحتیں کی ہیں جو میں خود اپنی ذات کو مخاطب کرکے کرتا ہوں اور حق جل مجدہ سے توفیق کی اُمید رکھتا ہوں۔

دیکھو عزیز من! توفیق وسعادت کی چابی دعاء وتضرّعِ الٰہی اور حق جل مجدہ پر اکمل ترین بھروسہ رکھنا اور ماضی کے اوقاتِ غفلت پر ندامت وشرمندگی کا اظہار ہے، رات دن میں جو تم پر حقوق ہیں ان کو خبردار ضائع نہ ہونے دینا ہے۔ اللہ جل مجدہ کی ذات جس نے اپنی معرفت کے ساتھ احسانِ عظیم کا معاملہ فرمایا، ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اور تم کو نفس کے حوالے نہ کرے اور ہماری تمہاری مکمل نگہبانی فرمائے جس طرح کہ اپنے اولیاء و احباء کی حفاظت فرماتا ہے۔

میں ایک بار پھر تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ دیکھو جو بھی اعمال کرو ان کو فساد سے بچاؤ۔ اعمال کا فساد ریا ہے یا پھر عُجب وخودرائی کہ شریر نفس تم کو دھیرے دھیرے اس بات پر آمادہ کرے کہ تم اب اپنے عام بھائیوں سے افضل ہوگئے ہو، اس طرح تم عمل تو خوب کرو اور اس میں اجر وثواب کے اعتبار سے تیرا کوئی نصیب وحصہ نہ ہو کیونکہ ممکن ہے جس سے تم اپنے کو اچھا جانتے ہو وہ تم سے زیادہ محرماتِ الٰہی سے بچنے والا ہو۔ یا عمل کے اعتبار سے زیادہ پاکیزہ عمل

کرنے والا ہو۔ دیکھو! تمہارے اندر بسا اوقات عُجب تو نہیں ہوگا۔ مگر نفس اس بات کا خواہاں ہوگا کہ لوگ تیرے اعمالِ صالحہ کا تذکرہ کرکے تیری تعریف کریں، الغرض، نفس اپنی تعریف ہی کا متمنی ہوگا۔ بسا اوقات شریر نفس کی خواہش ہوتی ہے کہ تیرے اعمال کی وجہ سے تیرا اعزاز ہو تو مکرم تصور کیا جائے۔ تجھے مقام شرافت دیا جائے۔ مجلس میں صدر نشین تو ہی ہو۔ بسا اوقات تیرے اعمال کے واسطے سے اپنی حاجت وطلب پوری کرنا چاہے گا۔ الحاصل، نفس کے فتنوں کے حربے بے شمار ہیں جن کے ذریعہ تیرے اعمال فاسد ہوجائیں گے ......تو اپنی جگہ اس گمان میں ہوگا کہ میں یوں یوں ہوں اور تو تو وہی ہوگا جو تھا ...... آخرت کا طالب رہ۔ غیر کی طرف ادنیٰ بھی التفات نہ کر۔ موت کو کثرت سے یاد کر، تو زہد فی الدنیا کو پالے گا۔ تیری طبیعت آخرت کی طرف مائل ہوجائے گی۔ اس لیے کہ قلتِ خوفِ الٰہی سے دنیاوی اُمیدیں زیادہ ہوتی ہیں اور انسان معاصی و جرائم کا عادی بنتا ہے۔ قیامت میں حسرت و ندامت اس شخص کو زیادہ ہوگی جو جانتا تو تھا مگر عمل نہیں کرتا تھا۔ اسی وصیت کے ساتھ میں تم کو حق جل مجدہ کے سپرد کرتا ہوں۔ والسلام (الحلیہ، ج:۶،ص:۳۹)

ایک موقعہ پر سفیان ثوریؒ نے علی بن الحسن السلیمی کوفی کو ذیل کی وصایا لکھ کر بھیجی:

اے میرے بھائی! علم عمل کی نیت وغرض سے سیکھو نہ کہ علماء کے درمیان فخر ومباہات اور بیوقوفوں کو بحث میں زیر کرنے اور غلبہ حاصل کرنے کے لیے۔ اور نہ علم کے ذریعہ اغنیاء سے مال کمانے کی غرض سے نہ اس لیے کہ فقراء سے خدمت لو ...... اس لیے کہ علم درحقیقت وہی ہے جس پر تم عمل کررہے ہو۔ خبردار! جو علم بغیر عمل کے تم سے ضائع ہورہا ہے اس کی نگہداشت رکھو۔ اسلاف واکابر سے مجھ کو جو بات پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ جو حصولِ خیر کی طلب میں رہتا ہے وہ زمانہ میں غریب واجنبی بن کر رہتا ہے۔ لوگ اس کو پہچانتے بھی نہیں، قلتِ اختلاط کی وجہ سے۔ میری اس وصیت ونصیحت سے تم متوحش مت ہوجاؤ اور سبیل حق کی طرف استقامت کے ساتھ چل پڑو۔ اس لیے کہ تو نے اگر میری اس وصیت پر عمل کرلیا تو تمام امور دنیا وآخرت کا والیٔ کامل حق جل مجدہ اور جبرئیل اور صالحین مؤمنین ہوں گے۔ دیکھو! ہمیشہ اپنے نفس کے عیوب پر نگاہ رکھو اور غیروں کے عیوب کے تذکرہ کے بجائے اپنے عیوب کا

تذکرہ کرو۔ طلبِ آخرت کے سلسلے میں جو بھی تیری زندگی کے ایام نہ گزر سکے اس پر حزن و ندامت کا اظہار کرو۔ کثرت کے ساتھ آہ و بکا و گریہ و زاری میں وقت صَرف کرو تاکہ تجھے سیئات کے بوجھ سے خلاصی کی اُمید ہو۔ خیر و بھلائی کے کاموں سے کبھی بھی نہ تھکو۔ اہلِ خیر یعنی صاحبِ خیر صالحین و اتقیاء سے قرب رکھو۔ صلحاء کی محبت ذریعۂ سعادت ہے۔ ان سے کبھی دوری اختیار نہ کرو کہ تمہارے لیے یہ ذریعۂ بھلائی ہیں بہ نسبت دوسروں کے۔ جہلاء اور اباطیل جہلاء سے نفرت رکھو اور ان کی مجالس سے کنارہ کش رہو۔ اس لیے کہ ان لوگوں کا ہم نشین ہلاکت سے نجات نہیں پاسکتا مگر حق جل مجدہ اپنے لطف و عنایت سے بچالے تو اور بات ہے۔

اگر تو صالحین کے ساتھ شمار ہونا چاہتا ہے تو صالحین جیسے اعمال کیا کر اور جس قدر دنیا مل جائے اسی پر قناعت کر۔ تو اس (اللہ عز و جل) کو کبھی بھی نہ بھولنا تو اللہ تم کو ہرگز نہ بھولے گا نہ بھلائے گا۔ اعمال میں غفلت نہ کر کہ تیرے آثارِ اعمال بھی شمار کیے جا رہے ہیں اعمالِ صالحہ کے ساتھ۔ حق جل مجدہ تیرے ظاہر و باطن کے اعمال و افکار کو خوب جانتا ہے تجھ پر وہ رقیب و نگران خود ہے۔ لہٰذا تو اُس (اللہ عز و جل) سے شرم و حیا کر جو ہمہ وقت تیرے ساتھ ہے۔ وہ تیری رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔ تو خود کو جتنا جانتا پہچانتا ہے اس سے زیادہ حق جل مجدہ تم کو پہچانتا ہے۔ تو حق جل مجدہ کی ذات کا محتاج ہے کہ تو حقیر بھی ہے فقیر بھی۔ تو گریہ و زاری کے ذریعہ اپنے نفس پر رحم کر کہ اگر تو خود ہی اپنے نفس پر رحم نہ کرے گا تو حق تعالیٰ کس طرح تم پر رحم کا معاملہ فرمائیں گے۔ تو اپنے نفس کو دھوکہ نہ دے ہلاکت میں نہ ڈال اور جس قدر ہو سکے آمادۂ اطاعت کر، کہ تیرے بس میں یہی ہے، اس لیے آج کا دن تیرا ہے اور کل کا بھروسہ نہیں۔ یوں سمجھ کہ تم پر موت آ گئی ہو۔ غافلین و جاہلین کی طرح غفلت و سستی میں نہ رہ ...... پھر کہتا ہوں کہ زیادہ رویا کرو۔ عقلمندوں کا کام ہنسنا نہیں ہے۔ دیکھو حق جل مجدہ نے ایک قوم کو ترک بکاء اور کثرتِ ضحک پر عار دِلایا ہے، ان کی غیرت کو جگایا ہے تاکہ فکرِ آخرت پیدا ہو۔ ﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ وَ اَنْتُمْ سَامِدُوْنَ﴾ سو کیا ایسے (خوف کی) باتیں سن کر بھی تم لوگ اس کلامِ الٰہی سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور (خوفِ عذاب سے) روتے نہیں ہو اور تم تکبر کرتے ہو۔ (سورۂ والنجم، آخری آیات)

اور ساتھ ہی حق جل مجدہ نے ایک قوم کی خوفِ الٰہی سے رونے پر تعریف کی ہے:
﴿یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْکُوْنَ وَ یَزِیْدُھُمْ خُشُوْعًا﴾ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۱۰۹)
اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔
آنحضور ﷺ کی ایک حدیث پہنچی ہے کہ جب اللہ عزوجل کسی شخص کو دوست بناتے ہیں تو اس کو مصیبت و بلاء میں ڈالتے ہیں اگر بندہ بھی رضائے الٰہی سے راضی ہے تو اللہ عزوجل کی رضا پالیتا ہے۔ اگر ناراض ہے تو پھر اس کی قسمت میں ناراضی ہے۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۷، ص:۱۱)
ایک اور موقع پر آپ نے ذیل کی وصایا لکھیں:
اے میرے بھائی! لذات و شہوت پرستوں کے احوال پر رشک نہ کرنا نہ ہی نعمتوں کے الٹ پلٹ میں ان کی زندگی پر نگاہ ڈالنا۔ اس لیے کہ ان کے سامنے ایک ایسا دن آنے والا ہے جس دن قدم لرز جائیں گے، جسم کانپ اُٹھیں گے، رنگ و روپ بدل جائیں گے۔ اوقات دراز ہو جائیں گے۔ حساب شدید ہو جائیں گے۔ قلوب گھبرا کر منہ کو آنے لگیں گے۔ بس افسوس و صد حسرت ان انسانوں پر جن کو شہوات و لذات کی پاداش میں ندامت و شرمندگی اُٹھانی پڑے گی۔ تو بس اتنا ہی کمانے کی کوشش کر جو تیرے لیے کافی ہو ذریعہ حلال اور کسبِ حلال کی شرائط کے ساتھ نہ کہ تیرے کمائے ہوئے اموال قیامت میں تجھ پر حجت ہوں۔ دیکھ جو مال تو نے پیشگی آخرت کے لیے بھیج دیا ہے بس یہی تیرا مال ہے یا جو مال تو نے حقوقِ الٰہی کی ادائیگی کے لیے حق جل مجدہ کی راہ میں دے دیا، یہ افضل ترین تیرا مال اور وہ اموال جو تو نے اپنے پیچھے چھوڑ دیے ہیں یا جن کا تو نے حق ادا نہیں کیا وہ تمام اموال بروز قیامت تیرے حق میں وبال جان بن جائیں گے۔

میرے عزیز بھائی! حلال کماؤ۔ انہی لوگوں کے ساتھ بیٹھو جو حلال کماتے ہوں۔ ہر حال میں حلال ہی کھانے کی کوشش کرو۔ زندگی میں مشیر و اہلِ مشورہ بھی انہی لوگوں کو بناؤ۔ جو حلال کھاتے ہوں اور انہی سے مشورہ لیا کرو۔ اس لیے کہ ورع (پرہیزگاری) دین کا اہم ترین جزو پرہیزگاری اور تقویٰ ہے (یعنی حرام مال سے بچنا جزوِ دین ہے) اور آخرت کے امور کی تکمیل کی مکمل ضمانت اسی میں ہے۔ عزیز بھائی! یقین جانو کہ حرام مال کے کھانے سے وہی بچتا ہے

جس کو اپنے جسم کے خون اور گوشت پوست سے بیحد محبت ہو کہ تیرے تمام دینی اعمال کا ذریعہ یہی اجسام ہیں (یعنی جن سے اعمال کی ادائیگی کی شکل بنتی ہے۔) بس یوں سمجھ کہ خون وجسم ہی دین ہے۔ لہٰذا حرام سے بطور خاص علیحدہ رہ۔ اجتناب کر۔ اور ان لوگوں کے ساتھ ہرگز ہرگز نہ بیٹھ جو حرام کماتے ہوں۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ کچھ بھی کھا جو حرام کھاتے ہوں۔ حرام کی طرف نہ کسی کو بھیج کہ ذریعہ حرام کا سبب تو بن جائے نہ ہی مال حرام کی اشارہ کنایہ نشاندہی کر دوسروں کے حصول کے لیے۔

الغرض، ہر نیک و بد کو نصیحت کر کہ وہ حرام نہ کھائیں نہ لیں نہ معین و مددگار بنیں۔ اگر تو ایسا کرے گا تو دیکھ تو اس کا معین و مددگار ہو جائے گا اور نیک و بد کا معین برابر کا شریک ہوتا ہے۔ خبردار کسی مخلوق پر ظلم ہرگز نہ کرنا۔ نہ ہی ظالم کی مدد کرنا، نہ ظالم کی صحبت اختیار کرنا۔ نہ ظالم کو کچھ کھلانا پلانا۔ خبردار! ظالم تم کو حالت تبسم میں نہ دیکھے۔ نہ ہی تیری مسرت وفرحت سے فائدہ اُٹھائے۔ اس صورت میں تم ظالم کے معین ونصیر ہو گے جو گناہ کے اعتبار سے برابری کا درجہ ہے۔

خبردار! اتقیاء وصلحاء کی مخالفت نہ کرنا۔ اور ساتھ میں اس کا خیال رکھنا کہ فساق و فجار تم کو دھوکے میں نہ ڈال دیں۔ جو اعلانیہ معاصی کا ارتکاب کریں اس کے ساتھ کبھی نہ بیٹھنا۔ تمام محارم (حرام چیزوں) سے اجتناب کرنا۔ ساتھ ہی جو لوگ محارم کا ارتکاب کریں اس سے ڈر کر رہنا، بچنا۔

خبردار! خواہشاتِ نفس کی اتباع سے بچنا کہ خواہشات کی ابتداء اور انجام کے اعتبار سے انتہا دونوں ہی ہلاکت کا باعث ہے اور شرعاً باطل ہے۔

ہر گناہ سے توبہ کی جاسکتی ہے اور یہی اس کے ازالہ کا ذریعہ وسبب ہے۔ مگر ایک بات یاد رکھو کہ گناہ سے توبہ کرنے سے افضل یہ ہے کہ گناہ ہی نہ کرے۔ پھر بھی حق جل مجدہ غفور و رحیم ہے گنہگاروں کے لیے۔ رحیم ہے توبہ کرنے والوں پر، حلیم اور ودود بھی۔

خبردار! دیکھو تیرے حلم و بردباری کی بیجا زیادتی کہیں فساق و فجار کو معصیت پر جری نہ بنادے، اس لیے کہ حق جل مجدہ اپنے نبی کے لیے بھی معصیت و گناہ روا نہیں رکھتا۔ چہ جائیکہ ظلم وحرام مال تو بعید از قیاس ہے۔ حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿یـٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا

مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ﴾ (سورۂ مومنون، آیت:۵۱)

اے پیغمبرو! تم (اورتمہاری اُمتیں) نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک کام (یعنی عبادت) کرو اور میں تم سب کے کیے ہوئے کارناموں کو خوب جانتا ہوں۔

پھر حق جل مجدہ نے مومنین کو مخاطب کر کے فرمایا: ﴿یٰـاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ﴾۔ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۶۷)

اے ایمان والو! (نیک کام میں) خرچ کیا کرو عمدہ چیز کو اپنی کمائی میں سے۔

پھر حق جل مجدہ نے اجمالاً تمام نوع انسان کو بلا امتیاز ملک، ملت و مذہب حکمِ عام نازل فرمایا: ﴿یٰـاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴾۔ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۶۸)

اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں سے (شرعی) حلال پاک چیزوں کو کھاؤ (برتو) اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو۔ فی الواقع وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

اے میرے بھائی! یقین جانو کہ حق جل مجدہ نہ تو جماعتِ انبیاء علیہم السلام نہ ہی مومنین اور نہ ہی مشرکین کے لیے روا رکھا کہ حرام کھائیں۔ اتنی قبیح چیز ہے۔

چھوٹے گناہ کو کبھی چھوٹا نہ سمجھو اور حقیر جان کر کبھی تساہلی کا معاملہ نہ برتو، یہ دیکھو کہ گناہ و معصیت کس کی کر رہے ہو۔ نافرمانی کس کی ہو رہی ہے۔ تو ربِ عظیم کی بغاوت کر رہا ہے جو چھوٹی غلطی کو بھی پکڑ سکتا ہے۔ اور معاف کرنا چاہے تو بڑے گناہ کو بھی دامنِ عفو میں جگہ دے سکتا ہے۔

دیکھو! سب سے ذی ہوش، ذی شعور، عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے گناہ کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جائے کہ گناہ و معصیت کو گناہ جانتا تھا اور پوری کوشش کر کے اس سے بچنے کی سعی میں لگا رہا۔ توبہ و استغفار میں مشغول رہا یہاں تک کہ جنت میں داخل کر دیا گیا۔ اور اس کی نگاہ ہمیشہ اپنے گناہ پر ہی تھی۔ برخلاف اس کے سب سے بڑا بے وقوف و احمق وہ انسان ہے جو اپنی نیکی و حسنات کی وجہ سے جہنم میں داخل کیا جائے کہ اس کی نگاہ اپنی نیکی پر ہو اور گناہ کو بھول گیا ہو۔ نیکی کا تذکرہ کرتا ہو ثواب کی اُمید رکھتا ہو اور معصیت و گناہ سے بچنے میں سستی و تساہلی کا

معاملہ برتتا ہو۔ اور اسی حال میں دنیا چھوڑ جائے اور جہنم میں داخل کر دیا جائے۔

لہٰذا اے عزیز بھائی! تو عقلمندوں کی اس جماعت میں بن جو اپنی زلات، خطا و ذنب پر خواہ ماضی کی ہوں یا آئندہ ہونے والی ہوں، ان پر توبہ و استغفار کے ساتھ بچنے کی کوشش کر رہا ہے کہ تو اس بات کو نہیں جانتا کہ پروردگار عالم تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا۔ تیری عمر بھی کتنی ہے جس کا علم تجھ کو نہیں ہے۔ تیرا کیا انجام ہوگا اس کا بھی علم نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں پھر بھی اپنے نفس سے خائف تھے، اس لیے فرمایا: ﴿وَ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ﴾ اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھئے۔ (سورۂ ابراہیم، آیت: ۳۵)

حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ﴿تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾ مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اُٹھا لیجیے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر دیجیے۔ (سورۂ یوسف، آیت: ۱۰۱)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَکُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ﴾۔ (سورۂ القصص، آیت: ۱۷)

(موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعام فرمائے ہیں سو کبھی میں مجرموں کی مدد نہ کروں گا۔

(کیونکہ مجرم کی مدد بذات خود جرم ہے)

اور شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَ مَا یَکُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَآ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا﴾ اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آ جاویں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے (ہمارے) مقدر میں کیا ہو۔ (سورۂ اعراف، آیت: ۸۹)

الغرض، ان آیات سے اتنی بات درجۂ یقین میں ثابت ہوتی ہے کہ تمام ہی انبیاء علیہم السلام کی مقدس جماعت اپنے مطہر و مزکّی و مجلّی نفوس کے باوجود خوف کرتی تھی۔ فالامان و الحفیظ، والسلام۔ (الحلیہ، ج:۷، ص:۶۴)

ایک اور موقع پر حضرت سفیان ثوریؒ نے علی بن الحسن کو ذیل کی وصایا کیں:

عزیز بھائی! سنت دو قسم کی ہیں، ایک قسم سنت کی وہ ہے جس پر عمل کرنا ہدایت اور اس کا چھوڑنا ضلالت و گمراہی، دوسری قسم سنت کی وہ ہے جس پر عمل کرنا ہدایت اور چھوڑنا گمراہی نہیں۔ حق جل مجدہ نوافل اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا جب تک کہ فرائض کی ادائیگی کامل ومکمل نہ ہو۔ ساتھ ہی حق جل مجدہ کے بندوں کے ذمے کچھ حقوق ایسے ہیں جن کا تعلق رات کے حصوں سے ہے۔ ان کو رات ہی میں قبول فرمائے گا دن میں نہیں۔ اور کچھ حقوق کا تعلق دن سے ہے، ان کو رات میں قبول نہیں کرے گا، سوائے دن کے حصے کے۔ مقصد یہ ہے کہ ہر فریضے کو اس کے اوقات ہی میں ادا کرنا کہ اس کی قبولیت کا وقت بھی وہی ہے۔

حق جل مجدہ قیامت کے دن سب سے پہلے فرائض کا حساب لے گا۔ اگر فرائض الٰہی تام ومکمل نکلیں تو قبول کی جائیں گی اور نوافل بھی فرائض کے ساتھ قبول ہوں گی۔ اور اگر فرائض میں کوتاہی ہوئی تو نوافل سے پورا کیا جائے گا۔ الغرض، فرائض کو تام ہی قبول کیا جائے گا، ناقص نہیں۔ اس طرح اگر حق جل مجدہ چاہے گا تو بخش دے گا اور چاہے گا تو عذاب دے گا۔

فرائضِ الٰہی میں سب سے پہلا فریضہ؛ محارم و مظالم سے بچنا ہے کہ حق تعالیٰ خود اپنی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَهْلِهَا﴾

بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو۔ (سورۂ نساء، آیت: ۵۸)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی﴾

اور (جب حج کو جانے لگو) خرچ ضرور لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات خرچ میں (گداگری سے) بچا رہنا ہے۔ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۹۷)

عزیزم! میرے نزدیک تقویٰ سے مراد تمام قسموں کے مظالم و محارم سے بچنا ہے۔ اسی طرح کبھی بھی ایسا نہ کرو کہ حرام مال کمایا ہوا نیکی کی راہ میں صَرف کرنے لگو۔ اس لیے اے بھائی پھر تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور سچی زبان خلوص نیت اور تمام اعمال کو صالح بنانے کی ایسے اعمال جن میں فریب و دھوکہ نہ ہوں کہ حق جل مجدہ تم کو دیکھ رہا ہے گرچہ تم نہیں دیکھ سکتے ہو۔ وہ تیرے ساتھ ہے خواہ تو جہاں ہو، جس حال میں ہو، تو اس کی نگاہ سے چھپ کر کچھ

نہیں کرسکتا، نہ ہی کسی عمل کو چھپا سکتا ہے۔ اگر تو اللہ کو دھوکہ دے گا تو قیامت میں اللہ تم کو رسوا کرے گا۔ اور ربّ العالمین کے ساتھ جو فریب کا معاملہ کرتا ہے حق تعالیٰ اس کو رسوا ہی نہیں بلکہ اس سے ایمان چھین لیتے ہیں اور اس کو اس کا احساس بھی نہیں ہو پاتا۔ خبردار! کسی مسلمان کو دھوکہ نہ دینا کہ انجام کے اعتبار سے یہ تیرا فریب و دھوکہ تجھ کو ہی رسوا کرے گا۔ نہ کسی مسلمان پر ظلم و زیادتی اور سرکشی کے ساتھ پیش آنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت قرآن مجید میں کی ہے: ﴿یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ﴾۔ (سورۂ یونس، آیت: ۲۳)

اے لوگو! یہ تمہاری سرکشی تمہارے لیے وبال ہونے والی ہے۔

خیانت بھی نہ کرنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ﴿مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا﴾۔ دیکھو! کسی مومن کو خدع اور دھوکہ دینا خود کے منافق ہونے کی دلیل ہے جو اس کے قلب میں پوشیدہ ہے۔ نہ حسد کرنا، نہ غیبت کہ تیری تمام نیکیاں وہ لوگ لے جائیں گے جن کی تو حسد و غیبت کرتا تھا۔ بعض فقہاء کا مسلک ہے کہ غیبت سے وضوء کرنا چاہیے جس طرح حدثِ اصغر سے وضو کیا جاتا ہے۔ تو اپنے باطن کو سنوارنے کی کوشش میں رہا کر اللہ جل جلالہ تیرے ظاہر کی اصلاح کردیں گے۔ احکامِ الٰہی پر عمل کرکے تو اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ درست رکھ، اللہ جل جلالہ لوگوں کے درمیان تیرے معاملہ کو درست فرمائیں گے۔ تو اپنے تمام اعمال خالص اللہ عزوجل کی رضا کے لیے کیا کر، اللہ تعالیٰ تیری دنیاوی کفالت کرے گا۔ دنیا کو آخرت کے عوض میں بیچ دے، دونوں جہان کا نفع تجھ کو ملے گا۔ ایسا نہ ہو کہ تو آخرت کو ہی دنیا کے عوض میں بیچ دے، پھر دونوں جہان میں خسارہ ونقصان اُٹھائے گا۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۵، ص:۳۴)

ایک موقع پر علی بن الحسن السلیمی کو یہ وصایا فرمائیں:

خبردار! تو اپنے دین کو یا عمل کو یا قلب کو نہ بگاڑ۔ دیکھو! قلب کا بگاڑ و فساد، دنیادار، حریص اور اخوان الشیاطین کی مجلس وصحبت سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنا مال اطاعتِ الٰہی میں نہ صرف کرکے معصیت و سرکشی میں بہا رہا ہو۔

خبردار! اپنے دین کو ہر قسم کے فساد سے بچا۔ دیکھ! دین میں فساد ان لوگوں کی ہم نشینی سے پیدا ہوتی ہے جو کثیر الکلام اور کثیر اللسان ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کی صحبت سے کلّی طور پر

اجتناب کر۔

خبردار! اپنی معیشت کو بھی فساد سے بچا کہ حریص اور شہوت پرست کی صحبت معیشت کی تباہی کا ذریعہ ہے۔

خبردار! اہلِ جفاء وسرکشی کے ساتھ کبھی نہ بیٹھ۔ اپنا ساتھی مؤمن ہی کو بنا۔ اپنا کھانا نیک ومتقی کے علاوہ کسی اور کو نہ کھلا۔ الغرض، فاجر کو نہ ساتھی بنا نہ تو خود ان کا ساتھی بن، نہ ان کے ساتھ بیٹھ، نہ اپنے ساتھ بٹھا۔

جو فاسق و فاجر کے ساتھ بیٹھے تو ان کی مجلس سے بھی دور رہ۔ نہ فاجر کو کھلا نہ خود ان کا کھانا کھا۔ اور اُس شخص کو بھی نہ کھلا جو فاجر کے ساتھ بیٹھ کر کھائے۔ نہ اس سے محبت رکھ جو ان فاجر سے محبت رکھے۔ نہ ہی ان کو اپنا راز و بھید بتلا۔ نہ ان کو دیکھ کر خوش اخلاقی کے ساتھ تبسم ظاہر کر۔ نہ ہی اپنی مجلس میں اُن فجار کے لیے جگہ چھوڑ۔ اگر میری ان وصیتوں میں سے تو نے کسی کے خلاف کیا تو جان لے تو نے اسلام کا لباس اُتار پھینکا۔

خبردار! سلطان و حاکم کے دروازہ پر نہ جانا نہ ہی ان لوگوں کے پاس جو سلطان و حاکم کے پاس جاتے ہیں۔ نہ ان لوگوں کے پاس جو اس کی تمنا رکھے کہ کاش میں سلطان کے پاس جاتا یا ان کے پاس جانے والوں کا اتہ پتہ دیتا۔ تو ان سب لوگوں سے بچنا، اس لیے کہ ان حضرات کا فتنہ فتنۂ دجال سے کم نہیں ہے۔ اگر ان لوگوں میں سے کوئی تیرے پاس خود ہی آ جائے تو ان کو عبرت وحسرت کی نگاہ سے دیکھنا اور ان کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کرنا۔ خیال و خاطر میں ہی نہ لانا۔ اس لیے کہ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو وہ یہ سمجھے گا کہ میں حق پر ہوں اور اس طرح تو بھی ظالم کا ساتھی بن جائے گا۔ اہلِ باطل کا مددگار ثابت ہوگا۔

عزیزم! میں نے یہ شدت اس لیے اختیار کی ہے کہ جب بھی یہ لوگ کسی کے قریب ہوئے تو اس کو اپنا اثر ڈالے بغیر نہیں چھوڑا اور اپنی آلودگی میں شریک کرلیا۔ تو ترنج کے پھل کے مانند رہ کہ اس کی خوشبو بھی اچھی، ذائقہ بھی میٹھا۔

خبردار! دنیاداروں سے ان کی دنیا چھیننے کی کبھی کوشش نہ کرنا۔ اس سے تو لوگوں کا محبوب بن جائے گا۔

خبردار! گناہ و معصیت کا ارتکاب نہ کرنا کہ اس سے تو عذابِ الٰہی کا مستحق ہوجائے گا۔ حق جل مجدہ کی ناراضگی کا ٹھکانہ تو بن جائے گا۔ العیاذ باللہ

ایک بات یاد رکھ کہ حق جل مجدہ کی نگاہ میں آدم علیہ السلام سے زیادہ مکرم و معزز کون ہوسکتا ہے کہ اپنے دستِ قدرت سے ان کا خمیر تیار کیا۔ کمال قدرت سے مبدأ اول میں روح ڈالی۔ فرشتوں سے سجدہ کراکر، تمام ملاء اعلیٰ میں اظہارِ شرافت و کرامت کا اعلان کیا۔ جنت، خلدِ بریں میں سکونت عطا کی۔ بے شمار فضائل و مناقب کے ہوتے ہوئے صرف ایک ذنب و گناہ پر جنت سے نکال دیا۔ یہ ہے اس کی وحدانیت اور قدرتِ کاملہ ہر دو شان کی عکاسی ہے۔ وہ قادر ہے۔ مخلوق میں قدرت کہاں۔ آدم نکالے گئے۔ ذات حق نکالنے والی تھی۔ اس سے مخلوق کی بے بسی، عجز، احتیاج کا علم ہوا۔ اور قدرت کے کمال کی اعلیٰ مثال بنی۔ یہ بات بھی ذہن نشین کرلو کہ حق جل مجدہ کسی بھی شخص کو معصیت کی بناء پر جنت میں داخل نہیں کرے گا یا معصیت کے ہوتے ہوئے دخولِ جنت نہ ہوسکے گا۔

دیکھو! داؤد علیہ السلام خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں۔ ایک ادنیٰ درجہ کی غلطی ہوئی جس کو ہم اپنے معاشرہ میں شاید جرم بھی نہ کہیں، مگر حق جل مجدہ کا عتاب آیا۔

لہٰذا میرے بھائی! تقویٰ اختیار کرو۔ معصیت و گناہ سے بچو اور اسی طرح گنہگاروں کی جماعت سے بچو اس لیے کہ اہلِ معاصی، گنہگاروں کی جماعت نے اپنے اوپر عذابِ الٰہی واجب کرلیا ہے۔ العیاذ باللہ۔

دیکھو! ہمیشہ اپنے اموال اور نفوس کو مومن بھائیوں کے لیے مفتوح رکھو۔ اور ظاہر و باطن کے ذریعے کبھی بھی دھوکہ و فریب نہ دو۔ جاہلوں کی مجالس اور جہال کی جماعت سے الگ تھلگ رہو۔ یہی حکم فجار کا بھی ہے، اس لیے کہ جو اُن کے ساتھ رہے گا وہ یقیناً ہلاک ہوگا مگر یہ کہ حق جل مجدہ محض رحمتِ خاص سے بچالیں۔

دیکھو! جب عوام کے ساتھ رہو تو حالتِ تبسم میں رہو، بشاشت کی کیفیت ہو۔ اور خلوت و تنہائی میں کثرتِ بکاء یعنی زیادہ سے زیادہ رونے کی کوشش کرو اور حزن و غم کو اپنا ساتھی بناؤ۔

اس لیے کہ جو بات مجھ کو پہنچی ہے اس کی صحت کا علم اللہ کو ہے، وہ یہ کہ قیامت کے دن

بندے کے اعمال نامہ میں جو چیز یا عمل سب سے زیادہ وزنی ہوگی وہ تنہائی میں فکرِ آخرت کے حزن وغم کا ہوگا۔ مگر ہاں ! خشوعِ نفاق سے بچنا کہ چہرہ پر تو حزن وغم ہو اور قلب فکرِ آخرت سے خالی ہو۔ والسلام۔ (الحلیہ ، ج:۷،ص:۴۷)

ایک اور موقع پر حضرت سفیان ثوریؒ نے علی بن الحسن کو ذیل کی وصایا کیں :

اے میرے بھائی ! طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک تمام اوقات کو نگاہ میں رکھو اور جو زندگی کے لمحات بیت گئے ہیں ان پر استغفار و ندامت اور یہ بھی دیکھو کہ جو طاعات و قربات میں گزرے اس پر استقامت رکھو اور جو گناہ و ذنب میں گزرے ہیں ان سے اپنے کو آئندہ باز رکھنے کی کوشش کرو۔ کبھی یہ تصور قائم نہ کرو کہ میں پورا کامل دن اطاعت میں گزارا ہوں۔ اور اب دن و رات میرے احاطہ اعمال میں آگئے ہیں۔ اس لیے کہ تجھ کو معلوم نہیں کہ تیرا دن مکمل گزرا ہے کہ نہیں کیونکہ میزان کسوٹی تیرے پاس نہیں ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ دیکھو ! ترکِ گناہ آسان ہے طلبِ توبہ سے۔ توبۂ نصوح ...... یہ ہے کہ انسان جس گناہ سے توبہ کرے اس کو پھر کبھی بھی نہ کرے۔ تو جہاں کہیں بھی رہ حق جل مجدہ سے ڈر کر رہ۔ اگر تنہائی میں گناہ ہوا ہو تو اس کی توبہ بھی تنہائی میں کر۔ اگر اعلانیہ گناہ کا ارتکاب کیا ہو تو اس کی توبہ بھی اعلانیہ کر۔ گناہ پر گناہ نہ کر کہ ایک گناہ کیا ابھی توبہ و استغفار نہیں کیا تھا کہ دوسرا گناہ کر لے۔ کثرت سے گریہ و زاری کیا کر جتنی قدرت ہو۔ کبھی بھی منہ کھول کر نہ ہنس۔ تو بیکار نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ صلہ رحمی کیا کر اپنے رشتہ داروں پر، پڑوسیوں پر، بھائیوں پر، پھر اس کے بعد مسکین، یتیم، ضعیف پر رحم کر۔ جب بھی نیکی کا خیال آئے یا صدقہ خیرات دینے کا جذبہ دل میں پیدا ہو تو فوراً اس پر عمل کر لے۔ کہیں تیرے ارادے کے درمیان شیطان حائل نہ ہو جائے۔ تمام اعمال اخلاص نیت کے ساتھ کر۔ حتی کہ کھانا پینا بھی تیرا بغیر نیت کے نہ ہو۔ تن تنہا کبھی نہ کھا۔ نہ ہی تنہا اکیلا سو۔ اس لیے کہ شیطان تنہا آدمی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جب دو ہو جائیں تو بھاگ جاتا ہے۔

اندھیرے اور تاریکی میں کھانا نہ کھا کہ شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ خبردار ! عُجب و دکھاوے سے بچ کہ اس سے دین میں فساد آتا ہے۔ کسی پر تعدی و زیادتی نہ کر کہ اس سے نتیجہ

تیرے خلاف نکلے گا اور دوست دشمن بن جائیں گے۔ آپس میں کینہ کپٹ، بغض و عداوت نہ رکھ کہ اس شخص کی توبہ قبول نہیں ہوتی جس کے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے کینہ ہو۔ اور خاص کر عداوت تو انسان کے مذہب کو تباہ کردیتی ہے۔ ہر کس و ناکس طبقۂ انسان کو سلام کیا کر۔ اس سے تیرے قلب کا غل وغش دور ہو جائے گا۔

لوگوں سے مصافحہ کیا کر۔ لوگوں کی نگاہ میں محبوب ہو جائے گا۔ ہمیشہ باوضو رہا کر۔ تیرے محافظ فرشتے تجھ کو دوست رکھیں گے۔ اگر تو اسی حالت میں مَر گیا تو شہادت کا مقام حاصل کرلے گا۔ یتیموں کو اپنے سے قریب رکھو۔ ان کے سر پر شفقت کے ساتھ ہاتھ پھیرو۔ تیرے عمر میں اضافہ ہوگا۔ تو نبیؐ کا جنت میں ساتھی ہوگا۔ چھوٹوں پر رحم کرو۔ بڑوں کا احترام کرو، صالحین سے مل جاؤ گے۔ اپنا کھانا صالحین کو کھلاؤ اگرچہ وہ غنی و مالدار ہوں، اللہ جل جلالہ تجھ سے محبت کریں گے اور تیری محبت لوگوں کے دل میں ڈال دیں گے۔ جب نیا کپڑا پہنو تو پرانا ننگوں کو دیدو، اللہ تعالیٰ تیرا نام بخیلوں سے مٹا دیں گے۔ تیری نیکی میں اضافہ فرمادیں گے۔ گناہ کم کردیں گے۔ تو اللہ ہی کیلئے کسی سے محبت کر اور بغض بھی اللہ ہی کیلئے رکھ۔

اگر تو میری ان وصایا پر عمل نہ کرسکا تو پھر تو منافقین کے خاص گروہ میں شامل ہے۔ والسلام! (الحلیہ، ج:۷، ص:۶۱)

ایک اور موقع پر ذیل کی وصایا لکھیں:

اے بھائی! تجھ پر اپنے ہاتھ سے کمانا اور حلال وطیب کا لحاظ رکھنا منجملہ فرائض میں سے ہے۔ خبردار تیری نگاہ اوساخ الناس (لوگوں کے تبرعات وصدقات) پر نہ ہو کہ تو اس سے کھائے یا پہنے۔ اس لیے کہ ایسے لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ اس کا ایک بالاخانہ ہو جس پر وہ کھڑا ہے مگر نیچے اُترنے کے لیے کوئی زینہ نہیں۔ وہ ہر وقت خائف وترساں ہے کہ کہیں نیچے نہ گر جائے یا اس کا بالاخانہ ہی نہ گر پڑے۔ نیز تبرعات وصدقات پر پلنے والے لوگوں کی خوشنودی کی باتیں کرتے ہیں، خواہشاتِ نفس کے غلام ہیں اس لیے کہ ان کو خوف لاحق ہوتا ہے کہ اگر میں ایسا نہ کروں تو لوگ مجھے دینا بند کردیں گے۔ اور میں تنگدست ہو جاؤں گا۔ عزیز بھائی! اگر تو لوگوں سے کچھ حاصل کرلے گا تو وہ تیری زبان کو حق گوئی سے روک

دیں گے اور حق گوئی سے تیری زبان کٹ جائے گی۔ تو بعض لوگوں کا جو مستحق نہ ہوں گے اکرام کرے گا اور جو اکرام کے مستحق ہوں گے ان کی توہین جبکہ یہی تیرے لیے قیامت میں وبال بن جائے گا۔

دیکھو! اگر تم کو کوئی شخص کچھ دیتا ہے تو یہ وسخ گندگی ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ وہ اپنے گناہ سے پاکی حاصل کرنے کے لیے، تجھ کو یا کسی بھی شخص کو دے رہا ہے۔ لہٰذا تو دوسروں کی گندگی کو قبول نہ کر۔ پھر اس کا غلط نتیجہ بسا اوقات یہ نکلتا ہے کہ جس شخص نے تم کو کچھ دیا ہے وہ کبھی تم کو کسی غلط بات یا باطل پرستی، یا چشم پوشی یا ارتکابِ منکر پر آمادہ کرنے کی کوشش کرے گا اور تو چونکہ اس کا مرہونِ منت ہے، انکار نہ کر سکے گا۔ اس طرح حق تیرے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ کہ جو لوگ اوساخ الناس لوگوں کے تبرعات پر پلتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ چند آدمی کسی کام میں شریک ہوں لہٰذا اس کے نتائج میں بھی شریک ہوں گے اور اس طرح تو قیامت میں ان کے ساتھ ماخوذ ہوگا۔

اے میرے بھائی! بھوکا رہنا اور تھوڑی عبادت کرنا اس سے بہتر ہے کہ تو پیٹ بھر کر لوگوں کے تبرعات سے کھائے اور زیادہ عبادت کرے۔ مجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث پہنچی ہے جس کا مفہوم ہے کہ ایک شخص رسّی لے کر جنگلات سے لکڑیاں اکٹھی کر کے پیٹھ پر لاد کر لائے اور اس سے اس کی کمر جھک جائے یہ بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے یا امید لگائے۔ یعنی ہاتھ کی کمائی خواہ کتنا ہی تعب کیوں نہ ہو بہتر ہے سوال یا تبرعات پر تکیہ لگانے سے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتا ہے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور جو کام نہیں کرتا اور کھانے کی فکر میں رہتا ہے اس کو ہم معیوب جانتے ہیں۔ اور اس کو متہم گردانتے ہیں۔ آپ نے قرّاء - قرآن کریم کے جاننے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے جماعتِ قرّاء! سر بلند کر کے چلو نہ کہ سر جھکا کر کہ لوگ یہ جانیں کہ اس کے دل میں خشوع ہے۔ اور حصولِ رزق میں سبقت کرو۔ سعی و کوشش جاری رکھو، عیال الناس لوگوں کے تبرعات پر پلنے کی کوشش نہ کرو۔ اس لیے کہ راستہ اور طریق حق واضح ہو چکا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جو لوگوں کے تبرعات پر جیتے ہیں ان کی

مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنا درخت دوسروں کی زمین میں لگائے۔

لٰہذا اے بھائی! تقویٰ تمام ہی امور میں حاصل کرنے کی کوشش کرو کہ تبرعات کو اپنے لیے جمع کرنے والا لوگوں کی نگاہ میں حقیر و ذلیل ہو کر رہتا ہے۔ اور مومنین کی جماعت اللہ تعالیٰ کی جانب سے زمین میں گواہ ہے۔ خبردار تو خبیث مال کما کر حق جل مجدہ کی راہ میں صَرف نہ کر۔ خبیث مال سے بچنا منجملہ فرائضِ الٰہی سے ہے۔ اللہ جل مجدہ پاک و طیب ہے پاک و طیب کو قبول کرتا ہے۔

تو اس کو ایک مثال سے سمجھ کہ اگر کسی کے کپڑے میں پیشاب لگ جائے تو کیا اس کو پیشاب سے پاک کیا جاتا ہے؟ اور کیا پیشاب پیشاب کو پاک کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! گندگی اور پلیدگی کو پاک ہی چیز پاک کرسکتی ہے۔ اسی طرح گناہ کو حسنات ہی مٹا سکتی ہیں سیئات نہیں۔ اور اللہ پاک ہے پاک کو قبول کرتا ہے۔ حرام کی آمیزش والا کوئی عمل بھی قابلِ قبول نہیں۔ کیا ایسا کبھی ہوا ہے کہ گنہگار نے گناہ کو گناہ سے مٹایا ہو۔ تو میری وصیت کو یاد رکھ، آخرت کے سنورنے کی امید کی جاسکتی ہے۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۷، ص:۷۱)

حضرت سفیان ثوریؒ کی آخری وصایا علی بن الحسن کے نام

بیٹے! یہ آخری وصایا ہیں، تم قبول کرو اور اس پر عمل کرو۔ نجات کی امید کی جاسکتی ہے۔

ہمیشہ سچ بولو خواہ جس حال میں رہو۔ خبردار! جھوٹے ہرگز نہ بنو۔ خیانت نہ کرو، نہ ہی لوگوں میں سے کسی کے ساتھ نشست و برخاست رکھو۔ اس لیے کہ یہ تمام ہی چیزیں گناہ ہیں۔

خبردار میرے بھائی! قول و عمل میں ریا نہ آنے پائے کہ یہ شرک عین ہے۔ ساتھ ہی جو اعمال بھی کرو اس میں عُجب نہ پیدا ہو کہ جس حال میں عُجب ہوگا وہ آسمان تک نہ اُٹھایا جائے گا۔ دین مذہب کی باتیں اسی شخص سے سیکھو جو خود ہی اپنے دین پر زیادہ سے زیادہ مشفق و مہربان ہو اور اس پر عمل پیرا ہو کہ ایسا شخص جو اپنے دین پر پابند نہ ہو اس کی مثال اس طبیب کی ہے جو خود ہی مریض ہو کہ اپنے مرض کے علاج پر قادر نہ ہو تو دوسرے کا علاج کیا کرسکتا ہے۔ (لٰہذا جو شخص خود معصیت کی آلودگی میں غرق ہو وہ دوسرے کو کہاں تک گناہ سے بچا سکتا ہے۔)

پس وہ شخص جو اپنے دین کی حفاظت نہیں کرسکتا وہ تم کو دین کے راستہ پر کب لگا سکتا

ہے۔ دیکھ! تیرے اعمال کا دینی حیثیت سے مقام ظہور خون ولحم ہے۔ اس معنی میں دین تیرا جسم ہے، گناہوں پر کثرت سے گریہ وزاری کیا کرو۔ رو رو کر اپنے جان ونفس پر رحم کر کیونکہ جو خود اپنے اوپر رحم نہیں کھاتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ تیرے جلیس وہم نشین وہ لوگ ہوں جو زاہد فی الدنیا اور راغب فی الآخرۃ ہوں۔

خبردار! دنیادار لوگوں کے ساتھ جو ہر وقت دنیاوی باتوں میں ہی مشغول ومنہمک رہتے ہیں نہ بیٹھا کر۔ کہ ان کی مجلس تیرے دین وقلب دونوں کو بگاڑ دے گی۔ کثرت سے موت کا تذکرہ کیا کر۔ اپنے گزرے ہوئے ایام پر استغفار کر کہ غفلت کا تدارک یہی ہے۔ اور بقیہ زندگی کے ایام میں حق جل مجدہ سے سلامتی وعافیت کا طالب رہ۔

پھر اے بھائی! اچھے اخلاق وآداب کی عادت ڈال۔ جماعت اہل سنت کی مخالفت ہرگز نہ کر کہ خیر وبھلائی کی ضمانت ہے۔ مگر وہ فرد جو عقیدۂ اہل سنت والجماعت کے باوجود دنیاپرست ہو اس کی مخالفت وجدائیگی روا ہی نہیں واجب ہے۔ کہ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک گھر کی تعمیر کرتا ہے اور دوسرے کو منہدم کہ یہ دنیا کو آباد کر رہا ہے اور آخرت کو برباد۔ جب کوئی مسلمان تجھ سے نصیحت کرنے کو کہے تو دریغ وبخالت نہ کر۔ نہ ہی دینی امور میں جب مشورہ طلب کیا جائے تو اپنے ناصحانہ کلمات سے باز رہ کہ اس سے رضائے الٰہی کا دروازہ کھلتا ہے۔ مؤمن کے ساتھ خیانت نہ کر کہ جس نے مومن کے ساتھ خیانت کی اس نے اللہ ورسول کے ساتھ خیانت کیا۔ العیاذ باللہ۔

جب کسی مومن بھائی سے اللہ کے لیے محبت کر تو اس پر اپنا جان ومال قربان کر دے اور خبردار جنگ وجدال اور تکبر وغرور میں مبتلا نہ ہو کہ یہ صفات انسان کو ظلم وخیانت اور گناہ پر آمادہ کرتی ہیں۔

ہمیشہ ہر حال میں صبر کا اپنے کو خوگر بنا کہ صبر نیکی پر لگا دیتی ہے اور نیکی جنت تک پہنچا دیتی ہے۔ خبردار! مزاج میں شدت وغضب پیدا نہ کر۔ اس لیے کہ غضب فجور کی راہ ڈال دیتا ہے۔ اور بالآخر وہ راہِ جہنم تک پہنچاتی ہے۔ علماء سے جنگ وجدال نہ کرنا کہ تو اہل اللہ کی نگاہوں سے گر جائے گا۔ علماء کا آپس میں اختلاف رحمت ہے۔ ان سے قطع تعلق اللہ جل جلالہ کی

ناراضگی کا سبب ہے۔علماء انبیاء کے علوم کے خزانے ہیں اور اصحاب محمد ﷺ کے وارثین ہیں۔

تو زہد فی الدنیا کو اختیار کر اللہ تعالیٰ تیری نگاہ میں دنیا کے عیوب منکشف کردے گا۔ حقیقت کھل جائے گی۔ ورع کو اپنانا، اللہ آخرت کا حساب آسان کردے گا۔جس چیز میں شک وشبہ ہوتو اس کو چھوڑ دے اور وہ اختیار کر جس میں شک نہ ہو،تو محفوظ ہوجائے گا۔شک کو یقین کے ذریعہ دفع کر اس سے دین محفوظ ہوجائے گا۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا رہ تو حبیب اللہ (اللہ کا محبوب و دوست) بن جائے گا۔ جماعتِ فاسقین سے بغض و عداوت رکھ شیطان تجھ سے دور رہے گا۔

دنیا ملنے پر خوش کم ہوا کرو اس سے عند اللہ تیرا قوت و رابطہ مستحکم ہوگا۔تمام اعمال آخرت کی نیت سے کیا کرو، دنیا کی کفایت اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے۔باطن کو سدھارو، ظاہر کو اللہ تعالیٰ سدھار دے گا۔گناہوں پر رویا کرو ملاء اعلیٰ کے رفیق و دوست بن جاؤ گے۔غفلت کی زندگی گزارنے سے بچو۔دیکھو تم اوقات کو اگر غفلت کے ساتھ گزار دو گے تو اوقات تیرے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔

حق جل مجدہ کے بے شمار حقوق وشروط تمہارے ذمے ہیں جن کی ادائیگی میں منہمک ہوجاؤ۔حقوقِ الٰہی میں غفلت نہ برتو کہ تجھ سے اس کا شدید محاسبہ ہوگا خواہ تو غفلت سے اس کو گزارے۔اصول یاد رکھو کہ جب دنیاوی امور و حاجت پیش آئے تو پہلے سوچو، اس کو پرکھو کہ آخرت کے لحاظ سے سودمند ہے یا نہیں۔اگر ہوتو کرگزرو۔ورنہ پھر چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔جب امورِ آخرت پیش آئے تو جھوم کر اس کو جلد سے جلد کرگزرو۔قبل اس کے کہ تیرے ارادے کے درمیان شیطان لعین حائل ہوجائے۔بغیر کام کیے ہوئے بیٹھ کر کھانے کی فکر میں نہ رہا کرو کہ یہ عیب کی بات، ناپسند سمجھی گئی ہے۔بغیر نیت ثواب اور بلا حاجت وطلبِ شدید کے کھانا نہ کھاؤ۔زیادہ کھاؤ گے تو مردار کی طرح پڑے رہ جاؤ گے ذکر الٰہی نہ کرسکو گے (یعنی زیادہ کھا کر انسان پر غفلت وسستی طاری ہوجاتی ہے اور مردار کی طرح پڑا رہتا ہے اور ذکر بھی نہیں کرسکتا ہے۔) لہٰذا زیادہ کھانے سے بچو۔زیادہ سے زیادہ فکر آخرت میں لرزاں وترساں رہا کرو کہ قیامت کے دن مومن کے حسنات میں اس کا وزن سب سے بڑھ کر

ہوگا۔لوگوں کو ناز ونعم، عیش وعشرت میں دیکھ کر لالچ نہ کرو۔ اس لیے کہ طمع و لالچ دین کو ہلاک کردیتی ہے۔ ان کی طرف طبیعت کا میلان بھی نہ ہو۔ کہ اس سے قلب میں صلابت وسختی پیدا ہوتی ہے۔خبردار! دنیا پر حریص نہ بنو کہ حرص علی الدنیا ہی کی وجہ سے لوگ بروز قیامت رسوا و ذلیل ہوں گے۔

تو قلب وجسم کو گناہ کی گندگی سے پاک صاف رکھنے والا بن اور ہاتھ کو مظالم سے نیز غل وغش، مکر وخیانت سے قلب کو سلیم ومحفوظ رکھ۔

پیٹ کو حرام سے خالی رکھ اس لیے کہ جنت میں وہ جسم کبھی بھی داخل نہ ہوگا جو مالِ حرام سے پرورش پایا ہو۔ نگاہوں کو لوگوں کے عیوب سے بچا۔ بلا ضرورتِ شدید کہیں نہ جا۔ بلا حاجتِ شرعی کلام نہ کر۔ ان چیزوں کو ہاتھ نہ لگا جن کی اجازت من جانب اللہ نہیں۔ ہمیشہ خائف ولرزاں زندگی کے بقیہ ایام میں رہ کہ تو نہیں جانتا کہ کس وقت تجھ پر دینی آفت آتی ہے اور کب توفیق عبادات و اطاعات لے لی جاتی ہے۔ دل میں کبھی یہ خیال نہ رکھ کہ میں امانتِ الٰہی کو کامل ومکمل ادا کررہا ہوں اور کیونکر یہ گمان ہوسکتا ہے جبکہ حق جل مجدہ نے خود ہی واضح کردیا اور تیرا نام رکھ دیا ”ظَلُوْمًا جَهُوْلًا“ ......ظالم و جاہل۔ تیرے باپ آدم اس امانت کو باقی نہ رکھ سکے اور نہ ہی امانت کو پورا کرسکے اور بالآخر خطا کا ارتکاب ہوگیا۔ دنیاوی خواہشات کم کر اور امورِ آخرت میں جو کوتاہی ہوگئی ہے اس کو معذرت کے ساتھ لے کر حق جل مجدہ کی طرف متوجہ ہوجا۔ گناہ کی معافی طلب کر، اُمید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو ان لوگوں میں شمار کرلے جن کو خیر کی امید ہے اور ان کے خود کے شر سے اللہ تعالیٰ ان کو بچالے گا۔ جو ہمہ وقت اطاعتِ الٰہی میں منہمک ہیں ان سے کبھی بغض نہ رکھ نہ ان پر ناراض ہو۔ ہر عام و خاص پر مہربان رہ۔ قطع رحمی سے بچ۔ جو قطع رحمی کرے تو اس سے صلہ رحمی کر۔ جو قطع تعلق کرے تو اس کے ساتھ محض رضائے الٰہی کے لیے تواضع کے ساتھ ملا کر۔ جو تجھ پر ظلم کرے اس کے ساتھ درگزر کر۔ ان صفات پر عمل کرنے سے تو انبیاء وشہداء کا رفیق و دوست بروز قیامت بن جائے گا۔ بازار میں کم جایا کر کہ وہاں بھیڑیے ہیں جو لباس میں پوشیدہ ہیں۔ دین کا حلیہ بگاڑتے ہیں۔ وہاں مردود شیطان الانس والجن کا ٹھکانا ہوتا ہے۔ اگر بازار میں جانا ناگزیر ہی ہو تو امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سہارا لیا کر۔ کیونکہ بازار میں تو منکرات کے سوا حسنات نہیں پائے گا۔لہٰذا جب منکرات دیکھوتو ذیل کے کلمات پڑھا کرو: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ. يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرِ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ اس وقت بازار میں جتنے بھی انسان خواہ عجمی ہوں یا عربی، تمام انسان کے بقدر اس پڑھنے والے کے نامہ اعمال میں دس دس نیکی لکھی جاتی ہیں۔ بازار میں کبھی بھی نہ بیٹھ۔ کھڑے کھڑے اپنی حاجت وضرورت پوری کر اور چل دے۔ اس طرح تیرا دین محفوظ رہ سکے گا۔ ہمیشہ کچھ نقد (درہم و دینار، روپیہ پیسہ) اپنے پاس رکھنا کہ دانشمندی کی دلیل ہے اور کمال عقل کی علامت۔ میٹھی چیزیں کھانے میں اور خاص کر حلوہ کا استعمال رکھنا کہ حلم و بردباری پیدا ہوتی ہے۔ گوشت بھی ایک دو روزہ کے ناغہ سے استعمال کرنا مگر روزانہ نہیں۔ اور چالیس دن سے زیادہ ناغے بھی نہیں کرنا۔ کہ اس کے ترک سے بھی اور کثرت استعمال سے بھی بداخلاقی سوءِ خلقی پیدا ہوتی ہے۔

طبیب کو دروازہ سے واپس نہ کرنا کہ دماغ میں اضافہ ہوگا۔ مسور کا استعمال رکھنا کہ آنکھ میں آنسو اور قلب میں رقت ونرمی پیدا کرتی ہے۔ موٹا سوتی لباس استعمال کرنا کہ اس سے تو حلاوۃ الایمان ذائقہ ایمانی، مٹھاس محسوس کرے گا۔ کھانا کم کھانا کہ شب بیداری آسان ہوتی ہے۔ روزہ کو لازم کرلو کہ فسق و فجور کا دروازہ بند کرتی ہے۔ عبادت و اطاعت کا دروازہ کھولتی ہے۔ قلّتِ کلام، کم گوئی کی عادت ڈالو کہ اس سے قلب میں نرمی آتی ہے۔ خاموشی اور سننے کی عادت ڈالو۔ ورع، پرہیزگاری آسان ہوجائے گی۔ دنیا کی حرص نہ رکھو۔ لوگوں کو نعمت میں دیکھ کر حسد نہ کرو حاسد نہ بنو۔ سرعتِ فہم کی دولت نصیب ہوگی۔ لوگوں پر لعن وطعن نہ کیا کرو عوام کے فتنوں سے نجات پاؤ گے۔ لوگوں پر مہربان رہو مقبولِ خاص و عام بن جاؤ گے۔ حق جل مجدہ نے جو رزق تم کو دیا ہے اسی پر راضی رہو، غنی بن جاؤ گے۔ اللہ کی ذات پر توکل و بھروسہ رکھو قوی بن جاؤ گے۔ دنیاداروں سے ان کی دنیا چھیننے کی کوشش نہ کرو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ تواضع اختیار کرو تمام اعمالِ خیر مکمل ہوجائیں گے۔

اچھے عافیت والے اعمال کرو عافیت نصیب ہوگی جو آسمان سے آئے گی۔ لوگوں کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ رکھو تیری حاجتیں غیب سے پوری ہوں گی۔ ہر مخلوق پر رحم کھاؤ مخلوقات تجھ پر ترس کھائیں گی۔ عزیز بھائی! ایام و لیالی اور ان کی ساعات گھڑیاں خبردار یونہی باطل و بیکار نہ گزر جائیں کہ تو کچھ نہ کر سکے۔ اپنے نفس کے اعمال کو خود نفس ہی کی حفاظت کے لیے۔ پیاس کے دن کی شدت کی خاطر اعمالِ خیر کو بھیجو کہ ربّ العالمین اس دن کسی کو سیراب نہ کرے گا مگر یہ کہ خود رحمٰن جس سے راضی ہو اور تو اس کی رضا کو بغیر اس کی عبادت و اطاعت کے نہیں پا سکتا ہے۔ کثرت سے نوافل کا اہتمام رکھو حق جل مجدہ سے قربت ہو جائے گی۔ لوگوں پر کثرت سے خرچ کیا کرو کہ قیامت کے دن تیرے عیوب پر پردہ ڈال دیا جائے گا۔ اور حساب میں تخفیف و آسانی کر دی جائے گی۔ اور اس دن کی ہولناکی کم ہو جائے گی۔ کثرت سے امر بالمعروف اور معروف و حسنات کو اپنا لو کہ قبر میں اللہ تعالیٰ اُنس و اُلفت عطا فرمائے گا۔ وحشت بیگانگی ختم ہوگی۔ تمام محارم سے کلّی اجتناب برتو ایمانی ذائقہ و مٹھاس محسوس کرو گے۔ متقی و پرہیزگار کی مجلس میں بیٹھا کرو اللہ تعالیٰ تیرے دین کی اصلاح فرما دے گا۔ مشورہ انہی لوگوں سے لیا کرو جو حق تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں۔

خیر و بھلائی کے کاموں میں جلد بازی کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تیرے درمیان اور معصیت کے درمیان حائل ہو جائے گا۔ اللہ اللہ زیادہ سے زیادہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ زہد فی الدنیا کی صفت عطا کرے گا۔ ذکر اللہ کثرت سے کیا کرو۔ موت کی یاد ہمیشہ تازہ کرو۔ اللہ تعالیٰ دنیاوی امور آسان کر دیں گے۔ قلب سے جنت کا اشتیاق رکھو۔ اللہ تعالیٰ اطاعت کی توفیق بخش دیں گے۔ نارِ جہنم سے ڈرتے رہو تمام دنیاوی مصائب جھیلنا آسان ہو جائے گا۔ اہل جنت سے سچی پکی دوستی رکھو انہی کے ساتھ قیامت میں رہو گے۔ گنہگاروں سے بغض رکھو اللہ کے دوست بن جاؤ گے۔ کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کی جانب سے زمین میں گواہ ہیں۔ کسی مومن کو گالی مت دینا نہ بھلائی کے کاموں کو حقیر و کمتر جاننا۔ دنیا داروں سے ان کی دنیا چھیننے کی کبھی بھی کوشش نہ کرنا۔

اور اے بھائی! سب سے پہلی بات یہ کہ ہر معاملہ میں تقویٰ کا خیال رکھنا ظاہراً و باطناً اور حق جل مجدہ سے اس شخص کی طرح ڈرو جیسا کہ مُردہ ہو کر پھر اُٹھا کر اللہ کی عدالت میں

کھڑے کردیے گئے ہو۔ اور سامنے احکم الحاکمین جبار وقہار کی عدالت ہو۔

جو تیرے اعمال کا حساب و کتاب، ذرہ ذرہ کے اعتبار کے ساتھ لے گی۔ پھر تم کو دو ٹھکانوں میں سے کسی ایک جانب بھیج دے گی۔ وہ جنت نعمتِ خلود ہوگی یا پھر نار جہنم جہاں انواعِ عذاب میں خلود بلاموت کے ہوگی۔ الغرض وقوف کے وقت دو حالت ہوگی اُمیدِ عفو و کرم یا عقاب و عذاب۔ جس میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تمھیں توفیق بخشے۔ والسلام۔

(الحلیہ، ج: ۷، ص: ۲۸۲ تا ۲۵۵ کا خلاصہ)

حضرت سفیان ثوریؒ کی وصیت حاتم اصمؒ کو

میں تمھیں چار چیزوں سے آگاہ کرتا ہوں جن کو عوام نے بربنائے غفلت فراموش کردیا ہے۔ اول یہ کہ لوگوں پر اتہام لگا کر ان کو برا بھلا کہنا، احکامِ ربانی سے غافل بنا دیتا ہے۔ دوم کسی مومن کے عروج پر حسد کرنا، ناشکری کا پیش خیمہ ہے۔ سوم ناجائز دولت جمع کرنے سے انسان آخرت کو بھول جاتا ہے، چہارم اللہ تعالیٰ کی وعید پر خوفزدہ نہ ہونے اور اس کے وعدوں پر اظہارِ مایوسی کرنے سے کفر عائد ہوجاتا ہے اور یہ سب چیزیں نہایت بری ہیں۔

(تذکرۃ الاولیا، ص: ۱۲۰)

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیتیں

حضرت خواجہ قدس سرہ نے اپنے فرزند ارجمند کو چند باتوں کی وصیت فرمائی جو کہ تمام طالبانِ حق کے لیے معرفت کا خزانہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

اے فرزند! تقویٰ کو اپنی خصلت بناؤ۔ وظائف اور عبادت پر مضبوطی سے مداومت کرو اور اپنے حالات کا محاسبہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق ادا کرو۔ اور ماں باپ کے بھی۔ ان خصلتوں کے اختیار کرنے سے رضائے حق تعالیٰ سے مشرف ہوجاؤ گے۔ حق تعالیٰ کے احکام کو نگاہ میں رکھو کہ وہ تمھارا محافظ ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو، خواہ دیکھ کر یا زبانی۔ بلند آواز سے یا آہستہ۔ علم کی طلب سے ذرا بھی دور مت رہو۔ علم فقہ و علم حدیث سیکھو۔ اور جاہل صوفیوں کے نزدیک بھی نہ جاؤ۔ اور عوام الناس

سے دور رہو کیونکہ وہ راہِ دین کے چور ہیں۔

مذہب اہلسنّت و جماعت کے پابند رہو۔ ائمہ سلف کے مذہب پر قائم رہو کیونکہ نئی نئی باتیں بعد میں پیدا ہوئی ہیں، وہ گمراہی سے خالی نہیں۔ نوجوان عورتوں، مالداروں اور اہلِ بدعت کی صحبت سے دور رہو کیونکہ یہ تمھارے دین کو برباد کردیں گے۔ دو روٹی مل جائیں تو ان پر قناعت کرو۔ فقراء کی صحبت اختیار کرو اور ہمیشہ خلوت پسندی اختیار کرو۔

روزی حلال کھاؤ کیونکہ حلال روزی خیر و بہتری کی کنجی ہے اور حرام سے پرہیز کرو ورنہ حق تعالیٰ سے دوری ہوجائے گی۔ دین پر قائم رہو تاکہ کل کے روز قیامت میں دوزخ کی آگ تم کو نہ جلائے۔ حلال کمائی کا کپڑا پہنو تاکہ عبادت میں حلاوت پاؤ۔ رات اور دن میں بہت عبادت کیا کرو۔ نماز باجماعت ادا کرو اگرچہ تم مؤذّن و امام نہیں۔ ضمانتوں میں اپنا نام مت لکھاؤ، عدالتوں اور کچہریوں میں مت پھرو اور لوگوں کی وصیتوں میں دخل نہ دو۔ مخلوق سے ایسا بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ گمنامی اختیار کرو کہ تمھارا مذہب برباد نہ ہو، سفر اختیار کرو کہ تمھارا نفس ذلیل ہو۔ کسی کے مذمت کرنے سے غمگین مت ہو اور کسی کی تعریف پر مغرور مت ہو۔ مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق سے معاملہ کرو چاہے نیک ہو یا بد۔ ہر حال میں باادب رہو۔ تمام مخلوقات پر رحم کھاؤ۔

قہقہہ مار کر مت ہنسو، قہقہہ کی ہنسی دل کو بند کرتی اور دل کو مردہ کردیتی ہے۔ سردار دو جہاں حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لو تو تھوڑا ہنسو گے اور بہت روؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بے خوف مت رہو اور رحمتِ الٰہی سے ناامید نہ ہو اور خوف و رجا کی حالت میں زندگی گزارو کہ سالکوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ کبھی وہ خوف میں رہتے ہیں اور کبھی اُمید میں۔ موت کو بہت یاد کرو۔ طالب ریاست مت بنو۔ جو شخص طالب ریاست ہوا اس کو طریقت کا سالک نہیں کہا جاسکتا۔ اکثر روزہ دار رہو کیونکہ روزہ نفس کو توڑتا ہے۔ فقر میں پاکیزہ اور پرہیزگار رہو۔ سبک بار اور دیانتدار اور راہِ الٰہی میں تقویٰ، فقر اور علم کے ذریعے ثابت قدم رہو۔ جان و مال سے فقراء کی خدمت کیا کرو اور ان کا دل راضی رکھو اور ان کی پیروی کرو اور ان کے راستے کو یاد رکھو۔ اور ان میں سے کسی کا انکار مت کرو سوائے ان چیزوں

کے جو خلافِ شرع ہوں۔ اگر فقراء کا انکار کرو گے ہرگز نجات نہ پاؤ گے۔

لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو اور اپنے لیے کوئی چیز محفوظ مت رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے پر بھروسہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے انسان میں ہر روز تم کو روزی پہنچاتا ہوں تو اپنے آپ کو رنج مت دے۔'' مقامِ توکل میں قدم رکھو کہ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ (سورۂ طلاق، آیت:۳) اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس (کی اصلاحِ مہمات) کے لیے کافی ہے۔ پس یقین رکھو کہ رزق تقسیم کیا ہوا ہے۔ جواں مرد بنو، جو کچھ حق تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اس کو تم اللہ کی مخلوق پر خرچ کرو۔ بخل اور حسد سے دور رہو کیونکہ بخیل اور حاسد کل بروز قیامت دوزخ میں جائیں گے۔ اپنے ظاہر کو آراستہ مت کرو کہ ظاہر کی آرائش باطن کی ویرانی ہے۔ حق تعالیٰ کے وعدوں پر بھروسہ مت کرو اور تمام خلائق سے نا اُمید ہو جاؤ اور ان سے صحبت مت رکھو۔

حق بات کہو۔ کسی سے نہ ڈرو۔ اپنے نفس کی حفاظت کرو کہ اس کو اصلاح پر لا سکو۔ اپنے نفس کی عزت مت کرو۔ اور ان چیزوں کی طلب سے جن کے بغیر کام چل سکے زبان بند کرو۔ مخلوق کو ہمیشہ نصیحت کیا کرو۔ کھانا اور پینا کم کرو۔ ہرگز بغیر شدید ضرورت کے کوئی چیز مت کھاؤ۔ بلا ضرورت باتیں نہ کرو۔ جب تک نیند غلبہ نہ کرے مت سوؤ اور پھر جلدی اُٹھو۔ مجالسِ سماع میں مت بیٹھو کہ سماع سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ سماع کا انکار بھی مت کرو کیونکہ بہت سے بزرگوں نے اسے سنا ہے۔ نماز روزہ میں مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے۔ چاہیے کہ تمھارا دل ہمیشہ غمگین رہے اور تمھارا بدن نماز میں مصروف رہے اور تمھارے عمل میں خلوص ہو۔ تمھاری دعا مجاہدہ ہو اور تمھارا کپڑا پرانا اور تمھارے دوست درویش ہوں۔ تمھارا گھر مسجد ہو۔ تمھارا مال فقہ کی کتابیں ہوں۔ تمھاری آرائش زہد ہو اور تمھارا مونس اللہ تعالیٰ۔ کسی شخص سے اس وقت تک بھائی بندی مت کرو جب تک یہ عادتیں اس میں نہ دیکھ لو، اوّل یہ کہ وہ فقر کو تونگری پر ترجیح دے۔ دوسرے یہ کہ علم کو دنیا کے سب کاموں سے اچھا سمجھے۔ تیسرے یہ کہ راہِ الٰہی کی ذلت کو عزت پر فوقیت دے۔ چوتھے یہ کہ علم باطنی اور ظاہری سے آراستہ ہو۔ پانچویں یہ کہ مرنے کے لیے تیار ہو۔

اے فرزند! کہیں دنیا تجھ کو دھوکہ نہ دے دے کیونکہ ایک نہ ایک دن، دن ہو یا رات دنیا سے سفر کرنا پڑے گا۔ تجھ کو چاہیے کہ خلوت میں تنہا اور خوفِ اللہ تعالیٰ سے شکستہ دل رہو تا کہ کرامت میں مستغرق رہ سکو۔ دنیا میں زندگی مسافرانہ گزارو اور دنیا سے ایسے جاؤ کہ تم نہ جانو کہ قیامت میں تم کس جماعت میں محشور ہوگے۔

اے فرزند! ان نصیحتوں کو خوب یاد کرلو اور عمل کرلو جس طرح کہ میں نے اپنے پیر و مرشد سے یاد کی ہیں اور عمل کیا۔ اگر تم یاد کروگے اور عمل کروگے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمھاری دنیا و آخرت میں نگہبانی فرمائے گا۔ جن باتوں کا میں نے ذکر کیا ہے اگر یہ کسی سالک راہِ الٰہی میں پیدا ہوجائیں تو اس کی بزرگی مسلّم ہوجائے گی اور جو شخص اس کی پیروی کرے اپنے مقصود و مطلوب کو پہنچ جائے گا۔ یہ بزرگی کا مرتبہ ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتا۔

خواجہ اولیاء کبیر قدس سرہ جو حضرت خواجہ کے فرزند ارجمند اور اکابر خلفاء میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ مجھ کو یہ وصیتیں فرما رہے تھے تو میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ کی وصیت بنام اپنے فرزند خواجہ اولیاء کبیر

جب تک کسی شخص میں یہ پانچ باتیں نہ ہوں اس سے برادری نہ کرنا؛ جو فقر کو امیری پر، علم کو دنیا کے کاموں پر، ذلت کو عزت پر ترجیح دے۔ چوتھے علم ظاہر و باطن کا بینا ہو۔ پانچویں موت کے لیے مستعد ہو۔

اے فرزند! دنیا پر مغرور نہ ہونا۔ صبح یا شام کو کوچ ہوجائے گا۔ چاہیے کہ خلوت میں تنہا ہو اور اللہ تعالیٰ سے شکستہ ہوکر اللہ تعالیٰ کی بخشش میں غرق ہوجائے۔ دنیا میں اس طرح زندگی گزارو گویا مسافر ہے۔ دنیا سے اس طرح مجرد جانا کہ قیامت کے دن یہ معلوم نہ ہو کہ تو کس گروہ سے ہے۔

اے فرزند! جس طرح میں نے اپنے پیر سے یہ وصیت سن کر یاد کی تھی اور عمل کیا تھا اسی طرح تو بھی ان سب کو یاد رکھ اور ان پر عمل کر۔

اللہ تعالیٰ تیرا دین و دنیا میں محافظ ہوگا۔

اور جس شخص میں یہ باتیں پائی جائیں اس کو پیر ہونا مسلّم ہے اور جو شخص اس کی اقتدا

کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ منزلِ مقصود پر پہنچے گا۔ سبحان اللہ و بحمدہ!

عالم کی عقوبت :

جس وقت مرد عالم طلبِ آخرت سے ہٹ کر طلبِ دنیا میں مشغول ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا میں اسے یہ عقوبت دیتا ہے کہ حلاوت ولذتِ عبادت و طاعت اس سے لے لیتا ہے۔ اور کاہل وسست ہوکر نیکیوں سے رہ جاتا ہے۔ اس وقت اس کو عقوبتِ آخرت میں مبتلا کرتا ہے۔

نماز کا خشوع

نمازی کو اس قدر خوفِ الٰہی غالب ہو کہ اگر اس کو تیر بھی ماریں تو خبر نہ ہو۔

تسلیم یہ ہے کہ روزِ الست جو نفس و مال فروخت کر کے بہشت خریدا ہے آج بھی تسلیم کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ﴿اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ﴾۔ (سورۂ توبہ، آیت: ۱۱۱)

تسلیمِ نفس و مال اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو حق سبحانہ و تعالیٰ کا مملوک سمجھے اور اپنے تئیں وکیل خرچ حق جل مجدہ کو سمجھے اور جہاں تک ہو سکے اپنے نفس اور مال سے بندگانِ حق تعالیٰ کے ساتھ بے منّت نیکی کرے۔ اور مالِ دنیا کو باطن میں جگہ نہ دے اور اپنے تئیں حکم وقضائے حق تعالیٰ کو تسلیم کرے۔

فراغتِ دل یہ ہے کہ محبتِ دنیا دل میں راہ نہ پائے اور یہ نہیں کہ دنیا کے کام کاج سے آزاد ہو، حق سبحانہ وتعالیٰ نے پیغمبر ﷺ سے فرمایا ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ، وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (سورۂ انشراح، آیت: ۷-۸) یعنی جس وقت تمام موجودات سے دل فارغ ہو جائے اس وقت میری خدمت میں مشغول ہو۔

جو لوگ کہ خرید و فروخت اور خلق سے معاملہ داری میں اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے ان کی تعریف اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمائی ﴿رِجَالٌ لَا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۳۷) اگر ان لوگوں میں ہو جائے تو سبحان اللہ!

اہلِ طریقت مشائخ نقشبند کے لیے اصولِ ہشت گانہ

۱۔ ہوش دردم ۔یعنی ہوشیار ہونا سالک کا کہ ہر نفس میں کہ بیدار ہے یا غافل۔

۲۔ نظر بر قدم ۔یعنی سالک کو چاہیے کہ راہ چلنے میں نظر اپنے قدم گاہ سے تجاوز نہ کرے اور ہر وقت نشستِ نظر کو روبرو رکھے۔ دائیں بائیں نہ دیکھے کہ موجبِ فسادِ عظیم اور مانعِ حصولِ مقصود ہے۔

۳۔ سفر دروطن۔ انتقال کرنا سالک کا صفاتِ بشریہ خبیثہ سے بجانب صفاتِ ملکیہ کے۔

۴۔ خلوت درانجمن ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سالک جمیع اوقاتِ خلوت وجلوت، کھانے پینے چلنے پھرنے، بات چیت میں اپنا قلب اللہ تعالیٰ سے مشغول رکھے۔ یادکرو اس سے مراد ذکر اللہ تعالیٰ ہے کہ ہر وقت اس میں مشغول رہے۔

۵۔ بازگشت سے یہ مراد ہے کہ چند بار ذکر کرکے بکمالِ تضرّع یہ دعا کرے کہ الٰہی مقصود میرا تو ہے اور تیری رضا۔ اپنی محبت اور معرفت مجھ کو عطا کر۔

۶۔ نگہداشت سے مراد خطرات اور حدیثِ نفس کا قلب سے دور کرنا ہے۔

۷۔ یادداشت سے مراد توجہ سالک کی طرف ذات بیچوں وبیچگون حق سبحانہ وتعالیٰ بغیر الفاظ وخیال کے۔

۸۔ وقوفِ عددی ۔ ذکر میں سانس چھوڑتے وقت عددِ طاق کا لحاظ رکھنا۔ وقوفِ قلبی سے مراد توجہ سالک بجانب قلب ہے جو واقع بجانب زیر پستانِ چپ ہے۔

(خزینہ معرفت، ص:۶۷-۶۸)

۱۲ ربیع الاوّل ۵۷۵ھ میں وصال ہوا۔ زبان پر سورۂ فجر کی آیت ﴿یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً﴾ تھی اور وصالِ حق ہوگیا۔

حضرت داؤد بن نصیر الطائی کی وصایا

دنیا سے روزہ رکھو (یعنی تمام زیب و زینت سے تو اپنے کو باز رکھ) اور آخرت (ہی میں جا کر دنیا) سے افطار کر۔ اپنے کلام کو خود ہی لکھ لیا کرو (یعنی کراماً کاتبین تمہاری تمام ہی گفتگو لکھتے ہیں۔ اس لیے بولنے سے پہلے خوب سوچ لیا کرو۔) کہ تیرے خلاف نہ ہو۔ والدین کے ساتھ احسان و صلہ رحمی برتو۔ عوام الناس سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔ مگر جماعت اہلسنّت والجماعت سے جدائیگی اور خروج نہ ہو۔

ایک موقع پر ایک شخص نے کہا: اے ابوسلیمان! مجھ کو وصیت کیجیے۔ آپ رونے لگے، پھر فرمایا: اے بھائی! رات و دن گزرے جا رہے ہیں اور ہر شخص کو اپنے ٹھکانے پر پہنچا رہے ہیں (دنیا دار غرق دنیا اور متقی موجِ رحمت میں ہے۔) یہاں تک کہ سفرِ راہ ختم ہو جائے گا اور ہر شخص اپنی منزل پر بالآخر پہنچ جائے گا۔ لہٰذا اگر تجھ سے یہ ہو سکے کہ ہر روز کچھ تھوڑا سا زادِ آخرت بھیج سکو تو بھیجتے رہو کہ سفر دنیا عنقریب منقطع ہونے والا ہے اور معاملہ بہت ہی جلد سامنے آنے والا ہے۔ پھر کہتا ہوں کہ زادِ سفر تیار کر کے ساتھ لے لو اور خود ہی اپنا فیصلہ کر لو کہ وہ توشہ کیا تیرے لیے کافی و وافی ہے۔ دیکھو! اس معاملہ میں سب سے زیادہ میں خود ہی محتاجِ عمل ہوں۔

متقی لوگوں کی صحبت رکھو کہ دنیاوی اُلجھنیں تم پر کم ہو جائیں گی اور وہ تم پر دنیا کا بوجھ ڈالنے کے بجائے امورِ آخرت میں زیادہ سے زیادہ معین و مددگار ثابت ہوں گے۔

(الحلیہ، ج:۷، ص:۳۴۶ تا ۳۴۷)

ایک شخص کو وصیت کی: بدگوئی سے احتراز کرو، مخلوق سے کناہ کش رہو، دین کو دنیا پر ترجیح دو، اگر ممکن ہو سکے تو مخلوق کا خیال ہی دل سے نکال دو، مردے تمہارے انتظار میں ہیں یعنی تمھیں بھی مَرنا ہے اس لیے وہاں کا سامان کر لو، ترک دنیا سے بندہ اللہ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۳۷)

حضرت فضیل بن عیاض کو وصیت فرمائی کہ لوگوں سے تعلق منقطع کر لو۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۳۸)

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی وصایا عبدالملک کے نام

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ اولیاء میں سے ہیں۔ آپ کے حالاتِ زندگی پر بے شمار لوگوں نے تفصیلاً کلام کیا ہے۔ یہاں وہ وصیت جو آپ نے حاکم وقت عبدالملک کو کی تھی اس کا خلاصہ نقل کیا جارہا ہے:

اما بعد- میں تم کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ تمہارا خط ملا...... میں دعاء گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ملائے...... جس میں تم نے ہمارے آپسی تعلقات کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ہم دونوں کے آپسی معاملات کا۔

تو ذہن نشین کرلو کہ جس بندہ نے حقوقِ الٰہی، فرائضِ الٰہی کی نگہبانی کی اور لوگوں کی دل آزاری سے بچا بیشک وہ بہت ہی نصیب والا صاحب فہم و فراست ہے۔ اور جس نے اپنے نصیب کو بالائے طاق رکھ کر حقوقِ الٰہی کو پامال کیا، لوگوں کے حقوق کو چھینا اور صاحبِ حق کو ذلیل و رسوا کیا، اس کا معاملہ رب العزّت کی عدالت میں پیش ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ و لاحول و لاقوۃ الا باللہ۔ ہمارے اندر کوئی طاقتِ اطاعت نہیں نہ ہی اجتنابِ سیئات کی قوت ہے مگر حق جل مجدہ کی توفیق کے ساتھ۔

پھر ایک بات ہے کہ عوام بھی تو تیرے ہی جیسی ایک قوم اور مخلوق ہے۔ جو کبھی ناراض اور کبھی راضی ہوتی ہے۔ اور تم بھی کبھی ان سے خوش و ناخوش رہتے ہو۔ جن کو دوگے وہ تمہاری طرف نظر التفات سے دیکھتے رہتے ہیں۔ اور جو کچھ ان کو دوگے وہ بھی انہی کے کسی بھائی سے لیا مال دوگے، الغرض لینا و دینا سب انہی کا ہے لہٰذا عوام کی برائیاں نہ بیان کرو بلکہ ان کی ثناء و تعریف سے ان کو خوش رکھو۔ اور عوام میں جو صلحاء ہیں ان کی اتباع و اقتداء کرو۔ یہاں تک کہ تم خود بھی ایک دن صالح، متقی، زاہد و عابد ہوجاؤ گے۔ اور تمہارے اندر یہ بات پیدا ہوجائے گی کہ تم تمنا کرنے لگوگے کہ میں بھی عوام الناس کا ایک فرد ہوتا۔ حق جل مجدہ کا ہم دونوں پر بیحد احسان و کرم ہے اور ہم پناہ چاہتے ہیں (دونوں کے لیے) کہ ہمارے اندر ایسی شرافت ہو جو عذابِ الٰہی سے نہ بچا سکے۔ (اکثر اونچے طبقے کے لوگ عبادت و اطاعت میں عار محسوس کرتے

ہیں یا جماعت میں شرکت عزت نفس کے خلاف جانتے ہیں، اس کی طرف اشارہ ہے۔) دیکھو! اعتبار اعمال میں خاتمہ کا ہے کہ خاتمہ بالخیر، باقیات صالحات پر ہوا یا اعمال شر پر۔ اس لیے کہ جو حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ کبھی بھی اپنی مرضیات پر عمل نہیں کرسکتا۔ وہ بات نہیں کرسکتا جو جی چاہے کیونکہ دیندار آدمی کی علامت یہ ہے کہ وہی کہے گا جو اس کا عمل ہوگا یعنی قول سے پہلے عمل اور وہ فعل کو جس طرح فساد سے بچانے کی تدبیر کرتا ہے اسی طرح قول کو بھی فساد و بگاڑ سے بچانے کی سعی کرتا ہے۔

اگر تجھ سے ہوسکے تو اس شخص کی صحبت و رفاقت حاصل کر جو حق جل مجدہ سے لرزاں و ترساں رہتا ہے۔ اور اللہ جل مجدہ سے غضب و رضا دونوں حالت میں ڈر کہ وہ ہر وقت تیرے ساتھ ہے۔ ظاہر و باطن پر آگاہ ہے۔ مغفرت و عقاب دونوں پر قادر ہے۔ اس کی ذات سے مفر نہیں مگر اسی کی پناہ میں۔

اگر تجھ سے ہوسکے تو لایعنی بیکار باتوں سے حتی المقدور بچ۔ ہر حال میں اپنے نفس کی حفاظت کر۔ جس قدر ہوسکے اپنے لیے اعمال کر کہ کوئی دوسرا تیرے لیے کچھ عمل نہیں کرے گا نہ مدد کرسکے گا۔ عوام الناس طلب دنیا میں منہمک ہیں، خواہ حق جل مجدہ ان سے راضی ہو یا غضبناک ہو۔ مگر پھر بھی ان کی دنیاوی حاجتیں پوری نہ ہوسکیں۔ اور دنیا اس حال میں چھوڑ گئے کہ دل طلبِ دنیا سے بھرا ہوا تھا کہ نہ اس کو عافیت نصیب ہوئی نہ ہی دنیاداروں کو ان سے چین ملا۔ (کیونکہ دونوں ہی مردار جانور کو کھانے میں کتے کی طرح لڑ رہے تھے۔) اور جو شخص آخرت کا راہی ہوتا ہے کم از کم دنیادار لوگ اس سے راحت میں رہتے ہیں۔ نہ وہ دنیاداروں کو طلب دنیا کی راہ میں دھوکا دیتے ہیں نہ مزید ذلیل کرتے ہیں اور خود بھی ذلیل نہیں ہوسکتے اور نہ دھوکا کھاسکتے ہیں۔ نہ ہی اہل دنیا سے ان کی دنیا چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔

کیونکہ وہ خود ہی اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول ہیں۔ عوام ان سے مامون و راحت میں ہیں۔ تو تو بس تقویٰ اختیار کر۔ دنیا کی آلائش سے دامن جھاڑ۔ دروازہ بند کر۔ دیکھ حق جل مجدہ کی عدالت میں اعمال کے ساتھ پیش ہوگا۔ وہاں شرف و کرامت نہ چلے گی۔ میزان عدل میں تمام ہی دنیاوی رکھ رکھاؤ خاک کے دام بھی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہماری تمہاری جس مقصد کے

لیے تخلیق کی ہے اس میں مدد فرمائے۔ عمر کی بقیہ ماندہ حصہ میں برکت ڈال دے۔

پھر ایک بار سنو! قصرِ شاہی تیرے لیے باعث شقاوت نہ بنے۔ اُمورِ شاہی کو اپنی جان ونفس پر وبال نہ بناؤ۔ اگر عافیت نصیب ہوجائے تو اللہ جل جلالہ کی حمد بجالاؤ (یعنی امور شاہی کے معاملے میں عافیت کی بات پیش آئے تو الحمدللہ) اگر بلا وآفت کا مسئلہ ہوتو سلامتی پر بلا کو ترجیح نہ دینا۔ اور سلامتی کی راہ اختیار کرنا۔ اس لیے کہ جس نے اوامر کو چھوڑ دیا وہ زیادہ مستحق ہے کہ جزع فزع کرے۔

ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے حقوق کونہیں چھین سکتے کہ حق تعالیٰ ہر صاحبِ حق کے حق کو خود دینے والا ہے۔ البتہ لوگوں کی کوششوں کے ساتھ اس کو مربوط رکھا گیا ہے۔ اور کل روزِ جزاء ہے لہٰذا تم اس بات کی کوشش کرو کہ حق جل مجدہ کی عدالت میں، لوگوں پر کیے گئے مظالم کے ساتھ نہ لائے جاؤ۔ اور اگر تم نے کسی پر ظلم وتعدی نہیں کیا ہے تو دل سے خوف وخطر بالکل ہی نکال دو کہ اللہ جل جلالہ کو فیصلہ کے صادر فرمانے سے کوئی روک نہیں سکتا۔

تمام وصایا کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے یہ یقین کرلیا کہ معاملہ کی حقیقت وہی ہے جو بیان ہوئی ہے وہ خود ہی فیصلہ کرسکتا ہے کہ میں کیا ہوں اور مجھ پر کیا فیصلہ صادر کیا جائے گا کہ کل کا دن بہت ہی خطرناک، شدید وہولناک ہوگا۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

وہ جو میرے پڑوسی ابھی تیرے پڑوسی ہیں ان کو میرا سلام عرض کردو۔ یہ وصایا طویل ہوگئیں۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۸،ص:۱۴)

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کی وصایا حضرت شقیق بلخیؒ کے نام

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شقیق بن ابراہیم کی بصرہ کے بازار میں ابراہیم بن ادھم سے ملاقات ہوگئی، فرمایا اے ابراہیم بن ادھم! حق جل مجدہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ (مجھ کو پکارو میں تمھاری درخواست قبول کروں گا۔ مومن، ٦٠)

اور ہم لوگ ایک زمانے سے دعائیں مانگتے ہیں مگر ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم نے اہلِ بصرہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تمہارے قلوب دس باتوں کی وجہ سے مُردہ ہوگئے ہیں۔

(۱) تم عظمتِ الٰہی کو جانتے ہوئے بھی حقوق ادا نہیں کرتے۔

(۲) کتاب اللہ کو پڑھتے ہو مگر عمل نہیں کرتے۔

(۳) محبت رسول اللہ ﷺ کا دعویٰ کرتے ہو مگر سنت رسول اللہ کو پس پشت ڈالتے ہو۔

(۴) شیطانِ لعین سے عداوت کا دعویٰ کر کے لعنت بھیجتے ہو مگر کام خود شیطان جیسا کرتے ہوئے اسی کی موافقت کرتے ہو۔

(۵) کہتے ہو کہ جنت کی خواہش و محبت ہے اور کام جنت کے نہیں کرتے ہو۔

(۶) کہتے ہو کہ جہنم سے ڈرتے ہیں اور اپنے نفس کو جہنمی کاموں کے ذریعہ اپنی جان کو رہن رکھتے ہو۔

(۷) کہتے ہو کہ موت کا آنا حق ہے اور تیاری نہیں کر رہے ہو۔

(۸) لوگوں کے عیوب کے پیچھے پڑے ہو اور تمہارے عیوب تم پر پوشیدہ ہیں۔

(۹) ربّ العالمین کی نعمتوں کو کھاتے ہو اور شکر ادا نہیں کرتے۔

(۱۰) دن رات اپنے مُردوں کو دفن کرتے ہو اور اُن سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

(الحلیہ، ج:۸،ص:۱۷)

حضرت ابراھیم بن ادھم کی بعض بھائیوں کے نام وصایا

اما بعد ...... میں تم کو اللہ عزوجل سے ایسے تقوے کی وصیت کرتا ہوں جس کے بعد معصیت کا صدور نہ ہو۔ اور تقویٰ کے بغیر رحمت کی اُمید نہیں کی جاسکتی۔ پھر کہتا ہوں تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ جو حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ باعزت اور قوی القلب ہو جاتا ہے۔ ظاہر و باطن میں آسودگی آجاتی ہے۔ اس کی عقل دنیاوی امور سے آزادی کے ساتھ نجات پا کر آخرت کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ جسم و بدن اس کا دنیا میں ہوتا ہے مگر قلب کا میلان آخرت کی طرف۔ نگاہِ باطن سے یا دیدۂ باطن سے ان تمام چیزوں کو مٹا دیتا ہے جو دنیادار دیکھتا ہے یا جس چیز کی محبت رکھتا ہے۔

حرام و شہوات کی گندگی و پلیدگی تو مسلّم ہی ہے، حلال و صافی، طیب و پاکیزہ کو بھی یہ حضرات مضرت سے خالی نہیں جانتے مگر جو بقاء زیست کے لیے ضروری ہو۔ گرچہ وہ خشک موٹا

جھوٹا ہی کیوں نہ ہو...... ان کو کسی مخلوق سے نہ اُمید ہوتی ہے نہ ہی وہ خالق کے سوا کسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ وہ اشیاءِ دنیا پر ادنیٰ التفات نہیں کرتے بس صرف خالق الاشیاء پر نظر جما کر بھروسہ کرتے ہیں۔

اپنی تمام تر کوشش و جدوجہد اور غایت انہماک کے ساتھ بدن کو اطاعتِ الٰہی میں لگادیتے ہیں یہاں تک کہ گریہ و زاری، خوف و بکاء سے نگاہیں چلی جاتی ہیں۔ جسم کے جوڑ جواب دیدیتے ہیں۔ اس کے عوض حق جل مجدہ عقل و فہم میں بصیرت عطا کرتے ہیں۔ قلب کی قوت میں اضافہ فرماتے ہیں۔ اور دنیا میں جو کچھ بھی عطا کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ عالم آخرت میں ان کے لیے تیار ہے۔

اے بھائیو! دنیا کو چھوڑو۔ ہاتھ سے پھینک دو۔ لات ماردو، اس لیے کہ دنیا کی محبت انسان کو آخرت سے اندھا گونگا بہرا کردیتی ہے۔ شرافت و کرامت کی گردن کو ذلیل و رسوا کردیتی ہے۔ یہ نہ کہو کہ کل اور پرسوں کیونکہ کل کبھی نہ آئے گا اور ہر کل کل پر ملتوی رہے گا کیونکہ جو آخرت کو محض اُمیدوں پر ملتوی رکھتا ہے اس پر اچانک موت آجاتی ہے اور وہ غفلت کے عالم میں گرفتار کرلیا جاتا ہے (لوگ بھی عجیب ہیں آخرت کو امید پر بساتے ہیں اور دنیا کو عمل پر حالانکہ قرآن کی تعلیمات بالعکس ہے، دنیا بقدر تقدیر، آخرت بقدر کوشش۔) اور قبر کی تاریک و تنگ کوٹھری میں منتقل کردیا جاتا ہے۔ اہل و اولاد اس سے چھن جاتے ہیں۔ لہٰذا تم دنیا سے منقطع ہوکر قلب منیب اور عزمِ صمیم کے ساتھ اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہوجاؤ۔ والسلام۔

(الحلیہ، ج:۸،ص:۱۹)

ابراہیم بن ادھمؒ کی وصیت حاتم الاصمؒ کو

آپ نے فرمایا کہ خالق کو محبوب رکھتے ہوئے مخلوق سے کنارہ کش ہوجاؤ، اور بند کو کھول دو اور کھلے ہوئے کو بند کرلو۔ جب ان سے اس جملے کا مفہوم پوچھا گیا تو فرمایا کہ سیم و زر کی محبت چھوڑ کر تھیلی کا منہ کشادہ کردو اور لغویات سے احتراز کرو۔

ایک مرتبہ آپ نے حالتِ طواف میں ایک شخص کو فرمایا: جب تک تم اپنے اوپر عظمت و عزت اور خواب و امارت کا دروازہ بند کرکے فقر و ذلت اور بیداری کا دروازہ کشادہ نہ کروگے

اس وقت تک تمھیں صالحین کا مرتبہ حاصل نہیں ہوگا۔

آپ نے ایک شخص کے مطالبہ پر فرمایا کہ چھ عادتیں اختیار کرلو؛ اوّل جب تم ارتکابِ معصیت کرتے ہو تو اللہ کا رزق مت استعمال کرو، دوم اگر معصیت کا قصد ہو تو اللہ کی مملکت سے نکل جاؤ۔ سوم ایسی جگہ جاکر گناہ کرو جہاں وہ نہ دیکھ سکے۔ اس پر جب لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ وہ کون سی جگہ ہے جہاں وہ نہیں دیکھ سکتا جبکہ وہ اسرارِقلوب تک سے واقف ہے تو فرمایا کہ یہ کیسا انصاف ہے کہ اسی کا رزق استعمال کرو اسی کے ملک میں رہو اور اسی کے سامنے گناہ بھی کرو۔ چہارم فرشتہ اجل سے توبہ کا وقت طلب کرو، پنجم منکر نکیر کو قبر میں مت آنے دو۔ ششم جب جہنم میں جانے کا حکم ملے تو انکار کردو۔ یہ باتیں سن کر سائل نے عرض کیا کہ یہ تمام چیزیں تو محالات میں سے ہیں اور کوئی بھی ان کی تکمیل نہیں کرسکتا۔ آپ نے فرمایا کہ: جب یہ تمام چیزیں ممکن العمل نہیں تو پھر گناہ نہ کرو۔ یہ سن کر وہ شخص تمام گناہوں سے تائب ہوکر اسی وقت آپ کے سامنے فوت ہوگیا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۶۹-۷۰)

حضرت شقیق ابن ابراہیم بلخیؒ کی وصایا حاتم الاصمؒ کو

حضرت شقیق بلخیؒ مشہور زاہد و عابد، متبع سنت، پابندِ شریعت صوفی گزرے ہیں۔ آپ نے ایک موقع پر حضرت حاتم الاصمؒ کو وصیت فرمائی:

اے حاتم! اگر ایک شخص دوسو سال تک اہتمام کے ساتھ عبادت و ریاضت میں ہمہ تن مشغول ہو لیکن چار چیزوں کی اس کو معرفت نہ ہو تو وہ کبھی بھی نارِ جہنم سے نجات نہیں پاسکتا؛ (۱) اللہ تعالیٰ کی معرفت۔ (۲) اپنے نفس کی معرفت۔ (۳) اوامر و نواہی کی معرفت۔ (۴) اللہ تعالیٰ کے دشمن اور خود اپنے نفس کے دشمن کی معرفت۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی معرفت سے مراد یہ ہے کہ اس بات کا راسخ یقین ہو کہ غیر اللہ تم کو کچھ نہیں دے سکتا (اللہ کا غیر خواہ وہ اس کی مخلوق کا کوئی بھی ہو تم کو فائدہ حقیقی نہیں پہنچا سکتا ہے۔) جب تک حق جل مجدہ نہ چاہیں اور جب وہ دینا چاہے گا تو اس کی مخلوق روک نہیں سکتی اور حکم الٰہی کے درمیان کوئی حائل نہیں ہوسکتا۔ ''لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَ لَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ''

ثابت شدہ اصولِ توحید ہے۔ نہ تو خود کسی کو دینے پر قادر ہے اور نہ کسی کی نعمت کو سلب کرنے پر۔ نہ ہی تو کسی کے ادنیٰ نقصان یا نفع پر قدرت رکھتا ہے۔

(۲) نفس کی معرفت سے مراد یہ ہے کہ اس بات کا یقین کامل ہو کہ تیرا نفس کسی کے نفع و نقصان کا مالک نہیں نہ تو کسی کو کسی قسم کی منفعت و مضرت پہنچا سکتا ہے نہ ہی نفس کے خلاف تو کوئی قدم اُٹھا سکتا ہے اگر تم ایسا کرو گے تو خود نفس ہی تم سے تضرع و التجا کرنے لگے گا۔

(بندہ محمد ثمین اشرف عرض کرتا ہے کہ نفس کی مخالفت نہیں کرنی ہے بلکہ نفس ہی کو آمادۂ اطاعت و عبادت کرنا ہے جس کو صوفیاء امالۂ نفس سے تعبیر کرتے ہیں، غالبًا اسی کو حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ "وَ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقٌّ"۔ جب نفس کو ہی راضی کر کے عبادت و ریاضت پر لگا دیا جائے گا تو اس کی بغاوت اطاعت میں بدل جائے گی اور نفس امارہ لوامۃ میں بدل کر پھر مطمئنہ ہو جائے گی۔ واللہ اعلم)

(۳) اوامر و نواہی کی معرفت سے مراد یہ ہے کہ دیکھو! حق جل مجدہ کے احکامات کی فرمانبرداری تم پر فرض ہے کہ ہر حال و مقام میں تم کو اس کی بجا آوری کرنی ہے۔ الغرض تم پر اوامر و نواہی کا امتثال فرض ہے۔ اور تمہارے رزق کی ذمہ داری حق جل مجدہ نے اپنے ذمے لے لی ہے تاکہ اوامر و نواہی کی بجا آوری میں خلل واقع نہ ہو۔ اور تم کو تشویش بھی نہ ہو بلکہ وثوق و اعتماد کے ساتھ کامل بھروسہ اور اطمینانِ قلب کے ساتھ یہ یقین رکھو کہ رزق ربّ العزّت کے ذمہ ہے اور اخلاص کے ساتھ عمل کرتے رہو۔ اخلاص کی دلیل و علامت یہ ہے کہ: دل میں کسی قسم کی طمع و لالچ نہ ہو نہ ہی جزع و فزع ہو۔

(بندہ محمد ثمین اشرف عرض کرتا ہے کہ عبادت کو محض حکم رب العٰلمین جان کر کرنا نہ کہ عبادت سے مقصود جنت ہو اور نہ ہی جزع ہو نارِ جہنم سے بلکہ محض اخلاص کے ساتھ حکم کو حکم جاننا اور یہی امتثال حکم، اخلاص ہے۔ طمع جنت یا فزع نار، اخلاص میں خلل کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم)

(۴) عدوّ اللہ ... دشمنِ الٰہی، و عدوّ نفسہٖ ... دشمنِ جان کی معرفت سے مراد یہ ہے کہ تم راسخ یقین رکھو کہ تمہارا ایک دشمن ہے اور وہی دشمنِ حق تعالیٰ بھی ہے۔ اب حق جل مجدہ تم سے کوئی بھی چیز اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک کہ تم دشمنِ حق تعالیٰ سے جنگ و عداوت

نہ رکھو، اب شیطان مثلاً دشمن ہے۔ اس کی مخالفت تم کو اعمال سے بھی کرنی ہے اور قلب سے بھی۔ اعمال سے سربسجود ہونا ہے اخلاص کے ساتھ اور قلب سے ہر وقت مجاہدہ کرنا ہے یہاں تک کہ عدو اللہ تھک جائے اور تو نکل جائے۔ قلب سے ذکر کر۔ وہاں دشمن اثر نہ ڈال سکے گا۔ ان چار باتوں کو ذہن نشین کر کے مشغول عبادت رہو، والسلام۔ (الحلیہ، ج: ۸، ص: ۶۰)

حاتم الاصم کو شقیق بلخی کی دوسری وصایا

دیکھو! جو تین خصال کے ساتھ اعمال کو بجا لاتے ہیں وہ جنت میں انشاء اللہ جائیں گے:

۱- سب سے پہلی خصلت تمام اعضاء جسم، قلب، سمع و بصر اور لسان سبھی کو اللہ کی معرفت حاصل ہو۔

۲- خزانۂ غیبی اور دستِ قدرت میں جو کچھ بھی ہے اس پر اپنے ہاتھ کی چیزوں سے زیادہ بھروسہ ہو۔

۳- حق جل مجدہ نے جو اس کو عطا کر دیا ہے اس پر ہی راضی ہو اور ساتھ یہ یقین ہو کہ جو کچھ موجود ہے اس کا ذرہ ذرہ ربّ العالمین پر واضح ہے، مخفی نہیں۔

حق جل مجدہ کو اس کے تمام حالات پر اطلاع ہے۔ اعضاء جسم کا کوئی حصہ بغیر علم الٰہی کے حرکت نہیں کر سکتا۔ ہر ہر حرکات وسکنات کی حجت عند اللہ موجود ہے۔ دراصل اسی کو معرفت کہتے ہیں اور معرفت کی حقیقت یہی ہے۔

میں نے بھروسہ کو خصلتِ ثانی بیان کیا ہے۔ اس کی وضاحت یوں ہے کہ طمع و لالچ سے کسی چیز کے حصول کی کوشش نہ کرو نہ ہی لالچ کی بنیاد پر کلام و گفتگو کرو۔ نہ ہی غیر اللہ مخلوق سے ذرہ برابر اُمید وابستہ کرو نہ توقع رکھو نہ ہی غیر اللہ سے ڈرو، خوف کھاؤ۔ نہ ہی کسی چیز (مثلاً زہر، شیر بھیڑیے) سے ڈرو۔ نہ ہی اعضائے جسم کو کسی مخلوق کے لیے حرکت دو نہ جھکاؤ۔ میرا مقصد یہ ہے کہ محض اطاعت رب العالمین ہو اور اسی کی معصیت سے بچو۔

رضائے رب کی تفسیر، چار باتوں سے ہو سکتی ہے؛ (۱) فقر سے نہ ڈرو۔ (۲) اسباب و اغراض میں قلت کو دوست رکھو۔ (۳) خوف الضمان، جو مال تم کو ملا ہے وہ تیری ضمانت میں ہے اللہ تعالیٰ سوال کریں گے کہ کہاں سے لیا اور کہاں صرف کیا۔ (۴) توکل علی اللہ۔

شقیق بلخیؒ نے توکل کی چار صورتیں بتلائی ہیں : (۱) توکل علی المال، مال پر بھروسہ رکھنا۔ (۲) توکل علی النفس، نفس پر بھروسہ رکھنا۔ (۳) توکل علی الناس ،لوگوں پر بھروسہ رکھنا۔ (۵) توکل علی اللہ، اللہ پر مکمل بھروسہ کرنا۔

توکل علی المال : مال پر بھروسہ رکھنا یہ ہے کہ انسان یہ کہے کہ جب تک میرے پاس مال ہے میں کسی کا محتاج نہیں ہوں۔

توکل علی النفس : یہ ہے کہ یہ سمجھ بیٹھا ہو کہ میں بہت ہی ولی ہوں، زاہد و عابد ہوں۔ بڑا قوی وتندرست ہوں۔

توکل علی الناس : لوگوں پر بھروسہ یہ ہے کہ اپنے قبیلے اور خاندان پر بھروسہ کرلے کہ مجھ کو دوسروں کی حاجت نہیں۔ جو ایسا ہو وہ اول درجہ کا بیوقوف ہے، جاہل ہے، خواہ وہ کوئی ہو۔

توکل علی اللہ : یہ ہے کہ یہ یقین رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کیا اور اسی نے رزق کی ضمانت و کفالت اپنے ذمہ لے لی ہے۔ رزق کے معاملے میں کسی کا محتاج نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ عَلَى اللّٰهِ تَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾ اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔

﴿وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ اور اللہ پر نظر رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ بیشک اللہ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں رکھتا وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ والسلام

(الحلیہ ، ج:۸،ص:۶۱)

ہارون رشید کو حضرت شقیق بلخی کی نصائح و وصایا

آپ نے فرمایا کہ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ تم خلفائے راشدین کے نائب ہو اور اللہ تعالیٰ تم سے علم و حیا اور صدق و عدل کی باز پرس کرے گا اور اللہ نے تمھیں شمشیر و تازیانہ اور دولت اس لیے عطا کیے ہیں کہ اہلِ حاجت میں دولت تقسیم کرو اور تازیانے سے شریعت پر عمل پیرا نہ ہونے والوں کو سزا دو اور شمشیر سے خون کرنے والوں کا خون بہادو اور اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو روزِ محشر تمھیں اہلِ جہنم کا سردار بنا دیا جائے گا اور تمہاری مثال دریا جیسی ہے اور عمال و حکام

اس سے نکلنے والی نہریں ہیں، لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ اس طرح عادلانہ حکومت کرو کہ اس کا پرتو عمال و حکام پر بھی پڑے کیونکہ نہریں دریا کے تابع ہوا کرتی ہیں۔ پھر آپ نے سوال کیا کہ اگر تم ریگستان میں پیاس سے تڑپ رہے ہو اور کوئی شخص نصف حکومت کے معاوضے میں تمھیں ایک گلاس پانی دینا چاہے تو کیا تم اس کو قبول کرلوگے؟ ہارون رشید نے جواب دیا: یقیناً قبول کرلوں گا! پھر آپ نے پوچھا کہ اگر اس پانی کے استعمال سے تمہارا پیشاب بند ہوجائے اور شدتِ تکلیف میں کوئی طبیب علاج کے معاوضے میں نصف سلطنت طلب کرلے تب تم کیا کروگے؟ ہارون رشید نے جواب دیا کہ: نصف سلطنت اس کے حوالے کردوں گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ وہ سلطنت باعث افتخار نہیں ہوسکتی جو صرف پانی کے ایک گھونٹ پر فروخت ہوسکے۔ اس جواب کے بعد ہارون رشید بہت دیر تک روتا رہا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۱۲۴)

لوگوں سے اس طرح ہم نشینی اختیار کر جس طرح آگ کے قریب بیٹھتے ہو اس سے نفع حاصل کرلو لیکن اس سے ڈرو کہ وہ کہیں تم کو جلا نہ ڈالیں۔ (نفحات الانس، ص: ۲۰۲)

حاتم الاصم کی وصایا ابوتراب کے نام

اے ابوتراب! ان وصایا کو ذہن نشین رکھو کہ؛

توبہ نام ہے غفلت سے تنبیہ اور گناہ کو یاد رکھنے کا اور پھر لطفِ الٰہی کو یاد رکھتے ہوئے حق جل مجدہ کی طرف سے پردہ پوشی کی اُمید رکھنے کا۔ دیکھو! جب تم سے گناہ سرزد ہوجائے تو زمین و آسمان کو اپنے اوپر مامون نہ جانو کہ کہیں تم کو پکڑ لیں۔ توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ کی طرف نہ لوٹو جیسے کہ دودھ تھن سے نکلنے کے بعد تھن میں واپس نہیں جاسکتا۔ تو پھر تم توبہ کے بعد کیسے واپس ہوسکتے ہو۔

توبہ چار چیزوں سے ہوسکتی ہے ...... زبان محفوظ رکھنا غیبت سے، جھوٹ سے، حسد سے، لغو و لایعنی سے۔ دوسرے: بُرے لوگوں کی صحبت سے اجتناب۔ تیسرے: جب گناہ و ذنب یاد آجائے تو حق جل مجدہ سے شرم و حیا کر۔ ساتھ ہی جب داعیہ گناہ پیدا ہو تو حق جل مجدہ سے شرم و حیا کرکے باز آ۔ چوتھے: موت کے لیے استعداد پیدا کر۔ موت کی استعداد یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو ہر اس حالت و کیفیت سے بچا جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا نہ ہو۔ جب تو

گناہ سے اس طرح توبہ کرلیگا جو میں نے بیان کیا ہے تو حق تعالیٰ اس کے عوض تم کو چار نعمتیں عطا کرے گا؛

(۱) تو اللہ تعالیٰ کا دوست ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۲۲)

یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں پاک صاف رہنے والوں سے۔

(۲) توبہ سے انسان اس طرح پاک ہوجاتا ہے گویا کہ اس نے کبھی گناہ ہی نہیں کیا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ"۔ (بخاری) گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ گناہ ہی نہ کیا ہو۔ انسانی قلوب پر معصیت کا جو دھبّہ اور نقطۂ سیاہ لگ جاتا ہے اس کی صفائی وتطہیر کا واحد سہل و آسان طریقہ توبہ و انابت الی اللہ، رجوع و ندامت ہے اور رحمٰن و رحیم کی عنایت ونوازش دیکھئے کہ قلب پر جو اثر گناہ ہوتا ہے اس کو دھوکر صاف فرمادیتا ہے۔ رحمتِ الٰہی یوں بھی دیکھو کہ گناہ و معصیت کے ارتکاب میں وقت بھی صَرف ہوا، تعب وتھکن بھی ہوئی اور توبہ میں کچھ بھی تو نہ لگا۔ ارادہ باطن کیا، ندامت وشرمندگی کے چند کلمات کہے اور ہوسکا تو عقیدت کے چند قطرات اللہ کی نیاز کردی اور بس علاج معصیت ہوگیا۔ تطہیرِ ذنوب و سیئات ہوگئی۔ نور ایمان چمک اُٹھا۔ دیدۂ باطن میں تجلی کا عکس آ گیا۔ فطرتِ ملت لوٹ آئی۔ کدورت، بشاشت میں بدل گئی۔ کھویا ہوا سرمایۂ ایمان مل گیا۔

(۳) حق جل مجدہ شیطان سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور تمام حظوظِ شیطانی کو اس کے قلب سے خارج کرکے قلب کو مائل الی اللہ کردیتے ہیں۔ جیسا کہ صراط مستقیم پر استقامت کے بعد حق جل مجدہ اپنے خاص بندوں کی شیطانی فریب سے حفاظت فرماتے ہیں۔ ﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾ (الحجر، آیت: ۴۲) واقعی میرے بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا۔ یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا کہ تو ان کو صراطِ مستقیم سے سرمو بھی ہٹا سکے یا ان پر تو حملہ کرکے نیت میں تداخل کرسکے۔

(۴) نارِ جہنم سے تم کو مکمل خلاصی عطا کرے گا، ایسے اعمال کی توفیق بخشے گا کہ تو

موت سے پہلے رحمتِ ایزدی کا مستحق ہوجائے گا۔حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ (حٰمٓ سجدة،۳۰) تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جاتا تھا۔

اِن چار نعمتوں کے بعد مخلوق پر چار ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؛

(۱) ایسے تائب شخص کی محبت کو دیدۂ باطن میں جگہ دے اور احترام و توقیر کی نگاہ سے دیکھے۔اُن سے اُسی طرح محبت کرے جس طرح کہ حق جل مجدہ اس سے محبت رکھتے ہیں (یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ)۔اور اُس کے لیے حفظ و امان کی دعائیں کرے اور حق جل مجدہ سے مغفرت طلب کرے جس طرح فرشتے طلب مغفرت کرتے ہیں۔مؤمنین کے لیے سیئات سے حفاظت اور طلبِ مغفرت شیوۂ ملکوتی ہے۔حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ قَالُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ﴾۔(سورۂ مومن، آیت:۷)

اور ایمان والوں کے لیے (اس طرح) استغفار کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! آپ کی رحمتِ (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے۔سو اُن لوگوں کو بخش دیجیے جنھوں نے (شرک وکفر سے) توبہ کرلی ہے اور آپ کے راستے پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجیے۔

(۳) جو اپنی ذات کے لیے ناپسند و مکروہ جانو وہی اُس تائب بندہ کے لیے جانو۔

(۴) ہر وہ نصیحت و خیر کی باتیں اس کو بتلاتے رہو جس پر خود عمل کرتے ہو اور اپنے حق میں خیر جانتے ہو۔

آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ: عجلت و جلدی نہ کیا کرو۔اس میں شیطان کی اتباع ہوتی ہے۔مگر پانچ چیزوں میں؛ (۱) دسترخوان پر کھانا آجائے اور مہمان بھی ساتھ ہو تو پھر کسی کا انتظار نہ کرو۔(۲) مردہ کو دفن کرنے میں عجلت سے کام لو۔(۳) لڑکی کے بلوغ کے بعد نکاح میں تاخیر نہ کرو۔(۴) قرض کی ادائیگی میں تاخیر نہیں تعجیل کرو۔(۵) گناہ و ذنب کے بعد توبہ میں جلدی سے جلدی کرو۔کیا پتہ کب اجل آجائے۔ (الحلیہ، ج:۸،ص:۷۸)

حضرت حاتم الاصمؒ کی عام وصایا

آپ سے کسی نے نصیحت کرنے کی درخواست کی تو فرمایا: اگر دوست کی خواہش ہے تو اللہ کافی ہے۔ اگر ساتھیوں کی تمنا ہے تو نکیرین بہت ہیں اور اگر عبرت حاصل کرنا چاہو تو دنیا کافی ہے۔ اگر مونس کی تلاش ہے تو قرآن بہت کافی ہے۔ اگر مشغلہ چاہتے ہو تو عبادت بہت بڑا مشغلہ ہے اور اگر میرے اقوال ناگوار ہوں تو جہنم کافی ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۵۱)

آپ نے فرمایا: جو شخص راہِ طریقت پر آنا چاہے تو چار موتوں کو ضروری سمجھے؛ (۱) موت ابیض: یہ بھوک ہے۔ (۲) موت اسود: یہ لوگوں کی تکلیف رسانی پر صبر کرنا ہے۔ (۳) مرگِ سرخ: یہ نفس کی مخالفت ہے۔ (۴) مرگِ سبز: یہ چیتھڑوں اور ٹکڑوں کا لباس پہننا ہے۔

ہر صبح شیطان مجھ سے دریافت کرتا ہے کہ کیا کھائے گا، میں اس کو جواب دیتا ہوں موت۔ وہ کہتا ہے کیا پہنے گا؟ میں کہتا ہوں کفن۔ وہ پوچھتا ہے کہاں رہو گے؟ میں کہتا ہوں قبر میں۔

ایک شخص کو آپ نے فرمایا: جب تم کو حق تعالیٰ کی معصیت کا ارادہ ہو تو ایسی جگہ جا کر گناہ کرو جہاں اللہ تعالیٰ تم کو نہ دیکھے۔ (نفحات الانس، ص:۲۲۳)

حضرت محمد بن صبیح بن السمّاکؒ کی وصایا

محمد بن صبیح السمّاک نے اپنے بھائی کو بذریعہ خط وصیت لکھی: اما بعد ...... میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ اللہ عزوجل جو تیرے مخفی امور پر مطلع ہی نہیں بلکہ تیرے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ تیری خلوتوں میں ہے اور تیری جلوتوں پر اس کی نگاہ ابدی محیط ہے۔ لہٰذا تو، حق جل مجدہ کی ذات کو لیل و نہار کے تمام احوال میں دل پر مسلط کرلے کہ ہمہ وقت توجہ ذاتِ حق کی طرف ہو۔ تو حق جل مجدہ سے جس قدر قریب ہوگا یا تقرب حاصل کرے گا حق جل مجدہ بقدر تقرب تجھ سے محبت کرے گا اور وہ ہر طرح تجھ پر قدرت رکھتا ہے کہ وہ قادر مطلق علی الاطلاق ہے اور تو عاجز مطلق علی الاطلاق ہے۔

تو یہ بھی یاد رکھ کہ حق جل مجدہ کی نگاہ لا ینام و لا یرام اور قدرت و سلطنت سے نکل کر تو کسی بھی دوسرے کی قدرت و سلطنت میں نہ داخل ہوسکتا ہے اور نہ حق کی سلطنت سے خارج

ہوسکتا ہے۔

ملک تمام تر حق جل مجدہ کا ہے نہ کہ کسی غیر کا کہ تو وہاں جگہ پا سکے۔ اس کی عظمت کو دیدۂ باطن میں بساؤ تجھ کو پناہ مل جائے گی۔ حق جل مجدہ کی کبریائی کی شمع روشن کرو دل منور ہوکر نورِ حق کا دیدار کرلے گا۔ سنو! عقلاء کا گناہ کرنا حمقاء کے گناہ سے زیادہ بڑا ہوتا ہے۔ علماء کا معصیت کرنا جہلاء کے معصیت سے بڑا سنگین جرم شمار ہوتا ہے۔ مالداروں کی سرکشی و نافرمانی کرنا خطرناک ہے غریبوں اور ناداروں سے ...... عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے کہ جب برتن میں سوراخ ہوجائے تو شہد کب ٹھہر سکتا ہے، جب تمہارے دل میں بگاڑ آجائے تو حکمت کی بات کیونکر سمجھ میں آسکتی ہے۔

اے بھائی! کتنے واعظ وتذکرے والے ایسے ہیں جو خود یادِ الٰہی کو بھولے ہوئے ہیں، غافل ہیں۔ کتنے نارِ جہنم سے ڈرنے والے ایسے ہیں جو خود حق جل مجدہ پر جری ہوکر گناہ میں ملوث ہیں۔ کتنے داعی ایسے ہیں جو لوگوں کو ذات حق کی دعوت دیتے ہیں اور اعمالِ صالحہ سے دور ہیں۔ کتنے قاری قرآن ایسے ہیں جو احکامِ الٰہی کو فراموش کرچکے ہیں۔ والسلام۔

(الحلیہ، ج:۸،ص:۲۰۶)

محمد بن یوسف الاصبہانی کی وصایا

محمد بن یوسف الاصبہانیؒ نے اپنے دوستوں کو وصیت فرمائی:

میرے تمام ساتھی و دوست کو میرا سلام و پیام پہنچاؤ! اور یہ وصیت و پیغام کہ آخرت کے لیے تیاری کریں اور دنیا اور اس کی تمام زینت سے روٹھ جائیں، مایوس ہوجائیں۔ موت ایک شدید جھٹکا ہے اس کی تیاری کریں۔ جان لیں کہ آگے آنے والی خطرناک ہولناکی و جزع وفزع یقینی ہے جس کی ہولناکی سے انبیاء و رسل بھی بے نیاز نہیں ہوں گے، والسلام۔

(الحلیہ، ج:۸،ص:۲۳۶)

ایک موقع پر محمد بن یوسفؒ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن یوسف کو یہ وصایا بھیجیں:

سلام علیک۔ فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَیْکَ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ تم پر سلامتی ہو۔ میں

اس اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اما بعد ...... میں تم کو ان تمام اسبابِ دنیا سے ڈراتا ہوں جو دارِ مہلت میں تیرے اردگرد جمع ہیں کہ بالآخر ان کو چھوڑ کر دار اقامت میں قرار پکڑنا ہے اور اعمال کی جزاء ملنی یقینی ہے اور تجھ کو پشت زمین سے بطن زمین میں کھینچ کر لے جائیگی اور پھر منکر ونکیر آئیں گے جو تیرے دائیں بائیں بیگانے کی طرح بیٹھ جائیں گے۔ اگر حق جل مجدہ کی معیت تجھ کو اس وقت حاصل رہی تو پھر نہ تجھ کو وحشت ہوگی نہ ہی خوف نہ ہی سوال و جواب میں دشواری۔ غرض، کسی قسم کے رنج وغم کا خطرہ بھی نہ ہوگا۔ اگر معیتِ الٰہی نہ ہوگی جس سے ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ ہی کی پناہ لیتے ہیں تو پھر ......! (الامان والحفیظ)۔ وہ بڑا ہی برا ٹھکانا، تنگ وتاریک جگہ، کرب و بے چینی کا مسکن ہوگا۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ حشر کے دن کی دل دہلا دینے والی آواز پھر نفخِ صور پھر خلائق کا حساب و کتاب۔ زمین اس وقت اپنے تمام سکّان سے خالی ہوگی۔ آسمان لپیٹ دیا جائے گا۔ تمام مخفی امور خود بخود ظاہر ونمایاں ہوجائیں گے۔ نارِ جہنم بھڑکا دی جائے گی۔ میزانِ عدل نصب کردیا جائے گا۔

﴿وَ جِیْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ﴾

اور پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جائیں گے اور سب میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جائے گا اور اُن پر ذرا ظلم نہ ہوگا۔ (سورۂ زمر، آیت: ٦٩)

اس دن کتنوں کے عیوب فاش کیے جائیں گے، رسوا کیے جائیں گے اور کتنوں کے عیوب پر پردہ ڈالا جائے گا۔ کچھ ہلاک ہوں گے اور کچھ نجات پائیں گے۔ کچھ لوگوں کو عذاب دیا جائے گا اور کچھ لوگ رحم کیے جائیں گے۔ اے افسوس! میری زندگی پتہ نہیں مجھے اور تجھے کیا دن دیکھنے پڑیں گے۔ دیکھو! لذات کو چھوڑو۔ شہوات سے باز رہو۔ دنیاوی اُمیدیں کم کرو۔ باغی کو جگاؤ۔ غافلوں کو ڈراؤ۔ اللہ ہماری اور تمہاری اس پُر خطر وادی میں مدد فرمائے، آمین۔ اور اللہ جل مجدہ دنیا وآخرت کو میرے اور تیرے دل میں وہی جگہ دے جو اتقیاء کو عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ اتقیاء میں ہم کو اور تم کو شمار فرمائے، آمین۔ (الحلیہ، ج:٨، ص:٢٣٦)

یوسف بن اسباطؒ کی وصایا بنام حذیفہ بن قتادہ

یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ نے حذیفہ بن قتادہ کو وصیت فرمائی :

امابعد...... اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ! میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور جو بھی حق جل مجدہ نے تم کو علم عطا فرمایا ہے اس پر عمل کی اور مراقبہ کی ایسے مقام پر جہاں حق جل مجدہ کی ذات کے سوا کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ (یعنی محاسبہ نفس اس طرح کرو کہ حق کے سوا کسی کو اس کا علم نہ ہو کیونکہ عُجب کا خطرہ ہے) اور اپنے اندر استعداد پیدا کرنے کی آخرت کے لیے کہ اس دن کوئی حیلہ و بہانہ نہ چل سکے گا۔ قیامت کے دن پیشی کے وقت ندامت و شرمندگی سودمند نہ ہوگی۔ غافلین غفلت کی چادر کو اپنے جسم سے اُتار پھینکو! مُردوں کی طویل آرام گاہوں سے عبرت پکڑو۔ قصّے کہانیوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ اس لیے کہ دنیا پہلے لوگوں کے ساتھ بھی گزری ہے اور تمہارے ساتھ بھی گزر جائے گی۔ تو اُن لوگوں میں شامل نہ ہو جن کو عقبیٰ و معاد میں شکوک و شبہات ہوں اور صفاتِ صالحین سے غفلت برتیں اور جن اعمال کی ہدایت کی گئی تھی ان کو چھوڑ بیٹھے۔ ہمارا اور تمہارا، عالمِ آخرت میں عند اللہ ایک مقام متعین ہے۔ ہم اللہ سے اس کی مخفی رحمتوں کا سوال کرتے ہیں اور یہ کہ ہم کو اور تم کو عفو و تجاوز کے دامن میں ڈھانپ لے۔

کیا تو ان باتوں پر ایمان نہیں لاتا جس کا میں اللہ تعالیٰ سے سوال کر رہا ہوں ! دیکھ! اس امت کے منافق کی علامت بتلاتا ہوں ؛ وہ ظاہری جسم کے ساتھ تو دین اور اہلِ دین کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور اپنے باطن اور خواہشات کے اعتبار سے دینداروں سے جدا ہیں۔ حق اور راہِ حق کی اتباع میں ضعیف و خفیف ہیں (یعنی سست ہیں)۔ اور اپنے خبیث و برے افعال کو چھوڑتے بھی نہیں۔ باز ہی نہیں آتے۔ جب کبھی تو اُن کے پاس جائے گا تو ظاہراً اعمالِ بر و نیکی میں وہ تجھ سے ریاء و سمعہ کی وجہ سے بحثیں کریں گے۔ اور اعمالِ باطن جن میں سلامتی و تقویٰ کی ضمانت ہے، اس سے وہ غافل ہی نہیں یکسر خالی ملیں گے۔ اعمال بہت کریں گے مگر مطابقِ شریعت نہیں، اتباعِ سنت کی جھلک نہیں۔ پس حق جل مجدہ اعمال کی قیمت سے ان کو محروم کر دیں گے۔ کہ حق جل مجدہ قول ہو یا فعل، اس کی جزاء اسی وقت دیں گے جبکہ اس کے ساتھ

مکمل اتباعِ شریعت کی پابندی کی گئی ہو، خواہ وہ بظاہر ایک ذرہ ہی کیوں نہ ہو۔

دیکھو! تم ایسے لوگوں سے دور ہی رہنا۔ اللہ سے ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے سلامتی و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہم سبھی کو اپنی پسند و مرضیات کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۸، ص:۲۴۱)

علی بن خشرمؒ کے نام بشر بن الحارثؒ کی وصایا

السلام علیک، بعد از سلام! میں اللہ عزوجل کی حمد وتعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد ...... میں اللہ تعالیٰ سے اُن نعمتوں کی تکمیل کا اپنے لیے اور تمہارے لیے سوال کرتا ہوں جو حق جل مجدہ کی طرف سے ملی ہوئی ہیں۔ اور ہمیں اور تمھیں احسان پر شکر کی توفیق بخشے اور ہمیں اور تمھیں زندگی اور موت نعمت اسلام کے ساتھ۔ اور ہم دونوں کو اپنے اسلاف و اکابر کا متبع اور پیروکار بنائے۔

اے علی! میں تم کو اللہ سے ڈرنے اور اوامرِ الٰہی کے اتباع اور تمسکِ کتاب وسنت کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اہلِ ایمان عاملین کتاب وسنت جو گزر چکے ہیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کیونکہ انھوں نے عمل کرکے راہ چلنا ہم لوگوں کے لیے آسان کردیا۔ بس تیرا کام ہے کہ آثارِ عاملین وصالحین کو اپنا نصب العین بنا کر منزل طے کرتا رہ۔ اسلاف واکابر کی زندگی کا بنظر غائر مطالعہ کیا کر جس سے تیری وحشت و اجنبیت دور ہوگی اور تو اس کرۂ زمین پر ملاء اعلیٰ کے لوگوں کے مانند ہوجائے گا کہ ان اکابر نمونہ اسلاف کو دیکھنا گویا کہ ملاء اعلیٰ کا مشاہدہ کرنا ہے۔ اصحابِ نبیؐ کی صحبت مُردوں کی صحبت سے زیادہ نفع بخش ہے۔ (عاملینِ سنت کو رسول اللہ ﷺ کی صحبتِ معنوی حاصل ہے مراد علماء وصلحاء ہیں اور مُردوں سے مراد غیر جنس کے لوگ ہیں)۔ یہ بات یاد رکھ کہ اگر حق جل مجدہ تجھ سے خیر و بھلائی صدور ہوتے دیکھے گا تو اہلِ خیر میں تیرا شمار فرمالے گا۔ بیشک اکثر عمریں تیری بیت چکیں۔ کیا گزرے ہوئے لوگ اپنی زندگی سے خوش ہیں؟ حالانکہ تو بھی عنقریب انہی لوگوں سے ملنے والا ہے۔ موت کا فرستادہ تجھے تلاش کررہا ہے اور تو اس کو عاجز نہیں کرسکتا جبکہ تھوڑی دیر بعد تو اس کے قید و بند میں محبوس ہوگا۔ تمام ہی مخلوق

اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے آگے حقیر و صغیر ہے، محتاج و فقیر ہے۔ دیکھ! حق جل مجدہ کی جانب توجہ سے تیری محبوباتِ دنیا تجھ کو غافل نہ کردے۔ حق جل مجدہ کی جانب سوالی تضرع و افتقار کے ساتھ، ذلیل جس طرح عزیز کے سامنے دست سوال پھیلا۔

جس طرح فقیر غنی کے سامنے احتیاج ظاہر کرتا ہے۔ قیدی کی طرح جبکہ وہ راہِ خلاصی یا فرار کی راہ نہیں پاتا تو دربان و حارس کی ہی پناہ ڈھونڈتا ہے۔ ڈرتا بھی ہے اپنے جرائم کی وجہ سے مگر فریاد بھی کیے جارہا ہے۔ اس کو اُمید بھی قوی ہوتی ہے۔ دعاء وفریاد بھی نہیں چھوڑتا۔ بلاء وفتن سے مامون بھی نہیں ہوتا۔ دیکھ! اگر تیری حالت یہی ہوجائے تو امید ہے کہ حق جل مجدہ اپنے فضل خاص کی وجہ سے تم پر لطف ومہربانی کردیں۔ رحمت کا دست قدرت ڈال دیں۔ اور تجھ کو تیری اُمیدوں کے مقامِ اعلیٰ پر عفو وعنایت کے ساتھ پہنچادیں۔ لہٰذا تو اسی کی طرف فکر ونظر کے ساتھ متوجہ ہوجا، پوری جدوجہد کے ساتھ اور جہاں تیری قوت تیرا ساتھ چھوڑ دے وہاں اس سے مدد ونصرت طلب کر۔ جب تو ایسا کرلے گا تو حق جل مجدہ پوری رحمت کے ساتھ تم کو آغوشِ رحمت میں لے لیں گے اور تو اللہ جل مجدہ کو ماں باپ سے زیادہ سریع اپنے سے قریب پائے گا۔ بلکہ تو اپنی جان ونفس سے بھی اقرب ترین اس کو پائے گا۔ ہم اللہ سے توفیق طلب کرتے ہیں۔ اور حق جل مجدہ کی ذات سے ہی تمام مواہبِ دنیوی واخروی کا دونوں کے لیے سوال کرتے ہیں۔

اور اے علی ! خوب یاد رکھ جو شہرت پاگیا اور لوگوں میں متعارف ہوگیا وہ بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہوگیا۔ اس کی زندگی فتنے کا شکار ہوگئی۔ اللہ ہماری تمہاری اس سے حفاظت فرمائے۔ اپنی جانب کثرتِ خضوع، توجہ الی اللہ اور عظمتِ حق کے لیے ذلتِ نفس کے ساتھ۔ ساتھ ہی تمام فتنِ دارین اور سوء عاقبت سے بچائے کہ حق جل مجدہ جس شخص کو چاہتے ہیں اس کی نگرانی وحفاظت فرماتے ہیں اور توفیق بھی بخشتے ہیں۔

جو بھی حق جل مجدہ سے توفیق طلب کرتا ہے اس کی جانب رجوع ہوتا ہے رضائے رب کی جستجو کرتا ہے اس کو دو چیزوں سے ایک کو اپنے لیے پسند کرلینا چاہیے؛ ایک یہ کہ صرف اور صرف، محض طالبِ رضائے رب ہو اور اس کا قلب ذرہ برابر بھی اہلِ زمانہ کی تعریف و مذمت

کی جانب متوجہ نہ ہو بلکہ خیال و خاطر میں بھی نہ لائے۔ کان ہی نہ دے۔ بیشک ایسے لوگوں کی جماعت وفات پاگئی۔ مگر جو بقیۃ السلف صالحین کے نمونہ ہیں اُن کی مجلسوں اور صحبتوں سے دیدۂ باطن کو منور کرو۔ تم اپنے کو اُن مُردوں کی طرح جانو جو مقابر میں مدفون ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ مُردے مقابرِ موتی میں مدفون ہیں اور تم بھی مُردے ہو مگر مقابرِ احیا میں ہو کیونکہ مقابرِ احیاء میں وہ لوگ مدفون ہیں جو آخرت سے غافل ہیں۔ صلاحِ آخرت کی راہوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ تمہارے زمانے کے لوگ ایسے ہی ہیں۔ ایسے ظلمت کدہ میں جو نورِ الٰہی سے مستنیر و مستفید نہیں ہو رہے ہیں۔ ایسی بنجر زمین ہیں کہ کتاب اللہ سے متاثر نہیں ہو رہے ہیں، مگر حق جل مجدہ جس کی حفاظت فرمائے۔ ان لوگوں کی بے گانگی کی پرواہ نہ کرو۔ ان کے روٹھ جانے سے مایوس نہ ہو۔ اس یقین کے ساتھ کہ اُن سے علیحدگی کے بعد جو شعوری ایمان، وجدانی کیفیت، حلاوت و ذوقِ فراست، بصیرتِ الٰہی، نورِ نبوت کا عکس تیرے باطن پر ہوگا وہ اُن کے قرب و اتصال سے لاکھ درجہ احسن و اتم ہوگا۔ حق جل مجدہ تیرا کفیل و ضامن ہوگا لہٰذا تو اسی کو اپنا انیس و مونسِ حقیقی جان کہ اس سے اچھی نعمت ملنے والی نہیں۔ اور اپنے زمانہ کے ابن الوقت سے بچ کر رہ۔ تیری زندگی کسی کے ساتھ حسنِ ظن یا بدظنی رکھنے سے نہیں سنور سکتی ہے۔ نہ ہی کسی عقلمند و ذی شعور کو اپنی نگاہ میں ذلیل جان کہ اہلِ زمانہ تجھے مطعون کریں گے۔

عقلمند اہلِ دنیا کے ساتھ نہ بیٹھ کہ تو فتنے میں مبتلا ہو جائے گا اور تیری شرافت مکدر ہو جائے گی۔ تیرا دین مخدوش ہو جائے گا اور اس کے اثرات سے تو اپنے کو نہیں بچا سکے گا۔ تنہائی کی موت بہتر ہے اس زندگی و صحبت سے جس میں تو شر و فساد سے نہ بچ سکے۔ اس لیے کہ اگر تو ان لوگوں کو اپنے اوپر قدرت دیدے گا تو وہ تجھ کو راہِ صلاح سے ہٹا کر گناہ پر ڈال دیں گے۔ اور اگر ان کی صحبت اختیار کر لے گا تو معاصی و گناہ میں شریک کریں گے۔ لہٰذا تو بذاتِ خود اپنے نفس کی نگہداشت رکھ اور غیر جنس لوگوں سے احتراز و احتیاط ہی نہیں بلکہ ان کی ہم نشینی کو بُرا جان اور موجودہ وقت میں تمام فضیلتوں کا حصول موقوف ہے عزلت و تنہائی میں اس لیے کہ سلامتیٔ دین و دنیا تنہائی میں ہے اور سلامتی بذات خود بڑی فضیلت ہے۔

کان کے تمام معاصی سے اپنے کان کو بہرا کر لے۔ اور آنکھ کو اندھا بنا لے۔ عام مخلوق

کے ساتھ بدظنی سے اپنے آپ کو بچا کیونکہ حق جل مجدہ نے سوءِ ظن سے منع فرمایا ہے ﴿اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ﴾۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۸،ص:۳۴۱)

ایک شخص کو بشر بن حارث نے وصیت کی: تو اپنی حسنات ونیکیوں کو بھی اُسی طرح چھپایا کر جس طرح سیئات کو چھپایا کرتا ہے۔اُمید پر۔ "اُکۡتُمۡ حَسَنَاتِکَ کَمَا تَکۡتُمُ سَیِّئَاتِکَ" اوراس بات کی کوشش کر کہ ربّ العالمین تجھ کو اس مقام پر نہ دیکھے جسے ناپسندیدہ جانتا ہے اور جس سے منع فرمایا ہے اور اس مقام سے غائب نہ پائے جہاں تجھ کو دیکھنا پسند کرتا ہے۔ جب گفتگو و کلام سے عُجب پیدا ہوتو سکوت و خاموشی اختیار کرلیا کر۔ اور جب سکوت سے عُجب کا خطرہ ہوتو کلام کیا کر۔ موت کو ہمیشہ یاد رکھا کر اور یاد کیا کر۔ دنیا اور زینتِ دنیا دل سے نکل جائے گی۔ موت کی یاد سے شہوت وخواہشِ جماع مٹ جائے گی۔ علم اس لیے حاصل کر کہ فریبِ دنیا سے بچ سکے اور علم سے عمل کی راہ کھل سکے نہ کہ حبِ دنیا اور کسبِ دنیا کی اُمید پر۔ (الحلیہ، ج:۸،ص:۳۴۷)

حضرت معروف کرخیؒ کی وصایا

حق جل مجدہ کی ذات پر توکل کامل رکھو، اس اعتماد کے ساتھ کہ مکمل بھروسہ رب تعالیٰ کے ساتھ ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہارا معلّم و انیس اور تیری ہر فریاد و پکار پر تجھ سے قریب تر ہوگا۔ ذکرِ موت کو اپنا ہم نشین ایسا بنا کہ تجھ سے وہ کبھی بھی جدا نہ ہو۔ اور اس بات کو ذہن نشین کرلے کہ تیری پیدائش کے ساتھ ساتھ حق جل مجدہ نے شفاء و بلاء بھی نازل کی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دور نہیں کرسکتا۔ اس لیے کہ تمام مخلوقات ذرہ برابر تجھ کو نہ نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ نہ ہی نعمتِ الٰہی کو تجھ سے چھین سکتی ہے۔ نہ ہی تجھ کو کچھ دے سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نہ دینا چاہے۔ (الحلیہ، ج:۸،ص:۳۶۰)

اس بات سے ڈرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو مسکینی کے لباس کے سوا کسی اور لباس میں دیکھے۔ (نفحات الانس،ص:۱۸۷)

حضرت وکیع بن جراح کی وصایا

ایک شخص وکیع بن جراح سے معاش (گزر بسر) اور ورع کے سلسلے میں تبادلۂ خیال کررہا تھا تو آپ نے سوال کیا کہ تو کہاں سے کھاتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میراث سے۔ آپ نے پوچھا تیرے باپ کو کہاں سے ملا تھا؟ جواب دیا ان کو اپنے باپ سے۔ پھر آپ نے پوچھا ان کو کہاں سے ملا تھا؟ اس نے جواب دیا معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا: دیکھو! اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ میں حلال مال سے ہی کھاؤ گا پیؤں گا اور حلال زمین میں چلوں گا تو میں اس کو بجا طور پر کہوں گا کہ لباس اُتار کر پھینک دے اور نہر فرات میں ستر پوشی کرے اور اس کو اس کے سوا چارۂ کار نہیں کہ اس پُرفتن دور میں بچنا بہت مشکل ہے۔

پھر وکیع نے فرمایا: دیکھو! اگر کوئی شخص ترکِ دنیا میں سلمان فارسیؓ، ابوذرؓ، ابو درداءؓ کے مقام کو ظاہری طور پر پالے پھر بھی ہم اس کو زاہد فی الدنیا نہیں کہیں گے۔ اس لیے کہ زاہد اس شخص کو کہا جاتا ہے جو حلال و طیب محض کو بھی چھوڑ دے اور موجودہ دَور میں حلال محض کی شناخت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ پس دنیا کی چیزیں حلال بھی ہیں اور حرام بھی اور مشتبہات بھی۔ حلال کا عند اللہ حساب ہوگا، حرام پر عذاب ہوگا اور مشتبہات پر عتاب۔

لہٰذا یوں سمجھو کہ دنیا مُردار ہے۔ اس سے اسی قدر لینے کی کوشش کرو جس قدر ضروری ہو یعنی کہ بقدرِ زیست۔ تو اگر تم حلال سے لے رہے ہو تو پھر زاہد فی الدنیا یا زہد فی الدنیا کا اطلاق ہوگا۔ اور اگر تم نے حرام سے لیا ہے تو دیکھو مُردار کا کھانا حالت اضطرار میں اسی قدر جائز ہے جتنا کہ ضرورت ہو اور شبہات کے قریب نہ جاؤ کہ اس پر عتاب ہوگا۔ (الحلیہ، ج:۸، ص:۳۷۰)

نضر بن شمیل کی وصیت طالب علم کے لیے

لَا یَـجِـدُ الرَّجُلُ لَذَّةَ الْعِلْمِ حَتّٰی یَجُوْعَ وَ یَنْسِی جَوْعَہٗ۔ کوئی شخص اس وقت تک علم کی لذت نہیں پاسکتا جب تک وہ بھوکا نہ ہوجائے اور بھوک کی شدت کو بھول جائے۔

(تذکرہ الحفاظ، ج:۱، ص:۲۸۷۔ تبع تابعین، ج:۲، ص:۴۲۳)

محمد بن اسلمؒ المشہور بالسواد الاعظم کی وصایا

ابوعبد اللہ محمد بن قاسم الطّوسی خادم خاص تھے محمد بن اسلم کے۔فرماتے ہیں کہ وفات سے چار یوم قبل میں محمد بن اسلم سے ملنے گیا۔اس وقت ان کا قیام نیشاپور میں تھا۔تو انھوں نے مجھ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوعبد اللہ ! میرے قریب آ جاؤ۔ میں تم کو وہ خوش خبری سناتا ہوں جو حق جل مجدہ نے تیرے بھائی یعنی میرے ساتھ خیر و بھلائی کا فیصلہ فرمایا ہے۔ میری اجل قریب آ چکی ہے۔وصالِ الٰہی کا پیام مل چکا ہے۔ذائقہ موت کی لہریں محسوس ہو رہی ہیں۔حق جل مجدہ کا بڑا ہی احسان و فضل ہے کہ میرے پاس کوئی درہم و دینار نہیں جس کا عنداللہ حساب دینا پڑے۔ دیکھو تو سہی ! رب کریم نے کس قدر عظیم کرم کا معاملہ فرمایا کہ وہ جانتا تھا کہ میں ضعیف و کمزور ہوں، حساب و کتاب کی تاب نہیں رکھتا ہوں، اس لیے ارحم الراحمین نے میرے پاس درہم و دینار کو جمع ہی نہیں ہونے دیا کہ وہ مجھ سے حساب لے۔

پھر فرمایا: دیکھو! دروازہ بند کر دو اور اندر آنے کی کسی کو اجازت نہ دینا۔ جب تک کہ میری روح جسدِ عنصری کی قید سے آزاد نہ ہو جائے۔میری کتابیں وفات کے بعد دفن کر دینا (مبادا کہ اس میں کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات درج ہو جو اُمّتِ محمد ﷺ کی گمراہی کا ذریعہ وسبب بنے اور اس پر میرا مواخذہ ہو)

میں دنیا سے اس حال میں جا رہا ہوں کہ میں نے نہ تو میراث چھوڑی نہ ہی مال و زر۔ ہاں ! میری کتابیں اور جسم کے کپڑے، اوڑھنے کی ایک چادر، وضو کا ایک چھوٹا سا پیالہ، وہ دیکھو! تھیلا جس میں تیس درہم ہیں میرے بیٹے کو اس کے ایک عزیز نے ہدیہ کیا تھا۔ وہ سب سے حلال مال ہے میرے پاس کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ”اَنْتَ وَ مَالُکَ لِاَبِیْکَ“ تو اور تیرا مال سب کچھ تیرے باپ کا ہے۔یعنی تیری ذات اور تیرے مال سے فائدہ لینے کا مستحق تیرا باپ ہے۔ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اَطْیَبُ مَا یَأْکُلُ الرَّجُلُ مِنْ کَسْبِہٖ وَ وَلَدُہٗ مِنْ کَسْبِہٖ“

سب سے پاک مال جو انسان کھاتا ہے وہ ذریعہ کمائی سے ہے اور اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔

لہٰذا اِنہی درہموں میں سے اگر دس درہم میں کفن کا کپڑا خریدا جاسکے تو پندرہ درہم استعمال نہ کریں۔ کفن میں فضول و اسراف درست نہیں۔ میری نعش کو میرے کپڑوں سے چھپا دینا اور تابوت کو میری چادر سے۔ لوگوں میں اعلان نہ کرنا جنازہ میں شرکت کے لیے۔ نہ ہی لوگوں کو خواہ مخواہ کی تکلیف میں ڈالنا۔ وضو کا پیالہ کسی مسکین پابندِ صوم وصلوٰۃ کو صدقہ کر دینا کہ وہ اس سے وضو کرے گا۔

ان وصایا کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک اور موقع پر محمد بن اسلمؒ نے ابوعبداللہ کو یوں فرمایا:

اے ابوعبداللہ! تو میرے ساتھ ہے یا میں تیرے ساتھ ہوں۔ تجھ کو پتہ ہے میرے ساتھ میری قمیص کے اندر ایک ایسا شخص چھپا ہوا ہے جو کل قیامت میں میرے خلاف گواہی دینے پر مجبور ہوگا۔ تو میں کیسے گناہ کرسکتا ہوں۔ جاہل تو یہ سوچتا ہے کہ مجھ کو کوئی نہیں دیکھ رہا ہے پھر معصیت کا ارتکاب کرتا ہے۔ میں کس طرح اس پر غلبہ حاصل کروں جبکہ وہ ہر وقت میری قمیص سے مجھ کو جھانکتا ہے۔

اے ابوعبداللہ! میرا اور اس مخلوق کا کیا واسطہ؟ میں باپ کی پشت میں اکیلا، پھر رحمِ مادر میں تنہا۔ پھر دنیا میں آیا اکیلا۔ ملک الموت روح قبض کریں گے اکیلے۔ قبر میں داخل کیا جاؤں گا اکیلا۔ منکر ونکیر آ کر جب سوال کریں گے میں جوابدہ ہوں گا اکیلا۔ اگر خدانخواستہ جہنم میں ڈالا گیا تو اس وقت بھی رہوں گا اکیلا۔ اگر جنت میں گیا تو بھی اکیلا۔ محشر کے روز حق جل مجدہ کے سامنے پیش کیا جاؤں گا اکیلا۔ ﴿وَ كُلُّهُمْ آتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا﴾۔ میزانِ عمل میں میرے حسنات وسیئات تولے جائیں گے تو میں ہوں گا اکیلا۔ پھر فیصلے کے بعد، جنت وجہنم میں خلودِ ابدی کا معاملہ اکیلا۔ پھر میں لوگوں سے کیوں واسطہ رکھوں اور لوگوں کی فکر میں کیوں رہوں۔ میں آیا ہوں اکیلا اور جاؤں گا اکیلا۔ پھر آپ نے ایک حسرت بھری چیخ ماری اور زمین پر بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ میں سمجھا کہ آپ کی روح پرواز کرگئی مگر تھوڑی دیر بعد آپ نے سانس لی۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا:

اسلام کی اصل - فرائض کا پورا کرنا ہے

اسلام کی اصل فرائضِ الٰہی کا پورا کرنا ہے اور فرائض کی دو لفظ میں تعریف کرتا ہوں، حق جل مجدہ نے جس چیز کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل کیا وہ فرائض ہیں۔ اس کو پورا کرو۔ اور جس چیز سے اللہ و رسول نے منع کیا اس سے باز رہنا بھی فرض ہے۔

الغرض، اوامر کا امتثال، نواہی سے اجتناب دونوں ہی فرض ہیں۔ یہی بات قرآن میں کہی گئی ہے "وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ"۔ لوگ اس کو قرآن مجید میں پڑھتے ہیں مگر غور وفکر نہیں کرتے کیونکہ لوگوں پر دنیا کی محبت غالب آ چکی ہے۔ جس کی وجہ سے فہم قرآن کی بصیرت کھو چکی ہے۔

اتباعِ سنت کی اساس

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَطًّا، فَقَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ۔ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰی كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُوْ اِلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ : وَ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكَ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور ارشاد فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر آپ نے دائیں بائیں بہت سی لکیریں کھینچی اور فرمایا یہ بہت سی راہیں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ ساتھ ہی آپ نے قرآن مجید کی آیت بالا تلاوت فرمائی "اور (یہ کہہ) یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسرا راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم (اس راہ کے خلاف کرنے سے) احتیاط رکھو"۔ (سورۂ انعام، ۱۵۲)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، رسولِ کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ اِفْتَرَقُوْا عَلٰی اِثْنَتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ مِلَّةً وَ اُمَّتِیْ تَفْتَرِقُ عَلٰی

ثَلَاثَةٍ وَ سَبْعِيْنَ كُلُّهَا فِى النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَ اَصْحَابِىْ۔

بنی اسرائیل بہتّر فرقوں میں بٹ گئی اور میری امت تہتّر فرقوں میں بٹے گی، سب جہنم میں جائیں گے مگر ایک جماعت۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا وہ لوگ کون ہوں گے یا رسول اللہ؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: آج جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ۔ وہی لوگ نجات پائیں گے جو میرے صحابہ کے مسلک ومشرب پر ہوں گے۔

دیکھو! عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم دونوں کی حدیث کا مفہوم و ماخذ ایک ہی نکلتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا دین ایک ہے اور اس کا راستہ وطریقہ بھی ایک۔ لہٰذا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر اعمال کو ان دونوں حدیثوں کی روشنی میں پرکھو، جانچو۔ جو اعمال ان احادیث کے موافق ہوں بحسن وخوبی بجا لاؤ اور جن میں موافقت نہ ہو سکے ان کو چھوڑ دو۔ اور محض اپنی طرف سے تاویلیں نہ نکالو کیونکہ حدیث رسول اور اعمال صحابہؓ کے مقابلے میں خود تراشیدہ تاویلیں عنداللہ مردود کردی جائیں گی۔

علماء کتاب وسنت، آثار صحابہؓ کے مقابلے میں حجت نہیں

ساتھ ہی یہ بات یاد رکھو کہ علماء اگر کتاب وسنت، آثارِ صحابہ کے خلاف کریں تو وہ حجت نہیں کیونکہ دنیا کی محبت اور شہوات، اموال کے فتنے، اس گروہ کو بھی نہیں چھوڑتے۔ تم الفاظ حدیث کو بار بار پڑھو کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: ”كُلُّهَا فِى النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً“ سب ہی فرقے جہنم میں جائیں گے مگر ایک۔ سرکار دو عالم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: كُلُّهَا فِى الْجَنَّةِ اِلَّا وَاحِدَةً، کہ سب جنت میں جائیں گے مگر ایک فرقہ جہنم میں۔ اب دیکھنا اور سوچنا یہ ہے کہ ہماری سوچ، سمجھ، خوشی وغم، تمام امور میں سرکار کا عمل یا صحابہؓ کا اثر موجود ہے یا نہیں۔ صحابہ، معیارِ شریعت میں بدعت کا ان میں گمان ہی نہیں بلکہ حضور ﷺ نے رشد و ہدایت کی سند دی ہے۔ حق جل مجدہ نے ﴿كُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ اور ﴿رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ کہا ہے۔ یہ مقام علماء کو حاصل نہیں۔

راہِ احتیاط

راہ احتیاط اس میں ہے کہ جن اعمال میں امت اختلاف کررہی ہے اس کو چھوڑ دو کیونکہ نہ کرنے میں ملامت و وعید کا امکان نہیں اور ان اعمال کے کرنے میں بدعت و گمراہی کا ازحد امکان ہے کیونکہ علماء اختلاف کرتے ہیں، اگر سنت ہوتی تو اختلاف ہی نہ ہوتا۔ حدیث میں رسولِ کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ میری امت ضلالت و گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ اس لیے جن اعمال کا وجود صحابہ کے مابین نہ تھا اور بعد میں لوگوں نے ایجاد کیے بہتر ہے کہ وہ نہ کیے جائیں کہ اس میں بدعت کا شبہ ہے اور ایمان شبہات سے بچنے ہی کا تو نام ہے۔ الغرض، مذکورہ دونوں حدیثوں کو یاد رکھو اور کسی بڑے سے بڑے عالم کا قول حدیث کے مقابلے میں مت قبول کرو۔ حجت عالم نہیں، حجت قولِ رسولؐ ہے۔ علماء بھی حبِّ دنیا میں آکر اپنے مخترعات کی تائید میں حدیث نقل کرتے ہیں، خواہ اس حدیث کا مفہوم اور صحابہ میں بالکل ہی جدا کیوں نہ ہو۔ علماء اپنی تائید میں قرآن و حدیث پیش کرتے ہیں اور ہر شخص اپنے اقوال کو قرآن و حدیث سے مؤکد کرنے کی کوشش میں ہے۔ حالانکہ قرنِ اوّل کے علماء نے قرآن و احادیث سے اپنی زندگی کو مہذب و متادب بنایا تھا اور بعد کے لوگوں نے اپنی آراء کو مؤکد کرنا شروع کیا۔ اس لیے تم صرف اور صرف اقوالِ رسول، افعال رسول، آثارِ صحابہ کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ گرچہ بڑا صاحب لسان عالم اس کی مخالفت کرتا ہو۔ تمہارے لیے علماء کا علم باعثِ نجات نہیں۔ رسول کی سنت مدار نجات ہے اور ضمانت ہدایت۔ بدعت بہت ہی بری بیماری، ناقابلِ تلافی روگ، خطرناک ناسور ہے۔ جو صاحب بدعت کو محسوس بھی نہیں ہوتا۔ (الحلیہ، ج:۹،ص:۲۴۲)

(بدعتی کرتا ہے گناہ شمار کرتا ہے نیکی۔ اپنی من گھڑت چیزوں کو سرورِ عالم ﷺ کی جانب منسوب کرکے توبہ سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔ بدعتی کو موت سے پہلے توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی (معاذ اللہ) اس لیے سنت کو مضبوطی سے تھام لو۔ بدعت کو چھوڑ دو)

اولیاء اللہ کی علامات یہ ہیں: (۱) لطف لسان (۲) حسن اخلاق (۳) بشاشتِ چہرہ (۴) سخاوتِ نفس (۵) قلتِ اعتراض (۶) عذرخواہ کے عذر کو قبول کرنا (۷) اللہ کی مخلوق پر شفقت کرنا خواہ نیکوکار ہوں یا بدکار۔ (اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۱۵۰)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس قیمتی وصیتیں

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہرانا اگرچہ تم کو قتل کردیا جائے یا جلا دیا جائے۔

(۲) والدین کو ہرگز نہ ستانا اگرچہ وہ تجھے حکم دیں کہ اپنے اہل وعیال اور مال کو چھوڑ کر نکل جا۔

(۳) فرض نماز ہرگز قصداً مت چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً فرض نماز چھوڑ دی اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ بَری ہوگیا۔ وہ حق جل مجدہ کی امان ونگرانی سے نکل کر ہلاکت میں جا پھنسا۔

(۴) شراب ہرگز مت پینا کیونکہ وہ تمام تر بے حیائی کی جڑ ہے۔

(۵) گناہ سے پرہیز رکھنا کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی نازل ہوجاتی ہے۔

(۶) میدانِ جہاد سے مت بھاگنا اگرچہ اور لوگ ہلاک ہوجائیں۔

(۷) اور جب لوگوں میں طاعون وغیرہ کی وجہ سے اموات ہونے لگے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے مت بھاگنا بلکہ جم کر رہنا۔

(۸) اپنے اہل وعیال پر اپنا حلال وعمدہ مال خرچ کرنا۔

(۹) اور ادب سکھانے کی غرض سے اپنی لاٹھی تیار رکھ اور اہل وعیال کی جانب سے غافل ہوکر مت بیٹھ جانا۔

(۱۰) اور اپنے عیال کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے بارے میں ڈراتے رہنا۔ (مشکوٰۃ، ص: ۱۸)

وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا (جلد اول، صفحہ: ۶۴)

Wasaya Encyclopedia

Volume One

Maulana Mufti Mohd. Sameen Ashraf Qasmi

Publisher

Maulana Hafiz Mohd. Razeen Ashraf Nadwi

Flat No. 8, Silver Arc Apt., Bhagyodev Nagar,
Kondhwa, Pune - 411 048, 09370187569

وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا

جلد دوم

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

امام وخطیب مصلّٰی حبتور بلڈنگ، دبئی، عرب امارات

مؤلف کا مختصر تعارف

نام: ثمین محمد ابراہیم

قلمی نام: محمد ثمین اشرف قاسمی

کنیت: ابوصہیب

ولدیت: حاجی محمد ابراہیم نقشبندیؒ (۱۹۱۰ء - ۱۹۹۳ء)

جدامجد (دادا): حاجی جان علیؒ (بلہا جنک پور روڈ، پپری، سیتا مڑھی، بہار)

جدامجد (نانا): حضرت مولانا عبدالغفار صاحبؒ (پرسونی، دربھنگہ، بہار)

پیدائش: ۱۹۵۹ء، بمقام مادھوپور، سلطانپور، سیتا مڑھی، بہار

تعلیم: عالم فاضل و مفتی از دارالعلوم دیوبند

تربیت وتزکیہ: والد علیہ الرحمۃ۔ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ۔
حاجی منظور احمد صاحبؒ، مصرولیا۔ مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ

بیعت وارشاد: حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، خلف مجاز حکیم الامتؒ

خلافت واجازت: حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

موجودہ ذمہ داریاں: امامت وخطابت مصلّٰی جبتور، بردبئی
مفسرِ مجلس تفسیرِ قرآن، مصلّٰی جبتور، بردبئی
مدرّس درسِ حدیث، مسجد الغریر، بہ اذن وزارت الاوقاف
معاون خصوصی، ادارۂ دعوۃ الحق، مادھوپور سلطانپور، بہار
ٹرسٹی، مسجد جان علی، جان علی اسٹیٹ، مادھوپور، سلطانپور

تالیفات: * احکام و مسائل (دس ایڈیشن) * علاماتِ ایمان (چار ایڈیشن) * حق جل مجدہ کی باتیں (احادیثِ قدسیہ)
* وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (چار جلدیں)
* مسلمانوں پر بلائیں کیوں آتی ہیں؟ * تعوّذ کی حکمتیں
* خواصِ اُمت سے چند صاف صاف باتیں * کیمیائے درویشاں * لاحول ولا قوۃ الا باللہ * علاماتِ سعادت

زیرِ طبع تالیفات: * تجلیاتِ قدسیہ (دو جلدیں) * نفحاتِ قدسیہ (دو جلدیں)
* مجموعہ وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (پانچویں جلد)
* یَأتی علی الناس زمان (علاماتِ قیامت)

اسفار: پاکستان، سلطنت عمان، سعودی عربیہ، عرب امارات

کتاب اکابرِ اُمت کی نظر میں

.... یہ اہم خدمت جو محترم مصنف مولانا مفتی محمد ثمین اشرف (فاضل دار العلوم دیوبند) نے 'وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا' تصنیف فرما کر انجام دی ہے، اس کی فکری ندرت کا محوری نقطہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کی جملہ جہات پر مشتمل دینِ فطرت 'اسلام'، جن مکمل و وقیع احکام و ہدایات پر مشتمل ہے، نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر، اپنے اس آخری اور جامع ترین وصیت آمیز خطبے میں تیئس سال میں مکمل ہونے والی وسیع الذیل اسلامی تعلیمات کی مکمل ترین تلخیص فرمادی۔

(حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، مہتمم دار العلوم وقف دیوبند)

..... ہمارے محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی محمد ثمین اشرف زید مجدہ کے پُرسوز قلب نے اس جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے وصایا کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں یکجا کردیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان ثابت ہوگی۔

(محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی)

..... محبّ مکرم مولانا ثمین اشرف صاحب زید مجدہ نے نہایت نادر و بصیرت افروز نصیحتیں جمع فرمادی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس حضرات کی نصائح سے بڑھ کر اُمت کے لیے کس کی نصیحتیں مفید ہوسکتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

(حضرت مولانا محمد قمر الزماں الہ آبادی)

..... مفتی محمد ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر و تقریر و تفسیر کیلئے منتخب فرمالیا ہے۔

(حضرت مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا)

..... یہ کتاب صادقین کی صحبت کا بدل ہے۔ (مولانا محمد ابراہیم قاسمی)

..... کتاب بہت پسند آئی۔ (مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم)

..... یہ تالیف اپنے موضوع پر جامع اور مکمل ہے۔ (مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری)

..... قدیم اور جدید اہلِ علم کا ایک بیش بہا خزانہ۔ (مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی)

..... یہ کتاب علمی کام میں برکت کی دلیل ہے۔ (مولانا محمد رحمت اللہ میر قاسمی)

وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا

جلد دوم

مؤلف

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

امام و خطیب مصلّٰی حبتور بلڈنگ، دبئی، عرب امارات

باہتمام

حافظ محمد رزین اشرف ندوی، پونے

نام کتاب	:	وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا (جلد دوم)
مؤلف	:	مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
ناشر	:	حافظ محمد رزین اشرف ندوی
سن اشاعت اوّل	:	۲۰۰۴ء (ایک جلد میں بعنوان مجموعۂ وصایا انبیاء واولیاء)
سن اشاعت دوم	:	۲۰۱۲ء (چار جلدوں میں)
صفحات	:	۳۲۵ (جلد دوم)
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰
کمپیوٹر کمپوزنگ وسرورق	:	مدنی گرافکس، ۵-انامئے، ۳۰۵-سوموار پیٹھ، پونے-۱۱
طباعت	:	اسٹیپ ان سرویسز، قصبہ پیٹھ، پونے

❖❖❖ ملنے کے پتے ❖❖❖

- محمد صہیب اشرف بن مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
جبتور بلڈنگ، بردبئی
موبائل: 0097143550426 / 00971507157431
- مولانا محمد امین اشرف قاسمی، ادارۂ دعوۃ الحق
مادھو پور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، ضلع سیتامڑھی، بہار
موبائل: 09934453995
- حافظ محمد رزین اشرف ندوی، صدر مدرس دار العلوم نظامیہ صوفیہ
گھر کا پتہ: فلیٹ نمبر ۷، چوتھا منزلہ، سلور آرک اپارٹمنٹ،
گلی نمبر ۳۱، بھاگیہ دیونگر، کونڈوا، پونہ-۴۱۱۰۴۸
موبائل: 09370187569

حدیثِ وصیت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ
مَا حَقُّ اِمْرَأٍ مُّسْلِمٍ لَہٗ شَیْءٌ یُرِیْدُ اَنْ یُّوْصٰی فِیْہِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ
اِلَّا وَ وَصِیَّتُہٗ مَکْتُوْبَۃٌ عِنْدَہٗ

کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو پھر بھی وہ دو راتیں اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ
مَنْ مَاتَ عَلٰی وَصِیَّۃٍ مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَ سُنَّۃٍ
وَ مَاتَ عَلٰی تُقًی وَ شَھَادَۃٍ وَ مَاتَ مَغْفُوْرًا لَہٗ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا
جو شخص وصیت کر کے مرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مرا اور تقویٰ اور شہادت پر
اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مرا۔ (ابنِ ماجہ)

عرضِ ناشر

برائے اشاعتِ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الکریم ، اما بعد

۲۰۰۴ء میں ۳۷۱؍انبیاء واولیاء کی نصائح ووصایا پانچ سو چار صفحات کی ضخیم جلد میں شائع ہوئے تھے۔ اس سے سیر ہونے کی بجائے مؤلفِ کتاب تلاش وجستجو اور مطالعے میں منہمک رہے اور ان کا گوہر بار قلم حرکت میں رہا۔ نتیجتاً اسلامی تاریخ کی تقریباً چھ سو (۶۰۰) عظیم و عبقری شخصیات اوران کی ہزاروں ہزار قیمتی نصیحتیں اور وصیتیں جمع ہوگئیں۔

کتاب فی الوقت چار ضخیم جلدوں میں پورے اہتمام سے شائع ہورہی ہے جس کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پہلی جلد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خطبۂ حجۃ الوداع سے شروع ہوکر محمد بن اسلمؒ المشہور بالسواد الاعظم کی وصایا پر ختم ہوئی ہے۔ دوسری جلد سیّدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وصیت سے شروع ہوکر 'سندھی شاعر کی حکیمانہ باتیں' پر ختم ہوئی ہے۔ تیسری جلد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے شروع ہوکر پروفیسر رشید کوثر فاروقیؒ کی وصایا پر ختم ہوئی ہے۔ چوتھی جلد قطبِ زمانہ حضرت مولانا شاہ بشارت کریمؒ خلیفہ حضرت مولانا غلام حسین کانپوریؒ کی وصایا سے شروع ہوکر امتِ رحمت کیلئے لائحۂ عمل از مؤلف پر ختم ہوئی ہے۔ الحمد للہ چاروں جلدوں کے مجموعی صفحات کی تعداد ۱۳۰۰ ہے۔ وصایا پر مؤلف محترم کی کاوشیں جاری ہیں۔ 'وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی پانچویں جلد انشاء اللہ بہت جلد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگی۔

کتابِ ہٰذا کو دیکھ کر بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی دور کی بلکہ معلوم انسانی تاریخ کی وہ تمام عظیم عبقری شخصیات، چاہے وہ انبیاء ورسل ہوں یا ان کے اصحاب واخلاف، صحابہ کرامؓ ہوں یا تابعین وتبعِ تابعین، مجددین ہوں یا محدثین، حضرات فقہائے کرام ہوں یا سلسلوں کے بانیین، ائمۂ مجتہدین ہوں یا علمائے ربانیین غرض پوری تاریخِ انسانیت کے مفید ومخلص شخصیات کے پند ونصائح اور قیمتی فرمودات کا ایسا خزانہ جمع ہوگیا ہے جس کے مطالعے سے صالح کردار کی تشکیل،

مثبت سوچ، اسلاف سے محبت، دینی، دعوتی، اصلاحی اور ملّی شعور کی بیداری میں مہمیز ثابت ہوگی۔

مؤلف محترم نے اپنے تبحرِ علمی، وسعتِ مطالعہ اور دِقتِ نظری سے کتاب کو ایسا دل نشین اسلوب بخشا ہے کہ قاری کتاب میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے اور کتاب اس کی کتابِ زندگی بنتی چلی جاتی ہے۔

* کتاب پر مقدمہ خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ، جانشینِ حکیم الاسلامؒ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند اور ہند و بیرونِ ہند کی نامی گرامی شخصیات نے کتاب سے متعلق اپنے گہرے احساسات و تاثرات مرقوم فرمائے ہیں جس سے کتاب کی اہمیت و افادیت اُجاگر ہوتی ہے۔

* کتاب کا آغاز خطبۂ حجۃ الوداع سے ہوا ہے۔ تقریباً چھ سو (۶۰۰) انبیاء وصدیقین و شہداء اور صالحین کی وصایا جمع ہوگئی ہیں۔ قاری کی سہولت کے لیے سب سے پہلے امام الانبیاء ﷺ کی وصیتیں پھر حضرات انبیاء کرامؑ، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، اُمہات المومنینؓ، تابعینؒ، تبع تابعین پھر اولیاء و مصلحینِ اُمت کی وصایا نقل کی گئی ہیں۔

* کتاب میں مذکور تمام آیاتِ قرآنی اور احادیثِ طیبہ اور عربی اشعار پر اعراب لگا دیا گیا ہے تاکہ قارئین اغلاط سے بچیں اور یاد کرنے والوں کو سہولت حاصل رہے۔

* قرآنی آیات کے ترجمہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی مشہورِ زمانہ تفسیر 'معارف القرآن' سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔

* کتاب کو معنوی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ بہتر طباعت، پختہ جلد، حسین سرورق سے مزین کرنے کی مولانا سیّد آصف نثار نظامی نے بھرپور کوشش کی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک چار جلدوں پر مشتمل اس کتاب کو مفیدِ خلائق بنائے اور مؤلف و ناشر اور جملہ معاونین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

(مولانا) حافظ محمد رزین اشرف ندوی

دارالعلوم نظامیہ صوفیہ، کونڈوا، پونے

۲۸/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ م ۲۵/نومبر ۲۰۱۱ء

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم المرسلین - اما بعد

اللہ عزوجل کا ازحد انعام واحسان ہے کہ اس وقت 'وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی مکمل چار جلدیں قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ کام تو حق جل مجدہ کے فضل سے ہوتا ہے نہ کہ اپنے کسی کمال وحسن کلام سے۔ انسانی جدوجہد کی ابتدا بھی مشیتِ ایزدی کے تابع ہے۔ خالق جب اپنی خاموش قدرت کا ظہور چاہتا ہے تو نادان کو دانا وبینا اور اخرس وگونگے کو گویا وناطق بنا دیتا ہے اور جب کسی سے کام لینا چاہتا ہے تو ہاتھ میں قلم پکڑا دیتا ہے۔ لہٰذا حمد، اللہ کی، جو کام کی توفیق دے کر میدان میں لاتا ہے اور کام کرنے کی سعادت بخشتا ہے۔

شروع میں اندازہ ہی نہیں تھا کہ وصایا کی مزید جلدیں آسکیں گی اور پھر زیورِ طبع سے بھی آراستہ ہوں گی۔ وصایا طبعِ اول میں بہت سے مجددین ومصلحین، ابرار واخیارِ اُمت اور اکابر علمائے دیوبند کے تذکرے نا کے برابر تھے۔ دل میں شدید ترین حسرت وندامت تھی کہ جن اولیاء وصلحاء، اتقیاء واصفیاء، ابرار واخیار کی نگاہِ زکیہ وفطرتِ سلیمہ اور ذوق ووجدانِ ملہمہ اور نورِ نبویہ، رشد وہدایت کے امام کی نگاہِ تربیت میں رہ کر حق وباطل کی تمیز، صحیح وغلط کی شد بد، ظلمتِ معاصی سے نورِ ہدایت کی شاہ راہ کا وجدان نصیب ہوا انہی اولیاء کا تذکرہ نہ ہو۔ مگر مجبوری یہ تھی کہ جہاں حقیر مقیم ہے وہاں ان مجاہدینِ ناموسِ رسالت کی سوانح وتذکرہ دستیاب نہ تھے۔ نہ ہی بہ سہولت حصول ممکن تھا۔ تاہم حق جل مجدہ کا فضلِ بے علت ہوا اور جیسے جیسے کتابیں ملیں اپنے مقصد کی نصائح ووصایا نقل کرتا گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کی وصایا کا ایک وافر حصہ جمع کرادیا۔ پھر شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں دامت برکاتہم کی کتاب ''اقوالِ سلف'' نے تو خوب ہی مدد کی۔ اقوالِ سلف آنے والی نسل کے لیے انشاء اللہ انسائیکلوپیڈیا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت ڈال دے اور ان کے سینۂ بے کینہ کے فیض سے اس سیہ کار کو فیض یاب کردے، آمین۔

الغرض اس طرح یہ وصایا اب اتنی جمع ہوگئیں کہ چار جلدوں میں آپ کے سامنے ہے۔ حق تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے شرفِ قبولیت سے نوازے اور نافع خلائق بنائے، آمین۔

جب کتاب طبع کے مراحل میں آنے والی تھی تو طبعِ اول پر نظرِ ثانی کا موقع ملا۔ کوشش کی گئی کہ کہیں کوئی غلطی نہ رہے اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں ہلکی سی تبدیلی بھی کردی گئی ہے۔

نیز پوری کتاب میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ لفظ خدا کی جگہ اللہ کا نام ہی آئے۔ بزرگوں کے یہاں فارسی زبان کی ممارست سے لفظ خدا، اللہ کی جگہ خوب استعمال ہوا ہے۔ (اس پر کلام بے سود ہے۔) 'اللہ' اسم ذاتِ باری تعالیٰ ہے جس کی تحقیق آپ اسی کتاب میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی خلیفہ حکیم الامت کی تحریر میں پڑھیں گے۔ ہر اہل زبان نے اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ اللہ اللہ ہے اور اس کا ترجمہ کسی بھی زبان میں کیجیے مگر وہ ذکر نہیں شمار ہوگا۔ ذاکر تو 'اللہ اللہ' ہی کہہ کر اللہ تک پہنچتا ہے۔ اس لیے کتاب میں جہاں کہیں بھی خدا کا لفظ بزرگوں کے کلام میں آیا ہے اس کو 'اللہ' سے بدل دیا گیا ہے سوائے چند محاوروں اور اشعار کے، جہاں محض سلاست وروانی کے لیے رکھا جانا ناگزیر تھا۔

آخر میں تمام محسنین کا شکر گزار ہوں جنھوں نے کتابیں فراہم کیں یا کتابوں کا عظیم تحفہ عطا کیا۔ دل تمامی حضرات کے لیے دعاگو ہے کہ حق تعالیٰ ان حضرات کو دارین کی جملہ سعادتوں سے مالا مال فرمائے، آمین۔

بڑی ناقدری ہوگی اگر عزیزی مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی کا تذکرہ نہ کروں جن کی کوششوں سے کتابت وطباعت سے یہ کتاب آراستہ وپیراستہ ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیزی مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس راہ میں میرے معین ونصیر ہیں۔

العبد **محمد ثمین اشرف قاسمی**
خطیب وامام مسجد الحسبتور بلڈنگ،
ص۔ب۔: ۲۸۶۹۹، الامارات

بروز اتوار، ۲۵ رشوال ۱۴۳۲ھ
حال وارد مکان مولانا رزین اشرف ندوی
سلور آرک، کونڈوا، پونے

فہرست

اقوالِ بزرگان

قدیم و جدید اہلِ علم کا ایک بیش بہا خزانہ

حضرت مولانا محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ

سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ابھی میرے سامنے ایک کتاب کا مسودہ رکھا گیا جسے مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی نے مرتب کیا ہے۔ اس میں انبیاء کرام، اولیاء عظام اور علماء کرام کے ان نصائح اور وصایا کو جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے جو انھوں نے اپنی زندگی میں مسلمانوں، اپنے عزیزوں اور تلامذہ کے لیے مرتب کیا تھا یا زبان سے فرمایا۔ اس طرح یہ مجموعہ قدیم و جدید اہل علم کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جو امت کے لیے بے حد مفید ہے اور جس کی خواندگی سے نوجوان مسلمانوں کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔ مولانا لائق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے ہزاروں صفحات کا مطالعہ کرکے جمع کیا۔ اُمید ہے کہ کتابی شکل میں چھپ کر یہ امت کی رہبری کا فریضہ ادا کرے گا اور امت کے افراد زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا سلّمہٗ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور ان کے لیے زادِ آخرت بنائے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

محمد ظفیر الدین مفتاحی
مفتی دار العلوم دیوبند

۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

کتاب بہت پسند آئی

حضرت مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم

بقیۃ السلف اُستاذ حدیث صدر مدرّس مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، یوپی

حامداً و مصلّیا و مسلّما و بعد ....

'مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء' جو مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی زید فیضہ کی جدید ترین تالیف ہے۔ اس کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ کتاب کے مؤلف ہمارے مشائخ و اکابر کے فیض یافتہ ہیں۔ نیز کتاب کے مآخذ مستند کتب حدیث و سیر ہیں۔

بندہ نے اس کو ایک دو جگہ سے سنا، بہت پسند آئی۔ حق تعالیٰ شانہ اس کو نافعِ خلائق فرمائے اور مؤلف زید مجدہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بندہ نے یہ چند سطریں مؤلف موصوف کے اصرار پر اس غرض سے لکھ دی ہیں کہ اس کارِ خیر میں بندہ کی بھی ایک لحاظ سے شرکت ہوجائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہ لوگوں کو اس سے زائد سے زائد منتفع ہونے کی توفیق بخشے، آمین۔

(مولانا) محمد عاقل عفی عنہ

سہارنپور

مرتب و ناشر کو اجرِ جزیل عطا ہو

مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری (مفتی اعظم مہاراشٹر)

اسلامی علوم اور اسلامیات پر ہر عہد میں بہت کچھ لکھا گیا لیکن ہر نئے آنے والے دَور میں مزید کی ضرورت محسوس کی گئی۔ عرف کی تبدیلی، مزاجوں کا تفاوت اور انشاء کے الگ الگ اسالیب بھی متقاضی رہے کہ جو لکھا جا چکا ہے از سر نو اسے مدوّن کیا جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جنھیں توفیق اور ہمت دی ہے وہ مسلسل اس دینی خدمت میں مصروف ہیں اور مختلف موضوعات اور عناوین کے تحت اسلامی تعلیمات کو یکجا کر کے ان کی نشر و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

عزیزم مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ باصلاحیت، داعیانہ مزاج رکھنے والے عالمِ دین ہونے کے ساتھ عملِ پیہم کا پیکر بھی ہیں اور بقدرِ حوصلہ اور توفیقِ ایزدی مختلف موضوعات پر کام کرنے کا ان میں جذبہ بھی ہے۔ موصوف کی اب تک کئی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں جو مفید بھی ہیں اور صحیح اسلامی تعلیمات کا آئینہ بھی۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

پیش نظر مسودہ انبیاء اور اولیاء کی وصایات پر مشتمل انتہائی قابلِ قدر اور مفید معلومات کا حامل ہے۔ مرتب سلّمہٗ نے حضور نبی کریم ﷺ، انبیاء کرامؑ، حضرات صحابہؓ اور ان کے بعد کے ہر عہد کے علماء اور صلحاء کی وصایا کو یکجا کر دیا ہے۔ ان کی یہ تالیف اپنے موضوع پر جامع اور مکمل بھی ہے اور مفید و معلوماتی بھی۔ اللہ پاک ان کی اس خدمت کو شرفِ قبولیت اور مقبولیت سے نوازے اور عوام و خواص ہر ایک کے لیے نافع اور سود مند بنائے۔ اس کی اشاعت ان کے برادر خرد مولانا رزین اشرف سلّمہٗ کے زیر اہتمام ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب اور ناشر دونوں کو اجرِ جزیل عطا فرمائے، آمین۔

مفتی عزیز الرحمٰن
ممبئی

مورخہ: ۶/ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ

ثمین اشرف اپنے باپ کا سچا جانشین

حضرت مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الکریم

الحمد للہ! عزیزی مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو میں قریب سے جانتا ہوں۔ ان کے پدر بزرگوار جناب حاجی ابراہیم صاحبؒ بڑے متقی اور بزرگ صفت انسان تھے۔ ان سے میرے تعلقات بڑے گہرے تھے۔ وہ ولایت کے ایک درجے پر فائز تھے۔ انھوں نے ایک لمبی عمر پائی۔ حضرت اقدس مولانا بشارت کریمؒ اور بعدہٗ حضرت شاہ نور اللہ عرف حضرت پنڈت جیؒ کی لمبی صحبت پائی۔ یہ حضرت مولانا حکیم احمد حسنؒ منوروہ کے مجاز و خلیفہ تھے جو صاحبِ علومِ دین تھے۔ حضرت کی بابرکت شخصیت نے حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے سلسلہ کو ترقی دے کر حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب جیسی عظیم شخصیت پیدا کی۔

مرشد حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب نے مجھ عاجز سے فرمایا تھا کہ اگر حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ تم کو بلاویں تو ضرور جانا۔ اور کہیں نہیں جانا۔ حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ پر شروع ہی سے فیضانِ باری کا سلسلہ تھا جس کا اندازہ درج ذیل واقعے سے ہوتا ہے۔

جب وہ طالب علم تھے اُس وقت کے واقعات میں ایک واقعہ سیتامڑھی کا ایک روز مجھ سے بیان فرمایا۔ ’جب اسکول میں پڑھتا تھا تو امتحان کے موقع پر خواب میں سوالات مجھے بتا دیے جاتے۔ جب سیتامڑھی سے مظفرپور میں تعلیمی سلسلہ منتقل ہوا تو طعام و قیام کا انتظام ایک دینی اور متشرع گھرانے میں کیا گیا۔ یہاں میری حالت بہت خراب ہوگئی۔ رات میں آفتاب نظر آتا۔ تجلی اور فیض و برکات کی بارش اس طرح ہوتی کہ میں بے ہوش ہو جاتا۔ ایک روز بازار کی طرف چلا اور چند قدم چل کر بے ہوش ہوگیا۔ راہ گیروں کی بھیڑ لگ گئی۔ کسی نے کہا یہ لڑکا آسیب زدہ ہے۔ کسی نے کہا بیمار ہے۔ وہیں پر ایک مولانا کی رہائش گاہ تھی۔ وہ لوگ مجھے وہاں لے گئے۔ مولانا کا نام غالباً عبد الحفیظ تھا۔ ان کے کمرے کی کواڑ کھلی اور لوگوں سے فرمایا کہ اس بچے کو میرے کمرے میں رکھ دو۔ چنانچہ لوگوں نے وہاں پہنچایا۔ آپ نے کمرہ بند کر دیا۔ نہ جانے

کتنی دیر کے بعد ہوش آیا۔ پھر انھوں نے مجھ سے چند سوالات کیے اور مجھے میری خواب گاہ تک پہنچوادیا۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کرنے کے بعد فرمایا کہ اس بچے کو کسی بزرگ کے یہاں پہنچانا ضروری ہے۔ اُس وقت بہار میں تین مشہور بزرگ تھے؛ حضرت اقدس گڑھولویؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور شاہ محی الدین پھلواریؒ۔ اس طرح سے حاجی صاحب مرحوم حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے یہاں بھیجے گئے۔ پھر وہ انہی کے ہوکر رہ گئے'۔

مفتی ثمین اشرف حضرت حاجی منظور احمدؒ سے ملنے کیلئے طالب علمی کے زمانہ سے ہی مصرولیا آیا کرتے تھے۔ ان کے والد کی نسبت سے بڑی خوشی سے ملتے اور پیار ومحبت کا ثبوت پیش کرتے۔ نیز حضرتؒ والا دیگر اشغال چھوڑ کر ہمہ تن ان کی طرف متوجہ ہوجاتے۔ اور متعدد مضامین پر گفتگو کرتے۔ حضرتؒ کا خیال تھا یہ لڑکا مفتی ثمین اشرف اپنے باپ کا صحیح جانشین ہوگا اور خود حضرت اپنی نسبت ان میں ڈالنے کی کوشش کرتے۔ فرماتے حقیقتاً کامل تصرف درویش وہ ہوتا ہے جس کو طریقۂ شریعت میں تصرف کی نسبت حاصل ہو۔ ایسے صاحبِ تصرف درویش کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ہمارے حضرت منظور احمدؒ، صاحبِ تصرف درویش تھے لیکن ہر کسے را بہرِ کارے ساختند۔

مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر وتقریر وتفسیر کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔ انشاء اللہ وہ نسبت جواُن کے دل کو حاصل ہے، عدمِ گرفتاریٔ دل یعنی دل ماسوائے حق تعالیٰ کے سب چیزوں کو بھلادے وہ حاصل ہے۔ اپنے وقت پر رنگ لائے گا۔ فاضلانِ نقشبندیہ کے یہاں اس کو فناءِ قلب کہتے ہیں ہمارے حضرات فقیری کا کمال نسبت میں تصور کرتے تھے۔ اور ادائے نماز باوّل اوقات، اجتناب از بدعت اور امورِ مسنونہ کی پابندی کرتے۔ دن رات ذکر وفکر میں رہتے ہیں اور انہی امور سے دل کو سکون اور جمعیت حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے پیر ومرشد حضرت منظور احمد صاحبؒ نے مفتی ثمین اشرف صاحب کو کچھ وظیفہ بتایا تھا۔ ہم اللہ پاک سے دعا کرتے ہیں مولوی مفتی موصوف کو اخلاص وعمل کے ساتھ دین کی عزت دے اور دنیا بھی سنوار دے۔ والحمد والسلام بحرمت جد الحسن والحسین صلی اللہ علیہ وسلم

۴؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
مطابق ۳۰؍نومبر ۲۰۱۱ء

لاشیٔ **شمس الہدیٰ** کان اللہ لہ
راجو، دربھنگہ، بہار

علمی کام میں برکت کی دلیل
حضرت مولانا محمد رحمت اللہ میر القاسمی

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على سيّد المرسلين خاتم النبيين محمد و على اله و اصحابه و اتباعه و اولياء الله اجمعين، اما بعد ...

ہمارے زمانۂ طالب علمی کے رفیق وشفیق ہم درس مولانا مفتی ثمین اشرف القاسمی زَادَہُ اللہُ علماً وعملاً وعرفاناً، (جن کو زمانۂ طالب علمی سے ہی علمی اور عملی ذوق رہا ہے بلکہ حسباً ونسباً بھی اکابر سے تعلق ورثہ میں ملا ہے۔علمی میدان میں محنت وشغف کے ساتھ ساتھ سلوک کے میدان سے آشنائی رہنے کے سبب مرکزِ علم وورع مادرِ علمی دار العلوم دیوبند میں اس وقت کے معروف و مقبول اکابر سلوک وتقویٰ سے ربط وکسبِ فیض کی سعادت نصیب ہوئی) کو اللہ پاک نے توفیق عطا فرمائی کہ عجمی ہونے کے باوجود اور عجم میں علم دین کی دولت سے سرفراز ہوکر سرزمین عرب میں خدمتِ دین کا موقع نصیب رہا۔موصوف کو اللہ پاک نے تقریر کے ساتھ تصنیف کا بھی ذوق نصیب فرمایا ہے۔ چنانچہ اس سے قبل انھوں نے حدیث پاک کے مبارک میدان میں یہ سعادت حاصل کی۔گزشتہ دنوں اپنے محترم مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور خادم خاص فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی معیت میں بردوبئ حاضری ہوئی تو اپنی تازہ تصنیف 'وصایا انبیاء' مرحمت فرمائی۔اس بار حاضری کے موقع پر مذکورہ کتاب کی دوسری جلد 'گلدستۂ وصایا' کی زیارت کرائی۔یہ ان کے علمی کام میں برکت کی دلیل ہے۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رفیق موصوف کے دینی کاموں میں برکت عطا فرمائے، اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے اور عند اللہ وعند الناس مقبول فرمائے۔

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

وانا العبد الافقر **محمد رحمت اللہ میر القاسمی**
دار العلوم رحیمیہ، بانڈی پورہ، پونچھ، کشمیر

۲۱/۴/۱۴۳۱ھ
وارد حال شارجہ

صادقین کی صحبت کا بدل

حضرت مولانا ابراہیم صاحب قاسمی

خلیفہ حضرت فقیہ الامت مفتی محمد محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

الحمد لله وحده و الصلوة و السلام علی من لا نبی بعده و علی آله و اصحابه و من تبعه الی یوم القیامة .... اما بعد

قرآن پاک کا ارشاد جگہ جگہ ایمان والوں کے لیے یہ آیا ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور اس کی تدبیریں بھی جگہ جگہ مختلف انداز سے آئی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اہم طریقہ ﴿كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ کا بتایا گیا ہے۔

صادقین کی صحبت کا بدل ان کے نصائح، اقوال اور ارشادات ہیں۔ ان نصائح، اقوال اور ارشادات کو جمع کرنے کا معمول شروع سے رہا ہے اور اس کا نفع بدیہیات میں سے ہے۔

خوشی ہے کہ ہمارے رفیق محترم حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف القاسمی زید مجدہم العالی جن کا علمی استناد دورِ حاضر کے مشہور علمی ادارہ دار العلوم دیوبند سے ہے اور وقت کی عظیم شخصیت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ خصوصی توجہات و تربیت کا مورد رہے ہیں اور اب بلادِ عربیہ میں حفاظت و اشاعت دین کی خدمت سے بہرہ ور کر رہے ہیں، انھوں نے علماء صالحین کے ارشادات، نصائح اور فرمودات کو 'گلدستۂ وصایا' کے نام سے ایک جگہ جمع کیا ہے۔ اللہ پاک اس مجموعے کو اُمت کے لیے نافع بنائے۔ ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنا کر عند اللہ مقبول فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

و صلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و علی آله و اصحابه اجمعین

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ	العبد ابراہیم غفرلہ
وارد حال دبئی	پانڈور، ساؤتھ افریقہ

نادر و بصیرت افروز نصیحتیں

حضرت مولانا محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

خلیفہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی

الحمد للہ! وصایا انبیاء و اولیاء کرام کی جلد اول کا کسی قدر مطالعہ کیا جس میں محب مکرم مولانا ثمین اشرف صاحب زید مجدہ نے نہایت نادر و بصیرت افروز نصیحتیں جمع فرما دی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس حضرات کی نصائح سے بڑھ کر اُمت کے لیے کس کی نصیحتیں مفید ہو سکتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

اب ماشاء اللہ اس کی دوسری جلد منصۂ شہود پر آ رہی ہے۔ جس میں ہماری تالیف اقوالِ سلف سے بھی اہل اللہ کے منتخب ارشادات درج فرمایا ہے جو ہمارے لیے سعادت کی بات ہے۔

فجزاهم الله احسن الجزاء

دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تیسری جلد کی تتمیم کی توفیق ارزانی فرمائے اور مولانا ثمین اشرف صاحب کو اجر و ثواب سے نوازے اور امت کے لیے مفید بنائے اور عمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

والسلام

محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

دار المعارف الاسلامیہ

۲۹ر دسمبر ۲۰۱۰ء

کریلی، الٰہ آباد

آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

حدیث مبارکہ میں وارد ہے "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ" (دین سراسر خیر خواہی ہے)۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ دین اور خیر خواہی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ لہٰذا جہاں دین ہوگا وہاں خیر خواہی ہوگی اور جہاں خیر خواہی ہوگی وہیں دین ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اسی جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر بڑے اپنے چھوٹوں کو نصیحت کے رنگ میں وصیت کرتے رہے ہیں۔ رب کائنات نے قرآن مجید میں ایسے واقعات کا تذکرہ فرما کر ان کی اہمیت پر مہر تصدیق ثبت فرما دی ہے۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے ﴿وَ وَصّٰی بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ﴾ (اور وصیت کی اس کی ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ نے)۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ﴾ (اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے سے جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا)۔ اللہ رب العزت نے لقمان علیہ السلام کے الفاظ کو اپنے مقدس کلام کا حصہ بھی بنا دیا اور قرآن مجید کی ایک سورت کا نام بھی 'سورۂ لقمان' رکھ دیا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ دین اور خیر خواہی لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

ہمارے محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی محمد ثمین اشرف زید مجدہ کے پرسوز قلب نے اس جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے وصایا کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں یکجا کر دیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان ثابت ہوگی۔ اللہ رب العزت ان کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر اسے اپنے قرب کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوات و التسلیم

دعاگو و دعاجو

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

کان اللہ لہ عوضا عن کل شیٔ

۸ر صفر ۱۴۳۲ھ

حال مقیم دبئی

(حضرت حفظہ اللہ کے سامنے پہلی مطبوعہ جلد تھی۔ الحمد للہ اس وقت کتاب چار جلدوں میں شائع ہو رہی ہے۔ ناشر)

پیش لفظ

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصّلوٰۃ و السّلام علی اشرف الانبیاء و خاتم المرسلین و علی اٰلہ و اصحابہ الطیبین الطّاھرین الی یوم الدّین – اما بعد

آج سے تقریباً سترہ سال قبل ۱۴۰۷ھ کی بات ہے کہ گھر سے اطلاع ملی کہ عزیزم منیب اشرف چھ ماہ کی عمر میں آغوشِ رحمت میں پہنچ گئے۔ نام ان کا منیب اشرف رکھا تھا، جس کی مناسبت سے دل میں خیال آیا کہ اللہ والوں کی وصایا یکجا کی جائیں۔ کیونکہ آخری لمحاتِ زندگی میں زبان پر وہی آتا ہے جو پوری زندگی کا سرمایہ و ماحصل ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے کتاب کا نام ''وصایا الانبیاء والاولیاء لکل عبد منیب'' تجویز ہوا۔

تاہم قارئین سے یہ بات واضح کر دینی ضروری ہے کہ بندہ نہ تو مؤلف جیسا رنگ و اسلوب رکھتا ہے نہ ہی کبھی اس بات کا خیال دل میں آیا کہ اس قابل بھی ہے۔ جن دنوں اس کام کی توفیق منجانب اللہ ہوئی ایک فوجی چھاؤنی میں تن تنہا دن رات رہتا۔ مشغولیت کچھ بھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ بعد نمازِ عشا مختصر درسِ قرآن مجید...... پھر وہی کمرہ، وہی کتابیں، وہی در و دیوار کی خاموش زبان کہ کچھ تو کر لے۔ ورنہ میری طرح تو بھی ایک روز خاموش ہو جائے گا اور شہرِ خموشاں کا مکیں بن جائے گا۔ رات کی تاریکی کبھی بے چین کر دیتی اور زبانِ حال سے کہتی کہ کیوں مضطرب ہے تو؟ یہ کتابیں تیرا ساتھ دے رہی ہیں، تو ان سے چمٹ جا۔ ان کو رات کی تنہائیوں کا ساتھی بنا لے۔ ان کتابوں کے مؤلفین و مصنّفین نے بھی رات کی تنہائیوں کو غنیمت

جانا اور لالہ وگل جمع کردیے۔ تیرا کام بس ان موتیوں اور شہ پاروں سے انتخاب ہی تو کرنا ہے۔ جہاں میری رہائش تھی وہاں نادر کتابوں کا قیمتی ذخیرہ پہلے سے موجود تھا۔

حق جل مجدہ نے خوب ہی دستگیری فرمائی۔ پھر پوری پوری رات کتاب کا مطالعہ کرتا اور بعد نمازِ فجر سو جاتا۔ ناشتہ کے وقت اُٹھتا پھر چائے وغیرہ کے بعد وہی کتاب ...... للہ الحمد اولاً و آخراً والصلوۃ علی نبیہ سرمداً ...... اس مدت میں حق جل مجدہ کی توفیق سے بعض کتابیں پوری پڑھ ڈالیں۔ مثلاً مسند امام احمدؒ کا بائیس دن میں مطالعہ کرلیا۔ شرح السنہ امام بغویؒ کا بارہ دن میں۔ انہی دنوں راحتِ قلب کے لیے تفہیماتِ الٰہیہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مطالعہ کیا۔ کیا خوب سے خوب تر جواہرات کو شاہؒ نے جمع کیا ہے۔ طبقاتِ ابن سعد، حیات الصحابہ، سیر اعلام النبلاء ذہبی کی، حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی کی۔ ان کتابوں کے مطالعے سے اپنے مقصد کے مضامین کا انتخاب کرتا جاتا ...... کتبِ احادیث کے مطالعے میں خاص مقصد یہ تھا کہ رسولِ اکرمؐ کی وہ احادیث جن میں آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو بطور خاص وصیت ارشاد فرمائی ہیں، جمع ہو جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مجھ جیسے اجہل الناس کو اس عظیم کام کی توفیق مل جانا، ایسا ہی ہے جیسے بچے کو جوہر مل جانا۔ فلہ الحمد کلہ اولہ وآخرہ والصلوۃ علی من لا نبی بعدہ۔

الغرض، مطالعہ کی توفیق بھی دن بدن بڑھتی گئی اور اپنے مقصد کی احادیث کا انتخاب بھی کرتا گیا۔ انہی دنوں دل میں منجانب اللہ خیال آیا کہ "یأتی علی الناس زمان...." کے عنوان کی جو احادیث آ رہی ہیں، ان کو یکجا کرلوں۔ اس لیے وصیت کی احادیث الگ کاپی میں اور موخر الذکر عنوان کی احادیث الگ کاپی میں جمع کرتا گیا۔ انہی دنوں، احکام اہل الذمہ کی مناسبت سے آپؐ نے جو ارشاد فرمایا، ایک کاپی اللہ نے جمع کرنے کی توفیق دے دی۔ حق جل مجدہ کا ایک عظیم احسان یہ بھی ہوا کہ اس مقصد کے تحت وہ کتابیں جو موجود نہ تھیں ان کا خریدنا اللہ پاک نے آسان کردیا۔ اللہ پاک ہماری نسلوں میں علم نبوت کے وارثین پیدا فرمائے، آمین۔ اس طرح آپ کے ہاتھوں میں کتاب "وصایا الانبیاء والاولیاء لکل عبد منیب" جس کا اُردو نام برادر عزیز مولانا محمد رزین اشرف ندوی نے "مجموعہ وصایا انبیاء واولیاء" تجویز کیا ہے، موجود ہے۔

☆ اس مجموعے میں تقریباً ساٹھ احادیث ایسی آئیں گی جن میں فداہ ابی و امیؐ نے مختلف صحابہ کرامؓ کو وصیت فرمائی ہیں۔

☆ حق جل مجدہ کا خاص کرم ہے کہ اس مجموعے میں حجۃ الوداع کا کامل خطبہ جو عام طور پر محدثین و مفسرین، اصحابِ سیر و مغازی نے مختلف عناوین کے ساتھ مختلف مقامات پر نقل کیے ہیں، آپ اس مجموعے میں کلامِ نبوی اور اس کا اُردو ترجمہ ایک ساتھ پڑھیں گے۔ تقدیم و تاخیر کا امکان ہے۔ اللہ پاک سے عفو و تسامح کا اُمیدوار ہوں۔ برکت اور قبولیت کی اُمید پر حجۃ الوداع کے خطبے کو کتاب میں مقدم رکھا ہے۔

☆ دوسرے انبیاء علیہم وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے وصایا تو نہیں ملے، تاہم اُن مقدس حضرات کے فرمودات جو معتمد علیہ ذرائع سے ملے ہیں، نصیحت و برکت کے تحت نقل کر دیے گئے ہیں آپ اس مجموعے میں پڑھیں گے۔

☆ جو بات جہاں سے منقول ہے، اس کے عربی مراجع مع حوالجات نقل کیے گئے ہیں تاکہ قارئین حضرات چاہیں تو دیکھ لیں۔

حق جل مجدہ کی توفیق شامل حال رہی تو آپ عنقریب عربی وصایا بھی انشاء اللہ پڑھیں گے۔

اس غیر مربوط تحریر کے بعد اب آپ کے سامنے وصیت کی اسلام میں شرعی حیثیت کیا ہے، اور اس کے احکام کیا ہیں، بزبانِ خیر الانام ﷺ پڑھ لیجیے۔

وصیت کی حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا حَقُّ امْرَئٍ مُسْلِمٍ لَهٗ شَيْءٌ يُوْصِيْ بِهٖ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَ وَصِيَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ۔ متفق عليه۔

(بحوالہ مشکوٰۃ ج:۱،ص:۲۶۵)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَاتَ عَلٰى وَصِيَّةٍ مَاتَ عَلٰى سَبِيْلٍ وَ سُنَّةٍ وَ مَاتَ عَلٰى تُقًى وَ شَهَادَةٍ وَ مَاتَ مَغْفُوْراً لَهٗ۔

(رواہ ابن ماجہ۔ بحوالہ مشکوٰۃ باب الوصایا۔ ج:۱،ص:۲۶۶)

ترجمہ حدیث: ابن عمر ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کوئی واجب ادا کرنا ہو جس کی وصیت کرنا اس کے لیے ضروری ہے اس کو حق نہیں کہ دو راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی اس کے پاس نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص وصیت کر کے مرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مرا، اور تقویٰ اور شہادت پر اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مرا۔ (ابن ماجہ)

ان دونوں روایتوں سے حقوقِ واجبہ کی وصیت کا وجوب اور غیر واجبہ کی وصیت کا کم از کم استحباب ضرور ثابت ہوتا ہے۔ (جیسے نادار اقرباء اور مفلس لوگوں کے لیے وصیت کرنا)

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا سماعت حدیث کے بعد معمول

اس لیے ابن عمرؓ کا معمول تھا کہ یہ فرمانِ نبوی سننے کے بعد اپنے سرہانہ میں وصیت نامہ لکھ کر رکھتے تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

"مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ذَالِكَ وَ عِنْدِيْ وَصِيَّتِيْ۔ (رواہ الشیخان واصحاب السنن۔ کتاب الجنائز۔ ص:۵)

یعنی ابن عمرؓ پر اس حدیث کے سننے کے بعد کوئی رات نہیں گزری کہ وصیت لکھ کر اپنے سرہانہ نہ رکھتے ہوں۔ (غرض ابن عمرؓ ہمیشہ وصیت ساتھ رکھتے تھے)

حقوقِ واجبہ کی ادائیگی میں جلدی اور قیامت میں مفلس کون ہوگا

اگر آپ کے ذمے کسی کا حق ہو تو اول فرصت میں ادا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ کیا پتہ کس وقت آ جائے اور دل کی حسرت دل میں ہی رہ جائے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ اگر کسی کا حق تمہارے ذمے ہو تو اس دن کے آنے سے قبل ادا کر دو جس دن نہ مال و متاع ہوگا اور نہ دنیوی اسباب و سامان باعثِ نجات بن سکیں گے، بلکہ انسان بالکل ہی بے بس اور یکسر مفلس ہوگا۔

ارشادِ نبوی ہے:

مَنْ كَانَتْ عِنْدَهٗ مُظْلِمَةٌ لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ مَالِهٖ فَلْيُؤَدِّهَا اِلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَّأْتِيَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ لَا يُقْبَلُ فِيْهِ دِيْنَارٌ وَّ لَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ وَ أُعْطِيَ صَاحِبُهٗ وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَتْ عَلَيْهِ۔ (أخرجه البخاری و البیهقی۔ احکام الجنائز۔ ص : ۴)

آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی پر اس کے بھائی کے حقوقِ واجبہ از جنسِ عزّت و ناموس (جیسے غیبت و چغل خوری اور بدگوئی و بدگمانی) یا مال ہو تو اس کو چاہیے کہ صاحبِ حق کا حق ادا کردے قیامت کا دن آنے سے پہلے۔ اس لیے کہ اس دن درہم و دینار نہ ہوگا جو قبول کیا جائے گا۔ البتہ اگر اس کے پاس نیکی و بھلائی ہوگی تو وہ لے کر صاحبِ حق کو دے دی جائے گی اور اگر اس کے پاس نیکی بھی نہ ہوئی تو صاحبِ حق کے سیئات اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحبِ حق کے حق کو موت سے قبل ادا کردے یا معافی تلافی سے تدارک کرلے۔ ورنہ قیامت میں نیکی لے کر حق ادا کردیا جائے گا۔ اور اگر نیکی نہ ملی تو صاحبِ حق کے سیئات کا بوجھ بھی اسی پر ڈال دیا جائے گا۔ حالانکہ قیامت میں خود ہی نفسی نفسی کا عالم اندوہناک ہوگا۔

اللّٰھم انا نسئلک العفو و العافیۃ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

مفلس کون ہے؟

"اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهٗ وَ لَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَ صِيَامٍ وَ زَكَاةٍ وَ يَأْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَ قَذَفَ هٰذَا وَ اَكَلَ مَالَ هٰذَا وَ سَفَكَ دَمَ هٰذَا وَ ضَرَبَ هٰذَا۔ فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ۔ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔ (مسلم۔ احکام الجنائز۔ ص: ۴)

آنحضور ﷺ نے (صحابہؓ سے) سوال کیا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کچھ سامانِ زیست..... (یہ سن کر)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت میں مفلس وہ لوگ ہوں گے جو قیامت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ساتھ آئیں گے لیکن ساتھ ساتھ اس کو گالیاں دی ہوگی، تو کچھ لوگوں کے دامن عفت کو تہمت سے داغدار کیا ہوگا اور لوگوں کا مال (بغیر حق کے) کھایا ہوگا اور ناجائز خون بہایا ہوگا اور لوگوں کو مارا ہوگا۔ تو اس کی کچھ نیکی اس کو دے دی جائے گی اور کچھ اس کو۔ اگر اس کی نیکیاں حقوق الناس کی ادائیگی سے قبل ختم ہوجائیں گی تو پھر صاحب حقوق کی بدی وسیئات اس کے ذمہ ڈال دی جائیں گی اور پھر اس (نمازی، روزہ دار اور پابندِ زکوٰۃ) کو نارِ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم شریف)

حقوق العباد کی ادائیگی

ان دونوں حدیثوں کا ماحصل ایک ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی اہمال وسستی باعثِ رسوائی وعذاب ہے۔

آج کے ماحول میں ہم سب ہی پابندِ صوم وصلوٰۃ تو ہیں مگر حقوق العباد کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ حقوق العباد ہی دراصل معیارِ شریعت ہے۔ حق جل مجدہ اپنے حقوق معاف فرمادے گا مگر حقوق العباد کا مواخذہ ضرور فرمائے گا الا یہ کہ صاحبِ حق خود معاف کردے کیونکہ احکم الحاکمین کو عدالت ومیزان کی باریک کسوٹی کو بھی برقرار رکھنا ہے۔ لہٰذا ہمیں حقوق العباد کی اپنی زندگی میں مکمل نگرانی کرنی چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمام قیمتی جواہر پارے، ساگ سبزی کے بدلے وزن کردیے جائیں اور ہم مفلس کے مفلس رہ جائیں۔ اللہ ہم سب کو مکمل حقوق العباد کی ادائیگی کا پابند بنائے۔ آمین ثم آمین۔

اعترافِ تقصیر

ننگِ اکابر واسلاف اپنی کم مائیگی کا حرف بحرف اعتراف کرتا ہے کیونکہ ترجمہ بہرحال ترجمہ ہے۔ وہ معنویت وجاذبیت جو اصل صاحبِ کلام کے کلام میں ہوتی ہے، بہت مشکل ہے، خاص مجھ جیسے کم علم کے لیے ... یہ کتاب اہلِ قلم علماء اور صاحبِ فہم دانشوروں کی تصنیف نہیں کہ اس معیار پر آپ اس کو پڑھیں، بلکہ ایک نادان نے دانائے سبل کے آخری کلمات جمع کرنے کی

سعی کی ہے۔ البتہ جن حضرات کے فرمودات ہیں ان کا رتبہ و مقام ہماری نگاہ و تصوّر کے تقدس سے بہت ہی بلند تر ہے۔

یہ بات بھی قابلِ لحاظ رہے کہ چاہنے اور جستجو کے باوجود بعض اکابر و اسلاف کی وصایا اس مجموعہ میں نہ آسکیں۔ جستجو جاری ہے، جن حضرات کے پاس ان مطبوعہ وصایا کے علاوہ اکابر کی وصایا موجود ہوں، وہ ہمیں ارسال فرمادیں۔ انشاءاللہ آئندہ اشاعت میں شامل کر لی جائیں گی۔

ان چند سطروں کے بعد اب اصل مضمون بعون اللہ شروع کرتے ہیں۔ و اللّٰہ المُعین و المُستَعان. و ما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکّلتُ و الیہ اُنیب.

العبد محمد ثمین اشرف قاسمی کان اللہ لہ
شوال المکرّم ۱۴۰۷ھ
صلالہ، سلطنت عمان

سیّدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وصیت

بیٹا! میں تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرنے اور خائف رہنے کی اور اپنے والدین اور جملہ مشائخ کے حقوق کو ضروری سمجھنے کی، کہ اس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور حق کی حفاظت کر کھلے اور چھپے۔ قرآن مجید کی تلاوت مت چھوڑ۔ زبان اور دل سے، پوشیدہ اور اعلانیہ، فکر و تدبر اور حزن و بکاء کے ساتھ۔ اور تمام احکام میں آیاتِ محکمہ کی طرف رجوع کر کہ قرآن مخلوق پر حق جل مجدہ کی حجت ہے۔ اور علم شریعت سے قدم نہ ہٹا۔ علم فقہ پڑھ، اور عامی اور جاہل صوفیوں میں نہ بن۔ اہلِ توحید و سنت کے عقائد کو لازم پکڑ اور نئی باتوں سے بچ۔ کہ ہر نئی بات بدعت و گمراہی ہے۔ ساری مخلوق سے نا اُمید ہو جا اور اُن سے دل نہ لگا، حق بات کہہ گرچہ تلخ ہو۔ ہر ایک معاملہ حق جل مجدہ کے سپرد کر۔ اور مخلوق میں کسی کا آسرا و سہارا نہ لے ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے آستانے سے دھکے دے گا۔ (ماہنامہ فیضان مدینہ، لاہور۔ ص:۲۴)

بیٹا! نوعمر لڑکوں، عورتوں، بدعتیوں، امیروں اور عوام الناس سے اختلاط نہ رکھ۔ یہ تیرے دین کو برباد کر دیں گے۔ تھوڑی دنیا پر قناعت کر۔ تنہائی اختیار کر۔ خوفِ الٰہی سے رویا کر۔ حلال روزی کھا۔ یہ کنجی ہے نیکیوں کی۔ ہاتھ نہ لگا حرام کو یہ آگ ہے قیامت میں حلال لباس پہن، حلاوت پائے گا ایمان و عبادت میں۔ مت بھول اللہ کے سامنے حاضر ہونے کو۔ شب کی نماز اور دن کے روزوں کی کثرت رکھ۔ نماز اور دیگر امورِ دین میں جماعت مسلمین کو نہ چھوڑ۔ امام و پیشوا نہ بن حکومت کا طلبگار نہ بن۔ جو اس کا طالب ہے وہ فلاح نہیں پاتا۔

دستاویزات پر دستخط نہ کیا کر۔ امراء و سلاطین کا ہم نشین نہ بن اور سفر کیا کر۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: سفر کیا کرو تندرست رہو گے اور مالِ غنیمت پاؤ گے۔ مشائخ کے قلب کا بہت خیال رکھ، اس میں گرانی نہ آنے پائے۔ اپنی تعریف پر پھول مت۔ مذمت پر غمگین نہ ہو۔ مدح و مذمت کا اثر تیرے اوپر یکساں ہونا چاہیے۔ مخلوق سے حسنِ اخلاق و عاجزی اختیار کر۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو جھکتا ہے اللہ اسے اونچا کرتا ہے۔ جو بڑا بنتا ہے اللہ اسے نیچا دکھاتا ہے''۔

ہر حالت میں نیک و بد کے ساتھ تہذیب کا برتاؤ کر، ساری مخلوق کو اپنے سے بہتر سمجھ۔ ان کو شفقت و احترام سے دیکھ۔ ہنسا مت کر، نا اُمید نہ ہو اس کی رحمت سے۔ زندگی گزار خوف و

امید کے درمیان۔ جان و مال اور آبرو سے اللہ والوں کا خدمت گزار بنا رہ۔ ان کے عادات و اوقات کا لحاظ رکھ۔ ان پر اعتراض نہ کر، ہاں! خلاف شریعت کوئی بات ہو تو ان کا اتباع مت کر۔ ان پر اعتراض کرنے والا فلاح نہ پائے گا، لوگوں سے کچھ نہ مانگ نہ ان کا مقابلہ کر۔ توکل کر، جتنا قسمت میں ہے اللہ پاک دے گا۔ جو کچھ ملا ہے اس میں نفس اور دل کا سخی بن۔ بخیل و حاسد آگ میں جائیں گے۔ اپنا حال مخلوق پر ظاہر نہ کر۔ رزق کے معاملے میں اللہ پاک پر بھروسہ کر۔ تمام مخلوق سے ناامید ہو جا، ان سے دل نہ لگا۔ حق بات کہہ اگرچہ تلخ ہو۔ محاسبہ نفس کیا کر۔ مخلوق پر بھروسہ کرنے سے حق تعالیٰ کے دروازے سے دھکا ملے گا۔ محاسبہ فہمی روزانہ کیا کر۔ آج کتنے گناہ کیے، کتنے ثواب کے کام!

مخلوق کا خیر خواہ بن، نہ کھا مگر فاقہ پر، نہ سو مگر غلبۂ نیند پر، نہ بول مگر بقدر ورت، نمازوں، روزوں کی کثرت رکھ۔ مجلس سماع لوجہ اللہ بھی ہو تو اس میں زیادہ نہ بیٹھ یہ نفاق پیدا کرتا ہے۔ قلب کو مُردہ بنا دیتا ہے۔ (ایسا ہی سرکار مدینہ نے ارشاد فرمایا ہے: اَلْغِنَاءُ تُنْبِتُ النِّفَاقَ) ہاں! اس کا انکار بھی نہ کر کہ بعض لوگ اس کے اہل بھی ہیں۔ سماع اس کے لیے جائز ہے جس کا قلب زندہ اور نفس مُردہ ہو، اس کے باوجود بھی اس کا نماز، روزہ، وظائف میں مشغول ہونا بہ مقابلہ سماع کے زیادہ بہتر ہے۔

تیرا دل غمگین ہو، بدن بیمار، آنکھ اشکبار، عمل ریا سے خالص، دعاء میں کوشش، فقراء و غرباء رفیق ہوں، تیرا گھر مسجد ہو، تیری جائیداد علم دین ہو، تیرے کپڑے پرانے ہوں، سنگھار زہد ہو، تیرا مونس رب کریم ہو۔

جس کو دینی بھائی بناؤ اس میں پانچ خصلتیں ہونی چاہئیں: (۱) تونگری پر فقر کو۔ (۲) دنیا پر آخرت کو۔ (۳) جاہ پر مسکنت کو ترجیح دیتا ہو۔ (۴) ظاہری و باطنی اعمال میں صاحب نظر ہو۔ (۵) موت کے لیے مستعد ہو۔

بیٹا! دنیا کی خوبصورتی سے دھوکہ نہ کھا، دن رات آخرت کا کوچ ہے۔ اکیلا و تنہا بن، شریعت ظاہری کی پابندی کر، درویشی کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی ہی جیسی ہستی کا محتاج نہ بن۔

(وصایا، ص: ۲۷، بحوالہ ماہنامہ البلاغ، کراچی، اکتوبر ۱۹۷۸ء، ص: ۳۱-۳۲)

مرض الوفات میں آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالوہابؒ نے آپ سے عرض کیا کہ: مجھے کچھ وصیت فرمائیں کہ آپ کے بعد اس پر عمل کروں۔ فرمایا: ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرو اور نہ اس کے سوا کسی سے اُمید رکھو۔ اور اپنی تمام ضروریات اللہ کے سپرد کر دو۔ صرف اسی پر بھروسہ رکھو۔ اور سب کچھ اسی سے مانگو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر وثوق واعتماد نہ رکھو۔ توحید اختیار کرو کہ توحید پر سب کا اجماع ہے۔

اور فرمایا: جب دل حق جل مجدہ کے ساتھ درست ہو جاتا ہے تو کوئی چیز اس سے چھوٹتی نہیں ہے اور نہ کوئی چیز اس سے باہر نکل کر جاتی ہے۔ اور فرمایا: میں مغز بے پوست ہوں۔

اور اپنے صاحبزادوں سے فرمایا: میرے اردگرد سے ہٹ جاؤ۔ میں ظاہر میں تمہارے ساتھ ہوں اور باطن میں دوسروں کے ساتھ ہوں۔ میرے پاس تمہارے سوا اور لوگ (فرشتے) حاضر ہیں۔ ان کے لیے جگہ خالی کر دو اور ان کے ساتھ ادب کرو۔ یہاں بڑی رحمت نازل ہے، ان کے لیے جگہ تنگ نہ کرو، اور آپ بار بار فرماتے تھے، تم پر سلام اور اللہ کی رحمت، اور اس کی برکتیں، اللہ میری اور تمہاری مغفرت کرے۔ اور میری اور تیری توبہ قبول کرے۔ بسم اللہ! آؤ اور واپس نہ جاؤ۔ اور یہ آپ ایک دن ایک رات برابر فرماتے رہے۔ اور فرمایا: تم پر افسوس، مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں، نہ کسی فرشتہ کی نہ ملک الموت کی، اے ملک الموت! ہمارے کارساز نے تم سے زیادہ ہم کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔

اور اس دن، جس کی شب کو آپ نے رحلت فرمائی، ایک بڑی سخت چیخ ماری تھی۔ اور آپ کے دو صاحبزادے شیخ عبدالرزاق اور شیخ موسیٰ فرماتے تھے کہ: آپ بار بار دونوں ہاتھ اُٹھا کر پھیلاتے اور فرماتے تھے، تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔ حق کی طرف رجوع کرو اور صف میں داخل ہو، میں ابھی تمہارے پاس آیا۔ اور آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ نرمی کرو پھر آپ پر امر حق آیا۔ اور موت کے نشے نے غلبہ کیا اور آپ نے فرمایا: میرے اور تمہارے اور تمام خلق کے درمیان میں زمین و آسمان کا فرق ہے، مجھے کسی پر قیاس نہ کرو اور نہ کسی کو مجھ پر۔ پھر آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالعزیز نے آپ کی تکلیف اور حال دریافت کیا تو فرمایا: مجھ سے کوئی نہ پوچھے۔ میں علم الٰہی میں پلٹے کھا رہا ہوں۔ اور آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالعزیز نے آپ کے

مرض کے بابت پوچھا تو فرمایا: میرے مرض کو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ کوئی سمجھتا ہے، نہ انسان نہ جن نہ فرشتہ۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ کا علم میں ٹوٹتا، حکم بدل جاتا ہے اور علم نہیں بدلتا۔ حکم منسوخ ہو جاتا ہے، علم منسوخ نہیں ہوتا۔ اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور باقی رکھتا ہے۔

اور اس کے پاس اصلی تحریر ہے جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے باز پرس نہیں ہوتی، اور خلق سے باز پرس ہوتی ہے۔ صفات کی خبریں گزر رہی ہیں، جیسی آئی ہیں۔

پھر آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالجبار نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے جسم میں کہاں تکلیف ہے؟ فرمایا: میرے تمام اعضاء مجھے تکلیف دے رہے ہیں، مگر میرے دل کو کوئی تکلیف نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح ہے۔ پھر آپ کا وقت اخیر آیا۔ تو آپ فرمانے لگے: میں اس اللہ پاک سے مدد چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ پاک و برتر ہے، اور زندہ ہے جسے فوت ہونے کا اندیشہ نہیں، پاک ہے وہ جس نے اپنی قدرت سے عزت ظاہر کی اور موت سے بندوں پر غلبہ دکھلایا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اور آپ کے صاحبزادے شیخ موسیٰ فرماتے تھے کہ آپ نے لفظ ''تعزز'' فرمایا۔ یہ لفظ صحت کے ساتھ آپ سے ادا نہ ہوا۔ تب آپ بار بار اسے دہراتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے آواز بلند اور سخت کر کے لفظ ''تعزز'' اپنی زبان سے ٹھیک ٹھیک فرمایا پھر (تین بار) اللہ - اللہ - اللہ فرمایا۔ اس کے بعد آواز غائب ہوگئی اور زبان تالو سے چپک گئی اور روح مبارک رخصت ہوگئی۔ رضی اللہ عنہ ارضاہ۔

(التکملہ رموز الغیب، ص: ۱۸۹-۱۹۲ بحوالہ دعوت وعزیمت، ج: ۱، ص: ۲۲۲-۲۲۳)

مالک تیری رضا رہے اور تو ہی تو رہے

محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اپنی ظاہری و باطنی آنکھوں کو غیر اللہ سے ہٹا کر صرف ہستی باری تعالیٰ پر مرتکز کردے، مخلوقات کو نہ دیکھ بلکہ خالق و پروردگار کو دیکھ اور اگر مخلوقات کا مشاہدہ کرنا بھی ہے تو تیری نظر کا منتہیٰ ان مخلوقات کا خالق وصانع ہونا چاہیے تا کہ اس کی عظمت وعرفان حاصل کرسکے اور اس کی توحید کو سمجھے، اسی طرح میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ اس کائنات کی جہات یعنی سمتوں میں بھی نہ دیکھ بلکہ اس غیر فانی اور ابدی ہستی کا

مشاہدہ کر جو مکان و زمان اور جہات سے آزاد و بالاتر ہے۔

پس جب تک تیری نظر محض مخلوقات میں اُلجھی رہے گی تجھ پر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے اسرار منکشف نہیں ہوسکتے، لہٰذا تو ایک جہت توحید کی خاطر دیگر تمام جہتوں سے روگردانی اختیار کرلے۔ پھر تیرے باطن سے نورِ توحید تیرے ظاہر پر بھی پرتو فگن ہوگا اور تیرے اعضاء و جوارح سے کرامت کا ظہور ہوگا۔ لیکن ایک دفعہ اللہ تعالیٰ پر نگاہ و توجہ مرتکز کردینے کے بعد اگر تو پھر غیر اللہ اور مخلوقات کو اپنی نگاہ و توجہ کا مرکز بنائے گا تو شرک کا مرتکب ہوگا، تیری چشمِ قلب پر حجاب پڑنے لگیں گے جس کے نتیجہ میں تو قبض کی کیفیت میں مبتلا ہوگا، یہ سزا ہوگی شرک کی اور غیر اللہ میں منہمک ہونے کی۔

پھر جب تو اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں یکتا جانتے ہوئے اپنے عشق و توجہ کا مرکز اسی کو قرار دے، اس کے فضل و کرم پر نظر رکھے گا اور اپنی اُمیدیں اور توقعات اسی سے وابستہ کرے گا اور اپنے آپ کو ما سوی اللہ سے بیگانہ و بے آشنا بنائے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے اپنے سے نزدیک کرلے گا اور تجھے مقامِ صدق میں جگہ دے گا۔ پھر وہ اپنی گوناگوں نعمتیں تجھ پر وسیع کردے گا۔ ہر مشکل میں تیری امداد و اعانت فرمائے گا اور ہمیشہ تیرا حافظ و ناصر ہوگا۔ پس اللہ کی ذات پر اپنی نگاہ و توجہ کو مرتکز کرنے کے بعد تو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہوجائے گا جو مومن کی حیاتِ طیبہ کا انتہائی مقصود ہے"۔ (چراغِ راہ، ص: ۳۴۰)

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو والدہ کی وصیت

خود حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ جب میں تحصیل علم کے لیے گھر سے باہر سفر پر جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے چالیس دینار سفر کے اخراجات کے لیے دیے اور اس کے ساتھ یہ تاکید فرمائی کہ بیٹا! تم علم حاصل کرنے جارہے ہو، لیکن میری اس نصیحت پر کاربند رہنا:

۱- ہمیشہ سچ بولنا، خواہ سچ بولنے سے تمھیں تکلیف اُٹھانا پڑے۔ (مشہور واقعہ ہے کہ آپ کی حق گوئی کی وجہ سے ڈاکوؤں کا سردار بڑا متاثر ہوا اور اس نے ڈاکہ زنی سے ہمیشہ کے لیے توبہ کرلی) (مخلص بچوں کی نگہداشت، ص: ۱۴۷)

۲- جس چیز کے جاننے کی ضرورت ہو اس کے جاننے سے جاہل مت رہنا (یعنی اس کے جاننے کی فکر کرنا اور جہالت پر مت ٹھہرنا)۔

۳- جب تک دینی یا دنیاوی حاجت نہ ہو کسی شخص کے ساتھ میل جول مت رکھنا۔

۴- دوسروں کے لیے اپنے سے انصاف کرنا اور بغیر مجبوری کے اپنے نفس کے لیے انصاف کا خواہاں مت ہونا۔ (مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے حقوق تو اپنے نفس سے پورے دلاؤ اور اس سلسلے میں انصاف سے کام لو۔ اور اگر اپنا حق کسی پر ہو تو انصاف کی فکر مت کرنا بلکہ اپنا حق چھوڑ کر ذہن فارغ کر لینا۔ ہاں، مجبوری ہو تو اور بات ہے)

۵- کسی مسلمان اور ذمی سے دشمنی مت کرنا۔

۶- اللہ تعالیٰ نے جو تم کو مال دیا ہے اور جو دنیاوی مرتبہ عطا کیا ہے، اس پر قناعت کر لینا۔

۷- جو کچھ مال تمہارے قبضے میں ہو اس میں حسنِ تدبیر اختیار کرنا، سوچ سمجھ کر چلنا تاکہ لوگوں سے بے نیاز رہ سکو۔

۸- لوگوں کی نظر میں اپنے کو بے وزن مت بنانا۔

۹- فضول باتوں اور فضول کاموں میں پڑنے سے اپنے نفس کو علیحدہ رکھنا۔

۱۰- لوگوں سے ملاقات کے وقت خود پہلے سلام کرنا اور بات چیت میں خوبی اختیار کرنا۔ اہلِ خیر حضرات سے محبت سے پیش آنا۔ اور اہلِ شر برے لوگوں سے مدارات کرنا تاکہ ان کی دلآزاری سے بچ سکو، اور وہ تکالیف نہ پہنچا سکیں۔

۱۱- اللہ پاک کا ذکر کثرت سے کرنا، اور رسول اکرم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا۔ اَللّٰھم صلِّ علٰی محمّدٍ کُلّما ذکرہُ الذّاکرون و غَفَلَ عن ذِکرہِ الغافلون۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے عرض کیا کہ حضرت! مجھ کو کچھ وصیت فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: میں تجھ کو کیا وصیت کروں؟ اگر تو ان لوگوں میں سے ہے جو مغیبات کی تصدیق کرتے ہیں اور عقیدۂ توحید میں راسخ ہے تو تیرے حق میں تمام انبیاء، مرسلین،

صدیقین کی دعائیں پہلے سے ہی ہو چکی ہیں۔پھر میری وصیت کی تجھے چنداں حاجت نہیں۔

اور اگر تو اس کے برعکس عقیدہ و مسلک رکھتا ہے تو پھر میری وصایا نفع بخش نہیں ہو سکتیں۔

(الحلیہ، ج:۹،ص:۳۵۴)

وصیت بنام یوسف بن حسین رازیؒ

یوسف بن حسین کو حضرت ذوالنون مصریؒ نے وصیت فرمائی:

نفس کی خواہشات میں اُلجھ کر رب العالمین کے حقوق کو ضائع نہ کرنا بلکہ حقوقِ الٰہی میں سرگرم رہ کر نفس کی تہذیب وتزکیہ کی کوشش کرنا، کیونکہ نفس کبھی بھی تیرا ساتھ موافقت کے ساتھ نہیں دے گا۔

مخلوقات میں سے کسی کو حقیر نگاہ سے نہ دیکھنا نہ ہی کمتر جاننا۔اگر چہ مشرک و کافر ہی کیوں نہ ہو۔اپنی عاقبت سے ڈرنا کیونکہ ممکن ہے تیرا کسی مشرک کو حقیر جاننا اور عاقبت پر نگاہ نہ رکھنا حق جل مجدہ کو ناپسند آئے اور تجھ سے ایمان ومعرفت چھین کر اس کو عطا کر دے اور تو بد بخت اور وہ خوش بخت بن جائے۔ (الحلیہ، ج:۹،ص:۳۸۲)

(الف) ایک موقع پر آپ نے یہ وصیت کی: اے عزیز! اللہ کے ساتھ اپنا حال درست رکھو اور اس سے تجھے کوئی مانع ورکاوٹ نہ ہو، اور جو کچھ لوگ تمہاری بابت کہتے ہیں اس میں مشغول نہ ہو کیونکہ یہ لوگ حق تعالیٰ کے عذاب سے تم کو بچانے میں فائدہ نہیں دیں گے۔ جب تم اللہ سے اپنا حال درست کرلوگے تو وہ تم کو سیدھا اور مضبوط راستہ بتائے گا۔اور نبی اکرم ﷺ کی سنت اور ظاہری علم (شریعت) کی پیروی کرو اور ایسا دعویٰ کرنے سے بچو جس کے تم اہل نہیں ہو۔ کیونکہ اکثر مریدوں کو اس دعویٰ نے ہلاک کیا ہے۔

(ب) ان متواتر پڑھے جانے والے وظیفوں سے بچو، کیونکہ نفس ان سے مالوف و مانوس ہو جاتا ہے، تم اس امر کو دیکھو جس میں نفس کی مخالفت ہو۔خواہ وہ روزہ رکھنا ہو یا نہ رکھنا ہو (نفلی روزے) پس اسی پر عمل کرو کیونکہ نفس کی متابعت میں خواہ وہ معصیت ہو یا طاعت ہو، فتنہ پنہاں ہے۔پس نفس کسی شئے سے مانوس نہیں ہوتا مگر جبکہ اس میں بلا اور خطرہ ہوتا ہے۔

لوگوں کی مدح سے سکون وقرار حاصل مت کرو اور نہ ان کے ردو قبول سے گھبراؤ، کیونکہ

یہ لوگ راہزن ہیں اور ظاہر و باطن تمہارے جو حالات متحقق ہوں صرف ان سے تسلی رکھو۔

اپنے جسم کو خلقت کے رنج و تکلیف سے دریغ نہ کرنا۔ (جو تکلیف مخلوق سے پہنچے اس کو گوارا کرنا) اور جہاں تک ہو سکے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ سے خالی نہ رکھنا۔ حق جل مجدہ کے حکم کی عزت کرنا تا کہ وہ تمہاری عزت کرے۔ (نفحات الانس، ص: ۲۶۴)

فرمایا: ایسے اہلِ اخلاص کی صحبت اختیار کرو جو ہر حال میں تمہارے شریک رہیں اور تمہاری تبدیلی سے بھی ان میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہو۔ بندہ اس وقت تک جنت کا مستحق نہیں ہوسکتا جب تک پانچ چیزوں پر عمل پیرا نہ ہو، اول ٹھوس استقامت، دوم ٹھوس اجتہاد، سوم ظاہری و باطنی دونوں طریقوں سے اللہ تعالیٰ کا مراقبہ، چہارم موت کے انتظار میں توشۂ آخرت کے حصول میں مصروف رہنا، پنجم قیامت سے قبل اپنا محاسبہ کرتے رہنا۔

خوفِ الٰہی کی نشانی یہ ہے کہ اللہ کے سوا ہر شئے سے بے خوف ہو جائے۔ اور دنیا میں وہی محفوظ رہتا ہے جو کسی سے بات نہیں کرتا۔ پھر فرمایا: توکل نام ہے مخلوق سے ترکِ حرص کا اور دنیاوی وسائل کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جانے اور نفس کو ربوبیت سے جدا کر کے عبودیت کی جانب مائل کرنے کا۔ بے طینت کو غم بھی زیادہ ہوتا ہے، اور دنیا نام ہے اللہ سے غافل کردینے کا۔ وہ کمینہ ہے جو اللہ کے راستہ میں ناواقف ہوتے ہوئے بھی کسی سے معلومات حاصل نہ کرے۔

یوسف بن حسینؒ نے آپ سے پوچھا: کس کی صحبت اختیار کروں؟ فرمایا کہ: جس میں من و تو کا خطرہ نہ ہو اور نفس کی مخالفت میں اللہ کے موافق بن جاؤ۔ اپنے ظاہر کو خلق کے اور باطن کو خالق کے حوالے کردو اور اللہ سے ایسا تعلق قائم کرو جس کی وجہ سے وہ تمھیں مخلوق سے بے نیاز کردے اور یقین پر کبھی شک کو ترجیح نہ دو اور جب تک نفس اطاعت پر آمادہ نہ ہو مسلسل اس کی مخالفت کرتے رہو اور مصائب پر صبر کرتے ہوئے زندگی اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزار دو۔ قلب کو ماضی و مستقبل کے چکر میں نہ ڈالو۔ حال کو غنیمت جان کر یادِ اللہ تعالیٰ میں صَرف کردو۔

موت کے وقت لوگوں نے سوال کیا آپ کی طبیعت کسی چیز کو چاہتی ہے؟ فرمایا: میری خواہش صرف یہ ہے کہ موت سے قبل مجھے آگاہی حاصل ہو جائے۔ پھر آپ نے شعر پڑھا۔

اَلْخَوْفُ اَمْرَضَنِیْ وَ الشَّوْقُ اَحْرَقَنِیْ اَلْحُبُّ اَفْنَانِیْ وَ اللّٰہُ اَحْیَانِیْ

خوف نے مجھے مریض بنادیا اور شوق نے جلادیا۔ اور محبت نے مجھے فنا کردیا اور اللہ نے زندہ کردیا۔

اس کے بعد آپ پر غشی طاری ہوگئی اور کچھ ہوش آنے کے بعد جب یوسف بن حسین نے وصیت کرنے کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ: اس وقت میں حق جل مجدہ کے احسانات میں گم ہوں، اس وقت کوئی بات نہ کرو۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۸۶-۸۷)

تین عابدوں کی وصیت، بشر بن بشارؒ کو

بشر بن بشار مجاشعی وقت کے گنے چنے اولیاء کبار سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیت المقدس میں گیا۔ وہاں تین اولیاء زاہد و عابد کو پایا۔ میں نے ان میں سے ہر ایک سے فرداً فرداً وصیت کی فرمائش کی۔

پہلے شخص نے جو وصیت کی یہ تھی کہ: تقدیر الٰہی تم کو جس حال میں رکھے اس پر خوش رہ اس سے تیرے قلب کو بڑا ہی سکون ملے گا اور پریشانیاں بالکل ہی مٹ جائیں گی۔ خبردار! تقدیر پر گلہ وشکوہ نہ کرنا۔ یہ ایسا عظیم جرم ہے کہ حق جل مجدہ کو ناراض کرتا ہے اور تو غفلت میں ہوگا اور غضب الٰہی تجھ کو اس جرم کی پاداش میں پکڑ لے گی۔

دوسرے شخص نے وصیت کی: دیکھ! پہلے ساتھی نے جو وصیت کی ہے اس کی میں بھی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ بہت ہی نفع بخش ہے۔ ساتھ میں تجھ کو بس ایک بات کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ حق جل مجدہ کی رضاء وخوشنودی کو ترک محارم ومنہیات میں ڈھونڈ۔ مجھے امید ہے کہ تو حق جل مجدہ کی زلفیٰ (جنت کا ایک نام ہے) میں پہنچ جائے گا۔

تیسرے نے وصیت نہیں کی بلکہ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے ڈاڑھی تر ہوگئی۔ اور فرمایا: دیکھ! حق جل مجدہ کی منشا کے خلاف قدم نہ اُٹھانا کہ تو ہلاک و برباد ہوجائے گا اور گمراہ بھی جیسے کہ پہلے والے ہلاک وگمراہ ہوگئے۔ (الحلیہ، ج:۱۰، ص:۱۳۳)

مجاہد الصوفیؒ کی وصایا

حق جل مجدہ کو اپنا ہر حال میں مونس و ساتھی بنا۔ لوگوں کی طرف پلک مارنے کی مقدار بھی نہ دیکھ۔ فقر و فاقہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے۔ قرآن مجید کے ذریعے حق جل مجدہ سے ہم کلام ہوجا۔ دعاء کو حق جل مجدہ تک پہنچنے کا رہبر و دلیل بنا۔ فرشتوں کو ذکرِ الٰہی کے ذریعہ اپنا ہم نشین بنا۔ پھر اللہ جل جلالہ تیرا انیس و وکیل ہے۔ اگر تو نے ایسا کرلیا تو اب تجھے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں۔ (الحلیہ، ج:۱۰، ص:۱۳۳)

حضرت مالک بن دینارؒ کی وصیت

دمِ مرگ آپ سے ایک شخص نے وصیت کرنے کی درخواست کی تو فرمایا: تقدیرِ الٰہی پر راضی رہ تاکہ تجھ کو عذابِ قبر سے نجات مل سکے۔ جو دنیا کو محبوب تصور کرتا ہے، اس کے ساتھ یہ برتاؤ ہے کہ ذکر و مناجات کی لذت سے اس کو خالی کردیا جاتا ہے اور جو شخص خواہشات دنیا کی طرف دوڑتا ہے شیطان اس کو فریب دینے کی اس لیے فکر نہیں کرتا کہ وہ تو خود ہی گمراہ ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص:۳۲)

حالتِ نزع میں آپ نے فرمایا: اے ربّ العزّت! تو جانتا ہے میں زندگی نہر کھودنے کے لیے نہیں چاہتا (اس زمانے میں آپ بصرہ میں نہر کی کھدائی میں مصروف تھے) پھر فرمایا: اگر تو مجھے زندہ رہنے دے گا تو میں تیرے لیے جیوں گا اور اگر موت دے گا تب بھی میں تیرے پاس آؤں گا۔ پھر فرمایا: ﴿اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خالص اللہ کا ہے جو مالک ہے سارے جہانوں کا۔ سورۂ انعام:۱۶۲) اور انتقال فرماگئے۔ (نفحات الانس، ص:۲۲۹)

خلیفہ عبد الملک بن مروان کی وصیت

خلیفہ نے اپنے لڑکوں کو وصیت کی، علم حاصل کرو کیونکہ مالدار ہوئے تو علم تمہارا جمال ہوگا اور غریب ہوئے تو علم تمہارے لیے دولت ثابت ہوگا۔ (العلم والعلماء، ص:۵۴)

حضرت یحییٰ ابن خالد برمکیؒ کی وصیت

آپ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ: ہر علم میں سے ایک اچھا حصہ حاصل کرو، کیونکہ آدمی جس علم سے جاہل ہوتا ہے اس سے بغض رکھتا ہے اور مجھے منظور نہیں کہ تم کسی علم سے بغض رکھو۔

نیز آپ نے اپنے لڑکے کو نصیحت کی کہ: بے سمجھے جواب نہ دو، خوب سمجھ کر بولا کرو کیونکہ بے سمجھے جواب دینا حماقت ہے۔ (العلم والعلماء)

حضرت قیس بن عاصمؒ کی وصیت

قیس بن عاصم سے مروی ہے کہ ان کے والد نے کہا، فرزند! مال جمع کر کیونکہ مال شریفوں کو بلند کرتا ہے۔ اور کمینوں سے مستغنی کردیتا ہے۔ (العلم والعلماء)

حضرت خطاب بن مخزومیؒ کی وصیت

آپ نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت کی (جس کو ابن حبان صاحب صحیح نے اپنی کتاب روضۃ العقلاء میں نقل کیا ہے) تَشَبَّہْ بِاَھْلِ الْعَقْلِ تَکُنْ مِنْھُمْ وَ تَصَنَّعْ لِلشَّرْفِ تُدْرِکْہُ ۔یعنی داناؤں کی مشابہت اختیار کرتو انہی میں ہوجائے گا اور بناوٹ سے بھی اگر شرف کی طرف جھکے گا تو شرف حاصل کرلے گا۔ (التشبہ فی الاسلام، قاری طیبؒ، ص:۱۰۱)

خلیفہ منصور عباسؒ کی وصیت

آپ نے اپنے لڑکے کو فرمایا کہ: دو باتیں مجھ سے حاصل کرلے:

(۱) بغیر سوچے زبان سے کچھ مت نکال۔ (۲) بغیر تدبیر کے کام نہ کر۔

(اسلام میں مشورہ کی اہمیت، ص:۵۳)

ابن ہُبیرہ کی وصیت

ابن ہبیرہؒ نے اپنی اولاد کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: سب سے پہلا مشیر نہ بن اور سب سے پہلے رائے دینے سے بھی گریز کر اور خود رائے کو مشورہ نہ دے کیونکہ اس سے موافقت کی

خواہش کرنا دناءۃ میں داخل ہے اور اس کی بات سننا خیانت ہے۔

(اسلام میں مشورہ کی اہمیت، ص: ۱۲۵)

بعض حکماء کی وصیت

بعض حکماء نے اپنے فرزندوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: بیٹا! تم کو اچھی طرح سننا بھی اسی طرح چاہیے جیسے اچھی طرح بات کرنا۔ تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ تم کو اپنے بولنے سے دوسروں کے سننے کا زیادہ شوق ہے۔ (اسلام میں مشورہ کی اہمیت۔ ص: ۱۱۳)

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی وصایا

میں تمھیں وصیت کرتا ہوں، کھلے اور چھپے میں اللہ سے ڈرنے کی، کھانے سونے اور بولنے میں کمی کرو، گناہوں سے دور رہو۔ شہوتوں کو ترک کرو۔ قیام شب اور روزوں کا اہتمام کرو۔ ہر طرح کے انسانوں کی جفاؤں کو برداشت کرو، نادانوں اور عامیوں کی ہم نشینی چھوڑ دو۔

نیکوں بزرگوں کی محبت اختیار کرو، بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ بہترین کلام وہ ہے جو مختصر اور دلیل والا ہو۔ ترکِ ہَوا قوتِ پیغمبری است۔ تمام تعریف و توصیف حق جل مجدہ کے لیے ہے اور اس کے پیغمبر محمد ﷺ پر سلام ہو۔ آپ نے فرمایا: صحبت و ہم نشینی بہت اچھی چیز ہے لیکن ناجنسوں کے ساتھ ہم نشینی اختیار نہ کرو۔ مرید مقبول کی علامت یہ ہے کہ ہرگز بیگانہ لوگوں کی صحبت میں نہ جائے۔ اگر اتفاقاً کبھی صحبت بیگانہ میں جا پھنسے تو اس طرح بیٹھے جس طرح منافق مسجد میں بیٹھتا ہے، بچہ مکتب میں، اور قیدی قید خانہ میں۔

(نفحات الانس، ص: ۷۰۲-۷۰۳، وصایا: ص: ۴۰)

حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ کی وصیت

آپ کے ایک ارادت مند نے سفر میں جانے سے قبل نصیحت کرنے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ: اگر تمھیں کسی بری عادت سے واسطہ پڑ جائے تو اس کو اچھی عادت میں تبدیل کرنے کی سعی کرنا اور جب تمھیں کوئی کچھ دینا چاہے تو پہلے حق جل مجدہ کا شکر ادا کرنا، بعد میں

دینے والے کا، کیونکہ اللہ نے اس کو تم پر مہربان کیا ہے اور جب ابتلا میں پھنس جاؤ تو عجز سے کام لینا کیونکہ صبر کی تم میں طاقت نہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۰۵)

کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی استدعا کی تو فرمایا کہ آسمان کی جانب دیکھو۔ یہ بتاؤ کہ اس کا خالق کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ: بس اس سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ تمہارے ہر حال سے باخبر ہے۔ ایسے لوگوں کی صحبت میں رہنا چاہیے جو تمہاری عیادت کرے، جو تمہاری خطا معاف کرتا ہے اور حق بات تم سے کبھی نہ چھپائے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۰۶)

وفات سے قبل آپ نے وصیت کی تھی کہ: میری قبر میرے استاد کی قبر سے نیچی بنائی جائے۔ یہ وصیت ان کے استاد کے متعلق تھی جن سے آپ نے قرآن پاک پڑھا تھا۔

(قصے اللہ والوں کے، ص:۱۵)

عالم نزع میں اللہ اللہ وِردِ زبان تھا۔ اور موت سے قبل آپ نے فرمایا: اے اللہ! میں دنیا میں بربنائے غفلت تیری عبادت سے محروم رہا اور اب آخری وقت میں بھی تیری عبادت سے غافل ہوں اس کے باوجود بھی تیری رحمت کا متمنی ہوں۔ اور آپ کی روح اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۰۱۔ نفحات الانس، ص:۲۱۳)

جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا مرتبہ کامل طور پر بلند ہو تو اس کو چاہیے کہ ان سات چیزوں کو سات چیزوں سے اختیار کرے: (۱) فقر کو غنا پر۔ (۲) بھوک کو سیری پر۔ (۳) گراوٹ کو بلندی پر۔ (۴) ذلت کو عزت پر۔ (۵) تواضع کو تکبر پر۔ (۶) غم کو خوشی پر۔ (۷) اور موت کو زندگی پر۔ (نفحات الانس، ص:۱۹۵)

حضرت کی مزید وصیتیں

۱۔ دو باتیں یاد کر لے کافی ہیں؛ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ تیرے حال سے آگاہ اور جو کچھ تو کرتا ہے وہ دیکھتا ہے اور تیرے عمل سے بے نیاز ہے۔

۲۔ سچا عابد اور سچا عامل وہ ہے کہ تیغِ مجاہد سے تمام مرادات کا سر کاٹ لے، اور اس کی تمام

شہوات وتمنا محبتِ حق میں فنا ہوجائیں۔اور جو اللہ تعالیٰ کی آرزو ہو وہی اس کی بھی ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کی یہی نشانی ہے کہ خلق سے بھاگے۔ ادنی بات جو عارف کو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ملک و مال سے پرہیز کرے۔

۴۔ نیکوں کی صحبت کارِ نیک سے بہتر ہے اور بدوں کی صحبت کارِ بد سے بدتر ہے۔

(خزینہ معرفت، ص:۴۷)

۵۔ جس نے اپنی خواہشات ترک کیں وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ گیا۔

۶۔ ذکر کثرتِ عدد نہیں ہے بلکہ حضور بے غفلت کا نام ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کو دوست نہ رکھے۔ مردوں کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے دل نہ لگائیں۔

۷۔ حق تعالیٰ کی ذرہ بھر معرفت عارف کے دل میں وہ لذت بخشتی ہے کہ ایک لاکھ محل بہشت اعلیٰ کے اس عارف کو اس ذرہ بھر معرفت کے مقابل ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔

۸۔ دنیا دنیا داروں کے لیے غرور پر غرور، اور آخرت آخرت والوں کے لیے سرور پر سرور ہے، اور حق تعالیٰ کا عشق معرفت والوں کے لیے نور پر نور ہے۔

۹۔ جب عارف اور عاشقِ الٰہی خاموش ہوتا ہے تب اس کی آرزو یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بات کرے، اور جب آنکھیں بند کرتا ہے تو اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جب آنکھیں کھولے تو اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھے اور جب زانو پر سر ہوتا ہے تب اس کی یہ آرزو ہوتی ہے جب تک اسرافیل علیہ السلام صور نہ پھونکیں وہاں تک اللہ تعالیٰ کے دیدارِ مبارک کی اُمید میں سر نہ اُٹھائے۔

۱۰۔ علم اور اخبار یعنی حدیثِ مصطفیٰ ﷺ سیکھنا ایسے شخص سے چاہیے جو علم سے معلوم تک پہنچا ہو اور خبر سے مخبر یعنی نبی کریم ﷺ تک پہنچا ہو....اور جس شخص نے فخر کے واسطے علم پڑھا ہو اور اس علم سے رتبہ اور مرتبہ چاہتا ہو .... اس عالم سے پرہیز کرو کیونکہ وہ عالم ہر روز اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے بچھڑ جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا بِفَضْلِكَ الْعَظِيْمِ

۱۱۔ یہ بات ہو ہی نہیں سکتی کہ کوئی اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور اس پاک ذات کو دوست نہ رکھے، اور دیکھو یاد رکھو کہ معرفتِ الٰہی بغیر محبت اور عشق کے بے قدر اور بے فائدہ ہے۔

۱۲۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا اپنی زبان کو دوسرے کے ذکر میں نہیں کھولتا۔

۱۳۔ جن کو اللہ رب العزت دوست رکھتا ہے ان کو تین خصلتیں عطا فرماتا ہے؛ سخاوت دریا جیسی، شفقت آفتاب کے مانند اور تواضع زمین کی مانند۔

۱۴۔ حاجی لوگ جسم سے خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں اور بقا یعنی ہمیشہ کی زندگی کے خواستگار ہوتے ہیں اور اہلِ محبت اپنے دلوں سے عرشِ الٰہی کے گرد طواف کرتے ہیں اور دیدارِ الٰہی کے خواستگار ہیں۔

۱۵۔ ساری کوششیں مجاہدے میں صرف کر کے اللہ پاک کے فضل پر اپنی نظر رکھنا چاہیے نہ کہ اپنے فعل پر۔

۱۶۔ عارف باللہ وہ ہے کہ کوئی اس کے مشرب کو بگاڑ نہ سکے اور جو گندگی و گدلا پانی اس تک پہنچے صاف ہو جائے۔

۱۷۔ آگ ایسے شخص کے واسطے عذاب ہے کہ جو اللہ پاک کو نہیں پہچانتا لیکن اللہ پاک کا پہچاننے والا آگ کے واسطے عذاب ہے۔

۱۸۔ جس نے خواہشِ نفسانی کو ترک کیا وہ اللہ رب العزت سے جا ملا اور واصل بحق ہو گیا۔

۱۹۔ اگر ساری دولتیں اور نعمتیں کہ جو مخلوق کے واسطے ہیں وہ تمام کی تمام دولتیں اور نعمتیں تمھارے حوالے کر دیں تو بھی تم اس پر مائل نہ ہونا۔ اور اگر ساری بدبختیاں تمھارے سامنے آویں تب بھی نا امید نہ ہونا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کام کُنْ فَیَکُوْنُ ہے۔

۲۰۔ جس کم نصیب و بدبخت نے اپنے دل کو خوشیوں کی کثرت سے مردہ بنایا ہے وہ جب مرے اسے لعنت کے کفن میں لپیٹنا اور ندامت کی زمین میں دفن کرنا چاہیے۔ سبحان اللہ! اور جس شخص نے اپنے نفس کو خواہشوں کو روکنے سے مارا ہے وہ جب مرے تو اسے رحمت کے کفن میں لپیٹنا اور سلامتی کی زمین میں دفن کرنا۔

۲۱۔ عارف اور عاشقِ الٰہی کا دل اس چراغ کی مانند ہے جو صاف آئینہ کی قندیل کی طرح ہو کہ اس کی روشنی عالمِ ملکوت کو روشن کرتی ہے اور جب یہ حال ہے تو پھر اس کو تاریکی اور اندھیری سے کیا خوف۔

۲۲۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ فرض اور سنت کیا ہے؟ تو فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت فرض اور دنیا کا ترک کرنا سنت ہے۔

۲۳۔ بندہ کمال کے درجے کو اس وقت پہنچتا ہے جب عیبوں کو پہچانتا ہے اور مخلوق سے دل اُٹھا لیتا ہے۔ اس وقت حق تعالیٰ اس کو اس کی ہمت اور نفس سے دوری کے موافق اپنی قربت اور نزدیکی عطا فرماتا ہے۔

۲۴۔ ایک شخص نے خاص وصیت کی فرمائش کی تو فرمایا، آسمان کی طرف نظر کرو۔ اس نے اوپر نگاہ کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تو جانتا ہے اس آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، جس نے آسمان پیدا کیا ہے وہ ایسا زبردست ہے کہ تو جہاں کہیں ہوگا وہ تجھ سے واقف ہوگا۔ اس سے ڈرتا رہ۔

۲۵۔ علم ظاہری اور شریعت پاک کی فرمانبرداری اور پیروی سے میرے نزدیک کوئی چیز زیادہ دشوار نہیں ہے۔ (خزینہ معرفت، ص: ۵۱-۴۴)

۲۶۔ میری قبر میرے استاذ کی قبر سے نیچی بنائی جائے۔ یہ وصیت اُس استاذ کے متعلق تھی جن سے آپ نے قرآن پڑھا تھا۔ (اکابر کی عبرت انگیز وصایا: ۸۴)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی وصایا بنام شیخ سعدی

شیخ سعدیؒ نے فرمایا کہ:

مرا پیر دانائے فرخ شہاب — دو اندر ز فرمود بروئے آب

یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش — دوم آنکہ بر غیر بد بیں مباش

میرے مرشد شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے ساحلِ دریا پر مجھ سے یہ نصیحتیں فرمائیں:

خود بینی نہ کرنا، دوسروں کو برا نہ سمجھنا۔

نیک عمل کر، تکبر کے خطرے کے باوجود تکبر کے لیے استغفار کرتا رہ۔ قرآن مجید کو وساوس سے پاک ہوکر پڑھنے کی مشق کر۔ شکر اشرف الاعمال ہے لیکن اعمال کے مقابلے میں یہ کم پایا جاتا ہے۔ قلب کا اصل عمل شکر ہے، اعضاء والا کام اس سے نہ لو۔ قلوب، زمین پر اللہ پاک کے محبوب ہیں، وہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ یہ کلیتاً کسی چیز کے ساتھ ہوں، ان پر اللہ پاک کی نظر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں پر نہیں قلوب پر نظر رکھتا ہے۔ قلب اللہ پاک کی جانب ہو چاہے کسی خراب جگہ ہو، اس سے یہ اچھا ہے کہ بیت اللہ میں ہو اور دل غیر کی جانب ہو۔ طالب کو بچے سے بھی کلمہ نافع کے حاصل کرنے میں دریغ نہ ہو۔ اپنے نفس سے غافل نہ ہو۔ حب جاہ و مخلوق کی پسند کا خیال نہ کرنا، اللہ تعالیٰ کی پسند کے مقابلے میں اس سے بچو، مخلوق کے سامنے بننے سجنے سے بچو، مخلوق کو معتقد بنانے کے لیے اخلاق کا تقاضا ہے، اس کے دھوکہ سے بچو۔ خلوت اختیار کرو تاکہ دین آ جائے۔ شیخ کامل کے حاصل کرنے کے لیے خوب غور و خوض، استخارے اور دعاؤں کا اہتمام کرو۔ وصیت ہر شخص کی استعداد کے مطابق کرو، تقویٰ کی ابتدا کرو، اعضاء کو شرع کی منع کی ہوئی باتوں سے روکو، تب ہی یہ باطن کی طرف سرایت کرے گا۔ زہد کے حصول کے لیے ضروریات دنیا بقدر ضرورت رکھو۔

عام لوگوں کو شیخ کی وصیت:

عام اہل دنیا کے لیے میری وصیت یہ ہے کہ نماز کے تمام اعمال و اذکار میں دل و زبان کو جمع کرنے کی کوشش کریں۔ زبان و دل سے اللہ کے ذکر کی وصیت کرتا ہوں، خصوصاً راستوں کی مجلس و محفل اور کھانے اور وضو کے وقت۔ ذکر سے نماز میں وسوسے کم آتے ہیں۔ تمام دینی بھائیوں کو ہر وقت باوضو رہنے کی وصیت کرتا ہوں، یہ مراقبہ کہ حضور ﷺ کی مجلس مبارک میں بیٹھا ہوں، اس سے قول و فعل درست ہو جائیں گے۔

سب سے زیادہ نافع وصیت قیامِ لیل و تہجد ہے۔ موت کا دھیان رکھو۔ کوئی دن صدقہ کرنے سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ کوئی ہفتہ روزے سے خالی نہ ہو۔ کسی مسلمان کا ذکر ہو تو خیر کے ساتھ ہو۔

اپنے صاحبزادوں کو وصیت:

اے میرے پیارے بیٹے! تجھے اللہ و رسول اور والدین و مشائخ کے حقوق ادا کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ تلاوتِ قرآن ظاہراً و باطناً سراً و علانیہ، فہم و تدبر و تفکر، حزن و بکاء کے ساتھ کرتے رہنا۔ تمام احکام میں سب سے اوّل قرآن کی طرف رجوع کرنا، جاہل صوفیوں اور بدعات سے بچتے رہنا۔ اَمرد لڑکوں، اجنبی عورتوں سے بچنا، مالداروں اور عوام الناس سے اختلاط کم رکھنا۔ اپنے گناہوں پر روتے رہو۔ حلال روزی کھانا، یہ نیکیوں کی کنجی ہے۔ حرام روزی سے بچنا ورنہ قیامت میں تجھے آگ چھوئے گی۔ اللہ پاک کے سامنے ایک دن کھڑا ہونا ہے، اسے یاد رکھنا۔ سفر بھی کیا کر، تاکہ تیرا نفس پست ہو۔ ہر اچھے اور برے آدمی کا اکرام کر، تمام انسانوں پر رحم کر۔ لایعنی حرکات سے بچ، لوگوں سے سوال نہ کر۔

دوستی کے لیے ان پانچوں باتوں کو ملحوظ رکھ؛

کسی سے دوستی کرنے سے پہلے اس میں یہ پانچ خصلتیں دیکھ: مالداری پر فقر کو مقدم رکھنے والا ہو، جہالت کے مقابلے میں علم کو، علم کے مقابلے میں عمل کو، دنیا پر آخرت کو، دنیا کی عزت سے اللہ کے راستے کی ذلت کو مقدم رکھتا ہو۔

مشائخ کے یہاں مرید وہ ہے جو اللہ پاک سے طلب مزید کرتا رہے۔ شیخ کی اتباع ایسی کر جیسا بچہ ماں کی کرتا ہے۔ اپنے بڑوں کے مزاج کے خلاف فیصلوں سے دل میں بھی تنگی نہ آئے۔ اپنے نفس کا محاسبہ ہر فرض نماز کے بعد کر۔ اس کے ذریعے خطائیں کم ہونے لگیں گی۔ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، اس کے مراقبے کو قلب میں راسخ کرلو۔ بدسلوکی کرنے والے کو معاف کرو۔ اپنے کو حقارت سے دوسرے کو احترام سے دیکھو۔

جمعہ کا دن خاص طور پر آخرت کا دن بناؤ۔ دنیا کی اس میں آمیزش نہ ہونے دو۔ ہر پیر، جمعرات اور ہر قمری مہینے کے ۱۳/۱۴/۱۵ کے روزے رکھو۔ راستہ میں ذکر قلبی کرتے رہو، تاکہ قدم غفلت میں نہ اُٹھ سکے۔ آنکھ اور زبان کی حفاظت کرو۔ ان باتوں پر عمل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگتے رہو۔ نماز میں حالتِ نماز کے ہر عمل کی حفاظت کرو۔ دنیا سے زیادہ جلد زوال پذیر چیز نہیں دیکھی۔ موت و آخرت سے زیادہ قریب کوئی چیز نہیں

دیکھی۔تواضع کی زینت حاصل کرو۔بخل کی برائی سے اپنے کو بچاؤ۔قناعت میں سب کچھ ہے، اسے حاصل کرو۔لالچ میں تمام جہاں کی برائی دیکھی، حسد سے بچو یہ تمام شر کی جامع ہے، کوشش و جدوجہد میں توفیق کا مشاہدہ کیا، حریص محروم، طالب دنیا مغموم۔طاعتِ مخلوق میں ذلت وخواری ہے۔

عاقل وہ ہے جو آخرت کی طرف متوجہ ہے، طاعتِ الٰہی میں برکتِ رزق وعمر ہے۔ دنیا و آخرت کی کامیابی اتباعِ رسولؐ میں ہے، داخلۂ جنت اکلِ حلال میں ہے، تیرا کیا کیا ہونا چاہیے۔

زادِ راہ تقویٰ، پونجی افلاس، اخلاص سفر، انفاس مراحل ہوں، منزل قبر، ساتھی یقین، تدبیر عجز و انکساری، گھر خلوت ہو، مجلس مسجد ہو، درس حکمت ہو، نظر عبرت ہو، محافظ حیا ہو، عادت حسنِ خلق ہو، علم قناعت ہو، نصیحت کرنے والی قبریں ہوں، واعظ حوادثِ ایام ہوں، سماع تیرا ذکرِ موت، تیرا ہتھیار وضو ہو، تیری سواری پرہیزگاری، تیرا دشمن شیطان ہو، تیرا عدو نفس ہو، دنیا قید خانہ ہو، خواہشِ نفس داروغۂ جیل کے مانند، تیرا قلعہ دین، تیرا شعار شرع ہو، تیری محبوب کتاب اللہ ہو، تیری رفیق سنتِ رسول اللہؐ ہو، تیرا راس المال اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن، تیرا کام حضور ﷺ پر درود بھیجنا۔

اشیاء میں شریر ترین نفس ہے۔اس کے مددگار تکبر، حسد، چغلی، عاداتِ ذمیمہ ہیں۔نفس کو تقویٰ کی لگام لگادے، تواضع کی زنجیر میں جکڑ دے۔شرع کو اس کا قید خانہ، عبادت کو اس کا داروغہ بنادے۔ (وصایا، ص:۳۳-۳۶)

حضرت منصور الحلاجؒ کی وصیت

جب حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ کو پھانسی کی طرف لے جایا جارہا تھا تو بیٹے نے ہدایت طلب کی، آپ نے فرمایا کہ: دنیا ظاہری رسم و رواج کو دیکھتی ہے مگر تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اس کی پرواہ نہ کرنا۔ جب آپ کے جسم کو جلا کر راکھ کردیا گیا اور راکھ کو دریائے دجلہ میں ڈال دیا گیا تو پانی میں ایک جوش سا پیدا ہوا اور سطح آب پر کچھ نقوش سے بننے لگے، چنانچہ آپ کے خادم کو وہ وصیت یاد آئی جو آپ نے اپنی زندگی میں فرمائی تھی: جس وقت میری راکھ کو دجلہ

میں پھینکا جائے گا تو پانی میں ایسا جوش وطوفان پیدا ہوگا کہ پورا بغداد غرق ہوجائے گا لیکن جب یہ کیفیت ہو تو تم میری گدڑی دجلہ کو جا کر دکھا دینا۔

چنانچہ خادم نے آپ کی وصیت پر عمل کیا، تو پانی اپنی جگہ ٹھہر گیا اور تمام راکھ جمع ہوکر ساحل پر آ گئی۔ جس کو لوگوں نے نکال کر دفن کردیا۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۶۰، حضرت فریدالدین عطارؒ)

حضرت محمد واسع رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

آپ تبع تابعین، عالم و عارف، حضرت حسن بصریؒ کے معاصرین میں سے ہیں۔ آپ نے فرمایا: دنیا میں رہتے ہوئے زہد اختیار کرو اور حرص کو ترک کردو اور پوری مخلوق کو محتاج تصور کر کے کبھی کسی سے اپنی احتیاج کا ذکر نہ کرنا اور اگر تم ان چیزوں کے پابند رہوگے تو مستغنی ہوجاؤ گے اور اس نصیحت پر عمل کرنے والے کو دونوں جہان کی سلطنت حاصل ہوجائے گی۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص: ۳۳)

ایک دن حضرت مالک بن دینارؒ سے فرمایا کہ: دینار و درہم پر نظر ڈالنے سے یہ چیز زیادہ دشوار ہے کہ انسان اپنی زبان پر نگاہ رکھے اور کبھی کسی کو برا نہ کہے۔

ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے کو بہت مسرور دیکھ کر فرمایا: تم کس شئے پر نازاں ہوکر اس قدر خوش ہو، تمہاری ماں تو وہ عورت ہے جس کو میں نے دو سو درہم میں خریدا ہے اور تمہارا باپ اللہ کی مخلوق میں سب سے بدتر ہے۔ پھر بھلا تم کس چیز پر ناز کر رہے ہو۔ (ایضاً ص: ۳۴)

حضرت علی جرجانیؒ کی وصیت بشر حافیؒ کو

فقر کو پوشیدہ رکھ کر صبر اختیار کرو، اور خواہشاتِ نفسانی کو نکال پھینکو اور اپنے مکان کو قبر سے بھی زیادہ خالی رکھو تاکہ ترکِ دنیا کا رنج نہ ہو۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۷۵)

خضر علیہ السلام کی دعاء بشر حافی کو

اللہ تیرے لیے عبادت کو آسان کردے اور تیری عبادت کو تجھ سے بھی پوشیدہ رکھے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص: ۷۵)

حضورﷺ کی وصیت خواب میں بشر حافی کو

حضورﷺ نے فرمایا کہ امراء حصولِ ثواب کے لیے فقراء کی جو خدمت کرتے ہیں وہ تو پسندیدہ ہیں لیکن اس سے زیادہ افضل یہ ہے کہ فقراء کبھی امراء کے آگے دست سوال دراز نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ رکھیں۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۷۶)

حضرت سلیمان دارانیؒ کی وصایا

شکم سیری چھ قسم کی خرابیوں کو جنم دیتی ہے؛ اوّل عبادت میں دل نہ لگنا، دوم حکمت کی باتیں یاد نہ رکھنا، سوم شفقت کرنے سے محروم ہوجانا، چہارم عبادت کا بارِ خاطر بن جانا، پنجم خواہشاتِ نفسانی میں اضافہ ہونا، ششم پاخانہ سے اتنی مہلت نہ ملنا کہ مسجد میں جاکر عبادت کرسکے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۴۲)

جو چیز تجھ کو اللہ تعالیٰ سے باز رکھے وہ منحوس ہے اور جو تجھے دنیاوی اسباب میں مشغول کردے وہ تیری دشمن اور جو سانس حق تعالیٰ سے غفلت سے نکلے وہ ایک داغ ہے۔

(نفحات الانس، ص:۱۸۸)

حضرت فتح موصلی کو خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے حضرت فتح موصلی کو وصیت فرمائی: بہ نیت ثواب امراء کے لیے فقراء کی تواضع احسن ہے لیکن اس سے زیادہ احسن یہ ہے کہ فقراء امراء سے نفرت کریں۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۶۵)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تیس سال ابدالین سے نیاز حاصل کیا اور سب ہی نے یہ نصیحت کی کہ مخلوق سے کنارہ کش رہو، اور کم کھاؤ جس طرح مریض پر بلاوجہ کھانا پانی بند کردینے سے موت واقع ہوتی ہے اسی طرح علم وحکمت اور مشائخ کی نصیحت کے بغیر قلب مُردہ ہوجاتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۶۶)

مجھ کو تیس مشائخ نے وصیت کی کہ نوجوانوں کی صحبت سے بچتے رہنا۔

(نفحات الانس، ص:۲۸۸)

حضرت یحییٰ بن معاذ کی وصایا

آپ ایک لاکھ درہم کے مقروض ہوگئے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ قرض لے کر نمازیوں، حاجیوں، فقراء، صوفیاء، علماء کو دیدیا کرتے تھے۔ خواب میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اے یحییٰ! رنجیدہ نہ ہو کیونکہ تیرا غم مجھ کو غمگین کر دیتا ہے۔ چنانچہ حاکم ہری کی لڑکی کو حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور ادائیگی قرض کی ہدایت ملی، تو اس نے حضرت یحییٰ کو ساٹھ اونٹ دینار و درہم سے بھر کر آپ کے ہمراہ کر دیا۔

آپ نے صاحبزادے کو ہدایت کی کہ تمام قرض کی ادائیگی کے بعد جو رقم بچ جائے اس کو فقراء میں تقسیم کر دو کیونکہ میرے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات بہت کافی ہے۔ اس کے بعد آپ زمین پر سر رکھے ہوئے مشغولِ مناجات تھے کہ کسی نے ایسا پتھر مارا کہ آپ کا انتقال ہوگیا۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۷۶)

سچی محبت محبوب کی طاعت کا عمل ہے۔ (نفحات الانس، ص:۲۱۱)

حضرت حمدون بن قصارؒ کی وصیت عبداللہ بن مبارکؒ کو

آپ نے عبداللہ بن مبارک کو وصیت فرمائی: کبھی دنیا کے واسطے کسی پر غضبناک مت ہونا۔ اپنے بچوں کو آخری لمحہ میں وصیت فرمائی کہ: میں ان کی امارت سے زیادہ ان کی درویشی کے ضیاع سے خائف ہوں۔ اور عبداللہ بن مبارک کو دمِ مرگ یہ وصیت فرمائی کہ: مرنے کے بعد مجھ کو عورتوں میں دفن کرنا اور یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہوگئے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۸۶)

جو شخص سلف کے حالات دیکھے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ مردانِ الٰہی سے کس قدر پیچھے ہے۔ جس شخص میں تم کوئی اچھی عادت دیکھو تو اس سے الگ تھلگ نہ رہو کیونکہ اس کی قربت سے تم کو برکتیں حاصل ہوں گی۔ (نفحات الانس، ص:۲۱۸)

حضرت شاہ شجاع کرمانیؒ

جس شخص نے محارم سے اپنی آنکھوں کو بند کرلیا اور اپنے نفس کو شہوت سے روک لیا اور اپنے باطن کو تمام عمر مراقبہ اور دھیان میں گزارا اور اپنے ظاہر کو اتباع سنت کا پابند رکھا تو اس کی دانائی اور عقل کبھی خطا نہ کرے گی۔ نیز اہل فضل کا فضل اور صاحب ولایت کی ولایت اسی وقت تک قائم رہتی ہے جب تک وہ اپنے فضل وولایت کو فضل وولایت تصور نہیں کرتے۔

(نفحات الانس، ص:۲۴۹۔ تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۷۸)

سیّد الطائفہ سیّدنا جنید بغدادیؒ

قرآن وحدیث کی اتباع کرتے رہو اور جو ان کا متبع نہ ہو اس کی پیروی ہرگز نہ کرو۔ وساوسِ شیطانی سے نفس کے وساوس اس لیے شدید ترین ہوتے ہیں کہ وساوسِ شیطانی تو لاحول ولاقوۃ سے دور ہوجاتے ہیں لیکن نفس کے وساوس کا دور کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ انسان سیرت سے انسان ہوتا ہے نہ کہ صورت سے۔ جہنم میں جلنے سے زیادہ سخت اللہ سے غافل رہنا ہے، ترکِ دنیا اور گوشہ نشینی سے ایمان بھی سالم رہتا ہے اور آسودگی بھی حاصل ہوتی ہے۔ جس کا علم یقین تک، یقین خوف تک، خوف عمل تک، عمل ورع تک، ورع اخلاص تک، اور اخلاص مشاہدے تک نہیں پہنچتا وہ ہلاک ہوجاتا ہے۔ جو زبان حق جل مجدہ کے ذکر سے غافل ہو، اس کا گونگا ہونا بہتر ہے۔ اور جو کان حق کی بات سننے سے قاصر ہو اس کا بہرا ہونا اچھا ہے اور جو جسم عبادت سے محروم ہو اس کا مُردہ ہوجانا افضل ہے۔

چار ہزار خدا رسیدہ بزرگوں کا یہ قول ہے کہ عبادتِ الٰہی اس طرح کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خیال تک نہ آئے...... صوفی وہ ہے، جو حضرت ابراہیمؑ سے خُلّت، حضرت اسمٰعیلؑ سے تسلیم، حضرت داؤدؑ سے غم، حضرت ایوبؑ سے صبر، حضرت موسیٰؑ سے شوق اور حضور اکرم ﷺ سے اخلاص کا درس حاصل کرے۔

ذکرِ الٰہی سے ایک لمحہ کی غفلت بھی ہزار سالہ عبادت سے بدتر ہے کیونکہ ایک لمحہ کی غیر حاضری کی گستاخی کو ہزار سالہ عبادت ملیامیٹ نہیں کرسکتی۔ اولیاء کے لیے نگرانی نفس سے

زیادہ دشوار کوئی کام نہیں۔ اشغال دنیاوی ترک کردینے کا نام عبودیت ہے۔ اخلاص یہ ہے کہ اپنے بہترین اعمال کو قابلِ قبول تصور نہ کرتے ہوئے نفس کو فنا کرڈالے۔ حجابات چھ ہیں: تین عام بندوں کے لیے: (۱) نفس، (۲) مخلوق، (۳) دنیا۔ خواص کے لیے: (۱) عبادت، (۲) صبر، (۳) کرامات پر اظہارِ فخر۔

دمِ مرگ آپ نے فرمایا وضو کرادو۔ وضو کرانے والے اُنگلیوں کے درمیان خلال کرانا بھول گئے تو آپ کی یاددہانی پر خلال کرایا گیا۔ پھر آپ مسجد میں سر رکھ کر گریہ وزاری میں مشغول ہوگئے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ اس قدر عبادت کے باوجود روتے کیوں ہیں؟ فرمایا: میں اس وقت سے زیادہ کبھی محتاج نہیں تھا۔ پھر تلاوت قرآن مجید میں مصروف ہوکر فرمایا کہ: اس وقت قرآن سے زیادہ میرا کوئی مونس و ہمدم نہیں اور اس وقت میں اپنی عمر بھر کی عبادت کو ہوا میں اس طرح معلق دیکھ رہا ہوں کہ جس کو تیز و تند ہوا کے جھونکے ہلا رہے ہیں اور مجھے یہ علم نہیں کہ یہ ہوا فراق کی ہے یا وصال کی اور دوسری طرف فرشتہ اجل اور پل صراط ہے اور میں عادل قاضی پر نظریں لگائے ہوئے اس کا منتظر ہوں کہ نہ جانے مجھ کو کدھر جانے کا حکم ہو۔ اسی طرح آپ نے ستر آیات سورۂ بقرہ کی تلاوت فرمائیں۔ پھر اپنی اُنگلیوں پر وظیفہ خوانی شروع کردی۔ جب داہنے ہاتھ کی شہادت کی اُنگلی پر پہنچے تو اُنگلی آسمان کی جانب بلند کرتے ہوئے 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' کی تلاوت کی اور حضورِ حق میں حاضر ہوگئے اور روح پرواز کرگئی۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۲۰۲)

شیخ ابوبکر عطوفی کو حضرت جنید بغدادی کی وصیت:

اگر تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو صوفیہ کا معتقد ہے اور ان کی باتیں قبول کرتا ہے تو اس سے یہ ضرور کہنا کہ وہ مجھے دعا میں یاد رکھے۔ (نفحات الانس، ص:۳۹۶)

حضرت یوسف اسباطؒ

اپنے سے سب کو بہتر جاننے کا نام تواضع ہے اور متواضع وہ ہے جو احکامِ شرعیہ پر عمل پیرا رہتے ہوئے مخلوق سے نرمی کا برتاؤ کرے۔ ذکرِ الٰہی کے ساتھ غصہ کو ختم کرے، امراء کے ساتھ

تکبر سے پیش آئے۔

توبہ کی دس علامتیں ہیں: ۱-دنیا سے بعد اختیار کرنا۔ ۲-ممنوعات سے احتراز کرنا۔ ۳-اہل تکبر سے ربط وضبط نہ رکھنا۔ ۴-صحبتِ متواضع اختیار کرنا۔ ۵- نیک لوگوں سے رابطہ رکھنا۔ ۶-توبہ پر ہمیشہ قائم رہنا۔ ۷-بعد از توبہ گناہ نہ کرنا۔ ۸-حقوق کی ادائیگی کرتے رہنا۔ ۹-غنیمت طلب کرنا۔ ۱۰- قوت کو زائل کرنا۔

زہد کی دس علامتیں ہیں: ۱- موجود شئے کو چھوڑ دینا۔ ۲-مقررہ خدمت بجالانا۔ ۳-خیرات کرتے رہنا۔ ۴-صفائے باطنی حاصل کرنا۔ ۵-اعزہ کی عزت کرنا۔ ۶- دوستوں کا احترام کرنا۔ ۷- مباح اشیاء میں بھی زہد سے کام لینا۔ ۸- آخرت کا نفع طلب کرنا۔ ۹-آسائش میں کمی کرتے رہنا۔ ۱۰- ....(تلاش کے باوجود دسویں علامت نہ مل سکی۔)

ورع کی بھی دس قسمیں ہیں: ۱- متشابہات میں تدبر سے کام لینا۔ ۲-شبہات سے احتراز کرنا۔ ۳- نیک و بد میں تمیز کرنا۔ ۴-فکر و غم سے دور بھاگنا۔ ۵-سود و زیاں سے بے نیاز رہنا۔ ۶- رضائے الٰہی پر قائم رہنا۔ ۷-امانت کا تحفظ کرنا۔ ۸-مصائب دوراں سے روگرداں رہنا۔ ۹- آفات و پُرخطر چیزوں سے کنارہ کش رہنا۔ ۱۰-فخر و تکبر کو خیر باد کہہ دینا۔

صبر کی دس علامتیں ہیں: ۱-نفس کو روکنا۔ ۲- درس کو محفوظ رکھنا۔ ۳- طالبِ امن رہنا۔ ۴- بے صبری کو ترک کر دینا۔ ۵-قوتِ تقویٰ طلب کرنا۔ ۶- عبادات کی نگرانی کرنا۔ ۷-واجبات کو حد تک پہنچانا۔ ۸- معاملات میں صداقت اختیار کرنا۔ ۹-مجاہدات پر قائم رہنا۔ ۱۰-اِصلاحِ معصیت کرتے رہنا۔

مراقبہ کی چھ علامتیں ہیں: ۱- اللہ کی پسندیدہ شئے کو مرغوب رکھنا۔ ۲-اللہ کے ساتھ نیک عزم، حسن ظن قائم رکھنا۔ ۳- قلت و کثرت کو منجانب اللہ تصور کرنا۔ ۴- اللہ کے ساتھ راحت و سکون حاصل کرنا۔ ۵- مخلوق سے احتراز کرنا۔ ۶- اللہ سے محبت کرنا۔

صدق کی چھ علامتیں ہیں: ۱- قلب و زبان کو درست رکھنا۔ ۲- قول و فعل میں مطابقت قائم رکھنا۔ ۳- اپنی تعریف کی خواہش نہ کرنا۔ ۴-حکومت اختیار نہ کرنا۔ ۵- دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دینا۔ ۶- نفس کی مخالفت کرنا۔

توکل کی دس علامتیں ہیں: ۱- اللہ کی ضمانت شدہ اشیاء سے سکون حاصل کرنا۔ ۲- جو کچھ میسر آ جائے اس پر شاکر رہنا۔ ۳- مصائب پر صبر کرنا۔ ۴- ارکان پر پابندی کے ساتھ عمل کرنا۔ ۵- بندوں کی طرح زندگی گزارنا۔ ۶- غرور سے احتراز کرنا۔ ۷- اختیارات کو معدوم کر دینا۔ ۸- مخلوق سے اُمید وابستہ نہ کرنا۔ ۹- حقائق پر قدم رکھنا۔ ۱۰- دقائق حاصل کرتے رہنا۔

اُنس کی پانچ علامتیں ہیں: ۱- ہمیشہ گوشہ نشین رہنا۔ ۲- مخلوق سے وحشت زدہ رہنا۔ ۳- خالق کو ہر لمحہ یاد رکھنا۔ ۴- مجاہدات میں سکون اختیار کرنا۔ ۵- اطاعت پر عمل پیرا رہنا۔

بات کہنے سے قبل غور کر لینا ضروری ہے۔ زبان سے بری بات نہ نکالو۔ کانوں سے بری بات نہ سنو۔ زنا سے کنارہ کش رہو۔ حلال رزق استعمال کرو، دنیا کو خیرآباد کہہ دو، موت کو پیش نظر رکھو۔

شوق کی پانچ علامتیں ہیں: ۱- عیش و راحت میں موت کو نہ بھولنا۔ ۲- خوشی کے دوران بھی زندگی کو غنیم تصور کرنا۔ ۳- ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا۔ ۴- زوالِ نعمت پر اظہار تاسف کرنا۔ ۵- مشاہدات کی حالت میں مسرور رہنا۔ (ماخوذ از تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۲۴)

حضرت ابو محمد مرتعشؒ

جو اعمال کو جہنم سے ذریعۂ نجات تصور کرتا ہے وہ فریبِ نفس میں مبتلا ہے اور جو فضلِ الٰہی سے اُمید رکھتا ہے وہ جنتی ہے۔ جو اسباب و وسائل پر اعتماد رکھتا ہے مسبّب الاسباب حق جل مجدہ کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ ترکِ دنیا و ترکِ نفس سے اللہ کی دوستی نصیب ہوتی ہے۔

آخری وصیت آپ نے کی کہ تم لوگ مجھ سے افضل شخص کی صحبت اختیار کر لو اور مجھے اپنے سے افضل کے لیے چھوڑ دو۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۲۸)

حضرت ابوعبداللہ محمد بن فضلؒ

تین چیزیں شقاوت کی علامت ہیں: اول علم بے عمل۔ دوم عمل بے اخلاص۔ سوم بزرگوں کی تعظیم سے محرومی۔ سینہ کی صفائی سے حق الیقین پیدا ہوتا ہے، اس کے بعد علم الیقین، اس کے بعد عین الیقین اور عین الیقین ہی صفائی صدر کا ذریعہ ہے۔ اسلام کے لیے چار چیزیں مہلک ہیں: اول علم بے عمل، دوم عمل بے علم، سوم جس سے واقف نہ ہو اس کی جستجو کرنا، چہارم جو

شئے حصولِ علم سے باز رکھے۔

اہلِ معرفت کو احکامِ الٰہی پر عمل پیرا ہونا، اور سنتِ نبوی کا متبع ہونا ضروری ہے۔ محبت ایثار کا نام ہے جس کی چار قسمیں ہیں: اول ذکرِ الٰہی پر مداومت، دوم ذکرِ الٰہی سے رغبت، سوم دنیا سے کنارہ کشی، چہارم اللہ کے سوا ہر شئے سے اجتناب۔ (تذکرۃ الاولیا، ص: ۲۲۹)

سب سے زیادہ عارف باللہ (خداشناس) وہ شخص ہے جو ان عارفوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں مجاہدہ کرتا ہے اور سنتِ نبوی ﷺ کا ان میں زیادہ متبع ہے۔

(نفحات الانس، ص: ۲۹۲)

حضرت شیخ محمد بن المعروف بہ حکیم ترمذیؒ

قیامت میں حقوق العباد کا مواخذہ نہ ہونے کا نام تقویٰ ہے۔ صاحبِ عزت وہی ہے جس کو گناہوں نے ذلیل نہ کیا ہو، اور آزاد وہ ہے جس کو حرص نہ ہو۔ امیر وہ ہے جس پر ابلیس قابض نہ ہو۔ دانشمند وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے نفس کا مخالف ہو۔ اللہ تعالیٰ سے خائف رہنے والا اسی کی طرف رجوع ہوتا ہے حالانکہ جس شئے سے خوف پیدا ہو اس سے دور رہا جاتا ہے۔ سو بھیڑیے بکریوں کے گلّے کو اتنا پریشان نہیں کرتے جتنا ایک شیطان پوری جماعتوں کو تباہ کردیتا ہے اور سو شیاطین سے زائد مکّار نفس ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۳۴)

بے گناہ و بری پر بہتان و تہمت لگانا سات آسمان کے وزن سے زیادہ بھاری ہے۔ اور حق کو قبول کرنا زمین کی وسعت سے زیادہ صاحبِ ظرف کا عمل ہے۔ اور قانع کا قلب سمندر کی بے نیازی سے بہتر ہے یعنی سمندر میں کتنی ہی گندگی چلی جائے سمندر کو کوئی پرواہ نہیں، سب کا صفایا کردیتی ہے اور کافر کا قلب پتھر سے زیادہ سخت ہے۔ اور حریص و لالچی کا طمع آگ سے زیادہ جلانے والا خطرناک ہے اور حق جل مجدہ کی اطاعت کا سکون وطمانیت، راحت ومسرت زمہریر سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ (تقویم)

چھ چیزیں قلب کو مردہ و بے جان کردیتی ہیں: (۱) گناہ پر گناہ کرنا یعنی مسلسل گناہ کرنا، (۲) عورتوں اور بے وقوفوں سے جنگ وجدال، (۳) احمق کے ساتھ نشست و برخاست رکھنا،

(۴) مردہ دلوں یعنی متکبرین و غافلین کی ہم نشینی اختیار کرنا، (۵) ظالم و جابر حکمراں کی صحبت میں رہنا، (۶) دنیادار علماء کی مجلس میں جانا۔ (تقویم)

شیخ ابوبکر ورّاق ترمذیؒ

کسی نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا: دولت کی قلّت دین و دنیا دونوں میں مفید ہے اور زیادتی دونوں جگہ مضر ہے۔ تمام برائیوں کی جڑ صرف نفس ہے۔ مخلوق کا مخلوق سے میل ملاپ بہت ہی عظیم فتنہ ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص: ۲۳۶)

دنیا کے لوگ تین طرح کے ہیں: ایک امراء، دوم علماء، سوم فقراء۔ جب امراء بگڑ جاتے ہیں تو رعایت کی معاشی اور کسبی حالت بگڑ جاتی ہے۔ جب علماء میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو عبودیت و بندگی اور شریعت کے دستور بگڑ جاتے ہیں اور جب فقراء بگڑ جاتے ہیں تو لوگوں کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ امراء کا بگاڑ ظلم سے ہے، علماء کا بگاڑ طمع سے ہے اور فقراء کی خرابی ریا سے ہے۔
(نفحات الانس، ص: ۳۰۱)

شیخ عبداللہ خفیفؒ

انتقال کے وقت خادم کو یہ وصیت فرمائی کہ موت کے بعد میرے ہاتھ میں رسّی باندھ کر اور گلے میں طوق ڈال کر قبلہ رو بٹھا دینا تاکہ اسی طرح سے شاید میری مغفرت ہو جائے۔
موت کے بعد جب خادم نے وصیت پر عمل کرنے کا قصد کیا تو نداء غیبی آئی کہ او بے ادب! کیا تو ہمارے محبوب کو رسوا کرنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر اس نے وصیت پر عمل کرنے کا قصد ترک کر دیا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۵۱)

شیخ عبداللہ خفیفؒ کو ایک ولی نے وصیت کی تھی: ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھو جو تمھیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتے رہیں اور زبانی نہیں بلکہ صحیح معنوں میں عمل پر کھڑا کر دیں۔

شیخ ابوبکر واسطیؒ

انتقال کے وقت جب لوگوں نے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ارادت کو نگاہ میں رکھو اور اپنے اوقات وانفاس کی نگہداشت کرو۔ اس کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔
(تذکرہ، ص:۲۷۰)

اللہ تعالیٰ نے تم سے جو کچھ طلب کیا ہے اس کو اپنے دل میں محفوظ رکھو، اس کو نہ بھولو، اوامر ونواہی پر عمل پیرا رہو۔ (نفحات الانس، ص:۳۳۴)

شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن شہریار گازرونیؒ

انتقال کے وقت آپ نے مریدین سے فرمایا کہ میں بہت جلد دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں، اس لیے تمھیں چار نصیحتیں کرتا ہوں، انھیں سن کر ان پر عمل پیرا رہنا، اول یہ کہ میرے بعد میرے جانشین کی اطاعت کرنا۔ دوم صبح کو روزانہ تلاوتِ قرآن پاک کرتے رہنا۔ سوم مسافر کی اچھی طرح مدارات کرنا، چہارم یہ کہ باہم پیار ومحبت سے رہنا۔ آخری وصیت یہ کی کہ وہ رجسٹر جس میں میرے ارادت مندوں کے نام درج ہیں اس کو میرے ساتھ قبر میں رکھ دینا۔
(تذکرۃ، ص:۲۸۱)

حضرت خواجہ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ

ایسا دل پیدا کرو جس میں صرف اسی کی یاد ہو، صوفی جبہ ودستار اور مصلّٰی سے صوفی نہیں ہوتا، نہ رسم وعادت سے صوفی ہوتا ہے، صوفی وہ ہے جو خود کچھ نہ ہو۔ نیستی یہ ہے کہ ہستی کی ضرورت باقی نہ رہے، ایسے شخص کی صحبت اختیار نہ کرو کہ کسی چیز کے بارے میں تم تو کہو کہ اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور وہ شخص کہے کہ فلاں شخص نے دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا وارث وہ شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ کے فعل کی پیروی کرے، وہ نہیں جو کاغذ سیاہ کرے (عالم بے عمل)۔ دلوں میں سب سے زیادہ روشن دل پیدا کرو جس میں مخلوق کا گزر نہ ہو، سب سے بہتر کام کرو جس میں مخلوق کا ڈر نہ ہو، اور سب سے بہتر ساتھی کی صحبت اختیار کرو جس کی زندگانی اللہ تعالیٰ کے ساتھ

بسر ہوتی ہو۔

وفات کے وقت آپ نے فرمایا کہ: کاش میرا قلب چیر کر مخلوق کو دِکھایا جاتا تا کہ ان کو معلوم ہوجاتا کہ اللہ کے ساتھ بت پرستی درست نہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۵۳۲)

پھر لوگوں کو وصیت فرمائی کہ: مجھے زمین سے تمیں گز نیچے دفن کرنا کیونکہ یہ سرزمین بسطام کی سرزمین سے زیادہ بلند ہے اور یہ سوءِ ادبی کی بات ہے کہ میری قبر حضرت بایزید بسطامی کے مزار سے اونچی ہوجائے، چنانچہ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء: ۳۰۸)

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کی وصیت بنام محمود غزنویؒ

۱۔ اے محمود! چار چیزوں کا خیال رکھو (۱) اوّل جو چیز کہ شریعت نے منع کی ہو اس سے پرہیز کرو۔ (۲) دوم نماز باجماعت پڑھو۔ (۳) سوم سخاوت کرو۔ (۴) چہارم حق تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت اور مہربانی کرو۔

۲۔ عام ارشادات و نصائح میں تین چیزوں کی غایت کو نہ جانا؛ ایک آنحضرت محمد ﷺ کے مراتب اور درجوں کی غایت و نہایت کو۔ دوسرے نفس کے مکر کے درجے کی غایت و نہایت کو۔ تیسرے معرفت کی غایت اور نہایت کو۔

۳۔ میں نے عافیت تنہائی میں پائی اور سلامتی خاموشی میں۔

۴۔ حق تعالیٰ کے روئے زمین پر ایسے بندے ہیں کہ توحید کی قوت سے ان کے دل میں ایک ایسی تجلی روشن ہے کہ اگر عرشِ اعلیٰ سے تحت الثریٰ تک جو کچھ ہے اس تمام موجودات پر اگر وہ تجلی روشن ہوجائے تو وہ تجلی سب کو اس طرح جلا ڈالے جس طرح مرغ کے پیروں کو آگ جلاتی ہے۔

۵۔ جو کچھ اولیاء اللہ کے اندر ہوتا ہے اگر اس میں سے ذرہ کے برابر اُن کے لبوں سے باہر آجائے تو تمام زمین و آسمان کی مخلوق گھبرا جائے۔

۶۔ دوست جب کہ اپنے دوست کے پاس حاضر ہوتا ہے تو خود سے فراموش ہوکر اپنے دوست کو دیکھتا ہے۔

۷۔ جوان مردوں کی آنکھیں عالمِ غیب پر لگی رہتی ہیں تا کہ عالمِ غیب سے وہ چیزیں اُن کے

دل پر نازل ہوں جس چیز کا ذائقہ انبیاء و اولیاء نے چکھا ہے اور یہ بھی اس مبارک چیز کا ذائقہ چکھیں۔

۸۔ فرشتے تین جگہ اولیاء اللہ سے ہیبت اور دہشت رکھتے ہیں؛ ایک ملک الموت نزع کے وقت، دوسرے کراماً کاتبین لکھنے کے وقت میں، تیسرے منکر نکیر سوال کے وقت میں۔

۹۔ زندگانی اس طرح بسر کرو کہ کراماً کاتبین کو واپس بھیج دو۔ اگر اس طرح نہیں کرسکتے ہو تو اس طرح زندگانی ضرور بسر کرو کہ رات کے وقت تو ان کے ہاتھ سے دیوان لے لو۔ اور جس کو چاہو مٹا دو۔ اور جس کو چاہو لکھ دو۔ اور اگر یہ بھی نہیں کرسکتے تو سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ایسے تو بن جاؤ کہ جب فرشتے حق تعالیٰ کے حضور میں واپس لوٹ کر جائیں تو عرض کریں کہ اس نے نیکی کی ہے اور بدی سے باز رہا ہے۔

۱۰۔ حق جل جلالہ ہر مومن کو چالیس فرشتوں کی ہیبت اور رعب عطا کرتا ہے اور یہ کمتر درجہ ہے، اور اس ہیبت کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتا ہے تا کہ خلقت ان سے ملے جلے۔

۱۱۔ جو دل اللہ تعالیٰ کے درد میں مبتلا ہوا - سبحان اللہ - وہ دل تو نہایت ہی مبارک دل ہے، اس لیے کہ اس درد کی شفاء بھی اللہ تعالیٰ ہے۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کوئی اپنی زندگی بسر کرتا ہے، تو دیکھنے کے قابل جو چیزیں ہیں ان سب کو دیکھتا ہے اور جو سننے کے قابل باتیں ہیں ان سب کو سنتا ہے، اور کرنے کے لائق جو کام ہیں ان سب کو کرتا ہے اور جاننے کے لائق جو باتیں ہیں ان سب کو جانتا ہے۔

۱۳۔ جواں مردی ایک ایسا دریا ہے کہ تین چشمے اس سے جاری ہیں: ایک سخاوت، دوسرا اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت، تیسرا خلق سے بے پرواہی اور خالق سے پرواہ اور آشنائی۔

۱۴۔ آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے دل کے نور حضور پُرنور ﷺ ایسے بے نہایت اور معرفتِ الٰہی کے دریا تھے کہ اگر ایک قطرہ اس دریا سے باہر آتا تو تمام عالم اور دنیا اور دنیا کے رہنے والے غرق ہو جاتے.... اور جس قافلے میں ابوالحسن ہے اس قافلے کا مقدمہ اور پیشتر اللہ ربّ العزّت ہے اور ربّ العزّت کے بعد میرے سردار اور میرے پیشوا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان دونوں کے درمیان کلام مجید اور سنت رسول ﷺ ہے اور اس

کے بعد متابعت صحابہ کرام وفقہائے عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین الی یوم القیامۃ۔
وہ لوگ بہت ہی بانصیب ہیں جو اس مبارک قافلے میں ہوتے ہوئے ان کے دل مبارک حضرات سے ایک دوسرے کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔

۱۵۔ اور جب تو نیکیوں کا ذکر کرتا ہے تو اس وقت ایک سفید نورانی ابر آتا ہے اور نیکیوں کے ذکر کرنے والے پر اس نورانی ابر سے رحمت برستی ہے۔
اور جب اللہ جل جلالہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک ہرا ابر چڑھ کر آتا ہے اور اُس اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والے پر اس ہرے ابر سے عشق برستا ہے اور اس ذاکر کا دل اور دل کی کھیتی ہری بھری ہو جاتی ہے۔

۱۶۔ دین کو شیطان سے اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا کہ دو آدمیوں سے نقصان پہنچتا ہے؛ ایک تو اس عالم سے کہ جو حرص رکھتا ہو اور دوسرے اس زاہد سے جو بے علم ہو۔

۱۷۔ بہت روؤ اور کم ہنسو، اور بہت خاموش رہو، کم بولو اور بہت داد و دہش کرو اور کم کھاؤ اور کم سوؤ۔

۱۸۔ ٹاٹ پہنے اور مرقع رکھنے والے بہت ہیں لیکن اس پاک ذات کے یہاں تو دل کی سچائی اور اخلاصِ عمل کو دخل ہے اور نہ ہر دغا باز کو۔ کیونکہ اگر ٹاٹ پہننے اور جو کی روٹی کھانے ہی پر صوفی بننا منحصر ہے تو ضروری ہے کہ تمام اون والے اور جو کھانے والے جانور سب کے سب صوفی ہوتے۔

۱۹۔ اپنی ساری عمر میں ایک بار بھی تو نے اپنے اللہ پاک کو ناخوش کیا ہو تو تجھے لازم ہے کہ باقی ساری عمر اس کی معذرت میں روتا رہے کیونکہ اگر معاف بھی کر دے تب بھی یہ حسرت کا داغ نہ ہٹے گا.... ہائے! میں نے اپنے عظیم رب جل جلالہ واعظم شانہ کو کیوں ناراض کیا!

۲۰۔ عالم علم کو اختیار کرتا ہے، اور زاہد زہد کو اختیار کرتا ہے اور عابد عبادت کو اختیار کرتا ہے اور یہ لوگ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ مگر خبردار ہوشیار ہو جاؤ اور میری اس بات کو دل کے کانوں سے سن لو کہ تم تو سوائے کسی پاکی کے کسی چیز کو پسند نہ

کیے جیو۔اور پاکی کو ہی اللہ رب العزت تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھو۔کیونکہ اس کی ذات پاک ہے۔وہ تو پاکی کو ہی پسند کرے گا۔اللہ بس، اللہ بس، اللہ بس، باقی ہوس۔

۲۱۔ میرا نہ تن ہے اور نہ دل ہے اور نہ زبان ہے۔میری ان تینوں چیزوں پر تو اللہ ہی اللہ ہے اور میرے لیے نہ دنیا ہے نہ آخرت ہے۔میرا تو معشوق اللہ ہی اللہ ہے۔

۲۲۔ صدق یہ ہے کہ دل باتیں کرے یعنی وہ بات کہے کہ جو دل میں ہو جو کچھ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے کرے وہ اخلاص، جو خلق کے واسطے کرے وہ ریا ہے ....ایسے آدمی کے پاس مت بیٹھو کہ تم اللہ کہو اور وہ کچھ اور کہے ... اور اندوہ پیدا کرو کہ تیری آنکھ سے پانی نکلے کیونکہ اللہ تعالیٰ بندۂ گریاں اور بریاں کو دوست رکھتا ہے۔

۲۳۔ جس دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور ہو وہ دل مردہ ہے، اگرچہ سراپا طاعت ہی ہو۔

۲۴۔ اللہ تعالیٰ کی دوستی اس شخص کے دل میں نہیں ہوتی جس کو خلق پر شفقت نہیں ہوتی۔

۲۵۔ بہت سے آدمی ایسے ہیں جو زمین پر چلتے ہیں مگر وہ مردہ ہیں۔اور بہت سے ایسے ہیں جو زمین کے اندر سوئے ہوئے ہیں مگر وہ زندہ ہیں۔جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی حلاوت ولذت نہ چکھی اور دنیا سے چلا گیا وہ گویا تمام بھلائی اور آرام سے محروم گیا۔

(خزینۂ معرفت، ص: ۵۳ تا ۶۵)

حضرت ابوالحسن بوشنجی

اخلاص وہی ہے جس کو نہ نکیرین درج کرسکیں نہ ابلیس تباہ کرسکے اور نہ مخلوق کو اس سے واقفیت ہو۔یہ ایقان رکھنا کہ مقدرت سے کم رزق نہیں مل سکتا، عین توکل ہے۔جو خود کو صاحب عزت تصور کرتا ہے حق جل مجدہ اس کو ذلیل کرتا ہے۔بندہ کو چاہیے کہ ہر فتنہ پر نظر رکھے۔

(تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۳۱)

حضرت ابوبکر شبلیؒ

تمہارے پاس جو وقت کا سرمایہ ہے اس کو حضورِ حق کے حضوری و نیاز میں صَرف کردو۔ کل یہی سرمایہ بس تمہارے پاس ہوگا۔ہمیشہ اس سرمایۂ ناز سے تعلق رکھنا چاہیے۔اسی سرمایۂ نیاز

کو یہاں سے ساتھ لے جانا چاہیے کہ کل قیامت میں منافقوں سے کہا جائے گا:

﴿اِرْجِعُوْا وَرَآئَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا﴾ (سورۂ حدید، آیت:۱۳)

ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو۔

یہ وقت جو اَب تمہارے پاس موجود ہے یہی وہاں موجود ہوگا۔ بس اس وقت سراپا نیاز بن جاؤ۔ (نفحٰت الانس، ص:۳۸۷)

حالتِ نزع کے اضطراب میں فرمایا: اس وقت ایک کرم کی دوسری قہر کی ہَوا چل رہی ہے۔ جن پر کرم کی ہَوا چلی ان کو منزلِ مقصود تک پہنچا دیا، اور جن پر قہر کی ہَوا چلی، وہ لوگ راستے ہی میں رہ گئے۔ اور اس قسم کے حجابات ان کے سامنے آ گئے کہ وہ منزل تک نہ پہنچ سکے لیکن مجھے یہ اضطراب ہے کہ میرے اوپر کون سی ہَوا چلنے والی ہے۔ اگر مجھے یہ علم ہو جائے کہ کرم کی ہَوا چلے گی تو میں اُمیدِ کرم میں تمام نامرادیوں کو بخوشی برداشت کر سکتا ہوں، اور اگر خدانخواستہ قہر کی ہَوا چل گئی تو ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے سامنے تمام مصائب ہیچ ہیں۔

انتقال کے وقت آپ نے فرمایا کہ: مجھ کو وضو کرا دو، چنانچہ وضو کراتے ہوئے ڈاڑھی کا خلال بھول جانے پر آپ نے متنبہ کیا اور اعادہ کرایا۔

وفات کے وقت آپ نے دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

جس گھر میں تو قیام پذیر ہو جائے، اس کو چراغ کی حاجت نہیں ہوتی، تیرا حسین چہرہ ہی ہمارے لیے حجت ہے، اس دن کے لیے جب لوگ حجتیں پیش کریں گے۔ (تذکرہ، ص:۳۲۱)

اس کے بعد آپ کی زبان مبارک پر ''میں اپنے محبوب سے مل گیا'' جاری ہوا اور حضورِ حق میں حاضر ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۳۲۱)

حضرت ابو اسحٰق ابراہیم شیبانیؒ

ہر لمحہ اللہ کو یاد کرتے رہو، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر ہر لمحہ موت کو یاد کرو۔ (تذکرہ، ص:۳۳۷)

حضرت ابوبکر صیدلانیؒ

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو کارخانہ حکمت بنایا ہے اور ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق فیوض سے

بہرہ ور ہوتا ہے، انسان کے لیے حق جل مجدہ کی صحبت اختیار کرنا بہت ضروری ہے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو اللہ کے دوست ہوں، تا کہ اس کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا کر دونوں عالم کی مرادیں پوری کرواسکیں۔ عالم، اوامر ونواہی کی پابندی کے ساتھ اپنے علم کی روشنی میں جہالت کی تاریکیوں سے دور ہو جاتا ہے۔لیکن جوعلوم حق تعالیٰ سے جدا کردیں ان کی جانب کبھی متوجہ نہ ہونا چاہیے، اس لیے کہ ان کا حصول تباہی و بربادی کا باعث بن جاتا ہے۔جس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین صدق اختیار کیا وہ مخلوق سے چھٹکارا پا گیا۔حق تعالیٰ نے جس قدر مخلوقات تخلیق فرمائی ہیں اسی قدر اپنی جانب آنے کی راہیں بھی بنائی ہیں اور ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق کسی ایک راستے پر گامزن ہو کر اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرلیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ ہم نشینی اختیار کرتے ہوئے مخلوق سے رابطہ کم کردو۔ دوسروں کو اپنے سے افضل تصور کرو، ہر بندے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اپنی تمام حرکات وسکنات کو اللہ تعالیٰ کیلئے وقف کردے اور شدید ضرورت کے بغیر اپنی حرکات وسکنات کو کبھی دنیا کیلئے استعمال نہ کرے۔اور ہمیشہ اپنی زبان کو لغو باتوں سے محفوظ رکھے۔خموشی اختیار نہ کرنے والا فضولیات کا شکار رہتا ہے۔خواہ وہ اپنی جگہ ساکن ہی کیوں نہ ہو۔جس نیک کام میں نمود وریا کی جھلک ہو اس پر فخر نہ کرو۔ ہمیشہ ہمت پر نظر رکھو کیونکہ ہمت ہی ہر شئے کی پیشرو ہے اور ہمت ہی پر تمام کاروبار کا انحصار ہے اور تمام چیزیں ہمت ہی کے ذریعہ حاصل کی جاسکتی ہیں۔ (نفحات الانس،ص:۳۹۳،تذکرۃ الاولیاء،ص:۳۳۸)

حضرت ابوالعباس السیاردیؒ

انتقال کے وقت آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ وفات کے وقت میرے منہ میں حضور اکرم ﷺ کا موئے مبارک رکھ دیا جائے۔چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔(تذکرۃ الاولیاء،ص:۳۶۸)

شیخ ابوہاشم صوفیؒ

مرض الموت میں آپ نے فرمایا کہ اس وقت میں اپنے آپ کو ایک عظیم بلاء اور مصیبت میں مبتلا دیکھ رہا ہوں لیکن محبت اور دوسری اس بلاء سے بڑھ کر ہے۔یہ بلاء اس کے سامنے بالکل حقیر ہے۔ (نفحات الانس،ص:۱۷۸)

حضرت ابوالحسین باروسیؒ

اتباع سنتِ رسول اکرم ﷺ اور مخالفتِ بدعت کے بغیر کسی شخص پر نورِ ایمان ظاہر نہیں ہوسکتا اور جہاں تم بظاہر کوشش بلیغ اور ریاضت و مجاہدہ کے باوجود وہ نور نہ دیکھو تو سمجھ لو کہ وہاں کوئی پوشیدہ بدعت موجود ہے۔ (نفحات الانس، ص: ۲۱۹)

شیخ محمد بن منصور طوسیؒ

مسافر کو اپنے سفر میں ان چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: ایک تو علم جو اس کو وسوسے میں نہ ڈالے، دوم ذکر جو اس کا مونس ہو، سوم پرہیزگاری جو اس کو برے کاموں سے روکے، چہارم یقین جو اس کو اُٹھائے پھرے۔ (نفحات الانس، ص: ۲۲۱)

شیخ علیؒ

جو شخص دنیا میں دنیا کے ساتھ راضی ہوا وہ ملعون ہے، جو شخص علم سے علم بمعنی دانشتن کے ساتھ راضی ہوا، وہ فتنہ میں پڑ گیا، جو شخص زہد سے اپنی ثنا پر راضی ہوا وہ حق جل مجدہ سے محجوب ہو گیا اور جو حق جل مجدہ سے رضاءِ حق کے سوا اور کسی شئے سے راضی ہوا تو وہ سرکشی اور باغی ہے خواہ وہ کوئی ہو۔ (نفحات الانس، ص: ۲۲۲)

حضرت ممشاد دینوریؒ

آپ نے مریدین کو وصیت فرمائی: مشائخ کی عزت اور ان کے مقام کا احترام، اپنے بھائیوں کی خدمت، اسبابِ دنیا سے وارستگی اور اپنے نفس پر آدابِ شریعت کی حفاظت کا التزام رکھنا۔

شیخ ابوعبداللہ طائیؒ

عالم نزع میں تھے، ایک شخص نے ان پر کلمہ شہادت پیش کیا۔ انھوں نے کہا: خاموش ہو جاؤ۔ کیسے بے ادب اور بے حرمت لوگ آئے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے ایک دوست کے سامنے کلمہ شہادت پیش کر رہے ہیں۔ تم خود یہ دعاء پڑھو، میں نے بھی یہ کہا ہے: ﴿تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَ

اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾۔ (سورۂ یوسف، آیت:۱۰۱)

مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اُٹھا لیجیے اور مجھ کو خاص بندوں میں شامل کردیجیے۔

یہ فرما کر انھوں نے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص کو حالت نزع میں کلمہ شہادت پڑھایا۔ جب سب حاضرین نے کلمہ پڑھ لیا، روح پرواز کرگئی۔ (نفحات الانس،ص:۳۱۴)

شیخ ابوالحسن نوریؒ بنام شیخ ابویعقوب خرّاط عسقلانیؒ

جو کچھ ان اوراق و کتابوں سے ثابت کرتے ہو اور ان پر کہتے ہو ہم نے ان کو محو کردیا ہے، اس لیے تم اس اثبات کے باعث مقصود اصلی کے فہم و ادراک سے حجاب میں ہو۔ اور ہم پر اس محو کے سبب سے فہم و ادراک کے بے شمار دروازے کھل گئے ہیں۔ اس نصیحت کا باعث صرف تمہاری خیر خواہی ہے۔ تم کب تک یہ اوراق لکھتے اور ان کو گنتے رہوگے اور خود کو مقصود کی بات سے حجاب میں رکھوگے۔ (نفحات الانس،ص:۳۱۷)

شیخ محفوظ بن محمودؒ

جو شخص چاہتا ہے کہ راہِ ہدایت کو لیکے تو اس کو چاہیے کہ اپنے نفس کی موافق چیزوں میں اس کو ملامت کرے، چہ جائیکہ مخالف چیزوں میں۔ توکل اس چیز کا نام ہے کہ بندہ بغیر حرص و ہوس کے کھائے۔ (نفحات الانس،ص:۳۲۰)

شیخ محفوظ بن محمدؒ

جس شخص نے اپنے نفس کی خوبیوں پر نظر کی تو وہ لوگوں کی برائیوں میں مبتلا ہوگیا اور جس نے اپنے عیوب پر نظر رکھی تو وہ لوگوں کی برائیوں کے دیکھنے سے بچ گیا۔ لوگوں میں بہترین وہ شخص ہے جس کا سینہ مسلمانوں کے عیوب سے پاک صاف ہو۔

(نفحات الانس،ص:۳۲۰)

شیخ ابراہیم بن داؤد قصار الرقیؒ

تم کو دنیا سے دو چیزیں بہت خوب ہیں (ان کو اختیار کرو) ایک تو کسی فقیر کی صحبت دوم اللہ کے کسی دوست کی خدمت کرنا۔ جس نے اللہ کے سوا اپنے آپ کو باعزت سمجھا وہ اصل میں اپنی عزت میں ذلیل ہے۔ اس لیے کہ وہ عزت عزت نہیں، ذلت ہے۔

(نفحات الانس، ص:۳۲۴)

شیخ ابوجعفر احمد بن ہمدان بن علی سنانؒ

مطیع وفرمانبردار کا گنہگاروں پر اپنی بندگی اور اطاعت کے باعث تکبر کرنا نافرمان کے گناہوں سے بھی بڑا گناہ اور نقصان دہ، ضرررساں ہے۔ (نفحات الانس، ص: ۳۶۸)

شیخ ابوالحسین ورّاق

اللہ تعالیٰ کی دوستی کی علامت اس کے محبوب رسول اکرم ﷺ کی اطاعت و پیروی ہے۔ دل کی زندگی اس ہستی کے یاد کرنے پر منحصر ہے جس کو کبھی موت نہیں آئے گی اور خوشگوار زندگی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد کے ساتھ بسر ہو، اس کے غیر کے ساتھ نہ گذرے۔ دوست کو معاف کردینے کے بعد تم اس کے گناہ اور غلطی کو کبھی یاد نہ کرو۔ (نفحات الانس، ص:۴۷۶)

شیخ ابوالحسین بن بنانؒ

کوشش یہ کرو کہ اپنے آقا و مولا کے دروازے سے کسی حال میں جدا نہ ہو کیونکہ وہ سب کا ملجا و ماویٰ ہے۔ مگر وہ شخص جو اس آستانے سے دور ہوگیا تو اس کے بعد اس کو نہ تو فرار ہے نہ اس کا کوئی جاء قرار و مقام۔ اگر پہلے میں کسی رنج میں مبتلا ہوتا تھا تو اس کی طرف بھاگتا تھا اب جبکہ میرا رنج اسی سے ہے تو کدھر بھاگ جاؤں۔ (نفحات الانس، ص:۴۳۹)

شیخ ابوجعفر محمد بن علی النسوی المعروف بہ محمد علیانؒ

اے بندے! تو ایسے رب کو دوست کیوں نہیں رکھتا جس کا ایک لمحہ بھی نیکی اور احساس

سے خالی نہیں اور اس ذات کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ ایک لمحہ بھی اس کی موافقت نہیں کرتا۔

جو شخص غیر اللہ کے ساتھ سکون وقرار حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو چھوڑ دیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرار حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دوسروں کے ساتھ اس کے سکون اور آرام کے طریقوں کو ضائع فرما دیتا ہے۔ (پھر وہ غیر اللہ سے آرام وسکون حاصل نہیں کرسکتا)۔

(نفحات الانس، ص: ۴۴۱)

شیخ جعفر بن محمد نصیر الخلدی الخواصؒ

نفس کو حقیر سمجھنا اور مسلمانوں کی حرمت کی تعظیم کرنا جوانمردی ہے۔ عالی ہمت بن جاؤ کیونکہ ہمتیں مَردوں کو کمال تک پہنچاتی ہے، صرف مجاہدات نہیں پہنچاتے۔ (نفحات، ص: ۴۴۴)

شیخ عبداللہ خرّاز بنام ابوعبداللہ مقریؒ

میں تم کو تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں؛ اوّل ادائے قرض میں پوری پوری کوشش کرنا۔ دوم مسلمانوں کی عزت کرنا۔ سوم اپنی خواہشات کو متّہم کرنا لیکن جو حق ہو اس سے موافقت کرنا۔

(نفحات الانس، ص: ۴۹۴)

شیخ ابوعبداللہ مقریؒ

جوانمردی یہ ہے کہ اپنے دشمن سے بھی اچھی طرح پیش آؤ۔ اور اس پر اپنا مال خرچ کرو جس سے تمہارے دل میں کراہیت ہو، اور ایسے شخص سے حسن صحبت اور حسن معاشرت رکھنا جس سے تم کو نفرت ہو۔ (نفحات الانس، ص: ۴۹۶)

شیخ ابراہیم بن یوسف بن محمد الزجاجیؒ

نفس کے خلاف کرنے میں ہمیشہ برکت ہے اور بلا شبہ میں نے ایک بار صرف ایک قدم نفس کی موافقت کی تھی اور اس کا تدارک مجھ سے سالوں تک نہ ہوسکا۔ (نفحات، ص: ۴۴۳)

خواجہ محمد پارساؒ کی وصیت

کسی شخص نے حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ سے سوال کیا کہ طریقت کو کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

شرع کی پابندی سے اس کے بعد یہ کہ کھانے میں اعتدال کو پیش نظر رکھنا۔ کم سونا۔ اور اعتدالِ مزاج کے طریق پر سعی کرنا۔ خاص طور پر مغرب وعشاء کے درمیان وقت کا احیا کرنا (اوراد و وظائف اور ذکر وعبادت میں بسر کرنا) اور صبح سے پہلے اس طرح عبادت میں مصروف ہونا کہ کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو۔ کامل توجہ کے ساتھ اپنی طرف متوجہ ہونا۔ خطرات کی نفی کرنا۔ خصوصاً آرزو کی نفی کرنا۔ ماضی، حال، مستقبل کی آرزو کی نسبت دل کے پردوں کی دوری کے باعث۔ اور یہ کہ جب زبان فضول باتوں سے خاموش ہوجاتی ہے تو قلب حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ گویا ہوجاتا ہے اور جب زبان گویا ہوتی ہے تو دل خاموش ہوجاتا ہے۔

خاموشی دو طرح کی ہے: ایک تو زبان کا چپ رہنا۔ دوسرے موجودات کے خطرات سے دل کا خاموش رہنا۔ بس جس شخص کی زبان خاموش رہی لیکن دل خاموش نہ ہوا تو اس کا بوجھ ہلکا ہوجائے گا اور جس کی زبان اور دل دونوں خاموش نہ رہے تو وہ شیطان کی ملک اور اس کا مسخرہ بنیگا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس سے پناہ مانگتے ہیں۔ جس شخص کا دل چپ رہتا ہے اور زبان خاموش نہیں رہتی اس کی گفتگو حکمت پر مبنی ہوگی اور وہ فضول باتیں نہیں کرے گا۔ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے یہ نعمت ہم کو عطا فرمائے، آمین۔ (نفحات الانس، ص:۲۳۲)

شیخ بہاؤالدین سلطان کو والد حضرت جلال الدین رومیؒ کی وصیت

اے بہاؤالدین! اگر تم چاہتے ہو کہ ہمیشہ بہشت بریں میں رہو تو سب کے دوست بنے رہو۔ کسی کی طرف سے غصہ دل میں نہ رکھو۔ پھر یہ رباعی ارشاد فرمائی۔

بیشی طلبی ز ہیچ کس بیش مباش　　چوں مرہم و موم باش چوں نیش مباش
خواہی کہ ز ہیچ کس بتو بد نرسد　　بد گوے و بد آموز و بد اندیش مباش

(کسی انسان سے زیادہ اپنے لیے طلب مت کر۔ مرہم اور موم کی طرح ہوجا، ڈنک مت

بن۔ اگر تو چاہتا ہے کسی سے تجھ کو کوئی برائی و تکلیف نہ پہنچے تو برا کہنے والا، برا سیکھنے والا اور برا سوچنے والا مت بن۔)

تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی معمول رہا ہے اور اسی عبادت کو اپنایا ہے، اس لئے تمام لوگ ان کے اخلاق سے مغلوب اور ان کے مطیع ہوگئے اور ان کے گرویدہ بن گئے، ایسا نہ ہو کہ جب تم دوستوں کو یاد کرو تو تمہارا دل خوشی سے کھل جائے اور گل و ریحان سے بھر جائے اور جب دشمنوں کا ذکر آئے تو باغِ خاطر خار بار سے پُر ہوجائے اور تم پژمردہ خاطر ہوجاؤ۔

وفات کی رات یہ شعر پڑھتے تھے: ترجمہ

آج کی رات ہے میری شبِ عشرت گویا   وقت آپہنچا ہے اب قید سے آزادی کا

(نفحات الانس، ص: ۱۲۷)

حضرت امام قشیریؒ

اوّل عقائد موافق اہلسنّت والجماعت کے درست کرے، پھر ضرورت کے موافق علمِ دین حاصل کرے۔ خواہ درس سے خواہ صحبت علماء سے اور اختلافی مسائل میں احتیاط پر عمل کرے اور سب معاصی سے توبۂ خالص کرے۔ اہلِ حقوق کو راضی کرے، مال و جاہ کے تعلقات کو قطع کرے، اپنے شیخ کی مخالفت نہ کرے، نہ اس پر کوئی اعتراض کرے، اپنے باطنی حالات شیخ سے پوشیدہ نہ کرے اور کسی سے ظاہر نہ کرے، اگر کچھ قصور شیخ کا ہوجائے فوراً معذرت کرے اور اقرار خطا کا کرے تاویل نہ کرے، بلاضرورت شدیدہ سفر نہ کرے۔ بہت ہنسے نہیں۔ کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے۔ اپنے پیر بھائیوں پر حسد نہ کرے۔ لڑکوں اور عورتوں کی صحبت سے بچے، بلکہ ان سے زیادہ گھل مل کر باتیں بھی نہ کرے۔ جب تک صاحبِ نسبت نہ ہوجائے کسی کو مرید نہ کرے۔ آدابِ شرع کا بہت پاس کرے۔ مجاہدہ و عبادت میں سستی نہ کرے۔ تنہائی میں رہے۔ اگر مجمع میں رہنے کا اتفاق ہو تو ان کی خدمت کرے اپنے کو ان سے کم سمجھ کر برتاؤ کرے۔ دنیاداروں کی صحبت سے پرہیز رکھے۔ (شریعت وطریقت، ص: ۲۳۴)

حضرت ذوالاصبع العدوانی کی وصایا

آپ کی موت کا وقت جب قریب آ گیا تو آپ نے اپنے فرزند اُسید کو بلاکر کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے! بلاشبہ تیرا والد قریب المرگ ہوگیا ہے اور زندگی سے تنگ آ چکا ہے، میں تم کو چند باتوں کی نصیحت کرتا ہوں، اگر تم نے ان پر عمل کیا تو تم اپنی قوم میں اس مقام پر پہنچ جاؤگے جس پر میں فائز ہوں، میری یہ باتیں غور سے سنو۔

اپنی قوم سے اچھا معاملہ رکھنا وہ تم سے محبت کریں گے۔ اوران سے تواضع سے پیش آنا وہ تم کو بلند کردیں گے۔ اوران سے خندہ پیشانی سے ملنا وہ تمہاری اطاعت کریں گے۔ اوران پر کسی کو ترجیح وفوقیت مت دینا وہ تمھیں سردار بنالیں گے۔ ان کے بڑوں کی طرح، چھوٹوں کی بھی عزت کرنا، ان کے بڑے تمہاری عزت کریں گے، اوران کے چھوٹے تمہاری محبت کی وجہ سے بڑے ہوجائیں گے اوراپنے مال میں سخاوت وفیاضی سے کام لینا، اوراپنے اہلِ خانہ کی حفاظت کرتے رہنا، اوراپنے پڑوسی کا اعزاز واکرام کرنا، اورفریادرسی میں جلدی کرنا، پھرایک ایسا وقت آئے گا کہ کوئی تجھ سے دشمنی نہ رکھے گا، اورہمیشہ ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کے سوال سے بھی بچتے رہنا۔ پس اس طرح تمہاری سرداری بامِ عروج کوپہنچ جائے گی۔ (مختارات الادب: زیدان بدران، ص:۱۵)

حضرت حاجی شریف زندنیؒ بنام خواجہ عثمان ہارونیؒ

اے عثمان! اب جبکہ تم نے خرقۂ درویشی زیب تن کرلیا ہے تو تم کو چاہیے کہ ان چار باتوں پرسختی سے عمل کرو؛ اوّل ترکِ دنیا اوردنیا کے لوازمات سے گریز وپرہیز، دوم ترکِ حرص وطمع، سوم خواہشاتِ نفسانی سے گریز، چہارم شب بیداری اورذکر اللہ۔ کیونکہ بزرگوں کا فرمان ہے کہ یہ خرقہ وہ شخص اپنے سر پر رکھ سکتا ہے جو اللہ کے ماسوا دنیا کی ہر چیز کوترک کردے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جب یہ خرقہ مقدس ملبوس فرمایا تھا زہد وفقر اختیار فرمایا تھا۔ آپ ﷺ کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ مجھ تک یہ سلسلہ پہنچا تو میں نے اسی پر عمل کیا۔ تم بھی انہی کی پیروی کرو۔

دوسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ مہربانی ونرمی سے پیش آؤ۔

(اولیاءِ پاک وہند، ص:٦)

حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہ

۱۔ ایمان نام ہے توڑنا اور جوڑنا یعنی خلق سے توڑنا اور خالق سے جوڑنا۔

۲۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی صحبت رکھو۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ایسے کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معیت رکھنے والے کی صحبت اللہ کی معیت ہے۔

۳۔ ایسی زبان سے دعا کرو کہ جس سے گناہ نہ کیا ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے سامنے عاجزی کیا کرو تا کہ وہ تمھارے واسطے دعا کریں۔

۴۔ اعمالِ صالحہ کیا کرو اور ان عملوں کو ناکردہ خیال کر کے اپنے تئیں مقصر جانا کرو۔

۵۔ کسی آدمی کے پاس بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کو بھولے اس کو شیطان سمجھ اگر چہ آدمی کی صورت ہو۔

۶۔ بالغِ شریعت وہ ہے کہ جس سے منی نکلے اور بالغِ طریقت وہ ہے جو منی سے باہر آئے یعنی اس کی خودی جاتی رہے۔ ایک درویش نے یہ تشریح سن کر اپنا سر زمین پر رکھ دیا... حضرت نے فرمایا سر کو زمین پر رکھنے کی حاجت نہیں ہے بلکہ جو کچھ سر میں ہے یعنی نخوت وغرور وہ زمین پر رکھو۔

۷۔ فرمایا غنا بے پرواہی کو کہتے ہیں اور یہ اگر چہ بصورت تونگری معلوم ہوتی ہے مگر فقیری کے وصف سے ہے۔

فقیر کے ہاتھ میں کچھ نہ ہو اور دل میں بھی کچھ خواہش نہ ہو پس وہ فقیر محمود الصفات ہے اور اگر فقیر ہاتھ میں تو کچھ نہ رکھے اور دل میں خواہاں ہو وہ گدائے محلّہ ہے نہ کہ تابعِ رسول اللہ ﷺ۔ اگر فقیر ہاتھ میں بھی رکھے اور دل میں بھی خواہاں ہو وہ فقیر مذموم الصفات ہے۔ "وَ کَادَ الْفَقْرَ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْراً" اس پر صادق آتا ہے۔

آپ کا انتقال دوشنبہ ۲۸ رذی قعدہ ۷۲۱ھ ایک سو تیس برس کی عمر میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک شہر خوارزم علاقہ بخارا میں ہوا۔ (خزینہ معرفت، ص: ۷۵)

امام الطریقت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی قدس سرہ

۱۔ ہمارا روزہ نفی ماسوا اللہ ہے اور نماز "کَاَنَّکَ تَرَاہُ" ہے۔ وقوفِ قلبی اور وقوفِ عددی میں باختیار آنکھیں بند نہ کرنا چاہیے کہ وہ سب اطلاع خلق ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے بیٹھے دیکھا۔ فرمایا اَبَا الْعُنُقِ ! اِرْفَعْ عُنُقَکَ۔ ذکر اس طرح کرنا چاہیے کہ اہلِ مجلس میں کوئی جان نہ سکے۔

۲۔ حقیقت اخلاص بعد فنا حاصل ہوتی ہے۔ جب تک بشریت غالب ہے میسر نہیں۔

۳۔ ذکر رفعِ غفلت کا نام ہے، جس وقت غفلت رفع ہوگئی تو ذاکر ہے اگرچہ ساکت ہی ہو۔ رعایت وقوفِ قلب ہر حال میں چاہیے یعنی کھانے میں، بات کرنے میں، سننے میں چلنے میں، خرید وفروخت میں، عبادت میں، نماز میں، قرآن شریف کی تلاوت کرنے میں، لکھنے میں، پڑھانے میں، وعظ فرمانے میں، کسی حالت میں بھی ایک لمحہ غافل نہ ہو کہ مقصود حاصل ہو۔ شعر ؎

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی
شاید کہ نگاہ کنی آگاہ نہ نباشی

بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر پلک جھپکانے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ سے غافل ہوگا تو باقی طولِ عمر اس نقصان کا تدارک نہ کر سکے گا۔

۴۔ باطن کا نگاہ رکھنا نہایت مشکل ہے لیکن بعنایتِ حق سبحانہ وتعالیٰ وتربیتِ خاصانِ حق جلد میسر آجاتا ہے۔

۵۔ ہمارا طریقہ عروۃ وثقیٰ ہے۔ اتباع سنت پیغمبر اور اقتدائے آثارِ صحابہ کرامؓ ہے۔ فرمایا مجھ کو براہ فضل لائے ہیں اور آخر تک میں نے فضل ہی دیکھا ہے، اپنے عمل سے کچھ نہیں دیکھا۔ میرے طریقے میں تھوڑا عمل زیادہ ہے لیکن متابعت شرط ہے۔

۶۔ ہمارا طریقہ صحبت ہے اور خلوت اور گوشہ نشینی شہرت ہے۔ اور شہرت میں آفت ہے اور جمعیت صحبت میں ہے اور صحبت ایک دوسرے میں نفی ہونے کو کہتے ہیں۔

جس وقت اللہ کے کسی دوست کی صحبت میں داخل ہو اپنے حال کو معلوم کرے کہ کیسا ہے، اور پھر کچھ مدت کے بعد اس گزشتہ احوال سے موازنہ کرے۔ اگر اپنے میں کچھ ترقی اصلاح دیکھے تو اس کی صحبت فرض سمجھے۔

۷۔ مراقبہ۔ نسیانِ رویت خلق بدوام نظر الی الخالق ہے۔ دوام مراقبہ نادر ہے اور ہم نے اس کے حاصل کرنے کا طریق مخالفتِ نفس میں پایا ہے۔

۸۔ محاسبہ یہ ہے کہ سالک ہر ساعت حساب کرتا رہے کہ مجھ پر کیا گذرتا ہے۔ اگر نقصان پائے تو اس کا تدارک کرے۔ اور اگر ترقی پائے اس کا شکریہ ادا کرے اور اس عمل میں کوشش کرے کہ زیادہ ہو۔

۹۔ جو شخص اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے اس کو دوسرے سے التجا کرنا شرک ہے اور یہ شرک عوام الناس کو معاف ہے اور خاص کو نہیں۔
متوکل کو چاہیے کہ اپنے توکل کو اسباب میں پوشیدہ رکھے۔

۱۰۔ اول رجوع خستہ ہو پھر توجہ خاطر شکستہ۔ اس راہ میں صاحبِ پندار کا کام بہت مشکل ہے۔

آپ کا وصال تہتر سال کی عمر میں ۳ ربیع الاوّل ۷۹۱ھ بروز دوشنبہ صبح میں ہوا۔ آپ نے آخری وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کے آگے کلمہ شہادت اور قرآن شریف نہ پڑھیں کہ بے ادبی ہے بلکہ یہ رباعی پڑھیں ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئی تو — شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانبِ زنبیل ما — آفرین بر دست بر بازوئے تو

آپ یادِ حق کا نقش دل پر قائم کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اس سلسلہ کا نام نقشبندیہ معروف ہوا۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص: ۸۳)

۱۲۔ آپ نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا میرے نزدیک طریقت کی بنیاد خلوت در انجمن۔ یعنی ظاہر میں لوگوں کے ساتھ اور باطن میں حق تعالیٰ کے ساتھ۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۳۷) یعنی وہ ایسے لوگ کہ ان کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے

غافل نہیں کرتی۔ اس سے اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔

۱۳۔ فرمایا ہماری کرامت تو ظاہر ہے کہ اس قدر عظیم گناہوں کے باوجود ہم زمین پر چل پھر لیتے ہیں۔ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص:۸۴)

۱۴۔ وجود کی نفی ہمارے نزدیک بہت قریب کا راستہ ہے لیکن اختیار کے ترک اور اعمال کے ملاحظہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

۱۵۔ فرمایا، لا الٰہ میں معبودِ نفس کی نفی ہے اور الا اللہ میں معبودِ حقیقی جل وعلا کا اثبات ہے اور محمد رسول اللہ میں اپنے آپ کو ﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾ کے حکم کا مقید کرنا ہے۔ یہی کلمہ توحید کی حقیقت ہے کہ ماسوا اللہ سے کلی طور پر نفی ہوجائے۔

۱۶۔ ہمارا طریقہ عروۃ الوثقٰی ہے یعنی مضبوط حلقہ جس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار کی پیروی کرنا۔ اس طریقے پر عملِ قلیل سے بھی بہت سی فتوحات حاصل ہوتی ہیں، لیکن سنت کی پیروی میں اجرِ عظیم ہے۔

فرمایا ظہورِ خوارق و کرامت کا کچھ اعتبار نہیں۔ اصل چیز استقامت ہے۔ طالبِ استقامت بنو نہ کہ طالبِ کرامت کیونکہ اللہ تعالیٰ استقامت طلب کرتا ہے اور تیرا نفس کرامت چاہتا ہے۔

خواجہ نقشبندؒ کا یعقوب کرخی کو فانی فی اللہ اور باقی باللہ بنانے کا نسخۂ کیمیا

شیخ یعقوب کرخی نے حضرت خواجہ نقشبند سے عرض کیا کہ اگر ایسا شخص جس کو اصطلاح میں فانی فی اللہ اور باقی باللہ کہا جاتا ہے کسی کو میسر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو چاہیے کہ استغفار کی کثرت کرے اور ہر نماز کے بعد بیس مرتبہ استغفار کرنے کی پابندی کرے تاکہ پانچ وقت مل کر سو مرتبہ استغفار ہوجائے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بعض اوقات میں اپنے قلب میں حجابِ تجلیات محسوس کرتا ہوں تو میں سو بار اللہ تعالیٰ سے استغفار یعنی مغفرت طلب کرتا ہوں۔ (تذکرۂ مشائخِ نقشبند، ص:۸۶)

خواجہ نقشبند نے ان کو وقوفِ عددی کی تعلیم دی اور فرمایا کہ حتی المقدور طاق عدد کی

رعایت رکھنا۔ فرمایا کہ جو کچھ تجھ کو ہم سے ملا ہے اس سے بندگانِ راہِ حق کو فیضیاب کرنا اور رخصت کرتے وقت فرمایا میں نے تجھ کو حق تعالیٰ کے سپرد کیا۔ (تذکرہ، ص:۸۹)

جو شخص صبح و شام ذکر میں مشغول رہے وہ غافلوں سے نہیں ہے بلکہ ذاکروں سے ہوتا ہے اور فرمایا کہ میرا طریقہ عروہ وثقیٰ یعنی اتباعِ سنت علیہ السلام و اقتدائے آثارِ صحابہ کرامؓ

(انوار الصفا، ص:۱۶۴۔ اکابر کی عبرت، ص:۱۰۷)

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ

۱۔ ریاضت سے مقصود نفی تعلقاتِ جسمانیہ، توجہ تام بعالمِ ارواح ہے۔

۲۔ سلوک سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور کسب سے تعلقات و موانع راہ سے گزرے اور ہر ایک تعلق پر خیال کرے جس سے دل پر بستگی دیکھے اُسی کو قطع کرے۔

۳۔ مجاورتِ خلق سے مجاورتِ حق بہتر ہے۔ زیارتِ مزاراتِ اکابر سے مقصود یہ ہونا چاہیے کہ توجہ حق تعالیٰ کی جانب ہو۔

۴۔ طریقۂ مراقبہ طریقۂ نفی و اثبات سے اعلیٰ و اولیٰ ہے کیونکہ طریقۂ مراقبہ سے مقامِ نورانیت و تصرفِ ملک وملکوت میں پہنچ سکتا ہے اور اشتراکِ خاطر حاصل ہوتا ہے اور باطن کو منور کرتا ہے اور دوامِ جمعیت حاصل ہوتی ہے۔

۵۔ خاموشی ان تین صفتوں سے خالی نہ ہو؛ نگہداشتِ خطرات یا مطالعہ، ذکرِ دل یا مشاہدۂ احوال کہ جو دل پر گزرتا ہو۔

۶۔ اہل اللہ کی صحبت سے عقلِ معاد کو ترقی ہوتی ہے۔ ہر روز یا ایک روز ناغہ کر کے، اور اگر بُعد مکانی ہو تو ایک مہینہ میں بذریعہ مکتوب جاری رکھے۔

۷۔ رسم و عادات کو چھوڑو جو کچھ کہ رسم و عادات خلق کی ہیں، اس کے خلاف کرو کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت رسم و عادات و بشریت کے توڑنے کے لیے ہوئی تھی۔ تمام کاموں میں عزیمت پر عمل کرو اور سنت مؤکدہ پر دوام عمل کرو۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہ نے کلمہ توحید پڑھا اور انتقال فرمایا۔

۸۔ فرمایا جب آدمی اپنے میں رضائے الٰہی کی جانب میلان دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جب رضائے الٰہی کی جانب میلانِ خاطر نہ پائے تو تضرع وزاری کرے اور حق تعالیٰ کی صفتِ استغنائی سے ڈرے۔ (تذکرہ، ص: ۸۷)

آپ کا وصال ۲۰ رجب ۸۰۲ھ کو مطابق ۱۳۹۹ء در جغانیا - روس میں ہوا۔

(خزینۂ معرفت، ص: ۸۱)

حضرت مولانا یعقوب کرخیؒ کی وصیت بنام خواجہ عبید اللہ احرارؒ

بعد نمازِ عشاء جب نیند کا غلبہ ہونے لگے تو تین مرتبہ قل هو الله احد اور تین مرتبہ قل اعوذ برب الفلق اور تین مرتبہ قل اعوذ برب الناس پڑھو اور اس کا ثواب جمیع اہلِ قبور کو کہ منتظر زندوں کے رہتے ہیں، پہنچاؤ تا کہ ان کو آسائش پہنچے اور اللہ تعالیٰ کی ان پر بخشش ورحمت ہو۔ (خزینۂ معرفت، ص: ۸۳)

جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اِرْحَمْ تُرْحَمْ۔

خدارا بر آں بندہ بخشائش است
کہ خلق از وجودش در آسائش است

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی وصایا

۱۔ اگر چاہتے ہو کہ حضورِ حق کے مقام میں شیطان کے وساوس اور فکر سے آزاد ہو جاؤ تو ضروری ہے کہ مردانِ حق کے ساتھ ہم نشینی اختیار کرو، کیونکہ وہ جان اور مال کے ساتھ ذاتِ الٰہی کے ذکر میں غرق ہو چکے ہیں۔ اس مقام کی تعبیر بعض حضرات نے شہود سے، بعض نے وجود سے۔ بعض نے تجلیٔ ذات سے کی ہے۔ بعض نے اس کو یادداشت سے بھی تعبیر کیا ہے۔

۲۔ نگہداشت میں اس امر کی خبر رکھے کہ سانس کے اندر جانے اور باہر آنے سے باخبر ہو (یعنی کوئی سانس غفلت میں نہ داخل ہو نہ خارج) تا کہ حضور مع اللہ کی نسبت میں کسی قسم کا فتور پیدا نہ ہو۔ یہاں تک کہ ایسے مقام تک پہنچ جائے کہ اس نگہداشت کے تکلف

کے بغیر ہی یہ نسبت اس کے دل میں حاضر ہو جائے اور پھر اس صفت کو بہ تکلف وسعی بھی دل سے دور نہ کر سکے۔

۳۔ ہر نماز کے بعد ایک ساعت ہے، اس کو بہترین اشغال میں صرف کرے۔ بہترین اعمال محاسبہ ہے۔ اگر تمام روز عبادت میں صرف ہوا ہے تو شکر ادا کرے اور اگر معصیت میں صرف ہوا ہے تو استغفار کرے۔

۴۔ فرمایا، اعمال و اخلاق کا اثر جمادات پر بھی پڑتا ہے۔ کوشش کرو کہ کوئی آرزو اللہ تعالیٰ کے سوا تیرے دل میں نہ رہے۔ اگر یہ بات حاصل ہوگئی تو تیرا کام ہوگیا۔ پھر کشف و کرامات ظاہر ہوں یا نہ ہوں غم نہیں۔

۵۔ فرمایا، زندگی سے اسی شخص کو فائدہ ہے جس کا دل دنیا سے سرد ہے اور ذکرِ الٰہی سے گرم رہتا ہے۔ اس کے قلب کی حرارت اس کو اتنا موقع نہیں دیتی کہ دنیا کی محبت اس کے گرد پھرے۔ اس کی فکر حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں۔ (تذکرۂ مشائخ نقشبند، ص:۹۲)

حضرت خواجگی امکنی رحمۃ اللہ علیہ

اہل اللہ کے پاس خالصتاً للہ آنا چاہیے کہ ان کے باطن سے حصہ ملے۔ (خزینہ، ۸۵)

حضرت امام بخاریؒ کی نصیحت قاضی ابو العباس ولید بن ابراہیم

قاضی ابو العباس ولید بن ابراہیم جب رے کی قضا سے معزول ہوئے تو خود قاضی صاحب کا بیان ہے کہ مجھے علم حدیث کا شوق دامن گیر ہوا تو میں امام بخاریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مقصد ظاہر کر کے میں نے درخواست کی کہ مجھ پر توجہ فرمائیں۔ ارشاد فرمایا، اے بیٹے! کسی کام کو اس وقت تک شروع نہ کرو جب تک کہ اس کے حدود اور مقادیر کی معرفت نہ حاصل کرلو۔ میں نے عرض کیا حضور والا! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، علم حدیث کے حدود اور مقادیر کو بیان فرما دیجیے تو ارشاد فرمایا یاد رکھو کہ بغیر ان رباعیات کے کوئی کامل محدث نہیں بن سکتا ہے اور جب یہ بارہ رباعیات یعنی اڑتالیس امور کوئی شخص مکمل کرلے تو پھر چار چیزیں اس پر آسان ہو جاتی ہیں یعنی اس کی نظر میں، بمقابلہ علم، ہیچ ہو جاتی ہیں اور چار چیزوں سے اس کا

امتحان ہوگا۔ پھر جب ان چودہ رباعیات پر صبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں چار نعمتوں سے نوازے گا اور آخرت میں ایک رباعی یعنی چار نعمتیں عطا فرمائے گا۔

قاضی ولید کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ اس کی شرح فرمادیں تو امام بخاریؒ نے ان رباعیات کی شرح فرمائی۔ چار چیزیں لکھے یعنی رسول پاکؐ کی احادیث، صحابہ کرامؓ کی روایات اور ان کی تعداد، تابعینؒ کی روایات واحوال، بعد کے علماء کی روایات اور ان کی تاریخ۔

چار چیزوں کے ساتھ لکھے: راویوں کے نام، ان کی کنیت، ان کی سکونت یعنی مکان، ان کا زمانہ یعنی ولادت ووفات کی تاریخ۔

چار کے مانند (چار کی طرح) جیسے خطبہ یعنی تقریر کے ساتھ اللہ کی حمد، توسل کے ساتھ دعاء اور سورۃ کے ساتھ بسم اللہ، نماز کے ساتھ تکبیر۔

چار کے مثل: مسندات، مرسلات، موقوفات، مقطوعات

چار میں: کم سنی، جوانی، ادھیڑ عمر میں، بڑھاپے میں۔

چار حالتوں میں: فرصت کے وقت، مشغولیت کے وقت یعنی عدیم الفرصتی، تنگدستی کے وقت، خوشحالی کے وقت۔

چار مقامات میں: پہاڑوں میں، سمندروں میں، شہروں میں، جنگلوں میں۔

چار چیزوں پر: پتھروں پر، ٹھیکروں پر، چمڑوں پر، ہڈیوں پر لکھے جب تک کاغذ میسر نہ ہو۔

چار سے: اپنے بڑوں سے، ہم عمروں سے، اپنے چھوٹوں سے، اپنے والد کی کتاب سے بشرطیکہ یقین ہو کہ باپ ہی کی لکھی ہوئی ہے۔

چار مقصد کے لیے: لوجہ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے، اس پر عمل کرنے کے لیے جو کتاب اللہ کے موافق ہو، طلبہ اور علم سے محبت کرنے والوں میں پھیلانے کے لیے اور تالیف کے لیے تاکہ اس کے بعد اس کا ذکر باقی رہے۔

یہ دس رباعیاں بغیر ان دو رباعیوں کے پوری نہ ہوں گی۔

ان چار کے بغیر پوری نہ ہوں گی: کتابت کی معرفت یعنی لکھنے کا ڈھنگ، علمِ لغت، علمِ نحو اور علمِ صرف۔

ان چاروں کے ساتھ جو عطائی ہیں: قدرت، صحت، شوق، قوتِ حافظہ۔

جب یہ بارہ رباعیات یعنی اڑتالیس چیزیں نصیب ہوجائیں تو پھر یہ چار چیزیں اس کی نظر میں ہیچ ہوجاتی ہیں یعنی بمقابلہ علم یہ چیزیں ہیچ ہوجاتی ہیں: بیوی، مال، اولاد، وطن۔

اور چار چیزوں میں امتحان ہوتا ہے: دشمنوں کی شماتت یعنی عداوت، دوستوں کی ملامت، جاہلوں کے طعن، علماء کے حسد سے۔

اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں چار نعمتوں سے نوازے گا: قناعت کی عزت، ہیبتِ نفس یعنی بارعب ہوگا، علم کی لذت، حیاتِ ابد سے۔

اور حق تعالیٰ آخرت میں چار نعمتیں عطا فرمائے گا: اپنے متعلقین میں سے جس کی چاہے سفارش کرے، عرشِ الٰہی کا سایہ جس روز دوسرا کوئی سایہ نہ ہوگا، حضور اقدس ﷺ کے حوضِ کوثر سے جس کو پلانا چاہے پلائے گا اور جنت میں اعلیٰ علیین کے اندر انبیاء کرام علیہم السلام کی مجاورت و قرب عطا فرمائے گا۔

اس کے بعد امام بخاریؒ نے فرمایا 'میں نے جو اپنے اساتذہ سے متفرق سنا تھا تم کو بتا دیا، اب تمھاری مرضی علمِ حدیث حاصل کرو یا اس ارادہ کو ترک کر کے کچھ مسائل و احکام سیکھ لو۔

قاضی ولیدؒ کا بیان ہے کہ اس تقریر نے مجھ کو گھبراہٹ میں ڈال دیا اور میں ادب سے گردن جھکا کر سوچنے لگا۔ جب امام بخاریؒ نے میری یہ کیفیت (فکرمند) دیکھی تو فرمایا، اگر تم میں ان مشقتوں کے اُٹھانے کی طاقت نہیں تو تم فقہ حاصل کرلو۔ علمِ فقہ گھر بیٹھ کر حاصل کرنا ممکن ہے۔ اس کے لیے دور دراز کا سفر، شہر شہر گھومنے، سمندروں اور دریاؤں کے طے کرنے کی ضرورت نہیں۔ درآنحالیکہ فقہ بھی حدیث ہی کا ثمرہ ہے اور آخرت میں فقیہہ کا ثواب محدث سے کم نہیں اور نہ فقیہہ کی عزت محدث سے کم ہے۔ قاضی ولید کہتے ہیں کہ جب میں یہ سنا تو طلبِ حدیث کا ارادہ ختم کردیا اور فقہ حاصل کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس میں آگے نکل گیا۔

(نصر الباری، جلد:۱، ص:۶۹-۶۸)

امام العارفین والاصولیین علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ

(وفات: ۹۷۳ھ بمقام قاہرہ)

اپنے آپ کو ہر مسلمان سے کم سمجھیں۔ اگر ہم کو اللہ والوں کے گروہ میں شامل ہونے کی خواہش ہو تو اپنے نفس کو بلاؤں اور تکالیف کے لیے آمادہ کرلیں۔ مسجد میں جماعت کے وقت سے پہلے نہ آیا کریں۔ تمام احکام کی صبح و شام حفاظت کریں اور دل سے ان کا خیال رکھیں۔ مسلمان بھائیوں کے ہاتھ میں نرم ہوکر رہیں۔ ذکر سے فارغ ہوکر فوراً خلوت میں پہنچ جائیں۔ قرآن حفظ کرنے والوں کو حکم کریں کہ اپنی زبانوں کو جھوٹ اور غیبت سے بچائیں۔ جس شخص کی عادت لڑنے جھگڑنے کی ہو اس کے ساتھ مناظرہ نہ کریں۔ مخالفین سے اپنا برتاؤ بھلائی کا قطع نہ کریں۔ اپنے حقیقی رتبے کو عند اللہ ہر مومن کے رتبے سے کم سمجھیں۔ طالب کو جب تک پوری محبت نہ ہو جائیں اس وقت تک اس سے عہد بیعت نہ لیں۔ دنیا کی کسی چیز پر مزاحمت اور جھگڑا نہ کریں۔ عباداتِ شرعیہ پر تنخواہ نہ لیا کریں۔ کفار اور ظالموں اور فاسقوں کے ہدایا قبول نہ کریں۔ جب مقاماتِ سلوک میں ترقی کرنے لگیں تو پہلے سے زیادہ شیطان سے ڈرتے رہیں۔ جب تک ایثارِ نفس کامل طور پر حاصل نہ ہو والدین و مشائخ کے ساتھ ایک برتن میں نہ کھایا کریں۔ علمائے اسلام اور صوفیائے کرام کی طرف سے خوب جواب دیں۔ بعبارتِ عربی جس کا مطلب سمجھ میں نہ آیا، علماء ملاحظہ کریں۔ مالِ وقف سے ضیافت نہ کریں۔ اگر چاندی سونے کے ڈھیر پر گزر ہو تو اس میں سے ایک دن کی خوراک سے زیادہ نہ لیں۔ اپنے دل کو دنیا کی طرف متوجہ نہ کریں۔ دنیا اور اس کی لذت کی طرف رغبت سے نہ دیکھیں۔ اپنی زمین کا لگان شاہی لگان کے برابر مقرر نہ کریں۔

اپنے نفس کے ساتھ اس قدر مجاہدہ کریں کہ ظاہر و باطن یکساں ہو جائے۔ اپنے فیض اور توجہ کو کھانے پینے کی چیزوں میں اور جائز گفتگو میں شامل کردیں۔ جب تک بستی میں اپنے سے زیادہ کوئی محتاج معلوم ہو اس وقت تک اپنی ذات کے لیے کوئی ہدیہ و صدقہ قبول نہ کریں۔ ریاست اور سرداری کے کاموں میں اپنے بھائیوں پر پیش قدمی نہ کرنا چاہیے۔ جس کو ہماری آبرو ریزی کی وجہ سے جسمانی تکلیف پہنچی ہو اس سے ملنا جلنا کم کردیں۔ جملہ اقوال و افعال وغیرہ

میں توحید خالص حاصل کریں۔ اپنے شیخ میں جو بات نقصان وعیب کی نظر آئے اس کو اپنا عیب سمجھیں۔ اپنے دل میں دنیا کی محبتوں میں سے کسی کو جمنے نہ دیں۔ کتاب اللہ وحدیثِ نبوی کی حقیقی مراد کو اپنے سمجھے ہوئے مطلب میں منحصر نہ کریں۔ جس قدر حقوق اللہ وحقوق العباد ہمارے ذمے ہیں ہمیشہ ان میں نظر کرتے رہیں۔ اگر مالدار لوگ کھلم کھلا زکوۃ نہ نکالتے ہوں تو ان سے بدگمان نہ ہوں۔ دوست اور دشمن کی پہچان پیدا کریں۔

اپنے دوست احباب سے پہلے مخالفین کے ساتھ زیادہ میل جول کریں۔ گنہگاروں کے ساتھ نرمی سے گفتگو کیا کریں۔ سفر میں اپنے ساتھیوں کو لے کر ایسے شخص کے گھر نہ اُتریں جو مہمان نوازی میں مشہور ہو۔ جو طالب علم عمل میں کوتاہی کرتا ہو اس کے پڑھانے سے رُک جائیں۔ دوستی ان لوگوں سے کریں جو دنیا سے بے رغبت اور منصوبوں سے علیحدہ ہوں۔ اپنے دوستوں کو مقاماتِ عالیہ حاصل کرنے کی ہدایت کرتے رہا کریں۔ جس شخص کے دل کو دین کے بارے میں مضبوط دیکھیں اس کو نصیحت کرنے کے لیے کسی خاص وقت کا انتظار نہ کریں۔ جو شخص شریعت کی تلوار یا تازیانہ شرع سے مارا گیا ہو ہمارے دل میں اس کے لیے شفقت ورحمت پیدا نہ ہونی چاہیے۔ اپنے دوستوں کو ہدایت کرتے رہیں کہ ہم جنسوں میں سے جس کی حالت بدل جائے اس پر رحم کیا کریں، ہنسیں نہیں۔ جہاں تک ممکن ہو اپنے بھائیوں سے ممتاز ہو کر نہ رہیں۔

اللہ کی جانب کو ہمیشہ اپنی جانب پر ترجیح دیا کریں۔ اپنے آپ کو کسی سیّد سے زیادہ کبھی نہ سمجھیں۔ مرید جب تک تمام حقوقِ مال وآبرو کے متعلق ادا نہ کردے اس وقت تک اس سے عہد بیعت نہ لیں۔ بیعت کے بعد مرید کی نگہداشت سے غفلت نہ کریں۔ اپنے بھائیوں کی زیارت کرتے رہا کریں۔ جب تک کھانے پینے اور سونے سے پہلے خدا تعالیٰ سے اجازت نہ حاصل کرلیں اس وقت تک کوئی کام شروع نہ کریں۔ کسی مصیبت زدہ کی حاجت روائی سے چھپ کر نہ بیٹھیں۔ امورِ متعلقہ سلطنت وحکمت میں دخل نہ دیا کریں۔ جنابت کی حالت میں ہرگز نہ سویا کریں۔ بے وضو بھی کبھی نہ سویا کریں۔ بغیر باطنی طہارت کے بھی نہ سویا کریں۔ اگر ہماری عدم موجودگی سے مجلس ذکر میں لوگ کسی دن جمع نہ ہوں تو ہم خود اس کی قضا کریں۔ اگر کسی کو کسی پر

اعتراض کرتے دیکھیں تو حکمت سے اس کا علاج کریں۔ رات کے پچھلے تہائی حصے میں کبھی نہ سویا کریں۔تمام اصحاب خدمت کی امداد کرتے رہیں۔مسلمانوں کے ہرغم میں شریک ہونا چاہیے۔

جن لوگوں میں عداوت ہو ہر فریق سے یہ کہہ دیا کریں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ مسلمان سے قطع تعلق کرنے میں جلدی نہ کریں۔کبھی یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے حق تعالیٰ کا کوئی بھی حق ادا کیا ہے۔ جوکوئی ہماری مدح کرے اس کو ڈانٹ دیا کریں۔ جوکوئی ہماری تعریف کرے اس کے منہ میں مٹی جھونک دیا کریں۔ جوشخص بغیر علم کے بحث کرتا ہو اس سے ہرگز مقابلہ نہ کریں۔ جولوگ ظالموں اور فاسقوں کے ہدایا اور مشتبہ مال قبول کرتے ہیں ان پر جلدی اعتراض نہ کریں۔اپنے دوستوں میں سے کسی کو دوسروں کے منصب میں بیجا کوشش نہ کرنے دیں۔اپنے کسی دوست کو خالی وظیفہ یا منصب کے لیے بے ضرورت کوشش نہ کرنے دیں۔اگر سیّد ہم سے کوئی چیز مانگے فوراً دے دیا کریں۔اپنے پاس روپیہ واشرفی رات گزرنے نہ دیں۔ ہمارے ہمعصر مخالف کی اگرکوئی تعریف کرے تو ہم کو بھی اس کی تائید کرنا چاہیے۔جس شخص کا علم نفس ہی میں رکھا ہو اس سے تہذیبِ اخلاق کی اُمید نہ رکھیں۔خدام مسجد اور مؤذن وغیرہ سے دشمنی پیدا نہ کریں۔

چغل خور سے تعلق قطع کردیں۔مجاہدۂ نفس کو علومِ زائدہ پر مقدم کریں۔ ختنہ وغیرہ کی تقریب میں نہ جایا کریں۔عرسوں کی دعوت قبول نہ کیا کریں۔ بے باک لوگوں کا کھانا نہ کھائیں۔حاجت مند سائل کو خالی واپس نہ کریں۔ جب کوئی ہم پر ظلم کرے اپنے آپ کو اس سے زیادہ کا مستحق سمجھیں۔ جب کوئی دوست قید ہوجائے تو اس کی ملاقات کو زیادہ نہ جائیں۔ ٹیکس ادا کرنے میں جلدی کریں۔ جوکوئی قربِ خداوندی کا دعویٰ کرے اور علامات موجود ہوں تو ہم اس کے دعویٰ کو تسلیم کرلیا کریں۔اپنی طبعی صفاتِ بشریہ کے مشاہدہ سے غافل نہ رہا کریں۔ اپنے پرخوشی کی ضیافتوں اور ولادت کی تقریبات میں جانے کا دروازہ نہ کھولیں۔نذر ومنّت اور تعزیتِ میت کا کھانا نہ کھایا کریں۔غریب، مزدور پیشہ آدمی کا کھانا کھانے سے پہلے مخفی طور پر اس کی امداد کیا کریں۔

اپنے اعمال پر اس لحاظ سے ثواب طلب نہ کریں کہ یہ ہمارے کیے ہوئے ہیں۔ ہمیشہ یہ اعتقاد پیش نظر رکھیں کہ حق تعالیٰ ہماری مصلحتوں کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ سفارش کے لیے

پیادہ پا جایا کریں۔ بدونِ ظاہری اور باطنی طہارت کے کسی کی سفارش کے لیے حکام کے پاس نہ جایا کریں۔ حکام کو اپنی صحبت میں داخل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ تنگی کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے ایسے ہی راضی رہیں جیسا کہ فراخی کی صورت میں۔ حق تعالیٰ کی نعمتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔ بالغ نوکروں میں سے کسی کو اہل وعیال کے سامنے جانے کی اجازت نہ دیں۔ اپنے بھائیوں کو صحبتِ اولیاء کے آداب بتلاتے رہیں۔ دنیوی غرض کے لیے کسی کو اپنی صحبت میں داخل نہ کریں۔ اپنے بھائیوں میں سے کسی کو فقیروں پر انکار نہ کرنے دیں۔ دوستوں کو تکلیف پہنچانے والے سے خلاصی کا طریقہ سکھلائیں۔ اپنے دوستوں کو حکم کریں کہ بڑوں کی سفارش قبول کریں۔ اپنے دوستوں کو قرضداروں اور قرض خواہوں کے ساتھ نرمی کرنے کا حکم کریں۔

تمام لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم کریں۔ صدقہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے دیا کریں۔ ہمیشہ رہنے والے اور بڑھنے والے نیک اعمال کو مقدم کریں۔ کسی کو کوئی چیز دے کر اس کو بدلہ سے بے فکر کردیں۔ اہل وعیال اور خدام کو ساتھ لے کر کسی کی ملاقات کو نہ جایا کریں۔ کسی سے مشورہ لیں تو اپنے دل میں چھپی ہوئی بات کو اس کے سامنے آراستہ کرکے نہ بیان کریں۔ اپنے تجارت پیشہ دوستوں کو حکم کریں کہ ظالم تاجروں کا طریقہ اختیار نہ کریں۔ کسی کا مال چھڑانے کی ذمہ داری نہ لیا کریں۔ کسی شخص کو عدالت میں حاضر کرنے کا ضامن نہ بنیں۔ جو لوگ ہمارا کہنا مانتے ہوں ان کو کرایہ بلاضرورت زیادہ نہ لینے دیں۔ جو تاجر ہمارا کہنا مانتے ہوں ان کو دنیا میں بہت زیادہ منہمک ہونے سے روکیں۔ اپنے شاگردوں، مریدوں کے مال میں سے اپنی ذات کے واسطے کوئی چیز قبول نہ کریں۔ بغیر شرعی قدرت کے نکاح اور حج نہ کریں۔ ہم کوئی وقف کریں تو اس میں ایسی شرطیں نہ لگائیں جو مستحقین کے اوپر گراں ہوں۔

غلاموں کے اوپر بہت زیادہ بندش نہ کیا کریں۔ اپنے دوستوں کو کسی کے ساتھ ہرگز نہ جھگڑنے دیں۔ درمیانی چال اختیار کریں۔ اپنے دوستوں کو وجوبِ زکوٰۃ سے بچنے کے لیے حیلے نہ کرنے دیں۔ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بہت زیادہ احسان کیا کریں۔ ہم اپنی اولاد کو ضروریاتِ دین کی تعلیم دینے کے بعد کوئی ہنر و پیشہ بھی سکھلادیں۔ اپنی اولاد اور غلاموں کی مدد کیا کریں۔ ہمارا جو مقروض ادا کرنے پر قادر ہو اس سے سختی سے قرض کا مطالبہ کریں۔ اپنے تاجر

دوست کو تاکید کریں کہ زیادہ فائدہ کی اُمید پر سامانِ تجارت کو خطرہ میں نہ ڈالیں۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کو تجارت کے لیے سفر کرنے کا مشورہ نہ دیں۔ صنعت و پیشہ میں مخلوق کو نفع رسانی کا قصد کریں۔ ہمارے اوپر کسی کا حق ہو اور ہم اس کو نہایت احتیاط کے ساتھ ادا کردیں تب بھی یہ نہ سمجھیں کہ ہم اس حق سے پوری طرح سبکدوش ہوگئے۔ اوقاتِ ضرورت کے سوا قرض مانگنے والے کو قرض نہ دیا کریں۔

فراخی کی صورت میں اسراف کے بجائے محتاجوں کی امداد کریں۔ گھوم پھر کر بیچنے والے اور راستوں کی دکانوں کا کھانا نہ کھایا کریں۔ جتنی عبادت کی توفیق مل رہی ہے اس پر شکر کرتا رہے۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کو خزانوں کی تلاش اور تحصیلِ مقاصد کے دھندوں میں مشغول نہ ہونے دیں۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کو کیمیا گری کے علم میں مشغول نہ ہونے دیں۔ اپنی وسعت کے موافق اچھے سے اچھا لباس جو ہم کو ملے وہ پہنا کریں۔ مقروض آدمی سے ہدیہ قبول نہ کریں۔ معزول آدمی کی ایسی تعظیم نہ کریں جیسی تعظیم معزولی سے پہلے کرتے تھے۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کو راگ باجہ اور گانے کی طرف کان نہ لگانے دیں۔ قواعدِ سلف کے خلاف قرآن شریف پڑھنے سے منع کریں۔ جب ہم کو لوگوں میں کچھ عزت حاصل ہوجائے تو اپنی سابقہ حالت کو نہ بھولیں۔ واعظ اور خطیب سے جو باتیں سنیں سب کو اپنے نفس پر محمول کریں۔ جو ہم سے نفرت کرے اور ہماری تنقیص کرے تو ہم اس پر رحم کرتے ہوئے اس کے ساتھ شیریں کلامی اور بکثرت آمد و رفت کر کے اس کا علاج کریں۔

ہمارے شہر میں اگر کوئی شیخ یا واعظ ایسا آجائے جس کی طرف ہمارے سارے معتقدین ڈھل جاویں تو ہم کو اس سے خوش ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر محض تعمیلِ حکم کی غرض سے کیا کریں۔ جب تک ہم دنیا میں رہیں اس وقت تک راحت نہ ڈھونڈیں۔ کسی رات نیند کے غلبے سے اگر وظیفہ چھوٹ جائے تو ہم کو تقدیر کی وجہ سے تکدر و رنج نہ ہونا چاہیے۔ اپنے دوستوں کو یقین حاصل کرنے کے طریقے بتلاتے رہیں۔ اپنے نفس کے لیے ان مقامات کو تسلیم نہ کریں جن کے حصول کا وہ دعویٰ کرتا ہے۔ ہر جاہل کے ساتھ بردباری سے کام لیا کریں۔ ہر دعا میں اجابت اور قبولیت کا اعتقاد رکھیں۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کو اس کے ہم عصر کے ساتھ حسد نہ کرنے

دیں۔حق تعالیٰ مخلوق کے سامنے ہمارے عیوب ظاہر کردیں تو ہم حق تعالیٰ کا شکر بجالائیں۔ مسجد میں ریح ہرگز نہ نکالیں۔ اپنے نفس کو ان لوگوں کی باتوں کا جواب دینے میں مشغول نہ کریں جو ہماری آبرو ریزی اور تنقیص کرتے ہیں۔ ہمارے دوستوں میں سے کوئی شخص حاکم کی عدالت میں بلایا جائے تو اس کو ان آداب کی تعلیم دیں جو مصائب و تکالیف کے متعلق ہیں۔

اپنے دوستوں کو حکم کریں کہ وہ اپنے نفس کو حق تعالیٰ کی مرضی کے کاموں پر مجبور کیا کریں۔ رات کو بدون وتر پڑھے نہ سوئیں۔حق تعالیٰ کی رحمت کو کسی مسلمان سے بھی دور نہ سمجھیں۔ اپنے زمانے کے آدمیوں کے ساتھ انہی کی روش پر چلتے رہیں۔ اپنے ہم عصر لوگوں کے حالات کو زمانۂ گزشتہ کی میزان سے موازنہ نہ کیا کریں۔ دوستوں کو منع کریں کہ وہ اللہ عزّوجل کو چھوڑ کر ہمارے اوپر بھروسہ نہ کریں۔اس زمانے میں اپنے علم وعمل کے نقصان کی وجہ سے رحمتِ الٰہی سے نا اُمید نہ ہوا کریں۔حق تعالیٰ سے ہمیشہ یہ درخواست کیا کریں کہ وہ ہماری کوئی بد دعا اُمتِ محمدیہ کے کسی فرد کے حق میں کبھی قبول نہ فرمائیں۔روٹی کا حجم چھوٹا کیا کریں۔ کھانے پینے کے وقت اپنے دل میں یہ مضمون حاضر رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے۔کھانے پینے کی چیز سامنے ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ شبہ والی چیز سے بچالے۔ جب اپنے دل میں قبولیتِ دعا کی حلاوت پائیں اس وقت اپنے دوستوں کے لیے پیٹھ پیچھے دعا کریں۔

کسی یہودی یا نصرانی سے علاج نہ کروائیں۔ کھانا اس طرح نہ کھائیں کہ کوئی آنکھ ہم کو دیکھ رہی ہو۔ خوب پیٹ بھر کر نہ کھایا کریں۔حتی الامکان ہر شخص کا کھانا نہ کھایا کریں۔ اپنی حالت کے درست ہو جانے سے دھوکہ نہ کھائیں۔ اپنی تربیت کے لیے علماءِ صالحین میں سے کوئی نہ ملے تو شریف لوگوں سے ادب حاصل کریں۔مجذوبوں سے میل جول نہ رکھیں۔ اہم کام میں اپنے دوستوں سے مشورہ کرنا نہ چھوڑیں۔صبح و شام استغفار کثرت سے کیا کریں۔ اپنے دوستوں کو قیل وقال کی مجلسوں میں نہ بیٹھنے دیں۔فتنہ کے دنوں میں اپنے گھر میں رہا کریں۔کوئی ظالم یا اس کا نوکر ہمارے سلسلے میں داخل ہو تو اس کو ادب کا طریقہ سکھلانا چاہیے۔کسی زمین میں ہم سے اللہ کی نافرمانی ہو جائے تو اسی زمین میں کوئی نیک کام بھی کرلیں۔ ہمارا کوئی دوست کسی بد کی

صحبت میں بیٹھنے لگے تو اس سے قطع تعلق کرنے میں جلدی نہ کریں۔ ہمارے گھر جس قدر غیر موذی جانور و کیڑے وغیرہ رہتے ہوں ان کی خبر گیری کریں۔

اپنے احوال اور اطاعات میں سے کسی میں بھی کمال کا دعویٰ نہ کیا کریں۔ جماعت کے وقت اپنے دل سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہا کریں۔ جن ایام میں حمل قرار پانے کی توقع ہو ان میں اپنی بیوی سے اس وقت تک جماع نہ کریں جب تک ہمارا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ درست نہ ہو۔ اپنی بیوی اور باندی کی نگاہ میں اپنی عزت کو محفوظ رکھا کریں۔ ہمارے دوستوں میں سے کوئی بھی ایسے شخص کو ایذا نہ پہنچانے پائے جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی ہو۔ روشنی لے کر جماعت کے لیے نہ آیا کریں۔ ہر نو وارد مہمان کا اکرام کیا کریں۔ کسی مہمان کے لیے کبھی تکلف نہ کیا کریں۔ تمام موجودات پر رحم کرنے کی عادت اختیار کریں۔ سلام کرنے میں پہل کریں۔ سیّد زادی سے نکاح اس وقت کریں جب آپ اپنے آپ کو اس کے خدام میں سے سمجھ لیں۔ ہماری مالدار بیٹی یا بہن کے لیے کوئی غریب سیّد زادہ پیغام دے تو رد نہ کریں۔ سوال کرنے والے سیّد کو جس قدر ممکن ہو ضرور دیں۔

کسی قوم پر کسی کام میں آگے بڑھنے اور بڑا بننے کی کوشش نہ کریں۔ مواقع غفلت میں جیسے بازار اور سیر و تفریح کی جگہ حق تعالیٰ کو ضرور یاد کریں۔ جب ہماری برائیاں مخلوق پر ظاہر ہو جائیں تو ہم مخلوق کے ساتھ زیادہ احسان کیا کریں۔ احادیثِ فضائل پر عمل کیا کریں۔ کسی کو مشورہ نہ دیا کریں، مگر جب کہ اس معاملے میں ہماری نظر مشورہ لینے والے سے زیادہ کامل ہو۔ قرأتِ قرآن اور ذکر کے لیے بدونِ طہارت کے کبھی نہ بیٹھا کریں۔ اپنے ساتھ حسد رکھنے والے سے مکدر نہ ہوا کریں۔ ان لوگوں کا اکرام کیا کریں جن کے سپرد ہمارے دنیوی معاملات ہیں۔ دنیا کی ہر چیز کو عبرت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص کسی کو ہمارے موافق مشورہ نہ دے تو اس سے مکدر نہ ہوں۔ جب تک ہم باطن میں کسی امرِ مذموم کے مرتکب ہوں اس وقت تک تلقین ذکر اور بیعت کرنے کے درپے نہ ہوں۔ کسی سے اس وقت تک بیعت نہ لیں جب تک ہم کو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اپنے علم میں ہم سے کم سمجھتا ہے۔ کسی کا راز ظاہر نہ کیا کریں۔

جو باتیں ہم نے کسی عالم سے سیکھی ہیں ان پر خود عمل کریں اگرچہ وہ عمل نہ کرتا ہو۔ انصار

کی نیک اولاد سے بغض نہ رکھیں۔ ایک کپڑے میں لپٹ کر کسی مرد کے ساتھ کبھی نہ سوئیں۔ سنن شرعیہ کو سستی اور کاہلی سے کبھی ترک نہ کریں۔ اپنے دوستوں کو ضرورت سے زیادہ سونے نہ دیا کریں۔ حرفت کرنے والوں میں جب کوئی ہم سے مرید ہو تو ہم اس کو اسی پیشہ پر قائم رہنے کا حکم کریں۔ جب ہماری لڑکی بالغ ہو جاوے تو اس کے نکاح میں جلدی کریں۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کو بھی اس کی بیٹی کے جہیز کے متعلق یہ دعویٰ نہ کرنے دیں کہ یہ اس کی ملک نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ہماری بیٹی سے نکاح کا پیغام دے تو اس کو سامانِ نکاح و مقدماتِ شادی میں طاقت سے زیادہ خرچ کرنے کی تکلیف نہ دیں۔ اگر ہماری لڑکی اپنے خاوند کے ساتھ جانا اور اس کے پاس رہنا چاہیے تو اس سے مشوش نہ ہوں۔ جب ہماری لڑکی اپنے خاوند کی شکایت کرے تو اس کے مقابلے میں اپنی بیٹی کی حمایت وطرف داری میں جلدی نہ کریں۔ جماعت میں اچھی نیت کیا کریں۔ حمل قرار پانے کے بعد جہاں تک ممکن ہو حفظِ صحت کے لیے جماع کم کیا کریں۔

جب کوئی شخص کسی مسئلے میں علماء کی نقل کی مخالفت کرے تو اپنے دوستوں کو اس پر اعتراض میں جلدی کرنے سے روکیں۔ جب عہدہ دارانِ سلطنت تک ہماری رسائی ہو جائے تو ہم کسی کے لیے عہدۂ حکومت کی سعی نہ کریں۔ جو شخص کسی عہدۂ حکومت سے معزول ہو جائے تو اس کو صبر کی وصیت کریں۔ اپنے دوستوں کو تاکید کریں کہ جب کسی عالم یا درویش کے پاس جانا چاہیں تو اپنی عقل کی ترازو کو توڑ کر ان کے پاس جایا کریں۔ اپنے نصیحت کرنے والے دوستوں کو حکمت و تدبیر کے طریقے بتائیں۔ کفار کو بھی نصیحت کیا کریں۔ جو پڑوسی ہمارے سامنے گناہ کرتا ہو تو جہاں تک ہو سکے ہم اس کی پردہ پوشی کریں۔ اپنے دوستوں میں سے علماء ظاہر کو ذاکرین کی تعظیم کا حکم دیں۔ کتاب اللہ اور احادیث میں جو اُمور از قبیلِ متشابہات ہیں ہم ان کے معانی کی تلاش میں اپنے آپ کو پریشانی اور تعب میں نہ ڈالیں۔ اس زمانے میں اگر کوئی ہم سے کسی کی حالت دریافت کریں تو صرف اتنا کہیں کہ وہ ہم سے اچھا ہے، باقی پوری حالت کسی اور سے دریافت کرو۔ جن اولیاء پر بعض لوگوں نے اعتراض کے ساتھ کلام کیا ہے ان کا تذکرہ انہی لوگوں کے سامنے کیا کریں جو ان کے معتقد ہیں۔

اپنے اہل وعیال اور بیوی بچوں کو آدابِ شرعیہ خود سکھلایا کریں۔ حدیث اس وقت تک

نہ پڑھا کریں جب تک کچھ صدقہ نہ کر دیں۔ ان منکرات کے ازالے میں زیادہ سختی کریں جن کی حرمت پر اتفاق ہے۔ جو اُستاد ہمارے بچوں کو قرآن کریم پڑھاتا ہو اس کی خوب تعظیم کیا کریں۔ سلف صالحین سے جو آداب منقول ہیں ان پر عمل کریں۔ تلاوتِ قرآن اور قرأتِ حدیث کے وقت کسی کو شور وشغب اور آواز بلند نہ کرنے دیں۔ جس جگہ شرعاً جہر کرنا افضل ہے وہاں اپنے سب افعال واقوال کو علانیہ کیا کریں۔ جن مسلمانوں کے ہاتھ میں منافع عامہ ہیں ان کی عزت و حرمت کا لحاظ رکھا کریں۔ جس شخص کا نام اللہ تعالیٰ اور انبیاء اور اکابر اولیاء کے ناموں سے مشابہ ہو اس کی تعظیم زیادہ کیا کریں۔ اُمتِ محمدیہ کے تمام آدمیوں کی خطاء کو اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی خاطر معاف کر دیا کریں۔ اپنے دوستوں کو دھوکہ دہی اور فریب بازی سے بچنے کی نصیحت کریں۔ گنہگاروں سے صرف اللہ کے واسطے نفرت وبغض کیا کریں۔ جب کسی مسلمان پر کوئی طعن کیا جاوے تو ہم ان کی طرف سے جواب دیا کریں۔

مسلمانوں میں سے کسی کے ساتھ بدگمانی نہ کیا کریں۔ جو شخص ہم سے بڑا بننا چاہے ہم اس سے بڑا بننے کی خواہش نہ کریں۔ ہمارے پاس جس قدر مال ہو اس کو خالص اپنا مال نہ سمجھیں۔ اپنے دوستوں کو کثرتِ ایثار کا حکم کریں۔ جس شخص کے ساتھ بھی تعلق وصحبت پیدا کریں خالصاً لوجہ اللہ پیدا کریں۔ دنیا سے بے تعلقی اور زہد اس واسطے نہ اختیار کریں کہ دل کو راحت زیادہ حاصل ہوگی۔ کھانے پینے کی ہر چیز کے استعمال کے وقت اپنے قلوب کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھا کریں۔ اپنے احباب حفاظِ قرآن کو سختی کے ساتھ تاکید کریں کہ وہ اپنے اوپر مُردوں کے ایصالِ ثواب کی دعوتیں قبول کرنے کا دروازہ نہ کھولیں۔ جو درویش ہماری تربیت میں ہوں انھیں قبروں وغیرہ پر پیسوں کے معاوضے میں قرآن خوانی سے منع کریں۔ امراء اور ارکانِ دولت کا قرب اختیار نہ کریں۔ اہلِ فضل واہلِ علم کو دیکھ کر کھڑے ہو جایا کریں۔ جب تک ہم دنیا میں ہیں اس وقت تک کسی بڑے سے بڑے فتنے میں مبتلا ہونے سے بھی مطمئن نہ ہوں۔ شیطان سے ڈرتے رہیں۔

اپنے بھائیوں اور ہم عصروں سے بڑا بننے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔ اپنے دوستوں کو جواں مرد اور بلند حوصلہ بننے کی ترغیب دیں۔ اپنے دوستوں کو دنیا کی رونق اور دنیا داروں کی

چیزوں کی طرف نظر اُٹھانے سے منع کریں۔ مسجد میں جاتے ہوئے اچھے کپڑے پہننے میں سستی نہ کریں۔ جب ہم سے کوئی ایسی بات صادر ہو جس سے عذر خواہی کرنا ضروری ہو تو عذر خواہی کر لیا کریں۔ اعمالِ مستحبہ کو ایسے موقع پر علانیہ کیا کریں جہاں اس کی اُمید ہو کہ لوگ ہماری اتباع کریں گے۔ جو شخص ہم سے ناحق ناراض ہو اس سے صلح کرنے میں خود ابتداء نہ کریں۔ جو شخص اپنے ہدیہ کو بہت قیمتی اور قابلِ قدر سمجھتا ہے اس کا ہدیہ کبھی قبول نہ کریں۔ جو شخص ہم کو فقراء میں تقسیم کرنے کے لیے کچھ مال دے تو اس کو منظور نہ کریں۔ جو جماعت ہماری زیرِ تربیت ہے اس کے واسطے کسی سے کچھ مال و اسباب قبول نہ کریں۔ اپنے تمام صدقاتِ نافلہ اور مستحب خیرات و ہدایات کو چھپایا کریں۔ اپنے نفس اور اہل و عیال پر زیادہ توسع نہ کریں۔ کسی مسلمان کے ساتھ مکر وفریب نہ کریں۔

کسی ایسی چیز سے اپنے کو افضل نہ سمجھیں جس کی طرف ہم کو کسی وقت احتیاج ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر کشف کا دروازہ کھول دیں اور کوئی جانور کہے کہ مجھے ذبح نہ کرو تو اس وقت شریعت کی اجازت پر عمل کریں۔ ہم کسی مسلمان سے کسی دوسرے شخص کی وجہ سے بدونِ شرعی سبب عداوت نہ کیا کریں۔ جب دو شخص ہم کو دعوت دیں اور دونوں کے گھر فاصلہ میں برابر ہوں تو اس شخص کی دعوت قبول کریں جس کی دعوت رد کرنے سے دل شکنی کا زیادہ خطرہ ہو۔ جس محفل میں بڑے طبقے کے لوگ شریک ہوں خصوصاً مناظرے کی مجلس میں ہرگز نہ جائیں۔ جب ہم کسی مجلس میں حاضر ہوں تو جب تک ہو سکے خود گفتگو شروع نہ کریں۔ مجمع عام میں یا درس و مجلسِ ذکر سے فارغ ہونے کے وقت کسی کو اپنے ہاتھ چومنے نہ دیں۔ اپنے کو اس قابل نہ سمجھیں کہ کوئی ہمارے پاس بیٹھے یا ہماری بات کا جواب دے۔ اگر کوئی ہمارا نام بغیر القاب کے لیے پکارے تو اس سے مکدر نہ ہوں۔ گناہوں سے صرف حق تعالیٰ سے شرما کر بھاگا کریں۔

بزرگوں کا سا لباس پہن کر جاہلوں، متکبروں، فاسقوں جیسے کام نہ کریں۔ اگر نیک لوگ ہمارے سامنے اپنا ایسا واقعہ بیان کریں جو عقلاً ناممکن ہو تو اگر خلافِ شریعت نہ ہو تو انکار نہ کریں۔ جس کا جو حق بھی ہمارے ذمے واجب ہو اس کو حق دار کے مطالبے سے پہلے ادا کر دیا کریں۔ اگر ہم کسی جگہ دینی کام میں مشغول ہوں پھر کوئی شخص اس کام کو انجام دینا چاہے اور وہ

اس کا اہل بھی ہو تو ہم خوشی سے چھوڑ دیں۔ کسی شخص کے سامنے اپنی تعریف کبھی نہ کریں، مگر یہ کہ شرعی ضرورت ہو۔ ہمارے دوستوں میں سے جو شخص سلسلہ سے نکال دیے جانے کا مستحق ہو اس کو اپنے دل سے دور کر دیا کریں نہ کہ زبان سے۔ حکام کی اصلاح کے درپے اس وقت تک نہ ہوں جب تک ہم کو ان کے اندر تصرف کی قدرت نہ ہو۔ لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کر کے اپنے دوستوں کے پاس شکریہ ادا کرنے بھیج دیا کریں۔ حکام کے پاس لوگوں کی سفارش نہ لے جایا کریں۔ عالمِ وجود کی ہر اچھی بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں۔ آج کل کے قاضیوں کے فیصلے اور گواہوں کی شہادتوں کو باطل نہ کہا کریں۔

اپنے دوستوں کو ہدایت کریں کہ وہ اپنے معاملات میں ہوشیاری سے کام لیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے جو ہمارے شاملِ حال ہیں دھوکہ نہ کھائیں۔ جن چیزوں کا واقع ہونا ہم کو کشف سے معلوم ہو جائے ان کو ظاہر نہ کریں۔ اپنے متعلقین کو غالی صوفیہ کی کتابوں کے دیکھنے سے منع کریں۔ کسی مرید کو فقہاء سے جھگڑنے اور ان پر انکار کرنے کی اجازت نہ دیں۔ کوئی دن رات ایسا نہ گزرنے پائے جس میں ہم نے چوبیس ہزار بار اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کیا ہو۔ کسی کی پوشیدہ حالت کا تجسس نہ کریں۔ بڑے درجے کے لوگوں کے پاس نشست و برخاست زیادہ نہ کیا کریں۔ اپنے متعلقین کو اس بات کی گنجائش نہ دیں کہ وہ ہم کو ہمارے ہم سروں پر ترجیح دیں۔ اپنے نفس کو سب ہمسروں سے زیادہ علم و معرفت کا دعویٰ کبھی نہ کرنے دیں۔ جب کوئی مصیبت نازل ہو تو اللہ تعالیٰ سے خوب گڑگڑا کر فریاد کریں۔ اپنے دوستوں اور متعلقین کو تعویذات و نقوش وغیرہ میں مشغول نہ ہونے دیں۔

اس زمانے میں اپنے پیٹ کی حفاظت سے غفلت نہ کریں۔ جو ہم پر ظلم کریں اس پر بددعا کبھی نہ کریں۔ اُمتِ محمدیہ کے بدکاروں کے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لیے اعمالِ صالحہ کثرت سے کیا کریں، مگر ان پر بھروسہ نہ کریں۔ کبھی کبھی عمدہ لذیذ غذائیں کھا کر اور نفیس کپڑے پہن کر اپنے نفس کا علاج کیا کریں۔ جب ہم حسن و جمال والی عورت سے نکاح کریں تو اس سے مقصود صرف لذتِ جماع نہ ہونا چاہیے۔ اپنے ایمان کے آئینے کی جلا میں کوشش کریں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے ہم کو بعض اسرار پر مطلع فرما دیں تو ان کو

ظاہر نہ کریں۔ جب اپنے شیخ کو اس کے درجے سے گرا ہوا دیکھیں تو شیخ سے اپنی عقیدت کو نہ بدلیں۔ پڑوسی کو حکام کی گرفت سے بچانے کی تدبیر کیا کریں۔ اگر ہم کسی علم کا درس دے رہے ہوں اس وقت کوئی مشہور عالم آجائے تو اس کو کتاب کی تقریر کرنے پر مجبور نہ کریں۔ ہمارے پاس کوئی بشارت آئے تو اس کو قبول کرلیا کریں۔ تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے خصوصاً نماز میں پوری توجہ کریں۔

اپنے ان دوستوں کو جو بچوں کو پڑھاتے ہیں اس بات کی ہدایت کریں کہ جب تک ممکن ہو بچوں کی روٹی میں اپنا حصہ نہ لگائیں۔ جب ایسے شخص کے سامنے سے ہمارا گزر ہو جس کے ساتھ صلح کرنے سے ہم عاجز ہوگئے ہیں تو سر جھکا کر گزریں۔ جس مسلمان سے مخلوق کو جس قدر نفع پہنچتا ہو اسی کے موافق ہم اس کا اکرام زیادہ کریں۔ جب ہم چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو نیند کا بستر لپیٹ کر رکھ دیں۔ اگر کسی وقت ہم طالبانِ علوم کے اُستاد یا مریدین کے شیخ بنادیے جائیں تو اپنے کو ان سے عند اللہ زیادہ مرتبہ والے نہ سمجھیں۔ اپنے دوستوں کو مسجد کی دہلیز اور صحن میں بھی جوتا پہن کر چلنے نہ دیں۔ اسلامی فرقوں میں سے کسی فرقے کے پیچھے اس طرح ہاتھ دھو کر نہ پڑیں کہ ان کو کافر ہی بنا کر چھوڑیں۔ اگر کوئی جھگڑنے والا بدون سمجھے بوجھے ہم سے بحث کرنے لگے تو ہم کو خود ہی اپنی غلطی کا اعتراف کرکے قصہ ختم کردینا چاہیے۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کو ناجائز کام کا ارتکاب کرنے کے بعد ارادۂ الٰہی سے حجت پکڑنے کا موقع نہ دیں۔ اپنے دوستوں کو تاکید کریں کہ زمانہ اور اہلِ زمانہ کے ساتھ چلتے رہیں۔

اگر ہم کو کسی بادشاہ یا حاکم یا سردار سے ملنے کا اتفاق ہو تو اپنے لیے دعا کی درخواست کریں۔ جنازے کی نماز پڑھانے کے لیے آگے نہ بڑھیں۔ جب اللہ تعالیٰ سے دنیوی خواہشوں یا منصوبوں کے لیے دعا کریں تو تفویض کے ساتھ کریں۔ ہر نعمت اور مصیبت کے دونوں رُخ دیکھا کریں۔ کسی مرید کو اس کے شیخ سے نہ بگاڑیں۔ علماء و صالحین کو عمدہ کپڑے پہنتے اور لذیذ غذائیں کھاتے دیکھ کر جلدی سے ان پر اعتراض نہ کیا کریں۔ جب ہم کسی حاکم یا رکنِ سلطنت سے ملیں تو اپنے ہم عصر علماء اور درویشوں کو اس کی نظر میں بڑھائیں۔ اگر ہم کو ارکانِ دولت میں سے کسی کی صحبت کا اتفاق ہو تو اپنے کشف کو کبھی ظاہر نہ کریں۔ اپنے دوستوں کو

مجذوبوں اور مغلوب الحال لوگوں کی حالت کو عقل ونقل کی ترازو میں وزن کرنے سے منع کریں۔ دنیا سے تصرف وکرامت کے ذریعے سے اپنی شہرت کے طالب ہرگز نہ ہوں۔ شریعت کی آسانیوں پر بھی بعض اوقات شوق سے عمل کیا کریں۔ اپنے ان دوستوں کو جو ہماری زیرِ تربیت ہیں خطیب بننے کی اجازت نہ دیں۔

اپنے دوستوں کو ان باتوں پر انکار نہ کرنے دیں جو مسلمانوں نے بطور قربتِ الٰہی ایجاد کی۔ اپنے دوستوں کو اہلِ برزخ کے احوال کے متعلق گفتگو کرنے کی اجازت نہ دیں۔ اپنے دوستوں کو حضرات انبیاء علیہم السلام کی خطاؤں اور قضاء وقدر کی حقیقت میں گفتگو کرنے کی اجازت نہ دیں۔ اپنے دوستوں کو ہدایت کریں کہ توحید کی باریکیوں کو سمجھنے کے لیے اپنے آئینۂ دل کی صفائی کریں۔ اپنے دوستوں کو ایسے شخص کی بھی غیبت نہ کرنے دیں جس نے ان کے حق میں ظلم کیا ہے۔ اس زمانے میں جو کوئی ہمارے ساتھ برائی سے پیش آئے اس سے زیادہ ان لوگوں سے بچنا چاہیے جو ہم پر احسان کرتے ہیں۔ جب کسی محفل میں لوگ ہماری تعریف کریں تو خاموش رہا کریں۔ جب ہم کسی جگہ جانا چاہیں تو اپنے دوستوں کے لیے خیر کی دعا کریں۔ کوئی ایسا کام نہ کریں جس میں حیثیت سے زیادہ خرچ کرنا پڑے۔ کسی کو بھی اپنے زمانے کے علماء ومشائخ کی زیارت سے نہ روکیں۔ فقراء، ضعفاء اور ضرورت مندوں کے پاس بیٹھنے سے غفلت نہ کریں۔ جب ہم مسلمانوں کے علماء میں شمار ہونے لگیں تو اپنے شہر والوں میں سب سے زیادہ کریم اور صاحبِ ایثار بن جائیں۔

اگر ہم اپنے مشائخ کے بعد ان کے جانشین بن جائیں تو اپنے کو ان کے طریقے پر ہرگز نہ سمجھیں۔ اپنے دوستوں میں سے کسی کے اندر ولایت وغیرہ کا دعویٰ پائیں تو اس کو متنبہ کریں۔ خانقاہوں اور مدرسوں کی روٹیوں میں اپنا حصہ نہ لگائیں۔ وعظ سے پہلے پوری توجہ کے ساتھ اپنے کو رسول اللہ ﷺ اور علماء واولیاء کا نائب سمجھیں۔ جب کسی ولی یا عالم یا کسی بڑے آدمی کے پاس جائیں تو اس سے زیادہ عاجزی ظاہر نہ کریں۔ جو کوئی ہم سے آشنائی پیدا کرے اس کو طریقِ فقراء کا شوق اور ذکر اللہ کی ترغیب دیں۔ اس زمانے میں جس شخص کو کسی بلا میں گرفتار دیکھیں تو اس کو اس سے خلاصی پانے کا طریقہ بتلائیں۔ جب ہم کو کسی حاکم یا قاضی وغیرہ کے ہاں مرتبہ

حاصل ہو جائے تو اس کو نصیحت کرنے اور لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے سے غفلت نہ کریں۔
جب کسی مصیبت زدہ کی کوئی حاجت پوری کریں تو اس کے بدلے میں کوئی ہدیہ قبول نہ کریں۔
جب ہم کسی حاکم یا بڑے آدمی کو علمِ دین سکھلائیں تو مجمع میں تعلیم نہ دیں۔

اللہ کے بندوں کو باہم ایک دوسرے کا محبوب بنادیں۔ اپنے دوستوں کو وضوء اور نماز میں وسوسہ کرنے سے منع کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس عالم کی تمام موجودات کے ساتھ ادب کا لحاظ رکھیں۔ ہمارے دوستوں میں سے اگر کسی کو بازار کا سردار بنا دیا جائے تو اس کو سرداری کے آداب اور ان کی تفصیل بتلائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھیں۔ جب کوئی کتاب تصنیف کریں یا سبق پڑھائیں تو الفاظ کی تحقیق اور شیرینی میں مبالغہ نہ کریں۔

(نوٹ: جن حضرات کو ان نصائح کی تفصیلات مطلوب اور تفہیم کی مزید ضرورت محسوس ہو یا حضرت امام شعرانی کی پند و نصائح سے کوئی شک وشبہ پیدا ہو تو وہ حضرات کتاب 'ہم سے عہد لیا گیا ہے' ترجمہ شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی مطبوعہ ادارۂ اسلامیات، انارکلی، لاہور کی طرف رجوع کریں۔ تمام شکوک وشبہات کا جواب وہاں موجود ہے۔ مؤلف)

حضرت امام الصالحین سیّد احمد کبیر رفاعی الحسینی قدس سرہ کی وصایا

آپ کی ولادت باسعادت ۱۵/رجب المرجب ۵۱۲ھ کو مقام حسن میں ہوئی اور آپ کی وفات ۶۶ سال کی عمر میں ۵۷۸ھ میں۔ ام عبیدہ کی خانقاہ میں ہوئی۔ انھیں اپنے ماموں کے جوار میں دفن کر دیا گیا۔

اپنے مریدوں کو وصیت ونصیحت

۱۔ میرے دوستو! مجھے کل کو اللہ سبحانہ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا (کہ نیک اعمال میں پیچھے رہ جاؤ) اور دوسرے اچھے اعمال والے تم سے سبقت لے جائیں۔ درویش کی زندگی کا ہر سانس کبریت احمر (سرخ گندھک) سے زیادہ قیمتی ہے۔ وقت کو برباد کرنے سے بچو، وقت ایک تلوار ہے۔ اگر درویش اس کو ضائع کرتا ہے تو وہ اس کو کاٹ ڈالتا ہے۔ (یعنی قربِ الٰہی کے اعلیٰ درجے سے کاٹ کر الگ کر دیتا ہے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وَ مَنْ

يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا" جوشخص رحمٰن کی یاد سے اندھا ہوجائے (یعنی اس کا دل غافل ہوجائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں) پس انسان کا جو سانس اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت میں گزرتا ہے اس وقت اس کے اوپر شیطان مسلط ہوتا ہے۔

۲۔ دوستو! ادب کو مضبوطی سے تھامے رہو اور اللہ تعالیٰ کا ادب یہی ہے کہ اس سے کسی وقت غافل نہ رہو کیونکہ ادب ہی مقصود (حاصل کرنے) کا دروازہ ہے۔

۳۔ دین کی سمجھ حاصل کرنا اور دنیا سے بے رغبت ہونا اور بندے کے اوپر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں ان کو پہچاننا۔ (البنیان المشید، ص:۷۰)

۴۔ نعمت کا شکر ادا کرے، اور شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے اس کی نافرمانی میں مدد نہ لے۔ شکر یہ ہے کہ دل اپنے منعم کے ساتھ ادب کے راستے پر جما رہے۔

۵۔ بزرگو! میں تم کو دنیا سے ڈراتا ہوں۔ اغیار پر نظر کرنے سے ڈراتا ہوں۔ معاملہ سخت ہے اور پرکھنے والا گہری نظر والا ہے .... جس نے سب کو چاہا اسے کچھ بھی نہیں ملا۔ تم جن چیزوں کے طالب ہو ان کے حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان کو چھوڑ کر پیچھے کھڑے ہوجاؤ۔ ایک کو مطلوب بناؤ، تمھارے سب مطلوب اسی ایک میں داخل ہوجائیں گے۔

۶۔ جس کو اللہ تعالیٰ مل گیا اس کو سب کچھ مل گیا اور جس سے حق تعالیٰ چھوٹ گیا اس سے سب کچھ چھوٹ گیا۔

معرفت کی حقیقت وہ نہیں جیسا کہ تم گمان کرتے ہو کہ اونی جبہ ہو اور سر پر تاج ہو، اونچے کپڑے ہوں، بلکہ معرفت یہ ہے کہ رنج وغم کا جبہ ہو، سچائی کا تاج ہو، توکل کا لباس ہو، عارف کا ظاہر شریعت کی چمک سے اور باطن محبت کی آگ سے خالی نہ ہو۔

۷۔ بزرگو! ذکر اللہ کی پابندی کرو کیونکہ ذکر وصالِ حق کا مقناطیس ہے، قرب کا ذریعہ ہے۔ جو اللہ کو یاد کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس ہوجاتا ہے اور جو اللہ سے مانوس ہو وہ اللہ تک پہنچ گیا۔

مگر یاد رکھو ذکر اللہ صحبتِ مشائخ کی برکت سے دل میں جمتا ہے۔ تو ایسے لوگوں سے تعلق پیدا کرو جن کے دل میں اللہ کی یاد جم چکی ہے۔ تم کو بھی یہ دولت نصیب ہوگی۔

۸۔ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے وہ اپنے پروردگار کے نور سے منوّر رہتا ہے۔ اس کے دل کو اطمینان اور دشمن (شیطان) سے حفاظت نصیب ہوتی ہے۔ ذکر اللہ روح کی غذا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا روح کی شراب اور اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا روح کا لباس ہے۔ راحت پانے والوں نے اللہ تعالیٰ کے اُنس کے برابر کسی چیز سے راحت نہیں پائی اور لذت حاصل کرنے والوں نے اللہ کی یاد کے برابر کسی چیز میں لذت نہیں پائی۔

۹۔ میں تم کو سختی کے ساتھ وصیت کرتا ہوں کہ دین کے فرائض وواجبات کا علم حاصل کر لینے کے بعد اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرو، کیونکہ ان کی صحبت بڑا مجرب تریاق ہے (جس سے دل کی تمام برائیاں، بیماریاں جاتی رہتی ہیں)۔ صدق (سچائی) وصفا (صفائی)، ذوق (دردِ دل) ووفا (وفاداری) اور دنیا وآخرت سب سے الگ ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہوجانا انہی کا کام ہے۔ اور یہ باتیں کتابیں پڑھنے پڑھانے اور مجلسیں جمانے سے نہیں حاصل ہوتیں۔ یہ تو صرف شیخ کامل عارف کی صحبت سے حاصل ہوتی ہیں جو حال اور قال دونوں کا جامع ہو کہ اپنی باتوں سے راستہ بتلائے اور حال سے ہمت کو بڑھائے۔

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

۱۰۔ صوفیائے کرام منعم حقیقی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرنے اور ان کا شکر ادا کرنے اور لوگوں کو عمل کی ترغیب دینے کے لیے ان نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کی ہیں، بیان کیا کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو بھی یہ برکت حاصل ہوجائے۔ ﴿وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (سورۂ روم، آیت: ۶۹) جن لوگوں نے ہمارے واسطے مشقت اُٹھائی ہے ہم ان کو اپنے راستے ضرور بتلادیں گے۔ اس وجہ سے صوفیہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کرتے ہیں۔ یوں کبھی نہ کہے گا کہ تم سے اچھا ہوں، بزرگ ہوں، اشرف

ہوں، یہ دعوے کی باتیں ہیں جو رعونت سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ باتیں احمق ہی کی زبان سے نکل سکتی ہیں۔

عزیزِ من! تم اپنے باپ پر فخر کرتے ہو کہ وہ بڑا عالم یا درویش تھا۔ سو آدم علیہ السلام سب سے پہلے برگزیدہ نبی کی اکثر اولاد، اسی طرح بہت سے انبیاء و مرسلین کی اولاد کافر ہوگئیں۔ ان کے لیے آدم علیہ السلام یا اور کسی نبی کی اولاد میں ہونا کچھ بھی باعثِ فخر نہ ہوا۔ اسی طرح یہ کیا ضروری ہے کہ تیرا باپ لائق ہو تو تو بھی لائق ہو۔ ممکن ہے وہ لائق ہو اور تو نالائق ہو۔

عزیزِ من! تو اپنے علم پر فخر کرتا ہے سو ابلیس نے علم کی ہر گتھی کو سلجھالیا۔ اور دنیا کے تمام صحیفوں اور کتابوں کو پڑھا اور حل کرلیا۔ مگر تنہا علم سے اس کو کچھ نفع نہ ہوا۔

تو اپنے مال پر فخر کرتا ہے سو قارون کو اس کے مال ہی نے تباہ کیا۔ تو اپنی بادشاہت پر فخر کرتا ہے مگر فرعون کو اس کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ذرا نہ بچا سکی۔

عزیزِ من! ان چیزوں پر فخر کرنا چھوڑ دے اور ذلت و عاجزی اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر۔ ابراہیم علیہ السلام نے سب سے یکسو ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو وہ ہلاک نہیں ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب پروردگار کے سامنے اپنے ذلت کا بستر بچھا دیا تو وہ ذلیل نہیں ہوئے۔ یونس علیہ السلام نے جب سچی التجا سے "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْـتَ سُبْـحَانَكَ" (آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ تمام عیبوں سے پاک ہیں، میں ہی خطاوار تھا) کہا تو ان کی شان میں ذرہ برابر کمی نہ آئی۔ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے کو تقدیرِ الٰہی کے حوالے کردیا اور اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو وہ ناکام نہیں ہوئے۔

نبی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ رسولوں کا یہی طریقہ ہے۔ صدیقین اور صلحاء کا یہی طرز ہے۔ یہ حضرات فخر و تکبر سے پاک ہوتے ہیں۔ تواضع اور خاکساری ان کا شعار ہے۔ جو انبیاء و مرسلین اور صدیقین و صالحین کے طریقے پر چلے گا وہ کبھی ناکام نہ ہوگا۔ (البنیان المشید، ص: ۱۴۸)

۱۱۔ غفلت اور ارتکابِ حرام سے بچتے رہو۔ بیوی بچوں میں ایسے مشغول نہ ہونا کہ اللہ کو بھول جاؤ۔ کپڑے قیمتی پہن کر اللہ کی غریب مخلوق کے سامنے نہ اتراؤ۔ میں کہتا ہوں کہ

ضرورت سے زیادہ اس طرح زینت و آرائش کا اظہار نہ کرو کہ فقراء کے دل ٹوٹ جائیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسی زینت سے تمھارے دلوں میں عُجب اور غفلت پیوست ہو جائے گی۔ اپنا لباس صاف ستھرا رکھو۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ اپنے دلوں کو بھی پاک و صاف رکھو کیونکہ یہ کپڑوں کی صفائی سے مقدم ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھارے کپڑوں کو نہیں بلکہ تمھارے دلوں کو دیکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر شیطان سے جنگ کرو۔ کوئی نصیحت سے، کوئی اخلاق سے، کوئی اپنے حال، کوئی اپنے کلام سے، شیطان کی طاقت کو توڑتا ہے۔ (البیان المشید - مولانا ظفر احمد تھانوی، ص: ۱۴۹)

۱۲۔ حضرت سیّد رفاعی کی نصیحت خاص علمائے کرام کو:

بزرگو! تمھارے اندر بعضے فقہاء اور علماء بھی ہیں۔ تم وعظ کی مجلسیں بھی منعقد کرتے ہو، درس بھی دیتے ہو، احکامِ شرعیہ بھی بیان کرتے ہو، لوگوں کو مفتی بن کر احکام بھی بتلاتے ہو، خبردار! چھلنی کی طرح نہ ہو جانا کہ عمدہ آٹا تو نکال دیتی ہے اور بھوسی اپنے پاس رہنے دیتی ہے۔ اسی طرح تمھارا یہ حال نہ ہونا چاہیے کہ تم اپنے منہ سے دوسروں کے لیے تو حکمت کی باتیں نکالتے رہو اور خود تمھارے دلوں میں کھوٹ رہ جائے۔ اس لیے کہ اس وقت تم سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل نہ کرنے پر محاسبہ کیا جائے گا ﴿اَتَـاْمُـرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۴۴) یعنی کیا تم دوسروں کو نیکی کی تاکید کرتے ہو اور اپنے آپ کو نیکی سے بھلاتے ہو۔ (البیان المشید)

انجیل مقدس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مثل چھلنی کے مت بنو کہ عمدہ شے تو اس سے باہر نکل جاتی ہے اور ردی چیز رہ جاتی ہے، اسی طرح ایسا نہ ہو کہ حکمت تو تمھارے دلوں سے نکل جائے اور کینے تمھارے سینوں میں باقی رہ جائیں۔

(تفسیر عزیزی، ص: ۱۴۰۔ وصیۃ الآداب، ص: ۷۵)

آپ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، ہمارا طریق ہے نہ مانگیں نہ پھیر دیں اور نہ جمع کرکے رکھیں۔ دعویٰ تکبر کا نتیجہ ہے۔ دل اس کو برداشت نہیں کرسکتا اور اسے زبان کی طرف پھینک دیتا ہے۔ احمق زبان اسے کہہ بیٹھتی ہے۔ تھوڑا ادب اچھا ہے، اس علم و عمل سے جس کے

ساتھ ادب نہ ہو۔ تیرا بھائی وہ ہے کہ تیرا نفس اس پر بھروسہ کرے، اور تیرے دل کو اس سے آرام ہو اور تجھ کو اللہ سے قریب رکھے۔ اللہ کے ساتھ بصورتِ موافقت، خلق کے ساتھ بہ خیر خواہی، لیکن نفس کے ساتھ بر سر پرخاص رہ۔ اُمید کا کوتاہ کرنا زہد ہے نہ کہ کملی پہننا اور موٹا کھانا۔ جس نے صبر کی زرہ پہنی وہ شتاب کاری کے تیروں سے بچ گیا۔ اعمال کے محرابوں کی مرمت خیال کے ہاتھوں سے نہیں ہوسکتی۔ بندۂ زر نہ اللہ کا بندہ ہوسکتا ہے نہ خلق اللہ کا دوست۔ مروّت کے معنی یہ ہیں کہ اپنے نفس پر اس کی طاقت سے بڑھ کو بوجھ ڈالے۔ خوش خلقی فائدہ مند تجارت ہے، قناعت خزانہ ہے، دنیا کی محبت میں گرفتار نہ رہنا آبرو ہے، توکل پناہ اور عقل کشتی تجارت ہے۔ عذاب کی تلخی گناہ کی شیرینی کو بھلا دیتی ہے۔ جو زیادہ گو ہوتا ہے وہ غصہ ور ہوتا ہے، جو غصہ ور ہوتا ہے وہ کم لحاظ ہوتا ہے، جو کم لحاظ ہوتا ہے وہ پرہیزگار کم ہوتا ہے، اور جو پرہیزگار نہیں ہوتا اس کا دل مردہ ہوتا ہے۔ جب آدمی اپنے علم و اخلاق کو اچھی طرح جان لیتا ہے، اس کو جاہلوں کی ملامت سے کوئی رنج یا کسی طرح کا افسوس نہیں ہوتا۔ ایک عالم کی موت جو اللہ کے حرام وحلال کو جانتا ہو، ہزار عابد قائم اللیل وصائم النہار کی موت سے زیادہ افسوسناک ہے۔ موت العالم موت العالَم۔ جس عہدہ اور خدمت کی قابلیت نہ ہو اسے منظور نہ کرنا چاہیے۔ بدوں کے ساتھ جس قدر نیکی کی جائے گی اس قدر ان کا فتنہ وشر زیادہ ہوگا، اور جتنا احسان کیا جائے گا اتنا ہی وہ برائی کرنے پر آمادہ ہوں گے۔

ترحم بر پلنگ تیز دنداں
ستمگاری بود بر گوسفنداں

جس شخص کو علم نے معاصی اور فواحش سے باز نہ رکھا اس سے زیادہ بدبخت اور زیاں کار کوئی نہ ہوگا۔ اگر علماء اللہ کے دوست نہیں تو عالم بھر میں کوئی اللہ کا دوست نہیں۔ دولت شریف نہیں بنا سکتی اور اسی طرح افلاس کمینہ نہیں بنا سکتی۔ اگر دولتِ قارون ہو اور نیک کاموں میں صرف نہ کی جائے تو کنکر اور پتھر سے بھی کم ہے۔ کمینوں کا احسان لینا اپنے کو ہر وقت اور ہمیشہ کے لیے ہدف تیر ملامت بنانا ہے۔ جو شخص تنہائی پسند ہوتا ہے اسے دنیا کے دوسرے غیر متعلق اور غیر ضروری تردّدات سے کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ علماء کی صحبت اور کتبِ حکمت کے مطالعے سے

مسرت بخش زندگی حاصل ہوسکتی ہے۔ عالم و عابد دونوں بزرگ ہیں لیکن عالم اپنے ساتھ دوسروں کو بھی منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔ برخلاف اس عابد کے کہ وہ اپنی ہی کامیابی کی دھن میں لگا رہتا ہے۔ جو کلمہ نہیں کہا گیا وہ تمھارا غلام ہے لیکن جو کہا جاچکا ہے وہ آقا ہے۔ جب آدمی اکیلا ہو تو اپنے خیالات کو قابو میں رکھے اور مجلس میں اپنی زبان کو۔ دولت و نعمت کے زوال کے لیے ظلم سے زیادہ کوئی چیز محرک نہیں۔ آدمی چاہتا ہے کہ اپنے نقصان میں دوسرے کو بھی شریک کرلے مگر یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے نفع میں غیر شامل ہوجائے۔ اکثر مصائب و تکالیف جو دولتمندوں کو اُٹھانی پڑتی ہیں ان سے غریب لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ انصاف راحت ہے، صحت بضاعت، کاہلی اضاعت، راستی امانت اور دروغ گوئی خیانت ہے۔ علم جان ہے، عمل تن ہے، علم اصل ہے عمل فرع ہے، علم باپ ہے عمل اس کا بیٹا ہے۔ تین کام فاضل ترین ہیں: فاسق و فاجر کو راہِ راست پر لانا، تعلیم و تربیت سے جاہل کو عالم بنانا، دشمن کو دوست بنانا۔ انسان کا سب سے بڑا دشمن فعلِ بد ہے اور سب سے بڑا خیر خواہ کارِ نیک ہے۔ (مخزنِ اخلاق، ص: ۲۵۸)

ایک اور مجلس میں آپ نے وصیت فرمائی: عزیزِ من! شریعت کی پابندی اختیار کرو، ظاہری احکام میں بھی اور باطنی احکام میں بھی۔ اپنے دل کو اللہ کی یاد بھلا دینے سے بچاؤ۔ درویشوں اور غریبوں کی خدمت کو لازم سمجھو۔ نیک کاموں میں ہمیشہ جلدی اور سبقت کرو، سستی اور ملال کو راہ نہ دو۔ اللہ کی مرضی پر جمے رہو اور اللہ کے دروازے پر کھڑے رہو۔ اپنے نفس کو رات میں عبادت کرنے کا عادی بناؤ اور اعمال میں ریاء سے بچو۔ اپنی خلوتوں اور مجلسوں میں پچھلے گناہوں پر رووَ۔ جھوٹے دعوے نہ کرنا۔ توحید کے دریا میں غوطہ لگانے کا قصد نہ کرنا (یعنی فلسفہ اور معتزلہ کی طرح توحید میں باریکیاں نہ نکالنا ورنہ شیطان بہت سے وساوس اور شبہات میں مبتلا کردے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں گفتگو کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے، کیونکہ اس کی کنہ تک انسان نہیں پہنچ سکتا۔ اپنا اعتقاد ثبوتی رکھو، اور ایسا پختہ جس میں تغیر نہ ہوسکے۔ اپنے ذہن کو شیطانی وساوس سے پاک رکھو۔ اپنے آپ کو برے دوست کی صحبت سے بچاؤ کیونکہ اس کی دوستی کا انجام قیامت کے دن پشیمانی اور افسوس ہے۔

برخوردارِ من! جو تم نے کھالیا فنا کردیا، جو پہن لیا اس کو پرانا کردیا، ان میں سے کوئی

تمھارے ساتھ نہ رہے گی۔ جو کام تم نے کیے وہ تمھارے سامنے آئیں گے۔ اللہ کے پاس پہنچنا یقینی اور پختہ ہے، دوستوں سے جدا ہو جانا اٹل بات ہے۔ دنیا کی ابتدا ضعف اور فتور ہے اور اس کی انتہا موت اور قبر ہے، اگر دنیا کے رہنے والوں کو بقا ہوتا تو یہ بہت سے گھر ویران نہ ہوتے، پس اللہ سے دل لگاؤ، ماسوی اللہ سے رُخ پھیر لو اور اپنی تمام حالتوں میں اللہ کے سامنے گردن تسلیم خم کر دو۔ درویشوں کے طریقوں کو تواضع کے ساتھ طے کرو اور شریعت کے قدم بقدم ان کی خدمت میں جمے رہو۔ اپنی نیت کو وساوس کے میل کچیل سے محفوظ رکھو اور اپنے دل کو لوگوں کی طرف مائل ہونے سے روکے رکھو۔ اللہ کے دروازے سے سوکھی روٹی اور نمک ملا ہوا پانی ملے تو خوشی سے کھالو، دوسروں کے دروازے سے تازہ گوشت اور شہد بھی ملے تو ہرگز نہ کھاؤ۔ اپنی معاش کے لیے شریعت کے موافق حلال کمائی کا کوئی طریقہ اختیار کرلو اور اسبابِ معاش کے لیے حیلہ یعنی اہتمام اور فکر کرنا چھوڑ دو۔ خبردار! درویشوں (اللہ والوں) کا دل نہ توڑنا یعنی ان کو رنج اور تکلیف پہنچانے سے بچتے رہنا۔ صلہ رحمی کرتے رہو، قرابت داروں کی خاطر مدارات میں کمی نہ کرنا۔ جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کرنا، جو تمھارے مقابلے میں تکبر کرے تم اس کے سامنے تواضع اور عاجزی اختیار کرنا۔ وزیروں اور حاکموں کے دروازوں پر آمد و رفت نہ رکھنا۔ درویشوں اور قبروں کی زیارت زیادہ سے زیادہ کرو تا کہ دنیا سے دل سرد ہو جائے۔ مخلوق سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرو اور ان کی عقل کے اندازے کے مطابق کلام کرو یعنی جو بات ان کی سمجھ سے باہر ہو ان کے سامنے بیان نہ کرو۔ اپنے اخلاق کو سنوارو۔

لوگوں سے اچھی طرح ملو اور جاہلوں سے کنارہ کرو۔ یتیموں کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو، ان کی خاطر مدارات میں کوتاہی نہ کرو۔ جن غریبوں کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے، ان کے پاس زیادہ آمد و رفت رکھو۔ بیواؤں کی خدمت کے لیے سبقت کرو، تم مخلوق پر رحم کرو، اللہ تم پر رحم کرے گا۔ اللہ کے ساتھ رہو تم اللہ کو اپنے ساتھ پاؤ گے۔ اپنے تمام اقوال و افعال میں اخلاص کو اپنا ساتھی بناؤ۔ مخلوق کو حق تعالیٰ کا راستہ بتلانے کی کوشش میں لگے رہو۔ کرامات اور خوارقِ عادات کی طرف رغبت نہ کرو کیونکہ (سچے) اولیاء کرامات کو ایسا چھپاتے ہیں جیسے عورت حیض کو چھپاتی ہے۔ اللہ کے دروازے سے چمٹے رہو اور اپنے دل کو رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ (بہ

فیض) رکھو اور حضور اقدس ﷺ کی بارگاہِ عالی سے اپنے شیخ کے وسیلے سے رابطہ وتعلق قائم رکھو۔ اپنے شیخ کی خدمت میں اخلاص کے ساتھ (یعنی محض رضائے حق کے لیے) بدون کسی غرض اور دنیاوی حاجت کے جمے رہو، اس کے گھر کا کام زیادہ کرو، اس کے سامنے باتیں کم کرو، تعظیم و وقار کے ساتھ شیخ کو دیکھو، تحقیر وتذلیل کی نگاہ سے کبھی نہ دیکھو۔ دوستوں کی خیرخواہی میں لگے رہو، ان کے دلوں میں اُلفت پیدا کرو۔ سچائی اور خلوص کے ساتھ لوگوں کو درویشوں کے دروازے پر جانے اور صوفیاء کرام کی جماعت کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتے رہو۔ لوگوں کے درمیان صلح کراتے رہو۔ اپنے دل کو ذکرِ الٰہی سے آباد رکھو اور ظاہر کو فکر سے آراستہ کرو، اپنے ارادہ اور نیت میں اخلاص کا نور پیدا کرو۔ صرف اللہ سے ہی مدد چاہو، اور اللہ کی طرف سے جو مصیبتیں آئیں ان پر صبر کرو، اللہ سے راضی رہو اور ہر حالت میں الحمد للہ کہتے رہو۔ سیّدنا رسول اللہ ﷺ پر درود زیادہ بھیجو۔ اگر تمھارے نفس میں شہوت یا تکبر کی حرکت پیدا ہو تو اللہ کے لیے نفل روزے رکھو کہ اس سے شہوت وتکبر میں کمی ہوجاتی ہے، بشرطیکہ معقول مقدار میں روزے رکھے جائیں اور ایک دو پر بس نہ کی جائے۔

اللہ کی رسّی یعنی قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑے رہو، یعنی اپنی زندگی میں قرآنی احکام کو ہمہ وقت جاری و ساری کرنے کی فکر و کوشش میں لگے رہو۔ اپنے گھر میں بیٹھو، بازاروں اور سیرگاہوں میں بلاضرورت نہ جایا کرو، جس نے سیر سپاٹا چھوڑ دیا اس نے کامیابی حاصل کرلی۔ (اگر سالک کو تفریح کی ضرورت ہو تو جنگل کی طرف یا مناظرِ قدرت کے دیکھنے کے لیے تنہا یا اپنے ہم مشرب ایک دو آدمی کو ساتھ لے کر نکل جائے۔) مہمان کی خاطر کرو۔ اپنی بیوی بچوں، گھر والوں، خادموں، نوکروں کے ساتھ ہمدردی کرتے رہو۔ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھو، ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کا اہتمام کرو۔ آخرت کے لیے اچھے اچھے کام کرو، اور دنیا کے کاموں کو بھی نیت کی درستی کے ساتھ آخرت کے کام بنادو۔ ﴿قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ﴾ (سورۂ انعام، آیت: ۹۱) اور کہو اللہ پھر لوگوں کو ان کے مشغلوں میں کھیلتا ہوا چھوڑ دو، یعنی تم اللہ ہی کے لیے کرو جو کچھ کرو، اسی کو ہر کام میں مطلوب ومقصود سمجھو۔ دوسروں کی حرص نہ کرو، ان کو ان کے خیال میں مست رہنے دو۔ علماء شریعت کے محافظ ہیں، اگر عوام کو ان

سے نفرت ہوگئی تو شریعت کی حفاظت دشوار ہوجائے گی اور بدون شریعت کے تصوف کا وجود بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ غیب سے جو کچھ آجائے اور آسمان سے جو حادثہ نازل ہو اس کو خوشی اور فراخدلی سے لو اور اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں خوش رہو۔ تم سے جہاں تک ہو سکے مخلوقِ خدا کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو، یعنی خدمتِ خلق کرتے رہو، کیونکہ جو شخص اپنے بھائی کی ایک حاجت پوری کرے گا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی ستّر (۷۰) حاجتیں پوری فرمائیں گے۔ کسی قوم کا معزز آدمی ذلیل ہوگیا ہو یا مالدار محتاج ہوگیا تو اس پر خاص طور سے رحم کیا کرو۔

کثرت سے صدقہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے بلاؤں کو دور کردیتے ہیں۔ علماء سے میل جول قطع نہ کرو، ان کی مجالس میں بیٹھا کرو، ان سے علم حاصل کرو، یہ مت کہو کہ فلاں عالم تو بے عمل ہے، ہم اس سے کیوں ملیں، تم اس سے علم کی باتیں لے لو اور خود ان پر عمل کرو، اس کو اور اس کے عمل کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردو۔ اولیائے کرام کام کی بات ہر جگہ سے لے لیتے ہیں، کچھ پروا نہیں کرتے، خواہ وہ کیسی زبان سے نکلی ہو، یا کسی پتھر پر لکھی ہوئی ہو یا کسی کافر کے ذریعے پہنچی ہو۔ علمائے کرام کا دامن پکڑلو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم فلسفہ سیکھو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ فقہ حاصل کرو، دین سیکھو، اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتے ہیں، اس کو دین کی سمجھ عطا فرمادیتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر شیطان سے جنگ کرو، کوئی نصیحت سے، کوئی اخلاق کے ذریعہ سے، کوئی اپنے حال سے، کوئی اپنے کلام سے، غرضیکہ ہر کوئی شیطان کی طاقت توڑنے میں لگا رہے۔ درویش کی زندگی کا ہر سانس کبریت احمر (سرخ گندھک) سے زیادہ قیمتی ہے، وقت کو برباد کرنے سے بچو، وقت ایک تلوار ہے، اگر درویش اس کو ضائع کرتا ہے تو وہ اس کو کاٹ ڈالتا ہے، یعنی قربِ الٰہی کے درجے سے کاٹ کر الگ کردیتا ہے، انسان کا جو سانس خدا کی یاد سے غفلت میں گزرتا ہے اس وقت اس کے اوپر شیطان مسلط ہوجاتا ہے۔ مشائخِ طریق کا ادب کرو کیونکہ جو شخص ان کے دلوں کی تکدّر اور کلفت سے حفاظت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ایسے کتے مسلط کرتے ہیں جو اس کو تکلیف دیتے رہتے ہیں۔ مخلوق کے ساتھ خیر خواہی کے ساتھ رہو، نفس کے ساتھ مخالفت سے رہو اور شیطان کے ساتھ دشمنی اور عداوت سے رہو۔ اللہ کی نعمت کا شکر بقول جنیدؒ یہ ہے کہ اللہ کی نعمت سے اس کی نافرمانی میں مدد نہ لے یعنی مال و دولت کو شراب،

سنیما، سود اور جوئے وغیرہ میں خرچ نہ کرے، اولاد بھی نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے کہ ان کو ایسی تعلیم نہ دے، جس سے وہ اللہ کی نافرمان بن جائے۔

ولایت و نسبت باطنی بھی ایک نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے کہ اس سے تکبر و غرور نہ کرے۔ لوگوں کے مال و دولت پر نظر نہ کرے، علم بھی ایک نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے کہ اس سے جھگڑا و فساد میں مدد نہ لے، اور اس کو اپنی قابلیت و لیاقت جتلانے کا ذریعہ نہ بنائے۔

دنیا اور اہلِ دنیا سے نظر اُٹھاؤ، کسی کے قبضے میں نفع و نقصان نہیں سوائے اللہ کے، پھر تم اللہ کو چھوڑ کر دوسروں پر کیوں نظر کرتے ہو؟ ہمت کی تلواریں وہ کام کرتی ہیں جو کسی کے وہم میں بھی نہیں آتے۔ دلوں کے پردے دلوں کے تیروں سے ہی چاک ہوتے ہیں، پس اپنے دل کو کسی واصلِ حق کے حوالے کر دو کہ وہ اپنے دل کے تیروں سے تمھارے دل کے پردے چاک کر دے گا۔ اسلام نام ہے شریعت کی پیروی اور تقاضائے طبیعت سے بے رُخی کرنے کا۔ سچی معرفت حاصل کرو، جس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات کو بھی واحد جانو اور اس کی صفات کو یکتا و بے نظیر پہچانو، اور مطلوب و مقصود بھی صرف اسی کو بناؤ، فاعلِ حقیقی بھی صرف اسی کو سمجھو۔ وعظ میں اختصار کی رعایت رکھو اور وعظ نام ہے غفلت والوں کو راستہ بتلانے کا۔ نصیحت پوری طرح کرو، جس کی حقیقت زہد کی حفاظت کا طریقہ بتلانا ہے۔ محبت میں سچائی پیدا کرو اور محبت نام ہے محبوب کے ماسوا کو بھول جانے کا۔ حلال روزی تلاش کرو اور حلال وہ ہے جس کے کھانے والے کو دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے اور آخرت میں اس کی وجہ سے مواخذہ نہ ہو۔ طاعت کے راستے پر سیدھے جمے رہو اور طاعت یہ ہے کہ تمام اقوال و افعال میں رضائے الٰہی کو طلب کرے۔ صبر کے راستے کو مضبوط پکڑے رہو اور صبر یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر جمائے رکھے۔ عزلت و خلوت کو پاکیزہ بناؤ اور ان کی حقیقت یہ ہے کہ اہلِ دنیا سے دور رہے یعنی ان سے طمع نہ رکھے۔ لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دو یعنی دل ان کے ساتھ مشغول نہ ہو، اگرچہ بظاہر ان کے درمیان ہی بیٹھا ہوا ہو۔ قانع وہ ہے جو تقدیر پر راضی ہو اور قدر ضرورت پر کفایت کرے، زیادہ کی ہوس نہ کرے۔ تم یہ کیا کہتے ہو کہ 'بایزید بسطامیؒ نے یہ کہا'، 'منصور حلاجؒ نے یہ کہا'، یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ صوفیاء کی ان باتوں سے پہلے یہ کہو امام شافعیؒ نے یوں فرمایا، امام مالکؒ نے

یوں فرمایا، امام احمدؒ نے یہ فرمایا، امام ابوحنیفہؒ نے یہ فرمایا۔ حارثؒ اور بایزیدؒ کا قول نہ تو تم کو گھٹا سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے کیونکہ وہ محض اسرار واحوال ومواجید اور کیفیات ہیں، جو ہر شخص کو جدا جدا پیش آتی ہیں۔ ان کے حاصل ہونے میں کسی کے ارادہ واختیار کو دخل نہیں اور امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ امام ابوحنیفہؒ ائمہ شریعت کے اقوال کامیاب طریقے بتلاتے ہیں اور نزدیک کے راستے سے تم کو لے جاتے ہیں، پہلے علم وعمل سے شریعت کے ستونوں کو مضبوط کرلو، اس کے بعد علم وعمل کی باریکیوں اور اسرار کو معلوم کرنے کے لیے ہمت بلند کرو، علم کی ایک مجلس ستر برس کی نفل عبادت سے افضل ہے۔

شیخ کی وصیت اپنے خدام کو

مجھے بھیک مانگنے والوں کا ڈھول نہ بنانا کہ جس طرح وہ ڈھول بجا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، اسی طرح تم میری (جھوٹی) تعریفیں کرکے لوگوں کو میری طرف مائل کرو۔ میری خانقاہ کو حرم شریف (کعبہ) کی طرح زیارت گاہ نہ بنانا۔ مرنے کے بعد میری قبر کو بت نہ بنانا (کہ اس سے مرادیں مانگنے لگو)۔ اللہ تعالیٰ کے تعلق کو لازم سمجھو، اللہ تعالیٰ کے حق کی قسم! اس کے سوا کوئی ضرر دے سکتا ہے نہ نفع، نہ جدا کرسکتا ہے نہ ملا سکتا، نہ دے سکتا ہے نہ روک سکتا ہے۔ اس کا انکار نہیں ہوسکتا کہ اللہ تک پہنچنے کے لیے کچھ وسیلے ضرور ہیں، مثلاً اعمالِ صالحہ وغیرہ۔ اور کچھ واسطے بھی ہیں جن کی ناشکری نہیں کی جاسکتی، مثلاً سلسلہ کے مشائخ۔ مگر بڑی چیز ایک ہی بات ہے جس کو تم نے کہا اور واصل ہوگئے، وہ آمنت باللہ الخ۔ جب تم اللہ پر ایمان لے آؤ گے تو اس کی کتاب اور رسولؐ اور تمام باتوں پر بھی ایمان لے آؤ گے جو رسول اللہ ﷺ لائے ہیں۔ بس آج کل سب سے زیادہ قابلِ رشک وہ مومن ہے جو اپنے زمانے کے حال سے واقف ہو اور زبان کی حفاظت رکھے اور اپنے کام میں لگا رہے اور نیک بندوں کے اعمال اختیار کیے رہے۔

میں نے سیّد عبدالملک الحربونی قدس سرہ سے عرض کیا مجھے کچھ وصیت کیجیے۔ فرمایا: اے احمد! ادھر ادھر دیکھنے والا واصل نہیں ہوتا، مقصود تک پہنچنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو سب طرف سے نگاہ ہٹا کر مقصود کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوجائے۔ شک کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا، کامیابی کا بڑا مدار یقین پر ہے کہ یہ سمجھ لے کہ میرا شیخ اللہ تک پہنچانے کا راستہ خوب جانتا ہے اور مجھے پہنچا سکتا

ہے، جس کو شیخ پر اعتماد نہیں وہ محروم ہی رہتا ہے۔ جس شخص کو اپنے اندر نقصان نہ معلوم ہوتا ہو اور اپنے نقائص پر اس کی نظر نہ ہو اس کے تمام اوقات نقصان میں ہی گزر رہے ہیں۔

دوسرے سال مجھے یہ وصیت فرمائی: اے احمد! طبیبوں کے لیے بیمار ہونا اور عقلمند کے لیے جاہل ہونا اور دوستوں کے لیے بے مروّت ہونا بہت برا ہے۔

ایسے علوم و حقائق بیان نہ کرو جس پر علماء گرفت کریں، نیز علماء کے ظاہری عیوب بھی بیان نہ کرو، اس سے وہ تمھارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ اپنی نظر کا منتہیٰ اور نگاہوں کا مرکز مخلوق کے دیدار کو نہ بناؤ اور ان کی حالت کو دیکھ کر حرص نہ کرو کہ یہ لوگ بڑے آرام و راحت میں ہیں، کیونکہ مخلوق میں بادشاہ ہوں یا درمیانہ درجے کے لوگ یا ادنیٰ درجہ کے لوگ، عاجزی، احتیاج، ذلت و مسکنت میں سب کی حالت برابر ہے مگر آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں، اگر تحقیق کی جائے تو جس کو تم نے بڑی راحت میں سمجھ رکھا ہے تم سے زیادہ تکلیف میں نظر آئے گا۔ لمبی عمر کی اُمید میں جوانی کو برباد کرنا اور قوت کے زمانے میں کام نہ کرنا سخت نادانی ہے۔

ہمت اس کا نام نہیں کہ پردہ کی آڑ توڑ کر نشست گاہ تک پہنچ جائے، مخلوق کے ہاتھ سے جو نفع نقصان پہنچتا ہے یہ محض پردہ ہے جو اس سے خوف یا اُمید رکھے، وہ ابھی تک پردے کے پیچھے ہے، آگے بڑھو تو تم کو نظر آئے گا کہ دوسری طاقت کام کر رہی ہے، مگر اس کے لیے ہمت کی ضرورت ہے۔ جس نے سب کو چھوڑ دیا، سب کو پا لیا اور جس نے سب کو چاہا اسے کچھ بھی نہ ملا، تم جن چیزوں کے طالب ہو ان کے حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان کو چھوڑ کر پیچھے کھڑے ہو جاؤ، ایک کو مطلوب بناؤ، تمھارے سب مطلوب ایک میں داخل ہو جائیں گے۔ سچی عبودیت اور غلامی یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو آقا کے حوالے کر دے، درویش جب اپنے نفس کے لیے کسی سے انتقام لیتا ہے تو مشقت میں پڑ جاتا ہے، اور جب اپنا معاملہ مولیٰ کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ خود اس کی مدد کرتا ہے، خاندان اور برادری کی۔ گھاٹے میں ہے وہ جس نے اپنی عمر اللہ کی نافرمانی میں گزار دی، زاہد وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہیں، صاحبِ اقبال وہ ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا اور جواں مرد وہ ہے جو اللہ سے نیچے نہ اُترے یعنی اللہ کے سوا کسی چیز پر توجہ نہ کرے اور اللہ ہی کی طرف لو لگائے رکھے۔ عزیزِ من! کیا

تم نہیں دیکھتے کہ بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو حرص کے مارے مٹھی بند کیے ہوئے پیدا ہوتا ہے، اور جب یہاں سے جاتا ہے ہاتھ پھیلائے ہوئے نکلتا ہے، اور زبانِ حال سے اقرار کرتا ہے کہ جس عارضی سامان پر اس نے حرص کی تھی، اس سے خالی ہاتھ جارہا ہے، نصیحت کے لیے موت کافی ہے، عبرت حاصل کرنے کے لیے موت بس ہے۔

میں نے کوئی مشکل راستہ اور سہل طریقہ نہیں چھوڑا جس کے دروازے نہ کھولے ہوں، اور لشکرِ ہمت کے ہاتھوں سے اس کے بادبان نہ اُٹھا دیے ہوں، میں نے ہر دروازہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنا چاہا مگر ہر دروازے پر بہت زیادہ ہجوم پایا تو میں ذلت وانکساری کے دروازے پر پہنچا، اس کو میں نے خالی پایا، اور اسی سے واصل ہوکر اپنے مطلوب کو پالیا۔ دوسرے طالب دروازوں پر ہی کھڑے تھے، مجھے میرے پروردگار نے اپنے فضل وعطاء سے وہ دیا جس کو اس زمانے میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خیال گزرا۔

نصائح کے اخیر میں حضرت غوث الاسلام نے فرمایا: یہ ہے میری نصیحت تم کو، اور ہر اس شخص کو جو میرے طریقے پر چلے، اور اپنے دوستوں کو اور تمام مسلمانوں کو اور اپنے چاہنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان کا شمار بڑھائے، اور میں ربّ عظیم سے تمام گناہوں کی خواہ پوشیدہ ہوں یا ظاہر، چھوٹے ہوں یا بڑے، مغفرت چاہتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کیونکہ وہی توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان ہیں۔ (فیض الغفور، ص:۳۳۴-۳۲۱)

حضرت احمد خضرویہؒ کی وصیت

ایک شخص نے آپ سے وصیت کی درخواست کی، آپ نے فرمایا، اپنے نفس کو مار ڈال تاکہ تو خود زندہ ہوجائے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۲۴۷)

حضرت عثمان الحیریؒ کی وصیت

جب آپ کا وقتِ وفات قریب آیا اور مرضِ موت کی علامت ظاہر ہوئی، آپ کے بیٹے نے اپنے کپڑے چاک کرڈالے۔ آپ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا، اے بیٹا! تو سنت کے خلاف کرتا ہے اور یہ نفاق کی علامت ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ برتن میں جو ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے۔

حضرت سہل بن عبد اللہؒ

ہر اطاعت گزار حبیب اللہ نہیں بنتا۔ حبیب اللہ تو وہ بنتا ہے جو منہیاتِ باری تعالیٰ سے اجتناب کرتا ہے اور منہیات سے اجتناب کرنا اولیاء صدیقین و مقربین کا شیوہ ہے۔ جہاں تک نیکی کے کام کرنے کا تعلق ہے وہ تو اچھے اور برے سبھی کرتے ہیں۔ (تقویم)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا اپنے بیٹے حماد کو

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے صاحبزادہ حمادؒ کو وصیت فرمائی کہ: اے میرے پیارے بیٹے! اللہ تجھے ہدایت پر ثابت قدم رکھے اور (امورِ خیر میں) تیری تائید فرمائے۔ میں تجھے چند وصیتیں کرتا ہوں، اگر تم نے ان کو یاد رکھا اور ان پر پابندی سے عمل پیرا رہے تو مجھے اُمید ہے کہ انشاء اللہ دنیا و آخرت میں تم سعادت مند رہو گے۔

۱- تقویٰ اختیار کرو، یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اپنے اعضاء و جوارح کو گناہوں سے محفوظ رکھو، اور اللہ کے احکام پر پوری طرح قائم رہو، اور ان سب سے اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت مقصود ہو۔

۲- سیّد الاستغفار میں مشغول رہنا (یعنی اس کو پڑھتے رہنا) سیّد الاستغفار یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ وَ اَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ، وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ، فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

اس کی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص شام کو اس کو پڑھ لے گا، پھر اسی رات میں موت آجائے گی تو جنت میں داخل ہوگا، اور جو شخص اسے صبح پڑھ لے گا، پھر اسی دن میں مَر جائے گا تو جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ابو الدرداءؓ سے کسی نے کہا کہ آپ کا گھر جل گیا۔ انھوں نے فرمایا کہ نہیں جلا، ان کلمات کی وجہ سے جو میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنے ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ: جو شخص ان کو

دن کے شروع میں پڑھ لے گا اس کو شام ہونے تک کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی اور جو شخص دن کے آخری حصے میں ان کو پڑھ لے، صبح ہونے تک اسے کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی۔ (چونکہ میں ان کلمات کو پڑھتا ہوں، اور آج بھی پڑھے ہیں، اس لیے میرے مکان میں آگ نہیں لگ سکتی) وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَ مَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَكُنْ، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، وَ اَنَّ اللّٰهَ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِیْ شَرٍّ وَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

۳- پابندی کے ساتھ روزانہ قرآن شریف پڑھنا، اور حضور اقدس ﷺ کو اور اپنے والدین کو، اپنے استادوں کو اور تمام مسلمانوں کو اس کا ثواب پہنچانا۔

۴- جو لوگ تم سے تعلق رکھتے ہیں ان (کے شر) سے بچنے کا اس سے زیادہ اہتمام کرنا، جتنا اپنے دشمنوں (کے شر) سے بچنے کا اہتمام کرتے ہو، کیونکہ لوگوں میں بگاڑ زیادہ ہو گیا ہے، جو تمہارے دشمن ہیں، تمہارے دوستوں ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔

۵- اپنے بھید کو اور اپنے زر یعنی مال کو (اور دنیاوی امور میں) اپنے اختیار کردہ انتظام کو اور کسی جگہ جانے کو پوشیدہ رکھنا۔

۶- پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا، اور پڑوسی سے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا۔

۷- اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور جہالت والوں اور گمراہوں سے علیحدہ رہنا۔

۸- اپنے تمام کاموں میں نیت خالص رکھنا اور ہر حال میں حلال کھانے کی فکر کرنا۔

۹- ان پانچ حدیثوں پر عمل کرتے رہنا، جن کو میں نے پانچ لاکھ حدیثوں سے جمع کیا ہے (یعنی انتخاب کیا ہے) وہ پانچ حدیثیں یہ ہیں:

(الف) ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِامْرِیءٍ مَا نَوٰی'' یعنی سب اعمال کا

دارومدار نیت پر ہے اور انسان کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، (یعنی ثواب و عذاب نیتوں ہی سے متعلق ہے، عمل خالص اللہ کے لیے ہوگا تو ثواب ملے گا اور عمل ریاکاری کے طور پر ہوگا تو باعثِ عذاب ہوگا۔)

(ب) "مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ" یعنی انسان کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ جو چیز (دنیا و آخرت میں) اس کے لیے فائدہ مند نہ ہو اس کو چھوڑ دے۔

(ج) "لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ" یعنی تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

(د) "اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَ الْحَرَامُ بَيِّنٌ وَ بَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اِسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهٖ وَ عِرْضِهٖ وَ مَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَرَاعٍ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَقَعَ فِيْهِ، اَلَا وَ اِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، اَلَا وَ اِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ، اَلَا وَ اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، اَلَا وَ هِيَ الْقَلْبُ"

یعنی بلاشبہ حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے، اور دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں، جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، سو جو شخص شبہات سے بچا، اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کرلیا، اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا (یعنی شبہ کی چیزوں کو چھوڑنے کے بجائے ان کو اپنے ساتھ عمل میں لے آیا) وہ حرام میں پڑ گیا، جیسا کہ چرواہا اپنا ریوڑ (کسی کھیت میں) باڑ کے قریب چرائے تو عنقریب ایسا ہوگا کہ کھیت میں (بھی) اس کا ریوڑ چرنے لگے گا، (پھر فرمایا کہ) خبردار! بلاشبہ ہر بادشاہ نے (اپنے قانون وضع کرکے) باڑ لگادی ہے (اور اپنی رعایا کے لیے حد بندی کردی ہے) سنو! بیشک اللہ تعالیٰ کی حد بندی وہ چیزیں ہیں جن کو اس نے حرام قرار دیا ہے (پھر فرمایا کہ) خبردار! انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا تو سارا جسم درست ہوجائے گا اور وہ ٹکڑا بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جائے گا، خبردار! وہ ٹکڑا دل ہے۔

(ھ) "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَ يَدِهٖ" یعنی کامل مسلمان وہ

ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سالم و محفوظ رہیں (یعنی کسی بھی مسلمان کو کسی بھی طرح کی کوئی تکلیف اس سے نہ پہنچے۔)

(۱۰) تم اپنی صحت کے زمانہ میں خوف اور رجاء یعنی اُمید و بیم کے درمیان رہنا (یعنی فرائض اور احکام بجالاتے ہوئے اور گناہوں سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا کہ پکڑ نہ ہوجائے اور جو بھی نیک عمل کرو اللہ سے اس کے ثواب کی اور اس کے قبول ہونے کی اور آخرت میں نجات پانے کی اُمید بھی رکھنا) اور جب موت آنے لگے تو اس حال میں مَرنا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن ہو (یعنی مغفرت اور نجات کا پختہ یقین ہو) اور امید غالب ہو کہ اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت فرمادیں گے، یہ خوف اور اُمید قلبِ سلیم کے ساتھ ہو، بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوحنیفہؒ کو معلوم ہوا کہ خلیفہ وقت منصور نے ان کے لیے دس ہزار دینار کی رقم بھیجنے کا ارادہ کیا ہے، جب قاصد کے آنے کا وقت ہوا تو کپڑا لپیٹ کر لیٹ گئے اور قاصد سے ٹھیک طرح بات نہیں کی بلکہ فرمایا کہ گھر کے کونے میں اس تھیلے کے اندر بھر کر رکھ دو۔

جب حضرت امام ابوحنیفہؒ کی وفات ہونے لگی تو اپنے صاحبزادے کو وصیت فرمائی کہ یہ رقم یوں کہہ کر واپس کردینا کہ ابوحنیفہؒ کے پاس جو رقم تم نے امانت رکھی تھی واپس لے لو۔

(احیاء العلوم، فضائل علم، ص:۱۶۴)

قاضی ابویوسفؒ کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وصیت

سربراہِ مملکت کے ساتھ اہلِ علم کی محتاط روش

امام اعظمؒ کی وصیت ابویوسف کے نام، جبکہ (امام ابویوسف) کی ذات سے رشد و ہدایات اور حسن کردار کے آثار ظاہر ہوئے اور انھوں نے لوگوں کی جانب توجہ مبذول کی۔ امام اعظمؒ نے ان کو وصیت فرمائی کہ اے یعقوب! سلطانِ وقت کی عزت کرو، اور اس کے عظمت مقام کا خیال رکھو۔ اور اس کے سامنے دروغ گوئی سے (خاص طور سے) پرہیز کرو۔ اور ہمہ وقت اس کے پاس حاضر باش نہ رہو، جب تک کہ تجھے کوئی علمی ضرورت مجبور نہ کرے۔ کہ جب

تم اس سے بکثرت ملاقات کروگے تو وہ تم کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے گا اور تمہارا مقام اس کی نظر سے گر جائے گا پس تم اس کے ساتھ ایسا معاملہ رکھو، جیسا کہ آگ کے ساتھ رکھتے ہو کہ تم اس سے نفع بھی اُٹھاتے ہو اور اس سے دور بھی رہتے ہو، اور اس کے قریب تک نہیں جاتے۔ اس لیے کہ بادشاہ کسی کے لیے وہ مراعات نہیں چاہتا جو اپنی ذات کے لیے چاہتا ہے۔ اور اس کے قریب کثرتِ کلام سے بچو۔ کہ وہ گرفت کرے گا تاکہ اپنے حاشیہ نشینوں کو یہ دکھلا سکے کہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اور تمہارا محاسبہ کرے گا، تاکہ تم اس کے حواریوں کی نگاہ میں حقیر ہو جاؤ۔ بلکہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرو کہ جب اس کے دربار میں باریابی ہو، تو وہ تمہارے اور تمہارے غیر کی قدر و منزلت سے آشنا رہے (یعنی فرقِ مراتب کا خیال رکھے) اور تم سلطانِ وقت کے دربار میں ایسے وقت نہ جاؤ جبکہ وہاں دیگر ایسے اہلِ علم نشست رکھتے ہوں جن سے تم متعارف نہیں۔ اس لیے کہ تمہارا علمی مرتبہ اگر ان سے کم ہوگا اور ممکن ہے کہ تم ان پر ترفع حاصل کرنے کی کوشش کرو، مگر یہ جذبہ تمہارے لیے ضرر کا باعث ہوگا اور اگر تم ان سے زیادہ صاحب علم ہو تو شاید تم اس کو (کسی مقام پر) جھڑک دو اور اس کی وجہ سے تم سلطان وقت کی نظر سے گر جاؤ۔ اور جب وہ تم کو کوئی منصب عطا کرے تو اس کو اس وقت تک قبول نہ کرو، جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ تم سے یا تمہارے مسلک سے علم و قضایا میں مطمئن ہے، تاکہ فیصلہ جات میں کسی دوسرے مسلک پر عمل کی حاجت نہ ہو۔ اور سلطانِ وقت کے مقربین اور اس کے حاشیہ نشینوں سے میل جول مت رکھو، صرف سلطان وقت سے رابطہ رکھو، اور اس کے حاشیہ برداروں سے الگ رہو تاکہ تمہارا وقار اور عزت برقرار رہے۔

شہری آداب

عوام کے دریافت طلب مسائل کے علاوہ ان سے (بلا ضرورت) بات چیت نہ کیا کرو۔ عوام الناس اور تاجروں سے علمی بات کے علاوہ دوسری باتیں نہ کرو، تاکہ ان کو تمہاری محبت و رغبت فی المال کا وقوف نہ ہو، ورنہ وہ لوگ تم سے بدظن ہوں گے، اور یقین کرلیں گے کہ تم ان سے رشوت لینے کا میلان رکھتے ہو اور عام لوگوں کے سامنے ہنسنے اور مسکرانے سے باز رہو، اور بازار میں بکثرت نہ جائیے۔ اور بے ریش لڑکوں سے ہم کلامی اختیار نہ کرو، کہ وہ فتنہ ہیں، البتہ

بچوں سے بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ ان کے سروں پر (شفقت سے) ہاتھ پھیرو۔ عام لوگوں اور سن رسیدہ حضرات کے ساتھ شاہراہ پر نہ چلو، اس لیے کہ اگر تم ان کو اپنے آگے بڑھنے دو گے تو اس سے علم دین کی بے توقیری ہوگی اور اپنے پیچھے رکھو گے، تو یہ بات بھی معیوب ہوگی کہ وہ عمر میں تم سے بڑے ہیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا، اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا، وہ ہماری جماعت میں سے نہیں ہے اور کسی راہگذر پر نہ بیٹھا کرو، اگر بیٹھنے کو دل چاہے تو مسجد میں بیٹھو۔ بازار اور مساجد میں کوئی چیز تناول نہ کرو، پانی کی سبیل اور اس پر متعین کارندوں کے ہاتھ سے پانی نہ پیو۔ اور دوکانوں پر نہ بیٹھو۔ مخمل، زیور اور انواع واقسام کے ریشمی ملبوسات نہ پہنو کہ ان سے رعونت پیدا ہوتی ہے۔

ازدواجی زندگی

اپنی فطری حاجت کے وقت بقدر ضرورت گفتگو کے ماسوا گھر میں بچھونے پر اپنی بیوی سے زیادہ بات چیت نہ کرو۔ اور اس کے ساتھ کثرت سے لمس ومس اختیار نہ کرو۔ اور اس کے قریب نہ جاؤ مگر اللہ کے ذکر کے ساتھ۔ اور اپنی بیوی سے دوسروں کی عورتوں اور باندیوں کا تذکرہ نہ کرو کہ وہ تمہارے ساتھ گفتگو میں بے تکلف ہوجائیں گی اور بہت ممکن ہے کہ جب تم دوسری عورتوں کا تذکرہ کرو گے تو وہ تم سے دوسرے مردوں کے بارے میں گفتگو کرے گی۔ اگر تمہارے لیے ممکن ہو تو کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کرو جس کا شوہر (طلاق دہندہ)، باپ، ماں یا (سابقہ خاوند سے) لڑکی موجود ہو۔ الا یہ کہ وہ یہ شرط قبول کرے کہ اس کے پاس (تمہارے گھر میں) اس کا کوئی رشتہ دار نہیں آیا کرے گا۔ اس لیے کہ جب عورت مالدار ہوجاتی ہے تو اس کا باپ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی تحویل میں جو مال ومنال ہے سب میرا ہے اور اس کے پاس محض عاریتاً ہے۔ اور دوسری شرط یہ قبول کرے کہ جہاں تک ممکن ہوگا وہ اپنے والد کے گھر میں داخل نہ ہوگی۔ اور نکاح کے بعد تم اس بات پر راضی نہ ہوجانا کہ تم شبِ زفاف سسرال میں گذارو، ورنہ وہ تمہارا مال لے لیں گے اور اپنی بیٹی کے باب میں انتہائی طمع سے کام لیں گے۔ اور صاحبِ اولاد خاتون سے ازدواجی تعلق قائم نہ کرنا کہ وہ تمام مال اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے لیے جمع کرے گی اور ان پر خرچ کرے گی، اس وجہ سے کہ اس کی اولاد، اس کو تم سے زیادہ عزیز ہے اور تم

اپنی دو بیویوں کو ایک مکان میں نہ رکھنا اور جب تک عیال داری کی تمام ضروریات پورا کرنے کی قدرت نہ ہو، نکاح مت کرو۔

ترتیب زندگی:

پہلے علم حاصل کرو، پھر حلال ذرائع سے مال جمع کرو، پھر ازدواجی زندگی اختیار کرو۔ زمانۂ طالب علمی میں اگر تم حصول مال کی جدوجہد کرو گے تو حصولِ علم سے تم قاصر رہو گے۔ اور (حاصل کردہ) مال تمھیں، باندیوں اور غلاموں کی خریداری پر اُکسائے گا۔ اور تحصیل علم سے قبل ہی تمھیں لذائذ دنیا اور عورتوں کے ساتھ مشغول کردے گا۔ اس طرح تمہارا وقت ضائع ہوجائے گا، تمہارے بچوں کا مجمع ہوجائے گا اور تمہارے اہل وعیال کی کثرت ہوجائے گی۔ اس صورتِ احوال میں تمھیں ان کی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کی احتیاج ہوجائے گی اور تم طلب علم چھوڑ بیٹھو گے۔ اور علم حاصل کرو، آغازِ شباب میں جبکہ تمہارے دل ودماغ دنیا کے بکھیڑوں سے فارغ ہو۔ پھر (جیسا کہ ابھی ہدایت کی گئی ہے) حصولِ مال کا مشغلہ اختیار کرو تاکہ وہ تمھیں دستیاب ہو، کہ کثرتِ اہل وعیال دل کو تشویش میں مبتلا کردیتا ہے (بہرکیف) مال جمع کرنے کے بعد ازدواجی تعلق قائم کرو۔

تعمیرِ زندگی

خشیتِ الٰہی، ادائے امانت اور ہر خاص و عام کی خیر خواہی کا خصوصی خیال رکھو، اور لوگوں کا استخفاف نہ کرو، بلکہ اپنی اور ان کی عزت کرو۔ ان کی ملنساری سے پہلے ان کے ساتھ زیادہ میل جول نہ رکھو اور ان کے میل ملاپ کا سامنا کرو ذکر مسائل کے ساتھ کہ اگر بالمقابل اس کا اہل ہوگا تو جواب دے گا۔ اور عام لوگوں سے امر دین کے سلسلے میں علم کلام پر گفتگو سے احتراز کرو۔ کہ وہ لوگ تمہاری تقلید کریں اور علم کلام (عقائد کے عقلی دلائل) میں مشغول ہوجائیں گے۔ اور جو شخص تمہارے پاس استفتاء کے لیے آئے اس کو صرف اس کے سوال کا جواب دو، اور دوسری کسی بات کا اضافہ نہ کرو، ورنہ اس کے سوال کا (غیر محتاط) جواب تمھیں تشویش میں مبتلا کرسکتا ہے۔ علم (تدریس واشاعت) سے کسی حالت میں اعراض نہ کرنا، اگرچہ

تم (لوگوں میں) دس سال تک اس طرح رہو کہ تمہارا نہ کوئی ذریعہ معاش ہو، نہ کوئی (اکتسابی) طاقت، کہ اگر علم سے اعراض کروگے تو تمہاری گذران تنگ ہو جائے گی۔ اور تم فقہ سیکھنے والے اپنے ہر طالب علم پر (شفقت و ادب پر مشتمل) ایسی توجہ رکھو، کہ گویا تم نے ان کو اپنا پسر اور بیٹا بنالیا ہے، تاکہ تم ان میں رغبت فی العلم کے فروغ کا باعث بنو۔ اگر عامی اور بازاری آدمی تجھ سے جھگڑے تو اس سے جھگڑا نہ کرو، ورنہ تمہاری آبرو جاتی رہے گی۔ اور اظہارِ حق کے موقع پر کسی شخص کی جاہ وحشمت کا خیال نہ کرو، اگرچہ وہ سلطانِ وقت ہو، جتنی عبادت دوسرے لوگ کرتے ہیں، اس سے زیادہ عبادت کرو، ان سے کمتر عبادت کو اپنے لیے پسند نہ کرو، اور عبادت میں سبقت اختیار کرو اس لیے کہ عوام جب کسی عبادت کو بکثرت کررہے ہوں گے اور پھر وہ دیکھیں گے کہ تمہاری اس قدر توجہ اس عبادت پر نہیں ہے تو وہ تمہارے میں قلت رغبت کا گمان کریں گے۔ اور یہ سمجھیں گے کہ تمہارے علم نے تمھیں نفع نہیں پہنچایا، مگر وہی نفع جو ان کو جہالت نے بخشا ہے جس میں وہ پڑے ہوئے ہیں۔

آدابِ معاشرت

اور جب تم کسی ایسے شہر میں قیام کرو جس میں اہل علم بھی ہوں تو اس شہر کو تم اپنی ذات کے لیے (کسی امتیاز کے ساتھ) اختیار نہ کرو، بلکہ اس طرح رہو کہ گویا تم بھی انہی میں سے ایک شہری ہو، تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ تمھیں ان کی جاہ ومنزلت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ورنہ (اگر انھوں نے اپنی عزت کو خطرہ محسوس کیا تو) وہ سب کے سب تمہارے خلاف خروج کریں گے، اور تمہارے مسلک پر کیچڑ اُچھالیں گے۔ (اور ان کی شہ پر) عوام بھی تمھارے خلاف نکل کھڑے ہوں گے اور تم کو (تیز تیز) نگاہوں سے دیکھیں گے، جس کی وجہ سے تم ان کی نظر میں موردِ ملامت ہوگے، آخر اس سے فائدہ کیا ہے؟ اور اگر وہ تم سے مسائل دریافت کریں تو ان سے مناظرہ یا جلسہ گاہوں میں بحث وجدال سے باز رہو۔ اور جوبات ان سے کرو واضح دلیل کے ساتھ کرو، اور ان کے اساتذہ کے باب میں ان کو طعنہ نہ دو، ورنہ وہ تمہارے اندر بھی کیڑے نکالیں گے۔ اور تم لوگوں سے چوکنا رہو۔ اور تم اپنے باطنی اور پوشیدہ احوال کو خالص اللہ کے لیے ایسا بنالو جیسا کہ تمہارا ظاہر ہے۔ اور علم کا معاملہ اصلاح پذیر نہیں ہوتا تاوقتیکہ تم اس کے باطن کو

اس کے ظاہر کے مطابق نہ بنالو۔

آرائشِ کردار

اور جب سلطان وقت تمھیں کوئی ایسا منصب تفویض کرے جو تمہارے لیے مناسب نہیں ہے تو اسے اس وقت تک قبول مت کرو، جب تک تمھیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے جو منصب تمھیں سونپا ہے وہ محض تمہارے علم کی وجہ سے سونپا ہے۔ اور مجلسِ فکر و نظر میں ڈرتے ہوئے کلام مت کرو، اس لیے کہ یہ خوف زدگی کلام میں خلل انداز ہوگی، اور زبان کو ناکارہ بنادیگی۔ زیادہ ہنسنے سے احتراز کرو کہ زیادہ ہنسی دل کو مُردہ کردیتی ہے۔ اور سکون واطمینان کے ساتھ چلو۔ اور امورِ زندگی میں زیدہ عجلت پسند نہ بنو۔ اور جو تمھیں پیچھے سے آواز دے اس کا جواب مت دو کہ پیچھے سے آواز چوپاؤں کو دی جاتی ہے۔ اور گفتگو کے وقت زیدہ نہ چیخو اور نہ اپنی آواز بلند کرو، سکون اور قلت حرکت کو اپنی عادات میں شامل کرو تا کہ لوگوں کو تمہاری ثبات قدمی کا یقین ہوجائے اور لوگوں کے سامنے اللہ کا ذکر کثرت سے کرو، تا کہ لوگ تم سے اس خوبی کو حاصل کرلیں اور اپنے لیے نماز کے بعد ایک وظیفہ مقرر کرو، جس میں تم قرآن کریم کی تلاوت کرو، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اور صبر وثبات کی دولت جو حق تعالیٰ نے تم کو بخشی ہے اور دیگر جو نعمتیں عطا کی ہیں ان پر اس کا شکر ادا کرو۔ اور اپنے لیے ہر ماہ کے چند یوم روزہ کے لیے مقرر کرو تا کہ دوسرے لوگ اس میں تمہاری اقتدا کریں۔ اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھو، اور دوسرے کے رویہ پر بھی نظر رکھو۔ تا کہ تم اپنے علم کی وجہ سے دنیا اور آخرت دونوں سے نفع اُٹھاؤ۔ اور بذات خود خرید وفروخت مت کرو، بلکہ (اس کام کے لیے) ایک ایسا خدمت گار رکھو جو تمہاری ایسی حاجتوں کو حسن وخوبی پورا کرے اور تم اس پر اپنے دنیاوی معاملات میں اعتماد کرو۔ اپنی دنیا اور اس صورتحال کے باب میں جس میں تم ہو، بے فکر مت رہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان تمام چیزوں کے بارے میں سوال کریں گے۔ اور امرد لڑکوں کو مت خریدو۔ اور سلطانِ وقت سے اپنے خصوصی تعلق کو لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دو، اگرچہ تمھیں اس کا قرب حاصل ہو، ورنہ لوگ تمہارے سامنے اپنی حاجتیں پیش کریں گے۔ اور اگر تم نے لوگوں کی حاجتوں کو اس کے دربار

میں پیش کرنا شروع کردیا تو وہ تمھیں تمہارے مقام سے گرادے گا۔ اور اگر تم ان حاجتوں کی تکمیل کے لیے کمربستہ نہ ہوئے تو حاجت مند تمھیں الزام دیں گے۔

آدابِ نصیحت

غلط باتوں میں لوگوں کی اتباع نہ چاہیے، بلکہ صحیح باتوں میں ان کی پیروی کرو۔ جب تم کسی انسان کی برائی دیکھو تو اس شخص کا تذکرہ اس برائی کے ساتھ مت کرو، بلکہ اس سے بھلائی کی اُمید رکھو (اور جب وہ بھلائی کرے تو) اس کی اس بھلائی کا ذکر کرو۔ الا یہ کہ اگر تم کو اس کے دین میں خرابی معلوم ہو تو لوگوں کو اس سے آگاہ کردینا چاہیے، تاکہ وہ اس کی اتباع نہ کریں اور اس سے برکنار رہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ فاسق اور فاجر آدمی جس حالتِ بد میں گرفتار ہے اسے افشا کرو، تاکہ لوگ اس سے بچیں، گرچہ وہ شخص صاحبِ جاہ و منزلت ہو۔ اسی طرح جس شخص کے دین میں تم خلل دیکھو اسے بھی بیان کرو، اور اس کی عزت و مرتبہ کی پروا نہ کرو، بلا شبہ اللہ تعالیٰ تمہارا اور اپنے دین کا معین و مددگار ہے۔ اگر تم ایک مرتبہ ایسا کرلو گے وہ تم سے ڈریں گے اور کوئی شخص دین میں اظہارِ بدعت کی جسارت نہیں کرے گا۔ اور جب تم اپنے سلطانِ وقت سے خلافِ علم دین کوئی بات دیکھو تو اس کو اپنی اطاعت و وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے ذکر کردو، (یہ اظہارِ وفاداری) اس وجہ سے کہ اس کا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے زیادہ قوی ہے، چنانچہ تم اس طرح اظہار خیال کرو کہ جہاں تک آپ کی سلطانیت و غلبہ کا تعلق ہے میں آپ کا فرمانبردار ہوں، بجز اس کے کہ میں آپ کی فلاں عادت کے سلسلے میں جو علم دین کے معیار کے مطابق نہیں ہے، آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں۔ سو، اگر تم نے ایک بار سلطانِ وقت کے ساتھ اس جرأت سے کام لیا تو بس وہ تمھیں کافی ہوگی۔ اس لیے کہ تو اگر اس سے بار بار کہے گا تو شاید وہ تجھ پر سختی کرے، اور اس میں دین کی ذلت ہوگی۔ اگر وہ ایک بار یا دو بار سختی سے پیش آئے اور تمہارا دینی جدوجہد اور امر بالمعروف میں تمہاری رغبت کا اندازہ کرے اور اس وجہ سے وہ دوسری مرتبہ خلافِ علم حرکت کرے، تو اس سے اس کے گھر پر تنہائی میں ملاقات کرو، اور نصیحت فی الدین کا فریضہ ادا کرو۔ اگر سلطان وقت مبتدع ہے تو اس سے دوبدو بحث کرو، اگرچہ وہ سلطان ہے۔ اور اس سلسلے میں کتاب اور سنتِ رسول اللہ ﷺ میں سے جو تمھیں یاد ہو، یاددہانی کراؤ۔ اگر وہ

(ان باتوں کو) قبول کرلے تو ٹھیک ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اس سے تمہاری حفاظت فرمائے۔ اور موت کو یاد رکھو۔ اور اپنے ان استاذ کے لیے جن سے تم نے علم حاصل کیا ہے استغفار کرو۔ اور ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو، قبرستان، مشائخ اور بابرکت مقامات کی کثرت سے زیارت کرو۔ اور عامۃ المسلمین کے ان خوابوں کو جو نبی کریم ﷺ اور صالحین سے متعلق تمھیں سنائی جائیں خواہ مسجد ہو، قرارگاہ ہو، قبرستان ہو (یعنی ہر جگہ) توجہ سے سنو۔ اور اہلِ ہوا (دنیا پرستوں) میں سے کسی کے پاس نہ بیٹھو، الا یہ کہ اس کو دین کی طرف بلانا ہو۔ زیادہ کھیل کود اور گالم گلوچ سے اجتناب کرو۔ اور جب موذّن اذان دے، تو عوام سے قبل مسجد میں داخل ہونے کی تیاری کرو، تاکہ عامۃ الناس اس باب میں تم پر پیش قدمی نہ کریں۔

اور سلطانِ وقت کے قرب و جوار میں رہائش اختیار نہ کرو، اگر تم اپنے ہمسایہ میں کوئی بات (برائی) دیکھو تو (سلطانِ وقت سے) پوشیدہ رکھو کہ یہ امانت داری ہے۔ اور لوگوں کے بھید ظاہر نہ کرو۔ اور جو شخص تم سے کسی معاملے میں مشورہ لے تو اس کو اپنے علم کے مطابق (صحیح) مشورہ دو، کہ یہ بات تم کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والی ہے اور میری وصیت کو توجہ سے یاد رکھنا کہ انشاء اللہ یہ وصیت تمھیں دنیا و آخرت میں نفع دے گی۔

تشکیلِ ہمت و استغناء

بخل سے اجتناب کرو کہ اس کی وجہ سے انسان دوسروں کی نظروں میں مبغوض ہوجاتا ہے۔ لالچی اور دروغ باف نہ بنو۔ حق و باطل (یا مذاق و سنجیدگی میں) التباس پیدا کرنے والا نہ بنو۔ بلکہ تمام امور میں اپنی شجاعت، حمیت کی حفاظت کرو۔ اور ہر موقع پر سفید لباس زیبِ تن کرو۔ اور اپنی طرف سے حرص اور رغبت فی الدنیا کی قلت ظاہر کرتے ہوئے دل کا غنا ظاہر کرو۔ اور اپنے آپ کو مالدار ظاہر کرو اور تنگدستی ظاہر نہ ہونے دو۔ اگرچہ فی الواقع تم تنگدست ہو۔

باہمت بنو کہ جس شخص کی ہمت کم ہوگی اس کا درجہ بھی کم ہوگا۔ اور راہ چلتے دائیں بائیں التفات نہ کرو، بلکہ ہمیشہ زمین کی جانب نظر رکھو۔ اور جب تم حمام میں داخل ہو، تو حمام اور نشست گاہ کی اُجرت دوسرے لوگوں سے زیادہ دو۔ تاکہ ان پر تمہاری عالی ہمتی ظاہر ہو۔ وہ تمھیں باعظمت انسان خیال کریں۔

اور اپنا سامان ضرورت بافندہ اور دیگر کاریگروں کو خود جا کر ان کے حوالے نہ کیا کرو، بلکہ اپنے لیے ایک با اعتماد ملازم رکھو جو تمھارے یہ امور انجام دیا کرے۔ اور درہم و دینار کی خرید و فروخت میں چوکس رہنا اور (جھگڑنا) اور درہموں کا وزن خود نہ کیا کرو بلکہ (اس میں معاملے میں بھی) کسی اور شخص پر اعتماد کرو اور متاع دنیا کو جس کی اہل علم کے نزدیک کوئی قدر و منزلت نہیں ہے، حقیر جانو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ دنیا سے بہتر ہیں (غرضیکہ) اپنے معاملاتِ زندگی کسی دوسرے شخص کے سپرد کردو، تاکہ تمھاری توجہ علم دین پر پوری طرح مرکوز رہے۔ سو یہ طرزِ عمل تمھاری تکمیل حاجت کا زیادہ کفیل ہے۔ پاگلوں (جن کو لوگ مجذوب خیال کرتے ہیں) اور ان اہل علم سے جو حجت و مناظرہ کے اسلوب سے بے بہرہ ہیں، کلام نہ کرو، اور وہ لوگ جو عزت پرست ہیں، اور لوگوں کے معاملات میں عجیب و غریب مسائل کا ذکر کرتے رہتے ہیں، وہ تمھیں کسی طرح شرمندہ کرنے کے خواہش مند ہوں گے۔ اور انھیں (اپنی عزت کے مقابلے میں) تمھاری کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ اگر چہ وہ سمجھ لیں گے کہ تم برسر حق ہو۔

اور جب کبھی بڑے رتبے کے لوگوں کے پاس جاؤ تو ان پر برتری حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو تاوقتیکہ وہ خود تمھیں بلند جگہ عطا نہ کریں، تاکہ ان کی طرف سے کوئی اذیت تم کو نہ پہنچے۔ کسی قوم کے اندر امامتِ نماز کے لیے پیش قدمی نہ کرو، جب تک کہ وہ از راہ تعظیم تمھیں مقدم نہ کریں۔ اور حمام میں دو پہر یا صبح کے وقت داخل نہ ہو۔ اور سیر گاہوں میں نہ جایا کرو۔ سلاطین کے مظالم کے وقت حاضر باش نہ رہو، الا یہ کہ تمھیں اس بات کا یقین ہو کہ اگر تم انھیں ٹوکو گے تو وہ حق وانصاف پر اُتر آئیں گے۔ اس وجہ سے کہ اگر وہ تمھاری موجودگی میں کوئی ناجائز کام کریں گے اور بسا اوقات انھیں ٹوکنے کی تمھیں قدرت و ہمت نہ ہوگی، تو لوگ تمھاری خاموشی کی بناء پر گمان کریں گے کہ سلاطین کا اقدام برحق ہے۔

آدابِ مجلس

علمی مجلس میں غصہ سے اجتناب کرو۔ اور عام لوگوں کو قصہ کہانیاں سنانے کا مشغلہ اختیار نہ کرو کہ قصہ گو کو (زیب داستاں کے لیے) دروغ گوئی کے بغیر چارہ نہیں۔ جب تم کسی اہل علم کے ساتھ علمی نشست کا (برائے مشاورت) ارادہ کرو اور وہ فقہی مجلس ہے تو اس میں بیٹھو اور اس

میں ان باتوں کو بیان کرو جو مخاطب کے لیے تعلیم کا حکم رکھتی ہوں تا کہ تمہاری حاضر باشی سے لوگوں کو یہ دھوکہ نہ ہو کہ تمہارا ہم نشیں کسی صفت علم سے موصوف ہے جبکہ وہ در حقیقت ایسا نہ ہو، اور اگر وہ شخص فتوے کو سمجھنے کا اہل ہے تو فتویٰ بیان کرو ورنہ ضرورت نہیں ہے۔ اور اس مقصد کے لیے کہیں نہ بیٹھو کہ دوسرا شخص تمہاری موجودگی میں درس دیا کرے۔ بلکہ (نگرانی کے لیے) اس کے پاس اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بٹھادو، تا کہ وہ تمھیں اس کی گفتگو کی کیفیت اور اس کے علم کی کمیت (مقدار) سے مطلع کرے۔ مجالسِ ذکر و بیان یا اس شخص کی مجلسِ وعظ میں حاضری نہ دو، جو تمہاری جاہ و منزلت یا تمہاری جانب سے اس کے تزکیہ نفس کی نسبت سے مجلس قائم کرے، (یعنی جو شخص تمہارے تعلق سے دینی افادے کا کام کرے) بلکہ ان کی جانب اپنے ساتھیوں (شاگرد وغیرہ) میں سے کسی ایک شخص کی معیت میں اپنے اہلِ محلّہ اور اپنے عوام کو جن پر تمھیں اعتماد ہے، متوجہ کرو (کہ وہ سب وہاں جایا کریں)۔

اور نکاح خوانی کا کام کسی خطیب کے حوالے کردو، اسی طرح نمازِ جنازہ اور عیدین کی امامت بھی کسی اور شخص کے حوالے کردو۔ اور (آخری بات یہ کہ) ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ کرنا اور ان نصیحتوں کو میری جانب سے قبول کرو، کہ میں نے تمہارے اور اہلِ اسلام کے فائدے کے لیے یہ وصیتیں کی ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی وصایا بنام یوسف بن خالد سمتیؒ

تعمیر انسانیت

یوسف بن خالد سمتی حضرت امام اعظم کی خدمت میں رہ کر تکمیل علم کر چکے تو وطن مالوف بصرہ کو واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ استادِ شفیق سے اجازت چاہی تو امام نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ یہ باتیں تمھیں ہر جگہ کام دیں گی۔ خواہ لوگوں کے ساتھ معاملات ہوں یا اہلِ علم کے مراتب کا سوال ہو۔ تادیبِ نفس کا مرحلہ ہو یا خواص و عوام کی اصلاح ہو یا عام حالات کی تحقیق مقصود ہو۔ غرض کہ یہ دیسی باتیں دینی اور دنیاوی زندگی کے ہر موڑ پر کام آئیں گی اور علم کے لیے ایک ذریعۂ خیر و صلاح بن جائیں گی۔

حقوقِ معاشرت

اس نکتہ کو خوب سمجھ لو کہ جب تم انسانی معاشرے کو برا سمجھو گے تو لوگ تمہارے دشمن بن جائیں گے۔ چاہے وہ تمہارے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ اور جب اس معاشرے کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے تو یہ معاشرہ تمھیں عزیز رکھے گا اور اس کے افراد تمہارے لیے ماں باپ بن جائیں گے۔

پھر فرمایا: ذرا اطمینان سے مجھے چند باتیں کہنے دو۔ میں تمہارے لیے ایسے امور کی نشاندہی کیے دیتا ہوں جن کا خود بخود شکریہ کے ساتھ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

تھوڑی دیر بعد فرمایا: دیکھو! تمھیں ایسی باتیں بتانا چاہوں گا جو تمھیں پیش آئیں گی۔ گویا میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم بصرہ پہنچ گئے ہو۔ اور تم اپنے مخالفوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اپنے آپ کو ان پر فوقیت دینے لگے تم نے اپنے علم کی وجہ سے خود کو ان پر بڑا ثابت کیا۔ ان کے ساتھ اختلاط کو برا سمجھا۔ ان کے معاشرے سے منقبض ہوئے۔ ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ نتیجے میں انھوں نے بھی تمہاری مخالفت کی۔ تم نے انھیں چھوڑ دیا تو انھوں نے بھی تمھیں منہ نہیں لگایا۔ تم انھیں گالی دی، ترکی بہ ترکی جواب ملا۔ تم نے انھیں گمراہ کہا، تو انھوں نے تمھیں بدعتی اور گمراہ گردانا۔ یہ لو سب کا دامن آلودہ ہو گیا۔ اب تمھیں ضرورت ہوئی کہ تم ان سے کہیں دور بھاگ جاؤ اور یہ کھلی حماقت ہے وہ شخص کبھی اچھی سوجھ بوجھ کا نہیں ہو سکتا ہے، کہ اسے کسی سے واسطہ پڑا ہو اور وہ کوئی راہ پیدا ہونے تک نباہ نہ کر سکے۔

فرقِ مراتب وادائے حقوق

جب تم بصرہ پہنچو گے تو لوگ تمہارا خیر مقدم کریں گے۔ تم سے ملاقات کے لیے آئیں گے کیونکہ یہ ان کا معاشرتی فریضہ ہے۔ اب تم ہر ایک کو اس کا مقام عطا کرو۔ بزرگوں کی عزت کرو، علماء کی تعظیم کرو، بوڑھوں کی توقیر کرو۔ نوجوانوں سے نرمی کا برتاؤ کرو۔ عوام کے قریب رہو۔ نیک و بد کے پاس اٹھنا بیٹھنا رکھو۔ بادشاہِ وقت کی توہین نہ کرو۔ کسی کو کمتر نہ سمجھو۔ اپنی مروّت و شرافت کو پس پشت نہ ڈالو۔ اپنا راز کسی پر فاش نہ کرو۔ بغیر پرکھے ہوئے کسی پر اعتماد نہ کر بیٹھو۔ خسیس الطبع اور کمینوں سے میل ملاپ نہ رکھو۔ اس شخص سے محبت و الفت کا اظہار نہ کرو

جو تمھیں ناپسند کرتا ہو...... سنو! کہ احمقوں سے مل کر خوشی کا اظہار نہ کرو۔ ان کی دعوت پر لبیک کہو اور نہ ہی ان کا ہدیہ قبول کرو۔ نرم گفتاری، ضبط و تحمل، اخلاقِ حسنہ، کشادہ دلی، اچھے لباس اور خوشبو کو اپنے لیے لازم رکھو۔ سواریوں میں ہمیشہ اچھی سواری رکھو۔ حوائجِ ضروریہ کے لیے کوئی وقت مقرر کرلو تا کہ ہر کام کو آسانی سے کر سکو۔ اپنے ساتھیوں سے غفلت نہ برتو، ان کی درستگی کی سب سے پہلے فکر کرو مگر اس میں نرمی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو۔ نرم لہجہ میں گفتگو کو اپناؤ۔ عتاب و توبیخ سے بچو، کہ اس سے ناصح ذلیل ہوتا ہے۔ انھیں اس بات کا موقع نہ دو کہ وہ تمہاری تادیب کریں ایسا کرنے سے تمہارے حالات درست رہیں گے۔

بندگی اور اصلاحِ زندگی

نماز کی پابندی کرو، سخاوت سے کام لو کیونکہ بخیل آدمی کبھی سردار نہیں بن سکتا۔ اپنا ایک مشیر کار بنالو جو تمھیں لوگوں کے حالات سے مطلع کرتا رہے اور جب تمھیں کوئی خراب بات نظر آئے تو اس کی اصلاح کرنے میں جلدی کرو جب تم اصلاح کی راہ پا جاؤ تو اپنی رغبت اور عنایت کو اور بڑھاؤ۔ جو شخص تم سے ملے اس سے ملا کرو اور اس سے بھی جو نہ ملے۔ جو شخص تمہارے ساتھ نیک سلوک کرے اس کے ساتھ ویسا ہی کرو۔ اور کوئی بد خلقی سے پیش آئے تو تم حسنِ اخلاق کا ثبوت دو۔ عفو اور کرم کو مضبوطی سے تھام لو، نیک کاموں کی طرف لوگوں کو متوجہ کرو۔ جو شخص تمہارے درپئے آزار ہو اس سے ترکِ تعلق کرلو۔ حقوق کی ادائیگی میں کوشاں رہو۔ اگر کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو اس کی مزاج پرسی کرو اور اگر کوئی آنا جانا چھوڑ دے تو تم نہ چھوڑو۔ اگر کوئی شخص تم پر ظلم کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ جو شخص تمہارے پاس آئے اس کی عزت کرو۔ اگر کسی نے تمہاری برائی کی تو اس سے درگزر کرو۔ جو شخص تمہارے خلاف غلط قسم کا پروپیگنڈہ کرے اس کے باب میں تم اچھی بات کہو۔ اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کے حقوق پورے کر دو۔ اگر کسی کو خوشی کا موقع میسر آئے تو اسے مبارکباد دو۔ اگر کسی پر مصیبت آپڑے تو اس کی غم خواری کرو۔ اگر کسی پر آفت ٹوٹ پڑے تو اس کے غم میں شرکت کرو۔ اور اگر تم سے کام لینا چاہے تو کر دو۔ اگر کوئی فریادی ہو تو اس کی فریاد سن لو۔ اگر کوئی طالبِ نصرت ہو تو اس کی مدد کرو جہاں تک تم سے ہو سکے لوگوں سے محبت و رأفت کا اظہار کرو۔ سلام کو رواج دو خواہ وہ

کمینوں ہی کی جماعت ہو۔ اگر مسجد میں یا تمہارے پاس کچھ لوگ بیٹھے مسائل پر گفتگو کر رہے ہوں تو ان سے اختلاف رائے نہ کرو۔

تعلیم و تربیت

اگر تم سے کوئی بات پوچھی جائے تو پہلے جو لوگوں میں رائج ہو اسے بتاؤ پھر کہو اس میں دوسرا قول بھی ہے اور وہ ایسے اور ایسے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ اگر انھوں نے سن لیا تو یقیناً ان کے دلوں میں تمہاری قدر و منزلت جاگزیں ہو جائے گی۔ جو شخص تمہاری مخالفت کرے تو اسے ایسی کوئی راہ دکھاؤ جس پر وہ غور کرے۔ لوگوں کو آسان باتیں بتایا کرو، دقیق اور گہرے مسائل نہ بیان کرو۔ مبادا وہ غلط مطلب سمجھ لیں۔ ان سے لطف و مہربانی کا معاملہ کرو۔ کبھی کبھی ان سے ہنسی مذاق بھی کرلیا کرو۔ کیونکہ تمہارا یہ عمل لوگوں میں محبت پیدا کردے گا۔ ہمیشہ علمی چرچا رکھو۔ اور کبھی کبھی ان کی دعوت کردیا کرو۔ ان سے سخاوت کیا کرو۔ چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے تغافل برتو۔ ان کی ضروریات کو پورا کرو۔ لطف و کرم اور چشم پوشی کو اپنا خاصہ بنالو۔ کسی سے دل تنگ اور زجر و توبیخ سے پیش نہ آؤ۔ آپس میں گھل مل کر اس طرح رہو گویا تم ایک ہی ہو۔ لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ ان کے لیے وہی چیزیں پسند کرو جو تمھیں مرغوب ہوں۔

تزکیۂ نفس اور نیک و بد کی پہچان

نفس کی حفاظت کرو، احوال کی دیکھ بھال رکھو۔ فتنہ انگیزی سے دور رہو۔ اگر کوئی شخص تمھیں زجر و توبیخ کرے تو تم اسے نہ جھڑکو۔ اگر کوئی تمہاری باتیں غور سے سن رہا ہو تو تم بھی اس کی طرف کان لگالو۔ لوگوں کو ایسی چیزوں کا مکلّف نہ بناؤ جس کی وہ تمھیں تکلیف نہیں دیتے۔ حسن نیت سے عوام کا خیر مقدم کرو۔ سچائی کو لازم رکھو۔ غرور و تکبر کو ایک طرف ڈال دو۔ دھوکہ بازی سے دور رہو۔ چاہے لوگ تمہارے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہوں۔ امانت میں خیانت نہ کرو خواہ لوگ تمہارے ساتھ خیانت ہی کیوں نہ کر رہے ہوں۔ وفاداری اور تقویٰ کو مضبوطی سے تھام لو۔ اہل کتاب سے وہی رہن سہن رکھو جیسا وہ تمہارے ساتھ رکھتے ہوں۔

پس اگر تم نے میری اس وصیت پر عمل کیا تو یقیناً ہر آفت سے بچے رہو گے۔ دیکھو! اس وقت میں دو کیفیتوں سے دوچار ہوں۔ تم نظر سے دور ہو جاؤ گے اس کا تو غم ہے اور اس پر مسرت ہے کہ تم نیک و بد کو پہچان لو گے۔ خط و کتابت جاری رکھنا۔ اپنی ضرورتوں سے مطلع کرتے رہنا۔ تم میری اولاد ہو، میں باپ ہوں۔ و صلی اللّٰہ علی سیدنا محمد النّبی الامّی و علی آلہ و صحبہ و سلّم (دفاع امام ابوحنیفہؒ۔ مولانا عبدالقیوم حقانی، ص: ۲۰۵-۲۱۴)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی وصایا

آپ نے مندرجہ ذیل باتوں کی اپنے ورثاء کو وصیت کی:

۱- میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندہ اور رسول ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا، تاکہ انھیں تمام ادیان پر فتح دے، چاہے اس بات سے مشرکین کو دِلی رنج ہی کیوں نہ ہو۔

۲- وصیت کرتا ہوں کہ میں اللہ کی ربوبیت اور اسلام کی حقانیت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے راضی ہوں۔

۳- وصیت کرتا ہوں کہ عبداللہ بن محمد یعنی بوران کے پچاس دینار میرے اوپر باقی ہیں، وہ اس دعوے میں حق بجانب ہوں گے، لہٰذا ان کا یہ قرضہ اس آمدنی سے ادا کیا جائے، جو انشاء اللہ میرے مکان کے کرایہ سے وصول ہوگی، اس کے بعد جو کچھ بچ رہے، اس میں سے عبداللہ اور صالح کے بال بچوں میں سے سب اولاد ذکور و اناث کو دس دس درہم دے دیے جائیں۔

گواہ: ابو یوسف، صالح و عبداللہ پسرانِ احمد بن حنبلؒ۔

(وصایا، ص: ۲۴۔ الحلیہ، ج: ۹، ص: ۲۱۲)

امام احمد بن حنبلؒ کی وصیت علی بن مدینی کو

اے علی بن مدینی! قلب کو تقویٰ، خوفِ الٰہی کے لیے خاص کر لے کہ غیر کی طرف بتکلّف بھی مائل نہ ہو اور آخرت کو اپنا نصب العین بنا لے۔ تمام امور کے کرنے نہ کرنے سے قبل

آخرت کوملحوظ رکھ۔ (الحلیہ، ج:۹،ص:۱۷۳)

امام احمد بن حنبلؒ کی وصایا احمد بن غسان کو

امام احمد ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے احمد بن غسان نے بتلایا کہ، امام موصوف اور میں اونٹ پر کجاوہ میں بیٹھے ہوئے مامون کے پاس جارہے تھے۔ راستہ میں امام موصوف نے فرمایا: اے احمد بن غسان! آج مجھ کوایسا محسوس ہورہا ہے کہ دنیاوی قید و بند کی زندگی ختم ہوجائے گی۔ اگر میری قضاء واجل آج رات آئے اور میں سویا رہوں تو مجھ کو بیدار کردینا اور اگر تم سوئے ہوئے ہوگے تو میں جگادوں گا۔ ابھی جا ہی رہے تھے کہ کسی شخص نے کجاوہ کو دستک دی۔ امام موصوف ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایسا معلوم ہورہا تھا کہ وہ جانی پہچانی شخصیت ہے۔ مگر میں نے ایسے شخص کو کبھی بھی اس علاقے اور قرب وجوار میں نہیں دیکھا تھا۔ یعنی میرے لیے وہ اجنبی تھا۔ اس کی گردن میں عبا لپٹی ہوئی تھی۔

اس اجنبی شخص نے امام موصوف کو چند کلمات سے نوازا......اور چلا گیا:

اے ابا عبداللہ! حق جل مجدہ تجھ سے راضی ہے، خلقِ قرآن کے موقف اور تیرے طریقۂ استدلال پر۔ اور دیکھ تو ایک کثیر مخلوق کی قیادت وسیادت کررہا ہے لہٰذا عباد اللہ کورسوا نہ کرنا۔ بلکہ ذریعہ سعادت وہدایت بن کر راہ سنت کی نشاندہی کرنا۔ لوگ تیرے منتظر ہیں۔ ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہیں تو اس وقت جو بھی کہے گا عوام اسی کو اپنا مسلک ومشرب بنائیں گے۔ اسی ڈگر پر راہ گیر ہوں گے۔ تمام پُرخار وادیاں تیری طے ہوچکی ہیں۔ راہِ صعوبت عبور ہونے والی ہے۔ منزلِ مقصود عنقریب آنے والی ہے۔ بس اب موت اور پھر جنت ہے۔

احمد بن غسان فرماتے ہیں: یہ کلمات سن کر امام موصوف میں مرکز ایمان کی موجیں کھیلنے لگیں اور ارشاد فرمایا: اے احمد بن غسان! میں تجھے ایک وصیت کرتا ہوں۔ تو اس کو حرزِ جان بنالے۔ حق جل مجدہ کو تنگی وفراخی میں یاد رکھ اور نگہبان تصور کر۔ خوشی اور غم ہر حال میں شکر ادا کر۔ اگر تمام لوگ بھی تجھ سے کہیں کہ قرآن مجید مخلوق ہے تو کبھی بھی نہ کہنا۔ اگرچہ میں بھی قرآن کو مخلوق کہوں کسی وجہ سے تو پھر بھی میری بات بھی قطعاً نہ ماننا بلکہ ذرا بھی اعتماد نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ

کا ارشاد ہے: ﴿وَ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (سورہ ہود: ۱۱۳)

احمد بن غسان فرماتے ہیں: میں امام احمدؒ کی ثابت قدمی اور طمانیتِ قلبی پر حیران رہ گیا۔ ایک شخص نے اطلاع دی کہ حاکم وقت نے تلوار کو میان سے باہر نکالنے کا حکم دیدیا ہے۔ جب تک کہ احمدؒ اور ان کے ساتھی قرآن کو مخلوق نہ کہہ دیں یعنی قتل کردیں۔ یہ سنتے ہی امام موصوف اپنے گھٹنے کے بل زمین پر بیٹھ گئے اور حسرت بھری نگاہ سے آسمان کو دیکھا اور فرمایا: حاکم فاجر کس قدر جری ہوگیا ہے کہ اے اللہ وہ تیرے اولیاء کو قتل وضرب پر آمادہ ہے۔ "اَللّٰهُمَّ فَاِنْ يَّكُنِ الْقُرْآنُ كَلَامُكَ غَيْرَ مَخْلُوْقٍ فَاكْفِنَا مَؤُنَةَ" یا اللہ! اگر تیرا کلام غیر مخلوق ہے تو اس تنگی سے میری کفالت فرما۔ ابھی ایک تہائی رات ہی گزری تھی کہ امام موصوف جاں بحق ہوگئے۔

(الحلیہ، ج:۹،ص:۱۹۵)

امام شافعی، ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

آدابِ دوستی:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یونس بن عبدالاعلیٰ کو ذیل کی وصیت فرمائی: اے یونس! جب تم کو کسی دوست سے تکلیف و اذیت پہنچے تو خبردار تو عداوت و دشمنی میں اس کے ساتھ عجلت و جلدبازی نہ کر۔ نہ ہی قطع تعلق میں سبقت کر۔ کیونکہ محض شک کی بنیاد پر یقین کو ختم کرنا دانائی و بصیرت کی بات نہیں۔ ہاں! فوراً جاکر اس دوست سے مل، ملاقات کر اور صاف صاف اس کو آگاہ کر، کہ دیکھو بھائی تمہاری جانب سے مجھ کو یہ بات پہنچی ہے۔ اگر وہ ان باتوں کا انکار کرے تو تو خواہ مخواہ کی بدگمانی میں نہ پڑ بلکہ دوست کو یہ کہہ مطمئن کردو کہ تم ہی سچے اور مخلص ہو اور جو بات مجھ کو پہنچی تھی وہ غلط تھی۔ ہاں! اگر وہ اس بات کی تصدیق کرلے اور اعتراف کرے، ساتھ ہی کوئی معقول عذر وسبب پیش کردے تو بھی اس کے عذر کو قبول کرلو۔ اور اگر کوئی معقول سبب و عذر نہ پیش کرسکے تو تم اپنی اذیت و تکلیف کا ذمہ دار اس کو ٹھہراؤ اور تم کو اب اختیار ہے کہ برائی کا بدلہ برائی کے برابر برابر دے لو مگر زیادتی نہ ہو، اور اگر چاہو تو عفو وتسامح سے کام لو۔ اور معافی تقویٰ کی علامت اور اعلیٰ ظرفی کی دلیل ہے۔ اعلیٰ درجہ کا احسان معاف کردینا ہے۔ حق تعالیٰ

فرماتا ہے:

﴿جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾

اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی پھر جو شخص معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔ (سورۂ شوریٰ، آیت ۴۰)

ہاں! اگر تیرا نفس تم کو بدلہ لینے پر اُبھارے، برانگیختہ کرے تو اپنے نفس کو یوں تسلی دے کہ دیکھو، پہلے وہ جس قدر احسان کرتا رہا ہے اگر آج ایک تکلیف پہنچی ہے اس کے عوض فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ نیز اس ایک بات کی وجہ سے اس کے دوسرے احسانات کو نہ بھول۔ اس لیے کہ ایک برائی کے بدلے بہت سی بھلائیاں بھول جانا ظلم محض ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے مجھ سے برائی کا بدلہ برابر برابر لے لیا نہ تو زیادتی کی نہ ہی میرے حق کو ضائع کیا۔

اے یونس! جب بھی تیرا کوئی دوست ہو تو اس کے سلسلے میں اپنا ہاتھ باندھ لے۔ یعنی اس بات کی کوشش کر کہ دوست کو اذیت نہ ہو۔ کیونکہ کسی کو اپنا صدیق و دوست بنانا بہت مشکل ہے اور جدائیگی بہت ہی سہل و آسان ہے۔

ایک بزرگ اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھاتے تھے کہ بچوں کا بڑے بڑے پتھروں کو کنویں میں ڈالنا بہت آسان اور بڑوں کا اُن پتھروں کو کنویں سے نکالنا بہت مشکل۔

اے یونس! تم کو میری یہ وصیت ہے۔ والسلام۔ (الحلیہ، ج:۹، ص:۱۲۲)

ایک موقع پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یونس بن عبدالاعلیٰ کو وصیت فرمائی:

اے یونس! حد سے زیادہ ترش روئی لوگوں سے عداوت پیدا کرتی ہے اور حد سے زیادہ خوشدلی برے لوگوں کو قریب کر دیتی ہے۔ تو درمیانی حالت میں رہا کر۔ نہ اتنا نرم دل ہو جا کہ لوگ تجھے تکلیف دیں اور نہ اتنا سخت کہ لوگوں کو تجھ سے تکلیف ہو۔ (الحلیہ، ج:۹، ص:۱۲۲)

آدابِ تعلیم۔ درس و تدریس

ایک دفعہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سراج نامی اپنے خادم کے ساتھ ہارون رشید سے ملنے گئے۔ وہاں ہارون رشید کے بچوں کے اتالیق و معلم ابی عبدالصمد کے پاس بیٹھ گئے۔ سراج نے

تعارف کرایا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ابی عبدالصمد کے لیے کچھ وصیت کو کہا۔ امام موصوف نے ابی عبدالصمد کو ذیل کی وصیت فرمائی:

ابی عبدالصمد! امیر المومنین کے بچوں کی تعلیم و تربیت، اصلاح و تہذیب سے پہلے تم خود اپنے نفس کی اصلاح و تہذیب کو مقدم جانو۔ ان معصوم بچوں کی نگاہ تمہارے حرکات و سکنات، نشست و برخاست، قیام و طعام ...... غرض تمام شعبۂ زندگی پر ہوگی۔ وہ تم سے تمام خوبیاں خامیاں اخذ کرلیں گے۔ اگر ان میں کوئی خوبی قابلِ تحسین صفات ہوں گی یا خامی قبیح صفات ہوں گی تو دراصل تمہاری خوبی و خامی کا عکس ہوگا۔ نیز تم نے جن باتوں کی اصلاح کی ہوگی وہ قابلِ ستائش ہوگی اور تم نے جن باتوں کی اصلاح نہ کی ہوگی وہ ان میں موجود ہوں گی۔

دیکھو! کتاب اللہ کی تعلیم کو مقدم رکھو کیونکہ ایمان باللہ، توحیدِ باری، خواہ ذات میں یا صفات میں، رسالت کی حقیقت، دلائل قدرت، تخلیق عالم، معاد، آخرت، جزاء و سزاء، جنت و جہنم، صفاتِ متقین، انجام مکذبین ...... غرض اسلام و ایمان کی اساس و بنیادی اصول سب ہی کتاب اللہ میں موجود ہیں۔ نشاط و قبول کے وقت ان کو تعلیم دینا اور حالت قبض اور تنگ دلی کے وقت تعلیم پر مجبور نہ کرنا کہ اس سے وہ تھک جائیں گے، دل گیر ہوں گے، سست پڑ جائیں گے۔ نہ بالکل ہی چھوڑ دینا کہ وہ فراموش کر جائیں۔ اور علم سے بیگانے بن جائیں۔ (یعنی نہ اس قدر ہمہ وقت پڑھاؤ کہ تھک کر سست بن جائیں نہ ہی اتنی فرصت دو کہ مناسبت چھوٹ جائے)۔ کبھی کبھی اشعار و کلام عرب سے ان کو خوش کیا کرو اور علومِ حدیث سے ان کو مشرف بناؤ۔ ایک علم سے اس وقت تک دوسرے علم کی طرف توجہ نہ کرو کہ اس علم میں ان کو درک و مہارت نہ پیدا ہوجائے اور اس علم میں خطاء و صواب کے فیصلے کی قوت نہ پیدا ہوجائے۔ اس لیے کہ کثرت کلام سے فہم و تمیز میں فتور پیدا ہوجاتا ہے یعنی مختلف علوم کی باتیں جب کروگے تو وہ کسی بھی علم کو کما حقہ اخذ نہ کرسکیں گے اور وقت ضائع ہوگا۔ (الحلیہ، ج:۹، ص:۱۴۷)

ایک شخص کو آپ نے وصیت کی: دوسروں کے برابر دولت جمع کرنے کی سعی مت کرو بلکہ عبادت میں برابری کی کوشش کرتے رہو۔ کیونکہ دولت تو دنیا میں رہ جاتی ہے اور عبادت قبر کی ساتھی ہے اور کبھی کسی مُردے سے حسد نہ کرو کیونکہ دنیا میں سب مَرنے کے لیے آئے ہیں، اس

لیے سب مُردے ہیں، لہٰذا کسی سے بھی حسد نہ کرو۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۱۳۲)

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا

امام مالکؒ اپنے زمانے کے حکمراں و والیان کو گاہے بگاہے وصیتِ خیر اور نصیحت و رشد کا وعظ فرماتے۔ آپ کا موقف اس سلسلے میں بیحد حکیمانہ تھا۔ حکمراں کے سلسلے میں آپ فرماتے تھے کہ اگر ان کی مخالفت ان سے علیحدہ رہ کر کی جائے تو اس کا نتیجہ اصلاح کے بجائے فساد وافساد کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ شر وفساد کو تقویت ملے گی اور بجائے ہدایت وخیر خواہی کے انسانی فطرت عناد کی راہ اختیار کر لے گی۔ اس لیے موقع بموقع آپ حکمراں سے ملتے اور تلقینِ خیر، پند ونصائح کے ذریعے حکمراں کے اندر فکرِ آخرت، خوفِ الٰہی، مخلوق ورعایا کی ذمہ داری کا احساس، حقوق کی نگہداشت، انعامِ ربانی کی مسئولیت، قبر کی وحشت، الغرض مختلف انداز میں آپ احساسِ باطن کی لطیف تاروں کو جگا کر فکرِ آخرت کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتے۔

علماء کی ذمہ داری:

اس موقف کے تحت آپ جماعتِ علماء کو فرماتے کہ: ہر وہ مسلمان جس کو حق جل مجدہ نے علم نبوت، دینی بصیرت، اسلامی مزاج، شعورِ ایمانی، ذکاوتِ حس، فہم قرآن عطا فرمایا ہے، اس پر واجب ہی نہیں بلکہ اس کا فرضِ منصبی اور عند اللہ اس کی مسئولیت ہے کہ وہ حاکم وقت، والیانِ بلاد، سربراہانِ مملکت، سردارانِ قریہ وبستی کو بھلائی کا مشورہ دیں۔ برائی کی نشاندہی کر کے حق کو اُجاگر کریں، باطل کا قلع قمع کریں۔

علماءِ ربانیین اشاعت حق کے لیے اگر حکمراں کے پاس جاتے ہیں تو عوام کو اس پر شک نہ کرنا چاہیے یا عام جماعت علماء کو، کیونکہ علماء اور غیر علماء کا فرق یہ ہے کہ عوام اپنی حاجت کو لیکر اور محتاج بن کر حکمراں سے ملتے ہیں اور علماء حکمراں کو دین کا محتاج سمجھ کر جاتے ہیں تاکہ حق کا بول بالا ہو۔ یہی فرق ہے علماء اور غیر علماء میں۔ اور یہ امتیاز خاص ہے علماء کا اور کیوں نہ ہو کہ یہ حق جل مجدہ کا فضل ہے علماء پر اور علماء کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ وہ حکمراں کو رشد وہدایت کی راہ بتلائیں۔

چنانچہ موسم حج میں جب مختلف شہروں کے حکمراں آتے آپ غیر معمولی انشراح کے ساتھ ان کو بھلائی کے غلبے کی تاکید فرماتے اور رشد وہدایت کی تلقین کرتے، فکرِ آخرت کی نصیحت فرماتے۔

عمر بن خطاب ﷺ کی غیر معمولی مثالی زندگی

دیکھو! عمر بن خطاب ﷺ امیر المومنین، صاحبِ رسول ہیں۔ مگر حاکم بن جانے کے بعد ایک عورت کے مکان میں آگ جلاتے ہیں، اس کا کھانا پکاتے ہیں، یہاں تک کہ دھواں ان کی ڈاڑھی مبارک سے نکلتا ہے۔ کیا تم لوگ ان سے بڑھ کر یا زیادہ قوی ہو اور ان سے زیادہ ملک کے حاکم ہو، یا ان سے زیادہ فضیلت کے مستحق ہو۔ مگر انھوں نے یہ سب محض اس لیے کیا کہ ان کو حقوق کی ذمہ داری کا احساس تھا جو حق کی ادائیگی پر مجبور کر رہا تھا۔

آپ نے ایک حاکم کو مخاطب کر کے فرمایا: تم لوگوں کے حقوق کو ضائع کر رہے ہوں اور پھر بھی آرام سے خوابِ غفلت میں ہو...... دیکھو! عمر بن خطاب ﷺ کو۔ ایک موقع پر فرمایا کہ میری خلافت کے دوران اگر ایک اونٹنی کا بچہ یا بکری کا بچہ بھی نہر فرات کے پاس ضائع ہو جائے تو میں قیامت میں عند اللہ اس کا مسئول ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اس کا مجھ سے حساب لے گا۔

ابو جعفر کو ایک موقع پر آپ نے وصیت کی کہ: اہل مدینہ کے ساتھ غایت درجہ کا احسان و سلوک کا معاملہ برتو۔

مہدی کو بھی آپ نے وصیت کی کہ اللہ سے ڈرو جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اہلِ مدینہ کے ساتھ حسنِ سلوک رکھو، کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پڑوسی ہیں کیونکہ حضورؐ کی حدیث مجھ کو پہنچی ہے:

"اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اَلْمَدِيْنَةُ مُهَاجَرِيْ وَ بِهَا قَبْرِيْ وَ بِهَا مَبْعَثِيْ، وَ اَهْلُهَا جِيْرَانِيْ، وَ حَقِيْقٌ عَلٰى اُمَّتِيْ حِفْظِيْ فِيْ جِيْرَانِيْ فَمَنْ حَفِظَهُمْ كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ"۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے، اسی میں میری قبر ہوگی، اسی سے میں قیامت کے دن اٹھوں گا، اس کے رہنے والے میرے پڑوسی ہیں۔ میری امت کے ذمے ضروری و واجب ہے کہ میرے پڑوسی کی خبر گیری و حفاظت کریں۔ جو میری عظمت کی خاطر ان کی

حفاظت ونگہبانی کرے گا میں اس کے لیے قیامت میں گواہ وشفیع بنوں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو میرے پڑوسیوں کے بارے میں میری وصیت کی رعایت نہ کرے حق تعالیٰ شانہ اس کو **طینة الخبال** پلائے۔دوسری حدیث میں ہے کہ: طینۃ الخبال، جہنمی لوگوں کا نچوڑ ہے یعنی پسینہ، لہو، پیپ، وغیرہ۔(العیاذ باللہ)

اس حدیث کے سن لینے کے بعد امیر المؤمنین مہدی نے کثیر رقم اہلِ مدینہ کے لیے خاص کردی اور خود اہلِ مدینہ کے حالات معلوم کرتا اور ان کی شکایتوں کو دور کرتا۔

ایک مرتبہ امام مالکؒ نے ایک حاکم کو خط کے ذریعے ذیل کی ہدایات سے متنبہ کیا:

پہلے تو اس بات کو خوب اچھی طرح جان لے کہ حق جل مجدہ نے تجھ کو میری نصیحت ووصیت کے لیے خاص کیا ہے۔میں پہلے بھی تجھ کو وصیت کررہا ہوں۔

تاہم یاد رکھ کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے جو بھی ملک ومال دیا ہے، میں دل سے دعا گو ہوں کہ حق تعالیٰ اس کو تیرے حق میں ذریعہ سعادت بنائے۔ساتھ جملہ امور کو دخولِ جنت کا سبب بنادے۔ اور محض لطف وعنایت سے جنت عطا فرمائے اور مجھ پر اور تجھ پر رحم وکرم کا معاملہ فرمائے۔میں جو کچھ بھی تم کو لکھ رہا ہوں، وہ حکمِ الٰہی، حدودِ الٰہی، اقامت حق، اشاعتِ دین کے سلسلے کی باتیں ہیں۔

حق جل مجدہ نے اپنی مخلوق کو تیری رعایا بنایا ہے اور فزعِ اکبر- قیامت کی ہولناکی کے دن- تجھ سے اس کا سوال ہوگا اور ہر ہر فرد کی جانب سے تجھ کو اپنی خلاصی کے لیے جوابدہ ہونا ہوگا، نیز تمام معاملے کے ہر چھوٹے بڑے جزء کا تحقیقی محاسبہ ہوگا۔تمام رعایا ایک جانب اور تو تن تنہا بلا وزیر ومشیر کے جواب دہ اور مسئول ہوگا۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ“.

تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر نگہبان سے اس کی رعیت کا سوال ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ والی حضرات، گورنر لائے جائیں گے اور ان کا ہاتھ گردن سے بدھا ہوگا ......جس کو عدل وانصاف ہی کھول سکے گا۔دوسری چیز نہیں۔(یعنی حاکم وگورنر اگر عادل ہوں گے تو ہاتھ خود بخود کھل جائیں گے ورنہ گردن سے بدھے ہی رہیں گے۔)

حضرت عمرؓ نے اپنی ایک تقریر میں ارشاد فرمایا تھا اگر بکری کا بچہ عراق میں بھوک سے

مَر جائے تو عند اللہ اس کا سوال وحساب مجھ سے ہوگا۔

تم ناز ونعم، کروفر کے ساتھ حج کے لیے آتے ہو۔ دیکھو! خلیفہ ثانی عمر رضی اللہ عنہ نے دس حج کیے اور کسی بھی حج میں بارہ دینار سے زیادہ خرچ نہیں کیا۔ عمرؓ تو درخت کے سایے میں ٹھہرے اور تم قیمتی خیمہ نصب کراتے ہو۔ تم آرام کی نیند سوتے ہو اور ٹھنڈی سانس لیتے ہو۔ فاروق اعظمؓ کندھے پر درہم ودینار کی تھیلیاں ڈال کر بازار میں گشت کرتے اور لوگوں سے ان کی ضرورت کا سوال کرکے پوری فرماتے۔

جس وقت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا، اصحاب الرسول ﷺ عیادت کو تشریف لائے اور عمر رضی اللہ عنہ کی صفاتِ حمیدہ بیان کرنے لگے .... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: تم لوگ کیوں مجھ کو دھوکے میں ڈال رہے ہو۔ اگر تمام زمینیں سونے کی ہوتیں تو بھی میں اپنی جان کو نارِ جہنم سے بچانے کے لیے صدقہ خیرات کردیتا اور اس لیے بھی کہ قیامت کی ہولناکی سے محفوظ رہتا۔

تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جملہ اُمورِ خلافت میں ورع اور تقویٰ کو بدرجۂ اتم پورا کیا اور خلافتِ رسول کی ذمہ داری کو بدرجۂ کمال ادا کیا اور حضور ﷺ نے ان کو جنت کی بشارت بھی دیدی تھی۔ اس کے باوجود وہ اس قدر خائف وترساں تھے۔

کیونکہ امورِ مسلمین کی ذمہ داری اور قیادت ان کے ذمہ تھی جبکہ وہ اس ذمہ داری کو محسوس بھی کرتے تھے ...... لہٰذا تو ہر اُن اعمال کی پابندی کر جو اللہ عزوجل سے تم کو قریب کردے اور کل قیامت میں باعثِ نجات ہو ...... اُس دن سے پوری طرح ڈرو جس دن انسان کو بجز اس کے اعمالِ صالحہ کے اور کوئی چیز نجات نہ دے گی۔ دیکھو! اس سلسلے میں اپنے اکابر واسلاف کو اسوہ بنا کر زندگی بسر کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ میں نے جن باتوں کو تیرے حق میں مفید اور اچھا جانا لکھا ہے۔ تمام اوقات میری ان وصایا کو مدنظر رکھو اور اپنے نفس کو اس کا پابند وکاربند بناؤ اور مضبوطی سے تھامے رہو اور اپنی زندگی کو معیارِ آخرت پر مؤدب ومزین بناؤ۔ ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق اور رشد کا سوال کرتے ہیں۔

(امام مالک۔ امام ابوزہرہ، ص: ۴۷)

قاضی امام ابو یوسف - یعقوب بن ابراہیم

جب آپ بیمار ہوئے تو فرمایا میں سترہ سال تک امام اعظمؒ کی خدمت میں رہا اور سترہ برس دنیا کے کاموں میں، اب میرا وقت قریب ہے۔ وفات سے پہلے آپ نے وصیت کی کہ: میرے مال میں سے ایک لاکھ درہم اہلِ مکہ، ایک لاکھ اہلِ مدینہ، ایک لاکھ اہلِ کوفہ پر تقسیم کردیا جائے۔ اس کے بعد وراثت تقسیم کی جائے۔

آخر وقت میں فرماتے کہ کاش میں فقر و فاقہ کی حالت میں اس دنیا سے چلا جاتا اور عہدۂ قضا نہ قبول کرتا، پھر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے قصداً نہ کسی پر ظلم کیا ہے اور نہ کسی فریق کی پاسداری کی ہے اور نہ میری خواہش ہوئی کہ فلاں فریق کامیاب ہو اور فلاں ناکام۔ زبان پر آخری کلمات یہ تھے: بارِ الہا! تو جانتا ہے کہ میں نے کسی فیصلے میں جو تیرے بندوں کے درمیان تھا خود رائی سے کام نہیں لیا اور نہ خلافِ واقعہ فیصلہ کیا۔ ہمیشہ میری کوشش رہی کہ جو فیصلہ ہو وہ تیری کتاب اور تیرے رسول ﷺ کی سنت کے موافق ہو۔ اگر اس میں بھی جواب نہ ملا تو آثارِ صحابہ اور ان کے تعامل پر غور کیا پھر بھی جب کسی مسئلہ میں مشکل پیش آتی تھی تو میں امام ابو حنیفہؒ کو اپنے اور تیرے درمیان واسطہ بناتا تھا اور جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ امام ابو حنیفہؒ تیرے احکام کو خوب سمجھتے تھے اور عمداً وہ کبھی حق کے دائرہ سے باہر نہیں جاتے تھے۔ یہ بھی زبان پر تھا کہ: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ پاکدامن رہا۔ اور کبھی ایک درہم جان بوجھ کر حرام کا نہیں کھایا۔ پھر ایک شاگرد کو مسئلہ بتاتے ہوئے ابدی خاموشی اختیار کرلی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص:۸۷)

ایک موقع پر فرمایا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ جب میرے پاس دو فریق آئے اور ان میں سے ایک ضعیف اور دوسرا قوی تھا تو میں نے دونوں میں ہمیشہ مساوات رکھی۔ میں نے اس بارے میں خلیفہ اور ایک معمولی آدمی کو یکساں سمجھا۔ میرا قلب کبھی کسی کی وجاہت و قوت کی طرف مائل نہیں ہوا۔ اے اللہ! اگر میں نے ایسا کیا ہے تو میری مغفرت کردے۔

(سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص:۱۳۲)

تلامذہ سے فرماتے تھے کہ اے لوگو! صرف رضائے الٰہی کے لیے علم حاصل کرو، اس میں کوئی دوسری غرض شامل نہ ہو۔ میرا خود اپنا حال یہ تھا کہ جس مجلس میں متواضع ہو کر شریک ہوا اس سے بلند ہو کر اُٹھا۔ اور جس مجلس میں علم کے غرور و پندار کے ساتھ گیا، اس میں میری ذلت و فضیحت ہوئی۔ پس خبردار اللہ ہی کے لیے علم حاصل کرو۔

فرمایا: اس شخص کی صحبت سے بچو جو قیامت کی ذلت اور رسوائی سے نہیں ڈرتا۔

فرماتے تھے کہ: تین نعمتیں اصل ہیں؛ ایک اسلام کہ دنیا کی کوئی نعمت اس کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی، دوسری صحت کہ اس کے بغیر کوئی راحت خوشگوار نہیں ہوسکتی، تیسری فارغ البالی کہ اس کے بغیر زندگی پُرسکون نہیں ہوتی۔

فرماتے تھے کہ: علم ایسی چیز ہے کہ تم اپنی پوری زندگی اس کو دیدوگے تب جا کر اس کا کچھ حصہ تم کو ملے گا۔ جب تم کو اس کا بعض حصہ ملے تو اس پر تکیہ نہ کرو، بلکہ برابر اس میں لگے رہو۔

فرماتے تھے کہ حکومت کے ذمہ داروں کا پھٹے حال رہنا اور موٹی جھوٹی زندگی اختیار کرنا ذلت کا باعث ہے اور قضاۃ اور علماء کے لیے سیدھی سادی زندگی قابلِ فخر ہے۔

فرماتے تھے کہ: جو شاذ و نادر حدیث کے پیچھے پڑے گا وہ آنحضرت ﷺ پر بہتان تراشی میں ضرور مبتلا ہوجائے گا اور جو علم کلام کے ذریعہ دین حاصل کرنے کی کوشش کرے گا وہ گمراہی میں پڑ جائے گا اور جو کیمیا سازی کے ذریعہ مال و دولت کمانے کی کوشش کرے گا وہ مفلس ہی رہے گا۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص:۱۳۳)

امام محمد بن الحسن الفرقد الشیبانیؒ

امام محمد کو ہارون، شہر رے جاتے ہوئے ساتھ لیتا گیا۔ وہاں اس کو کوئی کام تھا۔ اس سفر میں مشہور امام نحو کسائی بھی ساتھ تھے۔ یہیں امام محمد کا ۵۸ سال کی عمر میں ۱۸۹ھ میں انتقال ہوا۔ رے کے تاریخی قلعہ جیل طبرک میں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔

وفات سے کچھ پہلے آپ پر بیحد گریہ طاری ہوا۔ لوگوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ

: جس وقت میں بارگاہِ قدس میں کھڑا کیا جاؤں گا اور مجھ سے سوال ہوگا کہ مقام رے تک کون سی چیز لائی؟ رضائے الٰہی کی جستجو اور تلاش یا جہاد فی سبیل اللہ تو میں اس وقت کیا جواب دوں گا۔ پھر ابدی نیند سو گئے۔ (ماخوذ از سیر الصحابہ، ج:۱۴)

اسی سفر میں امام نحو کسائی کا بھی امام محمد کے انتقال کے تیسرے دن انتقال ہوا۔

امام زفر بن ہذیلؒ

۴۸ر سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ وفات کے وقت امام ابو یوسف موجود تھے۔ انھوں نے آخری وصیت کی خواہش ظاہر کی۔ فرمایا: یہ سامان میری بیوی کے لیے ہے اور یہ تین ہزار درہم میرے بھتیجے کے لیے ہیں۔ پھر فرمایا: نہ تو مجھ پر کسی کا کوئی حق ہے اور نہ میرا کسی پر کوئی حق ہے۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص:۲۲۱)

امام سفیان بن عیینہؒ کو والد کی نصیحت و وصیت

پیارے بیٹے! بچپن کا زمانہ ختم ہوا۔ اور تم اب سنِ شعور کو پہنچے۔ اب پورے طور سے خیر کی طلب یعنی حصولِ دین میں لگ جاؤ۔ مگر اس راہ میں سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ اہلِ علم کی اطاعت و خدمت کی جائے۔ اگر تم ان کی خدمت و اطاعت کرو گے تو علم و فضل کی دولت سے بہرہ مند ہو گے۔ (تہذیب الاسماء، ج:۱، ص:۲۴۵ بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص:۲۹۱)

سفیان بن عیینہؒ کے حکیمانہ اقوال:

۱- زہد و تقویٰ، صبر اور موت کے انتظار کا نام ہے۔ جب علم تم کو نفع نہ پہنچائے گا۔

۲- جس کو عقل زیادہ ملتی ہے عموماً اس کو روزی کم ملتی ہے۔

۳- جو شخص صرف لوگوں کو دکھاوے کے لیے کوئی کام کرتا ہے تو اللہ ایسے شخص پر غضب و غصہ ہوتا ہے۔

۴- ضرورتِ زندگی کی طلب دنیا کی طلب نہیں ہے۔

۵- اگر میرا دن کم عقلوں کی طرح اور میری رات جاہلوں کی طرح غفلت میں گزرے تو پھر میں نے جو علم حاصل کیا ہے وہ بے فائدہ ہے۔

۶- جو لوگ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان تعلق جوڑنے کا واسطہ ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے بلند مرتبہ ہیں۔ یعنی انبیاء اور ان کے بعد علماء۔

۷- جو شخص یہ سمجھے کہ میں فلاں سے بہتر ہوں تو اس نے غرور کیا۔ اور ابلیس کو اس غرور ہی نے حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے سے روکا تھا۔ جو شخص اپنی نفسانی خواہش کی بناء پر کوئی گناہ کرتا ہے تو اس سے توبہ کی اُمید رکھو اور جو شخص جذبہ تکبر کے ساتھ کوئی معصیت کرتا ہے تو اس پر لعنت ہے۔ اس لیے ابلیس نے جذبہ تکبر ہی سے نافرمانی کی تھی، اس لیے ملعون و مردود ہوا۔ یعنی محض نافرمانی ہوتی تو اتنی سخت سزا نہ ملتی۔

۸- جو شخص علم اس لیے حاصل کرتا ہے کہ اس سے لوگوں کو نفع پہنچے اس کا درجہ اللہ کے یہاں وہی ہے جو کسی ایسے غلام کا آقا کے یہاں ہوتا ہے جو وہی کام کرتا ہے جس سے آقا خوش ہو۔

۹- جب کوئی عالم 'لا ادری' میں نہیں جانتا کہنا چھوڑ دیتا ہے وہ اپنی ہلاکت کا سامان کرتا ہے۔

۱۰- نماز کی توقیر یہ ہے کہ مسجد میں اقامت سے پہلے آؤ۔

۱۱- راہِ حق پر چلو اور غلط روی اختیار نہ کرو۔ خواہ راہِ حق کے چلنے والے کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں۔

۱۲- قیامت کے دن تین آدمیوں کو بڑی حسرت و ندامت ہوگی؛ ایک وہ آقا جس کے غلام کا حسنِ عمل قیامت کے دن اس سے زیادہ ہوگا۔ دوسرے وہ مالدار جس نے مال جمع کیا مگر اس میں سے ایک پھوٹی کوڑی کسی کو نہ دی۔ اس کے مال کو جب اس کے ورثہ نے پایا تو حق جل مجدہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ تیسرے وہ عالم جس نے اپنے علم سے نہ خود کوئی فائدہ اُٹھایا اور نہ دوسروں کو کوئی فائدہ پہنچایا۔ مگر دوسروں نے علم حاصل کیا اور اس نے خود بھی فائدہ اُٹھایا اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا۔

۱۳- ایک مجلس میں کوئی رقت آمیز بات ہوئی، اس پر یہ رو پڑے۔ کسی نے پوچھا کہ دوسرے لوگ تو اس بات سے بے قرار نہیں ہوئے۔ آپ کیوں اس قدر بے خود ہو گئے؟ فرمایا: جب آنسو گر جاتا ہے تو قلب کو سکون ہو جاتا ہے۔

کسی نے رضائے الٰہی کے بارے میں سوال کیا۔ فرمایا کہ: اللہ سے راضی وہ شخص ہے جو جس حال میں ہے اس کے علاوہ دوسری حالت کی خواہش نہ رکھے۔

۱۹۸ھ میں مکہ معظّمہ میں انتقال ہوا اور یہیں مدفون ہیں۔ (سیر الصحابہ، ج:۱۴/ص:۳۰۲)

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

عبداللہ بن مبارک کے والد محترم مبارک ایک شخص کے غلام تھے۔ مبارک نہایت دیانت دار اور محتاط غلام تھے۔ مبارک کے آقا کی ایک لڑکی تھی جو بیحد زاہدہ و عابدہ تھی۔ ساتھ ہی اسلامی دستور کا مجسم نمونہ تھی، اس کی شادی کے ہر طرف سے پیغامات آرہے تھے۔ مگر آقا کچھ فیصلہ نہ کرپاتا تھا۔ ایک روز اس نے مبارک سے پوچھا: میں لڑکی کی شادی کہاں اور کس سے کروں؟ مبارک نے آقا کو جواب دیا (وہ ذی حسب ونسب اور سعادت کی ضمانت ہے، اس لیے ہم نقل کرتے ہیں): عہدِ جاہلیت میں لوگ حسب ونسب اور عزت وشہرت تلاش کرتے تھے۔ یہودیوں کو مالدار کی جستجو ہوتی تھی اور عیسائی حسن وجمال کو ترجیح دیتے تھے۔ لیکن اُمتِ محمدیہ کے نزدیک تو معیار دین وتقویٰ ہے۔ آپ جس چیز کو چاہیں ترجیح دیں۔

آقا کو ان کا یہ ایمان افروز دانشمندانہ جواب بہت پسند آیا۔ وہ اپنی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ: میری لڑکی کا شوہر بننے کے لیے مبارک سے بہتر کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ بیوی بھی نیک بخت تھیں۔ انھوں نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور آقا کی لڑکی سے ان کی شادی ہوگئی۔ (شذرات الذہب، ج:۱/ص:۲۹۶)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اسی باسعادت لڑکی کے بطن سے ۱۱۸ھ میں مرو میں پیدا ہوئے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کہا کہ آپ ہم لوگوں کو تو زہد وقناعت کی ترغیب دیتے ہیں اور آپ خود قیمتی قیمتی سامانوں کی تجارت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

اے فضیل! یہ تجارت اس لیے کرتا ہوں کہ اس سے اپنی ذات کو مصائب سے، اپنی عزّت کو ذلت سے بچا سکوں اور اللہ کی اطاعت میں اس سے مدد لوں اور اللہ تعالیٰ نے جو مالی حقوق میرے ذمہ ڈالے ہیں ان کی طرف سبقت کروں اور اُنھیں بخوبی پورا کروں۔

(تاریخ بغداد، ج:۱۱/ص:۱۶۰، بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۴/ص:۳۲۱)

آپ اپنا مال علماء اور طلبہ پر ڈھونڈ ڈھونڈ کر صرف کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ اپنے شہر میں اس فراوانی کے ساتھ نہیں خرچ کرتے جس فراوانی کے ساتھ باہر بھیجتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں ان لوگوں پر مال خرچ کرتا ہوں جن کے علم وفضل اور صداقت و دیانت سے بخوبی واقف ہوں۔ وہ علم دین کی طلب و اشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر ان کی ذات اور (خانگی) ضرورتیں بھی ہیں۔ اگر یہ لوگ ان کے پورا کرنے میں لگ جائیں تو علم ضائع ہو جائے گا اور اگر ہم ان کی مدد کرتے ہیں تو ان کے ذریعہ علم (دین کی) اشاعت ہوتی رہے گی اور منصب نبوت کے اختتام کے بعد علم دین کی اشاعت سے بڑھ کر کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔

(تاریخ بغداد، ج:۱، ص:۱۶۰، بحوالہ سیر الصحابہ، ج:۱۴، ص:۳۲۲)

کمترین ثمین اشرف عرض کرتا ہے کہ اگر تجّار، علمائے حق اور علماء ربّانی کی اس طرح خدمت کریں تو آج جو ناقدری علم دین کی ہو رہی ہے نہ ہو۔ تحفظ دین کی یہ عظیم شکل ہے کہ علماء خانگی اُلجھنوں سے آزاد ہو کر علم نبوت کی اشاعت کریں۔ مگر سوال ذریعہ معاش کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تو ہر فتنہ سے محفوظ رکھ، آمین ثم آمین۔

موجودہ وقت علماء کا دو طبقہ ہے، کچھ محض دنیادار ہیں اور کچھ خالص دیندار، مگر دوسرا گروہ مختلف قسم کی معاشی اُلجھنوں میں مبتلاء ہے۔ اے اللہ! تو ہم جماعت علماء کی حفاظت فرما۔

امام حماد بن سلمہ کی علماء کو وصیت و نصیحت

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جب عالم اپنے علم دین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتا ہے تو اس سے ہر چیز ڈرنے لگتی ہے اور جب وہ اس سے دنیا کے خزانے چاہتا ہے تو وہ ہر چیز سے ڈرنے لگتا ہے۔ (تبع تابعین، ج:۲، ص:۱۵۸)

شریک ابن عبد اللہ کا فیصلہ سے قبل اپنے آپ کو نصیحت

اے شریک ابن عبد اللہ! پل صراط اور اس کی باریکی کو یاد رکھو، اے شریک! اس دن کو یاد رکھو جب تم حق جل مجدہ کے روبرو کھڑے ہوگے۔ (تبع تابعین، ج:۲، ص:۲۱۸)

امام مالک کی وصیت حارث بن رسد اور غالب بن مہدی کو

میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے تقویٰ، قرآن اور اس امت کی خیرخواہی کی وصیت کرتا ہوں۔ امام مالک اپنے تلامذہ کو صرف تقویٰ کی وصیت فرماتے۔ (تبع تابعین۔ ج:۲،ص:۵۶)

عبداللہ بن عمرؒ کی وصیت ہارون رشید کو

ایام حج کے دوران حجاج کے انبوہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: کان کھول کر سن لو! ان میں سے ہر ہر شخص تو خود اپنا مسئول ہے، لیکن تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سب کے جوابدہ اور ذمہ دار ہو۔ پھر ذرا رک کر ارشاد فرمایا: واللہ! جب انسان خود اپنے مال میں اِسراف کرتا ہے وہ لائقِ تعزیر قرار پاتا ہے تو پھر اگر وہ عام مسلمانوں کے مال میں فضول خرچی کا مرتکب ہو تو اس کی سزا کس قدر بڑی ہوگی۔ (تبع تابعین مختصراً، ج:۲،ص:۲۸۳)

امام القرّاء نافع بن ابی نعیمؒ کی وصیت

جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو صاحبزادگان نے وصیت کی درخواست کی تو فرمایا
﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾
(تبع تابعین، ج:۲،ص:۴۱۶)

نضر بن شمیل کی وصیت طالب علم کے لیے

لَا يَجِدُ الرَّجُلُ لَذَّةَ الْعِلْمِ حَتّٰى يَجُوْعَ وَ يَنْسِى جُوْعَهٗ۔ کوئی شخص اس وقت تک علم کی لذت نہیں پاسکتا جب تک وہ بھوکا نہ ہوجائے اور بھوک کی شدت کو بھول جائے۔
(تذکرہ الحفاظ، ج:۱،ص:۲۸۷۔ تبع تابعین، ج:۲،ص:۴۲۳)

محمد بن اسلمؒ المشہور بالسواد الاعظم کی وصایا

ابوعبداللہ محمد بن قاسم الطوسی خادم خاص تھے محمد بن اسلم کے۔ فرماتے ہیں کہ وفات سے چار یوم قبل میں محمد بن اسلم سے ملنے گیا۔ اس وقت ان کا قیام نیشاپور میں تھا۔ تو انھوں نے مجھ کو

مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوعبد اللہ! میرے قریب آ جاؤ۔ میں تم کو وہ خوش خبری سناتا ہوں جو حق جل مجدہ نے تیرے بھائی یعنی میرے ساتھ خیر و بھلائی کا فیصلہ فرمایا ہے۔ میری اجل قریب آ چکی ہے۔ وصالِ الٰہی کا پیام مل چکا ہے۔ ذائقہ موت کی لہریں محسوس ہو رہی ہیں۔ حق جل مجدہ کا بڑا ہی احسان و فضل ہے کہ میرے پاس کوئی درہم و دینار نہیں جس کا عنداللہ حساب دینا پڑے۔ دیکھو تو سہی! رب کریم نے کس قدر عظیم کرم کا معاملہ فرمایا کہ وہ جانتا تھا کہ میں ضعیف و کمزور ہوں، حساب و کتاب کی تاب نہیں رکھتا ہوں، اس لیے ارحم الراحمین نے میرے پاس درہم و دینار کو جمع ہی نہیں ہونے دیا کہ وہ مجھ سے حساب لے۔

پھر فرمایا: دیکھو! دروازہ بند کر دو اور اندر آنے کی کسی کو اجازت نہ دینا۔ جب تک کہ میری روح جسدِ عنصری کی قید سے آزاد نہ ہو جائے۔ میری کتابیں وفات کے بعد دفن کر دینا (مبادا کہ اس میں کتاب و سنت کے خلاف کوئی بات درج ہو جو اُمتِ محمد ﷺ کی گمراہی کا ذریعہ و سبب بنے اور اس پر میرا مواخذہ ہو)

میں دنیا سے اس حال میں جا رہا ہوں کہ میں نے نہ تو میراث چھوڑی نہ ہی مال و زر۔ ہاں! میری کتابیں اور جسم کے کپڑے، اوڑھنے کی ایک چادر، وضو کا ایک چھوٹا سا پیالہ، وہ دیکھو! تھیلا جس میں تیس درہم ہیں میرے بیٹے کو اس کے ایک عزیز نے ہدیہ کیا تھا۔ وہ سب سے حلال مال ہے میرے پاس کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اَنْتَ وَ مَالُکَ لِاَبِیْکَ'' تو اور تیرا مال سب کچھ تیرے باپ کا ہے۔ یعنی تیری ذات اور تیرے مال سے فائدہ لینے کا مستحق تیرا باپ ہے۔ ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اَطْیَبُ مَا یَأْکُلُ الرَّجُلُ مِنْ کَسْبِہٖ وَ وَلَدُہٗ مِنْ کَسْبِہٖ'' سب سے پاک مال جو انسان کھاتا ہے وہ ذریعہ کمائی سے ہے اور اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔

لہٰذا انہی درہموں میں سے اگر دس درہم میں کفن کا کپڑا خریدا جا سکے تو پندرہ درہم استعمال نہ کریں۔ کفن میں فضول و اسراف درست نہیں۔ میری نعش کو میرے کپڑوں سے چھپا دینا اور تابوت کو میری چادر سے۔ لوگوں میں اعلان نہ کرنا جنازہ میں شرکت کے لیے۔ نہ ہی لوگوں کو خواہ مخواہ کی تکلیف میں ڈالنا۔ وضو کا پیالہ کسی مسکین پابندِ صوم و صلوٰۃ کو صدقہ کر دینا کہ وہ اس سے

وضو کرے گا۔

ان وصایا کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک اور موقع پر محمد بن اسلمؒ نے ابو عبداللہ کو یوں فرمایا:

اے ابو عبداللہ! تو میرے ساتھ ہے یا میں تیرے ساتھ ہوں۔ تجھ کو پتہ ہے میرے ساتھ میری قمیص کے اندر ایک ایسا شخص چھپا ہوا ہے جو کل قیامت میں میرے خلاف گواہی دینے پر مجبور ہو گا۔ تو میں کیسے گناہ کر سکتا ہوں۔ جاہل تو یہ سوچتا ہے کہ مجھ کو کوئی نہیں دیکھ رہا ہے پھر معصیت کا ارتکاب کرتا ہے۔ میں کس طرح اس پر غلبہ حاصل کروں جبکہ وہ ہر وقت میری قمیص سے مجھ کو جھانکتا ہے۔

اے ابو عبداللہ! میرا اور اس مخلوق کا کیا واسطہ؟ میں باپ کی پشت میں اکیلا، پھر رحم مادر میں تنہا۔ پھر دنیا میں آیا اکیلا۔ ملک الموت روح قبض کریں گے اکیلے۔ قبر میں داخل کیا جاؤں گا اکیلا۔ منکر ونکیر آ کر جب سوال کریں گے میں جوابدہ ہوں گا اکیلا۔ اگر خدانخواستہ جہنم میں ڈالا گیا تو اس وقت بھی رہوں گا اکیلا۔ اگر جنت میں گیا تو بھی اکیلا۔ محشر کے روز حق جل مجدہ کے سامنے پیش کیا جاؤں گا اکیلا۔ ﴿وَ کُلُّھُمْ آتِیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَرْدًا﴾۔ میزانِ عمل میں میرے حسنات و سیئات تولے جائیں گے تو میں ہوں گا اکیلا۔ پھر فیصلے کے بعد، جنت و جہنم میں خلودِ ابدی کا معاملہ اکیلا۔ پھر میں لوگوں سے کیوں واسطہ رکھوں اور لوگوں کی فکر میں کیوں رہوں۔ میں آیا ہوں اکیلا اور جاؤں گا اکیلا۔ پھر آپ نے ایک حسرت بھری چیخ ماری اور زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ میں سمجھا کہ آپ کی روح پرواز کر گئی مگر تھوڑی دیر بعد آپ نے سانس لی۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا:

اسلام کی اصل - فرائض کا پورا کرنا ہے

اسلام کی اصل فرائضِ الٰہی کا پورا کرنا ہے اور فرائض کی دو لفظ میں تعریف کرتا ہوں، حق جل مجدہ نے جس چیز کا حکم دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل کیا وہ فرائض ہیں۔ اس کو پورا کرو۔ اور جس چیز سے اللہ و رسول نے منع کیا اس سے باز رہنا بھی فرض ہے۔

الغرض، اوامر کا امتثال، نواہی سے اجتناب دونوں ہی فرض ہیں۔ یہی بات قرآن میں کہی گئی ہے "وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ"۔ لوگ اس کو قرآن مجید میں پڑھتے ہیں مگر غور وفکر نہیں کرتے کیونکہ لوگوں پر دنیا کی محبت غالب آچکی ہے۔ جس کی وجہ سے فہم قرآن کی بصیرت کھو چکی ہے۔

اتباعِ سنت کی اساس

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَطًّا، فَقَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ۔ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُوْ اِلَيْهِ ثُمَّ قَرَأَ: وَ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكَ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور ارشاد فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر آپ نے دائیں بائیں بہت سی لکیریں کھینچی اور فرمایا یہ بہت سی راہیں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ ساتھ ہی آپ نے قرآن مجید کی آیت بالا تلاوت فرمائی" اور (یہ کہہ) یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسرا راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم (اس راہ کے خلاف کرنے سے) احتیاط رکھو"۔ (سورۃ انعام، ۱۵۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ، رسولِ کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں:

اِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اِفْتَرَقُوْا عَلٰى اِثْنَتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ مِلَّةً وَ اُمَّتِيْ تَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلَاثَةٍ وَ سَبْعِيْنَ كُلُّهَا فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَ اَصْحَابِيْ۔

بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئی اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، سب جہنم میں جائیں گے مگر ایک جماعت۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا وہ لوگ کون ہوں گے یا

رسول اللہ؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: آج جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ۔ وہی لوگ نجات پائیں گے جو میرے صحابہ کے مسلک ومشرب پر ہوں گے۔

دیکھو! عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر ﷺ دونوں کی حدیث کا مفہوم و ماخذ ایک ہی نکلتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا دین ایک ہے اور اس کا راستہ وطریقہ بھی ایک۔ لہٰذا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر اعمال کو ان دونوں حدیثوں کی روشنی میں پرکھو، جانچو۔ جو اعمال ان احادیث کے موافق ہوں بحسن وخوبی بجالاؤ اور جن میں موافقت نہ ہو سکے ان کو چھوڑ دو۔ اور محض اپنی طرف سے تاویلیں نہ نکالو کیونکہ حدیث رسول اور اعمال صحابہؓ کے مقابلے میں خود تراشیدہ تاویلیں عنداللہ مردود کردی جائیں گی۔

علماء کتاب وسنت، آثار صحابہؓ کے مقابلے میں حجت نہیں

ساتھ ہی یہ بات یاد رکھو کہ علماء اگر کتاب وسنت، آثارِ صحابہ کے خلاف کریں تو وہ حجت نہیں کیونکہ دنیا کی محبت اور شہوات، اموال کے فتنے، اس گروہ کو بھی نہیں چھوڑتے۔ تم الفاظ حدیث کو بار بار پڑھو کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: "كُلُّهَا فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةٌ" سب ہی فرقے جہنم میں جائیں گے مگر ایک۔ سرکار دو عالم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: كُلُّهَا فِي الْجَنَّةِ اِلَّا وَاحِدَةٌ، کہ سب جنت میں جائیں گے مگر ایک فرقہ جہنم میں۔ اب دیکھنا اور سوچنا یہ ہے کہ ہماری سوچ، سمجھ، خوشی وغم، تمام امور میں سرکار کا عمل یا صحابہؓ کا اثر موجود ہے یا نہیں۔ صحابہ، معیارِ شریعت میں بدعت کا ان میں گمان ہی نہیں بلکہ حضور ﷺ نے رشد وہدایت کی سند دی ہے۔ حق جل مجدہ نے ﴿كُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ اور ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ کہا ہے۔ یہ مقام علماء کو حاصل نہیں۔

راہِ احتیاط

راہ احتیاط اس میں ہے کہ جن اعمال میں امت اختلاف کر رہی ہے اس کو چھوڑ دو کیونکہ نہ کرنے میں ملامت و وعید کا امکان نہیں اور ان اعمال کے کرنے میں بدعت و گمراہی کا ازحد امکان ہے کیونکہ علماء اختلاف کرتے ہیں، اگر سنت ہوتی تو اختلاف ہی نہ ہوتا۔ حدیث میں

رسولِ کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ میری امت ضلالت وگمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ اس لیے جن اعمال کا وجود صحابہ کے مابین نہ تھا اور بعد میں لوگوں نے ایجاد کیے بہتر ہے کہ وہ نہ کیے جائیں کہ اس میں بدعت کا شبہ ہے اور ایمان شبہات سے بچنے ہی کا تو نام ہے۔ الغرض، مذکورہ دونوں حدیثوں کو یاد رکھواور کسی بڑے سے بڑے عالم کا قول حدیث کے مقابلے میں مت قبول کرو۔ حجت عالم نہیں، حجت قولِ رسولؐ ہے۔ علماء بھی حبِّ دنیا میں آکر اپنے مخترعات کی تائید میں حدیث نقل کرتے ہیں، خواہ اس حدیث کا مفہوم اور صحابہ میں بالکل ہی جدا کیوں نہ ہو۔ علماء اپنی تائید میں قرآن وحدیث پیش کرتے ہیں اور ہر شخص اپنے اقوال کو قرآن وحدیث سے مؤکد کرنے کی کوشش میں ہے۔ حالانکہ قرنِ اوّل کے علماء نے قرآن واحادیث سے اپنی زندگی کو مہذب ومتادب بنایا تھا اور بعد کے لوگوں نے اپنی آراء کو مؤکد کرنا شروع کیا۔ اس لیے تم صرف اور صرف اقوالِ رسول، افعال رسول، آثارِ صحابہ کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ گرچہ بڑا صاحب لسان عالم اس کی مخالفت کرتا ہو۔ تمہارے لیے علماء کا علم باعثِ نجات نہیں۔ رسول کی سنت مدار نجات ہے اور ضمانت ہدایت۔ بدعت بہت ہی بری بیماری، ناقابل تلافی روگ، خطرناک ناسور ہے۔ جو صاحب بدعت کو محسوس بھی نہیں ہوتا۔ (الحلیہ، ج:۹،ص:۲۴۲)

(بدعتی کرتا ہے گناہ شمار کرتا ہے نیکی۔ اپنی من گھڑت چیزوں کو سرورِ عالم ﷺ کی جانب منسوب کرکے توبہ سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔ بدعتی کو موت سے پہلے توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی (معاذ اللہ) اس لیے سنت کو مضبوطی سے تھام لو۔ بدعت کو چھوڑ دو)

اولیاء اللہ کی علامات یہ ہیں: (۱) لطف لسان (۲) حسن اخلاق (۳) بشاشتِ چہرہ (۴) سخاوتِ نفس (۵) قلتِ اعتراض (۶) عذر خواہ کے عذر کو قبول کرنا (۷) اللہ کی مخلوق پر شفقت کرنا خواہ نیکوکار ہوں یا بدکار۔ (اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۱۵۰)

حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری مخدوم بہاری رحمۃ اللہ علیہ

(وفات: ۶ رشوال ۷۸۲ھ، بروز جمعرات)

مقامِ کبریاء

کس کی مجال ہے کہ حق تعالیٰ سے یہ کہہ سکے کیوں فلاں کو یہ دولت دی اور فلاں کو نہیں دی جیسا کہ ایک بادشاہ (اس عالمِ شہود میں) ایک کو منصبِ وزارت سے سرفراز کرتا ہے اور دوسرے کو دربانی و کناسی پر مقرر کرتا ہے۔ اسی طرح جب وہ کسی کو دین کی دولت عطا فرماتا ہے تو کبھی اس کو خرابات سے اُٹھا لاتا ہے۔ کبھی بے حیثیت لوگوں، خاکروبوں، وَرزیوں، ظالموں اور حرام خوروں کے گروہ سے نکال لاتا ہے۔ کس کا جگر ہے کہ کہے ﴿ آھٰؤُلَاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا ﴾ (سورۂ انعام، آیت: ۵۳) (کیا اللہ کو ہمارے درمیان انہی پر احسان کرنا تھا) حکم ہوتا ہے فضیل بن عیاض کو اگرچہ وہ راہ زن ہے، لاؤ وہ ہمیں مطلوب ہے۔ بلعم باعور کو جو سات لاکھ برس تک مصلی سے نہیں ہٹا، ہماری درگاہ سے باہر لے جاؤ کہ وہ ہمارے یہاں کا نکالا ہوا ہے۔ ہم تو عمر کو جو بت پرستی میں مشغول ہے چاہتے ہیں۔ عزرائیل کو جو سات ہزار سال سے عبادت میں مشغول ہے نہیں چاہتے ہیں۔ کس کی مجال ہے کہ کہے۔

گرگ از رمہ برو آنچہ مرادِ دل او بود
گو بادیہ پیمائی ہمی مرد شبانرا

اگر مہربانی کی نظر ڈالے تو ہمارے سب عیب ہنر ہیں۔ ہمارے تمام نقص کمال اور ہماری تمام بدزیبی حسن و جمال۔ اے برادر! ایک مٹھی خاک تھی جو ذلت و خواری کی حالت میں راستہ میں پڑی اور پاؤں کے نیچے آرہی تھی۔ لطف و نوازش کی نظر پڑی اور صدا آئی ﴿ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۳۰) (تاریخ دعوت وعزیمت، جلد: ۳، ص: ۲۵۰)

چشمِ عبرت کھولو، آدمؑ کی حسرت، نوحؑ کی فریاد سنو، ابراہیم خلیل اللہ کی ناکامی اور یعقوبؑ پیغمبر کی مصیبت کی داستان پر کان دھرو، کنویں میں یوسفؑ ماہ رو کو دیکھو، حضرت زکریاؑ کے سر پر آرہ اور حضرت یحییٰؑ کی گردن پر تلوار ملاحظہ کرو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوزشِ جگر و بے

تاپئے دل پر غور کرو اور پڑھو ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ (قصص:۸۸)

ایک جگہ بارگاہِ الٰہی کی بلندی کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

میرے بھائی! اچھی طرح سمجھ لو کہ ان کھوٹے سکوں کے ساتھ ہماری تمھاری اس دربارِ عالی میں رسائی نہیں۔ جو لقمہ باز و شاہین کے معدہ کے لیے پیدا کیا گیا ہو وہ کنجشک اور چڑیوں کے معدہ میں کہاں سما سکتا ہے؟ وہ قبا جو صاحبِ اقبال و دولت کے جسم کے اندازہ سے سی گئی ہو، ہم بے دولتوں کے حقیر، قد و قامت پر کہاں درست آسکتی ہے۔ (ایضاً، ص:۲۵۲)

لطفِ الٰہی کا جھونکا چلتا ہے اور ارادۂ الٰہی کا کوئی اشارہ ہوتا ہے تو خاک کو کیمیا اور مطرود و مردود کو مقبولِ بارگاہ بنتے دیر نہیں لگتی۔ یہ بات جہاں بہت ڈرنے کی ہے وہیں بڑی امید و حوصلہ کی بھی ہے۔...... ارشاد فرماتے ہیں:

یہ دولت فضلِ الٰہی پر منحصر ہے نہ کہ استحقاق پر۔ باللہ العظیم۔ اگر معاملہ استحقاق پر ہوتا تو میرے اور تمھارے حصہ میں ایک ذرہ بھی نہ آتا لیکن علت کو درمیان سے اُٹھا لیا یہاں تک کہ اب جس طرح پاک نفوس اس دولت کے امیدوار ہیں بیباک و ناپاک ہزار چند امیدوار ہیں۔ وہ مزبد (گھورا) جو کتوں کی نشست گاہ ہے ہو سکتا ہے کہ بادشاہوں کی شہ نشین بن جائے۔ لیکن حکمتِ الٰہی نے اس کے کچھ اسباب بھی مقرر کر دیے ہیں۔ اگر تمھیں منظور ہے کہ کسی مقام پر پہنچو یا کوئی چیز بن جاؤ چونکہ تمہاری نہاد شوریدہ اور آلودہ ہے مردانہ وار اقدام اُٹھانے پڑیں گے اور شریعت کے زاد و راحلہ اور حقیقت سے بدرقہ لینا پڑے گا۔

(تاریخ دعوت وعزیمت، ج:۳، ص:۲۵۳)

فضل بے علت و عدل بے علت

فضل بے علت ایک کو نوازتا ہے اور عدل بے علت دوسرے کو پگھلاتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ بت خانے سے نکال کر مقبولِ بارگاہ بنائے جاتے ہیں اور عبداللہ بن اُبی مسجد میں مخذول رہتا ہے۔ میرے بھائی! ہمیں تمہیں ایک جبار و قہار سے واسطہ ہے۔ اگر ہشت بہشت کو عین دوزخ قرار دیدے اور دوزخ کو عین بہشت بنا دے، کعبہ سے کلیسا برآمد کرے اور بتکدہ کو کعبہ بنا دے اس کی قدرت و قوت کے سامنے سب ایک ہے۔ کس کا زہرہ ہے کہ آب نہ ہوا ہو، خوف یہ ہے

کہ دم بدم ولحظہ بہ لحظہ لرزاں وترساں رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا دستِ قدرت بے علت پردۂ غیب سے نمودار ہو، اس کا قہر بھی بے علت ہے اور اس کا لطف بھی بے علت ہے۔ اپنے لطف و مہربانی سے ایک آلودہ (معاصی) کوطلب کرتا ہے تا کہ اس کو آبِ مغفرت سے دھوئے، تا کہ لطف کی پاکی دل سے ظاہر ہو۔ اس کا قہر کبھی کسی پاک کوطلب کرتا ہے تا کہ ہجر کے دھویں سے اس کا چہرہ سیاہ کرے تا کہ سلطانِ قہر کا اسباب سے بے نیاز ہونا ثابت ہو جائے۔ کبھی کسی شقی کے دامن کے نیچے سے نبی کو باہر لاتا ہے اور کبھی کسی نبی کے دامن کے نیچے سے شقی کو پیدا کرتا ہے۔ کسی کتے کو اولیاء کی صف میں بٹھاتا ہے اور کبھی ولی کو کتوں کے طویلے میں باندھ دیتا ہے۔ لیکن جب وہ کسی کو قبول کر لیتا ہے تو اس کو رد نہیں کرتا اور کسی کو رد کر دیتا ہے تو پھر کسی کے بدلے میں قبول نہیں کرتا۔ (تاریخِ دعوت وعزیمت، ج ۳،ص: ۲۵۵)

نظر قدرت اور فضل پر رکھنی چاہیے

نظر قدرت اور فضل پر رکھنی چاہیے۔ اگر چاہے ہزار کلیسا اور بت خانہ کو کعبہ اور بیت المقدس بنادے اور ہزار عاصیوں اور فاسقوں کو حبیب اللہ اور خلیل اللہ کا خطاب دے، علت درمیان میں نہیں ہے، اگر چاہے ایک لحظہ میں ہزار کافروں کو مؤمن بنادے اور ہزار مشرک اور بت پرستوں کو موحد کردے۔ اس کے لیے کسی مہلت کی ضرورت نہیں۔ ہزار ہزار لعتیوں کو رحمتی اور ہزار ہزار خراباتیوں کو مناجاتی بنادے۔ کسی کو چوں وچرا کا زہرہ نہیں ہے۔

ہست سلطانی مسلّم ترا
نیست کس را زہرہ چون و چرا

حق جل مجدہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ نہ کسی کی ہلاکت کی پرواہ ہے نہ کسی کی نجات کی۔ ایک صحرا میں پیاس سے جان دیتا ہے اور کہتا ہے کہ پانی کے اتنے دریا بہہ رہے ہیں اور میں پیاس سے جان دے رہا ہوں۔ غیب سے صدا آتی ہے کہ ہزاروں صدیقین کو ہم خونخوار جنگل میں لاتے ہیں اور اپنی تیغِ مشیت سے سب کو ہلاک کر دیتے ہیں تا کہ کچھ زاغ وزغن ان کے کلہ اور دیدہ سے اپنی روزی حاصل کریں۔ اگر کوئی معترض زبانِ اعتراض کھولتا ہے تو ہم اس کی زبان پر یہ کہہ کر مہر لگا دیتے ہیں کہ ﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ﴾ پرندے بھی ہمارے ہیں اور صدیق بھی

ہمارے۔ بیچ میں سوال و اعتراض کرنے والا کون؟ (تاریخ دعوت و عزیمت، ص: ۲۵۶)

کسی کو اپنے انجام کی خبر نہیں، جس سے آدمی کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔ میرے بھائی! راستہ غیر محفوظ ہے اور منزل دور، محبوب و مطلوب نامتناہی، جسم ضعیف، دل بیچارہ، جان عاشق، سر مشتاق ۔

جز جان و جگر نیست شکار خور تو
زانست کہ سرے ندارد سر تو

کتنے خرمنِ طاعت ہیں، جو نزع کے وقت، ﴿وَ قَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا﴾ کی بے نیازی کی آندھی کے نذر ہو جاتے ہیں۔ اور کتنے آباد سینے ہیں جن کو سکرات موت میں ﴿وَ بَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ﴾ کا فرمانِ سلطانی ویران کر دیتا ہے۔ کتنے چہرے ہیں جن کو لحد میں قبلہ سے پھیر دیتے ہیں، کتنے آشنا ہیں جن کو پہلی ہی شب میں بے گانہ کہہ دیتے ہیں، کتنے ہیں جن سے کہا جاتا ہے، نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ دوسرے سے کہا جاتا ہے، نَمْ كَنَوْمَةِ الْمَنْحُوْسِ کبھی ایسا رد کرتے ہیں جو کسی طاعت پر بھی واپس نہیں لیتے ہیں اور کبھی ایسا قبول کرتے ہیں کہ پھر کسی معصیت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ خلیل اللہ کو بت خانہ سے نکلتا ہوا دیکھو اور، ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ پڑھو۔ کنعان کو نوح کے گھر سے باہر آتا ہوا دیکھو اور ﴿يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ کو یاد کرو۔ آدم کے نقش کو ایسا دوام بخشا کہ لغزش کا نقصان بھی اس کو نہ مٹا سکا۔ ابلیس کو حرفِ غلط کی طرح ایسا مٹایا کہ بڑی طاعتوں کے حق نے بھی اس کو فائدہ نہ پہنچایا۔ جس طرح کسی کیلئے ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى﴾ کی بشارت ہے اسی طرح راندۂ درگاہ کے لیے، ﴿لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴾ کا اعلان بھی۔ جیسے کہیں ﴿سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ﴾ ہے ایسے ہی ﴿يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمَاهُمْ﴾ بھی۔

جہاں تک ہو سکے دل شکستہ رکھو۔ کبھی لطفِ بے علت کہتا ہے کہ اندر آ جا کہ یہاں کتے کے پاؤں کی گرد کو بھی دوستوں کی آنکھ کی توتیاں بناتے ہیں۔ اور ﴿وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ﴾ کہہ کر قیامت تک کے لیے کتے کا مرتبہ بڑھاتے ہیں اور کبھی قہرِ بے علت آواز دیتا ہے کہ خبردار خبردار یہاں معلم الملکوت کے سر سے جو سات لاکھ سال معتکفِ درگاہ رہا ہے لباسِ

ملکی اتار کر ﴿وَ اِنَّ عَلَیۡكَ لَعۡنَتِیۡ﴾ کا داغ اس کی پیشانی پر لگا دیتے ہیں۔کبھی عمر کو جو بیگانہ تھا بت کے سامنے سے ہٹا کر اپنے پاس بلا کر کہتے ہیں کہ میں تمہارا ہوں، چاہو یا نہ چاہو، اور تم میرے ہو چاہو یا نہ چاہو۔ اور کبھی بلعم باعور کو جو یگانہ تھا اور اسم اعظم کی خلعت سے سرفراز تھا، مسجد سے باہر کھینچ کر کتوں کے طویلہ میں باندھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔

﴿فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ الۡکَلۡبِ اِنۡ تَحۡمِلۡ عَلَیۡهِ یَلۡهَثۡ﴾ (اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی ہے) کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے اور اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔) کبھی ہزار بلاؤں اور تکلیفوں کی چکیاں طالب کے دل وجگر پر چلاتے ہیں، کبھی کبھی ہزار در ہزار ساکنین حظیرۃ القدس کو اس کے استقبال کے لیے بھیجتے ہیں اور بڑی مہربانی اور دلنوازی کے ساتھ اس کو اپنے پاس بلاتے ہیں۔ کبھی کبھی پورا پہاڑ بخش دیتے ہیں اور کبھی کبھی ایک تنکا بھی نہیں چھوڑتے۔ کبھی بہشت کے صدر مقام پر بٹھاتے ہیں اور کبھی ایسا باہر نکالتے ہیں کہ دروازے پر بھی نہیں چھوڑتے۔ یہاں عقل وعلم نگونسار ہیں اور پیر و مرید نقش بر دیوار۔ یہاں ﴿فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ﴾ کا ظہور ہے اور ﴿یَفۡعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ﴾ کی تجلی۔

(تاریخ دعوت وعزیمت ج ۳۔ص ۲۶۱)

دریائے رحمت کا جوش

میرے بھائی! جب اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں کرامت ومغفرت کی موج اُٹھتی ہے تو تمام لغزشیں اور معاصی معدوم وفنا ہو جاتے ہیں۔ اور سب عیب ہنر بن جاتے ہیں۔ اس لیے کہ ذلت ومعصیت حادث اور فانی ہے اور رحمتِ حق لم یزلی۔ حادث وفانی، ابدی اور لم یزلی کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ اس مشتِ خاک کا سارا دار و مدار رحمت ہی پر ہے۔ ورنہ ہمارے اس وجود کی یہ سیاہ گلیم اور ہماری خاکِ ناپاک کے اس ذرہ کا کیا حوصلہ تھا کہ مالک الملک کے حاشیۂ بساط پر قدم رکھتا۔ کتنے اہلِ خرابات ہیں جن کے چہرے پر شیطان نے سیاہی مل دی ہے اور جن کی قسمت کا درخت خواہشاتِ نفسانی کے مزبلہ میں اُگا ہے۔ ناگاہ قبولیتِ حق کا قاصد نمودار ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ محبوبِ حقیقی تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔

(تاریخِ دعوت وعزیمت، ج:۳، ص:۲۶۲)

صلائے عام و دروازۂ کرم

تو نگو مارا بداں شربار نیست

بر کریماں کارھا دشوار نیست

دروازۂ کرم کھلا ہوا ہے اور دستر خوان لگا ہوا ہے۔ جلدی کرو اور اپنے کو پالو۔ اے بھائی! بشر کیا اور بشر کی طلب کیا؟ لیکن کرمِ بے نہایت نہ آقا کو چھوڑتا ہے نہ غلام کو، نہ غنی کو نہ فقیر کو، جس طرح کہ آفتاب جب اپنے برج سے طلوع کرتا ہے اگر اہلِ عالم کمر باندھ لیں کہ ان کے نور کا ایک ذرّہ اپنے ہاتھ میں لے لیں اس پر وہ قادر نہیں لیکن وہ خود اپنی سخاوت وفیضِ عام کی بناء پر جس طرح کوشکِ سلطانی پر اور سرائے امراء پر چمکتا ہے فقیروں اور بے نواؤں کے کلبۂ احزاں کو بھی روشن کرتا ہے۔ تم خاک و آب کو مت دیکھو، اس دولت و اقبال کو دیکھو کہ ﴿يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ﴾ ارشاد ہے۔ ایک جگہ فرماتا ہے ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾۔ دوسری جگہ فرماتا ہے ﴿وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ﴾۔ مقرب فرشتے کو بھی یہ عزت وخلعت حاصل نہیں جو تم کو حاصل ہے۔ ملائکہ مقرب ہیں، معصوم ہیں، پاک ہیں، مقدس ہیں، بڑی تسبیح وتقدیس کرنے والے اور بڑے روحانی ہیں۔ لیکن آب وگل کا معاملہ ہی دوسرا ہے۔ (ایضاً)

کریم نکتہ نواز

اے بھائی! تم کتنے ہی آلودہ اور ملوث ہو، دامنِ توبہ تھام لو اور امیدوارِ رحمت بن جاؤ کہ تم نہ ساحرانِ فرعون سے آلودہ تر ہو اور نہ اصحابِ کہف کے کتے سے زیادہ گندے، نہ طورِ سینا کے پتھر سے زیادہ بڑھ کر جماد، اور نہ ستونِ حنانہ (جو دردِ فراقِ نبوی سے رویا تھا) سے بڑھ کر بے قیمت۔ غلام کو اگر حبش سے پکڑ کر لاتے ہیں تو کیا عیب کی بات ہے جبکہ اس کا آقا اس کو کافور لقب دیتا ہے۔ جبکہ ملائکہ نے عرض کیا کہ ہم کو اس مشتِ خاک کے فساد کی طاقت نہیں۔ آواز آئی کہ اگر ہم اس کو تمہارے دروازے بھیجیں رد کر دینا۔ اگر تمہارے ہاتھ بیچیں تو مت خریدنا، تم ڈرتے ہو کہ ان انسانوں کی معصیت ہماری رحمت سے زیادہ ہوگی، اس سے ڈرتے ہو کہ ان کی آلودگی ہمارے کمالِ قدوسیت پر داغ ڈال دے گی۔ یہ مشتِ خاک ہیں جو ہماری بارگاہ میں مقبول ہیں۔ ان کی معصیت و آلودگی سے کیا نقصان۔ (ایضاً، ص:۲۶۶)

سراسر ما ہمہ عیبم بدیدی و خریدی تو
زہے کالائے پرعیب وزہے لطفِ خریداری

توبہ کی تاثیر، توبہ کی کیفیت

توبہ ترقی اور کمالِ طہارت کا ذریعہ ہے۔ توبہ اس طرح ہوتی ہے اور مرید اس موقع پر تائب ہوتا ہے اس کو گردش کہتے ہیں۔ یعنی پلیدگی اور آلودگی کی حالت سے پاکی کی حالت میں وہ تبدیل ہوگیا۔ کلیسا تھا مسجد ہوگیا۔ بتخانہ تھا عبادت گاہ بن گیا۔ سرکش تھا انسان بن گیا، مٹی تھا سونا بن گیا۔ اندھیری رات تھی روزِ روشن ہوگیا۔ اس وقت مومن کے دل پر ایمان کا آفتاب طلوع کرتا ہے اور اسلام اپنا جمال دکھاتا ہے اور کوئے معرفت کی وہ راہ پاتا ہے۔ (تاریخِ دعوت وعزیمت)

مرتبۂ انسانیت - خالق کی نظرِ رحمتِ خاص

موجودات بے شمار اور مصنوعات بے شمار تھے، لیکن کسی کے ساتھ وہ معاملہ نہ تھا جو اس مٹی پانی کے مجموعہ کے ساتھ تھا۔ جب ربّ العزت کو منظور ہوا کہ اس خاکی پتلے کو وجود کا لباس پہنائے اور خلافت کے تخت پر بٹھائے ..... ملائکہ ملکوت نے عرض کیا کہ ..... آپ زمین میں ایک ایسی ہستی کو خلیفہ بنا کر بھیجنا چاہتے ہیں جو اس میں فساد برپا کرے گی۔ لطفِ قدیم نے جواب دیا، ''محبت میں مشورہ نہیں ہوتا، اور عشق وتدبیر جمع نہیں ہوتے۔'' تمہاری تسبیح وتحلیل کی کیا قیمت ہے، اگر ہمیں قبول نہ ہو، اور ان کو گناہوں سے کیا نقصان اگر ہمارے لطف وعنایت کا ساقی عفو ومعافی کا پیمانہ ان کے ہاتھ پر رکھ دے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کردے گا۔ ہاں تم ہمیشہ سیدھے راستے میں چلنے والے ہو اور وہ ہر طرف چلیں گے۔ لیکن جب ہم نے ان کو چاہا تو رحمت کا فرش ان کے لیے بچھا دیا۔ اگر ان کی پیشانی پر گناہ کوئی لکیر ڈال دے گا ہماری مہربانی اس کو مٹا دے گی۔ تم یہ تو دیکھتے ہو کہ معاملات میں ہم ان کے مطلوب ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ محبت میں وہ ہمارے مطلوب ہیں۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ محبوب سے ایک گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کے محاسن ہزار سفارشی لا کھڑا کردیتے ہیں۔

(تاریخِ دعوت وعزیمت، ص: ۲۷۰)

امانت، محبت اور انسان کی محبوبیت اور اختصاص

دوسری مخلوقات کو محبت سے کوئی سروکار نہ تھا کہ وہ ہمت بلند نہیں رکھتی تھیں، ملائکہ کے کام میں جو تم کو یکسانی اور یک رنگی نظر آتی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ حدیثِ محبت کے مخاطب نہیں۔ اور یہ جو آدمیوں کے راستے میں نشیب و فراز نظر آتے ہیں وہ اس وجہ سے کہ ان کے ساتھ محبت کا معاملہ ہے۔ پس جس کے مشامِ جاں تک محبت کی خوشبو پہنچی اس کو چاہیے کہ سلامتی کو سلام کرے اور خود کو وداع، کہ محبت کسی چیز کی روادار نہیں۔ شاعر نے کہا ہے۔

عشق تو مرا چنیں خراباتی کرد

ورنہ بسلامت و بساماں بودم

جب آدم کی قسمت و اقبال کا ستارہ بلند ہوا تو کائنات میں ایک تلاطم برپا ہوا، کہنے والوں نے کہا کہ اتنے ہزار سال کی ہماری تسبیح و تحلیل کو نظر انداز کر دیا اور خاک کے پتلے آدم کو سرفراز کیا گیا اور ہم پر ترجیح دی گئی۔ آواز آئی کہ تم خاک کی صورت کو مت دیکھو، اس پاک جوہر کو دیکھو جو ان کے اندر ودیعت ہے۔ ﴿یُحِبُّوْنَهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ﴾۔ (سورۂ مائدہ: ۵۴) محبت کی آگ ان کے دلوں میں لگائی گئی۔ (تاریخِ دعوت و عزیمت، ص: ۱۷۱)

اللہ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کیے لیکن یہ سب مخلوقات سوز و محبت سے بے تعلق ہیں اور ان کو اس کا کوئی حصہ نہیں ملا۔ یہ دولت تو آدمی ہی کے حصے میں آئی۔ موجودات کی دوسری اقسام میں سے کسی کو بھی یہ شرف عطا نہیں ہوا۔ اسی لیے کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

پناہے بلندی و پستی توئی

ہم نیستند آنچہ ہستی توئی

(مکتوب: ۵۹، دعوت و عزیمت)

حاصلِ وجود

(انسان حاصلِ وجود اور اس پورے نظامِ خلق و تکوین کا مقصود ہے۔)

میرے بھائی مٹی پانی کا اقبال کچھ کم نہیں اور آدم و آدمیوں کا مرتبہ معمولی نہیں۔ عرش و کرسی، لوح و قلم، آسمان و زمیں سب انسان ہی کے طفیل ہیں۔

استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے آدم کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ حضرتِ ابراہیمؑ کو خلیل اللہ کا لقب دیا ﴿وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ اور حضرت موسیٰ کے لیے ارشاد ہوا کہ ﴿وَ اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ﴾ (سورۂ طٰہٰ، آیت: ۴۰) میں نے تم کو اپنے لیے منتخب کیا۔ اور مومنین کے لیے ارشاد ہے ﴿يُحِبُّوْنَهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ﴾۔ (سورۂ مائدہ، آیت: ۵۴)

لوگوں نے کہا ہے کہ اگر اس حدیثِ محبت کو دلوں سے مناسبت ہوتی تو دل دل کہلانے کا مستحق نہ ہوتا اور اگر آفتابِ محبت آدم و اولادِ آدم کے جان و دل پر ضیاء پاشی نہ کرتا تو آدم کا معاملہ بھی دوسری موجودات ہی کی طرح ہوتا۔ (تاریخِ دعوت و عزیمت، ج:۳، ص:۲۷۲)

بارِ امانت

آب و خاک کا مرتبہ بلند ہے اور ہمت بڑی۔ ہر چند فقر و فاقہ، گدائی و بینوائی اس کے خمیر میں داخل ہے لیکن جب آفتابِ امانت آسمانِ وجود میں درخشاں ہوا، ملائکۂ ملکوت نے جو سات لاکھ سال سے تقدیس و تسبیح کے چمنستان سے اپنی غذا حاصل کر رہے تھے عاجزانہ اپنی بے بسی کا اظہار اور اپنے عجز کا اعتراف کیا، ﴿فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا﴾ اور اس بارِ گراں کے اُٹھانے سے معذوری ظاہر کی۔ آسمان نے کہا کہ میرا خلعتِ فرش خاکی ہے، پہاڑ نے کہا کہ میرا منصب پہرے داری اور ایک پاؤں پر کھڑا رہنا ہے۔ جواہرات نے عرض کیا کہ کہیں ہمارے شیشے میں بال نہ آجائے۔ اس خاکِ بے باک کے ذرے نے فقر و فاقہ کی آستین سے دستِ نیاز نکالا اور اس بارِ امانت کو سینے سے لگایا اور دو عالم میں کسی چیز کا غم نہ کیا۔ اس نے کہا میرے پاس کیا ہے جس کو چھین لیں گے۔ جب کسی چیز کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں مٹی میں ملا دیتے ہیں۔ مٹی کو کس میں ملائیں گے؟ مردانہ وار بڑھا اور اس بوجھ کو جس کو سات آسمان و زمین نہ سہار سکے ہنسی خوشی اُٹھا لیا اور هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کا نعرہ لگایا۔ (مکتوب ۹۴۔ دعوت و عزیمت، ج:۳، ص:۲۷۴)

ذرۂ خاک کا اقبال

(شہبازِ محبت کو سینۂ آدم کے سوا کوئی آشیانہ نہ ملا، آسماں کی بلندی اور عرش و کرسی کی وسعت سے گزرتا ہوا اس نے دلِ عاشق کو اپنا نشیمن بنایا۔)

آب و خاک کو کم نہ سمجھو۔ جو کچھ کمالات ہیں آب و خاک ہی کے اندر ہیں۔ اور جو کچھ

اس دنیا میں آتا ہے، آب وخاک ہی کے ساتھ آتا ہے۔اس کے علاوہ جو کچھ نظر آتا ہے نقش بدیوار سے زیادہ نہیں۔ کہنے والوں نے کہا ہے کہ شہباز محبت نے آشیانۂ عزّت سے پرواز کی، عرش کے پاس سے گزرا، عظمت دیکھی گزر گیا، کرسی پر پہنچا، وسعت دیکھی گزر گیا، آسمان پر پہنچا، رفعت دیکھی، آگے بڑھ گیا، خاک پر پہنچا محنت دیکھی اُتر گیا۔

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکیں
وہ میرا ہی دل ہے کہ جہاں تو سما سکے

اے بھائی، خالق کا اس آب وخاک کے ساتھ خاص معاملہ اور خاص عنایات ہیں۔ایک روایت میں آیا ہے کہ جب ملک الموت اس اُمت میں سے کسی کی روح قبض کرتا ہے تو رب العزّت کی طرف سے ان کو خطاب ہوتا ہے کہ میرا سلام پہنچانا پھر روح قبض کرنا۔تم نے قرآن میں پڑھا ہوگا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بے واسطہ مومنوں کو سلام کہے گا فرمایا:

﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ﴾ (سورۂ یٰسین، آیت: ۵۸)

جس طرح لا الہ الا اللہ اس کا کلام ازلی ہے اس کا سلام بھی ازلی ہے۔ اگر اس مشتِ خاک کے ساتھ یہ قدیم نظرِ عنایت نہ ہوتی تو ازل میں اس کو سلام بھی نہ کیا جاتا۔ایک شاعر نے اس مضمون کو بیان کیا ہے ۔

آں را کہ ز محبوب سلامے باشد
وز حضرتِ او بدو پیامے باشد
در حلقۂ بندگانش خورشید منیر
قصہ چہ کنم از غلامے باشد

(مکتوب ۵۱۔دعوت وعزیمت،جلد ۳،ص:۲۷۶)

سرِّ الٰہی کا حامل

(انسان کی اشرفیت یہ ہے کہ وہ سرِّ الٰہی کا حامل اور نَفَخْتُ مِنْ رُّوْحِیْ کے شرف سے مشرف ہے۔)

حق تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم میں سے کوئی گروہ انسان کے گروہ سے زیادہ عالی ہمت پیدا نہیں کیا اور انسانوں کے سوا کسی گروہ کے متعلق یہ ارشاد نہیں ہوا کہ نَفَخْتُ مِنْ رُّوْحِیْ اور کسی گروہ میں پیغمبروں کو مبعوث نہیں فرمایا، اور نہ آسمانی کتابیں نازل کیں اور نہ کسی گروہ کو سلام کہلایا، نہ کسی گروہ کو اپنے دیدار کی نعمت عطا فرمائی۔ وہ آدمی ہی تھے جو اپنی محبت کی قوت اور اپنی ہمت کی بلندی کی وجہ سے طاقتِ فراق نہیں رکھتے تھے، دنیا میں ان کے دل سے حجاب اٹھا لیا اور عقبیٰ میں ان کی آنکھوں سے پردہ اُٹھایا، اسی کا نتیجہ ہے کہ دنیا میں وہ اس کے سوا کسی کے طالب نہیں اور عقبیٰ میں اس کے جمالِ جہاں آرا کے سوا ان آنکھوں نے کچھ نہ دیکھا اور یہ سبق انہوں نے مکتب مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی میں پڑھا تھا۔ کسی شاعرِ عارف نے خوب کہا ہے ۔

الا اے مرغِ حکمت و آں زمانے
چو خواہی یافت بہ زیں آشیانے
بہ پروازِ معنی بازکن پر
سرائے ہفت در را باز کن در
چوں تو برسدۂ حضرت نشینی
تو باشی جملہ و خود رانہ بینی

(مکتوب ۵۳۔ تاریخِ دعوت وعزیمت، جلد: ۳، ص: ۲۴۸)

شعر کا ترجمہ: (۱) اے مرغِ حکمت مجھ سے نے (لے) جانو اور سیکھو۔ جب تو اس سے بہتر آشیانہ پانا چاہے۔

(۲) معانی کے اُڑان کے پر کھولو، سات دروازوں والے سرائے کے لیے در کھولو۔

(۳) جب تو حضوری کے چھجے پر بیٹھ جائیو، تو وہاں پوری طرح موجود رہو، اور اپنے آپ کو نہ دیکھو۔

مسجود و محسود

ایک دوسری جگہ انسان کا وہ مرتبہ بیان کرتے ہوئے جس کی وجہ سے وہ مسجودِ ملائک اور محسودِ خلائق بن گیا۔ تحریر فرماتے ہیں:

میرے بھائی! جس چیز نے تم کو فرشتوں کا مسجود اور افلاک کا محسود بنا دیا ہے وہ بہت بڑی چیز ہے۔ انسان اپنے وجودِ خاکی میں کیسا ہی مکدر ہو، معنوی اعتبار سے ایسا منوّر و مقدس ہے کہ ملکوتی راز اور بشری اوہام اس کی حقیقت دریافت کرنے سے عاجز و قاصر ہیں۔ جب اس معنی کی شعاع جلوہ فگن ہوتی ہے، ملائک حیران اور سرگرداں ہوتے ہیں۔ وہ تواضع سے سربگریباں اور یہ ہیبت سے لرزہ براندام۔ خواجہ فریدالدین عطارؒ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فرشتہ گر بہ بیند جوہرِ تو
وگر رہِ سجدہ آرد بر درِ تو
نہ مسجودِ ملائک جوہرِ تست
نہ تاجے از خلافت برسرِ تست

خلیفہ زادۂ گلخن رہا کن
بہ گلشنِ شو گدا، طبعے رہا کن
بمصر اندر برائے تست شاہی
تو چوں یوسف چرا در قعرِ چاہی

(مکتوب ۵۸۔ تاریخِ دعوت وعزیمت، جلد:۳، ص:۲۷۹)

شعر کا ترجمہ: (۱) تیرا جوہر اگر فرشتہ دیکھے گا، تو تیرے در پر پھر سجدہ کرے گا۔
(۲) تیرا جوہر کیا ملائک کا مسجود نہیں ہے، تیرے سر پر کیا خلافت کا تاج نہیں ہے۔
(۳) اے خلیفہ زادہ، آتش کدہ کو چھوڑ، گلشن کیلئے گدا بن جا۔ اپنی طبیعت کو چھوڑ دے۔
(۴) مصر میں تختِ شاہی تیرے لیے موجود ہے، تو یوسف کی طرح کیوں کنویں کی تہہ میں (پڑا) ہے۔

دلِ آگاہ

لیکن انسان اور نوعِ انسانی کی اشرفیت اور خصوصیت اس مضغۂ گوشت کی وجہ سے ہے جس کو دل کہتے ہیں اور دل کی قدر و قیمت اور زندگی وقوت اس جوہر کی وجہ سے ہے جس کو محبت

کہتے ہیں۔ دل کے متعلق فرماتے ہیں۔

عرش پیدا کیا مقربین کے سپرد کیا، بہشت پیدا کی رضوان کو اس کا پاسبان بنایا اور دوزخ پیدا کی، مالک کو اس کا دربان بنایا، لیکن جب مومن کا دل پیدا کیا فرمایا "اَلْقُلُوْبُ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ" دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ (مکتوب ۴۳، دعوت وعزیمت، ۳/ ۲۷۹)

ایک دوسرے مکتوب میں دل کی وسعت وقوت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر کوئی چیز دل سے زیادہ عزیز اور قیمتی ہوتی تو اپنی معرفت کا موتی اسی میں رکھتا، یہی معنی ہے اس ارشاد کے کہ

لَا یَسِعُنِیْ سَمَائِیْ وَ لَا اَرْضِیْ وَ لٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیْ الْمُؤْمِنْ

نہ میرا آسمان مجھے سما سکتا ہے نہ میری زمین، اگر میرے لیے گنجائش ہے تو مومن بندے کے دل میں۔ آسمان میری معرفت کا اہل نہیں، زمین اس بات کی متحمل نہیں، بندۂ مومن کا دل ہی ہے جس نے اس بوجھ کو اٹھایا۔ رستم کا گھوڑا ہی رستم کو اٹھا لیتا ہے، لیکن جلالِ الٰہی کا آفتاب جب پہاڑ پر جس سے زیادہ عالمِ اجسام میں جمنے والی اور عظیم کوئی چیز نہیں جب ایک بار چمکا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو گیا۔ وَ جَعَلَهٗ دَكًّا۔ تین سو ساٹھ مرتبہ مومن کے دل پر چمکتا ہے اور وہ 'هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ' کا نعرہ لگاتا رہتا ہے اور پکارتا رہتا ہے 'الغیاث الغیاث' پیاسا ہوں۔

شکستہ تر، عزیز تر

دل کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر چیز ٹوٹ کر بے قیمت ہو جاتی ہے، لیکن یہ جتنا ٹوٹا ہوا ہوتا ہے، اتنا ہی بیش قیمت ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

اے بھائی! ٹوٹی ہوئی چیز کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ مگر دل جتنا ٹوٹا ہوا ہوتا ہے اتنا ہی بیش قیمت ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ایک سرگوشی میں فرمایا کہ

اِلٰهِی اَیْنَ اَطْلُبُكَ؟ آپ کو کہاں تلاش کروں؟ جواب ملا اَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوْبِهِمْ میں ان لوگوں کے پاس ہوتا ہوں جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں۔

اسی کو اقبال نے اس طرح کہا ہے۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں
(مکتوب ششم، تاریخ دعوت وعزیمت، جلد: ۳، ص: ۲۸۱)

محبت کی فرمانروائی:

دل کا سرمایہ محبت ہے، اور محبت تمام عالم اور سارے زمانوں کو محیط ہے۔ اِس عالم سے اُس عالم تک اس کا سکہ رواں ہے۔ فرماتے ہیں:

حدیثِ محبت تینوں زمانوں پر محیط ہے۔ اول و آخر درمیان اسی کا دور دورہ ہے۔ محققین نے کہا ہے کہ یہ عالم اور وہ عالم سب طلب کے لیے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ وہ عالم، عالمِ طلب نہیں، یہ ناممکن ہے۔ ہاں نماز روزہ نہیں ہوگا، لیکن طلب ہوگی۔ روزِ قیامت تمام احکام پر قلمِ نسخ پھر جائے گا لیکن دو چیزیں ابدالآباد تک رہیں گی۔ اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ!

(تاریخ دعوت وعزیمت، ج: ۳، ص: ۲۸۲)

خواہشاتِ نفسانی کا ازالہ مقصود نہیں، شکستگی مقصود ہے

(مقصود ازالۂ شہوات نہیں شکستگیٔ شہوات ہے قرآن مجید میں تعریف کے موقع پر۔ وَ الْفَاقِدِیْنَ الْغَیْظَ نہیں کہا، وَ الْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ فرمایا۔ اگر سرے سے غصہ ہی نہ آتا ہوتو غصے کو پی جانے اور اس کو دبانے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوسکتا ہے۔)

مخدوم بہار کی ہدایت

یہ اس شخص کی جہالت وحماقت ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ شریعت کا مطالبہ یہ ہے کہ خواہشِ نفس اور صفاتِ بشریت سے مطلقاً پاک ہونا چاہیے۔ اس نے یہ غور نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بشر ہوں، کسی وقت مجھے غصہ آجاتا ہے اور غصے کا اثر بھی اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہوجاتا تھا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے، ﴿وَ الْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ﴾۔ اللہ تعالیٰ ان کی تعریف فرماتا ہے جو غصے کو دباتے ہیں۔ اس کی تعریف نہیں کہ غصے کا مادہ ہی نہیں اور کس طرح شریعت خواہشِ نفس کے بالکل ازالہ کا مطالبہ کرسکتی ہے، جبکہ آنحضرت ﷺ کی نو

بیویاں تھیں۔ اگر کسی کی خواہشِ نفس بالکل زائل ہوگئی تو اس کو علاج کرنا چاہیے کہ پھر پیدا ہوجائے۔ اس لیے کہ گھر والوں اور اولاد پر شفقت، جہاد میں کافروں پر غصہ اور اولاد کا سلسلہ اور نیک نام کا بقا، یہ سب چیزیں نفس کے احساسات اور خواہشات سے تعلق رکھتی ہیں۔ پیغمبروں نے اس کی تمنا کی ہے کہ ان کا سلسلۂ نسبی چلے، لیکن شریعت کا مطالبہ یہ ہے کہ خواہشات کو مغلوب رکھا جائے اور احکامِ شریعت کے ماتحت۔ جس طرح گھوڑا، سائیس اور کتا شکاری کے قبضے میں ہوتا ہے۔ کتا بھی ایسا چاہیے جس کی تربیت ہوچکی ہو، ورنہ شکاری ہی پر حملہ آور ہوجائے گا۔ شکار کے لیے گھوڑے کی بھی ضرورت ہے، لیکن ایسا گھوڑا درکار ہے جو رام کرلیا گیا ہو ورنہ اپنے ہی سوار کو گرادے گا۔ اسی طرح شہوت اور غصہ کتے اور گھوڑے کی طرح ہیں۔ آخرت کی سعادت کو اور ان دونوں کے بغیر شکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ماتحت اور قابو کے ہوں۔ اگر غالب ہوں گے تو ہلاکت کا سبب بن جائیں گے۔ پس ریاضت اور مجاہدت کا مقصود یہ ہے کہ یہ دونوں صفتیں شکستہ اور مغلوب ہوجائیں اور یہ ممکن ہے۔ (تاریخِ دعوت وعزیمت، ج:۳، ص:۲۹۱)

کرامت بھی ایک بت ہے

(کرامات بھی اہل اللہ کیلئے ایک حجاب اور غیر اللہ کے ساتھ مشغولی کا حکم رکھتی ہیں اور اس طرح سے وہ بھی ایک طرح کا بت ہے جس کی نفی اور اس سے استغنا بعض اوقات ضروری ہے۔)

کرامات بھی ایک بت ہیں۔ جس طرح کافر بت سے تعلق رکھتے ہیں، دشمن ہوتے ہیں، جب بت سے بے تعلقی اور برأت کا اظہار کرتے ہیں دوست بن جاتے ہیں۔ عارفوں کا بت کرامت ہے۔ اگر کرامت پر قانع اور مطمئن ہوجائیں محجوب اور معزول ہوں اور اگر کرامت سے بے تعلقی کا اظہار کریں مقرب اور واصل۔

کسی عارف نے کہا ہے ؎

زاہداں را جنت و فردوس باید نز نگاہ
عاشقاں را لذت اندر قصرِ زنداں است و بس
لطفِ او را عام و خاص و نیک و بد یابندہ اند
قہرِ او را پیش رفتن کارِ مرداں است و کس

اسی وجہ سے جب اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں سے کرامات ظاہر فرماتا ہے تو ان کے دل میں خشوع اور خضوع زیادہ ہوجاتا ہے۔ فروتنی اور تواضع پہلے سے بڑھ جاتی ہے اور ان کے خوف اور ڈر میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ (مکتوب ۸، تاریخِ دعوت وعزیمت، ج:۳،ص:۲۹۲)

کشوف وکرامات اور استدراج

صدیقین پر کشف اور فراستِ صادقہ میں سے جو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں اور ہونے والے واقعات میں سے جو واقعات ان پر منکشف ہوجاتے ہیں ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں پر اس طرح کی چیزیں منکشف نہ ہوں۔ لیکن اس سے ان پر کوئی اعتراض اور ان کے کمالات میں کوئی نقص ثابت نہیں ہوتا۔ اعتراض اور نقص کی چیز جادۂ استقامت سے ہٹ جانا ہے۔ صدیقین پر اس طرح کی جو چیزیں منکشف ہوتی ہیں وہ ان کے یقین میں اضافہ کا سبب ہوتی ہیں۔ اور اس سے ان کے مجاہدہ میں اور پختگی اور اخلاقِ حمیدہ میں اور ترقی ہوتی ہے۔ اگر یہ حالات ایسے کسی شخص کو پیش آئیں جو احکامِ شریعت کا پابند نہیں وہ اس کے بُعد کا سبب اور اس کے فریب وحماقت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ وہ اس کے دھوکے اور غرور میں لوگوں کو مغلوب اور حقیر سمجھنے لگتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اسلام کا رشتہ اس کی گردن سے باہر ہوجاتا ہے اور وہ احکامِ الٰہی کی حدود اور حلال وحرام کا منکر بن جاتا ہے۔ اور سمجھنے لگتا ہے کہ عبادت کا مقصد ذکرِ الٰہی کے سوا کچھ نہیں۔ وہ سنت کی پیروی چھوڑ دیتا ہے اور الحاد وزندقہ کا شکار ہوجاتا ہے۔ نعوذ باللہ

(مکتوب نمبر ۹۶، تاریخِ دعوت وعزیمت، ج:۳،ص:۲۹۳)

فضیلتِ خدمت

سالک کے لیے ایک اونچا کام خدمت ہے۔ خدمات میں وہ فوائد اور خاصیتیں ہیں جو کسی دوسری عبادت واطاعت میں نہیں۔ ایک یہ کہ نفس مردہ ہوتا ہے اور بڑائی وسرداری کبر ونخوت نکال دیتی ہے اور تواضع اور عجز پیدا ہوتا ہے۔ خدمت اس کو مہذب اور مؤدب بناتی ہے، اخلاق کو آراستہ کرتی ہے اور سنت وطریقت کے علوم سکھاتی ہے۔ نفس کی ظلمت اور گرانی کو دور کرتی ہے۔ انسان کو لطیف اور سبک روح بناتی ہے اور اس کا ظاہر وباطن روشن ہوجاتا ہے۔ یہ سب فوائد خدمت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ایک بزرگ نے کسی سے پوچھا، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے

کے کتنے راستے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ موجودات اور دنیا میں جتنے ذرات ہیں اتنی ہی اللہ تک پہنچنے کی راہیں ہیں لیکن کوئی راستہ دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ بہتر اور نزدیک تر نہیں۔ اور ہم نے اسی راہ سے اللہ تعالیٰ کو پایا ہے۔ اور اپنے تعلق والوں کو اسی کی وصیت کی ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اس گروہ کے اوراد طاعاتِ بیان سے باہر ہیں، وہ جب ان سب سے فارغ ہوتے ہیں تو پھر کوئی ورد و طاعت ایک دوسرے کی خدمت کرنے سے زیادہ افضل اور مفید نہیں۔ (مکتوب ۷۱۔ تاریخِ دعوت وعزیمت، ج:۳،ص:۲۹۵)

نفس کی اصلاح کا معیار

نفس کی اصلاح کا معیار ان حضرات کی نظر میں بہت بلند ہے۔ حقیقتاً اس بات کا اطمینان بہت مشکل ہے کہ نفس دعویٰ خدائی سے دست بردار اور خواہشات وشہوات کی گرفتاری سے آزاد ہوگیا ہے اور تربیت و اصلاح کے اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ اب اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین کے نزدیک اس کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی خواہش سے قدم نہ اٹھائے، شریعت کے احکام پر چلے اور احکامِ شریعت میں رخصت وتاویل سے کام نہ لے۔ اگر نفس پر کسی خاص نفسانی خواہش اور طبیعت کا غلبہ ہے تو حقیقتاً وہ اس جانور کے مشابہ ہے جو اس خواہش کا سب سے بڑا مظہر ہے۔

ایک مکتوب میں فرماتے ہیں: میرے بھائی! آدمی کا نفس مکار، دھوکا دینے والا ہے۔ وہ ہمیشہ جھوٹے دعوے اور لاف زنی کرتا ہے کہ خواہشِ نفس میری محکوم ہوگئی ہے۔ اس سے اس کا ثبوت مانگنا چاہیے اور اس کا ثبوت صرف یہ ہے کہ وہ اپنے حکم سے ایک قدم نہ اُٹھائے، شریعت کے حکم سے چلے۔ اگر ہمیشہ وہ شریعت کی اطاعت میں سرگرمی دِکھاتا ہے تو صحیح کہتا ہے اور اگر احکامِ شریعت میں اپنی ہوا وخواہش کے موافق رخصت وتاویل چاہتا ہے تو وہ بے اقبال ابھی تک اسیرِ کمندِ ہَوا ہے۔ اگر غصّے کا غلام ہے تو وہ ایک کتا ہے آدمی کی شکل میں، اگر پیٹ کا غلام ہے تو ایک جانور ہے، اور اگر وہ فاسد خواہشاتِ نفسانی کا اسیر ہے تو وہ ایک سور خنزیر ہے، اور اگر وہ لباس وزینت کا غلام ہے تو وہ عورت ہے مرد کی صورت میں۔ لیکن جو شخص اپنے کو احکامِ شریعت کے مطابق آراستہ کرتا ہے اور نفس کا امتحان لیتا رہتا ہے اور اس نے اپنی باگ شریعت کے ہاتھ

دے دی ہے جس طرف وہ پھیرتی ہے اسی طرف وہ پھر جاتا ہے، اس وقت اس کو کہا جا سکتا ہے کہ اس کی صفات اس کی محکوم اور زیرِ فرمان ہوگئی ہیں۔ پس جن لوگوں کو اللہ نے بصیرت دی تھی اور جو حقائق پر نظر رکھتے تھے وہ دمِ واپسیں تک اپنے نفس کو تقویٰ اور خوفِ الٰہی کی لگام دیے رہے۔ (مکتوب ۹۶، تاریخِ دعوت وعزیمت، ج:۳،ص:۲۹۲)

نبوت ولایت سے افضل ہے

انبیاء کی ایک سانس اولیاء کی تمام عمر سے افضل ہے۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے بڑی محققانہ اور عارفانہ باتیں لکھی ہیں اور چونکہ وہ خود ولایت ومعرفت کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے اس لیے ان کا فرمانا محض ذہانت اور زورِ علم کا نتیجہ نہیں، تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہے کہ: ع

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''برادرِ عزیز شمس الدین کو معلوم ہو کہ باتفاق جملہ مشائخِ طریقت رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام اوقات واحوال میں اولیاء پیغمبروں کے تابع ہیں اور انبیاء اولیاء سے افضل ہیں، جو ولایت کی نیابت ہے، وہ نبوت کی ہدایت ہے۔ تمام انبیاء ولی ہوتے ہیں لیکن اولیاء میں سے کوئی نبی نہیں ہوتا۔ علماء اہلسنّت والجماعت اور اس طریق کے محققین میں اس مسئلہ کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ہاں ملحدین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ اولیاء انبیاء سے افضل ہیں اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ اولیاء تمام اوقات میں مشغول بحق ہوتے ہیں اور انبیاء اکثر اوقات دعوتِ خلق میں مشغول رہتے ہیں، پس جو شخص مشغولِ بحق ہو وہ افضل ہوا اس سے جو کسی کسی وقت مشغول بحق ہوتا ہے۔ اگروہ (جس کو صوفیہ سے محبت کا دعویٰ ہے اور وہ ان سے نیک گمان رکھتا ہے اور ان کی پیروی کا دم بھرتا ہے) اس کا قائل ہے کہ مقامِ ولایت مقامِ نبوت سے برتر ہے۔ نبی کو علمِ وحی ہوتا ہے اور ولی کو علمِ اسرار۔ ولی کو ایسے اسرار معلوم ہوتے ہیں جن سے انبیاء بے خبر ہوتے ہیں۔ انھوں نے اولیاء کے لیے علمِ لدنی ثابت کیا ہے اور اس کا استنباط حضرت موسیٰ اور خضر علیہم السلام کے قصہ سے کیا۔ انھوں نے کہا کہ خضر ولی تھے اور حضرت موسیٰ نبی۔ حضرت موسیٰ پر وحی ظاہر آتی تھی جب تک وحی نہ آتی ان کو کسی واقعہ کا راز اور کسی بات کا بھید معلوم نہ ہوتا۔ حضرت خضر کو علم لدنی

حاصل تھا اس کی وجہ سے وہ بغیر وحی کے غیب تک جان لیتے، یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کو ان کا شاگرد بننے کی ضرورت پیش آئی اور سب کو معلوم ہے کہ استاد شاگرد سے افضل ہوتا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اس طریق کے پیشوا جن کے دین پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، وہ ایسے اقوال وعقائد سے بیزار ہیں اور اس کو ہرگز ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ کسی کا مرتبہ انبیاء سے بلند ہوسکتا یا ان کے برابر ہوسکتا ہے۔ باقی موسیٰ اور خضر کے قصہ کا جواب یہ ہے کہ خضر کو فضیلتِ جزئی حاصل تھی اور وہ خاص واقعات کا علم لدنی ہے۔ اور حضرت موسیٰ کو مطلق فضیلت حاصل تھی۔ فضیلتِ جزئی فضیلتِ مطلق کو منسوخ نہیں کرتی، جیسے کہ مریم کہ ان کو ایک طرح کی فضیلت حاصل تھی کہ مرد کے تعلق کے بغیر حضرت عیسیٰ ان سے پیدا ہوئے لیکن یہ فضیلت حضرتِ عائشہ وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی فضیلت پر غالب نہیں اس لیے کہ ان کو فضیلتِ مطلقہ حاصل تھی تمام دنیا کی عورتوں پر۔ یاد رکھو اگر تمام اولیاء کے تمام احوال واعمال، انفس وزندگی کو نبی کے ایک قدم کے مقابلے میں تصور کیا جائے تو وہ ہیچ اور معدوم نظر آئیں گے۔ اولیاء جس چیز کے طالب ہیں اور جس چیز کے لیے سفر طے کرتے ہیں اور محنتیں کرتے ہیں انبیاء اس مقام پر پہنچ چکے ہیں اور اس کو پا چکے ہیں۔ انبیاء دعوت کا کام بحکمِ الٰہی انجام دیتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں بندگانِ حق کو حق رسیدہ اور واصل بناتے ہیں۔"

انبیاء کی ایک سانس اولیاء کی پوری زندگی سے افضل ہے

پس انبیاء کی ایک سانس تمام اولیاء کی تمام زندگی اور عمر سے افضل ہے۔ اس لیے کہ جب اولیاء نہایت کو پہنچتے ہیں تو مشاہدہ کی خبر دیتے ہیں اور حجابِ بشریت سے خلاصی پاتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس حالت میں بھی بشر ہی رہتے ہیں۔ انبیاء پہلے قدم میں ہی مقامِ مشاہدہ پر فائز ہوتے ہیں۔ جو اولیاء کی انتہا ہوتی ہے وہ انبیاء کی ابتداء۔ اولیاء کو انبیاء پر قیاس ہی نہیں کیا جا سکتا۔ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ انبیاء کے حالات کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ فرمایا: توبہ توبہ ہمارا اس عالم میں کوئی دخل نہیں۔" پس جس طرح اولیاء کا مرتبہ مخلوق کے ادراک وتصور سے مخفی ہے اسی طرح انبیاء کا مرتبہ اولیاء کے ادراک سے بالاتر ہے۔ اولیاء انبیاء کی صفایت میں اپنے قدموں سے تیز چلنے اور دوڑنے والے ہیں اور انبیاء اولیاء کے مقابلہ

میں اُڑنے والے ہیں۔ دوڑنے والا اڑنے والے کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

انبیاء کا جسم اور اولیاء کا قلب

انبیاء کا جسمِ خاکی اپنی صفائی اور پاکیزگی اور قربِ باری تعالیٰ میں اولیاء کرام کے دل اور ان کے سر اور راز و نیاز کے برابر ہے، پس عظیم الشان فرق ہے، اس شخص کے درمیان جس کے جسم کو وہاں لے جائیں جہاں دوسرے کا راز و نیاز پہنچ سکتا ہے۔

شریعت کا لزوم و دوام

اسی طرح تصوف کے بعض حلقوں میں ایک مغالطہ یہ پھیلا ہوا تھا کہ شریعت کی پابندی اور پیروی کی ضرورت ایک خاص وقت اور ایک خاص حد تک رہتی ہے۔ جب سالک مقامِ تحقیق اور مرتبۂ یقین پر پہنچ جاتا ہے اور واصل باللہ ہوجاتا ہے تو پھر وہ شریعت کی پابندیوں اور فرائضِ شرعی سے آزاد اور مستغنی ہوجاتا ہے۔ اس عقیدہ نے اچھی خاصی مقبولیت حاصل کرلی تھی اور بہت سے ملحد اور بے عمل صوفیوں اور جاہل مشائخ نے اس کے ذریعہ بڑا فتنہ برپا کررکھا تھا اور بعض حلقوں میں اس سے نہ صرف انتشار و بے عملی بلکہ الحاد و زندقہ پھیل رہا تھا، بعض پڑھے لکھے لوگ بھی اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے قرآن مجید کی مشہور آیت "وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ" (سورۂ حجر، آیت: ۹۹) سے استدلال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ عبادت واتباعِ شریعت کا سلسلہ اس وقت تک قائم رہنا چاہیے جب تک یقین حاصل ہوجائے۔ یقین حاصل ہوگیا تو پھر تمام تکالیفِ شرعیہ ساقط ہوجاتی ہیں۔ حضرت شیخ شرف الدین نے اس گمراہ کن عقیدہ اور مغالطہ کی زبردست تردید کی۔ ان کے متعدد مکتوبات اس موضوع پر ہیں جن میں انھوں نے پوری قوت اور جوش کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ شریعت کی پابندی دمِ واپسیں تک رہتی ہے اور کسی حال اور کسی وقت میں نہ تکالیفِ شرعیہ اور فرائض دینیہ ساقط ہوتے ہیں اور نہ کوئی انسان اس سے مستثنیٰ ہے۔

شریعت کی پابندی ہمیشہ ضروری ہے

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”برادرِ اعز شمس الدین کو معلوم ہو کہ شیطان کبھی کبھی صوفیوں اور اہلِ ریاضت پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ ترکِ معصیت کا مقصد یہ ہے کہ خواہشاتِ نفس شکستہ اور صفاتِ بشریت مغلوب ہو جائیں۔ اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی یاد ان پر غالب آ جائے اور دل ظلماتِ بشریت سے ذکرِ الٰہی کے اثر سے صاف ہو جائے اور اس کے نتیجے میں معرفتِ ربانی کی حقیقت اس کو حاصل ہو جائے۔ شریعت کی پابندی کعبۂ وصال تک پہنچنے کی ایک راہ ہے۔ جو شخص کعبۂ وصال کو پہنچ گیا، اس کو راستہ، توشے اور سواری کی اب کیا ضرورت ہے۔ پس شیطان اس گروہ کو یہ سمجھاتا ہے کہ اگر وہ نماز پڑھیں گے تو وہ ان کے لیے حجاب ہو جائے گی، اس لیے کہ ان کو وصول حاصل ہو چکا ہے۔ ایسے لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو دائمی مشاہدہ میں رہتے ہیں اور نماز، رکوع و سجود کا مقصود یہ کہ غافل دل کو حضوری ہو جائے، ہم تو خود ایک لمحہ بھر غافل نہیں ہوتے۔ عالمِ ملکوت کو آشکار دیکھتے ہیں، انبیاء کے جوارِ مقدس میں رکھائے جاتے ہیں، ہم کو ان عبادات اور فرائضِ شرعی کی کیا ضرورت ہے۔

درحقیقت یہ خود ابلیس کا حال اور اس کا واقعہ ہے۔ اس نے اپنا کمالِ قرب دیکھا اور کہا کہ آدم کو سجدہ سے کیا حاصل۔ آدم اس سے کم ہیں۔ مجھے اس کا سجدہ کرنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس کا قصہ افسانے کے طور پر بیان نہیں کیا ہے، وہ انہی لوگوں کی عبرت کے لیے بیان کیا جو اس مغالطہ شیطانی میں گرفتار ہیں۔ تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ کسی بھی مقرب کو شریعت کی فرمانبرداری سے چارہ نہیں۔ بزرگانِ دین نے جو یہ فرمایا ہے کہ شریعت کی پیروی حق تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ انھوں نے بالکل سچ فرمایا ہے۔“

بقاءِ شریعت کا راز

شیطان نے یہاں ایک نکتہ اس گروہ کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے۔ اس نے یہ باور کرایا کہ شریعت کا مقصود صرف اتنا ہے کہ (حضوری حاصل ہو جائے) لیکن یہ غلط ہے۔ شریعت کا اس کے علاوہ بھی مقصود ہے۔ مثلاً پانچ وقت نمازیں ایسی ہیں جیسے کسی دریچۂ کمال میں پانچ کیلیں لگی ہوں۔ اگر کیلیں الگ ہو جائیں تو وہ دریچۂ کمال سے جدا ہو کر گر جائے جیسے خود ابلیس گر گیا۔ اگر کوئی کہے کہ یہ پانچ نمازیں کس طرح پانچ کیلوں کی طرح ہیں جن سے کمال کا یہ دریچہ تھما ہوا

ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا پہچاننا انسان کی طاقت میں نہیں۔ یہ درحقیقت ایسا ہی ہے جیسے اشیاء اور ادویہ کے خواص، عقل اس کی وجہ دریافت نہیں کرسکتی۔ جیسے سنگِ مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کا سبب کیا ہے۔

ایک بلیغ مثال

فرائضِ شرعی اور شریعت کے احکام کی پابندی میں کیا کیا حکمتیں پوشیدہ ہیں اور وہ انسان کے دین وایمان اور اپنے خالق کے ساتھ تعلق اور منصبِ بندگی کی کس طرح حفاظت کرتے ہیں اور ان کی زد سے کس طرح انسان کا دین وایمان اور اس کا تعلق برباد ہوجاتا ہے اور وہ کس طرح نفس وشیطان کا شکار، درجۂ اعتبار سے ساقط اور راندۂ درگاہ ہوجاتا ہے، اس کی ایک بلیغ مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس کو ایسا سمجھو کہ ایک شخص نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر محل تعمیر کیا، وہاں انواع واقسام کی چیزیں جمع کیں، جب اس کا اخیر وقت ہوا تو اس نے لڑکے کو وصیت کی کہ اس محل میں جو ترمیم وتصرف چاہنا کرنا، لیکن ایک خوشبودار گھانس کا ایک حصہ جو میں چھوڑ کر جارہا ہوں وہ چاہے خشک ہوجائے اس کو باہر نہ کرنا۔ جب پہاڑ کی چوٹی پر بہار آئی تو پہاڑ ومیدان سب سرسبز ہوگئے۔ بہت سی تازہ اور خوشبودار گھاس پیدا ہوگئی جو اس پرانی گھاس سے زیادہ تروتازہ تھی۔ اس میں بہت سی گھاس اور پھول اس محل میں آئے جن کی خوشبو نے سارے محل کو معطر کردیا۔ اور اس کے سامنے اس پرانی سوکھی ہوئی گھاس کی خوشبو دب گئی۔ لڑکے نے سوچا کہ میرے والد نے یہ پرانی گھاس اس محل میں اس لیے رکھی تھی کہ اس کی خوشبو پھیلے اور یہ جگہ اس سے معطر ہو۔ اب یہ سوکھی گھاس کس کام آئے گی۔

اس نے حکم دیا کہ اس گھاس کو پھینک دیا جائے۔ جس وقت محل اس گھاس سے خالی ہوگیا ایک کالے سانپ نے سوراخ سے باہر سر نکالا اور لڑکے کو ڈس لیا اور اس کا کام تمام ہوگیا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ اس گھاس کے دو فائدے تھے: ایک یہ کہ وہ خوشبو دے، اور دوسرے اس میں یہ خاصیت تھی کہ وہ جہاں ہوتی ہے سانپ اس کے قریب نہیں جاسکتا، گویا وہ سانپ کا تریاق تھی۔ یہ خاصیت کسی کو معلوم نہیں تھی۔ لڑکے کو اپنی ذہانت پر ناز تھا۔ وہ سمجھا کہ جو اس کے معلومات کے

دائرہ میں نہ ہو گویا کہ قدرتِ ربانی کے خزانہ میں موجود ہی نہیں ہے۔ اس کو اس آیت کا مفہوم ہی معلوم نہ تھا "وَ مَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا" وہ اپنی ذہانت کے غرہ میں مارا گیا۔ اسی طرح یہ صاحبِ کشف وکرامت گروہ اس مغالطہ کا شکار ہوا کہ شریعت کا جو راز ہم پر منکشف ہو گیا اور اس کی جتنی حکمت انھوں نے سمجھی اس کے علاوہ نہ کوئی راز ہے اور نہ کوئی حکمت۔ حالانکہ یہ ایک بڑی زبردست غلطی ہے جو اس راہ کے سالکین کو کبھی کبھی پیش آتی ہے۔ اور بہت سارے لوگ اس کا شکار ہو کر ہلاک ہو چکے ہیں۔ ان لوگوں نے راہِ شریعت کا ایک ہی مقصود سمجھا اور یہ نہیں سمجھے کہ اس میں دوسرے اسرار بھی ہیں۔ انھوں نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ اگر دوسری حکمتیں نہ ہوتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی نمازوں کی کیا ضرورت تھی جس سے پائے مبارک میں ورم آجاتا تھا۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ امت پر واجب ہے پیغمبر پر نہیں!"

علماء ومشائخینِ کاملین کا اسوہ

وہ علماء ومشائخ وصوفی جو درجۂ کمال کو پہنچے انھوں نے سمجھا کہ شریعت کی پابندی میں ہر پابندی ایک راز ہے جس سے آخرت کی سعادت مربوط اور وابستہ ہے۔ یہاں تک کہ ان بزرگوں نے اپنے دمِ واپسیں تک آدابِ شریعت میں سے ایک ادب بھی ترک نہیں کیا۔ یہاں تک کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خادم انتقال کے وقت وضو کرا رہا تھا، وہ ڈاڑھی میں خلال کرانا بھول گیا، آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کہ وہ سنت بجالائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ایسے وقت میں اتنی بھی رخصت نہیں۔ فرمایا، "ہم اللہ تعالیٰ تک اسی کی برکت سے پہنچے ہیں"۔ اہلِ کمال کا یہی شعار تھا اور فریب خوردہ لوگ جلدی دھوکے میں آجاتے ہیں۔ جس چیز کو وہ نہیں دیکھ سکے اور جو چیز ان کی سمجھ میں نہیں آئی وہ سمجھے اس کا وجود نہیں۔ فجر کی نماز دو رکعت ہے، ظہر کی چار رکعتیں، عصر کی چار، مغرب کی تین، عشاء کی چار، پھر ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں۔ ان سب میں ایک سر اور خاصیت ہے جن کا حصولِ کمال میں خاص دخل ہے اور انتقال کے وقت تک ان کی پابندی کرنے کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر کوئی کمال مفید نہیں۔ اگر سالک ان کو چھوڑ دے گا اور دنیا سے چلا جائے گا، اپنے کو تباہ دیکھے گا۔ اس وقت کہے گا کہ میرا وہ کمال کیا ہوا؟ جواب دیا جائے گا کہ کمال کے تختے میں کیلیں نہیں تھیں۔ مرنے کے وقت وہ جڑ

سے اکھڑ گیا، جیسے کہ ابلیس کے تمام کمالات ایک نافرمانی کی وجہ سے خاک میں مل گئے۔''

حضرت شیخ شرف الدینؒ اس بارے میں اتنے راسخ العقیدہ اور متشدد تھے کہ ایک مکتوب میں اس عقیدہ کی (کہ شریعت کی پابندی خاص حالات و مقامات پر ضروری نہیں) تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ غلط ہے اور ملحدین کا مذہب ہے جو کہتے ہیں ایک دوسرے کے بغیر روا ہے، اور کہتے ہیں جب حقیقت تک رسائی ہوگئی اور کشف وشہود حاصل ہوگیا تو شریعت کا حکم اُٹھ گیا۔ لعنت ہے اس عقیدہ اور اس مذہب پر۔''

شریعت کی شرط

وہ تمام محققین صوفیاء کی طرح شدت کے ساتھ اس بات کے قائل اور داعی ہیں کہ سلوک وطریقت شریعت کی پیروی اور پابندی کے بغیر ممکن نہیں۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''جو شخص طریقت میں شریعت کا تابع نہیں ہوگا اس کو طریقت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، یہ ملحدین کا مذہب ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر جائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حقیقت منکشف ہوگئی، شریعت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس عقیدہ پر، ظاہر بے باطن نفاق ہے، اور باطن بے ظاہر زندیقہ۔ ظاہر شریعت بے باطن نقص ہے اور باطن بے ظاہر ہوس۔ ظاہر ہمیشہ باطن کے ساتھ پیوستہ ہے، ظاہر باطن کے ساتھ ایسا پیوستہ ہے کہ کوئی شخص اس کو علیحدہ نہیں کرسکتا۔

اتباعِ محمدیؐ کے بغیر چارہ نہیں

حضرت مخدوم مکتوبات میں بڑے جوش خروش اور بڑے وثوق ویقین کے ساتھ اس بات کی تبلیغ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوبِ ربّ العالمین ہیں، آپ کی پیروی کے بغیر نہ نجات ممکن ہے نہ حقیقت تک رسائی، نہ کمالات و سعادتِ اخروی کا حصول۔ ایک مکتوب میں ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آلِ عمران، آیت:۳۱) کی تلقین وتفسیر کرتے ہوئے کسی پیش رو شاعر عارف کے یہ اشعار جو خود ان کے دلی جذبات اور

کیفیت کے ترجمان ہیں، نقل کرتے ہیں،

او دلیل تو بس ، تو رہ مجوئی
او زبانِ تو بس ، تو یا وہ مگوئی
ہر چہ او گفت ز رازِ مطلق داں
ہر چہ او کرد ، کردۂ حق داں
خاک او باش بادشاہی کن
آن او باش ہر چہ خواہی کن
ہر کہ چوں خاک نیست بر درِ او
گر فرشتہ است خاک بر سرِ او

حضرت داتا گنج بخشؒ کو پیر کی وصیت

بیٹا! زندگی کی سختیاں صبر کے ساتھ برداشت کرنا، کبھی بھی شکایت کے الفاظ ہونٹوں پر نہ لانا۔ (اللہ والوں کے قصے، ص:۷)

شیخ ابوالحسن شاذلیؒ

ہر ایک فقیر پر میں چار آداب ہونا ضروری ہیں، اگر نہیں ہیں تو اس کو اور مٹی کو برابر سمجھو۔ آداب یہ ہیں؛ چھوٹوں پر رحم کرنا۔ بڑوں کی عزت کرنا، اپنے نفس سے انصاف چاہنا اور اپنے لیے انصاف کو چھوڑ دینا۔ آپ کا انتقال ۶۵۴ھ میں ہوا۔ (نفحات الانس، ص:۸۲۹)

شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کا بیان ہے کہ میرے حبیب ﷺ کی وصیت ہے کہ جہاں ثواب کی اُمید ہے وہاں جاؤ، جہاں گناہ نہ ہوسکنے کا یقین ہو وہاں بیٹھو، اس کے ساتھ رہو جو اطاعت الٰہی کی تلقین کرتا رہتا ہو۔ اپنے نفس کی اس وقت تعریف کرو جبکہ یقین زیادہ ہو۔ حسبِ ضرورت تھوڑا سا کہو۔ (اخبار الاخیار، ص:۵۴۰)

شیخ محمد بن زکریا ملتانیؒ کی وصایا

آپ نے اپنے بیٹے رکن الدین ملتانی کو وصیت فرمائی:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوا اللّٰهَ ذِكۡرًا كَثِیۡرًا﴾ (سورۂ احزاب، آیت: ۴۱)

اے ایمان والو! تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو۔

جب بندہ کے ساتھ اللہ جل مجدہ بھلائی وخیر کا ارادہ فرماتا ہے اور اس کا نام نیک بخت و سعید لوگوں میں لکھا جاتا ہے تو اس کو دوام ذکر باللسان مع تیقظ قلب (یعنی زبان و قلب کی بیداری کے ساتھ ذکر کی توفیق عطا فرماتا ہے) اور یہی ذکر تدریجاً دیدۂ باطن میں جا گزیں ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اگر زبان ذکر سے خاموش ہو جائے تو قلب خاموش نہیں ہوتا۔ یہی اس آیت میں ذکرِ کثیر سے مراد ہے۔

ہاں! مگر بندہ اس مقام تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ نفاق خفی سے تبری و برأت نہ کرے۔ یعنی جب تک قلب نفاقِ خفی سے مکمل خلاصی حاصل نہ کر لے)

جناب رسالت مآب ﷺ نے جس کی نشاندہی "كَثِيرُ مُنَافِقِي اُمَّةِ قُرَّاءُ هَا" میں کی ہے۔ مراد اس حدیث میں نفاق سے غیر اللہ کے ساتھ قلب کا وقوف ہے اور باطن کا غیر اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جانا ہے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔ (نزہۃ الخواطر، ج: ۱، ص: ۲۱۰)

بندہ پر واجب ہے کہ اللہ پاک کی عبادت صدق و اخلاص کے ساتھ کرے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اغیار کی نفی نہ کر لے۔ عبادات و اذکار کے وقت جملہ اشخاص کو ذہن سے نکال دے اور یہ بات اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ جملہ احوال، ظاہر و باطن کے مستحسن نہ کر لے۔ اور اپنے اقوال و افعال میں مکمل محاسبہ نفس کرتا رہے۔ شدید حاجت کے علاوہ نہ کوئی کام کرے نہ ہی زبان سے بولے اور بوقت ضرورت بھی ہر فعل وقول سے پہلے حق جل مجدہ سے التجا و تضرع کرے راہ حق وصواب کی۔ خوب خوب مدد طلب کرے تاکہ حق تعالیٰ خیر العمل اور حسنِ عمل کی توفیق بخشے۔

بعض احباب کو آپ نے دوام ذکر کے التزام کی وصیت کی کیونکہ ذکر اللہ کے ذریعے ہی

طالب مطلوب و محبوب تک پہنچ سکتا ہے۔ اور محبت ہی وہ آگ ہے جس سے قلب کی گندگیاں دور ہوتی ہیں، جب محبت کامل پیدا ہوتی ہے تو پھر ذکر حقیقت میں ذاکر کو مذکور کا مشاہدہ کرا دیتا ہے۔ یہی وہ ذکر کثیر ہے جس پر فلاحِ دارین کا حق تعالیٰ نے اپنے ارشاد "وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" (اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ سورۂ جمعہ، آیت: ۱۰) میں وعدہ فرمایا ہے۔

دیکھو! قلب کی سلامتی قلتِ طعام میں ہے اور روح کی سلامتی ترکِ انام میں ہے اور دین کی سلامتی صلاۃ وسلام علی خیر الانام محمد ﷺ میں ہے۔ (نزہۃ الخواطر، ج:۱، ص: ۱۵۸)

حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ

(تاریخِ وفات: ۱۷ صفر المظفر ۶۶۶ھ بمقام ملتان)

آپ کے ملفوظات

فرماتے ہیں کہ بندہ پر واجب ہے کہ سچائی اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کی عبادت و اذکار میں شرک اور بدعت سے پرہیز کیا جائے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب بندہ اپنے باطنی احوال کو درست کرے۔ ہر قول و فعل کے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ ضرورت کے مطابق اس کے سوا کوئی بات نہ کہے اور نہ کوئی کام کرے۔ جب بھی کوئی بات کہنا چاہے یا کوئی کام کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ سے التجا کرے اور اس سے نیک عمل کی توفیق چاہے۔

دوسرے موقع پر اپنے مریدین کو نصیحت فرماتے ہیں کہ تم ذکر اللہ کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ ذکر ہی سے طالب ذاتِ باری تک پہنچ سکتا ہے۔ محبت ایک ایسی آگ ہے جو تمام میل کچیل کو جلا ڈالتی ہے۔ ذکر ہی وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ کامیاب ہو جاؤ۔

ایک نصیحت میں اپنے مرید سے کہا: بدن کی سلامتی تھوڑا کھانے میں ہے اور روح کی سلامتی گناہ سے دور رہنے میں ہے۔ اور دین کی سلامتی حضور اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے میں ہے۔ (تذکرہ اولیاءِ پاک و ہند، ص: ۶۸)

حضرت شاہ ابوالرضا محمد بن شاہ وجیہہ الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ

آپ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بڑے چچا ہیں یعنی شاہ عبدالرحیم دہلوی کے بھائی۔ آپ نے ہی شاہ عبدالرحیم کو پڑھایا لکھایا اور تعلیم و تربیت دی تھی۔ شاہ ولی اللہ کے خاندان کو چار چاند لگانے میں شاہ ابوالرضا محمد کا بڑا ہاتھ تھا۔ آپ کی پیدائش ابوالمظفر شہاب الدین محمد شاہ جہاں کے عہد میں ۱۶۳۵ء مطابق ۱۰۴۵ھ میں ہوئی۔ اکتسابِ علمِ ظاہری و فیضِ باطنی خواجہ باقی باللہ کے چھوٹے صاحبزادے خواجہ عبد اللہ المعروف خواجہ خرد سے کیا، لیکن روضہ قیومیہ کے مصنف شاہ عبدالرحیم نے لکھا ہے کہ آپ مرید حضرت آدم بنوری سے تھے اور ان کے مشہور خلفاء میں سے بھی۔

آپ کا وصال ۱۷ محرم الحرام ۱۱۰۱ھ مطابق ۲۱/اکتوبر ۱۶۹۰ء کو بعد نماز عصر دہلی میں ہوا۔ مدفون بھی دہلی نظام الدین میں ہوئے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ ان کی قبر پر اوبرائے ہوٹل تعمیر ہوگیا۔ اور انگنت اللہ والوں کی قبریں اس اوبرائے ہوٹل کانٹی نینٹل کے نیچے آگئی ہیں۔

(ماہانہ ’برہان‘ دہلی، جولائی ۱۹۸۳ء۔ ص: ۴۹)

ایک بار علماء و عرفاء کی ایک بڑی جماعت میں میں نے مسئلہ وحدۃ الوجود کو متکلمین کی عبارتوں سے تمسک کرکے ثابت کیا اور عقلیہ و نقلیہ دلائل پیش کیے لیکن لفظ وحدت الوجود استعمال نہیں کیا۔ سب نے اس کو قبول کرلیا (اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ) اہل رسوم کا تعصب الفاظ سے کس طرح زیادہ ہوتا ہے۔

آگے چل کر وحدۃ الوجود کی وضاحت کرتے ہوئے مزید رقم طراز ہیں:

(ترجمہ) وجودِ عالم وہم کے مرتبہ میں ہے اور حق تعالیٰ شانہ وجودِ خالص ہے۔ ایک عارف نے کہا ہے کہ وجود کُل میں ساری ہے اور تعیناتِ امورِ اعتباریہ میں سے ہیں۔ لہٰذا عالَم حق تعالیٰ عز و جل سے بعید تر اشیاء میں سے ہے کیونکہ موجود حقیقی اور موہوم میں باہم تضاد ہے اور ان کے درمیان میں کوئی جامع نہیں ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ سراب دریا سے بعید تر اشیاء میں سے ہے کیونکہ نورِ شمس دریا کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے حالانکہ حقیقت میں ان کے درمیان

بالکلیہ بعد ہے۔

حضرت شاہ ابوالرضا اُویسی المشرب تھے اس لیے آپ اپنے سلسلۂ طریقت کے خود ہی بانی بھی تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے آپ کے سلسلہ کو 'طریقۂ سلسلۂ رضائیہ' لکھا ہے جس کی بنیاد ان دس کلمات پر ہے:

(۱) تنزیہ مقصود (۲) تفرید ہمت (۳) تجرید توحید (۴) مطالعۂ جمال در انفس و آفاق واطلاق (۵) فناء لاہوتی (۶) بقاء ہاہوتی (۷) ذکر اجتماعی (۸) جمع درمیانِ جہر و اخفاء (۹) حد مع الاصفیاء (۱۰) اول و آخر درود شریف۔

ایک مقام پر سالکِ راہِ طریقت کو پیش آنے والی منزل 'فناء' کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فناء لوازمِ بشریت کے فقدان کو کہتے ہیں۔ حصولِ فنا کے نو مراتب ہیں:

۱۔ ذہول یعنی اہلِ حجاب کو ذکرِ حق میں مستغرق ہونے کے وقت جو کیفیت ہوتی ہے اور اہلِ کشف کو انوارِ جمال کے ظاہر ہونے پر اپنے نفس کا شعور نہیں رہتا۔

۲۔ ذہاب یعنی مشاہدۂ حق میں بندہ کا افعال کے عدم شعور سے دوچار ہونا۔

۳۔ سلب یعنی صفاتِ حق کے سامنے بندہ اپنی ذات کو فنا سمجھے۔

۴۔ انعدام یہ فناء الفناء کا مرتبہ ہے جس میں فنائیت کا بھی احساس نہ رہے۔

۵۔ اصطلام یعنی ذاتِ حق کے سامنے بندہ اپنی ذات کو فنا سمجھے۔

۶۔ سحق یعنی نفس کی اچھائی ختم کر کے بندہ بلا تامل صفاتِ الٰہیہ قبول کرلے۔

۷۔ محق جس میں بندہ کی جسمانیت و روحانیت کی حدود ختم ہو جاتی ہیں۔

۸۔ طمس یعنی انسان کے طبعی، عادتی، ظاہری اور باطنی تمام تقاضے ختم ہو جائیں۔

۹۔ محو یعنی آثارِ حقیقیہ کے ظاہر ہو جانے پر بقیہ تمام آثارِ خلقیہ مٹ جائیں۔ ان میں سے پہلے پانچ مراتب اہلِ فنا کے لیے مخصوص ہیں۔ اور آخری چار مراتب اہلِ بقاء کے لیے مخصوص ہیں۔ بقاء وہ صفتِ الٰہیہ ہے کہ بندہ فنائے نفس کے بعد ہی اس سے متصف ہو سکتا ہے۔ (شوارق المعرفۃ، ص: ۵۴)

شاہ ابوالرضا محمد کی تصنیفات میں سے اب صرف ایک رسالہ کا پتہ چلتا ہے جس کا نام

'اصول الولایۃ لاھل العنایۃ' ہے۔اس میں آپ نے باطنی علوم و معارف کے دریا بہائے ہیں۔ ایک جگہ آیت ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۳۵) کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ ولایتِ کبریٰ کے حصول کے لیے چھ چیزیں ضروری ہیں جن میں سے چار چیزیں نصِ قرآنی کی ترتیب کے مطابق ہیں۔

اول : ایمان بتصدیق قلب و باقرارِ زبان۔

دوم : تقویٰ بذریعہ پابندی احکامات واجتناب منہیات۔

سوم : طلبِ شیخ کہ جس کی بدولت راہِ وصول حاصل ہوتی ہے۔

چہارم : جہاد بذریعہ فنائے انانیت واثباتِ باری تعالیٰ۔

بقیہ دو چیزیں یہ ہیں: ایک تو اپنی ذات سے چھٹکارا حاصل کرنا اور دوسری دوام مشاہدۂ دوست۔یہی چیزیں ولایتِ کبریٰ حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔

اس رسالہ میں آپ نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک سالک راہِ طریقت کو کس طرح شب و روز عبادتِ الٰہی میں صرف کرنا چاہیے اور کیا کیا عبادتیں اور کن کن ادعیہ ماثورہ کا ورد کرنا چاہیے۔اس طرح ایک سالک کے لیے آپ نے پورے چوبیس گھنٹے کا ایک پروگرام تیار کرکے پیش کیا ہے۔رسالہ کے اندر آپ نے جن اصول وفرائض کا ذکر کیا ہے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی خود اپنی زندگی کس اعلیٰ پیمانے کی ہوگی۔

ملفوظات

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے شوارق المعرفۃ میں آپ کے بہت سے ملفوظات جمع فرمائے ہیں جن میں سے سب کا ذکر تو یہاں ممکن نہیں ہے، البتہ ان میں سے چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ فرمایا: ایمان کی ایک حد معین ہوتی ہے، جب وہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے تو پھر کبھی اس پر زوال نہیں آتا۔اسی طرح اعمال کی بھی ایک حد معین ہوتی ہے کہ جب وہ وہاں تک عروج کر جاتے ہیں تو پھر مردود نہیں ہوتے۔ایمان کی ادنیٰ حد یہ ہے کہ ایمان دار کے سینے میں ایک محسوس نور ظاہر ہوجائے جس کی روشنی اور چمک سے اس کے باطنی آثار اچھی طرح نمودار

ہو جائیں۔اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک رات اپنے سینے میں ایک نور دیکھا جو چراغ کی طرح روشن تھا اور اس کی روشنی میں مجھے گھر کے سارے گوشے اور سارا ساز و سامان اچھی طرح دکھائی دے رہا تھا۔اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر الہام فرمایا کہ ادنیٰ درجہ کا ایمان جو میرے یہاں مقبول ہے وہ اسی نور کے مانند ہے جس کو میں کسی ایماندار سے سلب نہیں کرتا۔

۲۔ فرمایا: انسان فلاحِ دارین اسی وقت حاصل کرسکتا ہے جبکہ عقائد میں انبیاء علیہم السلام کی تقلید کرے اور بلا کم و کاست ان کی پیروی کرے جیسا کہ قدماء اہلسنّت و جماعت کا مذہب ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ کسی صاحبِ کشف کی صحبت اختیار کرے جو ان عقائد کی تفصیل و تحقیق پر پوری طرح توجہ کرتا رہے۔

۳۔ فرمایا: تمام ریاضتوں میں عمدہ اور بہتر ریاضت یہ ہے کہ آدمی دائمی توجہ کے ساتھ کھانے پینے میں اعتدال کا راستہ اختیار کرے اور افراط و تفریط سے ہمیشہ مجتنب و محترز رہے۔

۴۔ فرمایا: اہلسنّت و جماعت، معتزلہ و شیعہ کے درمیان دیدارِ الٰہی کے سلسلے میں جو نزاع ہے وہ صرف لفظی نزاع ہے۔معتزلہ اور شیعہ اس لیے انکار کرتے ہیں کہ اس سے رویتِ باری جہت کا تقاضا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ جہت سے پاک و منزہ ہے۔اس کے ساتھ ہی وہ انکشافِ اتم برفع حجاب کو ثابت کرتے ہیں مگر اہلسنّت اس بات کے قائل ہیں کے دیدارِ الٰہی بے کیف و جہت ہوگا اور یہی عین انکشافِ اتم ہے۔

۵۔ فرمایا: جو چیز عام لوگوں کو قیامت کے دن نصیب ہوگی وہی اولیاء اللہ کو دنیا میں میسر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ دنیا ہی میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو جاتے ہیں۔لیکن وہ اس کی ذاتِ مقدسہ کو اشکال سے منزہ دیکھتے ہیں۔اس بارے میں مختلف بزرگوں کے مختلف مقامات ہوتے ہیں۔بعضوں کو صرف ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ایک بجلی اِدھر سے اُدھر کوندکر چلی گئی اور کسی کو اس سے کسی قدر زائد لیکن جو حضرات کامل اور اکمل ہیں ان کا رتبہ ولایت معراجِ کامل کو پہنچ جاتا ہے۔وہ ہمیشہ دیدارِ الٰہی میں محو رہتے ہیں جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ لَمْ اَعْبُدْ رَبًّا لَمْ اَرَهُ

۶۔ فرمایا: ہمارے عرفاء زمانہ کو ذاتی تجلی میسر نہیں ہے ورنہ اپنے اور اپنی اولاد و عزیز و

اقارب کی حصولِ اغراض کے لیے سلاطین کے محتاج نہ ہوتے۔

۷۔ فرمایا جس کو ذوقِ مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے تو پھر وہ کسی معصیت سے زائل نہیں ہوتا۔

۸۔ فرمایا: ایک دفعہ یہ عبارت اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا بِاَصْحَابِ الْقُبُوْرِ آپ کے پیشِ نظر تھی جس کی تفسیر و توضیح آپ نے یہ بیان فرمائی کہ اصحابِ قبور سے مدد چاہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حالات یاد کرکے عبرت پذیر ہو کیونکہ مردوں کے حالات یاد کرنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے سے دنیاوی تعلقات کی رگ کٹ جاتی ہے اور فکرِ معاش مضمحل ہوجاتی ہے۔

۹۔ فرمایا: حدیث اِنَّ الدُّنْیَا اَقْبَحُ مِنْ جِیْفَةٍ مُنْتِنَةٍ کی تفسیر میں فرمایا کہ دنیا انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے روکتی ہے کیونکہ انسان کا دِلی تعلق اس کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے بخلاف مردار کے کہ اس میں یہ صفت نہیں پائی جاتی ہے۔ اس لیے دنیا مردار سے زیادہ قبیح و شنیع ہے۔

۱۰۔ فرمایا: شریعت کے مخالف کوئی بات منہ سے نکالنا 'کذب فی الاقوال' اور شریعت کے خلاف کوئی بات کرنا 'کذب فی الافعال' ہے۔ اسی طرح ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متلون ہونا 'کذب فی الاحوال' ہے۔

سفرِ آخرت

شیخ محمد مظفر روہتکی رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ ابوالرضاء محمد کے بہت زیادہ عقیدت منداور ہم نشیں تھے، بیان کرتے تھے کہ شاہ صاحب اپنی عمر کے ابتدائی زمانے میں فرمایا کرتے تھے کہ میری عمر پچاس سال اور ساٹھ سال کے درمیان ہوگی چنانچہ جب آپ نے پچاس سال کی زندگی کا عرصہ طے کرلیا تو مجھے اکثر اس بات کا خدشہ لگا رہتا تھا، بالآخر وہ وقت آ ہی گیا۔ ابتداءً کچھ کسل اور تکان عارض ہوا پھر اشیاءِ خورد و نوش سے بے رغبتی پیدا ہوگئی۔ لہٰذا مسلسل تین روز تک کچھ تناول نہ فرمایا، اس عرصہ میں دنیاوی امور سے انتہائی بے رغبتی و بے تعلقی ظاہر ہونے لگی۔ اسی حالت میں جب کئی روز گزر گئے تو لوگوں کو تشویش ہونے لگی۔

۱۷رمحرم الحرام ۱۱۰۱ھ مطابق ۲۱/اکتوبر ۱۶۹۰ء کو نمازِ عصر کے وقت جب مسجد تشریف

لانے لگے تو گھر والوں کو رخصت کرتے وقت چند الوداعی کلمات ارشاد فرمائے جس سے پورے ماحول پر ایک گہرے رنج کی فضا طاری ہوگئی۔ نمازِ عصر سے فراغت کے بعد ''مقاماتِ نقشبند'' طلب فرمایا اور جستہ جستہ اس میں سے کچھ پڑھا اور نہایت فرحت و شادمانی کے ساتھ تکیہ پر سہارا دے کر بیٹھ گئے اور اسی عالم میں روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ کے صاحبزادوں میں دو حضرات کے نام ملتے ہیں جن میں سے ایک شاہ فخر العالم (م ۱۱۲۸ھ) تھے جو صاحبِ علم و فضل بھی تھے۔ دوسرے صاحبزادے شاہ رضا حسین تھے جن کی شادی شیخ مفیض اللہ کی دختر مسماۃ نعمت سے ہوئی تھی۔ شاہ رضا حسین نے لاہور میں وفات پائی اور ان کی نسل منقطع ہوگئی۔ (عہدِ رفتہ چند علماء و مشائخ۔ ص: ۴۵)

حضرت شاہ ابو عبد اللہ ابو الخیر دہلوی کو والد کی ابتدائی وصایا

یوم جمعہ پہلی صفر ۱۲۹۴ھ کو حضرت ایشاں حضرت والد کے حضور سے مشرف ہوا۔ آپ نے مراقبہ احدیت اور لطیفۂ قلب ولطیفہ نفس سے اسم ذات کا ذکر شریف دو دو ہزار اور باقی لطائف (روح، سر، خفی، اخفی) سے ایک ایک ہزار، اور نفی و اثبات گیارہ سو مرتبہ اور دو ساعت انتظار فیض اور دو رکعت اشراق اور دو رکعت اول نہار میں استخارہ کے، اور چار رکعت چاشت کی مداومت کی ہدایت فرمائی۔ اور صبح و شام سورۂ یٰسین شریف پڑھنے کی وصیت فرمائی اور یہ کہ ان اُمور میں خلل و ناغہ نہ کرنے کی تاکید کی۔ اور ارشاد فرمایا: کام کے دن یہی ہیں، جو شئے بھی اس کام سے مانع ہو وہ لہو ولعب میں داخل ہے۔ (مقاماتِ خیر، ص: ۱۷۴)

پیر حیدر علی شاہؒ کے والد کی وصیت

پیر حیدر علی شاہ کی عمر ابھی سترہ برس ہی کی تھی کہ آپ کے والد ماجد کا سایۂ شفقت سر سے اُٹھ گیا، وفات سے پہلے انھوں نے اپنے ہونہار فرزند کو وصیت فرمائی کہ کسی کو اپنے دروازے سے خالی ہاتھ نہ جانے دینا، بڑوں کا ادب کرنا، چھوٹے پر شفقت کرنا اور اقرباء اور رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آنا۔

شیخ سہروردی کی وصیت

سہروردی نے اپنے بیٹے کونصیحت کی کہ: اے میرے پیارے بیٹے! اس شخص میں عقل نہیں جس میں وفاداری نہیں اوراس شخص میں مروت نہیں جس میں سچائی کا ماڈہ نہ ہواوراس شخص میں علم نہیں جس میں رغبت نہ ہو۔ اوراس کیلئے عزت نہیں جس میں حیا نہ ہو۔ اورعلم سے زیادہ فائدہ مند کوئی خزانہ نہیں۔ اور بردباری سے زیادہ نفع بخش کوئی مال نہیں اور کوئی حسب ونسب ادب سے بڑھ کرنہیں اور نہ کوئی ساتھی عقل سے زیادہ صاف ستھرا ہے اور نہ حق سے زیادہ واضح کوئی دلیل ہے اور نہ توبہ سے زیادہ کامل کوئی سفارش کرنے والا ہے۔ اور نہ قرض سے بھاری کوئی بوجھ ہے اور نہ کوئی برائی جھوٹ سے بڑی ہے۔ اور نہ جہالت سے زیادہ ضرررساں کوئی تنگدستی ہے، اور نہ لالچ سے زیادہ ذلیل کوئی ذلت ہے۔ (مختارات الادب: زیدان بدران: ۸)

سلطان بغراخان کی وصایا

سلطان بغراخان نے اپنے بیٹے شہزادہ معزالدین کیقباد کوحسب ذیل نصیحتیں کیں:

۱- اپنی جان کا خیال رکھو، اور علاج معالجے کی طرف پورا دھیان دو۔ ذرا آئینے میں اپنی صورت تو دیکھو، یہ چہرہ کبھی گلاب کے پھول کی طرح تازہ اور شاداب تھا، اور اب جوانی کی غلط کاریوں کی وجہ سے لکڑی کی طرح خشک اور زرد ہے، عیاشی نے تمھیں کمزور اور ضعیف کردیا ہے۔ ان عادات کوترک کردو، کیونکہ جب تک تمہاری جان ہی سلامت نہیں، دنیاوی لذتوں سے کس طرح لطف اندوز ہوسکو گے۔

۲- اب اپنے امیروں اور حاکموں کی خونریزی سے اجتناب کروتا کہ تمہارے خیرخواہ تم پر کچھ بھروسہ کرسکیں۔ ان امیروں یعنی ملک نظام الدین اور ملک قوام الدین کوناراض مت کرو۔ یہ تجربہ کار اور دوراندیش ہیں، اپنے پختہ کار امیروں میں سے دو امیروں کومنتخب کرکے اپنا شریک کار بناؤ۔ ان چاروں امیروں کوایوانِ سلطنت کے چار ستون سمجھو۔ ایک کووزارت، دوسرے کو رسالت، تیسرے کودیوانی اور چوتھے کوانشاء کا عہدہ دے کران کی حوصلہ افزائی کرواور ہرکام میں ان کا مشورہ لو۔ ان کے مرتبے ان کے عہدے کے لحاظ سے کم وبیش ضرور ہوں گے، اس لیے

انھیں کسی کو بھی دوسروں پر اتنی فوقیت نہ دو کہ انھیں سرکشی اور بغاوت کا موقع ملے۔

۳- اگر کسی راز کو فاش کرنا منظور ہو تو وہ ان چاروں ہی کے گوش گزار کرنا۔ ایسا نہ کرنا کہ صرف کسی ایک ہی کو بتانا ورنہ باقی تینوں تجھے قابل اعتماد نہ سمجھیں گے، اور تجھ سے ناراض ہو جائیں گے۔

۴- نماز اور روزے کی پوری پوری پابندی کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو ان فرائض کو ترک کر کے دنیا اور آخرت میں ناکام ومحروم رہے۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ بعض عالموں نے حیلہ گری سے تجھے اس شرط پر رمضان کے روزے نہ رکھنے کی اجازت دی ہے کہ تو روزانہ ایک غلام آزاد کردے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلادے۔ تجھے انھوں نے بتایا ہے کہ اس طرح روزے کا کفارہ ادا ہو سکتا ہے۔ (مَیں نے سنا ہے کہ) تو اس فتوے پر عمل کرتا ہے لیکن اے میرے بیٹے! عالموں کے قول و فعل سے تمہارا الگ رہنا ہی اچھا ہے۔ دینی مسائل کو ایسے عالموں سے نہ پوچھنا چاہیے جنھوں نے لالچ اور ہوس میں مبتلا ہو کر دنیا پرستی کو اپنا شعار بنالیا ہو۔ مذہب کے بارے میں ایسے برگزیدہ عالموں سے مشورہ لینا چاہیے جنھوں نے دنیا سے منہ موڑ لیا ہو اور جن کی نگاہوں میں دنیا کی تمام دولت کی وقعت ایک ذرّہ کے برابر بھی نہ ہو۔ (تاریخ فرشتہ، ج:۱،ص:۳۰۹۔ مطبوعہ شیخ غلام علی، کراچی)

شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ کے والد کی وصیت

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے والد ماجد نے ہم کو تحریر فرمایا کہ ''ملائے خشک و ناہموار نہ باشی'' اے بیٹے! بے عمل اور بدوں تربیت نہ رہنا۔

(ماہنامہ البلاغ، شمارہ رمضان المبارک۔۱۴۰۳ھ)

حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی

(ولادت: ۱۱۸۴ھ/ ۱۷۷۰ء۔ وفات: ۶ رصفر ۱۲۶۷ھ مطابق دسمبر ۱۸۵۰ء)

(۱) جب تک اتباعِ سنت وشریعت کا التزام نہ ہوگا حکومت کا خواب منّت کشِ تعبیر نہ ہو سکے گا اور مسلمانوں کی پریشانیاں کم نہ ہوں گی۔ ارشاد فرمایا: مسلمانوں نے اچھے اعمال چھوڑ دیے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان پر مسلط کر دیا ہے۔ (مشائخِ چشت، ج:۵،ص:۳۲۸)

(۲) مسلمان رسول عربی ﷺ کے آئینہ میں اپنے اخلاق و عادات کو سنواریں۔ اچھے فضائل اور عادات صرف متابعتِ رسولؐ سے پیدا ہوتے ہیں۔

(۳) متابعت سے مراد وہ چیزیں ہیں جو کچھ اللہ اور رسول اللہ نے حکم دیا ہے اسے کرنا اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے بچنا۔

(۴) آدمی ہونا بہت مشکل ہے۔ غرور و تکبر سے بچو۔ کسی کو حقارت سے نہ دیکھو۔ عجز سے رہو۔ اپنے آپ کو سب سے بدتر اور کمتر سمجھو۔ کبر سے بچو۔ توحید کا پھول اس زمین میں نہیں اُگتا ہے جہاں شرک، حسد اور ریا کے کانٹے موجود ہوں۔ عیب جوئی سے بچو۔ اپنے عیوب کی تلاش مقدم ہے غیبت سے بچو۔ ﴿لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ (سورۂ حجرات:۱۲)

علماء کو ہدایت

علماء کی گمراہی ساری قوم کی گمراہی کے مترادف ہے۔ عوام کی گمراہی خود اسی تک رہتی ہے لیکن علماء کی گمراہی کا عوام بھی شکار ہو جاتے ہیں۔

وہ علماء نہ جنت میں تنہا جاتے ہیں نہ دوزخ میں دونوں جگہ جماعت کثیر ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ عالم کو چاہیے کہ اپنے علم پر عمل کرے اور نہیں تو وہ ایسا ہی ہے جیسے گدھے نے کتابوں کا انبار اٹھا رکھا ہو۔

علم سے مقصود عمل، ہدایت اور حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنا ہے۔ اگر یہ مقصود پورا نہ ہو تو سب علم گمراہی ہے اور اس کا حاصل عبث ہے۔

(۲) علماء کو فقہ اور تفسیر پر زور دینا چاہیے۔ اس سے مذہبی زندگی سنورتی ہے۔
علم فقہ اور تفسیر لازمی ہے۔ فرض، واجب، سنت، مستحب اور مکروہ کا جاننا علم فقہ پر منحصر ہے۔
علم بغیر عمل اور عمل بغیر عقیدۂ اہلسنّت والجماعت فائدہ نہیں پہنچتا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو سب فضول ہے۔

(۳) مسلمانوں کے ہاتھ سے حکومت بھی اس لیے نکلی ہے کہ انھوں نے متابعتِ نبی ﷺ کو چھوڑ دیا ہے۔

اس زمانہ میں چونکہ مسلمانوں نے اتباعِ رسول ؐ چھوڑ دیا ہے اس لیے حق تعالیٰ نے ان پر کفار کو مسلط کر دیا ہے۔ کامیابی کا انحصار رسول اللہ ﷺ کے اتباع پر ہے۔ بے متابعت حصولِ مقصد ناممکن ہے۔ جب زندگی کے ہر شعبہ میں اس اکمل ترین انسان کا اتباع ہو اور روح کی کمالیت بھی اسی وقت ممکن ہے جب حضور ﷺ کے نقش قدم پر گامزن ہو۔ سلوک و معرفت کی راہیں بغیر اتباع رسول کے طے نہیں کی جاسکتیں۔ (مشائخ چشت، ج:۵، ص:۳۶۴)

حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ کی والدہ کی نصیحت

حضرت سلیمانؒ کی والدہ نے آپ کو نصیحت کی تھی کہ بیٹا! اللہ کے سوا کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا۔ (قصے اللہ والوں کے، سعد اللہ ممتاز، یوسف پبلشرز، راولپنڈی، ص:۱۱۵)

حضرت شاہ کلیم اللہؒ کی نصیحت

شاہ صاحبؒ اپنے مریدوں کو نصیحت و ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی جفا برداشت کریں اور لب نہ ہلائیں اور فرماتے کہ ہمارا کام دلوں کو ایک جگہ کرنا ہے، اس میں جتنی بھی مشکلات پیش آئیں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔ (انوار الصفا، ص:۳۰۹)

حضرت علی دہقان رحمۃ اللہ علیہ

آدمی فضول سوچ بچار کرنے سے دو برس کی راہ تک اللہ ربّ العزت سے دور جا پڑتا ہے۔ (خزینۂ معرفت، ص:۶۱)

شہیدِ اکبر بنام ابن عربیؒ

ابن عربی فرماتے ہیں کہ میں نے شہیدِ اکبر سے سنا ہے کہ بڑے غبن اور خسارہ میں ہے وہ آدمی جس کی عمر ساٹھ سال ہوئی، اس میں سے آدھا وقت تیس سال رات کو سونے میں گزر گئے اور چھٹا حصہ یعنی دس سال دن کو آرام کرنے میں گزر گیا تو ساٹھ سال میں سے صرف بیس سال کام میں لگے۔ (معارف القرآن، ج:۶، ص:۴۸۷)

شیخ طرطوسیؒ بنام ابن عربی

ابن عربی فرماتے ہیں ہمارے شیخ طرطوسیؒ فرمایا کرتے تھے کہ تمھاری عمرِ عزیز کے اوقات اپنے ہمعصروں سے مقابلے اور دوستوں سے میل جول ہی میں نہ گزر جائیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے بیان کو اس آیت پر ختم فرمایا ہے، ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ (سورۂ کہف، آیت: ۱۱۰) یعنی جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے تو اس کو چاہیے کہ عمل نیک کرے اور اللہ کی عبادت میں کسی کو حصہ دار نہ بنائے۔ (قرطبی۔ معارف القرآن، ج:۵۔ ص:۶۶۴)

شیخ علی ابن ابی بکرؒ

ہر انسان کا حسن و کمال تمام امور میں ظاہراً و باطناً، اصولاً و فروعاً، عقلاً و فعلاً، عادتاً و عبادتاً کامل اتباعِ رسولؐ میں مضمر ہے۔ انسان کو چاہیے کہ ورع و تقویٰ کو اپنا شعار بنائے اور منہیات میں قدم نہ رکھے کیونکہ اس راہِ سلوک میں نواہی سے باز رہنا درحقیقت اوامر کے امتثال سے زیادہ ترقی بخش اور سودمند ہے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۱۴۹)

قطب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ

میرے عزیزو! جو جماعت حق سبحانہ وتعالیٰ سے محبت کا جھوٹا دعویٰ کرتی ہے اس کی شان میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد موجود ہے ﴿اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (سورۂ آلِ عمران، آیت: ۳۱) آپ فرمادیجیے کہ اگر تم حق سبحانہ وتعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے، اس سے ظاہر ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت و دوستی اپنے بندوں کے ساتھ حضور ﷺ کی اتباع کرنے پر موقوف ہے۔ بس آج ہدایت کی نشانی اور نیک بختی کی علامت شریعت کی اتباع میں ہے، اس لیے کہ ظاہر باطن کا عنوان ہوا کرتا ہے۔ یعنی ظاہر سے باطن کا اندازہ و سراغ لگتا ہے۔ اس سلسلے میں شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے، اے سعدی! حضور ﷺ کے نقشِ قدم کو چھوڑ کر راہِ صفا یعنی سیدھے راستہ پر چلنا محال ہے۔

یعنی جس شخص کو محمد ﷺ کے راستہ پر چلنا نصیب نہ ہوا تو جنابِ الٰہی سے اس کو حقیقی نعمت تو کیا گرد بھی میسر نہ ہوگا۔ ہر نور و سرور جو شریعت کی حمایت و حفاظت میں نہ ہو اس کو مکر و فریب اور وسوسۂ شیطان جاننا چاہیے۔ اور بغیر پناہ شریعت، اکثر اہلِ سلوک راستہ سے ہٹ گئے ہیں اور اکثر اہلِ توحید شریعت پر استقامت کے بغیر گمراہی اور بے راہ روی میں پڑ جاتے ہیں۔ یعنی جو شریعت کے داعیہ و تقاضے کے تحت نہ ہو تو وہ بلا خوف شیطانِ ملعون کا وسوسہ ہے۔

میرے عزیز! اگر کسی معرفت اور وحدانیت کے علم پر کمال حاصل ہو اور وہ صاحبِ نسبت اور صاحب خرق عادات و کرامات بھی ہو مگر وہ بھی شریعت کے احکام کے استحکام کے بغیر مکر کے خوف سے خالی نہ ہوگا، اس لیے کہ باوجود شریعت کی مخالفت اللہ کی نعمتوں کا کسی پر مسلسل آتے رہنا اور بے ادبی کے باوجود حالِ باطنی کو باقی رہنا بھی مکر ہے۔ (لطائف قدسی، اعتراف ذنوب، ص:۵۷)

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی نصیحت بنام فرزند رکن الدین

علم حاصل کرنے میں انتہائی کوشش کرو کیونکہ بغیر علم کے اسلام اور دین نامکمل رہتا ہے اور کم خوری سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ کھانے میں اعتدال قائم رکھو۔ اپنی والدہ کی اطاعت و فرمانبرداری کو ملحوظ رکھو، ہر جائز کام جو کچھ بھی تم کرو حسبۃً للہ کرو یعنی اللہ کے لیے کرو۔

بنام فرزند شیخ احمد

عزیزوں کی تیمارداری کو غنیمت جانو۔ مشائخ کے طریقے پر رہو، علم و عمل میں مشغول رہو، تصوف کی اور دوسری علمی کتابیں جو ملیں اُن کو خریدو۔ (شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات)

مغل امراء میں سے میر تردی بیگ کو نصیحت فرماتے ہوئے لکھا: شاہانِ اسلام اور ان کے اراکینِ سلطنت کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی مملکت میں اسلام کو ترقی دیں علماء و مشائخ کا احترام کریں اور ظالموں کا قلع قمع کرکے ملک کو عدل و انصاف سے آراستہ کریں تاکہ اہلِ ملک امن و سکون سے زندگی بسر کریں۔ (بحوالہ بالا)

مغل بادشاہ بابر کے نام

مغل بادشاہ بابر کے نام جب وہ برسرِاقتدار آیا۔ سب سے پہلے اس مغل بادشاہ کو آپ

نے ناصحانہ خط لکھا اور اسے اتباعِ شریعت، آئینِ اسلام، عدل و انصاف، پیرویٔ خلفائے راشدین اور نماز با جماعت کی طرف توجہ دلائی: تمھارے لیے مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے سارے عالم پر انصاف کا سایہ اس طرح کرو کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے، اور تمام مخلوق اور فوج کو دوست رکھو، اور شریعت پر مستقیم اور پابند رہو، اور نماز با جماعت ادا کرو، علم اور علماء کو دوست رکھو، اور ہر شہر کے بازاروں میں محتسب مقرر کرو تاکہ وہ شرعِ محمدیؐ کے انصاف کے مطابق ان بازاروں کو آراستہ کریں جن شرائط کے ساتھ زمانہ سابق اور خلفائے راشدین کے عہد میں تھا۔ (انوار الصفا، ص:۲۸۳)

حضرت خواجہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ

(ولادت: ۵۶۹ بمقام ملتان۔ وصال: ۵؍محرم الحرام ۶۶۴ھ)

آپ کے ملفوظات

آپ نے فرمایا کہ چار چیزیں ایسی ہیں جن کی بابت سات سو مشائخ اور بزرگوں سے سوال کیا اور سب نے ایک جواب دیا۔ ایک یہ کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عقلمند کون ہے؟ اس کا جواب دیا دنیا کو ترک کرنے والا۔ دوسرے یہ کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ اس کا جواب دیا گیا جو کسی چیز سے متغیر نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دولت مند اور مالدار کون ہے؟ جواب دیا گیا: قناعت کرنے والا۔ چوتھے یہ کہ سب لوگوں میں محتاج کون شخص ہے؟ جواب دیا گیا قناعت ترک کرنے والا۔

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بندہ ربّ کریم کے سامنے ہاتھ اُٹھائے اور وہ اُسے نامراد لوٹا دے اس سے ربّ کریم شرمندہ ہوتا ہے۔

صوفی کے متعلق فرمایا کہ حقیقت میں صوفی وہ ہے جس کی برکت کی وجہ سے تمام چیزیں صفائی قبول کریں اور اسے کوئی چیز زنگ آلود نہ کر سکے۔ یہ بھی فرمایا کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو دل کو غافل کر دیتی ہیں۔ اگر بات کا اوّل و آخر اللہ کے لیے ہو تو اُسے منہ سے نکالنا چاہیے ورنہ خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔

حضرت بابا صاحبؒ سے مندرجہ ذیل مختصر اقوال بھی صاحبِ سیر الاولیاء نے نقل کیے ہیں: جاہل نادان کو زندہ نہ خیال کر۔ دنیاوی جاہ و مال کے لیے اندیشہ وفکر نہ کر۔ موت کو کبھی اور کسی جگہ نہ بھولو۔ گناہ کر کے شیخی کرنا سخت معیوب ہے۔ نفس کو مال و دولت کے لیے ذلیل و بے قدر نہ کرو۔ نعمتِ خداوندی کی شکر گزاری کرو۔ جب اہلِ دولت کے ساتھ بیٹھو تو دین کو فراموش نہ کرو۔ اپنے عیب کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھو۔ اگر تم ذلیل و رسوا نہیں ہونا چاہتے تو کبھی کسی سے لڑائی نہ کرو۔ اگر عزت و سربلندی کے طالب ہو تو مفلسوں اور شکستہ دلوں کے پاس بیٹھو۔ اگر تمھیں آسودگی و سربلندی آسائش پیش نظر ہو تو حسد نہ کرو، اس میں بہت کوشش کرو کہ مرنے سے ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ جو تم سے ڈرتا ہے تم اس سے ڈرو۔ جس نے تمھارے ساتھ نیکی کی ہے اس کی نسبت نیکی کرنے کا خیال کرو۔ اپنے قدیم خاندان کی عزّت و حرمت قائم رکھو۔ جہاں تک ہو سکے عورتوں کو گالیاں دینے کی عادت پیدا نہ کرو۔ ہر روز نئی دولتِ اخلاق کی طلب میں رہنا چاہیے۔ باطن ظاہر سے عمدہ اور بہتر رکھو۔ آرائش و نمائش میں کوشش نہ کرو۔ جب اللہ کی مقرر کی ہوئی تکلیف تیری طرف ہو تو اس سے اعراض نہ کرو۔ دشمن سے مشورہ مت لو۔ خدا ترس وزیر کی سپردگی میں ملک دینا چاہیے۔ دوست کو اچھے اخلاق کے ذریعے اپنا گرویدہ بنالو۔ دنیا پرستی کو ناگہانی بلا جانو۔ اگر تم ساری مخلوق کو دشمن بنانا چاہتے ہو تو تکبر کی صفت پیدا کرو۔ علم دین کی حفاظت و نگہداشت کرو۔ اپنے اچھے برے کو لوگوں سے مخفی رکھو۔ (تذکرۂ اولیاء پاک و ہند، ۶۱)

محبوبِ الٰہی سلطان الاولیاء خواجہ محمد نظام الدین اولیاءؒ کی تعلیمات

(ولادت: ماہ صفر المظفر ۶۳۴ھ شہر بدایوں۔ وفات: ۱۸؍ربیع الاوّل ۷۳۵ھ دہلی)

فرمایا کہ جب سالک عبادت اور ریاضت کا آنا ذکر کرتا ہے تو اس کو نفس پر گرانی محسوس ہوتی ہے لیکن جب وہ صدق دِل سے اس کو جاری رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو توفیق ہوتی ہے اور اس کی مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

علم اور علماء کے متعلق فرمایا کہ علم کتابی ہے اور عقل فطری۔ ایک دفعہ خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز گرامی نے مکحول شامی کو لکھا کہ تو نے علم سیکھا تو لوگوں میں عزیز گرامی قدر ہوا۔ اب تو

اس پر عمل کرتا کہ ربّ کریم کے نزدیک عزیز اور گرامی قدر ہو۔ ابنِ مبارک کا قول ہے کہ جب میں نے علمِ دنیا طلب کیا تو اس نے میرا اُخروی علم مٹادیا اس لیے ترک کر دیا۔

سالک کے متعلق فرمایا کہ سالک میں چار چیزوں سے کمال پیدا ہوتا ہے: کم کھانا، کم بولنا، کم سونا، لوگوں سے کم میل جول رکھنا۔

حق العباد کے حقوق کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ مومن کے دل کو ستانا ربّ کریم کو تکلیف پہنچانا ہے۔ مومن وہ ہے کہ اگر مشرق میں ہے اور مغرب میں ایک مومن کے پاؤں میں کانٹا چبھے تو اس کو درد یہاں محسوس ہو۔ درویش کو جب کسی سے تکلیف پہنچے تو اس کے دل سے کسی حال میں بھی بددعا نہ نکلے۔

ہمسایہ کے حقوق کے متعلق فرمایا کہ وہ قرض مانگے تو اس کو قرض دو، اس کی کوئی ضرورت ہو تو پوری کرو، بیماری میں اس کی عیادت کرو، ہر مصیبت میں اس کی غمخواری کرو۔

شریعت کی پابندی کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ ہمارے خواجگان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی مقام سے گرے تو شروع میں گرے۔ اگر اس سے گر گیا تو پھر اس کے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں۔

بار بار فرماتے تھے وہی لوگ مشائخ ہیں جن کے ظاہر و باطن دونوں ہی آراستہ ہیں۔ نمازِ جمعہ کے متعلق فرمایا کہ مسافر اور مریض کے علاوہ اگر کوئی شخص ایک جمعہ میں شرکت نہیں کرتا تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر دو جمعے شرکت نہ کرے تو دو سیاہ نقطے پڑ جاتے ہیں اور تین جمعے شرکت نہ کرنے کی وجہ سے تمام سیاہ ہو جاتا ہے۔

سماع کو چند شرطوں کے ساتھ جائز کہتے ہیں۔ وہ شرطیں یہ ہیں:

سنانے والا لڑکا اور عورت نہ ہو۔ جو چیزیں سنی جائیں وہ تمام لغویات اور خلافِ شرع اُمور سے پاک ہوں۔ جو سنے اللہ کے لیے سنے۔ بجانے کے آلات جیسے ڈھول، چنگ و رباب نہ ہوں۔ (تذکرۂ اولیاء پاک و ہند، ص: ۹۸)

جسم کی حفاظت کے بعد شریعت کے ناپسندیدہ اُمور سے پرہیز کیا جائے۔ اپنے اوقات کی نگہبانی کرنا چاہیے اور عمر عزیز جس کے ذریعے تمام مُرادیں حاصل ہوتی ہیں اسے غنیمت سمجھا جائے۔ زندگی بے کار کے کاموں میں نہ گزاری جائے۔ اگر دل میں انشراح کی قوت پیدا ہو تو انشراحِ قلبی کی پیروی کی جائے کیونکہ یہی راہِ طریقت میں معتبر ہے اور تمام اُمور میں طلبِ خیر کو مقدم رکھا جائے۔ (اخبار الاخیار، ص: ۱۴۹)

حضرت خواجہ محمد نصیر الدین چراغ دہلویؒ

(وفات: ۱۰ ررمضان المبارک ۷۵۷ھ شب جمعہ)

ایک بار ارشاد فرمایا جب کوئی طریقت میں داخل ہوتا ہے تو اس کو چاہیے کہ آستین چھوٹی کرے، دامن کو تھوڑا سا اونچا کرے اور اپنے سر کو منڈوائے۔ آستین کم کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ کاٹ دیا ہے۔ اب اس کو مخلوق کے سامنے نہیں پھیلائے گا۔ دامن اونچا کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنا سر کاٹ لیا ہے۔ اب کسی جگہ نہیں جھکے گا جہاں معصیت ہوگی۔ سر منڈانے کا مطلب یہ ہے کہ راہِ محبت میں اس نے اپنا سر کاٹ دیا ہے لہٰذا کوئی بات خلافِ شرع نہ ہوگی۔

حضرت چراغ دہلویؒ اپنی مجالس میں زیادہ تر قرآن کریم اور حدیث شریف کی تعلیم پر گفتگو فرماتے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگوں نے قرآن کریم و حدیث شریف کو چھوڑ دیا ہے، اس لیے خراب و پریشان ہیں۔

فرمایا کہ ایک مسلمان کے ایمان کی بنیاد صرف دو چیزیں ہیں جو اللہ اور رسول نے فرمایا اس کی متابعت کرے اور جس سے منع کیا گیا ہے اس کو چھوڑ دے۔

فرمایا ایک مرید کے لیے تین قسموں کا غسل ضروری ہے: غسل شریعت یعنی جسم سے ناپاکی کو دور کرنا۔ غسل طریقت یعنی خلوت و انجمن میں اختیار کرنا۔ غسلِ حقیقت یعنی توبۂ باطن کرنا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو فائدے ہیں ایک یہ کہ آنکھ کی بینائی

کبھی کم نہیں ہوتی اور قرآن کریم پڑھنے والا ہمیشہ امراضِ چشم سے محفوظ رہتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ آدمی کسی کے دل کو راحت پہنچائے۔

ایک بار کسی نے باجوں کے ساتھ گانے کے متعلق پوچھا تو فرمایا: باجوں کے ساتھ گانا مباح نہیں ہے۔ اگر کوئی طریقت سے گرے تو کم از کم اس کو شریعت میں تو رہنا چاہیے۔ اگر وہ شریعت کا بھی نہ ہوگا تو پھر کہاں جائے گا اور کس طرح نجات پائے گا۔ اول تو گانے میں علماء کا اختلاف ہے، اگرچہ بعض شرائط کے ساتھ۔ اس کو مباح کہا گیا ہے لیکن باجے تو بالاتفاق حرام ہیں۔

ایک دوسرے موقع پر فرمایا: سماع میں ذوق و دردِ دل اور سوزِ قلب ہوتا ہے نہ کہ مزامیر سے۔ (تذکرۂ اولیاء پاک و ہند، ص: ۱۰۷)

مرتے وقت آپ نے وصیت کی کہ میری تدفین کے وقت حضرت سلطان المشائخ کا خرقہ میرے سینے پر رکھ دیں۔ میرے پیر کا عطا کردہ عصا میرے پہلو میں ہو۔ ان کی تسبیح میری شہادت کی اُنگلی کے گرد لپیٹ دیں۔ ان کا کاسۂ چوبیں میرے سر کے نیچے رکھا جائے اور ان کی کھڑاویں، نعلینِ چوبیں بھی میرے ساتھ دفن کی جائیں۔

یہ چیزیں وہ تبرکات تھیں جو حضرت سلطان المشائخؒ کو بابا فریدؒ سے ملے تھے۔
(آبِ کوثر، ص: ۴۲۱)

حضرت چراغ دہلویؒ کی وصیت

وفات سے قبل آپ نے وصیت فرمائی کہ سیّد محمد گیسو درازؒ مجھے غسل دیں اور وہی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ جو خرقہ مجھے حضرت محبوبِ الٰہیؒ سے مرحمت ہوا ہے اس میں میرا جسم لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (قصے اللہ والوں کے، سعد اللہ ممتاز، یوسف پبلیشرز، راولپنڈی، ص: ۱۵)

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی وصیت بنام خواجہ معین الدین چشتیؒ

اے عزیز! جس کو موت آنے والی ہو اور اس کا حریف فرشتۂ موت ہو اس کو سونے، ہنسنے اور خوش ہونے سے کام کیا۔ اے عزیز! اگر تمھیں ان لوگوں کا ذرا بھی حال معلوم ہو جو زیرِ خاک ایسی کوٹھری میں ہیں جس میں بچھو بھرے ہوئے ہیں تو اس کو معلوم کرتے ہی تم اس طرح پگھل

جاؤ گے جیسے نمک پانی میں پگھل جائے۔ اے عزیز! دنیا میں بندہ کو اس قدر مشغول نہ ہونا چاہیے کہ حق سے غافل ہو جائے۔ ملک الموت جس کے پیچھے لگا ہوا ہو اور زیر خاک سانپ بچھو کے درمیان اس کا گھر اس کو ہنسی سے کیا تعلق۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے ملفوظات

آپ نے فرمایا کہ نماز اور شریعت کے فرائض کا منکر کافر ہے۔ صدقہ دینا ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔ مومن کو گالی دینا اپنی ماں بہن سے زنا کرنا ہے۔ ایسے شخص کی دعا سو دن تک قبول نہیں ہوتی۔ پیشہ کرنے والا اللہ کا دوست ہے لیکن جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ پیشہ ہی کے ذریعے روزی ملتی ہے وہ کافر ہے کیونکہ رازِق مطلق اللہ ہے۔ مصیبت میں چلاّنا نوحہ کرنا اور کپڑے پھاڑنا ستر مسلمانوں کا خون کرنے کے برابر ہے۔ مومن وہ شخص ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے: درویشی، بیماری، موت۔ حاجت مندوں کی مدد کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ اگر کوئی شخص درود و وظائف میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آ جائے تو لازم ہے کہ وہ اس کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو اور اپنے مقدور کے مطابق اس کی حاجت پوری کرے۔ افضل ترین زہد موت کو یاد کرنا ہے۔

تین شخص بہشت کی بو تک نہ پائیں گے: ایک جھوٹ بولنے والا درویش، دوسرا کنجوس، تیسرا خیانت کرنے والا سوداگر۔ نماز کی اہمیت کے سلسلے میں فرمایا کہ نماز رکنِ دین ہے اور رکن ستون کے مترادف ہے۔ اگر ستون قائم رہے گا تو کھڑا رہے گا اور جب ستون ہی گر جائے گا تو گھر بھی گر جائے گا جس نے نماز میں خلل ڈالا اس نے اپنے دینِ اسلام کو خراب کیا۔ کلامِ پاک کی تلاوت کی بڑی فضیلت بتائی اور اس کو ایک بڑی عبادت قرار دیا اور فرمایا سلطان محمود غزنوی کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو معلوم کیا کہ ربّ کریم نے تمھارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ جواب دیا ایک رات میں کسی قصبے میں مہمان تھا۔ جس مکان میں ٹھہرا تھا وہاں طاق میں قرآن کریم کا ایک ورق رکھا ہوا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ یہاں ورقِ مصحف رکھا ہوا ہے سونا نہ چاہیے۔ پھر دل میں خیال آیا کہ ورق مصحف کو کہیں اور رکھ دوں اور خود آرام کروں۔ پھر سوچا کہ یہ بڑی بے ادبی

ہوگی کہ اپنے آرام کی خاطر ورقِ مقدس کی جگہ تبدیل کردوں۔ اس ورق کو دوسری جگہ نہ بھیجا اور تمام رات جاگتا رہا۔ میں نے قرآن کریم کے ساتھ جو ادب کیا اسی کے بدلے حق تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا۔

حضرت نے اہلِ سلوک کی منجملہ عبادتوں میں سے پانچ اور عبادتیں بتائی ہیں: والدین کی خدمت، قرآن کریم کی تلاوت، علماء و مشائخ کی تعظیم، خانۂ کعبہ کی تعظیم اور زیارت، پیر کی خدمت۔ حضرت کا ارشاد ہے کہ راہِ سلوک میں چار گناہِ کبیرہ ہیں: گورستان میں قہقہہ لگانا، گورستان میں کھانا پینا کیونکہ یہ عبرت کا مقام ہے، مردم آزاری کرنا، اللہ کا نام لے کر لرزہ بر اندام نہ ہونا۔ سالک کو ان گناہوں سے بچنا لازمی ہے۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ عارف علم کے تمام رموز سے واقف رہتا ہے۔ اسرارِ الٰہی کے حقائق اور انوارِ الٰہی کے دقائق کو آشکارا کرتا ہے۔ عارف عشق میں کھو جاتا ہے اور اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اسی کی قدرتِ کاملہ میں محو رہتا ہے اور متحیر رہتا ہے۔ اسی سلسلے میں فرمایا کہ عرفان ایک ایسی حالت ہوتی ہے کہ عارف ایک قدم بڑھا کر عرش سے حجابِ عظمت اور حجابِ عظمت سے حجابِ کبریا تک پہنچ جاتا ہے اور دوسرے قدم میں واپس آجاتا ہے۔ وہ ربّ کریم ہی جانتا ہے عارف دونوں جہاں سے قطع تعلق کر کے یکتا ہو جاتا ہے اور جب یہ یکتائی حاصل کر لیتا ہے تو وہ ہر چیز سے بیگانہ نظر آتا ہے۔ عارف کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس میں صفاتِ الٰہی کا ظہور ہو اور ربّ کریم سے عارف کی محبت کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے دل کے نور کو ظاہر کردے اور کوئی شخص اس کے سامنے دعوے سے آئے تو اس کو اپنی کرامت سے ملزم ٹھہرائے۔ عارف وہ ہے جو اپنے دل سے ساری باتیں نکال کر یگانہ ہو جائے۔

عارف کا کمال یہ ہے کہ دوست کی راہ میں اپنے آپ کو جلا کر خاک سیاہ کردے۔ عارف کی فضیلت اس میں یہ ہے کہ وہ خاموش رہے اور غم واندوہ میں عارف دنیا کا دشمن اور ربّ کریم کا دوست ہوتا ہے۔ اس کو دنیا کے شور اور ہنگامے کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ عارف گریہ کرتا ہے لیکن جب اس کو قربت نصیب ہوتی ہے تو وہ گریہ بند کر دیتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے پہچاننے کی علامت یہ ہے کہ بندہ مخلوق سے ہمیشہ بھاگتا

رہے اور معرفت میں سدا خاموش رہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب ہم ان جسمانی تعلقات سے باہر قدم رکھ کر نگاہ کرتے ہیں تو عاشق اور معشوق کو ایک ہی چیز پاتے ہیں یعنی عالمِ توحید میں یہ تینوں باتیں ایک ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ مرید فقر کا نام ہے اسی وقت مستحق ہوتا ہے جبکہ عالمِ فانی میں بقا کی دولت سے مالا مال ہوجاتا ہے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ مرید کب ثبات و استقلال کے ساتھ موصوف ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جب فرشتہ کامل بیس سال تک اس کے دفترِ اعمال میں گناہ نہ لکھ سکے۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ بدبختی کی علامت یہ ہے کہ آدمی معصیت میں آلودہ رہے پھر بھی اس بات کا اُمیدوار رہے کہ میں بارگاہِ ربّ العزت میں نگاہِ لطف و کرم سے دیکھا جاؤں گا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ کریم فرشتوں کو حکم دے گا کہ دوزخ کو سلگاؤ۔ جب وہ سلگانا شروع کریں گے تو دوزخ ایک ایسا سانس لے گا جس سے تمام محشر غبار آلود اور دھواں دھار ہوجائے گا۔ لوگوں کا دم گھٹنے لگے گا اور سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا لہٰذا جو شخص اس سخت روز کی مصیبت سے محفوظ رہنا چاہے اس کو چاہیے کہ ایک ایسی عبادت کرلے جو تمام عبادتوں سے بہتر و افضل ہے۔

حاضرین نے دریافت کیا کہ وہ کون سی عبادت ہے؟

فرمایا: مظلوموں اور عاجزوں کی فریاد رسی کرنا ضعیفوں اور لاچاروں کی حاجت روائی کرنا، بھوکوں کا پیٹ بھرنا۔

آپ کا ارشاد ہے جس شخص میں ذیل کی تین خصلتیں جمع ہوجائیں تو یوں سمجھنا چاہیے کہ اللہ ربّ العزت اس کو دوست رکھتا ہے۔ ایک دریا جیسی سخاوت، دوسرے آفتاب جیسی شفقت، تیسرے زمین کی مانند تواضع۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جس نے بھی نعمت پائی سخاوت کی وجہ سے پائی اور گزشتہ لوگوں نے جو عرض و کرامت حاصل کی باطن کی صفائی سے حاصل کی۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ حقیقت میں متوکل وہ ہے جو اپنے رنج و محنت کو خلق سے وابستہ نہ جانے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ دو چیزوں کی وجہ سے انسان کو قرار و استقامت حاصل ہوتی ہے: ادب

عبودیت کی وجہ سے، ربّ کریم کی تعظیم وتوقیر کی وجہ سے۔

حضرت سیّد خواجہ محمد گیسو درازؒ

(ولادت: ۷۲۱ھ۔ وصال: ۱۶/ذی قعدہ ۸۲۵ھ۔ مدفون: گلبرگہ)

۱۔ سالکوں کو ہمیشہ باوضو رہنا چاہیے۔ ہر فرض نماز کے لیے تازہ وضو کرنا بہتر ہے۔ وضو کے بعد تحیۃ الوضوء ادا کریں۔ بے وضو نہ سوئیں۔ اگر رات کے وقت بیدار ہو جائیں تو وضو کر لیں اور دوگانہ ادا کریں۔ وضو کرتے وقت کسی سے کوئی بات چیت نہ کریں۔

۲۔ فجر کی نماز کو اوّل وقت ادا کریں اور نماز میں حضورِ قلب مقدم ہے۔

۳۔ اشراق اور چاشت کی نمازوں کے بعد تلاوتِ کلام پاک کریں۔ تلاوت کے بعد سلوک کی کتابیں پڑھیں۔

۴۔ رات کو تین حصوں میں تقسیم کریں۔ پہلے حصے میں درود و وظائف میں مشغول رہیں۔ دوسرے حصے میں سوئیں۔ تیسرے حصے میں ذکر اور مراقبہ کریں۔

۵۔ اگر کوئی سالک شہرت کی خاطر عبادت و ریاضت کرتا ہے تو وہ کافر ہے، اور اگر کوئی سالک شہرت کے ڈر سے عبادت و ریاضت کو ترک کرتا ہے تو وہ ریاکار اور منافق ہے۔

۶۔ سالکوں کے لیے تقلیل طعام ضروری ہے۔ جو چیز کھائیں وہ بالکل حلال ہو۔ اپنی روزی کو حلال ثابت کرنے کے لیے کوئی تامل نہ کرے۔

۷۔ جب تک ایک شخص تمام دنیاوی چیزوں سے فارغ نہ ہو جائے راہِ سلوک میں گامزن نہ ہو اور جب وہ کسی کا مرید ہو کر خلوت میں بیٹھے تو اپنے اور دوسروں کے حقوق ادا کرے۔ اس کے پاس عورتیں اور بیویاں اور کنیزیں زیادہ نہ ہوں۔ اس میں مطلق ریا اور عفونہ ہو۔ دنیا داروں کی مجلسوں اور محفلوں سے دور رہے۔ اگر کوئی اس کا مال بھی لے لے تو اس کے لیے شور وغوغا نہ کرے۔ کسی دوسرے کے خیر وشر سے واسطہ نہ رکھے۔ کسی حال میں اپنے نام کو شہرت نہ دے۔

بازار صرف ضرورت کے وقت جائے۔ فقہاء نے طہارت و لطافت کی باتیں بتائی ہیں،

ان پر عمل کرے۔ ان سے زیادہ پر عمل کرنا بے کار ہے۔ شب بیداری کو دوست رکھے۔ لوگوں کی آمد ورفت اپنے یہاں زیادہ نہ ہونے دے۔ امیروں کی صحبت سے گریز کرے۔ (تذکرہ)

حضرت بندہ نوازؒ نے فرمایا مجھے کشائش و کامیابی تلاوتِ قرآن وسماع سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کرنا چاہیے تاکہ دل میں واقع ہو۔ جب دل ذاکر ہو تب زبان بند کرو۔ کیونکہ الذکر باللسان لقلقہ ہے۔ جب سرّی ذکر ہووے تو دل روکو۔ کیونکہ الذکر بالقلب وسوسہ ہے۔ اور الذکر بالسر معائنہ ہے۔ دل کو محافظت دم کے ساتھ روکنا چاہیے تاکہ دل کھلے اور منہ کھلے۔ جب منہ کھل جائے گا تو مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ یعنی کشائش وفتح کے بعد کوئی رکاوٹ نہیں۔ (تذکرۂ اولیاء دکن، ص:۷۸۸)

(نوٹ: منہ کھلے سے مراد بندہ کمترین کے نزدیک دل کی زبان کا کھلنا ہے جس کو حدیث میں "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ مَسَامِعَ قَلْبِیْ لِذِكْرِكَ" آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ، جس نے زبان کو گویائی عطا فرمائی ہے، دل کو گویائی دے دے، دل کو روشن کردے۔ مصنف)

حضرت شیخ ابوالحسن علی ہجویریؒ کو پیر ومرشد ابوالفضل محمد بن الحسن ختلیؒ کی وصیت

اے بیٹے! اعتقاد کا مسئلہ تم کو بتاتا ہوں، اگر تم اپنے آپ کو اس کے مطابق درست کرلوگے تو مصائب وتکالیف سے تم کو رہائی ہو جائے گی۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ ربّ کریم ہر جگہ اور ہر وقت اچھوں اور بروں کو پیدا کرتا ہے مگر اس کے فعل سے دشمنی نہیں کرنی چاہیے۔ یہ مختصر سی وصیت کی اور جان اللہ ربّ العزت کے سپرد کردی۔ (تذکرۂ اولیاء پاک وہند، ۳۱)

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

۱۔ سالک کو کم کھانا کھانا چاہیے۔ اگر وہ پیٹ بھرنے کے لیے کھاتا ہے تو وہ نفس پرست ہے۔ کھانا صرف اس لیے ہے کہ بندہ میں عبادت کی قوت قائم رہے۔ اس کے لباس میں تزئین وآرائش نہ ہو مگر وہ دِکھانے کے لیے لباس پہنتا ہے تو راہِ سلوک سے بہت دور ہے۔

۲۔ سالک وہ ہے جو ہر وقت محبتِ الٰہی میں غرق رہے اور حالتِ تحیر و سکر میں اس کی یہ کیفیت ہو کہ اگر اس کے سینے میں زمین و آسمان بھی داخل ہو جائیں تو اس کو خبر نہ ہو۔

۳۔ شریعت کی پابندی سالک کے لیے لازمی امر ہے۔ اس سے کسی حالت میں بھی روگردانی نہ کرے خواہ سکر میں ہو یا ہوش میں۔ دونوں حالتوں میں شریعت کی پابندی لازمی ہے۔

۴۔ سالک کے لیے لازمی امر ہے کہ اپنے اسرار کو پوشیدہ رکھے۔ اپنا راز کسی سے نہ کہے۔ جو شخص کامل ہوتا ہے وہ کبھی اپنے دوست کے راز کو فاش نہیں کرتا۔ (تذکرہ، ص: ۵۰)

حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ

۱۔ اگر کوئی سالک مقامِ معصیت میں پھنسا ہوا ہے یا دنیا کی طرف اس کی رغبت ہے تو اس کا سبب چند اسباب میں سے کوئی ایک ضرور ہوگا: (۱) وہ ضرورت کے مطابق معاش پر اکتفا نہ کرتا ہوگا۔ (۲) یا عوام سے اختلاط رکھتا ہے۔ (۳) یا اس کے اوقات ذکرِ حق سبحانہ سے معمور نہیں۔ (۴) یا اللہ سے غیر اللہ کا طالب ہے۔ (۵) یا وہ اپنے نفس سے مجاہدہ نہیں کرتا ہے۔ (۶) یا وہ اپنے اوپر اور اپنے احوال اور اپنی قوت پر نظر رکھتا ہے۔ (۷) احکامِ ازلیہ پر سرِ تسلیم ختم نہیں کیے ہوئے ہے۔

۲۔ حق تعالیٰ کی جانب متوجہ ہونے والوں کو کشف مطلق درکار نہیں کیونکہ کشف دو قسم کا ہے: ایک دنیوی۔ وہ تو بالکل ہی غیر ضروری ہے۔ دوسرا اخروی۔ وہ کتاب وسنت میں واضح طور پر موجود ہے۔ عمل کے لیے وہی کافی ہے اور کوئی کشف اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (ماشاء اللہ کیا خوب حقیقت بیان فرمائی)

۳۔ اعتقاد درست، رعایتِ احکام شریعت، اخلاص اور دوامِ توجہ بجانب حق سبحانہ عظیم ترین نعمت ہے۔ اس نعمتِ عظمیٰ کے برابر کوئی ذوق و وجدان نہیں ہے۔
(فائدہ: سبحان اللہ! نعمتِ عظمیٰ کی شناخت یہ بھی عظیم نعمت ہے۔)

بروز شنبہ ۲۵ر جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ کو اللہ اللہ کہتے ہوئے جان جانِ جاناں کے سپرد کردی۔ دہلی بنی کریم میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ (خزینۂ معرفت۔ مشائخ نقشبندیہ)

ایک طالب علم نے حضرت خواجہ سے کچھ نصائح تحریر فرمانے کی درخواست کی تو آپ نے اس کی درخواست پر تحریر فرمایا: ہم اس علم سے پناہ مانگتے ہیں جس کا کوئی نفع نہ ہو، لہٰذا ایک عاقل اور دوراندیش شخص کا یہ فریضہ ہے کہ وہ صرف ان علوم کو حاصل کرے جن کے مطابق عمل کرنا اس کے لیے ضروری ہو۔ اس کے بعد وہ اپنی باقی زندگی کو صفائی قلب اور تزکیۂ نفس میں صَرف کرے کیونکہ نفسانی وسوسوں اور دنیاوی ضرورتوں کی طرف متوجہ رہنا اور نفسانی خواہشوں اور بیہودہ تمناؤں میں اُلجھے رہنا بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجابِ اکبر ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ اس کے قریب ہے۔

ان اندھیروں اور تاریکیوں سے باطن کو صاف کرنے اور نورانی بنانے کا ذریعہ روشن ضمیر اہلِ دل بندۂ خاص کی توجہ اور التفات ہے، جو اہلِ دل کی بارگاہ میں مقبول ہو گیا تو سمجھو کہ وہ اللہ کا مقبول بندہ ہے، اور جو ان کا مردود بارگاہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بھی خارج ہو جاتا ہے لہٰذا تمھارے لیے یہ ضروری ہے کہ تم اہلِ دل حضرات کے نیازمند بنو اور ان کے سامنے انتہائی عجز و نیاز کے ساتھ اپنے دردِ دل کا اظہار کرو۔

دوسری وصیت یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں معرفتِ الٰہی کی طلب نہ ہو، تم اس کی صحبت میں نہ بیٹھو، اور ان دنیادار عالموں سے جنھوں نے علم کو جاہ و مرتبہ اور فخر و شہرت کا ذریعہ بنا رکھا ہے، ایسے دور بھاگو جیسے شیر سے دور بھاگتے ہو، تم ہمیشہ تقرب الی اللہ اور عبادت کو اپنا وسیلہ بنائے رکھو، اور سرورِ کائنات ﷺ پر درود بھیج کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگتے رہو، تاکہ وہ تمھارے دل سے اپنی ذات کے علاوہ دیگر نفسانی خواہشوں کو فنا کردے اور "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" (سورۂ مومن، آیت: ۱۶) (آج یہ ملک کس کا ہے؟ اسی اللہ واحد و قہار کا ہے) کی صورت میں تمھارے سامنے ہمیشہ جلوہ گر رہے۔

حضرت خواجہ خورد کی وصیت بنام شاہ عبدالرحیم

شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں کہ خواجہ خورد نے مجھے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ "غیر ضروری کتب و حکایات کے مطالعہ و درس سے اپنے آپ کو دور الگ رکھو، کیونکہ جب تک یہ مشاغل رہیں گے

اس وقت تک اس روحانی سلسلے کے عجیب وغریب آثار نظر نہیں آئیں گے۔‘‘

خواجہ خورد نے اپنے آخری زمانے میں مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ ’’مجھے خواجہ باقی باللہؒ کی درگاہ میں اس مقام پر دفن کرنا جہاں جوتیاں اُتاری جاتی ہیں، تم مجھے فرزندی کے تعلق سے مقبرہ کے اندر دفن نہ کرنا، کیونکہ میں صرف اسی جگہ کے لائق ہوں۔‘‘

میں نے کہا، کام اس وقت دوسروں کے سپرد ہوگا، اس وقت میرا کیا اختیار ہوگا؟ آپ نے فرمایا ’’تم انھیں اطلاع دے دینا۔‘‘ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد میں نے ان کے وارثوں سے کہا کہ خواجہ صاحب کی یہ وصیت ہے۔ (از حیاتِ باقیؒ، ص:۱۰۳)

حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ، رائے بریلی

۱) ایک شخص عقیدت مندانہ ملاقات کو حاضر ہوا۔ اس کی مونچھیں بہت دراز تھیں۔ آپ نے ایک دوست سے قینچی طلب فرمائی۔ جب قینچی آ گئی تو اس کی مونچھوں کو ہاتھ میں لے کر فرمایا ’مونچھیں ترشوانے کا فائدہ معلوم ہے؟ اس نے جواب دیا، نہیں۔ شاہؒ نے فرمایا: "مَنْ قَصَّرَ شَارِبَهٗ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اَرْبَعَةَ اَنْوَارٍ : نُوْرٌ فِی وَجْهِهٖ وَ نُوْرٌ فِی قَلْبِهٖ وَ نُوْرٌ فِی قَبْرِهٖ وَ نُوْرٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" جو شخص مونچھ تراش لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو چار طرح کا نور دیتے ہیں: چہرہ کا نور، دل کا نور، قبر کا نور اور قیامت کے دن کا نور۔

اور مونچھیں بڑھانے کی سزا یہ ہے: "مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهٗ عُوْقِبَ بِثَلَاثَةِ عِقَابٍ : لَمْ یَشْرَبْ حَوْضِیْ وَ لَمْ یَنِلْ شَفَاعَتِیْ وَ سَلَّطَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی مُنْکَراً وَّ نَکِیْراً بِالْغَضَبِ" اور جو اپنی مونچھ دراز رکھتا ہے اس کو تین طرح کی سزا ملتی ہے۔ میرے حوض سے سیراب نہیں کیا جائے گا۔ میری شفاعت اس کو نصیب نہیں ہوگی۔ اور منکر نکیر کو اس پر غصہ وغضب کے ساتھ مسلط کر دیا جائے گا۔‘‘ (تذکرۂ شاہ علم اللہ، ص:۹۳)

۲) طالب کو جس طرح زبان سے سوال کرنا ممنوع ہے اس سے کہیں زیادہ دل سے سوال کرنا بھی ممنوع ہے۔ دل کے سوال سے حضوریٔ قلب میں خلل واقع ہوتا ہے۔ حدیث شریف ہے: "قَلْبُ الْمُؤْمِنِ حَرَمُ اللّٰهِ، حَرَامٌ یَلِجُ فِیْهِ غَیْرُ اللّٰهِ" مومن کا دل حق تعالیٰ کا

حرم ہے، حرام ہے کہ اس میں حق جل مجدہ کے سوا اس میں کوئی اور چیز داخل ہو۔ طالبانِ حق کو چاہیے کہ تمام عمر اسی جدو جہد میں گزار دیں کہ دل ما سوی اللہ سے خالی ہو۔ اگر اسی جہان میں یہ دولت مل جاتی ہے تو زہے سعادت، اور اگر نہیں ملتی تو اسی طلب میں مردانہ وار جان دیدیں۔

۳) طالبِ حق کو چاہیے کہ اللہ جل جلالہ کے سامنے حضور در حضور کے سوا کسی اور چیز کا طلب گار نہ ہو۔ "کُلُّ مَا شَغَلَكَ عَنِ اللّٰهِ فَهُوَ صَنَمُكَ" جو چیز تمھیں اللہ سے مشغول کر دے وہی تمھارا بت ہے۔ (تذکرہ شاہ علم اللہ، ص:۱۰۹)

سیّد شاہ محمد جی فرزند شاہ علم اللہ رحمہما اللہ تعالیٰ

بیعت وصحبت کی ضرورت

۱) جو لوگ اپنے مطالعہ و تحقیق یا اپنے مجوزہ مجاہدہ وریاضت کے ذریعے وصول الی اللہ کے طالب ہیں ان کی مثال اس وضو کرنے والے کی سی ہے جو باوجود پاک وصاف ہونے اور جذبۂ صادق کے امام کا محتاج ہے اور کسی حال میں اس سے مستغنی نہیں۔ ان سب ریاضتوں و مجاہدات کے بعد بھی اس کی مثال اس شخص کی سی ہوگی جو اپنی طہارت کے شرائط پورے کر چکا ہے لیکن اب بھی اس کو امام کی ضرورت ہے جس کی وہ اقتداء کر سکے۔ اسی لیے کلامِ مجید میں آیا ہے: ﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے اور مخلص بندوں کے ساتھ رہو۔

آگاہی و بے قراری

۲) وصول الی اللہ کے راستے میں جو بے آرامی و بے قراری نظر آتی ہے وہ خود بہت بڑی دولت ہے اور حفاظت کے قابل ہے۔ عبدیت اور محبت کا تقاضا یہی ہے کہ اس درد کو سینے سے لگایا جائے اور اس کو حق تعالیٰ کی بہت بڑی عنایت اور نعمت سمجھا جائے۔ ذکر کی روح یہ ہے کہ حق سبحانہ کی آگاہی نصیب ہو، اور آگاہی یہی ہے کہ وہ دل کو اپنے ساتھ آرام دیتا ہے اور اپنے غیر سے ہٹا دیتا ہے۔ کمالِ سعادت بس یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ساتھ مشغول بنا لے اور اپنے کاموں میں لگائے رکھے، خواہ کچھ بھی ہو، اس سے بہتر بات کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا گرفتار ہے۔ ﴿لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ جو کچھ مطلوب ہے وہ بے آرامی اور درد و

فرقت کے ساتھ گریہ وزاری کے سوا کچھ نہیں۔ یہ بے قراری و بے آرامی اس کی علامت ہے کہ کمالِ بندگی اس کو حاصل ہے، اگر عنایت ہوگی تو مشرف و سرفراز کریں گے اور مقصود تک پہنچادیں گے۔ یہ کام حق تعالیٰ کا ہے بندے کا نہیں۔

ذکر کے اثرات

جاننا چاہیے کہ استعداد و قابلیت انسانوں میں مختلف ہوا کرتی ہے۔کوئی ایسا ہوتا ہے کہ ذکر کے مقصود تک ذرا سی دیر میں پہنچ جاتا ہے۔کوئی ایسا ہوتا ہے کہ جس کو زیادہ دیر لگتی ہے، کسی کو ذکر کی حقیقت جو غیر اللہ کی طرف التفات سے دل کو پاک کرنے کے مرادف ہے، اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ کوئی جذبہ اس مناسبت سے مل کر جو اس میں پہلے سے موجود ہوتی ہے اس کو اس درجے پر اچانک پہنچا دیتا ہے لیکن اس دولت کی حفاظت دشوار ہوتی ہے۔

حضرت مخدوم علی احمد صابر چشتی کلیریؒ کی ہدایت خواب میں حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کو

اپنے انفاس کو ہمیشہ اللہ کی یاد میں صرف کرو۔ اور کبھی ذکر اللہ کو نہ چھوڑو۔ میں (الٰہی بخش) نے عرض کیا: نفی اور اثبات یا محض اسم ذات؟ فرمایا اسم ذات۔ میں نے اسی وقت آپ کی موجودگی میں ذکر اسمِ ذات دوضربی شروع کیا اور دیر تک کرتا رہا۔ اس وقت مجھ پر گریہ کا سخت غلبہ ہوا۔ (تذکرہ اسلاف حالات مشائخ کاندھلہ، ص:۸۴)

الشیخ قاضی محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ الشوکانی

(ولادت: ۱۱۷۳ھ-وفات: ۱۲۵۰ھ)

اب یہ بندہ اس اللہ سے سوال کرتا ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ حکیم و کریم ہے، عرشِ عظیم کا رب ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر فرمائے اور دارین کے مقاصد حسنہ سے بہرہ ور فرمائے اور اس کے اقوال و افعال میں صحت و درستگی عطا فرمائے اور اس کے قلب سے حب دنیا کو نکال دے تاکہ حقیقت بین ہوجائے اور دقائقِ طریقت سے بہرہ ور ہوجائے۔

اے اللہ! اس بندے کو اپنی جنابِ عالی تک اس طرح جذب فرمالیجیے کہ وہ اپنے دھوکہ کے نشے سے ہوش میں آجائے اور اس کے لیے اپنی طرف ایسا روشن دان کھول دیجیے کہ تاریک حجاب سے نکل کر معارفِ حقیقیہ کے نور تک پہنچ جائے۔

اور اے اللہ! اس بندے کو دارِ دنیا سے اس وقت تک جدا نہ فرمائیے جب تک کہ یہ آپ کے بحرِ محبت میں تیر نہ لے اور آپ کے آبِ قرب سے اپنے قلب کے میل کچیل کو دھو کر پاک صاف نہ ہو جائے۔

اے اللہ! آپ کی ذات تو ایسی قدرت والی ہے کہ جب چاہیں مرید کو مراد بنالیں

چند اشعار کا ترجمہ

(۱) میں اس کے فیصلہ پر راضی ہوں اور اس کے فیصلہ کے تحت کھڑا ہوں۔

(۲) میں اس کا طلبگار ہوں کہ حسن خاتمہ سے فائز المرام ہو جاؤں۔

(۳) لغو و درگزر کی امید تو آدمیوں تک سے کی جاتی ہے تو پھر ربِّ کریم سے کیوں کر نہ کی جائے۔ وہ تو سب سے زیادہ مجمع پر رحمت و رافت کرنے والا ہے۔ لہٰذا وہ میرے لیے کافی ہے۔ وہ مجھے کافی ہے۔ وہ مجھے کافی ہے۔ (اقوال سلف، ج:۳،ص:۳۴۱)

حضرت شاہ کلیم اللہ صاحب جہاں آبادیؒ

(ولادت: ۱۰۶۰ھ/ ۱۶۵۰ء۔ وفات: ۲۴؍ربیع الاول ۱۱۴۲ھ/ ۱۷؍اکتوبر ۱۷۲۹ء مدفون دہلی)

نارسائی سے دم رکے تو رکے
میں کسی سے خفا نہیں ہوتا

(۱) مریدوں کو ہدایت تھی کہ جفا و قضا برداشت کریں اور لب نہ ہلائیں۔ ہمارا کام دلوں کو ایک جگہ کرنا ہے اس میں جتنی بھی مشکلات پیش آئیں اس کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔ (اکابر کی عبرت انگیز وصایا، ص: ۱۰۲)

شاہ کلیم اللہ کی ہدایات بنام شاہ نظام الدین دکن

(۱) اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اپنی جان و مال کو اسی کام میں صرف کر دو۔ دینی و دنیوی فیض

دنیا کو پہنچاؤ! اپنا عیش و آرام، راحت انسانوں پر فدا کرو۔

(۲) بندگانِ حق کے دل سے دنیا کی محبت ختم کردینا چاہیے۔

(۳) اے دوست! دنیا نفس پروری اور تن آسانی کی جگہ نہیں ہے (یعنی عیش پرستی اور نفس پروری کے لیے بندہ دنیا میں نہیں بھیجا گیا ہے۔)

(۴) اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت ہو کہ بے اجازت قدم نہیں اُٹھاتے۔ جس نے بھی (عزّت وعظمت وروحانی سعادت) حاصل کی ہے اسی ادب سے حاصل کی ہے۔ (مشائخ چشت، ص:۱۱۲)

مشہور ہے باادب بانصیب ...... بے ادب بے نصیب۔ اَلطُّرُقُ کُلُّھَا آدَابٌ۔

(۵) خطوں کے بھیجنے میں دیر نہ کریں خط نصف ملاقات ہے۔ خط میں تاخیر کا عذر اگر ہماری طرف سے ہو تو قبول کیا جاسکتا ہے اور سنا جاسکتا ہے لیکن اگر تمھاری طرف سے ہو تو نامقبول ونامسموع ہے۔ (اس طریق کا مدار ہی اتباع واطلاع پر موقوف ہے۔)

(۶) جو ضبطِ اوقات نہیں رکھتے وہ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ کے مصداق ہیں۔ تم اپنے کام میں اور زیادہ سرگرم ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ جو تمھارے پاس پہنچے تمھارا کام کرنے لگے۔

(۷) راہِ شریعت پر چلنا چاہیے۔ سب داخلانِ طریقت کو تاکید کرنی چاہیے کہ ظاہر کو شریعت سے آراستہ رکھیں اور اپنا باطن عشقِ مولیٰ سے پیراستہ۔

جو شریعت میں راسخ نہیں ہے وہ ناقص ہے بلکہ اس کی طریقت وحقیقت کی کوئی حقیقت واصلیت نہیں۔ مرد وہ ہے جو شریعت وطریقت اور حقیقت کا جامع ہو۔

شریعت سے ہٹ کر روحانی ترقی کے لیے جو کوشش کی جاتی ہے وہ نقش بر آب ثابت ہوگی۔ جو شریعت پر نہیں چلتا گمراہ ہے۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید

ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(۸) جو کچھ کرو اللہ تعالیٰ کے لیے کرو۔ قبول کرنا یا رد کرنا اگر حق تعالیٰ کے لیے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم۔

شاہ فخر الدین بن شاہ نظام الدین اورنگ آبادی

(ولادت:۱۱۲۶ھ/ ۱۷۷۶ء۔وفات: جمادی الاخریٰ ۱۱۹۹ھ/۱۸۸۴ءمدفون دہلی)

مریدوں کو ہدایت: اگر کوئی شخص برا کہے تو اس سے مقابلہ نہ کرو۔

جور و ستم سے جس نے کیا دل کو پاش پاش
احمد نے اس کو بھی تہہ دل سے دعا دیا

(اقوال سلف، ج:۳،ص:۳۵۵)

حضرت خواجہ ضیاء اللہ

حیف ہے تمھارے حال پر کہ محبتِ الٰہی کا دعویٰ کرتے ہو اور تمھارا یار و محبوب بیدار اور تمھاری طرف متوجہ ہے اور تم خفتہ و غافل ہو۔ تم دعوائے محبت میں دروغ گو ہو، ورنہ عاشقوں کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ (ترجمہ) مجنوں لیلیٰ کی طلب وجستجو میں جنگل و بیاباں میں گھوم رہا ہے۔ اور اس کی زبان جب تک چلتی رہی بس لیلیٰ ہی کی رٹ تھی۔

طالب مولیٰ کی زبان و دل پر مولیٰ کی رٹ ہوتی ہے۔

حضرت ابوالبرکات خواجہ امام علی رحمۃ اللہ علیہ

توبہ ہر شخص پر واجب ہے۔ بقول باری تعالیٰ عزوجل: ﴿تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (سورۂ نور، آیت:۳۱) ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ (سورۂ تحریم، آیت:۸) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ﴾ (سورۂ بقرہ:۲۲۲)

بقول حضور ﷺ: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ

عوام کی توبہ ممنوعہ اشیاء سے باز رہنا اور گناہوں سے بچنا ہے، اور خواص کی توبہ اپنی حالت کی نگہداشت ہے۔

عام را توبہ بود از کار بد
خواص را توبہ بود از دید خود

توبہ اس طرح کرے کہ بعد توبہ کرنے کے گناہ کا خیال ہی اس کے دل میں نہ آوے۔

توبہ کے بعد ایک صغیرہ گناہ کرنا توبہ کے پہلے ستر گناہوں سے بدتر ہے، کیونکہ توبہ کے بعد گناہ کرنا ایک توبہ کا توڑنا اور معاہدہ کی شکستگی ہے اور نقضِ عہد موجب نزولِ بلا اور سبب مسخ ہونے کا ہے، نقضِ توبہ سے بعض اوقات ایسی بلائیں اور آفتیں ظاہری و باطنی نازل ہوتی ہیں کہ معاذ اللہ ان سے خلاصی ہی مشکل ہوجاتی ہے۔

چونکہ اس اُمت میں جسم یا چہرے کا مسخ ہونا ربِ کریم نے روا نہیں رکھا، لہٰذا توبہ کے توڑنے سے ان لوگوں کے دل مسخ ہوجاتے ہیں اور دیگر بار توبہ کی توفیق سے محروم ہوجاتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ استغفر اللہ۔ (خزینہ معرفت،ص:۱۱۸)

سب عبادتوں کا مغز اور مقصود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ﴾ (سورۂ عنکبوت:۴۵)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ﴾ (سورۂ طہٰ، آیت:۱۴)

اسی طرح قرآن شریف کی تلاوت اور حج سے بھی مقصود حق تعالیٰ کا ذکر ہی ہے، بلکہ اصل اسلام اور افضل ارکان لا الٰہ الا اللہ ہے اور یہ عین ذکر ہے اور باقی جس قدر عبادات ہیں سب ذکر ہی کی تاکید کے لیے ہیں، اگر ذرا غور کریں تو فوراً یہ مسئلہ حل ہوجاتا ہے کیوں کہ نماز بعض حالتوں میں جائز نہیں، حج خاص صورتوں میں فرض ہے، مگر ذکر کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:

﴿یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ﴾ (سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۹۱)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَ اذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً وَّ دُوْنَ الْجَھْرِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ﴾ (سورۂ اعراف، آیت:۲۰۵) اور ذکر کے مقابلے ہی فرمایا: ﴿فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۵۲)

اس سے بڑھ کر ذکر کی فضیلت اور کیا ہوسکتی ہے اور چونکہ ذکر کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور ذاکر کا دل ذکر کی برکت اور نورانیت کی وجہ سے ماسوی سے پاک ہوجاتا ہے جو عبادات کا اصل مقصود ہے، اس لیے سوائے فرائض کے مرید کو چاہیے باقی سب اوراد اور اشغال پر ذکر کو ترجیح دیوے اور ہمیشہ ذکر میں مشغول رہے، تاکہ باری تعالیٰ ذکر کی برکت سے دین و دنیا کے مقصود

میں کامیاب کرے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ذِکْرًا دَائِمًا بِحَقِّ وَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ، آمین۔

(خزینۂ معرفت، ص: ۱۱۹)

حضرت شاہ حسین صاحبؒ المعروف بھورے والے

جاننا چاہیے کہ جذب کی دوقسم ہے، ایک جذبِ حقیقی جس سے سوائے محبت باری تعالیٰ کے کسی چیز کی خواہش باقی نہ رہے، جو عنایت بے نہایت پرودگار سے حاصل ہو۔ جس شخص کو ایسا جذب حاصل ہوتا ہے وہ خواہ پیر کی صحبت میں حاضر رہے یا کسی دوسری جگہ چلا جائے، اس حالت میں فرق آنے کا اندیشہ نہیں ہوگا اور ایسے سالک کے وجود سے ہر قسم کی خواہشات مفقود ہو جاتی ہیں۔ جن کا دوبارہ عود کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

دوسری قسم کا جذب عارضی ہوتا ہے، جو پیر کامل کی صحبت اور توجہ سے سالک میں پیدا ہو جاتا ہے، مگر جب تک پیر کی صحبت میں حاضر رہے یا صحبت کا اثر باقی رہے وہ حالت بھی جو ماسوا اللہ سے فراغت ہے باقی رہتی ہے، مگر صحبت کا اثر کم ہونے کے ساتھ ہی اس حالت جذب میں فرق آ جاتا ہے۔ اس جذب کی تکمیل کے لیے پیر کامل کی صحبت دائمی شرط ہے، تاکہ عود خواہش نفسانی کا اندیشہ نہ رہے۔ جذب حقیقی کا درجہ بڑا عظیم تر ہے، جس کو حق تعالیٰ چاہے عطا کر دیتا ہے۔ (خزینہ معرفت، ص: ۱۰۹)

حضرت سیّد محمد امین صاحب نصیر آبادیؒ

ایک اہم نکتہ یہ ملحوظ ہونا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ نے جن باتوں کا اہتمام فرمایا ہے مثلاً نمازِ باجماعت اور فرائض و واجبات وسُنن مؤکدہ وغیرہ، اگر کوئی اس پر عمل کرتا اور پابندی اختیار کرتا ہے تو نہ خود اس کو وسوسہ وشبہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کامل بزرگ اور ولی اللہ ہو گیا ہوں اور نہ دوسرے اسے ولی اللہ اور بڑا متقی سمجھتے ہیں، لیکن اگر ان امور کا پابند ہو جائے جن کا آنحضرت ﷺ نے اہتمام نہیں فرمایا مثلاً نماز چاشت و اشراق وغیرہ تو وہ خود بھی سمجھتا ہے کہ اب میں بایزید، جنید، شبلی سے کم نہیں ہوں اور دوسرے بھی فریب میں پڑ جاتے ہیں۔ بس یہیں نفس اور شیطان کو گمراہ کرنے کا بڑا موقع ہاتھ آ جاتا ہے حالانکہ شارع علیہ السلام نے احسان کو مطلوب و مقصود

قرار دیا ہے اور بس۔ (اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۳۵۹)

شیخ ابو جیو تمیمی برہانپوری

صوم میں چار چیزیں حاصل ہوتی ہیں، صوم میں اصل خاموشی ہے اور خاموشی فکر کا مادہ ہے، اور فکر معرفت کا جزوِ اعظم ہے اور معرفت ایک ایسا جوہر ہے کہ اس سے اشیاء کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ جب سالک اصلی حقیقت سے واقف ہوتا ہے تب اس پر کشف ہوتا ہے، کشف ایک نور ہے، ریاضت و مشقت کے بعد دل میں پیدا ہوتا ہے، اس سے عالم علوی و سفلی کی حقیقت منکشف ہوتی ہے، جیسا کہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے۔

(تذکرۂ اولیاءِ دکن، ص: ۴۰)

حضرت ابوالبرکات سیّد شاہ حافظ حسین بیجاپوری

آپ حضرت سیّد اشرف سمنانی کے برادر زادے ہیں۔

آپ نے اپنے لختِ جگر شاہ حمزہ حسینی کو وصیت کی کہ جب میری روح جسم و قالبِ عنصری سے پرواز کر جائے پھر تجہیز و تکفین کر کے ادائے نماز میں تاخیر کرنا فلاں جھاڑی کے طرف دیکھتے رہنا، ایک بزرگ نقاب پوش برآمد ہوں گے وہ میری نماز جنازہ ادا کریں گے۔ حسبِ وصیت بزرگ تشریف لائے اور نماز جنازہ ادا کرائی۔ (ایں سر غریب اولیاء دانند)

(تذکرہ اولیاء دکن، ص:۴۴)

مخدوم شیخ حسام الدین پروانہ ملتانی پٹنی گجراتی

۱۔ اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا انسان کا کام ہے اور ذکر اللہ کے چھ رکن ہیں: ایک خلوت نشینی، دوسرا ہمیشہ باوضو رہنا، تیسرا روزہ رکھنا، چوتھا خاموشی، پانچواں دل کو شیخ سے مربوط رکھنا، چھٹا دل کو دوئی حق سے پاک رکھنا۔

۲۔ فقیر مخلوق کے دروازہ پر گدائی کرے۔ درویش خلوت میں بیٹھے اور اس کا دل امراء کے دروازہ پر بھٹکتا پھرے یہ بہت ہی برا ہے۔ درویش کو چاہیے کہ ایک درگیر و محکم گیر پر کاربند

رہے۔ (تذکرہ اولیاء دکن، ص: ۲۸۰)

حضرت مولانا قاضی خادم محمدؒ

میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے انتقال کے بعد اظہارِ رنج وغم کے بجائے زیادہ سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرکے مجھے اس کا ثواب بخشا جائے۔ میں کافی عرصہ تک مدرسے کا خادم رہا ہوں، ہوسکتا ہے مدرسے کے معاملے میں کوئی کمی بیشی ہوئی ہو، اس کے لیے میرے ذاتی مال میں سے بیس ہزار روپئے مدرسے کے فنڈ میں جمع کردیے جائیں۔ (اکابر کی شامِ زندگی)

حضرت سردار بیگ قدس سرہ

۱۔ فسق وفجور سے احتراز کرو۔

۲۔ شرع محمدی واتباع سنت نبوی کی پیروی میں مستعد رہو۔

۳۔ جہاں تک ممکن ہو خلاف شرع نہیں کرنا چاہیے۔

۴۔ بزرگان طریقت کو نیکی وخیر کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔

۵۔ تکبر وغرور سے منزلوں دور رہنا چاہیے۔

۶۔ پیرومرشد جو کچھ فرمائیں اس کے حکم کی تعمیل واجب ولازم جاننا چاہیے۔

مولانا سیّد خواجہ احمد نصیر آبادی

(ولادت: ۷؍جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ۔ وفات: ۳؍جمادی الاولیٰ ۱۲۸۹ھ)

مشائخِ طریقت کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ معلوم ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا راستہ روشن شریعت کی اتباع میں ہے۔ جو شخص شریعتِ مصطفویہ کے علاوہ کسی اور راستہ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے گمان کرتا ہے وہ یقیناً جھوٹا اور گمراہ ہے اور اس کا دعویٰ باطل اور نامعقول ہے۔ اور شریعت مصطفویہ کی بنیاد دو چیز پر ہے: اوّل شرک کو ترک کرنا، دوم بدعات کو ترک کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام عبادات اور معاملات اور امورِ معاش وآخرت میں خاتم الانبیاء محمد ﷺ کے طریقہ کو پوری قوت اور ہمت سے پکڑے۔

مزارات پر فاتحہ ہاتھ اٹھا کر نہ پڑھے۔ نہ سر جھکائے، مردوں کا کھانا اور ہندو اور اہلِ تشیع کی دعوت قبول نہ کرے، طَعَامُ الْمَيِّتِ يُمِيتُ الْقَلْبَ مردوں کا کھانا دل کو مردہ کر دیتا ہے، قلب کی حیات ختم ہو جاتی ہے۔ جن ناموں سے شرک کی بو آتی ہے بچوں کا نام نہ رکھے۔ روزہ میں جھوٹ بولنے، غیبت کرنے اور برا بھلا کہنے سے اجتناب کیا جائے۔ والدین کے ساتھ نیکی اور ہم سایہ کی خبر گیری اور سلوک کی پابندی کرے۔ والدین کے انتقال کے بعد ان کے حق میں صدقہ خیرات کرے۔ (اقوالِ سلف، ج: ۴، ص: ۳۴۱)

شیخ شرف الدینؒ زندہ دل شیرازی کو والدہ کی وصایا

(۱) کسی قطب سے مرید ہونا، (۲) کبھی وطن کی مراجعت کا ارادہ نہ کرنا۔ آپ عراق سے چل کر ہندوستان میں شیخ محمد گوالیاری احمد آباد گجراتی سے مرید ہوئے۔

(تذکرہ اولیاءِ دکن، ص: ۴۳۱)

شاہ صبغۃ اللہ نائب رسول اللہ بھروچی

کی وصیت ابراہیم عادل شاہ بادشاہ کو

(۱) اول شراب فروشی کی ممانعت کر۔ اس کے عوض حکومت گجرات ملے گی۔

(۲) زنانِ فاحشہ کا نکاح کرادے، اس کے عوض دوسری حکومت۔

(۳) روافض کو حکومت کے عہدے عطا نہ کر۔ اس کے عوض کسی اور ملک کی حکومت ملے گی۔ (تذکرۂ دکن، ص: ۴۶۶)

(۴) شیخ عبدالعظیم مکی کو آپ نے وصیت کی کہ میرا برادر زادہ حج کے لیے آئے گا۔ یہ خرقہ اور دستار اور اجازت نامہ رکھیے۔ میری طرف سے اس کو دینا کہ اکثر لوگ اس سے بہرہ یاب ہوں گے۔ (تذکرۂ اولیاءِ دکن، ص: ۴۷۰)

سیّد علاء الدین ضیاء الحسینی کو ایک بڑھیا کی نصیحت

آپ ایک بیوہ حسینہ پر فریفتہ تھے۔ اتفاقاً پنجشنبہ کے روز اس کے مکان پر گئے۔ اس

حسینہ کی ایک دایہ بڑھیا تھی جو مکان سے برآمد ہوئی اور کہا: استغفر اللہ! ہم شب جمعہ تمام دنیوی خرافات ومنہیات سے توبہ کر کے یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور مکروہات سے توبہ کرتے ہیں۔ یہ مسلمان اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور اللہ تعالیٰ سے نہیں شرماتے، کیوں آج کی متبرک رات میں گناہِ گذشتہ سے توبہ نہیں کرتے۔ بڑھیا کا کلام آپ کے دل پر تیر بہ ہدف ہوا۔
(تذکرۂ اولیاء دکن، ص: ۵۳۵)

حضرت الحاج محمد حبیب الحسن خان شروانیؒ

(۱) بندے کو اپنے پروردگار کے سامنے بچے کی طرح رونا چاہیے۔ عبدیت کا یہی تقاضہ ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت مبذول ہوتی ہے۔

تا نگرید طفل کے جوشد لبن
تا نگرید ابر کے خندد چمن

جب تک بچہ روتا نہیں ماں کے دودھ میں کب جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور جب تک بادل نہیں روتا اس وقت چمن میں شادابی کہاں آتی ہے۔

اور خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَ ابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ اپنی خطاؤں پر روؤ، اس سے رونا محمود ہی نہیں بلکہ اس کا مطلوب شرعی ہونا معلوم ہوا۔

مولوی مزمل صاحب! اگر میں باہر جاؤں تو جہاں بھی میرا انتقال ہوجائے وہیں دفن کردیا جائے میرا جنازہ ڈھولفہ ہرگز مت لانا کوئی کام خلاف شرع نہ ہونے دینا، سنت کے موافق کفن دینا اور موٹے کپڑے دینا کیوں کہ لوگ موٹے کپڑے کے کفن کو حقیر سمجھتے ہیں۔ میری نماز جنازہ مولانا انعام الحسن پڑھائیں گے۔ (اقوال سلف، ج: ۵، ص: ۲۴۷)

سیّد عنایت اللہ الحسینی بالاپوری کی وصایا

(۱) مرضِ موت میں آپ نے اہل خانہ کو وصیت کی...... زوجات و بیگمات سے فرمایا: ہمیشہ مکان میں رہنا، گھر سے باہر قدم نہ نکالنا اور سنت نبوی ﷺ کے تابع رہنا چاہیے اور شرع کا کوئی امر فروگزاشت نہیں کرنا۔

(۲) فرزندوں سے فرمایا کہ مسند و سجادہ، زمینداری و وطن داری کی طرح نہیں سمجھنا چاہیے۔ دنیا طلبی و شکم پروری کے لیے دنیا میں بے شمار اسباب و وسائل ہیں، جب تک ہدایت و ارشاد کی لیاقت نہ ہو مسند پر جلوس نہ کریں۔

میں نے جو کچھ مدت العمر سکھلایا ہے اس میں محنت و ریاضت کرو۔ اس وقت مسند کے لائق ہوں گے۔ اور میری رحلت کے بعد بلا تعیین تاریخ و روز طعام پکا کے نمازیوں کو کھلانا۔

پھر حاضرین سے فرمایا آہستہ آہستہ قرآن شریف پڑھو۔ پھر آپ بہشت بریں روانہ ہوئے۔ بروز پنجشنبہ ۲۵/صفر المظفر ۱۱۱۷ھ معرض بالا پور برار۔ (تذکرہ اولیاء دکن، ص: ۶۲۸)

شیخ عبد اللہ شطاری کو مرشد شیخ محمد عاشق کی وصیت

(۱) جو تجھ کو ولی کامل و صاحبِ دل ملے اس سے رجوع کر۔ جو نعمت آپ کے پاس ہو دیجیے اور نہیں تو ہم سے لیجیے۔ اور ہدایت و تلقین میں دریغ نہ کرنا چاہیے۔

(۲) اور دوسری وصیت یہ کہ ہر ایک مقام میں معرفت الٰہی کا نقارہ بجالانا چاہیے، اس وصیت کے مطابق آپ جس شہر و قصبہ میں جاتے اعلان فرماتے تھے، جو کوئی طالب حق ہو میرے پاس آئے، میں اس کو اللہ کا راستہ بتلاتا ہوں۔

شاہ پیر ابو احمد بھوپالی کی وصیت و نصیحت

فرزند ارجمند شاہ یعقوب بھوپالیؒ

بیٹے! ذرا بھی دنیا کی عزت نہ کرنا اور فرمایا کہ میں نے اور تمھاری والدہ نے کدو اُبال کر کھائے لیکن دنیا داروں کی کبھی پرواہ نہ کی اسی پر استقامت کرنا۔ اللہ تم کو برکات سے مالا مال فرمائے گا۔ (اقوال سلف، ج: ۵، ص: ۳۳۵)

شیخ فریدالدین کی نصیحت و وصیت

میر محبوب علی خان نظام الملک آصف جاہ ششم کے نام

آپ امیر المومنین بادشاہِ وقت ہیں۔ تقریباً کروڑ سے زیادہ آپ کی رعایا ہے۔ آپ پر

ان کے جان و مال کی حفاظت واجب و لازم ہے ان کی آسائش و آرام میں مصروف رہنا چاہیے۔غربا و فقراء کی ہمدردی کرنا، مظلوموں کی فریاد رسی کرنا، ظالموں اور مفسدوں کو سزا واجب دینا چاہیے۔ عدل و انصاف پر ہمیشہ قائم رہنا۔ عدل حق تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے۔ ایک ساعت کا عدل ستر برس کی عبادت کے برابر ہے۔ آپ کی ریاست بزرگان اہل اللہ کی برکت سے ابد تک قائم رہے گی۔ آپ کا ملک مخالفین سے محفوظ رہے گا۔ (تذکرۂ اولیاء دکن، ج: ۲، ص: ۶۷۲)

ایک اور موقع پر فرمایا: آپ ہمیشہ مساکین و غرباء کی ہمدردی فرماتے رہیں اور داد خواہوں کی داد فریاد سنیں اور جس قدر ہو سکے ان کی امداد کریں۔ آپ کے اس کارِ خیر سے حق تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور اولیاء اللہ قدس سرھم خوشنود ہوں گے۔ اس رضامندی میں سلطنت کی بقا یقینی ہے۔ (تذکرۂ اولیاء دکن)

وصیت بنام اولاد

فقراء کے لیے مال و زر کی ضرورت نہیں۔ صاحبزادگان فقراء کے لیے توکل اور قناعت کا وظیفہ کافی ہے۔ اگر صاحبزادے صاحبِ سجادہ و حشم ہوں گے تو فقیری و درویشی سے گمراہ ہوں گے۔ (تذکرۂ اولیاء دکن، ج: ۲، ص: ۶۸۰)

شاہ محی الدین ثانی لقب پیر شاہ کی وصایا

بنام رستم دل خان ناظم حیدر آباد دکن کو

(۱) خواہش دنیا ہے تو تجھ کو حاصل ہے اگر اس سے زیادہ کی خواہش ہے تو بشرط قسمت رفتہ رفتہ حاصل ہوگی۔ فقراء کو تکلیف نہ دینا چاہیے۔

(۲) اگر عقبیٰ کی بہتری چاہتا ہے تو اوامر و نواہی کو بجالا۔ عقبیٰ درست ہوگی۔

(۳) اگر اللہ تعالیٰ کی خواہش ہے تو ایک گدھے پر سوار آدھا چہرہ سیاہ آدھا سفید کر کے آ! تیرا مطلب حاصل ہوگا۔ (تذکرہ اولیاء دکن)

محمد پیر جاپانیری شطاری کو والد کی وصیت

ہمیشہ باوضو رہنا۔ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو۔ کلام اللہ کی برکت سے فائز المرام ہوں گے۔ (تذکرۂ اولیاء دکن، ص: ۹۳۰)

سیّد محمد تعظیم ترک

امراء و حکام و عہدہ داروں کو آپ وصیت کرتے کہ ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ﴾ عدل واحسان کی ہدایت کرتے اور ظلم وستم سے ممانعت کرتے۔ توکل علی اللہ کی فقراء کو ہدایت فرماتے۔ مخلوق سے سوال کو منع فرماتے۔ (تذکرہ اولیاء دکن، ص: ۹۸۹)

حضرت شاہ محمد قاسم عرف شیخ جی حالی قدس سرہ

(۱) قرآن وحدیث کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ میں جو نصیحت کرتا ہوں وہ بھی اگر قرآن وحدیث کے مطابق ہو تو تعمیل کرو ورنہ چھوڑ دو۔

(۲) ہمیشہ شریعت محمدی کا پابند رہنا چاہیے۔ شریعت کا ترک کرنا سخت گمراہی ہے۔

(۳) نماز کی دو قسم ہے: ایک ظاہری، ایک باطنی۔ نمازِ ظاہری قیام وقعود، رکوع وسجود ہے۔ نمازِ باطنی ترکِ وجود ہے یعنی اپنی ہستی کو عین نیستی سمجھنا چاہیے۔ جو دونوں نمازیں ادا کرتا ہے کامل ہوتا ہے۔ جو ایک ادا کرتا ہے ناقص کہلاتا ہے۔

(۴) جو سالک بدونِ شریعت طریقت کے میدان میں قدم رکھتا ہے گمراہی کے قریب پہنچتا ہے۔

(۵) دنیا میں عمارات ومکانات تعمیر کرنا فضول ہے ہم کو عقبٰی کے گھر کی تیاری کرنی چاہیے، جس کو فقیری کا مزہ ملا وہ کب امیری کو پسند کرتا ہے، عاقل کو اشارہ کافی ہے۔ جاہل کو دفتر کے پڑھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (تذکرہ اولیاء دکن، ص: ۱۰۰۰)

حضرت علی ثانی خواجہ سیّد علی ہمدانیؒ

ولادت: ۱۲؍رجب المرجب ۷۱۴ھ/ ۱۲؍اکتوبر ۱۳۱۴ء بمقام ہمدان

وفات: بروز چہار شنبہ، ۶؍ذی الحجہ ۷۸۶ھ/ ۱۹؍جنوری ۱۳۸۷ء بمقام کولاب۔

آخری وصیت

قناعت اختیار کرو خصوصاً کھانے پینے میں اور لباس کے معاملے میں رضائے الٰہی پر قانع رہنا چاہیے۔ البتہ علم کے معاملے میں قناعت نہیں کرنی چاہیے۔ عالم سے ہمیشہ تعلق استوار رکھنا چاہیے۔ نفس و ہوا کا اتباع نہ کیا جائے۔ ذکر کی پابندی کی تاکید ہے۔ مساجد کی تعمیر کی ترغیب دیتا ہوں۔ اذکار، اوراد، روزہ، نماز، تسبیح وتہلیل، زکوٰۃ، علم و حیا اور صبر وشکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا متلاشی رہنا چاہیے۔ اپنے آپ کو، خویش واقارب اور دوسروں کو ظلم، زنا، جھوٹ، دغا، چغلی اور غیبت سے پوری طرح بچانا چاہیے۔

آخری الفاظ

آپ کا وظیفہ روزانہ بعد درود شریف کے ایک ہزار مرتبہ 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' تھا۔

وفات سے قبل آپ کی زبان پر 'یا اللہ یا رفیق یا حبیب' اور 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' کا تھا اور اپنی جان، جاں آفریں کو سپرد کردی۔ اور کتنا حسین اتفاق ہے کہ از روئے حروفِ تہجی انہی آخری کلمات سے آپ کا سال وفات نکلتا ہے یعنی ۷۸۶ھ۔ (اورادِ فتحیہ، ص: ۲۳ مع دعائے رقاب)

سلطان غیاث الدین بلبن کی وصایا

سلطان بلبن اپنے بیٹوں سے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ سلطان شمس الدین التمش فرماتے تھے کہ میں نے معز الدین بن بہاؤ الدین سام کی محفل میں دو بار سیّد مبارک غزنوی سے سنا ہے کہ بادشاہوں کے اکثر افعال شرک کی حدود کو چھو لیتے ہیں اور وہ بہت سے ایسے کام کرتے ہیں جو سنتِ نبوی ﷺ کے خلاف ہوتے ہیں، لیکن وہ اس وقت اور بھی زیادہ گنہگار ہو جاتے ہیں، جبکہ وہ ان چار باتوں پر عمل نہیں کرتے۔ وہ چار باتیں یہ ہیں:

۱۔ بادشاہ کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی شان و شوکت کے رعب و داب کو مناسب موقع پر استعمال کرے اور خوفِ الٰہی اور خلقِ الٰہی کی بھلائی ہمیشہ اس کے پیشِ نظر رہے۔

۲۔ بادشاہ کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ اس کے ملک میں بدکاری مروج نہ ہو، فاسقوں اور بے غیرتوں کو ہمیشہ رُسوا کرنا چاہیے۔

۳۔ امورِ سلطنت کو عقلمند اور مہذب لوگوں کے سپرد کرنا چاہیے، خلقِ الٰہی پر جن کو حاکم مقرر کیا جائے وہ دیانتدار اور متقی ہونے چاہئیں۔ بدعقیدہ لوگوں کو ملک میں پنپنے نہیں دینا چاہیے، کیونکہ ایسے لوگ رعایا کو غلط راستے پر ڈال دیتے ہیں۔

۴۔ چوتھی اور آخری بات یہ ہے کہ بادشاہ کو چاہیے کہ وہ انصاف سے پورا پورا کام لے، ماتحتوں کی کارگزاری کا بنظرِ عدل جائزہ لیتا رہے تا کہ ملک سے ظلم وستم کا نشان تک مٹ جائے۔

بس تم سب جو میرے جگر گوشے ہو یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر تم میں سے کسی نے عاجز اور لاچار کو ستایا تو میں ظالم کو اس کے ظلم کی پوری پوری سزا دوں گا۔

(تاریخ فرشتہ۔ ج:۱،ص:۲۸۲۔مطبوعہ شیخ غلام علی، کراچی)

جب بلبن لکھنوتی سے دہلی کے لیے روانہ ہونے لگے تو اس نے اپنے بیٹے بغرا خان کو جو نصیحتیں کیں ان میں سے چند (طوالت کے باعث) درج ذیل ہیں:

۱۔ ملک کی مہمات کو اپنے خیر خواہوں کے مشورہ کے بغیر سر نہ کیا جائے، سلطنت کے احکام جاری کرتے ہوئے اپنی نفسانی خواہشوں کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے، حق کو اپنے نفس پر قربان نہ کیا جائے۔

۲۔ اپنے خدمت گاروں اور غلاموں کو جو حکمرانی کا لازمہ ہیں، بے التفاتی کا شکار نہ کرنا چاہیے، ان کے حالات سے پوری طرح باخبر رہنا چاہیے، ان کی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے اور جو کوئی اس کے خلاف ترغیب دے اسے اپنا دشمن سمجھ کر اس کی بات کا اعتبار نہ کرنا چاہیے۔

۳۔ ہمیشہ ایسے شخص کی حمایت کی جائے جس نے دنیا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا ہو۔ (تاریخ فرشتہ۔ ج:۱،ص:۲۹۶۔مطبوعہ شیخ غلام علی، کراچی)

سلطان بلبن نے اپنے بیٹے شہزادہ محمد سلطان (خان شہید) کو تنہائی میں بلا کر اسے کہا:

میری زندگی کا بہت بڑا حصہ بادشاہت اور حکومت کے کاموں میں گذرا ہے، اس وجہ سے میرے تجربات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تجھے کچھ ایسی نصیحتیں کروں جن پر عمل کرنا ہر حکمراں کا فرض ہے۔ یہ نصیحتیں جو میرے بعد تیرے بہت کام آئیں گی، یہ ہیں:

۱- تم اپنی عظمت اور حکومت کی شان کو پوری توجہ کے ساتھ برقرار رکھنا، اپنی نفسانی خواہشوں کی تکمیل کے لیے بادشاہی قوت کو کبھی کام میں نہ لانا۔ تجھے جو کام بھی کرنا ہو وہ حق جل مجدہ کے لیے کرنا، اور شاہی خزانوں اور دفینوں کو جو دراصل عطیۂ الٰہی ہیں ہمیشہ اچھے کاموں میں صَرف کرنا، اور خلقِ الٰہی کی بھلائی کی طرف توجہ کرنا، دین کے دشمنوں کو پنپنے نہ دینا اور ان کی سرکوبی بڑی اچھی طرح کرنا تاکہ وہ ہمیشہ ذلیل وخوار رہیں۔

۲- جب حق تعالیٰ تجھے مخلوق کی سرداری یعنی بادشاہت عطا کرے، تو اس منصب کو آسان نہ سمجھنا۔ فرائض حکمرانی کو حق تعالیٰ کی نیابت سمجھنا اور یہ بہت مشکل چیز ہے۔ تم اس پاک اور بڑے کام کو ناشائستہ حرکات اور ناپسندیدہ عادات کی گندگی سے آلودہ نہ کرنا۔ کمینے اور رذیل لوگوں کی صحبت سے دور بھاگنا۔

۳- تم اپنے ملک کے حالات اور اپنے مقرر کردہ حاکموں کے افعال سے پوری طرح باخبر رہنا، اور ان حاکموں کو ہمیشہ یہ تاکید کرنا کہ وہ مستحسن افعال اور اعلیٰ عادات اختیار کریں۔

۴- ہمیشہ متقی اور پرہیزگار لوگوں کو قاضی اور حاکم مقرر کرنا تاکہ رعایا انصاف اور دینداری کی برکتوں سے مستفید ہوتی رہے۔

۵- جاہ وحشمت اور شاہی رعب وداب اور بادشاہت کے تمام آداب ولوازمات کا خلوت وجلوت میں ہر جگہ خیال رکھنا اور کسی وقت بھی عیش کوشی اور بیکار کاموں میں مصروف نہ ہونا۔

۶- پاک طینت اور عالی ہمت لوگوں کو ہمیشہ انعام واکرام سے مالا مال کرنا، ان کی دلجوئی، اور خاطر داری پوری طرح کرنا، عقلمندوں اور اہل ہنر کی مدد اور ہمت افزائی کرتے رہنا، لالچی اور بے رحم لوگوں سے کبھی کسی بھلائی کی توقع نہ رکھنا، کیونکہ ملک اور مذہب کی بہتری اسی میں ہے کہ یہ لوگ سلطنت کے انتظامی اُمور سے علیحدہ رہیں۔

۷- عالی ہمتی اور بادشاہت دونوں ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ہیں۔ دنیا کے تمام

عقلمندوں اور دانشوروں نے ان دونوں کو جڑواں بھائیوں سے تشبیہ دی ہے اور یہ کہا ہے کہ بادشاہ کی ہمت کو بھی تمام ہمتوں کا بادشاہ ہونا چاہیے، کیونکہ اگر بادشاہ کی ہمت اور عام لوگوں کی ہمت میں کوئی فرق نہ ہو تو پھر بادشاہ اور عام لوگوں میں بھی کوئی فرق باقی نہ رہے گا، بے ہمتی اور بادشاہت کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

۸- جس شخص کی تم ایک بار عزت کرو اسے چھوٹی سی خطا پر کبھی ذلیل نہ کرنا۔ اپنے ہمدردوں اور مخلصوں کو سوائے کسی ملکی ضرورت کے کبھی رنجیدہ نہ کرنا، اور اپنے سلوک سے دشمنوں کو دوست بنانے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر کسی دشمن کو سیاست کے پنجے میں گرفتار کرنا ہو تو عاقبت اندیشی کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھنا۔ شرفاء کو تکلیف و اذیت دینے میں عجلت سے کام نہ لینا، اس لیے کہ ایسے لوگوں کی بے عزتی کا زخم آسانی سے نہیں بھرتا، اور پھر اس کی تلافی مشکل ہو جاتی ہے۔

۹- بدزبان لوگوں پر کبھی اعتبار نہ کرنا اور ان سے زیادہ تعلقات نہ بڑھانا۔ کیونکہ ایسے لوگوں کا اعتبار کرنے اور ان سے تعلقات رکھنے کی وجہ سے اطاعت گزار اور فرمانبردار غلاموں اور ہمدردوں میں خوف و ہراس پیدا ہو جاتا ہے۔ اور حکومت کے کاموں میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ جس کام کے پورا ہونے میں تمھیں شبہ ہو اس میں کبھی ہاتھ نہ ڈالنا کیونکہ کسی کام کو ادھورا چھوڑ دینا بادشاہوں کے لیے بڑی ذلت اور رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔

۱۰- عقلمندوں اور دانشوروں کے بغیر کسی کام کو پورا کرنے کی کوشش نہ کرنا، بادشاہ کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ رعایا کی اچھی بری بات سے واقف ہو اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر معاملہ میں وہ اعتدال سے کام لے۔ نیز غصہ کی تیزی نہ دکھائے، کیونکہ ایسے بادشاہ سے لوگوں کو نفرت ہو جاتی ہے۔ سستی اور غیر ضروری نرمی کو بھی پاس نہ پھٹکنے دے، کیونکہ اس سے سرکشوں اور باغیوں کی ہمت بڑھتی ہے اور رعایا بدامنی کا شکار ہو جاتی ہے۔ ہر وقت اپنی حفاظت کرتے رہنا چاہیے، کیونکہ بادشاہ کی جان رعایا کے لیے ڈھال کا کام کرتی ہے اور اسے ہر طرح کے مصائب سے بچاتی ہے۔ اپنے دروازے پر ہمیشہ مخلص اور قابل اعتبار پاسبانوں کو مقرر کرنا، اپنے چھوٹے بھائی سے ہمیشہ محبت اور نرمی کا برتاؤ اور سلوک کرنا اور اسے دست و بازو سمجھنا۔ اس کی جاگیر کو اسی طرح بحال رکھنا اور کسی کے چغلی کھانے پر اس کے خلاف کسی قسم کی

کوئی کارروائی نہ کرنا۔ (تاریخ فرشتہ، ج:۱،ص:۲۹۳۔مطبوعہ شیخ غلام علی، کراچی)

امام التوحید فخر الاولیاء والعلماء حضرت مجدد الف ثانی سیّد احمد سرہندیؒ

مجدد الف ثانی کی وصیت ملا حاجی محمد لاہوری کے نام

۱۔ علماء کے لیے دنیا کی محبت اور رغبت ان کے جمال کے چہرہ کا بدنما داغ ہے۔مخلوقات کو اگرچہ ان سے بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں مگر ان کا علم ان کے اپنے حق میں نافع نہیں ہے۔ یہ علماء پارس پتھر کی طرح ہیں کہ تانبا اور لوہا جو اس کے ساتھ لگ جائے سونا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ذات میں پتھر کا پتھر ہی رہ جاتا ہے۔(مکتوب، ج:۱،ص:۳۴)

۲۔ شریعت کے تین جزو ہیں: علم، عمل اور اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی۔اور جب شریعت حاصل ہوگئی تو گویا حق جل مجدہ کی رضامندی حاصل ہوگئی جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑھ کر ہے۔پس شریعت، دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب باقی نہیں جس کے حاصل کرنے کے لیے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی طرف حاجت پڑے۔طریقت اور حقیقت جن سے صوفیاء ممتاز ہی اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کی خادم ہیں۔پس ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے۔ (مکتوب، ج:۱،ص:۳۶)

شیخ فریدؒ کے نام

۳۔ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت کے فساد سے زیادہ ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں بدتر شیعہ لوگ ہیں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھتا ہے ﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾۔قرآن اور شریعت کی تبلیغ اصحاب رضی اللہ عنہم کی ہے۔اگر ان پر طعن لگائیں تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے۔(مکتوب، ج:۱،ص:۵۴)

۴۔ نجات کا طریق، افعال و اقوال اور اُصول و فروع میں فرقۂ ناجیہ اہلسنّت والجماعت کی متابعت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ کرے اور اس کے سوا جتنے فرقے ہیں سب زوال کے مقام اور ہلاک کے کنارہ پر ہیں۔ آج اس بات کو خواہ کوئی جانے یا نہ جانے کل قیامت کے روز ہر ایک جان لے گا اور اس کو کچھ نفع نہ دے گا۔ (مکتوب، ج:۱ص:۶۹)

مرزا بدیع الزماں کے نام

۵۔ صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کو لازم پکڑیں اور دنیا کی زیب وزینت کی طرف توجہ نہ کریں۔ اور اس کے ہونے یا نہ ہونے کی پروانہ کریں کیونکہ دنیا حق جل مجدہ کی دشمن اور مبغوضہ ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کچھ قدر نہیں، پس مناسب ہے کہ بندوں کے نزدیک اس کا عدم اس کے وجود سے بہتر ہو، اس کی بے وفائی کا قصہ مشہور ہے بلکہ مشاہدے میں آچکا ہے۔ پس گزشتہ مردہ اہلِ دنیا سے عبرت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سیّد المرسلین ﷺ کی تابعداری کی توفیق بخشے۔ آمین

بہادر خان کے نام

۶۔ ظاہر کو شریعت کی روشنی سے آراستہ کرنا اور باطن کو ہمیشہ حق جل مجدہ کے ساتھ رکھنا بڑا کام ہے۔ آج ان دونوں نسبتوں کا جمع کرنا بلکہ صرف ظاہرِ شریعت پر استقامت کرنا بھی مشکل ہے اور سرخ گندھک سے زیادہ نایاب ہے۔ حق تعالیٰ اپنے کمال کرم سے سیّد اوّلین وآخرین ﷺ کی متابعت پر ظاہری باطنی استقامت عطا فرمائے۔ آمین

ملا طاہر بدخشی کے نام

۷۔ جو کچھ ہم فقیروں پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ ذلیل ومحتاج اور عاجز اور روتے اور التجا کرتے رہیں۔ بندگی کے وظیفوں کو بجالائیں۔ شرعی حدود کی محافظت اور سنت سنیّہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کریں اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں نیتوں کو درست رکھیں اور اپنے باطنوں کو خالص اور اپنے ظاہروں کو سلامت رکھیں اور اپنے عیبوں کو دیکھتے رہیں۔ اور گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ علام الغیوب کے

انتقام سے ڈرتے رہیں اور اپنی نیکیوں کو تھوڑا سمجھیں، اگرچہ بہت ہوں اور اپنی برائیوں کو بہت خیال کریں اگرچہ تھوڑی ہوں اور خلقت کی قبولیت کی اور شہرت سے ڈرتے رہیں۔ (مکتوب، ج:۱،ص:۱۷۱)

ملا شکیبی اصفہانی کے نام

۱۔ میرے مخدوم عمر کا بہتر اور قیمتی حصہ ہوا و ہوس میں گزر گیا، اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی رضامندی میں بسر ہوا، اور عمر کا نکما حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر آج ہم اس اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں صرف نہ کریں اور اشرف کی تلافی ارذل سے نہ کریں اور تھوڑی محنت کو ہمیشہ کے آرام کا وسیلہ نہ بنائیں اور تھوڑی نیکیوں سے بہت سی برائیوں کا کفارہ نہ کریں، کل کون سا منہ لے کر ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے جائیں گے اور کیا حیلہ پیش کریں گے۔ یہ خوابِ خرگوش کب تک رہے گی، اور غفلت کی روئی کب تک کانوں میں پڑی رہے گی۔ آخر ایک دن بینائی سے پردے اُٹھا دیں گے اور غفلت کی روئی کانوں سے دور کردیں گے لیکن پھر کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور سوائے حسرت و ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ موت کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام بنالینا چاہیے۔ ''واشوقا'' کہتے ہوئے مرنا چاہیے۔ (مکتوب، ج:۱،ص:۲۱۰)

۹۔ تمام نصیحتوں کا خلاصہ دینداروں اور شریعت کے پابندوں کے ساتھ میل جول رکھنا ہے اور دین و شریعت کا پابند ہونا تمام اسلامی فرقوں میں سے فرقۂ ناجیہ یعنی اہلسنّت و جماعت کے طریقۂ حقہ کے سلوک پر وابستہ ہے۔ ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر نجات محال ہے اور ان کے عقائد کے اتباع کے بغیر خلاصی دشوار ہے۔ تمام عقلی اور نقلی اور کشفی دلیلیں اس بات پر شاہد ہیں۔ ان میں سے کسی میں خلاف کا احتمال نہیں ہے۔ اگر معلوم ہوجائے کہ کوئی شخص ان بزرگوں کے سیدھے راستہ سے ایک رائی کے برابر بھی الگ ہوگیا ہے تو اس کی محبت کو زہرِ قاتل جاننا چاہیے۔ (مکتوب، ج:۱،ص:۲۱۳)

مخدوم زادہ خواجہ محمد عیسیٰؒ کے نام

۱۰۔ سب سے اعلیٰ نصیحت جو فرزند عزیز سلّمہٗ اللہ تعالیٰ اور تمام دوستوں کو کی جاتی ہے وہ یہی ہے کہ سنت سنیّہ کی تابعداری کریں اور بدعتِ ناپسندیدہ سے بچیں۔ اسلام دن بدن غربت پیدا کرتا جاتا ہے اور مسلمان غریب ہوتے جاتے ہیں اور جوں جوں مرتے جائیں گے زیادہ تر غریب ہوتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ "وَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰى شِرَارِ النَّاسِ" اور قیامت برے لوگوں پر قائم ہوگی۔ سعادت مند شخص وہ ہے جو غربت میں متروکہ سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور مستعملہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کو ختم کرے۔ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ الْبِدْعَةِ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ۔ (مکتوب، ج:۲، ص:۲۳)

خواجہ محمد گداؒ کے نام

۱۱۔ سب سے بہتر نصیحت جو اخی خواجہ گدا کو کی جاتی ہے یہ ہے کہ عقائد کلامیہ کے درست کرنے اور فقہی احکام کے بجالانے کے بعد ہمیشہ ذکرِ الٰہی جل شانہ میں مشغول رہیں۔ جس طرح کہ آپ نے سیکھا ہے وہ ذکر اس قدر غالب آجائے کہ باطن میں مذکور کے سوا کچھ نہ چھوڑے اور مذکور کے سوا تمام چیزوں کا علمی اور حبّی تعلق دور ہو جائے اس وقت دل کو ماسویٰ کا نسیان حاصل ہو جاتا ہے اور غیر کی دید و دانش سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اگر تکلف و بناوٹ سے بھی اس کو اشیاء یاد دلائیں تو اس کو یاد نہیں آتیں اور ان کو پہچان نہیں سکتا۔ ہمیشہ مطلوب میں فانی اور مستغرق رہتا ہے۔ جب معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے اس راستے میں ایک قدم طے ہوتا ہے۔ کوشش کریں کہ اس ایک قدم میں بھی کوتاہی واقع نہ ہو اور غیر کی دید و دانش ہی میں گرفتار نہ رہیں۔ (مکتوب، ج:۲، ص:۴۹)

خانِ خاناں کے نام - ورع و تقویٰ کی حقیقت

۱۲۔ علمائے ربانی فرماتے ہیں کہ جب تک انسان ان دس چیزوں کو اپنے اوپر فرض نہ کرلے تب تک کامل ورع حاصل نہ ہوگا: (۱) زبان کو غیب سے بچائے، (۲) بدظنی سے بچے،

(۳) مسخرہ پن یعنی ہنسی ٹھٹھے سے پرہیز کرے، (۴) حرام سے آنکھ بند رکھے، (۵) سچ بولے، (٦) ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کا احسان مانے۔ تاکہ اس کا نفس مغرور نہ ہو، (۷) اپنا مال راہِ حق میں خرچ کرے اور راہِ باطل میں خرچ کرنے سے بچے، (۸) اپنے نفس کے لیے بلندی اور بڑائی طلب نہ کرے، (۹) نماز کی محافظت کرے، (۱۰) سنت و جماعت پر استقامت اختیار کرے۔ اگر تمام گناہوں سے توبہ میسر ہو جائے اور تمام محرمات اور مشتبہات سے ورع وتقویٰ حاصل ہو جائے تو بڑی اعلیٰ دولت اور نعمت ہے۔ ورنہ بعض گناہوں سے توبہ کرنا اور بعض محرمات سے بچنا بھی غنیمت ہے۔ شاید ان بعض کی برکات و انوار بعض دوسروں میں بھی اثر کر جائیں اور تمام گناہوں سے توبہ و ورع کی توفیق نصیب ہو جائے۔ (مکتوب، ج:۲،ص:٦٦)

محمد مراد توربیگی کے نام

۱۳۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ! ایسا نہ ہو کہ یارانِ نیک انجام بچوں کی طرح دنیائے کمینی کی بیہودہ زیب و زینت اور نمّی سج دھج پر جو بظاہر طراوٹ و حلاوت رکھتی ہے، فریفتہ ہو جائیں۔ دشمن لعین کے ورغلانے سے مباح کو چھوڑ کر مشتبہ میں اور مشتبہ سے حرام میں جا پڑیں اور اپنے مولیٰ جل شانہ سے خجل اور شرمندہ ہوں۔ توبہ و انابت میں قدم راسخ رکھنا چاہیے اور منہیاتِ شرعیہ کو زہرِ قاتل جاننا چاہیے۔

نصیحت ہے تجھ سے یہی سر بسر
کہ لڑکا ہے تو اور رنگیں ہے گھر

حق تعالیٰ نے اپنے کمالِ کرم سے اپنے بندوں پر مباحات کا دائرہ وسیع کیا ہے۔ وہ شخص بہت ہی بد بخت ہے جو اپنی تنگدلی کے باعث اس وسعت کو تنگ خیال کر کے اس دائرۂ وسیع کے باہر قدم رکھے اور حدودِ شرعیہ سے نکل کر مشتبہ اور حرام میں جا پڑے۔ حدودِ شرعیہ کو لازم پکڑنا چاہیے اور ان حدود سے سرِ مو تجاوز نہ کرنا چاہیے۔ (مکتوب، ج:۲،ص:۸۱)

قلیچ اللہ ابن قلیچ محمد خان کے نام

اے فرزند! دنیا محلِ آرائش و امتحان ہے۔ اس کے ظاہر کو رنگ برنگی کی باطل ٹیپ ٹاپ سے مزین اور اس کی صورت کو وہمی خال و خط اور زلف و خد سے آراستہ کر دیا گیا ہے۔ دنیا دیکھنے میں شیریں اور تر و تازہ نظر آتی ہے لیکن فی الحقیقت یہ ایک مردار ہے جس کو عطر آلود کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک کوڑا گھر ہے جو مکھیوں اور کیڑے سے پُر ہے۔ ایک سراب ہے جو آب نما ہے، ایک شکر ہے جو زہر میں ملی ہوئی ہے۔ اس کا باطن سراسر خراب و ابتر ہے۔ اس گندگی کے باوجود اس کا معاملہ اپنے لوگوں سے انتہائی برا ہے۔ اس دنیا کا فریفتہ (در حقیقت) دیوانہ اور جادو زدہ ہے۔ اس کی محبت میں جو گرفتار ہے وہ مجنون اور فریب خوردہ ہے۔ جو شخص اس کے ظاہر پر لٹو ہے وہ ابدی خسارے کے داغ سے داغدار ہے اور جس نے اس (ظاہری) حلاوت و طراوت پر (للچائی ہوئی) نظر ڈالی سرمدی ندامت اس کے حصّے میں آئی۔ (اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۲۲۶، مشائخ نقشبندیہ، ص:۱۱۵، مکتوب، ص:۷۳)

بنام میر محمد نعمان

میرے مخدوم! آنحضرت ﷺ کا عمل دو طرح پر ہے؛ ایک عبادت کے طریق پر، دوسرا عرف اور عادت کے طور پر۔ وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعتِ منکرہ جانتا ہوں اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں، کیونکہ یہ دین میں نئی بات ہے، جو مردود ہے اور وہ عمل جو عرف و عادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعتِ منکرہ نہیں جانتا اور نہ ہی اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں، کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا اور اس کا ہونا نہ ہونا عرف و عادت پر مبنی ہے نہ کہ دین و مذہب پر کیونکہ بعض شہروں کا عرف بعض دوسرے شہروں کے عرف کے خلاف ہے اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ہونا ظاہر ہے، البتہ عادی سنت کو مدنظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔ (دفتر اول، مکتوب، ۲۳۱)

۱۴۔ فرزندانِ عزیز! ابتلا کا وقت اگرچہ تلخ و بے مزہ ہوتا ہے لیکن اگر فرصت دیں تو غنیمت ہے۔ تم کو اب فرصت مل گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد بجالا کر اپنے کام میں لگے رہو۔ اور ایک دم بھی فراغت و آرام اپنے لیے پسند نہ کرو اور تین چیزوں میں سے ایک میں ضرور مشغول رہو۔ (۱) قرآن مجید کی تلاوت کرو (۲) یا لمبی نماز ادا کرو (۳) یا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی تکرار کرتے رہو۔

کلمہ لا الٰہ کے ساتھ حق تعالیٰ کے سوا تمام جھوٹے خداؤں اور اپنے نفس کی نفی کرنی چاہیے اور اپنی تمام مرادوں اور مقصدوں کو دفع کرنا چاہیے کیونکہ اپنی مراد کا طلب کرنا اپنی الوہیت کا دعویٰ کرنا ہے بلکہ سینہ میں کسی مراد کی گنجائش نہ رہے اور متخیلہ میں کوئی ہوس باقی نہ رہے۔ تاکہ بندگی کی حقیقت حاصل ہو۔ اپنی مراد کا طلب کرنا گویا اپنے مولیٰ کی مراد کو دفع کرنا اور اپنے مالک کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ اس امر میں اپنے مولیٰ کی نفی اور اپنے مولیٰ بننے کا اثبات ہے۔ اس امر کی برائی اچھی طرح معلوم کر کے اپنی الوہیت کے دعویٰ کی نفی کرو تاکہ تمام ہوا و ہوس سے کامل طور پر پاک ہو جاؤ اور طلبِ مولیٰ کے سوا تمھاری کوئی مراد نہ رہے ..... یہ مطلب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بلا و ابتلا کے زمانے میں بڑی آسانی سے میسر ہو جاتا ہے اور اس زمانے کے سوا ہوا و ہوس سدِ سکندری ہے۔

گوشہ میں بیٹھ کر اس کام میں مشغول رہو کہ اب فرصت غنیمت ہے۔ فتنے کے زمانے میں تھوڑے کام کو بہت اجر کے عوض قبول کر لیتے ہیں اور فتنہ کے زمانے کے سوا سخت ریاضتیں اور مجاہدے درکار ہیں۔ اطلاع دینا ضروری ہے۔ شاید ملاقات ہو یا نہ ہو۔ یہی نصیحت ہے کہ کوئی مراد ہوا و ہوس نہ رہے۔ اپنی والدہ کو بھی اس امر پر اطلاع دے دو۔ اور اسے اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دو، باقی احوال چونکہ یہ جہانِ فانی اور گزرنے والا ہے کیا لکھے جائیں۔ چھوٹوں پر شفقت رکھو اور ان کو پڑھنے کی ترغیب دو۔ اور جہاں تک ہو سکے تمام اہلِ حقوق کو ہماری طرف سے راضی کرو اور ایمان کی سلامتی کی دعا سے مدد و معاون رہو۔ بار بار یہی لکھا جاتا ہے کہ اس وقت کو بیہودہ امور میں ضائع نہ کرو اور ذکرِ الٰہی کے سوا کسی کام میں مشغول نہ ہو، اب کتابوں کے مطالعے اور طلبہ کے تکرار کا وقت نہیں ہے۔ اب ذکر کا وقت ہے۔ تمام نفسانی خواہشوں کو جو

جھوٹے خدا ہیں، 'لا' کے نیچے لاکر سب کی نفی کردو اور کوئی مراد ومقصود سینے میں نہ رہنے دو۔ حتیٰ کہ میری خلاصی بھی جوکہ تمھارے لیے نہایت ضروری ہے، تمھاری مراد ومطلوب نہ ہو۔ اور حق تعالیٰ کی تقدیر اور فعل اور ارادہ پر راضی رہو اور کلمہ طیبہ کے اثبات کی جانب میں غیب ہویت کے سوا جو تمام معلومات ومتخیّلات کے وراء الوریٰ ہے، کچھ نہ رہے۔ حویلی وسرائے و چاہ و باغ اور کتابوں اور دوسری تمام اشیا کا غم سہل ہے۔ ان میں سے کوئی چیز تمھارے وقت کی مانع نہ ہو۔ اور حق تعالیٰ کی مرضیات کے سوا تمھاری کوئی مراد ومرضی نہ رہے۔ ہم اگر مر جاتے تو یہ چیزیں بھی چلی جاتیں۔ بہتر ہے کہ ہماری زندگی میں چلی جائیں تاکہ کوئی فکر نہ رہے۔

اولیاء نے ان امور کو اپنے اختیار سے چھوڑا ہے۔ ہم حق تعالیٰ کے اختیار سے ان امور کو چھوڑ دیں اور شکر بجا لائیں۔ اُمید ہے کہ مخلَصین (بفتح لام) میں سے ہوجائیں گے۔ جہاں تم بیٹھے ہو اسی کو اپنا وطن خیال کرو۔ چند روزہ زندگی جہاں گزرے یادِ حق میں گزر جائے۔ دنیا کا معاملہ آسان ہے، اس کو چھوڑ کر آخرت کی طرف متوجہ رہو اور اپنی والدہ کو تسلی اور آخرت کی ترغیب دو۔ باقی رہی ایک دوسرے کی ملاقات اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو ہو رہے گی۔ ورنہ اس کی تقدیر پر راضی رہو اور دعا کرو کہ دار السلام میں سب جمع ہوں اور دنیوی ملاقات کی تلافی کو اللہ تعالیٰ کے کرم سے آخرت کے حوالے کریں۔ الحمد للہ علیٰ کل حال۔ (مکتوب، ج:۳، ص:۲)

مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کے نام

۱۵) جمعیت کے ساتھ رہو اور اپنی تمام ہمت کو حق تعالیٰ کی رضامندی کے حاصل کرنے میں صرف کرو۔ فراغت و آرام طلبی کو چھوڑو اور حظِ نفس کے پیچھے نہ پڑو اور اہل وعیال کے ساتھ حد سے زیادہ محبت اختیار نہ کرو۔ ایسا نہ ہو اس ضروری کام میں فتور پڑ جائے۔ پھر ندامت و مایوسی کے سوا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس صحبت و دولت کو غنیمت سمجھو اور ضروری اُمور میں عمر بسر کرو۔ (پھر چند سطر بعد رقم طراز ہیں) اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تم کو ضائع نہ چھوڑے گا اور قبول فرمالے گا لیکن اس سے ڈرتے رہنا چاہیے اور لہو ولعب میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو صحبت کی دور تاثیر کر جائے اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا وتضرّع کرتے رہو اور اہلِ حقوق کے ساتھ بقدر ضرورت میل جول رکھو اور ان کی خاطر و تواضع بجا لاؤ اور مستورات کے ساتھ وعظ و

نصیحت سے زندگی بسر کرو اور ان کے حق میں امرِ معروف اور نہیٔ منکر سے دریغ نہ رکھو اور تمام اہلِ خانہ کو نماز و صلاح و احکامِ شرعی کے بجالانے کی ترغیب دیتے رہو۔ "فَاِنَّکُمْ مَسْئُوْلُوْنَ عَنْ رَعِیَّتِکُمْ" حق تعالیٰ نے تم کو علم دیا ہے، اس کے موافق عمل بھی نصیب کرے اور اس پر استقامت بخشے۔ آمین۔ (مکتوب، ج:۳، ص:۸۵)

وصیت قبل وصالِ حق

عمر کا ۶۳ سال ہوا۔ سال کے اخیر میں عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد مجددؒ صاحب نے مطلع فرمایا کہ میرے لیے دنیا سے کوچ کرنے کا وقت نزدیک آ گیا ہے۔ میری عمر نبی کریم ﷺ کی عمر کے مطابق ۶۳ سال ہو چکی ہے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ قرآن اور سنتِ نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنا۔ علماء و بزرگوں کی فرمانبرداری کرنا۔ البتہ شرع کے مخالف علماء کے نزدیک نہ پھٹکنا۔ جو فقراء وحدتِ وجود کے قائل ہیں اور سماع کو پسند کرتے ہیں وہ جھوٹے مدعی ہیں۔ ذکر و مراقبہ جاری رکھنا۔ عبادت کثرت سے کرنا۔ جو شخص شریعتِ محمدی کا مخالف ہو، کشف و کرامات ظاہر کرے تو اسے حق پر نہ سمجھنا۔ درحقیقت ایسے لوگوں کو معرفتِ الٰہی سے کوئی تعلق نہیں۔ جو کام میں چھوڑ رہا ہوں اس پر عمل کرنا تاکہ تمھیں نجات نصیب ہو اور علم باطنی میں حصہ ملے۔ میرے فرزندوں کی عزّت اور ان سے دعا اور توجہ کے لیے درخواست کرنا۔

میری تجہیز و تکفین سنت کے مطابق کرنا۔ کوئی شخص میرے ستر کو نہ دیکھے۔ میرے غسل کے وقت فرزندوں اور دو بڑے خلفاء کے سوا کوئی میرے نزدیک نہ آئے۔ اس کے بعد نمازِ تہجد کھڑے ہو کر ادا کی۔ پھر نمازِ فجر باجماعت ادا کی۔ بعدہ نمازِ اشراق ادا فرمائی اور اس وقت کی دعائیں اور وظیفے کا ورد بھی کیا۔ پھر فرمایا برتن لاؤ، پیشاب کی حاجت ہے۔ برتن لایا گیا، اس میں ریت نہ تھی۔ پھر ریت ڈالی گئی تب آپ نے فرمایا کہ اتنی فرصت نہیں کہ پیشاب کروں اور پھر تازہ وضو کروں، اب تو میں وضو سے ہوں اور مجھے فرش پر لٹا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ رُخ قبلہ کی طرف تھا اور دایاں ہاتھ رُخسار کے نیچے تھا۔ ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ چند لمحوں بعد اللہ اللہ کہتے ہوئے وصالِ حق ہو گیا۔ منگل کے دن ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ کو وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

آخری و فیصلہ کن بات

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تو سارے مقامات کی سیر کرنے کے بعد جس نتیجے پر پہنچا تم پہلے پہنچ جاؤ۔ یعنی پہلے دن اس بات کا ارادہ کرلو کہ نبی ﷺ کی جتنی سنتیں ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ پھر اس کی برکت اور نورانیت دیکھوگے پھر زندگی کا لطف دیکھوگے۔ (اصلاحی خطبات، ص:۲۱۲، مشائخ نقشبند، ص:۱۱۴)

تمام شریعت کا خلاصہ - حضرت مجددؒ

پوری شریعتِ اسلامیہ کا خلاصہ 'ضبطِ نفس' اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھنا ہے۔ یعنی خواہشاتِ نفس کو مطالباتِ شریعت کے تابع کردے پھر آہستہ آہستہ اس پر ملکہ حاصل ہو جائے گا۔ مطالباتِ شریعت خواہشات کی طبیعت بن جائے۔ نفس کو شریعت پر عمل کیے بغیر چین نہ آئے۔

رضائے الٰہی صرف اتباعِ شریعت میں ہے، ماموارات کا اہتمام ہو، محرمات و منہیات سے اجتناب ہو، حلم وتقویٰ، حسنِ خلق کی توفیق ہو۔ ناگواریوں پر صبر اور موافق حالات اور انعامات پر شکر کی عادت ہو۔ معاصی پر توبۂ نصوح بلا تاخیر ندامت کے ساتھ ہو۔ ہر عمل بخلوص و صدق ہو۔ غصہ پاس نہ آئے۔

جس آدمی کو ندامت کے ساتھ گناہوں پر توبہ کی توفیق مل جائے اور پھر وہ گناہوں کو بھول جائے یا گناہ بھلا دیے جائیں۔ یہ علامت ہے اس بات کی کہ توبہ قبول ہو چکی ہے۔

(اصلاح افروز بیانات، ص:۱۳۹)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ ملقب بہ عروۃ الوثقیٰ

(ولادت ۱۰۰۷ھ، وفات: شنبہ کے دن، ۹ربیع الاول ۱۰۷۹ھ)

۱) اچھے اعمال تو نیک اور فاجر دونوں کرلیتے ہیں لیکن معاصی سے بچنے کا اہتمام صدیق کا کام ہے۔ (اقوال سلف، ج:۳، ص:۱۴۹)

۲) مدارِ کار اتباعِ شریعت پر ہے اور معاملۂ نجات پیرویٔ نقشِ قدم رسول اللہ ﷺ سے مربوط ہے۔ محق و مُبطل میں امتیاز پیدا کرنے والی چیز اتباعِ پیغمبرؐ ہی ہے، زہد و توکل اور تبتل بغیر

اتباعِ رسولؐ کے نامعتبر ہیں۔ اذکار و افکار اور اشواق و اذواق بے توسل سرکار دو عالم ﷺ غیر مفید ہیں۔ خوارق و عادات کا دار و مدار بھوک اور ریاضت پر ہے، اس کو معرفت سے کیا تعلق؟

۳) دل کو پاکیزہ رکھنا چاہیے۔ حق تعالیٰ کی جائے نظر یعنی دل کو مخلوق کے منظر سے زیب و زینت میں کمتر نہیں کرنا چاہیے۔ دل کی پاکیزگی ذکر سے وابستہ ہے، لہٰذا ذکر و فکر میں مداومت کریں اور سبقِ باطن کو عزیز رکھیں۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۱۵۳)

۴) اپنے اوقات کو ذکر و فکر سے معمور اور آباد رکھو اور باطن کو روشن کرنے میں کوشش کرو۔ اس لیے کہ وہی نظرِ مولیٰ کا محل ہے اور یہ سمجھ لو کہ تنویرِ باطن کا تعلق ان امور کے ساتھ ہے: دوامِ ذکر، مراقبہ، وظائفِ بندگی کی ادائیگی یعنی ادائے فرض و سنن و واجبات نیز دیگر بدعات و دیگر محرمات و مکروہات سے اجتناب۔ چنانچہ جو شخص جس قدر بھی اتباعِ سنت اور عمل بالشریعت اور اجتنابِ بدعت میں زیادہ کوشش کرے گا اتنا ہی زیادہ اسے نورِ باطن حاصل ہوگا اور حق تعالیٰ کی راہ اس پر کھلے گی۔ بلاشبہ اتباعِ سنت نجات دینے والی چیز ہے بہر صورت نفع بخش اور درجات کو بلند کرنے والی، اس میں خلاف کا احتمال ہی نہیں ہے، لیکن اس کے ماسوا جو چیزیں ہیں اس میں خطرہ ہی خطرہ ہے بلکہ وہ شیطانی راستہ ہے لہٰذا ان سے بہت اجتناب کرو اور احتیاطِ کلی رکھو، اس لیے کہ حق کے بعد بجز گمراہی کے اور رہ بھی کیا جاتا ہے۔ دینِ متین کو جو وحی قطعی سے ثابت ہے محض لغو باتوں اور اوہام و خیالات سے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۱۶۱)

۵) میں نے تم سے پہلے بھی کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ قرآن و حدیث و اجماعِ اُمت و اقوالِ مجتہدین پر عمل کرنا اور فقراء خلاف شرع سے پرہیز رکھنا۔ (خزینہ معرفت، ۱۰۲)

ملا جمال الدین کے نام

چاہیے کمر ہمت کو احکامِ شرعیہ کی انجام دہی کے لیے چست باندھیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنا شیوہ و طریقہ بنائیں۔ سننِ متروکہ کے زندہ کرنے کو زبردست کام سمجھیں۔ ہر وارد جو قلب پر گزرے اس کے چھپانے میں کوشش کریں۔ وقائع اور منامات پر اعتماد نہ کریں۔ اگر خواب میں بادشاہ یا قطبِ وقت ہو جائے تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ بادشاہ اور قطبِ وقت وہ ہے جو خارج میں منصبِ بادشاہت اور منصبِ قطبیت پر فائز ہو۔ اگر بالفرض خارج میں بھی کوئی

بادشاہ ہو گیا اور کائنات اس کی مسخر ہو گئی تو کون سی بزرگی اس کو حاصل ہو گئی اور کون سا عذابِ گور (قبر) اور عذابِ قیامت اس سے رفع ہو جائے گا۔ بلند ہمت لوگ اس قسم کے امور کی جانب التفات نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات میں کوشاں رہتے ہیں۔ وہ فنائے نیستی اور سترِ واردات میں کوشش کرتے ہیں۔ (مکتوب، ۱۷۷۔ مشائخ نقشبند، ص:۱۲۱)

ملا قاسم کے نام

مخدوما! نماز معراجِ مومن ہے۔ جو حالت اس کی ادائیگی کے وقت رونما ہوگی وہ حالت معراجیہ کے ساتھ مناسبت رکھے گی اور تمام دیگر حالات سے ممتاز ہوگی۔ تمام احوال کو نماز کے مقابلے میں وہ نسبت حاصل ہے جو صورت کو حقیقت کے مقابلے میں۔ مثال کے طور پر دیکھو، جو صورت آئینے میں نظر آ رہی ہے اس کو اپنے اصل سے کیا مساوات حاصل ہے۔ سوائے مماثلتِ صوری و مشارکتِ رسمی کے اور کچھ بھی نہیں، جس قدر بھی تکمیلِ نماز میں کوشش، رعایتِ سنن و آداب میں جد و جہد اور تطویلِ قرأت و رکوع و سجود میں سنت کی موافقت کرو گے فیوض و برکاتِ نماز اسی قدر وارد ہوں گے۔ نماز کا حسن و جمال اور کمال زیادہ سے زیادہ ظہور پذیر ہوگا۔

(مکتوب ۵۸، مشائخ نقشبند، ص:۱۲۲)

مکتوب بنام محمد عاشور بخاری

حضرت حق جل مجدہ تم کو گرفتاری ما سوا سے کلیتہً آزاد کرے، مدارجِ قرب میں ترقیات بخشے اور برکاتِ کلمہ طیبہ سے سیراب کرے۔ اہل اللہ کے یہاں یہ امر مسلّم ہے کہ 'تنویرِ باطن' کے لیے اس کلمۂ مبارکہ سے بہتر کوئی کلمہ نہیں ہے۔ اس کے جزوِ اول سے 'سالک مستعد' مطلوب حقیقی کے ماسویٰ کی نفی اور جزوِ ثانی سے معبودِ برحق کا اثبات ہے اور یہی تمام سلوک کا خلاصہ ہے۔

تا بجاروبِ لا نروبی راہ
نرسی در سرائے الا اللہ

ترجمہ: جب تک تو لا الٰہ کے جھاڑو سے راستہ صاف نہیں کرے گا الا اللہ کے سرائے میں پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

مخدوما! کتبِ شرعیہ اور احادیثِ نبویہ علی وجہ الکمال تہذیبِ اخلاق کی ضامن ہیں۔

بمقتضائے شریعت عزائمل کرو اور سنن مصطفیٰ ﷺ کو تمام امور میں پیشوا قرار دو، نجاتِ اخروی اور درجاتِ قربِ الٰہی کا وصول اسی سے وابستہ ہے۔تعمیرِاوقات میں انتہائی سعی کرو کیونکہ وقت بہت ہی زیادہ عزیز شئے ہے۔ یہ لایعنی امور میں صرف نہیں ہونا چاہیے۔مخلوق سے میل جول بقدر ضرورت ہو، قدرِ حاجت سے زائد ملنا جلنا اس راہ میں درندۂ مہلک ہے۔ شب زندہ داری اور گریۂ سحری کو غنیمت شمار کرو۔لذاتِ فانیہ میں کھپ جانے سے بچتے رہو۔ یہ امر باطن کو بے رونق اور مکدر کر دیتا ہے۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اچھی طرح انجام دو۔ اس میں کوتاہی نہ ہونا چاہیے۔طعام، مقام اور کلام میں حدِ اوسط کی رعایت کرنا چاہیے۔ (مشائخ نقشبند،۱۲۳)

سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کی وصایا

سلطنت کا قیام انصاف سے ہوتا ہے۔ ملک و مال کی زیادتی، بہادری اور سخاوت سے ہے۔ عالم اور فاضل حضرات کے ساتھ صحبت رکھنا۔ جاہلوں سے پرہیز کرنا عقلمندی کی نشانی ہے۔ اپنے عقائد پر عمل کرنا۔مصیبت کے وقت مستقل مزاج رہنا۔تدبیر سے خوش، تقدیر پر شاکر رہنا۔ خاندانوں کے دائمی قیام کی بنیاد یتیموں پر رحم کرنے،محتاجوں کی حاجت روائی سے گریز نہ کرنے پر ہے۔ملکی کام وزیروں کے صلاح مشورے سے انجام پاتے ہیں، فتح و کامرانی فقیروں کی دعا سے اور تندرستی دردمندوں کا درد دور کرنے سے نصیب ہوتی ہے۔مجرموں کے قصور معاف کر کے اللہ کی بارگاہ سے رحمت کی اُمید رکھنی چاہیے۔

جب سلطانؒ کا آخری وقت قریب آیا تو یہ وصیت صاحبزادوں کو ارسال کی:

بڑھاپا آ گیا، کمزوری زیادہ ہوگئی۔ اعضاء میں قوت نہیں رہی۔ دنیا میں یگانہ وتنہا آیا تھا، اب سب سے بیگانہ جا رہا ہوں۔ مجھے اپنے آپ کی خبر نہیں کہ کون ہوں اور کس کام کے قابل ہوں، جو دم عبادت کے بغیر گذرا، اس کا افسوس باقی ہے۔حکومت و رعایا پروری مجھ سے نہ بن پائی۔قیمتی عمر مفت میں ضائع ہوگئی۔ گھر کا مالک (اللہ تعالیٰ) تو موجود ہے،لیکن میں اپنی تاریک آنکھ سے اس کی روشنی نہیں دیکھتا، زندگی پائیدار نہیں۔ گذرے ہوئے دم کی نشانی ظاہر نہیں، اور مستقبل کے متعلق کچھ نہیں۔سب نے جدائی اختیار کی۔

لوگ نہیں سمجھتے کہ ہم پر بھی ایک حاکم اعلیٰ ہے۔ میں اپنے ساتھ کچھ نہیں لایا تھا، مگر افسوس گناہوں کا بوجھ ساتھ لے جارہا ہوں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم پر نظر اور اس کی رحمت سے قوی اُمید ہے لیکن اپنے اعمال و افعال کو دیکھتے ہوئے ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے۔ اگرچہ پروردگار اپنے بندوں کی حفاظت کرے گا، ظاہری حالت پر نظر رکھتے ہوئے فرزندوں پر بھی واجب ہے کہ خلقِ الٰہی اور مسلمان ناحق نہ مارے جائیں۔

فرزند زادہ بہادر کو آخری دعا کہہ دیں، ہم نے رخصت کے وقت اس کو نہ دیکھا۔ شوق باقی رہا۔ بیگم نواب بائی والدہ کام بخش اگرچہ رنجیدہ خاطر ہے لیکن دلوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ عورتوں کی کوتاہ اندیشی ناکامی کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں رکھتی۔ الوداع، الوداع، الوداع۔

نیز وصیت فرمائی کہ:-

۱- اس گناہ گار کو غرقِ معاصی کو تربتِ مقدسہ مطہرہ چشتیہ سلام کے قریب دفن کریں، اس لیے کہ گناہوں کے دریاؤں میں ڈوبے ہوئے کو اس درگاہ غفران پناہ سے التجا کرنے کے سوا کچھ اور ٹھکانہ نہیں۔

۲- مبلغ چودہ روپیہ بارہ آنے جو ٹوپیوں کی سلائی کے عالیہ بیگم محلدار کے پاس جمع ہیں، وہ ان سے لے کر مجھ بیچارے کے کفن میں صَرف کریں، اور جو مبلغ تین سو روپیہ قرآن کی لکھائی کے صرفِ خاص میں ہیں، وہ انتقال کے دن محتاجوں کو دیں۔ اس لیے کہ کلام مجید کی لکھائی میں حرمت کا شبہ ہے، میرے کفن میں یہ روپیہ صَرف نہ کریں۔

۳- اگر اور ضرورت ہو تو بادشاہ عالی جاہ کے وکیل سے لیں، کیونکہ اولاد میں یہی قریب ترین وارث ہیں۔ حلت و حرمت ان کے ذمہ ہے، مجھ بیچارے سے باز پرس نہیں، کہ مردہ بدست زندہ۔

۴- اس سرگشتۂ بیابان گمراہی کو ننگے سر دفن کریں کہ گناہ گار تباہ روز کو دربار عظیم الشان اللہ تعالیٰ کے روبرو ننگے سر لے جانے سے نظر رحمت زیادہ ہوگی۔

۵- میرے تابوت پر گاڑھے یعنی گزی کی چادر ڈالیں، اور امیروں کی بدعت سے پرہیز کریں۔

حضرت شاہ میر بادشاہ بخاریؒ کی وصایا

اللہ اکبر! جب کسی شخص پر موت کی علامات وآ ثار ظاہر ہوں، چاہیے کہ گناہوں سے توبہ کرے، استغفار پڑھے، اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے، اس وقت اس کے پاس دیندار پاک لوگ رہیں، ہر کس و ناکس کو وہاں آنے نہ دیں۔ شور و پکار، قصے کہانیاں، فضول باتیں نہ کریں۔ خوشبو مہکائیں، مکان اور بیمار کا بستر اور لباس پاک وصاف رکھیں، کلمہ طیبہ، سورۂ یٰسین اور قرآن شریف پڑھیں لیکن بیمار کو کچھ نہ کہیں۔ جب روح جسم سے پرواز کر جائے تو لباس بدل ڈالیں، آنکھیں بند کر دیں، ٹھوڑی باندھ دیں۔

اور تجہیز و تکفین میں زنہار، زنہار تاخیر نہ کریں۔ بہت جلدی کریں۔ پہلے گرم پانی سے جس میں کافور، ریٹھا اور بیر کی پتیاں ڈال کر گرم کیا گیا ہو، جسم تر کر کے بہت آہستگی سے تمام جسم مل کر میل کچیل دور کر دیں، ذرا سا بٹھلا کر اور نرمی کے ساتھ پیٹ ملیں تاکہ کچھ کثافت خارج ہو جائے۔ پھر اچھی طرح سے دھو کر پاک کر دیں۔ پھر وضو کرائیں اور غسل دیں۔

غسل دینے والے چار پانچ اشخاص کے سوا کسی اور کو غسل کی جگہ نہ آنے دیں۔ پردے میں نہلائیں، پردے کا اہتمام کریں۔ غسل دینے والے بھی میت کی ستر کو نہ دیکھیں۔ اگر میت میں کوئی عیب پایا جائے تو دوسروں کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ بہت احتیاط و ہوشیاری سے غسل دیں۔ طہارت میں کوئی کمی نہ آنے دیں، پھر کفن پہنائیں۔ جو لوگ دیکھنا چاہیں اُن کو دکھائیں اور ان کو دیکھنے کی دعوت نہ دیں۔ غسل و کفن سے پہلے نہ دِکھائیں۔ اس لیے کہ اس وقت روح نکلنے پر کچھ تغیر ہوتا ہے۔

جنازے کی مسہری کو دھولیں، عود کا دھواں دے کر تیار رکھیں پھر میت کو لٹا کر لے جائیں۔ میت کو شال دوشالہ نہ اُڑھائیں، نمازِ جنازہ کسی نیک دل مقدس شخص سے پڑھوائیں۔ دفن فوراً کر دیں اور فاتحہ سے نہ بھولیں۔

اے فرزند ارجمند! یہ بات خوب یاد رکھو کہ جب میں مَر جاؤں ہرگز ہرگز تم نہ رونا اور نہ غم کرنا، بلکہ خوشی خوشی بہت جلد تجہیز کر دینا۔ نمازِ جنازہ کے بعد کڑپے میں جدامجد کی مسجد حضرت

شاہ سیّد ثانی کے صحن میں جو قبر میں نے تیار کرا رکھی ہے، اس میں دفن کرنا۔ کسی کی بات خواہ کچھ بھی کہے، ہرگز ہرگز نہ سننا اور میرے حکم پر عمل کرنا۔ یاد رکھو! بیٹا وہی ہے جو باپ کا کہنا مانے، ورنہ بیٹا کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ میرے کہنے پر ضرور عمل کرو ورنہ اللہ نہ کرے، دین و دنیا دونوں میں تم کو پچھتانا پڑے گا، میرے کفن کے لیے روپیہ موجود ہے، کسی دوسرے کا نہ لگانا۔ میت کا اشتہار نہ دینا، نہ کسی کو آ ؤ کر کے بلانا۔ نہ مت آ ؤ کہہ کر روکنا۔ نہ جنازہ شہر میں گھمانا۔ نہ دکانیں بند کرانا، نہ کسی دوسری مسجد میں لے جانا، نہ کسی کا انتظار کرنا۔

اللہ عز وجل بہ طفیل شہ رسل تمھیں نیک توفیق عطا فرماوے اور راہِ راست پر چلاوے، اور دین و دنیا میں ہمیشہ خوش وخرم رکھے، آمین، بحق طٰہٰ ویٰسین۔

الراقم عبدالحق عرف شاہ میر بادشاہ عفی عنہ اللہ التقصیر، المرقوم یازدہم محرم الحرام بروز دوشنبہ، ۱۳۵۴ھ۔ (وصایا، ص: ۵۵-۵۷)

حضرت مولانا سیف الدین والد شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

۱) باخلق چہ کار است کار باخدا است۔ میاں! مخلوق سے کیا کام۔ کام تو دراصل اللہ تعالیٰ سے ہے۔

۲) لذتِ دنیا کی نوعیت لذتِ احتلام کی سی ہے۔ ایک لمحے میں فنا ہو جاتی ہے مگر اس کی کثافت و کدورت باقی رہ جاتی ہے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۸۳)

۳) میں ہر دروازے سے اللہ کے پاس پہنچنا چاہا مگر ہر دروازہ پر بہت زیادہ ہجوم پایا تو میں ذلت و انکسار کے دروازے پر پہنچا اس کو میں نے خالی پایا اور اسی سے واصل ہو کر اپنے مطلوب کو پایا اور دوسرے طالب ابھی دروازوں ہی پر کھڑے تھے۔ (ایضاً، ج:۳، ص:۸۴)

نصیحت بنام فرزند شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

۱) چاہیے کہ کسی سے علمی بحث میں جھگڑا نہ کرو اور تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اگر یہ سمجھ لو کہ دوسرا حق بجانب ہے تو اس کی بات مان لو اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کو دو تین بار سمجھا دو۔ اگر نہ مانے تو کہو کہ مجھے تو یہی معلوم ہے ممکن ہے کہ جیسا تم کہتے ہو ویسا ہی ہو، پھر جھگڑنے کی بات کیا ہے۔

(اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۹۴)

۲) علمی بحث میں جو جنگ کی جاتی ہے وہ صرف اپنے نفس کی ہوتی ہے۔ یہ لاحاصل چیز ہے۔ اس سے منافرت اور مخالفت کے سوت اُبل پڑتے ہیں۔ علمی مسائل میں محبت واُلفت سے تبادلۂ خیالات ہونا چاہیے کہ یہ محبت کا معاملہ ہے۔ جس میں محبت نہیں وہ کیا کرے گا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو والدہ کی نصیحت

۳) ملائے خشک وناہموار نہ باشی۔ یعنی اے بیٹے! خشک ملا اور بدون تربیت نہ رہنا۔

(البلاغ، شمارہ رمضان ۱۴۰۲ھ)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

۱) طلبِ صادق پیدا کرو۔ (۲) پاداشِ عمل کا خیال رکھو۔ (۳) ظاہر وباطن میں امتزاج پیدا کرو۔ (اقوال سلف، ج:۳،ص:۱۰۷)

۴) لوگوں کی جفا وکفا کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے ہی میں روحانی ترقی کا راز ہے۔ انسان کو چاہیے کہ مشکلات میں صبر سے کام لے۔ ماحول ناسازگار ہو تو بددل نہ ہوجائے۔ صبر واستقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرے۔ (اقوالِ سلف،ص:۱۱۰)

۵) آدمیوں کی آزار رسانی پر صبر کرنا چاہیے۔ جگہ سے ہٹنا اور وطن چھوڑ کر ہجرت کرنا کہیں نہیں آیا ہے۔ دل کو قوی رکھنا چاہیے۔

حضرت شیخ آدم بنوریؒ کی نصیحت شاہ علم اللہ کو

اگر کوئی مردِ حق تمھیں کہیں روکے تو ٹھہر جانا۔ (تذکرۂ شاہ علم اللہ،ص:۴۹)

حضرت شاہ عبدالشکور سلطان المجاذیب کی وصیت شاہ علم اللہ کو

وقائع احمدی میں ہے کہ انھوں (عبدالشکور) نے سیّد شاہ علم اللہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور مکان کے قریب لاکر کہنے لگے، ہم تم یہیں رہیں ایکی پار، لوگ جانے یہ یہ پار روے وے پار (یعنی ہم تم

اسی پار رہیں گے اور لوگ یہ سمجھیں گے یہ اس پار ہیں اور وہ اس پار ہیں) اس کے بعد ایک خط مربع کھینچا اور کہا کہ تم یہاں رہو اور اس کے بعد ایک خط مربع اور کھینچا اور کہا یہ مسجد بناؤ، پھر ایک خط مربع کھینچا اور کہا یہ اپنا مقبرہ بناؤ۔ اگر کوئی مرے یہاں دفن کرنا۔ اس کے بعد سیّد شاہ علم اللہؒ کو دعا دی کہ حق تعالیٰ اس زمین کو تمھاری اولاد سے آباد کرے اور اچھے اچھے لوگ تمھاری اولاد سے پیدا کرے۔ (تذکرہ شاہ علم اللہ، ص: ۴۹)

حضرت شاہ عبدالغنی کی وصایا بنام شاہ ابوالخیر دہلویؒ

تقویٰ اور پرہیز گاری اور نفس پرستوں سے اجتناب و دوری کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ ہی تو بہترین توفیق دینے والا ہے۔ (مقاماتِ خیر، ص: ۱۶۰)

حضرت شاہ عبدالغنی کی وصایا بنام شاہ ابوسعیدؒ

برخوردار! احمد سعید کو وہاں (لکھنو) چھوڑ کر خط پہنچتے ہی سب کو جواب دے کر میرے پاس (بمقام دہلی خانقاہ مظہریہ) آجائے۔

میری قبر اسی مکان کے صحن میں ہوگی اور تبرکات سرہانے اور جو لوگ تم سے وابستہ ہیں وہ جس وقت چاہیں گے دونوں حویلیوں میں آجائیں گے۔ تم اس جگہ ہمارے مزار پر رہنا۔ خانقاہ کے اخراجات سب تمہاری مرضی کے مطابق ہوں گے۔ بردباری اور برداشت اختیار کرنا، حسن خاتمہ کی دعا کرنا۔ (مقاماتِ خیر، ص: ۲۰۴)

حضرت شاہ محمد عمرؒ کی وصایا فرزند شاہ ابوالخیرؒ کو

حضرات کرام کے طریقوں پر قائم رہو۔ کلکتہ میں ایک میمن نے دو ہزار روپیہ نذرانہ دیا تھا، وہ روپیہ میں نے امانت اسی کے پاس رکھ دیا ہے، یہ روپیہ اُن سے لے کر، کرامت النساء کی شادی پر خرچ کر دینا۔ تمہارا حافظ و ناصر پروردگارِ عالم ہے۔ (مقاماتِ خیر، ص: ۱۳۰)

شیخ عبدالکریم میرٹھیؒ کو حضرت شاہ ابوالخیرؒ کی وصایا

ہم اگرچہ غفلت میں ہیں مگر لائق ہم کو یہی ہے کہ اپنے مالک پر بھروسہ کریں اور اسی پر تکیہ کریں اور اسی کو یاد کریں اور اسی کی نزدیکی طلب کریں، اور اسی کو پکاریں۔ افسوس کہ اتنی دینداری بھی ہم میں نہ ہو اور اس پر پھر اپنے کو خاص بندۂ الٰہی سمجھیں۔ ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ کافی ہے ہم کو اللہ اور وہ اچھا مددگار ہے۔ اَعُوْذُ بِکَ اَللّٰھُمَّ مِمَّا جَنَیْتُہٗ، وَ مِمَّا عَصَیْتُ الْاَمْرَ قَوْلًا وَ فِعْلًا۔ اے اللہ! جو کچھ ہم نے گناہ کیے ان سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور ان نافرمانیوں سے جو میں نے قول اور فعل میں کی ہیں۔ (مقاماتِ خیر، ص:۴۱۴)

شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہ کی وصیت

شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ کے پاس ایک خرقہ تھا جس کو پہن کر آپ عبادت کیا کرتے تھے۔ اس کے بارے میں منقول ہے کہ یہ خرقہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میراث کے طور پر مشائخ کے پاس سلسلہ بہ سلسلہ چلا آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر کو حاصل ہوا۔

حضرت ابوسعید ابوالخیر نے اپنے فرزند شیخ ابوطاہر کو وصیت کی کہ میرے مَرنے کے چند سال بعد ایک نوجوان، سبزہ آغاز، بلند و بالا قد، چشم نیلی فام آئے گا جس کا نام احمد (نامقی جامی) ہوگا وہ تمہاری خانقاہ کے دروازہ پر جس وقت پہنچے گا اس وقت تم اپنے اصحاب کے حلقے میں بیٹھے ہوگے۔ خبردار! یہ خرقہ ان کے سپرد کرنا۔ چنانچہ جب شیخ کا انتقال ہوگیا تو شیخ ابوطاہر کی یہ آرزو ہوئی کہ جو ولایت شیخ کو میسر تھی وہ اس وقت آخر میں میرے سپرد کردیں۔ شیخ نے آنکھ کھولی اور فرمایا کہ جس ولایت کی تم آرزو کررہے ہو وہ تو دوسرے کو سپرد کردی گئی ہے اور ہمارے علم شیوخت کو ایک آزادمزاج کے دروازے پر ماردیا گیا ہے جو کام ہمارے سپرد تھا اب اس کے سپرد کردیا گیا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ (نفحات الانس، ص: ۵۹۴)

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کی وصایا

حمد و صلوٰۃ کے بعد فقیر جانِ جاناں محمدی مجددی اس حالت میں کہ جس میں اقرار و مقر صحیح و معتبر ہے، ان احباب کو چند وصیتیں کرتا ہے جنھوں نے اس سے اخذِ طریقہ کیا ہے۔ فقیر کی تجہیز و تکفین کے لیے سنتِ نبوی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔ اس کے بعد میرے مزار پر دکان نہ لگائی جائے کیونکہ میں زندگی میں بھی اس کا مخالف تھا۔ میں بندگانِ حق میں سے ایک ہوں اور میں نے اللہ کے نام پر تعلیم دی ہے اور بس۔

چند روز پہلے میری بیوی نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ اپنے اُمورِ اُخروی کی تدبیر ان پر چھوڑ دوں۔ میں نے اس سلسلے میں انھیں ایک تحریر دے دی ہے تا کہ میرے بعد مخلص ان کی مخالفت نہ کریں اور وہ جہاں چاہیں مجھے دفن کریں۔ میں نے اس بات کا زبانی اقرار کرلیا ہے لیکن اُن دنوں یہ مستورہ کسی قطعۂ زمین کی مالک نہ تھیں۔ حال ہی میں انھوں نے ایک حویلی خرید لی ہے۔ میں اس جگہ سے سخت متنفر ہوں۔ اگر وہ چاہیں کہ مجھے اس جگہ دفن کریں تو دوستی کے تقاضے سے میرے احباب پر واجب ہے کہ ہرگز یہ بات قبول نہ کریں۔ ہاں اس جگہ کے علاوہ جہاں کہیں بھی جگہ میسر ہو ان کی مرضی کا خیال رکھیں۔ بیرونِ ترکمان دروازہ مناسب تر جگہ ہے۔

اس مستورہ نے عارضۂ سودا اور طویل عمری کی وجہ سے مجھے پریشان کیا ہے جو دوستوں سے مخفی نہیں ہے لیکن میں نے سب معاف کردیا ہے۔ اُس محبت کے خیال سے جو انھیں اللہ اور رسول سے ہے۔ میرے مخلصوں پر میرے حقِ وفا کے مطابق ان کی دلجوئی لازم ہے۔

میرے مخلصوں کو یہی وصیت کافی ہے کہ دمِ آخر تک اتباعِ سنت میں کوشاں رہیں۔ اور اللہ کے سوا کسی کو مقصودِ حقیقی اور آنحضرت رسول ﷺ کے علاوہ کسی اور کو متبوع واجب الاتباع نہ سمجھیں۔ فقیروں کے طور طریق اپنائیں اور دنیاداروں سے ملنے ملانے سے گریز کریں۔ علومِ دین کے شغل سے خود کو معذور نہ رکھیں۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْھُمْ! (مرزا مظہر جانِ جاناں، ص:۴۳ـ۷)

۱) تمام اولیاء اللہ و مشائخ سے محبت لازم ہے اور اپنے پیر کے حق میں افضلیت کا عقیدہ رکھتا ہو تو مضائقہ نہیں۔

۲) عجز وانکسار کی صفت پیدا کرنی چاہیے اور خلق کی جفا پر صبر وتحمل کی عادت ڈالنی چاہیے۔

۳) توسط واعتدال کھانے پینے، سونے جاگنے، اعمال وعبادات میں بہت مشکل ہے۔ کوشش کرنا چاہیے کہ اوقات موافق سنتِ خیر البشر ﷺ کے ضبط ہو جائیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کا اتباع توسط واعتدال ہی حاصل کرنے کے واسطے ہوتا ہے۔ ﴿لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (سورۂ حدید، آیت: ۲۵) تاکہ لوگ عدل کے ساتھ قائم ہو جائیں۔ اس پر نص قاطع ہے۔

۴) قصورِ اعمال پیش رکھنا اور سابقہ عنایتِ بے علت دیکھنا سالکانِ راہ کے اطوار سے ہے۔ ہر چند کہ عمل بہت کرے لیکن صفتِ استغناء اور کبریائی الٰہی سے خائف رہنا چاہیے۔ اور عذرِ تقصیر اور امیدِ واثق کو وسیلۂ قبولیت جاننا چاہیے۔ تھوڑے گناہ کو بہت جانے اور تھوڑی نعمت کو بہت سمجھے اور ہمیشہ شکر و رضاء کو اختیار کرے۔ طریقہ ورع وتقویٰ ومتابعتِ مصطفیٰ اختیار کرنا چاہیے۔ اپنے احوالِ باطنی کو کتاب وسنت پر پیش کرنا چاہیے۔ اگر موافق ہے تو قابلِ قبول ہے اور اگر مخالف ہے تو مردود جاننا چاہیے۔ عقیدۂ اہلسنّت والجماعت کا ملتزم ہو کر حدیث وفقہ سیکھنا چاہیے۔

۵) ہر عمل کی کیفیت علیحدہ ہے اور جامعِ کیفیات نماز ہے۔ اس لیے کہ متضمن انوار اذکار، تلاوت، تسبیح و درود واستغفار ہے۔ اور سب سے صحیح واصلِ حال کے قرنِ اوّل کے مشابہ ہو، نماز میں حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ کما حقہ ادب سے ادا کی جائے۔

۶) تلاوتِ قرآن مجید موجبِ صفائیٔ باطن وفیضِ قلبی ہے۔ اسے بہ ترتیل پڑھنا چاہیے۔ اور اگر جہر متوسط سے پڑھا جائے تو نہایت ذوق حاصل ہوتا ہے۔

۷) رمضان شریف میں نسبت باطن میں نہایت ترقی ہوتی ہے۔ روزہ میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ غیبت اور کذب سے بچنا چاہیے ورنہ روزہ فاقہ ہو جاتا ہے، روزہ نہیں رہتا۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۲۵۱-۲۴۹)

حضرت شاہ عبدالرحیمؒ والد شاہ ولی اللہؒ بنام اُمِّ عبید اللہ
یعنی ان کی خوش دامن

حامداً و مصلیاً و مسلماً - اما بعد!

۱) سالکۂ طریقت طالبۂ حقیقت اُم عبید اللہ! اللہ ان کو ذاکرات، واصلات، قانتات اور عارفات میں کر دے اور مقامِ فناء و بقاء سے کیف عطا فرمائے۔ بعد سلام .... اشغالِ ظاہریہ میں اتنی مشغول نہ ہوں کہ احوالِ باطنہ کی بلندی سے باز رہیں۔ دلِ بیدار حاصل کرو۔ اگر تعلقاتِ کونین بھی تم پر آ گریں تو ذرا سا حجاب تمھارے قلب پر نہ ہونا چاہیے۔ راہِ حق میں مؤنث و مذکر ہونے کو کوئی دخل نہیں ہے۔ جو عورتیں حق جل مجدہ کا عشق رکھتی ہیں وہ در حقیقت ہمت کے اندر مرد ہیں اور جو مرد حق جل مجدہ کے عشق سے بے تعلق ہیں، وہ عورتوں سے بدتر ہیں۔

(اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۲۴۳)

ایک مرید کے نام

۲) سیّد السیّد! فیضِ حق ناگاہ پہنچتا ہے مگر کہاں پہنچتا ہے؟ دلِ آگاہ پر۔ دلِ آگاہ کی کیا علامت ہے؟ ذکر اللہ سے دل میں نور و سرور کا داخل ہونا اور دار الغرور دنیا سے دور رہنا۔ بیشک لذتِ یادِ حق تمام لذتوں سے اونچی ہے جس نے یہ ذائقہ چکھا اس نے چکھا اور جس نے بات کو سمجھا اس نے سمجھا اور جس نے نہیں چکھا اس نے نہیں جانا۔ (ایضاً، ج:۳،ص:۲۴۴)

ایک مرید فیض اللہ کے نام

۳) بعد الحمد والصلوٰۃ۔ برادرم فیض اللہ ہمیشہ منتظر فیض اللہ رہیں۔ اے برادر! فیض اللہ اچانک اور ناگاہ پہنچتا ہے۔ لیکن دلِ آگاہ پر پہنچتا ہے۔ جانتے ہو دلِ آگاہ کیسا ہوتا ہے وہ دل جو آداب کا پابند۔

ادب تین قسم کا ہے

۱) حق جل مجدہ کا ادب (۲) ادبِ رسول ﷺ (۳) حق جل مجدہ کے مخلوق کا ادب۔

جس نے ان آداب کی محافظت و رعایت کر لی وہ مردانِ راہِ حق کے مقام پر پہنچ گیا۔

امام مالکؒ مدینے کی گلیوں میں کبھی سوار نہ ہوئے اس خیال سے کہ محبوب ربّ العالمین سیّد المرسلین ﷺ یہاں پیدل چلے ہوں، امام موصوف جب کسی قدیم عمارت کو دیکھتے تھے ادب کے ساتھ اس کو بوسہ دیتے تھے اس خیال سے کہ شاید آنحضرت ﷺ کا دستِ مبارک اس کو لگا ہوگا۔ جب فیض پہنچے گا تو آنکھیں کھل جائیں گی۔ تماشائے فیضِ ربّانی تم اپنی آنکھوں سے دیکھوگے اور اسرارِ فیض تک پہنچوگے، اتنا افاضہ وفیض دیکھوگے کہ افاضۂ فیض کا اثر تمھاری نگاہِ بصیرت سے چھپ جائے گا اور بجز فیاض کے اور کوئی نظر نہ آئے گا۔

شیخ محمد پھلتی کے نام

کوئی سانس غفلت کے ساتھ نہ آئے۔ اور کمیت و کیفیت نسبت کی زیادتی و اضافہ کی پوری پوری کوشش کی جائے۔ پوری عزیمت اور قوت کے ساتھ ہمیشہ نسبت کی جانب متوجہ رہا جائے۔ ماضی و حال کا موازنہ کرنا واجباتِ طریق سے ہے۔ اصولِ پنجگانہ جو اس فقیر کو القاء ہوئے ہیں ان کی ادائیگی میں صرف ہمت کرنا چاہیے۔ وہ اصولِ پنجگانہ یہ ہیں: ۱) دوامِ ذکر، ۲) ہر حال میں تقویٰ، ۳) اللہ تعالیٰ کی عام مخلوق کو بغیر تفریق ملک وملت نفع پہنچانا، ۴) اپنے نفس کو کسی پر فضیلت وترجیح نہ دینا، ۵) امر اللہ وخلق اللہ سے تواضع کا معاملہ۔ (ایضاً: ۲۴۵)

حضرت شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم محدث دہلویؒ

بلا ضرورت ومصلحتِ دینی اغنیاء سے صحبت نہ رکھے، صوفیانِ جاہل اور جاہلانِ عابد اور علماء زاہدان خشک اور جو محدثین اہل فقہ سے عداوت رکھیں اور جو لوگ کلام میں انہماک رکھتے ہیں ان سب کی صحبت سے بچے۔ اور ایسے شخص کے پاس بیٹھے جو عالم صوفی ہو، دنیا کا تارک، ذکر اللہ اور اتباع سنت کا عاشق ہو۔ اور مذاہب میں ایک دوسرے پر ترجیح نہ دے کہ حنفیوں کا مذہب سب سے اچھا ہے یا شافعیوں کا سب سے بڑھ کر ہے۔ اپنے مذہب پر عمل کرتا رہے۔ نہ صوفیوں کے طریقہ میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دے کہ چشتیہ کی نسبت بڑے زور کی ہے اور دوسرا کہے نقشبندیوں میں اتباع سنت زیادہ ہے اور اسی قسم کی خرافات سے بچے۔ جو لوگ مغلوب الحال ہیں

یا کسی تاویل سے کوئی امر کرتے ہیں جو اس شخص کے نزدیک خلاف سنت ہے ان کو برا بھلا نہ کہے اور خود وہی کرے جو قواعدِ شرعیہ کے موافق ہو۔ (شریعت وطریقت: ۴۳۵)

اصولِ دوستی ومیل جول

عام لوگوں سے مصاحبت، میل جول دو شرطوں کی بجا آوری کے ساتھ رکھو؛ ایک تو یہ کہ ان کے مال و دولت سے اُمید کو منقطع کرلو۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو تمھاری قسمت کا ہوگا وہ بغیر تمھارے قصد وارادے کے مل کر رہے گا۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ خوش خلقی کا سلوک کرو، خواہ وہ امیر ہو یا غریب، مشہور ہو یا گمنام۔ اور جو شخص اس کے باوجود تم سے عداوت رکھے وہ خبیث الباطن اور ظالم ہے۔﴿وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت: ۲۲۷) عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔

امیروں کو نصیحت

اے امیرو! کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ دنیا کی فانی لذتوں میں تم ڈوبے جارہے ہو اور جن لوگوں کی نگرانی تمہارے ذمہ سپرد ہوئی ہے ان کو تم نے چھوڑ دیا ہے تاکہ ان میں کے بعض بعض کو کھاتے اور نگلتے رہیں۔ کیا تم اعلانیہ شرابیں نہیں پیتے؟ پھر اپنے اس فعل کو تم برا بھی نہیں سمجھتے۔ اچھے کپڑوں اور اونچے مکانات کے سوا تمھاری توجہ اور کسی طرف منعطف نہیں ہوتی۔

فوجی سپاہیوں کو نصیحت

اے فوجیو! تمھیں اللہ تعالیٰ نے جہاد، حق کی بلندی کے لیے پیدا فرمایا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ کی بات اونچی ہو اور اللہ کا کلمہ بلند ہو اور شرک اور اس کی جڑوں کو تم دنیا سے نکال پھینکو گے لیکن جس کام کے لیے تم پیدا کیے گئے تھے اسے تم چھوڑ بیٹھے۔ پنج وقتہ نماز ادا کیا کرو اور عام لوگوں کے مال سے بچتے رہو۔ جنگ اور مقابلہ کے میدان میں ڈٹے رہو اور اپنی نیتوں کو درست کرلو۔ اللہ تعالیٰ تمھارے جاہ ومنصب میں برکت دے گا اور دشمنوں پر تمھیں فتح عطا فرمائے گا۔

صنعت وحرفت والوں کو نصیحت

اربابِ پیشہ! دیکھو امانت کا جذبہ تم سے مفقود ہو گیا ہے۔ تم اپنے رب کی عبادت سے بالکل خالی الذہن ہو چکے ہو اور تم اپنے فرضی بنائے ہوئے معبودوں پر قربانیاں چڑھاتے ہو اور تم ہی میں کچھ لوگ عورتوں کو کرایہ پر چلا کر پیٹ پالتے ہیں۔ یہ کیسا بدبخت آدمی ہے اپنی دنیا و آخرت دونوں کو برباد کر رہا ہے۔

طلبہ وعلماء کو نصیحت

اے بدعقلو! جنھوں نے اپنا نام 'علماء' رکھ چھوڑا ہے تم یونانیوں کے علوم میں ڈوبے ہوئے ہو اور صرف ونحو ومعانی میں غرق ہو اور سمجھتے ہو کہ یہی علم ہے۔ یاد رکھو علم یا تو قرآن کی کسی آیتِ محکم کا نام ہے یا سنتِ ثابتہ قائمہ کا۔ چاہیے کہ قرآن سیکھو الخ

واعظوں کو نصیحت

تمھارا کیا حال ہے؟ ہر بری بھلی بات، ہر رطب و یابس پر تمھارا ایمان ہے۔ لوگوں کو تم جعلی اور گڑھی ہوئی حدیثوں کا وعظ سناتے ہو۔ تم ایسے لوگوں کی باتیں سناتے ہو جو بیچارے مغلوب الحال اور عشق ومحبتِ الٰہی میں عقل وحواس کھو بیٹھے تھے۔ چاہیے کہ مقامِ احسان کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ پہلے اسے خود سیکھو، پھر دوسروں کو دعوت دو۔

عام مسلمانوں کو نصیحت

اے آدم کے بچو! دیکھو تمھارے اخلاق سو چکے ہیں۔ تم پر بے جا حرص سوار ہے۔ تم پر شیطان نے قابو پا لیا ہے۔ عورتیں مردوں کے سر چڑھ گئی ہیں اور مرد عورتوں کے حقوق برباد کر رہے ہیں۔ اپنے مصارف، وضع قطع میں تکلف سے کام نہ لیا کرو۔ اسی قدر خرچ کرو جس کی تم میں سکت ہو۔ دوسروں کے سینوں کے بوجھ بننے کی کوشش نہ کرو کہ ان سے مانگ کر کھایا کرو۔ بہر حال کوئی نہ کوئی کمائی کی راہ آدمی ضرور اختیار کرے اور اسی کے ساتھ قناعت کو اپنا دستورِ زندگی بنائے اور رہنے سہنے میں اعتدال اختیار کرے اور اللہ کی یاد کے لیے جو فرصت حاصل ہو اسے غنیمت جانے۔

حضرت شاہ اہل اللہؒ ابن عبد الرحیم

۱) اپنے کو مہمل و معطل نہ چھوڑیں بلکہ آخرت کا اور دنیا کا کام کریں اور اگر عقبیٰ و آخرت کا کام نہ کرسکیں تو دنیا ہی کا کام کریں۔ چنانچہ دیکھ رہا ہوں کہ جو لوگ دنیا کی طرف سے مطمئن ہیں وہ دین کا کام بھی کررہے ہیں اور ان کے اندر انسانیت پاتا ہوں۔ (تذکرۂ مصلح الامت، ص:۱۵۱)

۲) قرآن پاک کی تلاوت عمدہ ترین عبادت ہے۔ کیونکہ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے کہ قرآن مجید کے ایک حرف کی تلاوت پر جو ثواب ملتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دس گنا کرکے عنایت فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن شریف پڑھا کرو اس لیے کہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا اور یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا کہ قرآن مجید ترتیل کے ساتھ پڑھتے جاؤ اور بہشت کے درجات میں ترقی کرتے جاؤ۔ جہاں قرأت ختم ہوگی وہیں تمھارا مقام ہوگا۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت تکبیر اور تسبیح، صوم وصدقہ، سب سے افضل ہے لہٰذا ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ ہر روز کچھ قرآن ترتیل اور تجوید کے ساتھ پڑھتا رہے اور اپنا معمول بنالے کیونکہ اس کی فضیلت صحیح حدیثوں میں بکثرت وارد ہے۔ اگر معنی سمجھ سکے اور اس پر مطلع ہوسکے تو بہتر ہے ورنہ تلاوتِ قرآن پاک کے وقت اس کا استحضار رکھے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس میں جن باتوں کا حکم ہے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے اور جو قصص وحکایات بیان کیے گئے ہیں سب سچ اور درست ہیں۔ ان سب پر ایمان لاتا ہوں۔

(اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۲۸۱)

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ

(تاریخی نام: غلام حلیم، ولادت: پنجشنبہ کی رات، ۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ)

سوال: ہماری نماز، حاجت یا دعائیں اپنی تاثیر کیوں نہیں دکھاتے؟

۱) جواب: شرائطِ قبولیت (دعاء) مفقود ہیں۔

۲) احادیث میں آیا ہے کہ یہ نہیں کہ خواہ مخواہ ایسا ہی ہوجائے۔ اگر سائل کی مرضی کے

مطابق ہر دعا قبول کرلی جائے تو ایک محذورِ عظیم لازم آئے گا۔ مثلاً دعا کر کے ایک شخص آب و بارش چاہتا ہے، دوسرا اپنی کسی وقتی مصلحت کی وجہ سے بارش نہ ہونا چاہتا ہے۔

۳) حقیقی جواب یہ ہے کہ ظلماتِ گناہ کے سبب نورانیتِ دعا اپنا کھلا ہوا نتیجہ وفائدہ ظاہر نہیں کررہی ہے......دیکھو، موسم برسات میں اگر اندر خشک جگہ میں سامان رکھا ہو تو اس میں کچھ نہ کچھ نمی کا اثر آجاتا ہے اور موسم گرما میں اس کے برعکس۔ اسی طرح جب فضا ظلماتِ معاصی سے پر ہوجاتی ہے تو استجابتِ دعا کم ہوجاتی ہے۔

۴) جب کسی میں نسبت قوی ہوتی ہے اس کو کشف کم ہوتا ہے اور جس کو کشف زیادہ ہوتا ہے نسبت کمزور ہوتی ہے۔ اصل چیز دل کا رنگین ہونا ہے۔ یہی چیز (نسبت مع اللہ سے قلب کا رنگین ہونا) وقتِ مرگ وموت اور بعد مرگ کام آئے گی۔ فقط کشف گوئی بغیر نسبت کے دنیا کمانے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

۵) خادمِ علم حدیث کے ہوش وحواس خراب نہیں ہوتے۔ اگر اس کی عمر سو (۱۰۰) سے بھی متجاوز ہوجائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی دعا ان کے ساتھ ہے: "نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَ وَعَاهَا وَ اَدَّاهَا" (مشکوٰۃ، کتاب العلم) ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بندے کو تر و تازہ رکھے جس نے میرے ارشاد کو سنا اور محفوظ کیا اور اس کو دوسروں تک پہنچایا۔

۶) صحبت ومجالست صالحین سے مناسبت روحانی محاسن اور استعدادِ علمی کے کمالات جلوہ گر ہوا کرتے ہیں۔

(فائدہ: مگر افسوس ہمارے زمانے میں اہل اللہ کی مصاحبت ومجالست کا بالکل ہی اہتمام نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے اہلِ علم بھی باطنی کمالات ونسبت سے محروم رہ جاتے ہیں۔)

۷) روحانی تربیت کا نمایاں پہلو خود غرضی، نفس پرستی، اقتدار پسندی جیسی صفات سے دل کو پاک کیا جائے۔ صبر وضبط، جفاکشی، محبت وشفقت اور ہر ایک مادّی غرض سے بالا ہو کر مخلوقِ الٰہی کی خدمت اور اس کیلئے ہر قسم کی قربانی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۳۱۱)

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلویؒ

۱) شریعت میں بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی عام شخص جس نے اپنی عمر کو غفلت اور معصیت کے کاموں میں صَرف کیا ہو جب اس کو اپنے اس حال پر تنبّہ ہو یعنی اس کی درستگی کا خیال آوے اور حالاتِ گزشتہ پر نادم ہو کر تقویٰ اور طاعت کے کاموں کی جانب رجوع کرنا چاہے تو یہ چیز بدون کسی عالم کے جو ظاہراً و باطناً متقی ہو اپنے اوپر حاکم بنائے ہوئے، یوں ہی بطورِ خود عادتاً وقوع پذیر نہیں ہوا کرتی کیونکہ شریعت کی کتابوں کا مطالعہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی طب کی کتاب کی مراجعت کی جائے۔ جس طرح مریض کا علاج کتاب سے نہیں ہوسکتا۔ محض کتب بینی سے اصلاح کرلینا اور مرض کا دفع کرنا دشوار ہے۔ (اقوالِ سلف)

۲) ہر عالم کے قول پر عمل کرلینا تحیر اور تشتت کا سبب ہے کیونکہ ہر عالم بھی تو صحیح الفکر اور صحیح الحواس نہیں ہوا کرتا۔ لہٰذا اس ضرورت کے تحت کسی کو اپنا شیخ اور مصلح بنانے کے لیے کسی ایسے شخص کا انتخاب کرنا چاہیے جو علم وتقویٰ کے علاوہ دو اور صفات سے متصف ہو: (۱) یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے باب میں تساہل اور مداہنت کو روا نہ رکھتا ہو۔ (۲) دوسرے یہ کہ طالب کے مناسبِ حال اسہل اور افضل جو امور ہوں ان کی شناخت میں ماہر ہو ایسے شخص کا انتخاب کرکے اپنے تمام امور کی لگام اس کے ہاتھ میں دے دے اور اس کی اتباع کو اپنے اوپر لازم پکڑے تاکہ اپنی مراد کو پہنچے اور اس کا ثمرہ اور نتیجہ آخرت میں نجاتِ کلّی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسائی اور مولیٰ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔

(رسالہ بیعت، ص:۲۷۔ اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۳۱۵)

مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی کی نصیحت مولانا طاہر معروفی کو (مکہ مکرمہ میں)

اللہ کا تقویٰ، سنتِ رسول اللہ ﷺ کے التزام، اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مداومت اور ذکر اللہ کی مواظبت اور مداومت، خلوت وجلوت میں معاصی ومنکرات سے اجتناب، بدعات وخرافات سے بیزاری کی وصیت کرتا ہوں۔ ہماری آخری بات یہی ہے الحمد للہ ربّ العالمین!

حضرت شاہ عبد اللہ معروف بہ شاہ غلام علی دہلویؒ

(ولادت: ۱۱۵۸ھ۔ وفات: ۲۲ رصفر، یوم شنبہ، ۱۲۴۰ھ، دفن: دہلی)

۱) طالب کو چاہیے کہ ہر وقت کی عبادت سے علیحدہ علیحدہ کیفیات کا امتیاز کرے اور خیال رکھے کہ نماز سے کیا کیفیت حاصل ہوتی ہے اور تلاوت سے کس قسم کا ظہور ہوتا ہے اور درسِ حدیث اور شغلِ تہلیل 'لا الٰہ الا اللہ' سے کیا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ خیال رکھے کہ لقمۂ شک سے کیسی ظلمت ہوتی ہے اور گناہوں سے کس قسم کی کدورت پیدا ہوتی ہے۔

(ف: میں نے والد علیہ الرحمۃ سے بچپن میں یہ سنا تھا اور بعض اوقات احتیاط بھی دیکھا بلکہ بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ پہلو تہی فرمالیتے تھے۔ اب معلوم ہوا کہ وہ نسبت کا تحفّظ تھا بلکہ ایک موقع پر حقیر سے فرمایا: بیٹا! ایسے کھانے سے کم از کم چھ گھنٹے کے لیے قلب ذکر موقوف کر دیتا ہے۔ اللہ اکبر! کیسا مضبوط تعلق اور خیال تھا۔ ثمین اشرف)

۲) صوفیہ دنیا و آخرت کو پسِ پشت ڈال کر متوجہ مولیٰ ہوتے ہیں۔ للمولوی المعنوی۔

ملتِ عاشق ز ملتہا جدا است عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

ترجمہ: عاشقوں کی ملت جملہ حلقوں سے علیحدہ ہے یعنی ان کا مذہب و ملت بس اللہ تعالیٰ ہی کی ذاتِ پاک ہے۔

۳) دعا کرتے وقت انوار فائض ہوتے ہیں لیکن ان کا فرق کرنا کہ یہ انوارِ دعا ہیں اور یہ اجابتِ دعا مشکل ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ اگر دونوں ہاتھوں میں ثقالت معلوم ہو تو یہ قبولیتِ دعا کی علامت ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر انشراحِ صدر حاصل ہو علامتِ اجابتِ دعا ہے۔ (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص: ۳۱۵۔ اقوالِ سلف، ج: ۳، ص: ۳۲۳)

۴) طالب کو چاہیے کہ ایک لمحہ یادِ مطلوب سے غافل نہ ہو۔

ایں شربتِ عاشقی ست خسرو

بے خونِ جگر چشید نتواں

یعنی اے خسرو! یہ عاشقی کا شربت بغیر خونِ جگر کے چکھنا نصیب نہیں ہوسکتا۔

خونِ دل پینے کو اور لختِ جگر کھانے کو
یہ غذا ملتی ہے جاناں تیرے دیوانے کو

۵) دین پر استقامت کرامت سے بھی بڑھ کر ہے اس لیے کہ استقامت اللہ تعالیٰ کا مطلوب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو امر فرمایا: ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ﴾ (سورۂ ہود، آیت:۱۱۲) اور کرامت بندوں کا محبوب۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کا مطلوب اعلیٰ وارفع ہوگا بندوں کے محبوب ومقصود سے۔

۶) پیری کے لائق وہ شخص ہے جو ضروری مسائل کا علم رکھتا ہو۔ مقاماتِ عشرہ مثل توکل و قناعت و زہد وصبر وغیرہ اسے حاصل ہوں۔ اربابِ دنیا سے اجتناب رکھتا ہو، مشائخ کرام کی صحبت سے فیض یافتہ ہو۔ صاحبِ کشف یا صاحبِ ادراک ہو۔ خطرۂ ماسوی سے اس کا دل پاک ہو، ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن طریقت سے پیراستہ ہو۔

۷) تبدیلِ اخلاقِ رذیلہ وصفاتِ بشریہ ورفعِ انابت کے واسطے کلمہ طیبہ کا تکرار اور کثرت سے ذکر کرنا لازم ہے، جس وقت انوارِ الٰہی غالب ہوجائیں گے سالک کے اخلاق و اوصاف میں شائستگی آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً﴾ (سورۂ نمل، آیت:۳۴) ترجمہ: یقیناً بادشاہ لوگ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہ و بالا کردیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو ذلیل کیا کرتے ہیں۔

(ف: جب حق جل مجدہ کی عظمت و ہیبت اور یادِ حق کی نورانیت قلبِ مومن میں داخل ہوتی ہے تو تمام ظلمت و کدورت اور جملہ معبودانِ باطل کی عظمت دل سے نکل جاتی ہے اور یادِ حق کی جمعیتِ خاطر نصیب ہوجاتی ہے۔ ثمین)

۸) طالبِ کیفیت حق پرست نہیں ہے۔ ذکر کرنا چاہیے، کیفیت خواہ پیدا ہو یا نہ ہو، اس لیے کہ ذکر فی نفسہ عبادت ہے۔

۹) فقیری دل سے مراد کے خالی ہونے کو کہتے ہیں نہ کہ ہاتھ کے خالی ہونے کو۔

(اقوال سلف، ج:۳، ص:۳۲۶)

حضرت شاہ غلام علی بنام خالد کردیؒ

کسی سے انتقام لینا ہمارے اور آپ کے لیے مناسب نہیں ہے۔ صبر وعفو، صوفیہ کی ایک ادنیٰ عادت وخصلت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ یعنی برائی کی مدافعت عمدہ خصلت اور اچھائی کے ذریعے کرو۔ ہر بات کا انجام خوب سوچ لیا کریں تاکہ طائفۂ درویشاں بدنام نہ ہو۔ اپنی نظر ارادۂ الٰہی یا تقدیرِ الٰہی پر یا فضلِ حق تعالیٰ پر رکھنا چاہیے بلکہ ملکۂ راسخہ بن جانا چاہیے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۳۲۷)

حضرت شاہ غلام علی بنام قاضی شمشیر خانؒ

۱) بعد سلام واضح ہو کہ آپ کا خط ملا۔ مسرت ہوئی۔ حضرت حق سبحانہ کی یاد میں اپنی عمر اور اپنے انفاس متبرکہ کو صرف کریں۔ ذکرِ دوام، توجہ و نیازمندی و انکسار کو لازم سمجھیں، مراقبہ اور تلاوت سے اپنے اوقات کو معمور رکھیں۔ دوستوں کو سلام پہنچائیں اور تاکید کریں کہ نماز و ذکر، استغفار و درود و تلاوتِ قرآن کی پابندی کریں۔ والسلام

ایک اور صاحب کو نصیحت

۲) ان باتوں پر حتی الامکان عمل درآمد ہونا چاہیے۔ ہر لحظہ توجہ بدل (بحضرت حق) اور انتظارِ فیض، صحبتِ فساق و غافلاں سے پرہیز، گفتگو میں نرمی، مناظرے و مباحثے سے اجتناب، سینہ میں کینہ و عداوت کو جگہ نہ دینا، واقعات کو تقدیرِ الٰہی سے جان کر کسی سے پرخاش نہ رکھنا، اخلاقِ حسنہ کو کسب کرنا۔ (اعترافِ ذنوب، ص:۵۳)

سیّد احمد شہیدؒ بن سیّد محمد عرفان بن سیّد عبدالنور سبط رسول

(ولادت: صفر ۱۲۰۱ھ نومبر ۱۷۸۶ء۔ وفات: ۱۲۴۶ا۔ مدفن: بالاکوٹ)

۱) ہم لوگ اللہ کے بندے اور رسول اللہ ﷺ کی اُمت ہیں۔ بلاشبہ اسلام کا دعویٰ رکھتے ہیں اور اپنے کو پیروانِ رسول ﷺ میں شمار کرتے ہیں۔ جب ہم نے اس بات (جہاد) پر کلامِ الٰہی کو ناطق مان لیا ہے اور نبی کریم ﷺ کو سچا سمجھ لیا ہے لامحالہ ہم نے اللہ اور اس کے حکم کی بجا آوری

کے لیے کمرِ ہمت باندھی ہے اور اسوۂ رسول ﷺ کے اتباع میں سفر کیلئے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔

۲) ہم محض رضائے الٰہی کے آرزومند ہیں۔ ہم اپنی آنکھوں اور کانوں کو غیر اللہ کی طرف سے بند کر چکے ہیں اور دنیا و مافیہا سے ہاتھ اُٹھا چکے ہیں۔ ہم نے محض اللہ کیلئے علمِ جہاد بلند کیا ہے۔ ہم مال و منال، جاہ و جلال، امارت و ریاست، حکومت و سیاست کی طلب و آرزو سے آگے نکل گئے ہیں۔ اللہ کے سوا ہمارا کوئی مطلوب نہیں۔ اگرچہ ہم عاجز و خاکسار ذرۂ بے مقدار ہیں لیکن بلاشک محبتِ الٰہی سے سرشار اور غیر اللہ کی محبت سے بالکل دست بردار ہیں۔ یہ سب محض اللہ کے لیے ہے۔ اس جذبۂ الٰہیہ میں نفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسے کا شائبہ نہیں۔

۳) اس تمام معرکہ آرائی اور جنگ آزمائی کا مقصود صرف یہ ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، رسول اللہ ﷺ کی سنت زندہ ہو اور مسلمانوں کا ملک کفار و مشرکین کے قبضے سے نکل آئے۔ اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔

۴) تہذیبِ اخلاق اور ادائے طاعات سے اصلی مقصود تو نفس کا سنوارنا اور اصلاح کرنا ہے تاکہ وہ مطمئن ہو جائے اور بدعات سے پاک ہو جائے اور بری عادتوں سے نفس کا پاک ہونا ہی نیک عادتوں کے ساتھ اس کا موصوف ہونا ہے اور عام اصلِ سلوک جو اس کو نفس کشی سے تعبیر کرتے ہیں محض خطا ہے۔ کیونکہ نہ تو اللہ کی طرف سے نفس کو مار ڈالنے کا حکم ہے اور نہ زندگی کے باوجود اس کا کرنا ممکن ہے اور جو ممکن ہے اس کی بجا آوری کا حکم ہے۔ یعنی نفس کی اصلاح کر کے اسے احکامِ شرعیہ کا مطیع کیا جائے جیسے جاہل آدمی کو عالم بنا دیا جائے۔ پس اس کو مار ڈالنے کی تعبیر کرنا غلط ہے۔

۵) اللہ کے ساتھ محبت اور پیار کا دعویٰ ہر شخص کرتا ہے لیکن اس کی علامت و حقیقت کمیاب بلکہ نایاب ہے۔ محبت و اُلفت کی حقیقت تو یہ ہے کہ محبّ کے ایمان، اعمال، علم اور عقائد کے ہر باب میں کمال نافرمانیوں اور گناہوں سے پرہیز، اعلیٰ درجہ پر ہونے کے باوجود اگر اس کو ایسی مصیبتیں اور بلائیں پہنچیں کہ اس کی جان و مال، اولاد و عزّت آبرو کو گھیر لیں اور وہ نہایت ہی برے انداز میں گرفتار ہو جائے تو شکایت کی بات ذرا بھی اس کے دل میں نہ گھسے۔ ہاں، ان مصیبتوں کے عدم برداشت سے اللہ کی رحمت اور مغفرت کے نہایت اعتقاد کے باعث اس کی

بارگاہ میں جس قدر کہ التجا وزاری، عاجزی و بے قراری کرے تو بہتر و بجا ہوگی۔

۶) بخل، حسد، تکبر، غیبت، حرام، کینہ، ریا، کذب، طمع اور حرص جیسی بری عادتوں کے ساتھ سالکانِ راہِ حق کے نفوس کا آلودہ ہو جانا، ان پر رحمانی فیض کے اُترنے اور عنایاتِ ربانی کے وارد ہونے میں انتہائی قوی مانع ہے۔ سلف صالح ان رذائل کا تزکیہ نہایت ہی ضروری جانتے تھے اور ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے اپنے دل سے دور کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہتا اور ان کا دل صاف ہو جاتا۔ اس لیے بے نہایت مہربانیوں کا مورد ہوا کرتے اور اسی تصفیہ کی وجہ سے جو محض اللہ کے خوش کرنے کے واسطے لاتے، مقبول ہو جاتے اور جو شخص کہ سلوک کے مراتب طے کرنے کے باوجود آثار عنایت کا مورد نہ بنے تو بے شک ان تمام رذائل یا بعض کے آثار اس میں موجود ہوں گے۔ پس ان رذائل کا وجود عنایتِ الٰہی کے ورود کا مانع ہے۔

(ف: اس لیے کہ فیضِ رحمانی اور رحمتِ یزدانی کے نزول کا سبب قلب کا رذائل سے پاک و صاف ہونا ہے۔ جب یہ نہ ہوگا تو وہ قلب باوجود ذکر و شغل کے عنایتِ الٰہی کا مورد نہیں ہوسکتا جیسا کہ جسمانی مریض محض دوا سے بغیر پرہیز کے صحت مند نہیں ہوتا۔ ثمین اشرف)

۷) علمِ سلوک جہاد کا تابع ہے۔ اگر کوئی تمام دن روزہ رکھے، تمام رات زہد و ریاضت میں بسر کرے یہاں تک کہ نوافل پڑھتے پڑھتے پیروں پر ورم آ جائے اور دوسرا شخص جہاد کی نیت سے دن یا رات کی ایک گھڑی نیند میں کاٹ دے تاکہ کفار کے مقابلہ میں بندوق اُٹھاتے وقت آنکھ نہ جھپکے وہ عابد اس مجاہد کے مرتبے کو کسی طور پر نہیں پہنچ سکتا۔ فرمایا: اب ہمیں کفار کے ساتھ جہاد کا حکم دیا گیا ہے جو سب سے بلند پایہ ہے۔ یہ انبیاء اولوالعزم کا طریقہ اور اسوہ ہے۔

۸) طریق کی سب سے اہم اور مقدم دفعہ یہ ہے کہ شرک و بدعت سے پوری طرح احتراز کیا جائے اور توحید و سنت پر استقامت کی جائے۔ یہی طریقت کا مقصود اور یہی شریعت کی بنیاد ہے۔

۹) معلوم ہونا چاہیے کہ بیعت دو قسم کی ہوتی ہے: ایک بیعتِ طریقت، دوسری بیعتِ امامت۔

بیعتِ طریقت کا مقصود تو صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رضامندی کا راستہ ہاتھ آ جائے اور حق تعالیٰ کی رضامندی منحصر ہے شریعت کی پیروی میں۔ جو شخص شریعتِ محمدی کے سوا کسی اور راستے کو حصولِ رضائے الٰہی کا ذریعہ سمجھتا ہے وہ شخص جھوٹا اور گمراہ ہے اور اس کا دعویٰ باطل اور نامسموع۔ اور شریعت کی بنیاد دو باتوں پر ہے: ایک ترکِ اشراک، دوسرے ترکِ بدعات۔

ترکِ اشراک کی تفصیل یہ ہے کہ فرشتوں، جنات، پیر و مرید، استاد و شاگرد، نبی و ولی میں سے کسی کو مشکل کشا، دافعِ بلا اور منافع کے حاصل کرانے پر قادر نہ سمجھے۔ سب کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم کے سامنے اپنی طرح عاجز و نادان سمجھے، اور اپنی ضرورتوں کی طلب میں انبیاء اولیاء، صلحاء اور ملائکہ میں سے ہرگز ہرگز کسی کی نذر و نیاز نہ کرے۔

ہاں، یہ ضرور عقیدہ رکھے کہ وہ مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہیں، ان کی قبولیت کا تقاضہ یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کی پیروی کی جائے۔ اور ان کو اپنا پیشوا سمجھا جائے۔ نہ یہ کہ ان کو اس عالم میں متصرف اور ظاہر و باطن کا عالم سمجھا جائے۔ یہ محض کفر و شرک ہے۔ مومن کا اس سے آلودہ ہونا کسی طرح درست نہیں۔

ترکِ بدعات کی تفصیل یہ ہے کہ تمام عبادات و معاملات اور امورِ معاش و معاد میں خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو پوری قوت اور بلند ہمتی سے پکڑنا چاہیے اور جو آپ ﷺ کے بعد لوگوں نے بہت سی رسمیں ایجاد کر لی ہیں ہرگز ان کو اختیار نہ کیا جائے اور حتی الامکان ان کے ازالے کی کوشش کی جائے۔ اولاً ان کو ترک کیا جائے۔ پھر ہر مسلمان کو ان سے اجتناب کی دعوت دی جائے۔

جس طرح اتباعِ شریعت فرض ہے اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی فرض ہے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۳۸۰)

خلافت نامہ ونصیحت نامہ منجانب سیّد احمد شہید
برائے مولانا کرامت علی جونپوریؒ

فقیر سیّد احمد کی طرف سے حضرتِ حق کی راہ کے طالبوں اور ہادئ مطلق کے طریق کے سالکوں پر عموماً اور اس فقیر کے ساتھ للہ و فی اللہ حاضرانہ و غائبانہ محبت رکھنے والوں پر خصوصاً پوشیدہ نہ رہے کہ مشائخِ طریقت کے ہاتھ پر بیعت سے مقصود یہی ہے کہ حضرتِ حق کی رضامندیوں کا طریقہ شریعتِ غراء کی اتباع میں منحصر ہے۔ جو شخص شریعتِ مصطفویہ کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ حضرتِ حق کی رضامندی کا گمان کرے بے شک وہ شخص کاذب و گمراہ ہے اور اس کا دعویٰ باطل اور ناقابلِ سماع ہے اور شریعتِ مصطفویہ کی بنیاد دو باتوں پر ہے: اوّل ترکِ اشراک اور ثانی ترکِ بدعات۔ ترکِ اشراک کا مطلب یہ ہے کہ فرشتہ و جن، پیر و مرشد، استاد و شاگرد اور نبی وولی میں سے کسی کو اپنی مشکلات کا حل کرنے والا نہ سمجھے اور ان میں سے کسی سے اپنی مرادیں اور ضرورتیں نہ مانگے اور کسی کو بھی نفع پہنچانے اور بلا و مصیبت کو دور کرنے اور مشکلات کے حل کرنے پر قادر نہ سمجھے اور سب کو اپنی طرح حضرتِ حق کے علم و قدرت کے مقابلے میں عاجز و ناداں جانے اور ہرگز اپنی حاجت روائی کے لیے انبیاء و اولیاء و صلحاء و ملائکہ میں سے کسی کی نذر و نیاز نہ کرے۔ ہاں اس قدر سمجھے کہ یہ سب جنابِ صمدیت کے مقبول ترین بندے ہیں ان کی مقبولیت کا ثمرہ بس یہ ہے کہ اللہ ربّ العزّت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کی اتباع کریں اور پیشوائے طریق انھیں سمجھیں۔ یہ نہیں کہ ان کو حوادثِ زمانہ پر قادر اور ہر غیب و شہود کا عالم سمجھا جائے۔ اس لیے کہ یہ امر محض شرک و کفر ہے اور ہرگز مومن پاک کو اس 'بداعتقادی' کے ساتھ ملوث ہونا جائز نہیں۔

اور ترکِ بدعات کا مطلب یہ ہے کہ تمام عبادات و معاملات اور امورِ معاشیہ و معادیہ میں خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو پوری قوت اور بلند ہمتی کے ساتھ پکڑا جائے اور جو کچھ دوسرے لوگوں نے پیغمبرِ خدا ﷺ کے بعد از قسم رسومات کے گڑھ لیا ہے جیسے شادی اور غمی کی رسمیں اور قبروں کا آراستہ کرنا اور اس پر عمارتیں بنانا اور عرس کی محفلوں میں اسراف کرنا اور تعزیہ

سازی نیز اسی قبیل کے دوسرے مخترعات (گڑھی ہوئی چیزیں) ہرگز اُن کے گرد و پیش میں نہ گھومنا چاہیے اور حتی الوسع ان چیزوں کے مٹانے کی کوشش کرنا چاہیے۔ پہلے تو خود چھوڑنا چاہیے، پھر اس کے بعد ہر مسلمان کو اس کی دعوت دینی چاہیے۔ اس لیے کہ جیسے شریعت کا اتباع فرض ہے اسی طرح اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے منع کرنا بھی فرض ہے۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو تمام طالبینِ حق کو چاہیے کہ انہی امور کو اپنے پیشِ نظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے بیعت کریں۔ خصوصاً مولوی صاحب ہدایت المسلمین میں چست و تبلیغ و ارشاد کے شہ سوار ہیں یعنی مولوی کرامت علی صاحب جونپوری (اللہ ان کا مددگار رہے) جنھوں نے کہ اس فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور فقیر نے ان امور کو ان کے روبرو کما حقہ واضح کردیا ہے اور ان کو بیعت لینے اور اشغال کی تعلیم دینے میں اپنی جانب سے مجاز کیا ہے، ان کے ذمہ لازم ہے کہ پہلے خود امور مذکور الصدر پر مضبوطی سے عمل کریں اور اپنے قلب و جسم کو حق تعالیٰ کی جانب متوجہ کریں اور شریعتِ غراء کی اتباع کو ظاہراً و باطناً سامنے رکھیں اور شرک کی تمام نجاستوں اور بدعات کی گندگیوں کو اپنے سے دور کریں اور اس کے بعد طالبینِ حق کو اس کی طرف راغب کریں اور اپنے ہاتھ پر بیعت لینے میں اپنی جانب سے کوشش کریں اور پورے طور پر رغبت دلائیں۔ ہرگز اس میں دریغ نہ کریں کیونکہ اس بیعت میں جو کہ فقیر کے دوستوں کے ہاتھ پر واقع ہوگی فائدہ کی کامل توقع ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کلمہ گو رسوم شرک سے پاک ہوں گے اور شرع شریف کی عظمت ان کے دل میں جاگزیں ہوگی اور فقیر دعائیں کرتا رہے گا کہ وہ بیعت گرانقدر نیک ثمرات کی باعث ہو۔ مریدین و طالبین کی تعلیم و تزکیہ میں دل و جان سے کوشش کریں اور ان سے بیعت لیں اور ان کو تزکیۂ نفس کے طریقے تعلیم فرمائیں۔ حق بزرگ و برتر اس فقیر اور ہمارے سلسلے کے تمام مخلصین و محبین کو موحدین و مخلصین و متبعینِ شریعتِ غراء کے زمرہ میں کردے۔ آمین (مہر سیّد احمد) (مرقومہ: ۲ شعبان ۱۲۳۹ھ)

(ف: یہ خلافت نامہ ہی نہیں بلکہ مستقل ایک نصیحت نامہ ہے لہٰذا خلفاء کو تو خصوصاً اور جملہ مریدین و مسلمین کو عموماً اس کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے اور اس کے مطابق طاعات پر عمل اور بدعات سے پرہیز کرنا چاہیے۔ واللہ ولی التوفیق! ثمین اشرف)

مولانا کرامت علی جونپوری خلیفہ سیّد احمد شہیدؒ

(ولادت: ۱۸محرم ۱۲۱۵ھ۔ وفات: ۲ ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ بروز جمعہ۔ مدفون: رنگپور، بنگلہ دیش)

۱) جب تک ہر مومن شخص اپنے سارے مقدمہ اور معاملے کو شریعت محمدی کی طرف رجوع نہ کرے گا اور آنحضرت ﷺ کو اپنے سارے مقدمے اور معاملے میں حکم نہ مقرر کرے گا اور مقدمہ و معاملے کا جو فیصلہ ان کی شریعت میں نکلے گا اس کو دل کی خوشی سے قبول نہ کرے گا تب تک وہ شخص مسلمان نہ ہوگا۔ (حضرت مولانا کرامت علی جونپوری، ص:۱۳۶)

۲) جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ باطنی باتوں کی تعلیم کا بیان کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ سینہ بہ سینہ چلی آتی ہے۔ سو غلط ہے کیونکہ جو بات کتاب اللہ میں نہیں ہے وہ قابلِ اعتبار نہیں اور وہ دین کی بات نہیں ہے۔ (یعنی طریقت و حقیقت کی جو باتیں اصلِ شریعت کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ نہیں اس کا کچھ اعتبار نہیں، غلط ہی غلط ہے۔)

۳) نیک لوگوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بد لوگوں کی صحبت بد کام سے بدتر ہے۔

۴) بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت کے فساد سے زیادہ اور بدعتی فرقوں میں سے بہت برے وہ فرقے ہیں جو پیغمبر ﷺ کے اصحاب سے بغض رکھتے ہیں (جیسے شیعہ، رافضی وغیرہ)

۵) دنیا مانند سائے کے ہے اور آخرت مانند آفتاب کے ہے۔ سو سایہ کی طرف کتنا ہی کوئی جائے اس کو پکڑ نہ سکے گا اور جب آفتاب کی طرف جائے گا تب سایہ خود اس کے ساتھ روانہ ہوگا۔

۶) بعض اولیاء اللہ نے جو دنیا قبول کرلیا ہے، اس کا سبب محض یہ تھا کہ دوسروں کو نفع پہنچائے۔

نہ مرد است آں کہ دنیا دوست دارد
اگر دارد برائے دوست دارد

یعنی اہل اللہ دنیا سے محبت نہیں رکھتے نہ دنیا جمع رکھتے ہیں۔ اگر ان کے پاس مال و دولت ہے تو وہ دوستوں کے لیے ہی رکھتے ہیں۔

۷) اگر کوئی عالم کسی درویش یا مجذوب کا خلافِ شرع کام دیکھ کے اس سے انکار کرے اور اس بے شرع شخص کی بات جو خلافِ شرع ہے اس کو نہ مانے تو اس کو کچھ ڈر نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ اس کے مددگار ہیں۔

۸) اگر کوئی عالم اپنا خرچ مسلمانوں سے لینے میں اپنی بے غیرتی سمجھے اور لوگوں میں مطعون ہونے کے خوف سے وعظ و نصیحت کرنا چھوڑ کے دوسری نوکری چاکری جو اکثر اس زمانے میں مکروہ و مشکوک ہے، اختیار کرے تو یہ وسوسۂ شیطانی اور نفسانیت ہے۔

۹) نیک بات بجائے صدقہ کے ہے بلکہ صدقہ سے بہتر ہے۔ (صدقہ سے مخلوق کو دنیوی نفع حاصل ہوتا ہے اور نیک بات سے دینی و ایمانی، ابدی و اخروی نفع ہوتا ہے جو ہزار درجہ اعلیٰ و ارفع ہے۔)

۱۰) طریقۂ اہل اللہ آدمی کے نفس کے تزکیہ اور نفس کے فساد کی اصلاح کے واسطے ہوتا ہے اور نفس کا فساد ہر ملک اور ہر زمانہ میں بدلا کرتا ہے۔ اسی واسطے طریقہ بھی اس وقت کے لوگوں کے نفس کے فساد کی اصلاح کے مناسب ہوا کرتا ہے۔

۱۱) اہل اللہ یعنی اللہ والوں پر اعتراض۔ خصوصاً ان لوگوں پر کہ جن سے پیری و مرشدی کا نام درمیان میں آیا ہو اور ان سے دینی فائدہ لینا چاہتا ہو، نہ کرنا چاہیے۔ اور اس اعتراض کو زہرِ قاتل سمجھنا چاہیے۔

۱۲) ضروری ہے کہ مبتدی اپنے دن و رات کے سارے وقتوں میں سے ایک وقت قرآن کی تلاوت کے واسطے مقرر کرے۔

(ف: تلاوتِ قرآن مبتدی و منتہی سبھی کو کرنا چاہیے۔ سب سے زیادہ قربِ الٰہی تلاوتِ قرآن مجید سے ہی نصیب ہوتا ہے۔ اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ ثمین اشرف)

۱۳) اس خاکسار نے خوب تجربہ کیا ہے کہ فضول کام میں آدمی گرفتار ہوتا ہے، تب اس کی سابق پرہیزگاری بھی جاتی رہتی ہے۔ سو آدمی سے جب کوئی فضول کام ہو پڑے تو فی الفور توبہ کرے اور پھر فضول کام کے پاس نہ جائے۔

(ف: حدیث پاک ہے "مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ" یعنی آدمی

کے حسنِ اسلام سے یہ بات ہے کہ لایعنی (فضول) قول وفعل کو ترک کردے۔

زندگی میں برکت کا راز ہی ترکِ مالا یعنی پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اکابر واسلاف کی خدمات کا راز بھی یہی ترکِ مالا یعنی ہے۔ثمین اشرف)

۱۴) عمدہ لباس لوگوں کے دِکھانے کے واسطے پہننے میں خواہشِ نفسانی ہے، اور موٹے کپڑے پہننے میں ریا ہے۔تو کپڑا نہ پہنے مگر اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت سے۔یعنی موٹا کپڑا یا عمدہ ہر طرح کے لباس میں اللہ تعالیٰ کی رضا منظور ہو۔

۱۵) یہ خاکسار کہتا ہے کہ شریعتِ محمدی نے ہم کو ساری شریعتوں سے بے پرواہ کردیا۔ وہ کیا ہے جو شریعتِ محمدی میں نہیں ہے، یہاں تک کہ توریت کے پڑھنے سے حضرت محمد ﷺ ناراض ہوئے تو مشرکوں اور جوگیوں کے طریقے کے موافق عمل کرنے یا نجوم کے موافق عمل کرنے سے رسول اللہ ﷺ کے کس قدر غضب میں گرفتار ہوگا۔

(ف: یہی حکم اس زمانے میں رامائن اور مہابھارت کے پڑھنے اور اس کو ٹی وی پر دیکھنے اور سننے کا بھی ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بے حد احتیاط کرنا چاہیے۔ثمین اشرف)

۱۶) حقیقت یہ ہے کہ ذکر سے مقصودِ اصلی اطمینانِ قلب اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا حاصل ہونا ہے۔غیبی صورتوں، نوروں اور رنگوں کا دیکھنا مقصود نہیں ہے اور نہ اس کے واسطے ذکر مقرر ہوا ہے۔(اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۴۱۳-۴۰۷)

۱۷) اس خاکسار کو مرشد حضرت سید نے فرمایا تھا کہ تم اچھا کھانا، اچھا لباس اور اچھی سواری اختیار کرو۔ یہی تمھارے واسطے ریاضت ومجاہدہ ہے، سو اب ہم نے اس حقیقت کو سمجھا۔

۱۸) عید کے روز کی سیوئیں کو خاکسار نے بریلی میں حضرت مرشد سے پوچھا تھا۔ ہنس کے فرمایا کہ مولانا! کھانے پینے میں بدعت نہیں ہوتی اور عید کے روز میٹھا کھانا مسنون ہے۔ سیوئیں بھی اس میں داخل ہے۔

۱۹) جو کوئی نماز نہ پڑھے گا وہ شخص کتنے ہی عبادت اور نیکی اور خیرات اور عملِ صالح کرے گا۔اس کا نفس کبھی نہ بنے گا اور یہ بات بھی بدیہی اور یقینی ہے کہ اپنے نفس کی خرابی کو پسند نہیں تو اس صورت میں بے نمازی رہنا کب کسی کو پسند آوے گا۔

نیز نماز مومنوں کی معراج ہے کہ اس کے سبب سے بندہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے مکان میں پہنچ جاتا ہے اور نماز اللہ تعالیٰ کی دیدار کے مقام کی خبر دیتی ہے اور نماز میں اس کے دیدار کی بو آتی ہے اور یہ بات کسی عبادت میں حاصل نہیں۔ (سیرت مولانا کرامت علی، ص:۱۴۱)

(ف: نماز کے اہتمام سے تصفیۂ قلوب و تزکیۂ نفوس حاصل ہوتا ہے جس پر فلاح کا مدار ہے۔ نماز کے اہتمام سے دیدارِ الٰہی کا شرف دنیا میں بھی نصیب ہوگا جس کا امر حدیث "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ" میں مذکور ہے۔ اسی کو نسبتِ احسان کہتے ہیں جو سلوک کی منتہیٰ ہے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۴۱۵)

حضرت شاہ حاجی عبدالرحیم ولایتی شہیدؒ بنام میانجیو نور محمد جھن جھانویؒ

(وفات: ۲۷/ذوقعدہ ۱۲۴۶ھ۔ مدفون: بالاکوٹ)

۱) مہربان مخلصان میانجیو نور محمد صاحب- بعد سلام مسنون کے، معلوم ہو کہ ضروری مدعا یہ ہے کہ آپ کو (بیعت لینے کی) اجازت ہے۔ جو آپ سے بیعت کا ارادہ کرے آپ پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ طالبین کو بیعت و تلقین فرمائیں۔ اس معاملے میں ہرگز تکلف سے کام نہ لیں اور کسی مخالف وسوسے اور خطرے کو دل میں جگہ نہ دیں۔

اہم مقصد و مطلوب یہ ہے کہ انسان خود بذاتہٖ شریعت پر ثابت قدم ظاہراً و باطناً ہر وقت رہے اور ہر طرح کے شرک و بدعت سے پاک رہے۔ اسی طرح سے دوسرے مومنین مخلصین کی ہدایت اس کے پیش نظر رہے۔ زیادہ خیریت، والسلام

۲) یاد رہے کہ شرک فقط یہی نہیں ہے کہ غیر اللہ کو اللہ کہے۔ شرک کی کئی قسمیں ہیں: (۱) شرک فی بالعبادۃ - وہ یہ ہے کہ جو افعال اللہ کی تعظیم کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، اُن کو اللہ کے سوا کسی اور کیلئے بجالائے، جیسے سجدہ۔ (۲) شرک فی العلم: وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عالم الغیب سمجھے جیسے کہ اس زمانے میں جہلاء سمجھتے ہیں مثلاً ہم جو کچھ کہتے ہیں ہمارا پیر سنتا ہے۔ (۳) شرک فی القدرۃ - اور وہ یہ ہے کہ دوسرے کیلئے اللہ تعالیٰ کی سی قدرت ثابت کرے مثلاً یوں کہے کہ میرا یہ لڑکا فلاں پیرزادے کا عطا کیا ہوا ہے یا میری روزی فلاں پیر دیتا ہے۔

اور بدعت یہ ہے کہ اس شریعت میں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے، کچھ کمی زیادتی کرے۔ چنانچہ رکعت میں ایک رکوع اور سجدے دو مشروع ہیں، تین کردے اور سمجھے کہ زیادتی عبادت ہے یا کمی کرے چنانچہ ایک رکوع اور ایک سجدہ کرے اور کہے کہ میں نے عبادت کی ہے تو یہ دونوں شرع کے نزدیک مردود ہے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۴۲۸)

اقوالِ سلف مناقب پیرو مرشد سیّد احمد شہیدؒ:

۱) ہم کو نماز پڑھنی اور روزہ رکھنا نہ آتا تھا۔ سیّد صاحب کی برکت سے نماز بھی پڑھنی آ گئی اور روزہ رکھنا بھی آ گیا۔

۲) جب اللہ تعالیٰ نے ان سیّد صاحب کو سہارنپور پہنچایا اور مجھ سے ملایا اور مجھ کو توفیق دی کہ میں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور ان کا طریقہ دیکھا، اس وقت اپنے نزدیک مجھ کو یہ خیال ہوا کہ اگر میں اُس حالت میں مر جاتا تو میری موت بری ہوتی۔

۳) فنا و نیستی اختیار کرنے کے بعد ہی کمال حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے عقلمند آدمی کو اسے اختیار کرنا چاہیے۔ آدمی کا سب سے بڑا کمال یہی ہے کہ باوجود صاحبِ کمال ہونے کے ان کمالات پر از راہِ فخر و عجب نظر نہ کرے۔

۴) یہ حالت تو نہایت ہی بری ہے کہ اپنے اندر تو ذرا بھی فضل و کمال نہ رکھتا ہو مگر اپنے متعلق فضل و کمال کا گمان و اعتقاد رکھتا ہو۔ (اقوالِ سلف، ص:۴۳۵)

حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ بنام قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

بوقت شہادت یعنی نزع کے وقت میرے پاس رہنا۔ چنانچہ مولانا گنگوہیؒ آپ کو گولی لگنے کے بعد قریب کی مسجد میں لے گئے اور اپنے زانو پر حافظ صاحب کا سر رکھا اور اسی عالم میں یہ شہیدِ اُلفت اپنے محبوبِ حقیقی سے جاملا جس سے ملنے کیلئے بے حد بے چین تھا۔ یومِ شہادت: ۲۴ محرم الحرام ۱۲۷۴ھ مدفون: تھانہ بھون۔ (اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۴۴۸)

حضرت مولانا محمد طاہر صاحب معروفیؒ

(ولادت: ۱۲۲۴ھ م ۱۸۰۹ء۔ وفات: پنجشنبہ، ۲۴ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ م ۱۷ اپریل ۱۸۷۹ء)

۱) وہی طریقہ اختیار کرو جو "مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِی" کا ہے۔ اسی میں نجات ہے۔

۲) عقائد درست رکھو اور کوئی نئی چیز دین سمجھ کر نہ اختیار کرو کیونکہ وہ عند اللہ مردود ہے۔

۳) قرآن کریم سے زیادہ شغل رکھو اور اس کی تلاوت پابندی سے کرتے رہو۔

۴) دین اس عالم سے سیکھو جو باعمل اور صاحبِ تقویٰ ہو۔

۵) جتنی فاسد رسمیں رائج ہوگئی ہیں ان سب کو چھوڑ دینے میں ہی عافیت ہے۔

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ

۱۔ قرآن شریف اور حدیث پڑھا کرو کہ اللہ میاں دل پر آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔

۲۔ نسبت قرآن کی عنایت سلوک ہے۔

۳۔ اگر قرآن شریف کے بدلے جنت ملے منظور نہیں۔ اگر قرآن شریف ہو تو کیا مضائقہ ہے۔ ہمارے پاس جنت میں حوریں آئیں گی تو ان سے ہم کہیں گے آؤ بی بی بیٹھ جاؤ۔ تم بھی قرآن شریف سنو۔ (اقوال سلف، ج:۳، ص:۴۳)

۴۔ اللہ کی محبت میں جو مزہ ہے وہ جنت کی چیزوں میں نہیں ہے۔ حور و قصور اور کھانے کی چیزیں اور حوضِ کوثر اور ان سب کا مزہ اس مزہ کے روبرو کچھ نہیں ہے۔ عاشقوں کو جنت بھی اسی وجہ سے پسند ہوگی کہ اس میں اسی کا جمال ہے۔ ہمیں یہ مزہ قرآن مجید پڑھنے میں آتا ہے۔ جنت میں جب ہمارے پاس حوریں آئیں گی تو ان سے کہیں گے کہ آؤ ذرا قرآن مجید سن لو۔

(مشائخ نقشبند، ص: ۱۳۷)

۵۔ کس عمل سے آپ اس مقام پر پہنچے؟

جواب ارشاد فرمایا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے سے۔

﴿فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ ہماری چال چلو تب پیار کرے گا اللہ تم لوگوں کو۔ (کتنا پیارا ترجمہ فرمایا!) جو بات شریعت کے اتباع اور ان اعمال سے حاصل ہوتی ہے جو حدیث میں

آئے ہیں وہ کسی سے نہیں ہوتی۔

۶۔ درود شریف بکثرت پڑھو، جو کچھ ہم نے پایا درود شریف سے پایا۔

۷۔ افعالِ ظاہری رسول اللہ ﷺ بسہولت اور بے تکلف ہونے لگنا یہی فنا فی الرسول ہے اور کچھ نہیں۔

۸۔ حضرت نے فرمایا کہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ کرو۔ میں نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت محبوب ہیں۔ زبانِ عشق سے کہو۔ پھر آپ نے خود فرمایا کہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی پیار کرے ان کو اللہ اور سلامت رکھے۔ (کیا عاشقانہ ترجمہ کیا ہے!) اس جملے سے مجھ پر کیفیت طاری ہوگئی اور میں نے نعرہ مارا۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی ہوکر اِتنا چلاتے ہو۔

(مشائخ نقشبند، ص:۱۴۲۔ ناقل مولانا شاہ سلیمان پھلواری)

۹۔ ہم کو جو مزہ شعر میں آتا ہے قرآن شریف میں نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا ابھی بُعد ہے، قرب میں جو مزہ قرآن شریف میں ہے کسی میں نہیں۔ (مشائخ نقشبند، ص: ۱۴۰)

۱۰۔ ارشاد فرمایا: یہی طریقۂ شریعت عمدہ ہے۔ اسی حدیث وقرآن کی مزاولت اور اسی کی محبت کی برکت سے بڑے مراتب حاصل ہوئے ہیں اور اصل دل کی درستگی ہے اور شریعت کی پابندی۔ (اقوال سلف، ج:۳، ص:۴۴)

۱۱۔ فرمایا کہنے کی بات تو نہیں لیکن تم سے کہتا ہوں کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے اللہ نے پیار کرلیا۔

۱۲۔ بھائی جنت کا مزہ برحق، حوضِ کوثر کا مزہ برحق، مگر نماز میں جو مزہ ہے کسی چیز میں نہیں۔

۱۳۔ بھائی ہم تو قبر میں بس نماز پڑھا کریں گے۔ دعا ہے کہ ہمیں تو اللہ میاں قبر میں اجازت دے دیں کہ بس نماز پڑھے جاؤ۔

۲۲/ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو بعد مغرب آپ کا وصال ہوا اور گنج مراد آباد میں مدفون ہوئے۔ (اقوالِ سلف، ج:۳، ص:۵۲)

۱۴۔ وصال کے دن ساڑھے تین بجے دستِ مبارک اُٹھاکر نہایت خضوع سے دعا فرمائی کہ اے اللہ پاک! آپ میرے جملہ مریدین ومعتقدین، دوست، احباب اعزہ واقارب کو

خوش خرم رکھ۔ کھاتا کھلاتا رکھیے گا اور سب کا خاتمہ بالخیر کیجیے گا۔' آمین، آمین، آمین' تین بار فرمایا۔ (اکابر کی شانِ زندگی، ص: ۴۷)

مجاہدِ آزادی حضرت مولانا محمد علی جوہر

(ولادت ۱۸۷۶ء وفات ۴ جنوری ۱۹۳۱ء)

مولانا محمد علی جوہر اپنی اس آپ بیتی کو ایک نعتیہ غزل میں نہایت والہانہ انداز میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

تنہائی کے سب دن ہیں، تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت کی ملاقاتیں
ہر آن تسلی ہے ، ہر لحظہ تشفی ہے
ہر وقت ہے دلجوئی ، ہر دم ہیں مداراتیں
کوثر کے تقاضے ہیں، تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چرچے ، ہر رات یہی باتیں
معراج کی سی حاصل ، سجدوں میں ہے کیفیت
ایک فاسق و فاجر میں ، اور ایسی کراماتیں!
بے مایہ سہی لیکن ، شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی ، کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

اس نعتیہ غزل کے متعلق ایک واقعہ ذکر بے محل نہ ہوگا۔ ۱۹۲۴ء میں مولانا محمد علی مرحوم کی لکھنؤ میں تشریف آوری سے فائدہ اُٹھا کر مولانا عبدالرحمٰن ندوی نگرامی مرحوم استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء نے ندوہ کی طرف سے انھیں چائے پر مدعو کیا۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے مولانا نگرامی نے کہا کہ:

سیاسی تقریریں تو اور بہت سے موقعوں پر ہم سن لیں گے اس وقت تو ہم طلبۂ ندوہ یہ چاہتے ہیں کہ ''تنہائی کی راتوں میں خلوت کی ملاقاتیں'' جو آپ کے نصیب میں آئی ہیں ان

سے ہمیں بھی مستفید فرمایا جائے۔

مولانا نگرامی بڑے دین دار، مخلص اور بے نفس قسم کے انسان اور اچھے خطیب اور مقرر تھے۔ان کی تقریر سے مولانا محمد علی بھی متاثر و محظوظ ہوئے لیکن ان کی حاضر جوابی اور ذہانت نے اس فرمائش سے گریز کا یہ لطیف انداز اختیار کیا۔

''میرے عزیز بھائی! تم بھی ایک شاعر کی بات کا اعتبار کر بیٹھے۔شاعر تو اپنی خیالی دنیا میں کیا کچھ کہہ جاتا ہے۔ اس سے ان چیزوں کا ثبوت عملی دنیا میں طلب کرنا تو بڑی زیادتی ہے۔'' (محمد علی، ج:۱،ص:۱۳۸)

ف۔ سبحان اللہ! کس قدر تواضع اور اخفائے حال کا اہتمام تھا جو اچھے اچھوں کو نصیب نہیں۔(قمر الزمان)

ایک اور غزل کے چند اشعار سے مولانا کی ایمانی کیفیت کا اندازہ کیجیے:

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے
پر غیب سے سامانِ بقا میرے لیے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین ابنِ علیؓ کو
خوش ہوں وہی پیغامِ قضا میرے لیے ہے
میں کھو کے تیری راہ میں سب دولتِ دنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لیے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

وہ بارگاہِ رسالت میں اپنا پُر خلوص نذرانہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اے شافعِ محشر جو کرے تو نہ شفاعت
پھر کون وہاں تیرے سوا میرے لیے ہے
کیوں ایسے نبی پہ نہ فدا ہوں کہ جو فرمائے
اچھے تو سبھی کے ہیں بُرا میرے لیے ہے

کیوں جان نہ دوں غم میں ترے جبکہ ابھی سے

ماتم یہ زمانے میں بپا میرے لیے ہے

مولانا کو اسیری کی حالت میں اپنی ایک جوان بیٹی (آمنہ) کی علالت کی خبر ملتی ہے۔ جیل میں ہونے کی وجہ سے اس کی تیمارداری اور دوا و علاج سے معذور تھے لیکن اپنی تسکین و تثبیتِ قلب کے لیے اس موقع پر انھوں نے جو اشعار کہے ہیں وہ درحقیقت ایک مومن کے جذبۂ صبر و شکر، تسلیم و رضا اور توکل و تفویض اِلی اللہ کے پوری طرح آئینہ دار ہیں۔ ملاحظہ ہو،

میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں

تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں

امتحاں سخت سہی پر دلِ مومن ہی وہ کیا

جو ہر اک حال میں امید سے معمور نہیں

ہم کو تقدیرِ الٰہی سے نہ شکوہ نہ گلہ

اہلِ تسلیم و رضا کا تو یہ دستور نہیں

تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اس کو

نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

تیری قدرت سے خدایا تیری رحمت نہیں کم

آمنہ بھی جو شفاء پائے تو کچھ دور نہیں

شانِ رحمت مجھے دکھلا کہ ہو تسکین کا نزول

دلِ جوہر ہے یہ، یا رب جبلِ طور نہیں

صعوبتوں اور دشواریوں سے ہراساں ہونے کے بجائے انھیں صبر و شکر کے ساتھ جھیل جانے اور خطرات و شدائد کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنے کو وہ عین دین و ایمان سمجھتے ہیں اور کوشش و جستجو اور حرکت و عمل کی تلقین بھی کرتے ہیں مگر نتیجہ اللہ کے حوالے کرنے، اس کی مرضی کے تابع ہونے اور صبر و توکل اختیار کرنے کی دعوت بھی دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

ہر رنگ میں راضی برضا ہو تو مزہ دیکھ
دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کی فضا دیکھ
ہے سنتِ اربابِ وفا صبر و توکل
چھوٹے نہ کہیں ہاتھ سے دامانِ رضا دیکھ

(جوہر نامہ ۱۱۶ تا ۱۱۸)

ف۔ غور فرمایئے کہ توحید و رسالت کے سلسلہ میں کتنے عارفانہ و عاشقانہ اشعار ہیں جو صاحبِ معرفت ہی کہہ سکتا ہے۔ اسی لیے ان اشعار کو ہمارے مشائخ و علماء نے بھی پسند فرمایا ہے اور دادِ تحسین دی ہے۔

چنانچہ مرشدی حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھیؒ تو اکثر صاحبزادی آمنہ کی علالت کے سلسلے میں کہے ہوئے اشعار نیز رات کی تنہائی کی کیفیتِ قلبی کو بیان کرتے ہوئے مولانا نے جو اشعار کہے ہیں ان کو مجلسِ عام و خاص میں نہایت کیف و حال سے سناتے تھے جس سے اصحابِ مجلس غایت درجہ متاثر ہوتے تھے۔

نیز حضرتؒ فرماتے تھے کہ مولانا محمد علی جوہر اصطلاحی عالم نہ تھے مگر چونکہ حضرات علمائے دیوبند کی خدمت میں رہے تھے اس لیے ان کے فیضِ صحبت سے وہ بھی صاحبِ دل ہو گئے تھے اس لیے وہ ایسے اشعار کہتے تھے۔ (مرتب) (اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۳۶۷)

اَلدَّ الخصام کون ہے

اگر چین و عرب بھی تمھارا ہے اور ہندوستان بھی تمھارا ہے اور تم سب مسلمان ہو اور سارا جہان تمھارا وطن ہے تو اس دشمن کو الد الخصام سمجھو جو سارے جہان پر حاوی ہونا چاہتا ہے۔ یقیناً وہ دشمن ہندو نہیں۔ اس غریب کی تگ و دو تو سمندر کے کنارے تک ہے۔ یہ گولر کا بھنگا ہے جس کی ساری دنیا اس گولر میں محدود ہے۔ ایمان سے کہو کیا ہندو سے خائف ہو؟ ریل میں کسی ڈبہ میں چھ سات ہندو ہوں اور ان میں تم جا کر بیٹھ جاؤ تو کیا تمھیں ان سے ڈر لگے گا؟ بعض اوقات تو انہی کو تم سے ڈر لگتا ہے۔ البتہ اگر اس ڈبہ میں دو چار گورے ہوں تب تم کو اور ان کو دونوں کو ڈر لگتا ہے کہ یہ ماریں گے یا سامان پھینک دیں گے یا گالی دیں گے یا پاؤں دبوئیں گے۔

(سیرت محمد علی، ص:۴۱۹۔ بیس بڑے مسلمان، ص:۸۱۲)

حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ

(ولادت: ۱۲۸۸ھ۔ وفات: ۱۳۳۴ھ سہارنپور۔ والد ماجد شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ)

۱۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ: تعلیم و تربیت کے سلسلے میں والد ماجد کے یہاں سب سے زیادہ زور ترکِ تعلقات پر تھا اور ان کا مقولہ تھا کہ آدمی چاہے کتنا ہی غبی و کند ذہن ہو اگر اس میں تعلقات کا مرض نہیں ہے تو وہ کسی وقت ذی استعداد بن کر رہتا ہے۔

اس کے برخلاف وہ جتنا بھی ذی استعداد، ذہین اور علم کا شوقین ہو اگر اس کو تعلقات کا چسکا ہے تو وہ اپنے جوہروں کو کھو کر رہے گا۔ شیخ سعدی نے فرمایا۔

تعلق حجابست و بے حاصلی
چو پیوندہا بگسلی واصلی

۲۔ صاحبزادگی کا زعم بہت دیر میں نکلتا ہے۔ (اقوال سلف، ج:۴، ص:۴۹۱)

سید قطب شہیدؒ

(ولادت: ۱۹۰۶ء۔ شہادت: ۲۹/اگست ۱۹۶۶ء)

دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کے لیے انمول ہدایت و نصیحت

۱۔ ﴿وَ مَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ (البروج) اور انھیں ان کی صرف یہ بات بری لگی کہ وہ اللہ پر ایمان رکھیں جو غلبہ کا مالک اور حمد و ستائش کا سزاوار ہے۔ اس سے ایک اور نکتے کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو اس قابل ہے کہ دعوتِ دین کا کام کرنے والے مومنین اس پر غور کریں خواہ وہ کسی بھی دور یا کسی بھی سرزمین میں کام کر رہے ہوں۔

اہلِ ایمان اور دشمنانِ اسلام کے درمیان جنگ دراصل عقیدے کی جنگ ہے۔ یہ دشمنانِ اسلام اہلِ ایمان سے صرف عقیدے کی وجہ سے چڑتے اور محض ایمان کی وجہ سے ان کو دُکھ اور آزار پہنچاتے ہیں۔ یہ کوئی سیاسی یا اقتصادی جنگ نہیں، نسلی اور قومی جنگ بھی نہیں، اگر ایسی کوئی جنگ ہوتی تو اس کا ختم ہو جانا آسان تھا۔ مگر یہ تو عقیدے کی جنگ ہے کہ یا تو کفر ہوگا یا ایمان، یا جاہلیت ہوگی یا اسلام۔

اشرافِ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال و دولت کے انبار، حکومت کے تخت و تاج اور لذت کام و دہن کے سامان وغیرہ ساری چیزیں پیش کی تھیں۔ کیوں؟ صرف ایک بات کے لیے۔ یہ کہ آپ عقیدے کی جنگ لڑنے سے باز آجائیں اور اس معاملے میں نرمی اور رواداری سے کام لیں اور اگر حاشا وکلا ان میں سے کسی چیز پر بھی آپؐ راضی ہوگئے ہوتے، تو آپؐ سے ان کی کوئی جنگ نہ رہتی۔ یاد رہے! یہ دراصل عقیدے کا مسئلہ اور عقیدے کی جنگ ہے، اہلِ ایمان کا فرض ہے کہ وہ جب بھی کسی دشمن کے مقابلے میں صف بستہ ہوں ان کے ذہن و دماغ میں حقیقت پوری طرح مستحضر رہے کیونکہ عداوت کی بنیاد صرف عقیدہ ہے۔ یعنی یہ بات کہ وہ ایک اللہ، عزیز وحمید پر ایمان رکھتے اور صرف اسی کے آگے جُھکتے اور اسی کی اطاعت کرتے ہیں۔ (نقوشِ راہ، ص:۳۰۶۔ اقوال سلف، ج:۴، ص:۵۴۸)

۲۔ مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو مظلوم کو کہتے ہیں کہ ظالم سے معافی مانگ لے۔ اللہ کی قسم، اگر معافی کے چند الفاظ مجھے پھانسی سے نجات دلا سکتے ہوں تب بھی میں کہنے کے لیے تیار نہ ہوں گا، اور اپنے رب کے حضور اس حال میں پیش ہونا پسند کروں گا کہ میں اس سے خوش ہوں اور وہ مجھ سے خوش۔ (الشہید سید قطب، ص:۵۰-۵۱)

اب جی چاہتا ہے کہ 'نقوش راہ ترجمہ معالم فی الطریق' سے نہایت مفید وبصیرت افروز مضمون نقل کروں جو پوری کتاب کا گویا خلاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس کے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آج سارے ہی عالم کے نظامہائے زندگی کا سرچشمہ جاہلیت ہے۔ وہ جاہلیت جس کی ہلاکت سامانیوں میں محو حیرت کر دینے والی مادّی سہولتوں اور عروج کے نقطۂ کمال کو چھونے والی مادّی ترقیوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس جاہلیت کی بنیاد ہی یہ ہے زمین میں اللہ کی بادشاہت اور اُلوہیت کی سب سے بڑی خصوصیت یعنی حاکمیت پر زیادتی و درازدستی۔ یہ جاہلیت حاکمیت کا حق انسان کو دیتی ہے۔ یہ کچھ انسانوں کو کچھ انسانوں کا معبود قرار دیتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے سلسلے میں درازدستی کا نتیجہ بندوں پر زیادتی کی شکل میں

نمودار ہوتا ہے۔ آج کلیت پسندانہ نظاموں میں انسان کی تذلیل وتحقیر اور سرمایہ دارانہ نظاموں میں سرمایہ سامراج کے تسلط کے افراد اور رعایا پر ظلم وزیادتی ہورہی ہے۔

اس معاملے میں اسلامی نظام بالکل منفرد ہے کیونکہ نظامِ اسلامی کے علاوہ ہر نظام میں کسی نہ کسی شکل میں انسان انسان کی پرستش کررہا ہے۔ تنہا نظام اسلامی ہی وہ نظام ہے جس میں سارے انسان آزاد ہیں نہ کوئی کسی کا بندہ ہے نہ معبود، یہاں تو صرف اللہ کی عبادت کرنی ہے اور اللہ ہی کے آگے جھکنا ہے اور اللہ ہی کے احکام پر چلنا ہے۔

یہی دوراہہ ہے جہاں سے یہ راستہ اور راستوں سے ممتاز ہوجاتا ہے، اور یہی وہ نیا تصوّر ہے جو اس وقت ہم انسانیت کے سامنے پیش کرسکتے ہیں کیونکہ یہی وہ بے بہا اثاثہ ہے جس سے انسانیت کی جھولی خالی ہے۔ اس لیے کہ یہ نہ تہذیبِ مغرب کی پیداوار ہے اور نہ یورپ کی عبقریت کا ثمرہ۔

بلاشبہ ہم ایک ایسی جدید اور عمدہ ترین چیز کے مالک ہیں جس سے انسانیت بالکل ناآشنا ہے اور اس کے بس میں نہیں ہے کہ اسے تیار کرسکے۔

لیکن یہ ضروری ہے (جیسا کہ پہلے مذکور ہوا) کہ یہ عملی دنیا میں محسوس پیکر بن کر نظر آئے، اور یہ ضروری ہے کہ کوئی اُمت اس کا بولتا ہوا نمونہ بن کر سامنے آئے۔

لہٰذا اس کے لیے ہمیں اسلامی دنیا میں بیداری کی مہم چلانی ہوگی اور یہی بیداری کی وہ مہم ہے جس کے بعد دیر سویر انسانیت کی قیادت ہاتھ میں آسکے گی۔ (نقوشِ راہ، ص: ۳۰)

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ

۱۔ اگر حضرت مجدد الف ثانیؒ نہ ہوتے تو تصوّف زندقہ ہوجاتا۔

۲۔ تصوّف، فقاہت یعنی دینی سمجھ اور شعور کا نام ہے۔ (تصوّف کا ابتدائی سرا نیت کا درست کرنا اور انتہائی سرا دینی سمجھ اور شعور۔ جو تصحیح نیت سے حاصل ہوتا ہے۔)

۳۔ خلوصِ نیت سے کیے ہوئے اعمال کی اہمیت ہے۔

۴۔ اب تصوّف کا خلاصہ نکل آیا۔ اب تو کچھ خواہشات کو دبانا اور کچھ کرنا، کرانا، اس

سے وصول ہوجاتا ہے۔ باقی اس کا یہ مطلب نہیں کہ پھر کچھ نہیں کرنا (معمولات) کرنا تو میاں عمر بھر کا ہے۔

۵۔ سلوک کا آسان راستہ محبت وصحبت شیخ۔ اپنے نفسِ امّارہ کو مطمئنہ بنانے یالوامہ کو اطمینان تک پہنچانے کا راستہ سلوک کہلاتا ہے۔ جن کا نفس مطمئنہ ہوجائے اور بیعت کا نفع، صحبت شیخ کے بغیر نہیں ہوتا۔ تصوّرِ شیخ کیا ہے؟ صحبتِ شیخ۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کب راضی ہوتے ہیں؟ جب انسان سے تمام برے اخلاق اور حبِ جاہ وغیرہ جاتے رہیں تو سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا۔

۷۔ راہِ سلوک میں معاصی سے پرہیز بہت ضروری ہے۔ راہِ سلوک میں جو عمل کرتا ہے وہ تو کرنا ہی ہے۔ پس ماحول، صحبت، ذکر، شغل تو کرنا ہی ہے لیکن پرہیز سب سے ضروری ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ آدمی کسی معروف گناہ میں مبتلا ہو۔ بعض اوقات ایک نظر جو کسی پر خلافِ شرع پڑ جائے اس خرمن کو جلانے کے لیے کافی ہوتی ہے اور اس ابتدائی نورانی کرن کو ہمیشہ کے لیے بجھانے کا سبب بن سکتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا۔

۸۔ مصیبتیں چوکیدار ہیں، جو غفلت سے بیدار کرتی ہیں۔ انسان کو غفلت ترک کرنی چاہیے اور غفلت سے مراد اللہ کی یاد سے ذہن کا خالی رہنا ہے۔ حق تعالیٰ کی یاد کی پختگی پیدا کیے بغیر تو انسان کا کام نہیں چلتا۔ اسے رہبانیت کہیے۔ تو اتنا تو کرنا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی غارِ حرا میں جاکر رہنا پڑا اور پھر فرشتہ نازل ہوا تو تبلیغ کے لیے توجہ کی۔

۹۔ اللہ جسے چاہے یقین دیتا ہے۔ یقین دیکھنے سے مکمل ہوتا ہے۔ آخر ہم ایسی چیز پر کیسے یقین لاسکتے ہیں۔ جو دیکھنے، سننے اور چھونے میں نہ آسکے، مگر حضرت (گنگوہی) کی برکت سے یہ سمجھ میں آ گیا اور دل میں اُتر گیا کہ اللہ چاہے تو ضرور یقین حاصل ہوجاتا ہے۔

۱۰۔ **قربِ الٰہی کا مفہوم:** رضائے الٰہی کے مطابق کام کرنے سے قربِ ربانی ورحمانی حاصل ہوتا ہے اور قرب کی وضاحت وہ جو حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ میں اس بندے کے ہاتھ ہوجاتا ہوں، اس کے پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

۱۱۔ اسلام کے معاشرتی نظام پر عمل سے دنیا کے تمام جھگڑے مٹ جاتے ہیں۔ اگر ایک

حدیث پر عمل ہو جائے تو دنیا کے جھگڑے مٹ جائیں۔ مثلاً یہ کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چاہو جو اپنے لیے چاہتے ہو۔

۱۲۔ ذکرِ جہری ازالۂ مرض کے لیے ہے۔ ذکر تو آہستہ آواز سے ہی کرنا چاہیے۔ اور رفعِ خیالات اور یکسوئی کے خیال سے اگر شیخ کسی کو زور سے ذکر کرنے کو فرمائے تو وہ ازالۂ مرض کے لیے ہے۔ علاج کے لیے ایسا کرنا منہی عنہ نہیں ہے۔

۱۳۔ کسرِ نفسی اگر واقعی ہو تو بڑی چیز ہے۔ لوگ بناوٹ سے اپنے آپ کو حقیر ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ دل میں اپنے متعلق یہ نہیں ہوتا۔ یہ تو نفاق ہے۔

۱۴۔ جس طرح صحبت کا اثر ہوتا ہے اسی طرح تصنیف کا بھی اثر ہوتا ہے۔

۱۵ا۔ تصرّف کر کے پیسے بٹورنا، چوری اور غصب کی طرح ہے۔ جو شخص ایسا تصرّف کرے (جس سے دوسرے کا نقصان ہوتا ہو) وہ بہت برا ہے۔ جو کوئی اس طرح اثر ڈال کر کسی سے کچھ پیسے بٹورے وہ ایسا ہی ہے، جیسے چوری یا غصب اور ڈاکہ ڈال کر کچھ لے لیا جائے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ سے، جس میں آتا ہے، ''دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہو''، استنباط فرمایا ہے کہ کسی کی اندرونی حالت بھی ایسے طریق سے نہ دیکھنے کی کوشش کرے چہ جائیکہ تصرّف کرنا۔ (شاہ عبدالرحیم رائپوری، ص: ۴۶۴)

۱۶۔ دنیا و آخرت کے اندر قرآن سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ بصیرت دیں وہ خوب سمجھ سکتا ہے۔ سوچ کر دیکھیں کہ یہ قرآن مجید کیا شئے ہے۔ حضور ﷺ تو اس کے لانے والے ہیں اور حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ لہٰذا اس نعمت کا کوئی بدل نہیں۔ اس نعمت کی قدر بھی اس کی عظمت کے بقدر کرنی چاہیے۔

سمجھتے بھی ہو؟ جس سینے میں قرآن شریف بھرا ہو وہ کس سینے کے مشابہ ہے؟ وہ حضور ﷺ کے سینہ کے مشابہ ہے۔ (غالباً اسی لیے حافظ کا سینہ قبر میں بھی محفوظ رہتا ہے کہ اس میں رب تبارک وتعالیٰ کا کلام محفوظ ہوتا ہے۔)

۱۷۔ دنیا اور آخرت کی عزت اس میں ہے کہ فقر و فاقہ پر قناعت کرو اور اللہ کے واسطے اس کی اشاعت کرو کہ کسی طرح لوگوں کو یہ پہنچ جائے۔

یہ الفاظِ قرآن بنیاد ہی تمام علوم کے ہیں۔اسی طرح سے جتنے علمِ قرآنی ہیں وہ سب قرآن ہی پر قائم ہیں۔اگر یہ الفاظِ قرآن نہ رہیں تو سارے کے سارے علم رہ جائیں۔یعنی خدا نخواستہ یہ الفاظ قرآن نہ رہیں تو تمام علوم منہدم ہو جائیں گے۔یہی وجہ ہے کہ تورات وانجیل کا پتہ نہیں کیونکہ ترجمہ ہو کر اصل کا خیال نہیں رکھا گیا۔(اقوالِ سلف، ج:۴،ص:۲۷۳)

مجاہدِ ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

ہندوستان ہمارا وطن ہے

جو حالات ہمارے سامنے ہیں کہ انسان خود انسان کے خون کا پیاسا ہے، ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ان کو کن الفاظ سے تعبیر کریں۔ وحشت اور درندگی کا لفظ بھی کافی نہیں ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ وحشت اور درندگی اس حالت سے شرم کر رہی ہے۔شیر اور بھیڑیے جو سب سے زیادہ وحشت ناک درندے مانے جاتے ہیں وہ دوسرے جانوروں کا خون چوس کر درندگی کی پیاس بجھاتے ہیں لیکن اپنے بچوں کو وہ بھی نہیں پھاڑتے .... یہ حضرت انسان ہیں کہ خود اپنے ہم جنس بچوں اور عورتوں اور کمزور انسانوں کو ذبح کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔عوام کی وحشت اور درندگی کا علاج حکومت کا فرض ہے لیکن اس کا کیا علاج جب معالج اور امن کے ذمہ دار خود وحشت زدہ ہو جائیں۔

ہندوستان ہمارا ملک ہے۔ یہ ہماری روایات کا مخزن اور ہماری تہذیب و ثقافت کا گہوارہ ہے۔اس کی در و دیوار پر ہماری ہزار سالہ تاریخ کے نشانات کندہ ہیں۔اگر پنڈت جواہر لال نہرو کو یہاں رہنے کا حق حاصل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اُن جیسا ہمارا حق بھی اس سرزمین پر نہ ہو۔ہم اس ملک میں رہنے والے مسلمانان، اس لیے نہیں ہیں کہ کسی کی چاپلوسی کریں یا سمجھیں کہ اس سے ہندو خوش ہوگا یا پنڈت نہرو خوش ہوں گے۔اگر مسلم زعماء کے دل میں ایک منٹ کے لیے بھی یہ خیال گزرے تو میں کہوں گا کہ اس سے بڑی بزدلی اور نفاق نہیں ہو سکتا۔ یہ ملک جس طرح اکثریت کا ہے اسی طرح اقلیت کا بھی۔ (ماخوذ 'بیس بڑے مسلمان'، بحوالہ چراغِ راہ،ص:۱۵۱)

اُمتِ مسلمہ کا نصب العین

بارگاہِ الٰہی سے اُمتِ مسلمہ کو 'خیر اُمت' (بہترین اُمت) کا خطاب عطا فرمایا گیا ہے۔

یہ خطاب اس کے بلند نصب العین کی بنیاد پر ہے جس کا خلاصہ آیات و احادیث کی روشنی میں درج ذیل ہے:

۱۔ معروفات (بھلائیوں) کا حکم کرنا، منکرات (برائیوں) سے باز رکھنا، دین کو قائم کرنا اور رکھنا اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی جدوجہد کرنا اُمتِ مسلمہ کا فریضہ اور نصب العین ہے۔

۲۔ فلاح و بہبود، کامیابی و کامرانی اس فریضے کی ادائیگی کے ساتھ وابستہ ہے۔

۳۔ اس فریضے سے غفلت کفر و عصیان اور عدوان کے مترادف ہے۔ جو لوگ اس سے غفلت کریں ان پر انبیاء کے ذریعے لعنت کی گئی ہے اور قرآن نے اس غفلت کو بدترین جرم قرار دیا ہے۔

۴۔ مسلمانوں میں باہمی محبت اور اُلفت اس نصب العین سے وابستگی کی وجہ سے ہے، نصب العین سے جس قدر لگاؤ اور اُنس ہوگا اسی قدر آپس میں اُنس و محبت بڑھے گی اور آپس میں جس قدر اُلفت اور یگانگت ہوگی اسی قدر مقصد کے حصول میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا جا سکے گا۔

۵۔ اللہ کا دین غالب ہونے ہی کے لیے آیا ہے۔ پستی، مغلوبیت اور پامالی کیلئے نہیں آیا۔

۶۔ اقامتِ دین کا فریضہ تمام اُمتوں پر عائد کیا گیا ہے۔ اُمت مسلمہ کے لیے یہ کوئی نیا اور نرالا فریضہ نہیں ہے۔

۷۔ خود نیک بن جانا کافی نہیں ہے بلکہ بھلائیوں کو فروغ دینا اور برائیوں سے باز رکھنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔ جو لوگ دین سے دور اور دین نا آشنا ہیں انھیں دین سے قریب اور روشناس کرانا دین سے واقف کاروں کا فریضہ ہے۔

۸۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے سے غفلت عذابِ الٰہی کو دعوت دیتی ہے۔

۹۔ شرک اور بت پرستی کی بیخ کنی اور توحید و سنت کی روشنی دنیا میں پھیلانا اسلام کا منشا ہے۔

۱۰۔ دینِ اسلام کے علاوہ تمام نظام ہائے فکر و عمل خواہ وہ جدید نظام ہوں یا قدیم مذاہب، سب باطل ہیں۔

اسلام انسان کو انسان کی بندگی بلکہ غیر اللہ کی بندگی سے آزادی دلانے اور صرف اللہ کی بندگی میں لے آنے کا بیڑہ اُٹھاتا ہے۔ اُمت مسلمہ کے فرد ہونے کی حیثیت سے ضروری ہے کہ آپ اپنے فریضے اور نصب العین کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی ادائی میں غفلت اور سستی کو راہ نہ دیں۔ (چراغِ راہ، ص: ۲۸۸)

مسلم نوجوانوں کے لیے لمحۂ فکر

گزشتہ سال (۱۴۰۰ھ) ایک ریٹائرڈ مسلم فوجی افسر سے ایک مسلم صحافی کی ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ آخر فوج میں مسلمان اتنے کم کیوں ہیں؟ فوجی افسر کہنے لگا:

''اس کی بنیادی وجہ تو یہ ہے کہ مسلم نوجوان اس طرف راغب ہی نہیں ہوتے۔ وہ پہلے ہی سے سوچ لیتے ہیں کہ ان کے ساتھ تعصب برتا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ فوج میں اس طرح کا کوئی تعصب نہیں ہے۔'' یہ سن کر مسلم صحافی نے کہا ''بالائی سطح پر تعصب نہیں برتا جاتا لیکن نچلی سطح پر تو ایسا ہوتا ہے۔'' فوجی افسر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا ''اگر ہوتا بھی ہے تو معمولی۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اگر ایک پوسٹ کے لیے ایک غیر مسلم اور ایک مسلم بالکل برابر کی قابلیت کے ہیں تو عام طور پر غیر مسلم ہی کو ترجیح دی جاتی ہے۔'' انھوں نے مزید کہا ''مسلمانوں کو فوج ہی کیا زندگی کے ہر میدان میں اپنے کو دوسروں سے زیادہ قابل بنا کر پیش کرنا ہوگا تب ہی ان کو فوج میں اور دوسری سرکاری نوکریوں میں لیا جائے گا اور اسی کی بنیاد پر دوسرے شعبوں میں اہمیت دی جائے گی۔ پوری دنیا میں اقلیت کو اکثریت کے مقابلے میں زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ تب ہی اقلیتی فرقے کے لوگ آگے بڑھ پاتے ہیں۔ میں خود اتنے بڑے عہدے تک صرف اس لیے پہنچ پایا کہ میں نے ہمیشہ دوسرے افسران سے زیادہ محنت کی، فرض شناسی اور ایمانداری سے کام کیا۔ نتیجہ یہ تھا کہ کسی کو میرے ساتھ تعصب برتنے کی ہمت نہیں ہوئی۔''

اس فوجی افسر کی بات میں مسلم نوجوانوں کے لیے بہت بڑا سبق ہے۔ آپ دنیا کی کسی بھی اقلیت پر نظر ڈالیے، اس کو شروع میں کچلا گیا، اس کے ساتھ تعصب برتا گیا، اس کی راہ میں روڑے اٹکائے گئے ...لیکن جب اس اقلیتی فرقے کے لوگوں کو یہ احساس ہوگیا کہ وہ صرف اور صرف اپنی صلاحیتوں سے اپنے لیے ایک باعزت مقام حاصل کر سکتے ہیں تو انھوں نے دوسروں

سے زیادہ محنت کی۔ مثال میں یورپ کے ممالک میں یہودیوں اور ہندوستان میں پارسیوں، سکھوں، جینیوں کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

اب ملک کو تقسیم ہوئے تقریباً پچاس سال ہو رہے ہیں۔ اب بھی مسلمانوں کو اس بات کو پوری طرح سے محسوس کر لینا چاہیے کہ ہندوستان میں ان کی حیثیت دوسری بڑی اکثریت کی سہی مگر یہ اکثریت اور جمہوریت میں مقابلتاً اقلیت ہی ہے اور کسی بھی ملک کی اقلیت، محنت اور صلاحیت ہی کی بنیاد پر آگے بڑھی ہے۔ اور اسی راہ سے اسے عزت کا مقام حاصل ہوا ہے۔

جیسے جیسے ہندوستانی مسلمان اور مسلم نوجوان اس بات کی اہمیت کو سمجھیں گے اور اپنے دین و ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کا استعمال شروع کریں گے ویسے ویسے ان کی ترقی کے دروازے کھلتے جائیں گے اور جب تک وہ صرف تعصب کا دکھڑا روتے رہیں گے وہ پستی کے دلدل میں دھنستے جائیں گے کیونکہ یہاں تعصب کی جڑ اتنی مضبوط اور گہری ہے کہ اسے کسی قانون سے کاٹا نہیں جاسکتا۔ ہم اپنے علم، صلاحیت، محنت اور فرض شناسی ہی سے تعصب کی کاٹ کر سکتے ہیں اور ہر میدان میں غیروں سے اپنی برتری کا لوہا منوا سکتے ہیں۔ مسلم نوجوان اور مسلمانوں کو لہو و لعب، سیر و تفریح اور جمود و تعطل سے باز رکھ کر زندگی کے ٹھوس اور بنیادی حقوق کی طرف پوری سرگرمی اور خلوصِ دل کے ساتھ متوجہ ہونا چاہیے۔

(چراغِ راہ، ص: ۲۸۹)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری کی وصیت

(ولادت: بروز جمعہ ۲ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ۔ وفات ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳ رفروری ۱۹۶۲ء۔ نمازِ عشاء، بحالت سجدہ انتقال ہوا۔ اللہ اکبر!)

صاحبزادوں کے نام:-

۱- کیمیا گری کے چکر میں نہ پڑنا۔

۲- ہمزاد، جنوں کو قابو کرنا، عملیات کرنا ٹھیک نہیں۔

۳- صرف ذکرِ الٰہی پر مداومت کرنا۔

۴- کبھی کسی کی ضمانت نہ کرنا۔

۱۔ ہر کام میں حصولِ رضائے الٰہی ہونا چاہیے۔

۲۔ قرآن مجید اور احادیثِ نبوی کی تشریح دو جملوں میں ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اور خلق اللہ کو خدمت سے راضی رکھے۔

۳۔ دل کتنا ہی سخت ہو مگر ذکرِ الٰہیہ کی متواتر ضربوں سے نرم ہو جاتا ہے۔ جس طرح سخت پتھر میں پانی کے ٹپکنے سے نشیب پڑ جاتا ہے۔

۴۔ دین پر استقامت طلب کرو، کرامت طلب نہ کرو، کیونکہ استقامت کا درجہ کرامت سے بڑھ کر ہے۔

۵۔ جو موتی اللہ والوں کی جوتیوں میں ملتے ہیں، بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ملتے۔
(اکابر علماء دیوبند، ص:۲۵۱)

۶۔ نیک کمائی سے نیک صلاحیت پیدا ہوتی ہے، جس کی غذا گندی اس کے ضمیر کی آواز بھی گندگی سے آلودہ ہوگی۔ (اکابر علماء دیوبند، ص:۲۲)

حضرت لاہوریؒ کی نصیحت گورنر پاکستان کو

۷۔ ادب، عقیدت اور محبت ہونی چاہیے۔ اس وقت گورنر خواجہ ناظم الدین تھا، فرمایا، ناظم الدین! میں تیرا خیر خواہ ہوں، تجھ سے عمر میں بڑا ہوں۔ آ میں تجھے سمجھاؤں، اگر تو نے حضورؐ کی ختمِ نبوت کے مسئلے کو حل نہ کیا، اگر تو نے غداری کی تو احمد علی باوضو کہتا ہے، قبلہ رو کہتا ہے، تیری کار پر لعنت، تیری گورنری پر لعنت۔ (خطباتِ دینپوری، ص:۹۶)

۸۔ قرآن مجید کا خلاصہ ہے، بندے سے توڑ، اللہ تعالیٰ سے جوڑ۔

۹۔ جب مسلمان کو اخلاص اور توکل کے دو پر لگ جاتے ہیں تو پھر وہ روحانیت کے آسمان پر اُڑنے لگتا ہے۔

۱۰۔ طلب صادق ہو تو کچھ عرصہ کے بعد شیخ کامل کی صحبت میں اس کا عکس ظاہر ہونے لگتا ہے۔

۱۱۔ مسجدیں ہدایت کی منڈیاں ہیں اور علماء ربانی دکاندار اور دکان ان کا سینہ ہے اور مال ہے قرآن۔ خریدار ہے مسلمان اور پونجی ہے ایمان۔ جو خالص نیت سے ایمان خریدنے یہاں آتا ہے خالی ہاتھ نہیں جاتا۔

۱۲۔ دنیا میں سب طمع کے یار ہیں۔ بے طمع کا یار صرف اللہ ہے۔ جو سب کچھ دیتا ہے لیکن کچھ نہیں لیتا۔ پھر بے طمع کے یار حضرت محمد ﷺ ہیں کہ شفاعت کیے بغیر چین نہیں لیں گے۔ یا پھر بے طمع کے یار اللہ والے ہیں۔ باقی سب طمع کے یار۔ بیوی، اولاد اور برادری۔ اور برادری تو ایسی ہے کہ اگر اپنے بدن کے گوشت کا قیمہ بنا کر انھیں کھلا دیں تو بھی خوش نہ ہوں۔

۱۳۔ موتی ملنے ارزاں مگر اللہ والے ملنے اس سے بھی گراں۔

۱۴۔ عقیدت، ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے۔ ان میں سے ایک تار بھی ٹوٹ جائے تو کنکشن ٹوٹ جاتا ہے۔

۱۵۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کامل ہو گیا ہوں اس لیے کہ قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہر وقت خطرہ ہے۔

۱۶۔ میرے دوستو! طبیعتوں پر قابو رکھو۔ جبر وصبر کی عادت ڈالو۔ اللہ کو یاد رکھو۔ یہ دنیا فانی ہے۔ اپنے معاملات درست کرو۔ رزق حلال کما کر کھاؤ۔

۱۷۔ مرد کام کے لیے اور عورت اس کے آرام کے لیے ہے۔

۱۸۔ حدیث کا انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے اور قرآن سے انکار کرنے والے کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

۱۹۔ جو شخص کسی کو فریب نہیں دیتا وہ ہر کسی کے نزدیک عزت حاصل کر لیتا ہے۔

۲۰۔ اگر کوئی شخص آسمان پر اُڑتا ہوا آئے، لاکھوں مرید پیچھے لگا لائے، دریا پر سے گزرتا ہوا آئے، مگر اس کا مسلک حضور ﷺ کے طریقے کے خلاف ہو تو اس کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے، ورنہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور پیچھے چلنے والوں کو بھی جہنم رسید کر دے گا۔ (مرد مومن)

۲۱۔ امراضِ روحانی کا علاج صحبتِ شیخ کے سوا کچھ نہیں۔ کتابیں پڑھنے سے یہ دور نہیں ہوتے۔ دینی مدارس میں کتابوں پر عبور ہو جاتا ہے مگر تکمیل نہیں ہوتی۔ اس لیے علماء کی بھی کما حقہ اصلاح نہیں ہوتی۔ امراضِ روحانی، جسمانی امراض سے زیادہ مہلک ہوتے ہیں۔ جسمانی بیماریاں قبر کے ذریعے ختم ہو جاتی ہیں، روحانی بیماریاں ساتھ ساتھ جاتی ہیں۔ زمینداروں،

سرکاری ملازمین، تاجروں کو تو جانے دیجیے، اہلِ علم بھی ان روحانی بیماریوں سے نجات نہیں پا سکتے جب تک کہ اصلاح کا خاص اہتمام نہ کریں۔

۲۲۔ مدارسِ عربیہ کو علم دانستن (جاننا) کے درجے پر حاصل ہو جاتا ہے، داشتن (رکھنا) کے درجہ پر نہیں۔ یعنی دین سمجھ کر آتے ہیں لیکن اکثر ان میں سے ایسے ہوتے ہیں جن پر عملی رنگ چڑھا ہوا نہیں ہوتا ہے، اس سے علماء کے اندر بھی روحانی بیماریاں باقی رہتی ہیں۔ جب تک اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو۔

۲۳۔ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس کے سوا باقی تمام کمالاتِ نبوی کے حاملین اب تک رہے ہیں، اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ انہی کی صحبت میں اصلاحِ حال ہوتی ہے۔ اللہ والے موتیوں سے بھی گراں قیمت ہیں۔ موتی ملنے ارزاں لیکن اللہ والے ملنے گراں۔ وہ نایاب نہیں کمیاب ہیں۔ اگر کامل مل جائے تو اس کے قلب سے ادب، عقیدت اور اطاعت کے تین تار جوڑنے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس کے بغیر حضور نبی کریم ﷺ کے حضور میں بھی رہنے والے محروم رہے۔ جن کو آنحضرت ﷺ کا نہ پاسِ ادب تھا اور نہ عقیدت تھی اور نہ وہ اطاعت کرتے تھے۔ (مردمومن ص: ۱۴۰۔ اقوالِ سلف، ج: ۵، ص: ۱۵۲)

۲۴۔ امیر سے مت ڈریے۔ اس کو اپنی دولت، پارٹی اور اثر ورسوخ پر ناز ہوتا ہے۔ وہ غیر کے دروازے پر جاتا ہے، وہ پولیس اور عدالت میں جائے گا، اس کا مقابلہ آپ کر سکیں گے؟ غریب سے زیادہ ڈرنا چاہیے، اگر اس کو آپ نے ستایا تو غیر کے دروازے پر نہیں جائے گا، وہ صرف بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرے گا اور دو آنسو بہا کر خاموش ہو جائے گا۔

بترس آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

مظلوموں کی آہ سے ڈرو کیونکہ جب وہ بددعا کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے قبولیت استقبال کے لیے آتی ہے۔

اس کے یعنی غریب کے دو قطرہ آنسو بربادی کے لیے کافی ہیں۔

(مردمومن، ص: ۱۴۲ اقوال سلف، ج: ۵، ص: ۱۵۳)

۲۵۔ لاہوریو! اِتمامِ حجت کر رہا ہوں۔ میں اپنے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو بری الذمہ کر رہا ہوں تاکہ آپ لوگ قیامت کو یہ نہ کہیں کہ ہمیں کوئی ڈرانے والا اور سنانے والا نہیں آیا۔

۲۶۔ میں آپ کو بیدار کر رہا ہوں۔ پٹواری سے گورنر تک آپ کا کوئی بھی خیر خواہ نہیں، اگر آپ کا کوئی خیر خواہ ہے تو وہ اللہ والا ہے۔ جو آپ سے کھانے کو نہ مانگے، دروازۂ محمدیؐ کا غلام ہو، اس کے ہاتھ میں قرآن ہو اور دوسرے ہاتھ میں مشعلِ حدیثِ خیر الانامؐ ہو، اور وہ ان دونوں کی روشنی میں آپ کی رہنمائی کرے۔

۲۷۔ اللہ والوں کی صحبت میں استغناعن الخلق اور احتیاج الی اللہ کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

۲۸۔ جو نماز نہ پڑھے وہ بدمعاش، جو روزے نہ رکھے وہ بدمعاش، میں فتویٰ دیتا ہوں۔ جاؤ علماء سے جا کر کہہ دو کہ احمد علی اس طرح کہتا ہے۔ عربی میں دو لفظ ہیں، فاسق و فاجر۔ ہماری زبان میں ان کا ترجمہ ہے بدمعاش۔ وہ بدمعاش ہے جس کی زندگی اسلامی قوانین کے خلاف ہو۔

۲۹۔ جب لال قلعے کے سامنے عصمتیں لٹنے لگیں تو اللہ تعالیٰ کو غیرت آئی، وہ لاکھوں میل دور سے چوپڑے (انگریز) لایا اور تم پر مسلط کر دیے۔

۳۰۔ اللہ تعالیٰ نہایت ہی نازک مزاج محبوب ہے۔ اگر تم لینے نہیں آؤ گے تو وہ دینے نہیں جائے گا۔

۳۱۔ رشتہ داروں اور دوستوں کو راضی رکھنے کا یہ طریقہ ہے کہ ان سے اپنا حق نہ مانگو اور ان کا حق بغیر مانگے ادا کرتے رہو۔

۳۲۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد پر قرآنِ مجید سے بہتر کوئی کتاب نہیں بولتی۔

۳۳۔ تم کو مسجد کی چٹائیوں پر بیٹھ کر قرآن مجید سننے میں عار آتی ہے تو تمہاری کوٹھیوں میں چل کر جانا ہمارے جوتے کی بھی توہین ہے۔

۳۴۔ جو تم سے روٹی مانگے وہ تم کو حق بات نہیں کہہ سکتا، تم کہتے ہو ملّا بے ایمان۔ تم نے انگریزوں کے سامنے اپنی لڑکیاں پیش کیں، تمہارا منہ کالا، چکلے تمہارے دم سے آباد، سنیماؤں میں تمہارا اتفاق، وہاں وہابی، سنی، شیعہ تمام متفق، وہاں تم بیویاں اور بیٹیاں لے کر جاتے ہو یا مولوی جاتے ہیں۔ اگر مولوی سوکھے ٹکڑے کھا کر قرآن کو سینے سے نہ لگاتا تو ہندوستان میں

اسلام ختم ہو جاتا۔

۳۵۔ جو ہنڈیا میں ہوتا ہے وہی رکابی میں آتا ہے۔ پیٹ میں حرام ہو تو نیک عمل نہیں ہوتا۔

۳۶۔ تم ایک دانہ زائد نہیں کھا کر مرو گے اور نہ ہی ایک دانہ چھوڑ کر مرو گے۔ رات دن روٹی روٹی کی پکار ہے۔

۳۷۔ نِعْمَ الْاَمِيْرُ عَلٰى بَابِ الْفُقَرَاءِ ، وَ بِئْسَ الْفَقِيْرُ عَلٰى بَابِ الْاُمَرَاءِ

۳۸۔ اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَةَ وَلَا تَطْلُبُوا الْكَرَامَةَ فَاِنَّ الْاِسْتِقَامَةَ فَوْقَ الْكَرَامَةِ۔ (بیس بڑے مسلمان ،ص:۸۸۶)

محمد بخش کی وصیت فرزند خدا بخش کو

میرا یہ سرمایۂ حیات ہے، اس کی حفاظت کرنا اور اس میں معتد بہ اضافہ کر کے اس کو عوام کے لیے وقف کر دینا تاکہ وہ اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔

(مولوی خدا بخش خان- حیات اور کارنامے۔ص:۱۷۱)

حضرت قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ کی وصایا

اس رب کی تعریف ہے جس نے مسلمان مردوں کی پشت اور مسلمان عورتوں کے رحم سے پیدا فرمایا، اور حضور ﷺ جو تمام انبیاءؑ کے سردار ہیں کو بھیج کر ہم پر احسان فرمایا۔ الحمد للہ جس نے ہمیں اس ذات پر ایمان عطا فرما کر احسان فرمایا جو بڑی نعمت ہے، اللہ کا درود و سلام ہو ان پر، ان کے اہل و اصحاب اور ماننے والوں پر، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اسلام کی رہنمائی فرمائی اور اسلام پر زندہ رکھا اور اپنے نیک علمائے کرام اولیائے کاملین کے انوار حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی، جو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندیؒ اور شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث الثقلینؒ اور فاضل کامل خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتیؒ کے جانشیں ہیں، حق جل مجدہ ان کے اگلوں پچھلوں سب سے راضی ہو، مجھے اللہ کے فضل سے امید ہے کہ میری موت ان لوگوں کی محبت و اتباع کی حالت میں فرمائے گا اور جنت میں ان سے وابستہ رکھے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

فقیر حقیر محمد ثناء اللہ عثمانی حنفی مجددی پانی پتی لکھتا ہے کہ اس گنہگار کی عمر اسّی سال کی ہو چکی ہے اور یقین جو موت سے عبارت ہے، سر پر آ گیا، اور مہلت باقی نہیں رہی۔ وہ یہ چند کلمے بطور وصیت اپنی اولاد اور احباب کیلئے لکھتا ہے کہ ان میں بعض کی رعایت فقیر کے لیے مفید وضروری اور کچھ دوستوں واولاد کیلئے ضروری ومفید ہیں۔ پہلی کا خیال رکھنے سے فقیر کی روح ان سے خوش رہے گی، حق تعالیٰ جزاء عطا فرمائیں گے، ورنہ آخرت میں دامن گیر ہوؤں گا، دوسری قسم کی رعایت سے دنیا وآخرت میں بدلہ نیک پائیں گے، ورنہ نتائج برے دیکھیں گے۔

نوعِ اول یہ ہے کہ تجہیز وتکفین وغسل ودفن مطابق سنت کے کریں۔ اور حضرت شہید مرزا مظہر جانِ جاناں نے جو رضائی کی استر وابرہ کی دو چادریں مرحمت فرمائی تھیں، ان کا کفن دیں۔ عمامہ خلافِ سنت ہے، اس کی ضرورت نہیں۔ نمازِ جنازہ کثیر جماعت کے ساتھ صالح امام حافظ محمد علی، حکیم سکھو یا حافظ پیر محمد بجالائیں۔ تکبیر اولیٰ کے بعد سورۂ فاتحہ بھی پڑھیں۔

میرے مرنے کے بعد دنیوی رسم، دسواں، بیسواں، چہلم، چھ ماہی، برسی کچھ نہ کریں۔ حضور ﷺ نے تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں رکھا، حرام فرمایا۔ عورتوں کو رونے دھونے سے اچھی طرح منع کریں۔ فقیر اپنی زندگی میں ان چیزوں سے راضی نہیں رہا، اور اپنے اختیار میں ان چیزوں کو نہ کرنے دیا۔ کلمہ، درود، استغفار، ختم قرآن اور غرباء کو پوشیدہ طور سے مالِ حلال کا صدقہ دے کر امداد کریں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: قبر میں مُردہ اس ڈوبنے والے غوطہ کھانے والے کی طرح ہوتا ہے جو اس پکار کا منتظر ہوتا ہے جو اس کے باپ، بھائی، دوست کی جانب سے پہنچے۔

اپنی حیات میں اپنی جائیداد اپنے ورثاء میں تقسیم کر کے اس کے پانچویں حصے کی آمدنی وصول کر کے دونوں لڑکیوں کی اولاد کو دیتا رہا، باقی کو تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے خرچ میں، دو حصے دوسروں کو دیتا رہا۔

میرے مرنے کے بعد جب تک میرا قرض ادا نہ ہو، میرا حصہ قرض خواہوں کو دیا جاتا رہے، عیدین کی آمدنی قرض خواہوں کو دے کر مجھے جلد سبکدوش کیا جائے۔ قرض کی تفصیلات میری مہری دستاویزات قرض خواہوں کے پاس موجود ہیں۔ ان کے ادا کرنے میں سستی نہ کریں۔

حضرت شیخ عابد سنامیؒ کی صاحبزادی کی خدمت کرنی اپنی قدرت کے موافق لازمی ہے واجب جانیں۔ ﴿وَ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ﴾ (سورۂ بقرہ:۲۳۶)

صاحب وسعت کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے اور تنگدست کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق ہے۔

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۸۶)

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلّف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت (اور اختیار میں) ہو۔

فقیر سال میں دس من گیہوں اور پانچ سو روپیہ نقد ان کو دیتا تھا، اس میں قصور نہ کریں۔

مرزا الن کے لیے والدہ دلیل اللہ نے دس بیگہ زمین کی وصیت کی تھی، وہ ان کو پہنچنی ہے۔ میں نے بیس بیگہ خام موضع نگلہ سے ان کے لیے مقرر کی تھی، اس میں انھوں نے قبضہ نہیں کیا، میں ان کو ایک من گیہوں، ایک روپیہ ماہانہ دیتا ہوں، اس میں قصور نہ ہووے۔ موضع نگلہ میرے دادا، نانا کی میراث نہیں ہے، محض حضرت مرزا صاحب شہیدؒ کا تصدق ہے، ان کی خدمت کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔

نوع دیگر میرے پسماندگان دنیا کا اعتبار نہ کریں، بہت سے بچپن میں بہت سے جوانی میں مَر جاتے ہیں، بعضے بڑھاپے تک پہنچتے ہیں۔ تمام عمر بادِ صبا کی طرح گذر جاتی ہے۔ آخرت کا معاملہ سر پر رہتا ہے، وہ شخص بیوقوف ہے، جو چند روزہ دنیا کے لیے ابدی تکالیف میں گرفتار ہو۔ پس دین و دنیا کی مصلحتیں جس جگہ ٹکراتی ہوں، وہاں دین کو مقدم کرے، دنیا تقدیر کے بقدر مل ہی جائے گی۔ فقیر نے بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے، دنیوی دولت پر پہنچے پھر اس کا ذرا سا بھی اثر نہ رہا۔

فقیر کے یہاں قضاء کا منصب باپ دادا سے چلا آ رہا ہے، اس فقیر کا زمانہ بیشتر فتنہ و فساد کے زمانے میں گذرا ہے۔ اس لیے اس منصب کا حق ادا نہ ہوا۔ اس لیے شرمسار اور معافی کا خواستگار ہے۔ لیکن میں نے اس میں لالچ نہیں کیا، اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی اُمید رکھتا ہوں۔ پس میرے بیٹوں میں سے جو کوئی قضاء کا منصب اختیار کرے وہ طمع اور ناحق خاطر داری کو اختیار نہ کرے۔ معتبر مفتی بہ روایت پر عمل کریں۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لیے نکاح میں دین کو ملحوظ رکھے۔ پانی پت میں مذہب روافض کا بہت چرچا ہے، نسب و مال سے زیادہ دین کی رعایت کرنی چاہیے۔ اپنی لڑکی کسی رافضی کو نہیں دینی چاہیے، اگر چہ دولت و نسب میں عالی ہو، قیامت میں دین و تقویٰ کے سوا کچھ کام نہیں آئے گا، نسب نہیں پوچھا جائے گا۔

حضور ﷺ سے بڑھ کر تمام انسانوں اور فرشتوں میں کوئی نہیں ہے۔ پس ظاہر، باطن، جبلی عادات و عبادات میں جس قدر اتباعِ سنت کر سکے وہی اس کے بقدر کامل، اکابر نقشبندیہ اس میں دوسروں سے سبقت لے گئے ہیں۔ یہی ان کی بزرگی کی دلیل ہے۔ قناعت اختیار کرے، رذائل نفس کو دور کرے، حسن معاشرہ کو زندہ کریں۔

دشمن و دوست کے ساتھ اخلاص، محبت، غم خواری اور تواضع کے ساتھ پیش آئے۔ لیکن اہل باطل کے ساتھ نہیں، فقیر کے خاندان میں ہمیشہ علماء ہوتے آئے ہیں، میری اولاد میں احمد کو یہ دولت پہنچی تھی، اس کا انتقال ہوگیا، بقیہ نے دولت حاصل کرنے میں پہل نہیں کی، مجھے حسرت رہ گئی خود بھی دلیل اللہ، صفوۃ اللہ کوشش کریں، اپنی اولاد کے لیے بھی علم عقائد، اخلاق و فقہ سے اعمال کی اچھائی برائی جانی جاتی ہے اور علم قرآن و تفسیر، حدیث و شرح، اصولِ فقہ، صحابہؓ، تابعینؒ، ائمہ اربعہؒ کے اقوال کے حاصل کیے بغیر اور لغت و صَرف و نحو جانے بغیر صورت پذیر نہیں ہوتا، علوم عقلیہ کا پڑھنا بیکار ہے، یہ بھی مثل علم موسیقی کے ہے، حکمت ریاضی کے فنون میں موسیقی بھی ہے، علوم منطق تمام علوم کا خادم ہے، اس کا پڑھنا، البتہ مفید ہے۔ (وصایا، ۴۲:)

مکرمہ بی صفیہ صاحبہ والدہ حضرت مولانا الیاس بانی تبلیغی جماعت

بی صفیہ نہایت صالحہ عابدہ، زاہدہ کثیر الاوراد و الوظائف تھیں۔ رمضان المبارک میں روزانہ ایک ختم اور مزید دس پارہ کا معمول تھا غیر رمضان میں ان کا معمول گھریلو کام کاج کے ساتھ درج ذیل ہے: درود شریف پانچ ہزار مرتبہ، اسم ذات اللہ پانچ ہزار، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انتیس سو یا گیارہ سو، لا الٰہ الا اللہ بارہ سو، یا حی یا قیوم دو سو، حسبی اللہ ونعم الوکیل پانچ سو، سبحان اللہ دو سو، الحمد للہ دو سو، استغفار پانچ سو، اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ سو بار، لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ سو بار، اس کے علاوہ قرآن مجید کی ایک منزل روزانہ تلاوت کا معمول

تھا۔ (افریقہ وخدمات فقیہہ الامت،ص:۱۵۳-اقوالِ سلف، ج:۵،ص:۴۷۳)

حضرت مولانا الیاس بانیٔ تبلیغ رحمۃ اللہ علیہ

(۱) حضرت مولانا محمد الیاس نے مولانا عبدالرحمٰن کیمل پوری صدر مدرّس مظاہر العلوم سہارنپور سے فرمایا کہ کتاب دیکھنے میں زیادہ وقت نہ لگایا کرو، رات کا اکثر حصہ اللہ، اللہ، کرنے میں مشغول رکھو۔ (ملفوظات فقیہہ الامت، ج:۲،ص:۲۰۷)

(۲) ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو مَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ سکھلانا۔ یعنی اسلام کے پورے علمی وعملی نظام سے اُمت کو وابستہ کردینا۔

(۳) اللہ کے وعدوں پر یقین اور اعتماد پیدا کرو اور پھر اس یقین واعتماد ہی کی بناء پر کام کرنے کی مشق کرو۔ اور اللہ کے وعدوں کے معنی بھی خود نہ گڑھو۔ تمہارا علم و تجربہ بہت محدود ہے۔ اس کے وعدوں کا مطلب اس کی شان کے مطابق سمجھو اور اس سے یوں ہی مانگو کہ اپنی شان اور قدرت کے شایان ان وعدوں کو پورا فرمائے۔ (تبلیغی کشکول،ص:۱۷)

(۴) لوگ اپنی ذات کو مجموعۂ محاسن اور دوسروں کو مجموعۂ معائب سمجھتے ہیں حالانکہ اپنے عیوب کا محاسبہ کیا جائے اور دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھی جائے۔ (کشکول،ص:۳۰)

(۵) اس کام کا خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ کی تعلیم کے زمانہ میں جو خامی رہ گئی ہے اس کو دور کرنے کے لیے کلمہ، نماز، چھوٹے بڑوں کے آداب، باہمی حقوق درستی نیت اور لغزش کے موقعوں سے بچنے کے علم وعمل کو سیکھنے کے لیے ان اصول کے ساتھ اپنے بڑوں سے لیتے ہوئے ان لوگوں کے پاس جائیں جو اس سے بالکل محروم ہیں تاکہ ان کی خامی دور ہوجائے اور ان کو واقفیت حاصل ہوجائے۔ (کشکول،ص:۲۱)

(۶) یہ عمل علی سبیل الدعایۃ ہے، لاعلی سبیل الحکومت۔ یعنی دعوت الی اللہ کا موضوع یہی ہے کہ ترغیب وتحریص عمل کے منافع ومحاسن اور اس کے متعلق اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے وعدوں اور وعیدوں کے ذکر کی کثرت اور اللہ کی صفات وعادات کو کھولنے کے ذریعہ اللہ کی بات قبول کرنے کی طرف بلایا جائے تاکہ اللہ کی محبت وعظمت قلوب میں پیدا ہوکر دل اللہ تعالیٰ اور

رسول اکرم ﷺ کی اطاعت پر آمادہ ہوجائیں، نہ کہ کسی قوت اور زور سے مجبور کرنا۔
(کشکول، ص:۲۲)

(۷) اللہ تعالیٰ سے علاقہ دو قسم کا ہے؛ ایک بحیثیت مخلوق اور ایک بحیثیت بندہ۔ میں نے اس کے منافع سوچنے چھوڑ دیے، جتنے سوچے وہ قابو میں نہیں آئے، جتنے قابو میں آئے وہ کہے نہیں، جتنے کہے وہ سمجھ میں نہ آئے۔ جتنے سمجھے اتنے کیے نہیں۔

دین کے لیے نہ ہجرت کی شان ہو نہ نصرت کی تو کون سے مسلمان ہو۔ (ایضاً:۲۳)

(۸) اسلام اللہ کے اوامر کے زندہ کرنے میں جان دینے والے اسباب کو ڈھونڈتا ہے۔ اسلام، عالم کی ہر چیز کے تسخیر کا عمل ہے۔ تم اللہ کے جتنے بندے ہوگے ہر چیز تمھاری بندگی میں آتی رہے گی۔ اسلام کا خلاصہ حضور ﷺ جیسی زندگی کا شوق پیدا ہوجائے۔

(۹) ذکر کی بھی دو قسمیں ہیں؛ ذکر مردود اور ذکر مقبول۔ حضور ﷺ نے جس میں ثواب نہ بتایا ہو، اس میں ثواب کی امید رکھنا ذکر مردود ہے اور زندگی کے ہر شعبہ کو حضور ﷺ جیسا بنانے کی کوشش کرنا ذکر مقبول اور محبوب ہے۔ (کشکول، ص:۲۴)

(۱۰) بندگی، امر الٰہی کے ماننے میں مزہ آنے لگے۔ تم اللہ کے آگے نرم ہوجاؤ تو ہر چیز تمھارے لیے نرم ہوجائے گی۔

(۱۱) کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو اقالیم قلب و دماغ و جوارح میں بسنے کی بہت گنجائش ہے۔ اپنے تینوں اقالیم میں بسانے کی دعوت دو۔

(۱۲) جب تک تمھاری راتیں صحابہ کرامؓ کی راتوں کے مشابہ ہو کر اس کے ساتھ ضم نہ ہوں گی تمھارا دنوں کو پھرنا رنگ نہیں لائے گا۔ (ص:۲۸)

(۱۳) اس کام کے لیے نکلنے کے زمانے میں قلب، زبان، آنکھ، قدم، دماغ اور اعضاء کے متعلق جو جو احکام ہیں سب کی رعایت کرو۔ مثلاً قلب کے متعلق یہ ہے کہ اللہ کی عظمت اور ہیبت میں ڈوبا رہے۔

زبان کی خوبی یہ ہے کہ اللہ کی بات کہے اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔ آنکھ کا کام یہ ہے کہ ہر چیز سے عبرت حاصل کرے۔ اسی طرح دوسرے اعضاء کے متعلق جو خدمتیں ہیں وہ ان

میں لگے رہیں۔ (کشکول، ص: ۳۰)

معصیت قہر کا دروازہ ہے، معصیت سے بچو! معصیت سے اللہ کا غضب آتا ہے۔ نفس کے واسطے غصہ کرنے سے بچو بلکہ غصہ اللہ کے واسطے کرو۔ اعمالِ شرعی کے بغیر اگر کوئی اللہ کو ڈھونڈے غلط ہے۔ (کشکول، ص: ۸۹)

انسان جب شریعت کے مطابق عمل کرنے لگتا ہے، تو پھر شیطان نفس چوری کرتا ہے، یعنی عمل کو اللہ کی رضا کے لیے نہیں کرنے دیتا۔ اغراض کو شامل کر دیتا ہے، اس سے بچنے کے لیے تنہائیوں میں ذکر کی مشعل سے چور کی حفاظت کرنا، یعنی علم وعمل سے حفاظت یہ طریقت ہے اصل یہ ہے کہ بصیرت ایسی ہو جائے کہ دوسرے کے عیوب نظر سے گم ہو جائیں اور دوسروں کی صفات اور خوبیاں نظر آنے لگیں اور ان کی خدمت کے لیے دل خوشی خوشی اللہ کی رضا کیلئے جس میں اغراض شامل نہ ہوں آمادہ ہو، یہ خدمتِ خلق انبیاء علیہم السلام کا پیشہ ہے۔ (ص: ۱۰۱)

(۱۸) دل آئینہ ہے، اس میں اللہ نظر آتا ہے، لیکن اس آئینہ کو صاف کرتا رہے، یعنی صفاتِ رذیلہ سے پاک کرنا چاہیے، صفات محمودہ اپنی عادت بنانا چاہیے۔ بس پھر صفاتِ رذیلہ کو دور کرنے کے لیے خدمت خلق ہے۔ (کشکول، ص: ۱۱۳)

(۱۹) تقویٰ: یہ خواہشاتِ نفسانیہ سے رکنے کی طاقت کا نام تقویٰ ہے۔ (ص: ۱۱۵)

(۲۰) خودی: کا حجاب ہی اللہ سے نہیں ملنے دیتا۔ (ص: ۱۱۷)

(۲۱) (الف) کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے الفاظ کو صحیح یاد کرانا۔

(ب) نماز: ظاہری و باطنی: ظاہری مقدماتِ نماز مثلاً وضو کو سنن ومستحبات کے ساتھ کرنا اور ہر ہر رکن کو سنت کے مطابق ادا کرنا باطنی ہر ہر رکن میں خشوع کے کمال کی کوشش کرنا جس سے نمازیں...... تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ کی صفت پیدا ہو۔ نماز ایک روشندان ہے جس کے ذریعہ سے تمام اعمال پر نورانیت پہنچتی ہے یہ نماز کی روح ہے۔

(ج) علم وذکر اکرام مسلم واحترام

(د) تصحیحِ نیت واخلاص۔

(ہ) خروج فی سبیل اللہ۔

(۲۲) ذکر سے اپنی خلوتوں کو اور خلوص کے ساتھ اللہ کی نہایت عظمت لیے ہوئے دعوت الی الحق سے اپنی جلوتوں کو مشغول رکھو، ہمتیں بلند رکھو۔ تھکی طبیعت مت رکھو، ہشاش بشاش چلنا پھرنا خوش خلق آدمی اللہ کو نہایت محبوب ہے۔ (کشکول، ص: ۱۷۷)

(۲۳) دین کا صحیح علم اہل دین کی صحبت واختلاط، رفاقت واجتماع سے حاصل ہوسکتا ہے اور یہی اس کے حصول کا فطری طریق ہے کہ اس کے بہت سے اجزا ایسے ہیں جو قلم کی گرفت سے باہر ہیں، دین ایک جاندار اور متحرک شے ہے، کتابوں کے نقوش جامد ہیں، جامد سے متحرک کا حاصل ہونا قانون فطرت کے خلاف ہے۔

دین کا کچھ حصہ جوارح سے تعلق رکھتا ہے وہ جوارح کی حرکت ہی سے حاصل ہوگا، کچھ حصہ قلب سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ قلب سے قلب میں منتقل ہوسکتا ہے، کچھ حصہ ذہن سے، وہ بے شک کتابوں کے صفحات سے حاصل کیا جاسکتا ہے، انسان کا ہر عضو ایک خاص وظیفہ کے لیے مخصوص ہے، آنکھ سے دیکھنے کا کام لیتے ہیں، اور اس کام کے لیے وہ مجبور ہے، اس سے سننے کا کام نہیں لیا جاسکتا، اسی طرح بیرونی ماحول کا احساس دل کا کام ہے، دل جس چیز کا احساس کرتا ہے، دماغ کا کام اس کی تشکیل کرنا ہے، دماغ دل کے ماتحت ہے، اور دل میں احساس ماحول سے پیدا ہوتا ہے، دماغ کی تشکیل کا نام علم ہے۔ دماغ اسی وقت صحیح تشکیل کرے گا یعنی علم حاصل کرے گا جب دل صحیح احساس رکھتا ہو۔ اور یہ احساس جامد کتابوں کی صحبت سے نہیں ہوسکتا، یہ تو عمل سے ہوگا۔ (کشکول، ص: ۱۵۸)

(۲۴) اَللّٰهُمَّ اِنَّ قُلُوْبَنَا وَ نَوَاصِيَنَا وَ جَوَارِحَنَا بِيَدِكَ لَمْ تُمَلِّكْنَا مِنْهَا شَيْئًا فَاِذَا فَعَلْتَ ذَالِكَ بِنَا فَكُنْ اَنْتَ وَلِيَّنَا اِهْدِنَا سَوَاءَ السَّبِيْلِ

اَللّٰهُمَّ اصْنَعْ بِنَا اَنْتَ مَا اَهْلُهٗ وَلَا تَصْنَعْ بِنَا مَا نَحْنُ اَهْلُهٗ اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَاجَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَ اَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ

ادعیہ ماثورہ میں سے مذکورہ دعائیں اکثر وردِ زبان رہتیں، خصوصاً دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں۔ اور ہمہ وقت تھوڑے تھوڑے وقفہ سے وردِ زبان یہ دعا رہتی۔

يَـا حَـيُّ يَـا قَيُّـوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِيْ شَـاْنِيْ كُلَّهٗ وَ لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَـفْسِـيْ طُرْفَةَ عَيْنٍ فَاِنَّكَ اِنْ تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ تَكِلْنِيْ اِلٰى ضُعْفٍ وَّ عَوْرَةٍ وَّ ذَنْبٍ وَّ خَطِيْئَةٍ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (کشکول، ص:۱۴۶)

وصال کی شب آپ نے فرمایا: آج میرے پاس ایسے لوگ رہنے چاہئیں جو شیاطین اور ملائکہ کے اثرات میں امتیاز کرسکیں۔ اور اَللّٰهُمَّ اِنَّ مَغْفِرَتَكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِيْ وَ رَحْمَتَكَ اَرْجٰى عِنْدِيْ مِنْ عَمَلِيْ وردِ زبان رہی۔ (کشکول، ص:۱۹)

حقیقی ذکر اللہ یہ ہے کہ آدمی جس موقع پر ہو، جس حال میں ہو اور جس کام میں ہو، اس کے متعلق اللہ کے حکموں کا دھیان رکھے، میں اپنے دوستوں کو اسی ذکر کی زیادہ تاکید کرتا ہوں۔

(۲۵) آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت بیکار ہوگی اگر آپ نے اس کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا اہتمام نہ کیا، بلکہ سخت خطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ اگر ان دونوں سے تغافل کیا گیا تو یہ جد و جہد کہیں فتنہ اور گمراہی کا ایک نیا دروازہ نہ بن جائے، دین کا اگر علم ہی نہ ہو تو اسلام و ایمان صرف رسمی اور نام کے ہوں گے بغیر علم کے نہ عمل ہو سکے اور نہ عمل کی معرفت اور بغیر ذکر کے علم ظلمت ہی ظلمت ہے۔ اس میں نور نہیں ہوسکتا ہے۔ اگر علم دین کے بغیر ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو تو اس میں بڑا خطرہ ہے، اور علم دین کے بغیر ذکر اللہ کے حقیقی برکات و ثمرات حاصل نہیں ہوتے ...... لہٰذا اس سلسلہ میں علم و ذکر کا خاص اہتمام کیا جائے ورنہ یہ تبلیغی تحریک بھی بس ایک آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی اور آپ لوگ خسارہ میں رہیں گے۔

(۲۶) ہماری اس تحریک میں تصحیح نیت کے اہتمام کی بڑی اہمیت ہے، ہمارے کام کرنے والوں کے پیش نظر بس اللہ کے حکم کی اطاعت اور اس کی رضا جوئی ہونی چاہیے، جس قدر یہ پہلو خاص اور قوی ہوگا اسی قدر اجر زیادہ ملے گا۔

(۲۷) ہر عمل کا آخری جز اپنی کوتاہی کا اقرار اور اس کے مقبول نہ ہونے کا ڈر ہونا چاہیے۔

(۲۸) دین کے کام کے لیے پھرنے والوں کو چاہیے کہ گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو جو غافلوں سے ملنے اور غفلت کے مقاموں پر جانے سے دل کو گھیر لیتے ہیں، تنہائیوں کے ذکر و فکر کے ذریعہ دھویا کریں۔ (اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۴۹۷)

(۲۹) ذکرو علم کا کام ابھی تک ہمارے مبلغین کے قبضہ میں نہیں آیا ہے اس کی مجھے بڑی فکر ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو اہل علم اور اہل ذکر کے پاس بھیجا جائے کہ ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں اور ان کے علم وصحبت سے بھی مستفید ہوں۔ (ج:۴،ص:۴۹۹)

شیخ التفسیر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

کامیابی کے دس اصول

شیخ التفسیر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ قادریہ کے ایک جلیل القدر شیخ طریقت تھے، موصوف اپنے مریدین و معتقدین کو عموماً جو اوراد و وظائف تلقین فرماتے تھے، فیضانِ رحمت میں ان کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ شیخ التفسیر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ کی سے ان اوراد کی عام اجازت ہے، ہر مسلمان جائز مقاصد کے لیے ان اوراد کو اختیار کرسکتا ہے، انشاء اللہ وہ اجازت کی برکات محسوس کرے گا۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اوراد وعبادت اور دعاؤں کی قبولیت اور تاثیر کے لیے چند شرائط ہیں جن کی پابندی ضروری ہے۔

۱۔ کھانا پینا اور لباس کسب حلال سے ہو۔

۲۔ شرک اور بدعت سے پرہیز کیا جائے۔

۳۔ شعائر اللہ یعنی دین کے احکام اور امتیازات کا احترام کیا جائے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی طرف کامل توجہ اور خشوع کے ساتھ عمل کو انجام دیا جائے۔

۵۔ ظاہری اور باطنی گناہوں سے ریاکاری اور تکبر سے بچتا رہے۔

۶۔ اپنے لیے تمام مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش اور مغفرت طلب کرے۔ خصوصاً والدین اور اپنے روحانی مشائخ کے لیے ضرور دعاء کرے۔

۷۔ دعاء سے پہلے کوئی نیک کام کرے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور رسول ﷺ پر درود شریف کے ساتھ خوب توجہ سے دعا کرے۔

۹۔ مقصد حاصل ہونے میں دیر ہو تو مایوس نہ ہو دعا ترک نہ کرے۔

۱۰۔ ناممکن اور ناجائز کاموں کے لیے دعاء نہ کرے۔

۱۱۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرے، آمین اور درود شریف پر دعاء ختم کر کے ہاتھوں کو چہرہ پر پھیر لے۔

دعاء

دعاء ہی عبادت کا مغز ہے۔قرآن حکیم نے دعاء کو عبادت فرمایا ہے اور اس کے ترک کرنے والوں کو جو تکبر کی وجہ سے دعاء نہ کریں جہنم میں ذلیل و خوار ہو کر داخل ہونے کی وعید سنائی ہے۔ارشاد ہے۔

﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾

مجھے پکارو (دعا کرو) میں تمھاری دعا قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دعاء ہی عبادت ہے۔ اس لیے دعاء کو ترک کرنا گویا عبادت کو ترک کر دینا ہے۔کسی حال میں دعاء ترک نہ کرنا چاہیے اور دین و دنیا کی ہر ضرورت اور ہر حاجت کے لیے اللہ ہی سے دعاء کرتے رہنا چاہیے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''تمھیں چاہیے کہ اپنی تمام ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرتے رہو، یہاں تک کہ جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کو بھی اللہ ہی سے مانگو۔''

اگر کوئی ضرورت نہ بھی ہو تب بھی اپنی کوئی ضرورت پیدا کر کے اللہ سے مانگو اور اسی کے سامنے اپنی حاجت لے کر جاؤ۔ اس کے لیے کوئی ورد اختیار کرو۔ دینی و دنیاوی فرائض اور عبادات سے علماء و صلحاء سے علمی و روحانی فائدہ اٹھانے سے جو بھی وقت بچے اللہ کی یاد میں بسر کرو اور بے کار مشغلوں میں اوقات ضائع نہ کرو۔

دوسرے مسلمان بھائیوں کے لیے ان کے پیٹھ پیچھے دعاء کرنا اپنی حاجتوں کے برآنے کے لیے بھی مفید ہے اور دعاء بھی بہت جلد قبول ہوتی ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ:

''سب سے جلد وہ دعا قبول ہوتی ہے جو ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی غیر حاضری میں کرتا ہے۔''

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ: ''کسی مسلمان کے لیے اس کی غیر حاضری میں دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں اور دعا کرنے والے شخص کے لیے بھی انہی نعمتوں کی دعا کرتے ہیں، جو وہ دوسرے کے لیے مانگ رہا ہے۔''

دعاء اور ذکر اللہ کی تاثیر کے لیے گناہوں سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ ابن قیم الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ: ''گناہ نجاست اور گندگی ہے، اگر کوئی شخص گندگی میں بھی آلودہ رہے اور ذکر اللہ کی خوشبو بھی لگاتا رہے تو خوشبو بھی گندگی کے اثر سے برباد ہو جائے گی۔''

اگر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرے، اس عزم کے ساتھ کہ آئندہ گناہ سے بچتا رہے گا۔ اس ذکر اللہ اور دعاء کے اثرات انشاء اللہ بہت جلد ظاہر ہوں گے۔

دعاء و اذکار اور تمام اعمالِ حسنہ میں برکت و قبولیت اور کامیابی کے لیے یہ دس اصول بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۔ نیت کی درستی: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اعمال کے قبول ہونے کا مدار نیت پر ہے۔

۲۔ عقیدہ قرآن و سنت کے مطابق ہو، اصول ایمان توحید و رسالت اور کتب الٰہیہ، تقدیر، خیر و شر، ملائکہ، قیامت، ختم رسالت اور تمام ضروریاتِ دین پر مکمل یقین ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾ کے عہد کے مطابق تمام مالی و بدنی اور انسانی اذکار و عبادات صرف اللہ کے لیے کی جائیں یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

﴿وَ اعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَأْتِیَکَ الْیَقِیْنُ﴾ (سورۂ نحل، آیت:۹۹)

اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ موت آجائے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھیے۔ ﴿وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ﴾ (سورۂ طلاق، آیت:۳) جو اللہ پر توکل کرے اللہ اس کی مدد کے لیے کافی ہے۔

۵۔ اللہ کا خوف دل میں رکھے اور کبھی اس کی گرفت سے بے خوف نہ ہو۔

۶۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے احکام کا پابند رہے۔ یہی اخلاقی و روحانی تربیت کا وسیلہ

ہے اور اسی کتاب کے سبب اللہ تعالیٰ محبت و مغفرت فرمائے گا۔

۷۔ شعائر اللہ کا ہمیشہ احترام کرے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بڑے شعائر اللہ چار ہیں، خود بھی ان کا ادب و احترام لازم سمجھے اور کسی دوسرے سے ان کی تحقیر گوارا نہ کرے۔

(الف) کتاب اللہ کا ادب و احترام۔ ہمیشہ اس کو پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہے۔

(ب) رسول اللہ ﷺ کی عزت و توقیر۔ ہمیشہ آپ ؐ کی سنت اور طریقہ کی پیروی کرتا رہے۔

(ج) بیت اللہ کا ادب و احترام، طواف اور حج، خانہ کعبہ کی سمت نہ تھوکے اور نہ ادھر رخ کر کے پیشاب کرے۔

(د) نمازیں۔ خود بھی ادب و احترام سے نماز ادا کرے اور دوسروں کی نماز کا بھی ادب کرے، نہ ان کے سامنے سے گزرے نہ ان کے قریب شور کرے اور نہ آواز بلند تلاوت یا ذکر کرے۔

۸۔ دل میں ہر وقت رحمٰن و رحیم کی رفاقت کا دھیان رکھے اور اس کے حکم ﴿كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ (سورۂ توبہ، آیت: ۱۱۹) کے مطابق نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور شیطان کی دوستی سے ہمیشہ دور رہے، بد اطوار لوگوں سے پرہیز کرے۔

۹۔ ہمیشہ دوسروں کی بھلائی کا خیال رکھے اور سلیقہ اور خیر خواہی کے ساتھ دوسروں کو بھلائی کی طرف دعوت دے۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہو اور ہمیشہ اللہ سے دعا کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾
تم میرا ذکر کرو میں تمھیں یاد رکھوں گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے مجھے دل میں یاد کیا میں اسے خود یاد کرتا ہوں اور جس نے مجھے مجمع میں یاد کیا اس سے بہتر جماعت (ملائکہ) میں اس کا ذکر کرتا رہوں گا۔

بیعت کے وقت کے اذکار

حضرت مولانا الشیخ عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ طالبین سے بیعت لینے کے بعد ابتداء میں ضروری ہدایات کے ساتھ یہ اوراد تلقین فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ نمازِ مغرب کے بعد ایک سو بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ میں اللہ اپنے پروردگار سے ہر گناہ کی معافی مانگتا ہوں اور اسی کی طرف لوٹتا ہوں۔

ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھیں۔

۲۔ نمازِ عشاء کے بعد ایک سو بار 'لا الٰہ الا اللہ ' اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں، کا اس طرح ذکر کرے کہ جب سانس ٹوٹنے لگے تو ایک بار محمد رسول اللہ پڑھے اور پھر لا الٰہ الا اللہ کا ورد شروع کر دے۔

۳۔ ایک سو بار الا اللہ، ایک سو بار اللہ

۴۔ ایک سو بار ھو ذرا آواز کھینچ کر

۵۔ ایک سو بار درود شریف

۶۔ صبح نماز کے بعد سورۂ یٰسین

۷۔ یا اللہ سو مرتبہ

۸۔ یا عزیز سو مرتبہ

۹۔ تیسرا کلمہ ۴۱ مرتبہ روزانہ

۱۰۔ چوتھا کلمہ ۲۱ مرتبہ روزانہ

۱۱۔ ہر وقت اللّٰه الصمد اللہ بے نیاز ہے، پڑھتا رہے۔

فراخیٔ رزق کا ورد

جو شخص یہ پڑھے گا دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی۔ ترکیب یہ ہے کہ ایک سو بار طلوع فجر کے بعد نمازِ فجر سے پہلے یہ دعا پڑھے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ

کشائشِ رزق وادائیگی قرض

کشائشِ رزق وادائیگی قرض کے لیے صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان سات بار یہ آیت پڑھیں، اس کے اول و آخر درود شریف تین بار پڑھیں اور اپنے پر دم کر لیں۔

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ (سورۃ انعام، آیت: ۱۰۴) اس کا آنکھیں ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ ہر آنکھ کا ادراک رکھتا ہے، وہ باریک بیں خبر رکھنے والا ہے۔

تمام حاجات کے لیے خاص وِرد

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ دعاء صبح کی نماز کے بعد تین بار پڑھیں۔ اوّل وآخر تین بار درود شریف پڑھیں، جمیع حاجات کے لیے مفید اور مجرب ہے۔ دعاء مبارکہ یہ ہے۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ وَ لَا اِلٰى اَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَ اَصْلِحْ لِيْ شَانِيْ كُلَّهٗ

اے حی وقیوم! تیری رحمت سے میں مدد چاہتا ہوں نہ سپرد کر تو مجھ کو میرے نفس کے اور نہ اپنی مخلوق میں سے کسی کے سپرد کر آنکھ جھپکنے کی مقدار اور میرے تمام حالات کی درستگی فرما۔

امراض سے حفاظت کا وِرد

صبح کی نماز کے بعد اس دعاء کو سات بار پڑھ لینا جسم کو تمام امراض سے محفوظ رکھتا ہے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

دشمنوں کے شر سے حفاظت کا وِرد

جو شخص فجر کی نماز کے بعد اس دعاء کو سات مرتبہ پڑھے گا، دشمنوں کے شر سے محفوظ رہے گا، تجربہ کر کے دیکھیے، دعاء یہ ہے:

حَسْبِيَ اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْقَوِيُّ لِمَنْ بَغٰى عَلَيَّ حَسْبِيَ اللّٰهُ الشَّدِيْدُ لِمَنْ كَادَنِيْ بِسُوْءٍ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

کافی ہے مجھ کو اللہ جو بردبار، طاقتور ہے، اس شخص کے لیے جس نے میرے اوپر ظلم کیا، کافی ہے مجھ کو اللہ جو سخت ہے، اس شخص کے لیے جس نے مجھے تکلیف پہنچائی، مجھے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی عرشِ عظیم کا رب ہے۔

سحر اور ہر تکلیف کے لیے

سحر اور ہر تکلیف سے بچنے کے لیے صبح وشام تین تین بار یہ دعاء پڑھے، محفوظ رہے:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَاءِ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں کہ اس کے نام کے طفیل کوئی چیز زمین و آسمان میں نقصان نہیں پہنچاتی، وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

کشائشِ رزق وغناءِ قلبی

کشائشِ رزق وغناءِ قلبی کے لیے مندرجہ ذیل دعاء بہت مجرب ہے۔ انشاء اللہ اس کا اثر جلد ہی معلوم ہوگا۔ عشاء اور فجر کی نماز کے بعد ایک سو بار پڑھنی چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ كَمَا صُنْتَ وَجْهِیْ عَنِ السُّجُوْدِ بِغَیْرِكَ فَصُنْ وَجْهِیْ عَنِ الْمَسْئَلَةِ بِغَیْرِكَ

اے اللہ! جس طرح تو نے میرے چہرے کی غیر اللہ کے سجدہ سے حفاظت کی، اسی طرح غیر اللہ سے سوال کرنے سے بھی میرے چہرے کی حفاظت فرما۔

اقوالِ بزرگان

نصائحِ سقراط

جس چیز کا علم نہیں اسے مت کہو۔ جس چیز کی ضرورت نہیں اس کی جستجو مت کرو۔ جو راستہ معلوم نہیں اس میں سفر مت کرو اور اچھی بات جو کوئی کہے غور سے سنو کیونکہ غوطہ زن کی ذلت سے گوہر کی قیمت کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ افعالِ خراب پر اظہارِ ندامت نہ کرنا دوسری خرابی ہے۔ آدمی کے حال کا دریافت کرنا سخت مشکل ہے جب تک کہ بارہا آزمائش نہ کی جائے اور جب تک کہ معاملہ نہ پڑے اعتماد نہ کر۔ خوبصورتی چند روزہ حکومت ہے۔ اربابِ حاجات کی ملتمسات کو کل پر نہ ڈالنا چاہیے۔ نہ معلوم کہ کل تک کیا ظہور پذیر ہو۔ سب سے زیادہ بے وقوف وہ شخص ہے جو فتنۂ خفتہ کو بیدار کرے اور جو کام کہ آسانی سے سرانجام پا سکے اس کی لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچا دے۔ خردمند ہر چند کہ اپنے زور و توانائی پر بھروسہ رکھے لیکن اپنی قوت پر اعتماد کرکے دشمن پر معترض نہ ہونا چاہیے کیونکہ خواہ تریاق موجود ہی کیوں نہ ہو لیکن اس کی اُمید پر زہرِ ہلاہل نہ کھانا چاہیے۔ فاضل شریف کے نفس کو حسنِ قبولِ حق سے اور خسیسِ ناقص کے نفس کو میلانِ باطل سے شناخت کرنا چاہیے۔ سقراط سے پوچھا گیا کہ موت سے بھی کوئی سخت تر چیز ہے؟ جواب دیا کہ زندگی کیونکہ ہر قسم کے رنج و آزار و مصیبتیں زندگی ہی میں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور موت ان سے نجات دلاتی ہے۔ اگر ہم اپنی مصیبتوں کا تبادلہ کر سکتے تو ہر شخص اپنی پہلی ہی مصیبت کو غنیمت جانتا۔ جس شخص کو تیرا دل برا خیال کرے یا دشمن جانے اس سے بچتا رہ۔

لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اس قدر حکمت حاصل کرنے سے تجھے کون سا خاص فائدہ پہنچا کہا، اس سے زیادہ اور کیا فائدہ ہوگا کہ میں بحرِ زندگی کے کنارے سلامتی و عافیت کے ساتھ بیٹھا ہوں اور جاہلوں کو اس میں غرق ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ اس حکیم نے تحمل و بردباری کی عادت حاصل کرنے کے لیے قصداً ایک تند خو اور شعلہ مزاج عورت سے شادی کی تھی جو ہمیشہ بلا

وجہ بھی لڑتی رہتی تھی۔اس سے اس کی صرف یہ غرض تھی کہ مجھ میں غصہ نہ رہے۔ایک روز اس کی بیوی پہلے تو بہت کچھ برا بھلا کہتی اور لڑتی جھگڑتی رہی۔ پھر غصے میں آکر پانی کی بھری ہوئی دیگچی اس کے سر پر دے ماری تو اس نے کہا'گرجنے کے بعد برسنا بھی ضروری تھا'

عورت خود ہی فتنہ ہے اور اس کا لکھنا سیکھنا سخت ترین فتنہ ہے۔تحریر ایک خاموش آواز ہے اور قلم ہاتھ کی زبان ہے۔بچپن میں شرم و حیا، نوجوانی میں اعتدال اور پیری میں کفایت شعاری اور عاقبت اندیشی ضروری ہے۔ تجرد ہو یا ازدواجی زندگی، انسان خواہ کچھ جتن کرے، ایک نہ ایک دن اس پر بار ضرور ثابت ہوں گے اور اسے کفِ افسوس ملنا ہوگا۔ نیک انسان کو زندگی میں یا موت کے بعد کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔زندگی کا وقفہ نہایت قلیل ہے لیکن اگر مصیبت ہو تو یہ کافی طویل ہے۔کامل انسان وہ شخص ہے جس سے اس کے مخالف بھی بے خوف ہوں نہ کہ وہ جس سے اس کے دوست بھی خائف ہوں۔خوبی اور نیکی دولت سے نہیں پیدا ہوتی بلکہ دولت خوبی اور نیکی سے وجود میں آتی ہے۔یادرکھو فتح طاقت کی نہیں بلکہ صداقت کی ہوتی ہے۔جب انسان کسی کے ساتھ کسی طرح کی نیکی نہ کر سکے تو اس کی برائیوں ہی سے اسے مطلع کرتا رہے۔جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ سب سے ڈرتا ہے۔جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔لوہا صرف لڑائی کے وقت سونے سے بہتر سمجھا جاتا ہے مگر عقل ہر جگہ اور ہر وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔ جو شخص اچھے اور برے میں تمیز نہ کر سکے اس کا شمار مُردوں میں ہے۔

دوسرے لوگوں کی تحریروں سے اپنی زندگی کی اصلاح و ترقی شروع کرو۔اس طرح تم زندگی کے ایسے مدارج و منازل بہ آسانی طے کرلوگے جن تک پہنچنا بڑی ہمت اور قربانی طلب کرتی ہیں۔سقراط سے دریافت کیا گیا کہ تجھے کبھی رنجیدہ اور غمگین نہیں دیکھا۔اس نے جواب دیا کہ میں اپنے پاس کوئی چیز نہیں رکھتا جس کے تلف ہونے کا مجھے غم ہو۔عالم دین کا طبیب ہے اور مال دین کا مرض۔ جب طبیب خود مرض میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اس سے دوسروں کا علاج نہیں ہوسکتا۔جنھیں تھوڑی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے انھیں دیوتاؤں کا قرب حاصل ہوتا ہے۔نیک خو ہونا تمام حکمت کا خلاصہ ہے۔اس سے امن اور سلامتی حاصل ہوتی ہے اور دوسروں کے دِل میں محبت پیدا ہوتی ہے۔

نامعلوم اور پیچیدہ راستوں کی کوتاہی پر فریفتہ مت ہو اور سیدھے راستوں کی درازی سے اندیشہ نہ کر۔ بے شک عقل سب سے اچھی چیز ہے اور تمام امور کا انحصار اسی پر ہے۔ مگر بعض اشیاء ایسی ہیں جنھیں ہم روزمرہ دیکھنے کے باوجود بھی ان کے وجوہ کی غرض و غایت نہیں سمجھتے۔ ہر فضیلت کی ایک حد متعین ہے۔ جب اس سے تجاوز ہوگا خواہ افراط کی طرف خواہ تفریط کی طرف، تو وہ فضیلت، رذیلت اور نیکی، برائی بن جاتی ہے۔ زمانۂ پیری نہایت مسرت ناک ہے بشرطیکہ صحت اور سچا دوست میسر ہو۔ دوستی کی شیرینی کو ایک دفعہ کی رنجش کی یاد ہمیشہ زہر آلود کرتی رہتی ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی دولت پر فخر کرے تو اس کی تعریف نہ کرو جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ دولت کو کس طرح کام میں لاتا ہے۔ ایتھنز میں سقراط نے اپنا چھوٹا سا مکان بنوایا تھا۔ ایک شخص نے اس سے کہا، آپ جیسا بڑا آدمی ایسا چھوٹا سا مکان کیوں بنواتا ہے؟ اپنی شان کے لائق مکان تعمیر کرنا چاہیے۔ سقراط نے کہا، میں اس تنگ مکان کو بڑا عالیشان اور باسامان سمجھوں گا اگر وہ سچے اور اصلی دوستوں سے معمور ہوگا۔ یعنی اس کو سچے اور اصلی دوستوں کے ملنے کی اتنی بھی توقع نہ تھی کہ وہ تنگ تعمیر ان سے معمور ہوتی۔

اثنائے سفر میں سقراط سے کسی نے پوچھا، 'تم کس ملک کے رہنے والے ہو؟' تو اس نے بجائے ایتھنز کہنے کے یہ کہا کہ میں دنیا کا رہنے والا ہوں۔ اس کے خیالات اتنے وسیع اور معمور تھے کہ وہ ساری دنیا کو اپنا وطن اور تمام دنیا کے آدمیوں کو اپنا ہم وطن اور دوست خیال کرتا تھا۔ دوستی وہیں ترقی کرسکتی ہے جب فریقین کے دولت واقبال میں مشارکت، خیالات میں مطابقت اور حالت میں موافقت ہو۔ طامع کی دولت کا حال آفتاب کا سا ہے کہ غروب ہوکر کسی کو خوش نہیں کرتا۔ بعض دیوتاؤں نے یہ چاہا تھا کہ خوشی اور رنج کو آپس میں ایسا ملا دیں کہ وہ ایک ہوجائیں۔ مگر جب وہ ایسا نہ کرسکے تو انھوں نے اُن کو دُموں کی طرف سے جوڑ دیا۔ اس لیے خوشی اور رنج ایک دوسرے کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔

سقراط کے شاگرد اس کو ایک مشہورِ زمانہ قیافہ شناس کے پاس لے گئے۔ اس نے اس حکیم کو دیکھ کر کہا کہ یہ شخص شہوتِ مجسم، مغلوب الغضب اور نہایت عیش پسند ہے۔ شاگردوں نے

قیافہ شناس سے کہا آج ہمیں تمھارے کمالِ قیافہ شناسی میں شبہ ہوگیا، اور گزشتہ کی نسبت بھی یہ یقین ہوگیا کہ تم اٹکل پچو بیان کردیتے ہوگے۔ جو اتفاقاً صحیح نکل آتے تھے۔ حکیم نے کہا اس شخص کے کمال میں کوئی شبہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے بیان کردہ عیوب مجھ میں بدرجۂ اُتم موجود تھے لیکن میں نے اپنے ضبطِ نفس اور حکمت اور دانائی سے ان سب پر غلبہ حاصل کرلیا ہے۔ سقراط اپنے شاگردوں کو نصیحت کرتا کہ تم کتابوں کی باتیں نہ بیان کیا کرو، بلکہ اپنے نفس کی اصلی باتوں اور حرکات کو بیان کیا کرو۔

یہ حکیم ۴۶۹ سال قبل مسیح پیدا ہوا تھا۔ نہایت محنتی جفاکش اور صابر ہونے کے علاوہ نہایت سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ تحقیقِ حق اور علمِ اخلاق کی وعظ گوئی میں اس کی تمام عمر بسر ہوئی۔ غور وفکر میں اس درجہ محو ومستغرق ہوجاتا کہ کسی مسئلے کو سوچنے کے لیے گھنٹوں ایک ہی جگہ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوکر کھڑا رہتا۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی مسئلے پر غور کرتے کرتے ایک دن اور ایک رات برابر چوبیس گھنٹے تک کھڑا رہا۔ اپنے معتقدوں اور شاگردوں سے کبھی کوئی نذرانہ، فیس یا اور کسی قسم کی امداد نہ لیتا۔ وعظ گوئی کی یہاں تک عادت تھی کہ ہر وقت اسی میں مصروف رہتا۔ خواہ مجمع ہو یا صرف دو آمی۔ ہر شخص کی قابلیت کا اندازہ لگا کر اسی کے حسبِ حال وعظ کہتا اور انسانوں کی صحبت کا ہر وقت متلاشی رہتا۔ ساٹھ سال کی عمر میں سینیٹ کا ممبر منتخب ہوا۔ ایک معاملے میں جو صریح بے انصافی پر مبنی تھا، اس نے دوسرے ممبروں سے اختلافِ رائے کا اظہار کیا اور کہا کہ میں ہزار بیماریوں کو اپنے برداشت کرسکتا ہوں، لیکن دوسرے شخص کے ساتھ بے انصافی ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔

ستر سال کی عمر میں اس حکیم پر بت پرستی کے خلاف وعظ گوئی اور حکومتِ وقت کے خلاف تقریریں کرنے کا الزام لگایا گیا۔ اس زمانے میں حکام سلطنت ووٹوں کے ذریعے سے منتخب ہوتے تھے۔ سقراط کہتا تھا کہ یہ رسم نہایت نامعقول اور بیہودہ ہے۔ اگر ملاح، معمار اور بڑھئی کی ضرورت ہو تو کوئی شخص ووٹ نہیں لیتا۔ بلکہ جو شخص ان کاموں کے لیے مناسب ہوتا ہے اسے مقرر کیا جاتا ہے۔ اگر ایسے انتخاب میں غلطی ہوجائے تو انفرادی حیثیت کی وجہ سے چنداں مضر نہیں ہوتی لیکن جہاں ہزارہا انسانوں کے حکام منتخب کرنے میں ووٹ لیے جائیں وہاں بلاشبہ یہ

سخت حماقت ہے۔ غرضیکہ حکومت کی طرف سے سماعت مقدمہ کی تاریخ مقرر ہوگئی لیکن سقراط بدستور اپنی تعلیم و تدریس اور وعظ گوئی میں مصروف رہا۔ ایک شخص نے کہا، 'سقراط! تم عجیب آدمی ہو۔ تم پر جو سخت ترین الزام حکومت کی طرف سے لگایا گیا ہے، اگر خدانخواستہ وہ ٹھیک ہو جائے تو تمھاری جان کے لالے پڑ جائیں۔ تم ایسی مخدوش حالت میں بے فکر بیٹھے ہو۔ جواب دہی کے لیے تمھیں تیاری کرنی چاہیے۔'' سقراط نے بے پرواہی سے کہا، ''میں اسی کو کافی تیاری سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنی تمام عمر میں کوئی گناہ اور فریب نہیں کیا۔ اس وقت تک میری عمر نہایت اطمینان سے گزری ہے اور میں لگاتار اخلاقی ترقی کرتا رہا ہوں اور لوگوں کو بھی اخلاقی تعلیم دیتا رہا ہوں۔ تمام لوگ میری عزّت کرتے رہے ہیں۔ اگر میری زندگی منقطع نہ ہو تو بڑھاپا مجھے ستائے گا۔ میرے حواس کام نہیں کریں گے۔ میری فراست میں کمی آجائے گی۔ ایسے حالات میں زندگی کی مجھے چنداں خواہش نہیں۔ اب اگر مجھے مجرم گردان کر مار ڈالا جائے گا تو لوگ ججوں کے فعل کو قابلِ نفرت خیال کریں گے اور میرے خلاف کوئی اتہام نہ لگائیں گے بلکہ ممکن ہے کہ میری موت کی وجہ سے میری عزّت پہلے سے بڑھ جائے۔''

میرے ہم وطنو! سنو! اگر میں خود غرض ہوتا تو کیا میں اپنی ذات کی طرف سے اتنا بے پرواہوتا؟ جن لوگوں نے مجھ پر تہمتیں تراشی ہیں، ان سے پوچھ کر دیکھو۔ وہ بھی کہیں گے کہ میں نے کسی شخص سے کسی شکل میں کوئی حق الخدمت قبول نہیں کیا۔ میری مفلسی، بے زری اور ناداری میری صداقت کا ثبوت اور میری سچائی پر گواہ ہے۔

مقدمہ کی تاریخ مقررہ پر جو جو سوالات عدالت نے کیے، ان کا نہایت متانت، دلیری اور استقلال سے اس نے جواب دیا۔ اس کی آواز اور الفاظ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ خوفزدہ ہے یا اپنے آپ کو مجرم سمجھتا ہے اور مہربانی کا خواستگار ہے۔ آخر عدالت نے ووٹ لینے کے بعد اس کی موت کا فتویٰ صادر کیا۔ اس عہد حکومت میں پھانسی یا گردن کاٹنے کی بجائے زہر کا پیالہ دیا جاتا تھا۔ اس وقت کے قانون کے مطابق ایسے جرائم کے لیے کچھ جرمانہ لے کر مجرم کو معاف کر دیا جاتا تھا۔ اس کے دوستوں نے سقراط سے کہا کہ وہ اس قانون سے فائدہ اُٹھائے۔ ہم جرمانہ کی بھاری سے بھاری رقم ادا کرنے کو تیار ہیں۔ وہ جرمانہ دے کر معافی حاصل کرے۔

سقراط نے کہا روپیہ دینے کے معنی یہ ہیں کہ میں بھی اپنے آپ کو مجرم سمجھتا ہوں، میں نفرت سے اس کو نامنظور کرتا ہوں۔ جب اس کو موت کا فتویٰ دیا گیا تو اس نے ایک نہایت پرتاثیر آخری تقریر کی جس کو سن کر لوگ رونے لگ گئے۔ اس نے پوچھا 'کیوں روتے ہو؟' لوگوں نے کہا، 'آپ کی بے گناہی کی موت کا ہمیں سخت رنج اور افسوس ہے۔' اس نے کہا 'کیا تمھارے خیال میں میں گنہگار ہو کر مرتا؟'

سزائے موت کے بعد حکومت کی ایک خاص مذہبی رسم کی ادائیگی کی وجہ سے سقراط کو تیس دن قید خانے میں رہنا پڑا۔ بعض دوستوں نے اس کو صلاح دی کہ وہ قید خانے سے فرار ہو جائے۔ وہ ہنس پڑا اور کہا ''پہلے کوئی ایسی جگہ بتاؤ جہاں موت نہیں پہنچ سکتی۔''

تیسویں دن اس کی عورت اور تین بچے اس کے پاس آئے۔ سقراط نے انھیں کچھ آخری کلمات کہہ کر رخصت کر دیا۔ اتنے میں قید خانے کا ایک ملازم آیا اور کہا ''اے سقراط! میں جب کسی مجرم کو زہر کا پیالہ دیتا ہوں تو وہ مجھے کوسنا شروع کر دیتا۔ لیکن تم معقول پسند ہو اور جانتے ہو کہ میں افسروں کے حکم کا پابند ہوں۔ اگر تمھیں کوئی شکایت ہے تو ان سے ہونی چاہیے، مجھ سے نہیں۔ اب زہر پینے کی تیاری کرو۔'' یہ کہہ اس ملازم کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ سقراط نے کہا ''بہت بہتر، میں تیار ہوں۔ لیکن میرے خیال میں مجھے زہر کا پیالہ پینے سے پہلے نہا لینا چاہیے۔ تاکہ غسال کو میری نعش کو دھونے کی تکلیف نہ اُٹھانی پڑے۔'' اور بعد غسل زہر کا پیالہ لے کر پی لیا۔

افلاطون نے کہا کہ دنیا میں یہ سب سے عقلمند، سب سے منصف اور سب سے نیک شخص کا انجام تھا۔

سسرو لکھتا ہے کہ جب کبھی میں اس واقعے کو پڑھتا ہوں تو بے اختیار رو دیا کرتا ہوں۔ اس حکیم کا زمانہ ۴۷۰ تا ۳۹۹ قبل مسیح تھا۔ اے سال کی عمر پائی۔

نصائحِ افلاطون

طلبِ علم میں شرم مناسب نہیں کیونکہ جہالت شرم سے بدتر ہے۔ بدنفس وہ ہے جو لوگوں

کی بدی ظاہر کرے اور نیکی چھپانے کی کوشش کرے۔ عقل جس جگہ کامل ہوگی حرص و شر ناقص ہوگا۔ کسی نے پوچھا تو نے اتنا علم کس طرح حاصل کیا؟ کہا راتوں کو جب لوگ مصروفِ مے نوشی ہوتے تھے میں روغنِ زیتون کے ساتھ اپنا خون بھی جلاتا تھا۔ افراطِ نصیحت بھی موجبِ تہمت ہے۔

کسی نے پوچھا کہ انسان حالتِ پیری میں کیوں اتنا حریص ہوجاتا ہے۔ کہا اس لیے کہ مرجانا اور دشمنوں کے لیے چھوڑ جانا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ حالتِ حیات میں دوستوں کا محتاج ہو۔ جس شخص میں غور و فکر کرنے کی عادت ہے وہ اپنی روح سے دوبدو کلام کرتا ہے۔ دنیا کو چوروں کی کمین گاہ تصور کرکے ہوشیاری اور آگاہی کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیے۔

ایک شخص نے اس سے کہا کہ آج فلاں آدمی تیری بہت تعریف کرتا تھا۔ حکیم نے یہ سنتے ہی سر نیچے کرلیا اور نہایت اندیشے میں گیا۔ تب اس نے کہا اے حکیم! تجھے کیا اندیشہ پڑا؟ میں نے تو کچھ بری بات نہیں کی۔ جواب دیا، تیری بات کی مجھے کچھ فکر نہیں لیکن میں سوچتا ہوں کہ مجھ سے ایسی کیا بے وقوفی ہوئی جو اس جاہل کے پسند آئی کیونکہ جب تک نادانی نہ ہو نادان پسند نہیں کرتا۔

حالتِ نزع میں اس کے دنیا میں زندگی گزارنے کے متعلق سوال کیا گیا۔ جواب دیا کہ بحالتِ اضطرار شکمِ مادر سے باہر آیا۔ تحیر میں زندگی بسر کی اور بجبر و اکراہ اس سے باہر جاتا ہوں اور اس قدر معلوم ہوا کہ کچھ معلوم نہ ہوا۔

زندگی جب تک نیک کاموں کا ذریعہ نہ ہو شائستہ نہیں کہی جاسکتی۔ یاد رکھ کہ ربِّ کریم کے سارے عطیوں میں سے حکمت سب سے بڑھ کر ہے اور حکیم وہ شخص ہے کہ جس کے قول اور فعل دونوں یکساں ہوں۔

اس حکیم کا زمانہ ۴۲۷ تا ۳۴۷ قبل مسیح تھا۔

نصائح ارسطا طالیس (ارسطو)

دنیا ایک خس پوش کنواں ہے۔ عقلمندوں کو ہوشیاری کے ساتھ قدم رکھنا چاہیے۔ مرگ ایک چیتا ہے کمین گاہ میں کہ جس کے پنجے سے رہائی ممکن نہیں ہوسکتی۔ حرص کو دل میں جگہ نہ

دے کہ تیری قوت دوسروں سے زیادہ نہیں ہے۔ اپنے اعضاء کو محنت و مشقت کا عادی بنا۔ ہر چند کہ خدمتگار و پرستندگان موجود ہوں۔ اتفاق آ پڑے کہ وہ نہ رہیں اس وقت تو بے دست و پا رہ جائے گا اور ایسا ہو جانا آئینِ زمانہ سے کچھ بعید نہیں۔

دوش میکائیل را دیدم بدستش دفترے
نامِ شخصے می نوشت و نامِ شخصی می سترد
چوں نظر کردم بہ دفتر، بادشاہے می گزشت
بادشاہی را بہ فرزندِ گدائے می سپرد

(ترجمہ: میں نے کل میکائیل کو ایک دفتر ہاتھ میں لیے دیکھا کہ ایک شخص کا نام کاٹ رہا تھا اور دوسرے شخص کا نام لکھ رہا تھا۔ جب میں نے دفتر پر نظر کی تو ایک بادشاہ گزر رہا تھا اور اس کی بادشاہی ایک فقیر زادہ کے نام پر لکھی جا رہی تھی۔)

لوگوں نے اس حکیم سے کہا، بعض شخص تم کو برا کہتے ہیں۔ اس نے کہا، ان کو اور زیادہ برا کہنے دو۔ وہ مجھ پر تازیانہ زنی کرتے ہیں جہاں میں نہیں ہوتا۔ زیادہ گفتگو کرنا ہر چند کہ اچھی باتیں ہوں دلیلِ دیوانگی ہے۔ ظالموں اور ستمگاروں کے ساتھ تعلقات مت رکھ کر بروز جزا ان کی بازپرس تجھ سے ہوگی۔ جملہ امور میں آہستگی پسندیدہ ہے، سوائے ان کاموں کے جو غم سے نجات بخشیں۔ کارہائے گزشتہ پر افسوس مت کر۔ افسوس ہوگا کہ افسوس بے فائدہ کے لیے وقتِ گرامی کو ضائع کیا جائے۔ اگر کوئی مشکل درپیش ہو تو دانایانِ مشکل کشا کی رائے سے امداد طلب کر۔ صرف تعلیم سے شرافتِ انسانی کا حاصل کرنا ایسا ہی مہمل خیال ہے جیسا علمِ کیمیا کے ذریعے سے تانبے کا سونا بنانا۔ ذہنی تکمیل مفہومات اور خیالات سے نہیں ہوتی بلکہ ان مفہومات کے حاصل کرنے میں جو کوششیں کی جاتی ہیں اس سے ہوتی ہے۔ تعلیم کے ذریعے سے شریر بھی اخیار میں سے ہوسکتا ہے۔ جو چیز ہماری عادت سے دور ہے وہ عقل سے بھی دور ہے۔ جب کسی کے طالع یاور دیکھے اس کے ساتھ جنگ کو خلافِ مصلحت جان۔ نا اُمید نہ ہو کہ اس کا نتیجہ کم عمری ہے۔ کوئی سفارش نامہ حسن سے زیادہ انسان کے واسطے نہیں ہے۔ اگر کوئی تیرے حق میں بدی

کرے اور تو کسی کے حق میں نیکی کرے، دونوں کو فراموش کر۔ ایسے شخص کی صحبت کے لیے رغبت ظاہر کرنا جو تجھ سے پہلوتہی کرے ذلتِ نفس کا موجب ہے اور ایسے شخص کی صحبت سے پہلوتہی کرنا جو تیری صحبت کی طرف مائل ہو قصورِ ہمت ہے۔ ملک و دولت کو حکامِ بدطینت کی ذات سے زیادہ کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ جو شخص تحصیلِ علم کی مشکلات کا متحمل نہیں ہوسکتا اسے جہل کی سختیاں عمر بھر برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ ہر ایک نئی چیز اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوستی جتنی پرانی ہو اتنی ہی عمدہ، مضبوط ہوتی ہے۔

وہ غنا حاصل کرنا چاہیے جو فنا نہ ہو، وہ زندگی جس کو تغیر نہ ہو، وہ ملک جو بے زوال ہو، وہ بقا جس میں اضمحلال نہ ہو۔ کسی کے عیب مت تلاش کرتا کہ دوسرا تیرے عیبوں کی جستجو نہ کرے۔ رشک سے انسان کو بچنا چاہیے مگر جس رشک سے اصلاح کی اُمید ہو، اسے بالضرور اختیار کرنا چاہیے۔ شر کو شر سے رفع کرنا اگرچہ اچھی بات ہے مگر شر کو خیر سے رفع کرنا نسبتاً احسن ہے۔ جو بات معلوم نہ ہو اس کے اظہار میں شرم نہ چاہیے۔ انسان کے اسبابِ ظاہری میں عزّت کا مرتبہ سب سے اوّل ہے۔ صاحبِ اقبال اوپر چڑھتا ہے اس لیے اس کی حرکت رفتار تیز نہیں ہوتی۔ برخلاف اس کے صاحبِ ادبار چونکہ مائل بہ پستی ہوتا ہے اس لیے اس کی رفتار تیز ہوتی ہے۔ جیسے پتھر جو اوپر کی طرف سے نیچے آرہا ہو۔ جواب دینے میں جلدی نہ کرتا کہ بعد میں خفت و شرمندگی نہ ہو۔ بخیل خواہ دولت مند ہوا سے ذلت حاصل ہوگی۔ سخی خواہ مفلس ہو، لوگ اس کی عزّت ہی کریں گے۔ یہ بھی سخاوت و کرم میں داخل ہے کہ لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے اور ان کے عیبوں کے معلوم کرنے کی خواہش نہ کی جائے۔ خاموشی سب سے زیادہ آسان کام اور سب سے زیادہ نفع بخش عادت ہے۔ سخاوت اس کو کہتے ہیں کہ حاجتمندوں کو ان کی ضرورت کے موافق دیں۔ اس سے بڑھ کر افراط کی حد تک پہنچنا سخاوت نہیں بلکہ اسراف میں داخل ہے۔ خود باعمل ہونا چاہیے کیونکہ بغیر عمل کے دوسرے پر کوئی خاطر خواہ اثر نہیں پڑ سکتا۔ حسنِ اخلاق سے زندگی راحت اور آرام سے بسر ہوتی ہے۔ اس کو سب شعائر پر مقدم رکھنا چاہیے۔

ایک اجنبی نو وارد شخص اس حکیم کی مجلس میں بہت دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ حکیم نے اس سے کہا، تو میرے ساتھ کچھ گفتگو کرتا کہ میں تجھے دیکھ سکوں کیونکہ کسی شخص کی گفتار ہی اس کی

شناختِ کردار اور اس کے حسنِ اخلاق کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

صورت بغیر سیرت کے ایک پھول ہے جس میں کانٹے زیادہ ہوں اور خوشبو بالکل نہ ہو۔ زندگی کی سب سے بڑی فتح نفس پر فتح پانا ہے۔ اگر نفس نے دل پر فتح پائی تو سمجھو کہ وہ دل مردہ ہے۔ عادت طبیعت کو بھی ضعیف کر دیتی ہے اور اس کے خلاف کام کراتی ہے۔

ایک روز اس حکیم نے ایک شخص کو دیکھ کر کہا جس کے ہاتھ چوری کے جرم میں کاٹے ہوئے تھے کہ اگر انسان زینتِ ادب سے آراستہ ہو تو ایسی بد حرکات کا اقدام ہرگز نہ کرے جن کا نتیجہ ایسی خوفناک صورت میں انسان کو برداشت کرنا پڑے۔

چہ آری ز نیک و بد ایں جا بجا
بد از خویشتن بین و نیک از خدا

مختلف ممالک کے شہزادگان اس حکیم کے زیرِ تعلیم تھے۔ ایک روز ایک شہزادے سے اس نے سوال کیا کہ اگر بادشاہی تم کو پہنچے تو میری خدماتِ تعلیمی کا صلہ تم کس صورت سے ادا کرو گے؟ شہزادے نے جواب دیا کہ میں تمام تر مہماتِ سلطنت میں آپ کے مشورے کو مقدم رکھوں گا اور آپ کی رائے سے سرمو انحراف نہ کروں گا۔ یہی سوال دوسرے شہزادے سے پوچھا گیا۔ اس نے کہا کہ میں آپ کو اپنا برابر کا شریکِ سلطنت رکھوں گا۔ جب سکندر کی باری آئی تو اس نے عرض کیا ''اے استادِ محترم! مجھ سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھا جائے کیونکہ اس کا فاعلِ حقیقی میں نہیں بلکہ اللہ برتر ہوگا۔'' ارسطو اس جواب سے نہایت خوش ہوا اور کہا ''تیری اس دانائی کا جواب سب پر سبقت لے گیا ہے اور مجھے اس سے تیرے فاتحِ عالم ہونے کی بو آتی ہے۔''

جو شخص اتنی روزی حاصل کرنے پر قادر ہو جو اس کی زندگی کی گزران کے لیے کافی ہو تو اس کو اس سے زیادہ کی طلب نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کی انتہا تو ہے نہیں، لیکن اس کے طالب کو کافی مکروہات کا سامنا ہوتا ہے۔

نصائح حکیم بقراط

جو شخص کہ سلاطین و امراء کی خدمت و قربت اختیار کرے اسے چاہیے کہ ان کی طرف سے جو ذلت و اہانت اس کو حاصل ہو اس پر فریاد نہ کرے کیونکہ غوطہ زن کو آبِ شور کے چکھنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ جو کوئی شخص حسد کو دوست رکھتا ہے اس کا نفس دائم قائم نہیں رہتا اور اس کو مرنے سے پہلے مار دیتا ہے۔ فرمایا کہ میری فضیلت کا حاصل یہی ہے کہ میں نے اپنے جہل سے اطلاع پائی۔ دنیا کو سرائے مہمان اور قضا کو میزبان شمار کرو۔ اگر کھانے کو کچھ دیا جائے کھالو، اگر واپس لے لیا جائے طلب نہ کرو۔ رحم دل انسان جب مصیبت زدگان کی مصیبت کو دور نہیں کرسکتا تو اس کا حال مصیبت زدوں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ عورت کے کہنے پر کبھی عمل نہ کر کہ تمام آفاتِ زمانہ سے محفوظ رہے گا۔ ہر بدن کا معالجہ پانچ طریقوں پر ہے: فاسد مادہ جو کہ سر میں ہے غرغرہ ہے۔ جو کچھ فمِ معدہ میں ہے قے سے اور جو کچھ معدے میں ہے اسہال سے۔ جو کچھ جلد میں ہے عرق یعنی پسینہ سے اور جو کچھ عروق میں ہے فصد سے۔ لیکن دل پر جو میل جم چکا ہو اس کا زائل کرنا دشوار ہے۔ چھ چیزیں آنکھوں کے نور کو نقصان پہنچاتی ہیں: زیادہ گرم طعام کھانا، گرم پانی سر پر ڈالنا، چشمۂ آفتاب کی طرف دیکھنا، دشمن کا منہ دیکھنا، کثرتِ گریہ اور استعمالِ منشیات۔

کسی نے کہا وہ شخص آ رہا ہے جو تم کو گالیاں دیتا ہے۔ فرمایا، ''اگر اس میں اس کا کچھ فائدہ ہو تو منع نہ کرنا چاہیے۔''

زمین و آسمان کے درمیان فاصلے میں اتنے گز نہیں جتنے انسانوں کے طبائع اور ذہنوں کے مختلف درجے ہیں۔ بے وقوف جس کی کہ اپنے عیب پر نظر نہیں پڑتی وہ کسی کی نصیحت نہیں سنتا۔ خلقِ خدا کے معاملے کو از روئے حق و حساب فیصلہ کر، تا کہ دوست زیادہ ہوں اور شرِ دشمناں سے محفوظ رہے۔ جھوٹ تمام گناہوں کی ماں اور سچ سب برائیوں کا علاج ہے۔ کسی کو ایسے فعل سے جو خود تیری ذات میں ہے منع نہ کر جب تک کہ تو خود اس کو ترک نہ کرے۔ دوستوں کے ساتھ اس قدر اخلاص رکھنا چاہیے جو تھوڑے سے تغیر پر زوال پذیر نہ ہو۔ انسان کی تمام خوشیوں میں وہ خوشیاں سب سے بدتر اور نفرت کے قابل ہیں جو اوروں کی پسند پر موقوف ہوں۔ دنیاوی

عروج وتنزل کو مذہب سے کچھ تعلق نہیں۔ جس شخص کو عبرت حاصل کرنے کا شوق ہو، اس کے لیے ہر ایک نئی چیز موجبِ عبرت ہے۔ آنکھیں تین قسم کی ہوتی ہیں؛ جسمانی آنکھ جو انسان و حیوان دونوں کو حاصل ہے، اس کا فعل صرف دیکھنا ہے۔ عقلی آنکھ بصیرت کہلاتی ہے جو صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایمانی آنکھ حق پرستوں کی ملکیت ہے جو دنیا کے علاوہ عالم بالا کا بھی نظارہ کرتی ہے۔ مفلس کو تھوڑی چیزوں کی ضرورت ہے، آسودہ حال کو بہت کی اور طامع کو کل چیزوں کی۔ انسان کو لازمی ہے کہ وہ اپنے دل کو ایسا سخت پتھر بنائے جس پر رنج واندوہ کی جونک نہ لگ سکے۔ قدرت نے دماغ کو دل سے اونچی جگہ دی ہے اس لیے جذبات کو ہر حالت میں تمیز کے تابع رکھنا ضروری ہے۔ جب تمھیں وراثت میں مفسی وتنگدستی ملیں تو نیکی اور شرافت کو اپنا سرمایہ بنالو۔

نصائحِ دیوجانس کلبی

جب تو دیکھے کہ کوئی کتا اپنے مالک کو چھوڑ کر تیرے پیچھے چلا آرہا ہے تو بھاری پتھروں کے ساتھ اس کو اپنے پیچھے سے لوٹا دے کہ کسی روز تجھ کو بھی چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے روانہ ہوجائے گا۔ انسان کی احتیاج اس کی عقل سے بہت زیادہ ہے۔

ایک جوان سے کہ جس کا چہرہ پیرایۂ جمال سے مزین تھا لیکن نفس حلیۂ ادب سے خالی، مخاطب ہوکر کہا، اے پسر! تو نے فضائلِ نفس کو محاسنِ چہرہ بنالیا ہے۔"

اس سے پوچھا گیا کہ کھانے پینے کے لیے کون سا وقت بہتر ہے؟ فرمایا، "جن لوگوں کو کہ دسترس اور اسباب مہیا ہیں ان کو جب بھوک لگے اور جن لوگوں کو یہ حاصل نہیں ہیں، اُن کو جس وقت مل جائے۔"

سوال کیا گیا کہ دوست کیا چیز ہیں؟ جواب دیا کہ ایک نفس، اجسام متفرقہ ہیں۔"

پوچھا گیا کہ تجھ کو کلبی کیوں کہا جاتا ہے؟ (یعنی کتوں والا) کہا "اس لیے کہ کلمہ حق کو سختی کے ساتھ اہلِ باطل کے منہ پر کہتا ہوں اور جاہلوں پر آواز سے کتا ہوں۔"

اس کے محبوں نے کہا، "کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر تیری آسائش کے واسطے مکان بھی ہوتا۔"

فرمایا ''میری آسائش اس میں ہے کہ میرا کوئی گھر نہیں ہے۔''

دو شخص کو دیکھا جو عرصۂ دراز سے باہم یک جا رہتے تھے اور محبت ان ہر دو کے درمیان پورے طور پر مستحکم ہو گئی تھی۔ آپ نے ان سے حالات و تعلقات دریافت کیے تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم دوست ہیں۔ فرمایا سچ سچ کہو کیونکہ تم میں سے ایک تو نگر ہے اور ایک مفلس۔

ایک روز جنگل میں اسے ایک رہزن ملا۔ اس نے کہا جو مال تیرے پاس ہے دے دے۔ حکیم نے کہا مال تو میرے پاس بہت ہے لیکن میں دے نہیں سکتا۔ رہزن نے اس کی جامہ تلاشی لی تو کچھ نہ نکلا اور پوچھا کہ وہ مال کہاں ہے؟ اس نے اپنا سینہ کھول کر دِکھایا کہ اس میں وہ بیش قیمت خزانہ ہے کہ رہزنوں اور چوروں کو اس پر امکانِ دسترس نہیں ہے۔

پوچھا گیا کہ دائیں ہاتھ میں انگشتری کیوں پہنی ہے؟ کہا اس لیے کہ فضول آدمیوں کی شناخت کرسکوں۔

یہ حکیم کتوں کے ساتھ بہت پیار کرتا تھا۔ اس وجہ سے اسے کلبی کہتے ہیں۔ اس کا خطاب ٹب فلاسفر تھا۔ اس نے جنگل میں کسی کا پھینکا ہوا ایک ٹب رکھ لیا تھا۔ رات کو اسی کے نیچے سو رہتا۔ صرف یہی اس کی جائیداد تھی۔

ایک روز سکندر اپنے وزیر کے ہمراہ اس حکیم کی ملاقات کو آیا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ سکندر کا خیال تھا کہ حکیم اس کی تعظیم کو اُٹھے گا، مگر اس نے مطلق پروانہ کی۔ یہ حالت دیکھ کر وزیر نے کہا ''جناب سکندرِ اعظم فاتحِ دنیا مالکِ جہان آپ سے ملنے آیا ہے۔'' حکیم نے سر اونچا کیا اور مسکرا کر کہا ''جس سکندر کو دنیا کی ہوس جا بجا بھگائے پھرتی ہے، کیا وہ بادشاہ ہے؟ وہ دنیا کا غلام ہے۔ اس کے دلی جذبات اختیار میں نہیں ہیں۔ وہ جہاں چاہتے ہیں اسے لے جاتے ہیں، اور طرح طرح کے ناچ نچاتے ہیں۔ اس کے دل کو اُلٹ کر دیکھو، اس میں غلامی کے زبردست نشانات ملیں گے۔ بادشاہ میں ہوں جو اپنے دل کو اختیار میں رکھتا ہوں۔'' سکندر اس بے پروا حکیم کی حالت دیکھ کر متعجب ہوا۔ وزیر نے کہا ''سکندر بہت کچھ مال و اسباب لایا ہے۔ آپ قبول کیجیے۔'' اس نے کہا ''میرے پاس سب کچھ ہے۔ مجھ کو کچھ بھی ضرورت نہیں ہے۔'' آخر سکندر نے عاجزانہ لہجے میں کہا ''مجھ سے کچھ تو خدمت ضرور لیجیے۔'' حکیم نے ہنس کر کہا ''تو

میری دھوپ روکے کھڑا ہے اس کو چھوڑ دے۔ یہی تیری خدمت ہے۔“ سکندر نے پوچھا ”ثواب کس طرح سے حاصل ہوتا ہے؟“ اس نے کہا ”افعالِ خیر سے، کہ تجھ کو اس کی اس قدر قدرت ہے جو رعیت سے تمام عمر میں ناممکن ہے۔“

لوگوں نے اس سے ترکِ تزویج یعنی شادی نہ کرنے کی وجہ دریافت کی۔ کہا میں جدتِ شہوت کو صبر کے ساتھ برداشت کرنا آسان تر خیال کرتا ہوں بجائے مشقتِ عیال کے۔ ایک روز ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر پکارا ”اے مَردو!“ انبوہِ خلقت بنا بر اعتقادِ خوش اس کے گرد جمع ہو گیا۔ اس نے کہا میں نے مَردوں کو بلایا تھا مُردوں کو نہیں۔“

ایک روز سکندر کے پاس آیا۔ ایک شاعر کو دیکھا کہ اس کی خدمت میں کھڑا قصیدۂ مدح پڑھ رہا تھا۔ حکیم نے روٹی کا ایک روکھا ٹکڑا اپنی جیب سے نکالا اور بے پروا ہو کر کھانے لگ گیا۔ درباریوں نے کہا کہ تم نے مدحِ بادشاہ سننے کی بجائے کھانے کو کیوں ترجیح دی؟ کہا کہ بوقتِ اشتہا خشک روٹی کھانا کذبِ بے حاصل سننے سے بہتر ہے۔ (واضح رہے کہ یہ کوئی دوسرا اسکندر ہے۔)

لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تو سب کو کیوں دشمن رکھتا ہے؟ کہا کہ امراء کو ان کی سیرتِ نامحمود کے باعث اور اختیار کو اس لیے کہ وہ اشرار کی اصلاح یا اُن کو اپنے دیار سے دفع کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تو بذاتِ خود دشمنانِ دین کے مقابلے میں جنگ کیوں نہیں کرتا؟ کہا کہ سب سے قریبی دشمن میرے جسم میں موجود ہے۔ جب تک اس کو مغلوب نہ کرلوں دوسری جنگ میں کس طرح شریک ہو سکتا ہوں۔

نصائحِ دل پذیر

جو شخص علمی مذاق نہ رکھتا ہو اس کے سامنے علمی باتیں کرنا اسے اذیت پہنچانا ہے۔ کہیں صرف سوراخ پیٹنے پر سانپ مر سکتا ہے؟ کہیں صرف جسمانی تکلیف سہنے پر نجات مل سکتی ہے؟ بہادر کا امتحان میدانِ جنگ میں، دوست کا امتحان مصیبت کے وقت اور عقلمند کا امتحان غیظ و غضب کی حالت میں ہوتا ہے۔ ایک کڑی کے ٹوٹ جانے سے تمام زنجیر ناکارہ ہو جاتی ہے۔ خاندانی تعلقات کس کام کے، انسان تنہا پیدا ہوتا اور تنہا مرتا ہے۔ مصیبت میں کوئی کسی کے کام

نہیں آتا۔ اخلاص اس کو کہتے ہیں کہ نیک اعمال کے عوض دنیا و دین دونوں سے کچھ نہ چاہے۔
دستر خوان کے دوست بدلنے کے لائق ہیں۔

آ رہی ہے چاہِ یوسفؑ سے صدا
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت

جو کبھی سوچنا ختم نہیں کرتا کبھی کام شروع نہیں کرتا۔ بزرگی کی نشانیاں تین ہیں: اول دوسرے لوگ اُسے بزرگ سمجھیں، دوم وہ خود اپنے تئیں بزرگ نہ جانے، سوم جب مصیبتوں میں گھر جائے تو سچائی کو نہ چھوڑے۔ (زرتشت)

دشمن سے ایک بار تو دوست سے ہزار مرتبہ ڈر کیونکہ دوست اگر دشمن ہو جائے تو اسے گزند پہنچانے کے ہزاروں طریقے معلوم ہیں (ابنِ معروفؒ)

کم گو، کم خور، کم آزار ہمیشہ سلامت، خوش اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ (بزرچمہر)

دوسروں کی محنت اور مشقت کو ضائع نہ کرنا چاہیے تاکہ تمھاری سعی و کوشش بھی ضائع نہ جائے۔

دلی قویٰ کو بیکار چھوڑ دینا سب سے بڑی کاہلی ہے۔ (سر سیّد مغفور)

خوبصورت و بدصورت سب مخلوقِ الٰہی ہیں۔ سب کا باوا آدم ایک ہے اور سب کی اصل خاک ہے۔ پھر بدصورت سے نفرت کرنا انسانیت سے بعید ہے۔

جس گلستاں کے ہو گلِ ترتم، خار اس بوستاں کے ہم بھی ہیں
وجہ بیگانگی نہیں معلوم، تم جہاں کے ہو واں کے ہم بھی ہیں

اسلام اگر تصویر کشی کو جائز رکھتا تو بت پرستی اپنی اصلی صورت پر قائم رہتی۔ خواہ کوئی عمدہ خیال عملی صورت میں نہ آئے، تاہم اس کی تائید سے باز نہ رہنا چاہیے۔ ایک اچھا قانون دان ایک برا ہمسایہ ہے۔ غمگین خشمگیں ہوتا ہے۔ ہمارا امیر و غریب ہونا ہماری روح پر منحصر ہے۔ علم کا دشمن تکبر، عقل کا دشمن غصہ، صبر کا دشمن لالچ اور راستی کی دشمن دروغ گوئی ہے۔ دولت بمقابلہ عزّت، شوکت بمقابلہ حکمت، سلطنت بمقابلہ عبادت، صورت بمقابلہ سیرت اور شجاعت بمقابلہ سخاوت ہیچ ہے۔ دِل ایک بچہ ہے، جو دیکھتا ہے وہی مانگتا ہے۔ گھر بھر میں ایک ہی بے وقوف

کافی ہے۔ بعض اوقات دولتمندی سے بھی بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں جو مفلسی کے نقصانات سے بدرجہا بدتر ہوتی ہیں۔ جب تم آہرن ہو تو صبر کرو، جب ہتھوڑا ہو تو خوب کوٹو۔ دنیا میں سب سے عجیب بات یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو باقی اور باقی سب کو فانی سمجھتا ہے۔ یا خدا ہم تیرے، مرنے کو اور بہتیرے۔

ہر شخص صرف اپنے لیے نہیں پیدا کیا گیا، بلکہ ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لیے۔ انسان اپنے برے فعل کرنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ لیتا ہے۔ ایک روز ایک نعمت دوسرے روز ایک دوائی۔ انسان اپنی مصیبت کو اس وقت بہت آسانی کے ساتھ سہتا ہے جب وہ اپنے دشمنوں کو اپنے سے بدتر حالت میں پاتا ہے۔ کسی بے گناہ شخص کو دلآزار کلمات کہہ کر اس کی ایذا رسانی کے بعد پھر یہ کہنا کہ ''میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں'' ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی کو پتھر مار کر زخمی کردینے کے بعد یہ کہہ دے کہ ''میں اپنا پتھر واپس لیتا ہوں۔ یا معافی چاہتا ہوں۔''

اگر گائے کھیت میں چرتی ہے تو کیا بچھڑا کنارے پر چرے گا؟ تمھارا دشمن خواہ مچھر سے بھی چھوٹا ہو مگر اُسے ہاتھی سے بھی بڑا سمجھو۔ مصیبتوں کے درمیان رہ کر اگر انسان ان کو سہنا اور صبر کرنا نہ سیکھے تو گویا اس نے صحبت کا حق ادا نہ کیا۔ اس چیز کے لیے طلبِ دعا بے سود ہے جس کے حصول کے لیے تم خود دل و جان سے ساعی نہیں ہو۔ ماضی کی حسرتیں کیا کم ہیں جو حال و مستقبل کے متعلق آرزوئیں وابستہ کر کے انھیں بھی مایوسیوں میں تبدیل کرتے ہو۔ جو شخص کسی عورت سے اس کی خوبصورتی کے لیے شادی کرتا ہے وہ احمق ہے۔ جو روپے کے لیے کرتا ہے وہ لالچی ہے اور جو کوئی اس کے حسنِ سیرت کی وجہ سے کرتا ہے وہی حقیقی شوہر ہے۔ دولت پر علم کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ علم سے دولت حاصل ہوسکتی ہے مگر دولت سے علم حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ مرد صرف نصف مرد ہے جب تک اس کی بیوی نہ ہو اور وہ گھر سنسان یا شمشان ہے جس میں بچے نہ ہوں۔ نوجوانی کی بے وقوفیاں بڑھاپے میں توبہ کے لیے خوراک ہوتی ہے۔ عقلمند کے سامنے زبان کو، حاکم کے سامنے آنکھ کو اور بزرگوں کے سامنے دل کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ ایک باپ سات بیٹوں کی پرورش کرتا ہے لیکن سات بیٹے ایک باپ کی خدمت نہیں کرسکتے۔ انسان بحالتِ موافقت کہتا ہے جو کچھ ہیں ہم ہیں اور بوقتِ مصیبت کہتا ہے جو کچھ ہے سو اللہ ہے۔ کسی

شخص نے اپنے نام کی مناسبت سے مکان کے دروازے پر ''حیات منزل'' کندہ کرایا تھا۔ ایک صاحبِ دل نے دیکھ کر کہا کہ از روئے حقیقت ''فنا منزل'' مناسب تھا کیونکہ ۔

ہے یہ سرائے فانی ، نہیں 'منزل حیات'
جس میں قیام مثلِ مسافر ہو ایک رات

خواہشات رفتہ رفتہ ضروریات کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بغیر مہمان کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے۔ ایک روز ایک کافر مہمان نے بسم اللہ نہ پڑھی تو آپ اس پر ناراض ہوئے۔ ندا آئی کہ ''اے ابراہیم! ہم اس قدر عرصہ دراز سے بے شمار مخلوق کو بلا امتیازِ مومن و کافر ہر ایک نیک و بد کو رزق پہنچاتے ہیں۔ تم ایک وقت میں ایک آدمی کو کھانا کھلانے پر ناراض ہوتے ہو۔

اگر روزی بمذہب برفزودے
زکافر تنگ تر روزی نبودے
بہ کافر آنچناں روزی رساند
کہ مومن اندر آں حیراں بماند

دنیا اگر تیرے ہاتھ نہیں آسکتی تو اللہ کو تو ہاتھ سے مت کھو۔ اگر دنیا میں عورت نہ ہوتی تو مرد ریاضت کے بغیر ہی اولیاء بن جاتا۔ عورت کے دل پر بے زبان جواہرات، مرد کی فصیح و بلیغ تقریروں سے بھی زیادہ اثر کر سکتے ہیں۔ دنیا کی مثال اندھوں کے ہاتھی کی سی ہے کہ جس اندھے کا ہاتھ ہاتھی کے جس عضو کو لگ گیا اس کے خیال میں ہاتھی کی وہی شکل ہے۔ اسی طرح ہر ایک شخص اپنے اپنے تجربات و مشاہدات کی بناء پر اپنے تصور کی آنکھوں سے دنیا کو مختلف طور پر دیکھتا اور خیالی گھوڑے کو بنوع دگر ایڑ لگاتا ہے ۔

ہر کسے دارد دریں بازار سودائے دگر
ہر یکے بندد بآئین دگر دستار را

میر مغفور نے اہلِ دنیا کے متفرق المذاہب اور مختلف العقائد ہونے کے مفہوم کو اس مختصر سے شعر میں کس خوبی سے ادا کیا ہے ۔

یہ توہم کا کارخانہ ہے

یاں وُہی ہے جو اعتبار کیا

دنیا میں ذلت کی ہزاروں صورتیں ہیں لیکن ان میں ذلتِ قرض سب سے سخت تر ہے ؎

نہ نشستۂ بگوشہ اے از خوفِ قرض خواہ

قہر خدا بصورتِ انساں ندیدہٗ

ایک ہندی مقولہ ہے ؎

جس نے نہ دیکھا ہو شیر وہ دیکھے بلاؤ

جس نے نہ دیکھا ملک الموت وہ دیکھے قرضاؤ

ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں نے پچاس سال میں پانچ ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان میں سے صرف پانچ باتوں کو اپنے عمل کے لیے منتخب کیا:

۱۔ اے نفس! اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے پر راضی رہ۔ ورنہ دوسرا مالک تلاش کر لے جو اس سے بھی زیادہ دے۔

۲۔ اے نفس! جن باتوں سے اللہ نے منع کیا ہے ان سے بچ ورنہ اس کے ملک سے باہر چلا جا۔

۳۔ اے نفس! اگر تو گناہ کرنا چاہے تو کوئی ایسی جگہ تلاش کر لے جہاں اللہ نہ دیکھے ورنہ گناہ مت کر۔

۴۔ اے نفس! تو اپنے خالق کی عبادت کرتا رہ ورنہ اس کا دیا ہوا رزق مت کھا۔

۵۔ اے نفس! خلقِ الٰہی کے ساتھ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آ ورنہ اپنی زبان بند رکھ اور کسی کے ساتھ تعلق نہ رکھ۔

مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ اگر دونوں پہیے ایک طرف لگا دیے جائیں تو گاڑی کا چلنا ناممکن ہے یعنی عورتیں مردوں کے کام کرنے لگ جائیں تو انتظامِ خانہ داری میں خللِ عظیم واقع ہو۔ جب مومن پر ہیبتِ الٰہی جم جاتی ہے تو اس کی عبادت و اطاعت کو دوام ہو جاتا ہے۔

توارت کا ماحصل یہ ہے کہ جو کوئی راضی ہوا اللہ کے دیے پر آرام پایا اس نے دنیا و آخرت میں۔ زبور کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے کنارہ کشی کی آدمیوں سے اس نے نجات پائی دنیا و آخرت میں۔ انجیل کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے ڈھایا خواہشوں کو، عزّت پائی اس نے دنیا و آخرت میں۔ قرآن شریف کا ماحصل یہ ہے کہ مطیعِ خالق و شفیقِ مخلوق رہ کر نگاہ رکھا جس نے زبان پر، وہ سلامت رہا دنیا و آخرت میں۔

خیرات دے جس کو چاہے کہ تو امیر ہے اس کا اور مانگ جس سے چاہے کہ تو اسیر ہے اس کا۔ (علیؓ)

بدصورت عورت نے خوبصورت شوہر سے کہا کہ تم مجھ کو دیکھ کر صبر کرتے ہو اور میں تم کو دیکھ کر شکر کرتی ہوں۔ پس میں اور تم دونوں بہشتی ہیں۔

بے شک جو دنیا میں غنی ہیں وہ آخرت میں فقیر ہوں گے۔ (ادھمؒ)

اگر نماز با جماعت پڑھنے کا حکم نہ ہوتا تو میں مرنے تک اپنے دروازے سے کبھی باہر نہ نکلتا۔ (مسلم عابدؒ)

ریاکاری درحقیقت کفر کی سخت قسموں میں سے ہے۔ (شاہ عبدالعزیز)

وہ لوگ بہت بری طرح سے منکرِ حق ہیں جو ایک اللہ کو مانتے ہوئے عارضی تفریق و ظاہری تفاوت اور مذہبی اختلافات میں مبتلا ہو کر ہم جنسوں سے لڑتے بھڑتے رہتے ہیں، بخلاف ان مخالف مزاج جانوروں کے جو محض ایک مالک کی ماتحتی میں آنے کی وجہ سے اپنے طبعی جذبات کو ترک کر دیتے ہیں۔

حق ہے ہر جا جلوہ گر خواہ کفر یا اسلام ہے
اختلافاتِ مذاہب فتنۂ اوہام ہے
کاسۂ شیخ و برہمن ہے تعصب سے جدا
ورنہ میخانے میں بس اک ساقی ہے اک جام ہے

ہر شخص کی قطع و وضع، روش و خیال اور صورت و سیرت مختلف ہے۔ لہٰذا اختلافِ خیالات جبکہ بلحاظِ تعلیم و تربیت اور صحت و سرشت ہم میں طبعی و قدرتی ہے تو پھر ناحق کا بغض و عناد اور کینہ و

دشمنی کس بات پر؟ ؎

صوفی کا مذہب مختصر سب سے کھرا سب سے جدا
ہم تم کے جھگڑے لغو ہیں، یا کچھ نہیں یا سب خدا

؎

کفر است در طریقتِ ما کینہ داشتن
آئینِ ماست سینہ چو آئینہ داشتن

تمھارا ہر ایک کام ایسی گہری توجہ اور محنت سے ہونا چاہیے کہ گویا تمھیں اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے لیکن عبادت کے وقت اس کو اپنی زندگی کا آخری دن سمجھنا زیبا ہے۔ (حضرت علیؓ)

ایمان کے بعد سب سے اچھی چیز نیک، خلیق، محبت کرنے والی اور صاحب اولاد عورت ہے ؎

زنِ نیک فرمانبردار و پارسا
کند مردِ درویش را پادشاہ

کفر کے بعد سب سے بری چیز بد خلق اور زبان دراز عورت ہے ؎

زنِ بد در سرائے مردِ نکو
ہم دریں عالم است دوزخِ او

نہیں ہے کوئی شریف نہ عالم نہ کوئی صاحبِ فضل مگر یہ کہ اس میں ایک عیب ہوتا ہے۔
تمام دنیا کی بادشاہت پیاسے کے ایک گھونٹ کی قیمت اور ایک قطرۂ پیشاب بند ہونے کی دوا نہیں ہوسکتی۔ (ہارون رشید)

تین دن سے زیادہ غصہ رکھنے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی جب تک وہ صلح نہ کرلیں۔ (حدیث) تیرے لیے اسبابِ جہنم تیرے ہی ہاتھ پاؤں، آنکھ دل اور خصوصاً زبان ہے۔ (معین الدینؒ)

ضد، ہٹ دھرمی اور ایذاء رسانی کی عادت سخت مضر ہے۔ خواہ وہ شاہ میں ہو یا اولیاء اللہ میں کیونکہ ایسے اشخاص اڑیل ٹٹو کی مانند اپنا سفر دراز کرتے ہیں۔ بیماری جسم کے اندر سے نمودار ہوکر جسم ہی کو گلا دیتی ہے اور دوا باہر سے آکر اس کو شفا دیتی ہے۔ پس بدخواہ یگانہ سے خیرخواہ

بیگانہ بہتر ہے۔ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ میں اگر رات غفلت میں گزارتا ہوں تو صبح کو میرا گدھا بھی میرے کام سے غافل و سست ہوتا ہے۔ اس شخص سے زیادہ کوئی بد بخت نہیں جو بوقتِ مصیبت بھی رجوع الی اللہ نہیں ہوتا۔ خاصانِ خدا کے ہر سانس میں ذکر اللہ ہے .... دست بکار، زباں بہ گفتار، دل بہ یار۔ ہم کو تقدیر سے کیا بحث۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی لکھت ہے۔ اس کا واسطہ اسی سے ہے۔ ہم کو تو چاہیے کہ کمر باندھیں، کوشش کریں، کام میں لگیں۔ قیل و قال، چوں چرا نہ کریں اور اَلسَّعْیُ مِنِّي وَ الْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰهِ پر عمل کریں۔

فریدا موت سے بھوک بری
رات کو کھائی دن کو پھر کھڑی

لوگوں کو سیاست کرنا سیاستِ دواب سے بھی دشوار تر ہے۔ جب کسی سے مناظرہ کرتا ہوں تو یہ چاہتا ہوں کہ اللہ حق کو اسی کے ہاتھ پر ظاہر کرے۔ (امام شافعیؒ)

علم کثرتِ روایات سے نہیں۔ وہ تو ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں رکھ دیتا ہے۔ (امام مالکؒ)

گناہ مکروہ رکھنا بہتر ہے اس بہت سی عبادت سے جس میں دل گناہ کی طرف رغبت رکھتا ہو۔ (وہبؒ)

ہزار دوست کی دوستی کو ایک شخص کی عداوت کے بدلے نہ خریدو۔ (امام شافعیؒ)

حضرت موسیٰؑ نے دعا کی ''اے اللہ تعالیٰ! زبانِ خلق کو مجھ سے روک دے۔'' فرمایا ''اگر میں ایسا کرتا تو اپنے ہی لیے کرتا۔''

اگر گناہ میں بو ہوتی تو کوئی شخص میرے پاس نہ بیٹھ سکتا۔ (محمد بن سیرینؒ)

یہ روشن ظلم ہے کہ تو اپنے بھائی کا شر بیان کرے اور غصّے کے وقت اس کی نیکی کو چھپائے۔

فقیہ کو چاہیے کہ اس کے ساتھ ایک سفیہ بھی ہو جو سفاہت کرے۔ (محمد بن سیرینؒ)

مال زمانۂ گزشتہ میں مکروہ تھا۔ آج کے دن مومن کے لیے ڈھال ہے سوالِ ملوک و اغنیاء سے۔ (سفیان ثوریؒ)

اس زمانے میں گمنام امن میں نہیں رہ سکتا۔ مشہور کا کیا ٹھکانا ہے۔ (سفیان ثوریؒ)

مطالعہ کرنا کتبِ اخلاق واحوال اہلِ طریق کا ایک طرح کی صحبتِ معنوی اور بارآ ورِعملِ صالح ہے۔ ہم جس قدر آنکھ سے سیکھتے ہیں، اس قدر کان سے نہیں سیکھتے۔ کتابِ قدرت ہر وقت ہر کسی کے مطالعے کے لیے کھلی ہوئی ہے۔ اس کو غور سے پڑھو اور عبرت وتجربہ حاصل کرو

ع : بر خوانش سر بسر کہ نہ حرفے ست سرسری

اولاد کی تاخیرِ نکاح کے سبب جو گناہ ان سے سرزد ہوتا ہے وہ ماں باپ کے نامۂ اعمال میں درج ہوتا ہے۔ (حدیث)

ایماندار تاجر عابد سے بہتر ہے کیونکہ تجارت میں امانت سخت مشکل کام ہے۔ (امام شافعیؒ)

فرمایا رسول اللہؐ نے کہ مجھ کو حد سے مت بڑھاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریمؑ کو نصاریٰ نے حد سے بڑھا دیا ہے۔

نہیں کافر ٹھہراتے ہم کسی مسلمان کو گناہ کے سبب سے اگرچہ کبیرہ ہو جب تک کہ اس کو حلال نہ جانے۔

نجاست کی بدبو سے ناک بند کرنے والے! یہ نجاست تیری ہم نشینی سے اس درجہ کو پہنچی ہے۔ (امام غزالیؒ)

اذان کے بعد صحابہ کرامؓ دو آدمیوں کے آجانے پر تیسرے کا انتظار نہ فرماتے تھے۔

علم وہ ہے جس سے دنیا نظروں میں حقیر ہو جائے اور عقبیٰ کی رغبت دل میں بڑھے۔ جس سے آدمی دنیا کی برائی سے واقف ہو جائے اور برے اخلاق دور کر سکے۔

مکتوبات وعرائض میں کلمات مثل عبودیت کیش، غلام خانہ زاد، جہاں پناہ، عالم پناہ، خداوندِ نعمت، شہنشاہ، غریب پرور لکھنا شرک ہے۔ (امام غزالیؒ)

ڈر اللہ سے اس قدر کہ اس سے زیادہ تجھے کسی کا خوف نہ رہے۔ اُمید رکھ اللہ سے اس قدر کہ اس سے زیادہ تجھے کسی سے اُمید نہ رہے۔ دوست رکھ اللہ تعالیٰ کو اس قدر کہ اس سے زیادہ تجھے کسی سے محبت نہ رہے۔ (طاؤس)

دعاء کے وقت آسمان کی طرف دیکھنا گناہ اور بے ادبی ہے۔ ہر چیز کی ایک علامت ہے اور ایمان کی علامت نماز ہے۔ نابالغ بچوں کی عبادت کا ثواب والدین کیلئے ہے۔ حج مبرور کی نشانی یہ ہے کہ حاجی کی حالت پہلے سے بہتر ہو جائے۔ پہلی صف میں جگہ ہونے پر دوسری میں بیٹھنا مسجد کی بے ادبی ہے۔ بچھو سے کسی نے پوچھا کہ تم میں سے سخت قسم کون سی ہے؟ اس نے کہا سخت اور نرم تو میں جانتا نہیں، ڈنک البتہ ہر ایک چلائے گا، کسی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر دیکھ لو۔ اسی طرح انسان بھی گو مختلف الطبائع ہوتے ہیں لیکن تعلقات قائم ہو جانے یا معاملہ پڑ جانے پر سب متحد الطبائع معلوم ہوں گے۔ ہمدردی اور رحمدلی کا مادہ بہت کم لوگوں میں پاؤ گے اور وہ بھی بہت کم مقدار میں۔ دستگیری تو در کنار، بحالت درماندگی ان کی پامالی سے بچنا بھی مشکل ہے ؎

راحتے کز نشہ سر خوش بہ عزلت یافتم
داشتم تصدیع گر با خضرؑ صحبت یافتم

؎ نیک ہیں گلشن ایجاد میں کم ، بد ہیں بہت
خار پھولوں سے کہیں ہوتے ہیں افزوں پیدا

؎ باہر کسے کہ دوستی اظہار می کنم
خوابیدہ دشمنے ست کے بیدار می کنم

ایک عابد بنی اسرائیل کا گزر ایک ریت کے ٹیلے پر اس زمانہ میں ہوا جبکہ سخت قحط سالی تھی۔ اس نے تمنا کی کہ اگر یہ ٹیلہ آٹا ہوتو میں بنی اسرائیل کا پیٹ بھرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کو وحی بھیجی کہ تم عابد سے کہہ دو کہ ہم نے تیرے لیے اس ٹیلے کے برابر آٹا صدقہ کرنے کا ثواب واجب کر دیا ہے۔

جس نے نماز میں خشوع نہ کیا اس سے بہتر موقع اور کون سا پائے گا۔ تو اس کی لکھت پر مطمئن و مشوش مت ہو کیونکہ جس نے اس کو لکھا ہے وہ اس کے مٹانے پر بھی قادر ہے۔ جب آدمی گناہ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے تو اس کے خیالات کے سامنے سینکڑوں بچاؤ کی صورتیں خیر خواہی کے لباس میں آ کر اُسے گناہ پر اُبھارتی ہیں۔ مگر جونہی کہ گناہ کر چکتا ہے وہ سب

جھوٹے معاون دفعتہً غائب ہوجاتے ہیں اور ہر طرف اُسے زنجیر کی آواز سنائی دیتی ہے۔ پوشاک میں آرائش سے زیادہ آسائش کو مقدم رکھو۔ بدعادات کا بنانا آسان، نباہنا مشکل اور چھوڑنا ناممکن ہے۔

اخلاقی جواہر پارے

جو بات کان میں سنائی جائے وہ اکثر سو سو میل کے فاصلے سے سنی جاتی ہے۔ اگر چاہتے ہو کہ دھوکا نہ کھاؤ تو تین دکانوں سے قیمت دریافت کرو۔ ایک خوشی سے ایک سو غم منتشر ہو سکتے ہیں۔ ہماری خوشیاں پائمال اور ہمارے رنج عمیق ہیں۔ قرضہ کا روپیہ وقت کو تھوڑا بنا دیتا ہے اور دوسروں کا کام وقت کو لمبا کر دیتا ہے۔ اگر غریبی کے بعد دولت ملے تو وہ اچھی ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ دولت کے بعد غریبی ہو۔ اگر کوئی شخص نیک کام کرے تو صرف گھر والوں کو معلوم ہوتا ہے مگر برے کام دور دراز تک پہنچ جاتے ہیں۔ آسمان کے جانے سے کہیں پناہ نہیں ملتی۔ اپنے لیے مقامِ رہائش پسند کرنے سے ہمسائگت کو دیکھ بھال لو۔ دولت ایک معشوق ہے بے وفا۔ عمر ایک حریف ہے گریز پا۔ نہ اُس کو قیام نہ اِس کو دوام۔ دنیا میں جھکنے کے سوا کہیں کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ جسم منہ کے ذریعے سے تباہ ہوجاتا ہے۔ جس کو عقل نہیں وہ پچھلی باتوں پر فکر کرتا ہے۔ آگ لگ جانے پر کنواں کھودنا بے فائدہ ہے۔ افراط سے پیا جائے تو آبِ حیات بھی زہر ہے۔ دکھ بھاگا رب بسرا۔ جب تک مچھلی نظر نہ آئے بگلا بھگت ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ دشمن تم پر قابو نہ پائیں تو ان کی دسترس سے بہت اونچے نکل جاؤ۔

دوستی دشمنی کی مژدہ ہے، اجل کے خواب کا
برہمن بننا غضب ہے گاؤ کے قصاب کا

شکر میٹھی ہوتی ہے خواہ اندھیرے میں ہو۔ جب میں بہو تھی تو ساس اچھی نہ ملی۔ جب ساس ہوئی تو بہو اچھی نہ ملی۔ اندھے آدمی کی جورو خدا کی حفاظت میں ہے۔ غریب کے بیل پر دُگنا بوجھ لادا جاتا ہے۔ زبردست کا ہاتھ چلتا ہے، غریب کی زبان۔ اس شخص کے گھر کو کیوں آگ لگاتے ہو جس کے یہاں دو عورتیں ہیں۔ کسی کو دفن کرتے دیکھ کر خیالات کو اس وقت تک

عبرت رہتی ہے جب تک کہ ہر شخص قبرستان سے گھر کو رخصت نہ ہو جائے۔

ایک بیٹی کو ماں کی نصیحت

اے میری بچی! میں تمھیں شادی کی حکمت عملیوں کی تعلیم دینا چاہتی ہوں۔ شادی ہو جانے کے بعد تمھیں اپنے رکھ رکھاؤ اور طور طریقوں کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی ہوگی۔ تمھیں ہر کام بہتر سے بہتر طریقے پر کرنا ہوگا۔ شوہر کے گھر کو اپنا گھر سمجھنا ہوگا۔ اس کے ماں باپ اور بھائی بہن کو اپنے ماں باپ اور بھائی بہن کا درجہ دینا ہوگا۔ شوہر کے گھر والوں کے دل کو محبت اور خدمت سے ہی تم جیت سکتی ہو۔ گھر کی کسی خدمت اور کام کو عار نہ جاننا۔ ہر کام میں صلہ وستائش سے بے نیاز ہو کر دیورانی، جٹھانی اور نند سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنا اور کبھی اس کو احسان کے طور پر مت جتلانا۔

میری پیاری بیٹی! اگر تمھارا شوہر باہر سے گھر آئے تو تمھیں میٹھی مسکراہٹ سے اسے سلام کرنا چاہیے۔ سلیقے کے ساتھ اس کے سامنے کھانا لا کر رکھنا چاہیے۔ ہر وقت اس کے کھانے پینے کی چیزوں کا خیال رکھو اور انھیں ہر وقت مہیا رکھو۔ شوہر کے مزاج اور جذبات کی پوری رعایت رکھو اور اس پر اپنی پوری وفاداری کا عکس ڈالو۔ تمھیں اس سے ہمیشہ شیریں کلامی سے پیش آنا چاہیے۔ دوسروں کے سامنے اس کی عزت کرنی چاہیے۔ مجلس میں اس کا اعزاز کرنا چاہیے۔ تمھیں ظاہر اور باطن میں اس کا مخلص ہونا چاہیے۔ تمھیں اس سے کسی حالت میں منافقت اور دوغلا پن نہیں برتنا چاہیے۔ تم پورے طور پر اس کے تصرف میں ہو، اس کے مال اور سامان کی حفاظت کرنی چاہیے۔ ناگزیر صورت میں گھر سے باہر جانا ہو تو اس سے اجازت لے کر پردہ کے ساتھ جاؤ۔ شوہر کی کوئی بات یا عمل ناگوار ہو تو اسے ایسے وقت بیان کرو جب وہ مسرور اور ہشاش بشاش ہو۔ کوئی تلخ بات ہو تو مذاق کے پیرایہ میں حرفِ مطلب زبان پر لاؤ تاکہ وہ برا محسوس نہ کرے۔

اے میری نورِ نظر! دیور اور جیٹھ سے بے تکلفی اور ہنسی مذاق کبھی مت کرنا۔ اگر کسی سواری میں سوار ہونے کا اتفاق ہو تو کسی دوسرے آدمی کے ساتھ مت بیٹھنا کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا اور تمھارا لباس اس سے چھو گیا تو تم نے قرآنی تعلیم کی خلاف ورزی کی۔ کسی مجمع میں عورتوں سے ملو

تو اپنی نگاہ اوپر نہیں رکھنی چاہیے یا آنکھوں کو ہر وقت چاروں طرف گردش نہیں دینی چاہیے۔ بس ایک نظر کافی ہے۔ بہت زیادہ ہنسنے اور بلند قہقہوں سے باز رہنا چاہیے۔ تمھیں زیادہ باتیں بگھارنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ تیز کلامی اچھی چیز نہیں ہے۔

اے میری لختِ جگر! ایک شادی شدہ عورت کو جب اس کا شوہر باہر گیا ہو تنہا باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ چھٹپٹے کے وقت گھر نہیں چھوڑنا چاہیے۔ سڑک پر کبھی نہیں کھڑا ہونا چاہیے۔ مکان کی چھت کے کنارہ سے باہر کا نظارہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بڑی معیوب باتیں ہیں۔

اے جانِ من! کام تمھارے لیے زندگی کا قانون ہے۔ تمھیں زردوزی، کروشیا، کاتنے اور بُننے کا کام آنا چاہیے۔ تمھیں اشیاء کی گرانی اور ارزانی کا اندازہ ہونا چاہیے۔ گھریلو کام کاج کے ساتھ نماز اور تلاوتِ قرآن سے کبھی غفلت نہیں برتنا چاہیے۔ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا بھی خاص خیال رکھو۔

اگر تم ایسی نہیں رہوگی تو تم سچی عورت نہیں کہلاؤ گی۔ اُمید کہ تم میری ان باتوں کو زندگی بھر کے لیے ذہن میں محفوظ کرلوگی۔ تمھارے لیے دنیا و آخرت کا راز انہی باتوں میں پوشیدہ ہے۔ (چراغِ راہ، ص: ۲۹۰)

رخصتی کے وقت بیٹی کو نصیحت

یمن میں حارث بن عمرو الکندی نام کا ایک بادشاہ تھا۔ اسے عوف کندی کی لڑکی کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں میں ممتاز ہے۔ بادشاہ نے نکاح کا پیغام دیا۔ لڑکی کے والدین نے قبول کرلیا۔ جب دلہن کو رخصتی کے وقت پالکی میں بٹھا کر خاوند کے گھر لے جانے کا مرحلہ آیا تو اس کی ماں امانت بنت حارث نے اسے چند نصیحتیں کیں۔ اس نے کہا:

اے بیٹی! اگر نصیحت کسی کی عقل و خرد یا اعلیٰ نسب کی وجہ سے چھوڑ دی جاتی تو میں ضرور اسے چھوڑ دیتی اور تجھ سے چھپاتی مگر یہ عقلمند کے لیے یاد دہانی کے طور پر اور بے سمجھ کے لیے بطور تنبیہ کی جاتی ہے، اس لیے میں تجھے نصیحت کر رہی ہوں۔

اے میری بیٹی! اگر عورت اپنے والدین کی دولتمندی اوران کی والہانہ محبت کی وجہ سے مستغنی ہوتی تو سب سے زیادہ میں اپنے خاوند سے لاپروا اور مستغنی ہوتی مگر ایسا نہیں ہے بلکہ جس طرح عورتوں کے لیے مرد پیدا کیے گئے ہیں بالکل اسی طرح عورتیں مَردوں کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ضرورت ہیں۔ اس ضرورت کا احساس ہی انھیں آپس میں مربوط رکھتا اور خلوص ومحبت کا پابند بناتا ہے۔

اے بیٹی! تو ایک مانوس ماحول اور وطن سے دور ایک ایسے ماحول کی طرف جارہی ہے جسے تو نہیں جانتی اور ایک ایسے ساتھی کے ہاتھ تجھے جانا ہے جس کے ساتھ تو مانوس نہیں ہے۔ جبکہ وہ تیرا مالک بن جائے گا لہٰذا تو اس کی وفاداری اور اطاعت گزاری میں باندی کی طرح بن جانا۔ اس طرح وہ محبت وجان نثاری میں تمھارے لیے غلام کی طرح ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں تو میری دس باتیں یاد رکھنا:

۱۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تو اپنے خاوند کے ساتھ قناعت اور سادگی سے زندگی گزارنا۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ اس کی بات غور سے سننا اور اس کی اطاعت کرنا کیونکہ قناعت میں دل کو راحت پہنچتی ہے اور اطاعت وفرمانبرداری میں مالک (خاوند) خوش ہوتا ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ تیرا خاوند تجھے صاف ستھری اور خوشبو کی حالت میں دیکھے ...... اے میری بیٹی! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ خوشبو کی عدم موجودگی میں پانی سب سے خوشبودار ہے۔ اس سے نہاؤ اور بناؤ سنگھار کر اور حسن پیدا کرنے کے لیے تیرے پاس سرمہ موجود ہے۔ اس سے زیادہ کوئی چیز اچھی نہیں۔

۵۔ پانچویں بات یہ ہے کہ اس کے کھانے کے وقت کا خیال رکھو۔

۶۔ چھٹی بات یہ ہے کہ سونے کے وقت اس کے آرام کا خیال رکھو کیونکہ بھوک کی شدت ناقابلِ برداشت ہوتی ہے اور نیند سے اچانک جاگنا غصّے کا سبب ہوتا ہے۔

۷۔ ساتویں بات اس کے مال کی نگہداشت اور اس کی عدم موجودگی میں اپنی آبرو کی حفاظت کرنا ہے۔

۸۔ آٹھویں نصیحت یہ ہے کہ اس کے رشتہ داروں اور خاندان کا لحاظ رکھنا ... کیونکہ مال کی

نگہداشت حسنِ ترتیب، آبرو کی حفاظت حسنِ عفت اور رشتہ داروں اور خاندان کی رعایت حسنِ انتظام اور فراخ دلی اور فراخ چشمی کی علامت ہے۔

۹۔ نویں یہ کہ اس کے رازوں کو ظاہر نہ کرنا۔

۱۰۔ اور دسویں یہ کہ اس کے حکم کی نافرمانی نہ کرنا.... کیونکہ اگر تو نے اس کے راز کو ظاہر کر دیا تو اس کی سزا سے بچ نہ سکے گی اور اگر نافرمانی کی تو اس کے غصے کو بھڑکا دے گی۔

اے بیٹی! جب وہ ناخوش ہو تو خوش ہونے سے اور جب وہ خوش ہو تو غم کا اظہار کرنے سے بچنا کیونکہ پہلی چیز کوتاہی کی علامت ہے اور دوسری سے کدورت کا اظہار ہوتا ہے۔

اور تجھے اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ یہ تمام چیزیں تو اپنے خاوند سے اس وقت تک حاصل نہ کر سکے گی جب تک کہ تو ان تمام معاملات میں جنھیں تو ناپسند کرتی ہے اپنے خاوند کی خواہش اور رضا کو اپنی مرضی اور خواہش پر ترجیح نہ دے۔ اللہ تعالیٰ تیرے لیے بہتری کرے اور تجھے اپنی رحمت سے نوازے .... چنانچہ وہ اپنے خاوند کے ہاں پہنچی اور والدہ کی نصیحتوں کے مطابق عمل کیا تو خاوند کا اعتماد حاصل کر لیا اور بڑی عزت پائی۔

ایک شفیق باپ کی نصیحت

اے میرے بیٹے! رزق کی دو قسمیں ہیں؛ ایک تو وہ ہے جس کی تلاش میں تو سرگرداں رہتا ہے اور اس کی دوسری قسم وہ ہے جو تیری تلاش میں رہتی ہے۔ اگر تو اس کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دے تو یہ خود بخود تجھے تلاش کر لے گا۔

اس دنیا کے مال و منال میں اپنا حصہ اتنا ہی سمجھ جس سے تیری عقبیٰ سنور جائے۔ اگر تجھے اس چیز کا غم ہے جو تیرے پاس سے جاتی رہی تو اس چیز کا بھی غم کر جو تجھے نہیں مل سکتی۔ (ظاہر ہے جس طرح یہ غم بیکار ہے اسی طرح وہ غم بھی بے فائدہ ہے۔)

آنے والے زمانے کو گزرے ہوئے زمانے سے بہتر سمجھو۔

اپنے آپ کو ان لوگوں کے گروہ میں شامل نہ کر جو نصیحت سے فائدہ نہیں اُٹھاتے بلکہ ملامت سے راہِ راست پر آتے ہیں۔ مردِ فہیم کے لیے معمولی نصیحت ہی کافی ہوتی ہے مگر جانور

ڈنڈے سے سیدھے ہوتے ہیں۔

ناجائز خواہشات اور شبہات و وساوس پر قابو پانے کا طریقہ یہ ہے کہ صبر و یقین کی چٹان پر مضبوطی سے قدم جمالے۔

میانہ روی کو چھوڑنے والا غلط راستے پر پڑ جاتا ہے۔

حقیقی دوست کو قرابت دار کی جگہ پر سمجھ۔ مخلص دوست وہ ہے جو تیری عدم موجودگی میں بھی خواہی کرے۔

خواہشاتِ نفسانی اور بدقسمتی ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔

بہت سے عزیز اور دوست ایسے ہیں کہ غیروں سے بھی بدتر ہیں اور بہت سے غیر ایسے ہیں کہ عزیزوں اور دوستوں سے کہیں بہتر ہیں۔ بے وطن اسے کہتے ہیں جو سچے دوست سے محروم ہو۔

حق کے راستے سے روگردانی کرنے والے پر راہ تنگ ہو جاتی ہے۔

حیثیت کے مطابق زندگی گزارنے والے کی آبرو برقرار رہتی ہے۔

محکم ترین رشتہ وہ ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان ہے۔

جس وقت اُمید میں موت نظر آنے لگے تو نا اُمیدی ہی زندگی بخش بن جاتی ہے۔

ضروری نہیں کہ ہر عیب ظاہر ہو جائے۔

برائی کو اپنے آپ سے دور رکھ کیونکہ یہ تیری خواہش پر بڑی جلدی واپس آ جائے گی۔

جو شخص دنیا پر اعتماد کرتا ہے یہ اس کو دغا دیتی ہے۔

ضروری نہیں کہ ہر تیر نشانہ پر لگے۔

حاکم وقت کے بدلنے کے ساتھ زمانہ میں بھی تبدیلی آ جاتی ہے۔

آغازِ سفر سے پہلے رفقائے سفر کو پرکھ لے اور قیام کرنے سے پہلے ہمسایوں کی پڑتال کر لے۔

یاد رکھ! تیری گفتگو سے کسی کی تضحیک کا پہلو نہ نکلتا ہو خواہ کسی اور کے الفاظ کا اعادہ ہی کیوں نہ ہو۔

عورتوں کے لیے بے پردہ رہنے سے بھی زیادہ یہ بات خطرات کا موجب ہے کہ ان میں بدقماش لوگوں کی آمد و رفت ہو۔ سوائے کسی خاص ضرورت کے انھیں غیروں سے رسم و راہ رکھنے نہ دے۔ عورتوں کو امر سے روک کہ وہ تیرے پاس دوسروں کی سفارش لے کر آئیں۔ ان سے خواہ مخواہ رفاقت کا اظہار نہ کر۔ اس طرح نیک نفس عورت کے بھی بدی کی طرف مائل ہونے کا احتمال ہے۔

اپنے ہر خادم کے سپرد کوئی نہ کوئی فرض ضرور کر دے تاکہ وہ تیرے کاموں کو ایک دوسرے پر ڈال کر خراب نہ کریں۔

میں تیرا دین اور تیری دنیا اللہ تعالٰی کے حوالہ کرتا ہوں اور اللہ تعالٰی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے دینی اور دنیوی فلاح عطا کرے۔ آمین۔

(ایک صالح اور شفیق باپ کی نصیحت سے ماخوذ۔ بحوالہ چراغ راہ، ص:۳۶۴)

السید عمر تلمسانی مرحوم، سابق مرشد عام الاخوان المسلمون

نوجوانوں کو نصیحت

میں نوجوان لڑکے لڑکیوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں اور یہ میری پوری زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہے۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں جب بھی شادی کرنا چاہیں اس کی بنیاد اس نام نہاد محبت کو نہ بنائیں جو شادی سے قبل (مغرب کی اندھی تقلید میں) جڑ پکڑتی ہے۔ عشق کی شادیاں دیرپا اور کامیاب ثابت نہیں ہوتیں۔ جذباتی کیفیت جسے محبت اور عشق کا نام دیا جاتا ہے وہ ایک انگارہ ہوتا ہے جو دو تین سال میں بجھ جاتا ہے۔ محبت دم توڑ دیتی ہے اور یہ نفرت میں یا کم از کم بے اعتنائی میں بدل جاتی ہے، خصوصاً جب اولاد پیدا ہو جاتی ہے تو یہ جذبات سرد پڑ جاتے ہیں۔

شادی کے بارے میں میری نصیحت یہ ہے کہ پہلے نمبر پر والدین کی رضا ضروری ہے اور دوسرے نمبر پر میاں بیوی کی موافقت۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو شادی کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ شادی کا تعلق میاں بیوی کے درمیان محض وقتی اور جنسی دوستی کی بنیاد پر قائم نہیں رہ سکتا۔ اس کی بنیاد خلوص، تعلق اور باوفا دوستی پر ہونی چاہیے۔ ہر ایک دوسرے کے لیے اخلاص و وفا کے جذبات

رکھے گا تو گھر جنت کا نظیر ہوگا اور شادی دائمی اور با سعادت ثابت ہوگی۔

بربادی ہو ایسے میاں بیوی کی جو شادی کے بعد اپنے ساتھی کے علاوہ کسی اور پر رکھنے لگیں یا اس کے لیے اپنے دل میں محبت کے جذبات پالنا شروع کردیں۔

میں نوجوان لڑکے لڑکیوں سے کہتا ہوں کہ والدین کے انتخاب پر راضی ہو یا پھر اپنے انتخاب پر والدین کو راضی کرنے کی کوشش کرو۔ والدین کی ناراضی کا مطلب ہے نہایت دردناک نتائج، ناقابلِ بیان مصائب اور ان کی رضامندی (اور یہ ناراضی اور رضامندی دونوں دائرۂ شریعت میں ہوں) کا نتیجہ ہوتا ہے حد درجہ کی خوش نصیبی اور سکون۔

ایک سندھی شاعر کی حکیمانہ باتیں

شاہ عبد اللطیف بھٹائی (۱۶۸۹-۱۷۵۲ء) شہنشاہ اورنگ زیب کے عہدِ حکومت میں حیدرآباد سندھ کے قریب ہالا حویلی کے مقام پر پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے نیک طبیعت اور خوش مزاج تھے۔ دنیا سے زیادہ دین کی طرف رجحان تھا۔ وہ اپنے وقت کا زیادہ حصہ نیک لوگوں کی صحبت میں گزارتے اور فرصت کا وقت غور وفکر اور عبادت میں بسر کرتے۔ ان کی طبیعت میں اتنا رحم تھا کہ انسان تو انسان جانوروں کو بھی تکلیف میں دیکھتے تو تڑپ اُٹھتے اور اس کا دُکھ دور کرنے کی کوشش کرتے۔

شاہ عبد اللطیفؒ سندھی زبان کے بہت بڑے اور بے حد مقبول شاعر بھی تھے۔ انھوں نے سندھی شاعری کو اتنی ترقی دی کہ ان کو سندھی شاعری کا بانی کہا جاتا ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے بیشتر حصے میں انسانیت اور محبت کا پیغام دیا ہے اور رنگ ونسل کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان فرق کرنے کی مذمت کی ہے۔ نیچے ان کے بعض شعروں کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے جن کو پڑھ کر معلوم ہوگا کہ اس بزرگ شاعر کا کلام کتنا باعظمت اور بلند ہے۔

۱۔ جو لوگ کھانے، پینے اور پہننے پر مرتے ہیں اللہ ان سے اور دور ہوجاتا ہے۔

۲۔ جو لوگ لقموں کے دیوانے ہیں وہ ولی نہیں بلکہ دھوکے باز ہیں۔

۳۔ نفس کے اونٹ کو باندھ کر رکھو تاکہ آوارہ نہ ہوجائے۔

۴۔ اگر تم ساز و سامان کھو چکے ہو تو کوئی بات نہیں۔ اُمید کا دامن مت چھوڑو اور اللہ پر یقین رکھو۔

۵۔ تذبذب، شک اور نیم دلی ناکامی کا باعث ہیں۔ یہ منزل پر پردہ ڈال دیتے ہیں اور کامیابی قریب ہو تو بھی انسان کو ناکام بنا دیتے ہیں۔

۶۔ ناقص تیاری انسان کو کبھی منزل تک نہیں پہنچنے دیتی۔ صرف اپنے آپ پر قدرت پانا ہی کافی نہیں، کامیابی کے لیے ماحول پر قدرت حاصل کرنا بھی لازمی ہے۔

۷۔ حقیقی طالب کبھی جیتے جی ہمت نہیں ہارتا۔ وہ تو منزل تلاش کرتے کرتے جان دیدیتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت اپنے بیٹے حماد کو

ان پانچ حدیثوں پر عمل کرتے رہنا، جن کو میں نے پانچ لاکھ حدیثوں سے جمع کیا ہے (یعنی انتخاب کیا ہے) وہ پانچ حدیثیں یہ ہیں:

(الف) سب اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور انسان کیلئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، (یعنی ثواب وعذاب نیتوں ہی سے متعلق ہے، عمل خالص اللہ کے لیے ہوگا تو ثواب ملے گا اور عمل ریاکاری کے طور پر ہوگا تو باعثِ عذاب ہوگا۔)

(ب) انسان کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ جو چیز (دنیا وآخرت میں) اس کیلئے فائدہ مند نہ ہو اس کو چھوڑ دے۔

(ج) تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

(د) بلاشبہ حلال (بھی) ظاہر ہے اور حرام (بھی) ظاہر ہے، اور دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں، جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، سو جو شخص شبہات سے بچا، اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کرلیا، اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا (یعنی شبہ کی چیزوں کو چھوڑنے کے بجائے ان کو اپنے ساتھ عمل میں لے آیا) وہ حرام میں پڑ گیا، جیسا کہ چرواہا اپنا ریوڑ (کسی کھیت میں) باڑ کے قریب چرائے تو عنقریب ایسا ہوگا کہ کھیت میں (بھی) اس کا ریوڑ چرنے لگے گا، (پھر فرمایا کہ) خبردار! بلاشبہ ہر بادشاہ نے (اپنے قانون وضع کرکے) باڑ لگادی ہے (اور اپنی رعایا کے لیے حد بندی کردی ہے) سنو! بیشک اللہ تعالیٰ کی حد بندی وہ چیزیں ہیں جن کو اس نے حرام قرار دیا ہے (پھر فرمایا کہ) خبردار! انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا تو سارا جسم درست ہوجائے گا اور وہ ٹکڑا اگر بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جائے گا، خبردار! وہ ٹکڑا دل ہے۔

(ہ) کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سالم ومحفوظ رہیں (یعنی کسی بھی مسلمان کو کسی بھی طرح کی کوئی تکلیف اس سے نہ پہنچے۔)

وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلو پیڈیا (جلد دوم، صفحہ: ۱۱۲)

Wasaya Encyclopedia

Volume Two

Maulana Mufti Mohd. Sameen Ashraf Qasmi

Publisher
Maulana Hafiz Mohd. Razeen Ashraf Nadwi
Flat No. 8, Silver Arc Apt., Bhagyodev Nagar,
Kondhwa, Pune - 411 048, 09370187569

وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا

جلد سوم

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

امام وخطیب مصلّٰی حبتور بلڈنگ، دبئی، عرب امارات

مؤلف کا مختصر تعارف

نام: ثمین محمد ابراہیم

قلمی نام: محمد ثمین اشرف قاسمی

کنیت: ابوصہیب

ولدیت: حاجی محمد ابراہیم نقشبندیؒ (۱۹۱۰ء - ۱۹۹۳ء)

جد امجد (دادا): حاجی جان علیؒ (بلہا جنک پور روڈ، پپری، سیتامڑھی، بہار)

جد امجد (نانا): حضرت مولانا عبدالغفار صاحبؒ (پرسونی، دربھنگہ، بہار)

پیدائش: ۱۹۵۹ء، بمقام مادھوپور، سلطانپور، سیتامڑھی، بہار

تعلیم: عالم فاضل و مفتی از دارالعلوم دیوبند

تربیت وتزکیہ: والد علیہ الرحمۃ۔ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ۔ حاجی منظور احمد صاحبؒ، مصرولیا۔ مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ

بیعت وارشاد: حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، خلف مجاز حکیم الامتؒ

خلافت واجازت: حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

موجودہ ذمہ داریاں: امامت وخطابت مصلّٰی جبتور، بردبئ
مفسر مجلس تفسیر قرآن، مصلّٰی جبتور، بردبئ
مدرس درس حدیث، مسجد الغریر، بہ اذن وزارت الاوقاف
معاون خصوصی، ادارۂ دعوۃ الحق، مادھوپور سلطانپور، بہار
ٹرسٹی، مسجد جان علی، جان علی اسٹیٹ، مادھوپور، سلطانپور

تالیفات: * احکام ومسائل (دس ایڈیشن) * علامات ایمان (چار ایڈیشن) * حق جل مجدہ کی باتیں (احادیث قدسیہ) * وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (چار جلدیں) * مسلمانوں پر بلائیں کیوں آتی ہیں؟ * تعوذ کی حکمتیں * خواص اُمت سے چند صاف صاف باتیں * کیمیائے درویشاں * لاحول ولا قوۃ الا باللہ * علامات سعادت

زیر طبع تالیفات: * تجلیات قدسیہ (دو جلدیں) * نفحات قدسیہ (دو جلدیں) * مجموعہ وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (پانچویں جلد) * یأتی علی الناس زمان (علامات قیامت)

اسفار: پاکستان، سلطنت عمان، سعودی عربیہ، عرب امارات

کتاب اکابرِ اُمت کی نظر میں

.... یہ اہم خدمت جو محترم مصنف مولانا مفتی محمد ثمین اشرف (فاضل دار العلوم دیوبند) نے 'وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا' تصنیف فرما کر انجام دی ہے، اس کی فکری ندرت کا محوری نقطہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کی جملہ جہات پر مشتمل دین فطرت 'اسلام' جن مکمل و وقیع احکام وہدایات پر مشتمل ہے، نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر، اپنے اس آخری اور جامع ترین وصیت آمیز خطبے میں تیئس سال میں مکمل ہونے والی وسیع الذیل اسلامی تعلیمات کی مکمل ترین تلخیص فرمادی۔

(حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، مہتمم دار العلوم وقف دیوبند)

..... ہمارے محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی محمد ثمین اشرف زید مجدہ کے پُرسوز قلب نے اس جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے وصایا کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں یکجا کردیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان ثابت ہوگی۔

(محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی)

..... محب مکرم مولانا ثمین اشرف صاحب زید مجدہ نے نہایت نادر و بصیرت افروز نصیحتیں جمع فرمادی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس حضرات کی نصائح سے بڑھ کر اُمت کے لیے کس کی نصیحتیں مفید ہوسکتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

(حضرت مولانا محمد قمر الزماں الہ آبادی)

..... مفتی محمد ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر وتقریر وتفسیر کیلئے منتخب فرمالیا ہے۔

(حضرت مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا)

..... یہ کتاب صادقین کی صحبت کا بدل ہے۔ (مولانا محمد ابراہیم قاسمی)

..... کتاب بہت پسند آئی۔ (مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم)

..... یہ تالیف اپنے موضوع پر جامع اور مکمل ہے۔ (مفتی عزیز الرحمن فتح پوری)

..... قدیم اور جدید اہل علم کا ایک بیش بہا خزانہ۔ (مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی)

..... یہ کتاب علمی کام میں برکت کی دلیل ہے۔ (مولانا محمد رحمت اللہ میر قاسمی)

وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا

جلد سوم

مؤلف

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

امام وخطیب مصلّٰی حبتور بلڈنگ، دبئی، عرب امارات

باہتمام

حافظ محمد رزین اشرف ندوی، پونے

نام کتاب : وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (جلد سوم)

مؤلف : مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

ناشر : حافظ محمد رزین اشرف ندوی

سنِ اشاعت اوّل : ۲۰۰۴ء (ایک جلد میں بعنوان مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء)

سنِ اشاعت دوم : ۲۰۱۲ء (چار جلدوں میں)

صفحات : ۳۲۸ (جلد سوم)

تعدادِ اشاعت : ۱۱۰۰

کمپیوٹر کمپوزنگ و سرورق : مدنی گرافکس، ۳۰۵-سوموار پیٹھ، پونے-۱۱

طباعت : اسٹیپ اِن سرویسز، قصبہ پیٹھ، پونہ

❖❖❖ ملنے کے پتے ❖❖❖

- محمد صہیب اشرف بن مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
  حبتور بلڈنگ، بر دبئ
  موبائل: 0097143550426 / 0097150715743 1
- مولانا محمد امین اشرف قاسمی، ادارۂ دعوۃ الحق
  مادھو پور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، ضلع سیتامڑھی، بہار
  موبائل: 09934453995
- حافظ محمد رزین اشرف ندوی، صدر مدرّس دار العلوم نظامیہ صوفیہ
  گھر کا پتہ: فلیٹ نمبر ۷، چوتھا منزلہ، سلور آرک اپارٹمنٹ،
  گلی نمبر ۳۱، بھاگیہ دیونگر، کونڈوا، پونہ-۴۱۱۰۴۸
  موبائل: 09370187569

حدیثِ وصیت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَا حَقُّ اِمْرَأٍ مُّسْلِمٍ لَہٗ شَیْءٌ یُرِیْدُ اَنْ یُّوْصٰی فِیْہِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَ وَصِیَّتُہٗ مَکْتُوْبَۃٌ عِنْدَہٗ

کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو پھر بھی وہ دوراتیں اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ
مَنْ مَاتَ عَلٰی وَصِیَّۃٍ مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَ سُنَّۃٍ وَ مَاتَ عَلٰی تُقًی وَ شَھَادَۃٍ وَ مَاتَ مَغْفُوْرًا لَہٗ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا
جو شخص وصیت کر کے مَرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مَرا اور تقویٰ اور شہادت پر اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مَرا۔ (ابنِ ماجہ)

عرضِ ناشر

برائے اشاعتِ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الکریم ، اما بعد

۲۰۰۴ء میں ۱۷۳۰ انبیاء واولیاء کی نصائح ووصایا پانچ سو چار صفحات کی ضخیم جلد میں شائع ہوئے تھے۔اس سے سیر ہونے کی بجائے مؤلفِ کتاب تلاش وجستجو اور مطالعے میں منہمک رہے اور ان کا گوہر بار قلم حرکت میں رہا۔نتیجتاً اسلامی تاریخ کی تقریباً چھ سو (۶۰۰) عظیم وعبقری شخصیات اوران کی ہزاروں ہزار قیمتی نصیحتیں اور وصیتیں جمع ہوگئیں۔

کتاب فی الوقت چار ضخیم جلدوں میں پورے اہتمام سے شائع ہورہی ہے جس کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔پہلی جلد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خطبۂ حجۃ الوداع سے شروع ہوکر محمد بن اسلمؒ المشہور بالسواد الاعظم کی وصایا پر ختم ہوئی ہے۔دوسری جلد سیّدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وصیت سے شروع ہوکر 'سندھی شاعر کی حکیمانہ باتیں' پر ختم ہوئی ہے۔تیسری جلد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے شروع ہوکر پروفیسر رشید کوثر فاروقیؒ کی وصایا پر ختم ہوئی ہے۔چوتھی جلد قطبِ زمانہ حضرت مولانا شاہ بشارت کریمؒ خلیفہ حضرت مولانا غلام حسین کانپوریؒ کی وصایا سے شروع ہوکر امتِ رحمت کیلئے لائحۂ عمل از مؤلف پر ختم ہوئی ہے۔الحمد للہ چاروں جلدوں کے مجموعی صفحات کی تعداد ۱۳۰۰ ہے۔وصایا پر مؤلف محترم کی کاوشیں جاری ہیں۔ 'وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی پانچویں جلد انشاء اللہ بہت جلد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگی۔

کتابِ ہٰذا کو دیکھ کر بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی دور کی بلکہ معلوم انسانی تاریخ کی وہ تمام عظیم عبقری شخصیات، چاہے وہ انبیاء ورسل ہوں یا ان کے اصحاب و اخلاف، صحابہ کرامؓ ہوں یا تابعین و تبعِ تابعین، مجددین ہوں یا محدثین، حضرات فقہائے کرام ہوں یا سلسلوں کے بانیین، ائمۂ مجتہدین ہوں یا علمائے ربانیین غرض پوری تاریخِ انسانیت کے مفید ومخلص شخصیات کے پند ونصائح اور قیمتی فرمودات کا ایسا خزانہ جمع ہوگیا ہے جس کے مطالعے سے صالح کردار کی تشکیل،

مثبت سوچ، اسلاف سے محبت، دینی، دعوتی، اصلاحی اور ملّی شعور کی بیداری میں مہمیز ثابت ہوگی۔

مؤلف محترم نے اپنے تبحرِ علمی، وسعتِ مطالعہ اور دِقتِ نظری سے کتاب کو ایسا دل نشین اسلوب بخشا ہے کہ قاری کتاب میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے اور کتاب اس کی کتابِ زندگی بنتی چلی جاتی ہے۔

* کتاب پر مقدمہ خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ، جانشینِ حکیم الاسلامؒ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم دار العلوم (وقف) دیوبند اور ہند و بیرونِ ہند کی نامی گرامی شخصیات نے کتاب سے متعلق اپنے گہرے احساسات و تاثرات مرقوم فرمائے ہیں جس سے کتاب کی اہمیت و افادیت اُجاگر ہوتی ہے۔

* کتاب کا آغاز خطبۂ حجۃ الوداع سے ہوا ہے۔ تقریباً چھ سو (۶۰۰) انبیاء وصدیقین و شہداء اور صالحین کی وصایا جمع ہوگئی ہیں۔ قاری کی سہولت کے لیے سب سے پہلے امام الانبیاء ﷺ کی وصیتیں پھر حضرات انبیاء کرامؑ، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، اُمہات المومنینؓ، تابعینؒ، تبع تابعین پھر اولیاء و مصلحینِ اُمت کی وصایا نقل کی گئی ہیں۔

* کتاب میں مذکور تمام آیاتِ قرآنی اور احادیثِ طیبہ اور عربی اشعار پر اعراب لگا دیا گیا ہے تاکہ قارئین اغلاط سے بچیں اور یاد کرنے والوں کو سہولت حاصل رہے۔

* قرآنی آیات کے ترجمہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی مشہورِ زمانہ تفسیر 'معارف القرآن' سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔

* کتاب کو معنوی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ بہتر طباعت، پختہ جلد، حسین سرورق سے مزین کرنے کی مولانا سیّد آصف نثار نظامی نے بھرپور کوشش کی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک چار جلدوں پر مشتمل اس کتاب کو مفیدِ خلائق بنائے اور مؤلف و ناشر اور جملہ معاونین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

۲۸/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ م ۲۵/نومبر ۲۰۱۱ء

(مولانا) حافظ محمد رزین اشرف ندوی
دار العلوم نظامیہ صوفیہ، کونڈوا، پونے

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم المرسلین - امابعد

اللہ عزوجل کا ازحد انعام واحسان ہے کہ اس وقت 'وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی مکمل چار جلدیں قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ کام تو حق جل مجدہ کے فضل سے ہوتا ہے نہ کہ اپنے کسی کمال وحسن کلام سے۔ انسانی جدوجہد کی ابتدا بھی مشیتِ ایزدی کے تابع ہے۔ خالق جب اپنی خاموش قدرت کا ظہور چاہتا ہے تو نادان کو دانا وبینا اور اخرس وگونگے کو گویا وناطق بنا دیتا ہے اور جب کسی سے کام لینا چاہتا ہے تو ہاتھ میں قلم پکڑا دیتا ہے۔ لہٰذا حمد، اللہ کی، جو کام کی توفیق دے کر میدان میں لاتا ہے اور کام کرنے کی سعادت بخشتا ہے۔

شروع میں اندازہ ہی نہیں تھا کہ وصایا کی مزید جلدیں آسکیں گی اور پھر زیورِ طبع سے بھی آراستہ ہوں گی۔ وصایا طبعِ اول میں بہت سے مجددین ومصلحین، ابرار واخیارِ اُمت اور اکابر علمائے دیوبند کے تذکرے نا کے برابر تھے۔ دل میں شدید ترین حسرت وندامت تھی کہ جن اولیاء وصلحاء، اتقیاء واصفیاء، ابرار واخیار کی نگاہِ زکیہ وفطرتِ سلیمہ اور ذوق ووجدانِ ملہمہ اور نورِ نبویہ، رشد وہدایت کے امام کی نگاہِ تربیت میں رہ کر حق وباطل کی تمیز، صحیح وغلط کی شد بد، ظلمتِ معاصی سے نورِ ہدایت کی شاہ راہ کا وجدان نصیب ہوا انہی اولیاء کا تذکرہ نہ ہو۔ مگر مجبوری یہ تھی کہ جہاں حقیر مقیم ہے وہاں ان مجاہدینِ ناموسِ رسالت کی سوانح وتذکرہ دستیاب نہ تھے۔ نہ ہی یہ سہولت حصول ممکن تھا۔ تاہم حق جل مجدہ کا فضلِ بے علت ہوا اور جیسے جیسے کتابیں ملیں اپنے مقصد کی نصائح ووصایا نقل کرتا گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کی وصایا کا ایک وافر حصہ جمع کرادیا۔ پھر شیخِ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں دامت برکاتہم کی کتاب ''اقوالِ سلف'' نے تو خوب ہی مدد کی۔ اقوالِ سلف آنے والی نسل کے لیے انشاء اللہ انسائیکلوپیڈیا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت ڈال دے اور ان کے سینۂ بے کینہ کے فیض سے اس سیہ کار کو فیض یاب کردے، آمین۔

الغرض اس طرح یہ وصایا اب اتنی جمع ہوگئیں کہ چار جلدوں میں آپ کے سامنے ہے۔
حق تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے شرفِ قبولیت سے نوازے اور نافع خلائق بنائے، آمین۔

جب کتاب طبع کے مراحل میں آنے والی تھی تو طبعِ اوّل پر نظرِ ثانی کا موقع ملا۔ کوشش کی گئی کہ کہیں کوئی غلطی نہ رہے اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں ہلکی سی تبدیلی بھی کردی گئی ہے۔

نیز پوری کتاب میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ لفظ خدا کی جگہ اللہ کا نام ہی آئے۔ بزرگوں کے یہاں فارسی زبان کی ممارست سے لفظ خدا، اللہ کی جگہ خوب استعمال ہوا ہے۔ (اس پر کلام بے سود ہے۔) 'اللہ' اسم ذاتِ باری تعالیٰ ہے جس کی تحقیق آپ اسی کتاب میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی خلیفہ حکیم الامت کی تحریر میں پڑھیں گے۔ ہر اہلِ زبان نے اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ اللہ اللہ ہے اور اس کا ترجمہ کسی بھی زبان میں کیجیے مگر وہ ذکر نہیں شمار ہوگا۔ ذاکر تو 'اللہ اللہ' ہی کہہ کر اللہ تک پہنچتا ہے۔ اس لیے کتاب میں جہاں کہیں بھی خدا کا لفظ بزرگوں کے کلام میں آیا ہے اس کو 'اللہ' سے بدل دیا گیا ہے سوائے چند محاوروں اور اشعار کے، جہاں محض سلاست وروانی کے لیے رکھا جانا ناگزیر تھا۔

آخر میں تمام محسنین کا شکر گزار ہوں جنھوں نے کتابیں فراہم کیں یا کتابوں کا عظیم تحفہ عطا کیا۔ دل تمامی حضرات کے لیے دعاگو ہے کہ حق تعالیٰ ان حضرات کو دارین کی جملہ سعادتوں سے مالا مال فرمائے، آمین۔

بڑی ناقدری ہوگی اگر عزیزی مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی کا تذکرہ نہ کروں جن کی کوششوں سے کتابت وطباعت سے یہ کتاب آراستہ وپیراستہ ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیزی مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس راہ میں میرے معین ونصیر ہیں۔

العبد **محمد ثمین اشرف قاسمی**
خطیب وامام مسجد الحبتور بلڈنگ،
ص۔ب۔: ۲۸۴۹۹، الامارات

بروز اتوار، ۲۵ر شوال ۱۴۳۲ھ
حال وارد مکان مولانا رزین اشرف ندوی
سلور آرک، کونڈوا، پونے

فہرست

قدیم و جدید اہلِ علم کا ایک بیش بہا خزانہ

حضرت مولانا محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ

سابق صدر مفتی دار العلوم دیو بند

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

ابھی میرے سامنے ایک کتاب کا مسودہ رکھا گیا جسے مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی نے مرتب کیا ہے۔ اس میں انبیاء کرام، اولیاء عظام اور علماء کرام کے ان نصائح اور وصایا کو جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے جو انھوں نے اپنی زندگی میں مسلمانوں، اپنے عزیزوں اور تلامذہ کے لیے مرتب کیا تھا یا زبان سے فرمایا۔ اس طرح یہ مجموعہ قدیم و جدید اہل علم کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جو امت کے لیے بے حد مفید ہے اور جس کی خواندگی سے نوجوان مسلمانوں کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔ مولانا لائق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے ہزاروں صفحات کا مطالعہ کر کے جمع کیا۔ اُمید ہے کہ کتابی شکل میں چھپ کر یہ امت کی رہبری کا فریضہ ادا کرے گا اور امت کے افراد زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا سلّمہٗ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور ان کے لیے زادِ آخرت بنائے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

محمد ظفیر الدین مفتاحی
مفتی دار العلوم دیو بند

۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

کتاب بہت پسند آئی

حضرت مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم

بقیۃ السلف اُستاذِ حدیث صدر مدرّس مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، یوپی

حامداً و مصلّیا و مسلّما و بعد ....

'مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاءؑ جو مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی زید فیضہ کی جدید ترین تالیف ہے۔ اس کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ کتاب کے مؤلف ہمارے مشائخ و اکابر کے فیض یافتہ ہیں۔ نیز کتاب کے ماٰخذ مستند کتب حدیث و سیر ہیں۔

بندہ نے اس کو ایک دو جگہ سے سنا، بہت پسند آئی۔ حق تعالیٰ شانہ اس کو نافعِ خلائق فرمائے اور مؤلف زید مجدہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بندہ نے یہ چند سطریں مؤلف موصوف کے اصرار پر اس غرض سے لکھ دی ہیں کہ اس کارِ خیر میں بندہ کی بھی ایک لحاظ سے شرکت ہوجائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہ لوگوں کو اس سے زائد سے زائد منتفع ہونے کی توفیق بخشے، آمین۔

(مولانا) محمد عاقل عفی عنہ

سہارنپور

مرتب و ناشر کو اجرِ جزیل عطا ہو

مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری (مفتی اعظم مہاراشٹر)

اسلامی علوم اور اسلامیات پر ہر عہد میں بہت کچھ لکھا گیا لیکن ہر نئے آنے والے دَور میں مزید کی ضرورت محسوس کی گئی۔ عرف کی تبدیلی، مزاجوں کا تفاوت اور انشاء کے الگ الگ اسالیب بھی متقاضی رہے کہ جو لکھا جا چکا ہے از سر نو اسے مدوّن کیا جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جنھیں توفیق اور ہمت دی ہے وہ مسلسل اس دینی خدمت میں مصروف ہیں اور مختلف موضوعات اور عناوین کے تحت اسلامی تعلیمات کو یکجا کر کے ان کی نشر و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

عزیزم مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ باصلاحیت، داعیانہ مزاج رکھنے والے عالمِ دین ہونے کے ساتھ عملِ پیہم کا پیکر بھی ہیں اور بقدرِ حوصلہ اور توفیقِ ایزدی مختلف موضوعات پر کام کرنے کا ان میں جذبہ بھی ہے۔ موصوف کی اب تک کئی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں جو مفید بھی ہیں اور صحیح اسلامی تعلیمات کا آئینہ بھی۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

پیش نظر مسودہ انبیاء اور اولیاء کی وصایات پر مشتمل انتہائی قابلِ قدر اور مفید معلومات کا حامل ہے۔ مرتب سلّمہٗ نے حضور نبی کریم ﷺ، انبیاء کرامؑ، حضرات صحابہؓ اور ان کے بعد کے ہر عہد کے علماء اور صلحاء کی وصایا کو یکجا کر دیا ہے۔ ان کی یہ تالیف اپنے موضوع پر جامع اور مکمل بھی ہے اور مفید و معلوماتی بھی۔ اللہ پاک ان کی اس خدمت کو شرفِ قبولیت اور مقبولیت سے نوازے اور عوام و خواص ہر ایک کے لیے نافع اور سودمند بنائے۔ اس کی اشاعت ان کے برادر خرد مولانا رزین اشرف سلّمہٗ کے زیرِ اہتمام ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب اور ناشر دونوں کو اجرِ جزیل عطا فرمائے، آمین۔

مفتی عزیز الرحمٰن
ممبئی

مورخہ: ۶/ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ

ثمین اشرف اپنے باپ کا سچا جانشین

حضرت مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا

بسم الله الرحمن الرحیم۔ الحمد لله ربّ العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسوله الکریم

الحمدللہ! عزیزی مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو میں قریب سے جانتا ہوں۔ ان کے پدر بزرگوار جناب حاجی ابراہیم صاحبؒ بڑے متقی اور بزرگ صفت انسان تھے۔ ان سے میرے تعلقات بڑے گہرے تھے۔ وہ ولایت کے ایک درجے پر فائز تھے۔ انھوں نے ایک لمبی عمر پائی۔ حضرت اقدس مولانا بشارت کریمؒ اور بعدہٗ حضرت شاہ نوراللہ عرف حضرت پنڈت جیؒ کی لمبی صحبت پائی۔ یہ حضرت مولانا حکیم احمد حسنؒ منوروہ کے مجاز و خلیفہ تھے جو صاحبِ علومِ دین تھے۔ حضرت کی بابرکت شخصیت نے حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے سلسلہ کو ترقی دے کر حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب جیسی عظیم شخصیت پیدا کی۔

مرشد حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب نے مجھ عاجز سے فرمایا تھا کہ اگر حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ تم کو بلاویں تو ضرور جانا۔ اور کہیں نہیں جانا۔ حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ پر شروع ہی سے فیضانِ باری کا سلسلہ تھا جس کا اندازہ درج ذیل واقعے سے ہوتا ہے۔

جب وہ طالب علم تھے اُس وقت کے واقعات میں ایک واقعہ سیتامڑھی کا ایک روز مجھ سے بیان فرمایا۔ ’جب اسکول میں پڑھتا تھا تو امتحان کے موقع پر خواب میں سوالات مجھے بتا دیے جاتے۔ جب سیتامڑھی سے مظفرپور میں تعلیمی سلسلہ منتقل ہوا تو طعام و قیام کا انتظام ایک دینی اور متشرع گھرانے میں کیا گیا۔ یہاں میری حالت بہت خراب ہوگئی۔ رات میں آفتاب نظر آتا۔ تجلی اور فیض و برکات کی بارش اس طرح ہوتی کہ میں بے ہوش ہوجاتا۔ ایک روز بازار کی طرف چلا اور چند قدم چل کر بے ہوش ہوگیا۔ راہ گیروں کی بھیڑ لگ گئی۔ کسی نے کہا یہ لڑکا آسیب زدہ ہے۔ کسی نے کہا بیمار ہے۔ وہیں پر ایک مولانا کی رہائش گاہ تھی۔ وہ لوگ مجھے وہاں لے گئے۔ مولانا کا نام غالباً عبدالحفیظ تھا۔ ان کے کمرے کی کواڑ کھلی اور لوگوں سے فرمایا کہ اس بچے کو میرے کمرے میں رکھ دو۔ چنانچہ لوگوں نے وہاں پہنچایا۔ آپ نے کمرہ بند کردیا۔ نہ جانے

کتنی دیر کے بعد ہوش آیا۔ پھر انھوں نے مجھ سے چند سوالات کیے اور مجھے میری خواب گاہ تک پہنچوا دیا۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کرنے کے بعد فرمایا کہ اس بچے کو کسی بزرگ کے یہاں پہنچانا ضروری ہے۔ اُس وقت بہار میں تین مشہور بزرگ تھے؛ حضرت اقدس گرھولویؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور شاہ محی الدین پھلواریؒ۔ اس طرح سے حاجی صاحب مرحوم حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے یہاں بھیجے گئے۔ پھر وہ انہی کے ہوکر رہ گئے۔'

مفتی ثمین اشرف حضرت حاجی منظور احمدؒ سے ملنے کیلئے طالب علمی کے زمانہ سے ہی مصرولیا آیا کرتے تھے۔ ان کے والد کی نسبت سے بڑی خوشی سے ملتے اور پیار و محبت کا ثبوت پیش کرتے۔ نیز حضرتؒ والا دیگر اشغال چھوڑ کر ہمہ تن ان کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ اور متعدد مضامین پر گفتگو کرتے۔ حضرتؒ کا خیال تھا یہ لڑکا مفتی ثمین اشرف اپنے باپ کا صحیح جانشین ہوگا اور خود حضرت اپنی نسبت ان میں ڈالنے کی کوشش کرتے۔ فرماتے حقیقتاً کامل تصرف درویش وہ ہوتا ہے جس کو طریقۂ شریعت میں تصرف کی نسبت حاصل ہو۔ ایسے صاحبِ تصرف درویش کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ہمارے حضرت منظور احمدؒ، صاحبِ تصرف درویش تھے لیکن ہر کسے را بہرِ کارے ساختند۔

مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر و تقریر و تفسیر کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔ انشاء اللہ وہ نسبت جو اُن کے دل کو حاصل ہے، عدم گرفتاریٔ دل یعنی دل ماسوائے حق تعالیٰ کے سب چیزوں کو بھلا دے وہ حاصل ہے۔ اپنے وقت پر رنگ لائے گا۔ فاضلانِ نقشبندیہ کے یہاں اس کو فناءِ قلب کہتے ہیں ہمارے حضرات فقیری کا کمال نسبت میں تصور کرتے تھے۔ اور ادائے نماز باوّل اوقات، اجتناب از بدعت اور امورِ مسنونہ کی پابندی کرتے۔ دن رات ذکر و فکر میں رہتے ہیں اور انہی امور سے دل کو سکون اور جمعیت حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے پیر و مرشد حضرت منظور احمد صاحبؒ نے مفتی ثمین اشرف صاحب کو کچھ وظیفہ بتایا تھا۔ ہم اللہ پاک سے دعا کرتے ہیں مولوی مفتی موصوف کو اخلاص و عمل کے ساتھ دین کی عزت دے اور دنیا بھی سنوار دے۔ والحمد والسلام بحرمت جد الحسن والحسین صلی اللہ علیہ وسلم

لاشی **شمس الہدیٰ** کان اللہ لہ
راجو، دربھنگہ، بہار

۴؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
مطابق ۳۰؍نومبر ۲۰۱۱ء

علمی کام میں برکت کی دلیل

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ میر القاسمی

الحمد لله رب العالمین و الصلوة و السلام علی سیّد المرسلین خاتم النبیین محمد و علی اله و اصحابه و اتباعه و اولیاء الله اجمعین، اما بعد ...

ہمارے زمانۂ طالب علمی کے رفیق و شفیق ہم درس مولانا مفتی ثمین اشرف القاسمی زَادَہُ اللہ علماً وعملاً وعرفاناً، (جن کو زمانۂ طالب علمی سے ہی علمی اور عملی ذوق رہا ہے بلکہ حسباً ونسباً بھی اکابر سے تعلق ورثہ میں ملا ہے۔علمی میدان میں محنت وشغف کے ساتھ ساتھ سلوک کے میدان سے آشنائی رہنے کے سبب مرکز علم و ورع مادرِ علمی دار العلوم دیوبند میں اس وقت کے معروف و مقبول اکابر سلوک وتقویٰ سے ربط وکسبِ فیض کی سعادت نصیب ہوئی) کو اللہ پاک نے توفیق عطا فرمائی کہ عجمی ہونے کے باوجود اور عجم میں علم دین کی دولت سے سرفراز ہوکر سرزمین عرب میں خدمتِ دین کا موقع نصیب رہا۔موصوف کو اللہ پاک نے تقریر کے ساتھ تصنیف کا بھی ذوق نصیب فرمایا ہے۔ چنانچہ اس سے قبل انھوں نے حدیث پاک کے مبارک میدان میں یہ سعادت حاصل کی۔ گزشتہ دنوں اپنے محترم مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور خادم خاص فقیہہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی معیت میں بردوبئ حاضری ہوئی تو اپنی تازہ تصنیف 'وصایا انبیاء' مرحمت فرمائی۔ اس بار حاضری کے موقع پر مذکورہ کتاب کی دوسری جلد 'گلدستۂ وصایا' کی زیارت کرائی۔ یہ ان کے علمی کام میں برکت کی دلیل ہے۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رفیق موصوف کے دینی کاموں میں برکت عطا فرمائے، اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے اور عند اللہ وعند الناس مقبول فرمائے۔

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

وانا العبد الافقر **محمد رحمت اللہ میر القاسمی**
دار العلوم رحیمیہ، بانڈی پورہ، پونچھ، کشمیر

۲۱/۴/۱۴۳۱ھ
وارد حال شارجہ

صادقین کی صحبت کا بدل

حضرت مولانا ابراہیم صاحب قاسمی

خلیفہ حضرت فقیہ الامت مفتی محمد محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

الحمد لله وحده و الصلوة و السلام علی من لا نبی بعده و علی آله و اصحابه و من تبعه الی یوم القیامة .... اما بعد

قرآن پاک کا ارشاد جگہ جگہ ایمان والوں کے لیے یہ آیا ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور اس کی تدبیریں بھی جگہ جگہ مختلف انداز سے آئی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اہم طریقہ ﴿کُونُوا مَعَ الصَّادِقِیْنَ﴾ کا بتایا گیا ہے۔

صادقین کی صحبت کا بدل ان کے نصائح، اقوال اور ارشادات ہیں۔ ان نصائح، اقوال اور ارشادات کو جمع کرنے کا معمول شروع سے رہا ہے اور اس کا نفع بدیہیات میں سے ہے۔

خوشی ہے کہ ہمارے رفیق محترم حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف القاسمی زید مجدہم العالی جن کا علمی استناد دورِ حاضر کے مشہور علمی ادارہ دار العلوم دیوبند سے ہے اور وقت کی عظیم شخصیت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ خصوصی توجہات و تربیت کا مورد رہے ہیں اور اب بلادِ عربیہ میں حفاظت و اشاعت دین کی خدمت سے بہرہ ور کر رہے ہیں، انھوں نے علماء صالحین کے ارشادات، نصائح اور فرمودات کو 'گلدستۂ وصایا' کے نام سے ایک جگہ جمع کیا ہے۔ اللہ پاک اس مجموعے کو اُمت کے لیے نافع بنائے۔ ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنا کر عند اللہ مقبول فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

و صلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و علی آله و اصحابه اجمعین

العبد **ابراہیم** غفرلہ
پانڈور، ساؤتھ افریقہ

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
وارد حال دبئی

نادر وبصیرت افروز نصیحتیں

حضرت مولانا محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

خلیفہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی

الحمد للہ! وصایا انبیاء و اولیاء کرام کی جلد اول کا کسی قدر مطالعہ کیا جس میں محبّ مکرم مولانا ثمین اشرف صاحب زید مجدہ نے نہایت نادر و بصیرت افروز نصیحتیں جمع فرما دی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس حضرات کی نصائح سے بڑھ کر اُمت کے لیے کس کی نصیحتیں مفید ہوسکتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

اب ماشاء اللہ اس کی دوسری جلد منصۂ شہود پر آرہی ہے۔ جس میں ہماری تالیف اقوالِ سلف سے بھی اہل اللہ کے منتخب ارشادات درج فرمایا ہے جو ہمارے لیے سعادت کی بات ہے۔

فجزاهم الله احسن الجزاء

دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تیسری جلد کی تتمیم کی توفیق ارزانی فرمائے اور مولانا ثمین اشرف صاحب کو اجر وثواب سے نوازے اور امت کے لیے مفید بنائے اور عمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

والسلام

محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

دار المعارف الاسلامیہ

۲۹؍دسمبر ۲۰۱۰ء

کریلی، الٰہ آباد

آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

حدیث مبارکہ میں وارد ہے "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ" (دین سراسر خیر خواہی ہے)۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ دین اور خیر خواہی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ لہٰذا جہاں دین ہوگا وہاں خیر خواہی ہوگی اور جہاں خیر خواہی ہوگی وہیں دین ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اسی جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر بڑے اپنے چھوٹوں کو نصیحت کے رنگ میں وصیت کرتے رہے ہیں۔ ربّ کائنات نے قرآن مجید میں ایسے واقعات کا تذکرہ فرما کر ان کی اہمیت پر مہر تصدیق ثبت فرما دی ہے۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے ﴿وَ وَصّٰی بِهَا اِبْرَاهِیْمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ﴾ (اور وصیت کی اس کی ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ نے)۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ﴾ (اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے سے جبکہ وہ اسے نصیحت کررہا تھا)۔ اللہ ربّ العزّت نے لقمان علیہ السلام کے الفاظ کو اپنے مقدس کلام کا حصہ بھی بنادیا اور قرآن مجید کی ایک سورت کا نام بھی 'سورۂ لقمان' رکھ دیا۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ دین اور خیر خواہی لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

ہمارے محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی محمد ثمین اشرف زید مجدہ کے پرسوز قلب نے اس جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے وصایا کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں یکجا کردیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان ثابت ہوگی۔ اللہ ربّ العزت ان کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر اسے اپنے قرب کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین علیہ الصلوات و التسلیم

دعا گو و دعا جو

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

کان اللہ لہ عوضاً عن کل شئ

۸ر صفر ۱۴۳۲ھ

حال مقیم دبئ

(حضرت حفظہ اللہ کے سامنے پہلی مطبوعہ جلد تھی۔ الحمد للہ اِس وقت کتاب چار جلدوں میں شائع ہورہی ہے۔ ناشر)

پیش لفظ

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصّلٰوۃ و السّلام علی اشرف الانبیاء و خاتم المرسلین و علی اٰلہ و اصحابہ الطیبین الطّاھرین الی یوم الدّین — اما بعد

آج سے تقریباً سترہ سال قبل ۱۴۰۷ھ کی بات ہے کہ گھر سے اطلاع ملی کہ عزیزم منیب اشرف چھ ماہ کی عمر میں آغوشِ رحمت میں پہنچ گئے۔ نام ان کا منیب اشرف رکھا تھا، جس کی مناسبت سے دل میں خیال آیا کہ اللہ والوں کی وصایا یکجا کی جائیں۔ کیونکہ آخری لمحاتِ زندگی میں زبان پر وہی آتا ہے جو پوری زندگی کا سرمایہ و ماحصل ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے کتاب کا نام ''وصایا الانبیاء والاولیاء لکل عبد منیب'' تجویز ہوا۔

تاہم قارئین سے یہ بات واضح کردینی ضروری ہے کہ بندہ نہ تو مؤلف جیسا رنگ و اسلوب رکھتا ہے نہ ہی کبھی اس بات کا خیال دل میں آیا کہ اس قابل بھی ہے۔ جن دنوں اس کام کی توفیق منجانب اللہ ہوئی ایک فوجی چھاؤنی میں تن تنہا دن رات رہتا۔ مشغولیت کچھ بھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ بعد نمازِ عشا مختصر درسِ قرآن مجید...... پھر وہی کمرہ، وہی کتابیں، وہی در و دیوار کی خاموش زبان کہ کچھ تو کرلے۔ ورنہ میری طرح تو بھی ایک روز خاموش ہوجائے گا اور شہرِ خموشاں کا مکیں بن جائے گا۔ رات کی تاریکی بھی بے چین کردیتی اور زبانِ حال سے کہتی کہ کیوں مضطرب ہے تو؟ یہ کتابیں تیرا ساتھ دے رہی ہیں، تو ان سے چمٹ جا۔ ان کو رات کی تنہائیوں کا ساتھی بنالے۔ ان کتابوں کے مؤلفین و مصنّفین نے بھی رات کی تنہائیوں کو غنیمت

جانا اور لالہ وگل جمع کردیے۔ تیرا کام بس اِن موتیوں اور شہ پاروں سے انتخاب ہی تو کرنا ہے۔ جہاں میری رہائش تھی وہاں نادر کتابوں کا قیمتی ذخیرہ پہلے سے موجود تھا۔

حق جل مجدہ نے خوب ہی دستگیری فرمائی۔ پھر پوری پوری رات کتاب کا مطالعہ کرتا اور بعد نمازِ فجر سوجاتا۔ ناشتہ کے وقت اُٹھتا پھر چائے وغیرہ کے بعد وہی کتاب ...... للہ الحمد اوّلاً و آخراً و الصلوٰۃ علی نبیہ سرمداً...... اس مدت میں حق جل مجدہ کی توفیق سے بعض کتابیں پوری پڑھ ڈالیں۔ مثلاً مسند امام احمدؒ کا بائیس دن میں مطالعہ کرلیا۔ شرح السنہ امام بغویؒ کا بارہ دن میں۔ انہی دنوں راحتِ قلب کے لیے تفہیماتِ الٰہیہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مطالعہ کیا۔ کیا خوب سے خوب تر جواہرات کو شاہؒ نے جمع کیا ہے۔ طبقاتِ ابن سعد، حیات الصحابہ، سیر اعلام النبلاء ذہبی کی، حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی کی۔ ان کتابوں کے مطالعے سے اپنے مقصد کے مضامین کا انتخاب کرتا جاتا ...... کتبِ احادیث کے مطالعے میں خاص مقصد یہ تھا کہ رسولِ اکرمؐ کی وہ احادیث جن میں آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو بطور خاص وصیت ارشادفرمائی ہیں، جمع ہوجائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مجھ جیسے اجہل الناس کو اس عظیم کام کی توفیق مل جانا، ایسا ہی ہے جیسے بچے کو جوہر مل جانا۔ فلہ الحمد کلہ اوّلہ وآخرہ والصلوٰۃ علی من لا نبی بعدہ۔

الغرض، مطالعہ کی توفیق بھی دن بدن بڑھتی گئی اور اپنے مقصد کی احادیث کا انتخاب بھی کرتا گیا۔ انہی دنوں دل میں منجانب اللہ خیال آیا کہ "یأتی علی الناس زمان...." کے عنوان کی جو احادیث آرہی ہیں، ان کو یکجا کرلوں۔ اس لیے وصیت کی احادیث الگ کاپی میں اور موخر الذکر عنوان کی احادیث الگ کاپی میں جمع کرتا گیا۔ انہی دنوں، احکام اہل الذمہ کی مناسبت سے آپؐ نے جو ارشادفرمایا، ایک کاپی اللہ نے جمع کرنے کی توفیق دے دی۔ حق جل مجدہ کا ایک عظیم احسان یہ بھی ہوا کہ اس مقصد کے تحت وہ کتابیں جو موجود نہ تھیں ان کا خریدنا اللہ پاک نے آسان کردیا۔ اللہ پاک ہماری نسلوں میں علم نبوت کے وارثین پیدا فرمائے، آمین۔ اس طرح آپ کے ہاتھوں میں کتاب ''وصایا الانبیاء والاولیاء لکل عبد منیب'' جس کا اُردو نام برادرعزیز مولانا محمد رزین اشرف ندوی نے ''مجموعۂ وصایا انبیاء واولیاء'' تجویز کیا ہے، موجود ہے۔

☆ اس مجموعے میں تقریباً ساٹھ احادیث ایسی آئیں گی جن میں فداہ ابی وامیؐ نے مختلف صحابہ کرامؓ کو وصیت فرمائی ہیں۔

☆ حق جل مجدہ کا خاص کرم ہے کہ اس مجموعے میں حجۃ الوداع کا کامل خطبہ جو عام طور پر محدثین ومفسرین، اصحابِ سیر ومغازی نے مختلف عناوین کے ساتھ مختلف مقامات پر نقل کیے ہیں، آپ اس مجموعے میں کلامِ نبوی اور اس کا اُردو ترجمہ ایک ساتھ پڑھیں گے۔ تقدیم وتاخیر کا امکان ہے۔ اللہ پاک سے عفو وتسامح کا اُمیدوار رہوں۔ برکت اور قبولیت کی اُمید پر حجۃ الوداع کے خطبے کو کتاب میں مقدم رکھا ہے۔

☆ دوسرے انبیاء علیہم وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے وصایا تو نہیں ملے، تاہم اُن مقدس حضرات کے فرمودات جو معتمد علیہ ذرائع سے ملے ہیں، نصیحت وبرکت کے تحت نقل کر دیے گئے ہیں آپ اس مجموعے میں پڑھیں گے۔

☆ جو بات جہاں سے منقول ہے، اس کے عربی مراجع مع حوالجات نقل کیے گئے ہیں تاکہ قارئین حضرات چاہیں تو دیکھ لیں۔

حق جل مجدہ کی توفیق شامل حال رہی تو آپ عنقریب عربی وصایا بھی انشاء اللہ پڑھیں گے۔

اس غیر مربوط تحریر کے بعد اب آپ کے سامنے وصیت کی اسلام میں شرعی حیثیت کیا ہے، اور اس کے احکام کیا ہیں، بزبانِ خیر الانام ﷺ پڑھ لیجیے۔

وصیت کی حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا حَقُّ امْرَءٍ مُسْلِمٍ لَهٗ شَیْءٌ یُوْصِیْ بِهٖ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَ وَصِیَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ۔ متفق علیه۔

(بحوالہ مشکوٰۃ ج:۱،ص:۲۶۵)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ مَاتَ عَلٰی وَصِیَّةٍ مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَ سُنَّةٍ وَ مَاتَ عَلٰی تُقًی وَ شَهَادَةٍ وَ مَاتَ مَغْفُوْراً لَهٗ۔

(رواہ ابن ماجہ۔ بحوالہ مشکوۃ باب الوصایا۔ ج:۱،ص:۲۶۶)

ترجمہ حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کوئی واجب ادا کرنا ہو جس کی وصیت کرنا اس کے لیے ضروری ہے اس کو حق نہیں کہ دو راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی اس کے پاس نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص وصیت کر کے مَرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مَرا، اور تقویٰ اور شہادت پر اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مَرا۔ (ابن ماجہ)

اِن دونوں روایتوں سے حقوقِ واجبہ کی وصیت کا وجوب اور غیر واجبہ کی وصیت کا کم از کم استحباب ضرور ثابت ہوتا ہے۔ (جیسے نادار اقرباء اور مفلس لوگوں کے لیے وصیت کرنا)

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا سماعتِ حدیث کے بعد معمول

اس لیے ابن عمرؓ کا معمول تھا کہ یہ فرمانِ نبوی سننے کے بعد اپنے سرہانہ میں وصیت نامہ لکھ کر رکھتے تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

"مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ذَالِكَ وَ عِنْدِيْ وَصِيَّتِيْ۔ (رواہ الشیخان واصحاب السنن۔ کتاب الجنائز۔ ص:۵)

یعنی ابن عمرؓ پر اس حدیث کے سننے کے بعد کوئی رات نہیں گزری کہ وصیت لکھ کر اپنے سرہانہ نہ رکھتے ہوں۔ (غرض ابن عمرؓ ہمیشہ وصیت ساتھ رکھتے تھے)

حقوقِ واجبہ کی ادائیگی میں جلدی اور قیامت میں مفلس کون ہوگا

اگر آپ کے ذمے کسی کا حق ہو تو اوّل فرصت میں ادا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ کیا پتہ کس وقت آجائے اور دل کی حسرت دل میں ہی رہ جائے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ اگر کسی کا حق تمہارے ذمے ہو تو اس دن کے آنے سے قبل ادا کر دو جس دن نہ مال ومتاع ہوگا اور نہ دنیوی اسباب وسامان باعثِ نجات بن سکیں گے، بلکہ انسان بالکل ہی بے بس اور یکسر مفلس ہوگا۔

ارشادِ نبوی ہے:

مَنْ كَانَتْ عِنْدَهٗ مُظْلِمَةٌ لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ مَالِهٖ فَلْيُؤَدِّهَا اِلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَّأْتِيَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ لَا يُقْبَلُ فِيْهِ دِيْنَارٌ وَّ لَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ وَ أُعْطِيَ صَاحِبُهٗ وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَتْ عَلَيْهِ۔ (أخرجه البخاری و البیهقی۔ احکام الجنائز۔ ص : ۴)

آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی پر اس کے بھائی کے حقوقِ واجبہ از جنسِ عزّت و ناموس (جیسے غیبت و چغل خوری اور بدگوئی و بدگمانی) یا مال ہو تو اس کو چاہیے کہ صاحبِ حق کا حق ادا کردے قیامت کا دن آنے سے پہلے۔ اس لیے کہ اس دن درہم و دینار نہ ہوگا جو قبول کیا جائے گا۔ البتہ اگر اس کے پاس نیکی و بھلائی ہوگی تو وہ لے کر صاحبِ حق کو دے دی جائے گی اور اگر اس کے پاس نیکی بھی نہ ہوئی تو صاحبِ حق کے سیئات اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحبِ حق کے حق کو موت سے قبل ادا کردے یا معافی تلافی سے تدارک کرلے۔ ورنہ قیامت میں نیکی لے کر حق ادا کردیا جائے گا۔ اور اگر نیکی نہ ملی تو صاحبِ حق کے سیئات کا بوجھ بھی اسی پر ڈال دیا جائے گا۔ حالانکہ قیامت میں خود ہی نفسی نفسی کا عالم اندوہناک ہوگا۔

اللّٰھم انا نسئلک العفو و العافیۃ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

مفلس کون ہے؟

"اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهٗ وَ لَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَ صِيَامٍ وَ زَكَاةٍ وَ يَأْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَ قَذَفَ هٰذَا وَ اَكَلَ مَالَ هٰذَا وَ سَفِكَ دَمَ هٰذَا وَ ضَرَبَ هٰذَا۔ فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ۔ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِى النَّارِ۔ (مسلم۔ احکام الجنائز۔ ص: ۴)

آنحضور ﷺ نے (صحابہؓ سے) سوال کیا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کچھ سامانِ زیست...... (یہ سن کر)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت میں مفلس وہ لوگ ہوں گے جو قیامت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ساتھ آئیں گے لیکن ساتھ ساتھ اس کو گالیاں دی ہوگی، تو کچھ لوگوں کے دامنِ عفت کو تہمت سے داغدار کیا ہوگا اور لوگوں کا مال (بغیر حق کے) کھایا ہوگا اور ناجائز خون بہایا ہوگا اور لوگوں کو مارا ہوگا۔ تو اس کی کچھ نیکی اس کو دے دی جائے گی اور کچھ اِس کو۔ اگر اس کی نیکیاں حقوق الناس کی ادائیگی سے قبل ختم ہوجائیں گی تو پھر صاحبِ حقوق کی بدی وسیئات اس کے ذمہ ڈال دی جائیں گی اور پھر اس (نمازی، روزہ دار اور پابندِ زکوٰۃ) کو نارِ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم شریف)

حقوق العباد کی ادائیگی

ان دونوں حدیثوں کا ماحصل ایک ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی اِمہال وسستی باعثِ رسوائی وعذاب ہے۔

آج کے ماحول میں ہم سب ہی پابندِ صوم وصلوٰۃ تو ہیں مگر حقوق العباد کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ حقوق العباد ہی در اصل معیارِ شریعت ہے۔ حق جل مجدہ اپنے حقوق معاف فرمادے گا مگر حقوق العباد کا مواخذہ ضرور فرمائے گا اِلّا یہ کہ صاحبِ حق خود معاف کردے کیونکہ احکم الحاکمین کو عدالت ومیزان کی باریک کسوٹی کو بھی برقرار رکھنا ہے۔ لہٰذا ہمیں حقوق العباد کی اپنی زندگی میں مکمل نگرانی کرنی چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمام قیمتی جواہر پارے، ساگ سبزی کے بدلے وزن کردیے جائیں اور ہم مفلس کے مفلس رہ جائیں۔ اللہ ہم سب کو مکمل حقوق العباد کی ادائیگی کا پابند بنائے۔ آمین ثم آمین۔

اعترافِ تقصیر

ننگِ اکابر واسلاف اپنی کم مائیگی کا حرف بحرف اعتراف کرتا ہے کیونکہ ترجمہ بہرحال ترجمہ ہے۔ وہ معنویت وجاذبیت جو اصل صاحبِ کلام کے کلام میں ہوتی ہے، بہت مشکل ہے، خاص مجھ جیسے کم علم کے لیے ... یہ کتاب اہلِ قلم علماء اور صاحبِ فہم دانشوروں کی تصنیف نہیں کہ اس معیار پر آپ اس کو پرکھیں، بلکہ ایک نادان نے دانائے سبل ؐ کے آخری کلمات جمع کرنے کی

سعی کی ہے۔ البتہ جن حضرات کے فرمودات ہیں ان کا رتبہ و مقام ہماری نگاہ وتصوّر کے تقدس سے بہت ہی بلند تر ہے۔

یہ بات بھی قابلِ لحاظ رہے کہ چاہنے اور جستجو کے باوجود بعض اکابر و اسلاف کی وصایا اس مجموعہ میں نہ آ سکیں۔ جستجو جاری ہے، جن حضرات کے پاس ان مطبوعہ وصایا کے علاوہ اکابر کی وصایا موجود ہوں، وہ ہمیں ارسال فرمادیں۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں شامل کرلی جائیں گی۔

ان چند سطروں کے بعد اب اصل مضمون بعون اللہ شروع کرتے ہیں۔ و اللّٰه المُعین و المُستَعان. و ما توفیقی الا باللّٰه علیه توکّلتُ و الیه اُنیب.

العبد محمد ثمین اشرف قاسمی کان اللہ لہ
شوال المکرّم ۱۴۰۷ھ
صلالہ، سلطنت عمان

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

(ولادت: ۲۲؍صفر ۱۲۳۳ھ۔ یکم جنوری ۱۸۱۸ء بروز پنجشنبہ)

طالب حق پر لازم ہے کہ اول مسائلِ ضروریہ و عقائد اہلسنّت والجماعت حاصل کرلے، پھر ان رذائل سے تزکیہ کرے: حرص، امل، غضب، جھوٹ، غیبت، بخل، حسد، ریا، کبر اور کینہ۔ اور یہ اخلاق پیدا کرے: صبر، شکر، قناعت، علم، یقین، تفویض، توکل، رضا، تسلیم اور شرع کا پابند رہے۔ اور اگر گناہ ہوجائے، جلدی کرکے نیک عمل سے تدارک کرے۔ نمازِ باجماعت وقت پر پڑھے۔ کسی وقت یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو، لذتِ ذکر پر شکر بجالائے۔ کشف وکرامات کا طالب نہ ہو۔ اپنا حال یا سخنِ تصوف، غیر قوم سے نہ کہے۔ دنیا و مافیہا کو دل سے ترک کردے۔ خلافِ شرع فقراء کی صحبت سے بچے۔ لوگوں سے بقدرِ ضرورت خُلق کے ساتھ ملے۔ اپنے آپ کو سب سے کمتر جانے۔ کسی پر اعتراض نہ کرے۔ بات نرمی سے کرے۔ سکوت و خلوت کو محبوب رکھے۔ اوقات منضبط رکھے۔ تشویش دل میں نہ آنے دے۔ جو کچھ پیش آوے حق کی طرف سے سمجھے۔ غیر اللہ کا خطرہ نہ آنے دے، دینی کاموں میں نفع پہنچاتا رہے۔ نیت خالص رکھے۔ خورد و نوش میں اعتدال رہے۔ نہ اتنا زیادہ کھائے کہ کسل ہو اور نہ اس قدر کم کہ عبادت سے ضعف ہوجائے۔ کسبِ حلال افضل ہے۔ اگر توکل کرے تو بھی مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ کسی سے طمع نہ رکھے۔ نہ کسی سے اُمید و خوف کرے۔ حق تعالیٰ کی طلب میں بے چین رہے۔ نعمت پر شکر بجا لائے، فقر و فاقہ سے تنگ دل نہ ہو، اپنے متعلقین سے نرمی بَرتے۔ ان کی خطا و قصور سے درگذر کرے۔ ان کا عذر قبول کرے۔ کسی کی غیبت و عیب جوئی نہ کرے۔ عیب پوشی کرے۔ اپنے عیوب کو پیش نظر رکھے۔ کسی سے تکرار نہ کرے۔ مہمان نواز و مسافر پرور رہے۔ غرباء و مساکین و علماء و صلحاء کی صحبت اختیار کرے۔ قناعت و ایثار کی عادت رکھے۔ بھوک و پیاس کو محبوب سمجھے۔ کم ہنسے، زیادہ روئے۔ عذابِ الٰہی اور اس کی بے نیازی سے لرزاں رہے۔ موت کا ہر وقت خیال رکھے۔ روزانہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرلیا کرے۔ نیکی پر شکر، بدی پر توبہ کرے۔ صدق مقال و اکلِ حلال اپنا شعار کرے۔ غیر مشروع مجلس میں نہ جائے۔ رسومِ جہالت سے بچے۔ شرگیں، کم

گو، کم رنج، صلاح جو، نیکوکار، نیکو رفتار، باوقار، بردبار رہے۔ ان صفات پر مغرور نہ ہو۔ اولیاء کے مزارات سے مستفید ہوتا رہے۔ گاہ گاہ عوام مسلمین کی قبور پر جا کر ایصال ثواب کرے۔ مرشد کا ادب و فرمانبرداری کامل طور پر بجا لائے اور ہمیشہ استقامت کی دعا کرتا رہے۔ (شریعت و طریقت، ص:۴۳۶)

حضرت مہاجر مکیؒ کی مزید وصایا

۱) "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" تصوّف کی اصل ہے۔ (امداد المشتاق، ص:۴۵)

۲) صورت نیکوں کی اختیار کرنا چاہیے۔ سیرت اللہ تعالیٰ درست کر دے گا کیونکہ وہ واہب و فیّاض ہے۔ (امداد المشتاق)

۳) ظاہر میں خلق کے ساتھ رہنا چاہیے اور باطن میں حق کے ساتھ۔ اگر پانی کشتی کے اندر آجائے تو کشتی غرق ہو جائے اور اگر باہر رہے تو باعثِ نجاتِ کشتی ہے۔ اسی طرح محبتِ مال و اولاد وغیرہ دل سے دور رکھنا چاہیے کیونکہ موجب حجاب ہے۔ قلب میں سوائے محبتِ حق کے کسی چیز کو جگہ نہ دینا چاہیے۔ (امداد المشتاق، ص:۲۷)

بقول مولانا محمد احمدؒ پرتاپ گڑھی:

نہ کوئی راہ پاجائے نہ کوئی غیر آجائے
حریمِ دل کا احمد اپنے ہر دم پاسباں رہنا

۴) اس اٹھک بیٹھک کی قیمت وہاں معلوم ہوگی کہ کس درجہ کی چیز ہے اور یہی سب کچھ ہے۔ حق تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ بلا حضور قلب ہی اٹھک بیٹھک ہو جایا کرے۔ (کسی نے عرض کیا حضرت! جب دل متوجہ نہ ہو تو اس اُٹھک بیٹھک سے کیا نتیجہ تو حضرت نے درج بالا جواب دیا تھا۔)

۵) جو مزہ میں نے فقر و فاقہ میں دیکھا اور اس میں میرے مراتب کی ترقی ہوئی اور انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ مقربین کی زیارت ہوئی اور انوار و تجلیات مجھ پر نازل ہوئے وہ امور پھر فراغت میں میسر نہ ہوئے۔ (امداد المشتاق، ص:۱۱۱)

۶) لوگوں کی آمد و رفت اور ہجوم سے مجھ کو کچھ تکلیف نہیں اور اگر تکلیف بھی ہو تو کیا

ہوا؟ طالبانِ حق کے لیے اس کو برداشت کرنا چاہیے۔ جو لوگ میرے پاس آتے ہیں اُن کے اچھا ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ کی طلب میں قدم اُٹھا کر آتے ہیں۔ ان کی زیارت کو موجبِ نجات سمجھتا ہوں۔

۷) خلوت از اغیار نہ از یار۔ بھائی طالبانِ حق کا اپنے پاس بیٹھنا مخلِ خلوت نہیں۔

۸) اتفاقِ باہمی کی اصل تواضع ہے۔ جن لوگوں میں تواضع ہوگی باہم اتفاق رہے گا۔ (متواضع شخص اہل اللہ ہی ہوتا ہے کیونکہ تواضع و انکساری اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جھگڑے کی بنیاد حبِ جاہ اور ریا پر ہے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے، آمین)

۹) جو شخص عارف ہوتا ہے وہ حرم میں بلا اختیار نماز نہ ملنے پر متاسف نہیں ہوتا کیونکہ طرقِ قرب مختلف ہیں۔ اگر محبوب نے بجائے صلوٰۃ فی الحرم کے مرض کو طرقِ قرب تجویز فرمایا ہو تو اس شخص کا کیا منصب ہے کہ اپنی تجویز کو ترجیح دے۔

در طریقت پیشِ سالک ہر چہ آید خیر اوست
بر صراطِ مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

جو شخص اس میں اتفاق و ایقان حاصل کرے گا اس کو ہمیشہ باطنی ترقی ہوتی رہے گی۔ (حکیم الامت)

۱۰) اگر عبادت میں ریا بھی ہو تب بھی عبادت نہ چھوڑے۔ ریا ہمیشہ ریا نہیں رہتی۔ چند روز ریا رہتی ہے پھر وہ عبادت ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔

(سالکینِ راہ کے لیے اس میں ہدایت ہے کہ ریا سے گھبرا کر عمل نہ چھوڑے بلکہ کرتا رہے، اللہ تعالیٰ اخلاص پیدا فرما دیں گے۔ سبحان اللہ! کیسی معرفت کی بات ہے۔ ثمین اشرف)

۱۱) جوانی میں خوف غالب رہنا چاہیے اور بڑھاپے میں رجاء۔ ان اخلاق میں کیسی تعدیل فرمائی ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ خوف سے مقصود سعی فی العمل ہے اور اس کا وقت جوانی ہے۔ اگر بڑھاپے میں اس کا غلبہ ہوا تو متجر بہ یاس و نا اُمیدی ہو جائے گا جس میں ایمان جانے کا اندیشہ ہے۔ (حکیم الامت) (اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۸)

دعا کی چار قسمیں ہیں: اوّل دعائے فرض مثلاً نبی کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کے واسطے بلا کی دعا

کرے۔ پس اس پر یہ دعا کرنا فرض ہے۔ دوم دعائے واجب جیسے (وتر میں) دعائے قنوت۔ سوم دعائے سنت جیسے بعد تشہد ادعیۂ ماثورہ مثلاً "اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ…" ۔ چہارم دعائے عبادت جیسا کہ عارفین کرتے ہیں اور اس سے محض عبادت مقصود ہے۔ کیونکہ دعا میں تذلّل ہے اور تذلّل حق تعالیٰ کو محبوب ہے۔ لہٰذا "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" وارد ہوا ہے جس کی وجہ سے خواہ قبول نہ ہو مگر عبادت کی شان تو بہرحال باقی رہتی ہے۔ (اس سے مراد عبدیت و تذلل یعنی محض اظہارِ عبدیت ہی مقصود ہو۔)

۱۲) دین کو خوب مضبوط پکڑنا چاہیے۔ دنیا خود ہی اچھی صورت میں خدمت کو حاضر رہے گی۔

حضرت مہاجر مکیؒ کی وصیت مولانا اشرف علی تھانوی کو بوقت روانگی

۱۔ دیکھو میاں اشرف علی! ہندوستان پہنچ کر تم کو ایک ایک حالت باطنی پیش آئے گی۔ عجلت مت کرنا۔ مجھے مطلع کرتے رہنا۔

۲۔ کبھی کانپور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو کر پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا۔ توکل علی اللہ تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا۔ (اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۴۴۵۔ حسن تدبیر۔ تھانوی نمبر، ۲۵۲)

سیّد الطائفہ حضرت مہاجر مکیؒ وصیت بنام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

۱) آپ جیسے مقبولِ الٰہی نے جو حوالۂ قلم کیا ہے ایک بندۂ عاجز کو اپنی نسبت ایسا ہی گمان کرنا چاہیے۔ اگرچہ اپنی دانست و اعتقاد میں ہم اپنے دین و ایمان اور اعتقاد و اعمال کو بہتر اور لائق خیال کرتے ہیں لیکن نعوذ باللہ منہا۔

حضرتِ کردگار کے دربارِ عالی وقار کے ہرگز لائق و شایان نہیں ہے لیکن بندۂ گندہ و نادم کے لیے اس سے چارہ نہیں ہے کہ بری بھلی طرح کی بندگی کرتا رہے۔

بہرصورت اس شکستہ و خستہ حالت میں اپنی کوتاہی کے اقرار کے ساتھ درگاہِ کریم کارساز پر ہمیشہ پڑا رہے اور یہ خیال نہ کرے کہ میں حق تعالیٰ کے دربار کے لائق نہیں ہوں ؎

تو مگو مارا بداں شہہ بار نیست
با کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ: یہ نہ کہو کہ اس شاہ تک ہماری رسائی نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ کریموں کے لیے کوئی کام دشوار نہیں ہے یعنی وہ اپنے کرم سے نااہلوں کو بھی شرفِ زیارت کی سعادت بخش سکتے ہیں۔

بلکہ ہمت کے ہاتھ سے رحمت کے دامن کو نہ چھوڑے اور امیدوار رہے۔ اگر اسی طرح کرتا رہے تو اُمید قوی ہے کہ ارحم الراحمین اپنے بندۂ شکستہ کو نہ چھوڑے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بجز شکستگی و خستگی کے کچھ نہیں چاہتے (اس لیے کہ اس کے علاوہ سب کچھ ان کے خزینے میں موجود ہے۔)

۲) مشائخ کرام کے نزدیک استقامت کے برابر کوئی چیز کم ہے۔ پس جو چیز تمھارے حوالہ ہے اس پر التزام مناسب ہے اور جو چیز اس سے مانع ہو اس کو بالکلیہ ترک کرنا چاہیے۔ اس لیے مطبع کی نوکری کو اچھا نہیں سمجھتا ہوں کہ صبح و شام ہمہ تن اس میں مصروفیت رہتی ہے اور اگر معلّمی کی نوکری ہو تو کیا اچھا ہو کہ سنت سیّدی و شیخی قدس سرہ کی ہے۔ یعنی حضرت میاں جی نور محمد جھن جھانویؒ۔

۳) اجرائے مدرسہ علمِ دین کے آں عزیزوں و عزیزم حافظ عابد حسین صاحب کی سعی سے کس قدر خوشیاں حاصل ہوئیں کہ بیان میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اس امرِ خیر کو ہمیشہ جاری رکھے اور اس کے ساعی و باعثوں کو جزائے خیر دے۔

دل بیار و دست بکار۔ مشغولی باطن کو ہاتھ سے نہ دیں۔ (مرقوماتِ امدادیہ، مکتوب:۱۸)

حضرت حاجی صاحبؒ کی دعا خاندانِ قاسم نانوتویؒ کے لیے

حضرت حاجی صاحب کی دعاء مولانا قاسم نانوتویؒ کے جملہ خاندان کے لیے بعد وصالِ نانوتویؒ: دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کو سب برائیوں اور تکلیفوں سے محفوظ رکھے اور علمِ نافع و عملِ صالح نصیب کرے۔ آمین۔ (اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۸۷)

(نوٹ: حضرت نانوتویؒ کے خاندان کے حق میں حضرت حاجی صاحب کی دعاء عظیم سرمایہ ہے۔ نیز اشارہ ہے کہ اس خاندان میں علمائے حق اور صلحاء و اتقیاء بھی ہر زمانے میں رہیں گے۔ یا اللہ ہماری بھی دعا ہے کہ اس خاندان نے جو حق کی اشاعت کا چشمہ دنیا میں جاری کیا ہے جس سے لاکھوں سیراب ہو چکے ہیں، اس خاندان کو بھی سیراب رکھ۔ وَ اجْعَلْ اَئِمَّةَ

الْهُدٰی مِنَّا وَ مِنْهُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ، آمین یا سمیعَ الدّعاء یا مُجیبُ (ثمین اشرف)

سیّد الطائفہ کا مکتوب بنام مولانا یعقوب نانوتوی صدر مدرّس دار العلوم دیوبند

اس بات کو معلوم کرنے سے کہ آں عزیز اور مولوی قاسم صاحب ایک جگہ جمع ہیں بہت مسرور ہوا کیونکہ اجتماع میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ فی الجماعۃ برکۃ۔ خصوصاً جب کہ ہم مذہب و ہم مشرب ہوں۔ فائدہ ایک دوسرے کو پہنچے گا۔ (اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۸۴)

سیّد الطائفہ کا مکتوب بنام حضرت مولانا حکیم ضیاء الدین

مناسب ہے کہ اوراد و اشغال کی تعلیم میں یارانِ طریقت کے قصور و مستی کو راہ نہ دیں اور کتبِ اخلاق اور ملفوظات مشائخ اور مکتوبات کا مطالعہ کرتے رہیں اس لیے کہ کلماتِ مشائخ مرد کو شیر مرد بناتے ہیں اور نامرد کو مرد۔ (اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۸۴)

سیّد الطائفہ کا مکتوب بنام مولانا رفیع الدین مہتمم دار العلوم دیوبند

از فقیر امداد اللہ عفہ عنہ۔ باسمہ تعالیٰ

بخدمت بابرکت عزیز دلم مولوی رفیع الدین صاحب دام محبتہ ومعرفتہ باللہ تعالی۔ بعد سلام مسنون و دعاء خیر کے، معلوم ہووے خط تمھارا عینِ انتظار میں پہنچا اور سب حال وہاں کا معلوم ہوا۔ واقعہ جانکاہ۔ خطوط بمبئی اور بھوپال اور میرٹھ وغیرہ سے معلوم ہوا تھا۔ اس صدمے نے ہم سب کو ضعیفی میں ڈال دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رضا بقضا ہیں۔ اس کی جو چاہے کرے۔ ہم سب کو چاہیے جان و دل سے اس کی رضا پر رہیں، ہمارے نفع نقصان کو وہ خوب جانتا ہے، اس پر سونپ کر اپنے کام میں مصروف رہیں جس سے رضامندی اللہ و رسول کی حاصل ہو۔

عزیزِ من! جو تم میں بڑے سرپرست مدرسہ کے تھے وہ جنت الفردوس کو سدھارے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تم سب صاحب بہ دل مدرسہ کی بہبودی میں مصروف ہو مگر فقیر بھی تم کو لکھ کر داخلِ ثواب ہوتا ہے۔ عزیزِ من خصوصاً تم کو کہ مدرسہ کے مہتمم ہو چند اُمور کا لحاظ چاہیے:

۱۔ کسی کے ساتھ بے وجہ رعایت و مروّت کرو گے تو کل کو جواب دینا ہوگا۔

۲۔ دوسرے مدرسہ کا مال بیت المال ہے۔اس سے قرض دام اور پیشگی تنخواہ مت دیا کرو۔تم کو اس میں تصرف نہیں پہنچتا۔

۳۔ یوں تو سارے مدرّس اس مدرسہ کے فقیر کے عزیز اور پیارے ہیں مگر عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب سے چند وجوہ سے زیادہ واسطہ ہے لہٰذا اگر وہ مدرسہ کے کسی کام میں کوتاہی کیا کریں تو ان سے کام لیا کرو، انشاء اللہ وہ اس سے ناراض نہ ہوں گے کیونکہ دانا ہیں۔

۴۔ چوتھے عزیزم مرحوم کے جو شاگرد اور مرید ہیں اور دوست ہیں سب مدرسہ کی طرف توجہ رکھیں کہ عزیزم رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی عمدہ یادگار مدرسہ ہے، اس سے غفلت نہ کریں۔

۵۔ پانچویں عزیزم مرحوم کی اولاد کے ساتھ آپ سب صاحب رعایت اور مروّت رکھیں۔ خصوصاً تعلیم و تعلّم و تربیت اُمور خیر میں بہت لحاظ رکھیں۔فقیر چاہتا تھا کہ برخوردار احمد کو یعنی فرزندِ عزیزم مرحوم کو اپنے پاس بلا کر رکھوں اور یہاں مدرسہ میں مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب کی خدمت میں تحصیلِ علم کریں اور جب تک فقیر جیے اس سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔مگر اس کی والدہ شاید جدائی کو گوارا نہ رکھیں۔فقیر کو اس کی خاطر نظر ہے اس واسطے اس امر میں سکوت کیا۔ بہر حال دعا پر اکتفا کیا۔اللہ تعالیٰ اس کو سب برائیوں اور تکلیفوں سے محفوظ رکھے اور علمِ نافع و عملِ صالح نصیب کرے۔آمین

(اقوالِ سلف، ج:۴،ص:۸۷)

(ف : حضرت حاجی صاحبؒ نے مدرسہ سے اور حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ سے کس قدر تعلق اور محبت اور حضرت نانوتویؒ کے خاندان سے پیار کا اظہار کیا ہے کہ جب تک جیوں ان کی اولاد سے آنکھ ٹھنڈی کروں۔ سبحان اللہ! کیا قدر و منزلت تھی مگر افسوس بانی دار العلوم کے خاندان کے مظلوم حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کس قدر اذیت کن اور ناروا حرکت کا مظاہرہ کیا گیا۔مگر حکیم الامت کا تربیت یافتہ حکیم الاسلام کہ کبھی بھی ایک آدھ لفظ بھی گلہ شکوہ کا زبان پر لایا ہو۔ جو لحم میتۃ و لحمِ خنزیر کا دعویٰ زبان زد کیے ہوئے تھے اور ہر مجلس حکیم الاسلام کے اعراض اور قاسم نانوتوی کے خاندان کی غلط تضحیک و تذلیل میں مصروف تھے۔اخبارات کو غلط بیانات دے

کر حلیم کو حیرانی میں ڈالے ہوئے تھے۔ ان سب کا جواب حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ نے خلقِ قاسمی سے دیا۔ ﴿یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِہٖ﴾ ... ﴿لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَ لَا السَّیِّئَۃُ﴾۔ (سورۂ حم سجدہ، آیت: ۳۴) ﴿وَ مَا یُلَقّٰھَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ﴾ (سورۂ حم سجدہ، آیت: ۳۵) (جن کا موقف الصبر و السکوت و الدعا تھا۔ افسوس کہ خاندان قاسم کی قدر اس لیے بھی کر لی جاتی کہ سیّد الطائفہ حضرت حاجی صاحبؒ کی ہدایت و نصیحت تھی۔ جن کے والدؒ نے حکیم الاسلام کے زیرِ اہتمام کام کیا بلکہ حکیم الاسلام کے معین و نصیر رہے۔ انہی کی اولاد نے حکیم الاسلام کو اذیت نہیں دی بلکہ اپنے والد کی دیانت و امانت کو جو حکیم الاسلام پر تھی، مجروح کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ساٹھ سالہ مظلوم و معصوم مہتمم کے ساتھ ناروا سلوک کرنے والے آج اسی مقبرۂ قاسمی میں سپردِ خاک ہوگئے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ۔ ثمین اشرف)

سیّد الطائفہ کا مکتوب بنام قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

فقیر امداد اللہ عفی عنہ

عزیزم مولوی رشید احمد صاحب رزقہ اللہ عرفانہ۔ بعد سلام مسنون و اشتیاقِ ملاقات مشہود خاطر عاطر ہو۔ للہ الحمد کہ احقر بہر حال مشکور اور آں عزیز کے دارین کی بہبودی کا خواہاں ہے۔ صحیفۂ شریفہ پہنچا، وہاں کے حال سے اطلاع ہوئی۔ پیرزادوں کی پرخاش اور قحط بارش اور لامذہب اور بدعات کے غلبہ کو معلوم ہونے سے رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ان بلاؤں سے مخلوق کو نجات بخشے۔ اگر چہ تکالیف، شدائد دنیاوی ظاہر میں رنج ہیں لیکن جب حقیقت پر غور کرے تو کیا رنج، بلکہ بے انتہا گنج ہے اور رضا بقضا مقصود و مطلوب ہے۔ بہر حال ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطافست اور غذائے طالبان ہے۔ اگر مخالفین چاہتے ہیں اور ایذاء دیتے ہیں تو امر حق جان کر خانقاہ و حجرہ ترک کرنا چاہیے۔ درس و تدریس کی مشغولی اور مراقبہ سے آپ کے فرحت ہوئی شکر بجالایا گیا۔ وہ جو لکھا ہے کہ وقت پر درسِ حدیث و تفسیر کی مشغولی دلچسپی کا سبب ہے اور صبح کے وقت کہ اس عزیز کام (یعنی ذکر اللہ) میں مشغول ہوتا ہوں تو اس طرف سے بھی آنا

ناگوار ہوتا ہے اور لذتِ خلوت کی نہیں چھوڑتی۔شکر بجالائیں کہ مقامِ کاملین عطا ہوا اور جو کچھ کہ بعض اوقات کوئی حال باعثِ کلفت ہوتا ہے یہ بھی عمدہ مشائخ کے احوال سے ہے اور ترقیٔ مقام کا باعث۔اور بے کلفت ثمرۂ اُلفت حاصل نہیں ہوتا۔(اقوالِ سلف، ج:۴،ص:۸۸)

محافظِ دین واسلام، مرکزِ تحفّظ ختم نبوت، ترجمان قرآن وشریعت، پاسبانِ سلوک واحسان دارالعلوم دیوبند کا افتتاح

۱۲۸۳ھ م ۱۸۶۶ء، برصغیر کے مسلمانوں کے لیے وہ مبارک ومسعود سال ہے جس میں شمالی ہند کی اس قدیم تاریخی بستی میں ان کی دینی وعلمی اور ملّی زندگی کی نشاۃ الثانیہ کا آغاز ہوا۔ ۱۵؍محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰؍مئی ۱۸۶۶ء بروز پنجشنبہ، چھتے کی قدیم مسجد کے کھلے صحن میں انار کے ایک چھوٹے سے درخت کے سائے میں نہایت سادگی کے ساتھ کسی رسمی تقریب یا نمائش کے بغیر دارالعلوم کا افتتاح عمل میں آیا۔حضرت مولانا ملامحمود دیوبندیؒ کو جو علم وفضل میں بلند پایہ عالم تھے، مدرّس مقرر کیا گیا۔شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کے وہ اوّلین شاگرد تھے جنھوں نے استاد کے سامنے کتاب کھولی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ استاد اور شاگرد دونوں کا نام محمود تھا، اس وقت ربّ السّمٰوٰت والارض کے التفاق اور چشم کرم پر بھروسہ کرنے کے سوا اور کوئی ظاہری ساز وسامان نہ تھا۔اخلاص وخدمتِ دین اور توکل علی اللہ کے جذبات کے سوا ہر سرمائے سے ان حضرات کا دامن خالی تھا۔چنانچہ اس بے سروسامانی کے ساتھ افتتاح عمل میں آیا کہ نہ کوئی عمارت موجود تھی اور نہ طلبہ کی جماعت۔صرف ایک طالب علم اور ایک استاد، یہ تھی کل کائنات اس ادارے کی جو آج کل 'از ہر ہند دارالعلوم دیوبند' کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ومعروف ہے۔

دارالعلوم دیوبند اولیاء کرام کی سحر گاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے

دارالعلوم دیوبند سحر گاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔حضرت حاجی امداد اللہ نور اللہ مرقدہٗ کو جب مکہ مکرمہ میں دارالعلوم کے قیام کی اطلاع دی گئی تو حضرت نے فرمایا: سبحان اللہ! آپ فرماتے

ہیں، ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے۔ یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقاتِ سحر میں سربسجود ہوکر گڑگڑاتی ہیں کہ یا ربا! ہندوستان میں بقاء اسلام اور تحفّظ علم کا کوئی ذریعہ پیدا کر۔ یہ مدرسہ انہی سحر گاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ (بیس بڑے مسلمان، ص: ۱۲۴)

(دار العلوم کے ذمہ داران کے لیے از حد ضروری ہے کہ ہر عہد میں اوقاتِ سحر میں سربسجود ہوکر بقائے اسلام اور حفاظتِ قرآن کے لیے گڑگڑائیں۔ اللہ تعالیٰ دار العلوم کو ہمیشہ ایسے ہی مقربین وصدیقین و صالحین علماء راسخین فی العلم عطا فرمائے جو آہِ سحر گاہی سے تحفّظ اسلام و مسلمانان ہند کے خاطر بے چین رہیں اور ملت کے درد کو اپنا درد جانیں۔ جن کے دلوں میں صرف اور صرف عظمتِ باری ہو۔ حق جل مجدہ کی ذات حق پرست سے جن کا تعلق و ربط ایسا قوی ہو کہ کفر و کافر کی نجاست وکید سے بیزار ہو، حق کا ترجمان ہو، مصلحت کے نام ملت فروش نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے سابق میں دار العلوم دیوبند کو انہی کمالات کا غیر معمولی مجاہد و مدبر عطا کیا ہے۔ یا سمیع الدعاء! دار العلوم کی لاج رکھنا۔ آمین یا مجیب۔ ثمین اشرف)

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دار العلوم کا دستور العمل

قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ (۱۲۴۸ھ م ۱۸۳۳ء - ۱۲۹۷ھ م ۱۸۷۹ء) جو اس تعلیمی تحریک کے قافلۂ سالار اور روحِ رواں تھے، اُنھوں نے علمی، تعلیمی، تبلیغی، تصنیفی، سیاسی اور معاشرتی امور میں برصغیر کے مسلمانوں کی عظیم الشان اور گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ انھوں نے دینی مدارس خصوصاً دار العلوم کے قیام و بقا کے لیے جو دستور العمل تجویز فرمایا ہے اس میں اسلامی دَورِ حکومت کے سابقہ طریق کے برعکس اسی عوامی چندے اور جمہوری طرز کے اختیار کرنے کی پرزور تلقین کی گئی ہے۔ اس دستور العمل میں حضرت نانوتوی قدس سرہ نے بتلایا ہے کہ دینی مدارس کے قیام کے لیے بنیادی طور پر یہ اصول ضروری قرار دیے جائیں:

۱۔ اصلِ اوّل یہ ہے کہ تا مقدور کارکنانِ مدرسہ کو ہمیشہ تکثیرِ چندہ پر نظر رہے، آپ کوشش کریں، اوروں سے کرائیں، خیر اندیشانِ مدرسہ کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہے۔

۲۔ ابقائے طعامِ طلبہ بلکہ افزائشِ طلبہ میں جس طرح ہوسکے خیر اندیشانِ مدرسہ ہمیشہ ساعی رہیں۔

۳۔ مشیرانِ مدرسہ کو ہمیشہ یہ بات ملحوظ رہے کہ مدرسہ کی خوبی اور خوش اسلوبی ہو، اپنی بات کی پچ نہ کی جائے۔ خدانخواستہ جب اس طرح کی نوبت آئے گی کہ اہلِ مشورہ کو اپنی مخالفتِ رائے اور اوروں کی رائے کے موافق ہونا ناگوار ہو تو پھر اس مدرسے کی بنیاد میں تزلزل آ جائے گا۔ القصہ، تہہِ دل سے بروقت مشورہ اور نیز اس کے پس وپیش میں اسلوبی مدرسہ ملحوظ رہے۔ سخن پروری نہ ہو، اور اس لیے ضروری ہے کہ اہلِ مشورہ اظہارِ رائے میں کسی وجہ سے متامل نہ ہوں اور سامعین بہ نیتِ نیک اس کو سنیں، یعنی یہ خیال رہے کہ اگر دوسرے کی بات سمجھ میں آ جائے گی تو اگرچہ ہمارے مخالف ہی کیوں نہ ہو بدل و جان قبول کریں گے اور نیز اسی وجہ سے یہ ضرور ہے کہ مہتمم امور مشورہ طلب میں اہلِ مشورہ سے ضرور مشورہ کیا کرے۔ خواہ وہ لوگ ہوں جو ہمیشہ مشیرِ مدرسہ رہتے ہیں یا کوئی وارد و صادر جو علم و عقل رکھتا ہو اور مدرسوں کا خیر اندیش ہو، اور نیز اس وجہ سے ضرور ہے کہ اگر اتفاقاً کسی وجہ سے اہلِ مشورہ سے مشورہ کی نوبت نہ آئے اور بقدرِ ضرورت اہلِ مشورہ کی مقدارِ معتد بہ سے مشورہ کیا گیا ہو تو پھر اس وجہ سے ناخوش نہ ہو کہ مجھ سے کیوں نہ پوچھا، ہاں اگر مہتمم نے کسی سے نہ پوچھا تو پھر اہلِ مشورہ معترض ہوسکتا ہے۔

۴۔ یہ بات بہت ضروری ہے کہ مدرّسین مدرسہ باہم متفق المشرب ہوں اور مثل علماء روزگار خود بین اور دوسروں کے درپئے توہین نہ ہوں۔ خدانخواستہ جب اس کی نوبت آئے گی تو پھر اس مدرسے کی خیر نہیں۔

۵۔ خواندگی مقررہ اس انداز سے جو پہلے تجویز ہو چکی ہے یا بعد میں کوئی اور انداز مشورہ سے تجویز ہو پوری ہو جایا کرے، ورنہ یہ مدرسہ اوّل تو خوب آباد نہ ہوگا اور اگر ہوگا تو بے فائدہ ہوگا۔

۶۔ اس مدرسے میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں تب تک یہ مدرسہ انشاء اللہ بشرطِ توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا، اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہوگئی جیسے جاگیر یا کارخانہ، تجارت یا کسی امیر محکم القول کا وعدہ تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف و رجا جو سرمایہ رجوع الی اللہ ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور امدادِ غیبی موقوف ہو جائے گی اور

کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہوجائے گا۔ القصہ، آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی ملحوظ رہے۔

۷۔ سرکار کی شرکت اور اُمراء کی شرکت بھی زیادہ مضر معلوم ہوتی ہے۔

۸۔ تامقدور ایسے لوگوں کا چندہ زیادہ موجب برکت معلوم ہوتا ہے جن کو اپنے چندہ سے اُمید ناموری نہ ہو، بالجملہ حسنِ نیت اہلِ چندہ زیادہ پائیدار کا سامان معلوم ہوتا ہے۔ ان اصولِ ثمانیہ کی نہایت ہی بلیغ تشریح حضرت مولانا محمد طیب صاحب نے فرمائی ہے، جو ایک مستقل پمفلٹ میں بنام 'آزادیٔ ہند کا خاموش رہنما' شائع ہوچکی ہے۔

اس دستور العمل کی پہلی، دوسری اور چھٹی ساتویں اور آٹھویں دفعہ میں واضح طور پر عوامی چندے کو اوقاف کا بدل تجویز کیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی پورا زور دیا گیا ہے کہ آمدنی کے یقینی ذرائع سے احتراز کرنا ضروری ہے، ورنہ خوف و رجا جو اصل سرمایہ رجوع الی اللہ ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

مولانا محمد علی جوہر نے فرمایا یہ اصول خالص الہام ومعرفت کے سرچشمے سے نکلی ہوئی باتیں ہیں۔ تحریکِ خلافت کے موقع پر جب مولانا محمد علی جوہر مرحوم دار العلوم میں آئے اور اُنھوں نے حضرت نانوتویؒ کے اصول ہشتگانہ دیکھے تو مولانا مرحوم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا کہ ''ان اصول کا عقل سے کیا تعلق! یہ تو خالص الہام ومعرفت کے سرچشمے سے نکلی ہوئی باتیں ہیں۔ سو برس کے بعد دھکّے کھا کر ہم جس نتیجے پر پہنچے ہیں، حیرت ہے کہ یہ بزرگ پہلے ہی اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے۔''

اب جب کہ بڑی بڑی ریاستیں خواب وخیال بن چکی ہیں اور زمینداریاں ختم ہوگئی ہیں، مگر کشمیر سے آسام تک ہزاروں دینی مدرسے چل رہے ہیں اور اُن پر حکومت کی تبدیلیوں کا کوئی اثر نہیں ہے۔ اس سے عوامی چندے کی افادیت اور مدارس کی بنیادوں کے استحکام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اوقاف کے سابقہ طریقے کے بجائے عوامی چندے کا یہ طریقہ بہت کامیاب اور بڑا نتیجہ خیز ثابت ہوا۔ دینی مدارس کے قیام اور دینی تعلیم کی نشر واشاعت کے لیے یہ ایک ایسا مفید اور

مستحکم طریقہ تھا جس نے دینی تعلیم کے فروغ کو عوامی چندے کی تحریک میں تبدیل کردیا، چندے کی نسبت دار العلوم کا شروع سے طے شدہ اصول یہ رہا ہے کہ اس میں نہ تو چندے کے لیے کوئی لازمی مقدار مقرر کی گئی ہے۔ نہ مذہب وملت کی تخصیص روا رکھی گئی ہے۔ چندے کی اس دفعہ کے الفاظ یہ ہیں:

''چندے کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے اور نہ خصوصیتِ مذہب وملت ہے۔''

قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

۱) متوسلین کو بعد نمازِ فجر ومغرب "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ" سو بار، ایک تسبیح استغفار کی جس وقت فرصت ملے۔ اگر سوتے وقت ہو تو بہتر ہے۔ سیّد الاستغفار آپ کو زیادہ پسند تھا: اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

۲) جناب رسول اللہ ﷺ کا ہم پر بڑا احسان ہے پھر بھی ہمارا آپ پر درود شریف بھیجنے میں بخل کرنا بڑی بے مروّتی وخسران کی بات ہے۔ درودِ ابراہیمی آپ کو زیادہ پسند تھا۔

متوسلین کو درود شریف پڑھنے کی تلقین فرماتے کہ کم از کم تین سو مرتبہ روزانہ پڑھا جائے اور اتنا نہ ہو سکے تو ایک تسبیح میں کمی نہ کی جائے۔

۳) مختلف اوقات میں جو دعائیں رسول اللہ ﷺ سے وارد ہیں ان کو پابندی سے ادا کیا جائے اور جملہ اعمال میں سنت کی متابعت کی جائے کہ قرب کا اقرب ترین راستہ سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے۔

۴) مقصود نسبت احسان کی تحصیل ہے لہٰذا اس نسبت کے کمال و رسوخ کے لیے کثرتِ ذکر وفکر کی ضرورت ہے۔ سالکین کو اس کی پابندی کرنی چاہیے۔ شروع میں بارہ تسبیح کی پابندی کی جائے۔ ہر حال میں مداومت کی تاکید ہے۔ پھر جب ذکر اللہ سے مناسبت و رغبت ہو جائے تو مرشد کی ہدایت سے اضافہ۔ اسم ذات اللہ اللہ یا نفی واثبات لا الہ الا اللہ، ہزار، بارہ ہزار، چوبیس ہزار تک کیا کرے۔ مگر اطلاع ہر حال کی مرشد کو کرتا رہے۔ ساتھ ساتھ پاسِ انفاس کا خیال

رکھے یا ذکرِ قلبی میں مشغول رہے۔ جب ذکر کا اثر محسوس ہو تو پھر مراقبہ حضوری کا اہتمام ہو۔

۵) ذکر میں کچھ خصوصیت رات کی ہی نہیں ہے۔ دن کو بھی کرو۔ باقی جو یہ اوّل کیفیت تھی پھر وہ نہ ہوئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اوّلاً جو حال وارد ہوتا ہے وہ بہت زور سے آتا ہے۔ قلبِ ناآشنا ہوتا ہے، اس لیے کیفیت زیادہ ہوتی ہے۔ پھر اس حال سے یک گونہ مناسبت ہو جاتی ہے تو وہ زور شور نہیں معلوم ہوتا کہ اوّل کورے ظرفِ گلی (مٹی کے برتن) میں پانی ڈالیں تو کیسا شور ہوتا ہے، دوبارہ میں حالانکہ پانی کا اثر زیادہ ہوتا ہے مگر وہ جوش نہیں ہوتا۔ ایسا ہی حال قلب و جسدِ انسان کا ہے اور غرض کیفیت سے نہیں۔ مقصد سکون و ربطِ قلب باللہ ہے۔ حالات جو اولیاء پر ہوئے وجد و حال کے اس کا بیسواں حصہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں۔ غرض نسبت وسکون وطمانیت باللہ تعالیٰ اصل ہے اور کیفیت لازم و داعی ہے۔ یہ حال ہے مقام نہیں، سو اس کا افسوس مت کرو۔ اب اس حالت سے تم میں زیادہ نسبت ہے۔

اور ذکر میں رعایت دماغ وقوت کی ضرور رکھنا۔ لذت میں آ کر ایسا نہ کرنا کہ اصل کام سے رہ جاؤ۔ تھوڑا تھوڑا بڑھتا ہے۔ جلدی کا کام نہیں ایک دو روز کی بات نہیں، ساری عمر کا کام ہے۔ ساعۃً فساعۃً۔ قول رسول اللہ ﷺ ہے۔ رات دن یکساں حال نہیں ہوتا، اس امر کو بہت یاد رکھنا۔ فقط والسلام۔ (مکاتیبِ رشیدیہ، ص:۲۵۔ اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۱۵۲)

شوق کی فضیلت، ولایتِ نظری کی حقیقت اور کام کی اہمیت

۶) فی الوقع کوئی شئے شوق سے زیادہ نہیں، صاحبِ شوق کو کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔ جس کو شوق ہوتا ہے وہ حسبِ لیاقت و استعداد ضرور کچھ لے جاتا ہے اور بدون شوق ساری عمر کی محنت بھی تھوڑا حظ (حصہ) دیتی ہے۔ آپ کو شوق لگا ہوا ہے سو خالی نہ جائے گا۔ نالاں و گریاں ہونا ہی کافی ہے۔

ولایتِ نظری کے یہ معنی ہیں کہ بعض وقت بدون اختیارِ عارف کے ایسا آ جاتا ہے کہ عارف کی نظر میں اور توجہ میں اثر ہوتا ہے کہ جس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس پر ایک اثر پڑتا ہے جس سے ملوّن (رنگین) ہو جاتا ہے۔ مثل آفتاب کے کہ جب وہ نمایاں ہوتا ہے تو ہر شے پر اس کی شعاع ہوتی ہے۔ مگر جو طبع مصفا (صاف) قابل ہوتی ہے تو انوار کا عکس آتا ہے اور نہیں تو

حرارت کا اثر ہوتا ہے۔اس میں بھی تفاوتِ استعداد ہے۔آئینہ پر نور زیادہ اور عاج (ہاتھی دانت) پر کم۔پتھر پر گرمی زیادہ اور گارے پر کم۔علیٰ ہٰذا پھر جو وہ عکس بزرگ کا قائم ہوگیا فبہا۔اور جو زائل ہوگیا تو پھر ویسا ہی رہ گیا۔ یہ بھی تفاوت رکھتا ہے،تو یہ امر اتفاقی ہے۔ بے اختیاری، اس پر کوئی انتظار کرکے نہیں بیٹھتا۔اپنا سر مارنا اور مجاہدہ مشروط ہے اور اپنا ہی کیا، حال قائم و دائم لاتا ہے۔

الغرض اب آپ ملازمت پاسِ انفاس بہت رکھیں اور اس پر زیادہ توجہ رہے اور اوراد و وظائف زبانی جو ارشادِ حضرت ہیں ان کو بھی کرتے رہیں جو مقدر ہے، ملے گا۔(مکاتیبِ رشیدیہ، ص:۱۸۶۔اقوالِ سلف، ج:۴،ص:۵۳)

قطب العالم حضرت گنگوہیؒ بنام حاجی ظہور الحسنؒ

۷) برادرم حاجی ظہور احمد صاحب سلّمہٗ، السلام علیکم! آپ کا خط آیا جس سے بوئے دین و دیانت آتی ہے۔ الحمد للہ۔ افسوس دین اس صاحبِ نصیب کو نصیب ہوتا ہے کہ نصیب رحمتِ کاملہ کا کامل رکھتا ہے۔

برادر! یہ تمام شریعت کا علم اور طریقت کا طریقہ نورِ یقین کی تحصیل کے واسطے ہے اور انجام و منتہی سب کا یہی تو ہے کہ جس کو مسلمان سرسری طور پر رکھتے ہیں وہ یقین حق یقین مثل مشاہدہ کے ہوجائے۔ یہ انتہا سب طرق کی ہے۔سوتم نے اس سر کو پکڑا کہ اس سے وراء ہرگز نہایت نہیں۔صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تمام اپنا جان و مان اور آبرو و جان کیوں دی تھی؟ کیا دیکھا تھا؟ یہی فیضِ صحبتِ فخرِ عالم علیہ السلام سے یقین حاصل ہوگیا تھا کہ دنیا کا فانی ہونا اور آخرت کا باقی ہونا۔اپنا لاشئ (کچھ نہ) ہونا،اور حق کا کارساز ہونا یقین ہوگیا تھا۔بس اس پر مدار سب کام کا تھا۔

حضرت سیّدی عبد القادر جیلانیؒ اور خواجہ خواجگان معین الدین چشتیؒ اور سیّد الطائفہ بہاء الدین بخاریؒ کیوں بڑے ہوگئے؟ اسی یقین ہی کے سبب سے بڑے ہوئے تھے۔

سوعزیز! یہ دولت اگرچہ ہرگز ہرگز سہل نہیں، تمام جان و مال دے کر اس سے ایک ذرّہ ملے اور عمرِ نوح علیہ السلام خرچ کرکے اگر ایک ذرّہ ملے تو مفت اور بہت سہل اور جلد ہے مگر تاہم کچھ مشکل نہیں اگر مقدر ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

سیّد الطائفہ حضرت احمد مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ کل سات قدم ہیں و بس۔ قدم تو سات ہی ہیں لیکن ایک قدم بھی اگر لاکھ سال میں طے ہو تو جلد ہے۔ مگر فضل اللہ تعالیٰ شانہ ہو تو ایک ساعت ہے۔ الحاصل اگر حاصل نہ ہو پائے، (پھر بھی) محصلین (پانے والوں) کی جماعت میں تو شمار ہو جائے۔

الحق کہ کشف و کرامت ایک جو کے برابر بھی نہیں اس نور کے سامنے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَ اعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰی یَاۡتِیَكَ الۡیَقِیۡنُ﴾ (سورۂ نحل، آیت: ۹۹) یعنی اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے یہاں تک کہ آپ کو موت آ جائے۔

جس قدر یقین ہے اسی قدر قوتِ ایمان و تقرب ہے۔ الحاصل اگرچہ یہ قوت تاثیر اور وجد اور کشف اور تصرف دنیا میں بہت ہے مگر نورِ یقین مثل کیمیا کے نادر الوجود ہے۔ اگرچہ عالم خالی نہیں۔ اشغال سب اس کے مقدمات تھے، مگر اب خود مقصود ہو گئے۔ پس اپنے شرائط و ارکان کے ساتھ آدمی کار کرلے تو قدرِ مقدر پاتا ہے، نہ یہ نسبتِ حقہ معدوم و مفقود ہے اور نہ تحصیل اس کا محال ہے۔ اگرچہ اہل، اس نسبت کے ہر روز کم ہو رہے ہیں اور اب اقل قلیل ہیں مگر عالم خالی بھی نہیں ہے۔ چنانچہ طرقِ اربعہ کا اسی نسبت پر انتہا ہے اور اہلِ طریق، اس کے ہی واسطے گھر بار ترک کر کے حیران و پریشان ہوتے ہیں۔ ہر چند آپ نے تھوڑا کلمہ کہا مگر الحق کہ خوب فہم کی بات اور تمام مدعیٰ لکھا۔ مجھ کو تمھاری اس تحریر سے نہایت ذوق آیا۔ اے کاش کہ اس یقین کا شائبہ، ہوا بھی اس محروم کو لگ جائے کہ سارا مدار اسی پر ہے۔

اس نسبت کا نام 'نسبتِ احسان' ہے کہ بعثت جناب فخر رسل ﷺ کی اسی کے واسطے تھی اور جملہ صحابہ کرامؓ اس نسبت کے حامل تھے علی حسب مراتبهم۔

پھر اولیائے اُمت نے اس کو دوسرے طریقے سے پیدا کیا کہ ہر ایک نے اشغال اپنے اپنے طریقہ کے وضع کیے۔ سو یہ سب مقدمات اس کے ہیں اور بس۔ اس کا کوئی طریق معین نہیں۔ ہر شخص کا طرز جداگانہ ہے مگر اس زمانہ میں ترکِ تعلق (غیر ضروری جس کو حدیث میں 'ترکِ مالا یعنی' کہا گیا) کو شرطِ کامل ٹھہرایا۔

درجۂ کمال کو پہنچے ہوئے شیخ کی یہ پہلی نصیحت ہے کہ ناجنس و نالائق ہم نشین سے پرہیز کیا

کرو۔ اور پھر کسی بتلانے والے کی ضرورت شدید ہے کہ بدون ہادی کے کس طرح اندھیری راہ کو طے کرے۔ بس زیادہ کیا لکھوں، ہر چند حاصل کچھ نہیں۔ مگر

اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَ لَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهُ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحاً

(مکاتیبِ رشیدیہ، ص:۱۱۵۔ اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۱۵۶)

دردِ نایافت

۸) آپ کا خط آیا، آپ کی حسرت عدم حصولِ مطلب اگرچہ عدم ہے مگر بندہ کے نزدیک عمدہ حالت ہے۔ جیسا کہ حصولِ مطلوب کی فرحت وسرور حالتِ بسط کہلاتی ہے۔ ایسا ہی عدمِ حصول مطلوب کی حسرت قبض کہلاتی ہے۔ قبض وبسط دونوں حالت نیک ہیں۔ اگر حسرت عدمِ حصول ہے تو الحمدللہ کہ طلب ہے اور دردِ نایافت (نہ پانے والا درد) ہے۔ ہمارے شیخ الشیوخ قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو بعد مجاہدہ ہزار سالہ حسرت دردِ نایافت حاصل ہوجائے تو سب کچھ اس کو حاصل ہوگیا۔ ہائے افسوس کہ دردِ نایافت نہیں ملتا کہ کام تمام ہوجائے پس اب لازم ہے کہ شغل باطن کو خوب التزام کے ساتھ بجالاؤ اور بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ (یعنی اگر کل حاصل نہ ہوسکے تو کل کو ترک بھی نہ کرے جو ملے لے لے) جس قدر ہوسکے اس کے شغل میں رہو اور پھر حسرت نایافت میں لطف دیکھو اور اُمید ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو ضائع نہ فرمائے گا۔ (مکاتیبِ رشیدیہ، ص:۱۰۸۔ اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۱۵۷)

قطب العالم کا مکتوب بنام مولوی ممتاز علی

از بندہ رشید احمد عفی عنہ، مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب سلّمہٗ، بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔

آپ کا خط آیا، حال دریافت ہوا۔ آدمی کو جو کام کرنا ضرور ہے اُس کے واسطے انتظار فرصت کا نہیں کرنا چاہیے مثلاً اگر کوئی بیمار ہے اور علاج کرنا ضرور ہے تو یہ نہیں انتظار کرتا کہ جب سب کاروبار سے فراغ ہوجائے گا تو معالجہ شروع کروں گا بلکہ معالجہ کو مقدم یا منجملہ تمام اُمور کے کرنا شروع کردیتا ہے۔ ہاں اگر مرض کا غلبہ نہیں اور علاج کی ضرورت نہیں یا علاج کرنا ہی مراد نہیں تو دوسری بات ہے۔ پس جب ذکر کرنا بندہ کو اگرچہ وہ نفل ہی ہے اپنے خیال وعزم میں

ضرور ہوا تو انتظار فرصت کا ہرگز درست نہیں کیونکہ انسان ہرگز فارغ نہیں ہوسکتا معاش کے اکتساب میں عیال کی تربیت میں حوائج کی فراہمی میں، ہر روز پریشان ہے تھوڑا یا بہت پس تا دمِ مرگ فرصت نہ ملے گی اور جب شیطان کو محقق ہوا کہ یہ مرد فرصت کے خیال میں ہے تو ہرگز فرصت نہ لینے دیوے گا اور اس خیالِ اُمیدِ فرصت کو قوت دے کر راسخ کرے گا اور تسویف (موخر کرنا) ڈال کر سادِّ طریق (روکنے والا) خیر ہووے گا۔ یہ فی الواقع دھوکا شیطان کا ہے لہٰذا انسانِ عاقل کو واجب ہے کہ ذکر وفکرِ آخرت کو کسی حال تعویق (شش و پنج) میں نہ ڈالے البتہ اگر ممکن ہوتو اُمورِ دنیاوی کو تسویف کر دیوے اور جس قدر ذکر ہوسکے اگرچہ قلیل ہو اس کو اسی تشاویش سے مخلوط کر کے کرتا رہے۔ اگر پریشانیٔ خاطر ہے تو فقط لسانی ہی سہی کہ اگر لطیفۂ قلب معطل رہا وہ غافل ہوا تو زبان تو معطل و غافل نہیں رہی۔ ما لا یدرك كله لا يترك كله۔ ذکر ایسی شئے ہے کہ اگر اس کو کرتا رہے اگرچہ بے ہوشی خواطر و پریشانی تعلقات میں محض تحریکِ لسانی ہونافع اور موجب نورانیتِ قلب کے ہوتا ہے۔ ہر چند ذکر قلبی ہی ہے اور ذکرِ کامل وہی ہے کہ تمام لطائف کو شاغل بنا دیوے۔ اگر یہ نہ ہوتو فقط لسان (زبان) کو بھی کیوں بے کار کر دیوے۔ یہ محض لسانی غفلت کا ذکر کشاں کشاں قلب تک پہنچا دیتا ہے۔ عضوِلسان اگر جنت میں جائے گا تو کیا دیگر جملہ اعضاء محلِ نار ہوسکتے ہیں؟ ذکر وہ شئے ہے کہ اگر کسی جزوِانسانی سے متصل ہووے گا تو تمام جسد کو اپنی طرف کھینچ لیوے گا۔ زنہار کہ آپ التزامِ شغل کے واسطے فرصت کا انتظار کریں۔ اگرچہ چار پانچ منٹ ہی ہو مگر شغل کو شروع کرو اور "خَيْرُ الْعَمَلِ مَا دِيْمَ عَلَيْهِ" کو پیشِ نظر کر کے اس ہی پانچ منٹ پر التزام کریں۔ اگرچہ محض لسانی بھاگتے دوڑتے ہو، پس اس تحریر کو مبالغہ نہ تصوّر فرمائیں اور اپنا کام انہی کاموں میں باالتزام شروع فرما دیں۔ جب پانچ منٹ کا التزام ہوگا وہ زائد ہو جاوے گا۔ فقط والسلام۔ (مکاتیبِ رشیدیہ، ص:۱۱۱)

مکاتیبِ رشیدیہ میں اس قسم کے بہت سے خطوط درج ہیں جو سالکینِ راہ بلکہ جملہ مسلمین کے لیے نہایت مفید ومؤثر ہیں۔ اگر فرصت ملے اور کتاب دستیاب ہوتو ضرور مطالعہ فرمائیں۔

حضرت قطب العالمؒ کی مزید وصایا

۱- اپنی اولاد، زوجہ اور سب دوستوں کو بتاکید وصیت کرتا ہوں کہ اتباعِ سنت کو بہت

ضروری جان کر شرع کے موافق عمل کریں۔ تھوڑی مخالفت کو بہت سخت دشمن اپنا جانیں۔

۲- رسوم دنیا کو سرسری جان کر کرنا نہایت خرابی کی بات ہے۔

۳- لذت کھانے کی اور کپڑے کی قید نہایت خرابی ڈالنے والی دین اور دنیا کی ہے۔

۴- اپنے مقدور سے بڑھ کر کام کرنا مآل کار ذلیل ہونا ہے، اس کی رسوائی دین و دنیا میں اُٹھانی پڑے گی۔

۵- بدمزاجی و کج خلقی سخت ناراضگیٔ حق تعالیٰ ہے، دنیا میں ایسا آدمی خوار رہتا ہے اور آخرت میں نہایت ذلت اُٹھاتا ہے۔

۶- نرمی سب کے ساتھ لازم ہے۔

۷- برا کام قلیل بھی برا ہے اور اطاعت و اچھا کام اگرچہ تھوڑا ہو بہت بڑا رفیق ہے۔

۸- تکلّفات شادی و غمی کے بدعت سے خالی نہیں ہیں، ان کو سرسری نہ جانیں۔ طعن و تشنیع و برادری کے سبب سے اپنے مقدور سے زیادہ کام کرنا یا خلافِ شرع یا بدعت کو کرنا عقل کی بات نہیں، دنیا و دین میں اس کا خمیازہ برا ہے۔

۹- اسراف کی مذمت اور برائی شریعت میں سخت آئی ہے کہ شیطان کا بھائی اس کو قرآن میں فرمایا ہے۔

۱۰- اگر میرا انتقال ہو جائے تو حسب مقدور ثواب پہنچا دیں۔ اندازہ سے زیادہ ہرگز نہ کریں نہ کوئی تکلّف غیر مشروع کریں۔ جو کچھ ہو موافق سنت کے ہو، باہم اتفاق و سلوک سے رہیں۔

۱۱- میرے ذمہ کسی کا ایک پیسہ بھی قرض نہیں، اس کی کچھ فکر نہ کریں۔ (تذکرۃ الرشید، ص: ۳۴۱۔ مطبوعہ مکتبہ بحر العلوم، کراچی۔ حضرت کی مکمل وصیت وصل الحبیب میں طبع ہوئی)

۱۲- ترکہ رامپور جو فروخت ہوا سب کا حصہ دیا، یا صاحبِ حق نے معاف کیا، مگر ہمشیرہ کلاں نے نہیں لیا، ان کی رضامندی سے وہ روپیہ ہمارے پاس خرچ ہوا ہے۔ اور ترکہ گنگوہ جو جدی ہے اس میں امۃ الحق کا حصہ نہیں، کیونکہ وہ دادا صاحب مرحوم نے ہمارے نام ہبہ کیا تھا۔ اس میں ہم ہر سہ کا حصہ ہے، دو دو سہام بندہ اور بھائی صاحب کے، اور ایک حصہ ہمشیرہ صاحبہ کا ہے، اور جو ترکہ والد صاحب مرحوم کی خرید ہے اس میں ۶۴ سہام ہیں، سات سہام امۃ الحق کے

ہیں، باقی کے پانچ حصے ہوکر دو دو ہر برادر کے اور ایک ہمشیرہ صاحبہ کا ہے جب اہل حق طلب کریں دے دیویں۔

۱۳- کتب جو میرے پاس ہیں، ان کی فہرست لکھی ہوئی ہے۔سب کتب زرخرید اپنے نام کا لکھا ہے مگر محض رسائل کا نام نہیں لکھا گیا، اور وقفی کتابیں اور مستعار اور ترکہ والد سب کا نام لکھ دیا ہے۔مستعار کتب حوالہ مالک کردیویں۔اور وقفی کتابیں اگر احتیاط سے رکھ سکیں تو رکھیں ورنہ کسی دینی مدرسہ کو دیویں۔اور ترکہ کی رکھیں مگر جو حصہ ہوئے تو حسبِ فرائض دیدیویں فقط اس سب پر عمل درآمد غور سے کریں۔آئندہ مختار ہیں اپنے کیے کو آپ دیکھیں گے۔ یہ عاجز بری الذمہ ہوگیا۔الحمدللہ رب العالمین۔

۱۴- الماری کلاں حجرہ میں سب کتب وقفی ہیں، بعد موت بندہ جہاں مناسب ہو، یہ کتب رکھی جائیں اور جو حافظ مسعود احمد کو درس کا خیال ہوتو فقہ جات خود بھی رکھیں، اور الماری مِلک بندہ کی ہے۔

۱۵- دوسری الماری خوردتن کی لکڑی کی الماری میں سب کتابیں مِلک بندہ کی ہیں مگر بعض کتب جو مستعار ہیں، اس پر نام مالک کا ہے، وہ مالک کو دی جائے۔اور شامی کا تکملہ خود مِلک بندہ کی ہے۔اور جو کتاب ترکہ والد مرحوم کی ہے، اس پر نام والد کا لکھا ہوا ہے، اور مملوک پر نام بندہ کا ہے۔

۱۶- مولوی عبدالکریم کی کتب خارج الماری، الماری نما صندوق میں رکھی ہیں، وہ انھوں نے ہبہ بنام بندہ کردیا ہے اور وقف خود وقف ہیں۔

۱۷- حجرہ کا اسباب سب کا سب مِلک بندہ ہے۔سوائے دو ایک عدد رضائی کے وہ مہمانوں کے واسطے رکھی ہیں، وہ صدقہ کردی جائیں، مگر دھوپ گھڑی جامع مسجد کی ہے۔

۱۸- روپیہ جو کچھ قلمدان والماری میں ہے جس پر کچھ نشان لکھا ہے وہ اس کا ہے، مسجد کا یا کسی کا اور جس پر کچھ تحریر نہیں، وہ مِلک بندہ ہے۔کاغذاتِ قرض قلمدان میں ہیں، ان سب سے حال واضح ہوجائے گا۔موافق اس کے عمل کریں۔ ہر شئے اپنے مصرف پر اور مالک کو ملے اس میں فروگذاشت نہ ہو۔

۱۹- گھر کی الماری میں سب کتب مِلک بندہ ہیں یا ترکہ والد کی، اور روپیہ سب اپنا ہے سوائے اس کے کہ اس پر کسی کا نام لکھا ہو، وہ ان کا ہے، امانت مالک کو دیویں، باقی کے مختار ہیں۔

۲۰- میرے ذمہ کسی کا قرض نہیں ہے، جو میرا قرض ہے اس کی فرد قلمدان میں ہے، دیکھ کر وصول کرلیں۔ اگر دو چار آنے گھاس دانے کے عاشق یا کوئی خادم بتادے وہ دیدیویں، شاید سہو سے رہ گیا ہو۔ ورنہ قرض مجھ پر نہیں ہوتا۔ فقط۔ (وصایا، ص:۵۳)

حضرت مولانا محمد حسین فاروقی الٰہ آبادی

خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہؒ

(ولادت: ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۳ء۔ وفات: ۱۹۸۹ء)

۱) سنت کے مطابق طہارت کرنے میں جو انوار پیدا ہوتے ہیں وہ اذکار و اشغال میں بھی بعض دفعہ نہیں پیدا ہوتے۔

(ف: آخر سنت کس کی ہے؟ حضور ﷺ کی سنت ہے نا تو پھر اس پر عمل سے کیوں نہ نور پیدا ہوگا؟)

۲) اگر کچھ دنوں کے لیے بھی میری سلطنت ہو جاتی تو تعزیہ داروں کے خلاف جہاد کرتا اور ان کو قتل کر ڈالتا۔ (اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۲۲۰)

حضرت مولانا صوفی سلیمان لاجپوریؒ خلیفہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ

(وفات: ۱۳۴۳ھ۔ مدفن: صوفی باغ، سورت، گجرات)

۱۔ عمر گرامی انمول و بیش قیمت جوہر ہے۔ اس کو حقیر و ناچیز دنیا کے عوض فروخت کر دینا باعثِ خسارتِ دارَین ہے۔

۲۔ قرآن مجید کو اپنے اعمال کا آئینہ بنانا چاہیے۔ خصوصاً ان دو رکوع سے اپنے افعال کا موازنہ کرنا فلاح و نجات کا ایک طریقہ ہے۔ "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ" الآیۃ۔ دوسرے "وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ" الآیۃ۔ ان دو رکوع کو ہر روز پڑھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے۔

۳۔ سچا یقین اس بات پر رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر آن اپنی مخلوقات کی حرکات و سکنات

کا ناظر ہے۔

۴۔ اللہ پاک کے پاس جانے کا جب پورا یقین ہے تو اس سے حیا وشرم کرنی چاہیے۔

۵۔ سب سے بڑا کام یہ ہے کہ اپنے کو سب سے بُرا سمجھے۔

۶۔ قلب نورِ حق، نورِ الٰہی، نورِ ربّانی کے نزول کا محل ہے۔ اس لیے اس کو برے خطرات و مذموم خیالات سے خراب نہ کرنا چاہیے۔

لٰہذا ان امور سے ہمیشہ مجتنب رہنا چاہیے کہ اس سے دل خراب ہوتا ہے۔ وہ یہ ہیں: کبر، کینہ، بغض، حسد۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ایک اصلاحی مکتوب
بنام مولانا محمود الحسن اور مولانا خلیل احمد رحمہما اللہ تعالیٰ

حضرت مولاناؒ اوائل صفر ۱۳۰۹ھ سے لے کر ۱۳۱۴ھ تک دارالعلوم دیوبند میں مدرّسِ دوم کی حیثیت سے رہے۔ وہ زمانہ حاجی عابد حسین صاحبؒ دیوبندی کے اہتمام کا تھا جو اس مدرسے کے بانیوں میں سے تھے۔ چند سال کے بعد ممبرانِ کمیٹی کے اضافے میں اختلاف پیدا ہوا اور اس نے فتنہ وشورش پیدا کردی، جس کا اثر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب جو مدرسہ کے مدرّس اوّل تھے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب پر جو مدرسہ کے مدرّسِ دوم تھے، بہت زیادہ پڑا۔ اس لیے دونوں حضرات نے اپنے شیخ ومربی حضرت مولانا گنگوہیؒ کو مدرسہ کے حالات من وعن تحریر کیے۔ اس کا جو جواب عنایت فرمایا وہ ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے، جس کا ابتدائی حصہ یہ ہے:

از بندہ رشید احمد عفی عنہ

برادرانِ مکرمان مولانا محمود حسن صاحب ومولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہما۔

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائیے۔ آپ دونوں کے چند خطوط پہنچے جس سے وہاں کا حال معلوم ہوتا رہا۔ آج مولوی خلیل احمد صاحب کا خط آیا جس سے پریشانی مدرّسین کی دریافت ہوئی، لٰہذا یہ تحریر ضرور ہوئی۔

میرے پیارے دوستو! تم کو کیوں اضطراب وپریشانی ہے۔ تم تو ﴿وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی

اللّٰـهِ فَهُـوَ حَسْبُـهٗ﴾ پر قانع رہو۔ مدرسہ سے فقط آپ کو اتنا تعلق ہے کہ درس دیے جاؤ۔ اگر مدرسہ بند حق تعالیٰ کرادے گا تم اپنے گھر بیٹھ رہنا۔ اگر مفتوح رہا درس میں مشغول رہنا، جو تم سے درس کرانا اہلِ شہر کو منظور نہ ہوگا۔ تو دوسرا باب مفتوح ہو جائے گا۔ تم کس واسطے پریشان ہوتے ہو، خبر بھی مت پوچھو کہ کیا ہو رہا ہے، اپنا کام کیے جاؤ۔ تمھارے برابر تو کسی کے دست و پا نہیں چلتے تم کیوں بے دست و پا اپنے آپ کو لکھتے ہو۔ جس کام میں تم ہو اُس میں تکرار نہیں۔ اب فقط نزاع یہی ہے کہ اہلِ شوریٰ کی زیادت ہو۔ تمھارا کیا حرج ہے؟ تم اپنا کام کرو۔ حاجی صاحب مصلحت کا کام کرتے ہیں وہ اپنی تدبیر میں رہیں، خواہ کچھ ہو، ہماری تمھاری مرضی کے موافق ہو یا مخالف، اور اہلِ شوریٰ خود سب اختیار حاجی صاحب کو دے کر مطمئن ہو گئے تو تم پر کیا بار ہے۔ بس تم جیسے لوگوں سے تردّد کا ہونا بے موقع ہے۔ تم کسی امر میں لب کشا مت ہو۔ کوئی پوچھے تو جواب دو کہ درس کے باب میں ہم سے پوچھو، جو ہمارا کام ہے۔ انتظام وغیرہ کو نہ ہم مانیں، نہ ہم دخل دیں اور اندیشۂ بدمعاشاں کیوں کرو۔ اس شعرِ حضرت شیخ المشائخ قدس سرہ کو مدنظر رکھو۔

قصدِ ظالم بسوئے کشتنِ ما
دلِ مظلومِ ما بسوئے خدا

(یعنی ظالم کا قصد تو ہمیں مار ڈالنے کا ہے اور ہمارے مظلوم دل کی توجہ اللہ کی طرف ہے۔)

او دریں فکر تا بما چہ کند
ما دریں فکر تا خدا چہ کند

(ظالم تو اس فکر میں ہے کہ ہمارے ساتھ کیا کرے اور ہم اس فکر میں ہیں کہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کیا کارروائی فرماتا ہے۔)

اے عزیزان! روزِ ازل مقدر ہو چکا ہے، ذرّہ ذرّہ جو واقع ہوگا، مدرسہ کے امور میں بھی بس وہی ہوگا اور ہو کر رہے گا۔ خواہ کوئی دفع کرے یا واقع کرے۔ پھر تم کیوں سرگشتہ ہوتے ہو۔ ’ہر چہ از محبوب رسد شیریں بود‘ (یعنی محبوب کی طرف سے جو کچھ پیش آتا ہے وہ شیریں ہوتا ہے۔)

ف: سبحان اللہ! اس مکتوب گرامی میں کیسی نصیحتیں مذکور ہیں جن سے حضرت گنگوہیؒ کی فہم وفراست کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ واقعی پیر دستگیر وہی ہے کہ پیروں کے پھسلنے کے موقع پر مریدین

کوسنبھال لے، نہ کہ مزید الجھاوے اور قعرِ ضلالت میں گرادے۔ اس لیے ایسی نصائح کو تو پیرو مرید سبھی کو مستحضر رکھنا چاہیے تا کہ اصلاح و تربیت کا سلسلہ بخوبی جاری رہے۔
(اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۳۰۴)

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی صدر المدرّسین دارالعلوم دیوبند بنام منشی محمد قاسم نیانگری

(ولادت: ۱۳/صفر ۱۲۴۹ھ۔ وفات: ۳/ربیع الاوّل ۱۳۰۲ھ)

ا۔ کثرتِ تلاوت، اسم 'یاودود' کی بے قید کسی پرہیز اور کسی شرط کے ہر وقت اور ہر لحظہ اور بطور وظیفہ کے ایک ہزار ہر روز بالضرور پڑھنا چاہیے (مراد یہ ہے کہ اپنے ساتھ حق تعالیٰ کی مودت کی تحصیل اور اپنے قلب کی خلق سے خالق کی طرف تحویل کی نیت سے پڑھے) اور 'یا مقلّب القلوب' ایک سو بہتر بار اس کے ساتھ پڑھے۔ اور اگر کسی وقت خلوت ممکن ہو تو ان اسماء کو دو سو تین (۲۰۳) بار بتصوّر مطلوب (رضائے حق) تلاوت کرے، اور خداوند کریم سے دعا کرے کہ الٰہی مجھ کو بت پرستی سے چھڑا کر حق پرستی نصیب کر اور اپنے غیر سے روگرداں کر کے اپنی طلب اور عشق عنایت فرما اور جس صورت کے ساتھ دل کو ربط ہے اس کو حجابِ نور مطلوب حقیقی خیال کرے اور یہ خواہش کرے کہ یہ پردہ میرے حق میں رہزن نہ ہو اور مجھ کو دریافت اصلِ حقیقت سے غلطی میں نہ ڈال اور اگر فرصت ملے تو بارہ سو (۱۲۰۰) بار 'لا الٰہ الا اللہ' بحضور وقصور لامقصود کے بہ آواز نرم وحزیں پڑھے۔ اور اگر یہ عدد ایک وقت میں ممکن نہ ہو تو شب وروز میں یہ حسب فرصت دو بار یا تین بار کر کے پورا کرے اور کسی قدر درود شریف کہ کم پانچ سو مرتبہ سے نہ ہو، اور اسی قدر استغفار ہر روز وظیفہ کرے بلکہ اگر اور وظیفہ قضا ہو تو یہ دونوں قضا نہ ہوں، اس کو اصل سمجھے اور ہر وظیفہ کے اوّل و آخر میں درود شریف گیارہ گیارہ بار ضرور پڑھے۔ اگر اس عرصے میں صحبت کسی صاحبِ باطن متبع شرع کی نصیب ہو تو اس کی خدمت غنیمت سمجھے ورنہ بظاہر سب سے حسنِ ظن رکھے۔ (مکتوباتِ یعقوبی، ص:۳۶)

۲۔ جانتے ہو علم اور شئے ہے اور عمل اور شئے۔ علم سے بدون عمل کے کچھ حاصل نہیں، خاص کر جب علم بھی ناتمام اور ناقص ہو تو سراسر بیکار ہے۔ (مکتوباتِ یعقوبی، ص:۴۳) (علمِ کامل اور عقلِ سلیم اور تقویٰ منجملہ شرائط ہے)

۳۔ نصیحت عام یہ ہے کہ بندگی کو اپنا ضروری کام جانے اور ذوق وشوق کو پونجی راہِ طلب کی، اگر یہ موجود ہوں شکرِ الٰہی کرے اور نہ ہوں تو اس غم سے خالی نہ ہو۔

گر نہ داری شادی از وصل یار

خیز بر خود ماتم ہجران بدار

دو باتیں طالب کو اور بھی ضروری ہیں؛ ایک تلاوتِ قرآن شریف کہ کم سے کم ایک سیپارہ روز پڑھے۔ اگر حافظ ہو تو نفل میں پڑھے اور نہیں تو دیکھ کر اور دوسرے روزہ نفل کہ ہر مہینے میں تین روزے تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کے رکھے اور نوافل صلوٰۃ جو آئے ہیں جیسے اشراق کی دو رکعت اور چاشت کی چار اور چھ اوّابین اور تہجد کی چار سے دس تک ان سب پر یا جتنا ہو سکے مداومت ہو تو کیا کہنا! غرض کہ جو کام ہو سکے دوام اس میں شرط ہے اور اسی لیے اتنا کام مقرر کرے کہ نباہ سکے۔ (مکتوباتِ یعقوبی، ص:۵۱)

۴۔ تم نے پوچھا ہے کہ اس وقت تنگی میں کیا کیا جائے؟ اس وقت میں کثرتِ استغفار اور دعائے عفو زیادہ کرنی چاہیے اور جتنا ممکن ہو ہر آدمی بقدرِ حیثیت تصدق کرے اور راضی قضائے الٰہی پر ہو وہ حکیم مطلق ہے جو کچھ کرتا ہے وہی عین مصلحت ہے۔ ہم بیچارے نادان کیا جانیں کہ ہمارا بھلا کس صورت میں ہے اور اس دعا کو اکثر پڑھتے رہیں۔ اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِنَا وَ رَحْمَتُكَ اَرْجٰى مِنْ عِنْدِنَا مِنْ اَعْمَالِنَا ۔ یا اللہ تیری مغفرت بہت وسیع ہے۔ ہمارے گناہوں سے اور تیری رحمت کی زیادہ اُمید ہے بہ نسبت ہمارے اعمال کے۔

اور جو تنگی تکلیف پیش ہو اس کو کشادہ پیشانی سے منظور کریں اور کچھ جزع فزع نہ کریں، اور سمجھیں کہ ہم اس سے بھی زیادہ عتاب کے لائق ہیں اور ہر وقت التجا اور استدعا صبر کی کریں۔ الٰہی تو نے ہی بلا بھیجی ہے اور تو ہی صبر عنایت فرما ورنہ ہم کیا اور ہماری قوت کیا۔

(مکتوباتِ یعقوبی، ص:۱۴۴)

۵۔ جب ذکر غلبہ کرتا ہے ایک قلب کیا تمام جسم متحرک ہوجاتا ہے بلکہ آواز آتی ہے۔ بلکہ ہر طرف سے آواز آتی ہے اور ایسی آواز کا غلبہ اس قدر ہوجاتا ہے اور اس کو سلطان الذکر کہتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب خواستہ ایزدی ہے ظہور اس کا ہوگا اور بوقت فرصت ذکر آرہ کرتے رہو اور مراقبہ کسی قدر اگر طبیعت چسپاں ہو کرو، خواہ کچھ معلوم ہو یا نہ ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب کچھ معلوم ہونے لگے گا اور جتنے ورد و وظائف تم پڑھتے ہو بہت ہیں۔ ان میں سے جن پر مداومت ہو سکے رکھو، باقی کو ترک کردو اور تم نے۔ اللہ الصمد کو اور 'یا حی یا قیوم' کو پوچھا ہے۔ اللہ الصمد کو پانچ سو بار اور 'یا حی یا قیوم' کو گیارہ سو بار کا معمول ہے۔ اللہ الصمد اکثر بزرگوں کے نزدیک اسم اعظم ہے اور اس کو گدازگیٔ قلب میں نہایت تاثیر ہے اور مجاہدہ پر اس سے اعانت ہوتی ہے۔

اور 'یا حی یا قیوم' کی مداومت سے دل زندہ ہوجاتا ہے اور زندہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اثر ذکر اور مراقبہ کا جلد قبول کرنے لگے اور 'یا حی یا قیوم' کو ضرب کے ساتھ بھی کیا کرتے ہیں۔ ایک ضربی یا دو ضربی۔ ایک ضربی میں 'حی' پر ضرب کرتے ہیں اور دو ضربی میں ایک ضرب 'حی' پر اور ایک 'قیوم' پر۔ کبھی فرصت میں اس کو بھی کرلیا کرو۔

تم نے پوچھا ہے کہ صبح اور شام کے وظیفہ کب تلک ادا کیے جائیں؟ بھائی اوّل روز صبح ہے، اور اوّل رات شام۔ جب تلک ممکن ہو ادا کرلیں اور یہ وظائف چلتے پھرتے کرلیا کرو۔ بات چیت کرتے رہے اور پڑھتے بھی رہے یوں آسانی ہوتی ہے۔ جتنی قید زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی کام دشوار ہوتا ہے اور پھر نبھتا نہیں اور اصل دوام اور نباہ ہے۔ (مکتوباتِ یعقوبی، ص: ۹۲)

ہم نے گمنام وہاں پاؤں جمائے اپنے — پا فرشتے کا بھی جس جا سے پھسلتا دیکھتا

۶۔ ملنے نہ ملنے کا وہ مختار آپ ہے
پر تجھ کو چاہیے تگ و دو لگی رہے

طالب کا کام طلب ہے اور وصولِ مطلوب قسمت سے متعلق ہے۔ آدمی اپنا کام کرے انشاء اللہ تعالیٰ ربّ کریم کسی کی محنت رائیگاں نہیں فرماتا۔ (سیرت یعقوب ومملوک، ص: ۱۲۰)

۷۔ اتباعِ شریعت کو اصل مقدم سمجھے اور اگر عمل میں کوتاہی ہو تو توبہ و استغفار وطیرہ رکھے۔ ندامت توبہ ہے۔ گناہ کو گناہ سمجھنا اصل ایمان کی ہے اور جبھی توبہ ہوتی ہے کیونکہ جب

تک گناہ کو گناہ نہ سمجھے اس سے باز آنا ممکن نہیں۔ (سیرتِ یعقوب ومملوک، ص: ۱۲۰)

۸۔ عزیزِ من! معنی نفی واثبات کے یہ نہیں کہ موجود کو معدوم کردے بلکہ یہ معنی ہیں کہ غلط فہمی سے جس معدوم کو موجود سمجھ رہا ہے اور موجود کو معدوم، اور حاضر کو غائب اور غائب کو حاضر۔ اس کو صحیح سمجھ لے اور یہ بات پوری پوری بدون رفع حجاب ممکن نہیں۔ (سیرتِ یعقوب، ص: ۱۱۹)

۹۔ عزیزمن! راہِ محبت بہت نزدیک مگر نہایت دشوار گزار ہے۔

سعدیا ! کنگرۂ عشق بلند ست بلند

دستِ ہر بو الہوس آنجا بہ فضولے نرسد

(ترجمہ: اے سعدیؔ! عشق کا کنگرہ بہت ہی بلند ہے اس لیے ہر بوالہوس کا ہاتھ صرف ہوس سے وہاں تک نہیں پہنچ سکتا (بلکہ اس کے لیے طلب صادق اور جہد وہمت کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔)

اور یہ راہ آسان ہے بلکہ بہت آسان ہے مگر نہایت ہی دور۔ ہر چند اس راہ کے دوقدم ہیں مگر ہر قدم لکھوک منزل اور کردہ (کوس) کا ہے، جس کی دستگیری ہوجائے ایک پل میں طے ہو، اور جس پر عنایت نہ ہو ایک آڑ اور ایک کانٹے میں اُلجھ کر سر کھودے۔

خلاصہ اس طول کا یہ ہے کہ اس بارگاہِ عالی میں قبولیت حاصل ہو، اگرچہ دیکھے کہ وصول وہاں تک میسر نہیں، اور اگر غور کیجیے، تو مطلوبِ حقیقی قبول نہ ہے وصول، چور کمند لگا کر خوابگاہِ شاہی میں جاسکتا ہے مگر جب خبر ہوجائے تو جوتیاں کھاوے۔ اور غلام خاص کہ خدمتِ شاہی سے برسوں کی راہ پر ہو اور خدمات (سپرد فرمودہ) نمایاں بجالاوے تو وہ ہر دم مقبولِ بارگاہ ہے۔ ہر چند بظاہر دور ہے مگر اس کا ہر کام مقبول ہے اور اگر وصول اور قبول باہم جمع ہوں تو سبحان اللہ۔ محبوبیت سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں اور راہ وصول کا خلاصہ خودی کو چھوڑنا ہے کہ علاج اس کا متقدمین کے نزدیک وہ ہے جو منہاج العابدین میں مذکور ہے۔ (یعنی اصلاحِ اخلاق جدا جدا) اور متاخرین کے نزدیک کثرتِ ذکر اور کم کھانا، کم سونا، کم بولنا اور کم خلق سے ملنا۔ اس کی اصل ہے کہ غلبہ ذکر میں سب صفائی ایک ہی ساتھ ہوجاتی ہے اور مشغولی ذکر کی کم سے کم ایک پہر یعنی آٹھواں حصہ (تین گھنٹے) شب وروز کا چاہیے اور اعلیٰ یہ ہے کہ ایک تہائی آرام کرے اور ایک تہائی ذکر

میں گزارے اور ایک تہائی میں حقوقِ خلق اگر ذمہ ہوں ادا کرے اور اگر کچھ علائق نہیں رکھتا ہے تو اس کو اوراوراد و وظائف میں گزارے۔ اوّل ابتدائے ذکر جہر لسانی پھر ذکر جہر کے ساتھ ذکر خفی بھی کرے۔ اس کے بعد مراقبات، اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ وہ امور (نمایاں) ہوتے ہیں کہ وہی خود رہبر ہو جاتے ہیں اور ان سب امور میں اتباعِ شرع شریف اور استقامت راہِ سنت پر لازم ہے ورنہ یہ سب باتیں بیکار ہوتی ہیں۔ اگر چہ وصول ہو مگر وہی چور کا سا قصہ ہوتا ہے۔

راہِ قبول: راہِ قبول[1] منحصر اتباعِ سنت پر ہے۔ ظاہر میں، باطن میں، عقیدہ میں، عمل میں، بدعات اور رسوم سے اعتراض کرنا، اس زمانہ میں اتباعِ سنت کی اصل ہے۔ طالب کو لازم ہے کہ ہر امر کو حکمِ خدا اور رسول پر اور اقوالِ علمائے حقانی پر جانچ لے اور اس کو حق سمجھے۔ اور اعتقاد کرے، اگر توفیق عمل کی پاوے شکر بجالاوے، نہیں تو اپنے کو قصوروار اور نابکار سمجھے اور عجز و زاری میں عمر گزارے اور زنہار زنہار راہ تاویل کی نہ چلے اور برے عمل کر کر اپنے آپ کو بھلا نہ بتاوے کہ یہ اصل تمام شیطان کے مکروں کی ہے۔ (مکتوباتِ یعقوبی، ص:۳۳)

اسی مکتوب کے اخیر میں حضرت مولانا منشی محمد قاسمؒ صاحب کو یوں رقمطراز ہیں:

اور یہ بھی معلوم ہو کہ طلب اس راہ کی غایت مطلوب ہے اور بڑی نعمت، اس کا شکر یہ ہے کہ اس کو ضائع نہ کرے اور اگر کچھ حاصل معلوم نہ ہو تو گھبراوے نہیں۔

چوں نشینی بر سر کوئے کسے
عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

گفت پیغمبرؐ کہ چوں کوبی درے
عاقبت زاں در بروں آید سرے

سایۂ حق بر سرِ بندہ بود
عاقبت جوئندہ یابندہ بود

---

[1]: یہ بہت ہی اصولی بات ارشاد فرمائی کہ اپنی ہر بات کی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام اور علمائے حقانی کے ارشادات پر جانچ کرنا چاہیے، اس کے بعد اس پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ بہت ہی ضروری ہے تاکہ اُمت ضلالات و بدعات سے محفوظ رہے۔ اور علمائے حقانی وہی ہیں جو کتاب وسنت کے علم کے ساتھ ساتھ شریعت پر عمل پیرا بھی ہوں یعنی متقی و دیانتدار ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں۔ العبد ثمین اشرف

(ترجمہ: جب تم کسی کی گلی کے سرے میں بیٹھو گے تو آخر کار کسی نہ کسی کے چہرے کو ضرور دیکھو گے۔ پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کسی دروازے کو کھٹکھٹاؤ گے تو اس دروازے سے ضرور کوئی سر نمودار ہوگا۔ حق تعالیٰ کا سایہ بندہ پر موجود رہتا ہے اس لیے ڈھونڈنے والا ایک نہ ایک دن، ضرور کامیاب ہو جاتا ہے۔)

ہمت عالی رکھے اور خواب و خیال اور کشف و کرامت کی حقیقت کچھ نہ سمجھے، اور ان کو کچھ شمار نہ کرے اور ان کا ہونا نہ ہونا ایک جانے، بلکہ نہ ہونے کو فراغِ خاطر کا سبب سمجھے۔ اور اگر احیاناً کوئی خواب ایسا نظر آوے کہ کچھ انوار دیکھے یا زیارت بزرگوں کی ہووے یا کوئی نعمت حاصل ہو، اس کو مبارک سمجھے اور سوتے وقت آیۃ الکرسی عظیم تک اور درود شریف اور الم نشرح سترہ بار اور سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھا کرے۔ اس کی برکت سے اچھے خواب نظر آیا کریں گے اور چاہیے کہ بہر حال طلب کم نہ ہو، باقی زیارت حضرت رسول مقبول ﷺ کی وقت اور نصیب پر منحصر[۲] ہے۔ ہر چند اس کے لیے بہت طریقے لکھے ہیں اور بزرگوں سے پوچھے مگر بات وہی ہے کہ نصیب سے تعلق ہے اور وقت پر موقوف ہے۔ والسلام

(مؤرخہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ) (مکتوبات: ۳۷)

شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کی نصیحت مولانا حسین احمد مدنی کو

(ولادت: ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء۔ وفات: ۱۸ ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ م ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء)

۱۔ پڑھانا کبھی نہ چھوڑنا چاہیے۔ ایک دو ہی طالب علم ہوں۔ (اکابر علماء دیوبند، ۱۱۳)

۲۔ ہر ایک حالتِ عسر و یسر میں اللہ پر اعتماد ہو۔ کسی سے کچھ توقع نہ کی جائے۔

(مکتوباتِ شیخ الہند، ص: ۳۶۵)

۳۔ آدمی کو صرف اپنے نفع پر اکتفا نہ کرنا چاہیے بلکہ خلق اللہ کی نفع رسانی ہر امرِ خیر میں ملحوظ رہے۔

جملہ مرغوباتِ نفس صرف زندگی تک نظر آتے ہیں۔ بعد حیات کار آمد نہیں۔ آدمی کو ایسے

۲: بڑی غلطی کا ارتفاع ہے۔ لوگ اس دولت کو اختیاری سمجھ کر عدمِ حصول سے بیحد پریشان ہوتے ہیں۔ اس میں ان کی ضیق سے نجات ہے۔ العبد ثمین اشرف

کاموں کی طرف متوجہ ہونا چاہیے جو بعد میں کام آویں۔ (مکتوباتِ شیخ الہند، ص: ۲۶۷)

شیخ الہند کے نزدیک پوری دنیا میں مسلمانوں کی تباہی کے اسباب

۴۔ میں نے جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیاوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں؟ تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے:

۱) ایک ان کا قرآن کا چھوڑ دینا۔

۲) دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔

اس لیے میں وہاں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معنیً عام کیا جائے۔ بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی قائم کیے جائیں۔ بڑوں کو عوامی درس کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیم پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کی باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔ (اقوالِ سلف، ج: ۴، ص: ۲۹۳)

شیخ الہند کی ہدایت علمائے اُمت کے نام

۱۔ اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن انگریز ہے جس سے ترکِ موالات فرض ہے۔

۲۔ تحفّظِ ملّت اور تحفّظِ خلافت کے خالص اسلامی مطالب میں اگر برادرانِ وطن ہمدردی اور اعانت کریں تو جائز اور مستحق شکریہ ہیں۔

۳۔ استخلاصِ وطن (آزادیٔ وطن) کے لیے برادرانِ وطن سے اشتراکِ عمل جائز ہے۔ مگر اس طرح کہ مذہبی حقوق میں رخنہ واقع نہ ہو۔

۴۔ اگر موجودہ زمانے میں توپ، بندوق، ہوائی جہاز کا استعمال مدافعتِ اعداء کے لیے جائز ہوسکتا ہے باوجودیکہ قرونِ اولیٰ میں یہ چیزیں نہیں تھیں تو مظاہروں اور قومی اتحادوں اور متفقہ مطالبوں کے جواز میں تامل نہ ہوگا۔ کیونکہ موجودہ زمانہ میں ایسے لوگوں کے لیے جن کے ہاتھ میں توپ، بندوق، ہوائی جہاز نہیں ہیں یہی چیزیں ہتھیار ہیں۔ (خطبۂ صدارت، ۱۶)

حضرت شیخ الہندؒ کا مکتوب گرامی

حضرت شیخ الہندؒ کا یہ خط حضرت مولانا محمد انوری صاحب کے والد ماجد مولانا فتح الدین صاحب نمبردار اوگی ضلع لائل پور کے نام ہے۔ حضرت مولانا محمد انوری صاحب کے شکریہ کے ساتھ ہم یہاں اس کو درج کررہے ہیں۔

مکرم سراپا فضل وعنایت زید مجدکم۔ بندہ محمود سلام مسنون کے بعد ملتمس ہے۔ آپ کا گرامی نامہ مولوی عبد اللہ صاحب کی وساطت سے پہنچا۔ مولوی صاحب نے چند بار جواب کا تقاضا اور یاد دہانی بھی کی مگر حضر وسفر کی مشاغل کی وجہ سے جواب کی نوبت نہ آئی۔ مکرما! کاہلی و غفلت سخت مضر ہے۔ آپ کو لازم ہے کہ ہمت کے ساتھ اپنے مشاغل و اذکار کی طرف رجوع کریں اور بہتر ہو جو شبِ جمعہ میں غسل کرکے اور دو رکعت خشوع کے ساتھ ادا کرکے اپنے اللہ سے توبہ کریں اور توفیق حسنات کی الحاح کے ساتھ دعا مانگیں اور اپنا کام التزام کے ساتھ شروع کریں اور عزم و ہمت کے ساتھ اپنے کام میں چست رہیں۔ اور کاہلی کو پاس نہ آنے دیں، بندۂ حقیر بھی آپ کے لیے دعا کرتا ہے۔

عشاء کے بعد "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ" ایک سوا ایک مرتبہ جہر کے ساتھ پڑھ لیا کرو۔ اور 'یا حی' کی ضرب قلب پر لگنی چاہیے۔ باقی اذکار فرمودۂ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کیے جاؤ۔ (غالبًا مراد حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ ہوں)

پریشان خوابوں کا فکر نہ کرو۔ سونے کے وقت آیۃ الکرسی، سورۂ فاتحہ، مُعَوّذتین پڑھ کر دم کرلیا کرو اور کوئی خواب پریشانی کا نظر آوے تو فوراً لاحول اور تعوّذ پڑھ کر قلب پر تھتکار دو اور کچھ پرواہ نہ کرو۔

اور حق کے مقابلے میں کسی کی پرواہ نہ کرو اور اللہ پر توکل رکھو۔ آپ کو اللہ تعالیٰ شرِ مخالفین سے محفوظ رکھے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ لوگوں کے ساتھ اخلاق اور نرمی اور صبر و تحمل سے معاملہ کرو۔ کلمۃ الحق ضرور کہو، مگر نہایت نرمی اور للّٰہیت سے، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کرے۔

اپنی اہلیہ سے بعد سلام مسنون کہہ دینا کہ مہلت ہو تو تمام دن رات میں ایک دفعہ یا مختلف اوقات میں اسم ذات یعنی لفظ 'اللہ' کو چار ہزار مرتبہ پورا کرلیا کرو۔

وہم اور وسوسہ بری بلا ہے۔ ہرگز اس کا خیال نہ کرو۔ اور دل میں ٹھہرالو کہ جو چیز شریعت میں پاک ہے کسی وسوسہ سے وہ ناپاک نہیں ہوسکتی۔ بلکہ وسوسہ، شیطانی خیال ہے۔ جب وسوسہ آئے تو لاحول پڑھو۔ اور اس کو دفع کرو اور اس کے موافق عمل درآمد نہ کرو۔ ورنہ اور زیادہ وسوسہ ترقی کرے گا اور دفع کرنے سے انشاء اللہ رفتہ رفتہ جاتا رہے گا۔

اپنی صاحبزادی سے بعد سلام مسنون فرما دیجیے کہ تلاوتِ قرآن پاک حسبِ مہلت اور صبح وشام درود، استغفار، سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر ایک ایک تسبیح پڑھ لیا کریں۔

اللہ کے نام سے نکاح لڑکی کا کردیجیے۔ جہیز کی کوئی مقدار نہ کوئی وقت ضروری۔ جو بہ سہولت میسر ہو، اب یا دوسرے وقت وہ دے دیا جائے۔ مہر کی مقدار کو کم رکھنا بہتر ہے۔ لیکن کوئی مصلحت درپیش ہو تو پانچ صد سے بڑھاؤ تو مضائقہ نہیں۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

مکتوب بسلسلہ اصلاحِ حال واصلاحِ معاشرہ

حضرت شیخ الہندؒ کا یہ مکتوبِ گرامی نہایت اہم احکام و مسائل پر مشتمل ہے جو حضرت شیخ الہندؒ (اور بقول حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ شیخ العالم) کی جامعیت پر دال ہے۔ وہ مسائل یہ ہیں:

۱۔ وظائف واوراد کی ادائیگی میں غفلت وکوتاہی نہ کرنی چاہیے بلکہ عزم واستقلال سے کام میں لگنا چاہیے۔ یہی کلیدِ کامیابی ہے۔

۲۔ حق کے مقابلے میں کسی کی پرواہ نہ کرنی چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے حق بات کہنی چاہیے ہاں مگر اس کے ساتھ رفق ونرمی کو ملا لینا چاہیے تاکہ مخاطب حق کی کڑواہٹ کو بخوشی گوارا کرلے۔ اسی کی ہدایت عارفِ رومیؒ یوں فرمارہے ہیں ع

نرم گو لیکن مگو غیر صواب

یعنی نصیحت نرمی سے کرو مگر ہاں حق کے خلاف کوئی بات نہ کہو۔

۳۔ عورتوں کو بھی حسبِ فرصت وطاقت علاوہ فرائض اور دیگر وظائف کے کسی قدر اسمِ ذات کا بھی ورد رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ علاوہ موجبِ خیرات وبرکات ہونے کے تزکیۂ نفس میں معین ہے۔

۴۔ وساوس کی طرف التفات نہ کرنا چاہیے اور نہ اس کی وجہ سے پریشان ہونا چاہیے بلکہ ذکر و شغل میں مزید مستعدی سے لگنا چاہیے۔ یہی اس کا علاج ہے۔

۵۔ جہیز کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے اس لیے جس سے بھی جو بھی بہ سہولت انتظام ہو جائے اپنی لڑکی اور داماد کو بطور عطیہ و تحفہ دے دینا چاہیے۔ لہٰذا داماد یا اس کے گھر والوں کو جہیز کے مطالبے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۶۔ مہر کی مقدار کم رکھنا یقیناً مستحسن ہے لیکن اگر کوئی مصلحت ہو تو حضرت شیخ الہندؒ کے خیال کے مطابق پانچ سو روپیہ سے زیادہ بھی رکھی جاسکتی ہے جبکہ یہ مکتوب ۱۹۲۰ء سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ لہٰذا اب تو اس کی حیثیت بیس ہزار روپیہ سے کم نہ ہوگی۔ پس اگر شوہروں کی بدخلقی اور عموماً مالی فراخی کو دیکھتے ہوئے کچھ زیادہ بھی رکھی جائے تو مضائقہ نہیں۔ یوں اصل تو مہر مثل ہے تاہم اگر مہر فاطمی رکھ دی جائے تو اچھا ہے جس کی مقدار ۱۳۱/تولہ ۳ ماشہ چاندی ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ (متوفی ۱۹۴۲ء) نے خورجہ کے برادر مکرم الحاج محمد الیاس خان صاحب کی والدہ محترمہ کا نکاح بعوض مہر دس ہزار روپیہ خود پڑھایا۔ اس لیے جیسے کثرتِ مہر مذموم ہے اسی طرح مہر کی اس قدر قلت بھی جس سے عورتوں کی بے وقعتی معلوم ہو، مذموم ہے۔ بلکہ اگر کسی اور ضرر کا اندیشہ ہو تو وسعت کے مطابق کثرتِ مہر بھی مطلوب ہے۔ خوب سمجھ لیجیے۔

امیرِ شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

(ولادت: ۱۴/ربیع الاوّل ۱۳۱۰ھ بروز جمعہ، پٹنہ بہار۔ وفات: ۱۹/ربیع الاوّل ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱/اگست ۱۹۶۱ء۔ پاکستان)

(۱) چوالیس برس تک لوگوں کو قرآن سنایا۔ پہاڑوں کو سناتا تو عجب نہ تھا کہ ان کی سختی بھی نرمی میں بدل جاتی۔ غاروں سے ہم کلام ہوتا تو جھوم اُٹھتے، چٹانوں کو جھنجھوڑتا تو چلنے لگتیں، سمندروں سے مخاطب ہوتا تو ہمیشہ کے لیے طوفان بلند ہو جاتے، درختوں کو پکارتا تو وہ دوڑنے لگتے، کنکریوں سے کہتا تو وہ لبیک کہہ اُٹھتیں، مرمر سے گویا ہوتا تو وہ صبا ہو جاتی، دھرتی کو سناتا تو اس کے سینہ میں بڑے بڑے شگاف پڑ جاتے، جنگل لہرانے لگتے، صحرا سرسبز ہو جاتے۔ میں نے

ان لوگوں کو خطاب کیا جن کی زمینیں بنجر ہوچکی ہیں، جن کے ہاں دماغ کا قحط ہے، جن کے ضمیر عاجز آچکے ہیں، جو برف کی طرح ٹھنڈے ہیں، جن کی پستیاں انتہائی خطرناک ہے، جن کے پاس ٹھہرنا المناک اور جن سے گزر جانا طرب ناک ہے، جن کے سب سے بڑے معبود کا نام طاقت ہے۔ (خطباتِ فقیر، ج:۷، ص:۲٦۷)

میں وہاں چلا جاؤں گا جہاں سے لوٹ کر کوئی نہیں آتا، پھر تم مجھے پکاروگے مگر تمھاری پکار تمھارے کانوں سے ٹکرا ٹکرا کر تمھیں ہلکان کردے گی اور تم مجھے نہ پاؤگے۔ (مسلمان، ۸۸۹)

(۲) نظر کا فیضان کتابوں سے نہیں، بزرگوں کی صحبت اور توجہ سے پیدا ہوتا ہے اور یہی اصل تصوف ہے۔ (سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، ص: ۵۵)

(۳) پہلے لوگ اہل اللہ کی نگاہ سے مسلمان ہوتے تھے۔ اب اہل علم کی زبان سے کافر ہورہے ہیں۔ (سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، ص: ۵۵)

(۴) دو چیزوں نے دین کو نقصان پہنچایا ہے: پہلی چیز دین سے تعصب، دوسری دین میں تشدد۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی چیز سے دین کی دعوت ختم ہوگئی اور دوسری چیز سے نوجوان باغی ہورہے ہیں۔ (سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، ص: ۲۸۰)

(۵) عمر بھر مسلمانوں کے دروازے پر دستک دیتا رہا، جواب نہ آیا۔ سوچتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی سرشت بوڑھوں کی ہمت، بچوں کی ضد اور عورتوں کی عقل سے تیار ہوئی ہے۔ (سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، ص:۲۸۴)

(٦) خطابت ابلاغ کی معراج کا نام ہے جس سے دماغوں میں افکار کو راہ ملتی اور دلوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ تقریر الفاظ مطالب کی میناکاری ہے۔ وعظ عقیدہ کی آبیاری ہے۔ پارلیمانی تقریر افہام و تفہیم کی نمائش ہے۔ مذاکرے یا مباحثے افکار و اذہان کی شطرنج ہیں۔ (شورش:۲۸۴)

(۷) میرے اعضاء نے مجھ سے بغاوت کردی ہے۔ ہمت نہیں کہ آپ سے خطاب کروں۔ ساری عمر کی پونجی وہ نوجوان ہیں جو گھر سے اُٹھا کر مجھے یہاں لے آئے۔ حقیقتاً یہاں سزا کے طور پر کھڑا ہوں۔ ان نوجوانوں نے سزا دی ہے اور میں نے وہ سزا قبول کرلی ہے۔ (شورش، ص:۲۸۴)

(۸) ہم دونوں بیمار ہیں۔ آپ بھی بیمار، میں بھی بیمار ہوں۔ مجھے سچ بولنے کا عارضہ ہے، تمھیں سچ نہ سمجھنے کی بیماری ہے۔ آیئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دونوں کو شفاء دے، ورنہ ؎

جی کا جانا ٹھہر گیا صبح گیا یا شام گیا

(شورش۔ص:۲۸۵)

(۹) پاکستان یزیدوں کی آماجگاہ بن کر رہے گا۔ (شورش، ص:۲۹۸)

(۱۰) ہندوستان میں مسلمان اور پاکستان میں اسلام نہیں رہے گا لیکن اسلام نہ رہا تو پاکستان کہاں ہوگا۔ (سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، ص: ۲۹۸)

مذہب کا دارومدار مسئلہ ختم نبوت پر ہے

(۱۱) مذہب کا دارومدار صرف اور صرف مسئلہ ختم نبوت پر ہے۔ یہ مسئلہ اگر اپنی سیزدہ صد سالہ جگہ سے ہل جائے تو اسلام کی تمام عمارت دھڑام سے زمین پر آ رہے گی۔ اس لیے میری وصیت اور آخری وصیت ہے کہ اس اصولِ دین کی حفاظت کی جائے اور اس کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے۔ دعا گو سیّد عطاء اللہ بخاری۔ ملتان شہر۔ (۲۰ بڑے مسلمان، ۸۶۲)

(۱۲) دولت انسان کی خدمت کے لیے ہے، مخدوم بننے کے لیے نہیں۔ مال جمع کرنے اور گننے میں لذت محسوس کرنا اہل جہنم کا نشان ہے۔ "جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ" اچھے لوگوں کے حق میں نہیں۔ (بیس بڑے مسلمان، ص:۸۶۶)

رسالت کی آبرو تمھارے دروازے پر دستک دے رہی ہے

(۱۳) اے مسلمانِ لاہور! آج جناب رسول اللہ ﷺ کی آبرو تمھارے شہر کے ہر دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ اے اُمتِ رسولؐ! آج ناموسِ محمدی کی حفاظت کا سوال درپیش ہے اور یہ سانحہ سقوطِ بغداد سے بھی زیادہ غمناک ہے۔ زوالِ بغداد سے ایک سلطنت پارہ پارہ ہوگئی تھی مگر توہینِ رسولؐ کے سانحے سے آسمانوں کی بادشاہت متزلزل ہو رہی ہے۔

(بیس بڑے مسلمان، ص:۸۷۵)

(۱۴) عامۃ المسلمین میں بڑی جان ہے۔ اس قوم کا مزاج حرارت سے بنا ہے، یہ سمجھنے کے لیے پیدا نہیں کی گئی۔ ساری خرابی لیڈر شپ کی ہے، خواص تو عضو معطل ہیں۔ انھیں اپنے جسم

کا عیش چاہیے، لیڈر گم کردہ راہ ہیں، لوگوں کو صحیح راستے پر نہیں لاتے۔ (بیس بڑے مسلمان، ۸۸۲)

ختمِ نبوت کی حفاظت میرا جزوِ ایمان ہے

(۱۵) ختمِ نبوت کی حفاظت میرا جزوِ ایمان ہے۔ جو شخص بھی اس رداء کو چوری کرے گا جی نہیں چوری کا حوصلہ کرے گا، میں اس کے گریبان کی دھجیاں پھاڑ دوں گا۔ میں میاںؐ (حضور ﷺ کو شاہ جی میاں کہا کرتے تھے) کے سوا کسی کا نہیں، نہ اپنا نہ پرایا۔ میں انہی کا ہوں، وہی میرے ہیں۔ جس کے حسن و جمال کو خود ربِ کعبہ نے قسمیں کھا کھا کر آراستہ کیا ہوں، میں اُن کے حسن و جمال پر نہ مرمٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور اُن پر جو اُن کا نام تو لیتے ہیں لیکن شارقوں کی خیرہ چشمی کا تماشا دیکھتے ہیں۔ (ص: ۸۸۸)

(۱۶) اللہ کی کتاب کی بلاغت کے صدقے جایئے۔ خود بولتی ہے کہ میں محمدؐ پر اُتاری گئی ہوں۔ بابو لوگو! اس کی قسمیں نہ اُٹھایا کرو، اس کو پڑھا کرو۔ سیّد احمد شہید اور شاہ اسماعیل کی طرح نہ سہی اقبالؔ کی طرح پڑھا کرو۔ دیکھا اس نے قرآن کو ڈوب کر پڑھا تو مغرب پر ہلّہ بول دیا۔ پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں، وہ تمھارے بت کدے میں اللہ اکبر کی صدائیں۔ (ص: ۸۸۹)

(۱۷) تم میرے بارے میں جو چاہو سوچ لو، مسلمانوں کا یہ شعار ہو گیا ہے کہ وہ برائیاں عقاب کی آنکھ سے چنتا اور صبا کی رفتار سے پکڑتا ہے۔ کبھی کبھی نیکیوں پر بھی نگاہ کر لیا کرو۔ تمھاری فطرتیں اس سے خوبصورت ہوتی چلی جائیں گی۔ (ص: ۸۸۹)

(۱۸) عرض کیا، شاہ جی! زمانہ بہت بڑھ چکا ہے۔ اپنے بچوں کو انگریزی مدرسوں میں داخلہ لے دیں، انگریزی کے بغیر تعلیم مکمل نہیں ہوتی، زمانہ کا تقاضہ ہے۔

فرمایا: مجھے معاف رکھو۔ میں اس زمانے کا آدمی نہیں۔ تم مجھے محمد قاسم نانوتوی اور محمود الحسن دیوبندی کی روحوں سے بغاوت کرنے کی ترغیب دیتے ہو؟ یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمھارے بچے مر جائیں یا اپنے ہاتھوں بچوں کو قتل کر دوں۔ (ص: ۸۹۱)

(۱۹) جو لوگ روٹی کے لیے جدوجہد کرتے اور اسی کے لیے جیتے ہیں، ان میں اور ایک کتے میں کوئی فرق نہیں۔ وہ بھی روٹی کے لیے بھونکتا اور دُم ہلا کر مالک کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔

روٹی کوئی چیز نہیں، اصلی چیز عقیدہ اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کا دُھن ہے۔ (ص:۸۹۲)

(۲۰) شخصیتیں توفیقاتِ ایزدی سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا وجود قدرت کے معمولی قوانین کا کرشمہ نہیں ہوتا۔ وہ تو قدرت کے کسی غیر معمولی اور پُر اسرار عمل سے ظہور میں آتی ہیں۔ (بیس بڑے مسلمان، ص:۸۸۳)

(۲۱) آخر میں میں مسلمانِ کانپور کو حیاتِ اجتماعی کی ترغیب دیتا ہوں کیونکہ مسلمان ہر حالت میں اجتماعی زندگی قائم کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اللہ کی مخلوق کی خدمت ہمارا نصب العین ہے۔ (خطباتِ امیر شریعت، ص:۷۶)

(۲۲) پاکستان کی بنیاد ہندو کی تنگ نظری اور مسلمان دشمنی پر استوار ہوئی ہے۔ دولت سے پیار کرنے والے ہندو نے گائے کی پوجا کی، پیپل مہاراج پر پھول چڑھائے، چیونٹیوں کے بِلوں پر شکر اور چاول ڈالے، سانپ کو اپنا دیوتا مانا لیکن مسلمان سے ہمیشہ نفرت کی، اس کے سائے تک سے اپنا دامن بچائے رکھا۔ پھر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ ذات پات کے پجاری بڑے سے بڑے ہندو نے اچھوتوں پر اپنے مندروں کے دروازے کھول دیے لیکن مسلمان کے لیے اپنے دل کے دروازے کبھی وا نہ کیے۔ (خطباتِ امیر شریعت، ص:۱۰۳)

(۲۳) یاد رکھو، اگر آج تم باہم بیٹھ کر کوئی معاملہ طے کر لیتے تو وہ تمھارے حق میں بہتر ہوتا۔ تم الگ الگ رہ کر باہم شیر و شکر رہ سکتے تھے۔ مگر تم نے اپنے تنازعہ کا انصاف فرنگی سے مانگا ہے اور وہ تم دونوں کے درمیان کبھی نہ ختم ہونے والا فساد ضرور برپا کر کے جائے گا۔ جس سے تم دونوں کبھی چین سے نہیں بیٹھ سکو گے اور آئندہ بھی تمھارا آپس کا کوئی ایسا تنازعہ باہمی گفتگو سے کبھی بھی طے نہیں ہو سکے گا۔ (خطباتِ امیر شریعت، ص:۱۰۴)

مقامِ انبیاء: انبیاء نہ آتے تو کائنات ایک ایسی کتاب ہوتی جس کے ابتدائی اور آخری صفحات کھو گئے ہوں۔ یہ چیز انبیاء ہی کی معرفت بنی نوع انسان کو ملی ہے کہ انسان اور اس کے رب کے مابین کیا رشتہ ہے۔ (خطباتِ امیر شریعت، ص:۱۴۱)

مقامِ نبوت: توحید رسالت، قیامت اور تمام عقائد، عبادات اور معاملات اسلام کی اصل ہیں۔ میرا استدلال یہ ہے۔ ان تمام مسائل کی تعریف اور تعیینِ نبوت کرتی ہے اگر نبوت

بدل سکتی ہے تو یہ سب کچھ بدل سکتا ہے۔ یہاں تک کہ حلال وحرام بھی بدل سکتا ہے۔ (ایضاً)

عقیدۂ ختم نبوت: عقیدۂ ختم نبوت اساسِ اسلام اور روحِ قرآن ہے۔ اگر مسلمان اس سے بال برابر بھی اِدھر اُدھر ہو جائیں تو پھر محمد عربی ﷺ کا قرآن باقی رہتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی وہ تنزیہہ وتقدیس کہ جس پر آدم علیہ السلام سے لے کر نبی ختمی مرتبت ﷺ تک تمام انبیاء متفق ہیں۔

مرزائیت اسی اساسِ دین روحِ قرآن اور جانِ اسلام پر مرتدانہ ضرب ہے۔ میں اس کے استیصال کو ہر مسلمان کے لیے فرض نہیں، افرض جانتا ہوں۔ میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفّظ کے لیے اپنی زندگی کی آخری بازی لگادوں گا۔ (خطبات، ص:۱۶۷)

بوقت روانگی - لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

(۲۴) مولانا رزین احمد! آپ گواہ رہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے تین دفعہ کلمہ شہادت، تین دفعہ لا نبی بعدی..کی حدیث پڑھی اور اس کا ترجمہ کیا۔ نیز فرمایا تمام دوستوں سے میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ دین کا کام بہرحال کرتے رہیں۔ (حیاتِ امیر شریعت، ص:۴۶۰)

میرے تین مشن ہیں: اللہ کو معبود سمجھتا ہوں، مصطفیٰؐ کو محبوب سمجھتا ہوں۔ انگریز کو مبغوض سمجھتا ہوں۔ (خطباتِ امیر شریعت، ج:۱،ص:۸۶)

سیّد عطاء اللہ شاہ کی مبلغین کو ہدایت ونصیحت

۱۳رستمبر ۱۹۵۴ء امیر شریعتؒ کو اکثر احباب کے اصرار پر ملتان کے ایک خصوصی اجلاس میں 'مجلس تحفّظ ختم نبوت' کا صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے صدر منتخب ہوتے ہی حسب ذیل بیان پریس کے نام جاری کیا:

''مسئلہ ختم نبوت جانِ اسلام اور روحِ قرآن ہے۔ اگر مسلمان عقیدۂ ختم نبوت سے بال برابر اِدھر اُدھر ہو جائیں گے تو پھر نہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن باقی رہتا ہے اور نہ ہی خدا تعالیٰ کا وہ تقدس اور توحید باقی رہتا ہے، جن پر آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ختمی مرتبت ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام متفق ہیں۔ مرزائیت اس روح پر، اس جانِ قرآن اور جانِ اسلام پر مرتدانہ ضرب ہے۔ میں اس کے استیصال کو ہر مسلمان کے لیے فرض جانتا ہوں اور اپنی زندگی کی

آخری بازی لگادوں گا۔ پاکستان کے جسم میں یہ سیاسی ناسور ہے۔ اگر حکومت نے اس کا آپریشن نہ کیا تو یہ ناسور سارے جسم کو تباہ کر کے رکھ دے گا۔''

مبلغین کو وصیت

مجلسِ تحفّظِ ختمِ نبوت کے تمام مبلغین کو امیر شریعتؒ نے اپنے مکان کی بیٹھک میں بلا کر حسب ذیل وصیت فرمائی۔

ا۔ تبلیغ کانٹوں کا تاج

''عزیزو! اسلام کی تبلیغ کانٹوں کا تاج پہننے کے مترادف ہے، جدھر منہ کرو گے مخالف ہی مخالف نظر آئیں گے، حتی کہ ایسے ایسے مقامات سے گزر ہوگا اور مخالفت ہوگی، جہاں تمھارا گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اگر تم اس عزم پر پکّے اور پختہ رہے تو کامیاب ہو جاؤ گے (پھر تھوڑا مسکرائے اور فرمایا) احرار بظاہر کسی تحریک میں کامیاب نہیں ہوئے لیکن جس عزم کو لے کر اُٹھے اس پر ڈٹے رہے تو نتیجہ یہ ہے کہ آج برسر اقتدار آنے والا ہر گروہ احرار کے نام سے لرزتا ہے۔''

۲۔ ایڈوانس کرایہ

وعظ کرنے کے لیے جانے سے پہلے داعی سے کرایہ کبھی وصول نہ کرنا۔ اگر اتنا بھی کرو گے تو منہ کھائے گا، آنکھ شرمائے گی، حق بیان نہ ہوگا۔ (فرمایا) آمد و رفت کا کرایہ گھر سے لے کر چلنا۔ تقریر و بیان کے بعد اگر داعی کچھ خدمت کرے تو اس کے سامنے شمار نہ کرنا۔ اور اگر کچھ بھی نہ دے تو اپنی زبان سے طلب بھی نہ کرنا، بلکہ چپکے سے ہنس مکھ واپس آ جانا۔ (فرمایا) ساری زندگی میرا یہی عمل رہا ہے۔ جب کہیں جانا ہوتا تو میں تمھاری اماں سے پوچھا کرتا تھا کہ مجھے فلاں جگہ وعظ کہنے جانا ہے، کرایہ ہے؟ اگر ہوتا تو آمد و رفت کا خرچ گھر سے لے کر چلتا۔

۳۔ حق الخدمت کا مطالبہ نہ کرنا

(فرمایا) کچھ بھی خدمت نہ کرنے والا، اگر پھر بھی بلا لے اور دعوت دے دے تو جانے سے انکار نہ کرنا۔ (فرمایا) اب اگر پچھلی اور پہلی مرتبہ ہدیہ، حق الخدمت وغیرہ نہ مل سکنے کے سبب جانے سے رُک جاؤ گے تو للّٰہیت نہ ہوگی بلکہ نفسانیت ہوگی۔

۴۔ داعی کے سامنے شمار نہ کرنا

اور داعی کے سامنے شمار کرنے سے روکنے میں یہ حکمت فرمائی۔ ہوسکتا ہے داعی غریب اور مفلس ہونے کے سبب حق الخدمت یا کرایہ بھی پورا نہ دے سکے۔ اس سے خود کو بھی تردد ہوگا اور داعی کے دل میں بھی ہوک اُٹھے گی۔ ہائے! میں غریب تھا نا، کہ کرایہ بھی نہ دے سکا اور اس سے غریب کے دل سے ایک آہ نکلے گی۔ لہٰذا یہ نصیحت یاد رکھنا کہ غریب کی آہ اور دل دُکھانے کے ہر پہلو سے پرہیز کرنا۔ اگر ان باتوں پر عمل کرو گے تو انشاء اللہ کبھی بھوکے نہیں رہو گے اور یہی باتیں دنیا و عقبٰی کی فلاح و بہبود اور ترقی و سر بلندی کا موجب ثابت ہوں گی۔

(خطباتِ امیرِ شریعت، ص: ۲۱۵)

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری بنام مولانا محمد علی جالندھریؒ

بھائی محمد علی! تم میری ریس نہ کیا کرو، میرے پر اللہ کی خاص رحمت ہے، تم زیادہ سے زیادہ پانچ سال اس طرح چلو گے اور تم پھر ختم ہو جاؤ گے، یا کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہو جاؤ گے، جبکہ مجھے چالیس برس ہو چکے ہیں سفر کرتے، اور میں نے اپنے جسم سے وفا نہیں کی، جس کی وجہ سے اب مر رہا ہوں۔ (حیات، ص: ۴۰۲)

راجندر سنگھ آتش ...... قاتل کو نصیحت

راجندر سنگھ آتش ہے، مرزائیوں کی طرف سے آپ کے قتل پر مامور کیا گیا تھا (مرزا بشیر نے دس ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ پانچ ہزار پیشگی اور پانچ ہزار واقعہ کے بعد طے پائی تھی۔) پھر کون سی چیز مانع رہی ...... یہ میں نہیں جانتا شاہ صاحب، مگر آپ کے طرزِ تکلم نے مجھے اس گناہ سے بچائے رکھا۔ اس پر شاہ نے فرمایا میرا طرزِ تکلم مجھے کیا بچا سکتا ہے بابو۔ موت اور زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ یاد رکھو۔ جو رات قبر کی ہے وہ باہر نہیں آسکتی، اور جس رات کو باہر آنا ہے، اسے دنیا کی کوئی طاقت قبر کے سپرد نہیں کرسکتی۔ البتہ تمھیں میری نصیحت ہے کہ بحیثیت انسان ہمیشہ انسان کی بھلائی کے لیے سوچا کرو۔ دولت ہاتھ کی میل ہے بابو۔ اس کی لالچ میں اگر تم مجھے قتل بھی کر دیتے اور میرے قتل کے الزام سے تمھارا دامن محفوظ بھی رہتا تو کسی دوسرے موقع پر بغیر جرم کے مار کھا جاتے۔ (حیاتِ امیر، ص ۱۹۳)

سیّد عطاء اللہ شاہ بنام چودھری غلام رسول

دیکھو غلام رسول! اس وقت پیغمبر اسلام ﷺ کی عزّت کا سوال ہے۔ غیر ملکی حکومت کا نمائندہ (وائسرائے) کہتا ہے کہ تم ظفر اللہ (قادیانی) کو مسلمان نہیں کہتے لیکن اس حلقے کا مسلمان تو اس کو ووٹ دے کر منتخب کرتا ہے۔ چودھری صاحب! اگر آج اس سیٹ سے اس خاندان کا کوئی فرد جو حضور سرورِ کائنات ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتا، مسلمانوں کے ووٹ سے اسمبلی میں چلا گیا تو قیامت کے دن تم مجرم قرار پاؤ گے کیونکہ تمھیں اللہ تعالیٰ نے دنیوی خوبیوں سے نوازا ہے، برادری میں تمھارا اثر اس سے کم نہیں، دولت اور عزت تمھیں بھی اللہ تعالیٰ نے دی ہے، حکومت میں بھی تمھارا وقار ہے ...... چودھری نے جواب دیا: شاہ جی! میں بہت سیاہ کار ہوں، اس کے باوجود آپ حکم دیتے ہیں تو حاضر ہوں لیکن میرے پاس برادری کی وہ قوت نہیں جو چودھری سر ظفر اللہ کے پاس ہے۔ روپیہ تو میں خرچ کرسکتا ہوں لیکن حلقہ اور برادری کے ذمہ دار لوگ شاید میرا ساتھ نہ دیں۔ چودھری غلام رسول کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے امیرِ شریعت نے کہا، تم اللہ کے رسول ﷺ کی عزت رکھو، اللہ تمھاری عزت کا وارث ہوگا۔ (حیات، ص: ۲۰۶)

لوگوں نے پہلے ہی کب کسی سرفروش کے بارے میں راست بازی سے سوچا ہے

میں ان علمائے حق کا پرچم لیے پھرتا ہوں جو ۱۸۵۷ء میں فرنگیوں (انگریزوں) کی تیغ بے نیام کا شکار ہوئے تھے۔ ربّ ذو الجلال کی قسم! مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں، لوگوں نے پہلے ہی کب کسی سرفروش کے بارے میں راست بازی سے سوچا ہے۔ وہ شروع سے ہی تماشا دیکھنے کے عادی ہیں۔ میں اس سرزمین میں مجدد الف ثانی کا سپاہی ہوں، شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کا متبع ہوں۔ سیّد احمد شہید کی غیرت کا نام لیوا ہوں اور شاہ اسماعیل شہید کی جراُت کا پانی دیوا ہوں۔ میں ان پانچ مقدمہ ہائے سازش کے پابہ زنجیر صلحائے امت کے لشکر کا خدمت گزار ہوں جنھیں حق کی پاداش میں عمر قید اور موت کی سزائیں دی گئیں۔ مولانا یحییٰ علیؒ، مولانا عبد الرحیمؒ صادق پوری، قاضی میاں جان، میاں عبد الغفار، مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ کو ۱۸۶۶ء میں سزائے موت کا حکم سنا کر صرف اس لیے عمر قید میں تبدیل کر دیا

گیا کہ پھانسی کی شہادت عزیز جانتے تھے۔ ہاں ہاں! میں انہی کی نشانی ہوں، انہی کی صدائے بازگشت ہوں، میری رگوں میں خون نہیں، آگ دوڑتی ہے۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں محمد قاسم نانوتویؒ کا علم لے کر نکلا ہوں۔ میں نے شیخ الہند مولانا محمود حسن کے نقشِ قدم پر چلنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ میں زندگی بھر اسی راہ پر چلتا رہا ہوں اور چلتا رہوں گا۔ میرا اس کے سوا کوئی مقصد وموقف نہیں۔ میرا ایک ہی نصب العین ہے اور وہ ہے برطانوی سامراج کی لاش کو کفنانا یا دفنانا۔

ہر شخص اپنا شجرۂ نسب رکھتا ہے۔ میرا یہی شجرۂ نسب ہے۔ میں سر اونچا کر کے فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں اس خاندان کا ایک فرد ہوں۔ (دینی دسترخوان، ج:۳، ص: ۲۴۵)

ایک بار وجد میں فرمایا

ایک بار آپ نے وجد میں فرمایا کہ اگر میری قبر پر کان لگا کر سننے کی قدرت تمھیں طاقت بخشے تو سن لینا کہ میری قبر کا ذرہ ذرہ پکار رہا ہوگا کہ مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے کافر ہیں۔

شاہ جی نے لاہور کے جلسہ عام میں خطاب کرتے ہوئے کہا: جو لوگ تحریکِ ختمِ نبوت میں جہاں تہاں شہید ہوئے ان کے خون کا جوابدہ میں ہوں۔ وہ عشقِ رسالت میں مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ان میں جذبۂ شہادت میں نے پھونکا تھا۔ جو لوگ ان کے خون سے دامن بچانا چاہتے اور ہمارے ساتھ رہ کر اب کنی کترا رہے ہیں، ان سے کہتا ہوں کہ میں حشر کے دن بھی ان کے خون کا ذمہ دار ہوں گا۔

وہ عشقِ نبوت میں اسلامی سلطنت کے ہلاکو خانوں کی بھینٹ چڑھ گئے لیکن ختمِ نبوت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی سات ہزار حافظِ قرآن اسی مسئلے کی خاطر شہید کر دیے گئے۔ (دینی دسترخوان، ج:۱، صفحہ: ۵۴۴)

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی وصایا

(ولادت: ۲۷شوال ۱۲۹۲ھ م ۱۶/۱۱کتوبر ۱۸۷۵ء، وفات: ۳صفر۱۳۵۲ھ بروز پیر)

۱۔ علامہ انور شاہ کشمیری نے اپنے آخری ایامِ علالت میں دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ و طلبہ اور دیگر بہت سے علماء کے مجمع میں نہایت دردمندی و دل سوزی سے فرمایا تھا وہ تمام حضرات جن کو مجمع سے بلا واسطہ یا بالواسطہ تلمذ کا تعلق ہے اور جن پر میرا حق ہے کہ میں ان کو خصوصی وصیت اور تاکید کرتا ہیں کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت و پاسبانی اور فتنۂ قادیانیت کے قلع قمع کو اپنا خصوصی کام بنائیں، جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ان کی شفاعت فرمائیں ان کو لازم ہے کہ ختمِ نبوت کی پاسبانی کا کام کریں۔ (حضرات کرام نقشبندیہ، ص:۳۳۳)

۲۔ بھاولپور سے چلتے وقت مولانا غلام محمد شیخ الجامع گھوٹویؒ سے فرمایا اور مولانا محمد صادق صاحبؒ سے، جو کہ دوم مدرس تھے، جامع عباسیہ کے: جب مقدمہ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو جائے تو میری قبر پر آکر آواز دے دینا۔ ہم نے یہ بات سنی تو معمولی بات سمجھی۔ جب وصال ہو گیا تو پتہ چلا کہ یہ بھی اپنے وصال کی طرف اشارہ تھا۔

حضرت کے وصال کے کئی ماہ بعد مقدمہ کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا تو مولانا محمد صادق صاحبؒ نے حضرت کی وصیت کو پورا کرنے کے لیے دیوبند کا سفر کیا اور آپ کی قبر مبارک پر روتے ہوئے آواز دی۔ مولانا محمد صادق صاحب کو حضرت شاہ صاحب سے بڑی عقیدت تھی اور حضرت مولانا غلام محمد دین پوری سے بیعت تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے دربار میں بالکل خاموش رہتے تھے ویسے بڑے فاضل تھے۔ علوم مستحضر تھے۔ (محدث کشمیری)

۳۔ فارغ التحصیل طلبہ کو نصیحت فرمائی کہ گھر جا کر مطالعہ کتب ضرور کرتے رہنا کیونکہ علم کسب و محنت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ آدمی کو پہلے ہی سے کتاب دیکھنے کا قصد کر لینا چاہیے ورنہ علم نہ پڑھے۔ ہدایہ، بخاری شریف وغیرہ پر نظر رکھے اور علماء عارفین کی کتابیں بھی دیکھے۔ بہت سی جگہ احادیث کی حقیقت کو انھوں نے محدثین سے بھی زیادہ اچھا سمجھا ہے۔ مثلاً احادیثِ متعلقہ احوال بعد الموت۔ لیکن جو عارف شریعت سے ناواقف ہو اس کی کتاب دیکھنا مضر ہوگا۔ سنا ہے

کہ لمعات اور اس کی شرح عارف جامی کی دہلی کے علماء کو پڑھائی جاتی تھی۔ میں کہتا ہوں کہ حجۃ اللہ البالغہ اور الطاف قدس بھی مطالعہ میں رکھنا۔ (ملفوظات محدثِ کشمیری، ص: ۱۷۸)

۴۔ حدیث میں ہے کہ اگر دیکھنا چاہو کہ تمہاری وقعت حق تعالیٰ کے یہاں کتنی ہے تو دیکھ لو کہ تمہارے دل میں حق تعالیٰ کی کس قدر وقعت ہے اور آج کل تو حق تعالیٰ کی اس قدر بھی وقعت نہیں ہے جتنی ایک آشنا کی ہوتی ہے۔ (محدثِ کشمیری، ص: ۲۳۱)

۵۔ تمام عالم کی روح ذکر اللہ ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی یاد قائم رہے گی عالم قائم رہے گا۔ جب دنیا اللہ کی یاد چھوڑ دے گی تو سمجھو کہ عالم کے کوچ کا وقت آ گیا۔ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْاَرْضِ اَللّٰهُ اَللّٰهُ ۔ جب ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہے گا تو قیامت قائم ہو جائے گی کیونکہ جب روح نہ رہی تو ڈھانچہ کسی کام کا نہیں، اسے گرا دیا جائے گا۔ معلوم ہوا سارے عالم کی روح اللہ کا ذکر ہے۔ مقصودِ اصل ذکرِ الٰہی ہے۔ حدیث شریف وارد ہے ذاکر کے لیے موت نہیں اور غافل کے لیے حیات نہیں۔ کیونکہ اصلی زندگی یادِ الٰہی ہے۔ اعمالِ صالحہ دراصل زندگی کے کام ہیں۔ اسی واسطے حدیث میں آیا ہے۔ اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ ۔ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں۔ یعنی زندگی والے کام کرتے ہیں۔ ان کی قبور والی زندگی بھی اعمالِ صالحہ سے معطل نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور زندوں والے کام بھی کرتے ہیں۔ اس حدیث کو بیہقی نے اور فتح الباری نے صحیح کہا ہے۔

(محدثِ کشمیری، ص: ۳۱۵)

۶۔ جس پر ذکرِ الٰہی کا غلبہ ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کے ارتکاب میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہے اور جس پر دنیا کا غلبہ ہوتا ہے وہ صرف ان چیزوں سے بچتا ہے جو اہل دنیا کی نظر میں معیوب ہوتی ہیں۔ (اکابر علماء دیوبند، ص: ۱۴۵)

۷۔ عصر کی نماز کے بعد طلبہ کو وداعی خطاب سے سرفراز کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو اب ان کا رنگ ہی دوسرا تھا۔ رسالت مآب ﷺ کے ذکر پر اپنے آنسو کو ضبط کرنے کی قوت کھو چکے تھے۔ ذکر مبارک آتا تو آواز بھرا جاتی اور خاص حال میں طلبہ سے کہتے ''جاؤ! انؐ ہی کے دین کی خدمت کو زندگی کا نصب العین بنا لینا۔'' (تصویر انور، ص: ۲۶۷)

۸۔ ہمیں تو یہ بات یقین کے درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ ہم سے گلی کا کتا بھی اچھا ہے۔ ہم اس سے گئے گزرے ہیں۔ یعنی وہ اپنی گلی اور محلے کا حقِ نمک خوب ادا کرتا ہے۔ مگر ہمارے ہوتے ہوئے لوگ ناموسِ پیغمبر پر حملہ کرتے ہیں۔ (بیس بڑے مسلمان، ص:۳۸۹)

۹۔ مالایعنی سے احتراز میں دنیا اور آخرت دونوں کی راحت ہے۔ (ایضاً، ص:۳۸۹)

۱۰۔ ہندوستان میں اب دین کی خدمت اور دین کا دفاع کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اُردو میں مہارت پیدا کی جائے اور باہر کی دنیا میں دین کا کام کرنے کے لیے ضروری ہے کے انگریزی زبان کو ذریعہ بنایا جائے۔ میں اس بارے میں آپ صاحبان کو خاص طور سے وصیت کرتا ہوں۔

۱۱۔ کتاب اللہ اس لیے بھیجی گئی تا کہ اُمت کے سامنے علم آ جائے اور رسول اللہ ﷺ کو اس لیے مبعوث فرمایا گیا تا کہ اُمت کے سامنے عملی نمونے آ جائیں اور علم و عمل کے دونمونوں سے درحقیقت دین کی تکمیل ہوتی ہے۔ (فیض ابرار، ج:۲، ص:۱۷۲۔ اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۲۳۸)

محدث کبیر حضرت مولانا سیّد محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ کی وصایا
(صاحبِ فیض الباری وترجمان السنہ)

(ولادت: ۱۸۹۸ء شہر بدایوں۔ رحلت: رجب المرجب ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۲/اکتوبر ۱۹۶۵ء۔ مدفون جنت البقیع اُمہات المومنینؓ کے عین قدموں میں)

عزیزوں کو مجھے ایک راز کی ہے اب خبر کرنا — اگر محفوظ رہنا ہو تو طیبہ میں گذر کرنا
جہاں اب پھنسنے والا فتن میں دین وایمان کے — بہت مشکل ہے مومن کو کہیں باہر بسر کرنا
جو ناقدری میں گذری وہ تو گذری زندگی اپنی — جو باقی ہے اسی کی قدر تم اب عمر بھر کرنا
دعائیں مانگنا اس کی کہ اب جو عمر باقی ہے — خدا تم کو عطا کردے مدینہ میں بسر کرنا
بھروسہ بھول کر بھی تم نہ کرنا اپنی دولت پر — نہیں آساں کسی کو اس کٹھن منزل کا سر کرنا
بلالیں جس کو مرضی ہو، نکالیں جسکو جی چاہے — انہی کے دستِ قدرت میں ہے، سب زیروزبر کرنا
ہمیشہ عجز و زاری سے، ہمیشہ آہ و نالہ سے — فقط ایک اس کی رحمت پر جما کر تم نظر کرنا

امیدیں اس سے رکھنا جسکی رحمت ہے جہانوں پر
اسی سے مانگنا اور بس اسی پر تم نظر رکھنا

یہ مرکز ہے مہاجر ہے مسلمانوں کا اول سے
پہنچ جاؤ مقدر سے تو غفلت سے حذر کرنا

تجارت کے ارادے سے نہ آنا اس طرف ہرگز
قناعت سے یہاں رہنا شرافت سے گذر کرنا

حرم میں خوب جا جا کر مزے لینا عبادت کے
اسی میں آکے پڑ رہنا وہیں شام و سحر کرنا

کسی پر نکتہ چینی سے ہمیشہ محترز رہنا
کہیں باہر نکلنا ہو تو بس ہمیشہ نیچی نظر کرنا

بہت غیرت ہے انکو اس حرم کے بسنے والوں پر
اگر منظور ہو بسنا تو ڈر ڈر کے بسر کرنا

حماقت ہے کہ غیبت کر کے خود حبطِ عمل کرلو
نہ باہم تفرقے پھیلا کے پھر سب کو نڈر کرنا

ہمیں توفیق مل جائے کہ سب شیر و شکر بن کر
یہی سیکھیں عدو سے بھی ہے بہتر درگذر کرنا

یہ اخلاقِ نبویؐ ہے یہی تعلیم ہے ان کی
بہت آسان ہے تم کو عمل چاہو اگر کرنا

تمھیں سنت سے اُلفت ہو تو چلنا اس طریقے پر
کوئی چاہے یا نہ چاہے تم عمل اس پر مگر کرنا

وصیت ہے یہی میری بس اپنے سب عزیزوں کو
مدینہ آ کے بس جانا یہیں آ کر گزر کرنا

یہی صورت ہے بخشش کی کہ توبہ ہر گھڑی کرنا
اگر ٹوٹے تو پھر کرنا مگر اس سے حذر کرنا

جو چاہو زندگی عزت کی، اسکی ایک صورت ہے
خدا کو یاد کرنا پھر نہ اس میں کچھ کسر کرنا

جو شب میں آنکھ کھل جائے تمہاری اپنی قسمت سے
تو پھر تسبیح و استغفار کر کے سحر کرنا

تمہارا کام اک یہ ہو کہ سنت پر عمل کرنا
ہر اک بدعت سے تم ڈرنا حذر کرنا حذر کرنا

شریعت پر عمل کرنا یہی شیوہ ہے مومن کا
بہت معیوب ہے دیں میں اگر کرنا مگر کرنا

بہت بچنا تنعّم اور تکبر کے طریقوں سے
بس اک مسکین بن کر زندگی اپنی بسر کرنا

اگر درپے ہو کوئی بھی کسی ایذا رسانی کے
تجاہل عارفانہ کر کے پھر بھی درگذر کرنا

اگر تم سے لڑے کوئی تو اس سے صلح کرلینا
اگر غصہ کرے کوئی تو تم نیچی نظر کرنا

بہت مکروہ شرعاً ہے نقل منسوخ دینوں کی
بہت مبغوض ہے دشمن کی صورت میں بسر کرنا

نہ رکھنا تم ذرا سا غم کسی کے کہنے سننے کا
عمل دیں پر کیے جانا نہ کچھ خوف و خطر کرنا

جو کرنا ہے وہی کرنا فقط نقلوں میں غیروں کی
خدارا شرع اسلامی کو مت زیر و زَبر کرنا

ہمیشہ پالنا بچوں کو اسلامی طریقوں پر
کہ آساں ہو انھیں ان پر عمل کرنا بسر کرنا

نمازیں ان کو پانچوں وقت پڑھوانا مساجد میں
پھر اسلامی عقائد سے بھی ان کو باخبر کرنا

بچانا ہرقدم پران کو کافر کے تشبّـــــــہ سے
نہ کرنا نذرِ آتش ان کو تم اس سے عذر کرنا

بہت وسعت ملی ہے ہم کو دیں میں عیش وعشرت کی
اسی حد میں بسر کرنا یہی چاہو اگر کرنا

جو ہو بے دین تم صحبت سے اس کی بھاگتے رہنا
کسی مسلم پر ذلت کی نہ تم ہرگز نظر کرنا

اگر ہم تم کو ملنا ہو تو ملنا ہوشیاری سے
کسی پر جلدبازی سے نہ حکم خیر و شر کرنا

ہمیشہ تم الگ رہنا بس اب جھگڑوں کی باتوں سے
اگر بچنا ہو طوفاں سے تو ساحل پر بسر کرنا

سمندر میں ہے طوفاں زور پر سن لو سفر والو!
نہ لنگر توڑنا کشتی کا جس پر ہو سفر کرنا

نہیں میں منع کرتا تم کو ہرگز زیب و زینت سے
حدود شرع میں رہنا تجاوز سے حذر کرنا

فقط تعلیم دے دیکر بس اونچی ڈگریاں لینا
تغافل ہی تغافل ہے ہمارا سر بسر کرنا

گذر کرنا بڑے انصاف سے اپنے پرایوں میں
ہمیشہ بات سچ کہنا نہ طمع سیم و زَر کرنا

بہت شدّت سے رہنا کافروں میں مثل دشمن کے
مقابل ہو اگر ان کے تو پھر سینہ سپر کرنا

کھٹکتے ان سے رہنا جو تمہارے دین کے دشمن ہوں
جو دشمن پر مناسب ہے وہی ان پر نظر کرنا

پسِ پردہ جو در پے ہے تمھیں برباد کرنے کے
وہ تم سے مکر کرتے ہیں مت ان سے درگذر کرنا

ترقی ہم نے سمجھی ہے سمجھنا دوست دشمن کو
تم اس پر کچھ نظر کرنا خدارا پھر نظر کرنا

کوئی مردِ خدا اہلِ تصوف کاش پیدا ہو
کہیں تم نے سنا ہے صرف باتوں کا اثر کرنا

میرا تو کام سمجھانا ہے مانو یا نہ مانو تم
تمہارا نفع ہوگا تم ہی چاہوگے اگر کرنا

جو گذرو روضۂ انور پہ تم اپنے مقدر سے
پسِ مُردن مجھے بھی یاد کرکے بہرور کرنا

بہت مذموم ہے شرعاً مچانا شور میّت پر
ہے لازم صبر کرکے بس خموشی سے بسر کرنا

گریباں چاک کرنا اور دہاڑیں مار کر رونا
کبھی حرکت نہ تم ہرگز مثال نوحہ گر کرنا

اجازت ہے تمھیں اس کی کہ دل میں غمزدہ رہنا
اور اس کی بھی اگر چاہو تو اپنی چشم تر کرنا

یہ اسلامی شریعت ہے کہ چپ رہنا مصائب پر
یہ رسمِ جہالت ہے کہ بَین و شور و شر کرنا

گذرنا ابنِ آدم کا نہیں ہے بات حیرت کی
ہے سنت حضرت آدم کی دنیا سے سفر کرنا

شفیع المذنبین کے سامنے سے مجھ کو لے جانا
بقیع پاک میں میرے لیے تیار گھر کرنا

ٹھہرنا قبر پر کچھ دیر یہ بھی ایک سنت ہے
کلام اللہ پڑھ کر پھر عنایت کی نظر کرنا

یہی درخواست ہے میری کہ مجھ کو عفو کر دینا
بہت کافی ہے مجھ کو بس یہ اتنی سی نظر کرنا

اگر تم عفو کر دو کاش مجھ کو میرے جیتے جی
کرم ہوگا مجھے بھی اس کرم سے باخبر کرنا

دعا یہ ہے خدا تم کو نوازے دین و دنیا میں
تمہاری قدر میں نے کچھ نہ کی تم درگذر کرنا

میری حالت ابھی کچھ ہے تو تھوڑی دیر میں کچھ ہے
بہت دشوار ہے مجھ کو تمھیں جلدی خبر کرنا

وہ سب کچھ کہہ دیا میں نے جو مجھکو تم سے کہنا تھا
نہ کہنا مجھ سے پھر لازم تھا ہم کو بھی خبر کرنا

ضرورت ہے جہاں کو اب اسی مہدی کے آمد کی
جنھیں آسان ہوگا پھر جہاں کو آ کے سر کرنا

بلا کر میرے بچوں کو بسا لے اب مدینہ میں
خدایا سہل ہے تجھ کو اِدھر کرنا اُدھر کرنا

بہت حالت ہے خستہ مِلّتِ مرحوم کی اب تو
مرے مولیٰ کرم کرنا، میرے مولیٰ نظر کرنا

(وصایا،ص:۸۷تا۸۲)

حضرت مولانا کی مزید وصایا

(۱) حدیث شریف میں ارشاد ہے ’اَلـدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ‘ یعنی دین کا خلاصہ خیرخواہی کرنا ہے، اس لیے اپنے سب برادران کو نصیحت کرتا ہوں اور اسی کو میری وصیت سمجھنا چاہیے کہ جتنے میرے احباب ہیں وہ حسب اپنی طاقت کے ذکرِ الٰہی میں مشغول رہیں اور اس میں ہرگز غفلت اور کوتاہی نہ کریں ؎

ذکر کن ذکر تا ترا جان است
پاکئ دل از ذکر رحمٰن است

(جب تک جان ہے اس وقت تک اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ اس لیے کہ دل کی پاکی رحمٰن کے ذکر سے حاصل ہوگی۔)

(۲) دوسری نصیحت یہ ہے کہ میرے جملہ احباب ہر سنت کا پورا پورا اہتمام رکھیں اور کسی سنت کو خواہ وہ کتنی چھوٹی سی ہو، معمولی نہ سمجھیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی ہر ہر سنت اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔

(۳) سب احباب کو یہ نصیحت اور وصیت ہے کہ وہ کسی مسلمان کو کسی وجہ سے حقیر و ذلیل

نہ سمجھیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے: "کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْماً اَنْ یُحَقِّرَ مُسْلِماً اَوْ کَمَا قَالَ" (مسلمان کے گنہگار ہونے کے لیے اتنا کافی ہے کہ کسی دوسرے مسلمان کو حقیر سمجھے۔)

بات یہ ہے کہ اسلام اتنی بڑی نعمت ہے کہ جس کو یہ نصیب ہوگئی اس کو سب نصیب ہوگیا، اس لیے گناہ خواہ کتنا ہی ذلیل چیز ہو لیکن گنہگار ایمان دار ہو تو اپنے ایمان کی وجہ سے وہ پھر بھی محترم ہے اور ایک نہ ایک دن جنت میں جا کر رہے گا۔

(۴) اسلامی تعلیم یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ حسنِ ظن رکھے اور اس کے سامنے اور اس کے پیچھے اس کی تعریف میں زیادہ مبالغہ بھی نہ کرے۔ اس لیے احباب سے التماس ہے کہ وہ میرے بعد میری تعریف میں مبالغہ نہ کریں بلکہ اخلاص وتضرع کے ساتھ میری مغفرت کی ہمیشہ دعاء مانگا کریں۔

(۵) جس طرح حق تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ اس کی ذات وصفات میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے، نہ کسی بزرگ، نہ کسی ولی کو اور اس کی کتاب یعنی قرآن کریم کا حق یہ ہے کہ اس کے حکموں کو مانا جائے اور ان پر عمل کیا جائے اور اس کی تلاوت کی جائے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کا حق یہ ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور یقین رکھے کہ آپ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ جان و دل سے آپ ﷺ کی شریعت کا اتباع کرے اور بدعت سے کامل احتراز کرے اور آپ ﷺ کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے اوقات میں سے ایک حصہ بصد ذوق وشوق آپ ﷺ پر درود بھیجنے کے لیے وقف کرے۔ اس لیے احباب کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ ذکر اللہ سے جس طرح ان کو تعلیم دیا گیا ہے، غفلت نہ کریں اور زبان سے بھی ایک تسبیح کلمہ طیبہ کی پڑھ لیا کریں کیونکہ حدیث شریف میں اسی کلمے کو افضل الذکر کہا گیا ہے اور کچھ نہ کچھ قرآن کریم کی روزمرہ تلاوت کریں اور درود شریف پڑھنا بھی حسبِ استطاعت و وقت اپنے ذمہ لازم سمجھیں۔ (نصیحت نامہ، ص:۲)

حضرت مولانا کی چند مفید باتیں

توحید کی اہمیت: مسلمانوں کی جماعت حق جل وعلیٰ کی توحید پر بنی ہے، اس لیے اس کو اپنا یہ امتیاز ہر عمل میں قائم رکھنا گویا اپنی ہستی کا قائم رکھنا ہے اور اس کو فنا کرنا گویا اپنی ہستی کو فنا

کرڈالنا ہے، اس لیے میں احباب کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ اسباب کے پیچھے اس طرح نہ پڑیں کہ دیکھنے والا ان کو بندگانِ رب کے بجائے بندگانِ اسباب سمجھنے لگے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اسباب میں تاثیر رکھی ہے اور اسی لیے ہم کو ہر کام کے اسباب اور اس کی تدبیر کا حکم بھی دیا ہے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم اس تاثیر کے پیدا کرنے والے کو اعتقاداً اور عملاً بُھلا بیٹھیں۔

اسلامی معاشرت یہ ہے کہ ہم ہر ہر عمل میں فاعلِ حقیقی حق سبحانہ وتعالیٰ کو یقین کریں اور اسباب کو صرف مشیتِ ایزدی کا مظہر تصور کریں اور اپنے ہر نفع وضرر کو مالکِ حقیقی کی طرف سے سمجھیں یعنی علاج سے اگر فائدہ ہے تو زبان سے یہ بھی کہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوا نے فائدہ دیا۔تجارت میں اگر نفع ہے تو یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس سال ہم کو بہت نفع ہوا ہے۔اسی طرح اگر ملک آرام میں ہے تو یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ایک عادل اور مہربان حاکم عطا فرمایا۔ یہاں یہ عذر ہرگز نہ کریں کہ ہمارے سب کے دلوں میں یہی بات ہوتی ہے لیکن ہم صرف زبانی طور پر اس نسبت کو استعمال نہیں کرتے۔ میں اپنے احباب کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ زبانی طور پر اسی نسبت کو اپنی معاشرت کا جزو بنالیں تاکہ جو قوم ایک اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کے نام پر بنی ہے وہ اپنے جملہ خصائص میں ممتاز نظر آئے اور ایمانی غیرت اور اللہ تعالیٰ کی حق شناسی کا تقاضا بھی یہی ہے۔قدیم مسلمانوں میں اس گہری حقیقت کی عادت اس طرح پڑی ہوئی تھی کہ اُن کی زبانوں پر دن بھر میں بے گنتی 'الحمد للہ، ماشاء اللہ' اور 'ان شاء اللہ' اور 'لاحول ولا قوۃ الا باللہ' اور 'حسبنا اللہ' اور 'انا للہ' اور 'بفضلہٖ تعالیٰ' کے مبارک کلمات جاری رہتے تھے۔ در حقیقت یہ کلمات اور اسلامی عادات اسی عقیدے کی تذکیر اور تازگی کے لیے سکھائے گئے تھے۔ اس لیے میں اپنے احباب کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ اپنی معاشرت میں تاامکان ان کلمات کو اسی تصور کے ساتھ زیادہ سے زیادہ استعمال میں لائیں اور بے وقوفوں کے بہکانے سے ان عادات کو معمولی نہ سمجھیں۔

[فائدہ: نہایت اہم نصیحت ہے جو واجب العمل ہے۔مگر افسوس اب اس امر میں عوام تو عوام پڑھے لکھے لوگوں سے بھی کوتاہی ہو رہی ہے۔العیاذ باللہ تعالیٰ (مرتب)]

تعدیۂ امراض : اسی طرح امراض کا ایک دوسرے کو لگ جانے کا خیال بھی ہماری اسباب پرستی کا نتیجہ ہے۔موجودہ تحقیقات خواہ کچھ بھی ہوں لیکن شرعی تحقیقات یہ ہے کہ جس نے پہلے شخص کو مرض میں مبتلا کیا اُسی نے دوسرے کو بھی مبتلا کیا ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ بعض مرتبہ گھر میں وہ مرض دوسروں کو بھی پیدا ہوجائے لیکن اگر قادرِ مطلق پر نظر رہے تو کیا پھر اس مرض کے پیدا ہونے کو اسباب کے بجائے مشیتِ الٰہی کے سپرد کردینا بہتر نہیں ہے؟ کیا اس کی مشیت اور اس کا ارادہ اسباب کے برابر بھی تاثیر نہیں رکھتا؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

[فائدہ: سبحان اللہ! کیا ہی ایمانی بات فرمائی جو حرزِ جان بنانے کے لائق ہے۔]

بات یہ ہے کہ ہر شخص جو ضعیف الاعتقاد ہو وہ اپنی اسباب پرستی کی تاویل کرنے کے لیے یہ کہہ دیا کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا منکر نہیں لیکن قدرت کی عادت یہی ہے کہ جب ایک متعدی مرض گھر میں گُھستا ہے تو وہ دوسروں کو بھی لگ جاتا ہے، مسلمان کی توحید کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے سے منسوب کرے اور جب یہ ہوگا تو پھر اسباب ان کی نظروں میں بے وقعت ہوکر رہ جائیں گے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اعتماد اگر نصیب ہوگیا تو یہ ہوگا کہ پھر اسباب کی تاثیر کا راز فاش ہوکر رہ جائے گا۔

شکرِ نعمت کی تاکید اور کفرانِ نعمت سے احتراز

ہر نعمت پر ہم شکر کی عادت ڈال لیں خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، قدیم مسلمانوں کا طریقہ تھا کہ وہ ہر کام کو بسم اللہ سے شروع کرتے تھے خواہ وہ کھانا ہو یا پینا، اوڑھنا ہو یا پہننا اور یہی بسم اللہ ان کے اعمال میں نیت کے قائم مقام بن جاتی تھی۔ اسی طرح ان کی زبانوں پر الحمد للہ جیسے شکر کے کلمات چڑھے ہوئے تھے۔ اب ہماری معاشرت میں بسم اللہ اور 'الحمد للہ' کے مبارک کلمات گم ہوتے چلے جارہے ہیں، اس لیے اس آسان بات کو اپنی زندگی میں پھر داخل کرنا چاہیے اور کثرت سے اس کی عادت ڈالنی چاہیے کہ ارادہ اور بے ارادہ یہ کلمات زبان پر جاری ہوجائیں تاکہ 'عباد اللہ' عبادِ دنیا سے ہر وقت محسوس طور پر ممتاز نظر آئیں اور اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہمارے گردوپیش میں چھا جائیں۔قرآن کریم میں ہے ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾ یعنی اگر تم شکر ادا کرتے رہو گے تو میں اپنی نعمتیں تم کو اور زیادہ دوں گا۔ یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ

نعمتوں کی شکر گزاری صرف اس کا نام نہیں ہے کہ کلماتِ شکر زبان سے ادا کیے جائیں۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ نعمتوں پر عبادتوں کی کثرت ہو اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں ان کو اس طرح پر صَرف کیا جائے جو حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کا موجب ہو، مثلاً اگر کسی تاجر کو اللہ تعالیٰ نفع دیتا ہے تو شکر یہ نہیں ہے کہ زبان سے الحمد للہ کہہ کر اس کو خلافِ شرع مقامات پر خرچ کردے بلکہ یہ ہے کہ وہیں خرچ کرے جہاں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں خرچ کرنی چاہیے تاکہ ان کے برمحل صَرف ہونے سے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور نازل ہوں اور دونی دونی برکتیں اُتریں۔

حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے جب یہ دیکھا کہ راتوں کو کھڑے کھڑے آپ ﷺ کے پیروں پر ورم آ گیا تو عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ اتنی محنت کیوں برداشت فرماتے ہیں جبکہ آپؐ کے رب نے آپؐ کی اگلی پچھلی خطائیں سب بخش دی ہیں تو آپؐ نے یہی جواب دیا "اَ فَلَا اَکُوْنُ عَبْداً شَکُوْراً" کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

یعنی نعمت کا شکر یہ ہے کہ نعمت جتنی بڑھتی جائے شکر گزاری اتنی ہی اور دونی ہوتی چلی جائے۔

اس کے ساتھ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ ناشکری سے حد درجہ پرہیز کیا جائے۔ صرف زبان سے نہیں بلکہ اس طرح بھی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لاپرواہی نہ برتی جائے اور نہ ان کو کم یا گھٹیا درجے کی سمجھی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مختلف قسم کے انسان پیدا کیے ہیں۔ کسی کو امیر بنایا ہے اور کسی کو غریب۔ یہاں غریب کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی امیر کو دیکھ کر یہ کہے کہ یہ نعمتیں مجھ کو کیوں نہیں دیں۔ اسی طرح امیروں میں بھی کسی کو بڑا بنایا، کسی کو چھوٹا۔ یہاں بھی چھوٹے کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ یہ کہے مجھ کو اس جیسا بڑا امیر کیوں نہیں بنایا۔ بلکہ غریب کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنے سے زیادہ غریب کو دیکھے اور چھوٹے امیر کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنے سے کم حیثیت امیر کی طرف نظر کرے اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی نعمت کی شکر گزاری اس طرح کریں کہ اگر وہ کسی سے کم ہے تو بہتوں سے زیادہ بھی ہے۔ خدانہ کردہ اگر کم وبیش کی بحث میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی عادت پڑ گئی تو پھر اندیشہ ہے کہ جو نعمتیں دے دی گئی ہیں کہیں وہ بھی نہ چھین لی جائیں۔ العیاذ باللہ! اسی لیے فرمایا ہے ﴿وَ لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ﴾ (سورۂ ابراہیم، آیت: ۷) یعنی تم میری ناشکری کروگے تو یاد رکھنا میرا عذاب بھی سخت ہے۔

اس لیے میں یہ تاکید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے شکرگزار بندوں میں شامل ہونے کی بے انتہا کوشش کریں اور ناشکروں میں داخل ہونے سے پناہ مانگیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ (سورۂ سباء، آیت:۱۳) یعنی میرے ایسے بندے کم ہیں جو ہمیشہ میرے شکرگزار رہیں۔ جب ایسے بندے کم ہیں تو پورے شکرگزار بن کر اپنی قدر بڑھاویں۔ (نصیحت نامہ)

مولانا بدر عالم مہاجر مدنیؒ کی وصیت بنام یوسف صاحب مرحوم والد ماجد مفتی سعید احمد پالنپوری شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

یوسف! اگر تم اپنے لڑکوں کو اچھا عالم بنانا چاہتے ہو تو حرام اور ناجائز مال سے پرہیز کرنا اور بچوں کو بھی ناجائز اور حرام مال سے بچانا کیونکہ علم ایک نور ہے اور ناجائز اور حرام مال سے جو بدن پروان چڑھتا ہے اس میں یہ نور داخل نہیں ہوتا۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ، شرح حجۃ اللہ البالغہ، ج:۱، ص: ۸۳۰)

حضرت مولانا محمد یٰسینؒ کی وصیت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ وفات سے ایک دن پہلے احقر سے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”شفیع بھول تو جایا ہی کرتے ہیں مگر اتنی بات کہتا ہوں کہ جلدی نہ بھول جانا“۔ (ماہنامہ البلاغ کا مفتی اعظم نمبر۔ ص:۹۳)

حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد، بانی امارتِ شرعیہ، بہار

۱) قیامت کے دن (ہندوستان میں مسلمانوں کی زندگی بغیر امیر کے غیر شرعی زندگی کا) جو سوال ہم لوگوں سے ہوگا اس کا جواب سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے کس طرح عہدہ برآ ہوں گے۔ کفر کے اس بے پناہ غلبے اور اثرات کو جس قدر کم کیا جا سکے کرنا چاہیے۔ اس راستے میں جس قدر قربانیاں پیش کرنے کی ضرورت ہو اس سے دریغ نہ کیا جائے۔ (ص:۴۰۳)

۲) جب تک حکومت کافرہ کا مسلمانوں پر تسلط ہے اور جب تک مسلمان اس ابتلاء میں مبتلا ہیں اور جس وقت تک مسلمان اپنے سیاسی اقتدار کے مالک نہیں ہو جاتے، اس وقت تک اپنے

اقتصادی اور معاشرتی کاموں کیلئے ایک اپنا امیر منتخب کریں اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری پر بیعت کریں تاکہ اس کفرستان میں جس قدر ممکن ہوسکے مسلمان اپنی زندگی کو شرعی بناسکیں۔(ص:۴۰۵)

۳) ہندو اور مسلمانوں کی دو جداگانہ معاشرتیں ہیں، اس لیے ان کی اصلاح بھی جداگانہ قوانین کے ذریعے ہونی چاہیے۔ اصولاً ایک فرقے کے معاشرتی قانون میں دوسرے فرقے کے رکن کو ووٹ دینے کا حق نہ ہونا چاہیے۔(ص:۴۰۵)

۴) فسق والحاد کے عموم وشیوع کی وجہ سے ہماری دینی حس بڑی حد تک ماؤف ہوچکی ہے اور مجھے بسا اوقات شبہ ہوجاتا ہے کہ ہم لوگوں میں ایمان کا ادنیٰ درجہ بھی ہے یا نہیں۔(۴۰۷)

۵) اور ہم ملاحدہ اور فساق بلکہ کھلے کفار ومشرکین کو اعلانیہ فسق والحاد اور کفر وشرک کرتے دیکھتے ہیں اور بسا اوقات ہمارے قلب میں بھی اس کے خلاف غیض وغضب پیدا نہیں ہوتا۔(۲۲۳)

۶) دنیادار دنیاوی دولت پر غرور وفخر کرتے ہیں، اللہ پاک نے اپنی مہربانیوں سے کلامِ پاک کی جو دولت مجھے عطا فرمائی ہے اس کے مقابلے میں دولت مندوں اور ان کی دولت کی میری نظر میں کوئی حقیقت نہیں۔(۲۱۵)

مشروعیتِ جہاد کی حکمت ومصالحت

۷) اس کی مثال ایسی ہے کہ تمام انسانی ہستی کو بمنزلہ ایک انسان واحد کے خیال کیا جائے اور مختلف ٹولیاں اور آبادیاں اس کے مختلف اعضاء قرار دیے جائیں اور یہ صورت بھی پیش نظر رکھی جائے کہ جب کسی عضو میں ایسی سخت سمّیت پیدا ہوجاتی ہے کہ اگر اس کو کاٹ نہ دیا جائے تو بقیہ اعضاء بھی اس کی مضرت سے محفوظ نہیں رہ سکتے تو اس کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ٹھیک اسی طرح جب کوئی انسانی گروہ انسانی ہستی کے لیے زہر خوردہ ہوجاتا ہے تو پھر اس سے قتال کا حکم اسلام دیتا ہے۔(۳۲۰)

مداہنت یا رواداری

۸) رواداری کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مذہب اور تہذیب و معاشرت پر قائم رہتے ہوئے غیر مسلم اقوام کے ساتھ صلح ومواعدت کا معاملہ کیا جائے، اس کے ساتھ حسن سلوک اور

اچھے برتاؤ کا معاملہ کیا جائے۔ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے ...... مگر مداہنت جائز نہیں ہے۔ دینی معاملات میں معاہد قوم کی پیروی کی جائے، ان کے اثرات قبول کیے جائیں یا ان کی تہذیب و معاشرت اختیار کی جائے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ (۳۲۴)

۹) دنیا کی بہتر سے بہتر اور قیمتی سے قیمتی چیز غیر مسلموں کی مصالحت پر قربان کر دی جاسکتی ہے۔ ان کے دلوں میں گھر کرنے کے لیے اپنے گھر کی ساری دولت لٹا دی جاسکتی ہے مگر احکامِ اسلام، شعارِ ملت، حقوق و خصائص قومی میں سے چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی نہیں چھوڑی جاسکتی۔ یہ دنائت فی الدین ہے اور نہ غیر مسلموں کے مخصوص رسوم کو اختیار کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ شرک فی الاسلام اور فنائے قومیت اور تفویت مقاصد اسلام ہے۔ (۳۴۰)

۱۰) ایسے نازک وقت میں، مَیں اس نتیجے پر پہنچا کہ اُمت کی شیرازہ بندی سے قبل علماء کی شیرازہ بندی ضروری ہے۔ جب تک علماء اپنی جنگ ختم نہ کریں گے یہ اُمت لڑتی رہیں گی۔ (۴۳۳)

۱۱) اگر ہندو مطالبہ کرتے ہیں کہ مسلمان گائے کی قربانی ترک کر کے ان کے جذبات کا احترام کریں تو انھیں غیر اللہ کی پرستش چھوڑ کر مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرنا پڑے گا۔ ایک مسلمان کا اس وقت خون کھولتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ ایک اللہ کو چھوڑ کر کہیں پتھروں اور مورتیوں کو پوجا جارہا ہے، کہیں درختوں کو پوج کر اس کے اللہ کے حقوق کو پامال کیا جارہا ہے۔ (۳۴۱)

ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا: سال بھر میں صرف ایک دفعہ گائے کی قربانی سے ڈاکٹر صاحب کا خون کھول جاتا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب کو یاد رکھنا چاہیے کہ ایک مسلمان جب بازاروں میں، دریا کے کنارے اور آبادی میں گزرتا ہے تو ہر قدم پر اس کا خون کھولتا ہے۔ جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کے محبوبِ الٰہی کی تحقیر کی جارہی ہے، وہ دیکھتا ہے کہ کہیں پتھروں اور مورتیوں کو پوجا جارہا ہے، کہیں دریا کی موجوں کی پوجا ہورہی ہے، کہیں درختوں کو پوج کر اللہ کے حقوق کو پامال کیا جارہا ہے، لیکن مسلمان ان سب کو اس لیے برداشت کرتا ہے کہ اب تک وہ اس سلوک کا عادی ہے جو حکمراں ہونے کی حیثیت سے غیر مذاہب کے ساتھ کرنا چاہیے ...... اگر ہندو مطالبہ

کرتے ہیں کہ مسلمان گائے کی قربانی ترک کرکے ان کے جذبات کا احترام کریں تو انھیں بھی غیر اللہ کی پرستش چھوڑ کر مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرنا پڑے گا۔(۴۰۶)

ایک سوال کے جواب میں وہ لکھتے ہیں: ہندو کے خیال سے کہ ان کا دل دُکھتا ہے، ذبحِ گاؤ کو ترک کرنا قطعاً حرام ہے کیونکہ اس صورت میں تائید علی الشرک ہوتی ہے اور مشرکین کی ہوا پرستی کی باتوں کو تسلیم کرنا اور ماننا بالکل ناجائز ہے۔

گئو رکھشا اور گئو کو بچانے کا مسئلہ ہندوؤں کی ہوا پرستی پر مبنی ہے یعنی گاؤ کے اندر وہ ایک خاص عظمت سمجھ کر قابلِ پرستش سمجھتے ہیں۔ پس جب تک ہندوؤں کے اندر جذبہ گاؤ پرستی موجود ہے اس وقت تک ذبحِ گاؤ سرزمین ہند میں ایک شعارِ توحید اور شعارِ اسلام ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۴۵)

پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں: ”ہندوستان میں اسلام کے بڑے شعائر میں سے ایک شعائر ذبح گاؤ ہے کیونکہ کفار جزیہ دینا شاید منظور کرلیں لیکن گائے کے ذبح کیے جانے پر ہرگز ہرگز رضامند نہیں۔“ (حیاتِ سجاد، ص: ۴۷۔ ۴۰۶)

دلیل کا انوکھا اسلوب عملی وسماجی رُخ

ہر اس مسلمان پر جو چالیس روپے یا چالیس روپے کی مالیت کی چیز کا مالک ہو اور وہ اس کے حوائج اصلیہ سے زائد ہو اس پر اسلام میں قربانی واجب ہے۔ اب ہر وہ کسان جو پانچ کھٹہ کھیت بھی رکھتا ہے، اس پر قربانی واجب ہے۔ اب ایک گھر میں فرض کرلیجیے کہ ایک مرد ہے جس کو پانچ کھٹہ کھیت ہے، اور گھر میں چھے عورتیں ہیں (جن کے پاس عموماً اتنی مالیت کا زیور ہوتا ہے) سب پر قربانی واجب ہے اور آئین اسلامی کی رو سے اس کا فریضہ ہے کہ قربانی کرے۔ اب اگر سات راس خصی خریدتا ہے تو فی خصی دس روپے کے حساب سے ستر روپے اس کو چاہیے اور یہ اس کے امکان سے باہر ہے اور اگر ایک گائے خریدتا ہے تو زیادہ سے زیادہ پندرہ روپے میں اس کو مل جاتی ہے اور سب کے سب قربانی کے فریضے سے سبکدوش ہوجاتے ہیں۔ ایسے میں

وہ کیا کرے گا اور اس کے لیے کیا حال ہے۔

یہ حساب و کتاب والی بات گاندھی جی کو مولانا محمد علی نے بآسانی سمجھا دیا اور وہ اس پر راضی ہوگئے کہ اس مسئلے پر وہ اب زور نہیں دیں گے۔ (ص: ۲۲۰)

توکل وقناعت واعتماد علی اللہ کا عالم

نواب عبد الوہاب خان مونگیری نے تنہائی میں مولانا سے خدمت کا موقع دینے کی درخواست کی- یعنی مالی اعانت قبول کرلی جائے۔ حضرت نے فرمایا: اس سے مجھ کر معاف رکھیے۔ اس سے ہمارے اور اللہ کے درمیان توکل کا جو رابطہ ہے اس میں خلل واقع ہو جائے گا۔ (ص:۲۲۳)

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

اوراد و وظائف کے سلسلے کو آپ دراز سے دراز تر کرتے چلے جاتے ہیں، اللہ میاں اس سے آدمی کے قابو میں نہیں آتے، اپنے حول وقوت سے جو خالی ہوکر ان کے قدموں میں گر گیا وہی اُٹھایا جاتا ہے ...... کاش جن اور بھوت سے آدمی جتنا ڈرتا ہے اللہ میاں کو اتنا بھی تو اپنے آگے پیچھے، اوپر نیچے جانتا ...... ذرا اس کی مشق اپنے پیغمبر ﷺ کی یافت کے تابع ہو کر کیجیے۔ سب کچھ آپ کو مل جائے گا۔ آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا ذکر کسی بادشاہ یا حاکمِ مجازی نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی مجلس میں ہو، سنیے آپ کے پیغمبر ﷺ سنا رہے ہیں کہ اللہ ان کو اطلاع دے رہا ہے ﴿فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ﴾ دل ہی دل میں اللہ میاں کو یاد کرنا شروع کیجیے، آپ کا ذکر آپ کا مالک کرے گا، ہم ان کو یاد کریں وہ ہمیں یاد نہ کریں؟ یہ ہو ہی نہیں سکتا! جو ایسا خیال کرے وہ مسلمان ہی نہیں ...... الغرض ورد و وظیفہ سے زیادہ اپنے علم کی تصحیح کیجیے، یعنی رسول اللہ ﷺ کو جو علم بخشا ہے، اسی علم کے مطابق اپنے علم کو کر لیجیے، آپ اس کے بعد اللہ کے سامنے ہیں اور اللہ آپ کے سامنے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن کو تھام لیجیے، جو کچھ انھوں نے سکھایا اس کے سواطے کر لیجیے کہ اس راہ میں اور کسی سے کچھ سیکھنا نہیں ہے۔ آپ کا سلوک طے ہو گیا۔ اللہ آپ کو مل گیا۔ آپ چین کیجیے آپ مانگتے چلے جائیں گے وہ دیتا چلا جائے گا۔ (حیات مولانا گیلانی، ص: ۳۲۷)

آدمی جب تنہائی میں گھبراتا ہے کوئی پاس نہیں ہوتا تو اس طرح کی باتیں یاد آ آ کر زخم لگاتی ہیں اور انسان اپنی بے بسی پر حیرت زدہ ہوتا ہے کہ کیا تھے کیا ہو گئے اور پھر رجوع الی اللہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور اپنے کو ربّ العالمین کے سپرد کر دیتا ہے۔ (حیات....ص:۱۹۰)

رئیس التبلیغ حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلویؒ

(ولادت: ۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ ۲۰/ مارچ ۱۹۱۷ء۔ وفات: ۲۹/ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲/ اپریل ۱۹۶۵ء بروز جمعہ)

۱۔ ایک جماعت کو رخصت کرتے وقت فرمایا: جاؤ اللہ تمھاری مدد فرمائے۔ صلوٰۃ الحاجۃ کا اہتمام کرنا۔ جس اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدد فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد فرمائی اور حضرت محمد ﷺ کی مدد فرمائی وہ اللہ آج بھی موجود ہے۔ اسی کے کام کے لیے جا رہے ہو، وہ تمھاری مدد فرمائے گا۔ راتوں کو اُٹھنا اور خوب رو رو کر دعا مانگنا۔ حضور ﷺ کی سنتوں کو تلاش کر کر کے ان پر عمل کرنا۔ جاؤ اللہ کی حفاظت میں جاؤ، وہی تمھارا ناصر و حامی ہے۔

(سوانح مولانا یوسف، ص: ۳۱۰۔ اقوال سلف، ج: ۵، ص: ۱۷۱)

۲۔ یہ اُمت بڑی مشقت سے بنی ہے۔ اس کو اُمت بنانے میں حضورؐ اور صحابہ کرامؓ نے بڑی مشقتیں اُٹھائی ہیں اور ان کے دشمنوں یعنی یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اس کی کوششیں کی ہیں کہ مسلمان ایک اُمت نہ رہیں بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوں۔ اب مسلمان اپنا اُمت پنا کھو چکے ہیں۔ (غیروں پر رعب کھو چکے ہیں، ہیبتِ اسلام و ایمان کھو چکے ہیں، اپنا وزن کھو چکے ہیں، مسجدیں کچی تھیں، مکان کچّے تھے مگر ایمان پکا تھا۔)

۳۔ یہ اُمت اس طرح بنی تھی کہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ اور رسولؐ کیا فرماتے ہیں۔ اُمت جب ہی بنتی ہے جب اللہ و رسول کے حکم کے مقابلے میں سارے رشتے اور سارے تعلقات کٹ جائیں، جب مسلمان ایک اُمت تھے تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہو جانے سے ساری اُمت ہل جاتی تھی۔ اب ہزاروں لاکھوں کے گلے کٹتے ہیں اور کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔

۴۔ مسلمان ساری دنیا میں اس لیے پٹ رہا ہے اور مر رہا ہے کہ وہ اُمت پنے کو ختم

کر کے حضور ﷺ کی قربانی پر پانی پھیر رہا ہے۔ میں یہ دل کے غم کی باتیں کہہ رہا ہوں، ساری تباہی اس وجہ سے ہے کہ اُمت اُمت نہ رہی بلکہ یہ بھی بھول گئے کہ اُمت کیا ہے اور حضور ﷺ نے کس طرح اُمت بنائی تھی۔

۵۔ اُمت پنا جب آئے گا اَذِلَّۃً عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ پر مسلمانوں کا عمل ہو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے مقابلہ میں چھوٹا بننے اور ذلت وتواضع اختیار کرنے کو اپنائے۔ تبلیغ میں اسی کی مشق کرنی ہے۔ جب مسلمانوں میں اَذِلَّۃً عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ والی صفت آجائے گی تو وہ دنیا میں اَعِزَّۃً عَلَی الْکَافِرِیْنَ (سورۂ مائدہ، آیت:۵۴) یعنی کافروں کے مقابلہ میں زبردست اور غالب ضرور ہوں گے چاہے وہ کافر یورپ کے ہوں یا ایشیا کے۔

۶۔ میرے بھائیو اور دوستو! اللہ ورسول ﷺ نے ان باتوں سے شدت وسختی سے منع کیا ہے جن سے دلوں میں فرق پڑے اور پھوٹ کا خطرہ ہو مثلاً تحقیر وغیبت وغیرہ۔ اور ایک دوسرے کا اکرام واحترام جس سے اُمت جڑتی بنتی ہے، اس کی تاکید فرمائی گئی ہے اور دوسروں سے اپنا اکرام چاہنے سے منع کیا گیا کیونکہ اس سے اُمت بنتی نہیں بگڑتی ہے۔ اُمت جب بنے گی جب ہر آدمی یہ طے کرلے کہ میں عزّت کے قابل نہیں ہوں اس لیے مجھے عزّت لینی نہیں بلکہ دوسروں کی عزّت کرنی ہے۔ اور دوسرے سب لوگ اس قابل ہیں کہ میں ان کی عزّت کروں، ان کا اکرام کروں۔ اپنے نفسوں، اپنی ذاتوں کو قربان کیا جائے گا تو اُمت بنے گی۔ اُمت بنے گی عزّت ملے گی، عزّت وذلت مخلوق کے نقشوں میں نہیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (اقوال سلف، ج:۶، ص:۱۷۶)

مولانا احمد سعید دہلویؒ

۱) اگر علماء میں مداہنت اور منافست نہ ہوتی اور صوفیاء میں 'اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ' بننے کا شوق نہ ہوتا تو آج تمام ہندوستان ایک امیر کے ماتحت شرعی زندگی بسر کررہا ہوتا اور اسلام کی حقیقی برکات سے متمتع ہوتا اور ان کی روح حکومت برطانیہ کی غلامی سے آزاد ہوتی، اگرچہ جسم غلامی میں مقید ہوتا۔ (حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد، ص:۴۵۳)

ایک اللہ والے کی وصیت

ایک اہل اللہ نے وصیت کی کہ میرے کفن پر یہ اشعار لکھ دیں۔ شاید میری نجات ہوجائے۔

یا رب تیری رحمت کا اُمیدوار آیا ہوں
منہ ڈھاپے کفن سے شرمسار آیا ہوں
چلنے نہ دیا بارِ گناہ نے مجھ کو پیدل
اس لیے کندھوں پر سوار آیا ہوں

کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا کیا حال ہے؟ فرمایا: فضل ذوالجلال ہے۔ ان اشعار کی وجہ سے رحمتِ ربِ غفار کو جوش آیا۔ قبر باغِ جنت ہوگئی۔ (خطباتِ دینپوری، ج:۳، ص:۲۹۹)

حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ

۱) علی الاعلان سنو، برسرمیدان سنو، او دنیا کے مسلمان سنو! سنو تو قرآن سنو، مصطفیٰ کا فرمان سنو! حضور ﷺ ہمیں دو چیزیں دے کر گنبد خضریٰ میں صدیقہ کے حجرے میں آرام فرمانے چلے گئے، فرمایا دو چیزیں دے کر جارہا ہوں:

تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ، تَرَكْتُ فِيْكُمْ شَيْئَيْنِ، تَرَكْتُ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا۔

دو تحفے، دو چیزیں، دو ہدیے دے کر جارہا ہوں، مسلمانو! جب تک تم میں دو چیزیں رہیں گی گمراہ نہیں ہوں گے؛ كِتَابَ اللّٰهِ وَ سُنَّتِيْ!

ایک اللہ کا قرآن، ایک کملی والے کی زبان کا فرمان ہے۔ جو مان لے وہ مسلمان، جو چھوڑ دے بے ایمان ہے۔ (ج:۱، ص:۵۴)

۲) میں صرف محبوب کو امام نہیں امام الانبیاء - میں اللہ کی قسم زور سے کہتا ہوں واللہ العظیم۔ ربّ ذوالجلال کی قسم! میں ہر نبی کو اُمت کا نبی مانتا ہوں۔ محمد عربی کو نبیوں کا بھی نبی مانتا ہوں۔ سارے کہو نبیوں کا بھی (نبی مانتا ہوں) نبی الانبیاء۔ افضل الانبیاء۔ سیّد الانبیاء۔ امام

الانبیاء ﷺ۔ جو پیغمبروں کے نعلین کی توہین کرے وہ بھی اسلام سے نکل جاتا ہے۔(ج:۱،ص:۶۰)

۳) جو تلوار لے کر نکلے اسے اسلامی اصطلاح میں مجاہد و غازی کہتے ہیں۔ جو مسجد میں پہنچے نمازی کہتے ہیں۔ جو قرآن اچھا پڑھے اسے اسلامی اصطلاح میں قاری کہتے ہیں۔ جو کعبے کا دیدار کرے اسے حاجی کہتے ہیں۔ جو فیصلہ صحیح کرے اسے قاضی کہتے ہیں۔ جو آنکھوں سے پیغمبرؐ کو دیکھے اسے صحابی کہتے ہیں۔ اسٹیج پر حق کہے اس کو آپ وہابی کہتے ہیں اور ہم ان کے دماغ کی خرابی کہتے ہیں۔

۴) ہم وہ نہیں کہ فقط علی علی کا نعرہ لگائیں۔ نہیں! نبی سچا تھا تو ابوبکر صدیق بن گیا۔ پیغمبر عادل تھا تو عمر عادل بن گیا۔ نبی سخی تھا تو عثمان سخاوت کا بادشاہ بن گیا۔ نبی بہادر تھا تو علی حیدر کرار بن گیا۔ اگر گواہی کا موقع آئے تو صداقت اختیار کرو، اگر حکومت ملے تو عدالت اختیار کرو۔ پیسہ ہو تو سخاوت اختیار کرو۔ میدان ہو تو شجاعت اختیار کرو۔ یہ سب پیغمبر کی سیرت کی جھلک ہے۔(۱۴۸)

۵) ہم صحابہ کو چھوڑیں تو رافضی بن جائیں گے۔ اہلِ بیت کو چھوڑیں تو خارجی بن جائیں گے۔ دونوں کا دامن پکڑیں تو پکے مسلمان بن جائیں گے۔ صاحبِ ایمان بن جائیں گے۔ اللہ کی قسم صاحبِ عالیشان بن جائیں گے۔ یہ صحیح ہے یا نہیں! (۱/۱۴۸)

(۶) اَبْغَضُ الْعِبَادِ اِلَی اللّٰہِ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبَاہُ خَیْرٌ مِنْ عَمَلِہٖ نبی ﷺ نے فرمایا، وہ بدترین بندہ ہے جس کے کپڑے اچھے اور عمل گندے ہوں۔ سارے کہو، کپڑے اچھے ہوں یا عمل؟

اَنْ یَّکُوْنَ ثِیَابُہٗ ثِیَابَ الْاَنْبِیَاءِ وَ عَمَلُہٗ عَمَلَ الْجَبَّارِیْنَ

کپڑے تو نبیوں والے پہنیں، بڑے لمبے کرتے اور جبے اور کردار خراب ہو۔(خطبات:۴۷)

جو اللہ کے نام کو شاندار لکھوا کر یا رسول اللہؐ کے نام کو شاندار لکھوا کر چمکدار لکھوائے اور محبت سے دیکھتا رہے اللہ کے نام کو، جتنا پیار سے دیکھے گا اتنا ہی اس کے دل پر منقش ہو جائے گا۔ اللہ ہمیں اپنے رب کا صحیح ادب عطا فرمائے۔ آمین (خطبات ۴/۳۶۲)

اللہ ہمیں مسجد میں نمازی بنائے، میدان میں غازی بنائے، اپنے دربار میں عابد بنائے،

زندگی میں زاہد بنائے، اپنے دربار میں ساجد بنائے، میدان میں مجاہد بنائے۔ (خطبات ۲۶۶/۳)

حضرت سیّد نفیس الحسینیؒ خلیفہ شاہ عبد القادرؒ

۱۔ ذکر اللہ پر مداومت۔ ذکر اللہ میں حلاوت بھی بعد از مداومت نصیب ہو جاتی ہے۔
۲۔ علمِ شرعی کے ساتھ پورا پورا تعلق و وابستگی۔
۳۔ شیخِ کامل، عالم کی صحبت پر مداومت۔
۴۔ رزقِ حلال کی جستجو و تلاش۔

بنام سید محمد معاویہ

احکامِ شرعیہ پر سختی سے ہر حال میں کاربند رہیں۔ فکر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔ بس استقامت سے اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے رہیں اسی میں برکت ہے اور عافیت بھی۔ (سیّد نفیس الحسینی، ص:۱۷۹)

حضرت مولانا شاہ بدر علی کی حضرت مولانا محمد احمد پرتاپگڑھیؒ کو تین قیمتی نصیحت

۱۔ طمع نہ کرنا۔ یعنی جو چیز حاصل نہیں اس کی طمع کبھی نہ کرنا۔
۲۔ جمع نہ کرنا۔ موجود ہو اس کو راہِ حق میں خوب خرچ کرنا اور دریغ نہ کرنا، جمع نہ کرنا۔
۳۔ منع نہ کرنا۔ یعنی اگر کوئی تم سے کوئی چیز مانگے تو گرچہ اس کی تم کو ضرورت ہو پھر بھی مانگنے والوں کو منع نہ کرنا۔

۲۳ شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ بروز جمعرات ۲ بجے نماز ظہر کے دوسرے سلام پر واصل بحق ہو گئے۔ (اقوال سلف، ج:۴، ص:۴۱۲)

وصایا علامہ سیّد جمال الدین افغانیؒ

آپ مسلمانانِ عالم کے کامل اور مستقل اتحاد کے زبردست داعی تھے۔ انتقال سے پیشتر آپ کے الفاظ یہ تھے:

مشرق کی آزادی اور ممالکِ اسلامیہ کے اتحاد کے متعلق اگرچہ میرا خواب میری زندگی

میں شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکا، لیکن مجھے یقین ہے کہ بعد وفات مستقبل قریب میں میری یہ آرزو عملی جامہ پہنے گی، صاحبِ نیت کے معدوم ہو جانے سے نیت ہرگز معدوم نہیں ہوسکتی اور اس کا عمل بالاستقلال جاری رہے گا۔

وہ اپنے آخری خط میں جو انھوں نے اپنے ایک دوست کو لکھا تھا، اس میں ان کے الفاظ ایک آخری وصیت کا وزن رکھتے ہیں، رقم طراز ہیں :

''میں یہ خط ایک ایسے موقع پر اپنے محبوب دوست کی جانب لکھ رہا ہوں، جبکہ میں صرف سلطان اور اس کے رفقاء کی مجلس میں محبوس اور دوستوں کی ملاقات سے محروم ہوں، ایسے ماحول میں نہ تو مجھے آزادی اور خودمختاری کا انتظار ہے اور نہ دنیائے دنی میں طویل زندگی کی خواہش، ایسے حالات میں نہ تو میں اپنی گرفتاری پر حیران و مضطرب ہوں اور نہ سلطان جابر کے ہاتھوں قتل کیے جانے پر خوفزدہ۔''

خدمت اسلام اور دعوتِ اخوت و اتحاد کے جرم پر نہایت مسرور ہوں، قید و حبس میں مطمئن ہوں قتل کیے جانے پر، میں محبوس ہوں تو صرف آزادی نوع انسانی کے لیے اور اگر قتل کیا جاؤں گا تو حیات قوم و ملت کے لیے۔

لیکن مجھے رنج و افسوس اس چیز کا ہے کہ میں جس مقصد کی تعمیل کا آرزومند تھا اس کی تعمیل انتہائی جدوجہد کے باوجود اب تک قائم نہ ہوسکی اور میرے مخاطبین کی سقاوت و بدبختی نے انھیں اتنی توفیق نہ دی کہ میں سرزمینِ مشرق کی عام بیداری دیکھ سکوں اور ان کے دست جہالت نے اتنی فرصت نہ دی کہ حلقومِ مشرق سے صدائے آزادی سن سکوں۔

اے کاش! میں بادشاہوں اور فرمانرواؤں کو مخاطب کرنے کی بجائے قوم و ملت اور عوام الناس کی قابل و زرخیز کھیتی میں اپنے افکار کے بیج بکھیرتا، کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں اپنے پھل کے تخم ہائے افکار سلطنت و حکومت کی زمین شورہ زار میں بکھیر کر انھیں برباد و لا حاصل نہ کرتا۔

افسوس کہ میں نے سلطنت کی کھیتی میں جو کچھ بویا، وہ نمودار اور بارآور نہ ہوسکا، کیونکہ یہ زمین ہی میری تخم ریزی کے ناقابل تھی، عمر گزشتہ کی طویل جدوجہد میں میری خیرخواہانہ کوشش اور مصلحانہ آواز سلاطین مشرق کے کانوں میں نہ اتر سکی اور سب کو اتباع ہوا و ہوس اور جہالت قبولِ

مشورہ سے مانع رہی، مجھے ایران سے خاص توقعات تھیں۔

لیکن انھوں نے بھی میری بے غرض محنت وکاوش کا اجر ذاتی رنج وغضب سے ضائع کر دیا اور ہزاروں وعدے کر کے مجھے اقلیم ترکیہ کی جانب روانہ کیا، الغرض ایران ہو یا ترکیہ ان لوگوں نے مجھے محض اپنے غیظ وغضب سے مرعوب کر لینا چاہا اور اس حقیقت سے غافل رہے کہ کسی کا جبر وتشدد وجہ انہدام نیت نہیں ہوسکتا۔

اور حادثاتِ روزگار احکام وافعال حق کو ضبط نہیں کر سکتے لہٰذا میں آپ جیسے گرامی قدر دوست سے توقع رکھتا ہوں کہ آپ میرا یہ آخری خط ایران میں میرے ہم مسلک وہم خیال دوستوں تک پہنچائیں اور ان سے زبانی بھی عرض کریں کہ آپ لوگ ہی ایران کا پختہ میوہ ہیں، لہٰذا بیداریٔ ایران کے لیے کمر ہمت باندھ کر اُٹھ کھڑے ہوں اور حکومت کے قید وحبس اور قتل وقتال سے ہرگز خائف نہ ہوں۔ آپ لوگوں کو نہ تو باشندگانِ ایران کی عام جہالت سے شکستہ خاطر ہونا چاہیے۔ اور نہ سلاطین کی مذموم ووحشیانہ حرکات سے مرعوب ومغلوب، آزادی وخوشحالی کے لیے تیز رفتاری سے کوشش کیجیے اور اپنی کوشش میں چالاکی، دور اندیشی اور سلیقہ مندی کو اپنا شعار بنائیے، طبیعت آپ لوگوں کے موافق ہے حق تعالیٰ اس نیک مقصد میں مددگار رہے۔

میری یہ بات ہرگز نہ بھولیئے کہ ایک سیل تجدید واصلاح انتہائی تیزی سے مشرق کی طرف جاری ہے اور اس کے ناقابل مقاومت حملوں کے سامنے مطلق العنان حکومت کی بنیادیں منہدم ہوجانے والی ہیں، لہٰذا آپ لوگوں کو یہ سعادت کیوں حاصل نہ ہو کہ آپ کے ہاتھوں قصرِ استبداد کی بنیادیں اکھڑ جائیں، وہ موانع جو آپ اور آپ کے نصب العین کے درمیان حائل ہیں، ایمانِ محکم اور سعیٔ پیہم سے رفع ہوسکتے ہیں۔ (مشاہیر اسلام موت کی آغوش میں، ص: ۲۴۸)

وصایا امام القراء حضرت مولانا فتح محمد صاحب پانی پتی علیہ الرحمہ

حضرت والا نے اپنے وصیت نامہ کو درج ذیل چھ حصوں پر مشتمل ومنقسم فرمایا ہے۔ (۱) چند قرآنی اور نبوی وصایا ونصائح (۲) بوقت وفات وصیت (۳) ذاتی ونجی اور مالی معاملات وامور کے متعلق وصیت (۴) احباب ومتعلقین قراء ومقرئین کے متعلقین واحباب اور عامۃ المسلمین کے

لیے ضروری پند ونصیحت۔

(یہ وصیت نامہ ادارہ کتب طاہریہ مسجد باب الرحمہ محلّہ مغل آباد ملتان نے وصیت نامہ فتحیہ کے نام سے شائع کیا ہے)

وصایا نمبر۱: چند قرآنی اور نبوی وصایا ونصائح

۱- **صبر:** دین اور نیکی پر اُبھارنے والی قوت کو برائی پر آمادہ کرنے والی قوت پر غالب کردینا، اس کا نام صبر ہے۔﴿یٰـاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اصْبِرُوْا﴾ (آلِ عمران:۲۰۰) یعنی اے ایمان والو! صبر کرو۔

حدیث میں ہے: عَجَبًا لِاِمْرِیءٍ مُؤْمِنٍ اَنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ خَیْرٌ وَّ لَیْسَ ذَالِکَ لِاَحَدٍ اِلَّا الْمُؤْمِنُ اِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّاءُ شَکَرَ وَ اِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَہٗ۔

ترجمہ: مومن کا حال عجیب ہے اس کا پورا حال بہتر ہی بہتر ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوتی کہ اگر اسے راحت ملتی ہے تو شکر کرتا ہے اور تنگی پیش آتی ہے تو صبر کرتا ہے۔ (مسلم شریف)

۲- **حق گوئی وحق پرستی:** یعنی عقائدِ صحیحہ اور اعمالِ صالحہ پر قائم رہیں اور کلمۂ حق بالخصوص سلطان جابر کے سامنے افضل الجہاد ہے قُلِ الْحَقَّ وَ اِنْ کَانَ مُرًّا یعنی حق بات کہو گو وہ تلخ اور کڑوی کسیلی ہی ہو۔

۳- **رحم وشفقت:** ناحق کسی پر غصہ کرنا بری عادت ہے اس سے بچنا چاہیے آدمی یہ سوچے کہ جس پر غصہ آرہا ہے جس طرح میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں اور اپنا غصہ اس پر چلا سکتا ہوں اس سے کہیں زیادہ اور کروڑوں حصے بڑھ کر حق تعالیٰ کو مجھ پر قدرت ہے اور میں ان کی نافرمانی بھی کرتا رہتا ہوں اگر وہ بھی میرے ساتھ ایسا ہی معاملہ کریں جیسا میں اس کے ساتھ کر رہا ہوں تو میرا کیا حال بنے گا، سوچے کہ حق تعالیٰ کے ارادے کے بغیر کوئی کام ہی نہیں ہوسکتا، پھر میں کیا چیز ہوں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے ارادہ میں رکاوٹ ڈالوں اور اعوذ باللہ پڑھے اور کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اور ٹھنڈے پانی سے وضو کرے اگر اس کے بعد غصہ کم

نہ ہوتو خود اس سے علٰحدہ ہو جائے یا اس کو اپنے سے جدا کردے۔

۴- **اَلصَّلٰوۃُ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ:** دیکھو نماز کی پابندی و باقاعدگی رکھنا اور اپنے زیرِ دست لوگوں کی راحت و آسانی اور ان کے دکھ سکھ اور حقوق کا خیال اور دھیان رکھنا زیر دست لوگوں کے مصداق میں بطور دلالت و مقتضائے نص، ملازمین، خدام، مریدین اور اولاد سبھی لوگ داخل ہیں۔

وصایا نمبر۲: وصیت بوقت وفات

۱- میرے پاس دیندار لوگ رہیں، جو کہ بکثرت تلاوتِ قرآن نیز کلمہ طیبہ، توبہ و استغفار کے ورد اور ذکر اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہیں، شور و پکار، قصے، کہانیاں، فضول باتیں نہ کریں، خوشبو مہکائیں، مکان اور بیمار کا بستر اور لباس پاک وصاف رکھیں، کلمہ طیبہ، سورۂ یٰسین اور قرآن شریف پڑھیں لیکن بیمار کو کچھ نہ کہیں۔

۲- جب روح جسم سے پرواز کر جائے تو فوراً میت کا سر قبلہ جانب کر دیں، لباس بدل ڈالیں، آنکھیں بند کر دیں، ٹھوڑی باندھ دیں اور تجہیز و تکفین میں ہرگز ہرگز تاخیر اور دیر نہ کریں بہت جلدی کریں۔

۳- تجہیز و تکفین اور غسل و دفن موافقِ سنت کریں۔

۴-کلمہ، درود، استغفار، ختمِ قرآن اور غرباء کو پوشیدہ طور سے مالِ حلال کا صدقہ دے کر امداد کریں، لیکن میرے ایصالِ ثواب کے لیے اجتماع بالکل نہ کیا جائے، بلکہ ہر متمنی شخص اپنے اپنے مقام پر فرداً فرداً حسبِ توفیق ایصالِ ثواب کرتا رہے۔

۵- مجھے جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔

۶- اور قبر میں سنت کے مطابق ٹھیک داہنی کروٹ پر قبلہ رُخ لٹایا جائے، میّت کو سیدھا لٹا کر صرف چہرے کا رخ قبلہ کی طرف کر دینے کا دستور غلط ہے۔

وصایا نمبر۳: ذاتی و نجی اور مالی معاملات و امور کے متعلق وصیت

۱- میرا نقد روپیہ شرعی طریق سے میرے بعد موجود ورثاء میں تقسیم کیا جائے، اس وقت بیوی، ہمشیرہ، وارث ہیں۔

۲- مدینہ میں یا پاکستان میں یا اور کسی مقام میں جو اسباب اور اثاثِ زیست بھی میری ملک ہے وہ سب کا سب حتیٰ کہ میرے استعمال کے کپڑے اور برتن بھی میری اہلیہ کی ملک ہیں، اس میں ان سے ہرگز کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے۔

۳- مدینہ طیبہ میں جو میری ذاتی کتب ہیں، بندہ نے ان تمام کتب کا مالک اپنے عزیز قاری محمد طاہر رحیمی کو قرار دیا ہے، حق تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے، وہ خود بھی ان کتب سے نفع اٹھائیں اور دوسروں کو بھی ان کتابوں سے مستفید ہونے کا موقع دیں۔

۴- میں نے اپنی طبع شدہ تالیفات کے باقی ماندہ نسخے کافی عرصہ پہلے دارالعلوم کراچی کے نام وقف کر دیے تھے اور اربابِ مدرسہ کو ان کتب کا متولی ومختار بنا دیا تھا، اس بارے میں ان سے تعرض نہ کیا جائے۔

۵- بندہ کی تالیف کردہ کسی بھی کتاب یا رسالے کے حقوق مروجہ دستور کے مطابق محفوظ نہیں، ہر شخص کو ان کے طبع کرانے کی عام اجازت ہے مگر پوری احتیاط اور تصحیح کے ساتھ اور ان کتب کی تصحیح و اصلاح کے متعلق اپنے بعد میں اپنے عزیز (قاری) محمد طاہر سلّمہٗ کو متولی ومنتظم بناتا ہوں۔

۶- میرے ذمہ کسی کا قرض نہیں۔ پسماندگان اس کی کچھ فکر نہ کریں اور میرا قرض جو کسی کے ذمہ ہے (بعض کا استانی کو علم ہے) وہ بھی بعد وصولی ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے۔ اگر کسی کا قرض ہو تو وہ مجھے یاد دلا دیں، اگر مجھے اطمینان اور تسلی ہوگئی تو ضرور ادا کر دیا جائے گا اور یاد رہے کہ میرے ذمہ میری اہلیہ کا مہر بھی واجب الادا نہیں ہے۔

۷- جن عزیزوں اور بزرگوں کے مجھ پر احسانات ہیں، روحانی و دینی ہوں، یا جسمانی و مادی، میں ان سب کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! ان کے احسانات سے کروڑ درجے بڑھ کر اور کروڑ درجہ بہتر بدلہ ان سب حضرات کو دونوں جہاں میں عطا فرما دیجیے۔ (آمین)

۸- تعلیم قرآن وقرأت کے زمانہ میں طلبہ کو بغرض اصلاح زجر وتوبیخ اور بعض مرتبہ جسمانی سزا کی بھی نوبت آئی ممکن ہے ان مواقع پر ضرورت سے زیادہ شدت یا نفس کی آمیزش ہوگئی ہو، اس لیے میں ان سب حضرات سے نہایت عاجزی اور لجاجت سے درخواست کرتا ہوں

کہ للہ مجھے دل سے معاف فرمادیں، یہ معاف کرنا انشاء اللہ ان کے لیے بھی مفید اور بڑے اجر وثواب کا باعث ہوگا۔

۹- ممکن ہے کہ نادانستہ طور پر میری کچھ نمازیں اور کچھ روزے کسی وجہ سے درجۂ صحت کو نہ پہنچنے کے سبب میرے ذمہ سے ساقط نہ ہوئے ہوں، اس لیے ترکہ کی نقد رقم کے ربع (چوتھائی) حصہ سے احتیاطاً فدیہ ادا کر دیا جائے تو بہتر ہے اس فدیہ کی ادائیگی کا متولی عزیز قاری محمد طاہر رحیمی سلّمہٗ کو قرار دیتا ہوں، لہٰذا نقدی ترکہ کا چوتھائی حصہ عزیزی موصوف کے سپرد کر دیا جائے۔

۱۰- دارالعلوم نانک واڑہ کے احاطہ میں احقر کا کوئی ذاتی مکان وغیرہ نہیں ہے جو مکان احقر کی سکونت وغیرہ کی غرض سے تعمیر ہوا تھا، وہ سب مدرسہ کا مملوک ہے۔

۱۱- جن حضرات کے مجھ پر حقوق واجب ہوں، وہ مجھے میری زندگی ہی میں اطلاع کریں، بصورت دیگر میری جناب باری سے دعا ہے کہ اے بارِ الٰہی میرے اور تیری مخلوق کے درمیان والے معاملات میں جو حقوق مجھ پر ہوں، ان کی فروگزاشت کی معافی کا تو ذمہ دار بن جا اور اہل حقوق کو میری جانب سے راضی فرما دیجیے! آمین

اسی طرح خود ان حضرات سے بھی التجا ہے کہ مجھ پر جن کے حقوق ہوں وہ مجھے اطلاع دیں، ورنہ دل سے معاف کر دیں اور جس کو کسی قسم کی اذیت پہنچی ہو، اے اللہ اس کو ذریعۂ طہارت وقرب بنادے، بالخصوص حالتِ مرض میں جس کسی کا از قسم مہمان نوازی وتکلم وضیافت و اکرام، حق تلف ہوگیا ہو، وہ اس سے صدق دل کے ساتھ درگزر فرمادیں۔

۱۲- اپنی اہلیہ محترمہ سے گذارش ہے کہ آپ نے وفاداری، محبت اور خلوص کے ساتھ خوب خدمت کی، اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہاں میں اپنی شایان شان بہت جزاء خیر عطا فرمائے، بندہ آپ سے بہت ہی خوش ہے، اللہ پاک آپ کو دونوں جہاں میں خوب خوشیاں نصیب کرے، بندہ سے خاص کر معذور، مفلوج ہونے کے زمانہ میں آپ کی ضرور حق تلفی ہوئی اس کی معافی چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے لیے معاف فرمادیں، انشاء اللہ، اللہ پاک آپ کو دونوں جہان میں جزاءِ خیر عطا کریں گے اور بندہ کی جدائی پر صبر وتحمل کو ہاتھ سے نہ جانے دیں محض اللہ پاک پر بھروسہ رکھیں وہی سب کا متولی، مددگار ہے، میرے اور آپ کے پیر ومرشد حضرت مفتی محمد حسن

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ رحمتہ واسعۃ جب اپنی پیرانی صاحبہ (حضرت تھانوی کی اہلیہ) کی خدمت میں تعزیت کے لیے حاضر ہوئے اور تعزیتی الفاظ عرض کیے تو پیرانی صاحبہ نے فرمایا: مولانا کی حیات میں بھی ان کے مولیٰ پر ہماری نظر تھی اب بھی وہی ہمارا مولیٰ ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔

وصایا نمبر۴: احباب و متعلقین قراء مقرئین کے متعلق وصایا ونصائح

۱- اپنی زندگی خدمتِ قرآن کے لیے وقف کر دیں اور عمر کے عزیز اوقات کو تول تول کر خدمتِ قرآن میں صرف کریں، ہر قدم پر دھیان رکھیں کہ طلباء کا وقت ضائع نہ ہو اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں، دو چیزیں ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھیں ایک تدبر و محنت دوسری استقلال و دعاء۔

۲- میری تالیفات میں خوبیاں معلوم ہوں ان کو متقدمین وسلف صالحین کے علمی کمالات کا نتیجہ تصور کریں، اور جو عیوب نظر آئیں ان کو ناظرین احقر کی طرف منسوب کریں اور عزیزی (قاری) محمد طاہر رحیمی کو ان مقامات سے آگاہ کر کے اصلاح و رہنمائی کا فریضہ بجالائیں، مجھے فن قرأت اور ان کی کتب میں ان پر پورا پورا اعتماد ہے، عزیز موصوف سے بھی تاکیداً وصیت کی جاتی ہے کہ میرے بعد اس فن کی خدمت کو مزید آگے بڑھائیں حق تعالیٰ توفیق و ہمت اور پوری صحت وقوت عطا فرمائے۔

۳- میرے اپنے تمام عزیز اور دوستوں کو وصیت ہے کہ قرآن کی خدمت لوجہ اللہ کریں عُجب دیندار اور ریاکاری و تفاخر اور بدخلقی اور دیگر عادات ناپسندیدہ سے بچیں، جو اہل ہو اسکو بتانے میں ہرگز ہرگز بخل نہ کریں، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ سَئَلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ (رواہ احمد، ابوداؤد والترمذی بحوالہ مشکوٰۃ شریف ج:۱،ص:۳۴) اور نااہلوں کے درپے نہ ہوں قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهٖ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيْرَ جَوْهَرَ وَ اللُّؤْلُؤَ وَ الذَّهَبَ۔

(رواہ ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح، ج:۱،ص: ۳۴)

اور یاد رکھیں کہ سات چیزیں قرأت معلوم کرنے کا وسیلہ ہیں: اول عربی زبان، دوم تجوید، سوم رسم عثمانی، چہارم وقف و ابتداء، پنجم فواصل یعنی رؤس آیات، ششم سند، ہفتم متعلقات ابتداء وختم قرآن۔

ان کے حصول و استحضار کی سعی کریں۔ جو لوگ ان کو نہیں جانتے وہ پڑھانے میں غلطی سے مصئون و محفوظ نہیں رہ سکے۔ قرآن کو تماشا نہ بنائیں اور نہ دنیا کے بدلے فروخت کریں اور طلباء کے ساتھ پڑھانے اور بتانے میں شفقت برتیں۔ بری عادات کی اصلاح نرمی سے کریں۔ نصیحت و مہربانی سے کریں۔ اہلِ مقدور اور غیر مستطیع تلامذہ میں امتیاز نہ کریں۔

۴- قرأت کی کتابوں میں فن کو باقاعدہ اُستاد سے پڑھیں ورنہ اُستاد کے بغیر محض ترجموں کی مدد سے جو شخص خود ہی پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرے گا، اس کے غلطیوں میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ وَ لَنِعْمَ مَا قِیْلَ ۔

وَ مَنْ یَكُ اٰخِذًا لِلْعِلْمِ عَنْ صُحُفٍ
فَعِلْمُهٗ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَالْعَدَمِ

۵- قرآن اور قرأت کے مدرسین و اساتذہ اپنے مفوضہ امور و خدمات و فرائض کا کامل ہمت و پامردی، فکرمندی و تندہی، جانفشانی و حاضر باشی اور دیانت و خلوص اور فرض شناسی کے جذبہ خالص کے ساتھ بجالائیں اور تصحیح و تجوید نیز ضبط و یادداشت دونوں ہی پر پوری توجہ دیا کریں ورنہ روزِ محشر عنداللہ ماخوذ و جوابدہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کا حامی و ناصر ہو، آمین۔

۶- جو عزیز اور احباب پاکستان و ہندوستان وغیرہ میں خدمتِ قرآن میں لگے ہوئے ہیں وہ ان ممالک کو چھوڑ کر محض ایک محدود نفع کی خاطر بلا سوچے سمجھے سعودیہ وغیرہ کا رخ نہ کریں، بلکہ انہی ممالک میں رہ کر خوب ہی خوب قرآن کی خدمت کریں کہ اس میں زیادہ نفع ہے۔ البتہ اواخر عمر طبعی میں حرمین شریفین کے قیام میں چنداں مضائقہ نہیں۔

۷- قرآن کریم کی تلاوت میں اعتدال کی حد سے باہر نہ جائیں، کیونکہ جو قرأت مدات و غنات کی مقدار میں اعتدال کی حد سے باہر ہو جائے وہ کامل قرأت نہیں، بلکہ ناقص اور لحن ہے لِذَا قَالَ الْاِمَامُ حَمْزَةُ رَحِمَهُ اللّٰه — پس غنہ اور اخفاء اور الفات کو حد سے زیادہ نہ بڑھائیں، نیز ان میں برابری رکھیں اور تلاوت کے دوران جگہ جگہ سکتات اور تقطیع الفاظ سے پرہیز کریں اور بلا وجہ اپنے اوپر مشقت نہ ڈالیں، اللہ تعالیٰ کے کلام کو اسی کو خوش کرنے کی نیت سے پڑھو اور جس قدر ہو سکے عمدہ سے عمدہ طبعی اور سادہ لہجوں میں پڑھو، جن میں گانے اور تغنی کے اثرات بالکل نہ

ہوں اور آواز کو نفیس اور عمدہ بنانے کی کوشش کرو، لیکن تجوید کی حدود سے ذرا بھی باہر نہ جاؤ۔

اہلِ عرب میں سے صرف انہی ماہرینِ فن کی تلاوت کا اعتبار کریں جو ذی علم اور صاحبِ علم ہوں، جنھیں قرآن مجید اور اس کی قرأت خوب ضبط ہوں اور وہ تجوید پر کامل عبور رکھتے ہوں اور اگر کسی کو یہ خطرہ لاحق ہو کہ 'لحون' پر عمل کرنے سے حفظِ قرآن رخصت ہو جائے گا تو حرام ہے، یعنی نسیانِ قرآن سے بچنے کی خاطر مستحب یعنی صحیح مجود لہجہ اپنانے سے بھی پرہیز کرنا شرعاً لازم وضروری ہے۔

وصایا نمبر ۵: منتسبینِ بیعت و اجازت کے متعلق نصائح

۱- ذکر کی کثرت، اوراد و ظائف اور اذکار و اشغال روزانہ با قاعدگی اور پوری پابندی سے بجالاتے رہیں، صفاتِ محمودہ، بردباری، علم و یقین، سخاوت، شجاعت، پاکدامنی، عفو، صبر، شکر، قناعت، تفویض، حسنِ خلق، حیا و توکل ان کے حاصل کرنے میں کوشش کریں اور اخلاقِ رذیلہ، کذب، غضب، حرص، غیبت، بخل، حسد، ریا، کبر اور کینہ سے اپنا تزکیہ کریں۔ کوئی وقت بیکار نہ گزاریں، بلکہ کثرت و دوام سے ذکر اللہ میں خوب ہی خوب مشغول رہا کریں۔

۲- علمائے کرام سے خصوصاً اور دیگر حضرات سے عموماً درخواست و اپیل ہے کہ وہ اس عظیم الشان اور جلیل القدر فن (قرأت) کی پوری طرح قدر کریں اور اپنی خصوصی توجہات اس کی جانب مبذول فرمائیں اور عربی مدارس کے لیے اس علم کی کتب کو درسیات کا جزوِ لازم قرار دیں، اور اس فن کے فروغ دینے کے لیے اپنی کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں۔ واللہ الموفق!

۳- اپنے جملہ منتسبین ومتوسلین کو تاکیدی وصیت ہے کہ: نمازِ باجماعت کا اہتمام بطورِ خاص رکھیں، کسی وقت یادِ الٰہی سے غافل نہ ہوں، لذتِ ذکر پر شکر کریں، کشف و کرامات کے طالب نہ ہوں، اپنا حال کسی (غیر اور اجنبی) سے نہ کہیں، دنیا و ما فیہا کو دل سے ترک کریں، خلافِ شرع فقراء کی صحبت سے بچیں۔ خلق سے بقدرِ ضرورت ملیں۔ کسی پر بے جا اعتراض وتنقید اور نکتہ چینی نہ کریں۔ اپنے آپ کو سب سے حقیر و کمتر جانیں۔ بات نرمی سے کریں۔ سکوت و خلوت کو محبوب رکھیں۔ اوقات کو منضبط رکھیں۔

۴- جب اللہ کے خوش کرنے اور ان سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے

ہوں اس وقت پوری ہمت اور مضبوطی سے کام لیں۔ پس اس وقت قبض، رنج وغم کی حالت آ جائے تو گھبرائے نہیں، بلکہ سوچ کر خوش ہو جائے کہ انشاء اللہ اس غم کے بعد مقصد میں کامیاب ہونے کی خوشی نصیب ہوگی۔ ابوعلی دقاق کہتے ہیں:

صَاحِبُ الْحُزْنِ يَقْطَعُ مِنْ طَرِيْقِ اللّٰهِ مَا لَا يَقْطَعُهُ مَنْ فَقَدَ حُزْنَهُ سِنِيْنَ

(غم والا انسان اللہ تعالیٰ کا راستہ بہت جلد طے کر لیتا ہے، جسے وہ شخص سالہا سال میں بھی طے نہیں کرسکتا، جسے غم کی حالت پیش نہ آئی ہو) ہاں بے کار اور بے فائدہ چیزوں کی فکر میں نہیں پڑنا چاہیے کیوں کہ اس سے دل کی رونق برباد ہو جاتی ہے۔

۵- مناجاتِ مقبول کے آخر میں درج شدہ 'معمولات' کو اپنانے کی پوری سعی کریں، جو حسب ذیل ہیں۔

نمازِ تہجد، اشراق، چاشت، صلوٰۃ الاوابین، چار رکعت قبل العصر، صلوٰۃ تسبیح روزِ جمعہ، چار رکعت قبل عشاء۔

روزہ: ایامِ بیض، پیر، جمعرات، شش عید، روزِ اوّل ذی الحجہ، عاشورہ، شب برأت۔

وظائف: تلاوتِ قرآن شریف جس قدر ہو سکے (صبح) الحمد ۴۱ بار، یٰسین ایک بار، استغفار سو بار، کلمہ طیبہ سو بار، درود شریف سو بار، (ظہر) کلمہ سو بار، درود شریف سو بار، سورۂ انا فتحنا ایک بار، منزل دلائل الخیرات ایک بار، اللہ الصمد پانچ سو بار، (عصر) عم، یتساءلون (یعنی سورۂ نباء) ایک بار، آیتِ کریمہ سو بار، (مغرب) سورۂ واقعہ ایک بار، کلمہ طیبہ سو بار، درود شریف سو بار، (عشاء) سورۂ سجدہ و ملک ایک ایک بار، کلمہ طیبہ سو بار، درود شریف سو بار، فقط۔

۶- کسی وقت مندرجہ ذیل رسائل پر تین چار منٹ (کم از کم) روز صرف کیا کریں:

۱- حیات المسلمین، ۲- تسہیل قصد السبیل، ۳- رسالہ الابقاء۔

۷- بزرگوں، علماءِ دین، اہل قرآن سے محبت رکھیں اور ان کا ادب و احترام بے حد رکھیں، نیکوں کی محبت کو تریاق سمجھیں، بری صحبت کو زہرِ قاتل سمجھیں۔

۸- علماءِ دین کے باہمی اختلافات میں نہ پڑیں۔

۹- اپنے سے تعلق رکھنے والے جملہ احباب سے گذارش ہے کہ بندہ معذوری میں اضافہ

کے باعث افادہ کی خدمت سے معذور ہو چکا ہے لہٰذا مخلصانہ مشورہ ہے کہ مندرجہ ذیل بزرگوں حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب عارفی، کراچی یا مفتی رشید احمد صاحب، کراچی یا ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب، سکھر یا مولانا محمد فاروق صاحب، سکھر یا جس مستند صاحب نسبت بزرگ سے مناسبت ہو، ان سے تعلق قائم کر کے استفادہ کرتے رہیں۔

۱۰- بندہ نے اپنے عزیز قاری رحیم بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کو اجازت بیعت دی تھی، جو اللہ پاک کو پیارے ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ تادم تحریر کوئی بندہ کے ذریعہ مجازِ بیعت نہیں ہوا۔ اگر بعد میں کوئی صاحب بتوفیق اللہ تعالیٰ مجاز ہوئے تو ان کا نام شائع کر دیا جائے گا۔

وصایا نمبر ٦: جملہ متعلقین واحباب اور عامۃ المسلمین کیلئے ضروری پند و نصیحت

۱- ٹی وی سے تحفظ اور کلی اجتناب و احتراز، روزانہ بلا ناغہ قرآن کریم کی تلاوت کی پابندی، ڈاڑھی اور ہر سنت کا پورا پورا اہتمام رکھیں۔ بدعت اور خلافِ سنت کام سے نفرت و اجتناب کریں۔

۲- کسی مسلمان کو کسی وجہ سے حقیر و ذلیل نہ سمجھیں۔ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ حسنِ ظن رکھیں۔

۳- ایصالِ ثواب میں شرعی طریقہ کا لحاظ رکھیں۔ کسی دن کی تخصیص نہ کریں۔ اسی طرح اجتماع کو بھی لازم ہرگز نہ سمجھیں۔

۴- مسجد میں نمازِ باجماعت کا التزام وانضباط تکبیرِ اولیٰ کی پابندی کے ساتھ بجالائیں۔

۵- شرعی پردہ کا پورا پورا خیال رکھیں اور اپنی اولاد کو اسکول اور کالج کی تعلیم سے پوری طرح بچائیں۔

٦- فناء کا یقین اور موت کا استحضار رکھیں، عمر خواہ کتنی ہی طویل فناء و موت ہے اپنے سے پہلے فناء ہو جانے والوں کا ہر وقت مراقبہ اور تصور کریں اور ان کی موت سے عبرت و سبق حاصل کر کے حیات مستعار کو غنیمت جانیں اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ ہمیشہ دل میں موجزن رہے۔

۷- ٹیلی ویژن سے، ریڈیو کے گانوں سے، فلموں سے، سینماؤں سے، آپس کی عداوت سے، کفر کے تمام نظاموں سے، سودی لین دین سے، انگریزی لباس اور انگریزی صورت سے،

فوٹوؤں سے ان سب نحوستوں اور بے برکتیوں سے اپنے آپ کو پوری طرح محفوظ رکھیں۔

فارغ البال علماء، قراء، عوام، تجار، اسکولی و کالجی طبقہ بالخصوص تبلیغی جماعت کے ساتھ وابستگی اور باضابطہ ربط کو بسا غنیمت جانیں اور اس کو ہمیشہ حرز جاں بنائے رکھیں اور تبلیغی جماعت میں وقت ۴ ماہ لگا کر کلمہ، نماز، علم و ذکر، اکرام و اخلاق، تصحیحِ نیت، مسلمانوں کو دین پر عمل کرانے کی خوشامد کی مشق کرنے کے لیے جماعتوں کے ساتھ جتنا گھر سے دور جا کر پھر سکیں، پھریں۔ انشاء اللہ العزیز اس طریقِ کار سے ان کی دینداری درست اور سیدھی رہے گی اور وہ دینی فکر و عمل میں رو بہ ترقی رہیں گے۔ واللہ الموفق!

۹- بچوں کو جب تک قرآنِ کریم ناظرہ مکمل اور دین کی ضروری معلومات سے پوری طرح واقفیت نہ ہو جائے کسی دوسرے کام میں نہ لگائیں۔ بچوں کی تربیت میں اس کا خاص اہتمام کریں کہ ان کے اعمال و اخلاق شریعت کے موافق ہوں۔ جھوٹ، فریب، بدمعاملگی، سے بچنے کی پوری کوشش کریں اور فرائض و واجبات اور سنن کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔

۱۰- اتباعِ سنت کی غرض سے حضور ﷺ کی مجموعی طرزِ زندگی میں عقائد، عبادات، معاملات، و عادات تمام میں ایک مرتبہ آپ ﷺ کی پوری زندگی مبارک پر نظر ڈالیں اور اس کے لیے اسوۂ رسول اکرم ﷺ مؤلفہ ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی مدظلہ کا مطالعہ بے حد موزوں ہے۔ یہ میری دعوت ہے۔

۱۱- خود کو اور اپنی اولاد و احباب کو نماز باجماعت کا پابند بنائیں۔ عورتیں اوّل وقت گھروں میں نماز ادا کرنے کی عادی بنیں۔ اذان ہوتے ہی سب کام کاج موقوف کر کے نماز میں مشغول ہوں۔ خانگی نظام الاوقات میں پہلے سے اس کا خیال رکھا جائے۔

۱۲- صبح کی نماز کے بعد جب تک ہر بچہ اور ہر بڑا مرد اور عورت کچھ نہ کچھ تلاوت قرآن نہ کر لے کسی کام میں نہ لگے۔

۱۳- بے پردگی اور عریانی کو اپنے معاشرے میں کسی حال میں برداشت نہ کیا جائے، رشتہ اور منگنی کرتے وقت ان چیزوں کی پوری دیکھ بھال کی جائے۔

۱۴- عورتوں میں غیر شرعی رجحانات زیادہ تر ایسی آزاد عورتوں کے اختلاط سے بڑھتے

جاتے ہیں جو شرعی پردہ اور عبادات و معاملات میں شرعی حدود کی پابند نہیں، ایسی عورتوں سے زیادہ اختلاط کو زہر قاتل سمجھیں، جن سے تعلقات رکھنا ہوں ان کو کوشش کر کے اپنی راہ اور اپنے دینی رنگ (صبغۃ اللہ) پر لائیں، ورنہ یکسوئی اختیار کریں۔

۱۵- میرے جملہ احباب ہر سنت کا پورا پورا اہتمام رکھیں۔ حضور ﷺ کی ہر ہر سنت اللہ کو محبوب ہے، میری جانب سے سنت پر عمل کرنے کی جتنی تاکید ہے اس سے بڑھ کر بدعت سے اجتناب اور نفرت رکھنے کی تاکید ہے، کیونکہ بدعت سے حضور ﷺ کو نہ صرف نفرت ہے بلکہ ایذاء اور تکلیف بھی ہوتی ہے۔ بدعت ایک مہلک اور متعدی مرض ہے۔ اس کے مریضوں سے متعدی امراض کی طرح دور رہنا چاہیے، یعنی بدعت کی محفلوں میں شرکت نہ کرنی چاہیے، اہلِ بدعت سے اختلاط بھی نہ رکھنا چاہیے۔

۱۶- میں اپنے احباب اور تمام مسلمانوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اس زندگی کا ایک ایک لمحہ گوہرِ نایاب ہے، جس کی قیمت ساری دنیا و ما فیہا نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی اس بھاری نعمت کو اس کی نافرمانیوں میں صرف کرنے سے بچیں اور اس میں پوری کوشش صرف کریں، کسی نفسانی غرض اور دنیوی راحت و نفع کو اس پر غالب نہ ہونے دیں۔ عمر کی جو مہلت اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے، اس کے ایک ایک منٹ اور سیکنڈ کی قدر کریں۔ گزشتہ کا کفارہ توبہ و استغفار سے اور آئندہ کی اصلاح عزمِ مصمم سے کرتے رہیں۔ فضول اور لایعنی کلام و کام اور مجلسوں سے کلی احتراز کریں۔ عمر کے اوقات کو خوب تول تول کر صحیح کاموں میں صرف کرنے کی کوشش کریں۔ ہر کام سے پہلے سوچیں کہ جس طرف قدم یا قلم اُٹھ رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تو نہیں۔ خلاف نظر آئے تو سارے مصالح قربان کر کے پوری ہمت کے ساتھ اس سے بچنے کی کوشش کریں اور آگے اللہ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

مولانا الطاف حسین حالؔی

(ولادت ۱۲۵۳ھ/ ۱۸۳۷ء بمقام پانی پت۔ وفات: ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۴ء بمقام پانی پت۔
مدفن بوعلی شاہ قلندر کی درگاہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

كَلِمَتَانِ غَرِيبَتَانِ فَاحْتَمِلُوهُمَا
كَلِمَةُ حِكْمَةٍ مِنْ سَفِيهٍ فَاقْبَلُوهَا
وَ كَلِمَةُ سَفَهَةٍ مِنْ حَكِيمٍ فَاغْفِرُوهَا

دو باتیں نادر ہیں انھیں گوارا کرو۔
دانائی کی بات جو نادان کہے اسے قبول کرو۔
اور نادانی کی بات جو دانا کہے اسے بخش دو معاف کر دو۔

رباعی

پستی کا کوئی حد سے گذرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ اُبھرنا دیکھے
مانے نہ مانے کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اُترنا دیکھے

مدوجزرِ اسلام

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا   مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا   کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں
سبب یا علامت گر ان کو سمجھائیں   تو تشخیص میں سو نکالیں خطائیں
دوا اور پرہیز سے جی چرائیں   یونہی رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائیں

طبیبوں سے ہرگز نہ مانوس ہوں وہ
یہاں تک کہ جینے سے مایوس ہوں وہ

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے بھنور میں جہاز آکے جس کا گھرا ہے
کنارہ ہے دور اور طوفان بپا ہے گماں ہے یہ ہردم کہ اب ڈوبتا ہے

نہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتی
پڑے سوتے ہیں بے خبر اہلِ کشتی

(ص:۱۳-۱۴)

اس کے چند اشعار کے بعد زمانۂ جاہلیت کا حال بیان کیا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی ولادت و بعثت کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

خطا کار سے درگذر کرنے والا بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا حقیقت کا گر ان کو اِک اِک بتایا
زمانہ کے بگڑے ہوؤں کو بنایا بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا

کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر
وہ دکھلا دیے ایک پردہ اُٹھاکر

جتائی انھیں وقت کی قدر وقیمت دلائی انھیں کام کی حرص و رغبت
کہا چھوڑ دیں گے سب آخر رفاقت ہوں فرزن و زن اس میں یا مال و دولت

نہ چھوڑے گا پر ساتھ ہر گز تمھارا
بھلائی میں جو وقت تم نے گذارا

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے

فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت
(ص:۲۳)

ڈرایا تعصب سے ان کو یہ کہہ کر کہ زندہ رہا اور مرا جو اسی پر
ہوا وہ ہماری جماعت سے باہر وہ ساتھی ہمارا نہ ہم اس کے یاور
نہیں حق سے کچھ اس محبت کو بہرا
کہ جو تم کو اندھا کرے اور بہرا

کہیں حفظ وصحت کے آئین سکھائے سفر کے کہیں شوق ان کو دلائے
مفاد ان کو سوداگری کے سمجھائے اصول ان کو فرماندہی کے بتائے
نشان راہ و منزل کا اک اک دکھایا
بنی نوع کا ان کو رہبر بنایا

جب امت کو سب مل چکی حق کی نعمت ادا کر چکی فرض اپنی رسالت
رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت نبی نے کیا خلق سے قصد رحلت
تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی
کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی
(مسدس:۲۶)

اس کے بعد مسلمانوں کی ترقیات علمی وعملی کو دکھلایا ہے پھر ہر میدان میں ان کی تنزلی کو بھی واشگاف فرمایا ہے اور مسلمانانِ ہند کے بدحالی کی بھی بڑے درد سے عکاسی فرمائی ہے۔ جس کے چند اشعار ملاحظہ فرمایں۔

ہماری ہر ایک بات میں سفلہ پن ہے کمینوں سے بد تر ہمارا چلن ہے
لگا نام آباء کو ہم سے گھن ہے ہمارا قدم ننگ اہل وطن ہے
بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے
عرب کی شرافت ڈبوئی ہے ہم نے
(ص:۴۵)

نہ قوموں میں عزت نہ جلسوں میں وقعت — نہ اپنوں سے الفت نہ غیروں سے ملت
مزاجوں میں سستی دماغوں میں نخوت — خیالوں میں پستی کمالوں سے نفرت
عداوت نہاں، دوستی آشکارا
غرض کی تواضع، غرض کی مدارا
نہ اہل حکومت کے ہمراہ رہیں ہم — نہ درباریوں میں سرفراز ہیں ہم
نہ علموں میں شایان اعزاز ہیں ہم — نہ صنعت میں حرفت میں ممتاز ہیں ہم
نہ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں
نہ حصہ ہمارا ہے سوداگری میں
تنزلی نے کی ہے بری گت ہماری — بہت دور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گذری دنیا سے عزت ہماری — نہیں کچھ ابھرنے کی صورت ہماری
پڑے ہیں اک امید کے ہم سہارے
توقع پہ جنت کی جیتے ہیں سارے
(ص:۴۵)
کسی قوم کا جب الٹتا ہے دفتر — تو ہوتے ہیں مسخ ان میں پہلے تونگر
کمال ان میں رہتے ہیں باقی نہ جوہر — نہ عقل ان کی ہادی نہ دیں ان کا رہبر
نہ دنیا میں ذلت، نہ عزت کی پروا
نہ عقبیٰ میں دوزخ نہ جنت کی پروا
نہ مظلوم کی آہ وزاری سے ڈرنا — نہ مفلوک کے حال پر رحم کرنا
ہوا و ہوس میں خودی سے گزرنا — تعیش میں جینا نمائش پر مرنا
سدا خواب غفلت میں بے ہوش رہنا
دمِ نزع تک خود فراموش رہنا
یہ ہوسکتے ہیں ان کے ہم جنس کیوں کر — نہیں چین جن کو زمانے سے دم بھر
سواری کو گھوڑا نہ خدمت کو نوکر — نہ رہنے کو گھر اور نہ سونے کو بستر

پہننے کو کپڑا نہ کھانے کو روٹی
جو تدبیر الٹی تو تقدیر کھوئی

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا کا خلائق سے ہے جس کو رشتہ وِلا کا

یہی ہے عبادت، یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

پڑی ہیں سب اجڑی ہوئی خانقاہیں وہ درویش و سلطاں کی امیدگاہیں
کھلی تھیں جہاں علمِ باطن کی راہیں فرشتوں کی پڑتی تھیں جن پر نگاہیں

کہاں ہیں وہ جذب الٰہی کے پھندے
کہاں ہیں وہ اللہ کے پاک بندے

وہ علم شریعت کے مہر کدھر ہیں وہ اخبار دین کے مبصر کدھر ہیں
اصولی کدھر ہیں مناظر کدھر ہیں محدث کہاں ہیں، مفسر کدھر ہیں

وہ مجلس جو کل سربسر تھی چراغاں
چراغ اب کہیں ٹمٹماتا نہیں واں

(ص:٥٦)

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جاجا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

(ص:٦٠)

حضور ﷺ کی جناب میں آپ کا عرضِ حال

اے خاصۂ خاصان رسلؐ وقتِ دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے (ص:۱۱۷)

شاعرِ اسلام علامہ اقبالؒ کی چند نصیحتیں

دینی مدارس نہ ہوتے تو جانتے ہو کیا ہوتا؟

مشہور ادیب اور شاعر حکیم احمد شجاع، علامہ اقبالؒ کے دیرینہ نیاز مند تھے۔ انھوں نے اپنی کتاب 'خون بہا' میں علامہ اقبال کے بارے میں بھی اپنی بعض یادداشتیں قلمبند کی ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک مجلس میں مَیں نے دینی مکاتب و مدارس کا تذکرہ کیا تو علامہ اقبال نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے بڑی دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ فرمایا:

''جب میں تمھاری طرح جوان تھا تو میرے قلب کی کیفیت بھی ایسی ہی تھی۔ میں بھی وہ کچھ چاہتا تھا جو تم چاہتے ہو۔ انقلاب! ایک ایسا انقلاب جو ہندوستان کے مسلمانوں کو مغرب کی مہذب اور متمدن قوموں کے دوش بدوش کھڑا کردے۔ یورپ کو دیکھنے کے بعد میری رائے بدل گئی ہے۔ ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو۔ غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مکتبوں میں پڑھنے دو، اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اگر ہندوستان کے مسلمان اِن مکتبوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح جس طرح ہسپانیہ میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈر اور الحمراء اور باب الاخوتین کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش ہی نہیں ملتا۔ ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلّی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔''

(اوراقِ گم گشتہ، از رحیم بخش شاہین، صفحہ:۳۷۴) (بحوالہ: چراغِ راہ، ص:۹۲)

دینی مدارس کا فیضِ عام

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ دینی مدارس، ملتِ اسلامیہ کا دھڑکتا ہوا دل ہے۔ وہ دل جس کی دھڑکن زندگی کی علامت ہے اور جس کی خاموشی موت کی خاموشی بن جاتی ہے۔ دل اگر

پورے جسم میں خون پہنچاتا ہے اور اسے سرگرم اور زندہ رکھتا ہے تو یہ دینی مدارس امتِ مسلمہ کو داعی اور ترجمان فراہم کرتے ہیں، جن کی وجہ سے اُمت کا وجود متحرک، زندہ اور فعال رہتا ہے۔ تمام دینی جماعتوں اور اداروں کو یہیں سے کمک اور رسد پہنچتی ہے۔ خطیب ہوں یا واعظ، استاذ ہوں یا مصنف، مفتی ہوں یا قاضی، امام ہوں یا امیر یا کوئی مستند دینی خدمت گزار، سب اسی چمن کے گلہائے رنگارنگ ہوتے ہیں۔ دینی مدارس کی اہمیت اور ضرورت ہر دور میں رہی ہے، وہ خلفائے راشدین کا دَور ہو یا آج کا پُرفتن دَور۔ خصوصیت کے ساتھ ہندوستان میں اس کی ضرورت اور بڑھ جاتی ہے جہاں آئے دن اسلام اور اسلامی علوم وآثار کو مٹانے اور نیست و نابود کرنے کی تحریکیں فسطائی قوتوں کے ذریعے اُٹھتی اور اُبھرتی رہتی ہیں۔ یہ دینی مدارس ہی ہوتے ہیں جو زبردست دفاع اور نگہبانی کا کام کرتے ہیں۔ دینی مدارس کی برکت اور کوشش کا نتیجہ ہے کہ یہاں اسلام زندہ اور تابندہ ہے۔ اسپین وغیرہ ممالک پر صدیوں تک مسلمانوں کی حکمرانی رہی مگر جیسے ہی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلی وہاں سے مسلمانوں کا وجود غائب ہوگیا اور آج اندازہ لگانا مشکل ہے کہ وہاں کبھی مسلم کروفر کے ساتھ فرمانروائی کرتے رہے تھے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں دینی مدارس کا کوئی نظام نہ تھا مگر ہندوستان میں دینی مدارس کا جال پھیلا ہوا ہے جس کی وجہ سے ہم دین سے وابستہ ہیں۔ بلاشبہ دینی مدارس دین کے مضبوط قلعے ہیں، جن کی حفاظت ونگہداشت کی ذمہ داری اُمتِ مسلمہ پر عائد ہوتی ہے۔ (چراغِ راہ، ص: ۹۳)

ہم اس کے دشمن ہیں جو اللہ کا دشمن ہے

۱۹۱۵ء کی گرفتاری کے پانچ سال بعد مولانا محمد علی وشوکت علی (برادران) رہا کیے گئے تھے۔ دہلی میں ان کا بے مثال شاہانہ جلوس نکالا گیا تھا۔ اس موقعہ پر ایڈریس کے جواب میں مولانا محمد علی جوہؔر نے جو تقریر کی تھی اس کا ایک اقتباس پیش کیا جارہا ہے۔ مولانا نے فرمایا تھا:

''مجھ کو اگر کسی سے ذاتی پرخاش ہو تو یہ حرام ہے۔ ہم بھولتے ہیں کہ ہم کو نظر بند کیا گیا، ہم فراموش کرتے ہیں کہ ہم کو قید کیا گیا، ہمارا بغض ومحبت اللہ کے لیے ہے (اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَ الْبُغْضُ لِلّٰہِ)۔ ہم دونوں بھائی تیار ہیں کہ گورنمنٹ کے ذلیل سے ذلیل ملازم کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیں، اس میں ہماری کچھ ذلت نہیں۔ مگر ہم تیار نہیں کہ اسلام کی عزت پر حرف آتا

دیکھیں۔ ہم اپنی سرح سراؤں کو چھوڑ سکتے ہیں مگر اللہ کے حرم کو غیروں کے قبضے میں دیکھنے کو تیار نہیں۔ اس پر ہماری اولاد، ہماری جان، ہمارا مال سب قربان ہے کیونکہ۔

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ہم تیار ہیں کہ اپنی عورتوں کو بے عزت ہوتا دیکھیں لیکن شعارِ اسلام کی بے عزتی ایک لمحہ بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ خیر مقدم محمد علی، شوکت علی کا کچھ نہیں۔ اللہ کا خیر مقدم کرو جو اپنے احکام بندوں کی زبان سے سنوار رہا ہے۔ یہ ہار وغیرہ سب بیکار ہیں کیونکہ اللہ دل کو دیکھتا ہے۔ اگر گورنمنٹ یا کسی دوسری قوم کی ضد سے یا دِکھانے کو ایسا کیا جاتا ہے تو وہ قبول نہیں ہے۔ ہم اس کے یار ہیں جو اللہ کا یار ہے۔ ہم اس کے دشمن ہیں جو اللہ کا دشمن ہے۔ ہم اللہ کے لیے، اللہ ہمیں اپنا بنا لے بس اسی کی خواہش ہے اور یہی ہماری زندگی کی سب سے بڑی تمنا اور آرزو ہے۔"

مولانا محمد علی جوہر مرحوم کی یہ تقریر نہیں بلکہ دراصل ایک مجاہد کی اذاں ہے جس میں یقین کی قوت ہے، ایمان کی طاقت ہے، بے باکی اور بے خوفی ہے۔ دوستی اور دشمنی کا اصل مدار اور معیار ہے۔ 'اللہ بس باقی ہوس' کا پیغام ہے تو کیا مجاہد کی یہ اذاں ہمیں خوابِ غفلت سے چونکا سکے گی؟ اور ہم اس اذاں کی روح اور اسپرٹ کو سمجھ سکیں گے؟ اور کیا انہی کی آواز میں دل کی پوری گہرائی کے ساتھ کہہ سکیں گے کہ۔

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

علامہ اقبالؔ اور مذہبی عقیدہ

میرا عقیدہ یہ ہے اور یہ عقیدہ محض خاندانی تربیت اور ماحول کے اثرات کا نتیجہ نہیں، بلکہ بیس سال کے نہایت آزادانہ غور وفکر کا نتیجہ ہے کہ اس وقت اقوام انسان کے لیے سب سے بڑی نعمت اسلام ہے، جو شخص مسلمان کہلاتا ہے اس کا فرض ہے کہ قومی تعصب کی وجہ سے نہیں بلکہ خالصتاً للہ اسلام کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرے تاکہ نوعِ انسانی قدیم توہمات سے نجات پائے۔

مسلمانوں کو تو سیاست سے پہلے اشاعتِ اسلام کا کام ضروری ہے تاہم دونوں کام ساتھ ساتھ بھی ہو سکتے ہیں۔ (اقوال سلف، ج:۴،ص:۳۷۸)

آخری قطعہ وترجمان زندگی

وفات سے دس منٹ پہلے قطعہ کہا جوشوق وحسرت کا بیان اوران کی زندگی کا ترجمان ہے۔

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید
نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگار ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

اور پھر اپنا لافانی شعر کہا۔

نشانِ مرد مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

(اقوال سلف، ج:۴،ص:۳۸۱)

چنداشعارِ حکیمانہ

من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دنیا چھاؤں ہے، آتا ہے دھن جاتا ہے دھن
پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

اقبالؔ کے نزدیک آہِ سحر گاہی زندگی کا بہت ہی عزیز سرمایہ ہے۔ بڑے سے بڑے عالم و زاہد اور حکیم ومفکر اس سے مستغنی نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو،
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

(نقوش اقبالؔ،ص:٦٦)

کبھی حیرت کبھی مستی، کبھی آہِ سحرگاہی
بدلتا ہے ہزاروں رنگ میرا دردِ مہجوری
حد ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی
سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی موت ہے دوری

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی
آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری
رہا صوفی گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریک زمرۂ لا یحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں
مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

دل بیدار فاروقی ، دل بیدار کرّاری
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری

دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر
نیا زمانہ نئے صبح و شام پیدا کر
خدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو
سکوتِ لالہ و گُل سے کلام پیدا کر
محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج ، دل پریشاں ، سجدہ بے ذوق
کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

نہیں ہے ناامید اقبالؔ اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں
یہاں سینکڑوں کارواں اور بھی ہیں
قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو میں
چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں
اگر کھو گیا اک نشیمن تو کیا غم
مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا — ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا — کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں
گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں — یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں

دعائیہ اشعار

یوں تو آپ کے اشعار عارفانہ و مصلحانہ بہت ہیں، کہاں تک نقل کیے جائیں، ہاں! مگر آپ کے دعائیہ اشعار نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، وہ یہ ہیں۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذرہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اس کے متعلق حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بانی تبلیغ نے فرمایا: اقبالؔ کے ظاہری اعمال اگرچہ متقی لوگوں کے سے نہیں تھے مگر وفات سے کچھ دن پہلے انھوں نے یہ رباعی کہی تھی، تو یہ رباعی خصوصاً اس کا آخری مصرعہ بارگاہِ حق تعالیٰ میں ایسا مقبول ہوا کہ اقبالؔ اچانک کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔ (بہ خلد بریں ارمانوں کی۔ مولفہ مولانا افتخار فریدی مرادآبادی)

(اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۳۸۳)

علامہ اقبالؔ کو والد صوفی نور محمد کی وصیت

بیٹا! کبھی فرصت ملی تو میں تم کو ایک بات بتا دوں گا۔ پھر ایک مدت کے بعد حسبِ دستور میں صبح کو قرآن کریم تلاوت کر رہا تھا تو میرے پاس آئے اور فرمایا: بیٹا! کہنا یہ تھا کی جب تم قرآن مجید پڑھو تو یہ سمجھو کہ یہ قرآن تمہارے لیے ہی اُترا ہے یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے۔
شاعرِ اسلام نے اپنے ایک شعر میں بھی اس واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ کشاف

(اقبالؔ کامل، ص:۴، اقوال سلف، ج:۴، ص:۳۷۶)

حضرت مولانا حکیم سیّد فخر الدین جعفری الٰہ آبادیؒ

(وفات: ٦ رجب ٦ ٧ ١٣ھ جمعہ مطابق ١٧ر فروری ١٩٥٧ء، مدفن: الٰہ آباد)

ارشادات: دین پر قائم رہو، تفریق نہ پیدا کرو۔ علمائے حق کے اختلاف کو موجبِ رحمت سمجھو، ہر کام میں اللہ پر بھروسہ رکھو۔ زنا سے بچو اس لیے کہ اس کی وجہ سے اعمال حبط ہو جاتے ہیں، اچھے لوگوں کے پاس اُٹھو بیٹھو۔ بُرے لوگوں کی صحبت سے بچو، سلام کی عادت ڈالو۔ اپنے بھائیوں کی ضرورت پر نظر رکھو۔ یہ مومن کی شان ہے۔ پڑوسیوں کے حقوق پر نگاہ رکھو۔ لوگوں کو بھلائی کی طرف نصیحت کرنے میں دریغ نہ کرو، تواضع کو لازم کرو۔ تفاخر بالانساب شانِ جاہلیت ہے، اس سے بچو۔ صبح و شام اپنے اعمال کا خیال رکھو۔ چار چیزیں بڑے فتنہ کی ہیں: عورت، مال، اولاد، جاہ۔ اس لیے ان سے بچنا چاہیے۔ قرآن شریف کی تلاوت لازم سمجھو اور اس کے معنی پر غور کیا کرو۔

درود شریف اور کلمہ شریف کا ورد رکھو، اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کرو۔ سچ بولو، جھوٹ سے بچو۔ بیوی سے اچھا برتاؤ کرو، اس کی بھول چوک کو معاف کرو، فروع کے اختلاف سے ایک دوسرے کو بُرا نہ کہو، شرع کی پابندی کے بغیر کوئی شخص نہ تو اللہ تک پہنچ سکتا ہے اور نہ مرتبہ ولایت حاصل کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شریعت کا پابند نہ ہو تو کیسے ہی اس سے خوارقِ عادات ظاہر ہوں وہ ولی نہیں زندیق ہے۔ اللہ تعالیٰ تک رسائی بغیر اتباعِ رسولؐ کے محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت رسولؐ کی اتباع سے ہوتی ہے۔ حلال روزی حاصل کرو اس سے نورانیت حاصل ہوتی ہے۔ مشتبہات سے بچو، اس سے دل میں کثافت پیدا ہوتی ہے۔ فرائض پورا کرنے کے بعد نوافل کی کثرت سے اللہ تعالیٰ کی قربت ڈھونڈو۔ (اقوال سلف، ج:٤، ص:٦ ٧ ٥)

حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ

(ولادت: ١٢٩١ھ مطابق ١٨٧٤ء وفات: بروز جمعرات ١٦ر اگست ١٩٦٢ء ١٣٨٢ھ)

١۔ اللہ کی محبت اور ہر وقت اس کا اور اس کی رضا کا دھیان و فکر رکھنا اور اس کی طرف سے کسی وقت غافل نہ ہونا، یہ کیفیتیں دین میں مطلوب ہیں۔

۲۔ ذکرِلسانی صرف ایک ذریعہ ہے مقصود نہیں ہے۔ مقصودِ محض یاد ہے۔ ترقی عبادات ہی سے ہوتی ہے یعنی قرآن پاک کا پڑھنا۔ ذکرِالٰہی کرنا، خاموش بیٹھنے اور محض تدبر سے نہیں۔

۳۔ تصوف ایک عشق ہے، ایک طریقہ ہے جو الہامِ الٰہی سے اولیاء اللہ پر اپنے اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق منکشف ہوتا ہے۔ اس طریق پر چلنے سے انسان کو یقین نصیب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دائمی یاد نصیب ہو جاتی ہے۔ اصل مقصد یہی یاد ہے۔ یہی تعلق مع اللہ ہے۔ جس کو آپ نسبت کہہ دیں۔ اصل چیز تعلق مع اللہ کا دوام ہے۔ اس کے بعد اتباعِ شریعت ازخود آ جاتی ہے، شریعت پر چلنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ تعلق مع اللہ کے بعد یہ ناممکن ہو جاتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے۔

۴۔ اگر قوت ہو تو ذکر بالجہر کرنا چاہیے۔ اثر جلدی ہوتا ہے۔ لیکن اگر طبیعت کمزور ہو تو ہرگز زیادہ جہر سے نہیں کرنا چاہیے ورنہ طبیعت مختل ہو جائے گی اور دماغ خراب ہو جائے گا۔

(سوانح حضرت مولانا عبدالقادر، ص: ۳۲۶-۳۳۱)

۵۔ ذکر و شغل، محبتِ مشائخ اور مجاہدات و ریاضات کا بڑا مقصد اور ثمرہ اخلاق کی اصلاح، صفاتِ رذیلہ کا ازالہ اور صحیح معنی میں تزکیۂ نفس ہے۔ محض ذکر و اذکار کافی نہیں، اخلاق کی اصلاح ضروری ہے۔ اصلاح کے لیے فقط ذکر کافی نہیں ہے۔ اخلاق کی درستگی کرنی چاہیے اور مشائخ سے اخلاقِ ذمیمہ کا علاج کرانا چاہیے۔ جب تک شیخ سے علاج نہیں ہوتا یہ مرض نہیں جاتا۔

۶۔ ان لطائف کے جاری ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ قلب حرکت کرے یا انوار نظر آئیں۔ بلکہ جاری ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ان کے علوم منکشف ہو جائیں۔ مثلاً قلب کا جاری ہونا یہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف خیال رہے، دل سے دنیا اور ہر چیز کی قیمت نکل جائے۔ اسی طرح لطیفہ نفس جاری ہونے کے معنی یہ ہیں کہ رذائل و صفاتِ رذیلہ نکل جائیں اور صفاتِ حمیدہ پیدا ہو جائیں اور انکساری و عاجزی پیدا ہو جائے، اپنے آپ کو سب سے حقیر سمجھے، جب یہ حالت ہو تو سمجھے کہ کچھ چل پڑا ہے۔

۷۔ پہلے انفرادی طور پر اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور اپنی ہی فکر کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو اگر اس سے کوئی کام لینا ہوگا تو خود ہی اس کو اس کی طرف متوجہ کر دیں گے۔ دیکھو سرورِ کائنات

ﷺ ازکی نفس ہیں مگر آپؐ کو بھی جب تک مامور من اللہ نہیں کیا گیا آپؐ غارِ حرا میں تشریف لے جا کر انفرادی طور پر اللہ کی عبادت ہی کرتے تھے۔ مگر کسی سے تعرض نہیں کیا اور غاروں میں اکیلے جا کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگے رہتے تھے۔

لیکن جب فرشتہ نازل ہوا اور فرمایا۔ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ ۔ پہنچایئے جو آپؐ پر نازل کیا گیا ہے تو غارِ حرا چھوڑ کر کمر باندھ کر کھڑے ہو گئے اور اس فرض کو ادا کیا۔

۸۔ ذکر کی ترقی اور ذکر کی استقامت کا ذکر ہو رہا تھا۔ پوچھا گیا کہ آخر ذکر کی کوئی انتہا بھی ہے؟ فرمایا کہ ذکر یہاں تک کرے کہ روح ذاکر ہو جائے۔ پوچھا گیا روح کے ذاکر ہونے کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا کہ دھیان ہر وقت اسی کی طرف لگا رہے خواہ دنیا کے کام کر رہا ہو، جیسا کہ کسی کو سر کا درد ہو، کام بھی کرتا ہے مگر دھیان درد کی طرف رہتا ہے۔ پوچھا گیا استقامت کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا کہ اس قدر پختگی حاصل ہو جائے کہ جب تک ذکر پورا نہ کرے سکون نہ ہو، بے چینی بے قراری سے رہے اور ذکر پورا کر لے تو سکون و اطمینان حاصل ہو جائے۔ طبیعت میں فرحت و سرور ہو۔ (اقوال سلف، ج:۵،ص:۱۶۲)

حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ کی اپنی صاحبزادی کو نصیحت

یہ نصیحت نامہ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے اپنی صاحبزادی صاحبہ (والدہ محترمہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رائے پوریؒ) کو ان کی شادی کے موقع پر تحریر کر کے عنایت فرمایا:

اوّل:- یہ کہ دنیا ناپائیدار ہے نہ یہاں کی خوشی باقی رہتی ہے نہ رنج وغم باقی رہتا ہے، یہاں سب مسافر ہیں۔ اپنے اپنے وقت پر سب کوچ کرنے والے ہیں۔ یہاں کی سب چیزیں کھانا، کپڑا، زیور یا مکان، بھائی، باپ، دولت یا آشنا یہیں چھوٹ جاتے ہیں، ان میں سے کوئی ساتھ نہیں جاتا۔ قبر کے گڑھے میں جو اندھیری اور تنہائی کا گھر ہے، اکیلے کو ڈال کر چلے آتے ہیں۔ جسم کو کیڑے کھا لیتے ہیں۔ پیٹ پھوٹ کر ایسی بدبو پھیلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے۔ فقط ایمان اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کام، وہاں کام آتے ہیں۔ جس کا ایمان خراب ہو گیا وہ برباد و تباہ ہو گیا، اس کا کہیں ٹھکانا نہیں۔

سو ایمان کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ جن چیزوں سے ایمان جاتا رہتا ہے وہ دو ہیں:

ایک شرک، دوسرا کفر۔ شرک کا تو کتاب نصیحۃ المسلمین اور تقویۃ الایمان میں اچھی طرح سے بیان ہے، اور کفر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول ﷺ کے حکم کا انکار کرنا یا اس میں شک کرنا، سنت اور دین کی بات کو حقیر یا ذلیل جاننا اور عیب لگانا اور اگر کوئی دین کی بات پر طعن کرتا ہو، اس کی ہاں میں ہاں ملانا۔ ان سب باتوں سے آدمی کافر بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا دشمن ہو جاتا ہے اور بدعت سے ایمان خراب ہو جاتا ہے۔ اس کا بیان بھی ان دونوں کتابوں میں اچھی طرح سے ہے۔

دوسرے:- یہ کہ نماز کی بہت حفاظت کرنی چاہیے، اوّل وقت پر ادا کرنی چاہیے، کسی کام یا شرم دنیا کی وجہ سے نماز ضائع نہ کرنی چاہیے، جو کوئی نماز کو جان کر ترک کرتا ہے وہ کافر بننے کے نزدیک ہو جاتا ہے۔

تیسرے:- یہ کہ جس روز سے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو زیور دیا ہے اس روز سے جب برس پورا ہوگا تو چالیسواں حصہ اس میں سے زکوٰۃ دینا تجھ پر فرض ہوگا اور قربانی کرنا اور عید کے روز صدقہ وغیرہ دینا واجب ہے۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتا، اس کے مال کے پترے بنا کر دوزخ میں گرم کر کے اس کی پیشانی اور پسلیوں پر داغ دیا جائے گا۔

چوتھے:- یہ کہ خاوند کی تابعداری اور خوش رکھنا اور حکم ماننا ان باتوں میں جن میں اللہ و رسولؐ کی ناراضگی ہو بچتے رہنا۔ دل اور ظاہر میں خیر خواہی کرنا، کسی امر میں ناراض نہ ہونا۔ اگر قصور ہو جائے تو معاف کرانا اور جہاں تک ہو سکے دین کی رغبت دلانا اور ادب کے ساتھ نرمی سے نصیحت کرنا ضروری ہے۔

پانچویں:- یہ کہ پانی پت والی (پانی پت والی سے مراد حضرت راؤ تصدق حسین خان صاحب گمتھلوی کی پہلی زوجۂ محترمہ ہیں) اور اس کی اولاد کے ساتھ ایسی تابعداری اور محبت کا برتاؤ کرنا کہ ان کے دل میں محبت اور راحت ہو، نہ یہ کہ ایسی بات کرے جس سے ان کو رنج پہنچے، اگر تجھ سے نفرت و عداوت ہو، جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو ان کی خدمت کرنے والی اور تابعدار سمجھنا اور ان کی خیر خواہی کرنا، ہر بات میں ان کا ادب کرنا۔

چھٹے:- یہ کہ اپنے کنبے والوں اور نزدیکیوں اور قریبیوں سے بہت محبت اور ادب سے برتاؤ

کرنا کہ ان کے دل میں تیری محبت اور زبان پر تیری تعریف ہو اور اپنے آپ کو سب سے کم جاننا۔

ساتویں :- یہ کہ ہر ایک آدمی سے نرم زبانی سے بولنا، خاکساری سے رہنا، ہر ایک کی خاطر اور تواضع کرنا، کسی کو سخت بات نہ کہنا، جو تجھ سے کوئی سخت بات کہے اس کو ویسا جواب نہ دینا، اپنے قصور کو قصور سمجھنا، دوسروں کے عیب نہ دیکھنا، کسی کی بات کسی سے نہ کہنا، کسی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا، تکبر اور غرور نہ کرنا کیونکہ تکبر کرنے والا اللہ پاک کا دشمن ہوتا ہے اور کتاب تنبیہ الغافلین اور اکسیر ہدایت مطالعہ میں رکھنا۔ جو کچھ ان میں لکھا ہے اس پر عمل کرنا۔ قرآن شریف کی تلاوت ہمیشہ کرنا اور جو جو سورتیں جس جس وقت پڑھنی بتلائی ہیں ان کو ہرگز نہ چھوڑنا۔

جو کوئی مانگنے والا حاجت مند کچھ سوال کرے، اپنے مقدور بھر ان کے ساتھ سلوک کرنا، مہمان کی خاطر داری اور تواضع کرنا اور اپنی مشکل اور حاجت میں اپنے رب ہی سے دعا اور عاجزی کرنا، کسی مخلوق سے اُمید نہ رکھنا۔

اب اللہ پاک تجھ کو اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے سے ان نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما دیں۔ توفیق اسی کے اختیار میں ہے۔ فقط، واللہ اعلم بالصواب۔

وصیت نامہ حضرت رائپوریؒ

تمہید وصیت نامہ بقلم شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

از حضرت اقدس مرجع العالم قدوۃ العارفین زبدۃ الصالحین بدر الشریعہ شمس الطریقہ واقف اسرارِ الٰہیہ کاشفِ رموزِ نبویہ مخزن الاخلاق الحمیدہ منبع الاوصاف الجمیلہ مولانا الحافظ الحاج عبدالرحیم صاحب رائپوری قدس اللہ سرہ العزیز۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے انبیاء علیہم السلام کو، ہر زمانہ میں یکے بعد دیگرے مبعوث فرمایا اور خاتم الانبیا فخر رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد، چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم تھا تو نائبین و وارثین انبیاء علیہم السلام یعنی اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کو خلقت کے لیے نمونہ بنایا کہ اپنے افعالِ ظاہریہ سے رشد و ہدایت کا کام کریں، اور اپنی انفاسِ باطنیہ سے عالم کو منوّر فرمائیں۔ ایسے ہی پاک نفوس کی بدولت دنیا کا قیام ہے اور ایسی ہی متبرک ہستیوں سے دین

کی حفاظت ہے۔

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزا آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخن دانی

درحقیقت ان رہبرانِ اُمت کا سونا، ہم سے نااہلوں کی عبادت سے بھی قیمتی ہے۔ انہی قدسی نفوس میں سے ایک کامل فرد حضرت رائپوریؒ تھے جن کو حق تعالیٰ شانہ نے زہد، اتقاء، رضا، تسلیم، صبر وشکر، دلداری، غمگساری، خدارسی، خداترسی، قناعت، توکل کا مجسمہ بنایا تھا۔ ابھی تک وہ آنکھیں بکثرت موجود ہیں، جن کو اس مطلعِ انوار چہرہ کی زیارت کا فخر حاصل ہے، اور بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں، کہ چہرہ سے انوار کی بارش ہوتی تھی۔ حضرت کی نہایت مختصر سوانح تذکرۃ الخلیل کا جزو بن کر ملک میں شائع ہو چکی ہے، مخلوق کی دلداری اور دلجوئی کا جو منظر رائپور میں دیکھا، اس کی نظیر شاید ہی ملے۔ اور اس کے ساتھ ہی یکسوئی اور عزلت نشینی اپنی آپ ہی نظیر تھی، کسی نے بلا مبالغہ کہا تھا۔

تواضع اور مروّت گر کوئی شخص مجسم ہو
تو وہ سر تا قدم عبد الرحیم باصفا ہوگا

جس باغ میں حضرت کا قیام تھا اس کا پتہ پتہ اور ہر ایک در و دیوار کا ذرّہ ذرّہ اب بھی حضرت کی یاد کو تازہ کر دیتا ہے اور وہی نظارہ سامنے پیش کر دیتا ہے جس کی وجہ سے گلشنِ رحیمی کے گُل چینوں کو اب بھی بار بار حاضری کی نوبت آتی ہے۔ نیز حضرتؒ کے خلیفۂ خاص حضرت مولانا عبد القادر صاحب زاد مجدھم اور حضرت کے ہمشیرزادہ مولانا محمد اشفاق صاحب دام فضلھم

کے الطاف بھی خدا کی کشش کا سببِ خصوصی ہیں۔ اسی وجہ سے اس بدنام کنندہ اکابر کو بھی بسا اوقات شرفِ حاضری نصیب ہوتا ہے۔ حضرتؒ کے کتب خانہ میں بہت سی چیزوں کے متعلق بارہا اشاعت کی اُمنگ پیدا ہوئی، مگر دینی کساد بازاری اور اسباب کی عدم مساعدت سے ہمیشہ اُمنگ ہی پیدا ہوکر رہ گئی۔ اس مرتبہ کی حاضری میں حضرتؒ کی ایک نہایت مختصر تحریر وصیت نامہ کے طور پر نظر سے گزری جس کو دیکھ کر بے اختیار دل چاہا کہ قدردانوں تک اس کو پہنچاؤں کہ اس تحریر کی لڑی میں جن موتیوں کو پرویا ہے، ان میں کا ہر موتی درِ یکتا ہے، حق یہ ہے کہ علوم کے دریا کو کوزے میں بند فرمادیا۔ مختصر تحریر، سادہ الفاظ مگر ہر ہر لفظ سے تواضع، انکسار اور دنیا سے بے تعلقی ٹپکتی ہے۔ اوّل تو تمام تحریر ایسی ہی ہے لیکن مخصوص الفاظ پر بندہ نے خطوط بھی کھینچ دیے ہیں اور کہیں حاشیہ کے طور پر کچھ اضافہ بھی توضیح کے لیے کردیا ہے اور حضرت کے کلام کو ممتاز رکھنے کے خیال سے حواشی کو علیحدہ کردیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے اس نااہل کو بھی اس وصیت نامہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ ناظرین سے دعا کا بھی اُمیدوار ہوں۔

مگر صاحب دلے روزے برحمت
کند در حق ایں مسکیں دعائے

وصیت نامہ

الحمد للہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سیّد المرسلین و سائر النّبیین وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین امابعد۔ یہ حقیر سراپا تقصیر عبدالرحیم عفی عنہ چند کلمہ بطور وصیت کے لکھتا ہے۔

احقر نے بتوفیقِ[1] حق سبحانہ تعالیٰ اس کتب خانہ میں جو موقعہ باغ رائے پور میں واقع ہے دو مد کی کتابیں جمع کی ہیں۔

ایک وہ جو بندے کی ملک[2] مجازی ہیں۔ بندے نے ان کتابوں کو اسی غرض سے جمع کیا تھا کہ وقف رہیں جو ان کا اہل ہو ان سے نفع اُٹھاوے، یہ نیت شروع ہی سے تھی کہ یہ احقر کا ترکہ نہ سمجھا جائے جس میں وراثت جاری ہو، اب صاف طور پر تصریح کرتا ہوں کہ یہ وقف ہیں اور بطور متولی ان کی حفاظت ونگرانی کرتا ہوں۔

دوسرا مدرسہ کی کتابوں کا ہے جو خریدی گئیں یا کسی نے مدرسہ میں دیں جن میں بڑا ذخیرہ

قرآن شریف[3] کا بھی ہے، ان کا بھی متولی ومحافظ عالم[4] اسباب میں احقر ہی رہا۔ اول مد کی فہرست جدا ہے۔ جس پر نمبر ایک لکھا ہوا ہے اور دوسرے مد کی جدا جس پر نمبر دو لکھا ہوا ہے، نمبر ایک کی کتابوں میں فقط ایک قرآن شریف قلمی جو سنہری تحریروں میں ایک کاغذ طویل پر لکھا ہوا ہے اور ایک حمائل شریف بہت چھوٹی قلمی سنہری یہ دونوں ایک ہی جگہ ایک کپڑے کے ڈبّے میں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ بطور امانت کے ہیں۔ محض بغرض حفاظت اس کتب خانہ میں رکھی ہیں، ان کی کیفیت فہرست نمبر ایک میں درج ہے۔ ان کے سوا سب وقف ہیں۔

اب احقر ان دونوں کی کتابوں کا متولی اپنے بعد اپنے ہمشیرزادہ حافظ ومولوی محمد اشفاق سلّمہٗ کو قرار دیتا ہے۔ حق تعالیٰ ان کی عمر اور علم وعمل میں برکت عطا فرمائیں۔ یہ خود بھی اس کتب خانہ سے نفع اُٹھائیں اور دوسروں کو بھی ان کتابوں سے نفع اُٹھانے سے نہ روکیں۔ البتہ اس کا خیال ضرور رکھیں کہ کوئی کتاب ضائع نہ ہو۔ ان کو بھی وصیت کرتا ہوں اور حق تعالیٰ سے توفیق کا خواہاں ہوں کہ یہ اپنا شعار اخلاص وتقویٰ وخشیت اختیار کریں۔

نیز ان دونوں نصیحتوں پر ضرور پابند ہوں۔

ایک یہ کہ اس شعر کا مضمون ملحوظ رکھیں ؎

آسائش[5] دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
بادوستاں تلطّف بادشمناں مدار

جو کشاکش بوجہ نفسانیت ودخل شیطانی باہم پیش آتی ہیں ان سے یکسو رہنا اور "اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ" پر عمل کرنا اپنے لیے موجبِ راحت ہے اور دوسروں کے لیے موجبِ ہدایت ہوتا ہے ورنہ یہ علم کچھ ثمر نہیں لاتا۔

دوسرے یہ کہ یہ ضرور ملحوظ رکھیں کہ حضرت سعدی علیہ الرحمہ کا یہ فرمان اکسیر ہے اور آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ ؎

مرا[6] پیر دانائے مرشد شہاب
دو اندرز فرمود بر روئے آب

یکے آنکہ بر خویش خودبیں مباش
دگر آنکہ بر غیر بدبیں مباش

واقعہ میں یہی منشاء قرآن پاک[ے] اور حدیث پاک کا ہے۔ اگر بتوفیقِ الٰہی اس پر عمل نصیب ہو تو بس پھر سب کچھ نعمت حاصل ہے۔ بس بندے کے پاس یہی ذخیرہ کتابوں کا تھا جس کا متولی عزیز مذکور کو قرار دے دیا۔ باقی احقر فارغ ہے، کوئی[8] سرمایہ ایسا نہیں کہ جس میں کسی کو لب کشائی کا موقعہ ہو۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام الاكملان الاتمان على سيّد المرسلين و سائر النبيين و آله و اصحابه اجمعين۔

یہ وصیت نامہ حضرت مولانا عبد الرحیم شاہ صاحب سلّمہٗ نے احقر کے قلم سے لکھوایا۔

خاکسار (مولوی) نور محمد لدھیانوی نور پوری حال مقیم رائپور۔

حضرت مدظلہ العالی نے میرے سامنے یہ مضمون فرمایا اور لکھوایا۔

۱۔ (مولانا) محمد یحییٰ عفی عنہ (کاندھلوی قائم مقام مدرّس اوّل مظاہر علوم سہارنپور)

۲۔ (راؤ) عبد العزیز خان بقلم خود (رئیس رائے پور)

حواشی از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

ا؎ دنیا میں ہر کارِ خیر اللہ ہی کی توفیق سے ہوتا ہے۔ توفیقِ الٰہی جس شخص کے شامل ہے اس کے علوِ شان کا پوچھنا ہی کیا!

نیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے، راتیں اس کی
جس کے بازو پر تیری زلفیں پریشاں ہوگئیں
چشمۂ فیض سے گر ایک اشارہ ہوجائے
لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہوجائے

۲؎ در حقیقت مالک ہر شے خدا است
ایں امانت چند روزہ نزدِ ما است

اگر آدمی دنیا کی کسی چیز کو بھی ملک نہ سمجھے تو نہ کسی چیز کے حصول سے خوشی ہو، نہ جانے سے رنج ہو۔

۳۔ حضرتؒ کو کلام پاک سے بہت ہی شغف اور عشق تھا، اسی وجہ سے مکاتبِ قرآنیہ کے اجراء کا بہت ہی اہتمام رہتا تھا۔

۴۔ ورنہ حقیقی محافظ ہر شے کا اللہ پاک ہی ہے اور اسی کی حفاظت سے حفاظت ہوسکتی ہے۔

۵۔ دو جہاں کی راحتیں ان دو حرفوں میں مضمر ہیں کہ دوستوں کے ساتھ لطف و مہربانی کا معاملہ کرے اور دشمنوں کے ساتھ خاطر مدارات کا۔ ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ﴾ الآیۃ۔ (سورۂ آل عمران، آیت: ۱۵۹)

۶۔ مجھ کو میرے پیر و مرشد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے کشتی میں بیٹھے ہوئے دو نصیحتیں فرمائی ہیں؛ ایک یہ کہ اپنے اوپر متکبر اور مغرور اور خود بیں نہ ہو، دوسرے یہ کہ دوسرے پر بدگمان اور عیب جو نہ ہو۔

۷۔ چنانچہ قرآن پاک میں اور احادیث میں خود بینی اور عیب جوئی کی ممانعت بکثرت وارد ہے۔ تمام برائیوں کی جڑ یعنی شیطان انہی دو عیوب کی بدولت راندۂ درگاہ ہوا کہ خود بینی کی وجہ سے حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ سے انکار کیا اور ان کے مٹی سے پیدا ہونے کی وجہ سے ان کو معیوب سمجھا۔ ﴿خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ﴾ قرآن پاک میں بکثرت اس کا قصہ مذکور ہے اور بھی بہت سی آیات و احادیث ان دونوں چیزوں کے بارے میں مختلف عنوانات سے وارد ہوئی ہیں اور حضرات صوفیاء کرام کی تصانیف تو اس سے پُر ہیں جن کی تفصیل کی یہ تحریر تحمل نہیں کرسکتی۔ حق تعالیٰ اپنے لطف سے مجھے بھی ان دونوں سے نجات نصیب فرمادیں اور تمھیں بھی۔

۸۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول باوجود کثرتِ فتوحات اور ہدایا کے یہ تھا کہ جو کچھ جمع ہوتا تھا وہ طلبہ اور خدام پر تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ چنانچہ وصال سے چند روز قبل اپنے بدن کے کپڑے بھی حضرت مولانا عبد القادر صاحبؒ کو دے دیے تھے کہ اب میں تمھارے سے مستعار لے کر پہنوں گا۔ حضرت کو اس کا شوق تھا کہ آخری وقت میں کوئی چیز ملک میں نہ ہو۔ اور جیسا بے تعلق دنیا میں آیا تھا ویسا ہی اس دنیا سے جاؤں۔

امام اہلسنّت والجماعت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ

(ولادت: ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ مطابق دسمبر ۱۸۷۶ء)

۱۔ دینِ الٰہی کا پہلا سبق: ایمان کے بعد نماز ہے۔

﴿قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ وَ یُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خِلَالٌ﴾ (سورۂ ابراہیم)

ترجمہ: اے نبی! میرے ان بندوں کے جو ایمان لاچکے ہیں کہہ دیجیے کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے ان میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں۔ قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی نہ دوستیاں ہوں گی یعنی قیامت کے دن۔

۲۔ نمازیوں سے مالکِ عرش کے وعدے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی، وَ ذَکَرِ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی﴾ (سورۂ اعلیٰ)

بہ تحقیق فلاح پا گیا وہ شخص جس نے پاکی حاصل کی اور اپنے رب کا نام لیا پھر نماز پڑھی۔ (فلاح کا لفظ ہر قسم کی نعمت کو شامل ہے)

﴿وَ قَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَکُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ وَ آتَیْتُمُ الزَّکٰوۃَ وَ آمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ﴾ الخ (سورۂ مائدہ)

اور اللہ نے فرمایا کہ بہ تحقیق میں تمھارے ساتھ ہوں بشرط یہ کہ تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ (یہ دولت صرف تین چیزوں کے عوض میں مل رہی ہے: ایمان، نماز، زکوٰۃ۔ اللہ تعالیٰ کی معیت عظیم دولت ہے۔ جس کا وعدہ آیت میں ہے۔)

۳۔ نماز نہ قائم کرنا مشرکوں اور کافروں کا کام ہے۔ ﴿وَ اَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ وَ لَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾ (سورۂ روم: ۳۱)۔ نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے مت بنو۔

﴿وَ اِذَا قِیْلَ لَھُمُ ارْکَعُوْا لَا یَرْکَعُوْنَ، وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ﴾

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رکوع کرو یعنی نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے، خرابی ہے قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ (سورۂ المرسلت، آیت: ۴۹/۴۸)

۴۔ بے نمازیوں سے دوستی رکھنا اوران کو دینی بھائی سمجھنا جائز نہیں۔ ﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ، اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۵۵)

ترجمہ: تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں۔

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ﴾

ترجمہ: پس اگر وہ لوگ کفر وشرک سے توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو تمھارے بھائی ہیں۔ (سورۂ توبہ، آیت: ۱۱)

۵۔ اپنے متعلقین، بیوی بچوں کو نماز کی تاکید کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔

﴿وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ (سورۂ طٰہٰ، آیت: ۱۳۲)

اے نبی! اپنے اہل کو نماز کا حکم دیجیے اور خود بھی نماز کی پابندی میں جو مصیبت آئے اس پر صبر کیجیے۔

﴿يَا بُنَيَّ اَقِمِ الصَّلَوٰةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذَالِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ (سورۂ لقمان، آیت: ۱۷)

ترجمہ: اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو اور لوگوں کو اچھی بات کا حکم دو اور بری بات سے منع کرو۔ اور جو مصیبت تمھیں پہنچے اس پر صبر کرو بہ تحقیق یہ ہمت کے کام ہیں۔

۶۔ نماز کو اچھی پڑھنے کی کوشش کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا چاہیے کہ ہم کو نماز کی توفیق دے۔

﴿رَبِّ اجْعَلْنِى مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ﴾ (سورۂ ابراہیم، آیت: ۴۰)

اے میرے پروردگار! مجھ کو نماز قائم کرنے والا بنادے اور میری اولاد میں سے بھی۔

(نماز اچھی پڑھو اور اچھی نماز پڑھنے کی توفیق ہم سے مانگتے رہو۔) (اقوالِ سلف، ج:۵، ص:۱۶۹)

حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب مجددی بھوپالیؒ

(ولادت: ۲۱؍شوال ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۶؍جولائی ۱۸۸۵ء۔ وفات: ۱۳؍ربیع الاول ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۰؍مئی ۱۹۷۰ء، مدفن: بھوپال)

۱۔ لوگوں نے مشائخ کے اتباع میں بہت غلو کر رکھا ہے۔ ان کی نقل وتقلید کو مقصود اور ان کی اطاعت کو اطاعتِ مطلق سمجھتے ہیں حالانکہ اصل اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور ان کا اتباع ہے، مشائخ، اس کا ذریعہ ہیں۔ (مطاعِ مطلق صرف اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ ہیں۔)

۲۔ پہلی ضرورت اخلاق و معاملات کو درست کرنے اور نفس کی اصلاح اور اس کو مغلوب کرنے کی ہے۔ جب تک نفس کا تسلط دور نہ ہوگا نہ اطاعت کا جذبہ پیدا ہوگا نہ ایثار و قربانی کا مادّہ۔ جب ہم اپنے نفس پر اللہ کی حکومت اور اس کے حدود جاری نہیں کر سکتے تو دوسرں پر کیا جاری کر سکیں گے۔

۳۔ لوگ شجرہ مانگتے ہیں۔ ہمارا شجرہ تو یہ ہے کہ عقائد کو ٹھیک کیجیے اور اعمال و اخلاق کی اصلاح کیجیے۔

۴۔ شادیوں میں سب بلائے جاتے ہیں صرف اللہ و رسول کو رخصت کر دیا جاتا ہے۔ صرف شادی کے اوقات میں وہ باہر رہتے ہیں پھر ان سے راہ و رسم پیدا کر لی جاتی ہے۔ (یعنی شادی کے بعد جب رسوم و بدعات کی نحوست گھیر لیتی ہے، میاں بیوی میں اختلاف ہوتا ہے پھر دعاء اور اللہ تعالیٰ سے التجاء شروع ہو جاتی ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ صرف مصیبت دور کرنے کو ہمارے رب ہیں۔ العیاذ باللہ واستغفر اللہ واتوب الیہ)

۵۔ بے پردگی برابر بڑھتی نظر آتی ہے۔ اور جس قوم میں بے پردگی عام ہوئی اور بے حیائی بڑھی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تیزی کے ساتھ زوال آیا اور بالآخر وہ تباہ ہوگئی۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے عمل اور بے عنوانیوں سے غضبِ الٰہی اتنا حرکت میں نہیں آتا جتنا مسلمانوں کی نافرمانیوں اور بے عنوانیوں سے۔ اس لیے کہ کفار کے متعلق تو کہہ دیا گیا ہے: ﴿فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَ يَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ

يُوْعَدُوْنَ﴾ (سورۂ معارج، آیت:۴۲)

ترجمہ: تو آپؐ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجیے۔ یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

لیکن مسلمانوں کو ایسی مہلت نہیں ملتی، لہٰذا نافرمانیاں دور کر کے عبادت کرنی چاہیے۔
(صحبتے با اہل دل، ص:۲۲۴)

۶۔ حق تعالیٰ کا خوف اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے سے اللہ وہ زندگی عطا فرماتا ہے جس میں امن وسکون وقرار ہوگا اور دائمی ہوگا۔ قرآن کریم میں تقویٰ اختیار کرنے والوں کے متعلق ہے: ﴿اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِيْنَ﴾ یعنی داخل ہو جاؤ جنت میں سلامتی کے ساتھ بالکل ہی بے خوف ہو کر اور یہ زندگی جو دنیا کی ہے اس کی راحت، اس کا آرام سب عارضی ہے۔ لیکن دنیا والے اسی پر رِجھے ہوئے ہیں اور ان کو یہ دھوکا ہے کہ یہاں اور وہاں آخرت دونوں جگہ ان کو یہ نعمت ملے گی۔

مگر خود دنیا کا حال یہ ہے کہ قدم قدم پر تکلیف و اذیت ہے۔ دولت ہے مگر قرار نہیں، عزّت ہے مگر جھوٹی، صحت ہے مگر بیماری کے ساتھ، جوانی بڑھاپا لانے والی۔
(صحبتے با اہل دل، ص:۳۶۲)

۷۔ قلوب کا قلوب پر بڑا اثر پڑتا ہے اور صاحبِ امر اور صاحبِ اثر اور بھی اثر پڑتا ہے۔ حاضرین کے قلوب کا اثر رسول اللہ ﷺ پر بھی پڑتا تھا۔ ارشاد فرمایا میرے قلب پر کثافت سی آجاتی ہے۔ اِنَّهُ لَيُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ۔ اس لیے میں ایک ایک مجلس میں ستر ستر بار استغفار کرتا ہوں۔ (صحبتے با اہل دل، ص:۱۹۲)

۸۔ جب دواؤں اور غذاؤں میں سینکڑوں برس سے وہی تاثیر ہے تو نماز میں وہ تاثیر جو تیرہ سو برس پہلے تھی وہ آج کیوں نہیں ہے۔ ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ﴾۔ یہ خاصیت اس میں آج بھی ہونی چاہیے۔ (صحبتے با اہل دل، ص:۱۹۹)

۹۔ جس دن قرآن مجید نہ پڑھوں اس دن مزاج ٹھیک نہیں رہتا۔ ﴿وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾۔ (سورۂ زخرف، آیت:۳۶) ترجمہ:

اور جو غافل رہے اللہ رحمٰن کی یاد سے اس پر ہم مقرر کر دیتے ہیں ایک شیطان پھر وہ اس کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ (صحبتے با اہل دل)

حضرت مولانا سیّد محمد میاں دیوبندیؒ

مصنف رسالۂ دینیات

(ولادت: ۱۳۲۱ھ م ۱۹۰۳ء، وفات: ۶/ شوال ۱۳۹۵ھ م ۲۴/ اکتوبر ۱۹۷۵ء، مدفون: دہلی)

کثرت خواہ مال کی ہو یا اولاد کی، عبادت کی ہو یا افراد کی اس پر ناز و غرور نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ یہ اللہ کو ناپسند ہے بلکہ قلت و کثرت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت ہی پر نظر رکھنی چاہیے اور اسی کو فوز و کامرانی کی اصل کلید سمجھنا چاہیے نہ کہ اپنے علم و ہنر کو۔

راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

یعنی سالک کو سینکڑوں علم و ہنر ہونے کے باوجود ہر معاملہ میں اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔
(اقوال سلف، ج: ۵، ص: ۲۹۲)

مجاہدِ ملت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

(ولادت: ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۰/ جنوری ۱۹۰۱ء۔ وفات: ۱۳۸۲ھ م ۲/ اگست ۱۹۶۲ء)

۱۔ یہ کیا بزدلی ہے کہ تم در و دیوار سے وحشت زدہ ہو۔ تم خود اپنے سایہ سے ڈر رہے ہو۔ اگر تم کل تک بہادر تھے تو آج بزدل کیوں ہو گئے؟ اسلام اور بزدلی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے مسلمان سب کچھ ہو سکتا ہے مگر بزدل نہیں ہو سکتا۔ مسلمان حق بات کہنے میں ہمیشہ دلیر ہوتا ہے۔ مسلمان ناانصافی برداشت نہیں کر سکتا۔ خوف و ہراس اور بزدلی اور نامردی کو دل سے نکال دو، یہاں سے عہد کر کے جاؤ کہ ہر ایک ناانصافی کا مقابلہ ڈٹ کر کریں گے۔ بے شک ہم وفادار ہیں۔ مگر ہم مادرِ وطن کے وفادار ہیں۔ وفاداری کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہم کسی سرکاری افسر یا وزیر کے کسی فعل پر نکتہ چینی نہیں کر سکتے۔ وہ زمانہ ختم ہو گیا کہ حکام کی چاپلوسی وفاداری ہوا کرتی تھی۔ ہمت بلند رکھو۔ خدمتِ وطن کے سچے جذبے کے ساتھ آگے بڑھو۔ تمھیں انسانیت اور حق و صداقت کو سربلند کرنا ہے۔

اگر تم نیک مقاصد کے لیے ڈٹ گئے تو اللہ کی مدد تمھارے قدم چوم لے گی اور تمھارے ساتھ ہوگی۔ (بیس بڑے مسلمان، ص: ۹۴۶)

۲۔ مسلمانانِ ہند کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنی اس پر آشوب زندگی میں ظاہری تدابیر و وسائل کو اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر اعتماد علی اللہ اور صبر و استقلال کی زیادہ سے زیادہ صلاحیتیں پیدا کریں۔ اسوۂ رسول کریم ﷺ کو اپنا نصب العین بنائیں اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے سبق لیتے ہوئے اپنے اندر وہ اسپرٹ پیدا کریں کہ وہ تکالیف و مصائب کے طوفان سے گزر کر بھی احساس کمتری، پامالی اور مایوسی کا شکار نہ ہوں اور ان کے اس یقین میں کوئی تزلزل نہ آئے کہ اپنی وطنی زندگی میں ہمیں جو بھی حوادث و مشکلات درپیش ہیں وہ بہر حال وقتی اور دنیوی مصائب ہیں اور ہمارا حقیقی اعتماد کارسازِ حقیقی کی رحمت اور اس کی رضا جوئی پر ہی ہے۔ قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے:

﴿اِنَّهٗ لَا يَيْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (سورۂ یوسف، آیت: ۸۷)

اللہ کی رحمت سے وہی مایوس ہوتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور بھروسہ نہیں ہے۔

﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ ہر تنگی و پریشانی کے ساتھ آسائش و راحت بھی ضرور ہوتی ہے۔ (بیس بڑے مسلمان، ص: ۹۴۷)

۳۔ آج ہماری قربانیوں سے ملک آزاد ہوا ہے۔ فرقہ پرست ہمیں طعنہ دیں ان کی یہ بے وقوفی ہے۔ آج ملک آزاد ہے۔ سب کو برابر کا حق ہے۔ لیکن ہم ان باتوں کو کہتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ خود دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس درجہ ڈی مورالائز کر دیا گیا ہے۔ اس درجہ احساس کمتری اور خوف میں مبتلا کر دیا ہے کہ وہ ان باتوں کو کہتے ہوئے جھجکتے ہیں۔ چاروں طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھتے ہیں کہ ہماری اس بات سے ہندو خوش ہوگا یا نہیں۔

۴۔ جو افراد یا جماعتیں ہم سے وفاداری کا مطالبہ کرتی ہیں ہم ان سے ملک کی وفاداری کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جو لوگ فرقہ پرستی، تنگ نظری یا تعصب پیدا کرتے ہیں وہ ملک کے غدّار اور وطن کے دشمن ہیں۔ ان کو کسی دوسرے سے وفاداری کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہے وہ خود اپنی وفاداری کا امتحان دیں۔ (بیس بڑے مسلمان، ص: ۹۴۵)

۵۔ آج ذبیحہ گاؤ یا ناجائز اسلحہ کا الزام لگا کر جس طرح مسلمانوں کو پریشان کیا جارہا ہے وہ وحشت زدگی اور درندگی کا نتیجہ ہے۔ (بیس بڑے مسلمان، ص:۹۴۶)

۶۔ ہمیں یہیں رہنا ہے اور باعزّت طور پر ان تمام حقوق کے ساتھ رہنا ہے جو ایک باعزّت شہری کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ بے شک ہم مظلوم ہو سکتے ہیں مگر غلام نہیں بن سکتے۔ اگر ہم نے برطانیہ کی غلامی برداشت نہیں کی تو ہم اکثریت کی غلامی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم آزاد شہری کی حیثیت سے یہاں رہیں گے اور نہ صرف حفظ الرحمٰن، ابوالکلام، نہ صرف قوم پرور مسلمان بلکہ وہ کروڑوں مسلمان جو ہند یونین میں ہیں سب باعزّت شہری کی حیثیت سے رہیں گے۔ پاکستان بن چکا....اس کی حمایت اور مخالفت کا سوال بھی ختم ہوگیا۔ اب ہند یونین کے تمام مسلمان ایک کشتی کے سوار ہیں، ایک کی تکلیف سب کی تکلیف، ایک کی ذلت سب کی ذلت۔

(بیس بڑے مسلمان، ص: ۹۲۸)

شیخ محمد بن عبدالوہاب حنبلی رئیس اہل الدعوۃ والتوحید

'لا الٰہ الا اللہ' اس میں نفی و اثبات دونوں ہے۔ پہلے جز 'لا الٰہ' میں تمام باطل معبودات کی نفی ہے اور دوسرے جز 'الا اللہ' میں اللہ وحدہ لاشریک لہ کے ساتھ بندگی کا اثبات ہے۔

اللہ: اس کو کہتے ہیں جس کی طرف دل محبت اور خوف و بزرگی اور امید سے جھکتے ہیں۔

(اقوالِ سلف، ج:۳،ص: ۲۹۵)

شیخ کا اصل دائرہ توحید خالص کی دعوت و تبلیغ، ردّ شرک و استیصالِ رسوم جاہلیت، توحید اُلوہیت و توحید ربوبیت کا فرق اور اللہ کی طرف سے جس توحید کا اپنے بندوں سے مطالبہ اور قرآن مجید میں جس کی طرف صریح دعوت ہے اس کی وضاحت و تنقیح تھی۔

(اقوالِ سلف، ج:۳،ص:۲۹۹)

حضرت مولانا سیّد اصغر حسین دیوبندی عرف حضرت میاں صاحب

(ولادت: ۸رشوال ۱۲۹۴ھ۔ وفات: ۲۲رمحرم ۱۳۶۴ھ/ ۸جنوری ۱۹۴۵ء، مدفن راندیر گجرات)

(۱) میں اپنے احباب سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ ہر سنت کا پورا پورا اہتمام رکھیں اور کسی

سنت کوخواہ وہ کتنی چھوٹی سی ہو معمولی نہ سمجھیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی ہر ہر سنت اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ (تذکرۂ اولیاءِ دیوبند، ص: ۳۰۱۔ اکابر علمائے دیوبند، ص: ۱۳۶)

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کو میاں صاحب کی نصیحت

(۲) میاں! علم انسان میں تکبر پیدا کر دیتا ہے اور انسان خود کو عام لوگوں سے بلند و بالا سمجھنے لگتا ہے، اگر علم کے ساتھ تقویٰ اور خشیت نہ ہو تو جہل اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ (تذکرۂ اولیاءِ دیوبند، ص: ۳۰۳)

(۳) ﴿وَ مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ﴾ (سورۂ نحل، آیت: ۹۶)

یہ مال و متاع، دولت و سامان کے اندر ہی منحصر نہیں بلکہ ہمارے جملہ احوال، اوصاف، حوادث، عوارض کا بھی یہی حال ہے۔

(۴) دنیا و مافیہا فانی ہیں۔ اصل مقصود حیاتِ اُخروی ہے اور اس کا مدار قربِ خداوندی کے اندر درجات ہیں اور قرب کا حصول اخلاقِ حسنہ کے حصول اور اخلاقِ ذمیمہ سے اجتناب پر موقوف ہے۔

(۵) زندگی مستعار ہے راحت و آرام سے بسر ہو یا ضیق و افلاس سے۔ ہر حال میں شکر گزار رہنا چاہیے۔

(۶) ساری ولایت و بزرگی اتباعِ سنت ہے اور جس درجہ تقویٰ اور خشیت ہوگی اس درجہ معرفتِ حق تعالیٰ پیدا ہوگی۔

(۷) شریعت سے انحراف کے ساتھ طریقت کا دعویٰ باطل ہے اور شریعت و طریقت دو چیزیں الگ الگ نہیں اور مقصود دونوں کا ایک ہے۔ (اقوال سلف، ج:۴، ص:۵۱۳)

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ معتمدِ خاص شیخ الہندؒ

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی ۱۹۱۵ء سے ۱۹۳۹ء تک وطن سے باہر شیخ الہند کی تحریک کو کامیاب بنانے میں مصروف رہے۔ جب چوبیس برس بعد واپس آئے تو آپ نے پہلی نصیحت مسلمانوں کو کی:

ا۔ میں انقلاب کے دینی فلسفے کا پیغام دینے کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں۔انقلاب کا میرا یہ پیغام تمھیں لا دینی انقلاب کے مضرت رساں اثرات سے محفوظ رکھ سکے گا۔محنت کش طبقوں کے ہاتھ میں قوت اور اقتدار کا آنا یقینی ہے۔تم نے اگر محنت کشوں کے اس انقلاب کو دینی نہ بنایا تو پھر یہ انقلاب حتمی طور پر لا دینی فلسفہ کے ذریعہ ہوگا۔(خطبات ومقالات،ص:۴۶)

زندگی کے آخری دنوں میں وصیت فرمائی

۲۔ قرآن کی محبت دل میں جاگزیں کرو۔اسے اپنے فکر وعمل کی اساس بناؤ، اور پھر زندگی کے مسائل کو سوچو اور ان کو سلجھاؤ۔ہوا یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے پہلے تو قرآن کی جلدیں باندھیں۔پھر اسے غلافوں میں لپیٹا۔ہم ان غلافوں کو چاک کرنا چاہتے ہیں۔ہم ان جلدوں کو پھاڑ دیں گے تا کہ قرآن جیسا ہے لوگوں کے پاس پہنچے، اپنی اصلی شکل میں، بالکل واشگاف اور بے نقاب۔لوگ اسے پڑھیں اور اپنی زندگی میں اسے مشعلِ راہ بنائیں۔(ایضاً،ص:۵۲)

ہندوستان کا سیاسی تقدم اتنا مشکل نہیں جتنا پہلے سمجھا جاتا تھا۔لیکن یہ امر بھی ساتھ ہی منکشف ہوجاتا ہے کہ یہ کھیل جب کبھی بھی بن کر بگڑتا ہے تو اس کی تہہ میں ہندو مسلم اختلاف ہی نظر آتا ہے۔(خطبات ومقالات،ص: ۷۰)

قطب الارشاد حضرت مولانا عبداللہ بہلویؒ

اولاد کو نصیحت

آپؒ نے اپنی اولاد کے لیے درج ذیل وصیت فرمائی:

ا۔ وراثت حسبِ شریعت تقسیم کریں اور اس میں کسی قسم کی فروگزاشت نہ کریں۔قلیل کثیر میں ورثاء کا حصہ وحق واجب ہے۔

۲۔ بدعات، رسومات مثلاً جمعراتیں اور مروّجہ قل خوانی سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

۳۔ راگ باجے سننے سے محبت بڑھانے کا طریقہ مسنون نہیں، مذموم ہے۔

۴۔ عرس کرنا یعنی مروّجہ سالانہ خیرات بھی بدعت ہے۔

۵۔ ستائیس رجب کو خیرات کا التزام کرنا اور ثواب سمجھنا بھی سنت میں وارد ہے۔

۶۔ اسی طرح عاشورہ کے دن روزہ رکھنا تو مسنون ہے مگر اس دن کھانا نہ کھانے کو ثواب سمجھنا بدعت ہے۔

۷۔ عاشورہ کی گیارہویں تاریخ کو خیرات کرنا، بہو بیٹی کو عمدہ کھانے پہنچانا اور جس سے دنیوی نزاع ہو اس دن اس کو معاف کرنا اور کرانا جس کو عرفِ عام میں بخشوانا کہا جاتا ہے، اس کو ثواب سمجھنا بدعت ہے۔

۸۔ درس وتدریس، خصوصاً حدیث شریف کی تدریس میں سعیٔ تمام کریں۔

۹۔ اپنی جائیداد فروخت کرکے بھی اگر تعلیم دلانی پڑے تو دریغ نہ کریں، سب رحمتیں ہوتی جائیں گی۔

۱۰۔ اخلاص کا اہتمام کریں کہ اخلاص ہر کام میں ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطا فرماویں۔

۱۱۔ بڑوں کی عزت وحرمت کو ضروری سمجھیں۔

۱۲۔ مدرسہ اشرف العلوم کو اراکینِ شوریٰ کے ماتحت چلائیں۔

۱۳۔ اراکین کی عزت کریں، ان کے مشورے پر چلنے کی سعی و کوشش کریں، اپنی رائے کو مستقل نہ کریں۔ بندہ نے اپنے بچوں کو حتی الوسع دینی کام میں لگایا ہے، دین کا علم پڑھایا ہے، نہ انگریزی تعلیم دی ہے اور نہ کسی کسبِ معاش، مثلاً طب و ہنر سکھلانے میں توجہ دی ہے، نہ لوگوں کی ملازمت کی اور کرائی ہے، بلکہ اپنی وسعت کے مطابق ان کے ہر اعتبار سے خدمت کی ہے، ان کے خوش رکھنے کی سعی کی ہے۔ اپنے خیال میں یہ اس لیے کیا ہے کہ یہ پڑھیں پڑھائیں، دین کی خدمت کریں، ان کی روزی کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے، چنانچہ اب تک یہ بچے پڑھ، پڑھا رہے ہیں، اب بھی ان کو یہی وصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی دین کی تعلیم وتعلّم اور قرآن وحدیث اور فقہ وتصوف میں ہی بسر کریں، روزی کا غم نہ رکھیں، اس لیے کہ ارشادِ الٰہی ہے ﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (سورۂ ہود، آیت: ۶)

اگر اس کام کو رضائے الٰہی، اخلاص سے کرتے رہے تو ان شاء اللہ تنگی سے بچتے رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ﴿وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ

حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ (سورۂ طلاق، آیت: ۲، ۳)

مسجد کو نہ چھوڑیں، قرآن و حدیث، مہمان نوازی اور خدمتِ خلق کو خلوص سے کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ کے مہمان بن کر رہیں۔ و الله خير الرازقين و خير المنزلين ۔

حضرت عمران علیہ السلام نے منّت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے لڑکا دیا تو میں بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کردوں گا لیکن قدرت اللہ کی کہ لڑکی (حضرت مریم علیہا السلام) پیدا ہوئیں۔ آپ نے منّت کے مطابق بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کر دیا، وہیں رہتی تھیں اور حضرت زکریا علیہ السلام ان کی پرورش کرتے تھے۔ جب آپؑ ان سے ملنے کے لیے آتے تو بی بی مریم کے پاس بے موسم کے میوے موجود پا کر حیران ہو جاتے۔ آپؑ ان سے پوچھتے: یہ میوے کہاں سے آئے ہیں؟ تو جواب دیتیں: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں! مقصد یہ تھا کہ جو اللہ تعالیٰ کے گھر کی خدمت کرتا ہے اس کی روزی کا سامان اللہ تعالیٰ بنا دیتے ہیں۔

مسجدیں کعبہ شریف کے نمونے ہیں۔ جو مسجد کی خدمت کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا غیب سے سامان پیدا فرما دے گا۔

متعلقین کو وصیت

کبھی اپنی ریاضت پر مغرور نہ ہونا چاہیے کیونکہ اگر کوئی کافر بھی ریاضت کرے تو اس کو بھی انوار نظر آ سکتے ہیں اور وہ بھی اپنے مقصد تک پہنچ سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ محض وصول مقصود نہیں بلکہ مقصود قبول ہے۔ اسم 'مضل' کا مظہر جہنم ہے، کافر کی رسائی وہاں ہوگی اور مظہر اسم 'ہادی' کا جنت ہے۔ مومن کی رسائی یہاں ہوگی۔

جہلاء کو اشغال نہ بتلانا چاہیے کیونکہ اس سے کبھی کشف ہونے لگتا ہے اور وہ اس کی تاویل کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے کیونکہ کشف اکثر کسی نہ کسی صورتِ مثالی میں ہوتا ہے جو محتاجِ تاویل ہوتا ہے لہٰذا مناسب ہے کہ ان کو صرف ذکر ہی تعلیم کیا جائے۔

طالبِ حق کو چاہیے کہ اوّل مسائل و عقائد اہلسنّت و الجماعت کے حاصل کرے، پھر رذائل حرص، اَمل، غضب، کبر، ریا وغیرہ سے تزکیہ کرے، اور اخلاقِ حمیدہ صبر، شکر، اخلاص وغیرہ

سے منور ہو۔ گناہ ہو جانے پر توبہ کرے، نعمت پر شکر اور مصیبت پر صبر کرے۔ خلافِ شرع فقراء کی صحبت سے بچے۔ لوگوں سے بقدرِ ضرورت تعلق رکھے۔ تشویش کو دل میں نہ آنے دے۔ خورد ونوش اور باقی کام دنیوی و دینی مجاہدہ وغیرہ میں اعتدال رکھے۔ حق تعالیٰ کی طلب میں بے چین رہے۔ غرباء اور مسافروں پر مہربان رہے۔ کم ہنسے، زیادہ روئے۔ موت کا ہر وقت خیال رکھے۔ کم گو، کم رنج، صلاح جو، نیکوکار، باوقار، بردبار رہے۔ رسومِ جہل سے بچے۔ مرشد کا تمام درجہ ادب کرے اور ہمیشہ استقامت کی التجا کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ ہی پر ہر کام میں بھروسہ کرے۔

(معارفِ بہلوی، ج:۱،ص:۱۳۷)

مجدّد الملّت، حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

(ولادت: ۵ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ چہارشنبہ۔ وفات: ۱۷رجب ۱۳۶۲ھ م ۲۰رجولائی ۱۹۴۳)

۱- میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علمِ دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرض عین ہے۔ خواہ بذریعہ کتاب ہو یا بذریعہ صحبت بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتنِ دینیہ سے حفاظت ہو سکے جن کی آج کل بیحد کثرت ہے۔ اس میں ہرگز غفلت وکوتاہی نہ کریں۔

۲- طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ درس وتدریس پر مغرور نہ ہوں، اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت وصحبت ونظرِ عنایت پر اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

۳- دینی و دنیاوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ اجتناب رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں:

۱- شہوت وغضب کے مقتضاء پر عمل نہ کریں۔

۲- تعجیل نہایت بری چیز ہے۔

۳- بے مشورہ کوئی کام نہ کریں۔

۴- غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔

۵- کثرت کلام اگر چہ مباح کے ساتھ ہو اور کثرتِ اختلاطِ خلق بلا ضرورتِ شدیدہ و بلا مصلحتِ مطلوبہ خصوصاً جبکہ ہر کس و ناکس کو راز دار بھی بنا لیا جائے نہایت مضر چیز ہے۔

٦- بدون پوری رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھائیں۔

٧- بدوں سخت تقاضے کے ہم بستر نہ ہوں۔

٨- بدوں سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔

٩- فضول خرچی کے پاس نہ جائیں۔

١٠- غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔

١١- سخت مزاجی و تند خوئی کی عادت نہ ڈالیں۔ رفق اور ضبط و تحمل کو اپنا شعار بنائیں۔

١٢- زیادہ تکلّف سے بہت بچیں۔ اقوال و افعال میں بھی، طعام و لباس میں بھی۔

١٣- مقتداء کو چاہیے کہ امراء سے بد خلقی نہ کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بنائے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کے لیے۔

١٤- معاملات کی صفائی کو دیانت سے زیادہ مہتّم بالشان سمجھیں۔

١٥- روایات و حکایات میں بے انتہا احتیاط کریں، اس میں بڑے بڑے دیندار اور فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں، خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں۔

١٦- بلا ضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت و تجویز طبیب حاذقِ شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔

١٧- زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت و لایعنی سے احتیاط رکھیں۔

١٨- حق پرست رہیں اپنے قول پر جمود نہ کریں۔

١٩- تعلقات نہ بڑھائیں۔

٢٠- کسی کے دنیوی معاملے میں دخل نہ دیں۔

۴- میں اپنے تمام منتسبین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی عمر بھر یاد کرکے ہر روز سورۂ یٰسین شریف، یا تین بار قل ھو اللہ شریف پڑھ کر مجھ کو بخش دیا کرے مگر کوئی امر

خلافِ سنت، بدعات، عوام وخواص میں سے نہ کریں۔

۵- حتی الامکان دنیا و مافیہا سے جی نہ لگائیں اور کسی وقت فکرِ آخرت سے غافل نہ ہوں، ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیامِ اجل آجائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو، ﴿رَبِّ لَوْ لَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَ اَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾۔ (اے مرے رب! مجھ کو تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیر خیرات کر لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا۔ سورۂ منافقون، آیت: ۱۰)

اور ہر وقت یہ سمجھیں ''شاید ہمیں نفس نفسِ واپسیں بود''۔ اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے، اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے گناہوں سے استغفار کرتے رہیں اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔

۶- خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل و اکمل اعتقاد رکھیں اور ہمیشہ خصوصاً بعد پانچوں نمازوں کے نہایت لجاجت وتضرع سے اس کی دعا کیا کریں اور ایمان حاصل پر شکر کیا کریں کہ جب وعدہ ''لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ'' یہ بھی اعظم اسباب ختم بالخیر سے ہے۔

اور اسی کے ساتھ میں اپنے لیے بھی اس دعاء کیلئے درخواست کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی ایمان پر خاتمہ فرماوے۔ (اشرف السوانح، ج:۳، ملخصاً ص:۴۳۷)

ہدایات وضابطۂ تربیت

(۱) مطالباتِ دین کو مفادِ دنیا پر غالب رکھنا۔ (۲) اختیاری امور میں کوتاہی نہ کرنا۔ (۳) اور غیر اختیاری امور کے درپے نہ ہونا۔ (۴) سالک کو تجویز ترک کرنا اور (۵) تفویض کو اختیار کرنا۔ (۶) مقصودِ شرعیہ کو پیش نظر رکھنا۔ اور (۷) غیر مقصود کی طرف التفات نہ کرنا۔ (۸) کیفیاتِ باطنہ کو محمود سمجھنا اور مقصود نہ سمجھنا۔ (۹) طبعی امور سے مغلوب نہ ہونا۔ بلکہ (۱۰) عقل کے فتوی پر عمل کرنا اور (۱۱) ہمیشہ عقل کو شریعت کا تابع رکھنا۔

(تذکرۂ اولیاء دیوبند۔ ص:۲۳۲)

خواجہ عزیز الحسن مجذوب کو حضرت تھانویؒ کی ہدایات

۱۲۔ تقویٰ وطہارت بڑی چیز ہے مگر آج کل ہر طبقے میں اس کی کمی ہے۔علماء ومشائخ میں اس کی کمی بہت مذموم ہے اور اللہ کا فضل ہوتا ہے تو غیر علماء کو یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے۔

(تذکرۂ اولیاء دیوبند،ص:۳۹۴)

طریقت کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱۳۔ مسلمانوں میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا ذوق پیدا ہو جائے۔

۱۴۔ شریعت ہی ساری دنیوی، اخروی، ظاہری و باطنی سعادتوں کی کفیل ہے۔

(اکابر علماء دیوبند،ص:۶۲)

۱۵۔ دینِ متین ہی کے ظاہر و باطن کا نام شریعت وطریقت ہے۔جس طرح ظاہری اعمال کے لیے احکاماتِ الٰہیہ فرائض و واجبات ہیں۔اسی طرح باطنی اعمال کے لیے بھی ہیں اور ہم دونوں کے ادا کرنے کے پابند ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اور اسی طرح ضروری و لازمی حقوق العباد ہیں۔تم پر اپنے والدین کے، اپنے بیوی بچوں کے، اپنے احباب کے اور کاروباری تعلق رکھنے والوں کے حقوق بھی کما حقہ ادا کرنا فرض ہے۔ان میں ذرہ برابر بھی کوتاہی کرو گے تو تعلق مع اللہ کی تم کو ہوا تک نہ لگے گی۔ چاہے عمر بھر ہی کیوں نہ مروّجہ رسمی تصوّف کے مجاہدوں، نوافل و وظائف میں سر مارو۔اللہ کی مخلوق کو ناراض کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کو راضی کرلو۔

ایں خیال است محال است و جنوں

۱۶۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ شاہ صاحب بننا آسان، ملک التجار بننا آسان، بزرگ بننا آسان، قطب بننا آسان مگر انسان بننا مشکل اور یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ بزرگ بننا ہو، ولی بننا ہو، قطب بننا ہو تو کہیں اور جاؤ۔اگر انسان بننا ہو تو میرے پاس آؤ۔میں انسان بناتا ہوں۔

(اکابر علماء دیوبند،ص:۶۵)

۱۷۔ میں نے بہت دفعہ طلبہ اور عام لوگوں سے کہا ہے کہ دو باتوں پر پختہ ہو جائیں۔

میں ذمہ لیتا ہوں وصول الی اللہ کا۔ ایک گناہوں سے بچنا دوسرے کم ملنا اور تھوڑی خلوت ذکر وفکر کے لیے۔ (اکابر علماء دیوبند، ص: ۱۴۰)

۱۸۔ وساوس کا علاج واللہ بے التفاتی ہے۔ حدیث شریف میں جو تھتکارنا آیا ہے اس سے مراد اعراض وترکِ التفات ہے۔ (کمالاتِ اشرفیہ، ص: ۱۶۹)

۱۹۔ جب تک نسبت راسخ نہ ہوجائے مختلف بزرگوں سے ملنا اچھا نہیں۔ (ایضاً، ۱۷۰)

۲۰۔ حق تعالیٰ تک پہنچنے کا یہی راستہ ہے کہ

اخلاقِ رذیلہ جاتے رہیں، حمیدہ پیدا ہوجائیں
معاصی چھوٹ جائیں، طاعت کی توفیق ہوجائے

غفلت من اللہ جاتی رہے اور توجہ الی اللہ پیدا ہوجائے۔ (کمالاتِ اشرفیہ، ص: ۱۷)

۲۱۔ تصوّف اخلاق ہی کا نام ہے۔ تعمیر الظاہر والباطن۔ یعنی ظاہر کو اعمالِ شرعیہ سے آراستہ کیا جائے اور باطن کو اخلاقِ حسنہ سے اور یہی حاصل ہے تزکیۂ نفس کا۔ جو درحقیقت کتاب وشریعت کے نزول کی غایت اور نبی ورسول ﷺ کی بعثت کی نہایت ہے۔

(اقوالِ سلف، ج:۳۔ص:۳۴۳)

۲۲۔ حضرت مولانا تھانویؒ نے آخری وقت یہ وصیت فرمائی

کسی کو اگر میں نے مارا بھی ہو
بری بات کہہ کر پکارا بھی ہو
وہ آج آن کر مجھ سے لے انتقام
قیامت کے دن پر نہ رکھے یہ کام
کہ خجلت بروز قیامت نہ ہو
خدا پاس مجھ کو ندامت نہ ہو

(حقوق العباد کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ ہمارے اکابر کا خاص امتیاز ہے۔)

(اقوالِ سلف، ج:۷، ص: ۵۵۷)

۲۳۔ میں مشائخ کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بھی اپنے کو مستغنی نہ سمجھیں۔ اپنے لیے وہ

بھی کسی بڑے سے مشورہ لیتے رہیں۔ اگر بڑے نہ ہوں تو اپنے چھوٹوں سے مشورہ لے لیا کریں۔

وصایا حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

بعد الحمد و الصلوٰۃ احقر اشرف علی مظہر مدعا ہے کہ یہ چند تنبیہات بطور وصیت کے معروض ہیں۔ تذکیراً و تذکراً بقول اللہ تعالیٰ ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ﴾ (سورۂ رحمٰن:۲۶-۲۷) و بقول رسول اللہ ﷺ اَكْثِرُوْا ذِكْرَهَا هَادِمَ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ

(۱) حدیث مرفوع ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا حَقُّ امْرَءٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوْصٰى فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَ وَصِيَّتُهُ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ۔ (رواہ الشیخان عن ابن عمرؓ)

جس سے حقوقِ واجبہ کی وصیت کا وجوب اور حقوقِ غیر واجبہ کی وصیت کا لعدم بطور عموم مجاز کے مستفاد ہوتا ہے۔

(۲) اس ناکارہ کی عمر اس وقت قریب پچاس سال کے آ گئی ہے۔ یعنی ۴/ ربیع الثانی سن ۱۳۴۰ھ کو پورے پچاس سال ہو جائیں گے اور اس وقت جو حالت موجودہ ہے اس کے اعتبار سے اس قول کا مصداق ہے

ایکہ پنجاہ رفت و در خوابی
مگر ایں پنج روز دریابی

جیسا کہ اس کے چند سال قبل ایک موقع پر یہ لکھ چکا تھا

چہل سال عمر عزیزت گزشت
مزاج تو از حال طفلی نگشت

(۳) نظر بر حدیث بالا و شعر مذکور، بعض امور کے اعتبار سے واجب اور بعض کے اعتبار سے مناسب سمجھا کہ مختصر وصایا حسبِ حالت موجودہ لکھ کر ان کی عام اطلاع کر دوں۔ اس میں میرے نفع کے ساتھ دوسروں کا بھی نفع ہے۔ علماً بھی اور عبرۃً بھی۔ چنانچہ مفصل مطالعہ وصایا سے لازمی و متعدی مصالح ساتھ ساتھ معلوم ہوتے جائیں گے۔ نیز ممکن ہے کہ دوسرے بھی اس کی تقلید کریں تو طاعت کا تسبّب بھی طاعت ہے۔

(۴) میں اپنے سب دوستوں سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے سب معاصی صغیرہ و کبیرہ

عمد و خطا کے لیے استغفار فرمائیں اور جو میرے اندر عادات و اخلاقِ ذمیمہ ہیں ان کے ازالہ کی دعا کریں۔

(۵) میرے بعض اخلاقِ سیئہ کے سبب بعض بندگانِ حق کو حاضرانہ و غائبانہ میری زبان و ہاتھ سے کچھ کلفتیں پہنچیں ہیں اور کچھ حقوق ضائع ہوئے ہیں (اسی طرح اگر کسی کا مالی حق رہ گیا ہو) خواہ اطلاع کر کے لے لیں، خواہ معاف فرما دیں، خصوصاً بعض اوقات اتفاق سے بعضے خط بھیجنے والوں کے ٹکٹ پیسہ والے یا دو پیسہ والے غلطی سے ردی میں نکلے ہیں، جن کے مالک کی تحقیق نہ ہو سکنے سے ان کو مصارفِ لقطہ میں صرف کر دیا گیا، لیکن اہلِ حق کو اختیار ہے، خواہ اس صرف کو جائز رکھیں کہ ثواب ہوگا، خواہ اطلاع کر کے لے لیں۔

خواہ اہلِ حقوق کو اس کی اطلاع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، میں نہایت عاجزی سے سب چھوٹے بڑوں سے استدعا کرتا ہوں کہ للہ دل سے ان کو معاف فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تقصیرات سے درگذر فرمائیں گے۔ میں بھی ان کے لیے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں عفو و عافیت عطا فرمائیں۔ معذرت کرنے والے کی تقصیر سے درگذر کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اور اگر معاف کرنے کی ہمت نہ ہو تو حسبِ فتویٰ شرعی مجھ سے عوض لے لیں۔ خدا کے لیے قیامت پر مواخذہ نہ رکھیں کہ اس کا کسی طرح تحمل نہیں۔

(۶) اس قبیل کی کوتاہیاں جو دوسروں سے میرے حق میں ہوگئی ہوں، میں بطیبِ خاطر گزشتہ اور آئندہ کے لیے محض اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کو اور اپنی خطاؤں کی معافی کی توقع پر وہ سب معاف کرتا ہوں۔

(۷) چونکہ محبت میں اکثر مدائح غیر واقعیہ مشہور کر دیے جاتے ہیں، اس لیے میں اپنی سوانح لکھا جانا پسند نہیں کرتا۔ اگر کسی کو بہت ہی بے تابی کا شوق ہو اور دوسرے اہلِ تدوین و تحقیق بھی اجازت دیں تو روایت میں احتیاطِ شدید کو واجب سمجھنا چاہیے، ورنہ میں بری ہوتا ہوں۔

(۸) تالیفات کے بعض مقامات میں مجھ سے اختصار موہم یا زیادت موہمہ یا غفلت سے کچھ لغزشیں بھی ہوئی ہیں، جو اس وقت ذہن میں حاضر ہیں، ان کی اطلاع جزوی طور پر دیتا ہوں، اور جو اس وقت ذہن میں حاضر نہیں، ان کے لیے دو قاعدے عرض کرتا ہوں۔

ایک یہ کہ میری کسی ایسی تصنیف میں جو اس محل لغزش سے متاخر ہو اس کی اصلاح کر دی گئی ہو، اور متاخر ہونا تاریخ کے ملانے سے جو کہ ہر تصنیف کے آخر میں التزاماً لکھی گئی ہے معلوم ہوسکتا ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ میری تالیفات میں جو مضمون متعارض ہو اس میں اخیر کا قول میرا سمجھا جائے۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ایسے مواقع مشتبہ کو دوسرے علماء محققین سے تحقیق کرلیا جائے اور ان کے قول کو میرے قول پر ترجیح دی جائے۔ اسی طرح اگر میرا لکھا ہوا کوئی مشتبہ فتویٰ کسی کی نظر سے گزرے اس میں بھی یہی تقریر معروض ہے۔ کیونکہ بعض اوقات لکھنے کے بعد خود مجھ کو بعض جوابوں کا غلط ہونا محقق ہوا ہے۔ میں نے سائل کا پتہ معلوم ہونے پر اس کو مطلع بھی کر دیا ہے لیکن پتہ نہ معلوم ہونے کی صورت میں یا اس سائل کے پاس میری تصحیح کے محفوظ نہ رہنے کی تقدیر پر احتمال غلطی میں پڑنے کا ہوسکتا ہے۔ اس لیے احتیاطاً یہ عرض کیا گیا۔ اب اوّل جزوی غلطیوں کے مقامات کو نقل کرتا ہوں۔ (تفصیلات اشرف السوانح، ج:۳ میں ملاحظہ فرمائیں)

(۹) فروغ الایمان میں ایک جگہ لکھا ہے کہ اگر پابندی احکام کے ساتھ ڈپٹی کلکٹر یا بیرسٹری وغیرہ اختیار کرو، تو چشم ما روشن، دل ما شاد (انتہی) اس سے بظاہر شبہ ان اعمال کے جواز کا معلوم ہوتا ہے، تو سمجھ لینا چاہیے کہ مقصود اس عبارت سے یہ ہے کہ اگر پابندیٔ احکام کے ساتھ ترقی دنیوی ہو تو اجازت ہے۔ یہ مثالیں خود مقصود نہیں کیونکہ ان اعمال کا مشروع ہونا نہ ہونا محتاجِ تفصیل مستقل ہے۔ لہٰذا ان مثالوں کو ارخاء عنان وتسامح پر محمول کرنا چاہیے اور ان کے جواز علی الاطلاق کا شبہ نہ کرنا چاہیے۔

(۱۰) میری تحریرات میں جو مضامین از قبیل علومِ مکاشفہ ہیں، جو کہ علمِ تصوّف کی ایک قسم ہے، جس کو حقائق و معارف سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، اور حججِ شرعیہ ان سے ساکت ہیں، ان کو حسب قاعدہ اصولیہ وکلامیہ اور ثابتہ بدلائلِ شرعیہ کے درجہ میں نہ سمجھنا چاہیے، بلکہ بالکل اعتقاد نہ رکھنا بھی جائز ہے اور اگر اعتقاد رکھے تو محض احتمال کے درجے سے تجاوز نہ کرے۔

(۱۱) میرے کتب خانہ میں ہر قسم کی اور بعض دوسرے فرقوں کی بھی کتابیں بلا میرے قصد کے جمع ہوگئی ہیں۔ سو محض ان کے کتب خانہ میں ہونے سے سب کی صحتِ مضامین کا شبہ نہ

کیا جائے۔ جو کتاب یا جو مضمون قواعدِ شرعیہ کے خلاف ہو اس کو باطل سمجھا جائے۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت میرے ذمہ بالکل کسی کا قرض نہیں اور حق تعالیٰ کا جو معاملۂ فضل اس نکارہ کے ساتھ ہے، اس سے اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اس سے محفوظ رہے گا اور اگر ایسا اتفاق ہوا یا کسی کی امانت میرے پاس ہوئی تو اس کی یادداشت زبانی یا تحریری ظاہر کردی جائے گی۔ اس کے ضمن میں یہ امر بھی قابلِ اطلاع ہے کہ مہر اہلیہ کا بھی ادا کرچکا ہوں، مکانِ مسکونہ اور بعض دوسرے اموال ملا کر یہ سب مہر میں دے دیا۔ اس وقت وہ مکان خالص ان کی ملک ہے۔ وہ اس میں جو چاہیں تصرّف کریں اور اسی طرح اثاث البیت اکثر ان کی ملک ہے اور بعض جو مشترک یا خاص میری ملک ہے، وہ ہم دونوں کو یاد ہے۔ ہر ایک قول اس میں انشاء اللہ تعالیٰ قابلِ تصدیق ہے۔

(۱۳) میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علمِ دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرضِ عین ہے۔ خواہ بذریعہ کتاب ہو یا بذریعہ صحبت۔ بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتنِ دینیہ سے حفاظت ہوسکے۔ جن کی آجکل بیحد کثرت ہے۔ اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

(۱۴) طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ نرے درس و تدریس پر مغرور نہ ہوں۔ اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت وصحبت ونظرِ عنایت پر۔ اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

(۱۵) جو مدرسہ دینیہ فی الحال میرے تعلق میں جاری ہے، وہ ایک خاص شان کا مدرسہ ہے، جس کی تفصیل ضروری میرے مشفق مولوی عبد اللہ صاحب کی تحریر مسمّٰی بہ ظل صفہ سے معلوم ہوسکتی ہے۔ میرا دل یوں چاہتا ہے کہ میرے بعد بھی اس کے ابقاء کی طرف توجہ رکھی جائے اور اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کی خدمت کی جس کو توفیق دے تو وہ اس کے طرز کو جس کا ایک مہتم بالشان جزو تربیتِ اخلاق و اصلاحِ نفس ہے، نہ بدلے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس میں بہت خیر و برکت کی

اُمید ہے۔

(۱۶) دینی و دنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔

۱) شہوت وغضب کے مقتضا پر عمل نہ کریں۔

۲) تعجیل نہایت بری چیز ہے۔

۳) بے مشورہ کوئی کام نہ کریں۔

۴) غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔

۵) کثرتِ کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہو اور کثرتِ اختلاطِ خلق بلاضرورتِ شدیدہ و بلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصاً جبکہ دوستی کے درجہ تک پہنچ جائے پھر خصوصی جبکہ ہر کس و ناکس کو رازدار بھی بنالیا جائے نہایت مضر چیز ہے۔

۶) بدون پوری رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھائیں۔

۷) بدون سخت تقاضا کے ہم بستر نہ ہوں۔

۸) بدون سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔

۹) فضول خرچی کے پاس نہ جائیں۔

۱۰) غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔

۱۱) سخت مزاجی و تند خوئی کی عادت نہ کریں۔ رفق اور ضبط و تحمل کو اپنا شعار بنائیں۔

۱۲) ریاء و تکلف سے بہت بچیں۔ اقوال و افعال میں بھی، طعام و لباس میں بھی۔

۱۳) مقتدا کو چاہیے کہ امراء سے نہ بدخلقی کریں، اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بنائے۔ بالخصوص دنیاوی نفع حاصل کرنے کے لیے۔

۱۴) معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں۔

۱۵) روایات و حکایات میں بے انتہا احتیاط کریں۔اس میں بڑے بڑے دیندار اور فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں۔خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں۔

۱۶) بلا ضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت و تجویز طبیبِ حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔

۱۷) زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت و لایعنی سے احتیاط رکھیں۔

۱۸) حق پرست رہیں۔اپنے قول پر جمود نہ کریں۔

۱۹) تعلقات نہ بڑھائیں۔

۲۰) کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دیں۔

(۱۷) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ لِنِسَائِهِ اِنَّ اَمْرَکُنَّ مِمَّا یَهُمُنِیْ مِنْ بَعْدِیْ وَ لَنْ یَصْبِرَ عَلَیْکُنَّ اِلَّا الصَّابِرُوْنَ الصِّدِّیْقُوْنَ۔ (رواہ الترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بعد اپنی بی بی کی آسائش کی فکر ہونا سنت کے موافق ہے اور امرِ طبعی تو ہے ہی، اس لیے محض اس احتمال پر کہ میرے اہل کا وقت مجھ سے شاید مؤخر ہو جائے ، والغیب عنداللہ، میں عام طور پر مگر خاص ان دوستوں کو جن کی طبیعت پر میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو، وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار ان کے لیے اپنے ذمہ رکھ لیں تو اُمید ہے کہ ان کو تکلیف نہ ہوگی۔اور باقی اصل سپردگی اللہ تعالیٰ کو کرتا ہوں۔

چونکہ احقر نے آخر رمضان سن ۱۳۳۴ھ میں ایک اور نکاح کیا ہے، لہٰذا ان منکوحہ کے متعلق بھی مثل منکوحہ اولیٰ کے دوستوں کو وصیت کرتا ہوں کہ جب میں نہ ہوں یا خدانخواستہ ان کی خبر گیری سے معذور ہو جاؤں تو خواہ دوسری کے لیے بھی بیس روپے ماہوار کا انتظام کرلیں یا دس روپیہ (زائد) کا انتظام کر کے دونوں کو پندرہ پندرہ پیش کر دیں۔

(۱۸) میں اپنے تمام منتسبین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی عمر بھر یاد کر کے ہر روز سورۂ یٰسین شریف یا تین بار قل ھو اللہ شریف پڑھ کر بخش دیا کرے مگر اور کوئی امر خلافِ سنت بدعات عوام وخواص میں سے نہ کریں۔

(۱۹) حتی الامکان دنیا و ما فیہا سے جی نہ لگائیں۔ اور کسی وقت فکرِ آخرت سے غافل نہ ہوں۔ ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیامِ اجل آ جائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو۔ ﴿لَوْ لَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَ اَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ ۔(سورۂ منافقون، آیت: ۱۰) اور ہر وقت یہ سمجھیں ع: شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود۔ اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے، اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔

(۲۰) خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل و اکمل اعتقاد رکھیں۔ اور ہمیشہ خصوصاً بعد پانچوں نمازوں کے نہایت لجاجت وتضرع سے اس کی دعا کیا کریں اور ایمان حاصل پر شکر کیا کریں کہ حسبِ وعدہ ﴿لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ﴾ (سورۂ ابراہیم، آیت: ۷) یہ بھی اعظم اسباب ختم بالخیر سے ہے۔ اور اسی کے ساتھ میں اپنے لیے بھی اس دعا کے لیے درخواست کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی ایمان پر خاتمہ فرمائے۔

وصیت نامہ جزئیہ احقر:

نمبر ۱: میرا مکان جدید اور قبرستان جدید یہ دونوں رجسٹری شدہ وقف ہیں، جن کے وقف ناموں کا ذکر نمبر ۸ میں آتا ہے۔

نمبر ۲: میری نشست کی سہ دری واقع خانقاہ میں جتنی چیزیں موجود ہیں اور اسی طرح سہ دری مذکور کے دونوں حجروں میں بھی یعنی حجرہ نمبر ۱ اور حجرہ نمبر ۲ میں مثل کتب وبکس و کاغذات و ظروف وادویہ و پارچہ وفرش و پردے وغیرہ سب میری ملک ہیں باستثناء ان اشیا کے جن کی تفصیل ایک دفتی پر لکھ کر حجرہ نمبر ۱ کی الماری کے ایک تختہ پر رکھ دی ہے، نیز باستثناء ان پنکھوں کے جو بعض اوقات مسجد سے اس سہ دری میں آ جاتے ہیں اور اسی طرح دستی ڈاک کا لیٹر بکس اور سہ دری کے باہر کے دونوں اعلان مطبوع وقلمی بھی سب میری ملک ہیں۔ نیز سہ دری مذکور کے باہر

اس کے متصل مقفل الماری میں سب بوتلیں وغیرہ اور سہ دری مذکور کے اندر مقفل کھڑکی میں سب لفافے اور کاغذات وغیرہ میری ملک ہیں۔

نمبر۳: دونوں گھروں میں کچھ میری مملوکہ اشیاء ہیں، مثل پارچہ جات وفرش وبستر وبکس اور مختصر ظروف اور چند گملے باستثناء ان اشجار کے کہ گھر کی ملک ہیں، اور مکان جدید کے روئی دار پردے اور کرسیاں اور بعض چارپائیاں وتخت وگھڑونچی اور چارپائیوں کے نیچے رکھنے کے پائے اور بعض متفرق اشیاء جو کہ وقف مکان کے جزو یا مثل جزو کے نہ ہوں (کیونکہ ایسی اشیا جیسے میخیں اور کیواڑ اور الگنی کے بانس تبعاً للوقف وقف ہیں) البتہ فرشی پنکھا مع تار کے وقف نہیں۔

ایسے ہی جن اشیاء کا اتصال عارضی ہے اور جس اتصال کے عارضی یا مستقل ہونے میں تردد ہو یا اختلاف ہو تو فاعل اتصال کی نیت پر اور اس کی تحقیق نہ ہو سکے تو اہل بصیرت کی رائے پر عمل کیا جائے اور ان اشیاء کی تفصیل وتعیین دونوں گھروں سے معلوم کی جائے۔

اور اختلاف وصی یا ورثہ کے وقت شرعی حکم پر عمل کیا جائے اور بعضے نمبروں میں جو اپنی بعض اشیاء مملوکہ کی تصریح کر دی ہے وہ تخصیص کے لیے نہیں بلکہ تمثیلاً ایسی چیزوں پر تنبیہ ہے جن کی طرف ذہن نہ جاتا یا تردّد کے ساتھ جاتا۔

نمبر۴: بعد مصارف تجہیز وتکفین ضروری وادائے دیون، جن کی یادداشت کا ذکر نمبر ۷ میں آتا ہے، بقیہ جمیع ترکہ (جس میں میرا دَینِ یافتنی بھی داخل) جس کی یادداشت کا ذکر نیز نمبر ۷ میں آتا ہے، ایک ربع نکال کر اس میں سے اوّل امانات مذکورہ ۵ و ۶ کے متعلق مالکوں کو اطلاع دیں، اور امانات کو ان کے پاس پہنچانے میں جو خرچ ہو وہ اس میں لے لیا جائے۔

پھر اس ربع کے بقیہ کو مصارفِ خیر میں خاص اسی ترتیب سے جو ابھی مذکور ہوتی ہے صَرف کیا جائے۔ اس ربع میں میری وہ کتب بھی ہیں جن پر لفظ وقف نہ لکھا ہو، ان کتابوں کو مدرسہ امداد العلوم میں کیا جائے۔ اور اگر اس کے قبل کسی اور مدرسہ کے لیے وصیت لکھی ہوئی پائی جائے، اس سے رجوع کرتا ہوں، اور جن کتابوں پر وقف لکھا ہے اس پر جس مدرسہ کا نام لکھا ہے وہ بحالہا اسی کے ساتھ مخصوص رہیں گی۔

اور اس ربع میں خانقاہ کی سہ دری نشست کے ٹاٹ کے پردے اور جاجم کے نیچے بچھی

ہوئی چٹائیاں اور دوسری سہ دری ملحقہ کی ایسی ہی بچھی ہوئی چٹائیاں اور سامنے کے پا انداز ٹاٹ اور اسی طرح ایک اور دو حجروں کی بچھی ہوئی چٹائیاں بھی داخل ہیں۔ یہ سب اپنی اپنی جگہ بطور وقف چھوڑ دی جائیں۔

اسی طرح سہ دری کے سامنے سائبان میں جو مصلیٰ ٹاٹ کے استر کا بچھا ہے محراب مسجد میں بچھا دیا جائے (اور کھڑی ہوئی چٹائیاں یا جاجم کے اوپر بچھی ہوئی اور خود جاجم اس میں داخل نہیں۔)

اور اس ربع میں العدور و النذور کے نسخے بھی ہیں۔ ان کو جہاں تک آسانی سے پہنچانا ممکن ہو پہنچایا جائے۔ خصوصاً اہلِ خلاف کو، اور اسی ربع میں تنبیہات کے بعض تتمے بھی ہیں، شائقین کو دیے جائیں۔

اور اسی ربع میں اُردو اور عربی کے شجرے بھی ہیں۔ یہ مانگنے والوں کو دے دیے جائیں اور ان تتموں اور شجروں کی اطلاع کا ایک اعلان بقلم جلی لکھ کر آویزاں کر دیا جائے۔ اور اس ربع میں ردی کاغذات بھی ہیں، جن کا اکثر حصہ سہ دری مذکورہ کے شرقی حجرہ میں ایک معمولی بکس میں رہتا ہے۔ یہ غیر ورثہ میں سے جس کو چاہیں دے دیں۔ اور اگر ورثہ میں سے کوئی لینا چاہیں ان کو بہ قیمت دی جائے۔ پھر وہ قیمت اس ربع میں داخل ہو جائے گی۔

اور اس ربع میں وہ چیزیں بھی داخل ہیں جو تجہیز کے بعد بچ جاتی ہیں، جیسے غسل کے گھڑے، بدھنے (اگر اتفاقاً منگا لیے گئے ہوں)، چارپائی، اوپر کا چادرہ یا کوئی اور بچا ہوا تختہ، یہ چیزیں مساجد یا مساکین یا ہر دو میں صرف کر دیں۔ بعینها یا بقیمتها۔

اور اس ربع میں وہ مسواکیں بھی ہیں جو حجرہ کی غربی دیوار کے طاق میں رکھی ہیں، وہ جس کو چاہیں تقسیم کر دیں اور اس ربع میں قبرستان کی بچی ہوئی اینٹیں اور وہاں کی ڈولچیاں بھی ہیں۔ اسی طرح قبرستان یا مکان جدید میں جو آلات تعمیر کے ہیں، مثلاً تسلہ و چھلنہ و کھرپہ و پھاوڑا و بلی، یہ سب اس ربع میں داخل ہیں۔

اینٹوں سے بلی تک کی اشیاء کا مصرفِ اوّل قبرستان ہے، خواہ بعینها یا اس کی قیمت تیاری باڑ و خدمت اشجار و تنخواہ خادم و خرید ضروریات میں صرف کی جائے، اور اگر قبرستان میں حاجت نہ ہو تو باستثناء ڈولچی کہ قبرستان کے کنویں پر رہنا چاہیے، ان بقیہ اشیاء کا مصرف مدرسہ امداد العلوم

ہے۔ اینٹیں تو بعینہا اگر تعمیر کی حاجت ہو، ورنہ بقیمتہا اور اگر دیگر اشیاء اشیاء بقاء عین کے ساتھ اور ہر حال میں جب تک ان اشیاء کا عین باقی رہے قبرستان مدرسہ و ہر دو مکان میں سے جہاں بھی حاجت ہو استعمال کے لیے دی جایا کریں۔

اور اس سامانِ تعمیر میں تارکول و فنائل و سیمنٹ و امثالہا داخل نہیں۔ وہ دیگر اشیاء کے ترکہ میں ہیں اور اگر ربع میں ان جمیع اشیاء مذکورہ نمبر ہذا کی گنجائش نہ ہو تو مصرف اطلاع و رد امانات تو ہر حال میں مقدم ہے۔ بقیہ ان سب مصارف پر حصہ رسد تقسیم کر دیا جائے۔

اور اگر ان سب مصارف کے بعد بھی ربع میں سے کچھ بچ جائے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اوّل قبرستان کی باڑ و خدمتِ اشجار و تنخواہ عامل میں وقت احتیاج تک صرف ہوتا رہے، اور بعد ختم احتیاج وہ بقیہ دونوں گھروں میں نصف نصف دے دیا جائے کہ وہ اپنی رائے سے مصارف خیر میں صرف کر دیں۔ یہ تو ربع کا ذکر تھا۔

باقی تین ربع ورثہ شرعیہ میں تقسیم کیا جائے اور اس ترکہ میں وہ کنجیاں بھی ہوں، جو علاوہ آہنی چھلوں کی کنجیوں کے (جو کہ ہر وقت کے مستعمل قفلوں کی ہیں، اور وہ بھی داخل ترکہ ہیں) میرے ڈیسک کی ایک تھیلی میں رکھی ہیں۔ ان میں بعض کنجیاں تو ثنیٰ ہیں۔ وہ تو جو قفل جس طرف جائے اس کے تابع ہیں اور بعض کنجیاں بے کار ہیں۔ وہ دیگر اشیاء میں شامل کر دی جائیں، البتہ ان میں ایک کنجی مدرسہ کی ہے جو کہ فلاں کو معلوم ہے۔

نمبر ۵: امانات کی تھیلیوں یا لفافوں میں جو کہ میری ملک ہیں، اہلِ امانات کے نام اور پتے اور کچھ یادداشتیں لکھی ہوئی ہیں۔ ان پتوں پر ان لوگوں کو مع ان یادداشتوں کے بذریعہ خط رجسٹری کے اطلاع کی جائے۔ اس اطلاع میں جو صرف ہوگا، اس کا ذکر نمبر ۴ میں آچکا ہے۔ اگر کوئی صاحبِ امانت زندہ نہ ہوں تو ان کے ورثاء کو اسی طرح اطلاع کی جائے۔ اگر کوئی وارث نابالغ ہو، اس کا حکم نمبر ۶ میں آتا ہے اور جواب نہ آئے تو علماء سے حکم شرعی پوچھ کر اس پر عمل کیا جائے اور تحقیق ورثہ میں بھی اسی مد اطلاع سے صرف ہوگا، اور جس میں کچھ لکھا ہوا نہ ملے یا لفظ ذاتی لکھا ہوا ملے، وہ میری ملک ہے اور شاملِ ترکہ ہے۔

اور شاید کسی تھیلی میں لفظ حساب مشترکہ لکھا ہوا پایا جائے۔ یہ وہ رقم ہے جس کو میں ہر مہینہ

کے ختم پر گھروں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ مگر قبل تقسیم وہ میری ملک ہے۔ اس میں تقسیم نہ ہوگی۔ البتہ ربع اس کا بھی نکال کر ربع مذکور نمبر ۴ میں شامل کر دیا جائے اور اس تھیلی میں اگر کسی اہلیہ کے نام پر کوئی رقم جمع شدہ نظر آ جائے، وہ ان کو تملیکاً بہ توقع دوسری کو مساوی کر دینے کے دی گئی ہے، مگر نہ .... وہ ان سے واپس لی جائے، نہ دوسری کو عدل کے واسطہ اتنی دی جائے، کیونکہ عدل واجب حیات کے ساتھ منقطع ہو چکا، اور نیت کے سبب عدمِ عدل کا مواخذہ بھی نہ ہوگا۔ البتہ اگر ایک کو حالت یاس میں دینا حجۃ شرعیہ سے ثابت ہو جائے تو وہ واپس کر لیا جائے۔

نمبر ۶: متعلقہ مبلغ (کذا) از (فلاں) محلّہ (فلاں) شہر (فلاں) برائے ایصال ثواب بوالد خود مولوی (فلاں) و متعلقہ مبلغ (فلاں) از (فلانہ) معرفت (فلاں) مقام (فلاں) ان دونوں رقموں کی کتابیں مسمّٰی بہ (فلاں) میاں (فلاں) تاجر کتب (فلاں) سے وصول کر کے دونوں صاحبِ رقم کو نشان بالا پر بذریعہ خط رجسٹری اطلاع کی جائے کہ یہ کتابیں اتنی تعداد میں آپ کی رقم سے تیار ہوئی ہیں، ان کو کیا کیا جائے، اگر کوئی صاحب رقم زندہ نہ ہوں، ان کے ورثاء سے پوچھا جائے، مگر نابالغ کا حصہ ہر حال میں انہی کو پہنچایا جائے، اور اگر جواب نہ آئے تو مدرسہ امداد العلوم یا اس کے متعلق مجلسِ خیر میں داخل کر کے فروخت کر کے اس کی ضروریات میں خرچ کریں اور اگر کوئی خبر محقق آ جائے تو موجودات میں بتفصیل مذکور فی اطلاع الورثہ عمل کریں، اور صرف شدہ کا ضمان رقم مجلس سے ادا کر دیں۔ نابالغوں کو تو ضرور اور بالغوں میں جو مطالبہ اپنے حق کا کریں، اور اس میں جو صرف ہوا اس کا ذکر نمبر ۴ میں آ چکا ہے۔

نمبر ۷: میرے ذمہ جو کسی کا دَین ہے یا اوروں کے ذمہ میرا دَین ہے، اس کی تفصیل میرے ڈیسک کے ایک دراز میں ایک کرچ کے بٹوے میں ہے اور کبھی مکان خورد کے کمرہ خورد کی الماری میں چوبی صندوقچہ میں بھی رکھ دی جاتی ہے، اور احتیاطاً سیاہ جلد والی بیاض میں بھی تلاش کر لیا جائے، اور اس بیاض میں بعض اور سرخیاں بھی نظر آئیں گی، ان کا وصیت سے کوئی تعلق نہیں، البتہ ایک سرخی ملے گی حساب طعام خانہ۔ اس کا مفہوم وہ خرچ ہے جو اپنے کھانے کی بابت گھروں میں دیتا ہوں، ان سے پوچھ لیا جائے کہ ان کا کچھ باقی ہے، یا میرا کچھ نکلتا ہے۔ وہ دَین کی فرد ہے۔

نمبر ۸: خانقاہ کی ....نشست کی سہ دری میں جو مقفل کھڑکی ہے، اس کے ایک گوشے میں ٹین کے نلکہ کے اندر ضروری کاغذات وقف وغیرہ کے متعلق رکھے ہیں۔ وہ متولی وقف کو دے دیے جائیں۔ جس کا نام اسی وقف نامہ سے معلوم ہوگا۔ نلکہ بھی کاغذات کی تبعیت میں وقف ہے۔

نمبر ۹: میرے بعد میرے نام کے خطوط خواہ لفافے میں ہوں یا کارڈ یا جوابی ہوں یا غیر جوابی، اسی طرح منی آرڈر بھی وصول نہ کیے جائیں بلکہ ان پر کیفیت لکھ کر واپس کر دیے جائیں۔ البتہ اگر کوئی منی آرڈر کوپن سے مدرسہ کا معلوم ہو تو ڈاک والے اگر وعدہ کریں کہ مرسل کا خط دیکھ کر ہم واپس دے دیں گے تب تو جس قدر قانون میں گنجائش ہو ڈاک خانہ میں امانت رکھا کر مرسل کے پاس خط بھیج کر دریافت کر لیا جائے، اور اس خط کا محصول میرے اس ربع سے دے دیا جائے جس کا ذکر نمبر ۴ میں گزر چکا ہے، پھر وہ خط اہلِ ڈاک کو دِکھلا کر منی آرڈر وصول کر لیا جائے۔ اور اگر اس طرح وصول کرنا خلافِ قواعد ڈاکخانہ ہو تو ابتداء ہی میں واپس کر دیا جائے۔

نمبر ۱۰: میرے ایصالِ ثواب کے لیے کبھی جمع نہ ہوں۔ نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام۔ اگر کسی دوسرے اتفاق سے بھی جمع ہو جائیں، تو تلاوت وغیرہ کے وقت قصداً متفرق ہو جائیں اور ہر شخص منفرداً بطور خود جس کا دل چاہے دعا و صدقہ و عبادتِ نافلہ سے نفع پہنچائے نیز میری مستعمل چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات کا سا معاملہ نہ کریں البتہ اگر کوئی محبت سے شرعی طریق سے اس کا مالک بن کر مخفی طور پر اپنے پاس رکھے مضائقہ نہیں۔ اس کا اعلان اور دوسروں کے دِکھلانے کا اہتمام نہ کیا جائے۔

ضمیمہ

۱۔ تمام نسخے رافع الفنک غیر مجلد تقسیم کے لیے ہیں اور شیخ (فلاں) صاحب کی مملوک ہیں۔

۲۔ تمام نسخے غیر مجلد ہدیہ سنیہ و تقلیل الاختلاط مع الانام اور اسرار العبادۃ تقسیم کے لیے ہیں اور مملوکہ حاجی (فلاں) صاحب کے ہیں۔ ان سب کے ساتھ مثل دیگر امانات کے معاملہ کیا جائے، جس کی تفصیل وصیت نامہ نمبر ۵ میں ہے۔ اور اگر انہی کتابوں کے نسخے حجرہ نمبر ۲ میں پائے جائیں وہ میری ملک ہیں۔ اسی طرح اسی حجرہ کی رسّی پر جو کپڑے رکھے ہیں وہ مساکین کے

لیے ہیں۔ میں ان کی تقسیم میں وصی ہوں۔ یہ تقسیم کردیے جائیں۔

۳۔ لمبی تپائی مولوی (فلاں) کی ہے۔ وہ ان کو دے دی جائے۔

۴۔ سہ دری میں جو گھڑی گھنٹہ دار رکھی ہے یہ مدرسہ کی ہے۔

۵۔ سہ دری میں کھونٹی پر جو چوبی تختی رمضان کے نقشہ کی ہے وہ بھی میری ملک نہیں۔

۶۔ لفافہ دان جو میری چوکی کے برابر رکھا رہتا ہے، اس کے سب سے اخیر اور نشیبی درجہ میں اور اسی سہ دری کی جنوبی دیوار کے بڑے طاق میں باستثناء رسائل کہ وہ میری ملک ہیں، اکثر کچھ کاغذات رہتے ہیں وہ دوسروں کی ملک ہیں۔

مطبوعات پر تو مالکوں کے نام ہیں، ان کو دے دیے جائیں اور خالی لفافہ بلانمبر یا جوابی کارڈ بلانمبر کاتبوں کے پاس مع اطلاع واقعہ بھیج دیے جائیں اور نمبر دار لفافے یا کارڈ استفتوں کے متعلق ہیں، انہی نمبروں کے فتوے کاتب یا ناقل فتاویٰ سے لے کر بھیج دیے جائیں۔ اور اگر ان نمبروں کے فتوے نہ ملیں، گم ہوجانے کی اطلاع کردی جائے اور جن پر لفظ لقطہ لکھا ہو، وہ مصارفِ لقطہ میں صرف کیے جائیں۔ اسی طرح جن میں ٹکٹ ہو اور پتہ نہ ہو وہ بھی لقطہ ہے۔

نوٹ: (متعلق وصیت نامہ ماقبل) ان وصایا میں مولوی شبیر علی کو وصی بناتا ہوں۔ اور ان کو دو مشورے دیتا ہوں۔

ایک یہ کہ ان وصایا کی تنفیذ کے وقت کسی متدین خوش فہم عالم کو بھی شریک کرلیں۔ دوسرے یہ کہ تنبیہات وصیت مدرسہ سے یا اور کہیں سے لے کر اور اس کے تتمات میرے ڈیسک میں سے نکال کر ان پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔ ان میں جو وصایا مقتضائے وقت ہوں، ان پر بھی عمل یا ان کا اعلانِ خاص یا عام کیا جائے، اور ان کے کسی جزو میں اگر تعارض ہو، اخیر پر عمل کیا جائے، جس کی تعیین تاریخِ کتابت سے ہوجائے گی۔

مزید تفصیلات:

۱۔ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں جو کتب احقر کے آنے سے پہلے کی ہیں، ان کو مع ان کی فہرست کے جدا رکھا گیا ہے، اور جو کتب میری معرفت آئی ہیں، وہ مع فہرست جدا ہیں۔ اور واقفین نے ان کی نقل وغیرہ کا مجھ کو پورا اختیار دیا ہے، اس لیے میں نے یہ تجویز کیا ہے کہ اگر

خدانخواستہ کسی وقت یہاں ان سے انتفاع نہ ہو سکے تو مدرسہ دیوبند میں ان کو منتقل کردیا جائے۔

۲۔ مولوی ظفر احمد کو وصیت کرتا ہوں کہ جو مواعظ میری نظرِ اصلاح سے رہ جائیں بشرکت مولوی شبیر علی یا خواجہ عزیز الحسن یا حکیم محمد مصطفیٰ یا اور جو ان کی نظر میں صالح للا عانت ہوں ان کی معیت میں ان پر منجانب مجلس نظر اصلاحی کرلیں۔

۳۔ میں نے مختلف اوقات میں جن صاحبوں کو بیعت لینے اور تعلیم و تلقین کی اجازت دی ہے، ان میں سے بعض حضرات (اگر چہ وہ قلیل ہی ہیں) مجھ سے خط و کتابت اس قدر کم رکھتے ہیں کہ وہ ان کے حالاتِ موجودہ کے اندازہ کرنے کے لیے کافی نہیں، اور اجازت کی حالت کا (کہ ان کا حاصل حالاً درستی اور بنا بر مناسبت مالاً توقع رسوخ ہے) متغیر ہو جانا کچھ مستبعد نہیں۔

"فَاِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْهِ الْفِتْنَةُ"

بلکہ یہ احتمال بعد راسخ ہوجانے کے بھی محال نہیں، اگر چہ نادر بحکم معدوم ہے، کیونکہ رسوخ واقعی کا جس میں تغیر عادۃً محال ہے علم قطعی کس کو ہوسکتا ہے، اور ظن کی خود حقیقت جانب مخالف کے متہم ہونے کو بتلا رہی ہے۔

اس لیے احتیاطاً سب مجازین کے متعلق، بالخصوص مکاتبت نہ رکھنے والوں کے بارے میں یہ عرض ہے کہ ان سے رجوع کرنے میں محض میری اجازت پر اعتماد نہ رکھیں بلکہ جو علامات احقر نے تعلیم الدین میں صاحبِ کمال کی لکھی ہیں، ان پر منطبق کر کے عمل کریں۔ میں اپنے بعد اس کا بار نہیں رکھنا چاہتا۔ (ماخوذ از وصایا منتخبہ اشرف السوانح، ج:۳،ص:۱۱۳۰۔ مطبوعہ ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔ مذکورہ وصایا سے متعلق مزید جملہ تفصیلاتِ جزئیہ کے لیے اشرف السوانح کا مطالعہ فرمائیں۔)

ارشاداتِ حکیمانہ حکیم الامتؒ

فرمایا: اگر نفس کے ضروری حقوق میں یا عیال کے حقوق میں کسی قسم کی بھی کوتاہی کا احتمال ہو تو اس حالت میں یہاں (یعنی خانقاہ میں) قیام کرنا نافع نہیں۔ (رسالہ المبلغ، حصہ ۴)

ف: سبحان اللہ آپ کے یہاں حدودِ شرع کی کیسی کچھ رعایت تھی وہ اظہر من الشمس ہے۔ اسی کو توسط و اعتدال کہتے ہیں جو اس اُمت کا طرۂ امتیاز ہے۔

فرمایا: مجھ کو ایسی پارٹی بندی پسند نہیں کہ ایک ہی خیال ومشرب کے ہو کر نسبتوں سے فرق ظاہر کریں جیسے ایک صاحب نے اپنے نام کے ساتھ اشرفی لکھا تھا، بلا ضرورت ایسی نسبتیں متضمّنِ مفاسد ہیں۔ (حوالہ بالا)

ف: یہ بھی حضرت کی حقانیت اور للّٰہیت کی بات ہے کہ اپنی طرف نسبت کو بھی گوارا نہ فرمایا۔ مگر افسوس کہ اب ہم لوگوں کا یہ حال نہیں ہے۔ (مرتب)

فرمایا: میں اپنے دوستوں کو مشورہ دیتا ہوں اور خود بھی اس پر عامل ہوں کہ حق تعالیٰ سے اپنی بہبود اور فلاح کے لیے دعا کریں۔ یہ بڑا عمل ہے اور اس سے بڑا عمل یہ ہے کہ خدا کے راضی کرنے کی فکر میں لگ جائیں۔ اگر مسلمان ایسا کریں تو چند روز میں انشاء اللہ کایا پلٹ ہو جائے۔ حقیقی مالک تو حق تعالیٰ ہی ہیں، اس لیے انہی سے مانگو۔

ف: یقیناً فلاح و بہبود حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے جو حضرت حکیم الامتؒ نے ارشاد فرمایا۔ کاش کہ ہم مسلمان اس پر عمل پیرا ہو جاتے تو پھر کام بن جاتا۔ (مرتب)

فرمایا: روزی کا مدار عقل پر نہیں، محض عطائے حق پر ہے۔ ایسے لاکھوں ہزاروں ہیں کہ وہ بیوقوف ہیں مگر ان کو رزق عقل والوں سے ہزار درجہ زائد مل رہا ہے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۂ رعد، آیت: ۲۶) اللہ تعالیٰ جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے۔

اس لیے اس کا ملنا غیر اختیاری ہے چنانچہ بعض لوگ ساری عمر افلاس میں گزار جاتے ہیں۔ پس اگر کسی کو وسعتِ رزق میسر ہو جائے تو اس کی قدر کرنی چاہیے اور اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ کفرانِ نعمت نہ ہونے پائے۔

ف: یہ نصیحت ہر صاحبِ دولت ونعمت کو پیش نظر رکھنا لازم ہے تاکہ شکرِ نعمت ادا ہو، و باللہ التوفیق۔ (مرتب)

فرمایا: میری رائے ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ بلاتوسط کسی تفسیر کے مثل دوسرے متونِ کتاب کے محقق استاذ سے سبقاً سبقاً پڑھنا چاہیے۔ ایسا نہ ہونے سے طلبہ کو قرآن مجید سے مناسبت نہیں ہوتی، یہ خود ایک مستقل مقصود ہے اس لیے اہلِ مدارس کو اس کی طرف توجہ کرنی

چاہیے۔(حوالۂ بالا)

ف : بہت ہی تجربہ کی بات ہے، حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ بھی اس کی طرف رغبت دلاتے تھے۔(مرتب)

فرمایا: مجھ کو یہ بات بہت ہی ناپسند ہے کہ لوگ دوسروں کو بہکا بہکا کر مرید کرانے کے لیے لاتے ہیں۔ یہ بڑی غیرت کی بات ہے۔

ف : سبحان اللہ! کیسی عمدہ بات ارشاد فرمائی جو نقشِ قلوب کیے جانے کے لائق ہے۔ خصوصاً حضرت حکیم الامتؒ کے منتسبین کیلئے۔اور یہ بات تو عقلاً بھی قبیح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ جب طالب کے اندر مطلوبیت کی شان پیدا ہو جائے گی تو بھلا اس کو شیخ سے کیا نفع ہوگا؟(مرتب)

فرمایا کہ: روپیہ کو حفاظتِ دین کا ذریعہ بنانا، اس کی اعلیٰ درجہ کی قدردانی ہے۔مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اس قدر قدر کرو کہ دین کی بے قدری ہونے لگے۔اگر دونوں کو جمع نہ کرسکو تو پھر دنیا کو دین پر نثار کردو اور اگر جمع کرسکو تو کرو مگر اس کی شرط یہی ہے کہ دین محفوظ رہے۔حقوقِ واجبہ ادا ہوتے رہیں۔ورنہ وہ مال وبالِ جان بلکہ وبالِ ایمان ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ نعمت کی قدر ہونی چاہیے مگر نہ اتنی کہ منعم کی بے قدری ہونے لگے ...... ہمارے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ عاشق احسانی ہیں۔ عاشق ذاتی وصفاتی نہیں، اس لیے کہ جب تک آرام سے رہتے ہیں کچھ محبت رہتی ہے اور تکلیف میں کچھ بھی نہیں رہتی۔

نعمتِ مال کی بے قدری کی دو صورتیں ہیں ؛ ایک اسراف، دوسرے بخل۔ اسی لیے اسراف اور بخل دونوں کی ممانعت ہے۔یعنی اگر مال غیر مستحق کو دیا تو یہ اسراف ہوگیا اور اگر مستحق کو بھی نہ دیا تو یہ بخل ہے۔اور یہ دونوں ہی صورتیں نعمتِ الٰہی کی بے قدری کی ہیں۔

پھر بخل اور اسراف میں بھی فرق ہے یعنی دونوں ہی برے ہیں مگر اسراف بخل سے زیادہ برا ہے اس لیے کہ اسراف بعض اوقات افلاس کا سبب ہو جاتا ہے اور افلاس کفر ہے، رہا بخل تو اس سے کفر نہیں ہوتا۔

اس لیے میں عوام کے خیال کے خلاف اسراف کو زیادہ برا سمجھتا ہوں۔جس کی وجہ ظاہر

ہے کہ بخیل کو حاجات میں پریشانی نہیں ہوتی اور مسرف کو پریشانی ہوجاتی ہے اور اس پریشانی میں اپنا دین تک چھوڑ دیتا ہے۔ (رسالہ المبلغ، جمادی الاول ۱۳۵۸ھ)

ف: حضرت حکیم الامتؒ کا یہ ملفوظ نہایت جامع اور بصیرت افروز ہے لہٰذا اس کا مطالعہ بغور کریں اور اس کے مطابق کاربند ہوں۔ (مرتب)

فرمایا: سرکشی، تمرّد دربارِ الٰہی میں بیحد ناپسند ہے۔ ان کے دربار[1] میں تو عاجزی، عبدیت، انکساری، بندگی، تواضع، خضوع جیسی صفات پسندیدہ ہیں۔

فرمایا: اصلاح کا باب نہایت ہی نازک ہے۔ ہر شخص اصلاح نہیں کرسکتا جیسے ہر شخص طبیب نہیں بن سکتا اور علاج نہیں کرسکتا۔ چنانچہ صالح بننا سہل ہے مگر مصلح بننا مشکل ہے جیسے تندرست ہونا آسان مگر معالج بننا مشکل ہے۔

ف: سبحان اللہ! کیا ہی حکمت و دانائی کی باتیں ہیں جو آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ (مرتب)

فرمایا: محض محبتِ طبعی سے کام نہیں چلتا بلکہ محبتِ عقلی کی ضرورت ہے خواجہ ابوطالب کو حضور ﷺ کے ساتھ طبعی محبت تھی مگر عقلی نہ تھی، اس لیے وہ کچھ بھی کام نہ آئی۔ اگر ان کو عقلی محبت ہوتی تو سب سے پہلے وہی ایمان لاتے۔

ف: بہت ہی نکتہ کی بات ارشاد فرمائی جس سے خواجہ ابوطالب کے ایمان نہ لانے کا مسئلہ بخوبی حل ہوگیا۔ (مرتب)

فرمایا: سلامتی اس میں ہے کہ شغل سے خالی نہ رہے خواہ دنیا ہی کے کسی جائز کام میں مشغولی ہو۔ ہر حال میں شغل بے شغلی سے اچھا ہے۔ تجربہ ہے کہ جب انسان بالکل خالی ہوتا ہے اس پر شیطان مسلط ہوجاتا ہے۔

---

[1]: مناسب مقام ہونے کی وجہ سے 'مکتوباتِ معصومیہ' سے یہ مضمون پیش خدمت ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کرام مفید ہونے کی وجہ سے پسند فرمائیں گے: ''حلقۂ ذکر کا اہتمام اور اس پر دوام رکھیں اور تنہائی اور خلوت کی طرف راغب رہیں، چنانچہ دن رات میں گھڑی دو گھڑی اس کے لیے نکالیں اور اس وقت ذکر و فکر کرنے، اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں کو یاد کرنے اور توبہ و استغفار کرنے اور اپنے تمام کمالات بلکہ اپنے وجود ہی کی نفی کرنے اور اپنی تمام مرادات کی نفی کرنے کو غنیمت سمجھنا چاہیے، اور بقیہ اوقات کو افادہ و استفادہ میں صرف کرنا چاہیے۔ (مرتب)

ف: اسی لیے حضرت عمرؓ فرماتے تھے "اِنِّیْ لَاَکْرَہُ اَنْ اَریٰ اَحَدَکُمْ سَبَھْلَلًا لَا فِیْ عَمَلِ الدُّنْیَا وَ لَا فِیْ عَمَلِ الْاٰخِرَۃِ" میں ایسا آدمی پسند نہیں کرتا جو بیکار رہو، نہ دین کا کام کرے اور نہ دنیا کا۔ (مرتب)

فرمایا: آفت آج کل یہ ہے کہ کام شروع کرتے ہی ثمرات کے طالب ہو جاتے ہیں۔ ارے میاں! کیا ثمرات لیے پھرتے ہو، یہی کیا تھوڑا ہے کہ کام میں لگ جانے کی توفیق عطا فرما دی گئی ہے۔

ف: سبحان اللہ! کتنی معرفت کی بات فرمائی۔ (مرتب)

فرمایا: قربِ الٰہی کے لیے ظاہر و باطن دونوں کی تکمیل اور درستی کی ضرورت ہے۔ یہ افراط اور تفریط ہے کہ بعض نے ظاہر سے انکار کر دیا اور بعض نے باطن سے۔

(رسالہ المبلّغ، جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ)

فرمایا: مجھ کو کسی اور بات کا اتنا اہتمام نہیں جس قدر تہذیب اخلاق و دیانت کا ہے کیونکہ درس و تدریس کا اہتمام تو ہر جگہ ہوتا ہے لیکن اخلاق کی طرف کسی کو خیال بھی نہیں ہے۔

(بصائر، ص: ۵۴ مؤلفہ حضرت ڈاکٹر عبد الحئی صاحبؒ)

ف: اصلاح اخلاق ہی کے نہ ہونے کی وجہ سے تو درس و تدریس کی جگہوں میں بھی فساد رونما ہے جبکہ اس کی ضرورت ہر فرد اور ہر جماعت کو ہے بلکہ فرض ہے مگر عوام تو عوام اکثر خواص کو بھی اس کی طرف توجہ نہیں ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (مرتب)

فرمایا: دین صرف چند ظاہری اعمال مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کا نام نہیں ہے بلکہ سب سے بڑھ کر تو عقائد کا درجہ ہے جس پر نجات کا دارومدار ہے۔ اور ایک درجہ اخلاقِ حمیدہ مثلاً اخلاص، صبر، شکر اور تواضع وغیرہ کا ہے۔ یہ بھی محققین کے نزدیک نماز روزہ ہی کی طرح فرض ہے۔ اگر کوئی چند اعمال ظاہری کو پورا کر لے مگر نہ عقائد درست ہوں اور نہ اخلاق درست ہوں تو ایسی صورت میں اس کو پورا مسلمان نہ کہا جائے گا۔ (بصائر، ۱۲۸۔ از انفاس عیسیٰ)

ف: ماشاء اللہ کیا ہی خوب توضیح فرمادی جو قابلِ استحضار ہے۔ اور یقیناً لائحۂ عمل بنانے کے لائق ہے۔ (مرتب)

فرمایا: کامل وہ ہوتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کا پورا متبع ہو۔ طریقِ سنت میں اعتدال ہے، افراط وتفریط نہیں ہوتی۔ (حکیم الامتؒ، ص:۹۹، مؤلفہ سیّد محمود حسن صاحب)

ف: اس سے طریقِ سنت کی کیسی اہمیت معلوم ہوئی۔ ظاہر ہے کہ یہ حضور اقدس ﷺ کی شاہراہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے تک پہنچنے کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ بغیر اس راہ پر چلے کوئی اللہ تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔

چنانچہ شیخ سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ؂

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یعنی جس نے حضور اقدس ﷺ کے طریق کے خلاف راہ اختیار کی تو وہ ہرگز منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔

فرمایا: اصلی شیخ وہی ہے جس سے غم وغصہ، رنج وراحت وغیرہ کے تمام احوال میں سبق حاصل ہو۔ (حکیم الامت، ص:۹۹۔ مؤلفہ سیّد محمود حسن صاحب)

ف: اس لیے کہ شیخ اگر آرام وراحت میں تو صراطِ مستقیم پر رہے اور غم وغصّے میں از خود رفتہ ہو جائے تو بھلا مرید اس سے کیا نصیحت حاصل کرے گا۔ وہ تو خود ہی ناقص اور لائقِ اصلاح ہے ع: او خویشتن گم است کرا رہبری کند

یعنی وہ خود ہی گمراہ ہے تو دوسروں کی کیا رہبری کرے گا۔ (مرتب)

فرمایا: مجھے محبت تو سب احباب ومتعلقین سے ہے لیکن ایسا تعلق کسی سے نہیں کہ دل اٹکا رہے۔ یہ تعلق تو بس اللہ ہی سے رکھا جائے، اگر توفیق ہو۔ (حکیم الامت، ص:۱۷۸)

ف: سبحان اللہ! کیسی جامعیت تھی کہ دونوں قسم کے حقوق کی رعایت فرمائی اور اپنے قلب کی حفاظت کا کیسا اہتمام فرمایا کہ سوا اللہ تعالیٰ کے کسی غیر سے دل متعلق نہ رہا۔ (مرتب)

فرمایا: موحد کو ایسا اطمینان ہوتا ہے کہ جیسا کہ بچہ کو ماں کی گود میں اطمینان ہوتا ہے۔ بچہ ماں کی گود میں جا کر بالکل بے فکر ہو جاتا ہے کہ بس اب کسی کا خوف نہیں۔ (حوالۂ بالا)

فرمایا: کامل یکسوئی کا انتظار فضول ہے۔ یہ تو دنیا میں پھنس کر ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کے

حصول کا طریقہ یہ ہے کہ اسی پریشانی کی حالت میں تعلق مع اللہ کا سلسلہ بھی شروع کردو۔ پھر رفتہ رفتہ اطمینان بھی نصیب ہوجائے گا ورنہ عمر یونہی ختم ہوجائے گی اور یکسوئی نصیب نہ ہوگی۔

ف: بڑی ہی حکمت اور دانائی کی بات فرمائی جو ہم جیسے لوگوں کے مرض کا بہترین علاج ہے۔ یہ حضرت حکیم الامتؒ کی خصوصی باتیں ہیں جو ارشاد و تربیت کے باب میں آپ کی مہارت پر دال ہیں۔ (مرتب)

فرمایا: بندہ کا کام تو ہر حال میں بندگی ہے۔ کتنی ہی بدمزگی ہو اور کسی قدر بے لطفی ہو پریشان مت ہو۔ برابر کام کیے جاؤ۔ دھن لگائے رکھو۔ اگر عمل میں اخلاص نہ ہوتا ہم عمل نہ چھوڑو کہ کبھی عمل کرتے کرتے اس کی برکت سے بھی اخلاص پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ ان دونوں میں تجاذب ہے۔ (یعنی ایک دوسرے کی طرف کشش ہے)

ف: سبحان اللہ! کیسی تسلی کی باتیں ہیں جو سالکینِ راہ کے لیے مینارۂ نور اور اللہ تعالیٰ کے طالبین کے لیے آبِ زلال (شیریں) سے کم نہیں۔ (مرتب)

فرمایا: اصل مقصود احکام کی پابندی ہے۔ لذت مقصود نہیں۔ پس اگر کوئی شخص احکام کو پابندی سے بجالاتا ہو، گو لذت اور مزہ نہ ہو تو مقصود سے کامیاب ہے۔

ف: حضرت حکیم الامتؒ کا یہ ارشاد سلوک و تصوّف کی روح ہے بلکہ اصل دین ہے جس کو نہ سمجھنے سے طالبین پریشان رہتے ہیں جبکہ وہ احکامِ الٰہیہ کی پابندی بھی کرتے ہیں مگر کیف و لذت کے عدم حصول سے یاس و نااُمیدی تک کے شکار ہوجاتے ہیں جو شرعاً قباحت سے خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اصل طریق کو سمجھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور مقصود و غیر مقصود میں تمیز کی فہم عطا فرمائے۔ (مرتب)

فرمایا: مسلمان کے لیے یہی ایک (کارآمد) چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کی سعی میں لگا رہے۔ اگر وہ راضی ہیں تو اس نے سب کچھ پالیا اور حاصل کرلیا ورنہ تو اگر اس کو دنیا و مافیہا بھی مل جائے تو مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی۔

ف: حدیث شریف ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی وقعت مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتے۔ کاش کہ ہم سب مسلمان اس بات کو سمجھتے تو

اپنے دین وایمان کی قدر کرتے اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر ہزار شکر بجالاتے۔ مرتب

فرمایا: حق تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے۔ انسان کا کام صرف یہ ہے کہ جو کچھ ہو سکے کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ طلب کو دیکھتے ہیں اگر ادھر سے طلب ہے تو اُدھر علم ہے اور قدرت بھی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب کچھ عطا ہو رہے گا۔

فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کسی غزوے سے بے شمار مال و دولت لائی گئی تو آپ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا۔ آپ کا ارشاد ہے: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَ الْبَنِينَ وَ الْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ﴾ (سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۴) خوشنما معلوم ہوتی ہے (اکثر) لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی (مثلاً) عورتیں ہوئیں، بیٹے ہوئے، لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے چاندی کے۔

اے پروردگار! جب آپ نے خود ہی کسی مصلحت سے ان چیزوں کی محبت کو مزین کردیا ہے تو یہ درخواست کرنا کہ ہمارے دل میں اس کی محبت ہی نہ ہو، خلافِ ادب ہے۔ اس لیے ہم اس کی درخواست نہیں کرتے بلکہ یہ درخواست کرتے ہیں کہ اس کی محبت کو اپنی رضا کا ذریعہ بنادیجیے۔ (اصلاح المسلمین، ص:۹۹)

ف: سبحان اللہ! حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسی معرفت کی بات ارشاد فرمائی جو ہم سب کے لیے شمعِ رہنما ہے۔ (مرتب)

فرمایا: گو کفار (انگریز) کسی اپنی مصلحت سے مسلمانوں کی کچھ رعایت بھی کریں مگر یہ یقینی بات ہے کہ وہ اسلام کو اپنے لیے مضر سمجھتے ہیں اس لیے اس کے مٹانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔

اور یہ بات بھی سمجھتے ہیں کہ ہندوؤں کا ان کے ساتھ اختلاف محض مطالبات سیاسی کے لیے ہے۔ اگر وہ پورے کردیے جائیں تو اختلاف ختم ہوجائے گا اور مسلمانوں کا ان سے اختلاف مذہبی ہے اس لیے وہ کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے وہ مسلمانوں کو اپنا اصلی مخالف سمجھتے ہیں۔ (الافاضات، بتاریخ: ۲۵ محرم ۱۳۵۱ھ)

ف: مسلمانوں سے انگریزوں کی عداوت و مخالفت کے متعلق حضرت حکیم الامتؒ کا یہ ارشاد عین حقیقت پر مبنی ہے اور یہ ملفوظ ظاہر ہے کہ آزادیٔ ہند سے بہت پہلے کا ہے، اس لیے کہ

آپ کی وفات ۱۹۴۳ء میں ہوچکی تھی۔ لہٰذا حضرت حکیم الامتؒ کی انگریزوں کی موافقت بلکہ ان سے اندرونی مصالحت کا الزام قطعاً خلافِ واقعہ ہی نہیں بلکہ خلافِ دین و دیانت بھی ہے۔

رہی انگریزوں کی مسلمانوں سے عداوت تو آفتاب سے زیادہ عیاں ہے۔ چنانچہ اب بھی ان کی ایذاء و اضرار کا سلسلہ بدستوری جاری ہے۔ ممالکِ اسلامیہ کی ترقی کیا ان کو باہم نبرد آزما کرکے تباہ و برباد کردینا چاہتے ہیں جیسا کہ ابھی عراق و کویت کے معاملے میں کیا۔ بلکہ ہندوستان میں جو بھی باہمی فسادات ہورہے ہیں ان کے اسباب پر غور کریں تو اُن کے اصل بانی مبانی یہی نظر آتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے مسلم بادشاہوں کے کردار اور اسلامی مقامات کی تاریخی روئیداد کو اس طرح پیش کیا ہے کہ برادرانِ وطن کے دلوں میں جذبۂ انتقام ومخالفت کا اُبھرنا لازمی شئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم دے کہ ان کے مکر و فریب کو سمجھیں اور پُرحذر رہیں۔ اور اپنے ملک کو خسارے سے بچائیں۔ (مرتب)

فرمایا: جب تک ہم کلمہ پڑھتے رہیں گے تمام غیر مسلم ہمارے دشمن رہیں گے۔ ان میں کالوں اور گوروں کی کچھ قید نہیں اور مسلمانوں میں جو لوگ ان کے خوشامدی ہیں وہ ان کو بھی اپنا دوست نہیں سمجھتے۔

ف: حضرت حکیم الامتؒ نے بڑی ہی فہم وفراست کی بات فرمائی تھی جس کا آج خوب ہی خوب تجربہ ہورہا ہے۔ سچ ہے، ع:

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

(مرتب)

فرمایا: سب کو مل کر کام کرنے کے یہ معنیٰ نہیں کہ سب ایک ہی کام میں لگ جائیں یا ایک کا کام دوسرا کرنے لگے۔ یہ علاوہ دین کے عقل کے بھی خلاف ہے۔ ہر شخص کو اپنا اپنا کام انجام دینا چاہیے۔ یہی کامیابی کا راستہ ہے ورنہ گڑبڑ کرنے سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

(اصلاح المسلمین، ص:۱۷۰)

ف: حضرت حکیم الامتؒ کا یہ ارشاد بہت ہی بصیرت پر مبنی ہے، اس لیے خدامِ دین کی ہر جماعت کو اسے مستحضر رکھنا چاہیے تاکہ ایک دوسرے پر ترفع سے محفوظ رہیں بلکہ یہ سمجھے کہ جو

جماعت جس شعبۂ دین کی خدمت کررہی ہے وہ بھی ہمارا ہی کام ہے۔ اور وہ جماعت ہماری معین اور رفیق کار ہے۔ اس لیے کہ کوئی جماعت تنہا دین کے جملہ شعبوں کی مکمل خدمت کرنے سے قاصر ہے۔ لہٰذا ہر شعبہ کے لیے اگر الگ الگ جماعت ہو تو بہت ہی اچھا بلکہ لازمی ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے بعد برابر ایسا ہی ہوتا چلا آ رہا ہے مگر ہر ایک کو ایک دوسرے کا مؤید و معین ہونا چاہیے۔

مثلاً دین کا ایک شعبہ کتاب وسنت کی تعلیم ہے اس کو بخوبی انجام دینے کے لیے ایک جماعت ہونی چاہیے جو کتاب وسنت کے علوم میں منہمک ہو کر کمال حاصل کرے۔ اسی طرح تصنیف و تالیف کے لیے ایک جماعت کی ضرورت ہے اس لیے کہ یہ زمانہ پڑھنے لکھنے کا ہے۔ لوگ سننے سے زیادہ پڑھنے کے عادی ہورہے ہیں۔ غیر قومیں زیادہ تر اپنی تحریروں میں اسلام کے خلاف زہر افشانی کرتی رہتی ہیں۔ ان کا جواب تحریروں ہی سے دیا جاسکتا ہے جس کے لیے انتہائی سکون و یکسوئی کی ضرورت پڑتی ہے۔ نیز دعوت و تبلیغ کی بھی خاص ضرورت ہے تاکہ عوام الناس جو پڑھنے لکھنے سے کوسوں دور رہیں۔ ان کو کلمے کی تلقین اور احکامِ اسلامیہ کی رو در رو تعلیم دی جائے۔ لہٰذا اس کے لیے بھی ایک مستقل جماعت کی ضرورت ہے۔ نیز تزکیۂ نفوس کا مسئلہ بھی نہایت اہم ہے۔ یہ بھی ایک مستقل اہم کام ہے جس کے لیے انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی ہے۔ پس اس کے لیے بھی ایک جماعت کی ضرورت ہے جو اصلاحِ اخلاق اور تزکیۂ نفوس میں ید طولیٰ رکھتی ہو۔ لہٰذا تقسیمِ کار ضروری ہے۔ چنانچہ حکیم الامتؒ نے امراء اور علماء کے کام میں بھی تقسیم فرمائی ہے کہ امراء فراہمی مال کی خدمت انجام دیں اور علماء تعلیم و تبلیغ کی۔ اسی طرح علماء اور لیڈرانِ قوم کے کام میں تقسیم فرمائی۔ (مرتب)

ارشاد فرمایا: ہر قوم کے لیے تقسیمِ خدمات ضروری ہے، بدون اس کے کام نہیں چل سکتا۔ پس مطالبِ قرآن وحدیث اور احکامِ دین تو لیڈروں کو علماء سے پوچھنا چاہیے اور ترقی قومی کے اسباب و وسائل لیڈروں کو سوچنا چاہیے۔ (اصلاح المسلمین، ص: ۱۷۰)

ف: کاش ہمارے لیڈرانِ قوم حضرت حکیم الامتؒ کی اس نصیحت پر عمل کرتے تو ان کی لیڈری میں چار چاند لگ جاتے اور ان کا شمار عند اللہ خدامِ دین میں ہو جاتا۔ اور عند اللہ مقبول و

ماجور قرار پاتے۔ اس لیے کہ اگر کسی کی سعی سے احکام اسلام میں تبدیلی رُک جائے اور مساجد و مدارس کی حفاظت ہوجائے نیز عام مسلمانوں کے سرکاری اور دیگر اُمور انجام پائیں تو کیا یہ خدمتِ دین نہیں ہے؟ میرے نزدیک تو یہ عظیم کارِ خیر اور اہم خدمتِ دین ہے۔ (مرتب)

رذائل فطری چیزیں ہیں

فرمایا: نفس کی ساخت ہی ایسی رکھی گئی ہے کہ رذائل سے خالی نہ ہو۔ چنانچہ کم و بیش رذائل سب میں موجود ہیں الا ماشاء اللہ۔ لیکن جب تک وہ رذائل قوت سے عمل میں نہ لائے جائیں اور ان کا ظہور بذریعۂ صدورِ اعمال نہ ہو کوئی مواخذہ نہیں جیسے دیا سلائی میں سب مادّے جل اُٹھنے، بھڑک اُٹھنے کے موجود ہیں لیکن اس کو اگر رگڑا نہ جائے تو چاہے جیب میں لیے پھریے کوئی اندیشہ نہیں۔ ہاں اس کی ہر وقت سخت احتیاط رکھنی ضروری ہے کہ رگڑ نہ لگنے پائے۔

(بصائر، ص: ۳۹۸۔ مؤلفہ: ڈاکٹر عبدالحئی صاحب۔ از انفاس عیسیٰ)

ف: ماشاء اللہ تعالیٰ اتنے اہم مسئلے کو دیا سلائی کی مثال سے اس قدر واضح فرمادیا کہ اس سے حضرت حکیم الامتؒ کی شانِ تجدید نمایاں ہوجاتی ہے۔ (مرتب)

اخلاقِ ذمیمہ کا امالہ

فرمایا: ریاضت سے اخلاقِ ذمیمہ کے اصول کا ازالہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی تہذیب ہوجاتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان اصولوں کے آثار کا امالہ ہوجاتا ہے یعنی ان اخلاق کا مصرف بدل جاتا ہے مثلاً کسی شخص میں منجملہ اخلاقِ رذیلہ کے بخل اور غضب موجود ہو تو ریاضت سے ان کی جڑ نہیں جاتی کہ غضب و بخل ہی نہ رہے بلکہ تہذیب اس طرح ہوجاتی ہے کہ پہلے مواقع خیر میں بخل کرتا تھا اور بندگانِ نیک پر غصّہ کرتا تھا۔ اب نامشروع جگہ بخل کرے گا اور مغضوبانِ الٰہی اور اپنے نفس پر غصہ کرے گا تو اسبابِ بُعد اس طرح اسبابِ قرب بن گئے۔ ہٰکذا قال مرشدی (یعنی مرشدی حضرت حاجی صاحبؒ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔)

اس سے اس اختلاف کا فیصلہ ہوگیا کہ ریاضت سے تبدیل اخلاق ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اس سے معلوم ہوگیا کہ تبدیل اصول تو نہیں ہوسکتی، حدیث میں ہے "اِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ زَالَ مِنْ جِبِلَّةٍ فَلَا تُصَدِّقُوْهُ" (یعنی جب کسی آدمی کے متعلق سنو کہ کسی عادت سے نجات پا گیا تو

اس کی تصدیق نہ کرو۔) مگر تبدیل آثار و مصارف ہوسکتی ہے۔ اس لیے حکم ہے مجاہدہ و ریاضت کا۔ (بصائر، ۳۹۸) (التکشّف، ص:۸۹۔ اشرف المسائل)

اخلاقِ ذمیمہ کا علاج

اخلاقِ ذمیمہ کے دو علاج ہیں، ایک جزئی یعنی خاص۔ وہ یہ کہ ہر ہر خلق کا جدا جدا علاج کیا جائے۔ جیسا کہ احیاء العلوم وغیرہ میں لکھا ہے۔ اس کو طریقِ سلوک کہتے ہیں۔ دوسرا کلی۔ یعنی عام، وہ یہ کہ ذکر و شغل سے یا جس طرح شیخ کامل تجویز کرے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا کی جائے۔ جب اس کا غلبہ ہوگا تو اپنی ہستی و خودی مضمحل ہونا شروع ہوگی اور سب اخلاقِ ذمیمہ کہ اس خودی و دعوائے ہستی سے پیدا ہوتے ہیں ختم ہو جائیں گے۔ اس کو طریقِ جذب کہتے ہیں اور طریقِ اوّل گو بے خطر ہے مگر طویل ہے اور طریقِ ثانی گو خطرناک ہے مگر قریب ہے اور ہر شیخ کا مذاق مختلف ہوتا ہے۔ (ایضاً)

ف: اس لیے جس شیخ کا جو مذاق ہو اس کے مطابق علاج کرے۔ ہاں طالب کے مزاج کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے اس لیے کہ طالبین کی استعداد و صلاحیت کے مطابق جب اصلاح و تربیت ہوگی تو وہ مفید ثابت ہوگی۔ (مرتب)

اختیاری و غیر اختیاری کا مسئلہ

تعلیم و تربیت باطنی کے سلسلے میں اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ حضرت حکیم الامتؒ نے اتنا واضح فرمایا ہے کہ صدیوں سے اس کا ایسا عام فہم بیان نہ ہوا تھا اور اس سے اتنا کام لیا ہے کہ ہزاروں مشکلاتِ طریق اس کے ذریعے سے حل فرمادیا۔ چنانچہ جب کوئی طالبِ اصلاح اپنے کسی رذیلہ کا علاج پوچھتا تو حضرتؒ سب سے پہلے یہی سوال فرماتے کہ یہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری؟ اگر وہ کہتا کہ اختیاری ہے تو فرماتے کہ جس بات کا فعل اختیاری ہے اس کا ترک بھی اختیاری ہے۔ ہمت کر کے اختیار کو عمل میں لاؤ اور چھوڑ دو، اگر وہ کہتا کہ غیر اختیاری ہے تو اگر وہ دراصل غیر اختیاری ہوتا تو فرماتے کہ غیر اختیاری کا آدمی مکلّف ہی نہیں، پھر اس میں دینی ضرر ہی کیا ہوا جو اس کا علاج پوچھا جاتا۔ اگر وہ کہتا کہ ہے تو غیر اختیاری مگر اس کی وجہ سے تکلیف و پریشانی تو ہے، اور یہ تو قابلِ علاج ہے تو جواب ارشاد فرماتے کہ تکلیف و پریشانی کا

علاج میرے ذمہ نہیں۔

حضرتؒ فرماتے کہ یہ اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ گویا نصف سلوک ہے، بلکہ قریب قریب سارا سلوک ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جتنے بھی ظاہری و باطنی اعمال ہیں جن کا تعلق اوامر و نواہی سے ہے، سب اختیاری ہیں اور فرض و واجب ہیں۔ ہر شخص اس کا مکلّف ہے لیکن ان اعمال کے جتنے تاثرات و انفعالات ہیں خواہ خواطر و وساوس ہوں یا قبض و بسط یا وجدانیات و کیفیات ہوں سب غیر اختیاری ہیں اس لیے وہ نہ مضر ہیں اور نہ ان پر کوئی مواخذہ ہے۔

(بصائر، ص:۵۸)

ف: حضرت حکیم الامتؒ کی اس اختیاری و غیر اختیاری بحث و تحقیق کو حضرت مصلح الامت مرشدی مولانا وصی اللہ شاہؒ اکثر بیان کرتے اور فرماتے کہ یہ حضرت حکیم الامتؒ کا تجدیدی کام ہے۔ (مرتب)

فرمایا کہ مجھے ڈاک کا بڑا اہتمام ہے کہ روز کے روز فارغ ہوجاؤں۔ اس میں طرفین کو راحت ہے۔ اِدھر تو میں فارغ، مجھے راحت، اُدھر خط کا جواب پہنچ جانے سے اس کو راحت۔

ف: سبحان اللہ! اپنی تو اپنی غیروں کی راحت کا کس قدر خیال کہ انتظارِ جواب کی کلفت و زحمت برداشت نہ کرنا پڑے۔ پس اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا چاہیے، خصوصاً ان کے منتسبین کو۔ (مرتب)

قابلِ قدر نصیحت

آپ لوگ اگر اپنی پوری اصلاح نہ کرسکیں تو کم از کم دو باتوں کا اہتمام کریں۔ (۱) ایک یہ کہ اپنے عقائد صحیح کرلیں۔ (۲) دوسرے جو ناجائز اعمال کرتے ہیں ان کو حرام سمجھ کر کریں۔ کھینچ تان کر ان کے جائز کرنے کی کوشش نہ کریں۔ (اصلاح المسلمین، ص:۱۰۷)

ف: بہت عمدہ نصیحت ہے جسے ہم سب لوگوں کو بھی یاد رکھنا چاہیے۔ (مرتب)

فرمایا: کہ میری زندگی کا مدار تو استحضارِ ثواب پر ہے ورنہ اس قدر طبیعت کمزور واقع ہوئی ہے کہ اگر ثواب کا استحضار نہ ہوتو بعض حوادث کا تحمل ہرگز نہ کرسکتا تھا۔ پس یہ اعتقاد میری زندگی ہے کہ جہاں کوئی تکلیف پہنچی فوراً یہ خیال ہوتا ہے کہ اس میں ثواب ہے۔ اس سے وہ کلفت جاتی

رہتی ہے۔ اگر ثواب کا اعتقاد نہ ہوتا تو میں ختم ہی ہو جاتا۔ یہ اُمید ثواب ایسی قوت کی چیز ہے کہ بڑی سے بڑی کلفت اور رنج سہل کر دیتی ہے اور افسوس ہے کہ اس کو آجکل معمولی خیال کر رکھا ہے اور سمجھتے ہیں کہ کوئی چیز نہیں۔ نعوذ باللہ۔ (الافاضات، ص:۴۶۔ ج:۲ ق:۱)

ف: سبحان اللہ! اس سے حکیم الامتؒ کے ثواب کی طلب وحرص کا سراغ لگتا ہے جو سنتِ نبوی علیہ السلام کی اتباع اور آپ کے قوتِ ایمانی پر بیّن ثبوت ہے۔ (مرتب)

فرمایا کہ لوگ خاص خاص چیزوں کو کمال سمجھتے ہیں، کوئی عبادت کو، کوئی تقویٰ کو، مگر محققین سب سے بڑا کمال اس کو سمجھتے ہیں کہ بندہ اپنے نقائص کو پیشِ نظر رکھے۔ (حوالۂ بالا)

فرمایا کہ آج کل یہ مرض عام ہوگیا ہے کہ ظالم کی طرفداری کی جاتی ہے اور مظلوم کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ عوام ہوں یا خواص تقریباً سب کے اندر یہ مرض عام ہوگیا ہے۔ (ایضاً)

ف: سبحان اللہ! کیا خوب تجربہ کی بات لکھی جس کا ہم جیسے لوگوں کو بھی تجربہ ہو رہا ہے اور زیادہ تعجب اس زمانہ کے خواص سے ہے کہ اندھا دھند اپنی ذاتی مصلحت یا خالص عصبیت کی بناء پر ظالم کی کھلے عام طرفداری کی جارہی ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص خانۂ کعبہ میں رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ستّر سال عبادت کیے ہوئے ہو مگر کسی ظالم سے محبت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اسی ظالم کے ساتھ محشور فرمائے گا، العیاذ باللہ تعالیٰ۔ (اقوالِ سلف، ج:۱،ص:۷۷۔ از اعیان الحجاج، ج:۱)

فرمایا دوسرے اداروں میں تو مالی ذخائر ہیں اور یہاں ان کی نسبت بے سروسامانی ہے مگر اللہ کا فضل ہے کہ جس قدر مفید کام یہاں ہو رہا ہے دوسری جگہ نہیں ہو رہا ہے۔ یہاں پر درس و تدریس کا کام تو معمولی ہے لیکن تصنیف کا کام نیز تربیت و اصلاح کا کام خاص اہتمام سے ہو رہا ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، یہ کوئی فخر کی راہ سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ ایک نعمتِ حق سمجھ کر تحدیث بالنعمۃ کے طور پر یہ عرض کر رہا ہوں اور اس میں فخر کی کون سی بات ہے۔ سب اپنے بزرگوں کی دعاؤں کی برکت اور اللہ کی رحمت ہے۔ (الافاضات، جلد۴، قسط۴، ص:۳۴۶)

ف: سبحان اللہ! کیسی حقیقت بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے ہمارے ادارے کا بھی یہی حال فرمادے۔ (مرتب)

فرمایا کہ تربیت و اصلاح کا کام بڑا ہی نازک ہے۔ اس میں بڑے ماہرفن کی ضرورت ہے۔ اس لیے میں کہا کرتا ہوں کہ شیخ کا ولی ہونا بزرگ ہونا قطب ہونا غوث ہونا ضروری نہیں ماہرفن ہونا ضروری ہے۔ بدون اس کے اصلاح وتربیت نہیں کرسکتا۔ (ایضاً، ص:۳۵۶)

ف: بہت ہی خوب بات ارشادفرمائی، اس لیے اپنی اصلاح کے لیے ایسے مرشد کو تجویز کرنا چاہیے جو اصلاح وتربیت کے معاملے میں ماہر ہو۔ (مرتب)

سالکینِ طریق کو اپنے حالات کا جائزہ لینے کی ہدایت

طالبِ طریق سے فرماتے تھے کہ اپنی تمام روزمرہ کی زندگی کا جائزہ لیتا رہے اور محرکاتِ نفس پر نظر رکھے اور اس کا اندازہ کرے کہ تعلق مع اللہ میں اس کے حسنات اور رذائل کس طرح کام کرتے ہیں۔ دین اور امورِ شریعت اور اتباعِ سنت میں کس طرح عملی دشواری محسوس ہوتی ہے اور کس طرح کے اوہام وشکوک پیدا ہوتے ہیں تاکہ ان کے تدارک کی فکر اور اصلاح کا تقاضا ہو۔

فرماتے تھے کہ مسلمان کی روزمرہ کی زندگی میں تمام تر شریعت، تمام تر سنت اور تمامتر طریقت ہی سے معاملہ رہتا ہے جس کا مختصر حاصل یہ ہے کہ حقوق، حدود اور حفظِ حدود۔

حقوق تمام تر احکاماتِ شرعیہ، حدود تمام تر اتباعِ سنت، حفظِ حدود تمام تر طریقت۔

بس انہی تین باتوں کا حق ادا کرنا مسلمان کے لیے حصولِ مقامِ عبودیت کا ذریعہ ہے۔

حضرتؒ کے ضابطۂ تعلیم وتربیت میں چند خاص بنیادی اصول تھے جن کی فہم پیدا ہوجانے سے طریق میں کوئی گنجلک پیچیدگی یا ابہام باقی نہ رہتا تھا مثلاً مطالباتِ دین کو مفادِ دنیا پر غالب رکھنا، عقل کو شریعت کا متبع رکھنا، اختیاری امور میں کوتاہی نہ کرنا اور غیر اختیاری امور کے درپے نہ ہونا۔ سالک کو اپنی تجویز ترک کرنا اور تفویض کو اختیار کرنا۔ مقصودِ شرعیہ کو پیش نظر رکھنا اور غیر مقصود کی طرف توجہ نہ کرنا۔ کیفیاتِ باطنہ کو محمود سمجھنا اور مقصود نہ سمجھنا۔ طبعی امور سے مغلوب نہ ہونا، بلکہ عقل کے فتویٰ پر عمل کرنا اور ہمیشہ عقل کو شریعت کا تابع رکھنا۔

تربیتِ باطن کے متعلق حضرتؒ کے یہ چند مجددانہ اُصول تھے چنانچہ سالکین و طالبین کو حضرتؒ ہمیشہ ہدایت فرماتے رہتے تھے کہ اپنے تمام اُمورِ زندگی میں خصوصاً باطنی حالات و کیفیات میں وجدانیات و مکاشفات میں، جذبات وخیالات میں، وساوس وخطرات میں انہی

مذکورہ معتبر ومستند اصول کو پیش نظر رکھ کر کام کریں۔ پھر جو بھی حالات پیش آئیں اور جن میں تردّدوتشویش خاطر ہو ان کو اپنے مصلح ومرشد کو تحریر کر کے مطلع کرتے رہیں اور ان کا جو بھی مشورہ یا ہدایت ہو اس پر خلوص کے ساتھ عمل کریں۔ (بصائر، ص: ۶۳۔ مؤلفہ عبدالحئی صاحبؒ)

مدارس کے متعارف جلسوں اور چندوں سے متعلق اہم مکتوب

مخدومی ومکرمی دامت برکاتہم ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس سے قبل کے عریضے میں حاضری جلسہ سے جو مانع طبعی تھا اس کی اطلاع کی تھی۔ جس کا مشاہدہ مکرمی مولوی .... صاحب نے بچشم خود فرمایا ہے اور ممکن ہے کہ وقت جلسہ تک یہ مانع مرتفع ہو جائے۔ اب بعض موانعِ شرعیہ کو محض استشارۃً پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ہر چند کہ علماء کی خدمت میں ایسی جرأت کرنا خالی از سوئے ادب نہیں، مگر ایک طرف خیر خواہی کا جزو دین و مامور بہ ہونا پیش نظر، دوسری طرف آپ کی عنایات والطاف پر اعتماد، پھر اس کے ساتھ ہی اپنی رائے کی غلطی کے نکل جانے کی اُمید۔ ان سب امور نے اجازت دی کہ بے تکلف اپنے خیالات کو ظاہر کردوں۔ اگر واقعی میری رائے غلط ہے تو میں دل سے خواہاں ہوں کہ اس کی اصلاح فرمادی جائے۔ حاصل ان موانع شرعیہ کا یہ ہے کہ جہاں تک غور کر کے اور تجربہ کی شہادت سے دیکھا جاتا ہے، بڑی غرض ان جلسوں کے انعقاد کی دو امر معلوم ہوتے ہیں: فراہمیٔ چندہ اور اپنی کارگزاری کی شہرت۔ یا یوں کہیے کہ مدرسہ کی وقعت و رفعت۔ جس کا حاصل حبِ مال وحبِ جاہ نکلتا ہے جس سے نصوصِ کثیرہ میں نہی فرمائی گئی ہے۔

ہر چند کہ مال و جاہ اگر دین کے لیے مقصود ہوں تو مذموم نہیں، مگر کلام اسی میں ہے کہ ایسے مواقع پر یہ امور دین کے لیے مقصود ہیں یا دنیا کے لیے؟ سو اگر نفس تاویل کر کے دین ہی کے لیے بتلاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہر قصد کے لیے ایک خاص معیار بتایا ہے جس سے صحت یا فسادِ قصد معلوم ہو جاتا ہے۔ سو ان مواقع میں جہاں تک غور کیا جاتا ہے علامت طلبِ دنیا کی غالب معلوم ہوتی ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر دین مقصود ہوتا تو اس کے اسباب وطرق میں بھی کوئی امر خلافِ رضائے حق تعالیٰ اختیار نہ کیا جاتا۔ اور جب ایسے امور اختیار کیے جاتے ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مقصود ہے اور ان امور میں سے بعضے بطور نموذج یہ ہیں:

۱) چندہ کے حاصل کرنے میں قواعد شرعیہ کی رعایت نہیں کی جاتی کیونکہ حکم شرعی ہے: "لَا یَحِلُّ مَالُ اِمْرَءٍ اِلَّا بِطِیْبِ نَفْسِہٖ" (بدون خوش دلی کے مسلمان کا مال لینا حلال نہیں) چندہ میں سوچ سوچ کر وہ طریق اختیار کیے جاتے ہیں جس سے مخاطب کے قلب پر اثر پڑے۔ گو وہ اثر دباؤ یا شرم و لحاظ سے کیوں نہ ہو، ایسے لوگوں کو واسطہ بنایا جاتا ہے، مجمع میں ان کے روبرو فہرست بھی پیش کی جاتی ہے، شرکتِ جلسہ میں اصرار کیا جاتا ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ بڑے آدمیوں کو خالی ہاتھ آنے میں سبکی و کم وقعتی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بقایا کو مشتہر کرتے ہیں جس سے ان کو اپنی بدنامی کا خوف ہوتا ہے۔

۲) حکمِ شرعی ہے کہ ریا حرام ہے اور اکثر ایسے موقعوں پر دینے والوں کے دل میں ریا ہوتی ہے۔ اور ریا کا سبب بن جانا بھی معصیت ہے۔

۳) اکثر اوقات علماء کا اُمراء کے دروازوں پر جانا اور ان سے تملق کی باتیں کرنا۔

۴) جن اموال کو حلال نہیں کہتے اگر وہ بھی حاصل ہوں ہرگز انکار نہیں کیا جاتا۔ ممکن ہے یا واقع ہے کہ کسی غالب سود یا رشوت والے نے کچھ دیا ہو اور اس کو جلوت یا خلوت میں واپس کر دیا ہو۔

۵) اپنے مدرسے کو اصلی حالت سے اکثر زیادہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ تصریحاً یا ابہاماً جس کا حاصل کذب و خداع ہے۔

۶) اگر کوئی شخص مدرسہ پر کسی قسم کا اعتراض کرے اور وہ حق بھی ہو تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے درپے ہو کر رد کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ گو دل میں اس کو حق سمجھتے ہیں، جس کا حاصل بطرِ حق ہے۔

۷) اگر کوئی اور مدرسہ مقابلہ میں ہو جائے اور گو اس کی حالت واقع میں اچھی ہو مگر وہ ہمیشہ مثل خار نظر آتا ہے اور دل سے اس کے انہدام و انعدام کے متمنی رہتے ہیں۔ ورنہ خوش ہونے کی بات تھی کہ دین کا کام کئی جگہ ہو رہا ہے لیکن محض اس وجہ سے کہ اس کی شہرت نہ ہو جائے، اس میں چندہ کی بیشی اور اس میں کمی نہ ہو جائے ناگواری ہوتی ہے۔

۸) کارروائی میں کارگزاری کا اظہار، اپنی مدح، اپنے مدرسے کی ترجیح، اپنے کام کی خوبی و

کثرت دِکھلانا اور اس کی وجہ سے تعلیم کی کمیت کا کیفیت سے زیادہ اہتمام کرنا اور کتابیں بلا استعداد گھسیٹنا کہ کارروائی دِکھلا سکیں، خواہ طالب علموں کو آئے یا نہ آئے۔ ان علامات میں سے اوّل چار حب مال لغیر الدین کی علامتیں ہیں اور مؤخر کی چار حب جاہ لغیر الدین کی علامتیں ہیں۔ اور فسادِ منشاء کی وجہ سے آثار بھی ایسے ہی مرتب ہوتے ہیں۔

۹) اکثر ایسے جلسوں میں اسراف ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو بلانے کی ضرورت نہیں ان کے اور ان کے رفقاء و خدام کے کرایہ میں بہت سے روپے جاتے ہیں۔ بعض اوقات طعام وغیرہ کا بھی مدرسہ سے اہتمام ہوتا ہے جس میں تکلّفات ہوتے ہیں اور ساتھ میں غیر اضیاف بھی کھاتے ہیں اور غالباً بلکہ یقیناً روپے والوں سے اذن نہیں لیا جاتا اور دلالتِ اِذن کا بھی دعویٰ مشکل ہے کیونکہ اہلِ عطاء خود ایسے مصارف کی مذمت کیا کرتے ہیں۔

۱۰) بعض جگہ مسجد میں ایسے جلسے ہوتے ہیں اور مسجد کے ساتھ بیٹھک کا سا برتاؤ ہوتا ہے۔ شور وشغب، دنیا کی باتیں، اشعار مذمومہ اور بہت سے منکرات جو مشاہدہ سے متعلق ہیں۔ جب مسجد میں وہ امورِ مباحہ بھی ناجائز ہیں جن کے لیے موضوع نہیں، تا بمنکرات چہ رسد۔

۱۱) ایسی کارروائیوں سے بجائے وقعت وعزّتِ مقصودہ کے اہلِ علم کی ذلت وحقارت اہلِ دنیا کی نظر میں ہوتی ہے، کیونکہ اصل عزّت استغناء ہے۔ اور اس تحقیر کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی اولاد کے لیے علمِ دین کو پسند نہیں کرتے۔ یہی انجام ان کا ہوگا۔ گویا یہ حالت منّاعیّت للخیر کا ایک شعبہ ہے۔

۱۲) تکثیر سوادِ طلبہ ومخلصین کے دِکھلانے کو نااہلوں کو اہل دِکھلایا جاتا ہے۔ وقس علیٰ ہٰذا۔ اگر یہ خیالات قابلِ اصلاح ہوں تو اصلاح فرما دیجیے، ورنہ میں عمل اور قبول کرنے پر جبر نہیں کرتا۔ مگر اقل درجہ میری غیر حاضری کے لیے ان کو وجہِ وجیہ قرار دیا جائے اور معاف فرمایا جائے۔ فقط والسلام (امداد الفتاویٰ، ج:۴، ص:۶۷)

ف: حضرت حکیم الامتؒ نے اس مکتوب گرامی میں حضرات اہتمام کو جن امور کی طرف توجہ دلائی ہے۔ وہ یقیناً نہایت اہم اور قابلِ عمل ہیں۔ لہٰذا حضرت حکیم الامتؒ کے منتسبین کو خاص طور سے اس مکتوب کا مطالعہ کرکے اپنے جلسوں اور چندوں کو مذکورہ قباحتوں سے پاک و

صاف رکھنا چاہیے تاکہ حضرت حکیم الامتؒ کی طرف انتساب کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ نہ رہے بلکہ اس کے اندر کچھ حقیقت کی بھی جھلک ہو۔ (مرتب)

چندے ہی سے متعلق حضرت حکیم الامتؒ کا ایک اہم ملفوظ

فرمایا کہ میں تو چندوں کی بابت بھی علماء کا زبان سے کہنا بالکل پسند نہیں کرتا۔ لوگ بڑی تہمت لگاتے ہیں۔ بالکل یہ سمجھتے ہیں کہ کھانے کمانے کو مولویوں نے مدرسے کھول رکھے ہیں۔ ان کے دروازہ پر چندے کے لیے کبھی نہ جائے۔ پھر فرمایا کہ اپنی ذات سے جو خدمت دین کی ہو وہ کردے اگر چندہ نہ آوے نہ سہی۔ اگر ہم لوگوں کے قلوب درست ہوجاویں تو سلف صالحین کے طرز پر دین کی خدمت کریں۔ ان کو ہرگز حاجت بڑے بڑے مکانوں کی نہ تھی۔ ہر عالم اپنے گھر پر درس دیتا تھا لیکن اس حالت میں یہ رائے نہ دوں گا کہ مدرسے موقوف کردیے جائیں۔ مدرسوں کا وجود خیرِ عظیم ہے۔ یہ موقوف نہ ہونے چاہئیں۔ کیونکہ یہ زمانہ ہی ایسا ہے۔ مگر اعتدال سے تو نہ گزرے۔ (کمالاتِ اشرفیہ، ص: ۴۰۷)

ف: اس سے ہر باب میں حضرت حکیم الامتؒ کے غایت توسط و اعتدال کا اندازہ ہوتا ہے جو ہم سب کے لیے قابلِ اقتدا ہے۔ (مرتب)

حضرت حکیم الامتؒ نے اپنے رسالہ 'تحفۃ الشیوخ' میں نااہل کی جانشینی وسجادہ نشینی پر نکیر کرتے ہوئے اس کے بیس مفاسد شمار فرمائے ہیں۔ اس کے بعد یوں رقمطراز ہیں:

کسی اہل کو جانشین بنانا بھی خرابی سے خالی نہیں

.....البتہ تیسری صورت میں بعید الوقوع نہیں کہ خود پیر نے کسی اہل کو اپنا جانشین کردیا۔ بہرحال اہلیت کی حالت میں بظاہر سجادہ نشینی یا جانشینی میں کوئی خرابی نہیں معلوم ہوتی لیکن اگر دیدۂ غائر پر انجام بینی کی عینک لگا کر اس سے دیکھا جاوے تو یہ بھی خرابی سے خالی نہیں۔ وہ یہ کہ طبعاً اس جگہ پر بیٹھنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ عموماً مریدین اس جانشین کو بالکل اس شیخ کی جگہ سمجھتے ہیں۔ اور اس شیخ کے تمام خلفاء پر گو وہ اہلیت میں اس سے زیادہ ہوں، اس جانشین کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور معتقدین تمام طالبین کو جس طرح بن پڑتا ہے گھیر گھار کر اس کی طرف لاتے ہیں اور صرف اس

جگہ پر بیٹھنے کے سبب مرجح قرار دیتے ہیں حتی کہ اگر اس کی اہلیت بھی کسی عارض سے مفقود یا مبدّل ہوجاوے تب بھی اس کو ترک کرنے کو اس جگہ کی بے حرمتی اور اس کے واسطے سے اس شیخ گزشتہ کی اہانت سمجھتے ہیں۔ اور جس طرح ہوسکتا ہے اسی کو نباہتے ہیں۔ تو انجام اس کا پھر وہی رسم پرستی ہوگئی۔ یہ خرابی تو فی الحال ہے۔ دوسری خرابی جو آئندہ چل کر مآل میں ہوتی ہے کہ پھر اس جگہ کو آباد رکھنا مقصود بالذات ہوجاتا ہے اور کبھی خود اس اہل ہی کو اور کبھی دوسروں کو اس کی فکر ہوتی ہے کہ اس کے بعد کسی اور کو تجویز کیا جائے۔ پھر بعد چندے اہل، نااہل کسی کی تمیز نہیں رہتی۔ اور مثل ترکہ مالیہ کے اس میں بھی میراث جاری ہونے لگتی ہے۔ اور مورث و وارث کے تفاوت سے یہ مضمون صادق آنے لگتا ہے ؎

آدمیاں گم شدند ، ملکِ خدا گرفت
زشتیٔ اعمال ما صورت نادر گرفت

دیگر، ع:

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز

(تحفۃ الشیوخ، ص:۳۳)

ف: اس مضمون میں حضرت حکیم الامت مجدد الملّتؒ کی شانِ تجدیدی نمایاں ہے اور پورا مضمون، نہیں بلکہ پورا رسالہ 'تحفۃ الشیوخ' مشائخ کے لیے قابلِ مطالعہ ہی نہیں بلکہ قابلِ عمل ہے۔ اگر اس کے مطابق عمل کرلیا گیا تو انشاء اللہ بہت سے مفسدوں کے لیے سد باب ثابت ہوگا۔ (مرتب)

تصانیف

کسی بزرگ کی تصانیف بھی ان کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ کی ہوا کرتی ہیں یعنی ان سے ان کا فیض روحانی رواں دواں رہتا ہے چنانچہ دیکھ لیجیے کہ حضرت حکیم الامتؒ کی صدہا تصانیف سے علمی و روحانی کس قدر فیض پہنچ رہا ہے جو بیان سے باہر ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ خود اپنی تصانیف کے متعلق یوں ارشاد فرمارہے ہیں: ''اگر مناسبت ہوجائے تو انہی کتابوں کو لے کر بیٹھ جائے۔ عمر بھر کی رہبری کے واسطے کافی ہیں۔ مثلاً قصد السبیل، تعلیم الدین، تربیت

السالک وغیرہ۔ (ملفوظ، ۲۸/شوال ۱۳۴۴ھ)

خاص طور سے 'حیات المسلمین' کے متعلق تو یہاں ارشاد فرمایا کہ: ''مجھ کو اپنی کسی تصنیف کے متعلق خیال نہیں ہے کہ یہ میرا سرمایۂ نجات ہے، البتہ 'حیات المسلمین' کے متعلق میرا غالب خیال قلب پر ہے کہ اس سے میری نجات ہو جائے گی، اسے میں اپنی ساری عمر کا سرمایہ سمجھتا ہوں۔'' (تالیفاتِ اشرفیہ، ص:۴)

اپنے مواعظ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ: لوگ مواعظ نہیں دیکھتے، حالانکہ ان میں سب کچھ ہے، گو چھپے ہیں مگر چُھپے ہوئے ہیں۔ ان میں وہی باتیں ہیں جو علماء وصلحاء کی کتابوں میں ہیں۔ کوئی جدید بات نہیں۔ صرف زمانہ کا لحاظ ہے۔ جو شیخ الرئیس کے نسخے ہیں، وہ بعینہٖ محمود خاں کے زمانہ میں کام نہیں آتے۔ وہاں قدح بھر دوائیں ہوتی تھیں، یہاں مختصر سے کام لیا جانے لگا۔ (ملفوظ، ۶/ ذوالقعدہ، ۱۳۴۴ھ)

ف: معلوم ہوا کہ شیخ وقت کو حالاتِ زمانہ سے واقف ہونا چاہیے اور اہلِ زمانہ کے مزاج وعقل سے آگاہ ہونا چاہیے اور اسی کے مطابق کلام کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت علی کا مقولہ ہے ''کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ'' (یعنی لوگوں سے ان کی عقلوں کے موافق بات کرو۔) چونکہ حضرت حکیم الامتؒ کی تصانیف اور خلفاء کی فہرست مختلف کتب و رسائل میں درج ہو چکی ہیں اور وہاں سے ان کا علم حاصل ہو سکتا ہے اس لیے ہم نے ان کو یہاں درج کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ (مرتب)

ارشاد پیر و مرشد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ

بھولو نہیں...... پھولو نہیں۔

حسن صورت چند روزہ حسن سیرت مستقل
اُس سے خوش ہوتی ہیں آنکھیں، اِس سے خوش ہوتا ہے دل

(بزبان حضرت مولانا مفتی محمد مظفر، مہتمم (وقف) مظاہر علوم، سہارنپور)

عارف باللہ حضرت مولانا اسعد اللہ کی نصیحت بنام حضرت قاری صدیق احمد باندوی

عزیز محترم ...... السلام علیکم!

حسب عادت اہل طریق بغرض نفع رسانی خلق، آپ کو تو کلا علی اللہ اجازت صحبت دیتا ہوں۔ اپنے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں کو دین کی باتیں بتاتے رہیں، اور بطور تحدیث نعمت اپنے احباب کو بھی مطلع کر دیں اور امور ذیل کا خیال رکھیں۔

۱۔ اپنے دوستوں کو مندرجہ ذیل کتابوں کے مطالعہ یا سننے کا مشورہ دیں، بہشتی زیور، بہشتی ثمر، اصلاح الرسوم، قصد السبیل، آداب معاشرت اور سلسلۂ تسہیل المواعظ یا دعوت عبدیت کے وعظ۔

۲۔ اگر کوئی ذہین یا ذی استعداد ہو تو انفاس عیسیٰ، کمالات الاشرفیہ، تربیت السالک، تکشف مواعظ رسالۃ التبلیغ کے مطالعہ کرنے کا مشورہ دیں۔

۳۔ قصد السبیل کو پڑھکر اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

۴۔ حتی الوسع سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں اور بلا ضرورت شدیدہ، تحریراً یا تقریراً سختی نہ کریں۔

۵۔ تقلیل طعام و منام کا مشورہ نہ دیں، معاملات معاشرت اور اخلاق کی درستی کو وظائف پر مقدم رکھیں۔

۶۔ زبان، آنکھ اور کان کی پوری حفاظت کی جائے اور نماز با جماعت کا پورا پورا اہتمام کریں۔

۷۔ خود اوراد و اذکار کی بہت پابندی رکھیں۔ اس سے تعلیم میں برکت ہوتی ہے اور ہمیشہ اپنی تکمیل اصلاح اور ترقی ذہن کی فکر میں مشغول رہیں، کسی حالت پر قناعت نہ کریں۔

اندریں رہ می خراش و می تراش
تادم آخر دمے فارغ مباش

۸۔ اپنے مطالعہ میں حسب ذیل کتب رکھیں تعلیم الدین، انفاس عیسیٰ، کمالات اشرفیہ تربیت السالک، تکشفم مواعظ حکیم الامت خصوصاً اور جملہ تصنیفات حکیم الامت عموماً۔

۹۔ مجھ سے مکاتبت جاری رکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ہوگا۔

۱۰۔ صلحاء خصوصاً حضرت مولانا وصی اللہ صاحب مدظلہٗ کی صحبت کو بہت تصور کریں۔

تلك عشرة كاملة

مدرسہ کے متعلق وصایا

۱۔ مدرسہ میں کسی بھی حکومت کی امداد نہ لیں، خواہ مسلم حکومت ہو یا غیر مسلم، اللہ کے بھروسہ پر مدرسہ چلائیں۔

۲۔ عمارت مدرسہ کے لیے ہوگئی ہے، اب تعلیم و تربیت کا پورا لحاظ رکھا جائے، اگر ضرورت تعمیر کی ہو تو شوریٰ کے مشورے کی جائے۔

۳۔ مدرسہ چہار دیواری کا البتہ انتظام کیا جائے۔

۴۔ مدرسہ کا تعلیمی معیار بلند ہونا چاہیے۔

۵۔ ہر فن میں اچھے استاد رکھے جائیں۔

۶۔ شوریٰ کے مشورہ سے کچھ ہندی، انگریزی کا (صرف بقدر ضرورت) انتظام کیا جائے۔

۷۔ مدرسہ کا حساب بہت درست رہے، اس کی جانچ روزانہ کی جائے۔

۸۔ دورۂ حدیث کا اعلان ہوگیا ہے اس کو توکلاً علی اللہ شروع کردی۔

۹۔ کتابیں جو بھی شوریٰ کی تجویز سے تقسیم ہوجائیں اس پر سب عمل کریں۔

۱۰۔ مکاتب کا نظام درست رکھیں۔

وصایا برائے مدرسین

۱۔ اخلاص کے ساتھ اور دیانت داری کے ساتھ کام کریں۔

۲۔ سب مل کر اتفاق و اتحاد کے ساتھ کام کریں، کسی قسم کا اختلاف نہ ہونا چاہیے۔

۳۔ ہر ایک دوسرے کا احترام کرے۔

۴۔ طلبہ کے ساتھ شفقت کا معاملہ کریں، سختی نہ کریں، اولاد کی طرح رکھیں۔

۵۔ مدرسہ کا تعلیمی اور تربیتی نظام درست رکھیں۔

۶۔ قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھایا جائے۔

۷۔ اسباق مطالعہ کے ساتھ پابندی سے پڑھائیں، ناغہ نہ ہو۔

۸۔ مدرسہ کے اوقات میں کوئی اپنا کام نہ کریں۔

۹۔ مدرسہ کو ہر اعتبار سے ترقی دیں۔

۱۰۔ صفائی کا انتظام رکھیں۔

۱۱۔ نگرانی ضروری ہے۔

۱۲۔ شوریٰ جو کچھ طے کرے اس پر عمل کریں۔

۱۳۔ حضرت مفتی محمود صاحب، مولانا ابرار الحق صاحب، مولانا نعمانی صاحب، مولانا علی میاں صاحب اور دیگر اکابرین سے مشورہ کرتے رہیں۔

وصایا برائے اولاد

۱۔ مدرسہ کی خدمت لوجہ اللہ کریں۔

۲۔ اپنے لیے حلال روزی کا بقدر ضرورت انتظام کریں زیادہ انہماک نہ رہے۔

۳۔ بہت سادہ زندگی ہو۔

۴۔ تمام عزیز واقارب، موافق ومخالف سب کے ساتھ اچھا معاملہ کریں۔

۵۔ مسلم وغیر مسلم سب کے کام آئیں۔

۶۔ ہر استاد اور طالب علم کا خیال رکھیں۔

۷۔ کسی کو کوئی ایسی بات نہ کہیں جس سے تکلیف ہو۔

۸۔ اپنے کام سے کام رکھیں، تعلقات اطراف میں نہ بڑھائیں۔

۹۔ پڑھنے لکھنے میں زیادہ وقت صرف نہ کریں۔

۱۰۔ قرآن پاک تجوید کے ساتھ روزانہ کچھ لڑکوں کو پڑھائیں۔

۱۱۔ کتابوں کا مطالعہ کرتے رہیں۔

۱۲۔ روزانہ پانچ پارے تلاوت کریں۔

۱۳۔ نمازِ باجماعت اور ذکر کا اہتمام کریں۔

۱۴۔ اصلاحی تعلق بزرگوں سے رکھیں، ان کی خدمت میں جاتے رہیں۔

۱۵۔ وقت ضائع نہ ہونے دیں۔

۱۶۔ گھر میں تعلیم بیٹھا کر کریں۔

۱۷۔ اطراف میں جا جا کر تبلیغ کریں۔

۱۸۔ مدارس زیادہ سے زیادہ قائم کیے جائیں، ان کے مدرسین کی تنخواہ کا انتظام کیا جائے۔

۱۹۔ کسی پارٹی بندی وغیرہ میں نہ پڑیں۔

۲۰۔ اس کی ہمیشہ کوشش کریں کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

۲۱۔ کوئی کچھ کہے، کرے صبر کریں۔

۲۲۔ سب سے ملتے رہیں۔

۲۳۔ موت سب کو آنی ہے، صبر سے کام لیں، دعائے مغفرت کرتے رہیں۔

وصایا بابت امورِ خانہ و خانگی تعلقات

۱۔ سب مل کر رہیں۔

۲۔ بہتر یہ ہے کہ علٰحدہ علٰحدہ مکان کا انتظام کریں۔

۳۔ کھیتی کا غلّہ حساب سے تقسیم کریں۔

۴۔ میری جائداد میں لڑکیوں کا حصہ دیا جائے۔

۵۔ جو جائداد تم لوگوں نے اپنی آمدنی سے حاصل کی ہے، وہ تمھاری ہے۔

۶۔ والدہ، بہنوں کا خیال رکھیں، والدہ بہنوں کو تکلیف نہ پہنچے۔

۷۔ کبھی اختلاف کی صورت نہ پیدا ہونے پائے۔

۸۔ کوئی انتشار کی بات ہو تو فوراً ختم کر دیں۔

۹۔ علیحدہ علیحدہ مکانوں میں رہنا بہتر ہے تاکہ کسی قسم کا انتشار نہ رہے۔

۱۰۔ ایک دوسرے سے ہمیشہ محبت کے ساتھ پیش آئیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں۔

منظوم نصائح

شہِ کونین کی سنت پہ جو عامل نہیں ہوتا
وہ کچھ بھی کر رہا ہو، کچھ اسے حاصل نہیں ہوتا

کرشمے لاکھ دکھلائے، ولی اس کو کہے کوئی
گروہِ اولیاء میں وہ کبھی شامل نہیں ہوتا

سفر ناقص ہی رہتا ہے کبھی منزل نہیں ملتی
نہ ہو گر رہبر کامل سفر کامل نہیں ہوتا

عمل پیہم ہو، پھر اللہ کی مرضی بھی حاصل ہو
تو ایسے کام میں کوئی کبھی حائل نہیں ہوتا

جو فکرِ آخرت میں رات دن بے چین رہتا ہے
خدا کی یاد سے اک آن بھی غافل نہیں ہوتا

جسے عشق پیمبر ہے، جسے پاسِ شریعت ہے
وہ احکامِ شریعت سے کبھی جاہل نہیں ہوتا

سمجھتا ہے خدا کو صرف جو حاجت روا اپنا
کسی کے در پہ وہ جا کر کبھی سائل نہیں ہوتا

تجلی رب کی ایسے قلب پر نازل نہیں ہوتی
رذیلہ نفس کا جس قلب سے زائل نہیں ہوتا

وہ گمراہی میں رہتا ہے ہدایت مل نہیں سکتی
طریق حق کی جانب جس کا دل مائل نہیں ہوتا

نہیں ہوتا ہے جس میں خدمت مخلوق کا جذبہ
کسی کی بھی نظر میں وہ کسی قابل نہیں ہوتا

بہت تحقیق کی ثاقبؔ، ترا بس جرم یہ نکلا
خلافِ شرع باتوں کا کبھی قائل نہیں ہوتا

پیر و مرشد حضرت مولانا اسعد اللہؒ ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور خلیفہ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ

(ولادت: ماہ شوال ۱۳۱۴ھ۔ وفات: ۱۵/ رجب ۱۳۹۹ھ/ ۱۱ جون ۱۹۷۹ء۔ مدفون سہارنپور)

منظوم نصائح

بزدل نہ بن، شعارِ شجاعت کبھی نہ چھوڑ
ڈر کر کسی سے حق کی حمایت کبھی نہ چھوڑ

غیظ و غضب میں شانِ شرافت کبھی نہ چھوڑ
رنج و لعب میں آنِ مروت کبھی نہ چھوڑ

اسعد خدا کی مان، عبادت کبھی نہ چھوڑ
دامانِ اتقاء و شریعت کبھی نہ چھوڑ

محنت کبھی نہ چھوڑ، مشقت کبھی نہ چھوڑ
ہاں ہاں نہ چھوڑ دامنِ ہمت کبھی نہ چھوڑ

یارانِ بدخصال کے سائے سے دور بھاگ
مردانِ برگزیدہ کی صحبت کبھی نہ چھوڑ

احباب پر خلوص کا ہر وقت پاس کر
آئینِ لطف و مہر و مروت کبھی نہ چھوڑ

بے بس اپاہجوں کا ہمیشہ خیال رکھ
بیکس، یتیم، رانڈ کی خدمت کبھی نہ چھوڑ

گو جھیلنا پڑیں تجھے لاکھوں مصیبتیں
لیکن نہ چھوڑ فکرِ سعادت کبھی نہ چھوڑ

اسعدؔ گرہ میں باندھ لے یہ پند سودمند　　　پابندی نماز باجماعت کبھی نہ چھوڑ

(حیاتِ اسعد، ص: ۵۰۰)

ملفوظات- مرقومہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب نور اللہ مرقدہ

۱۔ **ہر کام کے چار اصول ہیں:** ہر کام کے چار اُصول ہیں کام خواہ دنیوی ہو یا دینی (۱) اخلاص وللّٰہیت (۲) حوصلہ و ہمت (۳) صحیح محنت (۴) امانت و دیانت۔ جس کام میں یہ چاروں اُصول ملحوظ رہیں گے اس میں کامیابی یقینی ہے اور جس کام میں یہ نہ ہوں گے یا ان میں سے بعض نہ ہوں گے اس میں کامیابی غیر یقینی بلکہ ناکامی کا سخت اندیشہ ہے۔

(فائدہ: یقیناً یہ اُصول ایسے ہیں کہ ہر انسان کے لیے اُن کا اختیار کرنا لازم ہے تاکہ کامیابی سے ہم کنار ہوں مگر اب ہم لوگ کامیابی تو چاہتے ہیں مگر ان اصولوں کو نہیں اپناتے۔)

۲۔ شریعت ہر جگہ مقدم ہے: آپ اکثر یہ شعر پڑھتے تھے

ہماری یہ نصیحت یاد رکھو
کہ ہر شے میں شریعت یاد رکھو

۳۔ اپنی رائے پر اصرار و اِجبار کبر ہے: اپنی رائے کو دوسروں پر لادنا اور بزور کلام اپنی بات کو منوانا تکبر کی علامت ہے۔ حضرت حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوریؒ جو فنِ طب کے امام تھے، اگر کوئی معمولی درجہ کا طبیب بھی ان کی رائے سے اختلاف کرتا تو فرماتے، یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی رائے درست ہو۔

۴۔ **آدمیوں کی چار اقسام ہیں:** آدمی چار قسم کے ہوتے ہیں (۱) اکمل (۲) کامل (۳) ناقص (۴) انقص۔

(۱) اکمل (کامل ترین) آدمی وہ ہے جو صاحب الرائے اور صائب الرائے ہو (یعنی رائے رکھتا ہو اور درست رکھتا ہو) اور مشورہ بھی کرتا ہو۔

(۲) کامل وہ آدمی ہے جو صاحب الرائے اور صائب الرائے ہو اور مشورہ نہ کرتا ہو یا دونوں میں سے ایک صفت ہو یعنی صاحب الرائے یا صائب الرائے ہو لیکن مشورہ کرتا ہو۔

(۳) اور جو صاحب الرائے یا صائب الرائے ہو یعنی جس کو دونوں صفتوں میں سے

صرف ایک صفت حاصل ہو لیکن مشورہ نہ کرتا ہو ایسا شخص ناقص ہے۔

(۴) اور اگر نہ صاحب الرائے ہے نہ ہی صائب الرائے ہے یعنی دونوں صفتوں سے محروم ہے اور مشورہ بھی نہیں کرتا، تو ایسا شخص انقص یعنی ناقص ترین ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ صاحب الرائے اور صائب الرائے ہونے کے ساتھ ساتھ معاملات و حادثات میں دوسروں سے بھی مشورہ کرلیا جائے تا کہ کامل ترین لوگوں میں شمار و شمولیت ہو سکے۔

۵۔ چار چیزیں کم کر دینا مفید ہے: حضرات صوفیائے کرام سالکین و متصوّفین کو چار قلتوں (کمیوں) کا حکم دیتے تھے اور یہ قلتیں غیر سالکین کے لیے بھی مفید ہیں لیکن اس زمانے میں قویٰ کمزور ہیں اور صحتیں متاثر و مضمحل ہو گئیں اس لیے اب دو قلتوں کا امر نہیں کیا جاتا۔

وہ چار قلتیں یہ ہیں (۱) قلت الطعام (کم کھانا) (۲) قلت المنام (کم سونا) (۳) قلت الکلام (کم بولنا) (۴) قلت الاختلاط مع الانام (لوگوں سے میل جول کم رکھنا)۔

اوّل الذکر دو قلتوں کو موقوف کر دیا گیا ہے کیونکہ اب ان کا تحمل نہیں ہوتا البتہ مؤخر الذکر دو قلتیں سب کے لیے خصوصاً طلبہ و سالکین کے لیے اب بھی بہت ضروری ہیں۔

۶۔ عیادت-عبادت سے بہتر ہے: "اَلْعِيَادَةُ خَيْرٌ مِّنَ الْعِبَادَةِ" بیمار کی عیادت بہتر ہے عبادت سے۔ عیادت میں یاء ہے اور عبادت میں باء۔ یاء میں دو نقطے ہیں اور باء میں ایک۔ تو عیادت میں ایک نقطہ عبادت سے زائد ہے اسی طرح یاء (ی) کے عدد دس ہیں اور با (ب) کے دو تو بحساب ابجد عیادت کے عدد عبادت سے آٹھ زائد ہیں تو گویا عیادت کی خیر عبادت (نافلہ) سے آٹھ عدد بڑھی ہوئی ہے، نیز عیادت میں نفع رسانی ہے اور عبادت میں نفع اندوزی ہے اور ظاہر ہے کہ اوّل افضل ہے لہٰذا "اَلْعِيَادَةُ خَيْرٌ مِنَ الْعِبَادَةِ لَفْظاً وَ مَعْنیً وَ عَدَداً وَ رُتْبَةً" (یعنی عیادت عبادت سے لفظوں میں، معنیٰ میں اور عدد میں و مرتبہ میں) ہر طرح بڑھی ہوئی ہے۔

'حیاتِ اسعدؒ' سے دو ملفوظ

خدمتِ خلق

حضرت والاؒ خدمتِ خلق کو بہت ہی اہمیت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی "خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ" (انسانوں میں سب سے بہتر ہے جو انسانوں کو نفع پہنچائے) سے خدمتِ خلق و نفع رسانی کی عظمت و اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ خدمتِ خلق خود عبادتِ حق ہے اور اکثر عبادات سے بڑھ کر ہے۔ پھر جتنی اونچی خدمت ہوگی اور جس قدر نفع پہنچایا جائے گا اتنی ہی فضیلت و خیریت کا حصول ہوگا مثلاً کسی کو ایک گلاس پانی پلا دیا جائے، یہ بھی خدمت ہے اور کسی کو جنت دلوا دی جائے، یہ خدمت ہے۔ مگر دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جتنا ایک گلاس پانی اور جنت میں فرق ہے۔

حضرت والاؒ کی الحمد للہ پوری زندگی ہی عبادت، دین کی اشاعت اور خلق اللہ کی خدمت میں گزری ہے۔ آپ خدمتِ خلق کی ترغیب دیتے ہوئے اکثر یہ شعر پڑھتے تھے ؎

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

(تصوف خدمتِ خلق کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تسبیح و مصلیٰ اور گڈری کا نام طریقت نہیں ہے۔)

اذیت رسانی سے پرہیز

اس کے مقابلے میں خلق اللہ کو تکلیف پہنچانا اور لوگوں کا دِل دُکھانا بدترین گناہ ہے۔ فرماتے تھے کہ کسی کو اذیت نہ پہنچاؤ کہ اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ اس موقع پر فرماتے تھے

مباش در پئے آزار و ہرچہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

(یعنی کسی کو اذیت دینے کا ارادہ بھی نہ کرو اور جو چاہو کرو۔ کیونکہ ہماری شریعت میں اس کے علاوہ کوئی گناہ نہیں ہے۔) اگر غور کیا جائے تو یہ بڑی جامع تعبیر ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ، نہ خود کو نہ دوسروں کو، اگر خود کسی گناہ کا ارتکاب کیا یا کسی فرض و واجب کو

ترک کیا تو اپنی روح کو تکلیف پہنچائی اور غضبِ الٰہی کا نشانہ بن کر دنیا و آخرت میں خود اپنے آپ کو اذیت پہنچائی کیونکہ سزا کا مستحق ہوا۔

خصوصاً اللہ والوں کو اذیت پہنچانا بڑا خطرناک ہے۔ آپ اس پر خدام کو تنبیہ فرماتے تھے اور اس موقع پر یہ شعر پڑھتے تھے۔

بس تجربہ کردیم دریں دارِ مکافات

با درد کشاں ہر کہ در افتاد برافتاد

(ہم نے اس دنیا میں بہت تجربہ کیا ہے کہ جو عاشقانِ حق سے اُلجھا وہ منہ کے بَل گر پڑا۔)

حضرتؒ بڑی دلسوزی و اہتمام کے ساتھ خدام و تلامذہ کو یہ تاکید و نصیحت فرماتے تھے کہ کسی کو ایذا نہ دو، نہ تکلیف پہنچاؤ۔ ایسے مواقع پر مذکورہ بالا اشعار کے علاوہ یہ شعر بھی سناتے تھے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد

کسے را با کسے کارے نباشد

(اس جگہ جنت ہے جہاں پر کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہنچے اور کسی کو کسی سے شکایت نہ ہو۔)

اگر سب لوگ اس حقیقت پر عمل کرلیں تو یہ دنیا جنت نہیں تو جنت کا نمونہ ضرور بن جائے گی۔ (حیاتِ اسعد، مؤلفہ حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری، ص: ۵۵)

شعر و سخن

ماشاء اللہ تعالیٰ آپ کو شعر و سخن کا بھی نہایت پاکیزہ ذوق تھا جس پر آپ کے اشعار شاہد ہیں۔ ہم یہاں آپ کی مشہور نعت اور اس کے علاوہ دوسرے اشعار نقل کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

نعت پاک

مجھے کیا علم کیا تم ہو خدا جانے کہ کیا تم ہو

بس اتنا جانتا ہوں محترم بعد از خدا تم ہو

کسی کی آرزو کچھ ہو کسی کا مدعا کچھ ہو

ہماری آرزو تم ہو ہمارا مدعا تم ہو

نہ یہ قدرت زباں میں ہے نہ یہ طاقت بیاں میں ہے
خدا جانے تو جانے کوئی کیا جانے کہ کیا تم ہو
رسالت کو شرف ہے ذاتِ عالی کے تعلق سے
نبوت ناز کرتی ہے کہ ختمِ انبیاء تم ہو

کہاں ممکن تمھاری نعت حضرتؐ ! مختصر یہ ہے
دو عالم مل کے جو کچھ بھی کہیں اس سے سوا تم ہو
نہیں شرمندۂ اظہار ، اوصافِ گرامی قدر
بتاؤں کیا کہ کیا تم ہو سناؤں کیا کہ کیا تم ہو
زمانہ جانتا ہے صاحب لو لا ، لما تم ہو
جہاں کی ابتدا تم ہو جہاں کی انتہا تم ہو

چند اشعارِ معرفت

رشک کرتا ہے فلک ایسی زمیں پر اسعدؔ
جس پہ دو چار گھڑی ذکر خدا ہوتا ہے
وہ ذات ہے جناب رسالت مآب کی
ادراک کی حدود سے بالا کہیں جسے
گروہِ رازدانِ نظمِ فطرت پر نہیں مخفی
یہ سب ہنگامۂ عالم ''خبر'' ہے ''مبتدا'' تم ہو
فصاحت کو تحیر ہے بلاغت کو پریشانی
کہ لفظوں سے بہت بالا جنابِ مصطفیٰؐ تم ہو
گنہگارانِ اُمت کا سہارا ذاتِ والا ہے
خوشا قسمت کہ حضرت ! شافعِ روزِ جزا تم ہو

یہ ربطِ باہمی اُمت کو وجہِ صد تفاخر ہے
تمھارا ہے خدا محبوب ، محبوبِ خدا تم ہو
تمھارے واسطے اسعدؔ کہیں بہتر ہے شاہی سے
کہ اِک ادنیٰ غلامِ بارگاہِ مصطفیٰ تم ہو
آؤ بیٹھیں مرکزِ انوار کی باتیں کریں
نور برسائیں رُخِ دلدار کی باتیں کریں
بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر خارے بود گلدستہ گردد
شرمندگیٔ ذوق کو میرے نہ پوچھئے
ہم جس مکاں پر پہنچے وہ اس کا مکاں نہ تھا
وطن میں ہو نہیں سکتی ہے عزّت باکمالوں کی
نہیں ہوتی ہے گوہر کی کبھی توقیر پانی میں
عشق کی دشواریوں نے کردیا کامل مجھے
اب کوئی مشکل نظر آتی نہیں مشکل مجھے

اپنی سعادت

الحمد للہ! حضرت اقدس مولانا اسعد صاحبؒ کی زیارت و بیعت کا شرف ۱۹۷۳ء میں مظاہرِ علوم سہارنپور میں نصیب ہوا۔ آپ کے ملفوظات سے مستفیض ہوا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ الْمِنَّه

یہ سیہ کار آوارہ و ناکارہ بندۂ کمتریں محمد ثمین اشرف جب ہتوراباندہ حضرت باندویؒ کے یہاں سے دیوبند حاضر ہوا تو حق جل مجدہ نے کئی سعادتوں کو جمع کردیا۔ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے ربط و نسبت جس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت مفتی صاحب نوّر اللہ مرقدہ اپنے ہمراہ کاندھلہ لے گئے تاکہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق ہوجائے مگر حضرت شیخ نے کیا مصلحت دیکھی، الغیب عنداللہ، کیونکہ شیخ مدینہ پاک تشریف لے جارہے تھے۔ سیہ کار کو حضرت مفتیؒ نے دیوبند واپس کردیا اور حضرت مفتی صاحب حضرت شیخ کے ساتھ رُک گئے۔ جب

حضرت مفتیؒ واپس آئے تو پھر سیہ کار کو سہارنپور لے گئے۔ حضرت مرشدی مولانا اسعد اللہؒ کے پاس جمعہ کا دن تھا۔ بعد نمازِ جمعہ حضرت بیمار تھے، چارپائی پر لیٹے تھے، معمول کے مطابق غرض و غایت معلوم کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا میں بیمار ہوں، بیعت نہیں کرتا مگر تم آئے ہو تو ہاتھ دو۔ پھر خوب بلک بلک کر رونے لگے۔ سیہ کار کی تو حالت ہی خراب ہوگئی۔ اللہ اکبر! اتنا پرنور چہرہ۔ تقویٰ وطہارت، تزکیہ وتصفیہ سے جس کا ظاہر اتنا منور تھا اس کے باطن کا کیا حال ہوگا۔ سبحان اللہ! اللہ اکبر کبیراً!

حضرت نے کلماتِ بیعت تلقین فرمایا، پھر دوازدہ تسبیح کی تلقین کی اور ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی اور رخصت کرنے سے پہلے فرمایا میری حیات کے بعد جس سے دل کو مناسبت ہو رجوع کرلینا۔ اللہ کا صد شکر اور عظیم احسان ہے۔ اللہ استقامت عطا فرمائے، آمین۔

اس وقت دارالعلوم دیوبند میں مَیں شرحِ وقایہ یعنی سالِ پنجم میں تھا۔ یہ ۱۹۷۳ کی بات ہے۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوبؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ

(ولادت: ۱۱ر شعبان ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء۔ وفات: ۲۷ر شعبان ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء۔
مدفن: اورائی، ضلع جالون)

استفاضہ کے شرائط

چار شرطیں لازمی ہیں استفاضہ کے لیے — اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد
یہ مقفّٰی قول ہے رنگین بھی سنگین بھی — حضرتِ مرشد کا یہ ارشاد رکھ تا عمر یاد

(فائدہ: آج بزرگوں سے تعلق کے باوجود ان کے فیض سے جو ہم محروم رہتے ہیں تو اس کی وجہ انہی شرائط پر عمل نہ کرنا ہے۔ خوب سمجھ لیں۔)

سستی کا علاج

اصلاح میں اپنی کر نہ سستی — ہمت پہ ہے منحصر درستی
فرما گئے ہیں حکیم الامت — سستی کا علاج ہے چستی

(فائدہ: اسی کو حضرت حکیم الامتؒ فرمایا کرتے ہیں کہ اختیاری اعمال کو اپنے اختیار سے

کرو اور غیر اختیاری کے پیچھے نہ پڑو۔ اس سے دین کے یسر و سہولت کو واضح فرما کے اُمت پر احسانِ عظیم فرمایا۔)

ظاہر و باطن کا ہر چھوٹا گناہ — اس سے بچ رہرو کہ ہے وہ سدِّ راہ
لب پہ ہر دم ذکر بھی ہو دل میں ہر دم فکر بھی — پھر تو بالکل راستہ ہے صاف تا دربارِ شاہ

وساوس کا علاج

وساوس جو آتے ہیں اس کا ہو غم کیوں — عبث اپنے جی کو جلانا بُرا ہے
خبر تجھ کو اتنی بھی ناداں نہیں ہے — وساوس کا لانا کہ آنا بُرا ہے

(فائدہ: سبحان اللہ! اس اہم مسئلہ کو کتنی آسانی سے حل فرما دیا یہ حکیم الامتؒ ہی کا ارشاد ہے جس کو حضرت خواجہ صاحب نے منظوم فرما دیا ہے۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ)

حال کا خیال

سوچ ماضی کو نہ استقبال کو — ٹھیک رکھ تو تو بس اپنے حال کو
کیا ہوا کیا ہوگا اس غم میں نہ پڑ — تو عبث سر لے نہ اس جنجال کو

(فائدہ: یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے جو ہزار اُلجھنوں اور پریشانیوں کا علاج ہے، اس لیے کہ عموماً لوگ ماضی و مستقبل کے غم و فکر میں اپنے اوقات کو ضائع کرتے ہیں۔ اور حال کا خیال کر کے کام میں نہیں لگتے جس سے محروم کے محروم ہی رہ جاتے ہیں۔)

کیا نتیجہ ہوگا کیونکر ہوگا یہ اوہام چھوڑ — کام کر اور جس کا کام ہے کام اس پہ تو انجام چھوڑ
اجر لے ناکام ہو کر بھی نہ رب کا کام چھوڑ — وقت ہے جدوجہد کا راحت و آرام چھوڑ

(فائدہ: اس قطعہ میں کام کی طرف زبردست ترغیب دی ہے۔ اس لیے کہ ہمارا کام تو عمل ہی کرنا ہے۔ اجر تو اللہ کریم ہے ضرور عنایت فرمائے گا۔ اس لیے کہ ع: 'خواجہ خود رَوِشِ بندہ پروری داند' یعنی آقا خود پروری کا طریقہ جانتا ہے۔)

دل کیوں نہیں لگتا طاعتوں میں — اس فکر کے پاس بھی نہ جانا
دل لگنا کہاں ہے فرض تجھ پر — ترا تو فرض ہے دل لگانا

(فائدہ : اس میں بھی طالبین کی تسلی کے لیے سہل نسخہ بیان فرمایا ہے جو مستحضر رکھنے کے لائق ہے بلکہ لوگوں کو بتلانے کی ضرورت ہے۔)

مالک ہے جو چاہے کر تصرف کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یا رب حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

(فائدہ : اس قطعہ میں اہلِ مصیبت کے لیے کیا ہی خوب مراقبہ ہے جو یقیناً موجبِ طمانیت وتسلی ہے۔)

تو ہو کسی بھی حال میں مولا سے لَو لگائے جا قدرتِ ذوالجلال میں کیا نہیں گڑ گڑائے جا
بیٹھے گا چین سے اگر، کام کے کیا رہیں گے پَر گو نہ نکل سکے مگر پنجرہ میں پھڑ پھڑائے جا
ضربیں کسی کے نام کی دل پہ یوں ہی لگائے جا گو نہ ملے جواب کچھ، دَر یوں ہی کھٹکھٹائے جا
کھولیں وہ یا نہ کھولیں دَر، اس پہ ہو کیوں نظر تو تو بس اپنا کام کر، یعنی صدا لگائے جا

....

کتنی ہی مشکلات کیوں ہوں پروانہ چاہیے اقدام راہِ حق میں دلیرانہ چاہیے
لیکن یہ گر رسائی منزل کا یاد رکھ کوشش تو خوب چاہیے دعویٰ نہ چاہیے

(فائدہ : سبحان اللہ! ان تینوں قطعات میں طریق کی نہایت اہم تعلیم ہے جو ہر سالک راہ بلکہ مسلمان کو پیش نظر ہی نہیں بلکہ لائحہ عمل بنانا چاہیے اور اس کے ذریعے اپنے خالق و مالک سے تعلق کو استوار کرنا چاہیے۔ (مرتب)

کامیابی تو کام سے ہوگی نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی
فکر اور اہتمام سے ہوگی ذکر کے التزام سے ہوگی
لب پہ ذکر اللہ کی تکرار ہو دل میں ہر دم حق کا استحضار ہو
اس پہ تو کرے اگر حاصل دوام پھر تو بس کچھ دن میں بیڑا پار ہو
رکھ نظر میں ہمیشہ دو باتیں اے دو عالم کی خیر کے طالب !
طبع غالب نہ عقل پر ہو کبھی اور نہ ہو عقل شرع پر غالب

(فائدہ : ماشاءاللہ! کیا ہی خوب کلیہ بیان فرمایا۔ یعنی طبیعت پر عقل کو غالب رکھنا چاہیے اور عقل پر شریعت کو۔ یعنی طبع و عقل اگر دونوں ہی شریعت کے مزاحم ہو تو تقاضائے عقل وطبع کو

ترک کر دینا چاہیے۔)

جو ناکام ہوتا رہے زندگی بھر بہرحال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

(فائدہ: عشق و محبت کا یہی تقاضا ہے کہ معشوق و محبوب کی اطاعت اور اس کے راضی رکھنے کی فکر میں لگا رہے ورنہ عاشقی کا دم بھرنا عبث ولغو ہے بلکہ ایسے کو عاشق کہا ہی نہیں جاتا، بوالہوس کہا جاتا ہے۔)

احسان جتا کر نہ کوئی میرے گھر آئے احسان مرا مان کر آئے اگر آئے
بیٹھا ہوں غنی ہو کر میں ہر شاہ و گدا سے سو بار غرض جس کو پڑے وہ اِدھر آئے

(فائدہ: اہل اللہ کی یہی شان ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ایسا ربط اور ان پر ایسا توکل کا غلبہ ہو جاتا ہے کہ مخلوق سے استغناء کی صفت پیدا ہو جاتی ہے اور ایک اللہ سے تعلق کی بناء پر سارے جہاں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔)

لطف دنیا کے ہیں گے دن کے لیے کھو نہ جنت کے مزے ان کے لیے
یہ کیا اے دل! تو بس پھر یوں سمجھ تو نے ناداں گل دیے تنکے کے لیے

(فائدہ: اس میں آخرت کی بقا و دوام اور دنیا اور اس کی لذات کی بے ثباتی کو بیان فرمایا ہے اور اس کے پیچھے پڑ کر آخرت کی نعمتوں سے غفلت و لا پرواہی انتہائی نادانی کی بات ہے جو ایک مسلمان کی شان سے بعید ہے۔)

ترکِ دنیا کر، نہ ہر لذت کو چھوڑ معصیت کو ترک کر غفلت کو چھوڑ
نفس و شیطاں لاکھ درپے ہوں مگر تو نہ ہرگز ذکر اور طاعت کو چھوڑ

(فائدہ: اس میں بھی نفس و شیطان کی اطاعت سے روکا ہے اور ذکر و طاعت کی ترغیب دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو عمل کی توفیق دے۔)

فکر دنیا تجھ کو صبح و شام ہے اس سے غفلت ہے جو اصلی کام ہے
کچھ دنوں سہہ لے مشقت دین کی پھر تو بس آرام ہی آرام ہے
نفع دینی دیکھ تو دنیا کی بہبودی نہ دیکھ مرضیِ حق پر نظر کر اپنی بہبودی نہ دیکھ

تو اکیلا تیرے دشمن سیکڑوں یہ سبھی نہ دیکھ　　قدرتِ حق پر نظر کر اپنی کمزوری نہ دیکھ
بہرِ غفلت یہ تیری ہستی نہیں　　دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گزر دنیا ہے یہ بستی نہیں　　جائے عیش و عشرت و مستی نہیں
ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم　　چپکے چپکے رفتہ رفتہ دَم بدم
سانس ہے اک رہروِ ملکِ عدم　　دفعتہً اک روز یہ جائے گا تھم

اب ہم 'کشکول مجذوبؒ' کے پیش لفظ مرقومہ مولانا انعام الرحمٰن صاحب تھانوی سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کر کے 'تذکرہ خواجہ صاحب مجذوب' کو تمام کرتے ہیں۔

خواجہ صاحب کا کلام علم و حکمت کا خزینہ اور حقائق و معارف کا بیش بہا گنجینہ ہے۔ زندگی کی تمام تعبیریں ان کے کلام میں موجود ہیں۔ حیاتِ انسانی کا کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے جس کے متعلق انھوں نے کوئی راہِ عمل نہ دِکھائی ہو اور عشق و محبتِ الٰہی کا جذبہ تو ان کے کلام میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ وہ ہر موقع پر مالکِ حقیقی کی رضا و خوشنودی کے طالب اور مشتاق نظر آتے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی　　اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

واقعی اس محبوبِ حقیقی کی لگن اور عشقِ صادق کی سچی تڑپ سے اہلِ دل حضرات کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ وہ تمام تمناؤں سے اپنے سینے کو خالی کر لیتے ہیں۔ صرف ایک اس کی تمنا کے لیے، وہ سب آرزوؤں کو ختم کر دیتے ہیں۔ صرف ایک اس کی آرزو کے لیے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ اس شعر کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ خود خواجہ صاحب کا بیان ہے یہ شعر حضرت اقدس کو اپنے حسبِ حال ہونے کی وجہ سے اس درجہ پسند تھا کہ ایک بار مسکراتے ہوئے فرمایا، ''اگر میرے پاس اتنی رقم ہوتی تو میں ایک لاکھ روپیہ آپ کو اس شعر کا انعام دیتا۔'' ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا، ''جب کبھی مجھ کو یہ شعر یاد آ جاتا ہے تو کم از کم تین بار پڑھے بغیر سیری نہیں ہوتی۔'' حضرت حکیم الامتؒ ان کے اشعار کی ایک سلسلۂ ملفوظ میں اس طرح تعریف فرماتے ہیں:

''خواجہ صاحب تصوف کے حقائق و غوامض کو اپنے اشعار میں ادا کرتے ہیں۔''

حضرت حکیم الامتؒ جیسے مجمع الفضائل جامع کمالات اور باذوق بزرگ کی یہ مدح و توصیف خواجہ صاحب کے لیے حسنِ قبول کی ایک عمدہ اور بہترین سند ہے۔

حضرت مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی مدظلہ العالی کی فرمائش پر حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری مجذوبؒ رحمۃ اللہ علیہ نے دوازدہ (بارہ) تسبیح کے ہر چہار اذکار کے متعلق دس دس بند تصنیف فرمائے تھے۔ چنانچہ یہ چالیس بند کا مجموعہ بہ عنوان 'چہل بند اذکارِ چشتیاں مقلب بہ تفریح بہشتیاں' مصداق شعر۔

یہ کیسے مزے کا چہل بند ہے — کہ ہر بند اک کوزہ قند ہے

ہدیۂ ذاکرین و طالبین کرتا ہوں اور اس تضمین دوازدہ اذکار کا تاریخی نام 'نفیرِ غیب' ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس کو مقبول و نافع فرماوے اور حضرت مصنفؒ اور جملہ قارئین کے لیے ذخیرۂ آخرت بناوے، آمین یا رب العالمین۔

ابیات در تضمینِ ذکر نفی اثبات

یار رہے تو میرا اور میں تیرا یار رہوں
مجھ کو فقط تم سے ہو محبت، خلق سے میں بیزار ہوں
ہر دم ذکر و فکر میں تیرے مست رہوں سرشار رہوں
ہوش رہے نہ مجھ کو کسی کا تیرا مگر ہوشیار رہوں

اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

تیرے سوا معبودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مقصودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا موجودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مشہودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

دونوں جہاں میں جو کچھ بھی ہے سب ہے تیرے زیرِ نگیں
جن و انس و حور و ملائک عرش و کرسی چرخ و زمیں
کون و مکاں میں لائق سجدہ تیرے سوائے اے نورِ مبیں
کوئی نہیں ہے ، کوئی نہیں ہے ، کوئی نہیں ہے ، کوئی نہیں

اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ ، لا الہ الا اللہ

سب بندے ہیں کوئی نبی ہو یا ہو ولی یا شہنشاہ
باغِ دو عالم بھی ہے تری قدرت کے حضور اک برگ گاہ
کیوں نہ میں قائل ہوں کہ ہزاروں تیری خدائی کے ہیں گواہ
خار و گل و افلاک و کواکب کوہ و دریا مہر و ماہ

اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ ، لا الہ الا اللہ

تیرا گدا بن کر میں کسی کا دستِ نگر ، اے شاہ ! نہ ہوں
بندۂ مال و زر نہ بنوں میں طالبِ عز و جاہ نہ ہوں
راہ پہ تیری پڑ کے میں قیامت تک میں کبھی بے راہ نہ ہوں
چین نہ لوں میں جب تک رازِ وحدت سے آگاہ نہ ہوں

اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ ، لا الہ الا اللہ

یاد میں تیری سب کو بھلادوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پہ سب گھر بار لٹا دوں خانۂ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگادوں غم سے ترے دِل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے

اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ ، لا الہ الا اللہ

سب سے میں ہو جاؤں مستغنی ، فضل ہو پیشِ نظر تیرا
اب تو رہوں میں اے میرے داتا ! بس اک دستِ نگر تیرا
توڑ کے پاؤں پڑ جاؤں ، چھوڑوں نہ کبھی اب دَر تیرا
عشق سما جائے رگ رگ میں دل میں میرے گھر تیرا

اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ ، لا الہ الا اللہ

نفس و شیطان دونوں نے مل کر ہائے کیا ہے مجھ کو تباہ
اے مولا میری مدد کر چاہتا ہوں میں تیری پناہ

مجھ سا خلق میں کوئی نہیں گو بدکار و نامہ سیاہ
تو بھی مگر غفار ہے یا رب بخش دے میرے سارے گناہ

اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ ، لا الہ الا اللہ

مجھ کو سراپا ذکر بنا دے ذکر ترا اے میرے خدا
نکلے میرے ہر بن مو سے ذکر ترا اے میرے خدا
اب تو کبھی چھوڑے بھی نہ چھوٹے ذکر ترا اے میرے خدا
حلق سے نکلے سانس کے بدلے ذکر ترا اے میرے خدا

اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ ، لا الہ الا اللہ

جب تک قلب رہے پہلو میں ، جب تک تن میں جان رہے
لب پہ تیرا نام رہے اور دِل میں تیرا دھیان رہے

جذب میں پڑ اس ہوش رہیں اور عقل مری حیران رہے
لیکن تجھ سے غافل ہرگز دل نہ مرا اِک آن رہے
اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ ، لا الٰہ الا اللہ

ابیات در تضمینِ ذکر مجرد واثبات

اے میرے مولا ! میری نظر میں تو ہی تو ہو تو ہی تو
سب تو ہوں باہر دل کے اندر تو ہی تو ہو تو ہی تو
قلبِ تپاں میں دیدۂ تر میں تو ہی تو ہو تو ہی تو
میرے لیے تو بحر و بر میں تو ہی تو ہو تو ہی تو
کچھ نہ سجھائی دے مجھے ہرگز لاکھ ہوں منظر پیشِ نگاہ
الا اللہ الا اللہ ، الا اللہ الا اللہ

سوجھے مجھ کو دونوں جہاں میں تو ہی تو بس تو ہی تو
سوجھے مجھ کو کون و مکاں میں تو ہی تو بس تو ہی تو
سوجھے مجھ کو قالب و جاں میں تو ہی تو بس تو ہی تو
سوجھے مجھ کو سود و زیاں میں تو ہی تو بس تو ہی تو
کچھ نہ سجھائی دے مجھے ہرگز لاکھ ہوں منظر پیشِ نگاہ
الا اللہ الا اللہ ، الا اللہ الا اللہ

جان سے بھی جو مجھ کو ہے پیارا تو ہی تو ہاں تو ہی تو
جس کے لیے سب کچھ ہے گوارا تو ہی تو ہاں تو ہی تو
دونوں جہاں میں میرا سہارا تو ہی تو ہاں تو ہی تو
میری ناؤ کا کھیون ہارا تو ہی تو ہاں تو ہی تو
کچھ نہ سجھائی دے مجھے ہرگز لاکھ ہوں منظر پیشِ نگاہ
الا اللہ الا اللہ ، الا اللہ الا اللہ

جود و کرم کی شان گدا کو کھل کر اب اے شاہ دِکھا
قربِ خاص عطا فرما ، ایوان کی اپنے راہ دِکھا
جلوہ اب تو کھلے بندوں ہی بس اب میرے ماہ دِکھا
پردہ اُٹھا دے نور اپنا ہر وقت دِکھا ہر گاہ دِکھا
کچھ نہ سجھائی دے مجھے ہرگز لاکھ ہوں منظر پیشِ نگاہ
الا اللہ الا اللہ ، الا اللہ الا اللہ

آئے نظر ذرّہ ذرّہ میں صاف تری قدرت مجھ کو
عالمِ کثرت بھی ہوجائے آئینۂ وحدت مجھ کو
باغِ جہاں میں تو محسوس اب ہو مثلِ نکہت مجھ کو
مشقِ تصور اتنی بڑھی جلوت میں بھی خلوت مجھ کو
کچھ نہ سجھائی دے مجھے ہرگز لاکھ ہوں منظر پیشِ نگاہ
الا اللہ الا اللہ ، الا اللہ الا اللہ

ایسا سما جا میری نظر جلوہ ترا دیکھو ہر سو
غیبت دم بھر کو بھی نہ ہو ہر وقت رہوں میں رو در رو
میرے لیے بازارِ جہاں سر بسر اک میدان ہو
تو ہی تو ہو تو ہی تو ، تو ہی تو ہو تو ہی تو
کچھ نہ سجھائی دے مجھے ہرگز لاکھ ہوں منظر پیشِ نگاہ
الا اللہ الا اللہ ، الا اللہ الا اللہ

ذرّہ ذرّہ ، قطرہ قطرہ ، رطب و یابس ، بحر و بر
نور و نار و اوج و پستی ، کفر و ایماں ، خیر و شر
ایک زباں ہوکر یہ سب کے سب دیتے ہیں تیری خبر
تیرے آگے ہیچ ہے ہر شے تو ہی ہے سب سے برتر

کچھ نہ سجھائی دے مجھے ہرگز لاکھ ہوں منظر پیش نگاہ
الا اللہ الا اللہ ، الا اللہ الا اللہ

میری نظر میں سب یکساں ہوں کوئی گدا ہو یا ہو شاہ
ہوں نہ ذرا مرعوب کسی سے کوئی ہو کتنا ہی ذی جاہ
رازِ وحدت سے تو کردے دل کو مرے یا رب آگاہ
میرے لیے ہوجائیں برابر باغ و صحرا کوہ و کاہ
کچھ نہ سجھائی دے مجھے ہرگز لاکھ ہوں منظر پیش نگاہ
الا اللہ الا اللہ ، الا اللہ الا اللہ

بندۂ مقبول اپنا بنا اور کر نہ کبھی مردود مجھے
بخش خدایا حسنِ ختام و عاقبتِ محمود مجھے
جلوہ ترا اس طور سے ہر لحظہ اب مشہود مجھے
تیرے سوا عالم میں نظر آئے نہ کوئی موجود مجھے
کچھ نہ سجھائی دے مجھے ہرگز لاکھ ہوں منظر پیش نگاہ
الا اللہ الا اللہ ، الا اللہ الا اللہ

ابیات در تضمینِ ذکر دو ضربی

نوٹ: اس ذکر کی اصل بحر یہ ہے 'استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ' لیکن یہ چونکہ غیر مانوس سی بحر ہے اس لیے متعارف بحر یعنی 'الٰہی توبہ الٰہی توبہ الٰہی توبہ الٰہی توبہ' اختیار کی گئی ہے۔ ان دونوں بحروں میں بہت ہی کم فرق ہے جیسا کہ ظاہر ہے اس لیے پڑھنے میں کوئی تفاوت محسوس نہ ہوگا۔

میری کرے گا مقصد بر آری اللہ اللہ اللہ اللہ
بخشے گا مجھ کو پرہیزگاری اللہ اللہ اللہ اللہ
رکھے گا مشغولِ آہ و زاری اللہ اللہ اللہ اللہ
دل کی کرے گا یہ آبیاری اللہ اللہ اللہ اللہ

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ
دل پر چلاتا ہے اُف کٹاری اللہ اللہ اللہ اللہ
اور نفس پر پھیرتا ہے آری اللہ اللہ اللہ اللہ
دو دو لگاتا ہے ضرب کاری اللہ اللہ اللہ اللہ
تلوار ہے اور وہ بھی دو دھاری اللہ اللہ اللہ اللہ
ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ
کیا ذکر ہے یہ اللہ اکبر اللہ اللہ اللہ اللہ
دل پر چلاتا ہے تیر و خنجر اللہ اللہ اللہ اللہ
یہ جان سے بھی مجھ کو بڑھ کر اللہ اللہ اللہ اللہ
چھوڑوں نہ میں گو بن جائے دم پر اللہ اللہ اللہ اللہ
ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ
یہ ذکر ہے یا قندِ مکرّر اللہ اللہ اللہ اللہ
کہنے لگا میرا دل بھی سن کر اللہ اللہ اللہ اللہ
یہ جانِ شیریں سے بھی ہے خوش تر اللہ اللہ اللہ اللہ
یہ ذکر حق ہے یا شیر و شکر اللہ اللہ اللہ اللہ
ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ
یہ ذکر ہے یا قندِ مکرّر اللہ اللہ اللہ اللہ
گزری گناہوں میں عمر ساری اے میرے مولا اے میرے باری
کیا حشر ہوگا دہشت سے طاری اے میرے مولا اے میرے باری

کس کو پکارے تیرا بھکاری اے میرے مولا اے میرے باری
ہوجائے ناجی مجھ سا بھی ناری اے میرے مولا اے میرے باری

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

ذاکر ہے تیری مخلوق ساری اے میرے مولا اے میرے باری
آجائے اب تو میری باری اے میرے مولا اے میرے باری
کب تک رہے گی غفلت یہ طاری اے میرے مولا اے میرے باری
دل پر لگے ہاں اِک چوٹ کاری اے میرے مولا اے میرے باری

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

اُف یہ دل بد احوال میرا استغفر اللہ استغفر اللہ
یہ حال میرا یہ قال میرا استغفر اللہ استغفر اللہ
یہ حال یہ سن و سال میرا استغفر اللہ استغفر اللہ
بس اب کھے بال بال میرا استغفر اللہ استغفر اللہ

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

ہو جاہ سے حل اشکال میرا استغفر اللہ استغفر اللہ
کام آئے یہ زر یہ مال میرا استغفر اللہ استغفر اللہ
دے نفع کچھ یہ احوال میرا استغفر اللہ استغفر اللہ
کیا ہوگا محشر میں حال میرا استغفر اللہ استغفر اللہ

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

دنیا میں دل منہمک ہے یا رب بیزار کردے بیزار کردے
کشتی بھنور میں بے ڈھب پھنسی ہے ہاں پار کردے ہاں پار کردے
بے طرح ہوں محوِ خوابِ غفلت بیدار کردے بیدار کردے
بیکار ہوں میں بیکار ہوں میں باکار کردے باکار کردے
ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ
دُنیا کی اُلفت دل سے مٹا کر دیندار کردے دیندار کردے
ہر کارِ دُنیا مجھ سے چھڑا کر بیکار کردے بیکار کردے
جامِ محبت اپنا پلاکر سرشار کردے سرشار کردے
مجذوبؔ اپنا مجھ کو بناکر ہشیار کردے ہشیار کردے
ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ
اللہ سے دل میں نے لگایا الحمد للہ الحمد للہ
مقصود میرا آخر بر آیا الحمد للہ الحمد للہ
یادِ خدا میں سب کو بھلایا الحمد للہ الحمد للہ
دل سے نکالا اپنا پرایا الحمد للہ الحمد للہ
ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ
آیا میں مرشد کے زیر سایہ الحمد للہ الحمد للہ
گم کردہ رہ تھا منزل پہ آیا الحمد للہ الحمد للہ
اپنی ہی دُھن میں حق نے لگایا الحمد للہ الحمد للہ
دل کی پلٹ دی بالکل ہی کایا الحمد للہ الحمد للہ

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

ابیاتِ شوقیہ

بناؤں گا اپنے نفسِ سرکش کو اب تو یا رب غلام تیرا
میں چھوڑ کر کاروبار سارے کروں گا ہر وقت کام تیرا
کیا کروں گا بس اب الٰہی ذکر ہی صبح و شام تیرا
جماؤں گا دل میں یاد تیری رٹوں گا دن رات نام تیرا

ہر دم کروں گا اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
مثل نفس اب رکھوں گا جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

میں اے خدا دم بھروں گا تیرا بدن میں جب تک کہ جاں رہے گی
پڑھوں گا ہر وقت تیرا کلمہ دہن میں جب تک زباں رہے گی
کوئی رہے گا نہ ذکر لب پر تری ہی بس داستاں رہے گی
نہ شکوۂ دوستاں رہے گا نہ غیبتِ دشمناں رہے گی

ہر دم کروں گا اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
مثل نفس اب رکھوں گا جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

رہا میں دن رات غفلتوں میں عبث یونہی زندگی گزاری
کیا نہ کچھ کام آخرت کا کٹی گناہوں میں عمر ساری
بہت دنوں میں نے سرکشی کی مگر ہے اب سخت شرمساری
میں سر جھکاتا ہوں میرے مولا میں توبہ کرتا ہوں میرے باری

ہر دم کروں گا اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
مثل نفس اب رکھوں گا جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

میں دین لوں گا، میں دین لوں گا ، نہ لوں گا زینہار دنیا
دِکھا کے نقش و نگار اپنے لبھائے مجھ کو ہزار دنیا

اسے میں خوب آزما چکا ہوں بہت ہے بے اعتبار دنیا
لگاؤں گا اس سے دل نہ ہرگز ، یہ چار دن کی ہے یار دنیا

ہر دم کروں گا اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
مثلِ نفس اب رکھوں گا جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

بتانِ دلبر تو سینکڑوں ہیں مگر کوئی باوفا نہیں ہے
ودود اور لائقِ محبت فقط ہے تو دوسرا نہیں ہے
کوئی ترے ذکر کے برابر مزے کی شے اے خدا نہیں ہے
مزے کی چیزیں ہیں گو ہزاروں کسی میں ایسا مزا نہیں ہے

ہر دم کروں گا اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
مثلِ نفس اب رکھوں گا جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

ابیاتِ مناجاتیہ

مجال ہے کچھ بھی کرسکوں میں جو تو نہ توفیق اے خدا دے
تری مشیت ہے سب پہ غالب یہ ہیچ ہیں میرے سب ارادے
بہت دنوں رہ چکا نکما بس اب مجھے کام کا بنا دے
میں کب سے ہوں محوِخوابِ غفلت بس اب جگادے بس اب جگادے

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

رہِ طلب میں سوار سب ہیں پیادہ مثلِ غبار میں ہوں
ترے گلستاں میں سب گل ہیں بس اک اگر ہوں تو خار میں ہوں
مجھے بھی کچھ فکرِ آخرت ہو بہت ہی غفلت شعار ہوں میں
رہا میں بیکار زندگی بھر بس اب تو مشغولِ کار میں ہوں

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

تجھے تو معلوم ہے الٰہی بہت ہی گندہ ہے حال میرا
گناہ میں آلودہ ہورہا ہے رواں رواں بال بال میرا
یہ آخری دن ہے زندگی کے درست کردے مآل میرا
تری محبت میں اب جیوں میں اسی میں ہو انتقال میرا

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

کرم سے تیرے بعید کیا ہے جو فضل مجھ پر بھی میرے رب ہو
تری مدد ہو مری ہو کوشش تری کشش ہو مری طلب ہو
بدی میں گزری ہے عمر ساری ، نصیب توفیقِ نیک اب ہو
رہوں میں مشغول ذکر و طاعت بس اب یہی شغل روز و شب ہو

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

عنایت خاص کو الٰہی میں تیرے قربانِ عام کردے
اس اپنے ادنیٰ غلام کو بھی نصیب اب قربِ تام کردے
میں ہائے کب تک رہوں ادھورا بس اب تو پُر میرا جام کردے
فنا کا وہ درجہ اب عطا ہو جو کام میرا تمام کردے

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہوجائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

ابیات در تضمین ذکر یک ضربی اسمِ ذات

اے میرے داتا ، اے میرے مالک ، اے میرے مولا ، اے میرے والی
شہنشاہِ دو عالم تو ہے ، سب سے تری سرکار ہے عالی
شان تری ہر آں نئی ہے ، گاہ جمالی ، گاہ جلالی
وہ بھی عجب خوش بخت ہے جس نے قلب میں تیری یاد بسا لی

شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے ، بیٹھے ، چلتے ، پھرتے ، اٹھ پہر ہو اللہ اللہ

ذکر کی اب توفیق ہو یا رب کام کا یہ ناکام ہو تیرا
قلب میں ہر دم یاد ہو تیری لب پہ ہمیشہ نام ہو تیرا
تجھ سے بہت رہتا ہے گریزاں اب دل وحشی رام ہو تیرا
مجھ کو اب استقلال عطا کر پختہ بس اب یہ خام ہو تیرا

شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے ، بیٹھے ، چلتے ، پھرتے ، اٹھ پہر ہو اللہ اللہ

ذکر تیرا کرکے الٰہی میں دور کردوں دِل کی سیاہی !
چھوڑ کے حب مالی و جاہی اب تو کروں بس فقر میں شاہی
شام و سحر ہے شغل مناہی میرے گنہ میں لامتناہی
کس سے کہوں میں اپنی تباہی تو ہی مری کر پشت پناہی

شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے ، بیٹھے ، چلتے ، پھرتے ، اٹھ پہر ہو اللہ اللہ

نفس کے شر سے مجھ کو بچا لے اے میرے اللہ ، اے میرے اللہ
پنجۂ غم سے مجھ کو چھڑا لے ، اے میرے اللہ ، اے میرے اللہ
سن مرے نالے ، سن مرے نالے ، اے میرے اللہ ، اے میرے اللہ
اپنا بنا لے ، اپنا بنا لے ، اے میرے اللہ ، اے میرے اللہ

شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے ، بیٹھے ، چلتے ، پھرتے ، اٹھ پہر ہو اللہ اللہ

اپنی رضا میں مجھ کو مٹا دے ، اے میرے اللہ ، اے میرے اللہ
کردے فنا سب میرے ارادے ، اے میرے اللہ ، اے میرے اللہ

جامِ محبت اپنا پلا دے ، اے میرے اللہ ، اے میرے اللہ
دِل میں مرے یاد اپنی رَچا دے ، اے میرے اللہ ، اے میرے اللہ
شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے ، بیٹھے ، چلتے ، پھرتے ، اَٹھ پہر ہو اللہ اللہ

دیدۂ دل میں تجھ کو بسا لوں سب سے ہٹا لوں اپنی نظر میں
تیرا ہی جلوہ پیشِ نظر ہوجاؤں کہیں میں دیکھوں جدھر میں
تیرا تصور ایسا جمالوں قلب میں مثلِ نقشِ حجر میں
بھول سکوں تا عمر نہ تجھ کو چاہوں بھلانا خود بھی اگر میں
شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے ، بیٹھے ، چلتے ، پھرتے ، اَٹھ پہر ہو اللہ اللہ

ذات ہے تیری سب سے نرالی شان ہے تیری فہم سے عالی
اس کو تری وحدت سے شاہد جس کا ہے دل اغیار سے خالی
تیرے شواہد بحر و بر ، گردون و زمیں ایام و لیالی
ذرّہ ذرّہ ، قطرہ قطرہ ، پتہ پتہ ، ڈالی ڈالی
شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے ، بیٹھے ، چلتے ، پھرتے ، اَٹھ پہر ہو اللہ اللہ

کنہ تری ہے فہم سے عالی وصف ہے تیرا عقل سے بالا
تیرے ہیں لاکھوں ماننے والے کوئی نہیں ہے جاننے والا
تیری محبت روح کی لذت ، تیرا تصور دِل کا اُجالا
نطق نے میرے چوم لیے لب نام تیرا جب منہ سے نکالا
شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے ، بیٹھے ، چلتے ، پھرتے ، اَٹھ پہر ہو اللہ اللہ

اپنا مجھے مجذوبؔ بنا لے تیرا ہی سودا ہو میرے سر میں
تیری محبت ہو رگ و پے میں جان میں تن میں دل میں جگر میں
شاد رہوں میں رنج و خوشی میں سود و زیاں میں نفع و ضرر میں
فرق نہ دیکھوں شاہ و گدا میں در و صدف میں ، لعل و گہر میں
شغل میرا بس اب تو الٰہی شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے ، بیٹھے ، چلتے ، پھرتے ، اٹھ پہر ہو اللہ اللہ

انتخاب از فریادِ مجذوبؔ در یادِ محبوب

اے خدا اے میرے ستار العیوب
میرے مولا میرے غفار الذنوب

تجھ پہ روشن ہے میرا حالِ زبوں
پارسا میں لاکھ ظاہر میں بنوں

سچ ہے مجھ سا کوئی ناکارہ نہیں
جز بہ اقرار خطا چارہ نہیں

سخت بدکردار و بداطوار ہوں
سخت نالائق ، ناہنجار ہوں

سر بسر عصیاں ، سراپا عیب ہوں
بدترین خلق میں لاریب ہوں

مجھ سا کوئی نفس کا بندہ نہیں
مجھ سا کوئی قلب کا گندہ نہیں

میں بدی میں آپ ہوں اپنی مثال
بدعمل ، بدخو ، بدنفس ، بدخصال

رات دن ہوں نشۂ غفلت میں چوُر
شغل ہے لہو و لعب ، فسق و فجور

ہوں ترا بندہ مگر بس نام کا
بندہ ہوں میں نفسِ نافرجام کا

زیر ہوتا ہی نہیں نفسِ شریر
دست گیری کر میری اے دستگیر

تھک چکا اصلاح سے میں ناتواں
کاہ سے کیا ہٹ سکے کوہِ گراں

میری ہر کوشش ہوئی ناکامیاب
دے چکی ہے میری اب ہمت جواب

حال ابتر ہے دل برباد کا
ہاں مدد کر وقت ہے اِمداد کا

غلبہ دے دے نفس اور شیطان پر
آ بنی ہے اب تو بس ایمان پر

سن مرے مولا میری فریاد کو
آ مرے مالک میری امداد کو

اب تو ہوجائے کرم مجھ پر شتاب
اس سے بھی اب حال کیا ہوگا خراب

سخت طغیانی پہ ہے بحرِ ذنوب — اے خبیر، کشتی مری جائے نہ ڈوب
بے ترے دل کیا ہے بس اک خول ہے — جلد آ ، یہ ناؤ ڈانواں ڈول ہے
یاس نے بس اب تو ہمت توڑ دی — اب تو یہ کشتی تجھی پہ چھوڑ دی
لاکھ ٹوٹی ناؤ ہے منجدھار میں — ناخدا تو ہے تو بیڑا پار ہے
غرق بحرِ معیت ہوں سر بسر — رحم کر مجھ پر الٰہی رحم کر
تا بہ کے بھٹکا پھروں میں اے خدا! — اب تو دِکھلا دے مجھے راہِ ہدیٰ
تو جو چاہے پاک ہو مجھ سا پلید — فضل سے تیرے نہیں کچھ بھی بعید
قلب سے دھو دے مرے ہر گندگی — ہو عطا پاکیزہ اب تو زندگی
روک لایعنی سے اب میری زباں — ذکر میں تیرے رہوں رطب اللسان
چھوڑ دوں میں اب سخن آرائیاں — اب کروں دِل کی چمن آرائیاں
اب نہ ناجنسوں سے میں یاری کروں — تیرے پاس آنے کی تیاری کروں
دل میں تیری یاد لب پہ نام ہو — عمر بھر اب تو یہی بس کام ہو
مجھ گدا کو بھی بحقِ شاہِ دیں — بخش یا رب دولتِ صدقِ یقیں
بہر فیضِ شیرِ مردِ تھانویؒ — کر مرے ایمان کو یا رب قوی
تجھ پہ روشن ہیں مرے سارے عیوب — جانتا ہے تو میری حالت کو خوب
گو ترے آگے ذلیل و خوار ہوں — حشر میں رُسوا نہ اے ستار ! ہوں
عبد ہوں میں بخش عبدیت مجھے — وجہ صد عزّت ہے یہ ذِلت مجھے
ہوں تو میں مجذوبؔ لیکن نام کا — کر مجھے مجذوب یا رب کام کا
یاد میں رکھ اپنی مستغرق مجھے — ہو نہ ہوش ما سوا مطلق مجھے
دِل میرا ہوجائے اِک میدانِ ہو — تو ہی تو ہو، تو ہی تو ہو، تو ہی تو !
درد مرے تن میں بجائے آب و گِل — دردِ دل ہو، دردِ دل ہو، دردِ دل
غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر — تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر
کچھ نہ سوُجھے تیری ہستی کے سوا — تیرے اَوج اور اپنی پستی کے سوا

تجھ سے دم بھر بھی مجھے غفلت نہ ہو — تیرے ذکر و فکر سے فرصت نہ ہو

آخری عرضِ گدا ہے شاہ سے — تا دمِ آخر نہ بھٹکوں راہ سے

بہر حق سیّد خیر البشرؐ — خاتمہ کردے مرا ایمان پر

جس گھڑی نکلے بدن سے میری جاں — کلمۂ توحید ہو وردِ زباں

سینکڑوں کو تو کرے گا جنتی
ایک یہ نااہل بھی اُن میں سہی

فقیہِ ملت مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی وصایا

خلیفۂ حضرت تھانویؒ

(ولادت: ماہ شعبان ۱۳۱۴ھ مطابق جنوری ۱۸۹۷ء۔ وفات: ۱۰رشوال ۱۳۹۶ھ)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ حمد و ثنا کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ بندہ ناکارہ و آوارہ، سراپا تقصیر و خطا، سراسر جرم و گناہ محمد شفیع بن مولانا محمد یٰسین مرحوم سابق مدرّس دار العلوم عفی اللہ عنہما و عاملہما اللہ بلطفہ و کرمہ، مظہر مدعا ہے کہ:

آج شعبان ۱۳۹۲ھ کی بیسویں تاریخ اور جنوری ۱۹۷۳ء کی ۱۷ر تاریخ ہے۔ بحساب قمری اسلامی احقر کی عمر کی اٹھتر (۷۸) منزلیں ختم ہوکر اناسی واں سال شروع ہورہا ہے۔ جب اس طرف دھیان گیا کہ رب العزت نے کتنی بڑی مہلت و فرصت اس ناکارہ گنہگار کو اپنی اصلاح اور تلافی مافات کے لیے عطا فرمائی، اٹھتر سال کے نوسو چھتیں مہینے اور ان کے تقریباً ساڑھے بیس ہزار لیل و نہار ملے، جن میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار غیر محدود نعمتیں بارش سے زیادہ برستی رہیں، اس طویل مہلت اور اس میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نعمتوں کا شکر کیا ادا کیا اور آخرت کے لیے کتنا سامان کیا تو حیرت و حسرت کے سمندر میں ڈوب جاتا ہوں کہ زادِ آخرت صفر اور گناہوں کا انبار نظر آتے ہیں اور ''اِنَّہٗ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ'' اور اس کے فضل و کرم کے سوا کوئی سہارا نظر نہیں آتا، وہی رحیم الرحماء ہیں کہ سیئات کو بھی حسنات سے بدل دیتے ہیں۔ اسی کے لطف و کرم سے مغفرت کی اُمید بندھتی ہے۔ یَا رَبِّ عَامِلْنِیْ بِمَا اَنْتَ اَھْلُہٗ وَ لَا تُعَامِلْنِیْ بِمَا اَنَا اَھْلُہٗ۔

۱- میں اپنی اولاد، اہل وعیال، احباب و اصحاب اور تمام مسلمانوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اس زندگی کا ایک ایک لمحہ وہ گوہر نایاب ہے جس کی قیمت ساری دنیا و مافیہا نہیں ہوسکتی۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کی رضا، جنت کی دائمی نعمتیں خریدی جاسکتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی اس بھاری نعمت کو اس کی نافرمانیوں میں صرف کرنے سے بچیں اور اس میں اپنی پوری کوشش صَرف کریں۔ کسی نفسانی غرض اور دنیوی راحت ونفع کو اس پر غالب نہ ہونے دیں۔ عمر کی جو مہلت اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے اس کے ایک ایک منٹ کی قدر کریں۔

گذشتہ کا کفّارہ توبہ و استغفار سے اور آئندہ کی اصلاح عزم مصمّم سے کرتے رہیں۔ فضول اور لایعنی کلام، کام اور مجلسوں سے کلّی احتراز کریں۔ ع: 'من نکردم شما حذر بکنید'۔ عمر کے اوقات کو تول تول کر صحیح کاموں میں صَرف کرنے کی کوشش کریں۔ ہر کام سے پہلے سوچیں کہ جس طرف قدم یا قلم اُٹھ رہا ہے وہ اللہ جل شانہ کی مرضی کے خلاف تو نہیں۔ خلاف نظر آئے تو سارے مصالح کو قربان کرکے پوری ہمت کے ساتھ اس سے بچنے کی کوشش کریں۔

۲- علم دین کی تحصیل کو عمر کا اہم مقصد بنائیں۔ میری اولاد میں جنھوں نے علم دین کو با قاعدہ حاصل کیا ہے وہ بھی اس کا مشغلہ کسی وقت نہ چھوڑیں۔ اور ہمیشہ اپنے آپ کو طالب علم سمجھ کر جہاں سے کوئی صحیح علم حاصل کیا جاسکتا ہو، اس کو نہ چھوڑیں اور جنھوں نے با قاعدہ علومِ دینیہ کی تکمیل نہیں کی، وہ بھی اپنے آپ کو اس مشغلہ سے یہ سمجھ کر فارغ نہ سمجھیں کہ علماء کی ذمہ داری ان پر نہیں ہے۔ بلکہ حضرت سیّدی حکیم الامت قدس سرہ اور دوسرے اکابر علماء کی تصانیف کا مطالعہ ایک معمول بنا کر روزانہ کرتے رہیں۔ بلکہ سب گھر والوں کو جمع کرکے سنایا کریں۔ تاکہ سب پر اثر پڑے اور اپنا ماحول دینی ہوجائے ورنہ تجربہ یہ ہے کہ جب کسی کا ماحول (سوسائٹی) دینی نہ ہو تو اس کو دین پر قائم رہنا مشکل ہوتا ہے اور جس قدر دینی امور کا خود کو علم ہو تو وہ دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں، خواہ خود عالم کامل نہ ہوں۔

۳- ایسے علماء کی صحبت کو کیمیا اور غنیمت کبریٰ سمجھیں جو علمی تحقیق میں مشائخ ولی اللّٰہی یا بعنوانِ دیگر علماء دیوبند کے مسلک پر ہوں۔ اور صرف کتابی علم کے حامل نہ ہوں، بلکہ تمام معاملات میں خوفِ الٰہی اور خوفِ آخرت اور تعلق مع اللہ ان کی زندگی میں نمایاں ہو اور بہتر یہ

ہے کہ کسی ایسے بزرگ سے باقاعدہ بیعت ہوجائیں جو کسی متبع سنت بزرگ کا خلیفۂ مجاز ہو، خصوصاً سیّدی حکیم الامت تھانویؒ کے خلفاء میں سے کسی بزرگ سے مناسبت ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

۴- بچوں کو جب تک قرآن کریم ناظرہ مکمل اور دین کی ضروری معلومات سے پوری طرح واقفیت نہ ہوجائے کسی دوسرے کام میں نہ لگائیں۔ بچوں کی تربیت میں اس کا خاص اہتمام کریں کہ ان کے اعمال واخلاق شریعت کے مطابق ہوں۔ جھوٹ، فریب، بدمعاملگی سے بچنے کی پوری کوشش کریں اور واجبات اور سنن کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کریں۔

۵- ایسے لوگوں کی صحبت اور زیادہ میل جول سے کلّی احتراز کریں جو نماز روزہ، حلال وحرام اور دینی معاشرت سے غافل ہوں۔ اگر وہ رشتہ دار یا قدیم دوست ہیں تو صِرف ادائیگی حقوق تک ان سے ملیں۔ دوستانہ تعلقات اور خصوصی صحبت صرف ایسے لوگوں کے ساتھ ہو جو دین میں تمہارے لیے معین ثابت ہوں۔ اگر ایسے لوگوں میں کسی سے قلبی تعلق زیادہ ہے تو اس کو اپنے رنگ پر لانے کی پوری کوشش کریں۔ اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سب مسلمانوں پر عائد کیا ہے۔ اس میں ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ ہر انسان کا اپنا ماحول دینی ہوجائے اور دینی معاملات میں یہ صحبتیں رکاوٹ بننے کے بجائے معین و مددگار بنیں اور بچوں کو بھی ابتدا ہی سے ایسی آزاد صحبتوں سے بچایا جائے۔

۶- اس زمانے کی سب سے بڑی افتاد جو شریف اور دینی گھرانوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے، وہ عورتوں میں بے پردگی کے رجحانات، لڑکیوں میں جدید قسم کے نیم عریاں ملبوسات ہیں۔ جن گھروں میں پردے کا نام باقی بھی ہے وہاں بھی وہ شدّت واحتیاط باقی نہیں جو ان کے بڑوں میں تھی۔ عزیزوں میں غیر محرم لڑکے لڑکیاں حدود شریعت کے پابند نہیں رہے، بے تکلّف ایک دوسرے سے اختلاط رکھتے ہیں، جو کسی طرح جائز نہیں اور اس کے نتائج پورے خاندان کے لیے نہایت خطرناک ہیں۔

۷- عورتوں میں یہ غیر شرعی رجحانات بھی زیادہ تر اِنہی آزاد عورتوں کے اختلاط سے بڑھتے جاتے ہیں جو شرعی پردہ اور عبادات و معاملات میں شرعی حدود کی پابند نہیں، ایسی عورتوں سے زیادہ اختلاط کو زہرِ قاتل سمجھیں۔ جن سے تعلقات رکھنا ہو ان کو کوشش کر کے اپنی راہ اور

اپنے دینی رنگ پر لائیں ورنہ یکسوئی اختیار کریں۔

۸- ایسی کتابیں دیکھنے سے مرد و عورت ہر شخص اجتناب کرے جن میں خلافِ شرع امور کا بار بار تذکرہ ہو کہ قلب و دماغ پر اس کا اثر ناگزیر ہے۔ عموماً ناول، افسانے اور ایسی تصنیفات جو اس طرح کی چیزوں سے لبریز ہیں، ان کا داخلہ گھروں میں ممنوع ہونا چاہیے۔ دینی کتابوں میں صرف محقق اور باخدا علماء کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔ جن کے علم صحیح اور دیانت و تقویٰ پر مکمل اعتماد ہو۔ جب تک مصنف پر اتنا اعتماد نہ ہو اس کی کتاب نہ دیکھی جائے۔ البتہ صرف اہلِ علم ہر کتاب دیکھ سکتے ہیں وہ بھی بقدرِ ضرورت۔ کیونکہ اہلِ فسق و فجور و اہلِ فساد و الحاد کی تصانیف بھی انسان پر ان کی بری صحبت کی طرح غیر شعوری طور پر اثر انداز ہوتی ہیں، اس لیے بلاضرورتِ شرعیہ ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۹- اپنے سب مُحِبّین و متعلقین اصاغر و اکابر سے عاجزانہ درخواست ہے میری باقی زندگی میں بھی اور میرے بعد بھی جس وقت کبھی ناکارہ کا خیال آجائے، میرے لیے دعائے مغفرت فرمادیں۔

۱۰- اپنے اقارب اور خاص احباب سے درخواست ہے کہ روزانہ اگر ہوسکے سورۂ یٰسین شریف ایک مرتبہ ورنہ تین مرتبہ سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ) پڑھ کر ایصال ثواب کردیا کریں، جس سے انشاء اللہ تعالیٰ وہ خود بھی اجرِ عظیم کے مستحق ہوں گے۔ باقی مالی صدقات کا ایصالِ ثواب، طعام ولباس و دیگر ضروریات فقراء میں جس قدر ہمت ہو اخفاء کے ساتھ خالصاً لوجہ اللہ کردیا کریں۔ نام ونمود اور رسمی دعوتوں سے ہمیشہ احتراز کریں کہ اس کا نہ میت کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے نہ خرچ کرنے والوں کو۔

۱۱- میرے سب متعلقین اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ اپنے ہر کام میں اتباع سنت کو مضبوطی سے پکڑیں۔ بدعات اور رسومِ جاہلیت سے کلّی اجتناب کریں، آخرت کی فکر کو دنیا کی فکروں پر غالب رکھنے کی کوشش سے کبھی غافل نہ ہوں۔ متبع سنت علماء اور بزرگوں سے تعلق، ان کی صحبت و خدمت کو سرمایۂ سعادت سمجھیں۔ جن علماء و مشائخ سے عقیدت و مناسبت ہو ان سے استفادہ کریں اور جن سے مناسبت نہ ہو ان کے بارے میں بھی بدگمانی اور بدزبانی کو زہر

قاتل سمجھیں خصوصاً وہ حضرات جو عبادات یا خدمتِ دین میں مشغول ہوں۔

۱۲- اس وقت ہمارا پورا معاشرہ جس تیزی کے ساتھ دین سے منحرف اور سنت سے بیگانہ ہوتا جارہا ہے اس کی نظیر پچھلے کسی دَور میں نہیں ملتی۔ معاشرے اور ماحول کی خرابی کا یہ لازمی اثر ہے کہ کوئی شخص اگر اپنی طبیعت سے عمل صالح اور سنت پر قائم رہنا بھی چاہے، تو گردوپیش کے عوامل اور احباب واخوان اسے سیدھے راستے پر نہیں رہنے دیتے۔ اس لیے اسلامی تعلیمات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بنیادی اصول کی حیثیت دی گئی ہے۔ خصوصاً اپنے ماحول کے لوگوں کی اصلاح کی فکر کا فریضہ ہر انسان پر اہمیت کے ساتھ عائد کیا گیا ہے۔

﴿وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ﴾ (سورۂ شعراء، آیت: ۲۱۴)

اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراوے۔

اور ﴿قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ اَهۡلِیۡکُمۡ نَارًا﴾ (سورۂ تحریم، آیت: ٦)

تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔

وغیرہ ارشادات میں اسی کی تلقین کی گئی ہے۔

اس زمانے میں جبکہ مغربی دہریت اور اباحیّت کا طوفان پوری دنیائے اسلام پر چھایا چلا جارہا ہے، اپنے ایمان کی بھی اس وقت تک خیر نہیں جب تک ماحول اور معاشرے کی اصلاح پر پوری توجہ نہ دی جاسکے۔

بے پردگی، عریانی اور بے حیائی کے رجحانات لڑکیوں اور لڑکوں میں اس درجہ عام ہو چکے ہیں کہ کسی شریف نیک لڑکے کو اس کے مناسب لڑکی اور نیک صالح لڑکی کے لیے اس کے مناسب لڑکا ملنا انتہائی دشوار ہو گیا ہے۔

بڑے سے بڑے دیندار گھرانے مجبور ہو کر رشتۂ نکاح میں صرف مساوی منافع کو دیکھنے لگے اور دینی و اخلاقی اقدار کو نظر انداز کر دینے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں، اس لیے میری آخری اور سب سے اہم وصیت اپنے عزیزوں کو خصوصاً اور عام مسلمانوں کو عموماً یہ ہے کہ اپنے ماحول کو دینی بنانے کی انتہائی فکر اور پورا اہتمام کریں۔

بہت سے گھرانوں میں، ماں باپ دیندار ہیں، مگر اولاد کی راہ دوسری ہے۔ شوہر کا ایک

طرز ہے، بیوی اس سے متفق نہیں ہے۔ بعض جگہ بیوی دیندار ہے شوہر اس سے مختلف ہے۔ یہ بلا عام ہے اور اس کی وجہ سے پہلی نحوست تو عام حالاتِ زندگی میں اختلافِ رائے اور نفرت و بغض ہوتا ہے جس کا اثر نسلوں میں چلتا ہے، دوسری مصیبت یہ ہوتی ہے کہ جو شخص دین اور سنت پر قائم رہنا چاہے اس کی زندگی وَبال ہوجاتی ہے۔ اور قدم قدم پر اس کے لیے مشکلات حائل ہوتی ہیں، اور اگر کسی طرح وہ سب مشکلوں کو عبور کر کے اپنا عمل درست بھی کرلے تو دوسروں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ دشمنی اور بغاوت کے جذبات اُبھرتے ہیں۔

اس معاملے میں اعزاء واحباب کو بہت تنگ پکڑنا بھی مناسب نہیں کہ وہ چل نہیں سکتا، میرے خیال میں اگر مندرجہ ذیل چیزوں کو اپنے خاندان کی ایسی خصوصیات بنالی جائیں کہ جو عزیز یا دوست اس سے منحرف ہو، پورا خاندان اس سے منحرف ہوجائے، مگر تشدد کا طرز ہرگز اختیار نہ کیا جائے کہ وہ مضر ہی مضر ہے، بلکہ فہمائش اور خیر خواہی اور ہمدردی کے لہجے میں اس کو اپنے ماحول میں لانے کی مسلسل کوشش کرتے رہیں، تو اُمید ہے کہ وہ معاشرے کے بگاڑ کو کسی حد تک روک دے گا۔ وہ اُمور یہ ہیں:-

(الف) خود اور اپنی اولاد واحباب کو نمازِ باجماعت کا پابند بنائیں۔ عورتیں اول وقت گھروں میں نماز ادا کرنے کی عادی بنیں۔ اذان ہوتے ہی سب کام موقوف کرکے نماز میں مشغول ہوں۔ خانگی نظام الاوقات میں پہلے سے اس کا خیال رکھا جائے۔

(ب) صبح کو نماز کے بعد جب تک ہر بچہ اور بڑا، مَرد اور عورت کچھ تلاوتِ قرآن نہ کرے کسی کام میں نہ لگے۔

(ج) بے پردگی اور عریانی کو اپنے معاشرے میں کسی حال میں برداشت نہ کیا جائے۔ رشتہ منگنی کرتے وقت ان چیزوں کی پوری دیکھ بھال کی جائے۔

(د) فیشن پرستی اور مغربی طرزِ زندگی کو ایک لعنت اور سم قاتل سمجھ کر پورے معاشرے کو سادہ زندگی اور بے تکلف ملاقاتوں کا عادی بنایا جائے۔

(ہ) شریعت کے کھلے ہوئے محرمات، سود، شراب، ناچنے گانے کی محفلوں سے خود اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو ایسا بچایا جائے جیسے زہر سے بچایا جاتا ہے۔

یہ چند اُمور ہیں جن کا ہر خاندان کے افراد کو آپس میں معاہدہ کر لینا چاہیے اور ان کی خلاف ورزی کو ایک جماعتی اور خاندانی عہد شکنی قرار دے کر نرم تدبیروں کے ساتھ اس کی اصلاح کی فکر کو لازم سمجھا جائے، بائیکاٹ اور قطع تعلق کے طریقوں سے قطعی اجتناب کیا جائے کہ اس کا نتیجہ تجربتاً اچھا نہیں ہوتا، مگر کوشش مسلسل جاری رکھی جائے۔ واللہ الموفق والمعین۔

(از مطبوعہ وصیت نامہ، و ماہنامہ البلاغ کا مفتی اعظم نمبر۔ ص:۳۵۶)

نیز حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے اپنے فرزندوں کو وفات سے قبل زبانی وصیت فرمائی! فرمایا کہ لمبی چوڑی باتیں کرنے کی نہ طاقت ہے اور نہ وقت۔ مختصر سی ایک دو باتیں غور سے سن لو۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک پر وفات کے وقت جو الفاظ جاری تھے اور جس کے بعد آپ ﷺ خالق حقیقی سے جا ملے وہ یہ تھے: "اَلصَّلٰوۃَ اَلصَّلٰوۃَ. اِتَّقُوا اللّٰہَ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ" ۔ترجمہ: نماز کا خیال رکھو، نماز کا خیال رکھو، اپنے زیر دستوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ اس کے بعد نہایت مختصر الفاظ میں نماز کی اہمیت اور دوسروں کے حقوق کے بارے میں نہایت موثر نصیحتیں فرمائیں، فرمایا کہ:

آدمی اس وقت تک نمازی نہیں ہوسکتا جب تک کہ جماعت کا پابند نہ ہوجائے اور جو جماعت کا پابند نہ ہو وہ اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے کہ نمازی ہے۔ نمازی تو جماعت کی پابندی سے بنتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اپنی نمازوں اور عبادتوں پر نظر نہیں رکھنی چاہیے۔ یاد رکھو کہ جو آدمی نماز روزہ کر کے خود کو نیک اور صالح سمجھنے لگے، اس سے زیادہ کوئی خسارہ میں نہیں۔ ساری نمازیں منہ پر ماردی جائیں گی۔ تیسری بات پردے کی شرعی پابندی کی بابت فرمائی کہ پردے کا اپنے خاندان میں پورا اہتمام کرو۔ اور نئی تہذیب کی لعنت کو اپنے گھر میں نہ گھسنے دو۔ فرمایا کہ بس میری یہی وصیت ہے۔ اس کو پلّے باندھ لو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس وصیت پر پوری طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا محمد شفیعؒ کی مزید وصایا

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں ہم لوگوں کی عادت ہے کہ اکثر جب کوئی اہم کام سامنے ہوتو یہ جملہ کہہ دیتے تھے کہ ذرا نماز سے فارغ ہوجائیں تو پھر وہ کام کریں گے۔

ایک روز حضرت والدؒ نے یہ جملہ سنا تو فرمایا ''مرے بھائی! نماز فارغ ہونے کی چیز نہیں ہے۔اس سے فراغت حاصل کرنے کی فکر نہیں چاہیے بلکہ دوسرے کاموں سے فارغ ہو کر نماز کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔''

اس کے بعد آپ نے قرآن کریم کی اس آیت کی طرف متوجہ فرمایا جو ہم شب و روز پڑھتے رہتے ہیں لیکن اس کی حقیقت کی طرف کبھی دھیان نہیں ہوتا، فرمایا کہ قرآن کریم نے حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (سورۂ انشراح، آیت: ۷) پس جب تم فارغ ہو جاؤ تو (اللہ کی عبادت میں) تھکو، اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کا اظہار کرو۔

فرمایا کہ اس آیت میں حضورؐ سے خطاب ہو رہا ہے کہ آپ دوسرے کاموں سے فارغ ہو کر عبادتِ الٰہی میں اپنے آپ کو تھکائیں، اس سے معلوم ہوا کہ مقصودِ اصلی یہ عبادت ہے اور اس سے جلد از جلد فارغ ہو کر دوسرے کاموں میں لگنے کی نیت ٹھیک نہیں، اس کے بجائے نیت یہ ہونی چاہیے کہ دوسرے کاموں سے جلد از جلد فارغ ہو کر نماز اور عبادت کی طرف متوجہ ہوں۔ ساتھ ہی حضرت والد صاحبؒ نے فرمایا کہ یہاں خاص طور پر اہلِ علم اور دینی خدمات انجام دینے والوں کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ یہ خطاب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو رہا ہے کہ فارغ ہونے پر آپ عبادتِ الٰہی میں اپنے آپ کو تھکائیں۔سوال یہ ہے کہ کس چیز سے فارغ ہونے پر؟ ظاہر ہے کہ عبادات کے علاوہ آپ کی جتنی مصروفیات تھیں وہ تمام تر دینی خدمات ہی سے متعلق تھیں، کبھی جہاد ہے، کبھی تعلیم و تبلیغ ہے، کبھی انتظام حکومت ہے، کبھی اصلاحِ خلق ہے، یہاں تک کہ آپؐ کی گھریلو زندگی بھی تعلیم ہونے کی بنا پر دینی خدمات ہی میں داخل تھی، اور آپؐ کی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں تھا جو کسی نہ کسی ثواب کے کام میں خرچ نہ ہوتا رہا ہو۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کو یہ حکم ہو رہا ہے کہ جب آپ اپنی دوسری دینی مصروفیات سے فارغ ہوں تو خالص عبادتوں کی طرف متوجہ ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دینی، تبلیغی یا اجتماعی خدمات میں مصروف ہوں انھیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم چونکہ شب و روز اللہ تعالیٰ کے دین ہی کے کام میں لگے ہوئے ہیں، اس لیے ہمیں (معاذ اللہ) نفلی عبادتوں اور مستحبات و مندوبات کی

ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو نبی کریم ﷺ سے زیادہ کون دینی خدمات انجام دے گا؟ جب اس کے باوجود آپ ﷺ کو نفلی عبادات کا حکم دیا جارہا ہے اور اس کی تعمیل میں رات کے وقت آپ ﷺ کے پاؤں پر ورم آجاتا ہے تو ہم کس شمار قطار میں ہیں؟

دین کا مقصودِ اصلی

دوسرے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاد، تعلیم و تبلیغ، اجتماعی خدمات اور دین کے لیے سیاست کی مصروفیات اگر صحیح نیت سے ہوں تو اگرچہ وہ سب کارِ ثواب ہیں اور بعض اوقات ان کا ثواب نفلی عبادات سے بھی بڑھ جاتا ہے، لیکن ان کو دین کا مقصود اصلی سمجھنا درست نہیں، اس کے بجائے مقصودِ اصلی وہی ٹھیٹھ عبادتیں ہیں جن میں بندہ براہِ راست اپنے معبود سے رابطہ قائم کر کے اس کی طرف رجوع و انابت کی دولت حاصل کرتا ہے۔ اسی لیے یوں نہیں کہا گیا کہ نماز سے فارغ ہو کر جہاد یا تعلیم و تبلیغ کے کام میں لگو، بلکہ فرمایا یوں گیا کہ جب جہاد اور تعلیم و تبلیغ وغیرہ کے کام سے فارغ ہو تو اپنے اصل مقصدِ تخلیق یعنی عبادتِ رب کی طرف آجاؤ۔

یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جسے فراموش کر کے ہمارے بہت سے معاصر اہلِ قلم نے نظریاتی طور پر اور بہت سے رہنماؤں نے عملی طور پر دین کی تعبیر کو اُلٹ دیا ہے اور جو چیز مقصودِ اصلی تھی، اسے ذریعہ اور جو ذریعہ تھا اُسے مقصودِ اصلی قرار دے دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ دین کا اصل مقصد جہاد و دعوت کے ذریعے اسلامی حکومت کا قیام ہے اور نماز روزے سمیت تمام عبادتیں اسی مقصد کی ٹریننگ دینے کے لیے وضع کی گئی ہیں، حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ دین کا اصل مقصد بندوں کا تعلق اپنے خالق و مالک سے جوڑ کر ان میں عجز و نیاز، انابت و خشیت اور عبدیت کی صفات پیدا کرنا ہے اور جہاد اور تعلیم و تبلیغ وغیرہ اس مقصد کے حصول کے ذرائع ہیں۔ لہٰذا ان دینی خدمات میں مشغولیت اگرچہ بڑی فضیلت کی بات ہے، یہ خدمات فرضِ کفایہ ہیں۔ اور بعض مواقع پر فرض عین بھی ہوجاتی ہیں لیکن یہ فراموش نہ کرنا چاہیے کہ وہ نفلی عبادتیں جن میں براہِ راست بندہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کر کے اس کے سامنے اپنی بندگی اور عجز و نیاز کی پونجی نچھاور کرتا ہے، ان کی اہمیت اور مقصودیت میں فرق واقع نہ ہونے پائے اور جب کبھی انسان کو مہلت ملے وہ ان عبادتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کو غنیمت کبریٰ اور اپنا منتہائے

مقصود قرار دے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی فکر کو اپنے ایک شعر میں بیان فرمایا ہے۔

خوش درسِ علم و شغلِ فتاویٰ بہ دیوبند

لیکن شبے بہ خانقہ تھانہ خوشتر است

اور حقیقت یہ ہے کہ اس اہم اور بنیادی نکتے کو فراموش کر کے ہم دین کے صحیح مزاج و مذاق اور اس کے حقیقی فوائد و ثمرات سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس حقیقت کی صحیح فہم اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (البلاغ، مفتی اعظم نمبر)

ملفوظات

اکثر فرماتے تھے کہ میں مدرّسین میں محققین تلاش نہیں کرتا۔ جو شخص کتاب اچھی طرح سمجھا دے اسی سے کام چلا لیتا ہوں۔ آدمی مدرّس ہو مُفَہِّم ہو (سمجھانے والا) صالح ہو مفسد نہ ہو، بس یہ کافی ہے۔ اگر محقق ہو اور مفسد ہو تو مدرسہ اور طلبہ کا علم و عمل سب تباہ ہو جائے گا۔

فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی عمر کا اکثر حصہ علم دین کے طلبہ میں گزارا ہے اور اب آخر عمر میں مدرسہ کھولا ہے اور اس کے باوجود کہ علماء و طلبہ بہت کچھ بدل گئے ہیں (اس موقع پر ان کی بے عملی کا تذکرہ فرماتے تھے) پھر بھی کوئی دوسری جماعت ایسی نہیں پاتا جس کو ان پر ترجیح دوں اور ان کو چھوڑ کر ان کے ساتھ رہوں۔

بارہا اِرشاد فرمایا کہ ایک بار حضرت تھانویؒ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ مولوی وصی اللہ کو جانتے ہو؟ (حضرت تھانویؒ کے مشہور خلیفہ جن سے ہندوستان میں بہت فیض پہنچا اور سفرِ حج میں بحری جہاز میں وفات ہوئی) اس سوال کے جواب میں میری زبان سے یہ شعر نکل گیا۔

ماں و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوانِ عشق

او بصحرا رفت و ما در کوچہار سوا شدیم

فرمایا کرتے تھے کہ حضرت تھانوی قدس سرہ کے سامنے شعر پڑھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی مگر اس موقع پر یہ شعر بے ساختہ زبان سے نکل گیا۔ اس پر حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ ''میاں یوں ہی ہوتا ہے، کسی کو صحرا دیا جاتا ہے اور کسی کو سہرا دیا جاتا ہے۔'' (البلاغ)

یہ بھی فرماتے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے جلسے کرنا اور اسٹیج پر آنا اور

الیکشن کے لیے دورے کرنا تو سیکھ لیا لیکن ان کے اندر جو باطنی کمالات تھے ان کے حاصل کرنے کی طرف توجہ نہ کی۔

(فائدہ : یہ تو عام بات ہے کہ مشائخ کے باطنی کمالات کی طرف ان کے قریبی لوگوں کو بھی توجہ نہیں ہوتی۔ بس ظاہری رسوم ہی کے اختیار کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اسی پر اکتفا کر لیتے ہیں، پھر باطنی کام کیسے ترقی کرے۔)

فرمایا: فوجی نوجوان جس طرح ملک وملت کی مادّی طاقت ہیں اسی طرح نوجوان طلبہ اس کی اخلاقی وروحانی طاقت بن سکتے ہیں جو مادّی طاقت سے کہیں زیادہ کامیاب اور ناقابلِ تسخیر طاقت ہے۔ (البلاغ، ص:۱۰۰۲)

پیغمبرانہ دعوت کے چند اُصول

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ حضرت والد صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبرانہ دعوت کے چند امتیازی خصائص یہ ہیں:

۱۔ **اُمت کی فکر** : انبیاء علیہم السلام کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ ان کو اپنی اُمت کی اصلاح کی فکر اس شدت سے لگ جاتی ہے کہ وہ طبعی تقاضوں سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا داعیٔ اسلام کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہونی چاہیے کہ اس کو اس پیغمبرانہ فکر کا کوئی حصہ نصیب ہو۔ چنانچہ اسلافِ اُمت میں سے جن جن کو اس فکر کا جتنا حصہ ملا اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوت میں اتنی ہی برکت عطا فرمائی اور اتنے ہی بہتر ثمرات عطا فرمائے۔

۲۔ **دعوت کی لگن** : انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا دوسرا اہم امتیاز یہ ہے کہ وہ نتائج سے بے پروا ہو کر دعوت میں لگاتار مشغول رہتے ہیں اور حوصلہ شکن حالات میں بھی اپنی بات متواتر کہے چلے جاتے ہیں۔ جہاں اور جس موقع پر کسی شخص کو اچھی بات پہنچانے کا موقع مل جائے وہ اسے غنیمت سمجھ کر اپنی بات پہنچا ہی دیتے ہیں۔

دعوت کی اس لگن کا حاصل یہ ہے کہ انسان بات پہنچانے کے مواقع کی تلاش میں رہے۔ جب جتنا موقع مل جائے اس سے فائدہ اُٹھائے۔ اور دعوت سے کسی مرحلے پر تھکنے اور اُکتانے کا نام نہ لے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ لوگوں کا داروغہ بن کر اُن کے پیچھے نہ پڑے بلکہ

اپنی بات مؤثر انداز میں کہہ کر فارغ ہو جائے۔ پھر جب دیکھے کہ اس پر عمل نہیں ہوا تو موقع دیکھ کر پھر کہہ دے لیکن نہ مسلط ہونے کا طریقہ اختیار کرے اور نہ مایوس ہو کر بیٹھ جائے۔

۳۔ **مخاطب کی شفقت:** پیغمبرانہ دعوت کا تیسرا اہم عنصر مخاطب کی شفقت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا داعیہ شفقت کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا، اپنی برتری جتلانے اور دوسرے کی تحقیر کا ان کے یہاں شائبہ نہیں۔

۴۔ **حکمت:** پیغمبرانہ دعوت کی چوتھی اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی بات کہنے کے لیے ایسا موقع اور ایسا ماحول تلاش کرتے ہیں جس سے ان کی بات زیادہ سے زیادہ مؤثر ثابت ہو سکے۔

۵۔ **موعظتِ حسنہ:** پیغمبرانہ دعوت کا پانچواں اہم اصول یہ ہے کہ وہ دعوت کے لیے اندازِ بیان اور اسلوب ایسا اختیار فرماتے ہیں جو نرمی، ہمدردی اور دلسوزی کا آئینہ دار ہو۔

یقیناً دعوت و تبلیغ کا اصل منصب تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہی حاصل ہے لہٰذا جو شخص دعوت کا کام کرتا ہے بلکہ جو عالم کرسئ وعظ پر بیٹھ کر وعظ کہتا ہے اور جو مرشد مسندِ ارشاد پر متمکن ہو کر تعلیم و تربیت اور تزکیۂ نفوس کی خدمت انجام دیتا ہے وہ درحقیقت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت و نیابت کا حق ادا کرتا ہے اور انہی کا خوشہ چیں ہے۔ اس لیے ہر ایک کو اپنے منیب اور اصل کی مرضی و منشا کو پیش نظر رکھنا چاہیے یعنی جن اہم امور کی طرف انبیاء علیہم السلام نے دعوت دی اور اس کے لیے جو طریقہ اختیار فرمایا اس میں انہی حضرات کا تابع و پس رَو رہنا چاہیے۔ سرِ مو تجاوز کرنے کا اپنے کو مختار نہ سمجھنا چاہیے۔ اگر ایسا کیا تو دعوت کا کام لغو اور بے روح ہو کر رہ جائے گا۔

چنانچہ حضرت حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''تفہیماتِ الٰہیہ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے مقام پر فائز ہوا اور اللہ تعالیٰ کے بندے اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس کو وہی کام کرنا چاہیے جو انبیاء علیہم السلام نے کیا۔ اس لیے کہ وہ اس مقام میں مستقل نہیں ہے بلکہ ان کا مقلد اور پس رَو ہے۔''

سبحان اللہ! حضرت شاہ صاحبؒ نے کتنا اہم قاعدہ کلیہ بیان فرمادیا جو ہر معلم ومرشد اور داعی کو پیش نظر رکھنا لازم وضروری ہے تاکہ اس قاعدے کے تحت دینی خدمت انجام دے اور عند اللہ قبولیت حاصل کرے۔

پس اس سلسلے میں سب سے اہم امر تو یہ ہے کہ اس کارِ عظیم میں اخلاص کا اہتمام ہو یعنی مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی ہو۔ نیز اللہ تعالیٰ کے بندوں کی اصلاح اور اللہ کے کلمے کو بلند کرنا ہو۔

دوم یہ کہ دعوت کا طریقہ سنت کے عین مطابق ہو۔ اس لیے کہ جیسے مقصد کا صحیح ہونا ضروری ہے ویسے ہی اس تک پہنچنے کا طریق بھی از روئے شریعت وسنت درست ہونا چاہیے۔ جبھی وہ دعوت عند اللہ محمود اور مخلوق کے لیے مفید ومؤثر ثابت ہوگی۔

سوم یہ کہ صاحبِ دعوت اپنے قال وحال سے اللہ کے بندوں کو یہ باور کرائے کہ دعوت و تبلیغ سے اس کا مقصد اللہ کی رضا اور مخلوق کی نصح وخیر وخواہی ہے نہ کہ طلبِ ماہ وجاہ اس لیے کہ جب اس کی طرف سے ان کو اطمینان ہوگا جبھی وہ دعوت کو قبول کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿يَا قَوْمِ لَآ اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ﴾ (سورۂ ہود، آیت:۵۱) اے میری قوم! میں تم سے اس پر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو صرف اس کے ذمے ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا۔ کے تحت علامہ بیضاوی فرماتے ہیں ''چنانچہ ہر نبی ورسول نے اپنی قوم کو خطاب کر کے یہ بات فرمائی ہے تاکہ دعوت کو دنیا طلبی کی تہمت سے پاک اور اپنی نصیحت کو اللہ کے لیے خالص فرمائیں۔''

اس لیے کہ دعوت اس وقت تک مفید نہیں ہوسکتی جب تک کہ طمع کے شائبہ سے وہ پاک و صاف نہ ہو۔

اسی طرح حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد کے تحت بیان القرآن میں مسائل السلوک کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے ''مشائخ کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کیونکہ مال کی طلب لوگوں کو استرشاد (طلبِ رشد وہدایت) سے اقویٰ موانع میں سے ہے اور میری رائے میں تو مصارفِ خیر کے لیے بھی چندہ کرنا شیوخ کو نازیبا ہے۔ اس لیے کہ عقول

ضعیف ہیں اور بخل وحرص غالب ہے۔ حب دنیا کے ادنیٰ شبہ سے بھی لوگ شک میں پڑ جاتے ہیں اور اُمورِ خیر کا اللہ تعالیٰ کفیل ہے۔ وہ ہمارے چندہ مانگنے پر موقوف نہیں۔''

نیز داعی کے لیے ضروری ہے کہ دعوت میں رفق ونرمی اختیار کرے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون جیسے سرکش کے پاس بھیجا ہے تو نرم کلام کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ حدیث میں بھی اس کی فضیلت وارد ہے۔ اور امام غزالی نے لکھا ہے کہ رفق ونرمی میں بجائے عنف وسختی کے نفع کی زیادہ اُمید ہے۔

نیز داعی کے لیے لازم ہے کہ مخاطبین کی عقل وفہم کے مطابق کلام کرے ورنہ بجائے قبولیت کے اس کی تکذیب وانکار تک ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے 'البدور البازغۃ' میں ارقام فرمایا ہے: ''جو لوگوں کا معلم خیر ہو اس کو چاہیے کہ خود عوام کی عقلی سطح پر نزول کر کے بات کرے اور دقیق وباریک باتیں بیان نہ کرے اس لیے کہ اس سے اس کلام کی تکذیب اور لوگوں کے قلوب میں اختلاف پیدا ہوگا اور معلم کے علم کا کسی کو نفع نہ ہوگا۔ بلکہ معلم کا میلان سیدھے سادے بیانات کی طرف ہونا چاہیے اس لیے کہ عوام کے نفوس میں ایسے بیانات جلدی اثر انداز ہوتے ہیں۔''

نیز داعی کے لیے ضروری ہے کہ شریعتِ سمحہ (سہل) میں جو سہولتیں ورخصتیں وارد ہیں ان کی معرفت حاصل کرے اور عزیمتوں کے ساتھ رخصتوں پر عمل کو روا رکھے اس لیے کہ اس سلسلے میں صریح حدیث پاک موجود ہے۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ رخصتوں پر عمل کو اسی طرح پسند فرماتا ہے جس طرح عزیمتوں پر۔''

نیز داعی کے لیے لازم ہے کہ کارِ دعوت کے وقت موقع ومحل کا لحاظ رکھے تاکہ لوگ دینی دعوت کو قبول کریں ورنہ تو بعض دفعہ بجائے نفع کے نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کی سیرتِ پاک بھی ایسی ہی تھی۔ چنانچہ حضرت امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں اس سلسلے میں خود ایک مستقل باب قائم فرمایا ہے کہ ''آنحضرت ﷺ موقع اور وقت دیکھ کر سمجھاتے اور علم کی باتیں بتلاتے تاکہ ان کو نفرت نہ ہوجائے۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''آنحضرت ﷺ دنوں میں نصیحت

کرنے کے لیے وقت اور موقع کی رعایت فرماتے، آپ اس کو برا سمجھتے کہ ہم اُکتا جائیں۔“

اس حدیث کی تشریح کے تحت حضرت العلامہ عبد العزیز خولی مصری یوں رقمطراز ہیں:

”یہ اہل ایمان کے مقتداء آنحضرت ﷺ ہیں جو اپنے صحابہ کے لیے مناسب اوقات کا انتخاب فرماتے تھے کہ ان کو نصیحت فرمائیں اور ان کو علم سکھلائیں اور احوال وحوادث کے مطابق مؤثر مواعظ سے فیضیاب فرمائیں اور ایسے اسباق سے متنفع فرمائیں جو کثیر المنافع ہوں۔ آپ ﷺ لگاتار وعظ نہیں فرماتے تھے اس اندیشے سے کہ کہیں صحابہؓ دل آزردہ ہو کر اُکتا نہ جائیں جس کی وجہ سے آپؐ کی بات سننے اور قبول کرنے سے رہ جائیں۔ بلکہ آپ ﷺ مثل طبیب کے تھے جو مرض کے مناسب مقدار میں دوا دیتا ہے اور علاج میں ایسا طریقہ اختیار کرتا ہے کہ دوا میں بتدریج اضافہ کرتا ہے تاکہ مریض دوا کی زیادتی سے گھبرائے نہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ امرتسری خلیفہ حضرت تھانویؒ کی وصایا

بقلم احقر محمد حسن (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) مورخہ ۱۰/صفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۶/دسمبر۔

چونکہ وصیت لکھنے اور کرنے کا حکم ہے، اس واسطے ذیل کا مضمون تجویز کرتا ہوں۔

۱- میری ملکیت میں کچھ دینی کتابیں ہیں یا گھر کا معمولی سامان وہ شریعت کے مطابق تقسیم کی جاویں۔

۲- میری کتابوں میں اگر جامعہ اشرفیہ کی کتاب ہو اس کو واپس مدرسہ میں داخل کی جاوے۔

۳- جس جگہ موت واقع ہو وہاں ہی مجھ کو دفن کیا جائے، کوئی رسم بعد موت کے نہ کی جاوے۔ قبر میں رکھ کر منہ قبلہ کی طرف کیا جاوے، قبر کی مشرقی دیوار کا سہارا دیکر منہ قبلہ کی طرف کیا جاوے۔

۴- میرے لیے ایصال ثواب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز کے مطابق کیا جاوے، بطریق رسم جمع ہو کر نہ کیا جاوے، اگر تنہا بیٹھ کر تلاوت کر کے ثواب پہنچایا جاوے تو بہت احسان ہوگا۔

۵- روزانہ سورۂ یٰسین (شریف) اگر پڑھ کر مجھ کو ثواب پہنچایا جاوے تو احسان ہوگا اگر یہ نہ

ہو سکے تو ہر روز تین مرتبہ قل (ھو اللہ) شریف پڑھ کر ثواب پہنچایا جاوے۔

۶- میری اولاد کو لازم ہے کہ حضرت (حکیم الامت) تھانویؒ کی کتابوں کا مطالعہ حرزِ جاں سمجھ کر کریں۔ خصوصاً بہشتی زیور، جزاء الاعمال، تعلیم الدین، مواعظ و ملفوظات کو ہر روز دیکھا کریں۔

۷- مدرسہ جامعہ اشرفیہ کو حضرت تھانویؒ کے مسلک پر چلایا جاوے۔

۸- اگر کسی وقت امداد کم ہو تو کام بھی کم کیا جاوے۔

۹- مکرر عرض ہے کہ حضرت تھانویؒ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری بنائیں۔

۱۰- مدرسہ کی آمدنی میں بھی شریعت کے قوانین کی خوب رعایت کریں۔

۱۱- مدرّسین وہ ہوں جو حضرت تھانویؒ کے خوب مطیع اور معتقد ہوں۔

۱۲- اتباعِ احکامِ شرعیہ کو سنگ پارس کا پتھر یقین کریں۔

۱۳- میرے دو بھائی اس وقت زندہ ہیں ان کا ادب باپ کی طرح کریں، آپس میں اتفاق سے رہیں۔

۱۴- برخوردار حافظ عبدالرحمٰن مدرسہ کی خدمت، ارکان مدرسہ اور خصوصاً برخوردار حافظ عبید اللہ کے مشورہ سے کیا کریں۔

۱۵- مدرسہ کی رقم کی حفاظت جزوِ ایمان سمجھیں۔ فقط۔ (وصایا، ص: ۱۰۸)

احقر وصیت کرتا ہے کہ حضرت مولائی و مرشدی حکیم الامت مجدد الملت قطب الارشاد شیخ المشائخ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ کی تصنیف قصد السبیل اور اشرف السوانح کے باب چہاردہم ارشاد و اضافہ باطنی کو مطالعے میں رکھیں، انشاء اللہ تعالیٰ توقع ہے کہ ہر مشکل باطنی کا علاج اور حل میسر آئے گا۔ (حضرت مولانا مفتی محمد حسن، ص: ۴۷)

مناظر اسلام مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ

حضرت تھانوی کے ملفوظات و مواعظ کا مطالعہ کرتے رہو کہ یہ علم و تقویٰ میں ترقی کا باعث ہوں گے۔ (اکابر علماء دیوبند، ص: ۱۲۴)

صاحبِ اعلاء السنن مولانا ظفر احمد عثمانی

(ولادت: ۱۳/ربیع الاول ۱۳۱۰ھ)

۱۔ پاکستان میں اربابِ حکومت آئین و دستورِ اسلام نافذ کریں اور عوام نماز وغیرہ شعائرِ اسلام کی پابندی کریں۔ پاکستان کو شراب خانوں اور قحبہ خانوں، سود اور سٹے وغیرہ کی لعنت سے پاک کریں۔ اتفاق و اتحاد کے ساتھ پاکیزہ اسلامی معاشرہ قائم کریں۔ فوج و پولیس کو نماز روزے کا پابند بنائیں اور انھیں خدمتِ قوم اور حفاظت دارالاسلام کے لیے جان توڑ کوشش کرنے کی ہدایت کریں۔ خفیہ پولیس مستحکم ہو کیونکہ جس حکومت کے پاس مستحکم خفیہ پولیس نہ ہو وہ کمزور حکومت ہوگی۔ (تذکرۃ الظفر، ص: ۳۸۹)

۲۔ حقیقت یہ ہے: تصوف نام ہے تعمیر الظاہر والباطن کا۔ یعنی ظاہر و باطن کو آراستہ اور معمور کرنا۔ ظاہر کو اعمالِ جوارحِ ضروریہ سے مثل نماز، روزہ وغیرہ۔ اور باطن کو عقائد و اعمالِ باطنہ سے مثل اخلاص وشکر و زہد و تواضع وغیرہ۔ جن کے ضروری ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا۔ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے اس کی ضرورت ثابت ہے۔ ان کا حاصل کرنا تو ہر مسلمان کے لیے فرض عین ہے۔

آج کل بڑی غلطی یہ ہو رہی ہے کہ لوگوں نے شریعت کو صرف اعمالِ ظاہرہ کا مجموعہ سمجھ لیا ہے۔ اخلاقِ باطنی کا حاصل کرنا ضروری نہیں جانتے۔ حالانکہ تمام قرآن مجید میں اخلاص، صبر و شکر اور رضا وغیرہ اخلاقِ حمیدہ کے حاصل کرنے کا امر اور حسد و تکبر اور عجب وغیرہ اخلاقِ رذیلہ کی ممانعت بکثرت وارد ہے۔

پس جب قرآن مجید میں ان چیزوں کے احکام مذکور ہیں تو یہ چیز شریعت سے باہر کیونکر ہوسکتی ہے۔ انھی چیزوں کے حاصل کرنے کا طریقہ تصوف کہلاتا ہے۔ اور اس قدر تصوّف تو ہر شخص کے ذمہ فرض ہے۔

تصوّف کا ایک درجہ بُرے اخلاق کی اصلاح اور اچھے اخلاق کی تحصیل یہ تو ضروری اور فرض ہے، اس کے بعد دوسرا درجہ ہے وہ مستحب ہے۔ وہ یہ کہ ظاہری اعضاء کو علاوہ ضروری طاعات

کے غیر ضروری طاعات نوافل وغیرہ میں مشغول کرنا اور باطن کو دوام ذکر اللہ میں منہمک کر دینا، یہ مرتبہ درحقیقت مستحب، مگر بعض وجوہ سے یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ (تذکرۃ الظفر، ص: ۲۸۰)

طالبین کی خدمت میں احقر کی گذارش

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے بڑوں کو دیکھ لیا ہوتا ہے اور ان کو بزرگوں کی صحبت میسر آجاتی ہے تو ان کی نظروں میں ان کے جانشینوں اور بعد والوں کی کچھ زیادہ قدر و وقعت نہیں ہوتی۔ مگر طالبین و متقدمین اور اس راستہ میں کام کرنے والوں کے لیے یہ بات ہر وقت پیشِ نظر رکھنے کی ہے کہ اصل مربّی اور ہادی، حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات حق ہے۔ شیوخِ تربیت اور مرشدین اِسم ہادی کے صرف مظاہر اور محض وسائطِ تربیت و وسائلِ ہدایت ہوتے ہیں۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ کا طالب اپنے مولیٰ کی طلب و تلاش میں اس راہ پر گامزن ہوتا اور طریقِ سلوک میں قدم رکھتا ہے تو اللہ جل شانہ حسب وعدہ وَ یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ ۔ خود اس کی دستگیری و رہنمائی کرنے اور اس کی ہدایت کا سامان پیدا فرماتے ہیں، اور جس طرح وہ ہادیٔ مطلق، شیوخِ کاملین کو قطعِ راہ سلوک اور منزلِ مقصود تک پہنچانے میں ذریعہ اور واسطہ بناتے ہیں اسی طرح اگر حضرتِ حق سبحانہ کو منظور ہوتا ہے تو ان کے کم درجہ اور فرو مرتبہ بعد والوں کو بھی واسطہ بنا کر اپنا فیض ہدایت طالبین تک پہنچا کر ان کو بامراد بنا دیتے ہیں اور جس طرح بڑے کنوئیں سے پیاسوں کو سیرابی حاصل ہوتی ہے چھوٹا کنواں بھی پیاسے کی پیاس بجھانے کیلئے کافی ہو جاتا ہے۔ اس لیے طالبانِ حق اور تشنگانِ معرفتِ الٰہیہ کے لیے چھوٹے بڑے کسی بھی چشمۂ معرفت سے استغناء اور بے پرواہی کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس کی پیاس بجھانے اور سیرابی کے لیے ہر قسم کے چھوٹے بڑے چشمۂ ہدایت اور ہر زمانہ کے شیوخ اور مربی انشاء اللہ تعالیٰ کافی وافی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ یہ ارشادات و ہدایت اور فیض رسانی کا یہ سلسلہ زمانہ خیر القرون سے ہمارے زمانہ تک اسی طرح چلا آرہا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا اس کی جگہ سنبھالتا رہا ہے لیکن ہر جانے والے کے بعد اس درجے اور مرتبے کا شخص اس کے قائم مقام ہو یہ بہت کم دیکھنے میں آتا ہے، پھر بھی استفاضہ اور افاضۂ باطنی کا یہ سلسلہ برابر اور مسلسل قائم ہے اور فیاضِ

حقیقی کی فیض رسانی کا تسلسل بغیر انقطاع کے ہمیشہ سے دائم ہے۔ اس لیے طالبانِ سلوک کو یہ سمجھ کر کہ ہماری تعلیم وتربیت کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ موجودہ حضرات ہی کافی ہیں، جس صاحبِ اجازت سے بھی طبعی اُنس ومناسبت پائیں اُن کی طرف رجوع کرنے میں دریغ نہ کرنا چاہیے۔ انشاء اللہ محروم نہ رہیں گے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ زمانہ انحطاط اور قحط الرجال کا ہے، جن حضرات کو آج کمتر اور کم مرتبہ سمجھ کر ان کے ساتھ بے اعتنائی اور بے توجہی کی جارہی ہے شاید پھر آگے چل کر ایسے حضرات بھی نصیب نہ ہوں اور سوائے کفِ افسوس ملنے کے کچھ ہاتھ نہ آئے۔ اس لیے وقت اور موجودہ حضرات کو غنیمت سمجھ کر اپنی اصلاح کے کام میں لگ جانے کی ضرورت ہے۔ (تذکرہ)

معیارِ اجازت وخلافت

اس کا معیار حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نزدیک سالک میں حسب ذیل چند اوصاف کا پایا جانا ہے۔

وصفِ اوّل یہ ہے کہ متقی ہو اور دوّم یہ ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کیے ہوئے ہو۔ وصفِ سوم یہ ہے کہ اس کو طریق سے محض علمی نہیں بلکہ حالی مناسبت پیدا ہوچکی ہو۔ اور وصفِ چہارم یہ ہے کہ اس میں دوسروں کے اصلاح کرنے کی اہلیت پیدا ہوگئی ہو۔ وصفِ پنجم یہ ہے کہ اوصافِ مذکورہ میں اس کو بقدر ضرورت رسوخ حاصل ہوگیا ہو اور وصفِ ششم یہ ہے کہ اس سے یہ توقع بھی ہو کہ گو فی الحال اس کو اوصافِ مذکورہ میں رسوخ کا صرف درجۂ ضروریہ حاصل ہوا ہے لیکن وہ آئندہ ترقی کر کے اس رسوخ کا درجہ کاملہ بھی حاصل کرلے گا۔ (تذکرہ، ص: ۲۸۷)

اس معیارِ اجازت وخلافت کی بڑی عجیب وغریب تحقیق حضرت مولاناؒ نے اپنے رسالہ 'انکشاف الحقیقہ عن استخلاف الطریقہ' میں بڑی تفصیل اور پورے بسط کے ساتھ فرمائی ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

اجازت واستخلاف کی یہ حقیقت زمانۂ سابق کے موافق ہے۔ آج کل مشائخ نے بوجہ کوتاہیٔ عمر وقلّتِ فراغ وغیرہ کے کسی قدر توسیع کرلیا ہے یعنی پہلے زمانے میں تو اجازت و خلافت اس وقت دی جاتی تھی جب کہ طالب شیخ کے وجدان یا کشف میں فانی اور واصل ہوچکا

ہو اور متاخرین نے یہ دیکھ کر کہ فنائے کامل اور وصولِ کامل حاصل ہونے کے لیے عرصہ دراز کی ضرورت ہے، اگر اس درجہ کا انتظار کرکے اجازت دی جایا کرے تو تعلیم و تلقینِ اذکار کا کام بند ہوجائے گا اس لیے وہ اس وقت اجازت دے دیتے ہیں جبکہ طالب کو تلوّنِ ابتدائی کے مقابل ایک درجہ تمکین کا عطا ہوجاوے اور ذکر اللہ کا غلبہ ایسا ہوجاوے کہ اکثر اوقات ذہول نہ ہوتا ہو اور مقامِ فنا اور دیگر مقاماتِ سلوک سے کچھ کچھ مناسبت حاصل ہوجاوے گو ابھی رسوخ حاصل نہ ہوا ہو۔ اس درجہ میں پہنچ کر طالب فانی واصل تو نہیں ہوتا مگر وصول کی قابلیتِ قریبہ ایسی حاصل ہو جاتی ہے کہ اگر طالب اپنے نفس کی نگہداشت رذائل، کبر و عجب وغیرہ تمام معاصی سے اسی طرح کرتا رہے جیسے ابتداءِ سلوک و مجاہدہ کے وقت کرتا تھا اور ذکر و معمولات پر دوام رکھے اور شیخ سے مثل سابق تعلق قائم رکھے تو ایک وقت میں ضرور واصل و فانی ہوجائے گا اور اس درجے میں طالب سے ان امور کی اُمید غالب ہوتی ہے کہ وہ ایسا ضرور کرتا رہے گا اور چونکہ اس وقت طالب کو طریق سے مناسبت معتد بہا حاصل ہوچکتی ہے تو وہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ دوسروں کو وصول کا راستہ بتلا سکے، اجازت دے دی جاتی ہے۔ (تذکرۃ الظفر، ص: ۲۹۰)

تبلیغی جماعت کے متعلق مولانا کی چند ہدایات

اپنے 'سفرنامۂ سعودیہ عربیہ' میں حضرت مولانا نے تبلیغی جماعت کا تعارف، اس کے دستور العمل اور فوائد و منافع اور دوسرے ممالک میں اس کی وسعت و ضرورت پر تفصیل سے تجزیہ فرمایا ہے اور نہایت شاندار الفاظ میں اس جماعت کے کام کی تحسین اور جماعت کو خراجِ تحسین پیش فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ہی 'مبلغین کی خدمت میں چند معروضات' کے عنوان کے تحت نہایت مفید مشورے اور چند قابلِ توجہ امور کی نشاندہی فرمائی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی افادیت و اہمیت کے پیشِ نظر بعض اہم اور قابلِ اصلاح امور کا تذکرہ یہاں بھی کردیا جائے۔

حضرت مولاناؒ فرماتے ہیں:

تبلیغ کی ضرورت اور اس کے فوائد پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ اس کام کو اصول کے ساتھ کیا جائے تو اس وقت اسلام اور مسلمانوں کی سب سے بڑی خدمت اور وقت کی اہم ضرورت ہے لیکن افراط اور تفریط سے ہر کام میں احتیاط لازم ہے، اسی لیے چند امور پر

تنبیہ ضروری ہے۔

۱۔ تبلیغی گشت کے بعض مواقع پر دیکھا گیا ہے کہ لوگوں کو زبردستی پکڑ کر مسجد کی طرف گھسیٹا جارہا ہے۔ کسی کی کمر میں ہاتھ ڈالا جارہا ہے، کسی کے گلے میں کہ بھائی چلو۔ بس اسی وقت سے نماز شروع کردو۔ کسی نے ناپاکی کا عذر کیا تو زبردستی کنویں یا تالاب پر لے جاکر نہلایا جارہا ہے۔ بعض اس سے بچنے کے لیے بھاگتے اور منہ چھپاتے ہیں۔ بعضوں کی زبان سے سخت کلمات نکل جاتے ہیں۔ یہ نازیبا صورتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لیے بھی پسند نہیں فرمایا۔ چنانچہ حق جل مجدہ کا ارشاد ہے:

﴿اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی﴾ (سورۂ عبس، آیت: ۵، ۶)۔

جو شخص (دین سے) استغنا برتتا ہے آپ اس کے درپے ہوتے ہیں۔

حالانکہ حضور ﷺ کے ہاں کسی نازیبا غلو کا نام بھی نہ تھا۔

۲۔ بعض لوگوں کو اس کے لیے ایک چلّہ یا دو چلّہ دینے کی اس طرح ترغیب دی جاتی ہے جو اصرار کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ وہ اپنے کاروبار کے نقصان کا عذر پیش کرتا ہے تو دعوے سے کہہ دیا جاتا ہے کہ تبلیغ کی برکت سے تمھارا کچھ نقصان نہ ہوگا۔ چاروناچار وہ اپنے کاروبار کو بری بھلی صورت میں چھوڑ کر ایک دو چلّہ کے لیے تبلیغ میں شریک ہو جاتا ہے اور جماعت کے ساتھ دَورہ کرتا رہتا ہے۔ جب واپس آکر کاروبار میں نقصان دیکھتا ہے تو ادھر اُدھر شکایتیں کرتا اور جماعت کو برا بھلا کہتا پھرتا ہے۔ یہ بھی نازیبا صورت ہے۔

۳۔ بعض لوگ تبلیغ کے سوا دوسرے تعلیمی شعبوں اور خدمتِ اسلام کے طریقوں کو بیکار سمجھتے ہیں اور جو حضرات علماء، صُلحاء اپنے اپنے طریقہ پر مدارس یا خانقاہوں میں درسِ حدیث و قرآن وفقہ اور تزکیۂ نفوس میں مشغول ہیں ان کی تحقیر کی جاتی ہے اور تبلیغ کی فضیلت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ سامعین کے قلوب میں دوسرے اسلامی کاموں کے لیے بےقدری اور بے وقعتی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ بھی غلو اور افراط ہے۔ اگر سارے علماء وصُلحاء ایک ہی کام میں لگ جائیں اور دوسرے تمام کام معطّل کر دیے جائیں تو علمِ قرآن و حدیث وفقہ اور تزکیۂ اخلاق و تکمیل، ذکر اور تحصیلِ نسبتِ باطنہ وغیرہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ حق تعالیٰ نے جہاں یہ فرمایا ہے

کہ ﴿وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۰۴) کہ تم میں ایک جماعت (سب نہیں) ایسی ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے، نیک کاموں کا امر کرے، برے کاموں سے روکے۔ وہیں یہ بھی ارشاد ہے کہ ﴿فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ﴾ (سورۂ توبہ، آیت:۱۲۲)

مسلمانوں کی ہر بڑی جماعت میں سے کچھ لوگ اس کام کے لیے کیوں نہیں نکلتے کہ دین میں تفقّہ (اور کمال) حاصل کریں، اور جب اپنی قوم میں واپس آئیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرائیں۔

اسی طرح ایک جماعت اہلِ حکومت کی ہونا ضروری ہے۔ ایک جماعت سپاہیوں کی بھی ہونی چاہیے۔ غرض اہلِ حرفہ، زراعت پیشہ، تجار اور ملازمت کرنے والے سب ہی ہونے چاہئیں۔ البتہ ان سب کو اپنے اوقاتِ فرصت میں تبلیغِ احکام کی خدمت بھی جس قدر ہو سکے انجام دینی چاہیے۔

۴۔ بعض دفعہ تبلیغ کے لیے پیادہ پا سفر کرنے کی اس عنوان سے ترغیب دی جاتی ہے کہ بوڑھے اور کمزور بھی پیدل چلنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور ان کو بجائے روکنے کے شاباشی دی جاتی ہے۔ یہ بھی نازیبا صورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو پیادہ چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا سوار ہو جا۔ اس نے عذر کیا کہ میرے ساتھ جو اونٹنی ہے وہ بُدنہ ہے۔ (جسے اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی نیت کر چکا ہوں) کچھ دیر کے بعد آپؐ نے پھر فرمایا سوار ہو جا۔ اس نے پھر وہی عذر کیا۔ آپؐ نے تیسری بار فرمایا "اِرْكَبْهَا وَيْلَكَ" ارے تیرا ناس ہو، سوار ہو جا۔ غرض ایسے لوگوں کا پیادہ چلنا اور دور دراز سفر کرنا رسول اللہ ﷺ کو گوارہ نہ تھا۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ جن لوگوں پر حج فرض نہ ہو اور مشقت کا تحمل بھی نہ کر سکیں ان کے سامنے حج کے فضائل اس طرح بیان نہ کرو کہ وہ پیدل سفر کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ پھر مشقت کا تحمل نہ کر سکیں تو حج اور بیت اللہ کی عظمت ہی ان کے دل سے جاتی رہے۔ اس سے تو یہی اچھا تھا کہ وہ حج نہ کرتے کہ ان کے ذمہ فرض نہ تھا۔

اسی طرح پیدل سفر کر کے تبلیغ کرنا بھی فرض نہیں ہے تو اس کی ترغیب اس طرح نہ دی جائے کہ جن کو مشقت کی عادت نہ ہو وہ بھی تیار ہو جائیں اور تکلیف اُٹھا کر تبلیغ کو دِل میں برا کہیں۔

۵۔ بعض دفعہ مجمع عام میں تبلیغ کے لیے ایک چلہ دو چلہ دینے کی ترغیب دی جاتی ہے اور جب کوئی نہیں بولتا تو نام لے کر پُکارا جاتا ہے کہ میاں فلانے تم کیوں نہیں بولتے۔ پھر جب لوگ نام لکھواتے ہیں تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ یہ شخص شوق سے نام لکھوا رہا ہے یا لوگوں کی شرما شرمی سے۔ ہمیں کوئی فوج تو بھرتی نہیں کرنی ہے۔ اس کام میں انہی لوگوں کو لینا چاہیے جو خلوص اور شوق سے کام کرنا چاہیں۔ تجربہ یہ ہے کہ جو لوگ شرما شرمی میں شریک ہو جاتے ہیں اصولوں کی پابندی نہیں کرتے بلکہ بعض تو تبلیغ کے نام سے اپنے لیے چندہ کرتے پھرتے ہیں جس کا اثر اُلٹا اور بہت برا ہوتا ہے۔

۶۔ بعض حضرات نے تبلیغ کے چھ اصولوں ہی میں سارے دین کو منحصر سمجھ رکھا ہے۔ اگر کسی دوسرے دینی کام کے لیے ان کو بلایا جاتا ہے تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ یہ کام ہمارے چھ اُصولوں سے خارج ہے، اس لیے ہم اس میں شریک نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی غلو اور افراط میں داخل ہے۔

۷۔ مبلّغین عام طور پر تبلیغی گشت کو کافی سمجھتے ہیں۔ مکاتبِ قرآنیہ اور مدارسِ دینیہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ جہاں قرآنی مکاتب اور مدارسِ دینیہ نہ ہوں وہاں مکتب اور مدرسہ قائم کرنا بہت ضروری ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کو اس کا خاص اہتمام تھا۔

۸۔ دیکھا گیا ہے کہ تبلیغی اجتماعات میں اُمراء و حکام اور وزراء کو شریک کرنے کی بڑی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ صورت بھی اچھی نہیں۔ بس ترغیب سے زیادہ کچھ نہ کیا جائے۔ اس کے بعد کوئی خود اپنے شوق سے آئے تو خوشی کی بات ہے، زیادہ اصرار کی ضرورت نہیں۔

میں نے مکہ معظّمہ میں مبلغین کو تاکید کی تھی کہ حجاز کے دیہات میں قرآنی مکاتب قائم کرنے کی کوشش کریں تاکہ بدّوؤں کا جہل دور ہو اور ان کو علم سے مناسبت ہو جائے۔ اُمید ہے دوستو نے اس کا اہتمام کیا ہوگا۔ (تذکرۃ الظفر، ص: ۹۹)

ف۔ محدثِ جلیل حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (جو جماعت کے کام سے نہ صرف منسلک بلکہ ذمہ دار بھی تھے) نے سالہا سال پہلے جماعت کے لوگوں کو جن کوتاہیوں و تقصیرات کی طرف توجہ دلائی تھی معلوم نہیں جماعت کے لوگوں تک وہ ہدایات پہنچیں بھی یا نہیں؟ بظاہر حالات سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہدایات ان لوگوں تک پہنچیں ہی نہیں۔ اور اگر پہنچیں تو ان کی

طرف توجہ نہ دی گئی۔ جس کی وجہ سے جن تقصیرات کی طرف حضرت محدثؒ نے توجہ دلائی ہے ان میں بجائے کمی و درستگی کے شدت و زیادتی نظر آ رہی ہے۔ بلکہ بہت سی نئی کوتاہیوں کا اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (مرتب) (از اقوالِ سلف)

جماعت تبلیغ کے لیے نصابِ تعلیم و ذکر

مولانا تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ میرا اصل مقصود یہ ہے کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے علوم ہوں اور میرا طریقۂ تبلیغ ہو تو مسلمانوں کی حالت درست ہو جائے۔ اس کے بعد مجھے حکم دیا کہ جماعت تبلیغ کے لیے نصابِ تعلیم اور نصابِ ذکر الگ الگ قلمبند کر دوں۔ چنانچہ میں نے نصاب قلمبند کر کے پیش کیے تو بہت خوش ہوئے۔
(اقوال سلف۔ ج: ۵، ص: ۲۶۶-۲۵۵)

پنج گنج سودمند

از۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہ (خلیفہ حضرت تھانویؒ)

بعد الحمد والصلوٰۃ،

۱۔ دنیا میں سب سے بڑا گناہ غفلت ہے اور غفلت کا بڑا سبب حرص اور طولِ امل ہے۔ غفلت کا علاج ذکر اللہ ہے اور ان دعاؤں کی پابندی جو رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات کے متعلق ارشاد فرمائی ہیں اور حرص وطولِ امل کا علاج فنائے دنیا کو پیشِ نظر رکھنا اور موت کو یاد رکھنا ہے۔

۲۔ مسجد میں جب بھی داخل ہوں، اعتکافِ نفلی کی نیت کر لیں۔

۳۔ سوتے ہوئے دن بھر کے اعمال کا حساب کر لیں۔ جتنی نیکیاں کی ہوں ان پر شکر کریں، جو خطا ہوگئی ہو اس سے توبہ واستغفار کر کے سوئیں۔

۴۔ تلاوتِ قرآنِ پاک کی پابندی کریں، اس میں کوتاہی نہ آنے پائے۔

۵۔ ملفوظات ومواعظ حکیم الامۃ قدس سرہ کا مطالعہ کرتے رہیں۔

(مقالاتِ عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، ج: ۱، ص: ۳۸۱ و ۳۸۲)

مولانا عبدالحق صاحب متوطن پور قاضی کی نصائح

ذیل میں درج کی جانے والی مولانا موصوف کی نصائح کے سلسلے میں حضرت حکیم الامت تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ رقمطراز ہیں:

بعد الحمد و الصلوٰۃ، احقر اشرف علی تھانوی عرض کرتا ہے کہ آج میں نے تقریر لطیف سعادت نصیب نہایت شوق سے پڑھی۔ حرف حرف پر انشراح بڑھتا جاتا تھا۔ سبحان اللہ سچ ہے کہ دریا کو کوزے میں بھرا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا اور دعا کے ساتھ امید ہے کہ لڑکیوں کو بیحد نافع ہوگی، میری تمنا ہے کہ اس کو مستقلاً یا کسی رسالہ کے ساتھ چھاپ کر سب گھروں میں پہنچانے کی کوشش کی جاوے گی۔ و الی اللہ ترجع الامور۔

اشرف علی عفی عنہ۔ مقام تھانہ بھون، ۲ر صفر سنہ ۱۳۳۰ھ

حامداً و مصلّیاً:

پیاری دختر لختِ جگر اَسْعَدَکَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِی الدِّیْنِ مُتَفَاوِلًا بِاِسْمِکِ الْمَیْمُوْنِ، ابھی تک تم اپنی مادرِ مُشفقہ اور اپنے مہربان والد کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتی رہی ہو، تمہارے والدین تمہارے آرام و راحت کو ہر چیز پر مقدم سمجھتے رہے، تمہاری تعلیم و تربیت و درستیٔ اخلاق اور ہر قسم کی بہبودی کے ذمہ دار تھے، آج سے تم ایک نئی دنیا میں قدم رکھتی ہو، جہاں تمہارے تمام اخلاق و عادات اور اخلاق و سکنات کی ذمہ داری خود تم پر عائد ہوگی، اس لیے میں چند ہدایتیں تم کو کرتا ہوں، کہ اگر تم ان پر کاربند ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ دین اور دنیا کی کامیابی تم کو نصیب ہوگی، وہ ہدایتیں یہ ہیں:

سب سے مقدم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی اطاعت ہے۔ ان کا ہمیشہ دل سے خیال رکھو۔ اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول ﷺ کے خلاف اگر کوئی کام کہے، کہنے والا خواہ کوئی ہو، اس کا کہنا ہرگز مت مانو۔ دیکھو ماں باپ کی اطاعت کی قرآن شریف میں حد درجہ تاکید آئی ہے اور جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اگر ماں باپ بھی کہیں تو ان کا بھی نہ مانو۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ سے سولہ سوالات کے جواب

مکتوب نمبر ۱

جناب ایس، ایچ صاحب غوری۔ ایک نوجوان اور علم دوست آدمی ہیں۔ لکھنے پڑھنے اور مطالعہ کا ذوق فطری ہے۔ انھوں نے بی ایس سی کے بعد اُردو سے ایم۔اے کیا ہے اور اب تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ویسے طب، تجارت اور تبلیغ سے بھی یکساں دلچسپی رکھتے ہیں، اکابرین کے مذاقِ سخن اور ان کے حالات سے واقفیت کو سودمند اور نفع بخش سمجھتے ہیں۔ موصوف نے اپنے اسی جذبے کے تحت چند سوالات حضرت مہتمم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کیے تھے۔ سوالات اور ان کے جوابات بالترتیب درج ذیل ہیں۔ (مرتب)

سوالنامہ

۱۔ کس شخصیت نے آپ کو زیادہ متاثر کیا اور کس طریقہ پر؟

۲۔ کن کتابوں اور مصنّفین سے آپ نے (انسپریشن) روحانی تاثیر حاصل کیا؟

۳۔ آپ کی پسندیدہ کتابیں، مصنف، شاعر، موضوعات اور مجلّات کیا ہیں؟

۴۔ کس قسم کی کتابیں آپ کو پسند نہیں ہیں؟

۵۔ آپ کتنی زبانیں جانتے ہیں؟

۶۔ کتنی زبانوں میں آپ کا مطالعہ ہے؟

۷۔ کس زبان میں آپ کا مطالعہ وسیع ہے؟

۸۔ کیا آپ کی اپنی لائبریری ہے؟ اور اس میں مختلف زبانوں میں کتنی کتابیں ہیں؟

۹۔ آپ کے خیال میں ہمارے نوجوانوں کے لیے کون سے مصنّفین اور کن کتابوں کا مطالعہ سودمند ہوگا؟ (خاص طور پر انگریزی اور اُردو میں)

۱۰۔ اپنے پسندیدہ اشعار تحریر فرما دیجیے!

۱۱۔ اپنی زندگی کا کوئی ناقابلِ فراموش حادثہ لکھیے!

۱۲۔ دل اور دماغ کا سکون کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟

۱۳۔ موجودہ زمانہ میں مذہب کو کتنی اہمیت دینی چاہیے؟

۱۴۔ موجودہ سوسائٹی میں مقابلۃً کون سا مذہب بہتر ہے؟

۱۵۔ آپ کی بڑی خواہش کیا ہے؟

۱۶۔ مہربانی فرما کر مجھے کچھ نصائح فرمائیے!

﴿واضح رہے کہ تمام سوالات انگریزی میں تھے۔ ہم نے ناظرین کرام کی آسانی کے لیے ترجمہ پیش کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔ (مرتب)﴾

حضرت محترم زیدت معالیکم

سلام مسنون، نیاز مقرون۔ جناب محترم نے چند سوالات فرمائے ہیں جو اس ناکارہ کی ذات اور ذاتی رجحانات سے متعلق ہیں، فوری طور پر ان کے جو جوابات ذہن میں آئے وہ درج ذیل ہیں۔ جواب میں تاخیر ہجومِ کار اور کثرتِ اسفار اور دارالعلوم کے ہنگامی حالات کی وجہ سے ہوئی، معافی کا خواستگار ہوں۔ جناب کے سوالات کے جوابات حسبِ ترتیبِ سوالات درج ذیل ہیں۔

ا۔ میرے اساتذہ میں جن حضرات کے تعلیمی اور تربیتی مؤثرات نے مجھے زیادہ متاثر کیا ان میں اوّل نمبر میرے والد ماجد حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ مہتمم خاص دارالعلوم دیوبند ہیں۔ مجھے فنِ حدیث سے مناسبت اور لگاؤ انہی کے درس اور تربیت سے پیدا ہوا اور دینی علوم وفنون میں میرا طبعی رجحان ومیلان زیادہ تر حدیث کی طرف انہی کی تربیت سے ہوا۔ اس تاثر کو جِلا اور وسعت حضرت الاستاذ الاکبر علامہ انور شاہ کشمیریؒ صدر المدرّسین دارالعلوم دیوبند کے درس سے ہوئی، جن کے درس میں تمام ہی علوم وفنون سے بحث ہوتی تھی۔ اصلاحِ قلب کے سلسلے میں عارفانہ تاثیر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سرپرست رابع دارالعلوم دیوبند کی ہے جس سے علم النفس کی طرف توجہ منعطف ہوئی۔ چونکہ یہیں سے فنِ اسرارِ دین کی بنیادیں کُھلتی ہیں اس لیے اس فن کی طرف بھی طبیعت چل پڑی جو ان تین مذکورہ بزرگوں کی توجہات کا اثر ہے۔

۲۔ کتابوں کے مطالعہ کا وقت مجھے زیادہ نہیں ملتا، نہ فرصت ہوتی ہے۔ میرا استفادہ زیادہ تر قرآن وسنت کی روشنی میں فکر ونظر اور تدبر وفکر سے ہوتا ہے۔

۳۔ میری محبوب کتابیں عارفین کی وہ کتب ہیں جن میں دین کی لمیّات سے بحث ہوتی ہے۔اسی لیے میرا قلبی رجحان زیادہ تر اپنے جدامجد حضرت قاسم العلوم کی کتب کی طرف ہے کہ وہ حقائقِ الٰہیہ اور معارفِ ربانی کا خزانہ ہوتی ہیں، نیز حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت امام غزالیؒ اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شیخ اکبر رحمہم اللہ کی مصنفات سے طبعی دلچسپی ہے۔گو وقت مطالعہ کے لیے بہت کم ملتا ہے، اور اسی لیے میرے درس میں زیادہ تر 'حجۃ اللہ البالغہ للشاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ' رہتی ہے۔انھیں سے اصولاً فقہیاتِ دین حل ہو جاتی ہیں۔

شاعری سے نہ کبھی مناسبت ہوئی نہ شاعرانہ ذوق ہے۔یوں شعر کبھی کبھی کہہ بھی لیتا ہوں اور ان تک بندیوں کا ایک مجموعہ بنام 'عرفانِ عارف' شائع بھی ہو چکا ہے، جن میں نہ تغزل ہے اور نہ شعری صنائع و بدائع۔صرف وقائع اور حوادث موضوعِ شعروسخن رہے ہیں۔

۴۔ جن کتابوں کے الحاد یا تلبیسِ دین کے نام پر بے دینی اور بے قیدی کی طرف رہنمائی یا جن کتابوں سے اسلام کے نام پر سلف کی بے عظمتی پیدا ہوتی ہو یا کتب تو دینی ہوں مگر ان میں خواہ مخواہ کی عبارت آرائی اور ادیبانہ تکلّفات ہوں۔خصوصاً اس دَور کے غیر محقق یا آزاد رائے قسم کے مصنّفین کی کتابیں مجھے طبعاً پسند نہیں جن میں ذہنی خیالات کو اصل بنا کر شرعی تائیدات حاصل کرنے کا اسلوب کارفرما ہو۔نہ صرف یہی کہ ان سے قلبی تسکین وطمانیت کا کوئی تعلق نہیں بلکہ زیادہ تر وہی قلب کی تشویشات اور پریشان خاطری کا بڑا سبب ہیں۔

۵۔ عربی، فارسی بقدرِ ضرورت جانتا ہوں، اُردو اپنی مادری زبان ہے۔

۶، ۷۔ زیادہ تر عربی فارسی زبان کی کتب اور وہ بھی مستند علماء اور بالخصوص سلف صالحین کی کتب زیادہ پسند ہیں۔

۸۔ احقر کے اپنے ذاتی کتب خانہ میں ہر قسم کے فنون کی کتابیں عربی، فارسی اور اُردو زبان کی بقدرِ ضرورت جمع ہیں، جن کی تعداد لگ بھگ ہزار تک ہوگی۔

۹۔ جہاں تک دینیات کا تعلق ہے، مستند علماء ہی کی کتابوں کا مطالعہ کر کے نوجوان اپنا دین و دنیا درست کر سکیں گے اور انھیں دین کے بارے میں اطمینان وسکون میسر ہو سکے گا۔حال کے مصنّفین میں غیر مستند لوگوں کی تصانیف سے دماغی تفریح تو ممکن ہے لیکن سکونِ قلب و روح

اور محبتِ آخرت کا وجود عنقا ہی رہے گا۔ یہ سکون و محبت صرف اہلِ محبت کی سطور و صدور سے ممکن ہے۔ اہلِ عقل کی کتب اور دماغوں سے عادتاً دشوار ہے۔ فلسفی قسم کے افراد سے قلبی بے چینیاں دور نہیں ہوسکتیں، یہ حصّہ صرف اہلِ حکمت و محبت ہی کا ہے۔

موجودہ دور میں اگر دین اور ذہنی محبت مطلوب ہو تو تجربہ شاہد ہے کہ حضرت تھانویؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مترجم تصانیف کافی ہوسکتی ہیں اور اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ باقی اس دَور کے عام موضوعات جیسے قومی تنظیمات یا طبقاتی نصب العینوں کی تحریکات یا عام وقتی مقاصد کی ترغیبات خواہ کسی حد تک ضروری بھی ہوں اور اپنے دائرہ میں کچھ اثر بھی رکھتی ہوں، اطمینانِ قلب کا موجب نہیں بن سکتیں۔ مرچوں کی کثرت سے منہ کی ٹھنڈک نہیں حاصل کی جاسکتی۔ گو مرچ بقدرِ ضرورت ترکاری کے لیے ضروری بھی سمجھی جائے۔

۱۰۔ نہ شاعر ہوں نہ اشعار کا ذخیرہ ذہن میں محفوظ ہے۔ تا بہ چیدہ و پسندیدہ اشعار چہ رسد، جامہ نہ دارم، دامن از کجا آرم۔

۱۱۔ زندگی کے ناقابلِ فراموش واقعات ہزاروں ہیں، جو ایک سوانح ہے مگر مجھے اپنی سوانح لکھنے کی فرصت نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ سوانح ہے کہ اس کے لکھے جانے کی ضرورت سمجھی جائے۔

۱۲۔ دل کا سکون ذکر اللہ (بہ الفاظِ دیگر اتباعِ شریعت و سنت) سے ہے، اور دماغ کا سکون عقلِ صافی ہے جس میں معاشی کدورتیں اور اغراضِ نفسانی ملی ہوئی نہ ہوں، حاصل ہوتا ہے۔

۱۳۔ مذہب کی اہمیت کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں کہ اس دَور کی قید کے ساتھ اس کی اہمیت کا ذکر کیا جائے۔ بلکہ جس طرح بدنی غذا کو ہر دَور میں ماضی ہو یا مستقبل تا بقائے جسم یکساں اہمیت بلکہ ناگزیری حاصل رہی ہے ایسے ہی روحانی غذا (مذہب ہے) تو اس کی اہمیت بھی تا بقائے روح فطری ہے۔ اور فطرت کسی زمانہ کے ساتھ مقید یا مخصوص نہیں۔ اس لیے یہ سوال کہ موجودہ دَور میں غذا کو کتنی اہمیت دینی چاہیے بے محل ہے۔ ایسے ہی مذہب کی اہمیت کا سوال بھی کسی زمانہ کی قید کے ساتھ مقید نہیں ہوسکتا۔

۱۴۔ دنیا کے اور مذاہب میں نسبت کا سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ ان میں مقابلۃً کون سا

مذہب بہتر ہے، کیونکہ ہر اگلا مذہب پہلے مذہب کا ناسخ ہے اور ناسخ کے بارے میں قرآنی تصریحات ہیں کہ وہ منسوخ سے بہتر ہوتا ہے لیکن اسلام کے بعد کوئی مذہب نہیں۔ اس لیے وہ جامع مذاہب وملل ہونے کی وجہ سے علی الاطلاق بہتر ہے۔ نسبتی یا اضافی بہتری کا سوال پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر یہ سوال رکھا ہی جائے تو مذکورہ اصول کی رو سے وہ ناسخ ادیان ہونے کی وجہ سے تمام مذاہب سے بہتر ہے۔

۱۵۔ میری سب سے بڑی خواہش صلاحِ نفس اور حسن خاتمہ کی ہے۔ حق تعالیٰ ایمان کی سلامتی کے ساتھ لبِ گور تک پہنچا دے۔

۱۶۔ سب سے بڑی نصیحت تقویٰ ہے۔ اور سلف صالحین کی عادت بھی یہی تھی کہ ایک دوسرے سے رخصت ہوتے وقت کسی نصیحت کی فرمائش کرتے تھے تو جواب میں تقویٰ وطہارت کی ہدایت اور تاکید کیا کرتے تھے۔ اور تقویٰ کا حاصل یہ ہے کہ نفس کے ہاتھ میں اپنی تکمیل نہ دی جائے۔ اتباعِ سنت وشریعت کا اہتمام کیا جائے۔ فتن سے بچاؤ رکھا جائے خواہ فتن علمی رنگ کے ہوں جیسے عقیدہ وفکر کی بے قیدی اور خودرائی وغیرہ، خواہ عملی ہوں جیسے فرائض و واجبات میں سستی اور کاہلی اور ممنوعات ومکروہات کی طرف میلان ورجحان۔ دین کے بارے میں بجائے آزادی اور آزاد روی کے تقید اصل ہے۔ اور طریقۂ سلف کی پابندی اس کی بنیاد ہے جس کے لیے معیتِ صلحاء یا کتبِ صلحاء سے استفادہ ضروری ہے۔ عفتِ نظر اور طہارتِ قلب تقوائے باطن ہے اور صلاحِ عمل تقوائے ظاہر ہے۔ ظاہر اور باطن کو جب تک آدابِ شرعیہ سے متادّب نہ بنایا جائے حقیقتِ تقویٰ پیدا نہیں ہوتی۔ کسی بھی نوع عمل کو اس کے وسائل ہی سے پکڑا جا سکتا ہے۔ جن کا نام آداب ہے۔ ادب نہ ہو تو سنن ضائع ہو جاتی ہیں، سنن نہ رہیں تو واجبات ضائع ہوتے ہیں، واجبات نہ رہیں تو فرائض ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں، فرائض نہ رہیں تو معرفت نہیں رہتی۔ کورا رسمی علم رہ جاتا ہے اور وہ بھی انجام کار بے ادبی کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتا۔ ادب کے معنی رسمی جھکاؤ اور ہنس کر بولنے کے نہیں بلکہ خشیتِ الٰہی کے مظاہر کے ہیں۔ پھر یہ تقویٰ اوّلاً فعلِ قلب ہے اور ثانیاً فعلِ جوارح ہے۔ دنیا کی زندگی کے ہر مرحلے میں ذکرِ آخرت اسلام کا بنیادی

اصول ہے، اس لیے جتنی انواع اس زندگی کی ہیں اتنی ہی انواع ان کے ساتھ ذکرِ آخرت اور تقویٰ کی ہیں۔ کھانے پینے میں حمد وشکر، اجنبیات کے سامنے آنے پر غضّ بصر، ترفع وتعلّی کے جذبات کے وقت کسرِ نفس اور تواضع، دولت کے انبار اور حرص بھڑکنے کے وقت قناعت پسندی، مصیبت کے وقت صبر ورضا، مشکلات میں دل ڈانواڈول ہونے پر توکل واعتماد علی اللہ، دوستوں کی ہم نشینی پر اخوۃ فی اللہ، عملِ آخرت کی تذکیر کے لیے تعاون، بڑوں کے سامنے آنے پر ممکنہ اعانت و دادرسی، دین و آخرت کی بات سامنے آنے پر عقیدت وتفویض اور سرافگندگی، اغیار سے ملنے ملانے کے وقت حکمت کے ساتھ دعوت دینے سے ان کی امداد، وسائل عیش فراہم ہوجانے پر ان کی بے ثباتی اور فنائیت پر نظر، رفعت وسربلندی مل جانے پر اپنی اصلیت کا استحضار، دنیا کے ہر جزو سے استبعاد، آخرت کی طلب وجستجو، غرض جتنے دنیوی زندگی کے وسائل ہیں اتنے ہی ان میں اخروی زندگی کے تقوائی پہلو ہیں۔ ان وسائل میں ان پہلوؤں کی رعایت رکھنے والا ہی متقی کہلایا جاسکتا ہے۔ یہ میدان لامحدود ہے۔ بطور مثال ان چند پہلوؤں کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے۔ اسلامی زندگی یا اسلامی معاشرہ یہی ہے، اوراس کے مجموعہ کا نام ایمان اور اسلام ہے۔

جناب کے سوالات پر یہ چند پراگندہ خیالات عرض کردیے گئے۔ تاخیر جواب کی معافی چاہتا ہوں۔ والسلام

محمد طیب

۱۰۔۶۔۸۹ھ

دارالعلوم دیوبند

مکتوب نمبر ۵ - اسلام نہ مادّیت محض ہے نہ روحانیت محض

اسلام روحانیت اور مادیت کے کسی مرکب مجموعہ اور گلدستۂ رنگارنگ کا نام ہے؟ یا وہ روحانیتِ محض ہے جس کا مادّیت سے کوئی تعلق نہیں؟ اس عام اور روزمرہ سوال کا نہایت حکیمانہ اور تفصیلی جواب ذیل کے مکتوب گرامی میں ملاحظہ کیجیے جو صاحبِ مکتوب نے جناب کرامت علی صاحب قریشی صدر تنظیم ملت کراچی .... کے جواب میں تحریر فرمایا۔ (مرتب)

محترمی ومکرمی، زیدمجدکم ...... سلام مسنون، نیاز مقرون

گرامی نامہ مورخہ ۲۴ستمبر ۱۹۶۳ء نے مشرف فرمایا۔ میں افریقہ اور مشرقِ وسطیٰ کے سفر پر گیا ہوا تھا، واپسی پر ہجومِ کاروافکار اور کثرتِ اسفار سے زیر بار رہا۔ ارسال عریضہ میں غیر اختیاری طور پر تاخیر ہوگئی جس کے لیے معذرت پیش کرتا ہوں۔ آپ نے سوال مندرجہ والا نامہ میں اسلام میں مادّیت و روحانیت کی نوعیت دریافت فرمائی ہے، جواباً عرض ہے کہ

اسلام نہ مادّیتِ محض ہے کہ جس میں روحانیت کا دخل نہ ہو اور نہ روحانیتِ محض ہے جس میں مادّیت شامل نہ ہو بلکہ وہ مادّیت و روحانیت کا ایک معتدل ترین امتزاج ہے جس میں مادّیت و روحانیت دونوں اپنی اپنی نوعیت سے ملی جلی شامل ہیں۔ اور وہ نوعیت یہ ہے کہ اسلام نے روحانیت کو اصل اور مادّیت کو اس کا تابع یا اوّل کو مقصد اور ثانی کو وسیلہ قرار دیا ہے۔ بہ الفاظِ دیگر اسلام کا موضوع اور مقصدِ حقیقی تہذیبِ روحانی ہے مگر وہ چونکہ عمل اور کسب پر موقوف ہے اور عمل کا میدان بھی مادّی اجزاء و وسائل ہیں جن میں مطلوبہ اکتساب وتصرف کرنے سے روحانیت کی تکمیل ہوتی ہے اس لیے اسلام نے اس نوعیت کے ماتحت مادّیت کا ایک مستقل نظام اپنے رنگ کا پیش کیا ہے جس کو روحانیت کی تکمیل کے لیے استعمال کیا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اسلام میں اصل مقصود آخرت ہے، دنیا نہیں ہے لیکن یہ آخرت اسی دنیا میں سے برآمد ہوتی ہے، اس لیے دنیا کو آخرت کے ظرف اور عمل گاہ کی حیثیت سے اس نے پیش کیا ہے۔

کارِ دنیا کن و اندیشۂ عقبیٰ مگذار
تا بہ عقبیٰ نہ رسی دامن دنیا مگذار
(صائب)

ہماری زندگی کے روزمرہ کے افعال کھانا پینا، سونا جاگنا، اُٹھنا بیٹھنا، پہننا اوڑھنا، چلنا پھرنا، رہنا، ملنا جُلنا اور مرنا جینا وغیرہ بلا شبہ مادّی افعال اور جسمانی خواص و آثار ہیں لیکن انھیں کو جب اسلام کے نظام کے ماتحت انجام دیا جائے تو یہی دنیا کے مادی افعال ہماری آخرت بن جاتے ہیں اور اس پر عبادت کا اطلاق آجاتا ہے جس کا دوسرا نام اسلام ہے۔

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (سورۂ انعام)

کہہ دو (اے ابراہیم) کہ میری نماز، میرا حج، اور میرا جینا اور میرا مرنا اور جینے اور مرنے کے درمیان کے تمام افعال صرف اللہ رب العالمین کے لیے ہیں یعنی حبۃً للہ ہیں جس میں صرف رضائے حق مطلوب ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اس لیے میری اس عبادت میں بھی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا اور مجھے اسی کا امر کیا گیا ہے اور تعمیلِ امر ہی کا نام عبادت ہے اور آج میں ہی پہلا مسلم ہوں۔

ظاہر ہے کہ ان مادّی افعال سے کٹ کر یا ان افعال کے وسائلِ عمل یعنی مادّی اعضاء اور اجزاء کو کاٹ کر یا ان اعضاء کی اندرونی مادّی قوتوں شہوت وغضب کا استیصال کر کے جو اِن اعضاء میں ودیعت کی گئی ہیں انسان ہی باقی نہیں رہتا جس کی روحانیت کی تکمیل مقصود تھی تو وہ روحانی تہذیب وتکمیل آخر کس کی ہوگی جبکہ تکمیل طلب شے ہی باقی نہ رہی اور پھر بھی کی جائے گی تو وہ محض خیالی اور ذہنی تکمیل ہوگی جس کا باہر کوئی وجود نہ ہوگا جبکہ وسائل ظہور یہی اعضاء و اجزاء اور یہی مادّی وسائل واسباب ہیں جن کے ذریعہ روحانیت کی تکمیل کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ترکِ دنیا کا تصوّر ترکِ لذات، ترکِ تعلقات، ترکِ حرکات وسکنات اور ترکِ مسکونات وغیرہ نہیں جبکہ زندگی کے ان تمام لوازم ہی میں سے اس نے آخرت پیدا کی ہے۔ مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے اور اُٹھنے بیٹھنے کے جو آداب بتائے اور ان کے آغاز وانجام پر جو اذکار واوراد تلقین کیے ہیں وہ ان افعال کی انجام دہی سے ہی عمل میں لائے جاسکتے ہیں جن سے یہ افعال شائستہ مہذب اور زادِ آخرت بن سکتے ہیں اور اس شائستگی سے روحانیت واخلاق کے پاکیزہ جذبات دل میں تہہ نشین ہو سکتے تھے۔ یہ افعال نہ ہوں گے تو مذکورہ اوراد ونیّات کے فقدان سے روح وبدن کے اس حصے کی یہ تہذیب وشائستگی بھی نہ ہوگی جس سے انسانیت کا ایک بڑا حصہ غیر مہذب اور بے روح رہ جائے گا۔ مثلاً اسلام نے بازار جانے، سودا خریدنے، نکاح کرنے اور ازدواجی زندگی کے افعال ادا کرنے، عزیز واقرباء کے تعلقات، پڑوس کے روابط اور حقوق نیز اقوام عالم کے معاملات کے جو آداب واذکار اور تصوّرات بتلائے ہیں اگر آدمی ان افعال ہی سے کنارہ کش ہوکر جنگل، بیابان اور پہاڑوں کے زاویے اختیار کرے تو یہ آداب و

رسوم، اذکار و اوراد، باطن کی توجہات جو اِن افعال کے راستہ سے اپنے خالق کی طرف منعطف ہوتیں یکسر ختم ہوجائیں گی جس سے تہذیب وتمدن کا یہ حصہ ناکارہ بلکہ دنیا سے معدوم ہوکر رہ جائے گا اور انسانی زندگی سے یہ موڑ مٹ کر ایک طرف دنیا کی ویرانی کا سبب بن جائیں گے اور دوسری طرف ان ناکارہ اور محروم عمل انسانوں کی تہذیب و روحانیت اور ان کے قلبی اخلاق و ملکات کا وہ اندرونی نظام جس سے انسان معاملات کی دنیا میں ایک سچا قابلِ مدح اور روحانی انسان ثابت ہوتا دنیا سے یکسر مفقود ہوکر رہ جائے گا اور یہی انسان جس کو تمام جماد و نباتات اور حیوانات پر فوقیت تھی جنگل کا ایک درخت یا پہاڑ کا ایک پتھر ہوکر رہ جائے گا جس میں نہ افعالِ زندگی کا شعور ہوگا نہ مقاصدِ حیات کا کوئی ادراک۔

نظر بریں کہا جاسکتا ہے کہ انسان قویٰ و جذبات کو مٹانے کے لیے نہیں آیا بلکہ ٹھکانے لگانے کے لیے آیا ہے تاکہ وہ صحیح مصرف میں صرف ہوکر اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرسکے اور خالقِ قویٰ و مواد اور جاعلِ افعال و اعمال کی حکمت دنیا میں رونما ہوکر اس کی حکمت وصنعت کی گواہ بنے ورنہ اگر خالقِ عالم کو ان کا معدوم کر دینا ہی مطلوب تھا تو انھیں عدم سے نکال کر معرضِ وجود میں لانے ہی کی کیا ضرورت تھی جبکہ حکمت پر بھی دھبہ آتا ہے۔ جو ہر دھبے سے بری ومنزّہ ہے اور دنیا کے محکم نظام کا ہر کارخانہ بھی باطل ٹھہرتا ہے جس کو آخرت کی تعمیر کے لیے بطور گلخن (بھٹی) اور ملبہ (کوڑا کرکٹ) کے برپا کیا گیا ہے۔

شہوتِ دنیا مثالِ گلخن است
کہ ازو حمامِ تقویٰ روشن است

بہرحال زندگی کے ان وسائل اور ان سے متعلق افعال انسان سے معطل ہوجانے کی صورت میں تو دنیا آباد ہی نہیں ہوتی کہ اس کے اچھے بُرے، شائستہ یا ناشائستہ ہونے کا کوئی سوال پیدا ہو کیونکہ اس صورت میں انسان انسان سے منقطع رہتا ہے نیز انسانی قویٰ انسانی نفس سے منقطع ہوجاتے ہیں اور وسائل دنیا انسانی افعال سے منقطع رہتے ہیں تو نہ دنیا رہتی ہے نہ انسان نہ انسانی صنعت رہتی ہے نہ انسانی تہذیب وتمدن، نہ روحانیت کا کوئی سوال ہوتا ہے، نہ

معنویت کا جو یقیناً دنیا اور انسان دونوں کے لیے عظیم ترین حرمان ہے۔

اور اگر انسانی قویٰ اور وسائل اپنا کر روحانیت و اخلاق اور خالقِ کائنات کی ہدایات سے کاٹ کر انسانوں کو اس کے طبعی جذبات پر آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ اپنے طبعی تقاضوں سے ہر شے کو جس طرح چاہے استعمال کرے اور شہوت اور غضب کو جدھر اس کا نفس لے جانا چاہے جانے دیا جائے تو وہ حیوانِ محض ہو کر رہ جائے گا اور اس میں اور ایک گدھے اور کتّے میں کوئی فرق نہ رہے گا گویا اس کا یہ سونا جاگنا، کھانا پینا، بول و براز اور شہوت و غضب کی طبعی حرکات کا مرتکب ہونا ایک مظاہرہ ہوگا جس میں نہ دین و مذہب کا دخل ہوگا نہ عقل و بصیرت کا بلکہ وہ طبعِ حیوانی کی حکمرانی رہ جائے گی، اس لیے پہلی صورت میں اگر انسان جنگل کا ایک درخت اور پہاڑ کا ایک بے شعور پتھر بن کر رہ جاتا تھا تو اِس صورت میں وہ جنگل کا ایک بھیڑیا یا بھٹوں کا ایک سانپ یا بچھو ہو کر رہ جائے گا مگر انسان ثابت نہ ہو سکے گا۔

ہاں اگر ان تمام قویٰ و افعال اور دنیا کے ان تمام وسائل کے استعمال میں سے عقلِ محض کا پابند چھوڑ دیا جائے تو وہ انسان تو ضرور ہوگا مگر ایک فلسفی انسان بن کر رہ جائے گا جس میں نہ معرفت ہوگی نہ محبت، نہ انسانی موانست ہوگی نہ قبولیت عنداللہ کا سوال باقی رہے گا، نہ آخرت کی دوامی نعمتوں کا کیونکہ عقل صرف مادّیات اور محسوسات ہی کے میدان میں تگ و تاز کر سکتی ہے۔ ماورائے طبیعات ان غیبی عالموں سے اسے سروکار نہیں ہو سکتا جہاں صرف عشق و محبت اور قلب و روح کی لگن ہی کام کر سکتی ہے جہاں وجدان و استغراق اور شاعروں کی زبان میں جنوں ہی کام کر سکتا ہے اس لیے اس انسان کے سامنے نہ وصالِ حق کا سوال آئے گا نہ موت کے بعد ابدی اور دائمی زندگی کی لذات کا۔ یہ ممکن ہے کہ اس میں کچھ دنیا کی رسمی و نمائشی شائستگی کی نمود قائم ہو جائے اور اس کے آخری سانس تک قائم رہے لیکن وہ روحانی اور باطنی شائستگی اور وہ تہذیب و اخلاق کی حقیقت جس کا تعلق قلب و روح کے اخلاق اور اپنے مرکزِ وجود سے وابستگی سے ہے کبھی بھی میسر نہیں آ سکتی جو عقل سے بالاتر ہو کر جنون ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشد
اوست فرزانہ کہ فرزانہ نشد

آزمودم عقل دور اندیش را

بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

ایسے انسان کو انسان تو کہیں گے مگر دہری انسان کہیں گے جن کے لیے نہ دنیا ہی ہوگی نہ آخرت۔ دنیا اس لیے نہیں کہ اس کی دنیا ہمہ وقت تغیر پذیر ہوتے ہوتے ہوئے ایک دن ختم ہوجائے گی نیز ختم ہونے سے پہلے یعنی رہتے ہوئے اگر وہ اس کے غم وفکر کا بادل تھی جو ہر وقت برستا تھا تو وہ دور ہوجانے سے جاتے ہوئے بے شمار حسرتوں کا پہاڑ بن جائے گی وہ اس سے اُٹھایا نہ جائے گا اس لیے وہ رہتے ہوئے اور جاتے ہوئے دونوں حالتوں میں ختم اور منقطع ہی رہی جس کے معنی نہ رہنے کے ہیں اور آخرت اس لیے نہیں کہ اگر عقل محض کی حکومت کے تحت آخرت اور بعد الموت کا تصوّر ہی اس کو نہیں تھا جس سے کہ آخرت ملتی پس نہ دنیا رہی نہ آخرت۔ اسی کو خَسِرَ الدُّنیَا وَ الْاٰخِرَۃَ کہا گیا ہے۔اس صورت میں اسے بلحاظِ صورت انسان تو کہہ سکیں گے مگر حقیقی انسان اور بااُنس انسان کا نام نہیں دے سکیں گے جو انتہائی خسران ہے۔

ظاہر ہے کہ اشرف الکائنات انسان ان دنیوی قویٰ و وسائل کے استعمال کے سلسلہ میں اگر ان تمام وسائل سے کٹ کر جماد و نبات کی طرح معطل ہوجائے جب بھی انسان نہیں رہتا۔ اور اگر ان وسائل کی طبع حیوانی کے جذبات کے تحت کام میں لاکر سانپ بچھو یا چرند پرند بن جائے تب بھی انسان نہیں ہوتا اور عقل بے محبت کا اسیر ہوکر ان وسائل سے چند روزہ نمائش اور ایک ساعت لذت میں پھنس کر دوامی لذت سے ناآشنا رہ جائے یعنی فلسفی یا دہری بن جائے تب بھی حقیقی معنوں میں انسان نہیں ہوتا۔

اس لیے اس کے انسان رہنے اور انسانیت کی بقاء وترقی یا تکمیل وتہذیب کی ایک ہی صورت رہ جاتی ہے کہ وہ اپنی اندرونی قوتوں اور بیرونی وسائل کو اپنے خالق کی منشاء کے مطابق استعمال کر کے ایک مطیعِ حق اور فرمانبردار آدمی ہونے کا ثبوت دے اور وہ اس دنیا اور اس کے بے شمار سامانوں اور خزانوں میں استعمال وتصرف کا عمل اپنے خالق کے قانون کے تحت انجام دے تاکہ ایک طرف تو اس کی زندگی کے سارے امور اس پورے ظاہر کو شائستہ اور پورے باطن

کو مہذب اور اخلاق کو مزکّٰی اور تمام اعضاء کو منوّر کردے اور دوسری طرف سارے سامان اپنے اپنے قدرتی تصرف میں ہو کر ٹھکانے لگیں اور یہ انسان اپنے مقصدِ تخلیق کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ ان سامانوں کے بھی مقصدِ تخلیق کو پورا کر کے دِکھا سکے تاکہ اس کے آغاز کے ساتھ اس کا انجام بھی درست ہو جائے اور اسے اس وقتی لذت کے ساتھ ابدی نعمت اور روحانی لذت بھی حاصل رہے۔

اس صورتِ حال کو سامنے رکھ کر کائنات عالم میں انسانی افعال دو قسم کے نکلتے ہیں ایک ان اشیاء میں خالقِ اشیاء کے اذن و ایماء سے تصرف وصنعتِ ایجاد و اختراع اور ساخت پر داخت اور ان کی فطری تنظیم وغیرہ اور ایک خالقِ کائنات کے منشاء اور قانون کے مطابق ان کا استعمال۔ انسان کے پہلے مقام کا نام خلافت ہے اور دوسرے مقام کا نام عبادت، جس سے اندازہ ہو جائے کہ انسان کا ایک مقصدِ تخلیق خلافت ہے کہ وہ اپنے نسب اور اصل کی طرف سے اس کائنات میں تصرف کرے۔ ان پر غلبہ و استیلاء حاصل کر کے انھیں اپنے خالق کے دیے ہوئے قانون کے اشاروں پر چلائے، عناصرِ اربعہ اس کے لیے مسخر ہوں اور اس کے کام میں لگے ہوئے ہوں۔ موالیدِ ثلاثہ، جمادات، نباتات، حیوانات اس کے کاموں میں تابعِ فرمان ہوں۔ ارضیات وفلکیات میں اس کے تصرفات چلیں اور ان تصرفات سے حاصل شدہ سامانوں کو اس کی مرضی کے مطابق اندرونِ حدود استعمال میں لائے۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ ان قوتوں اور سامانوں سے کٹ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں جا چھپے تو نہ یہ تصرفات وجد پذیر ہو سکیں گے جس سے خلافت کا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا اور نہ یہ انتفاعات ہو سکیں گے جس سے عبادت کا کارخانہ ٹوٹ پھوٹ کر رہ جائے گا اور اس طرح اس اشرف المخلوقات انسان کی نہ عالم پر خلافت قائم ہوگی نہ عبادت، نہ بدنی شائستگی رہے گی نہ روحانی تہذیب کیونکہ خلافِ منشاءِ حق اس کا کائنات میں تصرف بغاوت ہوگا کہ لایا گیا تھا نائب کی حیثیت سے اور بن بیٹھا مالک اور اصل اور خلافِ قانونِ الٰہی ان سے انتفاع کرنا خیانت ہوگی کہ آیا تھا سعادت کا تخم لے کر اور بن بیٹھا شقی اور سارق۔ اب عقلِ سلیم سے غور کریں کہ اس صورت میں آیا انسان کو جماد و نبات ہو کر

درخت اور پتھر بن جانا چاہیے یا بے شعور حیوان بن کر بندۂ نفس، دنیوی، دہری اور بے اُنس و بے محبت انسان بن کر طاغی باغی۔ پہلی صورت حرمان کی ہے اور دوسری خسران کی ہے اور تیسری طغیان کی اور پھر ظاہر ہے کہ ان سے کوئی صورت بھی اس کے انسانیت کی بقاء، ارتقاء کی نہیں بلکہ انسانیت کے تباہ و برباد ہوجانے کی ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا وَ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ یَصْلَوْنَهَا وَ بِئْسَ الْقَرَارُ﴾ (سورۂ ابراہیم، آیت: ۲۸)

ترجمہ: کیا آپؐ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا (یعنی ان کا حال عجیب ہے) جنھوں نے بجائے نعمتِ الٰہی (کے شکر) کے کفر کیا (مراد اس سے کفار مکہ ہیں) اور جنھوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں پہنچایا (یعنی ان کو بھی کفر کی تعلیم کی جس سے) وہ اس (جہنم) میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے۔

آخر کار صلاح و فلاح کی وہی ایک صورت رہ جاتی ہے جو اسلام کے جامعِ مادیت و روحانیت نظام میں پیش کی گئی ہے کہ نہ وہ جسم محض بنے کہ جماد لایعقل ہوجائے اور نہ روحِ محض بنے جس میں قویٰ و ملکات کے سوا عملی حرکت کا نشان نہ ہو۔ بلکہ روح و جسم کا ایک معتد بہ مجموعہ ثابت ہو جس سے اس کے سارے قویٰ و ملکات اور دنیا کے سارے وسائل و آلات اس کی انسانیت کی تکمیل اور خلافت و عبادت کی تحصیل میں صرف ہوں اور روحانیت کو اصل قرار دے کر مادّیت کو اس کی تہذیب و تکمیل کا ایک وسیلہ شمار کرے جو روح اور روحانی اشاروں پر حرکت کر رہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسانیت کا فطری تقاضہ بھی مادّیت و روحانیت کا جامع امتزاج ہے اور منصبِ خلافت و عبادت کا مقتضی بھی یہی جامعیت ہے اور اسی کو اسلام نے پیش کیا ہے اس لیے وہی فطری مذہب کہلانے کا مستحق ہے جو عین تقاضائے فطرت کو پورا کرنے کے لیے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔

رہیں اسلامی عبادات جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ؛ ممکن ہے کہ انھیں روحانیت محضہ کہہ کر مادّیت سے بے تعلق کہا جائے لیکن دیکھا جائے تو مادّیت کے امتزاج سے وہ بھی خالی نہیں۔ اوّلاً ان ساری عبادتوں کے افعال کا تعلق بدن سے ہے، بدن کے اعضاء و اجزاء ہی کو ان عبادات میں حرکت و سکون کا پابند کیا گیا ہے اور ان کے سارے افعال بدن ہی سے ادا کرائے گئے ہیں۔

نماز یا روزہ کسی ذہنی تصوّر کا نام نہیں بلکہ قلبی افعال (خشوع وخضوع، اخلاص وصدق وغیرہ) کے ساتھ بدنی افعال اور بدنی ہیئت وشکل کے مجموعے کا نام ہے جو بلا شبہ مادّہ اور مادّی بدن ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر ان سب میں مالیات کی بھی ضرورت ہے۔ نماز میں سترِ عورت کے لیے کپڑے کی، جماعت کے لیے مسجد کی، وضو کے لیے پانی کی، نظافت کے لیے مسواک کی اور یہ سب سامان مادّی ہی ہیں جنھیں روحانیت کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ روزہ میں سحری و افطار کے لیے طعام کی، حج کے لیے دولت کی اور سواری کی، زکوٰۃ کے لیے مال اور عطاء نوال کی صدقات کے لیے غریبوں کو ڈھونڈھنے کی وغیرہ وغیرہ سب امور مادّیت ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسی ہی نماز کے سلسلے میں مسواک کے بارے میں (جو نماز کے مبادی طہارت میں سے ہے) مَرْضَاۃٌ لِلرَّبِّ کے ساتھ مَطْهَرَۃٌ لِلْفَمِ (منہ کی صفائی) بھی فرمایا ہے جو مادّیت ہی کا شعبہ ہے۔ حج کے سفر میں قرآن نے ضمنی طور پر تجارت کی بھی اجازت دی ہے جسے فضل رب کہا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مادّی منفعت ہے۔ غرض اسلامی عبادات میں رضائے الٰہی کے ساتھ مادّی فوائد اور منافع بھی ملحوظ ہیں۔ پس ان عبادات کے مبادی کپڑا، ستھرائی، پانی، بدنی صفائی کی جگہ، سواری، سڑک، مکان اور دولت کا خرچ وغیرہ وہ مادّی اسباب ہیں جن کا تعلق ہی مادّہ سے ہے اور آثارِ عبادات میں تمدنی برکات و منافع کا وعدہ دیا گیا وہی روحانیت کے ساتھ مادّیات کا امتزاج ہے اس لیے عرفِ شرع میں عباداتِ محضہ میں بھی جس کو شاہ ولی اللہؒ کی زبان میں اقترابات کہا گیا ہے، اسباب و آثارِ مادّی رکھے گئے ہیں جس سے واضح ہے کہ اسلام نے مادّیات منقطع کر دینا نہیں چاہا ہے۔ ساتھ ہی اس نے تنظیم ملت کے مقصد کو بھی دینوی کہا ہے جس کا دوسرا نام سیاست ہے یعنی گھریلو زندگی سے لے کر شہری زندگی تک اور شہری زندگی سے لے کر حکومت و سیاست تک تنظیم ملک وملت کے یہ سارے شعبے اسلام نے روحانیت میں ڈبو کر پیش کیے ہیں۔ اس لیے قرآن میں ہر سیاسی آرڈر کے ساتھ کہیں تقویٰ کہیں طلبِ جنت خطرۂ جہنم کو ساتھ ساتھ پیش کیا ہے تا کہ دنیا دین بن جائے۔ غرض دینوی اُمور میں روحانیت ملا کر اور روحانی امور میں مادّیت کی آمیزش کر کے مجموعہ کو دین کہا ہے جس سے اسلام کی عبادت ہوں یا معاشرت مادّی و روحانی قدروں کا مجموعہ نکلتی ہیں اور اسلام مادّیت و روحانیت کا مجموعہ ثابت

ہوتا ہے۔

والسلام

محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند

مکتوب نمبر۱۶ - نیک عمل کا داعیہ فطرت کی سلامتی ہے اوراس سے ہٹ جانا ماحول کی خرابی ہے

حیدرآباد کے ایک صاحب ...... نے حضرت مہتمم صاحبؒ کو اپنے حالات کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا کہ جب کبھی میں نیک باتیں سنتا یا پڑھتا ہوں تو گناہوں سے دور رہنے اور نیک عمل کرنے کو جی چاہتا ہے۔لیکن یہ کیفیت دیرپا نہیں ہوتی۔طبیعت پھر گناہوں کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔لہٰذا آپ مجھے کچھ ایسی باتیں اور کتابیں بتائیں جس کے ذریعہ میں اپنے اس مرض کا علاج کرسکوں۔

محترمی۔زید مجدکم ......سلام مسنون و نیاز مقرون!

گرامی نامہ کا جواب دیر سے دے رہا ہوں۔سفروں میں زیادہ رہا۔معافی کا خواستگار ہوں۔حالات سے آگاہی ہوئی۔نیک عمل کرنے کو جی چاہنا فطرت کی سلامتی ہے لیکن اس سے ہٹ جانا ماحول کی خرابی ہے۔اس سے مرض اور علاج دونوں کا پتہ چل گیا کہ مرض صحبتِ بد یا ماحولِ بد ہے اوراس سے الگ ہونا صحت ہے جس سے پھر اصل فطرت روبکار آجاتی ہے کہ نیکی کو جی چاہنے لگتا ہے۔

اگر علماء ربانی اور مشائخ حقانی سے رابطہ قائم رہے آمد و رفت رہے تو اس بیماری کا علاج ہو جائے گا۔اس کی سعی کیجیے کہ اہلِ حق میں اور اہلِ علم سے جس کے دین و دیانت پر اعتماد و اعتقاد ہو، ربط رکھیے۔اسی کے ساتھ ایسی کتابوں کا مطالعہ کیجیے جس میں اہل اللہ کے حالات، صالحین کے تذکرے اور تذکیرِ آخرت ہو۔یہ چیزیں قلب کے زنگ دھو دینے میں موثر ہوں گی۔اسی کے ساتھ کسی مقررہ وقت میں ذکراللہ کا ورد پابندی سے باندھ لیجیے چاہے کم سے کم ہو مثلاً روزانہ ایک وقتِ خاص میں کلمۂ طیبہ کا ورد ذرا ہلکی سی آواز سے کیجیے اسے کم سے کم چالیس دن تک نباہ دیجیے۔

اور چونکہ گناہ و معصیت گوناگوں ہیں اس لیے آپ ان کی ایک فہرست بنالیں اور ان

میں سے ایک ایک کو چھوڑنے کا عزم باندھیے مثلاً جھوٹ ہے تو عزم کیجیے کہ اسے پہلے ترک کرنا ہے پھر اگر کبھی سرزد ہو جائے تو اپنے اوپر ایک صدقہ عائد کر لیجیے کہ ہر ترک پر آٹھ آنے مثلاً صدقہ دوں گا۔ چالیس دن میں جب اس کی عادت پڑ جائے تو پھر دوسرے گناہ کو لیجیے اس طرح تدریجاً انشاء اللہ سارے گناہ ترک ہو جائیں گے اور نفس میں پاکیزگی کے آثار نمایاں ہونے شروع ہو جائیں گے اور یہ منافعِ طاعت کی رغبت میں اضافہ کریں گے اور ان کے بالمقابل گناہ کی مضرتیں نمایاں ہو کر گناہ سے نفرت پیدا کر دیں گی۔ دار و مدار قلب کی رغبت و نفرت پر ہے۔ مضار سامنے آنے سے نفرت بڑھتی ہے اور منافع سامنے آنے سے رغبت پیدا ہوتی ہے۔

ان سب کی بنیادی تدبیر یہ ہے کہ کسی ایک عالمِ ربانی سے رابطہ قائم کر لیجیے اور اسے اپنا مصلح قرار دیجیے اور اس کے سامنے حالات رکھتے رہیے اور اس کی بتلائی ہوئی تدابیر پر اس طرح عمل پیرا رہیے جس طرح طبیب کی اطاعت بے چوں و چرا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اور ہم سب کے احوال درست فرمائے۔ امید کہ مزاج عالی بعافیت ہوگا، امید ہے کہ اکتوبر ۱۹۶۷ء کے پہلے ہفتہ میں یہ ناچیز حیدر آباد حاضر ہو تو اللہ کرے ملاقات ہو جائے۔

والسلام علیکم

۲۷۔۵۔۸۷ھ — محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند

مکتوب نمبر ۱۷ - قرآن مقدس بلاشبہ آسمانی آخری کتاب ہے

جنوبی ہند کے ایک صاحب...... جو اعلیٰ انگریزی تعلیم یافتہ اور دیندار شخص تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ دنوں تک ملازمت کا پیشہ بھی اختیار کیا مگر گھریلو حالات کی ناسازگاری کی بنا پر کچھ ہی دنوں کے بعد ملازمت اور گھر دونوں ہی چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ اور قسمت کی بات کہ انھیں پناہ ایک عیسائی مشن میں ملی۔ انھوں نے چند دن اس مشن میں رہنے کے بعد اپنے جن تاثرات اور خیالات کا اظہار کیا ہے ہم اس کا نمونہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں تاکہ موجودہ عیسائیت کی گھناؤنی تعلیم کی ایک مثال سامنے آئے۔ ان صاحب نے اپنے خط میں لکھا کہ ''جابجا ان کی کتابِ مقدس میں ایسی ایسی باتیں ملتی ہیں جن سے گمان ہوتا ہے کہ ہم کو کوئی کوک شاستر پڑھائی جا رہی ہے۔'' موصوف نے دلیل میں بابِ پیدائش کی چند آیتیں پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

’’اور لوط صفر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا، اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ اسے صفر میں بستے ڈر لگتا تھا۔ وہ اور اس کی بیٹیاں غار میں رہنے لگیں۔ تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڈھا ہے زمین پر کوئی مرد نہیں جو دستور کے موافق ہمارے پاس آئے ○ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تا کہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں ○ سو انھوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی۔ اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی۔ پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب ہٹی اور کب اُٹھ گئی ○ اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا اس سے ہم آغوش ہو تا کہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اس رات بھی انھوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی سو اس نے نہ جانا کہ وہ کب ہٹی اور کب اُٹھ گئی ○ (باب نمبر ۱۹، آیت ۳۵ سے ۳۶ تک)

انھوں نے لکھا کہ یہاں ایک عالم فاضل ہیں جو پہلے مسلمان تھے اور اب عیسائی ہو گئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن آسمانی کتاب نہیں ہے بلکہ محمدؐ کے ذہن کی اُپج اور ان کا فلسفہ ہے۔ محمدؐ پیغمبر نہیں تھے فلسفی تھے۔ قرآن کو انھوں نے تلوار سے پھیلایا ہے۔ اور وہ بائبل سے متاثر تھے اسی لیے بائبل کی تعلیمات قرآن میں ہیں...... ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ ’’اگر قرآن کتاب برحق اور اللہ کی طرف سے ہے تو پھر اس کے اندر متضاد باتیں کیوں ہیں؟ ایک طرف تو وہ تمام ادیان کو منسوخ گردانتا ہے اور محمدؐ کو آخری نبی بتاتا ہے اور دوسری طرف مسیح کے آمد ثانی کی پیشین گوئی کرتا ہے۔ اس طرح تو خود قرآن ہی کی زبان سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح آخر الزماں ہیں اور عیسائیت ابدی دین ہے۔‘‘ ان صاحب نے اپنے متعلق لکھتے ہوئے بتایا کہ یہاں آنے اور ان کی تعلیمات کو پڑھنے کے بعد مجھے سخت رنج اور صدمہ ہے اور میں نے یہاں آ کر اتنا بڑا گناہ کیا ہے کہ جس کی معافی شاید ہی مجھے مل سکے۔ میں اگر مصیبتوں سے گھبرا کر خودکشی کر لیتا تو شاید وہ اتنی تکلیف دہ بات نہ ہوتی۔ انھوں نے مزید لکھا کہ...... بائبل کے شروع کے اسباق جن کا میں مطالعہ کیا تھا وہ منتخب تھے لیکن جب مشن کی جانب سے پوری بائبل مجھے دی گئی تو میری آنکھیں کُھل گئیں۔

اب ان حالات میں آپ مجھے بتائیں کہ کیا کرنا چاہیے؟

میں قرآن اور دین سیکھنا چاہتا ہوں۔ قرآن کو بے انتہا پڑھنا چاہتا ہوں اور اس کے جاننے کا خواہش مند ہوں۔ کیا آپ کا ادارہ مجھے اس کا موقع دے گا؟ نیز یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ مجھے کتنی فیس دینی ہوگی؟ ہوسٹل وغیرہ کا کیا دینا ہوگا تاکہ میں اسی اعتبار سے پیسے جمع کرکے آپ کے پاس پہنچ سکوں۔

حضرت مہتمم صاحب نے اس طویل ترین خط کے جواب میں درج ذیل خط تحریر فرمایا۔

(شفیق احمد قاسمی)

عزیز محترم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

خط ملا۔ حالات معلوم ہوئے۔ یہ معلوم کرکے افسوس ہوا کہ آپ نے گھر والوں کی زیادتی کی وجہ سے گھر چھوڑ کر پردیس کی راہ اختیار کرلی ہے اور اس سے زیادہ صدمہ ہوا کہ آپ نے عیسائیوں کے پنجے میں اپنے کو دے دیا۔ البتہ اس سے دلی خوشی ہوئی کہ آپ میں سلامتی ہے، طبیعت پاکیزہ پائی ہے، دین سے شغف ہے اور توریت و زبور کی محرف شدہ تعلیمات سے آپ کی آنکھیں کھل گئی ہیں اور یہ اندازہ ہوگیا ہے کہ عیسائیت اور یہودیت کس قدر نفرت انگیز تعلیم دیتی ہیں۔

توریت اور زبور بے شک آسمانی کتابیں تھیں مگر ان کے جاننے والوں نے ان کو بدل ڈالا۔ تحریف الفاظ میں بھی کی اور معنی میں بھی۔ قرآن میں صراحت ہے:

﴿وَ قَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۷۶)

اور ان میں ایک فرقہ تھا جو کہ سنتا تھا اللہ کا کلام پھر بدل ڈالتے تھے اس کو جان بوجھ کر اور وہ جانتے تھے۔

اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ ان آسمانی کتاب توریت و زبور اور انجیل میں یہود و نصاریٰ نے کس کس طرح ردو بدل کیا۔

لہٰذا آپ نے جو حوالے دیے وہ اسی بدلی ہوئی کتاب کے ہیں جن کو یہود و عیسائی اب بھی مانتے ہیں۔ حضور انور محمد ﷺ اسی وجہ سے تو آخری بنی کی حیثیت سے بھیجے گئے تھے کہ اللہ کا دین نکھر کر انسانوں کے سامنے آئے اور دنیا کو معلوم ہو کہ یہود و نصاریٰ نے آسمانی کتاب کو کیا سے کیا بنا دیا ہے۔ اللہ کی کتاب میں یہ لغویات نہیں ہوا کرتی ہیں جو آپ نے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے پاس نہ اصل آسمانی کتاب ہے نہ اصل مذہب اور دین ہے۔

قرآن مجید بلاشبہ آسمانی کتاب ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، آنحضرت ﷺ کی حیثیت رسول اور پیغمبر کی ہے۔ یہ جھوٹ ہے کہ قرآن تلوار سے پھیلا۔ قرآن کریم میں متعدد جگہ اعلان ہے کہ اگر تم کو یہ شبہ ہے کہ قرآن کریم اللہ کا کلام نہیں تو اس کی آیت جیسی کوئی آیت بنا کر لے آؤ۔

﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۳)

اگر تم شک میں ہو اس کلام سے جو اُتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورت قرآن جیسی اور بلا لو اس کو جو تمہارا مددگار ہے اللہ کے سوا اگر تم سچّے ہو۔

سورۂ یونس اور بنی اسرائیل میں اسی طرح کی آیتیں ہیں جن میں چیلنج کیا گیا ہے اور یہ چیلنج پونے چودہ سو سال سے موجود ہے مگر اب تک کوئی اس کے مثل ایک آیت بھی نہ لا سکا۔

سنیچر یعنی سبت کو اسلام یہود و نصاریٰ کی طرح نہیں مانتا۔ قرآن میں جہاں سبت کا تذکرہ آیا ہے وہ یہود کے تذکرہ میں آیا ہے کہ ان کے یہاں سبت محترم دن تھا اور اس کے باوجود انھوں نے اس دن اس طرح اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔

رہا عالم کا کہنا تو اگر وہ سچ مچ عالم دین ہوتے تو عیسائی ہی کیوں ہوتے جبکہ آپ معمولی دین جاننے والے یہود و نصاریٰ کی کتابیں پڑھ کر شرم سے مرے چلے جا رہے ہیں، وہ جھوٹ کہتے ہیں کہ عالم فاضل ہوں۔ وہ اسلام بالکل نہیں جانتے۔ اگر وہ سچے ہیں تو ان کو لے کر آپ یہاں آجائیں قلعی کُھل جائے گی۔

عیسیٰ علیہ السلام قربِ قیامت میں آئیں گے مگر وہ شریعتِ محمد ﷺ کی پیروی کریں گے۔

اس کی ہماری تمام کتابوں میں صراحت ہے۔ عیسائی دین پر نہیں آئیں گے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد ساری شریعت منسوخ ہو چکی اور قرآن کریم کے بعد کوئی اور آسمانی کتاب پہلی حیثیت سی باقی نہ رہی اور جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ساری پہلی آسمانی کتابوں کو ان کے ماننے والوں نے بدل ڈالا۔ اصل آسمانی کتاب دنیا میں سوائے قرآن کریم کے کوئی باقی نہیں ہے۔

آپ براہِ کرم یہاں کچھ دنوں کے لیے ضرور آ جائیں پھر سب کچھ انتظام ہو جائے گا۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ اللہ پر بھروسہ رکھیں، اللہ کرے یہ خط آپ کو مل جائے۔ جواب میں دیر ہوئی، کاغذات میں یہ خط دب گیا تھا اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ ڈاک کا بڑا ہجوم ہوتا ہے۔

والسلام علیکم

محمد طیب، مہتمم دار العلوم دیو بند　　　۱۳۔۸۔۸۷ھ

مکتوب نمبر ۳۸

نیروبی (مشرقی افریقہ) میں اسلامی خدمات انجام دینے کے لیے وہاں کے مسلمانوں کی طلب پر حضرت مہتمم صاحب نے قاری اخلاق احمد صاحب دیو بندی کے صاحبزادے جناب مولانا قاری اظہار احمد صاحب کا انتخاب فرمایا تھا۔ قاری اظہار احمد صاحب کے نیروبی پہنچنے اور وہاں کچھ خدمات انجام دینے پر ایک خط کے ذریعہ لوگوں نے اظہارِ اطمینان کیا اور حضرت مہتمم صاحب کے حسنِ انتخاب کا شکریہ ادا کیا۔

حضرت نے قاری اظہار احمد صاحب کو درج ذیل خط تحریر فرمایا جس میں ہم سب کے لیے بھی بڑی نصیحت ہے۔ (مرتب)

عزیزم مولوی اظہار احمد صاحب۔ سلّمہٗ اللہ تعالیٰ!

سلام مسنون، دعائے مقرون

آج محترم جناب بشیر احمد صاحب آنریری سکریٹری ایسوسی ایشن کا والا نامہ میرے لیے انتہائی خوشی کا باعث ہوا، جس میں انھوں نے آپ کی صلاحیتوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ پر پورے اطمینان و اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ اللہ کرے کہ یہ اطمینان ان حضرات کا روز افزوں رہے اور اعتماد ترقی کرتا رہے۔

ایک بات کا خاص خیال رکھیں۔ وہاں کے انتظامی معاملات میں مداخلت کبھی نہ کی جائے۔ مشورہ طلب کیا جائے تو دیانت داری سے جو اپنے ضمیر میں آئے رائے پیش کردی جائے اور جو کچھ بھی طے ہو پوری سمع وطاعت اور بے غرضی کے ساتھ اس میں ذمہ داروں کا اتباع کیا جائے۔

بعض دفعہ ذمہ داروں میں اختلاف رونما ہوتے ہیں، ان میں کبھی بھی کسی خاص پارٹی کا پارٹ نہ لیا جائے، اور نرمی وملاطفت سے ایسی صورتیں سامنے آنے پر صرف یہ کہہ دیا جائے کہ میں آپ حضرات کا آوردہ ہوں، سب کا احترام میرے ذمہ ضروری ہے اور جو بھی ذمہ دار ہو اس کی اطاعت نظم کی حد تک میرے فرائض میں سے ہے، میرا اپنا کام مسلمانوں کی اصلاح اور خدمت ہے۔ اس میں اپنے امکان بھر مجھ سے قصور نہ ہوگا۔

ساتھ ہی شہر میں کبھی بھی کوئی اپنی پارٹی یا کسی خاص طبقہ سے ایسا خلاملا نہ رکھا جائے جس سے پارٹی یا گروہ بندی کی صورت بھی پیدا ہو۔ شہر پر جو کچھ اثرات قائم ہوں انھیں منجانب اللہ سمجھا جائے۔ اپنی کسی قابلیت کا ثمرہ ہرگز تصوّر نہ کیا جائے اور ان اثرات سے ذات کے لیے کبھی فائدہ نہ اُٹھایا جائے جس سے وہ طبقہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائے کہ آپ کوئی ذاتی مفاد نہیں رکھتے بلکہ سارے مسلمانوں کے ہیں اور سب کے ساتھ آپ کا یکساں سلوک ہے۔

اگر کسی وقت خدانخواستہ رسہّ کشی لوگوں میں ہو تو اس سے کلیتًا یکسو رہا جائے اور معاملہ احترام کا سب کے ساتھ یکساں رکھا جائے۔

اپنے جماؤ کی فکر خود کسی پارٹی یا جماعت کے سہارے نہ کی جائے۔ جماؤ وہی مستحکم ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ ایک عالم کا فرض ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کو اپنا دستور العمل بنائے رکھے کہ

نِعْمَ الْعَالِمُ الْفَقِيْهُ اِنْ اُحْتِيْجَ اِلَيْهِ نَفَعَ وَ اِنْ اُسْتُغْنِيَ عَنْهُ اَغْنٰى نَفْسَهٗ

بہترین دین کا سمجھ دار عالم وہی ہے کہ جب اس کی طرف رجوع کیا جائے اور حاجات لائی جائیں تو نفع پہنچائے اور جب اس سے استغناء برتا جانے لگے تو وہ خود غنی بن جائے اور اپنے جماؤ کی خاطر لوگوں کے پیچھے نہ پڑے، ورنہ اس کا وقار باقی نہ رہے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ وقار غنا میں ہے، محتاجگی میں نہیں ہے۔ علم کا سب سے بڑا جوہر غنا ہونا

چاہیے۔ احتیاج انجام کار ذلت کا سبب بنتی ہے۔ آز بگذار و بادشاہی کن۔ تم ماشاء اللہ خود عالم سمجھ دار ہو اور ان سب باتوں سے واقف ہو۔ میرے لکھنے کی حاجت نہ تھی۔ لیکن تذکیر بہر حال اسلامی اور قرآنی اصول ہے اور ﴿وَ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۂ ذاریات، آیت: ۵۵) قرآنی ہدایت ہے، اس لیے حصولاً للاجر اور عملاً بحدیث اَلدِّيْنُ النُّصْحُ لِكُلِّ مُسْلِمٍ یہ چند باتیں عرض کر دینی مناسب سمجھیں اور اس لیے بھی کہ نام تو بہر حال عمر کی بڑائی کا ہے۔ تو اپنے تجربات سے فائدہ اپنے سے چھوٹی عمر کے احباب کو پہنچانا خواہ وہ علم میں کتنے ہی بڑے ہوں، حق ہے اور اس کا استعمال بھی حق ہے۔

اُمید ہے آپ بہ ہمہ وجوہ خیریت سے ہوں گے۔ سب حضرات، پرسانِ حال کی خدمت میں سلام مسنون فرما دیں۔ یہاں الحمد للہ خیریت ہے۔

۲۱ فروری ۱۹۷۱ء کو اعظم سلّمہٗ کی شادی بمبئی میں طے پائی ہے۔ ۱۸ کو ہم لوگ انشاء اللہ روانہ ہو کر ۲۴ کو دیوبند واپس ہوں گے۔ اس کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو راحت، عافیت، عزّت اور آبرو کے ساتھ رکھے۔

مکتوب نمبر ۴۱

کثرتِ ذکر اصلاحِ قلب کا بہترین نسخہ

ایک طالبِ اصلاح مسلمان نے حضرت مہتمم صاحبؒ کے خط میں اپنے بعض امراضِ باطنی کا ذکر کیا اور ان کے لیے علاج و ازالہ کی تدبیر دریافت کی۔ خط کا لب و لہجہ ایسا تھا جیسے راستہ بھٹکا ہوا مسافر جو راستہ کے پیچ و خم اور شدائد و مصائب سے گھبرا کر مایوس اور غمگین ہو جاتا ہے۔

حضرتؒ کا درج ذیل مکتوب بیمار دلوں کو شفا اور گم گشتۂ راہ کو منزل کا پتہ دیتا ہے۔ (مرتب)

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا مفصل گرامی نامہ ملا۔ میں سفروں میں رہا، اس لیے جواب میں تاخیر ہوئی۔ آپ نے اپنے کچے مگر سچے حالات تحریر فرمائے اور اپنی اصلاح سے مایوسی ظاہر فرمائی ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اسلام میں مایوسی کفر ہے۔ مایوس ہرگز نہ ہوجائیے، کوئی مرض ایسا نہیں جس کا علاج اللہ تعالیٰ نے نہ رکھا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتِ بالغہ سے مرض پیدا کیے تو علاج بھی پیدا کیے ہیں تاکہ بندوں کی عزیمتِ عمل اور اندرونی جوہر، ہمت، قویٰ، عزیمت اور مدافعت وغیرہ کا ظہور ہو۔ اگر آپ کے خیال کے مطابق امراض پیدا ہی نہ کیے جاتے، باطنی امراض میں کفر وفسق کا نام ونشان ہی نہ ہوتا۔ اور امراضِ باطن کے اسباب، شیاطین اور کفار و فساق کا ماحول پیدا ہی نہ کیا جاتا تو علاج اور اس کے اسباب یعنی اچھے اعمال، اچھے اشخاص کے پیدا کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوتی۔ اور جب نہ اچھے ہوتے اور نہ برے، اچھائی ہوتی اور نہ برائی تو دنیا آخر کس چیز کا نام ہوتا، جسے پیدا کیا جاتا، بالفاظِ دیگر دنیا ہی نہ پیدا کی جاتی۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ دنیا کا پیدا کیا جانا قرینِ حکمت تھا، تو خوبی کے ساتھ خرابی، نیکی کے ساتھ بدی، تقویٰ کے ساتھ فجور، اسلام کے ساتھ کفر کا پیدا کیا جانا بھی ضروری اور عین حکمت تھا، تاکہ کفر کے مقابلہ سے اسلام کی قوت، فسق کے مقابلہ سے تقویٰ کی طاقت، بدی کے مقابلہ سے نیکی کی رفعت، کذب کے مقابلہ سے صدق کی عزّت وفخامت نمایاں ہو۔

آپ کے تخیل کے مطابق کہ اس شیطان کو کیوں میرے پیچھے لگا دیا، شیطان پیدا نہ ہونا چاہیے تھا تاکہ آپ کو نہ ورغلاتا، لیکن پھر آپ ہی کے پیدا ہونے کی کیا ضرورت تھی، نیز آپ میں مدافعتِ شر کی قوتیں رکھنے کی کیا ضرورت تھی اور نیکی بدی میں امتیاز کی قوت یعنی عقل پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی، اور قوتِ ارادی پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ آپ حق کو باطل سے ممتاز دیکھ کر حق کی طرف اپنے ارادے سے دوڑیں، اور یہ سب غیر ضروری تھا تو وہ انسان کہاں رہتا، جس میں نہ قوتِ ارادی ہوتی نہ طاقتِ مدافعت ہوتی، تو انسان کیا ہوتا، اینٹ پتھر کا ایک تودہ ہوتا اور جب ساری کائنات انسان کیلئے بنائی گئی اور انسان کا یہ عالم کہ وہ ایک تودۂ خاک، تو کائنات ہی بے معنی ہوجاتی ہے، کیونکہ اسے علم وعقل سے استعمال کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔ لہٰذا آپ کی رائے کے مطابق اور وہ بھی آپ کی کم ہمتی کی وجہ سے اس دنیا کو ناپید رہنا چاہیے تھا، اور اب بھی اگر وہ ہے تو اسے صرف ایک تودۂ خاک ہونا چاہیے یہ سوائے تخیلاتِ فاسدہ کے اور کیا ہے؟

آپ نے جو کچھ نیکی یا بدی کی، ارادہ و اختیار سے کی، اللہ تعالیٰ نے مجبور کر کے نہیں کرائی۔ کب ایسا موقع آیا کہ آپ اینٹ، پتھر کی طرح مسلوب الاختیار ہو گئے ہوں کہ آپ چاہتے ہوں نیکی کرنا مگر زبردستی آپ کا اختیار چھین کر آپ سے بدی کرا دی گئی؟ اس لیے اپنے کیے دھرے کو تقدیر کے سر ڈال کر بریٔ الذمہ ہونے کی کوشش نہ کیجیے کہ یہ انتہائی جسارت اور گستاخی ہے۔ ایک تو آدمی بدی کرے اور اوپر سے بریٔ الذمہ بن کر بدی کو اپنے مالک کے سر تھوپنے کی کوشش کرے۔

اپنی زندگی کا نصب العین متعین کیجیے

ان سارے فاسد تخیلات کا ایک ہی علاج ہے۔ سب سے پہلے اپنی زندگی کا ایک نصب العین متعین کیجیے کہ آیا وہ دنیا ہے یا آخرت۔ اگر دنیا ہے تو اس کے کمانے کی فکر میں لگ جایئے، اور حلال و حرام کا کوئی سوال نہیں۔ جو جی میں آئے یا نام نہاد عقل میں آئے کرتے رہیے۔ بجز اس کے کہ جسے دنیا بُرا سمجھے دنیا کی خاطر اسے ترک کیجیے، جسے اچھا سمجھے اُسے اختیار کرتے رہیے۔ عاقبت کی فکر کو ترک کر دیجیے۔ اور اگر آخرت ہے تو اُسے کمانے کی فکر کیجیے۔ تو پھر اُخروی قانون سے مدد لیجیے کہ اُس کی رو سے کون سی چیز حلال ہے کون سی حرام اور دونوں دائروں میں خواہ دنیا ہو یا آخرت بہرحال اپنا ارادہ صَرف کرنا ہوگا اور اختیار سے کام کرنا ہوگا۔ تقدیر کو عذر بنانا کسی دائرے میں بھی جائز نہ ہوگا ورنہ اگر تقدیر پر حوالہ کر کے بریٔ الذمہ ہونا ہے تو آج سے ملازمت، تجارت، زراعت، سب ترک کر دیجیے کہ جو مقدر ہوگا، آپ ہی مل رہے گا، لیکن اس دائرہ میں اسبابِ رزق کا اختیار کرنا آپ کے نزدیک ضروری ہے تو آخرت کے دائرہ میں اسبابِ رزقِ آخرت کا اختیار کرنا کیوں غیر ضروری ہے؟ اس لیے زندگی کا ایک نصب العین متعین کر کے اپنی قوتِ ارادی اور قوتِ مدافعت کا جائزہ لیجیے کہ وہ کس حد تک اس نصب العین کے اجزاء کو حاصل کرنے اور اس کی منافی اشیاء کو دفع کرنے میں کام کرتی ہے۔

اُخروی نصب العین کے لیے دستور العمل شریعت ہے، جس کے پانچ ارکان ہیں: عبادات، اخلاق، اعتقادات، معاملات، عقوبات اور سب اختیاری ہیں۔ ان سب کو بنام خدا

شروع کیجیے۔ فرائض کی پابندی، اخلاق کی تکمیل کے لیے کسی متخلّق بہ اخلاقِ اللہ کی طرف رجوع، عقیدہ کی اصلاح اور تخیلاتِ فاسدہ سے گریز، معاملات میں فقہ کی پابندی، خود علم نہ ہو تو پوچھ پوچھ کر عمل۔ عقوبات کے سلسلہ میں مادّی سزائیں، مادّی قوت نہ ہونے کی وجہ سے آج نہیں دی جاسکتی ہیں تو اسے بھی اللہ کی رحمت کہنا چاہیے اور اس کے قائم مقام استغفار کو رکھا جائے، جس کے معنی ماضی پر ندامت، مستقبل کے لیے عزیمت کہ کچھ بھی ہو آئندہ یہ معصیت ہرگز نہیں کرنی، پھر بھی اتفاقاً شہوات سے مغلوب ہو کر ہو جائے تو پھر توبہ اور اپنے اوپر مالی جرمانہ جو صدقات کی صورت سے ہو، کیا جائے۔ ماحول کو حتی الامکان بدلا جائے۔ اگر وہ معصیت کا ماحول ہے اور دل کی کمزوری سے اس کے اثرات سے بچاؤ زیادہ دشوار ہو تو ماحول کی تبدیلی کی پوری سعی کی جائے۔ جب اللہ کے لیے آدمی اپنے منافع تک ترک کرنے پر آمادہ ہو جائے تو کیسے ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اسے اَدھر میں چھوڑ دیں۔ اُدھر سے بلاشبہ دستگیری ہوگی۔ ان سب عملی و نظری مفاسد سے بچنے کا ایک بڑا ذریعہ ذکر اللہ کی کثرت ہے۔ زبان کو ذکر سے تر رکھا جائے، صبح و شام ذکر کا کوئی معمول کرلیا جائے مثلاً صبح و شام سو (۱۰۰) سو (۱۰۰) مرتبہ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ' اور کلمہ 'لا الہ الا اللہ' کا ذکر کیا جائے یعنی ایک تسبیح حسبنا کی اور ایک تسبیح کلمۂ توحید کی صبح اور ایک شام کو۔ اس کے خلاف خیالاتِ فاسدہ آویں تو لاحول پڑھی جائے۔ جب نصب العین آخرت قرار دے لیا گیا تو منافیٔ آخرت خیالات کو سوائے لاحول سے دفع کرنے کے اور کیا ہوسکتا ہے۔ یہ کثرتِ ذکر خود ہی قلب کو پاک کرے گی۔ قلب کی سختی کو مٹا کر رِقت پیدا کرے گی۔ اس لیے ہر طرف سے ہٹ کر اس دستور العمل کو اختیار کر لیجیے اور بُرے خیالات پر لاحول بھیجئے۔ اس کے سوا دوسری راہ اصلاح کی نہیں۔ ساتھ ہی کسی کو اپنا رفیقِ عمل بنا لیجیے جو نیک مشورہ دے اور کسی ایک کو مرجعِ افکار بنایئے کہ وہ وساوس اور ضغطوں کے وقت سنبھالتا رہے۔ حاصل یہ ہے کہ بیماری ہے تو طبیب معین کیجیے اور اس کے سامنے حالات کی اطلاع، تدابیر کا اتباع، اس پر اعتماد اور اس سے اعتقاد کو قائم کر کے ان چاروں باتوں کو مشعلِ راہ بنایئے۔ بھروسہ اللہ کے فضل پر کیجیے مگر فضل کی علامت نیک عمل کو سمجھئے۔ اگر وہ نہیں ہے تو سمجھئے کہ فضل متوجہ نہیں ہے۔

اس وقت اس سے زیادہ کسی اور بات کی حاجت نہیں، اس لیے سر دست اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت، استقامت، ہمت اور عزیمت عطا فرمائے، اور حسنِ انجام نصیب فرمائے، آمین!

والسلام

۹۔۱۱۔۷۷ھ　　　　محمد طیب، غفرلہ، مہتمم دار العلوم دیو بند

مکتوب نمبر ۶۵ - دار العلوم دیو بند صرف ایک مدرسہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے

حضرت حکیم الاسلامؒ کا درج ذیل مکتوب جو رکنِ شوریٰ دار العلوم دیو بند حضرت مولانا منظور صاحب نعمانیؒ کے ایک خط کے جواب میں ہے، درد اور کرب سے بھرپور ہونے کے ساتھ دار العلوم سے والہانہ تعلق، اُنس اور لگاؤ کی واضح مثال ہے۔ (مرتب)

۲۔ محترم المقام مولانا محمد منظور احمد صاحب نعمانی - زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ مورخہ ۲۸ راپریل ۱۹۸۳ء باعثِ شرف اور موجبِ تسلی ہوا۔ یہ میرے لیے روح کی غذا اور صحت مندی کی علامت ہے۔ آج کا دَور کرب کا دَور ہے۔ اخلاقی انتشار عالمی پیمانہ پر بڑھ رہا ہے۔ ننانوے فیصد غلط فہمیاں چھائی ہوئی ہیں اور ایک فیصد حقیقت پر حاوی ہیں۔ دار العلوم دیو بند صرف ایک مدرسہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ آج کے لادینی دَور میں دین کے ہر شعبے میں اُمت کی راہ نمائی اور عوام اُمت کی خدمت اس کا نصب العین رہا ہے، آج اس کا کیا حال ہے؟ اور ہم اللہ کے سامنے مسئول ہیں۔ یہ ہے وہ سوز جس سے میرا جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا ہے، میں دہلی میں پنت اسپتال رہا، اب دیو بند میں ہوں۔ میرا کھانا پینا صرف دوا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ کوئی مرض نہیں اور حال یہ ہے کہ دوسروں کے ہاتھوں میں ہوں۔ نہ اپنی ذات کا غم ہے نہ اپنے عزیزوں کا بلکہ دار العلوم کا ہے۔ جماعت جو ۱۱۶ ربرس تک اوروں کے لیے ہدایت، تقویٰ اور توحید کی علامت تھی بکھر کر رہ گئی۔ یہی بیماری ہے۔ ویسے یہ عمر کا تقاضہ ہے۔ اس عالم بے چارگی میں آپ کا مکتوب گرامی ملا جسے میں اپنے لیے اور دار العلوم کے لیے

روحانی صحت مندی کی علامت سمجھتا ہوں۔آں محترم نے معافی کے الفاظ لکھے ہیں۔

آں محترم سے زیادہ کون جانتا ہے کہ میں نے اپنے چھوٹوں کو بھی خطاوار نہیں سمجھا کہ ان کی زبان پر معافی کی بات آئے۔معاملہ ہم میں سے کسی کی ذات کا نہیں نہ معافی کا بلکہ ہمارے اسلاف کی یادگار دارالعلوم کا ہے۔ہم سب اپنے خطاؤں کی معافی اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور کچھ مانگیں تو دعا مانگیں۔ہم سب کو توفیق نصیب ہو اور آخرت کی جواب دہی سے نجات ملے۔

من و تو ہر دو خواجہ تا شانیم

بندۂ بارگاہِ سلطانیم

اس دن سے جس نے دار العلوم اور جماعت دار العلوم کو یہ دِن دِکھائے میں نے تین الفاظ اختیار کر لیے ہیں: السکوت والصبر والغنی۔انہی تینوں پر اب بھی قائم ہوں۔زندگی کی آخری دعا یہ ہے کہ دارالعلوم کا پہلا رنگ جس میں روحانیت تھی، خلوص تھا اور سب ایک تھے اور فیصلے ایک رائے سے ہوتے تھے پھر بحال ہو جائے۔آں محترم سے دعا کی درخواست ہے۔

وَ الْاَمْرُ بِیَدِ اللّٰہِ الْکَرِیْمِ!

والسلام

۷۔۵۔۸۳ء محمد طیب غفرلہ

شاہ وصی اللہ الہ آبادیؒ

جنھوں نے مجھ سے بیعت کی ہے ان کو خصوصاً وصیت کرتا ہوں کہ ان مشائخ کرام کے طریق کو لازم پکڑیں اور اتباعِ سنت نیز دیگر اعمال میں ان حضرات کی سیرت کو پیش نظر رکھیں اور جملہ صالحین کے حالات وملفوظات کو عموماً اور ان سلاسلِ اربعہ کے مشائخ کے ملفوظات وحالات کو خصوصاً نقلِ مجلس بنائیں تاکہ صحیح علم ہوتا رہے اور ان سب حضرات کی جانب سے ہماری طرف سلسلہ فیض جاری رہے۔(تذکرہ مصلح الامت، ص:۵۲)

اما بعد! تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ آج کل جتنی لڑائیاں ہیں سب اقتدار اور مناصب کی تحصیل کی ہیں اور اس کے لیے اہل و نااہل کی بھی تمیز باقی نہیں رہ گئی ہے۔یہ ظاہر ہے کہ کس قدر برا ہے ویسے بھی اقتدار و مناصب کی تحصیل قابلِ مذمت

امر ہے، خاص کر اس وقت کہ اس میں اہلیت اور نا اہلیت کا سوال بھی باقی نہ رہ جائے۔ اس لیے اپنے تمام متعلقین سے نصیحت کے طور پر کہتا ہوں کہ اس میں کبھی نہ پڑیں اس کو دین و دنیا کے لیے سخت مضر سمجھیں اور اس باب میں کسی سے نزاع نہ کریں، دینی جگہوں میں اس قسم کے تذکرے بھی نہ ہونے چاہئیں کہ سد باب فتنہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں انسان کو بخشی ہیں ان میں سب سے بڑی چیز عقل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی تحصیل کا یہی آلہ ہے، اسی سے دین و دنیا کی مصالح کا انضباط ہوتا ہے اور اسی سے آدمی انجام کار پر نظر رکھتا ہے اور غامض چیزوں کا ادراک اسی سے کیا جاتا ہے۔
(تذکرہ مصلح الامت، صفحہ: ۱۱۸)

جو شخص گناہ کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے چھوڑ دے وہ تائب ہے اور جو حیائے ربانی کی وجہ سے چھوڑ دے وہ منیب ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے جلال وعظمت کی وجہ سے معصیت چھوڑے وہ اوّاہ ہے۔ (اقوالِ سلف، ج: ۵، صفحہ: ۷۲)

عالم کے لیے ضروری ہے کہ جہاں حق تعالیٰ سے فہم و بصیرت طلب کرے وہیں اپنے اندر صفائیٔ قلب و باطن بھی پیدا کرنے کا اہتمام رکھے۔ (اقوالِ سلف، ج: ۵، ص: ۷۷)

حضرت شاہ وصی اللہؒ کا فرمودہ زرّین اصولِ خوشحالی

۱۔ آمدنی اگرچہ قلیل ہو مگر اس سے کچھ پس انداز کرنا چاہیے۔ جو شخص آمدنی سے زیادہ خرچ کرتا ہے وہ احمق ہے۔

۲۔ ضرورت کی اشیاء نقد لو۔ کسی کے مقروض نہ رہو۔

۳۔ آئندہ آمدنی کی توقع پر سب مال خرچ نہ کر ڈالو، اس لیے کہ جو چیز حاصل نہیں ہے اس پر کیا بھروسہ، ملے نہ ملے۔ جو شخص آئندہ کی اُمید پر خرچ کرے گا وہ قرض اور فقر میں مبتلا ہو جائے گا۔

۴۔ اپنے کو مال کے تلف و ہلاک کرنے سے بچاؤ اس لیے کہ نہ تو تم کو ہی نفع پہنچے گا اور نہ کسی اور ہی کو۔

۵۔ اپنے اعمال کی خود نگرانی کرو اور اگر عمل خود کر سکتے ہو تو خود کرو اس لیے کہ نقل ہے "لَا

يَهْتَمُّ فِي الْعَمَلِ اِلَّا صَاحِبُهُ وَ لَا يُرَاقِبُ الشَّيْءَ اِلَّا عَيْنُ صَاحِبِهِ" جس کا کام ہوتا ہے وہی اس کا اہتمام بخوبی کرسکتا ہے اور کسی شے کی حفاظت ونگرانی اس کے مالک ہی کی آنکھ کرسکتی ہے۔

٦۔ اگر کسی چیز کی ضرورت نہ ہوتو اس کو نہ خریدو اگر چہ وہ سستی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جب تم کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو مفت بھی ملے تو گراں ہے۔

۷۔ اپنے مستقبل پر نظر رکھو اور ایسا حساب رکھو کہ اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو مالی پریشانی نہ ہو۔ اگر ان اصول پر عمل کیا جائے تو آج ہماری گھریلو زندگی سنور جائے اور اطمینان و سکون میسر ہوجائے۔ (تذکرہ مصلح الامت، ص: ۱۹۵)

طلبہ کو خاص ہدایات

۸۔ طلبہ علومِ شرعیہ تصحیح نیت کے ساتھ حاصل کریں تا کہ نورِ بصیرت فہم شریعت سے حاصل ہو۔ تصحیح نیت یہ ہے کہ اس تحصیل علم سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا پیش نظر ہو، مال و جاہ مطلوب نہ ہو۔

۹۔ علم کو عمل کے لیے اور عمل کو علم کے لیے معین اور توأم (جڑواں) سمجھنا چاہیے۔ مگر افسوس کہ لوگ اس کی وجہ سے اور بھی زیادہ غفلت اختیار کرتے چلے جارہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج علم کو عمل کے لیے معین ہی نہیں سمجھا جاتا بلکہ علم ہی سبب ہوجاتا ہے غفلت کا۔ (علماء وطلباء دونوں اس کا خیال رکھیں۔ قال اللہ و قال الرسول والے ہی اگر اللہ و رسول سے غافل ہوگئے تو پھر الامان الحفیظ)

۱۰۔ طلبہ اپنے اوقات کو تحصیلِ علم اور اپنی استعداد کی تکمیل میں سعی، فرائض کی پابندی، اپنے اخلاق کی اصلاح اور اس کی نگہداشت رکھیں۔

۱۱۔ علماء ومدرّسین بھی تحصیل از دیادِ علم جو سبب ہے علم وعمل کی ترقی کا خیال رکھیں۔ اخلاق کی تکمیل کا خیال رکھیں۔ محض طلبہ کو ورق گردانی کرادینا اور تختۂ مشق بنائے رکھنا یہ سراسر اس منصب کے خلاف ہے۔ ﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ، وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾ (سورۂ انشراح، آیت: ۷)۔ ذکر وفکر کا اہتمام بھی رکھیں۔ وقت بیکار ضائع نہ کریں۔

فرصت کے اوقات میں دینی کتب کا مطالعہ رکھیں۔ اگر کسی شیخ سے منسلک ہوں تو مطالعہ کی کتب شیخ سے تجویز کرائیں۔

۱۲۔ اپنے نفسوں کی اصلاح کرتے جاؤ ورنہ جب نفس سے مقابلہ ہوگا تو سب علم دھرا رہ جائے گا۔

۱۳۔ طلبہ و علماء قرآن کریم کی تلاوت پابندی سے کریں۔ ذکر اللہ کی عادت ڈالیں تا کہ یادداشت والی نسبت مع اللہ حاصل ہو جائے۔ (ماخوذ از اقوالِ سلف، ج:۵، ص:۸۰)

۱۴۔ میں نے کبھی اپنے آپ کو غریب نہیں سمجھا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق ہے اور تمام چیزوں کے خزانے اسی کے پاس ہیں۔ ہر چیز کا واحد مالک وہی ہے۔ جب اس سے ہمارا تعلق ہے تو ہم اپنے آپ کو کیوں غریب سمجھیں۔ (اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۳۶۰)

۱۵۔ مرشدی و استاذی نمونۂ صحابہ مولانا قاری صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ وصی اللہ نے "اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ عَنْ غَیْرِكَ وَ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ" اے اللہ! ہمارے قلب کو اپنے غیر سے پاک فرما دے اور ہمارے قلب کو اپنی معرفت کے نور سے منور فرما دیجیے۔ (اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۴۳۵)

طلبہ و متعلّمین کے آداب

طالب علم کو چاہیے کہ پڑھنے سے نیت عمل اور رضائے الٰہی کی کرے۔ اپنی تمام حاجات میں اللہ تعالیٰ کو کارساز بنائے۔ کسی بڑے درجے تک پہنچنے سے پہلے ہی علم حاصل کرلے۔ اپنے اساتذہ کے ساتھ تواضع کا معاملہ کرے۔ اپنی صحت و فراغت کی قدر کرے۔ اپنے اساتذۂ کرام کا ادب و احترام کرے۔ آلاتِ علم کا بھی احترام کرے۔ جب اس سے استاذ کی کوئی بے ادبی ہو جائے تو فوراً معافی مانگ لے۔ استاذ کی دار و گیر سے ملولِ خاطر نہ ہو۔ اپنے ابتدائی اساتذہ کا بھی ادب کرے۔ علم دین میں مشغولیت کو بڑی نعمت سمجھے۔ ملکی سیاست اور فضول بحث و مباحثہ میں وقت ضائع نہ کرے۔ اہلِ اہتمام سے منازعت نہ کرے۔ 'یک در گیر محکم گیر' پر عمل کرے۔ شعارِ صالحین اختیار کرے اور تلذذ سے پرہیز کرے۔ اپنی صحت و قوت کا خیال رکھے۔ معاصی سے پرہیز کرے۔ اَمرد اور عورتوں کی مصاحبت سے پرہیز کرے۔ دنیا داروں کی مصاحبت سے احتراز کرے۔ تحصیل علم میں حیا و تکبر نہ کرے۔ جو کچھ اس کو علم حاصل ہو جائے تو ناز و عجب نہ

کرے۔ زمانۂ طالب علمی میں خوشخط لکھنے اور تقریر کرنے کی مشق کرے۔ زمانۂ طالب علمی ہی سے عمل کرے۔ تقویٰ اختیار کرے۔ مخلوق سے سوال نہ کرے۔ کسی شیخ سے تعلق بھی رکھے۔ علمائے متقدمین کے حالات کا مطالعہ کرتا رہے۔ اپنے اساتذہ کے لیے دعائے خیر کرتا رہے۔

علماء اور معلّمین کا وظیفہ

عالم کا وظیفہ ہے کہ اپنے علم و عمل میں اخلاص اختیار کرے۔ اپنے قول پر عمل کرے۔ خدمتِ دین کو اپنی دنیوی حاجات پر مقدم رکھے۔ اخلاص سے کام شروع کرے، کوئی مانے یا نہ مانے۔ تواضع اختیار کرے۔ اپنے علم پر ناز وطغیان نہ کرے۔ اپنے قلب کو مثل آئینہ کے صاف و شفاف رکھے۔ روزانہ کسی قدر ذکر اللہ کا معمول رکھے۔ کسی شیخ کامل سے اصلاحی تعلق ضرور پیدا کرے۔ قال کے ساتھ حال بھی پیدا کرے۔ جاہ وشہرت کا طالب نہ ہو۔ امراء کی مصاحبت سے اجتناب کرے۔ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا کرے۔ فتویٰ دینے میں جلدی نہ کرے۔ وعظ وتقریر سے مقصد اللہ کے بندوں کو راہِ حق دِکھلانا ہو۔ خود علم کا ادب کرے۔ طلبہ کو سمجھانے کیلئے خود بھی محنت کرے۔ طلبہ کی صلاحیت معلوم کرکے ان کو پڑھنے میں لگائے۔ علم کو اس کے اہل کے سپرد کرے۔ جو طالب علم عمل نہ کرے اس کو نہ پڑھائے۔ مدارسِ دینیہ کو فساد سے بچائے۔ جو عالم دعوت ومشیخت پر فائز ہو اس کا وظیفہ ہے کہ طریقۂ سنت اختیار کرے۔ عالم کا وظیفہ ہے کہ جب کسی منصبِ عالی تک پہنچے تو اپنے ماتحتوں کا لحاظ رکھے اور خود بھی اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہے۔

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہؒ کی وصیت

اب اخیر میں خاص خیر و برکت کے لیے 'وصیۃ السالکین' سے حضرت مصلح الامتؒ کی وصیتوں کا خلاصہ لکھتا ہوں۔

۱۔ فرائض کی ادائیگی کا خاص اہتمام کرے، خواہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد۔

۲۔ اسی اہتمام میں یہ بھی داخل ہے کہ ان دونوں کے فوت شدہ حقوق کی قضا کرے یعنی بلوغ کے بعد سے لے کر اب تک جو نمازیں (فرض و واجب) قضا ہوگئی ہیں، اسی طرح سے جو روزے رہ گئے ہیں (اسی طرح زکوۃ بھی) ان کو ادا کرے۔ حقوق العباد (خواہ

عِرضی ہو یا مالی) ان کو ادا کرے۔ اس لیے کہ حقوق العباد کی ادائیگی کی شریعت میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔

۳۔ سب سے زیادہ مفید اور بابرکت وظیفہ تلاوتِ قرآن پاک ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ تلاوت محض زبانی وسرسری نہ ہو، بلکہ قلب کی شرکت کے ساتھ ہو، یعنی غفلت کے ساتھ نہ ہو۔ تلاوت کے وقت یہ امر مستحضر ہو کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔

۴۔ اسی طرح مناجات مقبول کی ایک منزل ضرور پڑھ لیا کرے۔ اس میں بھی یہ استحضار رکھا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول دعائیں ہیں جن میں آپ نے دینی و دنیوی، ظاہری و باطنی، حالی اور مآلی (آئندہ) تمام چیزوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے اور قبول ہوئی ہے۔

۵۔ نمازِ تہجد، چاشت، اشراق، اوّابین وغیرہ نمازوں کی حتی الوسع پابندی کرے۔ نمازِ تہجد کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے پہلے زمانے کے صالحین کا شعار رہا ہے اس لیے خاص طور سے اس کی پابندی کرے۔

۶۔ قلب سے غفلت کا دور کرنا بھی ضروری ہے، اس کے لیے ذکر اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز نافع نہیں ہے، اس لیے اس کا ضرور معمول بنائے۔

۷۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مواعظ و ملفوظات اور تصانیف کے مطالعے کا اہتمام کرے، نیز جو میرے رسائل ہیں ان کو بھی مطالعہ میں رکھے۔ ان کے مطالعے سے انشاء اللہ دین وطریق سے مناسبت ہو جائے گی۔

۸۔ سب سے زیادہ ضروری اور اہم اخلاق کی اصلاح ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں حسنِ خُلق کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حدیث میں ہے ’’انسان اپنے سوئے خُلق کی بناء پر جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائے گا حالانکہ وہ دنیا میں عابد تھا‘‘ اسی طرح سے وہ اپنے حسنِ خلق کی بناء پر جنت کے اعلیٰ طبقے میں داخل ہوگا حالانکہ اس کی عبادات کچھ زیادہ نہ ہوں گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسنِ اخلاق کی شریعت میں خاص اہمیت ہے۔

۹۔ اصلاحِ اخلاق کے لیے ضروری ہے کہ وقتاً فوقتاً اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہے، نیز بذریعہ خط وکتابت اپنے احوال سے برابر مطلع کرتا رہے اور جو علاج شیخ تجویز کرے اس پر عمل کرے۔ بغیر اس کے اصلاح نہایت مشکل ہے۔

۱۰۔ اصلاح میں ابتداء تو اپنے نفس وذات سے کرے جیسا کہ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

اِبْدَأْ بِـنَـفْسِكَ فَـانْهِهَـا عَـنْ غَـيِّهَـا
فَـاِذَا انْتَهَـتْ عَـنْـهُ فَـاَنْـتَ حَكِيْمُ

(یعنی اصلاح کی ابتداء اپنے نفس سے کرو، پس اس کو اس کی بے راہ روی سے روکو۔ اس لیے کہ جب تمھارا نفس گمراہی سے رُک جائے گا تو تم حکیم ہو جاؤ گے۔)

اس کے بعد اپنے اہل وعیال کی اصلاح کا خیال رکھے اور اس کی فکر وخبر گیری کرے جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَهْلِیْکُمْ نَارًا﴾ (سورۂ تحریم، آیت: ۶) (یعنی اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔) اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنے گھر، خاندان اور متعلقین کی اصلاح کی فکر کرنا ضروری ہے۔ پس اگر ہر شخص اس طرح کام میں لگ جائے تو دین عام ہو کر ایک صالح ماحول بن جائے گا جو ہمارے دینِ حنیف کی حفاظت بلکہ ترقی کا ذریعہ ہوگا۔ (وصیت السالکین، ملخّصاً، ص: ۱۷)

حضور اقدس ﷺ کی نصیحت

تعلیم وتعلّم کے سلسلے میں حضور اقدس ﷺ کی ایک جامع نصیحت نفع عام کے لیے درج کرنے کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ ''قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ اُغْدُ عَالِماً اَوْ مُتَعَلِّماً اَوْ مُسْتَمِعاً اَوْ مُحِبّاً وَ لَا تَکُنِ الْخَامِسَةَ فَتَهْلُكُ'' (جامع الصغیر مع فیض القدیر) یعنی عالم ہو جاؤ یا متعلّم ہو جاؤ یا علم کے سننے والے ہو جاؤ یا علم کو دوست رکھنے والے ہو جاؤ۔ ان چار جماعتوں میں سے جس سے چاہو بنو، پانچویں مت بنو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اب اخیر میں اس شعر پر کتاب کو ختم کرتا ہوں۔

دادیم ترا از گنج مقصود نشاں
گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان آداب و وظائف و نصائح پر عمل کی توفیق ارزانی فرمائے اور قبول فرمائے، آمین۔

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق خلیفہ حکیم الامت نوّر اللہ مرقدھما

(ولادت: ۱۳۳۹ھ، م ۱۹۲۰ء۔ وفات: ۹ر ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ۔ م ۱۸ر مئی ۲۰۰۵ء)

۱۔ اساتذہ و مدرّسین کا کسی نہ کسی بزرگ شخصیت سے تعلق اور روحانی و اصلاحی رابطہ ضرور ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ ایسے لوگوں سے مدرسے کے اصول و قانون کی خلاف ورزی کا امکان کم ہوتا ہے۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر اس سے خلافِ قانون کوئی امر سرزد ہوا تو اس کے پیر و مرشد سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ بیماری کی دو قسمیں ہیں؛ اصلی اور عارضی۔ جیسے قبض سے دردسر ہو تو اصلی بیماری قبض ہے اور دردِسر عارضی ہے۔ اسی طرح قلب کی غفلت اور خرابی و سختی اصلی بیماری ہے، پھر اس کی خرابی سے اعمال میں خرابی عارضی بیماری ہے۔ پس اصلی بیماری کا علاج کرنا چاہیے۔ یعنی دل کا علاج اللہ والوں سے کرانا چاہیے۔ پھر دل کی درستی سے اعمال اور اخلاق کی دوستی خود بخود ہونے لگے گی۔

۳۔ تربیت و اصلاح کے لیے صرف صلاح کافی نہیں بلکہ اصلاح کے فن سے واقفیت بھی ضروری ہے، اسی سبب سے ہر صالح مصلح نہیں ہوتا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ سے محبت وخشیت پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اہلِ محبت وخشیت سے تعلق رکھا جائے۔ ان کی خدمت میں آمد و رفت رکھی جائے اور حق تعالیٰ کے احسانات کو سوچا جائے۔

۵۔ منہ پر تعریف کرنا گناہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی منہ پر تعریف کرے تو اس کے منہ پر دھول ڈال دو۔

مگر دو شرطوں سے جائز ہے؛ ایک یہ کہ ممدوح کے اندر عُجب و غرور پیدا ہونے کا خوف نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کی حوصلہ افزائی مقصود ہو۔ کیونکہ بعض لوگوں کے ازدیادِ ایمان کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک ہے "اِذَا مُـدِحَ الْـمُؤْمِـنُ فِـیْ وَجْهِـهٖ رَبَـی الْاِیْـمَانُ فِیْ قَلْبِهٖ" (عن عثمان بن زید، منتخب کنز العمال بحاشیہ مسند امام احمد، ۱/۸۶)

جب مومن کی اس کے منہ پر تعریف ہوتی ہے تو اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔

۶۔ پردہ شرعی کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ خواہ دل کتنا ہی صاف اور نظر کتنی ہی بے لوث ہو اس لیے کہ بجلی کے آتے دیر نہیں لگتی، اچانک آ جاتی ہے۔ یہی حال شہوت کا ہے، اس لیے پردہ کا اہتمام ضروری ہے۔

۷۔ پرانے اہلِ علم اور اہلِ دین بھی جب اپنے نفس کی نگرانی سے ذرا بے فکر ہوئے حبِ جاہ اور حبِ مال میں مبتلا ہو گئے۔ خود سوچیے کہ اگر کسی عالم کو بچپن میں تکبر یا جاہ و مال کی محبت کی بیماری لگ چکی ہے تو عالم ہونے سے یہ بیماری چلی جائے گی۔ ہر گز نہیں۔ بلکہ علم اور شہرت کے بعد اس بیماری میں اور اضافہ ہوگا تاوقتیکہ کسی اللہ والے روحانی معالج سے اپنے نفس کی اصلاح نہ کرائے۔ اگر کسی ڈاکٹر کے گردے میں پتھری ہے تو کیا ڈاکٹری کی ڈگری سے وہ پتھری نکل جائے گی۔ جب تک کہ کسی ماہر معالج سے علاج نہ کرائے وہ ڈاکٹر ہونے کے باوجود بیمار ہی رہے گا۔

۸۔ ہر عمل کا مدار نیت پر ہے، ایک شخص اختلاط سے بچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو مجھ سے اذیت نہ پہنچے اور دوسرا نیت کرتا ہے کہ لوگوں سے مجھے اذیت نہ پہنچے۔ اوّل نیت پر اجر ہے اور دوسری نیت پر زجر ہے۔ کیونکہ دوسری نیت میں اپنے ساتھ حسنِ ظن اور مخلوقِ الٰہی کے ساتھ بدگمانی ہے اور اوّل نیت میں اپنے ساتھ بدگمانی اور اللہ کی مخلوق پر شفقت ہے۔ (اقوالِ سلف۔ ج:۶، ص:۵۵۶)

۹۔ دوست و ساتھی تین ہیں: مال یہ موت تک ساتھ ہے، دوسرے اہل و عیال یہ قبر تک ساتھ دیتے ہیں، تیسرے صالح اعمال یہ قبر کے اندر اور اس کے بعد تک ساتھ دیتے ہیں۔ لہٰذا عقلمند وہ ہے جو اعمالِ صالحہ کی فکر مال اور اہل و عیال پر غالب رکھتا ہے۔

۱۰۔ جس طرح جسم کی نشوونما اور تربیت کے لیے کتنے انواع و اقسام کی غذائیں ہیں، اسی طرح روح کی ترقی وتربیت کیلئے انواع واقسام کی عبادتیں ہوں تو کیا اشکال ہے۔

۱۱۔ اگر ہر روز اشراق نہ پڑھے تو جب توفیق ہو جائے پڑھ لیجیے۔ اگر پلاؤ ہر روز کھانے کو نہ ملے تو جس دن ملے اسی دن کھا لیجیے، اس میں کیا مضائقہ ہے۔ یعنی جس دن پڑھیں گے اس دن کا ثواب تو ملے گا، پھر کیوں نہ ایسا کریں۔

۱۲۔ لوگوں نے مالی تعاون بند کر دیا تو کیا غم؟ لوگوں پر نظر نہ رکھیے۔ جن کے قبضے میں دل ہے ان پر نظر رکھیے۔ کام میں لگیے اور تجویز کو فنا کیجیے۔ یہ نہ سوچیے کہ کام اس طرح کرنا ہے اور اس طرح ہونا چاہیے بلکہ اس وقت جو اختیار میں ہو وہ شروع کر دیجیے۔ کیا نتیجہ ہوگا، کس طرح ہوگا، کیونکر ہوگا ان باتوں سے ہمت میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے خوب فرمایا ہے ؎

کیا نتیجہ ہوگا کیونکر ہوگا یہ اوہام چھوڑ
کام کر اور جس کا ہے کام اس پہ تو انجام چھوڑ
اجر لے ناکام ہوکر بھی ، نہ رب کا کام چھوڑ
وقت ہے جدوجہد کا ، راحت و آرام چھوڑ

اختیاری محنت اور کوشش کے باوجود اگر ناکامی ہوتی ہے تو یہ ناکامی عرفی ناکامی ہے، حقیقی ناکامی نہیں ہے۔ حق تعالیٰ کی رضا اور ثواب عطا ہونے کے باوجود پھر ناکامی کیسی؟ محبت اور کوشش کی ضرورت ہے وہ جاری رکھنا چاہیے۔ (اقوالِ سلف، ج:۶،ص:۵۵۸)

۱۳۔ خواص کی نماز اور عوام الناس کی نماز میں فرق رہنا چاہیے یعنی تعدیلِ ارکان اور خشوع و خضوع میں امتیازی شان ہونی چاہیے۔ (اقوالِ سلف، ج:۶،ص:۵۶۲)

۱۴۔ تنہائی کی نماز میں تعدیلِ ارکان کا لحاظ نہ کرنا یہ اللہ کی محبت میں کمی کی علامت ہے۔

ہر مسلمان کو رات دن اس طرح رہنا چاہیے

۱۔ ضرورت کے موافق دین کا علم حاصل کرے، خواہ کتاب پڑھ کر یا عالموں سے پوچھ پاچھ کر۔

۲۔ سب گناہوں سے بچے۔

۳۔ اگر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرے۔

۴۔ کسی کا حق نہ رکھے، کسی کو زبان یا ہاتھ سے تکلیف نہ دے، کسی کی برائی نہ کرے۔

۵۔ مال کی محبت اور نام کی خواہش نہ کرے، نہ بہت اچھے کھانے کپڑے کی فکر میں رہے۔

۶۔ اگر اس کی خطا پر کوئی ٹوکے اپنی بات نہ بنائے فوراً اقرار اور توبہ کرے۔

۷۔ بغیر سخت ضرورت کے سفر نہ کرے، سفر میں بہت سی باتیں بے احتیاطی کی ہوتی ہیں، بہت سے نیک کام چھوٹ جاتے ہیں، وظیفوں میں خلل پڑ جاتا ہے، وقت پر کوئی کام نہیں ہوتا۔

۸۔ نہ بہت ہنسے، نہ بہت بولے، خاص کر نامحرم سے بے تکلفی کی بات نہ کرے۔

۹۔ کسی سے جھگڑا تکرار نہ کرے۔

۱۰۔ شرع کا ہر وقت خیال رکھے۔

۱۱۔ عبادت میں سستی نہ کرے۔

۱۲۔ زیادہ وقت تنہائی میں رہے۔

۱۳۔ اگر اوروں سے ملنا جلنا پڑے تو سب سے عاجز ہو کر رہے۔ اپنی بڑائی نہ جتلائے۔

۱۴۔ اور امیروں سے بہت ہی کم ملے۔

۱۵۔ بد دین آدمی سے دور بھاگے۔

۱۶۔ دوسروں کا عیب نہ ڈھونڈے، کسی پر بدگمانی نہ کرے، اپنے عیبوں کو دیکھا کرے اور ان کی درستی کیا کرے۔

۱۷۔ نماز کو اچھی طرح اچھے وقت دل سے پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا بہت خیال رکھے۔

۱۸۔ دل یا زبان سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہے، کسی وقت غافل نہ ہو۔

۱۹۔ اگر 'اللہ تعالیٰ' کا نام لینے سے مزہ آئے، دل خوش ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔

۲۰۔ بات نرمی سے کرے۔

۲۱۔ سب کاموں کے لیے وقت مقرر کرے اور پابندی سے اس کو نبھائے۔

۲۲۔ جو کچھ رنج وغم، نقصان پیش آئے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے، پریشان نہ ہو اور یوں

سمجھے کہ اس میں مجھ کو ثواب ملے گا۔

۲۳۔ ہر وقت دل میں دنیا کا حساب کتاب اور دنیا کے کاموں کا ذکر مذکور نہ رکھے بلکہ خیال بھی 'اللہ تعالیٰ' ہی کا رکھے۔

۲۴۔ جہاں تک ہو سکے دوسروں کو فائدہ پہنچائے خواہ دنیا کا ہو یا دین کا۔

۲۵۔ کھانے پینے میں اتنی کمی نہ کرے کہ کمزور یا بیمار ہو جائے اور نہ اتنی زیادتی کرے کہ عبادت میں سستی ہونے لگے۔

۲۶۔ خدا تعالیٰ کے سوا کسی سے طمع نہ کرے، نہ کسی طرف خیال دوڑائے کہ فلاں جگہ سے ہم کو یہ فائدہ ہو جائے۔

۲۷۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش میں بے چین رہے۔

۲۸۔ نعمت تھوڑی ہو یا بہت اسی پر شکر بجالائے اور فقر وفاقہ سے تنگ دل نہ ہو۔

۲۹۔ جو اس کی حکومت میں ہیں ان کی خطاء وقصور سے درگزر کرے۔

۳۰۔ کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو اس کو چھپائے البتہ اگر کوئی کسی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور تم کو معلوم ہو جائے تو اس شخص سے کہہ دو۔

۳۱۔ مہمانوں اور مسافروں اور غریبوں اور عالموں اور درویشوں کی خدمت کرے۔

۳۲۔ نیک صحبت اختیار کرے۔

۳۳۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرے۔

۳۴۔ موت کو یاد رکھے۔

۳۵۔ کسی وقت بیٹھ کر روز کے روز اپنے دن بھر کے کاموں کو سوچا کرے، جو نیکی یاد آئے اس پر شکر کرے، گناہ پر توبہ کرے۔

۳۶۔ جھوٹ ہرگز نہ بولے۔

۳۷۔ جو محفل خلافِ شرع ہو وہاں ہرگز نہ جائے۔

۳۸۔ شرم وحیا اور بردباری سے رہے۔

۳۹۔ ان باتوں پر مغرور نہ ہو کہ میرے اندر ایسی خوبیاں ہیں۔

۴۰۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ نیک راہ پر قائم رکھیں۔ (بہشتی زیور، حصہ ہفتم، ص:۲۵)

(حیاتِ ابرار، صفحہ:۳۰۶)

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ کی وصایا

اعزہ واحباب کے لیے مفید اور اہم نصائح:

۱۔ وقت زندگی کا بڑا قیمتی سرمایہ ہے، اس لیے اس کی بڑی قدر کرنی چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ صبح سے شام تک زندگی میں جس قدر مشاغل ہیں ان کے لیے نظام الاوقات مرتب کیا جائے تاکہ ہر کام مناسب وقت پر آسانی سے ہوجائے۔

۲۔ کچھ وقت بلکہ سب سے بہتر وقت نماز فجر کے بعد ذکر اللہ کے لیے اور اوراد و وظائف، تلاوتِ کلام پاک، ماثورہ دعاؤں کے لیے مقرر کرنا چاہیے۔ یہ معمولات اس قدر مختصر ہونے چاہئیں کہ ان پر بلاتکلف دوام ہوسکے۔

۳۔ اتباعِ سنتِ رسول اللہ ﷺ کی نیت سے کچھ وقت اپنے گھر کے اندر اپنے اہل وعیال کے ساتھ صرف کرنا چاہیے۔ اس سے ان کو تقویت اور انشراح رہتا ہے اور خود اپنی زندگی میں بھی ان کے ساتھ اُنس ومحبت پیدا ہونے سے نشاطِ خاطر رہتا ہے اور بہت سے اُمورِ خانہ داری اور حسنِ انتظام میں مدد ملتی ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ شفقت ومحبت اور حسنِ سلوک کے لیے خاص طور پر بہت تاکید فرمائی ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے بعد والدین کے حقوق واجب کیے ہیں۔ ان کی زندگی میں ان کی خدمت کرنا، ان کو دماغی وجسمانی راحت پہنچانا، ان کو ہر طرح سے خوش رکھنا اور ان کی دعائیں حاصل کرنا شرعاً واجب ہے۔ ان کی وفات کے بعد التزاماً ان کے لیے ایصالِ ثواب کرتے رہنا۔ تلاوتِ کلام مجید، نوافل اور دیگر اورادِ مسنونہ سے بھی اور مالی صدقہ وخیرات سے بھی، خصوصاً خیراتِ جاریہ سے، اولاد کا صالح ہونا اور نیک اعمال کا عادی ہونا خود مرحوم والدین کے لیے خیراتِ جاریہ ہی کا درجہ رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر ہفتہ اولاد کے اعمال ان کے والدین کے سامنے عالم برزخ میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اچھے اعمال سے ان کو خوشی اور

برے اعمال سے رنج ہوتا ہے۔ اس لیے بڑے اہتمام کی ضرورت ہے کہ والدین کی روح کو اذیت نہ پہنچے۔ بلکہ اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ نیک اعمال سے ایصالِ ثواب سے ان کو نفع پہنچے۔

۵۔ بھائیوں میں آپس میں محبت قائم رکھنا بہت ضروری ہے ورنہ تمام زندگی لطفِ زندگی حاصل نہیں ہوتی اور زندگی میں قوت محسوس نہیں ہوتی۔ بڑی تباہی کی علامت ہے کہ بھائی بھائی آپس میں اتفاق نہ رکھ سکیں۔ سارا فساد بچوں سے، بیویوں سے شروع ہوتا ہے۔ اور آپس میں غلط فہمی اور بدمزگی پیدا ہونے لگتی ہے۔ خوب سمجھ لیا جائے۔ عقل اسی واسطے ہے کہ پہلے سے اندازہ کر لے کہ یہ فتنہ شروع ہی نہ ہونے پائے ورنہ آخر میں جب دل برے ہونے لگتے ہیں اس وقت جذبات سے متاثر عقل بھی ماؤف ہو جاتی ہے اور یہی خانہ بربادی کا باعث ہوتی ہے۔ ہر شخص کو فرداً فرداً رواداری، ایثار، چشم پوشی اور معمولی معمولی باتوں کو درگزر کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ اسی طرح آپس میں محبت قائم رہتی ہے اور جو معاملہ غلط فہمی پر مبنی ہو اس کو فوراً صاف کر لینا چاہیے اور قصور ہو تو اعتراف کرے اور معافی مانگ لے۔

۶۔ اولاد کی پرورش و نگہداشت بہت اہم ذمہ داری ہے۔ ان کو ابتداء ہی سے جب ان میں سمجھ پیدا ہونے لگے، اللہ اور رسول ﷺ کا نام سکھانا شروع کر دینا چاہیے۔ پھر ابتدائی عمر میں قرآن شریف کا ختم کرانا اور ضروری مسائل پاکی و ناپاکی کے، جائز و ناجائز، حلال و حرام چیزوں سے مطلع کر دینا چاہیے۔ پھر ابتداء ہی سے نماز کی عادت ڈالنی چاہیے۔ ان کا لباس پوشاک صرف اسلامی طرز کا رکھنا چاہیے۔ ان کے اخلاق کی نگرانی رکھنی چاہیے۔ ان کو نشست و برخاست اور کھانے پینے کے آداب سکھانے چاہئیں۔ دین و دنیا کی ضروری تعلیم و تربیت کا خاص طور پر اہتمام رکھنا چاہیے۔ بری صحبتوں سے ان کو خاص طور پر بچانے کی فکر رکھنا چاہیے۔ اس کے علاوہ اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کرنا چاہیے۔

۷۔ گھر کا معاشرہ بالکل اسلامی طرز کا رکھنا اس زمانے میں واجب ہے۔

۸۔ تصاویر اور ریڈیو، ٹیلی ویژن ہرگز گھروں میں نہ ہونے چاہئیں۔ اس سے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے اخلاق ضرور خراب ہوتے ہیں۔

۹۔ شریف گھر کی عورتوں میں آج کل کے معاشرے میں آزادی بہت بڑھتی جا رہی

ہے۔ روایاتِ شرم و حیا اور پردہ داری ختم ہوتے جارہے ہیں۔ محرم و نامحرم کا امتیاز ختم ہوتا جارہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ناگفتنی واقعات کثرت سے رونما ہورہے ہیں۔ جنسی قانونِ فطرت کبھی نہیں بدل سکتا۔ اس لیے سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۱۰۔ جن عزیز واقارب سے صلہ رحمی کا تعلق ہے ان کا حق ادا کرنا بھی واجب ہے اور شریعت میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ ایک حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ صلہ رحمی صرف یہی نہیں ہے کہ آپس میں حسنِ سلوک کا معاملہ رکھا جائے۔ یہ تو غیر شخص سے بھی کرنا چاہیے۔ صلہ رحمی یہ ہے کہ اگر ایک فریق رشتہ توڑے تو تم رشتہ جوڑو۔ ایک شخص نے اگر حق ادا نہیں کیا تو دوسرا اپنے حق ادا کرنے سے بری نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی رشتہ دار نے معاملات خراب کیے یا کوئی اذیت پہنچائی تو یہ اس کا فعل ہے۔ تم کو چاہیے کہ تم اس کو درگزر کرو اور اس سے انتقام نہ لو۔ اس کی بدگوئی نہ کرو۔ اور اگر اس پر کوئی وقت پڑے تو سخنے، قدمے، درمے اس کی مدد کرو۔ یہی طریقہ حق ادا کرنے اور رشتہ جوڑنے کا ہے۔ اگر ہوسکے تو جلد اس سے مفاہمت کرلو۔ اس میں بڑی عافیت ہے اور بڑا ثواب ہے۔ شریعت میں حقوق العباد کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ احادیث میں اس کے لیے بہت تاکید آئی ہے۔ اگر کوئی عزیز (یا صاحب معاملہ) اپنے قصور کا اعتراف کرکے معافی چاہے تو شریعت کا حکم ہے کہ ضرور معاف کردینا چاہیے ورنہ سخت گناہ ہے۔ اسی طرح اگر اپنا قصور ہو تو ضرور معافی مانگ لینی چاہیے۔ خواہ کتنا ہی نفس تاویل کرے اور خفت محسوس کرے۔ اگر معافی مانگنے پر دوسرا فریق معاف نہ کرے تو وہ گنہگار ہوگا۔ اور معافی مانگنے والے سے عنداللہ اب کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ فقط

۱۱۔ پڑوسیوں سے بھی بہت خوشگوار تعلقات رکھنے چاہئیں۔ اور ہمیشہ اس کا اہتمام رکھنا چاہیے کہ تمھاری وجہ سے ان کو کسی طرح کی اذیت نہ پہنچے اور اگر ان سے تم کو کوئی اذیت پہنچے تو ضبط وتحمل سے اور درگزر کرنے سے کام لیا جائے اور جلد ان سے خوش اسلوبی سے مفاہمت کرلی جائے۔

۱۲۔ شادی اور غم کی تقریبات میں جہاں ہر طرح کی بدعات اور خلافِ شرع باتیں ہوتی ہیں جہاں تک ممکن ہوسکے ان میں شرکت سے اجتناب کیا جائے اور خود اپنے یہاں سختی سے شرع پر عمل کیا جائے کیونکہ خلافِ شرع امور میں کبھی برکت نہیں ہوتی، بلکہ بیشتر دنیاوی نقصان کے

علاوہ مواخذۂ آخرت کا باعث ہوتے ہیں۔

۱۳۔ اپنے گھر کے ماحول کو تمام تر اسلامی بنانا چاہیے ورنہ آئندہ نسلیں اس سے بالکل بیگانہ ہوجائیں گی۔ اور اس سے دین و دنیا کے بے شمار مفاسد پیدا ہوں گے۔ اپنا رہنا سہنا، لباس، پوشاک، وضع قطع، کھانا پینا، سب شریعت و سنت کے مطابق ہونے چاہئیں۔ گھر کے استعمال کا سامان جو محض نمائش کے لیے ہو اس کا مہیا کرنا اسرافِ بیجا ہے اور پریشانی کا باعث ہوتا ہے کیونکہ ہمیشہ اس کی حفاظت کا خیال رکھنا پڑتا ہے، کبھی ان میں اضافے کی ہوس اور کبھی ان کے خراب ہوجانے کا خدشہ قلب کو مشوّش رکھتا ہے۔ قناعت تو ضروری سامان ہی میں نصیب ہوتی ہے، مغربی تہذیب کی لعنت ہمارے معاشرے کو اس قدر مسموم کرتی جارہی ہے کہ ہم غیر شعوری طور پر اس میں مبتلا ہوکر اپنے شعائرِ اسلامی سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔ وقارِ اسلامی اور روایاتِ خاندانی اور لوازماتِ شرافت کو برقرار رکھنا چاہیے ورنہ دنیا میں بھی خواری ہے اور آخرت میں بھی خسران ہے۔ اگر انجام کار پر غور کیا جائے تو یہ بات خود عقل تسلیم کرلے گی۔

۱۴۔ جسمانی صحت و تندرستی بڑی قابلِ حفاظت نعمت ہے۔ اس کے زائل ہونے سے طبیعت میں سکون باقی نہیں رہتا۔ اس کے تحفظ کے لیے خاص اہتمام رکھنا چاہیے۔ اور اس اہتمام کے لیے نظام الاوقات کا قائم رکھنا نہایت ضروری ہے یعنی وقت کے تعین کے ساتھ کھانا پینا، سونا، آرام کرنا، تفریح کرنا، کچھ ہلکی سی ورزش کرنا، ان سب کے لیے روزمرہ کی زندگی میں وقت کا تعین ضروری ہے تاکہ ہر بات اپنے وقت پر ادا کرنے کی عادت ہوجائے۔ اگر خدانخواستہ کوئی بیماری لاحق ہوجائے تو اس سے بے فکری نہ کی جائے اور جلد اس کا تدارک کرلیا جائے ورنہ بعض وقت مرض پیچیدہ اور دشوار العلاج ہوجاتا ہے۔

۱۵۔ تعلقات زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں لیکن ان کو بھی بہت ہی ضروری تعلقات پر بقدرِ ضرورت محدود رکھے جائیں۔ غیر ضروری تعلقات خواہ اعزہ اور اقرباء سے ہوں یا دوست و احباب سے ہوں، یا کاروباری زندگی میں ہوں، کسی نہ کسی درجہ میں ضرور پریشان کن ثابت ہوتے ہیں کیونکہ سب کا حق ادا کرنا عادتاً دشوار ہوتا ہے۔ اس وجہ سے قلب مشوّش رہتا ہے۔ کیونکہ ایسے غیر ضروری تعلقات میں اکثر اپنے کسی عذر کی وجہ سے دوسرے کی توقعات کو پورا نہ

کر سکنے کی وجہ سے اس کو تو رنج و شکایت ہوتی ہے اور پھر خود اپنے کو بھی ندامت و خفت ہوتی ہے۔بعض رسمی تعلق اور دوستی رکھنے والے اکثر بیجا مروت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔جن سے بعض وقت مالی نقصان اُٹھانا پڑتا ہے یا عافیت سوز معاملہ درپیش ہوجاتا ہے۔ہر شخص پر اعتماد کرنا چاہیے۔

۱۶۔ جہاں تک ممکن ہو احکاماتِ شریعت اور اتباعِ سنت کا ہر معاملہ زندگی میں اہتمام رکھنا چاہیے۔

۱۷۔ ہمیشہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ دوستوں کے انتخاب میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ظاہری اخلاق سے متاثر نہ ہونا چاہیے بلکہ اصل معیار صداقت و خلوص تو دیندار اور صفائیٔ معاملات ہے۔

۱۸۔ جن لوگوں سے زندگی میں برابر سابقہ پڑتا ہے ان کو بھی خوب سمجھ کر منتخب کر لینا چاہیے مثلاً ڈاکٹر، حکیم، وکیل، تاجر، وغیرہ۔

۱۹۔ اپنے خانگی حالات اور راز کی بات ہرگز کبھی کسی سے نہ کہنی چاہیے خصوصاً عورتوں سے۔

۲۰۔ غیر ضروری مشاغل بھی جمعیتِ خاطر کو برباد کرنے والے ہوا کرتے ہیں۔مثلاً خواہ مخواہ دوسروں کے معاملات میں دخل دینا، یا کسی کی خاطر مروّت سے کسی کام کی ذمہ داری لے لینا یا مروّتاً امانت رکھنا، یا کسی کی ضمانت کرنا کیونکہ فی زمانہ یہ چیزیں بھی اکثر مفسدات سے خالی نہیں ہوتیں۔توقعات کے خلاف ہونے سے باہمی شکایات کے دفتر کھل جاتے ہیں، لہٰذا اپنی جمعیت خاطر برباد ہوجاتی ہے۔

۲۱۔ مشغلۂ اخبار بینی یا غیر ضروری کتابوں کا مطالعہ کرنا یا رسمی تقریبات میں شرکت کرنا یا فضول و لایعنی تفریحات میں وقت صَرف کرنا، ان امور میں جو وقت ضائع ہوتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ضروری باتیں سرانجام دینے سے رہ جاتی ہیں اور طبیعت میں فکر و تشویش پیدا ہوجاتی ہے۔

۲۲۔ اپنے کسی اہم کام کو پورا کرنے کے لیے کسی ناتجربہ کار آدمی کے مشورے پر بلا سمجھے عمل کرنا یا کسی اجنبی آدمی پر محض حسنِ ظن کی وجہ سے اعتبار کر لینا اکثر دل کی پراگندگی کا باعث ہوتا ہے اور نقصان بھی اُٹھانا پڑتا ہے۔

۲۳۔ بغیر شدید ضرورت کے قرض لینا اور خصوصاً جبکہ وقت پر ادائیگی کا کوئی یقینا ذریعہ

نہ ہوتو بجائے قرض لینے کے کچھ دنوں کی تنگی وکلفت برداشت کرلینا زیادہ بہتر ہے یا مروّتاً قرض دینا جبکہ خود اس کی استطاعت نہ ہوا کثر شدید خفت اور کلفت کا باعث ہوتا ہے، اس لیے شروع ہی میں کچھ بے مروّتی سے کام لیا جائے، اسی میں مصلحت ہے۔

۲۴۔ دین و دنیا کا اگر کوئی اہم معاملہ پیش ہوتو کسی ہمدرد و مخلص اہلِ علم و اہلِ تجربہ سے ضرور مشورہ کرلینا چاہیے اور سب سے زیادہ ضرورت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مسنونہ استخارہ کرلینا چاہیے، یعنی بعد نمازِ عشاء دو رکعت نماز پڑھ کر دعائے استخارہ پڑھی جائے۔

۲۵۔ اس زمانے میں جبکہ دلوں میں خلوص نہیں ہے اور معاملات میں صفائی نہیں ہے کہ کسی کی مالی امانت رکھنا بھی بعض وقت پریشانیٔ خاطر کا باعث ہوجاتا ہے، اس لیے رسمی تعلقات والوں کی امانت کبھی نہ رکھنی چاہیے اور جو امانت رکھی بھی جائے تو امانت رکھنے والے کی تحریری یادداشت مع تاریخ کے ضرور لے لینا چاہیے۔

۲۶۔ اسی طرح اس زمانے میں ہر شخص کی ضمانت بھی نہ کرنی چاہیے، کسی کی بیجا مروّت سے بعض وقت ضمانت کرلینے سے بہت سے خطرات و پریشانی سے سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۲۷۔ روزمرہ کی زندگی میں کچھ ایسے حالات و واقعات بھی وابستہ رہتے ہیں جو بالکل غیر اختیاری ہوتے ہیں، اس لیے ان میں ابتلاء کے وقت ضرور قلب مشوّش اور متفکر ہوجاتا ہے، مثلاً بیماری کا لاحق ہوجانا، اپنی یا اپنے متعلقین کی بیماریاں یا غیر اختیاری طور پر تنگیٔ معاش یا کسی عزیز و اقارب یا کسی اور شخص کا بر بناء حسد یا خبثِ ظن کے باعث آزاد ہوجانا، یا غیر متوقع طور پر کاروبار میں یا اپنے مال میں نقصان واقع ہوجانا، یہ سب باتیں بھی انسان کے خیالات اور جذبات کو پراگندہ کرنے والی ہوتی ہیں۔ لہٰذا ایسے حالات کے صدور کے وقت دفعِ تردّدات اور حصولِ سکونِ قلب کے لیے جو تدابیر بتائی گئی ہیں، ان پر عمل کرنا چاہیے اور وہ تدابیر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بتلائی ہوئی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ پریشانی اور رنج وفکر خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری، ہماری زندگی کا سکون و اطمینان ضرور زائل کردیتی ہے لیکن قلبِ مومن میں اللہ تعالیٰ نے ایسی صلاحیت و استعداد رکھی ہے کہ ایسی پریشانیوں کے وقت میں جب وہ اپنے کارسازِ حقیقی کی طرف کسی نہ کسی صورت

سے متوجہ ہوجاتا ہے خواہ یہ رجوع الی اللہ کسی درجے کا بھی ہو، عقلاً اس کو ضرور سکون حاصل ہوجاتا ہے۔ ایسے مواقع پر جو لوگ اللہ والوں کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کو ضرور نفع ہوتا ہے۔ ان کی دعاؤں اور ہمدردی سے قلب کو تقویت ہوتی ہے۔ ویسے بھی جو لوگ پاک وصاف زندگی بسر کرتے ہیں، جن کے دل میں دین کی عظمت ومحبت ہوتی ہے اور جن کے معمولات میں نماز کی پابندگی اور دیگر اوراد ووظائف شامل رہتے ہیں اور اگر ان کا تعلق کسی بزرگ سے بھی ہوتا ہے تو ایسے لوگوں کے دل دنیوی پریشانیوں سے بہت کم متاثر ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بندے کو اپنی دنیاوی اُلجھنوں اور پریشانیوں کے تدارک کے لیے اپنے مالک اور کارسازِ حقیقی کی طرف رجوع ہونے ہی سے سہارا ملتا ہے اور اللہ جل مجدہ نے خود اپنے کلام پاک میں اور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنے ارشادات میں ہمارے افکار اور مصائب کے دور کرنے کے لیے بہت مؤثر تدابیر اور دعائیں تعلیم فرمائی ہیں۔ اس پر عمل کرنا چاہیے اور اپنی تقصیرات ومعاصی اور شامتِ اعمال سے پناہ مانگنا چاہیے۔ اور صدقہ وخیرات کرنا چاہیے اور ایسا کرنے سے مصائب وآلام گو صورتاً قائم رہتے ہیں لیکن رضائے الٰہی پر ضرور مطمئن ہوجاتا ہے اور یہ بڑی نعمت ہے۔

۲۸۔ دینی معلومات کا حاصل کرنا بھی نہایت اشد ضروی ہے کیونکہ بغیر اس علم کے زندگی کا مقصد متعین نہیں ہوتا۔ چند کتابوں کا مطالعہ بہت اہم اور ضروری ہے، مثلاً سیرتِ رسول اللہ ﷺ، حالاتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، حالاتِ بزرگانِ دین، تاریخِ اسلام، حضرت حکیم الامت محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی تصانیف خصوصاً مواعظ وملفوظات، بہشتی زیور وغیرہ۔ ان کے مطالعہ سے دین ودنیا کی بہت گرانقدر کافی وشافی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ فضول اور بے مصرف کتابیں مثلاً اخبار، ناول، رسالے وغیرہ پڑھنے میں وقت ضائع نہ کرنا چاہیے۔ ان سے قلب میں ظلمت اور عقل وفہم میں پستی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے مذاہب کی کتابیں تو ہرگز نہ پڑھنی چاہئیں کیونکہ بغیر اپنے مذہب کے علم کے راسخ ہونے کے دوسرے مذاہب کے عقائد اور فلسفے سے ذہن ضرور منتشر ہوتا ہے اور گمراہی کا اندیشہ ہے۔ اپنے مذہب میں اگر کوئی اشکال وشک پیدا ہو تو ضرور کسی اہلِ علم سے حل کرلینا چاہیے۔

۲۹۔ چند اہم اعمالِ باطنی:

۱۔ اپنے موجودہ حالات پر قناعت کر کے ہر وقت شکر ادا کرتے رہنا، اپنے رہنے سہنے، اپنی ضروریاتِ زندگی، اپنے ماحول، اپنے اہل وعیال پر ہر وقت نظر رکھے اور سمجھے کہ جو بھی موجودہ حالت ہے اس میں سب سے بڑی نعمت تو سلامتیٔ ایمان و دین اسلام پر ہونا ہے، جو بغیر کسی استحقاق کے اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا فرمایا ہے۔ پھر اپنے وجود کی نعمتوں پر نظر کرے، اپنے ماحول کی راحتوں پر نظر ڈالے، اپنے اہل وعیال کی عافیت کو دیکھے، دوسروں سے اپنے تعلقات کی خوشگواری کا اندازہ کرے اور پھر دل کی گہرائیوں کے ساتھ ان انعاماتِ الٰہیہ پر شکر ادا کرے، اس کے علاوہ جو بھی موجودہ حالت ہے اگر غور کرے تو لاکھوں مخلوقاتِ الٰہی اس سے محروم ہیں۔ اس حالت کو محض اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھ کر شکر ادا کرے۔ اسی طرح ایک ایک چیز پر قدر کے ساتھ نظر ڈالنے کی عادت ڈالے۔ یہ کیمیا کا نسخہ ہے۔ اس پر عمل کر کے دیکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب تم ہماری نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو ہم ان نعمتوں میں ضرور اضافہ، برکت اور ترقی عطا فرماویں گے۔

۲۔ اپنی کوتاہیوں، لغزشوں، غفلت اور معاصی کا احساس کر کے ہمیشہ استغفار کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو بندے اپنے اعمال پر نادم ہوتے رہتے ہیں اور توبہ کرتے رہتے ہیں، ان کے ساتھ رحمت ومغفرت کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ استغفار بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی پناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے شرمسار بندوں کو بہت پسند فرماتے ہیں اور ان کے ساتھ بڑی رحمت اور مغفرت کا معاملہ ہوتا ہے۔ اللہ کے سامنے اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کا اقرار کرتے رہنا چاہیے، توبہ و استغفار، خاتمہ بالخیر ہونے کی بڑی قوی علامت ہے۔

۳۔ اس زمانے میں فتنہ وفساد اس قدر کثرت سے ہوگئے ہیں اور ہر شعبۂ زندگی میں غیر محسوس طریقے سے بد دینی اور دنیا کی ہلاکت کے سامان پیدا ہوتے جا رہے ہیں جس کا اندازہ مشکل ہے۔ مزید برآں اور بھی ہزاروں قسم کے فتنے ہیں جو صریحاً دینِ اسلام

کے خلاف ہونے کی وجہ سے دنیا کی عافت بھی خراب کر رہے ہیں، معاملات گندے اور خود غرضی کے اور دوسروں کی نقصان رسانی کے ہو رہے ہیں۔ معاشرے میں مغربی تہذیب کی لعنت دن بدن مسلط ہوتی جارہی ہے۔ رہنا سہنا، کھانا پینا، لباس و پوشاک، سب نمائشی اور پرتکلف اور اقتصادی و معاشی اعتبار سے نہایت تباہ کن ہیں۔ ہزاروں بیماریاں نئی نئی پیدا ہو رہی ہیں۔ غذائیں، ہوائیں، فضائیں سب گندے ہو رہی ہیں۔ نئی نئی دوائیں اور انجکشنوں سے بیماریاں پیچیدہ تر ہوتی جارہی ہیں۔ ہر طرف دھوکہ، فریب، وعدہ خلافی، اخلاق سوز اعمال رونما ہو رہے ہیں۔ سب سے زیادہ خطرناک فتنے دین کے فتنے ہیں۔ روز بروز نوجوان طبقہ خصوصاً دینِ اسلام سے بیگانہ ہی نہیں بلکہ اپنی جہالت و حماقت اور اپنی نفسانی وشہوانی لذات میں مدہوشی کے سبب سے دین کا مخالف اور دشمن ہوتا جارہا ہے۔ پاکی وطہارت کا فقدان ہی نہیں بلکہ اس کی اہمیت ہی سے ذہن خالی ہوتے جارہے ہیں۔ اللہ و رسولؐ کے ارشادات سے کماحقہ واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے اسلام کو نا قابلِ عمل مذہب تصور کیا جاتا ہے۔ تہذیبِ حاضرہ کی ہر مخربِ اخلاق بات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ عریانی، بے شرمی، بے پردگی، رقص و سرود، فحش و عریاں تصاویر کا استعمال عام ہوتا جارہا ہے۔

ہر نوجوان جس نے کچھ بھی انگریزی اور مغربی تہذیب کا اثر لیا ہے، مذہب میں ترمیم کرنے پر آمادہ ہے یا اس کے اصول پر بے تکلف اعتراضات وشبہات پیدا کرنے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ اسلام کے بنیادی اصول سے بالکل ہٹ کر ایک ملحدانہ زندگی کی لہر معاشرے میں روز بروز ترقی کے ساتھ رگ و پے میں سرایت کرتی جارہی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مطالعہ خوب غور سے دینی کتب کا کیا جائے۔ خصوصاً صحت عقائد جن امور پر منحصر ہیں، پھر معاملات و عبادات و اسلامی معاشرہ، اسلامی اخلاقیات کو اچھی طرح ذہن نشین کیا جائے۔ اس کے لیے سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی (مکمل) سیرۃ النبیؐ اور خطباتِ مدراس ضرور قابلِ مطالعہ ہیں۔ ان کے مطالعے سے رسول اللہ ﷺ کا صحیح مقامِ نبوت ومنصبِ تبلیغ واضح ہوتا ہے۔

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ مواعظ پڑھنا دینِ اسلام کا صحیح علم حاصل کرنے کے لیے اس زمانے میں بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ روزانہ صبح و شام نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے ہر ظاہری و باطنی اور ارضی و سماوی فتنوں سے اپنے لیے اور اپنے متعلقین کیلئے اور عام مسلمانوں کیلئے پناہ مانگتا رہے۔ انشاء اللہ ہر طرح محفوظ رہے گا۔

۳۰۔ امور متذکرہ بالا پر عمل کرنے کے لیے ضروری بات یہ ہے کہ بار بار ان کو پڑھا جائے۔ خصوصاً جن باتوں پر اب تک عمل نہیں ہے ان پر نشان لگا لیا جائے اور ان پر عمل کرنے کا اہتمام شروع کر دیا جائے۔ کسی بات کو بار بار پڑھنا یا اس کی تکرار کرتے رہنے سے عادتاً ایسا ہوتا ہے کہ وقت پر وہ بات یاد آ جاتی ہے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ ہمت کر کے اس پر عمل کر لیا جائے۔ کچھ دنوں تک ایسا کرنے سے پھر خود بخود طبیعت میں اس پر عمل کرنے کا داعیہ پیدا ہونے لگتا ہے۔

۳۱۔ تجربہ شاہد ہے اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر کوئی علم یا فن حاصل کرنا ہے تو کسی تجربہ کار مربی کی سخت ضرورت ہے تاکہ اس کی تعلیم و تربیت سے مقصود حاصل ہو سکے۔ ایسا علم و فن ہمیشہ معتبر اور مستند اور بلا ضرر ہوتا ہے۔ اس لیے دنیا و آخرت کا صحیح علم حاصل کرنے کے لیے کسی اللہ والے سے ضرور تعلق رکھنا چاہیے۔ اللہ والے کی شناخت یہ ہے کہ وہ بزرگ بظاہر متبع شریعت و سنت ہوں اور صاحب علم ظاہر و باطن ہوں، شفیق و خیر خواہ ہوں۔ بزرگوں سے تعلق رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ ان کی صحبت میں گاہ گاہ حاضر ہوتا رہے، اگر دور ہوں تو ان سے خط و کتابت رکھنا۔ ان سے دین کی بابت دریافت کرتے رہنا۔ اور ان کے مشورے پر عمل کرنا۔ اپنے باطن کے نقائص ان کو لکھنا اور ان کے دور کرنے کی تدابیر پر عمل کرنا۔ ہر حال میں ان سے دعا کراتے رہنا، اپنی روزمرہ کی زندگی میں جو شرعی خلاف ورزی ہو، اس کے متعلق دریافت کرنا اور وہ جو کچھ تجویز کریں اس پر اہتماماً عمل کرنا۔ (از سبل السلام، مطبوعہ صدیقی ٹرسٹ، کراچی)

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی آٹھ باتیں

ذاتی اور اجتماعی دونوں قسم کی زندگیوں میں اتنی عمر گزار کر جو خاص خاص تجربے حاصل ہوئے انھیں نمبر وار ذیل میں درج کیے دیتا ہوں کہ شاید ان سے کسی دوسرے کو کچھ نفع حاصل

ہو جائے:

۱۔ صحتِ جسمانی کا اہتمام، سارے بدنی شعبوں میں شروع ہی سے ضروری ہے۔ بغیر اس کا خیال کیے نادانستہ ایسی ایسی غلطیاں صادر ہو جاتی ہیں اور ایسی ایسی بے احتیاطیوں کی عادت پڑ جاتی ہے کہ آگے چل کر تلافی بہت دشوار ہو جاتی ہے اور سنبھلنے اور سدھرنے کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی۔ آنکھ، دانت، کان، جسم کا ہر ہر عضو ایک بڑی نعمت ہے اور نعمت کا قاعدہ ہے کہ بے پرواہی اور ناقدری کے بعد چھن ہی جاتی ہے۔

۲۔ یہی حال دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کا ہے۔ اگر شروع ہی سے ان کی جڑیں مضبوط نہ ہوں تو آئندہ ہمیشہ خطرے محسوس ہوتے رہیں گے اور یکسوئی اور دل جمعی، عمر کی کسی منزل پر بھی پہنچ کر مشکل ہی ہے۔

۳۔ دنیا میں اگر کوئی بڑا اور مستقل کام انجام دے جانا ہے تو اس کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ اپنے زعم و پندار میں اپنے کو بڑا سمجھ کر اچھالنے لگیے۔ یہ راہ ناکامی کی ہے، کامیابی اگر مقصد ہے تو اپنے کو سب سے چھوٹا بنا کر رکھیے۔ دبایئے نہیں، خود دَبیے، دنیا خود ہی آپ کو اپنائے گی اور آنکھوں پر بٹھائے گی۔ خودغرضی، خود بینی اور خودستائی کا راستہ دین تو دین، دنیا میں بھی نقصان و خسران ہی کا ہے۔

۴۔ دیانت اور سچائی کو اپنا شعار بنائے رکھیے۔ جو دوسروں کو دھوکہ دیتا ہے وہی دھوکہ کھاتا ہے اور جو دوسروں کو گرانے کی فکر میں لگا رہتا ہے وہ آخر خود ہی گرتا ہے۔ خواہ اس نتیجے کے ظہور میں دیر کتنی ہی لگے۔ ’’خدا کی خدائی میں دیر ہے، اندھیر نہیں‘‘ یہ مقولہ بڑے تجربے کا ہے۔

۵۔ جذبات کو قابو میں رکھنے کی مشق شروع ہی سے ضروری ہے۔ یہ سمجھنا کہ شباب گزر جانے پر جذبات خود ہی قابو میں آجائیں گے ایک شدید مغالطہ ہے۔

۶۔ ماں کی محبت اور ماں کی خدمت کا ولولہ ایک بڑی دولت ہے۔ دنیا کی نعمتیں ایک طرف اور یہ ایک نعمت ایک طرف۔ اس کی قدر ایک خاص سن آجانے کے بعد ہوتی ہے۔

۷۔ آخرت کا عقیدہ عقلی، منطقی، کلامی پہلوؤں سے قطع نظر عملی اعتبار سے بھی بڑا ہی قیمتی

عقیدہ ہے۔ اپنے دل میں جب سے یہ عقیدہ اُترا، پوری زندگی بامعنی بامقصد بن گئی۔ اس کے قبل افلاطون اور ارسطو، کینٹ اور ہیگل، مل اور اسپنسر کو چاٹ جانے کے باوجود، یہی زندگی گاندھی جی کے پُرمعنی الفاظ میں ایک ''بے پتوار کی کشتی'' تھی۔

۸۔ ہر معصیت، ہر نفس پرستی کا داعیہ جب تک ضعیف وخفیف رہتا ہے عقلی دلائل روک تھام کے لیے کافی ہوجاتے ہیں۔ لیکن وہی جذبۂ نفسانی جب طوفان کی شدت اختیار کرلیتا ہے تو عقل واستدلال کے پیر اُکھڑ جاتے ہیں اور بدترین بدنفسی اور گندگی کے لیے یہی عقل کو کوئی نہ کوئی حیلہ و جواز مل ہی جاتا ہے۔ اس آخری مرحلے پر نفس سے مقاومت اور کامیاب مقاومت (مدافعت، مقابلہ) کی قوت صرف خوفِ الٰہی میں ہے، اس کے سوا کسی چیز میں نہیں۔ (شخصیات اور واقعات جنھوں نے مجھے متاثر کیا: ۱۹۰)

اپنی کتاب 'آپ بیتی' میں مولانا لکھتے ہیں:

کتاب، بلکہ کہنا چاہیے کہ کتابِ زندگی کا مشکل ترین باب یہی ہے۔ ۷۵ سال کی زندگی کا خلاصہ تجربات میں کیا لکھا جائے اور کیا چھوڑا جائے؟ جی میں تو بے اختیار یہی آرہا ہے کہ داستانِ زندگی (آہ کہ کتنی لذیذ اور آہ کہ کتنی تلخ، دونوں ایک ہی وقت میں) کُل کی کل بغیر ایک حرف چھوڑے دہرا دی جائے.... داستانِ زندگی کے دہرانے میں لگتا ایسا ہے کہ جیسے زندگی خود اپنے کو دہرا رہی ہے۔ سوچ بیٹھیے تو اپنی زندگی قابلِ صدنفریں و مستحقِ ملامت، اور نہ سوچیے تو جانِ عزیز سے بڑھ کر عزیز، لذیذ کوئی شے ممکن نہیں۔

(ا) سب سے پہلی بات تو یہ خیال رکھنے کی ہے کہ طبعی تقاضا وشوق اور چیز ہے اور ہوس اور چیز۔ بہ قول حضرت اکبر الہ آبادی: ع

کہنے کی ایک حد ہے بکنے کی حد نہیں

طبعی تقاضوں کی تکمیل کی جاسکتی ہے لیکن ہوس کی آگ بجھانے کے لیے کوئی حد ونہایت نہیں۔ ہوس رانی جتنی بھی کیجیے گا طبیعت بجائے آسودہ ہونے کے حریص سے حریص تر ہوتی جائے گی۔ آگ بجھنے کے بجائے بھڑکتی ہی جائے گی۔ ضرر وزیاں صریح واقع ہوتا جائے گا لیکن طبیعت کو اس کا احساس ہی سرے سے جاتا رہے گا... نفس امارہ بڑا منطقی، بڑا فقیہہ واقع ہوا ہے۔

ہر نفس پرستی، ہر ہوسنا کی اور اس سے پیدا ہونے والے ہر ضرر وزیاں کی کوئی نہ کوئی خوبصورت سی تاویل وتوجیہہ ہر بار کرے گا اور 'ھل من مزید' کے نعرے لگاتا ہوا آپ کو برابر مغالطہ میں مبتلا اور دھوکے میں اُلجھائے رہے گا۔ لازم ہے کہ ہر خواہشِ نفس پر حاکم طبیعت کو نہیں، عقل کو رکھیے اور عقل کی حاکمیت کا نفاذ بڑی سختی سے کرتے رہیے۔ ہیجانِ نفس کے وقت (عام اس سے کہ وہ ہیجان غصّے کا ہو، حبِ جاہ کا ہو، حرصِ مال کا ہو، شہوتِ جنسی کا ہو) عقل تک اندھی اور مغلوب ہوجاتی ہے۔ ایسے موقع پر دست گیری شریعت سے پائیے اور پناہ احکامِ الٰہی میں ڈھونڈیے۔ نفس کو بے لگام کسی حال میں بھی نہ ہونے دیجیے۔ اس شورہ پشت گھوڑے سے آپ ذرا بھی غافل ہوئے اور اس نے آپ کو زمین پر دے پٹکا۔ غصہ اور شہوانیت یہ نفس کے دو بے پناہ حربے ہیں اور انسانیت کے قاتل دشمن۔ اگر ان پر نوعمری ہی میں قابو پالیا گیا، انھیں عقل اور اس سے بڑھ کر شریعت کے تحت میں لے آیا گیا جب تو خیر ہے ورنہ اگر یہ سنپولے بڑھ کر اژدہے ہوگئے تو کوئی صورت ان کے عذاب سے نجات پانے کی نہ رہے گی۔ سِن کے ساتھ ساتھ ان کی گرفت بھی سخت سے سخت تر ہوتی جائے گی۔ انسان خمیازہ اُٹھائے گا، پچھتائے گا، جھنجھلائے گا، پھر بھی بس پھڑ پھڑا کر رہ جائے گا۔ ان کے پنجے سے رہائی کی کوئی صورت آسان نہ ہوگی۔

(۲) روپیہ کی محبت بھی بڑی بری بلا ہے۔ سِن کے ساتھ ساتھ یہ گھٹتی نہیں بلکہ حرص و ہوس عموماً بڑھ ہی جاتی ہے۔ اور وجہِ جواز میں ذہن نئی نئی ضرورتیں گڑھنا شروع کردیتا ہے۔ ضرورت اس وقت شروع ہی سے قابو پالینے اور اپنے کو قناعت کا خوگر بنالینے کی ہے۔ یہ جس نے نہ کیا اسے تلخیاں قدم قدم پر پیش آتی رہیں گی لیکن روپیہ کی محبت اور شے ہے اور اس کی قدر اور۔ روپیہ کی محبت تو بے شک ہرگز نہ پیدا ہونے پائے لیکن روپیہ کی قدر ضرور ہو۔ یہ نہ ہوا تو دوسرا مرض اسراف کا پیدا ہوکر رہے گا۔ بخل و اسراف دونوں مرض ایک ہی درجے کے ہیں اور دونوں بڑے سخت۔ ان کے حملے سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی واحد صورت یہ ہے کہ قلب کو ایک طرف حبِ مال سے خالی رکھا جائے اور دوسری طرف روپیہ کی ناقدری سے۔

(۳) دل کو ریا و نمائش سے خالی اور اخلاص سے لبریز رکھنا بھی کوئی آسان و معمولی چیز نہیں۔ بڑی ریاضت اور بڑے مجاہدوں کے بعد ہی یہ دولت ہاتھ آسکتی ہے اور پھر بھی ہر وقت

ڈگمگا جانے کا دھڑ کا لگا رہتا ہے۔﴿ وَ مَا یُلَقّٰھَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴾ اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحبِ نصیب ہے۔(سورۂ سجدہ، آیت: ۳۵)

ایک بڑا دخل اس میں صدق دل سے دعا مانگنے کا ہے اور اسباب و ذرائع شہرت سے اپنے کو دور رکھنے کا ہے۔نفس عاشق ہے جاہ کا، اور انسان ایک حد تک خوشامد پسند طبعاً ہوتا ہے۔ راہِ اخلاص کا سب سے بڑا راہزن، مداحوں، معتقدوں، مریدوں کا گروہ ہوتا ہے۔ ہر وقت کی داد وتحسین، رضا جوئی حق کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔تفسیر قرآن تک کے بہ ظاہر سو فیصدی خالص دینی کام کو جب سوچتا ہوں اور اپنے پر جرح کرتا ہوں کہ اگر داد و تحسینِ خلق، مسرتِ نفس اور مالی منفعت وغیرہ سارے خارجی خیالات کو منتزع (الگ) کرلیا جائے جب بھی یہی اہتمام و انہماک کام کے لیے باقی رہے گی؟ تو ضمیر کچھ سا اُٹھتا ہے۔

(۴) 'علم' بہ معنی لکھائی پڑھائی، کتابوں کی ورق گردانی کے شوق کا مرض بچپن سے رہا ہے۔اب بھی طالب علم ہی ہوں۔ ہر وقت اپنے گرد ایک کتب خانہ چاہتا ہوں۔بغیر کتابوں کے وقت کاٹنا دشوار ہوجاتا ہے۔ بارہا شوقِ مطالعہ کے آگے دوسرے طبعی جسمانی شوقوں کو مغلوب کرچکا ہوں۔لیکن پھر بار بار سوچتا ہوں کہ آخر اس سے ہوتا کیا ہے۔ اور اس سے حاصل کیا۔ جب تک یہ دھن تمام تر رضائے حق کی خاطر نہ ہو، دنیا میں بالفرض اُردو کا نامی مصنف اور گرامی اہلِ قلم کہہ کر پکارا بھی گیا تو حشر میں یہ القاب کیا نفع پہنچائیں گے اور حیاتِ ابدی کے حصول میں یہ کیا کام آئیں گے۔

(۵) بڑے ہی تلخ تجربوں اور خوب ہی ٹھوکریں کھانے کے بعد یہ پُرزور وصیت سارے ناظرین سے ہے کہ دنیا سے دل ہرگز نہ لگایں اور اس کے مکر و فریب میں نہ آئیں جس کے صدہا چہرے اور بے شمار نقابیں سہی لیکن انسان بہرحال جسم و جسد کے ساتھ ہی اس خاکدان میں بھیجا گیا ہے۔اس حکمت کی بھی رعایت رکھنا لازمی ہے۔ دنیا کو برتئے مگر دل نہ لگایئے۔ دل تو آخرت ہی سے لگائے رہیے۔اکبر ہی کے لفظوں میں:ع

غافل نے اِدھر دیکھا ، عاقل نے اُدھر دیکھا

دیکھیے! ابھی کتنی اور میعاد کاٹنی ہے۔ دل تو اسی مژدۂ جاں بخش کے سننے کو تڑپ رہا ہے

کہ ﴿ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ﴾
ترجمہ: تو اپنے اللہ کی طرف چل خوش ہوتی ہوئی اور خوش کرتی ہوئی، پھر تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ (سورۂ فجر، آیت ۲۸ تا ۳۰)

اپنے حق میں تو بس ایک ہی اور آخری دعا یہ ہے کہ بلاوا اس وقت آئے جب یہ ناکارہ اور آوارۂ قلم، دین کی خدمت میں مشغول ہو اور کسی عدو اللہ کے ہفوات کا جواب دے رہا ہو یا اپنے محبوب ﷺ کی کسی ادا کی معرفت کی دعوت دے رہا ہو۔ (آپ بیتی، ص: ۳۷۶-۳۸۱)

اکبر الٰہ آبادی کی نصیحت مولانا عبدالماجد دریابادی کو

(۱) ایک بار فرمایا کہ: آپ نے کالج میں زبان کونسی لی تھی؟ عرض کیا عربی۔ بہت خوش یہ سن کر ہوئے کہ ''اب بھی عربی کا مطالعہ جاری ہے؟''

عربی تو دنیا کی زبردست زبانوں میں ہے، یورپ والے بھی اس کا لوہا مانے ہوئے ہیں۔ میں نے مرے ہوئے لہجے میں عرض کیا کہ اب کہاں موقع ملتا ہے۔ انگریزی ہی سے چھٹی نہیں ملتی۔

بولے کہ: آسان ترین صورت یہ کہ قرآن کی تلاوت کا معمول رکھیے۔ اس کی زبان کی فصاحت و بلاغت کا کیا کہنا! جرمن یونیورسٹی میں عربی کے نصاب میں آخر کا آدھا قرآن شامل ہے۔ اور وہاں آپ کے لیے نہ وضو کی قید ہے نہ کسی وقت و مقدار کی، بس جتنا جی چاہے پڑھ لیا کیجیے۔ بس اس سے عربی زبان سے ربط آپ کا بالکل قائم رہے گا۔ جو فقرے آپ کو پسند نہ آئیں ان سے سرسری گزرتے جائیے۔ سمجھئے کہ وہ آپ کے لیے ہیں ہی نہیں۔ ہاں کبھی کوئی فقرہ پسند بھی آ جائے گا بس اسی کو ذرا توجہ سے دو تین مرتبہ پڑھ لیا کیجیے۔

کس حکمت کے ساتھ آپ نے دیکھا کہ ایک ملحد کو قرآن کی طرف لائے۔

(۲) ایک مرتبہ بولے کہ ''کیوں صاحب آپ کو اللہ میاں سے متعلق جو کچھ شک و شبہ رہے ہوں۔ یہ فرمائیے کہ کبھی اپنے بندہ ہونے میں بھی شک ہوا ہے؟'' سوال سنتے ہی میں چکرا گیا اور دب دبا کر بولا کہ ''جی نہیں۔ اس میں تو کبھی شبہ ہوا ہی نہیں۔ شاید ہوسکتا بھی نہیں۔''

بولے کہ بس اتنا ہی کافی ہے۔ اپنی عبدیت کا اقرار کیے جایئے۔ رہی اللہ کی ذات وصفات تو آج تک کسی کی سمجھ میں آئی ہیں؟ جنھیں بڑا سے بڑا عالم و عارف کہا جاتا ہے وہ بے چارے انہی بحثوں میں حیران وششدر نظر آتے ہیں۔ جبھی تو میں نے کہا ہے ؎

بندگی حالت سے ظاہر ہے، خدا ہو یا نہ ہو

(۳) آپ کی زبان سے بجائے اللہ کے ذکر کے نام مولوی رومی کا سنتا رہتا ہوں۔ میں سمجھا کہ شاید وہ اللہ میاں سے بڑے ہیں۔ آپ یہی سمجھ رہے ہیں کہ مولانا نے آپ کو ہدایت دی اور اللہ تک وہ آپ کو لے آئے۔ سوچ کا یہ طریقہ بدلیے۔ یہ سمجھئے کہ اللہ نے مولانا کو ذریعہ آپ کی ہدایت کا بنایا۔

(۴) ایک مرتبہ فرمایا کہ: لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ وقت چلا گیا زمانہ گیا، تو یہ وقت اور زمانہ آخر کہاں چلا جاتا ہے؟ پھر دو ایک لمحہ ٹھہر کر خود ہی فرمایا کہ آسان جواب بتائے دیتا ہوں۔ اللہ کے پاس سے آیا تھا اور انہی کے پاس چلا جاتا ہے اور وہاں جا کر کوئی چیز ضائع نہیں ہوتی، ہر چیز محفوظ اور جمع رہتی ہے۔ پھر جب وقت وہاں جمع ہے تو جو کچھ بھی اس وقت کے اندر ہوا ہے وہ بھی لامحالہ جمع ہوگا، اب اللہ جب اس وقت کو زندہ اور حاضر ہونے کا حکم دے گا تو جو کچھ بھی اس وقت کے اندر ہوا ہے سبھی کچھ اس کے ساتھ حاضر ہو جائے گا اور انسان کا اپنا ہر عمل رجسٹر پر لکھا ہوا ہے بلکہ بجنسہٖ اپنی اصلی حالت و ہیئت کے ساتھ برتا ہوا مل جائے گا۔ (ماہنامہ افکار۔ کالم۔ شخصیات نمبر۔ ص:۴۶)

(۵) مغربی علم کے دلدادہ لوگوں کو

تم شوق سے کالج میں پڑھو پارک میں پھولو!
جائز ہے غباروں میں اُڑو چرخ پہ جھولو
پر ایک سخن بندۂ عاجز کی سن لو!
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو!

(اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۴۸)

حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی خلیفہ حضرت تھانویؒ

(ولادت: ۲۳ صفر ۱۳۰۲ھ م ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ بروز جمعہ بوقت صبح، وفات: ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۵۳ء۔ مدفون کراچی)

شریعت اور طریقت کی عینیت

''جاہل پیروں اور دکاندار صوفیوں نے ایک مسئلہ گھڑا ہے کہ شریعت و طریقت دو الگ چیزیں ہیں اور اس زور و شور سے اس کو شہرت دی ہے کہ عوام تو عوام خواص تک پر اس کا رنگ چھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ تمام تر لغو اور بے معنی ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ نے تمام عمر لوگوں کو یہی تلقین فرمائی کہ طریقت عین شریعت ہے۔ احکامِ الٰہی کی باخلاصِ تمام تعمیل و تکمیل ہی کا نام طریقت ہے دگر ہیچ۔ اور یہی خواصِ امت کا مذہب ہے، اور جس نے اس کے سوا کہا وہ دین کی حقیقت سے جاہل اور فنِ سلوک سے نا آشنا ہے۔ (سلوکِ سلیمانی، ج:۱،ص:۱۶۱)

سیرۃ النبی جلد پنجم میں 'عباداتِ قلبی' کے تحت میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اسلام میں بعض ایسی عبادات بھی ہیں جن کا تعلق تمام تر قلبی احوال اور نفس کی اندرونی کیفیتوں سے ہے۔ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام میں ہر نیکی کا کام عبادت ہے۔ اس لیے تمام اُمور خواہ وہ جسمانی یا مالی یا قلبی ہوں عبادات کے اندر داخل ہیں۔ فقہاء نے صرف جسمانی اور مالی عبادات سے بحث کی ہے لیکن حضرات صوفیہ نے جسمانی اور مالی عبادات کے ساتھ قلبی عبادات کو بھی شامل کرلیا ہے، اصل یہ ہے کہ فقہاء نے اپنا فرضِ منصب جسمانی اور مالی فریضوں تک محدود رکھا ہے۔ اور صوفیہ نے ان سارے فریضوں کو یکجا کیا ہے۔ جن سے اسلام نے انسان کے قلب و روح کی درستی کا کام لیا ہے۔

یہ وہ فرائض یا قلبی عبادات ہیں جو اسلام کی روح اور ہمارے تمام اعمال کا اصل جوہر ہیں، جن کے الگ کر دینے سے وہ عبادات پنجگانہ بھی جن پر اسلام نے اس قدر زور دیا ہے جسدِ بے روح بن جاتے ہیں۔ فقہ و تصوّف کی ایک دوسرے سے علیحدگی نے ایک طرف عبادات کو خشک و بے روح اور دوسری طرف اعمالِ تصوّف کو آزاد اور بے قید کر دیا ہے۔ (ایضاً، ج:۱،ص:۱۶۳)

ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں: حضور ﷺ کے فیوض و برکات ہر وقت جاری ہیں،

اپنے میں استفادہ کا مادہ ہونا چاہیے اور اس کی صورت حضور علیہ السلام کی محبتِ عقلی ہے جس کا مظہر اتباعِ احکام وسنت ہے۔ (سلوکِ سلیمانی، ج:۱،ص:۱۶۴)

ظاہر و باطن کی یکجائی

رسول کریم ﷺ نے (نبوّت کے) ان تینوں فرائض (تلاوتِ کتاب، تعلیمِ قرآن وحکمت اور تزکیہ) کو بحسنِ خوبی انجام دیا۔ لوگوں کو احکامِ الٰہی اور آیاتِ قرآنی پڑھ کر سنائے اور ان کو کتابِ الٰہی اور حکمت ربّانی کی باتیں سکھائیں اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ اپنی صحبتِ فیض تاثیر اور طریق تدبیر سے پاک و صاف بھی کیا، نفوس کا تزکیہ فرمایا، قلوب کے امراض کا علاج کیا اور برائیوں اور بدیوں کے زنگ و میل کو دور کر کے اخلاقِ انسانی کو نکھارا اور سنوارا۔ یہ دونوں ظاہری و باطنی فرض یکساں اہمیت سے ادا ہوتے رہے۔ چنانچہ صحابہؓ اور ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کے تین فرقوں تک یہ دونوں ظاہری و باطنی کام اسی طرح توأم (جڑے) رہے جو استاد تھے وہ شیخ تھے اور جو شیخ تھے وہ استاد تھے۔ جو مسندِ درس کو جلوہ دیتے تھے وہ خلوت کے شب زندہ دار، اور اپنے ہم نشینوں کے تزکیہ و تصفیہ کے بھی ذمہ دار تھے۔ ان تینوں طبقوں میں استاد اور شیخ کی تفریق نظر نہیں آتی۔ اس کے بعد وہ دَور آنا شروع ہوا جس میں مسندِ ظاہر کے درس گو باطن کے کورے، اور باطن کے روشن دل ظاہر سے عاری ہونے لگے۔ اور عہد بہ عہد ظاہر و باطن کی یہ خلیج بڑھتی ہی چلی گئی تا آنکہ علوم ظاہر کے لیے مدارس کی چہار دیواری اور تعلیم وتزکیۂ باطن کے لیے خانقاہوں اور رباطوں کی تعمیر عمل میں آئی اور وہ مسجدِ نبوی جس میں یہ دونوں جلوے یکجا تھے اس کی تجلیات مدرسوں اور خانقاہوں کے دو حصوں میں تقسیم ہوگئیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدارس سے علمائے دین کی جگہ علمائے دنیا نکلنے لگے اور باطن کے مدعی علم شریعت کے اسرار و کمالات سے جاہل ہو کر رہ گئے۔

متوسطین میں علامہ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کو ناواقف باطن سے خالی سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے احوال وسوانح اُن برکاتِ باطنی سے لبریز ہیں۔ ابن قیم کی مدارج السالکین وغیرہ کتابیں پڑھیے، تو اندازہ ہوگا کہ وہ آرائشِ ظاہر اور جمالِ باطن دونوں سے آراستہ تھے۔

(سلوک سلیمانی، ج:۱،ص:۲۰۳)

ہندوستان میں جن بزرگوں کے دم قدم سے اسلام کی روشنی پھیلی وہ حقیقت میں وہی تھے جن کی ذات میں مدرسہ و خانقاہ کے کمالات کی جامعیت تھی کہ وہ اسوۂ نبوت کے قریب تر تھے، اس لیے ان کا فیض بعید سے بعید تر حصے تک پھیلتا چلا گیا۔ آسمانِ دلّی کے مہر و ماہ اور تارے شاہ عبدلرحیم صاحبؒ سے لے کر شاہ اسمٰعیل (شہید) تک کو آپ ایک ایک کر کے دیکھیں تو ظاہر و باطن کے علوم والوں کی یکجائی کا نظارہ آپ کو ہوگا۔ اور اس سے ان کے علمی و روحانی برکات کی وسعت کی حقیقت آشکارہ ہو جائے گی۔ وہ علوم کی تدریس کے وقت ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ کا جلوہ دکھاتے تھے اور حجروں میں بیٹھ کر ﴿يُزَكِّيهِمْ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۲۹) کی جلوہ ریزی فرماتے تھے۔ پھر ان کے بعد ان کے فیوض و برکات کے جو حامل ہوئے جن کی نشاندہی چنداں ضروری نہیں کہ ﴿سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾ (سورۂ حجرات، آیت: ۲۹) ان سے دنیا کو فیض پہنچا، اور دین کی اشاعت و تبلیغ اور قلوب و نفوس کے تزکیہ و تصفیہ کا جو کام انجام پایا وہ بھی ظاہر و باطن کی اسی جامعیت کے آئینہ دار تھے، اور آئندہ بھی سننِ الٰہیہ کے مطابق دین کا فیض جن سے پھیلے گا وہی ہوں گے جن کے اندر مدرسیت اور خانقاہیت کی دو سوتیں ایک چشمہ بن کر بہیں گی۔ ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ﴾ (سورۂ رحمٰن) آنکھوں کا نور شب بیداری سے بڑھتا اور زبان کی تاثیر ذکر کی کثرت سے پھیلتی ہے۔ رات کے راہب ہی اسلام میں دن کے سپاہی ثابت ہوئے ہیں۔ سوانح و تراجم کا سیزدہ صد سالہ (تیرہ سو سالہ) دفتر اس دعویٰ کا شاہد ہے، زبان کی روانی اور قلم کی جولانی، دل کی تابانی کے بغیر سراب کے نمونے سے زیادہ نہیں، خواہ وہ اس وقت کتنا ہی تابناک نظر آتا ہو، مگر وہ مستقل اور مستقبل وجود سے محروم ہے۔ (مقدمہ سوانح مولانا محمد الیاسؒ) (سلوک سلیمانی، ج:۱، ص:۲۰۴)

اعتدال

ایک صاحب کو جنھوں نے تبلیغ کا کام شروع کیا تھا ان کو یوں تحریر فرما رہے ہیں:

خود مسلمان بننا، دوسرے مسلمانوں کو مسلمان بننے کی دعوت دینا وقت کی اہم پکار ہے اور اس فرض کو نفرت کے بجائے محبت کے جذبہ سے انجام دینا سب سے اہم ہے۔ جس کے سامنے آپ دعوت پیش کرتے ہیں اس پر شفقت اور اس سے محبت، دعوت کا محرک ہو، تبھی وہ کامیاب

ہوسکتی ہے جیسا کہ حضورانور ﷺ کی سیرت میں ہے۔ (سلوکِ سلیمانی، ج:۱،ص:۳۵۰)

نیز اس سلسلہ میں فرماتے تھے ’’دین کی خدمت کی راہیں مختلف ہوسکتی ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اخلاص ہواور سلف کی راہ سے سرموتجاوز نہ ہو، گوقدیم جوہر کی بقا کے ساتھ جدید نقش ونگار سے پرہیز نہیں لیکن اگر یہ جدید نقش ونگار اصل قدیم جوہر کوفنا کردے تو اس نقش ونگار سے بے نقش ہی رہنا اچھا ہے۔فرماتے تھے یہی اپنی وصیت ہے اور یہی زندگی کی آخری فرمائش۔ (ص:۳۵۱)

ایک صاحب کوتحریر فرماتے ہیں کہ: اس تبلیغی سلسلہ میں صرف ایک احتیاطی تنبیہ کی ضرورت ہے اور وہ یہ کہ غیر کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح پر نظر رہے اور غیر کی اصلاح کی فکر بھی اپنی ہی اصلاح اور حصولِ اجر کی خاطر ہو۔تفوق اور دینی بڑائی کا خیال بھی نہ آئے۔

نیز ایک صاحب کوتحریر فرمایا کہ: آپ جماعت کے ساتھ کام تو کریں مگر نظر اپنے اوپر ہو اور اپنی درستی کی نیت ہو۔ (سلوکِ سلیمانی، ج:۱،ص: ۳۴۸)

اخلاص کے بغیر تو اعمال مردہ ہیں۔مگر اخلاص وریا کی حقیقت سمجھ لیں۔اخلاص نام ہے خالق کی رضا کے لیے کام کرنے کا اور ریا نام ہے مخلوق کی رضا کیلئے کام کرنے کا۔اب آپ اس روشنی میں اپنے اعمال پر نگاہ رکھیں۔نفس کا جائزہ لیتے رہیں اور حُسنِ نیت کی کوشش میں لگے رہیں۔

نیز ارشادفرماتے ہیں کہ فضائل وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت سے ہوں۔اور ایمان کے بعد ہوں، یعنی جن کی بنیاد ایمانِ صحیح پر ہو۔اگر ایسا نہیں ہے تو یہ ظاہری فضائل درحقیقت فضائل نہیں۔اصل شے احکامِ الٰہی کی کلی اطاعت، حلال وحرام کا خیال، معاملات میں صفائی، اخلاق کی نزاہت، اتباعِ نبوی کا دھیان اور تمام امور میں رضائے الٰہی کی طلب ہے۔ان امور کی طرف توجہ فرمائیں کہ یہ اصل اور باقی سب فروع وتدابیر ہیں۔ذکر کے اثر کا ظہور یہی ہے کہ طاعات ومرضیاتِ الٰہی کا ذوق بڑھے،خلق میں شہرت اور مقبولیت کی خواہش اس راہ کا کانٹا ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے سوا عمل کا دوسرا محرک نہ ہو، عُجب، ریا اور کبر رنگ برنگ صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور یہ سالک کے لیے سخت خطرناک ہیں اس لیے ان سے احتراز کا اہتمام ضروری ہے۔
(سلوک سلیمانی، ج:۲،ص:۱۶)

تصوف کے متعلق ۱۹۲۵ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ : تصوّف سرتاپا عمل ہے اور قلب و

روح کے علم وعمل اور مغز شریعت کی اصل تعلیم وتعمیل ہے۔

(معارف ۵ ج ۱۵، ص:۳۹۴) (سلوک سلیمانی، ج:۱، ص:۶۳)

نیز تحریر فرمارہے ہیں کہ: حقیقی اور شرعی تصوف جس کا صحیح نام احسان ہے روحِ دین اور جانِ ایمان ہے۔ یہ اخلاص فی اللہ اور تزکیۂ قلب اور علم حصولِ تقویٰ کا نام ہے۔

اور ۱۹۲۹ء میں لکھتے ہیں کہ: حقیقی تصوف جس کی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ اس کا نام احسان ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔ وہ تو درحقیقت مذہب کی روح، اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے۔

(سلوک سلیمانی، ج:۱، ص:۶۴) (اقوال سلف، ج:۴، ص:۵۷۳)

امام ابن تیمیہ کے تفردات سے رجوع اور انتباہ

اپنے سب عزیزوں اور دوستوں کو نصیحت ہے کہ اعتقادی یا عملی مسائل میں جمہور کے مسلک سے الگ نہ ہوں اور اس کو چھوڑ کر تحقیق کی نئی راہ اختیار نہ کریں۔ یہ طریق تواتر وتوارث کی بیخ کنی کے مرادف ہے۔ اس گناہ کا مرتکب کبھی میں خود بھی رہ چکا ہوں، اور اس کی اعتقادی و عملی سزا بھگت چکا ہوں۔ اس لیے دل سے چاہتا ہوں کہ میرے (سلفی ندوی) عزیزوں اور دوستوں میں سے کوئی اس راہ سے نہ نکلے۔ تاکہ وہ اس سزا سے محفوظ رہے جوان سے پہلوں کو مل چکی ہے۔ (رسالہ بینات، ماہ ستمبر ۱۹۸۶ء کراچی۔ انوار الباری ج:۱۹، ص:۲۷۴)

حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ

(ولادت: ۱۳۰۷ھ۔ وفات: بروز جمعہ، ۳۰ر جنوری ۱۹۷۶ء۔ مدفون: ڈالی گنج لکھنؤ)

دینی مدارس میں قال سے بڑھ کر حال کی تربیت ضروری ہے

ہمارے دینی مدارس اور اداروں میں بھی جب تک قال کی تعلیم کے ساتھ اس سے بڑھ کر حال کی اس تربیت کا پورا اہتمام نہ ہوگا اس وقت تک وہاں کا علم نہ میراثِ انبیاء ہوگا نہ وہاں سے وراثتِ انبیاء کا حق ادا کرنے والے علماء پیدا ہوں گے۔ نبوت کا وارث تو وہی عالم ہے جو کتابوں سے کہیں زیادہ خود اللہ کو جانتا اور اُس کی ذات وصفات کا خالی کتابی نہیں، حالی علم رکھتا ہو جس کی

پہچان یہ ہے کہ اس کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی عظمت وخشیت اتنی غالب ہو کہ غیر اللہ سے اُمید وبیم اگر مفقود نہیں تو مغلوب یقیناً ہو۔ سرورِ انبیاء (فداہ ابی و امی ﷺ) کا ارشاد ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔ اَنَا اَعۡلَمُکُمۡ بِاللّٰہِ وَ اَخۡشَاکُمۡ لِلّٰہِ۔

اسی حقیقتِ حال کا اظہار بلکہ خود اللہ ہی کے اس ارشاد کی ترجمانی ہے کہ اللہ سے ڈرنے کا حق تو بس اس کے جاننے والے بندے ہی ادا کرتے ہیں۔

﴿اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا﴾ (سورۂ فاطر، آیت:۲۸)

یعنی علم دین جس کی روح حق تعالیٰ کو جاننا پہچاننا ہی ہے وہ مرادف ہے حق تعالیٰ سے ایسے تعلق کے جو زندگی کے سارے اعمال، معاملات میں خالق کی خشیت کو مخلوق و دنیا کے ہر اجر و صلہ، خوف و طمع پر غالب کردے۔ اسی حدیث کی تفہیم میں حکیم الامت علیہ الرحمہ نے ہماری نام نہاد دینی تعلیم و تعلّم اور اس کے علماء کا کیسا حسرت ناک حال بیان فرمایا ہے کہ ''علم کو میراثِ انبیاء کہا جاتا ہے، تو اب دیکھ لو انبیاء کی میراث کون سا علم ہے۔ کیا انبیاء کا علم نعوذ باللہ ایسا ہی علم تھا جس میں محض مسائل و اصطلاحات کا تلفّظ ہو اور خشیت کا نام نہ ہو۔ اب ہماری حالت یہ ہے کہ علم حاصل کرتے ہیں، پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اسی کو مقصود سمجھتے ہیں۔ اس طرح تعلیم و تعلّم کو مقصود سمجھ لینا حد سے تجاوز ہے۔'' غرض مطلوبِ شرعی (یا دینی) علم وہی ہے جو اپنے اثر کے ساتھ ہو جیسے تلوار وہی مطلوب ہے جس میں کاٹ ہو۔ ورنہ برائے نام تلوار ہوگی۔ اسی کو کہتے ہیں۔

علم چہ بود آں کہ رہ بنمایدت
زنگ گم راہی زدل بزدایدت

علم (دراصل) وہ ہے جو تمھارے لیے رہنما ثابت ہو اور گمراہی کا زنگ تمھارے دل سے دور کردے۔

ایں ہوسہا از سرت بیروں کند
خوف و خشیت در دلت افزوں کند

حرص وہوس کوتمھارے دل سے نکال دے اور خوف وخشیت اس میں زیادہ کردے۔

تو نہ دانی جز یجوز و لا یجوز
خود نہ دانی تو کہ جوزی یا عجوز

''مگر تم تو سوائے اس کے کہ یہ جائز ہے، یہ ناجائز کچھ جانتے ہی نہیں بلکہ تم خود اپنے متعلق نہیں جانتے کہ جوان ہو یا بوڑھے۔ یعنی اپنی معرفت بھی نہیں تو پھر کیا علم ہے۔''

راقم عاجز ہمیشہ کہا کرتا ہے کہ کتاب اسلام صرف کتاب ہدایت نہیں، نظامِ ہدایت بھی ہے، یہ نظام کیا ہے اور اس کو وقت کے زمانی و مکانی احوال وظروف خصوصاً ہندوستان و پاکستان میں کیونکر بروئے کار لایا جاسکتا ہے، اس کا ایک پورا خاکہ تو ایک مستقل کتاب۔ تجدیدِ تعلیم وتبلیغ میں پیش کیا جاچکا ہے۔ یہاں اس نظام کے ایک بڑے اور اہم جزو پر خصوصیت سے توجہ دلانی ہے۔ اصلاح وہدایت کا سب سے مؤثر کارگر جزو وہی ہے اور اسی سے سب سے زیادہ غفلت ہے۔

سورۂ 'والعصر' میں اس کی خاص تعبیر

سورۂ والعصر میں اسی کی خاص تعبیر "تواصی بالحق" و "تواصی بالصبر" اور کتاب وسنت کی عام اصطلاح امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔ یعنی ہر جانی پہچانی بھلائی کا ایک دوسرے کو حکم وتاکید کرتے رہنا، اور ہر چھوٹی بڑی برائی سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہنا۔ خواہ اس کا برا بھلا ہونا ہم نقل وشرع سے پہچانتے ہوں یا عقل وتجربہ سے۔ مسلمان جس طرح خود اس معروف کو پہچان کر اس پر چلنے اور منکر کو جان کر اس سے بچنے کا مامور ومکلّف ہے۔ اسی طرح دوسروں کو بتلانے چلانے اور بچانے کی امکانی جدوجہد کا فرض بھی اس پر انفرادی واجتماعی دونوں طرح عائد ہے اور جس طرح خود اپنے نیک وبد، معروف ومنکر کے معاملے میں اس سے مواخذہ ہوگا اسی طرح مقدور بھر دوسروں کو معروف پر چلانے اور منکر سے بچانے میں اس سے جو کوتاہیاں ہوتی ہیں ان کا بھی جواب دہ ہوگا اور دنیا وآخرت دونوں ہی میں اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ حضرت امام غزالیؒ کا اسی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے باب میں احیاء العلوم میں ارشاد ہے کہ: ''دین کا یہ مدار اعظم ہے۔ یہی وہ مہم ہے جس کے لیے تمام انبیاء بھیجے گئے۔ اگر اس کی بساط اُلٹ دی جائے اور اس کے علم وعمل کو ترک کردیا جائے تو نبوت ہی معطل وبیکار ہوجائے، دین مضمحل

ہو جائے۔ سستی و گمراہی اور جہالت عام اور عالم گیر ہو جائے۔ ملک برباد اور مخلوق تباہ ہو جائے حتیٰ کہ پھر اس تباہی کا احساس تک (اتنا مر جائے کہ) قیامت تک نہ ہو۔"

اس کے بعد "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" پڑھ کر نہایت حسرت سے فرماتے ہیں کہ جس کا ڈر تھا، آخر وہ ہو کر رہا۔ یعنی دین کے اس مدارِ اعظم کا علم و عمل جاتا رہا۔ حقیقت بھی بالکل مٹ گئی، اور صورت بھی۔ نتیجہ یہ ہے کہ دلوں پر مخلوق کی مداہنت و خوشامد چھا گئی اور خالق کا ڈر نکل گیا۔ لوگ نفس پرستی اور شہوت رانی میں جانوروں کی طرح آزاد ہو گئے۔ روئے زمین پر ایسا سچا مومن ملنا دشوار ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کے معاملے میں بندوں کی ملامت کی پرواہ نہ کرے۔

(نظام صلاح و اصلاح، ص: ۹۳ تا ۹۶)

علماء و مشائخ کی ذمہ داری

غرض اتنا تو ہر معمولی سے معمولی عالمِ دین کا عالمانہ و دینی فرضِ منصبی ہی ہے کہ اس نے دین کے اوامر و نواہی کا جو علم حاصل کیا ہے اس کے امر و نہی کو صرف عملاً ہی لوگوں تک نہ پہنچاتا رہا بلکہ جہاں تک ہاتھ زبان کی یاری یا کم از کم دل کی ناراضی و بیزاری کے اظہار کے ذریعے ان پر عمل کرا سکتا ہے کرائے۔ باقی بہت سے علماء و مشائخ اس گئے گزرے زمانے میں بھی ایسے ہیں جو سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں اچھے خاصے اپنے عقیدت مندوں اور ارادت مندوں کے چھوٹے بڑے حلقے رکھتے ہیں جن پر وہ اسی نوعیت کا اثر رکھتے ہیں جو حضرات انبیاء کا خاص اصحاب یا حواریوں پر ہوتا تھا، لہٰذا ان کی تو خاص طور ہی پر چھوٹے بڑے امر و نہی کے باب میں پوری اور کڑی نگرانی اسی طرح پر واجب ہے جس طرح خود اپنے اہل و عیال کی بلکہ حضرت حکیم الامت مجدد تھانویؒ نے تو مشائخ کی ذمہ داری و مسئولیت کو والدین و اولیاء کی ذمہ داری سے بڑھ کر قرار دیا ہے کیونکہ بچوں پر گو شرعاً ہماری اطاعت واجب ہے مگر انھوں نے صراحتاً اس کا کوئی التزام و معاہدہ نہیں کیا کہ تم ہم کو تعلیم و تبلیغ کرو اور ہم تمھاری تعلیم پر عمل کریں گے۔ بخلاف شیخ و سالک یا پیر و مرید کے تعلق کے کہ وہ نام ہی ہے مرید کی جانب سے معاہدۂ اطاعت کا اور پیر یا شیخ کی جانب سے معاہدۂ تعلیم و اصلاح کا۔ اس لیے مریدوں کو ان کے چھوٹے بڑے تمام منکرات پر روک ٹوک نہ کرنا صریح خیانت و معصیت ہے جس میں ترکِ تبلیغ کے (عام گناہ) کے

ساتھ وعدہ خلافی کا (خاص) گناہ بھی شامل ہے اور اس عام وخاص خیانت و گناہ کے مرض میں صرف عام دوکاندار یا درگاہی پیر ہی گرفتار نہیں بلکہ اچھے خاصے صاحبِ علم وصلاح مشائخ تک کو دیکھا کہ مریدوں کے افعال پر خاموش ہیں۔ کچھ روک ٹوک نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیوخ یا تو پیری و مریدی کی حقیقت ہی کو نہیں سمجھتے یا جان بوجھ کر پہلو تہی کرتے ہیں۔

(نظام صلاح واصلاح، ص:۱۴۳)

اہم کام معروف ومنکر کے امر ونہی کے شعور کی بیداری ہے

غرض دینی ودنیوی، صلاحی واصلاحی، دعوتی وتبلیغی جس پہلو سے بھی دیکھیے اہم واقدم کام معروف ومنکر کے امر ونہی کے انفرادی واجتماعی شعور واحساس کو زندہ وبرپا کرکے مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی کو از سرِ نو اسلامی زندگی اور مسلمان معاشرہ یا خیر اُمت بنانا ہے۔ اس کے بغیر خالی زبان کی درازی یا کاغذ کی ناؤ سے مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کسی کے بھی دین ودنیا کا بیڑا کسی طرح بھی پار نہیں لگ سکتا۔ زیادہ مقدم ومؤثر امر ونہی کا انفرادی شعور واحساس ہے یعنی وہی ﴿اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (سورۂ توبہ، آیت:۷۱) ہر مرد وعورت اپنی نفس ایمانی ولایت وہمدردی یا نگرانی وذمہ داری کا یہ فرض محسوس کرنے لگے کہ راہ چلتے بھی کسی کو دینی واخلاقی خامی وکوتاہی میں مبتلا پائے اس سے روکنے اور بچانے میں ہاتھ، زبان یا دِل سے جو جتنی سعی وتدبیر کرسکتا ہے یا اپنے محل ومقام کے لحاظ سے جس قسم کا کوئی مادّی واخلاقی اثر یا دباؤ ڈال سکتا ہو، اس سے کام لینے میں کوئی کمی نہ کرے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اندھے کی لاٹھی چلانے لگے۔ الحمد للہ کہ علمائے اُمت حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے دین کے دوسرے اوامر ونواہی کی طرح خود امر ونہی کے احکام کلیات وجزئیات، اصول وفروع، کتاب وسنت ہی کی روشنی میں مرتب فرمادیے ہیں۔ ان ہی کو ہر برے بھلے ماحول کے چوکھٹے میں بے تکلف فٹ کیا اور وقت وموقع کے مناسب کام لیا جاسکتا ہے۔ بس کُلّی اُصول اس باب میں وقت کے حکیم ومجدد حکیم الامت تھانویؒ کا سامنے رکھنا چاہیے کہ جسمی بیماروں کے ساتھ تو ہمدردی وشفقت لیکن بیماریوں سے تکلیف ونفرت ہوتی ہے اور حسبِ تعلق وطاقت ہم ان کو دور کرنے کی دوڑ دھوپ میں

کوئی کسر لگی نہیں رکھتے۔ نہ بیمار کو اس کے حال پر چھوڑ دینا گوارہ کرتے ہیں۔ بعینہٖ یہی معاملہ معاصی و منکرات کے بیماروں کے ساتھ نقلاً ہی نہیں عقلاً بھی کرنا چاہیے کہ جیسا اور جتنا ان سے تعلق ہو اور جتنی ان کے فلاح و پرہیز کی ہم فکر و تدبیر کی طاقت رکھتے ہو، اس میں کمی نہ ہو بلکہ جس طرح معمولی انسانیت کا تقاضا ہے کہ راستہ چلتے ہم کسی غیر کو بھی کسی تکلیف و مرض میں پائیں تو جو کچھ برمحل اس کی مدد کر سکتے ہوں کریں، یہی تو مطلب و مطالبہ رحمتِ عالم ﷺ کی طرف سے معروف و منکر کے امر و نہی کو راستہ تک کے حقوق میں داخل فرما دینے کا ہے۔ کتنی بڑی رحمت و شفقت ہے اور اس شفقت و خیر خواہی کے تقاضے ہی سے حسبِ ضرورت بیمار کو کڑوی سے کڑوی دوائیں بھی پلانا پڑتی ہیں۔ بدپرہیزیوں سے زبردستی روکنا پڑتا ہے۔ گھر میں علاج و پرہیز دیکھ بھال کا حق اپنے سے ادا نہ ہوسکتا ہو تو اسپتال بھیجنا پڑتا ہے۔ ڈاکٹروں کا مشورہ ہو تو سخت سے سخت آپریشن کرانا پڑتا ہے۔ اپنی وسعت بھر بلکہ قرض و دام کر کے دوا و علاج کے مصارف پورے کیے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس وقت تک ہوتا رہتا ہے جب تک مریض کے جان بر ہونے کی کچھ بھی آس رہتی ہے بلکہ معالجوں کے جواب دینے کے بعد بھی ہماری محبت و شفقت جواب نہیں دیتی اور جب تک بیمار کی سانس چلتی ہے کچھ نہ کچھ دوا و دعاء برابر چلتی رہتی ہے۔ یہ سب کس زندگی یا اس کی آرام و راحت کو بچانے کے لیے جس کی نسبت یقین کامل ہے کہ سو دو سو برس بھی چلتی رہے تب بھی ایک نہ ایک دن چل ہی بسے گی تو پھر ایمان والوں کو ایمان ہی سے سوچنا اور بتلانا چاہیے کہ کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی کے بناؤ بگاڑ یا سود و زیاں، فلاح و خسران کی خاطر ہم کو خود اپنے اور اپنے اہل و عیال، اعزّہ و احباب کے لیے کیا کچھ نہ کرنا چاہیے اور جان و مال کی کون سی فکر و تدبیر اُٹھا رکھنا چاہیے۔

(نظام صلاح و اصلاح) (اقوالِ سلف، ج:۵، ص: ۲۹۸ تا ۳۰۵)

حضرت مولانا فقیر محمد صاحبؒ خلیفہ حضرت حکیم الامتؒ

(ولادت: ۱۳۳۲ھ م ۱۹۱۳ء۔ وفات: ۲۲/۲۱ ربیع الاوّل ۱۴۱۲ھ ۲/۱ اکتوبر ۱۹۹۱ء بمقام پشاور)

۱۔ امید ورجاء وہی ہے جو عملِ صالح کے ساتھ ہو ورنہ غرور (دھوکہ) ہے۔

۲۔ مسلمان کو گناہ کرتے وقت اللہ کا خوف ضرور ہوتا ہے کہ اس فعل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے اور آخرت میں عذاب ہوگا۔ یہ خیال ساری لذتِ گناہ کو مکدر کر دیتا ہے۔ اس لیے گناہ میں پوری لذت نہیں مل سکتی۔

۳۔ مواقعِ تہمت سے بچنا ضروریات میں سے ہے۔

۴۔ جو شخص فضولیات میں مبتلا ہوگا وہ کبھی ضروریات کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔ یہ تجربہ کی بات ہے۔

۵۔ جو شخص بیمار ہو اور دل کو پریشان پائے تو سمجھ لے کہ اس کے حق میں یہ بیماری مصیبت ہے اور اگر بیماری کی حالت میں دل پریشان نہیں بلکہ صابر، شاکر و مطمئن ہے تو یہ بیماری اس کے لیے ہرگز مصیبت نہیں بلکہ رفعِ درجات کا سبب ہے۔ خوب سمجھ لو۔

۶۔ عورت کے پردے کا منشا حیا ہے اور حیا عورت کے لیے امرِ طبعی ہے اور امرِ طبعی کے خلاف کسی کو مجبور کرنا باعثِ اذیت ہے۔ پس عورتوں کو پردے میں رکھنا ان پر ظلم نہیں بلکہ حقیقت میں انکی فطرت کے مطابق ہے۔ (فیض حسن واشرف، ص: ۸۲)

۷۔ فرمایا کہ اتحاد و اتفاق کی جڑ تواضع ہے اور تواضع کی اصل مجاہدۂ نفس ہے کیونکہ تواضع اس کا نام نہیں کہ زبان سے خاکسار، نیازمند، ذرۂ بے مقدار کہہ دیا بلکہ تواضع یہ ہے کہ اگر تم کو ذرۂ بے مقدار اور خاکسار سمجھ کر کوئی برا بھلا کہے اور حقیر و ذلیل کرے تو تم کو انتقام کا جوش پیدا نہ ہو اور نفس کو یوں سمجھا لو کہ تو واقعی ایسا ہی ہے، پھر کیوں برا مانتا ہے۔ تو یہ تواضع کا اعلیٰ درجہ ہے کہ مدح و ذم برابر ہو جائے۔

۸۔ واللہ اقرارِ خطا سے عزّت اور بڑھ جاتی ہے۔ کچھ نہ تو یہ ضرور ہے کہ اقرارِ خطا میں رضائے الٰہی ضرور ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے "مَنْ تَرَكَ الْجِدَالَ وَ الْمِرَاءَ

بُـنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ" (مشکوٰۃ شریف) یعنی جس نے لڑائی جھگڑا ترک کردیا اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔

۹۔ تواضع کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کی اپنے سے نفی کرے بلکہ معنی یہ ہیں کہ ان کو اپنا کمال نہ سمجھے نہ اپنے کسب کا ثمرہ سمجھے بلکہ محض فضل و رحمتِ حق سمجھے۔

۱۰۔ اے طلبائے مدرسہ! تمھارا فخر یہی ہے کہ جس جماعت میں تمھارا شمار ہے تم اسی کی اصطلاح اور وضع وطرز کو اختیار کرو۔ تمھاری عزّت اسی میں ہے۔ اگر مخلوق میں اس سے عزّت نہ ہوئی تو کیا پرواہ، خالق کے یہاں تو ضرور عزّت ہوگی، تم کو تو ایسی وضع اور پستی اختیار کرنی چاہیے کہ تمام دنیا پستی اور تواضع میں تمھاری شاگرد ہوجائے اور تم اس شعر کے مصداق ہوجاؤ اور بانگ دہل یوں کہو ؎

افروختن و سوختن و جامہ دریدن
پروانہ زمن ، شمع زمن گل زمن آموخت

پروانہ نے جلنا، شمع نے روشن ہونا اور پھول نے گریبان چاک کرنا مجھ سے سیکھا ہے۔
غرض! تم ایسے متواضع ہوجاؤ کہ ہر چیز میں تمھاری تواضع کا اثر ظاہر ہو۔ تم کو ظاہری اسباب عزّت کی ضرورت نہیں۔ انسان تو وہ ہے جو کمالات میں بادشاہ ہو، گو ظاہر میں فقیر ہو۔

۱۱۔ تم کسی کی تحقیر کی پروانہ کرو۔ اگر کوئی لباس پر طعن کرے کرنے دو۔ کوئی تمھارے طرز میں عیب نکالے، نکالنے دو۔ تمھارے لیے اللہ کی رضا کافی ہے۔ تم ان کو راضی کرنے کی فکر کرو اور یاد رکھو کہ عشق کی ملامت سننے کے لیے تیار رہو۔ اپنے لیے کوئی خاص وضع نہ بناؤ۔ جو محبوب دے پہنو۔ شال دے شال اوڑھو، کمبل دے کمبل اوڑھو۔ ہر حال میں خوش رہو مگر حدودِ شرعیہ سے باہر نہ جاؤ۔ آپ پر گریہ و بکاء کا غلبہ تھا۔ حضرت تھانویؒ نے آپ کے گریہ کی کثرت کی وجہ سے ''بکاء'' کا لقب دیا تھا۔

ٹھہرے گا دل ، تھمیں گے اشک آہ مگر ابھی نہیں
غم ہے یہ دل لگی نہیں ، رونا ہے یہ ہنسی نہیں
اس دلِ زار سے مفر ، عشق میں جیتے جی نہیں
رونا ہے مجھ کو عمر بھر ، غم میرا عارضی نہیں

(اقوالِ سلف، ج:۶، ص: ۱۹۵)

۱۲۔ تم اپنے آپ کو مٹا دو، گمنام کر دو، سب سے الگ ہو جاؤ، تو پھر تمھاری محبوبیت کی یہ شان ہوگی کہ تم چپ ہوگے اور تمام مخلوق میں تمھارا آوازہ ہوگا جیسے عنقاء نے اپنے کو مٹایا تو اس کا نام اس قدر مشہور ہوا کہ مخلوق کی زبان زد ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

میں تو نام و نشاں مٹا بیٹھا
میرا شہرہ اُڑا دیا کس نے
(حاجی امداد اللہؒ)

جس نے اپنا مٹایا نام و نشاں
ہفت اقلیم کا بنا سلطاں
(مولانا احمدؒ)

حضرت مولانا سراج احمد امروہیؒ خلیفہ حکیم الامت تھانویؒ

(ولادت: ۱۳۰۱ھ یا ۱۳۰۲ھ۔ وفات: ۲۴ر صفر ۱۳۹۹ھ۔ مدفون امروہہ)

ایک طالب کو آپ نے ہدایت کی: مقصود روحانی جذب و کشش ہے جس کا طریق صرف اتباعِ سنت ہے۔ جو بحمدہ تعالیٰ آپ کو حاصل ہے۔ عمر بھر اگر گریہ اور رِقّت نہ ہو لیکن اتباعِ سنت میسر ہو تو یہ شخص واصل بحق ہے۔ (سراج الامت، ص: ۷۷)

صدق و اخلاص

اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ ”ہر عمل صالح میں نیت حصولِ قرب و رضائے حق تعالیٰ

یا حصولِ ثواب و دخولِ جنت ہو۔ غرضِ دنیا سے بالکل پاک و صاف ہو، بس یہی حقیقت صدق و اخلاص کی ہے اور نیت اختیاری شے ہے، اختیار سے کام لیا جائے۔ (سراج الامت)

جنت کا ذکر گھروں میں بکثرت کیجیے

اپنے اپنے گھروں میں بکثرت جنت اور دوزخ کا ذکر کیجیے۔ اس سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے، دنیا سے دل پھرتا ہے، دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت فنا ہوتے نظر آنے لگتی ہے۔ آدمی آخرت کی تیاری میں لگ پڑتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بکثرت اپنے گھروں میں جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے تھے۔ جنت کے ذکر سے انسان اپنے اندر آخرت کی دائمی راحتوں کا یقین پیدا کرتا ہے، اس سے اس کو نفس کے مارنے میں مدد ملتی ہے اور سہولت ہوتی ہے، چھوٹے چھوٹے بچے سادہ لوح ہوتے ہیں۔ ان کے دل و دماغ بالکل صاف ستھرے اور خالی ہوتے ہیں لہٰذا ابتداء میں اس پر جو کچھ نقش کر دیا جاتا ہے، پختہ اور پائیدار ہوتا ہے۔ جب آپ جنت کا ذکر اپنے گھروں میں کرتے رہیں گے تو آپ کے بچوں کے کانوں میں یہ پڑی ہوئی بات ان کے ایمان اور اسلام کی پختگی کا سبب بنے گی۔ (سراج الامت، ص: ۱۸۸)

فکرِ آخرت

ارشاد فرمایا: بندے کو چاہیے کہ اپنے تمام معاملات میں حق تعالیٰ پر توکل کرے۔ جو کچھ حق تعالیٰ نے دے رکھا ہے اس پر قناعت کرے۔ یہ نہ سمجھے کہ فکرِ دولت سے دولت مند ہو جائیں گے۔ حلال پر قناعت کر کے حرام سے اپنا منہ موڑ لے۔ اپنا جو حال ہو، اپنا جو مال ہو، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے اسی میں مصلحت سمجھے۔ اسی کو اپنے لیے بہتر تصور کرے۔ دین کے معاملے میں قناعت سے ہرگز کام نہ لے بلکہ حرصِ آخرت اپنے دل میں بڑھاتا ہی رہے، فکر آخرت میں لگ جائے۔ دین کی حرص اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے بھی تھے کہ میاں بیوی دونوں کے پاس ایک تہبند تھا اور باری باری سے نماز پڑھا کرتے تھے، مگر اسی حال میں خوش تھے۔ اسی میں مست تھے۔ ان کو تو صرف ایک غم غمِ آخرت اور ایک فکر فکرِ آخرت تھی۔ دولت و غربت ان کی نظر میں برابر تھی۔ (سراج

الامت، ص: ۲۳۵)

(فائدہ: سبحان اللہ! یہ ارشادات کس قدر مفید مضامین پر مشتمل ہیں جو ہم سب کے لیے راہنما ہیں۔ لہٰذا علم و عمل کی نیت سے ان کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے۔ (اقوالِ سلف)

عارف باللہ شیخ کامل حضرت حاجی محمد شریف ہوشیار پوری ملتانیؒ
خلیفہ حضرت تھانویؒ

انہی کا دھن انہی کا دھیان

زندگی گزارنے کا طریقہ کتاب (قرآن) اور سنت (حدیث) کا اتباع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طلب میں بے چین رہنا چاہیے۔ اُن ہی کی دھن اُن ہی کا دھیان، بس یہی دین ہے۔ کسبِ دنیا ناجائز نہیں۔ مگر دل ادھر ہی لگا رہنا چاہیے، ہر سانس ایک بیش قیمت جواہر اور گویا بھر پور خزانہ ہے، جس سے ابدی سعادت حاصل ہوسکتی ہے، اور جب عمر پوری ہوگی تو آخرت کی تجارت ختم ہوگی۔ وقت کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر اس کی قدر کرنا چاہیے، آنکھ بند ہوتے ہی وقت ضائع کرنے کا پتہ چل جائے گا، پھر حسرت ہوگی مگر یہ حسرت کام نہ آئے گی۔ پھر دار الحساب ہوگا، وہاں عمل ہیں۔ اب ہم دار العمل میں ہیں، اس حساب کی تیاری کر لینا چاہیے۔ تمام تحقیقات، تدقیقات دھری رہ جائیں گی، جس نے سب غموں کو ایک غم بنالیا اور وہ ہے غمِ آخرت تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیاوی غموں کے لیے بھی کافی ہو جاتے ہیں اور جس نے سب غموں کو اپنے اوپر سوار کرلیا حق تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔

(تذکرۂ اولیاءِ دیوبند، ص: ۵٦٦)

مولائے کریم تو بہت رحیم و کریم ہیں ان سے رحمت کی بہت امیدیں ہیں۔ بحوالہ سابق

حضرت حاجی محمد شریف صاحب کی وصایا

۱- میں اپنے احباب سے استدعاء کرتا ہوں کہ میرے سب معاصی صغیرہ و کبیرہ عمداً و خطاً کے لیے مجموعی طور پر استغفار فرمادیں اور جو میرے اندر عاداتِ بد اور اخلاقِ ذمیمہ و رذیلہ ہیں، ان کے اِزالہ کی دعا فرمادیں۔

۲- میرے اخلاقِ سیئہ کے باعث بہت سے بندگانِ الٰہی کو حاضرانہ و غائبانہ میری زبان اور ہاتھ سے تکالیف و ایذائیں پہنچی ہیں، خصوصاً اسکول کے زمانۂ تعلیم میں سینکڑوں طلبہ کو میں نے جسمانی سزائیں دیں جو حضرات مجھ سے دینی تعلق رکھتے ہیں ان کو بھی زبانی طور پر سختی سے متنبہ کرنے کی نوبت آئی، سخت گیری اور مواخذے بھی کرتا رہا، علاوہ ازیں بعضوں کی غیبتیں بھی ہوئیں، ایسے مواقع پر ضرورت سے زیادہ شدت یا نفس کی آمیزش کا احتمال ہے، میں نہایت عاجزی سے چھوٹے بڑوں سے باادب استدعا کرتا ہوں کہ للہ دل سے معاف فرمادیں، اللہ تعالیٰ ان کی بھی تقصیرات سے درگذر فرمادیں گے۔ اور ان کے درجات بھی بلند ہوں گے۔ میں بھی ان کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں عفو و عافیت عطا فرمادیں، معذرت کرنے والے کی تقصیر سے درگذر کرنے والے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

۳- میرے حق میں جو دوسروں سے کوتاہیاں ہوگئی ہیں، میں بطیبِ خاطر گذشتہ اور آئندہ کیلئے محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور اپنی معافی کی توقع پر سب معاف کرتا ہوں۔

۴- اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وقت میرے ذمہ کسی کا قرض نہیں اور حق تعالیٰ کا جو معاملۂ فضل اس نا کارۂ خلائق کے ساتھ ہے، اس سے اُمید ہے کہ انشاء اللہ آئندہ بھی اس سے محفوظ رہوں گا۔ اگر ایسا اتفاق ہو یا کسی کی امانت میرے پاس ہوئی تو اس کی یادداشت زبانی یا تحریری کردی جائے گی۔

۵- اہلیہ کا مہر میں ادا کر چکا ہوں، مکان مسکونہ ، ۷۰۹، نواں شہر ملتان، میں اہلیہ کو ہبہ کر چکا ہوں۔ اس میں جتنی چیزیں پیوست (گڑی ہوئی) ہیں مثلاً برقی پنکھے، نلکا وغیرہ دیگر اشیاء یہ سب مکان ہی کا حصہ ہیں۔ دوسری چیزیں اکثر میری ملک ہیں۔ ان میں جو چیز اہلیہ اپنی مِلک بتائے اس کا قول قابلِ قبول و تصدیق ہے۔ (مذکورہ مکان اہلیہ نے مجھے دوبارہ ہبہ کردیا ہے لہٰذا اب یہ مکان میری موت پر ورثاء میں تقسیم ہوگا۔ ۱۵رمئی ۱۹۸۲ء محمد شریف عفی عنہ)

۶- میں اپنے احباب کو وصیت کرتا ہوں کہ حتی الامکان دنیا و ما فیہا سے دل نہ لگائیں اور کسی وقت فکرِ آخرت سے غافل نہ ہوں، ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیغامِ اجل آجائے تو جانا ناگوار نہ ہو۔ ہر وقت یہ سمجھیں ع شاید ہمیں نفس نفسِ واپسیں بود!

اصلاحِ نفس کی فکر رکھیں۔ نفس کو کبھی ڈھیل نہ دیں۔ صحبت اہل اللہ کا التزام رکھیں۔ مسائل کے لیے ہمیشہ بہشتی زیور مطالعہ میں رکھیں۔ مرشد تھانوی علیہ الرحمۃ کے مواعظ کے مطالعہ کی پابندی رکھیں۔ حسنِ خاتمہ کو تمام نعمتوں سے افضل و اکمل اعتقاد رکھیں، اور الحاح وتضرع سے اس کی دعائیں کرتے رہیں، ایمانِ حاصل پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے رہیں۔ خود اپنے لیے بھی دعا کی درخواست والتجاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا بھی خاتمہ ایمان پر فرمادیں۔

۷- میری رقم کا چوتھائی حصہ بہ نیت حقوق العباد وفدیہ وزکوٰۃ فقراء ومساکین کو دیدیئے جائیں کہ شاید کچھ ذمے باقی ہوں۔

۸- میرے ایصالِ ثواب کے لیے کبھی جمع نہ ہوں، نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام۔ ہر شخص منفرداً خود جس کا دل چاہے، دعاء وصدقہ اور عباداتِ نافلہ سے نفع پہنچائے۔ کم از کم تین بار سورۂ اخلاص ہی بخش دیا کریں۔ انشاء اللہ یہ عمل خود ان کے حق میں بھی نافع ہوگا۔

۹- جس شہر یا گاؤں میں میرا انتقال ہو مجھے وہیں کے عام قبرستان میں دفن کیا جائے، کسی دوسری جگہ منتقل نہ کیا جائے، اور نہ ہی میرے لیے عام قبرستان سے الگ کوئی جگہ منتخب کی جائے۔ اگر ملتان میں انتقال ہوتو ہماری مسجد کے ساتھ جو قبور کے لیے جگہ ہے وہاں دفن نہ کیا جائے۔

۱۰- میرے جنازہ میں شرکت کے لیے کسی رشتہ دار یا کسی بزرگ کا انتظار نہ کیا جائے۔ وقت پر جتنے افراد موجود ہوں، نمازِ جنازہ پڑھ کر جلد از جلد قبرستان پہنچانے کی کوشش کریں۔ بے تکلّف مخلص احباب جو فوراً پہنچ سکیں ان کو اطلاع کا مضائقہ نہیں۔

۱۱- مجھے قبر میں سنت کے مطابق ٹھیک داہنی کروٹ پر قبلہ رُخ لٹایا جائے۔ میت کو سیدھا لٹا کر صرف چہرہ کا رُخ قبلہ کی طرف کردینے کا دستور غلط اور خلافِ سنت ہے۔

۱۲- میت کو غسل دیتے وقت جو کپڑا ناف سے زانو تک ڈالا جاتا ہے وہ تر ہونے کے بعد جسم کے ساتھ چپک جاتا ہے جس سے جسم کی رنگت اور حجم نظر آنے لگتا ہے، از راہِ کرم مجھے غسل دیتے وقت ناف سے زانو تک کے حصے پر کسی چادر کو دونوں طرف سے دو آدمی پکڑ کر جسم سے ذرا اونچا کھینچ کر رکھیں، اس بات کا خاص اہتمام کیا جائے، عنایت ہوگی۔

۱۳- آخر میں ناظرینِ کرام سے اس دعاء کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سفرِ آخرت سے قبل تمام حقوق اور میرے مظالم سے سبکدوش فرمادے۔ اور آخرت میں ہر طرح کے مواخذہ سے محفوظ رکھے۔

۱۴- گھر میں حضرتِ والا نور اللہ مرقدہ کا عطا فرمودہ ایک رومال ہے، اس کا نصف میرے کفن میں رکھ دیا جائے باقی نصف اہلیہ کے کفن میں رکھنے کے لیے محفوظ رکھ لیا جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خط جو علیحدہ کرکے رکھ لیا گیا ہے اس کو جلا کر اس کی راکھ حضرت والا رحمہ اللہ کے رومال میں باندھ کر میرے کفن میں رکھ دی جائے۔

۱۵- مرض الوفات میں اگر کوئی نماز رہ جائے اس کا فدیہ بھی اہتمام سے ادا کردیا جائے، ویسے اللہ کی ذات عالی سے اُمید ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے تادم آخر نمازیں ادا کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمادیں گے۔

۱۶- میرے داماد ڈاکٹر احسان الحق مرحوم کی معرفت میری اور میری اہلیہ کی کچھ رقم لاہور میں سیّد نذیر احمد صاحب کے پاس تجارت میں لگی ہوئی ہے، جس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، اس کمی بیشی کا حساب میں اپنی لاہور والی بیٹی کو بتلاتا رہتا ہوں، جو حساب میری بیٹی بتلائے اسے ٹھیک سمجھا جائے۔ سیّد نذیر احمد صاحب بھی معتمد انسان ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی ایک تحریر بھی میرے پاس موجود ہے۔ یہ تحریر بھی میری بیٹی کے پاس رہے گی۔

آخر میں اپنے تمام اعزہ، احباب اور متعلقین سے درخواست ہے کہ وہ احقر کو حتی الامکان دعاؤں میں یاد رکھیں۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ ۲۱ر جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ

(مکتوبات، باب ہفتم، ص:۳۶۹) (اکابر کی عبرت انگیز وصایا، ص:۲۴۹)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ صاحب سیرتِ مصطفیٰؐ

خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ

(ولادت: ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ۔ وفات: ۸ رجب ۱۳۹۴ھ/ ۲۸ جولائی ۱۹۷۴ء مدفون لاہور)

کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی مختصر تشریح: اسلام کے معنی عربی زبان میں کسی کے

سامنے گردن جھکا دینے کے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں اسلام کے معنی یہ ہیں کہ نبی آخرالزماں کی ہدایت کے مطابق اپنے ربّ کریم کے سامنے گردن جھکا دے اور اس کے احکام کے سامنے سرِ تسلیم خم کردے۔

اسلام کا کلمہ 'لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ' ہے جس کے دو رکن ہیں۔ پہلا رکن توحید ہے۔ اور دوسرا رکن رسالت ہے۔ لا الٰہ الا اللہ میں توحید کا بیان ہے اور محمد رسول اللہ میں رسالت کا بیان ہے۔ بغیر توحید و رسالت کے اقرار کے آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ لا الٰہ الا اللہ: لفظ الٰہ باعتبار اپنے ماخذ اور مصدر کے دو معنی کا احتمال رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ ذات جو اپنے جلالی و جمالی کمالات کے باعث قابلِ عبادت اور لائق پرستش ہو اور دوم یہ کہ وہ ذات جو اپنی بے انتہا خوبیوں کے سبب سے اس کی طرف متوجہ ہونے والوں کو حیرت میں ڈال دے۔ پس اگر کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں معنی اوّل کے اعتبار سے الٰہ کی نفی مراد ہو تو اس تقدیر پر کلمہ شریف کا مطلب اس طرح بیان کیا جائے گا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی ذات ایسی نہیں کہ جو اس قدر جلال و جمال اور کمال بے مثال کے ساتھ موصوف ہو جس کی بنا پر وہ معبود ہونے کے لائق ہو سکے۔ اس کے جلال و جمال کی کوئی حد اور نہایت نہیں اور اس کے جود و نوال (بخشش) کی کوئی غایت نہیں۔ لہٰذا اس کے سوائے کوئی قابلِ عبادت اور لائقِ پرستش نہیں۔ اور اگر لفظ 'اِلٰہ' سے معنیٔ ثانی مراد لیے جائیں تو اس لحاظ سے کلمۂ توحید کا مطلب یہ ہوگا کہ تمام دائرۂ وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی موجود ایسا نہیں کہ جو اپنے بے شمار محامد و محاسن کی وجہ سے نظارہ کرنے والوں کو ایسی حیرت میں ڈال دے کہ وہ اس حیرت میں پڑ کر از خود رفتہ ہو جائیں۔ اور اس بے خودی کے عالم میں اپنی ہستی کو بھول جائیں اور وہ اس حسن و جمال اور کمالِ بے مثال کے سامنے سربسجود ہو جائیں اور تہہ دل سے پروانہ کی طرح نور الانوار پر قربان ہونے کے لیے تیار ہو جائیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ الٰہ سے خواہ قابلِ عبادت اور لائقِ پرستش کے معنی مراد ہوں اور خواہ متحیر اور بے خود کرنے والے کے معنی مراد ہوں بہر صورت اس معنی کے مصداقِ حقیقی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ پس نہ مادّہ اور طبیعت میں یہ صلاحیت ہے اور نہ نیچر اور ایتھر میں یہ لیاقت ہے کہ وہ ذاتِ حق بن سکے۔ سب کا خالق اور مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور نیچر سب اس کے مخلوق اور

مملوک ہیں اور وہی ذاتِ حق ان دونوں کا خالق اور مالک ہے۔ سیبویہ جو صرف ونحو کا امامِ عالی مقام ہے، اس نے کہا کہ لفظ اللہ 'وَلِہَ' سے مشتق ہے جس کے معنی حیرانی وسرگردانی کے ہیں اور لفظ اللہ کے یہ معنی بتائے ہیں کہ لوگ سرگردان اور حیران ہوکر اپنی حاجتوں میں بصد عجز وزاری اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اس سے التجا کرتے ہیں اور کلمۂ شہادت کو کلمہ توحید اور کلمۂ اخلاص بھی کہتے ہیں اور 'لا الٰہ الا اللہ' کو کلمۂ نفی واثبات بھی کہتے ہیں۔ 'لا الٰہ' میں ان تمام معبودوں کی نفی ہے جو حق تعالیٰ کے سوا ہیں یعنی کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں، اور کوئی اس کے مثل اور مانند نہیں اور کوئی اس کے سوا صانع اور مدبر نہیں اور کوئی اس کا شبیہہ اور نظیر نہیں۔ اور الا اللہ اثبات ہے یعنی وہ موجود برحق ہے اور معبودِ برحق اللہ ہے۔ اور عام صفات کمال میں یکتا اور یگانہ ہے۔ اور تمام چیزوں کا مدبر اور ان میں متصرف ہے۔ لفظ اللہ ان تمام معنی کا جامع ہے۔ جو شخص کلمہ لا الٰہ الا اللہ ان معانی کے لحاظ سے پڑھے وہ تمام انواعِ کفر وشرک سے پاک ہوجائے اور اہلِ توحید میں داخل اور شامل ہوجائے اور توحید کا دارومدار پانچ چیزوں پر ہے۔

(۱) اوّل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام اسمائے حسنٰی وصفاتِ اعلیٰ کے ساتھ حقیقتاً موصوف جانے اور ان میں ایسی تاویل نہ کرے جو حقیقت سے نکل کر مجاز کی حد میں داخل ہوجائے کیونکہ یہ ایک قسم کی تعطیل ہے۔

(۲) دوم یہ کہ بندہ کو اپنے افعال کا خالق نہ کہے۔ کفر اور معصیت سے اللہ کے ارادہ اور مشیت کی نفی نہ کرے اس لیے کہ یہ ایک طرح کی تشریک ہے۔

(۳) سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوقات کی صفات پر قیاس نہ کرے جس سے اللہ اور مخلوق میں مماثلت اور مشابہت شامل ہوجائے اس لیے کہ یہ ایک قسم کی تشبیہ اور تمثیل ہے۔

(۴) چہارم یہ کہ مادّہ اور روح کو قدیم نہ کہے اور یقین رکھے کہ اللہ کے سوا سب چیزیں اللہ کی مخلوق اور حادث ہیں۔ مادّہ اور روح کو قدیم ماننے میں تعلیل کا شائبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عالم کا خالق نہیں بلکہ علتِ موجبہ ہے جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں۔

(۵) پنجم یہ کہ نظامِ کائنات اور تنوعاتِ عالم کو طبائع اور کواکب ونجوم کے تاثر کا نتیجہ نہ سمجھے۔ اس سے تدبیرِ الٰہی میں تشریک مفہوم ہوتی ہے۔

اُمید ہے کہ جو شخص ان معانی کا لحاظ کر کے کلمۂ توحید پڑھے گا وہی توحید کا حق ادا کرے گا۔

'محمد رسول اللہ' یہ کلمہ اسلام کا دوسرا رکن ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام عالم کے باشندوں کو یہ حکم ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے خالق و مالک کا رسول یعنی فرستادہ اور پیغامبر مانیں اور جو اس نے پیغامات سنائے اور جو احکام پہنچائے ان کو حق اور صدق جان کر بے چون و چرا دل و جان سے تسلیم کریں اور سرِ مو ان میں شک نہ کریں اور تمام احکام کو واجب التعمیل جانیں۔ اور اخلاص و نیازمندی کے ساتھ نبی ﷺ کے احکام پر سرِ تسلیم جھکا دیں اور اس کی طاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت جانیں۔ (صفحہ ۷۳ تا ۷۶)

فائدہ: سبحان اللہ! کلمۂ توحید کی کیسی عمدہ تشریح فرمائی جو ہر مسلمان کو پیشِ نظر رکھنے کے لائق ہے۔

ایک مرتبہ نماز کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: قرآن حکیم میں ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۴۱) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف انسان ہی نہیں، کائنات کی ہر چیز اللہ کی عبادت میں مصروف ہے۔ کس کی عبادت کس نوعیت کی ہے، یہ خود اسی کو معلوم ہے۔ چنانچہ اس سے آگے ہے ﴿کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَ تَسْبِیْحَہٗ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۴۱) یعنی ہر ایک اپنی صلوٰۃ و تسبیح کو جانتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ خود تمام مخلوق کی عبادت کی خبر دے رہا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کون سی مخلوق کیسی عبادت میں مشغول ہے تو غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اشجار کی عبادت بحالت قیام ہے، بہائم و چوپائے رکوع کی حالت میں ہیں، تمام حشرات الارض سر بسجود ہیں۔ پہاڑوں کی عبادت قعود کے ذریعے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ساری مخلوق کی عبادت ان چار طریقوں میں منحصر ہے۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس لیے اس کے لیے جو عبادت یعنی نماز مقرر کی وہ بھی تمام عبادتوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

یہ بھی فرمایا کہ: آنحضرت ﷺ جب معراج کے لیے تشریف لے گئے تو ملکوتِ سماوات میں آپ نے ملائکہ کو دیکھا کہ بعضے صرف حالتِ قیام میں اللہ تعالیٰ کا حقِ عبودیت ادا کر رہے ہیں

اور بعضے رکوع میں ہیں اور بعض سر بسجود ہیں۔ اور کچھ حالتِ التحیات میں بیٹھے اللہ کی حمد و تسبیح کرر ہے ہیں تو حق تعالیٰ نے آپ کے لیے نماز جیسی عبادت میں ملائکہ کی تمام انواع و اقسام کی عبادات جمع فرمادیں۔ گویا بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو وہ فرشتوں کا قیام وقعود اور رکوع وسجود، تسبیح و تحمید اور تحیہ سب کچھ بجالاتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور حکمت یہ بیان فرمائی: جب آدمی کسی کی تعظیم کرتا ہے تو اس کے تین رُتبے ہوتے ہیں: سب سے ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ آدمی کھڑا ہوجائے۔ اوسط رُتبہ یہ ہے کہ جھک جائے اور سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ سر بسجود ہوجائے۔ نماز میں اللہ تعالیٰ نے یہ تینوں طریقے جمع کردیے ہیں۔ آخر میں قعدہ ہے۔ التحیات کے لیے بیٹھتے ہیں تو یہ تعظیم کی تینوں حالتوں کا تتمہ ہے اور تکملہ ہے۔ اور التحیات میں تین حقوق جمع ہیں، اللہ کا، اللہ کے رسول کا اور عام مسلمانوں کا اور آخر میں دعاء ہے۔

ایک مجلس میں قرآنی ارشاد ﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ (سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۰۳) کے بارے میں وضاحت کررہے تھے کہ اتفاق سے کیا مراد ہے اور تفرقہ کا کیا مفہوم ہے؟ اور قرآن کس اتحاد کا طلبگار ہے؟

فرمایا: نہ ہر اتفاق محبوب ہے اور نہ ہر اختلاف مذموم۔ چوروں، اُچکوں اور غلط جماعتوں کا اتفاق ہرگز محبوب اور پسندیدہ نہیں۔ قرآن کا منشا یہ ہے کہ حق پر متفق ہوکر رہے۔ اور ''و لا تفرقوا'' کا مطلب یہ ہے کہ حق سے جدائی اختیار مت کرو۔ حق سے جدا ہونا ناپسندیدہ بھی ہے اور تباہی کا باعث بھی لیکن باطل سے جدا ہونا ہی بہتر (بلکہ ضروری) ہے۔

اربابِ حکومت اعلان کرتے ہیں کہ اتفاق سے رہو۔ فرقہ واریت مت پھیلاؤ۔ اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ قانونِ حکومت کی پیروی کرو اور اس پر اتحاد رکھو۔ جو قانون حکومت کے خلاف چلے گا وہ تفرقہ انداز کہلائے گا۔ اسی طرح قانونِ خالقِ کائنات کو سمجھو جو اس کے مطابق چلے گا وہ اتفاق کرنے والا اور متحدہ ہونے والا کہلائے گا اور جو اس کے خلاف چلے گا وہ تفرقہ انداز اور اخلاف پیدا کرنے والا کہا جائے گا۔ (ص:۱۵۸)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ روحانی ترقی کے لیے (۱) اکلِ حلال یعنی حلال روزی۔

(۲) صدقِ مقال یعنی بات اور وعدہ کا سچّا ہونا۔ (۳) فرائض کا بروقت ادا کرنا۔ (۴) بندوں کے حقوق ادا کرنا۔ (۵) ضرورت کے مطابق علمِ دین حاصل کرنا ضروری ہے۔

جو شخص ان امور کا پابند ہے وہ صحیح معنوں میں مسلمان اور مومن ہے۔ ہر مومن بنصِ قرآنی ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۲۵۷) ولی اللہ ہے۔ اگرچہ ولایت کے درجے متفاوت ہیں۔ احکامِ شریعت کے خلاف عمل یا اعتقاد رکھنے والا متقی اور اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسے شخص سے کوئی خرقِ عادت بات ظاہر ہو تو وہ کرامت نہیں استدراج (اللہ کی طرف سے ڈھیل) ہے۔

فرمایا: تم چاہتے ہو کہ نمازیں پڑھنے، روزے اور عبادت کرنے سے باطنی اسرار اور کشف وکرامات کا اظہار ہو اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَ اسْتَقِمْ عَلَيْهَا﴾ دین پر استقامت حاصل کرو۔ اگر تم کو دین پر استقامت حاصل ہوجائے تو یہ مطلوبِ حق تعالیٰ ہے۔ اور کشف و کرامت تیرا مطلوب ہے اور تیرے مقصود سے حق تعالیٰ کا مطلوب افضل ہے، پس یہی مقصودِ اصلی بنانے کے لائق ہے۔

ما برائے استقامت آمدیم
نے پئے کشف و کرامت آمدیم

یعنی ہم دین پر استقامت کے لیے آئے ہیں، نہ کہ کشف وکرامت کے لیے۔

فرمایا: اتباعِ سنت کا راستہ تمام راستوں سے قریب اور آسان ہے۔ صبح کی نماز باجماعت ادا کرنے سے پوری رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور عشاء کی نماز باجماعت ادا کرنے سے نصف شب کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اور جو تہجد کی نماز ادا کرے تو وہ نہایت خوش قسمت ہے کہ اللہ نے اس کو خاص مناجات کا موقع عطا فرمایا۔ اس طرح ایک رات گزرنے پر ڈیڑھ رات سے زیادہ عبادت کا ثواب اور اس پر مزید انعام و اکرام یہ سب اتباعِ سنت کی بدولت ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ کتاب وسنت میں احسان کا ذکر موجود ہے۔ پس یہی تصوف اور طریقت ہے۔

نیز فرماتے تھے کہ دل آئینہ کی طرح ہے۔ اس کو پانی سے صاف کرلو یا پیشاب سے صاف کرو۔ روحانی (شرعی) اعمال کے علاوہ سفلی یعنی ناپاک اور گندے اعمال سے انسان قوتِ استدراج یا خرقِ عادت حاصل کرلیتا ہے لیکن مردود ہے۔

(فائدہ: ظاہر ہے کہ جب قلب کو پیشاب یعنی غیر شرعی اعمال سے صاف کرے گا تو صاف تو ہوجائے گا مگر پاک نہ ہوگا۔ اور ضرورت صفائی کے ساتھ پاکی کی بھی ہے۔ بخلاف شرعی اعمال کے کہ اس کی بجا آوری سے قلب کی صفائی اور پاکی دونوں حاصل ہوتی ہے۔)

نیز فرمایا کہ بیعت مسنون اور مندوب ہے، واجب نہیں ہے۔ البتہ بیعت کا مقصود اصلاح وتزکیۂ نفس واجب اور فرض ہے۔ اور نفس کا تزکیہ اور اصلاح بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ سلف صالحین، انصار و مہاجرین اور تابعین میں اصل چیز صحبت تھی۔ صحابی کی فضیلت آنحضرت ﷺ کی صحبت کی بناء پر ہے۔ خیر القرون اور اس کے بعد، بیعت وخرقہ کا اہتمام نہ تھا بلکہ صحبت کا التزام اور اہتمام تھا۔

فائدہ: مگر افسوس کہ اب بیعت کا اہتمام تو کسی قدر ہے مگر صالحین کی صحبت کا اہتمام نہیں بلکہ اس کی ضرورت تک تسلیم نہیں کرتے۔ اس لیے باوجود بیعت کے صلاح وتقویٰ سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ اس لیے یہ سلسلہ بھی بدنامی کا شکار ہورہا ہے۔ (اقوالِ سلف، ۵-۱۷۲)

۱۔ آدمی تب کامل ہوتا ہے جب اس میں تین صفتیں موجود ہوں۔ اس کا علم فقہاء جیسا ہو، عبادت اولیاء جیسی ہو اور اس کے اعتقادات متکلمین جیسے ہوں۔

۲۔ زہد کا آخری درجہ یہ ہے کہ مال آنے پر آدمی اتنا خوش نہ ہو کہ غرور اور تکبر میں مبتلا ہوجائے اور مال کے چلے جانے پر اتنا غم نہ ہو کہ یاس اور ناامیدی لازم آئے۔ (اکابر علماء دیوبند، ص:۲۸۶)

۳۔ اپنی نشست و برخاست ہمیشہ ان لوگوں کے ساتھ رکھیے جنھیں دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔ (اکابر علماء دیوبند، ص:۴۰۹)

۴۔ اب میں اوّل اپنے نفس کو اور داعیانِ جلسہ اور حاضرینِ مجلس کو نصیحت کرتا ہوں کہ فقط اس پر اکتفا نہ کریں کہ سال بھر میں ایک مرتبہ سیرتِ مبارکہ کے نام سے جلسہ کرلیا کریں

بلکہ دل و جان سے اس نبی اُمی فداہ نفسی و ابی و اُمّی ﷺ کا یہ سمجھ کر اتباع کریں کہ آپ ﷺ کا اتباع ربّ ذوالجلال کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ (خطباتِ اکابر ۲/۲۲)

۵۔ نصیحت تو یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے فضائل و کمالات کا ذکر کریں تو اصالۃً نبی اور رسول برحق ﷺ ہونے کی حیثیت کو ملحوظ رکھیں۔ محض بادشاہ یا عاقل یا مقنّین ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ کے کمالات کو بیان کرنا زیادہ موجبِ عظمت نہیں۔ اصل عظمتِ نبوت کی حیثیت سے ہے جس پر ایمان اور نجاتِ اُخروی کا مدار ہے بادشاہت اور عقل مدار ایمان نہیں۔ اور محض شوہر ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ کے کمالات کو بیان کرنا یہ ایک زنانہ تخیل ہے۔

نیز فضائل و کمالات کے بیان سے اطاعتِ رسول ﷺ مقصود ہونی چاہیے۔ کسی بادشاہ کی مدح میں جلسہ منعقد کر لینا اور اطاعت نہ کرنا یہ بادشاہ کی خوشنودی کا ذریعہ نہیں ہوسکتا۔

(خطباتِ اکابر، ج:۱، ص:۹۷)

بابا وکیل نجم احسن نگرامیؒ مجاز صحبت حضرت تھانویؒ

(ولادت: ۱۳۱۰ھ لکھنؤ۔ وفات: ۱۳۹۶ھ بمقام کراچی۔)

۱۔ اہتمامِ تقویٰ مطلوب ہے لیکن اگر اس پر نظر ہے تو عجب ہے، انا ہے۔ اہتمامِ تقویٰ ہمارا مزاج ہو جانا چاہیے۔ ہماری عادتِ ثانیہ بن جانی چاہیے کہ احساس ہی نہ رہے کہ ہم اہتمامِ تقویٰ کرتے ہیں۔ (اقوالِ سلف، ج:۵، ص:۴۰۹)

۲۔ منتہی کی یہی شان ہوتی ہے کہ ہر آن یہی سمجھتا ہے کہ ابتداء ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تعلق غیر منتہی سے ہے لہٰذا ہر قدم ابتداء ہے۔

ہو جائے سہل عشق کا وہ ماجرا نہیں
ہر آن ابتداء ہے کبھی انتہاء نہیں

۳۔ بات یہ ہے کہ اس دنیا میں مشاہدہ ممکن نہیں۔

آنکھوں سے دیکھنے کا جو امکان ہی نہیں
کیوں یاد ہی کو دید نہ سمجھا کرے کوئی

۴۔ لوگ کہتے ہیں کہ نماز میں جی نہیں لگتا۔ ارے بھائی! لگے کیسے؟ ظاہر بالکل شریعت کے خلاف، باطن شریعت کے خلاف۔ جی کہاں سے لگے۔ میں کہتا ہوں کم سے کم حیات المسلمین پڑھیں۔ نہ سمجھ میں آئے پوچھ لیں اور اپنی اصلاح کریں۔ کچھ تو نفع ہو۔ ۲ بٹے ۱۰۰ ہی سہی، ا بٹے ۱۰۰ ہی سہی۔

مقصودِ حیات

ہستیٔ فانی کو ملتی ہے حیاتِ سرمدی
اللہ اللہ عشق محبوبِ خدا تری بہار

عشق والوں کیلئے جائز بھی ہوجائے حرام
گر نہ ہو معلوم آقا کا تھا کیا اس میں شعار

اتباعِ سیّدِ کونینؐ ہر ہر بات میں
ہے اسی پر زندگی والوں کے جینے کا مدار

دل نہیں حبِ محمدؐ سے تجلی پاش اگر
گر نثار اس نام پر ہوتے نہیں پروانہ وار

زندگی کو زندگی کہنا بھی پھر بیکار ہے
ایسے جینے پر تو بیٹھی ہے اجل بھی سوگوار

زندگی بے بندگی شد آہ از طغیانِ ما
رحم فرما اے خدایت جسم ما و جانِ ما

دل میں دردِ عشق ہو، یا خدا ہنگامہ ساز
تشنہ کاموں کو بقدر ظرف دے صہبائے راز

پاس اپنے کوئی سرمایہ، کوئی پونجی نہیں
ہاں مگر تیرے محمدؐ کی غلامی پر ہے ناز

پھر عطا ہو صدقۂ محبوبِؐ شاہِ رسل
درجۂ معراج پر فائز ہو مومن کی نماز

اتباعِ سیّدِ کونینؐ کی توفیق دے
دل میں ہو حبِ محمدؐ ہر نفس ایماں نواز

احسن عاصی کو دے ایک جام صہبائے حیات
اے کہ تیری ذات ہے ہر بندگی سے بے نیاز

زندگی معمورِ عشق سیّد ابرارؐ باد
ز اتباعش گلشن حسنِ عمل گزار باد

(ذکر احسن، ص:۱۴۳۔ اقوالِ سلف، ج:۵، ص:۴۱۲)

حضرت میاں شیر محمد شرق پوری قصوری رحمۃ اللہ علیہ

جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: جب پہلی نظر نامحرم پر پڑے تو معاف ہے، پھر نظرِ ثانی کرنا حرام ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تاکنے سے بچتے رہو، اس تاکنے سے دل میں شہوت کا بیج پڑتا ہے، جو کہ فتنے میں گرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہوتا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ زنا کی ابتدا کس طرح ہوتی ہے؟ فرمایا: دیکھنا اور للچانا۔

حضرت فضیل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ابلیس کہتا ہے کہ نظر کرنا اور تاکنا میرا پرانا تیر اور کمان ہے کہ نشانہ پر لگے بغیر نہیں رہتا۔ اب جس طرح عورتوں سے نظر بچانا ضروری ہے اسی طرح خوبصورت لڑکوں سے بھی نظر کا بچانا عورتوں سے زیادہ ضروری ہے، عورتوں کی طرف دل راغب ہوگا تو اس سے نکاح کر کے تمنا کو پہنچ سکتا ہے اور لڑکوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ پناہ بخدا! لواطت کا کام ایک برا فعل ہے، جس سے حیوانات بھی نفرت کرتے ہیں، ایسا برا کام صرف خنزیروں میں ہوتا ہے۔ اب جو انسان خنزیر صفت ہوگا وہی اس برے فعل کی طرف راغب ہوگا۔ بر رسولاں بلاغ باشد وبس۔ (خزینۂ معرفت، ص: ۱۴۵)

میرے بھائیو! اگر آدمی کان کو بند کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، آنکھ کو بند کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، زبان کو بند کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، مگر دل کو جس پر کچھ نہیں پہنچ سکتا اسے کس طرح تخیلات سے بند کر سکتا ہے۔ دل کو خیالات سے بند کرنے کے لیے دل ہی چاہیے، وہ دل جو ماسوا سے فارغ ہو چکا ہو، اس میں نور رہتا ہے۔ وہ اپنے تصرف سے دل کو قابو میں لاتا ہے اور اپنی توجہ سے اس کے فاسد اور ردّی خیالات نکالتا ہے، بارہا دیکھنے میں آیا ہے کہ شیخ کامل کی صحبت میں حاضر ہوتے ہی کایا پلٹ جاتی ہے۔ (خزینہ معرفت، ص: ۲۱۹)

یقین دانم دریں عالم کہ لا معبود الا ھو
و لا موجود فی الکونین لا مقصود الا ھو

خاموشی عجیب چیز ہے اور یہ بغیر گوشہ نشینی کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اَلسُّکُوْتُ مِفْتَاحُ الْعِبَادَۃِ۔ سکوت عبادت کی چابی ہے۔

اَلسُّکُوْتُ مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی ۔ خاموشی رحمت الٰہی سے ہے۔ (ص: ۳۱۷)

نبی کریم ﷺ کی تعریف نظموں اور لفظوں میں نہیں ہے، بلکہ حال میں ہے، تم ایسے بن جاؤ کہ تمھارا ہر فعل، ہر قول، ہر حرکت، ہر عمل، سنت رسول ﷺ کے مطابق ہو۔

(تذکرۂ اولیاء دیوبند، ص: ۲۷۰۔ خزینہ معرفت، ص: ۳۱۷)

مومن کی زبان دل کے پیچھے رہتی ہے، مومن پہلے دل میں سوچ لیتا ہے پھر زبان سے باہر نکالتا ہے اور منافق کی زبان دل کے آگے رہتی ہے، وہ بے سوچے سمجھے جو چاہتا ہے بک دیتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ عبادت کے دس حصے ہیں، نو حصے عبادت تو خاموشی اور چپ رہنے میں ہے اور ایک حصہ عبادت لوگوں سے الگ رہنے میں۔ (ص: ۱۴۵)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منہ میں کنکر رکھ لیتے تاکہ بولنے سے رکے رہے۔ (۱۴۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی اللہ پاک اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا چپ رہے۔ (خزینہ معرفت، ص: ۱۴۴)

حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فاضل دیوبند

(ولادت ۱۸۶۸ھ وفات ۱۳۶۸ھ، مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء۔ مدفون پاکستان)

مسلمانوں میں اتحاد کی ضرورت واہمیت

اتحاد و اتفاق تنظیم وسنگٹھن میں مسلمانانِ ہند بہت نیچے گرے ہوئے ہیں، ہماری قوم میں جس قدر اختلافات، پھوٹ، فرقہ بندی اور نااتفاقی ہے، ہندوؤں میں ہے نہ سکھوں میں، عیسائیوں میں ہے نہ دنیا کی کسی قوم میں۔ غرضیکہ ساری قومیں متحد اور متفق ہوکر اپنے سیاسی، مذہبی اور ملّی مفاد کو حاصل کرنے میں کوشاں اور منہمک ہیں۔ مگر آہ! ایک ہم ہیں کہ نہ ہماری سیاسی پارٹیاں متحد ہیں اور نہ ہی مذہبی انجمنیں، نہ عوام میں اتفاق ہے اور نہ خواص میں اتحاد۔ کیا اچھا کہا

ہے شاعر نے ۔

ترقی کررہی ہیں اور قومیں علم و حکمت میں
ہماری قوم لیکن مبتلائے خوابِ غفلت ہے
جو ہیں دو بھائی تو ہے ایک کا ایک دشمن جانی
نہ آپس میں محبت ہے نہ باہم ربطِ اُلفت ہے
سنائیں کس کو افسانہ غم و آلام کا اپنے
طبیعت میں مسلمانوں کی کیا جوشِ حمیت ہے

بہر کیف! اتحاد و اتفاق کی تعلیم وہ قانون ہے جس سے لوگوں میں اخوت و محبت کی زیادتی اور اس کی اجتماعی قوت کی مضبوطی ہوسکتی ہے۔ اس سے مخالفوں کے قلوب میں دہشت پیدا ہوسکتی ہے۔ اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کی جرأت اور ہمت نہیں پڑتی۔ مشاہدہ کے طور پر مکّھی کو لیجیے دنیا کے جمیع جانور سے کمزور ہوتی ہے، دو انگلیوں کے درمیان پسی جاسکتی ہے لیکن اس کی ایک جماعت اجتماعی صورت میں سیکڑوں انسانوں کو اضطراب کی گھاٹ اُتار سکتی ہے۔

ناظرین کرام! بھلا اس عظیم اصول کو اسلام کس طرح فراموش کرسکتا تھا۔ جوں ہی اسلام دنیا میں آیا، تمام لوگوں کو ایک مرکزِ اتحاد و اتفاق پر جمع کر دیا۔ جو قبیلہ اسلام سے پیشتر دوسرے قبیلہ سے لڑتا تھا، جو خاندان دوسرے خاندان کے خون کا پیاسا تھا، اسلام کی تعلیم کی وجہ سے خاندانوں اور قبیلوں کے جھگڑے مٹ گئے، سب لڑائیاں ختم ہوگئیں۔ مختلف قبیلے کے لوگ، مختلف خاندانوں کے لوگ اور مختلف مذاہب کے پیرو سب ایک مسلک میں منسلک ہوگئے۔ اسی چیز کو اللہ عز وجل نے بیان کیا ہے:

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا﴾ (آل عمران:۱۰۳)

اتحاد و اتفاق کے ساتھ اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑو اور آپس میں تفرقہ پردازی مت کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جبکہ تم لوگوں کا رشتہ ایک دوسرے سے ٹوٹا ہوا تھا، اللہ جل شانہ نے اپنی رحمت و شفقت سے تم سب کو ایک جگہ ملا کر جمع کر دیا۔

یعنی قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسّی سمجھو۔ جیسے کوئی شخص کسی گڑھے میں پڑے ہوئے شخص کو رسّی لٹکا کر نکالتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن اُتارا، تم اس کو مضبوط پکڑو، جیسے نکلنے والا رسّی کو پکڑتا ہے، جو رسّی کو نہ پکڑے تو گر پڑتا ہے، تم سب مل کر اسی قرآن مجید کو مضبوط پکڑو اور اسی پر عمل کرو۔ نئی نئی باتیں نکال کر دین میں پھوٹ نہ ڈالو۔

یہی اتحاد و اتفاق اور اسلامی ہمدردی تھی کہ جب ان کو میدانِ جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں صف بستہ دیکھا تو خلاقِ عالم نے ان الفاظ میں تعریف کی:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ صَفًّا کَاَنَّہُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ﴾ بے شک اللہ ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف بندی کے ساتھ قتال کرتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پگھلائی ہوئی عمارت ہے۔ (سورۂ صف، آیت ۴)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب بندوں سے یقیناً محبت رکھتا ہے جو اللہ کی راہ میں جس وقت صف بستہ ہوتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک دیوار سیسہ پگھلائی ہوئی ہے۔

اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کا یہ تھا کہ ان میں نہ کوئی رخنہ و انتشار ہے نہ اختلاف و اختلال ہے بلکہ وہ سب ایک ہیں اور متفق ہو کر دشمن کے سامنے اس طرح کھڑے ہیں جس طرح فولادی دیوار ہوتی ہے۔

قرآن پاک دوسری جگہ بنی آدم کو تعلیم دیتا ہے:

﴿لَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا وَ تَذۡهَبَ رِيۡحُكُمۡ﴾ (سورۂ انفال، آیت ۴۶)

اور آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔

یعنی اگر تم فتنہ اور فساد کرو گے تو تمھاری دھاک نکل جائے گی اور تم کمزور ہو جاؤ گے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اس اصولِ اسلامی کو چھوڑنے کی وجہ سے آج دنیا کو خصوصاً مسلمانوں کو کس کس مصیبت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے؟ کیا بہار اور کلکتہ وغیرہ کے دردانگیز واقعات آپ کے لیے درسِ عبرت نہیں بن سکتے؟ اتنی تعداد میں مسلمان ہونے کے باوجود کس ظلم وقہر کے ساتھ قتل کیے گئے؟ اسی اتحاد و اتفاق کی بدولت بدر کے موقع پر ۳۱۳ آدمی ہزاروں کا مقابلہ کر کے فتح حاصل کر لیتے ہیں اور آج ہزاروں کی تعداد میں ہونے کے باوجود شکست اور ناکامی ہے۔ ہوسکتا ہے

کہ اس کے وجوہ اور علل بہت ہوں لیکن عدمِ اتحاد و اتفاق ایک وجہ ضرور ہے اور اسی قانون کو چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔

کیا کبھی آپ نے صلوٰۃ خمسہ پر غور کیا ہے؟ کبھی آپ نے صلوٰۃ جمعہ وصلوٰۃ عیدین اور عرفہ کے اجتماع پر تحقیق و تدقیق کی نظر ڈالی؟ کیا یہ صلوٰۃ یومیہ آپ کو اتحاد و اتفاق اور اخوت و ہمدردی کی تعلیم نہیں دیتی ہے؟ چونکہ تمام مسلمان اپنے کاروبار چھوڑ کر ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور جماعت بند ہو کر کھڑے ہوتے ہیں تو نہ امیر وغریب کا امتیاز باقی رہتا ہے نہ ماتحت و آقا کا، بلکہ اس معبود یا مسجود کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لحاظ سے سب برابر ہوتے ہیں۔ کیا خوب کہا کسی شاعر نے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب ومحتاج وغنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اسی اتحاد و اتفاق سے اخوت اور بھائی چارگی قائم ہوسکتی ہے اور وہی اصل مقصود ہے، جس کے متعلق ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

لَا تَحَاسَدُوا وَ لَا تَبَاغَضُوا وَ لَا تَدَابَرُوا کُونُوا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا

آپس میں حسد و بغض نہ رکھو اور نہ قطع تعلق کرو بلکہ مل کر آپس میں اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔ (مشکوٰۃ، ص:۴۲۷۔ بخاری، ص:۸۹۶۔ مسند احمد، ج:۱، ص:۵)

اور قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ﴾ (سورۂ حجرات، آیت۱۰)

بیشک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ۔

یعنی سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اگر بتقاضۂ بشریت ایک دوسرے سے اختلاف و نزاع واقع ہو تو صلح کرادو اور جب صحیح معنوں میں اخوت اور بھائی چارگی پائی گئی تو ایمان کے مراتبِ علیا میں قدم رکھا جس کے متعلق حدیث شریف میں ارشاد ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ بِلِسَانِهٖ وَ يَدِهٖ (بخاری، سنن نسائی، مسلم وغیرہ)
مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔
یعنی مسلمان کامل وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو ایذاء وتکلیف نہ پہنچے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:
اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ اِنِ اشْتَكٰى رَاْسُهٗ اِشْتَكٰى كُلُّهٗ۔
سب مسلمان مانند ایک جسم کے ہیں، اگر آنکھیں درد کرتی ہیں تو سارا جسم اس کی وجہ سے بے چین رہتا ہے اور اگر سر میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم اس کا اثر محسوس کرتا ہے۔
بعینہٖ مسلمانوں کو چاہیے اگر ایک مسلمان پر مصائب وتکالیف آپڑیں تو دوسرے مسلمان کو اس کا اثر محسوس کر کے اس کے دفعیہ کی صورت اختیار کرنی چاہیے۔ جب اتحاد واتفاق کے ساتھ حقیقی معنوں میں اخوتِ کاملہ پائی جائے گی تو آپ اور میں، تم اور ہم میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا۔
ف: ماشاء اللہ تعالیٰ مولانا امرتسری کا یہ مضمون باہم اتحاد واتفاق کی اہمیت وضرورت کے سلسلے میں نہایت مفید وبصیرت افروز ہے، جو مسلمانوں کے ہر طبقے کے لیے قابلِ توجہ بلکہ واجب العمل ہے۔ (مرتب)

مقصدِ مذہب پر تحقیقی مضمون

ہندوستان میں تقابلِ مذاہب کے سلسلے میں کسی مجلس یا جلسے کا اہتمام ہوتا تو مولانا کو خاص طور سے بلایا جاتا۔ چنانچہ انجمن احمدیہ لاہور کے انتظام سے لاہور میں ایک ایسی ہی مذہبی کانفرنس بتاریخ ۲۸، ۲۹ دسمبر ۱۹۲۳ء منعقد ہوئی جس نے تمام مذاہب کو شرکت کی دعوت دی کہ اپنی اپنی کتاب کی روشنی میں بتاؤ کہ مذہب کا کیا مقصد ہے؟ مدعوئین میں مولانا امرتسری بھی تھے چنانچہ مولانا اس کانفرنس میں شریک ہوئے اور نہایت جامع اور مفید مضمون پڑھا، اس لیے ناظرین کرام کی بصیرت ونصیحت کے لیے پورا مضمون نقل کرتا ہوں۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

صاحبان! کچھ شک نہیں کہ انسان کی پیدائش مثل سونے کے ہے، جو باوجود قیمتی جوہر ہونے کے کان سے خاک آلود نکلتا ہے، بعد میں صاف ستھرا کیا جاتا ہے، تو قدر و قیمت پاتا ہے، اسی طرح انسان اپنی فطری حالت میں نفسانی آلائشوں سے آلودہ ہے جن سے صاف ہونا اس کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰھَا وَ قَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰھَا﴾ (سورۂ شمس، آیت ۹)

یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کرلیا، اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔

پس ثابت ہوا کہ مذہب سے مقصد ہے 'تہذیبِ نفس'، دیگر ہیچ۔ یعنی انسان جن آلائشوں میں آلودہ ہے ان سے پاک ہونے کی کوشش کرنا اس کا فرض ہے تاکہ نتھرے ہوئے سونے کی طرح خالص ہوجائے۔ سچ ہے

تا مثلِ حنا سودہ نہ گردی تہ سنگ
ہرگز بکفِ دست نگارے نہ رسی

یعنی جب تک مہندی کی طرح پتھر کے نیچے پسے نہیں جاؤ گے کسی محبوب کے ہاتھ کی ہتھیلی تک تمھاری رسائی نہ ہوسکے گی۔

امر تنقیح طلب ابھی باقی ہے کہ وہ کیا آلائشیں ہیں جن سے پاک کرنا مذہب کا مقصد ہے۔ مجمل بیان اس کا قرآن شریف نے ان لفظوں میں فرمایا ہے:

﴿کَلَّا اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤی اَنۡ رَّاٰہُ اسۡتَغۡنٰی﴾ (سورۃ العلق، آیت ۶، پارہ ۳۰)

بیشک انسان سرکش ہوجاتا ہے اس وجہ سے کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے۔

نیز فرمایا:

﴿کَلَّا بَلۡ رَانَ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ مَّا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ﴾ (سورۃ المطفّفین، آیت: ۱۴)

بلکہ ان کے دلوں پر زنگ ہے اس کے سبب جو وہ کماتے تھے۔

یہ تو مجمل بیان ہے، قرآن نے اس کی تفصیل فرمائی ہے جو یہ ہے۔

کچھ شک نہیں کہ انسان کے تعلقات مختلف اور متعدد ہیں مگر آسانی کی غرض سے دو قسموں میں آسکتے ہیں: ایک تعلق خدا سے اور دوسرا مخلوق سے۔ خدا سے جو تعلق ہے وہ بندگی اور

عبودیت کا ہے۔ دوسری قسم کا تعلق بنی نوع انسان سے ہے جس کو تمدنی کہتے ہیں۔

پہلی قسم عبودیت: عبودیت کا تعلق یہ ہے کہ انسان اپنے خالق مالک کو پہچانے۔ پہچان کر جو تعلقات اس کے ساتھ ہوں وہ کسی دوسرے کے ساتھ دل میں نہ لائے۔ قرآن مجید کا مختصر ارشاد ہے:

﴿وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ﴾ (سورۃ النحل، آیت ۵۱)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو معبود مت بناؤ۔

کسی کے ساتھ ایسا تعلق پیدا کرنا، انسان کے لیے خاک آلود ہونا بلکہ اس سے بھی بدتر ہے کیونکہ قرآن مجید نے اس قسم کی آلائش کا نام شرک رکھا ہے جس کی صورت یہ بتائی ہے۔

﴿وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ﴾ (سورۂ حج، آیت: ۳۱)

جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا کہ وہ آسمان سے گرا، پھر پرندے نے اسے نوچ لیا یا ہوا نے اسے کسی دور مکان پر پھینک دیا۔

صاحبان! اس تعلق (توحید) کو قرآن مجید نے اتنا بڑا ضروری قرار دیا ہے کہ اور گناہوں پر بھی گو سزاؤں کے اعلان جاری کیے مگر اس شرک کی بابت جتنا سخت اعلان دیا کسی اور کی بابت نہیں دیا۔ ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۱۱۶)

بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا ہے کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔

کیونکہ یہ خدا کے ساتھ بغاوت ہے اور اسی سے سب قسم کی آلائشیں پیدا ہوتی ہیں۔ قرآنی اصطلاح میں شرک امُّ الامراض ہے اس لیے اس کی جتنی تفصیل کی ہے کسی اور کی نہیں کی، کیونکہ آلائشوں سے اصل جوہر انسانی (جس کا نام توحید ہے) مٹتا ہے جس کے مٹنے سے انسان کی جملہ صفاتِ حسنہ مٹ جاتی ہیں۔ توحید کے سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ﴾ (بقرہ: ۱۱۲)

ہاں جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا اور نیکوکار بن گیا پس اس کے لیے اس

کے رب کے پاس اجر ہے۔

اسی توحید کی بابت اپنے نبی سید الانبیاء علیہ السلام کو حکم دیتا ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذَالِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (سورۂ انعام، آیت:۱۶۳)

کہہ دیں! بے شک میری نماز اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے خدا کا فرمانبردار ہوں۔

اسی مضمون کو اسلامی قومی شاعر خواجہ حالؔی مرحوم نے ایک بند میں یوں ادا کیا ہے۔

کہ ذات واحد عبادت کے لائق زبان اور دل کی شہادت کے لائق

اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق اُسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق

لگاؤ تو لو اپنی اس سے لگاؤ

جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ (مسدس حالؔی ص۱۲)

قرآن مجید کو اختصار نویسی میں خالص کمال ہے۔ چنانچہ درج بالا اختصار کو اور بھی مختصر کر دیا۔

﴿وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا﴾ (سورۂ مزمل، آیت:۸)

اور سب سے قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو۔

جیسے ایک محبّ اپنے محبوب سے ملتا ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (سورۂ بقر، آیت:۱۶۵)

اور ایمان والے اللہ سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

ان سب آیات کا نتیجہ ہے کہ جس مدعیٔ اسلام کے دل میں خدا کی محبت اور خوف مع انقیاد و اطاعت سب مخلوق سے زیادہ نہیں ہے تو وہ مسلمان نہیں، چاہے مدعیٔ اسلام ہو۔

خدا خیر دے شیخ سعدی کو جنھوں نے توحید کا مضمون ایک چھوٹی سی رباعی میں خوب ادا کیا ہے۔

موحد چہ در پائے ریزی زرش
و چہ تیغ ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد زکس
ہمیں سب بنیاد توحید و بس

توحید کی اہمیت اور شرک سے بیزاری کے لیے جو کچھ کہا گیا ہے سمجھدار آدمی کے لیے کافی ہے۔ اب دوسرے مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

دوسری قسم تمدنی: یعنی بنی نوع انسان کے تعلقات کی جتنی قسمیں ہیں وہ کسی انسان سے مخفی نہیں۔ ان تعلقات میں آلائشیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کی مختصر فہرست یہ ہے۔

ظلم، دغا، زنا، بداخلاقی، مال مردم خوری بذریعہ چوری، ڈاکہ، کم ناپی، کم وزنی خاص کر یتیموں کا مال کھا جانا، انسان کی خدادادنعمت پر جلنا، کسی اپنے جیسے انسان کا بے جا قتل کرنا، اپنے پڑوسیوں، شہریوں اور ملکیوں کے حقوق پائمال کرنا، غصّے کی حالت میں حد سے نکل جانا، بے جا کینہ، عداوت، لالچ وغیرہ۔ یہ سب آلائشیں ہیں جن سے پاک ہونا (جس کو تہذیبِ نفس کہتے ہیں) انسان کا فرضِ مذہبی ہے اور اس کے متعلق معقول ہدایات دینا سچے مذہب کا فرضِ اوّلین ہے۔

قرآن مجید سب عیوب کی اصلاح بتاتا ہے۔ نہ صرف ایک آدھ دفعہ بلکہ انسانی فطرت کے مطابق بار بار مکرّر تنبیہات فرماتا ہے تاکہ بہ قاعدہ

گر ہمی خواہی کہ باشی خوش نویس
می نویس و می نویس و می نویس

انسان اپنی فطری کمزوریوں کی تلافی کر سکے۔

تہذیبِ نفس

میں عرض کر آیا ہوں کہ تہذیبِ نفس کا پہلا زینہ یا بنیادی پتھر خدائی تعلق ہے۔ اس لیے قرآن مجید اس بنیادی پتھر کو ہر جگہ مقدم رکھتا ہے۔ ناممکن ہے اس سے چشم پوشی ہو جائے کیونکہ یہی بنیادی پتھر امتیاز ہے مذہبی اور غیر مذہبی تہذیب میں۔

اب سنیے تہذیبِ نفس کے لیے جو کورس قرآن مجید نے بتایا ہے وہ یہ ہے:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ وَ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (سورۂ انعام، آیت: ۱۵۰-۱۵۳)

کہہ دیں! آؤ میں تمھیں بتاؤں کہ تمھارے رب نے تمھارے لیے کیا حرام کیا ہے، یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل نہ کرو، ہم تمھیں اور ان کو رزق دیتے ہیں اور فحاشی کے قریب نہ جاؤ، جو اس میں سے ظاہر ہو اور جو پوشیدہ ہو اور جس شخص کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق پر، یہ وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ وصیت کرتا ہے، تاکہ تم عقلمند بن جاؤ، مگر اچھے انداز میں، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو، ہم کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب کوئی بات کرو تو انصاف کی کرو اگرچہ تمھارا قریبی کیوں نہ ہو اور اللہ کے وعدے کو پورا کرو۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا حکم اللہ نے تمھیں دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے پس اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو وہ تمھیں اس کی راہ سے ہٹا دیں گے۔ اللہ تمھیں اس کی نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔

یہ احکام کیسے ضروری ہیں، ان کی تفصیل اور تشریح کی حاجت نہیں ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَّ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صَالِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا o وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًاo اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ، وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا o وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا o وَ لَا تَجْعَلْ یَدَاكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًاo اِنَّ رَبَّكَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَ یَقْدِرُ ط اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًا بَّصِیْرًا o وَ لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِیَّاكُمْ ط اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا o وَ لَا تَقْرَبُوْا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَآءَ سَبِیْلًا o وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطَانًا فَلَا یُسْرِفْ فِی الْقَتْلِ ط اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا o وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ج اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا o وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ط ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا o وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ط اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا وَ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًاo كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًاo ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰی اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰی فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا o۞ (بنی اسرائیل، آیت ۲۳-۳۹)

اور تمھارے رب نے حکم دے رکھا ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اگر تمھارے پاس دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کو اُف بھی مت کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور دونوں سے عزت کے ساتھ گفتگو کرو اور محبت سے ان کے آگے جھک جایا کرو اور کہو اے میرے رب ان دونوں پر اسی طرح رحم فرما جس طرح انھوں نے مجھ کو بچپن میں پالا ہے، تمھارا رب تمھارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے، اگر تم نیک ہو گے تو بے شک وہ بھی نیک بختوں کو بخشنے والا ہے اور ناطے والوں اور مساکین اور مسافروں کے حقوق ادا کیا کرو اور فضول خرچی مت کیا کرو۔ بے شک فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے

رب کا ناشکرا ہے اور اگر تم اپنے رب کی مہربانی کے انتظار میں ان سے منہ پھیرلو جس کی تم امید رکھتے تھے تو ان سے نرم بات کیا کرو اور نہ اپنے ہاتھ کو گردن کے ساتھ باندھ رکھو اور نہ ہی اسے بالکل کُھلا چھوڑ دو پھر تم عاجز ہو کر بیٹھ جاؤ۔ بے شک تمھارا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے۔ ان کے حال سے باخبر ہے اور افلاس کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل مت کیا کرو۔ ہم انھیں اور تمھیں رزق دیتے ہیں، بے شک ان کا قتل بہت بڑی خطا ہے۔ اور تم زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بے حیائی اور بری راہ ہے۔ اور کسی جان کو جان کا مارنا اللہ نے حرام کر رکھا ہے، بے وجہ مت مارو اور جو مظلوم قتل کیا جائے ہم نے اس کے وارث کے لیے ڈگری کا حق دیا ہے، پس وہ قتل میں جلدی نہ کرے، اس میں شک نہیں کہ وہ مدد کا حقدار ہے اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اچھے انداز میں یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے اور وعدے کو پورا کرو بے شک وعدے کے بارے میں سوال ہوگا، اور جب ناپنے لگو تو پورا ناپو اور سیدھے ترازو سے وزن کیا کرو، یہ خوب ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے، اور ایسی باتوں کے پیچھے مت پڑو جس کا تمھیں علم نہ ہو، بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک سے سوال کیا جائے گا، اور زمین میں اکڑ کر مت چلو۔ بے شک تم زمین کو ہرگز پھاڑ نہیں سکتے اور نہ ہی طول میں پہاڑ جیسے ہو سکتے ہو۔ آپ کے رب کو یہ سب برائی پسند نہیں۔ یہ اس میں سے ہے جو حکمت کی باتوں میں ہے۔ آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کی ہے۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بناؤ ورنہ شرمندہ و ذلیل کر کے تمھیں جہنم میں ڈالا جائے گا۔

یہ وہ تعلیم ہے جو قرآن مجید نے تہذیبِ نفس کے لیے بتائی۔ کس قدر جامع تعلیم ہے۔

نیز تہذیبِ نفس کے بعض اعمال کی تعلیم ان آیات میں بھی دی گئی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ۝ وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۝ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۝ وَ الَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ

اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا o يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا o اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا o وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا o وَ الَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا o وَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا o وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾

رحمٰن کے بندے زمین پر فروتنی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل لوگ مخاطب ہوتے ہیں تو ان کو سلام کہتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو راتیں اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں گزارتے ہیں اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم سے جہنم کی آگ کو ہٹادے بے شک اس کا عذاب بھاری مصیبت ہے، بے شک وہ برا مقام اور ٹھکانا ہے اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی بخل کرتے ہیں بلکہ ان کا معاملہ درمیان میں ہوتا ہے، اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو مارتے ہیں جس کا مارنا اللہ نے بغیر حق کے حرام کر رکھا ہے اور نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو یہ کرے گا وہ اپنے گناہ کی سزا بھگتے گا۔ قیامت کے روز اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور اس میں ذلت اور رسوائی کے ساتھ ہمیشہ رہے گا، مگر جس نے توبہ کی اور نیک عمل کیے پس وہی ہیں جن کی برائیوں کو اللہ نیکیوں میں بدل دے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کیے بے شک وہی اللہ کی طرف جھکتا ہے۔ اور وہ لوگ جو بیہودہ کاموں میں حاضر نہیں ہوتے اور جب وہ بیہودگی کے پاس سے گزرتے ہیں تو دامن بچا کر گزر جاتے ہیں اور وہ لوگ جب ان کو ان کے رب کی آیات سنائی جاتی ہیں تو بہرے اور اندھے ہو کر ان پر نہیں گرتے اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری بیویوں اور اولادوں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔ (سورۂ فرقان: ۶۳ تا ۷۴)

یہ قرآن مجید کی تصویرِ تعلیم جو بغرض اصلاحِ نفس وہ دیتا ہے۔ اور ایک دوسرے موقع پر 'تہذیبِ نفس' کے بعض احکام نہایت اختصار سے جاری فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ بِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ الۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡجَارِ الۡجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۙ﴾

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور نزدیک اور دور کے پڑوسیوں اور ساتھ والوں اور مسافروں اور غلاموں کے ساتھ احسان کرو، بے شک اللہ متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۂ نساء، آیت:۳۶)

ایسی جامع تعلیم پر بھی انسان عمل نہیں کرتے کیونکہ انسان فطرتاً ایسا ہے کہ اس کو محض زبانی نصیحت کارگر نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات اس کی اصلاح کے لیے سیاست اور تعزیرات کی بھی ضرورت ہوتی ہے، چنانچہ کسی پنجابی عارف خدا کا شعر ہے۔

چار کتاباں عرشوں آئیاں پنجواں آیا ڈنڈا
ڈنڈے باہجوں پھجدا نائیں بے دینی واکنڈا

قرآن مجید خالقِ فطرت کی طرف سے ہے جو انسانوں کی فطری عادات سے پورا واقف ہے اس لیے اصلاحی احکام بصورتِ تعزیرات بھی اس میں آئے ہیں کیونکہ قرآن مجید اپنے اتباع کرنے والے کو مطلع کرتا ہے کہ جو میری کامل پیروی کرے گا میں اللہ کی طرف سے اس کو دنیا کی سب سے اعلیٰ عزّت دلوانے کا اعلان کرتا ہوں جس کا نام حکومت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ﴾ (سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۳۹)

اور اگر تم مومن ہوگے تو تم ہی غالب آنے والے ہو۔

اسی اصول سے قرآن مجید میں زانیوں، چوروں اور ڈاکوؤں کی تعزیرات بھی آئی ہیں تا کہ ان کی تعزیرات کا اثر دوسروں پر بھی پڑے۔ اور لوگ ان تعزیرات کے خوف سے اصلاحِ نفس پر متوجہ ہوں۔ قرآن مجید میں گزشتہ زمانے کے نیک اور برے لوگوں کے قصّے بھی اسی غرض سے بیان ہوئے ہیں کہ لوگ اس نتیجہ پر پہنچیں کہ

از مکافاتِ عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جو ز جو

چنانچہ ارشاد ہے: ﴿فَاقْصُصِ الْقِصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (سورۂ اعراف: ۱۷۶)

پس آپ قصے سنائیں تا کہ وہ غور وفکر کریں۔

قرآن مجید نے باوجود ہر قسم کی تفصیلات کے ان سب کا اختصار بھی کمال درجہ پر کر کے سامنے رکھ دیا، جس کی تمہید یہ ہے۔

کون نہیں جانتا دنیا میں جتنے فساد، جتنے جرائم، جتنے مقدمات، جتنی سزائیں ہیں سب کی بناء ایک ہی ہے جس کو لالچ اور طمعِ نفسانی کہنا چاہیے۔ چور چوری کرتا ہے تو اسی لیے، ڈاکو ڈاکہ مارتا ہے تو اسی لیے، غرض ہر کام میں یہی موذی جلوہ نمائی کر رہا ہے۔ اسی بنیادی اصول پر اطلاع دینے کے لیے فرمایا ہے: ﴿اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ﴾

ہر نفس کو اپنے فائدے کا لالچ ہے۔ (سورۂ نساء، آیت: ۱۲۸)

جس طرح مرض کا ذکر مختصر لفظوں میں کیا اسی طرح علاج بھی مختصر فرمایا:

﴿وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (سورۂ حشر، آیت: ۹)

اس کے علاوہ انسانی فرائض، عبادات، اخلاق وغیرہ کی ہر شاخ کو قرآن مجید نے بالتفصیل بیان کیا ہے۔ مگر میں وقت کی پابندی سے تفصیل عرض نہیں کر سکتا۔ ہاں جو صاحب ان قرآنی مضامین کو مفصل دیکھنا چاہیں وہ میری ناچیز تصنیفات 'القرآن العظیم'، 'تعلیم القرآن'، 'الہامی کتاب' اور 'تقابلِ ثلاثہ' ملاحظہ کریں۔

یہ مقصد جو میں نے بیان کیا ہے یعنی تہذیبِ نفس دراصل مقصدِ اصلی نہیں بلکہ ذریعہ ہے مقصدِ اصلی کا۔ مقصدِ اصلی نجات ہے مگر تہذیبِ نفس اس کے حصول کے لیے ذریعۂ خاص ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ (سورہ مریم، آیت: ۶۳)

یہ وہ جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اس کو بنائیں گے جو پرہیزگار ہوگا۔

دوسرے مقام پر اس سے ذرا واضح الفاظ ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (سورۂ قصص، آیت:۸۲)

اس آخرت کے گھر کو ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کریں گے جو زمین میں بلندی اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور انجام کار پرہیز گاروں کے لیے ہے۔

پس مذہبیت سے دو مقصد ہیں: ایک تہذیبِ نفس جو ذریعہ ہے دوسرے اصلی مقصد کا جس کا نام 'نجات' ہے۔ پس یہی اصل مقصد ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت:۱۸۵)

جو آگ سے بچایا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب ہوا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا هٰذَا مِنْ فَضْلِكَ۔ چونکہ میں قرآن مجید کو اپنا بلکہ جملہ انسانوں کا کامل ہدایت نامہ جانتا ہوں اس لیے اپنا اعتقاد دو شعروں میں ظاہر کر کے بعد سلام رخصت ہوتا ہوں''

جمالِ حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

(خادم اسلام ہیچ مداں ابوالوفاء ثناء اللہ، ایڈیٹر 'اہلحدیث')

مولانا نے وقت کی مشہور علمی شخصیتوں کی موجودگی میں اسلام کی عظمت و حشمت اور مقصدیت کو ایسے خوبصورت رنگ میں پیش کیا جس نے یہ ثابت کر دیا کہ انسانی فلاح و بہبود اور رشد و ہدایت کی ضمانت صرف اسلام ہی دیتا ہے، اسلام ہی بہترین ضابطۂ حیات ہے اور اسلام ہی باعث نجات ہے۔

(سوانح حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، ص:۲۴۶) (اقوالِ سلف، ج:۵، ص:۲۱۶)

پروفیسر رشید کوثر فاروقیؒ کی وصایا

(ولادت: ۲۹/اکتوبر ۱۹۳۷ء۔ وفات: ۲۵/مارچ ۲۰۰۷ء)

۱۔ دنیا میں جو بھی آزمائشیں و مصیبتیں آئیں گی اُن پر صبر کرو اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اللہ سے رجوع ہوں تاکہ اللہ کی مرضی پوری ہو اور اللہ ہم سے راضی ہو۔

۲۔ ہر عبادت اپنے وقت اور محل پر ضروری ہے اور کوئی عبادت کسی دسری عبادت کی جگہ نہیں لے سکتی۔ مثلاً نماز کے وقت نماز ضروری ہے۔ زکوٰۃ کے وقت زکوٰۃ دینی ضروری ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں زکوٰۃ نہیں دیتا، اس کے بدلے سو رکعتیں نفل نماز پڑھتا ہوں۔

۳۔ گناہوں سے توبہ کرنے میں جلدی کرو۔ جو صلاحیت اور قوت اللہ نے دی ہے اس کے غلط اور ناجائز استعمال پر توبہ کرو۔ اس سے پہلے کہ وہ صلاحیت اور قوت جواب دے دے یا وہ مفلوج ہو جائے۔

ایک مصنف کو زنا کرنے کی عادت تھی۔ جب انھیں توبہ کی توفیق ہوئی تو انھوں نے زنا سے توبہ کرلی مگر پھر کچھ عرصے بعد اُس جگہ گئے اور اپنا منہ کالا کیا۔ اب کہ جب وہ گھر آئے اور لحاف کمر پر اوڑھنے کے لیے حرکت کی تو یکا یک آدھے دھڑ پر فالج گر گیا۔ اب وہ اکثر روتے تھے کہ میں نے توبہ کی مگر پھر گناہ میں مبتلا ہو گیا۔ اب میں وہ صلاحیت اور قوت ہی کھو چکا ہوں تو میری توبہ سے کیا فائدہ۔ اکثر مغموم رہتے اور روتے تھے۔ اس واقعے میں بڑا سبق ہے۔

۴۔ قرآن مجید کو سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی محرم کا مہینہ آیا تو فسق و فجور میں پڑ گیا۔ یہ محرمی مسلمان ہے۔ کوئی رمضان آیا تو خوب نماز و روزے کا اہتمام ہو رہا ہے۔ یہ رمضانی مسلمان ہے۔ بہت سے بہت کوئی بنا تو مسجدی مسلمان بن گیا۔

میں "قرآنی مسلمان" بنانا چاہتا ہوں یعنی جو قرآن کے معیار پر پورے اُتریں۔ اسی خاطر میں نے 'الشبان المسلمون' قائم کی کہ نوجوان قرآن کے مطابق اپنی زندگی ڈھالیں۔

۵۔ مسلمان اپنی عبادت اور تعلق باللہ میں ایسا محو ہو جائے اور اس مقام تک پہنچ جائے جہاں

اسے کسی درد یا تکلیف کا احساس ہی نہ ہو۔ ان دو واقعات میں ہمارے درد کا درماں ہے:
پہلا واقعہ حضرت علیؓ کا کہ جب تیر اُن کے پیر میں پنڈلی میں پھنس گیا تو نکالنے میں تکلیف و درد ہونے لگا۔ فرمایا مجھے وضو کرنے دو اور جب میں نماز کی حالت میں رہوں گا تو اس وقت میری پنڈلی سے نکال لینا۔ چنانچہ ویسا ہی کیا گیا۔ انھوں نے کوئی درد محسوس ہی نہیں کیا اور اُنھیں پتہ بھی نہیں چلا کہ تیر نکال لیا گیا ہے۔

اسی طرح مولانا حمید الدین فراہیؒ کے آپریشن کے وقت بھی اُن سے بتایا گیا کہ آپ کے شکم پر نشتر لگے گا۔ یہ بڑا آپریشن ہے۔ کیا آپ کو منظور ہے۔ انھوں نے فرمایا ''ٹھیک ہے۔ مجھے قرآن شریف دے دو۔ جب میں محو مطالعہ رہوں گا اُس وقت اپنا کام انجام دے دینا۔'' چنانچہ قرآن پاک انھیں دے دیا گیا۔ وہ محو مطالعہ ہوئے۔ پھر فرمایا کہ کیا آپریشن ابھی تک شروع نہیں ہوا؟ ڈاکٹروں اور شاگردوں نے کہا 'حضور! آپریشن مکمل ہوگیا۔ الحمدللہ! کام پورا ہوگیا۔'

۶۔ گناہ کے بعد گناہ ہی کی نوعیت کے مطابق نیکیاں کرو۔ مثلاً اگر کسی نے خدانخواستہ سو روپے رشوت لی ہے تو وہ اب اللہ سے توبہ کرے، صدق دل سے توبہ کرنے کے بعد رشوت لینا بند کردے اور وقتاً فوقتاً سو روپے یا جو حیثیت ہو اللہ کی راہ میں روپیہ خرچ کرے۔ انفاقِ مال کے ذریعے اپنے گناہوں کو دھو ڈالے اور اللہ کو راضی کردے۔

۷۔ 'توکل علی اللہ' پر اکثر زور دیتے۔ ایک جگہ پر انھوں نے فرمایا: آدمی اپنے گرد و پیش سے، اہل و عیال اور اعزہ سے بے وفائی دیکھ کر اللہ سے بدگمان ہوتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ سب نے وفائی کی مگر وہ دنیا میں جیا تو اسی لیے کہ اللہ نے اس کا ساتھ نہ چھوڑا۔

(بقلم بشیر الدین شیخ، صدر الشبان المسلمون، پونہ)

شیخ الہند کے نزدیک پوری دنیا میں مسلمانوں کی تباہی کے اسباب

میں نے جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیاوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہورہے ہیں؟ تو اس کے دوسبب معلوم ہوئے:

۱) ایک ان کا قرآن کا چھوڑ دینا۔

۲) دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔

اس لیے میں وہاں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معنیً عام کیا جائے۔ بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی قائم کیے جائیں۔ بڑوں کو عوامی درس کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیم پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کی باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔

۱۔ اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن انگریز ہے جس سے ترکِ موالات فرض ہے۔

۲۔ تحفظِ ملّت اور تحفظِ خلافت کے خالص اسلامی مطالب میں اگر برادرانِ وطن ہمدردی اور اعانت کریں تو جائز اور مستحق شکریہ ہیں۔

۳۔ استخلاصِ وطن (آزادیٔ وطن) کے لیے برادرانِ وطن سے اشتراکِ عمل جائز ہے۔ مگر اس طرح کہ مذہبی حقوق میں رخنہ واقع نہ ہو۔

۴۔ اگر موجودہ زمانے میں توپ، بندوق، ہوائی جہاز کا استعمال مدافعتِ اعداء کیلئے جائز ہوسکتا ہے باوجودیکہ قرونِ اولیٰ میں یہ چیزیں نہیں تھیں تو مظاہروں اور قومی اتحادوں اور متفقہ مطالبوں کے جواز میں تامل نہ ہوگا۔ کیونکہ موجودہ زمانہ میں ایسے لوگوں کیلئے جن کے ہاتھ میں توپ، بندوق، ہوائی جہاز نہیں ہیں یہی چیزیں ہتھیار ہیں۔

وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلو پیڈیا (جلد سوم، صفحہ:۵۶)

Wasaya Encyclopedia

Volume Three

Maulana Mufti Mohd. Sameen Ashraf Qasmi

Publisher
Maulana Hafiz Mohd. Razeen Ashraf Nadwi
Flat No. 8, Silver Arc Apt., Bhagyodev Nagar,
Kondhwa, Pune - 411 048, 09370187569

وصایا انبیاء و اولیاء
انسائیکلوپیڈیا

جلد چہارم

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
امام وخطیب مصلّٰی حبتور بلڈنگ، دبئی، عرب امارات

مؤلف کا مختصر تعارف

نام: ثمین محمد ابراہیم

قلمی نام: محمد ثمین اشرف قاسمی

کنیت: ابوصہیب

ولدیت: حاجی محمد ابراہیم نقشبندیؒ (۱۹۱۰ء - ۱۹۹۳ء)

جدامجد (دادا): حاجی جان علیؒ (بلہاجنک پورروڈ، پپری، سیتامڑھی، بہار)

جدامجد (نانا): حضرت مولانا عبدالغفار صاحبؒ (پرسونی، دربھنگہ، بہار)

پیدائش: ۱۹۵۹ء بمقام مادھوپور، سلطانپور، سیتامڑھی، بہار

تعلیم: عالم فاضل و مفتی از دارالعلوم دیوبند

تربیت وتزکیہ: والد علیہ الرحمۃ۔ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ۔ حاجی منظور احمد صاحبؒ، مصرولیا۔ مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ

بیعت وارشاد: حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، خلف مجاز حکیم الامتؒ

خلافت واجازت: حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

موجودہ ذمہ داریاں: امامت وخطابت مصلّی جبتور، بردبئی
مفسر مجلس تفسیرِ قرآن، مصلّی جبتور، بردبی
مدرّس درسِ حدیث، مسجد الغریر، بہ اذن وزارت الاوقاف
معاون خصوصی، ادارۂ دعوۃ الحق، مادھوپور سلطانپور، بہار
ٹرسٹی، مسجد جان علی، جان علی اسٹیٹ، مادھوپور، سلطانپور

تالیفات: * احکام و مسائل (دس ایڈیشن) * علاماتِ ایمان (چار ایڈیشن) * حق جل مجدہ کی باتیں (احادیثِ قدسیہ) * وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (چار جلدیں) * مسلمانوں پر بلائیں کیوں آتی ہیں؟ * تعوّذ کی حکمتیں * خواصِ اُمت سے چند صاف صاف باتیں * کیمیائے درویشاں * لاحول ولاقوۃ الا باللہ * علاماتِ سعادت

زیرِ طبع تالیفات: * تجلیاتِ قدسیہ (دوجلدیں) * نفحاتِ قدسیہ (دوجلدیں) * مجموعہ وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (پانچویں جلد) * یأتی علی الناس زمان (علاماتِ قیامت)

اسفار: پاکستان، سلطنت عمان، سعودی عربیہ، عرب امارات

کتاب اکابرِ اُمت کی نظر میں

.... یہ اہم خدمت جو محترم مصنف مولانا مفتی محمد ثمین اشرف (فاضل دار العلوم دیوبند) نے 'وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا' تصنیف فرما کر انجام دی ہے، اس کی فکری ندرت کا محوری نقطہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کی جملہ جہات پر مشتمل دینِ فطرت 'اسلام'، جن مکمل و وقیع احکام و ہدایات پر مشتمل ہے، نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر، اپنے اس آخری اور جامع ترین وصیت آمیز خطبے میں تیئس سال میں مکمل ہونے والی وسیع الذیل اسلامی تعلیمات کی مکمل ترین تلخیص فرمادی۔

(حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، مہتمم دار العلوم وقف دیوبند)

..... ہمارے محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی محمد ثمین اشرف زید مجدہ کے پُرسوز قلب نے اس جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے وصایا کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں یکجا کردیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان ثابت ہوگی۔

(محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی)

..... محبّ مکرم مولانا ثمین اشرف صاحب زید مجدہ نے نہایت نادر و بصیرت افروز نصیحتیں جمع فرمادی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس حضرات کی نصائح سے بڑھ کر اُمت کے لیے کس کی نصیحتیں مفید ہوسکتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

(حضرت مولانا محمد قمر الزماں الہ آبادی)

..... مفتی محمد ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر و تقریر و تفسیر کیلئے منتخب فرمالیا ہے۔

(حضرت مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا)

..... یہ کتاب صادقین کی صحبت کا بدل ہے۔ (مولانا محمد ابراہیم قاسمی)

..... کتاب بہت پسند آئی۔ (مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم)

..... یہ تالیف اپنے موضوع پر جامع اور مکمل ہے۔ (مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری)

..... قدیم اور جدید اہلِ علم کا ایک بیش بہا خزانہ۔ (مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی)

..... یہ کتاب علمی کام میں برکت کی دلیل ہے۔ (مولانا محمد رحمت اللہ میر قاسمی)

وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا

جلد چہارم

مؤلف

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

امام وخطیب مصلّٰی حبتور بلڈنگ، دبئی، عرب امارات

باہتمام

حافظ محمد رزین اشرف ندوی، پونے

نام کتاب : وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا (جلد چہارم)
مؤلف : مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
ناشر : حافظ محمد رزین اشرف ندوی
سنِ اشاعت اوّل : ۲۰۰۴ء (ایک جلد میں بعنوان مجموعۂ وصایا انبیاء واولیاء)
سنِ اشاعت دوم : ۲۰۱۲ء (چار جلدوں میں)
صفحات : ۳۲۴ (جلد چہارم)
تعدادِ اشاعت : ۱۱۰۰
کمپیوٹر کمپوزنگ وسرورق : مدنی گرافکس، ۳۰۵-سوموار پیٹھ، پونے-۱۱
طباعت : اسٹیپ اِن سرویسز، قصبہ پیٹھ، پونہ

❖❖❖ ملنے کے پتے ❖❖❖

- محمد صہیب اشرف بن مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
جبتور بلڈنگ، بردبئ
موبائل: 0097143550426 / 00971507157431
- مولانا محمد امین اشرف قاسمی، ادارۂ دعوۃ الحق
مادھو پور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، ضلع سیتامڑھی، بہار
موبائل: 09934453995
- حافظ محمد رزین اشرف ندوی، صدر مدرّس دارالعلوم نظامیہ صوفیہ
گھر کا پتہ: فلیٹ نمبر ۷، چوتھا منزلہ، سلور آرک اپارٹمنٹ،
گلی نمبر ۳۱، بھاگیہ دیونگر، کونڈوا، پونہ-۴۱۱۰۴۸
موبائل: 09370187569

حدیثِ وصیت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا حَقُّ اِمْرَأٍ مُّسْلِمٍ لَهُ شَیْءٌ یُرِیْدُ اَنْ یُّوْصٰی فِیْهِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَ وَصِیَّتُهُ مَکْتُوْبَةٌ عِنْدَهُ

کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو پھر بھی وہ دوراتیں اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

مَنْ مَاتَ عَلٰی وَصِیَّةٍ مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَ سُنَّةٍ وَ مَاتَ عَلٰی تُقًی وَ شَهَادَةٍ وَ مَاتَ مَغْفُوْرًا لَهُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا
جو شخص وصیت کر کے مَرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مَرا اور تقویٰ اور شہادت پر اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مَرا۔ (ابنِ ماجہ)

عرضِ ناشر

برائے اشاعتِ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الکریم ، اما بعد

۲۰۰۴ء میں ۱۷۱۳ انبیاء واولیاء کی نصائح ووصایا پانچ سو چار صفحات کی ضخیم جلد میں شائع ہوئے تھے۔ اس سے سیر ہونے کی بجائے مؤلفِ کتاب تلاش وجستجو اور مطالعے میں منہمک رہے اور ان کا گوہر بار قلم حرکت میں رہا۔ نتیجتاً اسلامی تاریخ کی تقریباً چھ سو (۶۰۰) عظیم وعبقری شخصیات اور ان کی ہزاروں ہزار قیمتی نصیحتیں اور وصیتیں جمع ہوگئیں۔

کتاب فی الوقت چار ضخیم جلدوں میں پورے اہتمام سے شائع ہورہی ہے جس کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پہلی جلد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خطبۂ حجۃ الوداع سے شروع ہوکر محمد بن اسلمؒ المشہور بالسواد الاعظم کی وصایا پر ختم ہوئی ہے۔ دوسری جلد سیّدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وصیت سے شروع ہوکر 'سندھی شاعر کی حکیمانہ باتیں' پر ختم ہوئی ہے۔ تیسری جلد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے شروع ہوکر پروفیسر رشید کوثر فاروقیؒ کی وصایا پر ختم ہوئی ہے۔ چوتھی جلد قطبِ زمانہ حضرت مولانا شاہ بشارت کریمؒ خلیفہ حضرت مولانا غلام حسین کانپوریؒ کی وصایا سے شروع ہوکر امتِ رحمت کیلئے لائحۂ عمل از مؤلف پر ختم ہوئی ہے۔ الحمد للہ چاروں جلدوں کے مجموعی صفحات کی تعداد ۱۳۰۰ ہے۔ وصایا پر مؤلف محترم کی کاوشیں جاری ہیں۔ 'وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی پانچویں جلد انشاء اللہ بہت جلد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگی۔

کتابِ ہٰذا کو دیکھ کر بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی دور کی بلکہ معلوم انسانی تاریخ کی وہ تمام عظیم عبقری شخصیات، چاہے وہ انبیاء ورسل ہوں یا ان کے اصحاب واخلاف، صحابہ کرامؓ ہوں یا تابعین وتبعِ تابعین، مجددین ہوں یا محدثین، حضرات فقہائے کرام ہوں یا سلسلوں کے بانیین، ائمۂ مجتہدین ہوں یا علمائے ربانیین غرض پوری تاریخِ انسانیت کے مفید ومخلص شخصیات کے پند ونصائح اور قیمتی فرمودات کا ایسا خزانہ جمع ہوگیا ہے جس کے مطالعے سے صالح کردار کی تشکیل،

مثبت سوچ، اسلاف سے محبت، دینی، دعوتی، اصلاحی اور ملّی شعور کی بیداری میں مہمیز ثابت ہوگی۔

مؤلف محترم نے اپنے تبحرِ علمی، وسعتِ مطالعہ اور دِقتِ نظری سے کتاب کو ایسا دل نشین اسلوب بخشا ہے کہ قاری کتاب میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے اور کتاب اس کی کتابِ زندگی بنتی چلی جاتی ہے۔

* کتاب پر مقدمہ خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ، جانشینِ حکیم الاسلامؒ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند اور ہند و بیرونِ ہند کی نامی گرامی شخصیات نے کتاب سے متعلق اپنے گہرے احساسات و تاثرات مرقوم فرمائے ہیں جس سے کتاب کی اہمیت وافادیت اُجاگر ہوتی ہے۔

* کتاب کا آغاز خطبۂ حجۃ الوداع سے ہوا ہے۔ تقریباً چھ سو (۶۰۰) انبیاء وصدیقین و شہداء اور صالحین کی وصایا جمع ہوگئی ہیں۔ قاری کی سہولت کے لیے سب سے پہلے امام الانبیاء ﷺ کی وصیتیں پھر حضرات انبیاء کرامؑ، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، اُمہات المومنینؓ، تابعینؒ، تبع تابعین پھر اولیاء و مصلحینِ اُمت کی وصایا نقل کی گئی ہیں۔

* کتاب میں مذکور تمام آیاتِ قرآنی اور احادیثِ طیبہ اور عربی اشعار پر اعراب لگا دیا گیا ہے تاکہ قارئین اغلاط سے بچیں اور یاد کرنے والوں کو سہولت حاصل رہے۔

* قرآنی آیات کے ترجمہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی مشہورِ زمانہ تفسیر 'معارف القرآن' سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔

* کتاب کو معنوی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ بہتر طباعت، پختہ جلد، حسین سرورق سے مزین کرنے کی مولانا سیّد آصف نثار نظامی نے بھرپور کوشش کی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک چار جلدوں پر مشتمل اس کتاب کو مفیدِ خلائق بنائے اور مؤلف و ناشر اور جملہ معاونین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

(مولانا) حافظ محمد رزین اشرف ندوی
دارالعلوم نظامیہ صوفیہ، کونڈوا، پونے

۲۸ / ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ م ۲۵ / نومبر ۲۰۱۱ء

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم المرسلین - اما بعد

اللہ عز وجل کا از حد انعام واحسان ہے کہ اس وقت 'وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی مکمل چار جلدیں قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ کام تو حق جل مجدہ کے فضل سے ہوتا ہے نہ کہ اپنے کسی کمال وحسن کلام سے۔ انسانی جدو جہد کی ابتدا بھی مشیتِ ایزدی کے تابع ہے۔ خالق جب اپنی خاموش قدرت کا ظہور چاہتا ہے تو نادان کو دانا و بینا اور اخرس وگونگے کو گویا و ناطق بنا دیتا ہے اور جب کسی سے کام لینا چاہتا ہے تو ہاتھ میں قلم پکڑا دیتا ہے۔ لہٰذا حمد، اللہ کی، جو کام کی توفیق دے کر میدان میں لاتا ہے اور کام کرنے کی سعادت بخشتا ہے۔

شروع میں اندازہ ہی نہیں تھا کہ وصایا کی مزید جلدیں آسکیں گی اور پھر زیورِ طبع سے بھی آراستہ ہوں گی۔ وصایا طبعِ اول میں بہت سے مجددین و مصلحین، ابرار و اخیارِ اُمت اور اکابر علمائے دیوبند کے تذکرے نا کے برابر تھے۔ دل میں شدید ترین حسرت وندامت تھی کہ جن اولیاء وصلحاء، اتقیاء واصفیاء، ابرار واخیار کی نگاہِ زکیہ وفطرتِ سلیمہ اور ذوق و وجدانِ ملہمہ اور نورِ نبویہ، رشد وہدایت کے امام کی نگاہِ تربیت میں رہ کر حق و باطل کی تمیز، صحیح وغلط کی شد بد، ظلمتِ معاصی سے نورِ ہدایت کی شاہ راہ کا وجدان نصیب ہوا انہی اولیاء کا تذکرہ نہ ہو۔ مگر مجبوری یہ تھی کہ جہاں حقیر مقیم ہے وہاں ان مجاہدینِ ناموسِ رسالت کی سوانح وتذکرہ دستیاب نہ تھے۔ نہ ہی بہ سہولت حصول ممکن تھا۔ تاہم حق جل مجدہ کا فضلِ بے علت ہوا اور جیسے جیسے کتابیں ملیں اپنے مقصد کی نصائح و وصایا نقل کرتا گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کی وصایا کا ایک وافر حصہ جمع کرا دیا۔ پھر شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں دامت برکاتہم کی کتاب ''اقوالِ سلف'' نے تو خوب ہی مدد کی۔ اقوالِ سلف آنے والی نسل کے لیے انشاء اللہ انسائیکلوپیڈیا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت ڈال دے اور ان کے سینۂ بے کینہ کے فیض سے اس سیہ کار کو فیض یاب کردے، آمین۔

الغرض اس طرح یہ وصایا اب اتنی جمع ہوگئیں کہ چار جلدوں میں آپ کے سامنے ہے۔ حق تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے شرفِ قبولیت سے نوازے اور نافع خلائق بنائے، آمین۔

جب کتاب طبع کے مراحل میں آنے والی تھی تو طبعِ اوّل پر نظرِ ثانی کا موقع ملا۔ کوشش کی گئی کہ کہیں کوئی غلطی نہ رہے اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں ہلکی سی تبدیلی بھی کردی گئی ہے۔

نیز پوری کتاب میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ لفظ خدا کی جگہ اللہ کا نام ہی آئے۔ بزرگوں کے یہاں فارسی زبان کی ممارست سے لفظ خدا، اللہ کی جگہ خوب استعمال ہوا ہے۔ (اس پر کلام بے سود ہے۔) 'اللہ' اسم ذاتِ باری تعالیٰ ہے جس کی تحقیق آپ اسی کتاب میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی خلیفہ حکیم الامت کی تحریر میں پڑھیں گے۔ ہر اہلِ زبان نے اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ اللہ اللہ ہے اور اس کا ترجمہ کسی بھی زبان میں کیجیے مگر وہ ذکر نہیں شمار ہوگا۔ ذاکر تو 'اللہ اللہ' ہی کہہ کر اللہ تک پہنچتا ہے۔ اس لیے کتاب میں جہاں کہیں بھی خدا کا لفظ بزرگوں کے کلام میں آیا ہے اس کو 'اللہ' سے بدل دیا گیا ہے سوائے چند محاوروں اور اشعار کے، جہاں محض سلاست وروانی کے لیے رکھا جانا ناگزیر تھا۔

آخر میں تمام محسنین کا شکر گزار ہوں جنھوں نے کتابیں فراہم کیں یا کتابوں کا عظیم تحفہ عطا کیا۔ دل تمامی حضرات کے لیے دعاگو ہے کہ حق تعالیٰ ان حضرات کو دارین کی جملہ سعادتوں سے مالا مال فرمائے، آمین۔

بڑی ناقدری ہوگی اگر عزیزی مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی کا تذکرہ نہ کروں جن کی کوششوں سے کتابت وطباعت سے یہ کتاب آراستہ و پیراستہ ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیزی مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس راہ میں میرے معین ونصیر ہیں۔

بروز اتوار، ۲۵/شوال ۱۴۳۲ھ
حال وارد مکان مولانا رزین اشرف ندوی
سلور آرک، کونڈوا، پونے

العبد **محمد ثمین اشرف قاسمی**
خطیب وامام مسجد الحبتور بلڈنگ،
ص۔ب۔:۲۸۴۹۹، الامارات

فہرست

زندوں کی وصایا

قدیم وجدید اہلِ علم کا ایک بیش بہا خزانہ

حضرت مولانا محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ

سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ابھی میرے سامنے ایک کتاب کا مسودہ رکھا گیا جسے مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی نے مرتب کیا ہے۔ اس میں انبیاء کرام، اولیاء عظام اور علماء کرام کے ان نصائح اور وصایا کو جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے جو انھوں نے اپنی زندگی میں مسلمانوں، اپنے عزیزوں اور تلامذہ کے لیے مرتب کیا تھا یا زبان سے فرمایا۔ اس طرح یہ مجموعہ قدیم و جدید اہل علم کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جو امت کے لیے بے حد مفید ہے اور جس کی خواندگی سے نوجوان مسلمانوں کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔ مولانا لائق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے ہزاروں صفحات کا مطالعہ کرکے جمع کیا۔ اُمید ہے کہ کتابی شکل میں چھپ کر یہ امت کی رہبری کا فریضہ ادا کرے گا اور امت کے افراد زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا سلّمہٗ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور ان کے لیے زادِ آخرت بنائے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

محمد ظفیر الدین مفتاحی
مفتی دارالعلوم دیوبند

کتاب بہت پسند آئی

حضرت مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم

بقیۃ السلف اُستاذِ حدیث صدر مدرّس مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، یوپی

حامداً و مصلّیا و مسلّما و بعد ....

'مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء' جو مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی زید فیضہ کی جدید ترین تالیف ہے۔ اس کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ کتاب کے مؤلف ہمارے مشائخ و اکابر کے فیض یافتہ ہیں۔ نیز کتاب کے مآخذ مستند کتب حدیث و سیر ہیں۔

بندہ نے اس کو ایک دو جگہ سے سنا، بہت پسند آئی۔ حق تعالیٰ شانہ اس کو نافعِ خلائق فرمائے اور مؤلف زید مجدہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بندہ نے یہ چند سطریں مؤلف موصوف کے اصرار پر اس غرض سے لکھ دی ہیں کہ اس کارِ خیر میں بندہ کی بھی ایک لحاظ سے شرکت ہو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہ لوگوں کو اس سے زائد سے زائد منتفع ہونے کی توفیق بخشے، آمین۔

(مولانا) محمد عاقل عفی عنہ

سہارنپور

مرتب و ناشر کو اجرِ جزیل عطا ہو

مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری (مفتی اعظم مہاراشٹر)

اسلامی علوم اور اسلامیات پر ہر عہد میں بہت کچھ لکھا گیا لیکن ہر نئے آنے والے دَور میں مزید کی ضرورت محسوس کی گئی۔ عرف کی تبدیلی، مزاجوں کا تفاوت اور انشاء کے الگ الگ اسالیب بھی متقاضی رہے کہ جو لکھا جا چکا ہے از سر نو اسے مدوّن کیا جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جنھیں توفیق اور ہمت دی ہے وہ مسلسل اس دینی خدمت میں مصروف ہیں اور مختلف موضوعات اور عناوین کے تحت اسلامی تعلیمات کو یکجا کر کے ان کی نشر و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

عزیزم مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ باصلاحیت، داعیانہ مزاج رکھنے والے عالمِ دین ہونے کے ساتھ عملِ پیہم کا پیکر بھی ہیں اور بقدرِ حوصلہ اور توفیقِ ایزدی مختلف موضوعات پر کام کرنے کا ان میں جذبہ بھی ہے۔ موصوف کی اب تک کئی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں جو مفید بھی ہیں اور صحیح اسلامی تعلیمات کا آئینہ بھی۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

پیش نظر مسودہ انبیاء اور اولیاء کی وصایات پر مشتمل انتہائی قابلِ قدر اور مفید معلومات کا حامل ہے۔ مرتب سلّمہٗ نے حضور نبی کریم ﷺ، انبیاء کرامؑ، حضرات صحابہؓ اور ان کے بعد کے ہر عہد کے علماء اور صلحاء کی وصایا کو یکجا کر دیا ہے۔ ان کی یہ تالیف اپنے موضوع پر جامع اور مکمل بھی ہے اور مفید و معلوماتی بھی۔ اللہ پاک ان کی اس خدمت کو شرفِ قبولیت اور مقبولیت سے نوازے اور عوام و خواص ہر ایک کے لیے نافع اور سود مند بنائے۔ اس کی اشاعت ان کے برادر خرد مولانا رزین اشرف سلّمہٗ کے زیر اہتمام ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب اور ناشر دونوں کو اجرِ جزیل عطا فرمائے، آمین۔

مورخہ: ۶/ ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ

مفتی عزیز الرحمٰن
ممبئی

ثمین اشرف اپنے باپ کا سچا جانشین

حضرت مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا

بسم الله الرحمن الرحیم۔ الحمد لله ربّ العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسوله الکریم

الحمدللہ! عزیزی مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو میں قریب سے جانتا ہوں۔ ان کے پدر بزرگوار جناب حاجی ابراہیم صاحبؒ بڑے متقی اور بزرگ صفت انسان تھے۔ ان سے میرے تعلقات بڑے گہرے تھے۔ وہ ولایت کے ایک درجے پر فائز تھے۔ انھوں نے ایک لمبی عمر پائی۔ حضرت اقدس مولانا بشارت کریمؒ اور بعدہٗ حضرت شاہ نوراللہ عرف حضرت پنڈت جیؒ کی لمبی صحبت پائی۔ یہ حضرت مولانا حکیم احمد حسنؒ منوروہ کے مجاز و خلیفہ تھے جو صاحبِ علومِ دین تھے۔ حضرت کی بابرکت شخصیت نے حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے سلسلہ کو ترقی دے کر حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب جیسی عظیم شخصیت پیدا کی۔

مرشد حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب نے مجھ عاجز سے فرمایا تھا کہ اگر حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ تم کو بلاویں تو ضرور جانا۔ اور کہیں نہیں جانا۔ حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ پر شروع ہی سے فیضانِ باری کا سلسلہ تھا جس کا اندازہ درج ذیل واقعے سے ہوتا ہے۔

جب وہ طالب علم تھے اُس وقت کے واقعات میں ایک واقعہ سیتامڑھی کا ایک روز مجھ سے بیان فرمایا۔ 'جب اسکول میں پڑھتا تھا تو امتحان کے موقع پر خواب میں سوالات مجھے بتا دیے جاتے۔ جب سیتامڑھی سے مظفرپور میں تعلیمی سلسلہ منتقل ہوا تو طعام و قیام کا انتظام ایک دینی اور متشرع گھرانے میں کیا گیا۔ یہاں میری حالت بہت خراب ہوگئی۔ رات میں آفتاب نظر آتا۔ تجلی اور فیض و برکات کی بارش اس طرح ہوتی کہ میں بے ہوش ہوجاتا۔ ایک روز بازار کی طرف چلا اور چند قدم چل کر بے ہوش ہوگیا۔ راہ گیروں کی بھیڑ لگ گئی۔ کسی نے کہا یہ لڑکا آسیب زدہ ہے۔ کسی نے کہا بیمار ہے۔ وہیں پر ایک مولانا کی رہائش گاہ تھی۔ وہ لوگ مجھے وہاں لے گئے۔ مولانا کا نام غالبًا عبدالحفیظ تھا۔ ان کے کمرے کی کواڑ کھلی اور لوگوں سے فرمایا کہ اس بچے کو میرے کمرے میں رکھ دو۔ چنانچہ لوگوں نے وہاں پہنچایا۔ آپ نے کمرہ بند کردیا۔ نہ جانے

کتنی دیر کے بعد ہوش آیا۔ پھر انھوں نے مجھ سے چند سوالات کیے اور مجھے میری خواب گاہ تک پہنچوا دیا۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کرنے کے بعد فرمایا کہ اس بچے کو کسی بزرگ کے یہاں پہنچانا ضروری ہے۔ اُس وقت بہار میں تین مشہور بزرگ تھے؛ حضرت اقدس گرھولویؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور شاہ محی الدین پھلواریؒ۔ اس طرح سے حاجی صاحب مرحوم حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے یہاں بھیجے گئے۔ پھر وہ انہی کے ہو کر رہ گئے۔'

مفتی ثمین اشرف حضرت حاجی منظور احمدؒ سے ملنے کیلئے طالب علمی کے زمانہ سے ہی مصرولیا آیا کرتے تھے۔ان کے والد کی نسبت سے بڑی خوشی سے ملتے اور پیار ومحبت کا ثبوت پیش کرتے۔ نیز حضرتؒ والا دیگر اشغال چھوڑ کر ہمہ تن ان کی طرف متوجہ ہو جاتے۔اور متعدد مضامین پر گفتگو کرتے۔ حضرتؒ کا خیال تھا یہ لڑکا مفتی ثمین اشرف اپنے باپ کا صحیح جانشین ہوگا اور خود حضرت اپنی نسبت ان میں ڈالنے کی کوشش کرتے۔ فرماتے حقیقتاً کامل تصرف درویش وہ ہوتا ہے جس کو طریقۂ شریعت میں تصرف کی نسبت حاصل ہو۔ ایسے صاحبِ تصرف درویش کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ہمارے حضرت منظور احمدؒ، صاحبِ تصرف درویش تھے لیکن ہر کسے را بہرِ کارے ساختند۔

مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر و تقریر و تفسیر کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔ انشاء اللہ وہ نسبت جو اُن کے دل کو حاصل ہے، عدم گرفتاریٔ دل یعنی دل ما سوائے حق تعالیٰ کے سب چیزوں کو بھلا دے وہ حاصل ہے۔ اپنے وقت پر رنگ لائے گا۔ فاضلانِ نقشبندیہ کے یہاں اس کو فناءِ قلب کہتے ہیں ہمارے حضرات فقیری کا کمال نسبت میں تصور کرتے تھے۔ اور ادائے نماز باوّل اوقات، اجتناب از بدعت اور امورِ مسنونہ کی پابندی کرتے۔ دن رات ذکر وفکر میں رہتے ہیں اور انہی امور سے دل کو سکون اور جمعیت حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے پیر و مرشد حضرت منظور احمد صاحبؒ نے مفتی ثمین اشرف صاحب کو کچھ وظیفہ بتایا تھا۔ ہم اللہ پاک سے دعا کرتے ہیں مولوی مفتی موصوف کو اخلاص وعمل کے ساتھ دین کی عزت دے اور دنیا بھی سنوار دے۔ والحمد والسلام بحرمت جد الحسن والحسین صلی اللہ علیہ وسلم

لاشئ **شمس الہدیٰ** کان اللہ لہ
راجو، دربھنگہ، بہار

۴؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
مطابق ۳۰؍نومبر ۲۰۱۱ء

علمی کام میں برکت کی دلیل

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ میر القاسمی

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على سيّد المرسلين خاتم النبيين محمد و على اله و اصحابه و اتباعه و اولياء الله اجمعين، اما بعد ...

ہمارے زمانۂ طالب علمی کے رفیق وشفیق ہم درس مولانا مفتی ثمین اشرف القاسمی زَادَہُ اللہ علماً وعملاً وعرفاناً، (جن کو زمانۂ طالب علمی سے ہی علمی اور عملی ذوق رہا ہے بلکہ حسباً ونسباً بھی اکابر سے تعلق ورثہ میں ملا ہے۔علمی میدان میں محنت وشغف کے ساتھ ساتھ سلوک کے میدان سے آشنائی رہنے کے سبب مرکز علم و ورع مادرِ علمی دار العلوم دیوبند میں اس وقت کے معروف و مقبول اکابر سلوک وتقویٰ سے ربط وکسبِ فیض کی سعادت نصیب ہوئی) کو اللہ پاک نے توفیق عطا فرمائی کہ عجمی ہونے کے باوجود اور عجم میں علم دین کی دولت سے سرفراز ہوکر سرزمین عرب میں خدمتِ دین کا موقع نصیب رہا۔ موصوف کو اللہ پاک نے تقریر کے ساتھ تصنیف کا بھی ذوق نصیب فرمایا ہے۔ چنانچہ اس سے قبل انھوں نے حدیث پاک کے مبارک میدان میں یہ سعادت حاصل کی۔ گزشتہ دنوں اپنے محترم مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور خادم خاص فقیہہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی معیت میں بردوبئ حاضری ہوئی تو اپنی تازہ تصنیف 'وصایا انبیاء' مرحمت فرمائی۔ اس بار حاضری کے موقع پر مذکورہ کتاب کی دوسری جلد 'گلدستۂ وصایا' کی زیارت کرائی۔ یہ ان کے علمی کام میں برکت کی دلیل ہے۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رفیق موصوف کے دینی کاموں میں برکت عطا فرمائے، اخلاص کی دولت سے مالامال فرمائے اور عند اللہ وعند الناس مقبول فرمائے۔

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

وانا العبد الافقر **محمد رحمت اللہ میر القاسمی**
دار العلوم رحیمیہ، بانڈی پورہ، پونچھ، کشمیر

۲۱/۴/۱۴۳۱ھ
وارد حال شارجہ

صادقین کی صحبت کا بدل

حضرت مولانا ابراہیم صاحب قاسمی

خلیفہ حضرت فقیہ الامت مفتی محمد محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

الحمد لله وحده و الصلوة و السلام علی من لا نبی بعده و علی آله و اصحابه و من تبعه الی یوم القیامة .... اما بعد

قرآن پاک کا ارشاد جگہ جگہ ایمان والوں کے لیے یہ آیا ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور اس کی تدبیریں بھی جگہ جگہ مختلف انداز سے آئی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اہم طریقہ ﴿کُونُوا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾ کا بتایا گیا ہے۔

صادقین کی صحبت کا بدل ان کے نصائح، اقوال اور ارشادات ہیں۔ ان نصائح، اقوال اور ارشادات کو جمع کرنے کا معمول شروع سے رہا ہے اور اس کا نفع بدیہیات میں سے ہے۔

خوشی ہے کہ ہمارے رفیق محترم حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف القاسمی زید مجدہم العالی جن کا علمی استناد دورِ حاضر کے مشہور علمی ادارہ دار العلوم دیوبند سے ہے اور وقت کی عظیم شخصیت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ خصوصی توجہات و تربیت کا مورد رہے ہیں اور اب بلادِ عربیہ میں حفاظت و اشاعت دین کی خدمت سے بہرہ ور کر رہے ہیں، انھوں نے علماء صالحین کے ارشادات، نصائح اور فرمودات کو 'گلدستۂ وصایا' کے نام سے ایک جگہ جمع کیا ہے۔ اللہ پاک اس مجموعے کو اُمت کے لیے نافع بنائے۔ ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنا کر عند اللہ مقبول فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

و صلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و علی آله و اصحابه اجمعین

العبد **ابراہیم** غفرلہ
پانڈور، ساؤتھ افریقہ

۲۱ر ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
وارد حال دبئی

نادر وبصیرت افروز نصیحتیں

حضرت مولانا محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

خلیفہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی

الحمد للہ! وصایا انبیاء و اولیاء کرام کی جلد اول کا کسی قدر مطالعہ کیا جس میں محبّ مکرم مولانا ثمین اشرف صاحب زید مجدہ نے نہایت نادر و بصیرت افروز نصیحتیں جمع فرما دی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس حضرات کی نصائح سے بڑھ کر اُمت کے لیے کس کی نصیحتیں مفید ہوسکتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

اب ماشاء اللہ اس کی دوسری جلد منصۂ شہود پر آرہی ہے۔ جس میں ہماری تالیف اقوالِ سلف سے بھی اہل اللہ کے منتخب ارشادات درج فرمایا ہے جو ہمارے لیے سعادت کی بات ہے۔

فجزاهم الله احسن الجزاء

دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تیسری جلد کی تتمیم کی توفیق ارزانی فرمائے اور مولانا ثمین اشرف صاحب کو اجر وثواب سے نوازے اور امت کے لیے مفید بنائے اور عمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

۲۹/دسمبر ۲۰۱۰ء
کریلی، الٰہ آباد

والسلام
محمد قمر الزماں الٰہ آبادی
دار المعارف الاسلامیہ

آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

حدیث مبارکہ میں وارد ہے "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ" (دین سراسر خیر خواہی ہے)۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ دین اور خیر خواہی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ لہٰذا جہاں دین ہوگا وہاں خیر خواہی ہوگی اور جہاں خیر خواہی ہوگی وہیں دین ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اسی جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر بڑے اپنے چھوٹوں کو نصیحت کے رنگ میں وصیت کرتے رہے ہیں۔ ربّ کائنات نے قرآن مجید میں ایسے واقعات کا تذکرہ فرما کر ان کی اہمیت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے ﴿وَ وَصّٰی بِهَا اِبْرَاهِیْمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ﴾ (اور وصیت کی اس کی ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ نے)۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ﴾ (اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے سے جبکہ وہ اسے نصیحت کررہا تھا)۔ اللہ ربّ العزّت نے لقمان علیہ السلام کے الفاظ کو اپنے مقدس کلام کا حصہ بھی بنادیا اور قرآن مجید کی ایک سورت کا نام بھی 'سورۂ لقمان' رکھ دیا۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ دین اور خیر خواہی لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

ہمارے محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی محمد ثمین اشرف زید مجدہ کے پرسوز قلب نے اس جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے وصایا کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں یکجا کردیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان ثابت ہوگی۔ اللہ ربّ العزت ان کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر اسے اپنے قرب کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین علیہ الصلوات و التسلیم

دعا گو و دعا جو

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

کان اللہ لہ عوضاً عن کل شئ

۸/صفر ۱۴۳۲ھ

حال مقیم دبئ

(حضرت حفظہ اللہ کے سامنے پہلی مطبوعہ جلد تھی۔ الحمد للہ اس وقت کتاب چار جلدوں میں شائع ہورہی ہے۔ ناشر)

پیش لفظ

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصّلٰوۃ و السّلام علی اشرف الانبیاء و خاتم المرسلین و علی اٰلہ و اصحابہ الطیبین الطّاھرین الی یوم الدّین – اما بعد

آج سے تقریباً سترہ سال قبل ۱۴۰۷ھ کی بات ہے کہ گھر سے اطلاع ملی کہ عزیزم منیب اشرف چھ ماہ کی عمر میں آغوشِ رحمت میں پہنچ گئے۔ نام ان کا منیب اشرف رکھا تھا، جس کی مناسبت سے دل میں خیال آیا کہ اللہ والوں کی وصایا یکجا کی جائیں۔ کیونکہ آخری لمحاتِ زندگی میں زبان پر وہی آتا ہے جو پوری زندگی کا سرمایہ و ماحصل ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے کتاب کا نام ''وصایا الانبیاء والاولیاء لکل عبد منیب'' تجویز ہوا۔

تاہم قارئین سے یہ بات واضح کردینی ضروری ہے کہ بندہ نہ تو مؤلف جیسا رنگ و اسلوب رکھتا ہے نہ ہی کبھی اس بات کا خیال دل میں آیا کہ اس قابل بھی ہے۔ جن دنوں اس کام کی توفیق منجانب اللہ ہوئی ایک فوجی چھاؤنی میں تن تنہا دن رات رہتا۔ مشغولیت کچھ بھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ بعد نمازِ عشا مختصر درسِ قرآن مجید...... پھر وہی کمرہ، وہی کتابیں، وہی در و دیوار کی خاموش زبان کہ کچھ تو کرلے۔ ورنہ میری طرح تو بھی ایک روز خاموش ہوجائے گا اور شہرِ خموشاں کا مکیں بن جائے گا۔ رات کی تاریکی کبھی بے چین کردیتی اور زبانِ حال سے کہتی کہ کیوں مضطرب ہے تو؟ یہ کتابیں تیرا ساتھ دے رہی ہیں، تو ان سے چمٹ جا۔ ان کو رات کی تنہائیوں کا ساتھی بنالے۔ ان کتابوں کے مؤلفین و مصنّفین نے بھی رات کی تنہائیوں کو غنیمت

جانا اور لالہ وگل جمع کردیے۔ تیرا کام بس اِن موتیوں اور شہ پاروں سے انتخاب ہی تو کرنا ہے۔ جہاں میری رہائش تھی وہاں نادر کتابوں کا قیمتی ذخیرہ پہلے سے موجود تھا۔

حق جل مجدہ نے خوب ہی دستگیری فرمائی۔ پھر پوری پوری رات کتاب کا مطالعہ کرتا اور بعد نمازِ فجر سوجاتا۔ ناشتہ کے وقت اُٹھتا پھر چائے وغیرہ کے بعد وہی کتاب ...... للہ الحمد اوّلاً و آخراً والصلوٰۃ علی نبیہ سرمداً......اس مدت میں حق جل مجدہ کی توفیق سے بعض کتابیں پوری پڑھ ڈالیں۔ مثلاً مسند امام احمدؒ کا بائیس دن میں مطالعہ کرلیا۔ شرح السنہ امام بغویؒ کا بارہ دن میں۔ انہی دنوں راحتِ قلب کے لیے تفہیماتِ الٰہیہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مطالعہ کیا۔ کیا خوب سے خوب تر جواہرات کو شاہؒ نے جمع کیا ہے۔ طبقاتِ ابن سعد، حیات الصحابہ، سیر اعلام النبلاء ذہبی کی، حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی کی۔ ان کتابوں کے مطالعے سے اپنے مقصد کے مضامین کا انتخاب کرتا جاتا ...... کتبِ احادیث کے مطالعے میں خاص مقصد یہ تھا کہ رسولِ اکرمؐ کی وہ احادیث جن میں آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو بطور خاص وصیت ارشاد فرمائی ہیں، جمع ہوجائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مجھ جیسے اجہل الناس کو اس عظیم کام کی توفیق مل جانا، ایسا ہی ہے جیسے بچے کو جوہر مل جانا۔ فلہ الحمد کلہ اوّلہ وآخرہ والصلوٰۃ علی من لا نبی بعدہ۔

الغرض، مطالعہ کی توفیق بھی دن بدن بڑھتی گئی اور اپنے مقصد کی احادیث کا انتخاب بھی کرتا گیا۔ انہی دنوں دل میں منجانب اللہ خیال آیا کہ "یأتی علی الناس زمان...." کے عنوان کی جو احادیث آرہی ہیں، ان کو یکجا کرلوں۔ اس لیے وصیت کی احادیث الگ کاپی میں اور موخر الذکر عنوان کی احادیث الگ کاپی میں جمع کرتا گیا۔ انہی دنوں، احکام اہل الذمہ کی مناسبت سے آپؐ نے جو ارشاد فرمایا، ایک کاپی اللہ نے جمع کرنے کی توفیق دے دی۔ حق جل مجدہ کا ایک عظیم احسان یہ بھی ہوا کہ اس مقصد کے تحت وہ کتابیں جو موجود نہ تھیں ان کا خریدنا اللہ پاک نے آسان کردیا۔ اللہ پاک ہماری نسلوں میں علم نبوت کے وارثین پیدا فرمائے، آمین۔ اس طرح آپ کے ہاتھوں میں کتاب ''وصایا الانبیاء والاولیاء لکل عبد منیب''، جس کا اُردو نام برادرِ عزیز مولانا محمد رزین اشرف ندوی نے ''مجموعۂ وصایا انبیاء واولیاء'' تجویز کیا ہے، موجود ہے۔

☆ اس مجموعے میں تقریباً ساٹھ احادیث ایسی آئیں گی جن میں فداہ ابی وامیؐ نے مختلف صحابہ کرامؓ کو وصیت فرمائی ہیں۔

☆ حق جل مجدہ کا خاص کرم ہے کہ اس مجموعے میں حجۃ الوداع کا کامل خطبہ جو عام طور پر محدثین و مفسرین، اصحابِ سیر و مغازی نے مختلف عناوین کے ساتھ مختلف مقامات پر نقل کیے ہیں، آپ اس مجموعے میں کلامِ نبوی اور اس کا اُردو ترجمہ ایک ساتھ پڑھیں گے۔ تقدیم و تاخیر کا امکان ہے۔ اللہ پاک سے عفو و تسامح کا اُمیدوار ہوں۔ برکت اور قبولیت کی اُمید پر حجۃ الوداع کے خطبے کو کتاب میں مقدم رکھا ہے۔

☆ دوسرے انبیاء علیہم وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے وصایا تو نہیں ملے، تاہم اُن مقدس حضرات کے فرمودات جو معتمد علیہ ذرائع سے ملے ہیں، نصیحت و برکت کے تحت نقل کر دیے گئے ہیں آپ اس مجموعے میں پڑھیں گے۔

☆ جو بات جہاں سے منقول ہے، اس کے عربی مراجع مع حوالجات نقل کیے گئے ہیں تاکہ قارئین حضرات چاہیں تو دیکھ لیں۔

حق جل مجدہ کی توفیق شامل حال رہی تو آپ عنقریب عربی وصایا بھی انشاء اللہ پڑھیں گے۔

اس غیر مربوط تحریر کے بعد اب آپ کے سامنے وصیت کی اسلام میں شرعی حیثیت کیا ہے، اور اس کے احکام کیا ہیں، بزبانِ خیر الانام ﷺ پڑھ لیجیے۔

وصیت کی حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا حَقُّ اِمْرَئٍ مُسْلِمٍ لَهٗ شَیْءٌ یُوْصِیْ بِهٖ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَ وَصِیَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ۔ متفق علیه۔

(بحوالہ مشکوٰۃ ج:۱، ص:۲۶۵)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَاتَ عَلٰی وَصِیَّةٍ مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَ سُنَّةٍ وَ مَاتَ عَلٰی تُقًی وَ شَهَادَةٍ وَ مَاتَ مَغْفُوْراً لَهٗ۔

(رواہ ابن ماجہ۔ بحوالہ مشکوۃ باب الوصایا۔ ج:۱، ص:۲۶۶)

ترجمہ حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کوئی واجب ادا کرنا ہو جس کی وصیت کرنا اس کے لیے ضروری ہے اس کو حق نہیں کہ دو راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی اس کے پاس نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص وصیت کر کے مَرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مَرا، اور تقویٰ اور شہادت پر اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مَرا۔ (ابن ماجہ)

اِن دونوں روایتوں سے حقوقِ واجبہ کی وصیت کا وجوب اور غیر واجبہ کی وصیت کا کم از کم استحباب ضرور ثابت ہوتا ہے۔ (جیسے نادار اقرباء اور مفلس لوگوں کے لیے وصیت کرنا)

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا سماعتِ حدیث کے بعد معمول

اس لیے ابن عمرؓ کا معمول تھا کہ یہ فرمانِ نبوی سننے کے بعد اپنے سرہانہ میں وصیت نامہ لکھ کر رکھتے تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

"مَا مَرَّتْ عَلَیَّ لَیْلَۃٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ ذَالِکَ وَ عِنْدِیْ وَصِیَّتِیْ۔ (رواہ الشیخان واصحاب السنن۔ کتاب الجنائز۔ ص:۵)

یعنی ابن عمرؓ پر اس حدیث کے سننے کے بعد کوئی رات نہیں گزری کہ وصیت لکھ کر اپنے سرہانہ نہ رکھتے ہوں۔ (غرض ابن عمرؓ ہمیشہ وصیت ساتھ رکھتے تھے)

حقوقِ واجبہ کی ادائیگی میں جلدی اور قیامت میں مفلس کون ہوگا

اگر آپ کے ذمے کسی کا حق ہو تو اوّل فرصت میں ادا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ کیا پتہ کس وقت آ جائے اور دل کی حسرت دل میں ہی رہ جائے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ اگر کسی کا حق تمہارے ذمے ہو تو اس دن کے آنے سے قبل ادا کر دو جس دن نہ مال و متاع ہوگا اور نہ دنیوی اسباب و سامان باعثِ نجات بن سکیں گے، بلکہ انسان بالکل ہی بے بس اور یکسر مفلس ہوگا۔

ارشادِ نبوی ہے:

مَنْ كَانَتْ عِنْدَهٗ مُظْلِمَةٌ لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ مَالِهٖ فَلْيُؤَدِّهَا اِلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَأْتِيَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ لَا يُقْبَلُ فِيْهِ دِيْنَارٌ وَّ لَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ وَ أُعْطِيَ صَاحِبُهٗ وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَتْ عَلَيْهِ۔ (أخرجه البخاری و البیهقی۔ احکام الجنائز۔ ص : ۴)

آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی پر اس کے بھائی کے حقوقِ واجبہ از جنسِ عزّت و ناموس (جیسے غیبت و چغل خوری اور بدگوئی و بدگمانی) یا مال ہو تو اس کو چاہیے کہ صاحبِ حق کا حق ادا کردے قیامت کا دن آنے سے پہلے۔ اس لیے کہ اس دن درہم و دینار نہ ہوگا جو قبول کیا جائے گا۔ البتہ اگر اس کے پاس نیکی و بھلائی ہوگی تو وہ لے کر صاحبِ حق کو دے دی جائے گی اور اگر اس کے پاس نیکی بھی نہ ہوئی تو صاحبِ حق کے سیئات اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحبِ حق کے حق کو موت سے قبل ادا کردے یا معافی تلافی سے تدارک کرلے۔ ورنہ قیامت میں نیکی لے کر حق ادا کردیا جائے گا۔ اور اگر نیکی نہ ملی تو صاحبِ حق کے سیئات کا بوجھ بھی اسی پر ڈال دیا جائے گا۔ حالانکہ قیامت میں خود ہی نفسی نفسی کا عالم اندوہناک ہوگا۔

اللّٰھم انا نسئلک العفو و العافیة برحمتک یا ارحم الراحمین۔

مفلس کون ہے؟

"اَ تَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ ؟ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهٗ وَ لَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَ صِيَامٍ وَ زَكَاةٍ وَ يَأْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَ قَذَفَ هٰذَا وَ اَكَلَ مَالَ هٰذَا وَ سَفِكَ دَمَ هٰذَا وَ ضَرَبَ هٰذَا۔ فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ۔ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِى النَّارِ۔ (مسلم۔ احکام الجنائز۔ ص: ۴)

آنحضور ﷺ نے (صحابہؓ سے) سوال کیا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کچھ سامانِ زیست...... (یہ سن کر)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت میں مفلس وہ لوگ ہوں گے جو قیامت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ساتھ آئیں گے لیکن ساتھ ساتھ اس کو گالیاں دی ہوگی، تو کچھ لوگوں کے دامنِ عفت کو تہمت سے داغدار کیا ہوگا اور لوگوں کا مال (بغیر حق کے) کھایا ہوگا اور ناجائز خون بہایا ہوگا اور لوگوں کو مارا ہوگا۔ تو اس کی کچھ نیکی اس کو دے دی جائے گی اور کچھ اِس کو۔ اگر اس کی نیکیاں حقوق الناس کی ادائیگی سے قبل ختم ہوجائیں گی تو پھر صاحبِ حقوق کی بدی وسیئات اس کے ذمہ ڈال دی جائیں گی اور پھر اس (نمازی، روزہ دار اور پابندِ زکوٰۃ) کو نارِ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم شریف)

حقوق العباد کی ادائیگی

ان دونوں حدیثوں کا ماحصل ایک ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی اِمہال وسستی باعثِ رسوائی وعذاب ہے۔

آج کے ماحول میں ہم سب ہی پابندِ صوم وصلوٰۃ تو ہیں مگر حقوق العباد کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ حقوق العباد ہی در اصل معیارِ شریعت ہے۔ حق جل مجدہ اپنے حقوق معاف فرمادے گا مگر حقوق العباد کا مواخذہ ضرور فرمائے گا اِلّا یہ کہ صاحبِ حق خود معاف کردے کیونکہ احکم الحاکمین کو عدالت ومیزان کی باریک کسوٹی کو بھی برقرار رکھنا ہے۔ لہٰذا ہمیں حقوق العباد کی اپنی زندگی میں مکمل نگرانی کرنی چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمام قیمتی جواہر پارے، ساگ سبزی کے بدلے وزن کردیے جائیں اور ہم مفلس کے مفلس رہ جائیں۔ اللہ ہم سب کو مکمل حقوق العباد کی ادائیگی کا پابند بنائے۔ آمین ثم آمین۔

اعترافِ تقصیر

ننگِ اکابر واسلاف اپنی کم مائیگی کا حرف بحرف اعتراف کرتا ہے کیونکہ ترجمہ بہرحال ترجمہ ہے۔ وہ معنویت وجاذبیت جو اصل صاحبِ کلام کے کلام میں ہوتی ہے، بہت مشکل ہے، خاص مجھ جیسے کم علم کے لیے ... یہ کتاب اہلِ قلم علماء اور صاحبِ فہم دانشوروں کی تصنیف نہیں کہ اس معیار پر آپ اس کو پرکھیں، بلکہ ایک نادان نے دانائے سبلؐ کے آخری کلمات جمع کرنے کی

سعی کی ہے۔ البتہ جن حضرات کے فرمودات ہیں ان کا رتبہ و مقام ہماری نگاہ و تصوّر کے تقدس سے بہت ہی بلند تر ہے۔

یہ بات بھی قابلِ لحاظ رہے کہ چاہنے اور جستجو کے باوجود بعض اکابر و اسلاف کی وصایا اس مجموعہ میں نہ آ سکیں۔ جستجو جاری ہے، جن حضرات کے پاس ان مطبوعہ وصایا کے علاوہ اکابر کی وصایا موجود ہوں، وہ ہمیں ارسال فرما دیں۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں شامل کر لی جائیں گی۔

ان چند سطروں کے بعد اب اصل مضمون بعون اللہ شروع کرتے ہیں۔ و اللّٰہ المُعین و المُستَعان. و ما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکّلتُ و الیہ اُنیب.

العبد محمد ثمین اشرف قاسمی کان اللہ لہ
شوال المکرّم ۱۴۰۷ھ
صلالہ، سلطنت عمان

حضرت مولانا شاہ بشارت کریمؒ خلیفہ حضرت مولانا غلام حسینؒ کانپوریؒ

(ولادت: ۱۲۹۴ھ۔ وفات: بروز جمعرات، ۱۹ر محرم ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء)

﴿وَ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ﴾

۱۔ اخلاقیات کی دنیا میں سب سے گری ہوئی بات کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا ہے۔ اب جب کسی نے خود کو خود سے اتنا گرا دیا کہ تمھارے سامنے ہاتھ پھیلایا تو تمھارے اخلاق کا تقاضا یہ نہیں کہ اب کچھ اور کہہ کر اس کو اور گراؤ۔ (الاکلیل، ص: ۶۹)

(سائل خواہ کتنا ہی خوش پوش آئے، واپس نہیں کرنا چاہیے۔ اس کی حکمت اور آیت کی تشریح حضرتؒ نے کیا بصیرت افروز فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ والوں کی زبان ہی آیتِ ربانی کی تشریح و تفسیر کی مستحق ہے۔ ثمین اشرف)

۲۔ جن کو اللہ نے بصیرت دی ہے وہ قرآن پاک کو اسی ترتیب سے لوحِ محفوظ میں دیکھ رہے ہیں جس طرح اِن ہتھیلیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ قرآن کی ترتیب پر شک وشبہ کا جوابِ شافی رسول اللہؐ نے منجانب اللہ اسی ترتیب کو باقی رکھا۔ اس کا اہلِ بصیرت مشاہدہ بھی کرتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ جس کو صالح بنانا چاہتا ہے اس کو دعا کی توفیق بھی دیتا ہے اور قبول بھی کرتا ہے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں: 'ہم دعا از تو اجابت ہم زتو'۔

جب بچہ روتا ہے تو ماں کے پستان میں دودھ بھر آتا ہے اور جب آسمان روتا ہے تو چمن کھل جاتے ہیں۔

جب بندہ عاجزی کرتا ہے اور روتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اس پر کھول دیتا ہے۔

۴۔ حق جل مجدہ جب کسی پر خاص عنایت چاہتا ہے تو جانچ شروع ہوجاتی ہے اور اس پر مصائب وشدائد شروع ہوجاتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے: "اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ بَلَاءً الۡاَنۡبِیَاءُ ثُمَّ الۡاَمۡثَلُ"۔ نیز ارشادِ ربانی ہے ﴿اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ وَ لَمَّا یَاۡتِکُمۡ مِثۡلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کتنی مصیبتیں اُٹھائیں؛ وطن سے باہر نکلے، سخت مصائب برداشت کر کے مدین پہنچے، دس برس بکریاں چرائیں، اہلیہ کو لے کر نکلے تو راستے میں آندھی، پانی اور بادل اتنی کثرت سے ہوا کہ تمام اندھیرا چھا گیا وغیرہ۔ غرض نیک بندوں پر آلام ومصائب سے نجات کے لیے دعا بھی اللہ ہی نے سکھا دی۔

﴿رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَ اعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ﴾

جس پر زیادہ مصیبتیں ہوتی ہیں وہ بڑا شخص ہوتا ہے۔ جب صحابہؓ نے بڑی سخت سخت مصیبتیں جھیلیں تو اتنے اعلیٰ درجے کو پہنچے کہ کوئی ولی ولایت کے کتنے ہی درجے کو طے کر لے کسی صحابیؓ کے مرتبے کو نہیں پا سکتا۔ سچ ہے خدا طلبی بلا طلبی۔ (جنۃ الانوار: ۵۸)

۵۔ اگر ذکر کرتے وقت خطرات و وسواس ہونے لگے تو استغفار کرنا اور موت کو یاد کرنا بہت مفید ہوتا ہے اور جمعیت ہونے لگتی ہے۔

۶۔ یادداشت اس کو کہتے ہیں کہ جب طالب اپنے دل کی طرف مخاطب ہو تو اس کو حاضر پاوے۔ یعنی جمعیت و اطمینان ہو، وساوس وخطرات نہ ہو۔ جب ایسا ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ اپنے ظاہر کو بھی حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے۔ عبادت کی کثرت کرے۔ ہر کام میں نیت کرے کہ یہ حق تعالیٰ کے لیے کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جو حقوق مقرر کیے ہیں اس کو پورا کر رہا ہوں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہوگی۔ بغیر ایسی نیت کیے کوئی کام نہ کرے، تو یہ بھی عبادت ہوگی اور اس طرح یادداشت پختہ ہو جائے گا۔

۷۔ ہوش دردم کا معنی یہ ہے کہ ہوشیار رہے کہ ہر دم ہر سانس میں اللہ کو یاد کیا یا نہیں، حضوری ہے یا غفلت آ گئی ہے تو توبہ کرے۔ اور ہوش دردم کا ایک معنی میں نے یہ سمجھا ہے کہ جو کام کرے اس کو غور کرے کہ آیا یہ کام میں نے اللہ کے واسطے کیا ہے یا اپنے نفس کے واسطے۔

۸۔ عالم مثال میں دنیادار کو کتے کی شکل میں اور رذائلِ نفسانی کو غلیظ یعنی پائخانہ کی شکل میں دِکھایا گیا ہے۔

۹۔ جب تم کو کوئی تکلیف پہنچایا کرے تو صبر کرو اور اس کے ساتھ نیک سلوک کرو اور فرمایا ﴿اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ﴾

۱۰۔ قلب کی مثال مچھلی کی سی ہے اور ذکر کی مثال پانی ہے۔ جس طرح مچھلی کو بغیر پانی کے سکون نہیں، اسی طرح مومن کے قلب کو بغیر ذکر کے اطمینان نہیں۔

۱۱۔ ﴿رَبَّـنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَّ فِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ یہ عام مسلمانوں کو دعا کا طریقہ سکھلایا گیا۔ لیکن خاصانِ حق کی دعا وہ ہے جو حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے ذوقی حالت میں فرمایا: ﴿فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ اَنۡتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ﴾ اس دعا میں باری تعالیٰ کے جناب میں سپردگی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ یہ پہلی دعا میں نہیں ہے۔ (جنت الانوار، صفحہ: ۶۰)

۱۲۔ ذکر و شغل سے لوگوں کا خیال عجیب عجیب فائدہ اُٹھانے کا ہوتا ہے۔ افسوس صد افسوس! یہی وجہ ہے کہ کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا۔ یہ چیز تو قبر کے واسطے کرنی چاہیے نہ کہ دنیا حاصل کرنے کے واسطے۔

۱۳۔ توجہ الی اللہ بزرگوں کی توجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ ذکر سے صرف اس میں ثبات حاصل ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ مبارکہ کی یہ حالت تھی کہ جو ایمان لایا اور اس کی نظر حضورؐ پر پڑی بس فوراً توجہ الی اللہ شروع ہوگیا۔ (جنت الانوار، صفحہ: ۶۱)

۱۴۔ مجددیہ نسبت کی علامت یہ ہے کہ لوگوں سے اس کی طبیعت کو وحشت ہو۔ یعنی غیر ذاکر کی صحبت سے اس کو نفرت پیدا ہو جائے اور اس کا دل بے چین ہونے لگے۔

۱۵۔ موت کو اکثر یاد کیا کرو، خصوصاً ذکر شروع کرتے وقت ضرور موت کو یاد کر لیا کرو۔

(جنت الانوار، صفحہ: ۶۱)

بنام حافظ مسعودؒ

۱۶۔ کامیابی ہر کام کی مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہانہ بنا رکھا ہے۔ ایسی حالت میں کوئی شخص انجام کار پر قطعی رائے نہیں قائم کرسکتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ

ہر کام کے سبب اور تدبیر پر چلے اور اللہ پر بھروسہ رکھے۔ جو اپنے کو بامراد سمجھے گا وہ نامراد ہے اور جو نامراد سمجھے گا وہی باسعادت بامراد شخص ہے۔ (جنت الانوار، صفحہ: ۲۱۷)

۱۷۔ اگر واقعی اللہ کی طلب ہے تو متاہل ہونے پر بھی اس کی صورت ممکن ہے، تعلقِ دنیاوی بنظر ادائے حقوق منافی یادِ الٰہی نہیں ہے، بلکہ کسی موقع پر ممدن ومعاون ہے۔

(جنت الانوار، صفحہ: ۲۲۳)

بنام قاری محمد اسلم

۱۸۔ اس ورد (و ذکر) میں قبض و بسط بھی ہیں۔ امید کہ بحالت قبض تنگدل نہ ہوویں اور بحالت بسط اپنی سرگرمی میں کمی نہ کریں۔ (جنت الانوار، صفحہ: ۲۲۷)

بنام مولانا عبدالشکور

۱۹۔ برادرِ من! کدورت یا قبض کا لاحق ہونا یہ بھی لوازمِ راہ سے ہے۔ اُمید کہ اس سے تنگدل نہ ہوویں۔ ہاں عندالقبض والکدورت نیاز واستغفار لازم ہے۔ (جنت الانوار: ۲۳۰)

۲۰۔ مداومتِ ذکر میں غفلت ہرگز نہ کریں۔ 'کار ایں ست غیر ایں ہمہ ہیچ' ﴿وَ اعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ﴾ (جنت الانوار، صفحہ: ۲۳۷)

۲۱۔ مداومتِ شغل حضرات کرام رحمہم اللہ تعالیٰ (جو باعثِ سلامتیٔ قلب ہے) کو اہم الامور تصور فرمائیں۔ 'کار ایں است غیر این ہمہ ہیچ' ﴿يَوۡمَ لَا يَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَتَى اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ﴾

﴿وَ مَنۡ يَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيۡنٌ﴾ و امثال ذلك ہمارے لیے تازیانہ وقابلِ عبرت ہیں۔ اُمید کہ میرے دوست مداومتِ شغلِ قلبی کی تقیید والتزام کے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور رکھیں۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان
گر ما نہ رسیدیم تو شاید رسی

(جنت الانوار، صفحہ: ۲۳۲)

۲۲۔ میرے کرم فرما مداومت کار کو ضرور اہم المہام سے تصور فرمائیں گے۔

حدیث ”خَیۡرُ الۡاَعۡمَالِ مَا دِیۡمَ عَلَیۡهِ وَ اِنۡ قَلَّ“ سے آپ خوب واقف ہیں۔

بر اہل استقامت فیض نازل می شود مظہر

نمی بینی تجلی گرد کوہ طور می گردد

(جنت الانوار، صفحہ: ۲۳۹)

۲۳۔ جمعیتِ معنوی وسلامتیٔ قلب کی اہمیت کو بہرحال مقصودِ اصل تصور کریں۔ باقی مطالب کو ذرائع و وسائل۔ بزرگوں کے فاتحہ کے لیے کوئی خاص طریقہ معہودہ نہیں ہے۔ مگر معمول اس ناچیز کا یہی ہے کہ اوقاتِ خاصہ میں روزانہ قبلِ مشغولی ذکر و مراقبہ چند آیات وسورِ قرآنیہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا کرتا ہوں۔ اُمید کہ اس طریقے سے اللہ تعالیٰ استقامتِ طریقۂ مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ (جنت الانوار، صفحہ: ۲۴۰)

۲۴۔ تقیید فرائض شرعیہ کی بخوفِ آخرت و مداومتِ وظائف اندرونی بنظر ازالہ امراضِ قلبیہ کو اہم المہمات سے تصور فرماویں۔ ’کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ‘

کارِ مرداں روشنی و گرمی است

کارِ نادان حیلہ و بے شرمی است

﴿یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ﴾ ﴿اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ﴾ (جنت الانوار، صفحہ: ۲۴۱)

۲۵۔ دفعِ ترددات وتشویشات کے لیے کسی تنہائی کے وقت میں ”یا حی یا قیوم برحمتک استغیث“ کو سر بسجود ہو کر پڑھ لیا کریں اس وقت تک کہ قلب میں خشوع و نیاز باقی رہے۔

﴿اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَ هُمۡ فِیۡ غَفۡلَةٍ مُّعۡرِضُوۡنَ﴾

﴿اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰهِ﴾

﴿وَ مَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ وَ لَا یَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ فَطَالَ عَلَیۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَ کَثِیۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ﴾

﴿یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ﴾

ہم لوگوں کے لیے تازیانہ بر تازیانہ ہے غفلت سے نکلنے کے لیے۔ (ایضاً، ص: ۲۴۲)

۲۶۔ استغفار میں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ ہو یا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ، مگر یہ کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مذاق کر رہے ہیں۔ کیونکہ گناہ کرتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ اے اللہ گناہ بخش دے۔ البتہ یہ کلمہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْـتَ سُبْحَـانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ یعنی کوئی معبود نہیں ہے مگر تو پاک ہے ہر عیب سے، میں بے شک گنہگار ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی استغفار ہے۔ مگر بہت ہی لطیف طریقہ سے، تذلل کے ساتھ ہے۔ اور جس نے دل سے یہ پڑھا اس کا بھی گناہ بخش دیا جائے گا، انشاء اللہ۔ (جنت الانوار، صفحہ: ۵۹)

حضرت شاہ نور اللہ عرف پنڈت جی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفۂ مجاز بادشاہ حضرت مولانا بشارت کریم رحمتہ اللہ علیہ، گڑھول شریف، بہار

(وفات: ۱۲/ربیع الاول ۱۳۷۸ھ، مطابق ۱۲/اکتوبر ۱۹۵۸ء۔

مدفون: جمشید روڈ، شریف آباد، کراچی، پاکستان)

۱) جوگی کی زندگی میں ایک ایسا وقت آجاتا ہے کہ اس کو کلمۂ طیبہ پڑھ لینا پڑھتا ہے۔

۲) توحید سمجھ نہیں سکتا جب تک کہ دامنِ نبی کریم ﷺ نہیں پکڑے گا۔

۳) ہر وقت اللہ سے لو لگائے رکھو۔

۴) ذکرِ قلبی ہر حال میں جاری رہنا چاہیے۔

۵) حقوق العباد کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔

۶) صلۂ رحمی ضروری ہے۔

۷) نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا مکمل خیال ضروری ہے۔

۸) اتباعِ سنتِ نبی کریم ﷺ کا اہتمام ضروری ہے۔

۹) بخل سے دور رہنا چاہیے۔ سخاوت کو شعار بنانا چاہیے۔

۱۰) کم بولنا، کم کھانا، کم سونا صوفی کے لیے ضروری ہے۔

۱۱) مرشد سے رابطہ ہر حال میں رہنا چاہیے۔بغیر رابطہ روحانی ترقی نہیں ہوسکتی۔

۱۲) بعد میرے وصال کے قبر پر نہ چادر چڑھے، نہ پھول رکھا جائے، نہ بوسہ لینے کی اجازت ہے۔چنانچہ آپ کے مزار پر ذیل کی عبارت لکھی ہوئی ہے۔

''صاحبِ مزار کی وصیت کے مطابق حسبِ ذیل چیزیں ممنوع ہیں: کسی قسم کا نذرانہ یا چندہ پیش کرنے کی اجازت نہیں۔کوئی چادر یا منت پیش کرنے کی اجازت نہیں۔کسی کو خلافِ سنت وشریعت کوئی بات کرنے کی اجازت نہیں۔'' (الکلیل،ص:۱۷۴)

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم احمد حسنؒ، منوروہ

خلیفہ حضرت نوراللہ عرف پنڈت جیؒ، پیرومرشد حضرت حاجی منظور احمدؒ، مصرولیا

(وفات: ۲۸/رجب ۱۳۸۷ھ مطابق ۲/نومبر ۱۹۶۷ء)

۱۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ولی کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دل اللہ کی یاد میں اس طرح مستغرق رہے کہ کسی دوسرے کا اس میں گزر نہ ہو۔

۲۔ آیت میں اولیاء اللہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو صرف اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں، کوئی دنیاوی غرض درمیان میں نہیں ہوتی۔ان کا ظاہر اور باطن تقویٰ سے آراستہ ہوتا ہے، وہ اپنے کو برے اعمال اور خراب اخلاق سے دور رکھتے ہیں۔حسد، کینہ، بغض، تکبر وغیرہ سے بالکل نجات پا جاتے ہیں۔اچھے اعمال واخلاق سے متصف ہوجاتے ہیں۔صوفیاء ان صفات کو فناءِ نفس سے تعبیر کرتے ہیں، پھر اسے حقیقت ایمان نصیب ہوتی ہے۔

۳۔ ایمان کا محل قلب ہے اور کمالِ ایمان یہ ہے کہ قلب اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو چکا ہو اور ایک لمحے کے لیے اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو اور نہ کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہو۔

۴۔ اولیاء کی علامت یہ ہے کہ ''اِذَا رُؤُوا ذُکِرَ اللّٰہُ'' جس کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔ایک حدیثِ قدسی میں ہے: ''اِنَّ اَوْلِیَائِیْ مِنْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یُذْکَرُوْنَ بِذِکْرِیْ وَ اُذْکَرُ بِذِکْرِھِمْ'' یعنی میرے بندوں میں ولی وہ ہیں جو میری یاد کے ساتھ یاد آویں اور

جن کی یاد کے ساتھ میں یاد آ ؤں۔ خلاصہ یہ کہ جن لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر انسان کو اللہ کے ذکر کی توفیق اور دنیاوی فکر کی کمی محسوس ہو۔ یہ علامت اس کے ولی ہونے کی ہے۔ (الاکلیل،ص:۲۳۴)

۵۔ اللہ کے ولی کو اللہ کے ساتھ بے کیف قرب ومعیت حاصل ہے۔اس لیے اس کی صحبت اللہ کی صحبت کے مثل ہوتی ہے۔لہٰذا جب انھیں دیکھا جاتا ہے تو اللہ یاد آ جاتا ہے اور ان کی یاد اللہ کی یاد کی طرف کھینچ لیتی ہے۔

۶۔ اللہ کی قربت کی وجہ سے ولی کی ذات میں ایسی استعداد اور ایسا تاثر پیدا ہوتا ہے کہ دوسرے لوگوں میں تاثیر پیدا کرنے کی صلاحیت ہو جاتی ہے اور حضور مع اللہ کے حصول کا سبب بن جاتا ہے۔ (الاکلیل،ص:۲۲۶)

قطبِ زمانہ آبروئے نقشبند حضرت حاجی منظور احمدؒ، مصرولیا

خلیفہ مجاز حضرت مولانا حکیم احمد حسنؒ، منوروہ

حضرت مرشدی ومولائی حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے وقت کے قطبِ زمانہ تھے۔ آپ کو حضرت بادشاہ مولانا بشارت کریم کی نگاہِ کیمیا سے اول عمر میں نسبتِ روحانی ملی۔ پھر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ سے دیوبند میں آپ کو جبکہ آپ حضرت مدنی کے یہاں حضرت مولانا عبد الرزّاق ملکیاوی جو حضرت مدنی کے خاص الخاص دوست وہم سبق تھے، شیخ الہند کے محبوب مخصوص ارشد تلامذہ میں تھے، کے ہمراہ دیو بند پہنچے۔حضرت مدنی نے حاجی صاحب کے ساتھ داماد والا معاملہ کیا کہ حضرت ملکیاوی کے داماد ہیں اور اسی وقت حضرت نے فرمایا یہ کمسن ہیں، میں وعدہ کرتا ہوں کہ انھیں میرا یا میرے سلسلے کا فیض انشاء اللہ ملے گا۔ یہ فیض حضرت حاجیؒ کو بذریعہ مولانا احمد حسن منوروہ کے ذریعہ یوں ملا کہ حضرت مدنی سے مولانا احمد حسن کی ایک ملاقات میں قطبِ ارشاد کی نسبت حضرت مدنی نے مولانا احمد حسن کو عطا کی اور پھر وقت جب آیا تو حضرت مرشدی ومولائی حاجی صاحب مصرولیا کو حضرت مولانا احمد حسن سے بیعت کے بعد سلوک کی آخری نعمت آپ کی طرف منتقل ہوئی۔اس طرح ہمارے

حضرت حاجی صاحب مرج البحرین ہیں کہ خاندانِ ولی اللہ کی وہ تمام نسبتیں جو قاسم العلوم و الخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور قطبِ ارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ذریعہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (اسیرِ مالٹا) سے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ قبورھم کو ملی تھی، بطریقۂ اتم واکمل ہمارے حضرت مرشدی حاجی منظور احمد کو ملی۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت سے والدِ محترم جناب الحاج محمد ابراہیم نے بھی فیض پایا اور یہ راقم و آثم (محمد ثمین اشرف) بھی حضرت ہی کے خاکِ پا کا غلام ہے۔ فَلِلّٰہِ الحمد اولاً و آخراً

(یہ سیہ کار زمانۂ طالب علمی میں بیعت تو ہوا تھا حضرت مولانا اسعد اللہ نور اللہ مرقدہ، ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے، جس میں عملی دخل تھا مولانا سعید احمد قاسمی دھرم کھاچی کے ترغیبی کلمات کا اور مفتیٔ اعظمِ ہند، فقیہہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی کی صحبت و معیت کا۔ حضرت ناظم صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد پھر حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف رجوع کیا۔ ملا تو بہت مگر اپنی حرماں نصیبی کہ تاہنوز ناکارہ ہی رہا۔ حق جل مجدہ محض اپنے لطف ورحمتِ واسعہ سے صالحین کے ساتھ حشر فرمالے۔ آمین بجاہ سید المرسلین آمین)

ہمارے حضرت حاجی منظور احمد قدس سرہ اسمِ بامسمّٰی منظورِ احمد تھے۔ آپ حضرت مولانا احمد حسن منورہ سے بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے آپ کو مرشد نے نوازا اور آپ سے بہار میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کا فیض جاری رہا۔ اب آیئے جانشین حضرت قدوة السالکین مرجع الکاملین زبدة الاولیاء برهان المُلهمین فخر الواصلین مرجع المتعلّمین و المعلّمین، شمس الهادین والمُهتدین حضرت مولانا شمس الہدیٰ اطال الله بَقائه و فَضلَه و فُیوضه و نُوره و ظَاهره و بَاطنَه و آثاره و طَریقه و طُرُقه و نسبته و مَنهجه و خُلُقه و سیرته و سُلوکه و حُجته و جَامعیته و نُخبته و فِکره و عُلومه و عمله و حَنانه و تَرغیبه و تَرهیبه و مُراده و مُریده و خَیره و صِدقه و اِستقامته و بَصیرته و فِراسته و جَماله و کَماله، و دَفَعَ اللّٰهُ عنه شَرَّ شَرِیْرِهِ و حاسِدِه و مُعانده وَ عَدُوّهِ و ذَلَّ اعناقه، اللّٰهُمَّ آمین انك سمیع

الدعاء اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ مِمَّنۡ یُّحِبُّهٗ وَ اَخَذَ سُلُوۡکَهٗ وَ اَنۡوَارَ بَاطِنِهٖ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ بِـاَشۡهَـدُكَ اَنَّكَ اَنۡـتَ الـلّٰـهُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنۡتَ الۡوَاحِدُ الۡاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیۡ لَمۡ یَلِدۡ وَ لَمۡ یُـوۡلَـدۡ وَ لَـمۡ یَکُنۡ لَّهٗ کُفُواً اَحَدٌ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنۡ یُّحِبُّكَ وَ الۡعَمَلَ الَّـذِیۡ یُبَـلِّـغُـنِـیۡ حُبَّكَ، اَلـلّٰـهُـمَّ اجۡـعَلۡ حُبَّكَ اَحَبَّ الۡاَشۡیَاءِ اِلَیَّ و اجۡعَلۡ خَشۡیَتَكَ اَخۡـوَفَ الۡاَشۡیَـاءِ عِـنۡـدِیۡ وَ اقۡـطَعۡ عَنِّیۡ حَاجَاتِ الدُّنۡیَا بِالشَّوۡقِ اِلٰی لِقَائِكَ وَ اِذَا اَقَرَّتۡ اَعۡیُنُ اَهۡلِ الدُّنۡیَا مِنۡ دُنۡیَاهُمۡ فَاَقِرۡ عَیۡنِیۡ مِنۡ عِبَادَتِكَ اِنَّكَ سَمِیۡعُ الدُّعَاءِ

یا اللہ! محض اپنے فضل سے ہمارے حضرت کی محبت ہمارے دل میں ڈال دے اور حضرت کے دل میں بھی اس سیہ کار کی محبت ڈال دے۔ یا اللہ! ان کو جو کچھ ملا اکمل واتم اس سیہ کار کے دیدۂ باطن میں اُتار دے۔ یا اللہ! ہمارے حضرت کے دل میں اس سیہ کار کی الفتِ فیض فیضانِ نقشبند کا میلان پیدا فرمادے۔ یا اللہ! تو اس سیہ کار کو نہ دیکھ، اپنی رحمت کی چادر کو دیکھ کر جگہ دے۔

اَسۡـئَلُكَ بِـعِـزِّكَ وَ ذُلِّـیۡ، وَ بِقُوَّتِكَ وَ ضُعۡفِیۡ اِلَیۡكَ وَبِغِنَائِكَ عَنِّیۡ وَ فَقۡرِیۡ اِلَیۡكَ اِلَّا رَحِـمۡـتَـنِیۡ لَا مَلۡجَاَ وَ لَا مَنۡجَا اِلَّا اِلَیۡكَ اِلٰهِیۡ عَبِیۡدُكَ سِوَائِیۡ کَثِیۡرٌ وَ لَیۡسَ لِیۡ سَیِّدٌ سِوَاكَ .....

بات کہاں سے کہاں چلی گئی۔ استغفر الله ربی علی ذنبی واتوب الیه!

بات حضرت کی تھی۔ الغرض حضرت مولانا شمس الہدیٰ عالم ہی نہیں بلکہ عالم ربانی، اسرارِ تجلیاتِ رحمانی ہیں۔ آپ طبعاً خاموش، ہمہ وقت ہمہ اوست کے مظہرِ اتم۔ حبِ جاہ وجلال سے کنارہ کش، بوریہ نشین ہوکر ہفت اقلیم کے مالک سے زیادہ باوقار۔ نہ کوئی راہ و رسم کہ سالکین خائف ہوں۔ جو آیا جس حال میں آیا سب کے ساتھ شفقت، رحمت ومودت ومحبت سے پیش آنا۔ خُلقِ عظیم سے وافر حصہ آپ کو عطا ہوا ہے۔ ایک چھوٹی سی کٹیا، جھونپڑی کے سامنے واردین وصادرین کے بیٹھنے کا چبوترہ۔ اس پر بلا کسی تکلف کے چٹائی، وہی نشست گاہ، وہی مسجد، وہی ذکر وفکر کی مجلس، وہی ختم خواجگان کے بعد نزولِ فیضانِ نقشبند کی آماجگاہ، وہی سالکین کی ہدایت کا

مرکز، وہی دعاء ومناجات کی خلوت وجلوت گاہ۔ بالکل سرِ راہ یہ بھی عجیب بارگاہ ہے۔ جہاں نہ آنے پر پابندی نہ جانے پر سوال وجواب۔ ہر راہ گیر اس خانقاہ کو کم ازکم اپنی نگاہ سے دیکھ کر اپنے ضمیر سے سوال کرسکتا ہے کہ آخر یہ ہجوم کیسا؟ اللہ والوں کی یہ کٹیا کیسی؟ یہ بھی حضرت کی دعوتِ عام وتام ہے کہ لے لو، پھر موقع ملے نہ ملے یا رہے نہ رہے۔ باغ و بہار ملے نہ ملے۔ یہ ہیں حضرت مولانا شمس الہدیٰ۔ آپ عالم بھی ہیں اور علومِ عصریہ سے بھی واقف۔ آپ رائپور اسکول میں ہیڈ ماسٹر رہ چکے ہیں۔ اب عافیت کے ساتھ اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کا نبوی وظیفہ انجام دے رہے ہیں۔ آپ کا مکان راجو ہے اور آپ کی سسرال بھلنی ہے۔ آپ کبھی راجو کبھی بھلنی اور محض تبلیغ کی خاطر غوری چٹی میں بھی قیام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیض کو عام رکھے اور تادیر رکھے۔ یہ سیہ کار بلا ارادہ چند سطریں لکھ گیا جبکہ وصیت پر یہ کتاب ہے۔ آپ حضرت حاجی منظور احمدؒ کے خلیفۂ خاص ہیں اور اس وقت بادشاہ مولانا بشارت کریم کا سلسلہ حضرت سے ہی علاقہ میں فیض یاب ہو رہا ہے۔ حضرت سے کافی فیض اہلِ نصیب کو مل رہا ہے۔ مرشدی حضرت حاجی منظور احمدؒ نے جو وصیت مولانا شمس الہدیٰ کو فرمائی تھی اب وہ آپ پڑھ لیں۔ کتاب میں عادتاً سیہ کار نے بزرگوں کے احوال یا تعارف کا التزام نہیں کیا ہے۔ مگر حضرت سے میری ذاتی محبت کا تقاضا دل کو بے قرار کر رہا تھا اس لیے کچھ بے ترتیب لکھ دیا ہے۔ ناگوار کو قارئین گوارہ کرلیں۔ میرے مرشد کی خاطر نہیں، راقم وآثم کی خاطر۔ میرے پاس بس یہی ایک سرمایہ ہے۔ اللّٰھمّ اجعلنی من عبادك الصالحین ۔ العبد ثمین اشرف

قطبِ زمانہ حضرت حاجی صاحب کی مزید وصایا

۱۔ سالک کا حال اس شعر کے مطابق ہونا چاہیے ؎

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ شو
ایں چنیں زیبا صفت اندر جہاں کمتر شود

ترجمہ: اپنے دل سے آشنا اور باخبر رہ اور باہر سے بیگانہ اور بے تعلق ہوجا، ایسا پسندیدہ صفت انسان دنیا میں بہت کم ہوتا ہے۔

یعنی دل کے احوال پر گہری نظر رکھنی چاہیے۔

۲۔ سب کچھ توفیقِ الٰہی سے ہوتا ہے۔ اس لیے توفیق مانگنی چاہیے۔ جمعیت وحضوری اور باطن کی حفاظت اصل کار ہے اور نور اعمال جمعیت وصفا، نسبت وآگاہی کا سبب ہے۔ دوامِ مراقبہ سے نسبتِ باطن قوی ہوتی ہے۔

۳۔ اخلاص وللّٰہیت - طالبِ حق - طالبِ مولا - اور استقامت علی الطاعات اصل ہے۔ کشف وکرامات کبھی قابلِ اعتنا نہیں۔ ﴿اِنَّ الَّـذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ﴾

ما برائے استقامت آمدیم

ہمارا کام ہے استقامت کے ساتھ جمنا۔

بر اہلِ استقامت فیض نازل می شود مظہر
نمی بینی تجلی گرد کوہ طور می گردد

ترجمہ: اے مظہر اہلِ استقامت پر فیض نازل ہوتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کوہِ طور کے گرد تجلی پھرتی اور گشت لگاتی ہے۔

یعنی اہلِ استقامت پر حق تعالیٰ کی رحمت وانعام اور بخشش وعطا کا فیضان مسلسل بقدر استقامت ہوا کرتا ہے۔ (الاکلیل، صفحہ: ۲۹۷)

۴۔ بزرگی اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ایک راز ہے۔ اس لیے عوام الناس سے اسے پوشیدہ رکھنا چاہیے۔ (الاکلیل، صفحہ: ۳۲۶)

۵۔ وہ سینہ بھی کوئی سینہ ہے جس میں ذکرِ الٰہی کی حرارت نہ ہو۔ انسان دل سے ذکرِ الٰہی کرنے لگتا ہے تو ذکر کے اثر سے سینہ میں ایک خاص قسم کی حرارت پیدا ہوتی ہے اور انسان اس سے محظوظ ہوتا ہے۔ (الاکلیل، صفحہ: ۳۴۰)

۶۔ چلتے پھرتے قلب کی طرف نظر رکھنی چاہیے کہ غفلت نہ آنے پائے۔ اگر ذکر نہ ہو تو وقوفِ عددی کر لینا چاہیے کہ یہ ایک کوڑا (تازیانہ) ہے۔ اس کے ذریعے ذکر فوراً آجاتا ہے۔ (الاکلیل، صفحہ: ۳۴۱)

۷۔ ذکر اور وظیفہ ایک دو دن کی چیز نہیں بلکہ زندگی بھر کرنے کی چیز ہے۔﴿وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾

یہ سب اس لیے کیا جاتا ہے کہ نماز درست ہوجائے، اور شریعت کے مطابق زندگی ہوجائے۔ دین ایک اہم ضرورتِ زندگی بن جائے۔

۸۔ جس سالک کا فنائے قلب، فنائے نفس، فنائے ارادت طے ہوجائے اور اس سے کوئی اللہ کا نام پوچھنے آئے تو اس کو اللہ کا نام بتلانا واجب ہے۔ اگر نہیں بتلائے گا تو گنہگار ہوگا اور اس سے قبل اگر بتائے گا تو خود نیچے گرتا چلا جائے گا۔

۹۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان صحیح وہ ہے جو قرآن کی زبان میں مسلمان ہے اور بغیر تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کے ناممکن ہے۔﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾

۱۰۔ جس قدر تسبیحات و وظائف اور عبادت و ریاضت ہیں وہ محض اس لیے کہ نماز درست ہوجائے۔ (الاکلیل، صفحہ: ۳۴۴)

۱۱۔ بندے کا کام بندگی کرنا ہے۔ بندگی میں حرص و طمع اور غرض سوائے رضائے الٰہی کے کچھ بھی نہیں ہونی چاہیے۔ کمالِ بندگی یہی ہے۔ (الاکلیل، صفحہ: ۳۴۸)

حضرت حاجی صاحبؒ کے پسندیدہ اشعار

حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب مخصوص محفل میں مخصوص لوگوں کے ساتھ ہوتے تو مراقبہ کرنے سے پہلے چند اشعار دھیمی اور مترنم آواز میں پڑھتے۔ اپنا تجربہ ہے کہ جونہی حضرت گنگنانا شروع کرتے فیض کا در کھلتا اور توجہ الی اللہ کی کیفیت پیدا ہوجاتی۔ عام طور پر ذیل کے اشعار پڑھتے۔ کبھی کبھی تخلّف بھی ہوجاتا۔

مومنا ذکر خدا بسیار گو
تا بیابی در دو عالم آبرو
ذکر گو ذکر تا ترا جان است
پاکئ دل ز ذکر رحمٰن است

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

گر تو خواہی زندگی جاوید باش
ذکرِ او کن ، ذکرِ او کن ، ذکرِ او

ذکرِ او سرمایۂ ایمان بود
ہر گدا ز ذکرِ او سلطان بود

پس بزرگہا است اندر یادِ او
یادِ او کن ، یادِ او کن ، یادِ او

یا محمد مصطفیٰ قربان تیرے نام پر
جو ادب سے نام لے وہ قابلِ انعام ہے

مظہرِ حق قامت دلجوئے تو
دیدہائے محو رُخِ زیبائے تو

اے ہلالِ عید جود ابروئے تو
چشم امید مریداں سوئے تو

مفلسانیم آمدیم در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

گر ہمی خواہی کہ باشی در دو عالم ارجمند
دائما باشی غلامِ خاندانِ نقشبند

وصیت بنام حضرت مولانا شمس الہدیٰ اطال اللہ بقائہ

خلیفہ و جانشین حضرت حاجی منظور احمدؒ قطبِ زمانہ

۱۔ طالبین پر خوب محنت کرو۔اس معاملے میں بخیل نہ بنو۔

۲۔ خود بیں بنو تا کہ تیری نظر جس پر پڑے وہ بھی خود بیں ہو جائے۔یعنی اپنا محاسبہ کرتے رہو۔

۳۔ اپنے عمل پر ناز نہ کرو۔

۴۔ دل جمعی کی کوشش کرو۔

۵۔ ہر حال میں اللہ کو حاضر و ناظر جانو۔

۶۔ طالبین سے اختلاط کم رکھو۔

۷۔ کھانے پینے کا انتظام اپنے ذمہ نہ لو۔باہر سے جو لوگ آویں خود اپنا انتظام کرلیں۔

۸۔ طریقت میں قدم رکھنے سے قبل جو کچھ گناہ ہوا اللہ معاف کردے گا لیکن اب تمھاری لغزش قابلِ مواخذہ ہوگی۔اللہ کی پکڑ سخت ہے۔ڈرو!

۹۔ تمھارا سلوک تمام ہو چکا ہے۔اللہ سے دعا ہے تجھے جذبہ میں ڈال دے۔سیر النفسی کے محل کی تعیین فرمائی۔

صدرِ سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا مشق جاری رکھو۔سلسلہ کو تجھ سے فروغ ہوگا۔قلب ونفس سے تمام معاملہ طے ہو جاتا ہے۔

میں نے تم پر بڑی محنت کی ہے اور ناظر علی احمد پر بھی۔ پھر حضرتؒ نے ایک کاغذ میری طرف بڑھایا اور فرمایا یہ بڑی چیز ہے۔قدر کروگے، بنظر مولویت اس کو نظر انداز نہ کروگے، وظیفوں میں رکھوگے تو بہت فائدہ ہوگا۔کاغذ مذکور میں مندرجہ ذیل اشعار لکھے گئے ہیں۔

کر تجسس گوہرِ مقصود مل جائیں گے شوق
دل کے ویرانے میں ہے گنج بہا پوشیدہ سب

من آں حاکم کہ ابر نو بہاری
کند از لطف بر من قطرہ باری

اتصال بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را باجان ناس
نازم بخشم خویش کہ جمال تو دیدہ ام
بوسم بدست خویش کہ آب وضو طلبیدۂ
در کوئے نیک نامی مارا گزر نہ دادند
گر تو نمی پسندی تبدیل کن قضا را

اگر میرے اس مشورے پر عمل کروگے تو تمھاری توجہ میں صلاحیت پیدا ہوگی۔ تم جسے دیکھو گے اس میں صلاحیت پیدا ہوگی۔

وصال سے چند روز قبل ذیل کا شعر لکھوا کر بھجوایا۔

من نمی گویم انا الحق یار می گوید بگو
من نمی گویم مگر دلدار می گوید بگو

(الاکلیل، جدید ایڈیشن، صفحہ: ۳۳۱)

عارف کامل حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ کی فراست وبصیرت پر مبنی نصیحت و وصیت بنام محمد ثمین اشرف

۱۔ دوامِ ذکر کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ دل ہر وقت یادِ حق میں مشغول رہے اور قلب کی اصلاح کے بعد نفس کا تزکیہ آسان ہوجاتا ہے۔ نفس کی امّارگی سے پاک وصاف ہونا مطلوبِ شریعت ہے .... یہ دولت کسی اہلِ دل کی مجلس سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ اس لیے انابتِ تام کے ساتھ دوامِ ذکر کی نعمت کے حصول کے لیے جان ودل سے پوری کوشش کرنی چاہیے تا کہ کمالِ ایمانی نصیب ہوجائے۔ حضرت امام احمد حضرت حسنؒ سے نقل کرتے ہیں کہ مومن اپنے ارادے میں کوئی قدم نہیں اُٹھاتا جب تک اپنے قلب کا محاسبہ نہیں کرلیتا ہے، اور فاجر اپنے نفس کا کوئی محاسبہ نہیں کرتا ہے اور جو کچھ کرنا ہے کرگزرتا ہے۔ یہی فرق ہے مومن اور فاجر میں۔

مومن اپنے نفس کا حاکم ہوتا ہے اور اپنے نفس کا محاسبہ رضائے الٰہی کے لیے کرتا ہے اور

جوشخص دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے، قیامت کا حساب اس پر آسان ہوگا۔
الغرض یہ کہ خوش نصیب ہے وہ بندہ جس نے اپنے اعضائے سبعہ کی حفاظت کرلی، اس نے گویا تمام الطافِ ربانی کو حاصل کرلیا۔

۲۔ ایک روز حقیر (ثمین اشرف) سے کہنے لگے حالات بہت بدل گئے، وقت اور یہ دور فتنہ و فساد کا ہے۔ اپنے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنی چاہیے اور میرے لیے بھی بس حسنِ خاتمہ کی دعا کردو۔ (اللہ اکبر کبیراً قطب ارشاد کا اپنے حسنِ خاتمہ کا فکر مند ہونا ہم سیہ کاروں کو بیدار کرنے کے لیے کافی ہے۔)
پورا معاشرہ شریعت سے بیزاری میں مبتلا ہے اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے قدری ہر طرف ہورہی ہے اور حد یہ ہے کہ ہمیں اس کا احساس بھی نہیں ہے۔ باطن اس قدر خراب ہوگیا کہ سنت کی مخالفت اور شریعت کی پامالی پر لوگ نازاں ہیں بلکہ فخریہ کلمات بولتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ اللہ کا عذاب بس اس کی رحمت سے رکا ہوا ہے۔

۳۔ سالکین کو ناجنس کی صحبت سے خوب خوب بچنا چاہیے۔ عدم احتیاط کی صورت میں بہت نقصانات ہوتے ہیں۔ ناجنس وہ لوگ ہیں جن کو سلوک سے ناواقفیت یا وہ غافل ہیں، جن کو سلوک اور لذتِ ذکر وفکر سے مناسبت نہیں یا وہ اس سے ناآشنا ہیں۔ کبھی کبھی سالکین کے باطن پر ناجنس کی غلط صحبت کا اثر پڑتا ہے جو ذریعہ حجاب کا بن جاتا ہے اور یہ حجاب کبھی طویل محرومی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ کبھی شکوک وشبہات کا ذریعہ بن کر شرحِ صدر کی کیفیت کو کھو دیتا ہے۔ ایسے وقت میں کثرتِ استغفار کے ساتھ دعاء ومناجات اور فوراً مرشدِ کامل کی صحبت میں بھاگنا چاہیے ورنہ تباہی آجاتی ہے۔ ہمارے طریقے میں صحبتِ شیخ اہم ہے۔

۴۔ عزیزم جب صاحبِ ایمان کمال اتباعِ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرلیتا ہے اور اطاعت کی غایت کو پہنچ جاتا ہے تو ان کے قلوب پر تدریجاً علومِ ربانیہ اور اسرارِ تکوینیہ منکشف ہوتے رہتے ہیں۔ نیز گناہ ومعاصی کے آثارِ نحوست، اور جن معاصی کا ارتکاب ہوا ہے اس کے داخلی و باطنی تغیر وتبدل کا عیاں ہونا اور اعمالِ صالحہ کے انوارات و

تجلیات، حتی کہ ہر ہر اعمالِ خیر کا الگ الگ ذوقی وشعوری نور کا تمیز پیدا ہونا، قوتِ مدرکہ کا تیز ہونا فراستِ ربانیہ کا دونوں رخ کا مشاہدہ کرنا حق جل مجدہ کی جانب سے عطا ہوتا ہے۔ یہ سب کمال اتباعِ سنتِ رسولؐ کا ثمرہ ہے۔

عزیزم! مگر اس کی صحت کا مدار اقوالِ رجال نہیں بلکہ قرآن و حدیثِ نبوی علیہ الصلوٰۃ و السلام ہیں ورنہ سب کے سب کلیتہً مردود ہیں۔

بہرحال باطن کا ظاہر سے اور ظاہر کا باطن سے نہایت گہرا تعلق اور ارتباط ہے۔ یعنی اعمال انسان ظاہری کرتا ہے۔ اگر از جنس خیر ہے تو اس عمل کا نور اس کے دیدۂ باطن پر مختلف کیفیات کے ذریعہ پڑتا ہے۔ اسی طرح اعمالِ شر کا آثارِ بد مختلف اشکال کی صورت میں تغیر و تبدل ہوتا ہے....

یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی اس شخص کے سلسلے میں جو نماز میں امام سے سبقت کرتا ہے۔ گدھا بلید طبع ہوتا ہے اور یہ بھی اس سے کم نہیں بلکہ اس سے زیادہ ہے۔ وہ بے عقل ہے اور یہ عقل رکھتے ہوئے بے عقل ہیں۔

۴۔ ہمارے نقشبندیہ طریقے کی اہم شے اتباعِ سنتِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ سالک کو خوب خوب جملہ اعمال میں اتباعِ سنت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ استقامتِ سنت سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں۔ نبی کی اتباع سب سے بڑا سلوک اور تمام کرامت سے بڑھ کر کرامت ہے۔

۵۔ نیستی اور عجز کو اختیار کرے، نگاہ ہمیشہ فضلِ رب پر ہو کیونکہ ذاتِ حق وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ ربّ ذو الجلال کی ہستی کے سامنے اپنی پستی و نیستی کو فراموش نہ کرے۔ بارگاہِ ربّ العزت میں باریابی کے لیے ذلت کی راہ اختیار کرے۔ یہ نیستی و ذلت کا راستہ آسان ہے، پندار سے خالی اور بندہ اور بندگی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے۔ یہ چند یادیں تھیں جو سپردِ قلم کر دی گئی ہیں۔

اگر توفیق ملی تو حضرت کی صحبت میں جو علمی تحقیق عارف کامل سے سنی ہیں اسی وقت یادداشت لکھ لی تھی۔ اب مرتب کرنے کا ارادہ ہے۔ ثمین اشرف

وصیت مرشدی بنام محمد ثمین اشرف

۱۔ حال یا احوال کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اگر اعتبار و اعتماد کے لائق کوئی چیز ہے تو وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل ... نیز اگر اعمال و احوال قرآن وسنت کے مطابق ہیں تو شکر بجا لاؤ ورنہ سب کے سب مردود ہیں، اور اس کا بھی خیال رکھو کہ قرآن وسنت کی تشریح وہی معتبر ہے جو سلف وصالحین اور عارفین وراسخین فی العلم سے مروی ہے۔

۲۔ قرآن وسنت کے مقابلے میں اقوال واحوالِ رجال حجت نہیں۔ حجت تو آقاؐ کی شریعت وسنت ہے۔ (صفحہ:۳۹۴)

۳۔ کمالِ اطاعتِ شریعت اور اتباعِ سنت کی غایت ونہایت پر پہنچنے کے بعد قلوب پر تدریجاً علومِ ربانی وتجلیاتِ رحمانی منکشف ہوتے ہیں۔ اس کی صحت کا مدار بھی قرآن وسنت ہیں ورنہ چنداں قابلِ التفات نہیں۔

۴۔ ہماری ترقی کی راہ اتباعِ سنت میں مضمر و پوشیدہ ہے۔ خاص کر طریقۂ نقشبندیہ میں اصل اور بنیاد سنت ہی ہے۔

۵۔ چھوٹی چھوٹی سنت پر عمل سے بڑی سنت پر عمل آسان ہوجاتا ہے اور چھوٹی سنت کا نور بھی ایمان وایقان کو یقین کی قوت بخشتا ہے۔

۶۔ سنت میں کشش ہے، بندہ کو مولا سے ملا دیتی ہے۔ ولایت کے مقام کی شاہراہ ہے اور منزلِ مقصود، صراطِ مستقیم کی حتمی ویقینی ضمانت ہے۔ بس عزیزم! سنت پر استقامت ہزار کرامت سے زیادہ قابلِ حمد وثنا ہے۔

۸۔ ذکر پر مداومت ہو، سنت پر استقامت ہو، شریعت کی اطاعت ہو، استغفار کی عادت ہو، حق و باطل کے درمیان تمیز کی قوت ہو۔ الغرض دنیا میں ہدایت پر ہو، آخرت میں منجانب اللہ اہلِ سعادت واہلِ شفاعت ہوگا۔

۹۔ ہمیشہ اپنی آخرت کے سنوارنے کی فکر ہو، شقاوت کے اعمال سے دوری ہو، قساوتِ قلبی

کے اعمال سے بچے جس کی تفصیل حدیث میں موجود ہے۔
اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اہلِ سعادت کے اعمال کی توفیق طلب کرے اور قساوتِ قلبی سے پناہ چاہے۔

۱۰۔ قلب کی نرمی ذکر اللہ سے اور تلاوتِ کلام اللہ سے ہوتی ہے۔ ان دونوں کا اہتمام کرے۔ نیز اللہ والوں کی صحبت سے دل جلد متاثر ہوجاتا ہے اور اللہ اللہ کرنے لگتا ہے۔

۱۱۔ اپنے احوال کو ناجنسوں سے نہ بیان کرنا نہ ہی غیر ضروری اختلاط ناجنس سے رکھنا۔ کُوۡنُوۡا مَعَ الصَّادِقِیۡنَ کا خوب خیال رکھنا۔
سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمۡدِهٖ سُبۡحَانَ اللّٰهِ الۡعَظِیۡمِ

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ

(ولادت: ۳؍شعبان ۱۲۶۲ھ م ۲۸ جولائی ۱۸۴۶ء۔ وفات: ۶؍ربیع الاول ۱۳۴۶ھ م ۱۳؍ستمبر ۱۹۲۴ء)

۱۔ جو چیز سب سے زیادہ نمایاں اور بنیادی معلوم ہوتی ہے وہ محبت اور اطاعت ہے۔ یعنی ایک طرف مسلمان کا دل سوز وگداز اور عشق ومحبت سے لبریز ہو، دوسری طرف طریقِ سنت اور جادۂ شریعت سے ایک قدم منحرف نہ ہو۔ دونوں کے حدود وآداب کا ہر وقت خیال رکھے۔ ضبطِ محبت وشرطِ محبت اور مسترشد سے اصلاح وتربیت کا قریبی اور عملی تعلق قائم رکھے۔

۲۔ شروع میں کچھ محنت ضرور ہے، جب دل محبت سے بھر جائے گا تو پھر برسوں کا کام گھنٹوں اور منٹوں میں ہونے لگے گا۔

۳۔ سارا تصوف اور سارا مجاہدہ اور روحانی کمال یہ ہے کہ آدمی سب کچھ کرے لیکن اس کا دل ہر وقت یادِ حق میں لگا رہے۔ اصل یہ ہے کہ اللہ سے رابطہ وواسطہ پیدا ہو۔

۴۔ آنکھ سے دیکھو، کان سے سنو، ہاتھ سے کام کرو۔ دل کو اس کے (یعنی اللہ تعالیٰ) کے ساتھ مشغول رکھو۔

۵۔ پچھلی شب آنکھ کھل جائے تو اس وقت نہایت توجہ اور حضورِ قلب سے اپنے گناہوں کا خیال کرو اور استغفار پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اچھے لوگوں کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ اس میں یہ

بھی فرمایا ہے ﴿بِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (سورۂ ذاریات، آیت:۱۸) وہ صبح صبح استغفار کرتے ہیں۔

۶۔ قلب پر اگر حق تعالیٰ کے فضل کی بارش ہو اور عمدہ جذبات اور واردات اس طرف سے آئیں تو اس کی قدر و حفاظت ضروری ہے۔ ورنہ نعمتِ عظمیٰ کی ناشکری ہوگی۔ جس کا نتیجہ حرمانِ نعمت اور قہرِ مُنعم ہے۔ اور جو نعمت ناشکری کی وجہ سے چھین لی جاتی ہے پھر نہیں ملتی، ہزار سر پٹکے۔ بہت ہوشیار رہنا چاہیے۔ حفاظت یہ ہے کہ جس اعمال کی وجہ سے وہ نعمت ملی ہے اس پر استمرار اور دوام شکر اور عجز کے ساتھ اس کے منافیات سے اجتناب رکھے۔

۷۔ مولانا! ان باتوں کو دل میں جگہ دیجیے اور خوب غور کر کے اس پر عمل کیجیے۔ اللہ کی یاد اور اس کی عبادت میں وہ لذت و کیفیت ہے کہ دنیا کی کوئی لذّت اس کے عشر عشیر (دسواں حصّہ) کو بھی نہیں پہنچتی۔ اللہ کی یاد سے قلب کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ کسی امیر و نواب و بادشاہ کو نہیں ہو سکتا۔ ﴿اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (سورۂ رعد، آیت:۲۸) حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اہل علم سے نہایت تعجب ہے کہ اطمینانِ قلب اور راحت کے لیے دنیا کے اسباب میں پریشان ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کے ارشاد پر نظر نہیں کرتے۔ زیادہ لکھنا، فضول ہے۔ میں نے غالباً زبانی بھی کہا تھا کہ پہلے اسم ذات کی مشق کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ ہر رگ و پے سے یاد ہونے لگے اور اس کی یاد سے تمام جسم زبان بن جائے۔

مولانا! طالب کی جب یہ حالت ہوتی ہے اور خود بخود تمام جسم سے ذکر ہونے لگتا ہے تو اس قدر کیفیت ملتی ہے جس کی حد و انتہا نہیں اور بے اختیار اس کی زبان سے یہ جاری ہوتا ہے۔ بادشاہی سے تو بہتر ہے گدائی تیری۔ (۳۹۲۔ اقوال سلف ج:۴، ص:۳۳۴)

۸۔ یہ خیال کہ ہم اس قدر درود شریف پڑھتے ہیں یا ایسی حالت رہتی ہے اور پھر زیارت سے محروم ہیں اس سے دو باتیں مترشح ہوتی ہیں اس قدر پڑھنے کو، کوئی چیز سمجھنا، دوسرے مایوس ہونا۔ یہ دونوں باتیں کم فہمی اور اللہ کی محبت کی کمی کی نشانی ہیں۔ سچے محبوں کی یہ حالت ہوتی ہے۔ جو اس شعر سے ظاہر ہو رہی ہے۔

ہجرے کہ بود رضائے دلبر

از وصل ہزار بار خوشتر

یعنی جس ہجر میں محبوب کی رضا وخوشنودی ہو وہ اس کے وصال سے ہزاروں گنا خوشتر ہے۔

ہماری بندگی اور اطاعت کا یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا خیال بھی دل میں نہ ہو۔ ہر وقت اپنے کو قصوروار سمجھے اور دل میں قلق ہو کہ ہم سے کچھ نہیں ہوسکتا اپنے کیے کو کچھ سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ (۳۹۵)

۹۔ اے عزیزو! میں یہ نہیں کہتا کہ اس پر عمل کر۔ اَصۡلِحُوۡا دُنۡیَاکُمۡ وَ اعۡمَلُوۡا لِاٰخِرَتِکُمۡ ۔ یعنی اپنی دنیا کی اصلاح کرو اور آخرت کے لیے عمل کرو۔ دنیا کمانے میں اللہ تعالیٰ کا خیال رہے۔ یعنی اس طرح کماؤ کہ جس سے اللہ بھی راضی رہے۔ یعنی حلال طریقہ سے کماؤ۔ اور اس میں اللہ کے حقوق کا خیال رکھو۔ اور پھر حقوق العباد کا اس سے بھی زیادہ خیال رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور اسے تمہاری پرواہ نہیں، اور بندے محتاج ہیں اس لیے حقوق العباد کا خیال بہت ضروری ہے۔ ورنہ اس کی معافی مشکل ہے۔ (۳۹۷)

۱۰۔ خوب یاد رکھو! طالب کبھی محروم نہیں رہتا اور کچھ دنوں حجاب میں رکھ کر شوق کو بڑھانا اور اس کو تڑپانا بڑی عنایت ہے اور انجام ظاہر ہے۔

کششے کہ عشق دارد نگذ اردت بدینساں

بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

عشق کے اندر جو جذب وکشش ہے وہ تم کو یوں ہی نہیں چھوڑے گا بلکہ اگر جنازہ میں شریک نہ ہو گے تو مزار پر تو ضرور ہی آؤ گے۔ (۳۹۸۔ اقوالِ سلف، ج:۴، ص: ۳۳۵)

ذکر وشغل کی حکمت

(۱۱) صوفیائے کرام نے جو ذکر وشغل بیان فرمائے ہیں ان کا اصل مقصود یہ ہے کہ احکامِ شرعی جیسا ہونا چاہیے اسی طرح پر ادا ہونے لگیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے: اَنۡ تَعۡبُدَ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ وَ اِنۡ لَمۡ تَكُنۡ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ ۔ یعنی کمالِ ایمان اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ عبادت کے وقت غلبۂ محبت سے اس قدر اسے

حضوری ہو کہ گویا حق تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ وہ اس کے ساتھ موجود ہے۔ اور ادنیٰ مرتبہ حضوری کا یہ ارشاد ہوا کہ یہ خیال بندھ جائے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ (سیرت مولانا مونگیری، ص:۳۷۲۔ کمالاتِ محمدیہ، ص:۱۱۷)

طلب اور ہوس کا فرق

(۱۲) طالب اس زمانہ میں گویا مفقود ہیں۔ اوّل تو کسی کو یادِ حق کا خیال ہی نہیں ہوتا، بلکہ ان باتوں کو کوئی بدعت کہہ کر لوگوں کو ہٹاتا ہے، کوئی کہتا ہے ترقی سے مانع ہیں۔ اب اگر کسی کو توجہ ہوئی تو طلب نہیں ہوتی، ہوس ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی شخص کسی چیز کو عمدہ سمجھ کر خواہش کرتا ہے اسی طرح اس کی بھی خواہش بعض کرتے ہیں۔ طلب میں اور ہوس میں بڑا فرق ہے۔ طالب کسی وقت محنت سے نہیں تھکتا اور وہ محنت اسے گراں نہیں معلوم ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ حصولِ طلب سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ اس وقت کے طالبوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ چند دنوں میں تھوڑی سی محنت کر کے تھک جاتے ہیں اور مایوس ہو کر چھوڑ دیتے ہیں اس لیے محروم رہ جاتے ہیں۔ (سیرت، ص:۳۷۴۔ کمالاتِ محمدیہ، ص:۱۲۱)

(۱۳) شریعت پر عمل کرو۔ جو وظائف حدیثوں میں آئے ہیں ان پر عمل کرنا کافی ہے۔ صوفیائے کرام جو وظائف تعلیم فرمائے ہیں وہ انہی کے لیے زیبا ہیں جو خاص اسی کام کے ہو جاتے ہیں۔ اگر تم نے کچھ لیا اور وہ پورے طور پر نہ ہوا تو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ (ایضاً)

ذکر میں یا کسی عبادت میں لذت کا نہ ہونا

(۱۴) طلبِ حق اور وصل الی اللہ نہایت مشکل چیز ہے۔ دنیا میں کوئی شئے ایسی مشکل نہیں۔ ہاں جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے۔ اگر کسی گدا کے گھر میں بادشاہ چلا آئے تو یہ بادشاہ کی بندہ نوازی و سرفرازی ہے۔ بغیر اس کے اگر وہ گدا اپنی خواہش اور اپنی سعی سے اپنے گھر میں لانا چاہے تو عقل میں نہیں آتا، بہت ہی دشوار معلوم ہوتا ہے۔

(۱۵) ذکر میں یا کسی عبادت میں لذت کا نہ ہونا اور وسوسوں کا زیادہ آنا اس کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں جس میں ایک محبتِ ناجنس ہے۔ اب تمام دن تو ناجنسوں کی صحبت میں

رہا ہے جس سے قلب میں تاریکی اور نجاست آ گئی ہے، پھر وہ تھوڑی یاد (ذکر) سے کیوں کر جاتی رہے۔ اگر کچھ زائل ہوئی تو کل پھر وہی صحبتِ ناجنس موجود ہے۔ جو کیف آج آیا تھا وہ کل کی صحبت نے زائل کر دیا۔ اللہ نے قلب مختلف بنائے ہیں۔ بعض ایسے شقی القلب ہوتے ہیں کہ جن کی صحبت، ان کے پاس سے گزر جانا طالب کے قلب کو ایسا خراب کر دیتا ہے کہ ایک عرصہ کی محنت برباد ہو جاتی ہے۔ طالب کو چاہیے کہ اس کا خیال رکھے کہ جس کی صحبت سے اس کا قلب منتشر ہو اس سے حتی الامکان بچتا رہے۔ اور اس کی شناخت اس طرح کرے کہ جس روز ذکر میں زیادہ بے لطفی ہو تو غور کرے کہ اس کا سبب کیا ہے؟ آج میں کس کے پاس بیٹھا ہوں۔ میں نے آج کیا کیا ہے۔ کیسا کھانا کھایا ہے۔ کوئی گناہ تو مجھ سے سرزد نہیں ہوا ہے۔ کھانا مالِ حرام سے یا مشتبہ تو نہیں تھا۔ خوب غور وفکر کے بعد جو معلوم ہو اس سے پرہیز کرے اور اس وقت نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر توبہ کرے اور عہد کرے کہ پھر ایسا نہ کروں گا۔ اگر ایسا کرو گے تو ضرور ذکر میں لذت آنے لگے گی اور بغیر توبہ ذکر کی لذت کا خواہاں ہونا نادانی ہے۔

(سیرت، ص: ۳۹۰۔ کمالاتِ محمدیہ، ص: ۲۳۱)

وظیفہ کی کمیت نہیں، کیفیت درکار ہے

(۱۶) بہت زیادہ وظیفہ پڑھنا مفید نہیں ہے۔ بلکہ کوشش یہ کرنی چاہیے کہ دل میں اللہ پاک کی محبت بس جائے۔ دنیا کی کسی چیز کی وقعت قلب میں نہ رہے۔ جو کام کرے اللہ پاک کے لیے کرے۔ ایسی حالت پیدا ہو کہ اللہ کے لیے جان و مال نثار کرنا آسان ہو۔ جس کے دل میں اللہ کی محبت بس جاتی ہے اس کو جان و مال نثار کرنا فقط آسان ہی نہیں ہوتا بلکہ اس قدر مسرت ہوتی ہے کہ اس کا بیان نہیں ہوسکتا۔ (سیرت، ص: ۳۹۶)

(۱۷) اگر اللہ کے سوا کسی سے دل کو تعلق ہو جائے یا کوئی بری عادت دل میں جگہ پکڑ جائے تو ذکر نفی و اثبات میں اسی شئے کی نفی کرے۔ مثلاً کسی کو مال کی محبت ہے تو اس کے دور ہونے کے لیے۔ لا الہ کہتے وقت یہ خیال کرے کہ اللہ کی محبت میرے قلب میں ہے۔ اسی طرح جو مانع پیش آوے اس کو اسی طرح رفع کرے اور جب تک وہ رفع نہ ہو اسی طریقہ کو کیے جائے۔ بفضلہٖ تعالیٰ وہ مانع دور ہو جائے گا۔ خوب تجربہ ہوا ہے۔ (سیرت، ص: ۴۰۰)

(۱۸) ہم تو وہی باتیں کرتے تھے جو حدیث میں آئی ہیں۔ اسی سے کلمہ 'لا الہ الا اللہ' جاری رہتا تھا۔ یاد رکھو کہ جو بات شریعت کے اتباع اور ان اعمال سے حاصل ہوتی ہے جو حدیث میں آئے ہیں وہ کسی سے نہیں ہوتی۔ (سیرت، ص:۴۰۱۔ ارشادِ رحمانی، ص:۱۴)

(۱۹) نیک بختی اور شئے ہے اور ولایت اور چیز ہے۔ ولایت محض عنایتِ ربانی سے ہوتی ہے۔ پڑھنے پڑھانے سے کیا ہوتا ہے۔ دیکھو میں کچھ قرآن شریف پڑھ لیتا ہوں اور تھوڑا سا کچھ اور۔ اللہ و رسول ؐ پر جان قربان کرنی چاہیے، اس سے سب کچھ ہوتا ہے۔ شعر

سحر میں سامری کے کیا قدرت
تیری آنکھوں میں جو اثر دیکھا
ہجومِ داغ نے میرے گلفشانی کی
کہ اس نے آپ تماشے کو مہربانی کی

حضرت مولانا محمد عارف صاحب ہرسنگ پوریؒ خلیفہ حضرت مونگیریؒ

۱۔ بال بچوں پر جو خرچ کرتا ہوں محض اللہ واسطے کرتا ہوں۔ سب کام اللہ کے واسطے کیا کرو۔ تم لوگ بھی میری خدمت اللہ کے واسطے ہی کیا کرو۔

۲۔ نوجوانو! پرہیز سے رہو۔ خبردار! بدچلنی سے بچو! حیاء ایمان کا حصہ ہے۔ تقویٰ اختیار کرو۔ میرے اہل و عیال میں سے جو بھی تقویٰ اختیار کرے گا کبھی محتاج نہیں رہے گا۔

۳۔ مہمان کے کھلانے میں زیادہ تکلّف نہیں کرنا چاہیے۔ جو کچھ بہ سہولت میسر ہو وہی کرنا چاہیے، اس سے راحت ہوتی ہے۔

۴۔ فضول خرچی نہیں کرنی چاہیے۔ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اور بخل بھی نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے آمدنی بند ہو جاتی ہے۔ مثال دیتے ہوئے فرمایا دیکھو دریا کے جاری رہنے میں بے حساب پانی ایک طرف سے آتا ہے اور دوسری طرف کو جاتا ہے اگر اس کے دہانے کو بند کر دیا جائے تو پانی کی روانی کے ساتھ اس کی آمد بھی بند ہو جاتی ہے۔

(اقوال سلف، ج ۵، ص:۱۰۵)

حضرت مولانا عبدالرشید رانی ساگری رحؒ خلیفہ حضرت مونگیریؒ

(ولادت: ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ۔ وفات: ۱۶؍ربیع الاول ۱۳۸۹ھ بمقام چترا، گیا)

۱۔ کشف و کرامات کوئی چیز نہیں یہ تو بعض ملحدوں اور سادھوؤں کو بھی حاصل ہوجاتا ہے، یہ کوئی کمال کی چیز نہیں اور نہ اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ مولیٰ کی رضا کس میں ہے اور کس کام سے رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ سب سے بڑی کرامت اور مسلمان کا سب سے اہم کارنامہ اتباعِ سنت ہے۔ جس کو یہ چیز حاصل ہو سمجھ لو کہ کامیاب وہی ہے۔ ولی کامل اِس زمانہ میں وہ ہے جس کے حصہ میں اتباع سنت ہے۔

(تذکرہ مولانا، ص: ۱۳۸۔ اقوالِ سلف، ج: ۵، ص: ۲۳۲)

۲۔ نماز باجماعت کا کفار پر رعب پڑتا ہے۔

فائدہ: خوب پتے کی بات ارشاد فرمائی۔ اگر مسلمان آج اہتمام کے ساتھ باجماعت نماز پڑھنے لگیں تو ایوانِ کفر میں زلزلہ آجائے اور کفار یقیناً مرعوب ومتاثر ہوجائیں۔

۳۔ میرے سلسلے میں بیعت ہونے کے بعد سوا لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کا حکم ہے۔ مغفرت کے لیے یہ بڑی دولت ہے۔ پڑھنے کا طریقہ یہ ہو لا الٰہ الا اللہ ہر دانہ پر پڑھو اور جب تسبیح میں ۳۳ دانے کے بعد بڑا دانہ آئے اس پر پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو۔ چالیس دن میں سوا لاکھ کی تعداد پوری کرنے کی سعی ہونی چاہیے۔ چالیس دن میں نہ ہو تو پھر آسانی سے جتنے دن میں ہو سکے تعداد پوری کرو لیکن ناغہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر درمیان میں کسی دن ناغہ ہو جائے تو پھر از سرِ نو شروع کرنا چاہیے۔ (تذکرہ، ص: ۲۱۸۔ سلف، ج: ۵، ص: ۲۳۳)

۴۔ اپنے لیے نماز و تسبیح تو اپنی جگہ، مگر اسی کے ساتھ اپنی عورتوں کو بھی نمازی بنانا چاہیے۔ سنیے! چار عورتوں کے متعلق سوال ہوگا: ماں، بیٹی، بیوی اور بہن۔ جب دنیا میں ہم ان کی رسوائی گوارہ نہیں کرسکتے آخرت کی رسوائی کیسے گوارا کریں گے۔ اس کا بھی ہمیں احساس ہونا چاہیے۔

۵۔ اللہ والوں کی پہچان یہ ہے کہ ان کے دیکھنے سے اللہ یاد آئے، آخرت کا خوف اور اعمالِ صالحہ کی رغبت ہو، اور گناہوں سے نفرت کا جذبہ اُبھرے۔

۶۔ جب کسی کو کسی مصیبت کا خطرہ یا فساد کا اندیشہ ہو تو سورۃ لِایلٰف کا ختم پڑھے اور خوب خشوع و خضوع سے دعاء کرے۔

ختم کا طریقہ یہ ہے: ۲۵ مرتبہ درود شریف پڑھ کر سورۃ لِایلٰف ایک سو گیارہ (۱۱۱) مرتبہ پڑھ کر پھر اس کے بعد ۲۵ مرتبہ درود شریف پڑھ کر جس چیز کا خوف ہو اس کے دفع ہونے کے لیے حق تعالیٰ سے دعاء کی جائے۔

۷۔ ہر روز سورۂ اخلاص قل ھو اللہ احد گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب پورے عالم کے مسلمانوں کو بخش دیا کرو۔ اس سے ثواب منقسم نہیں ہوگا، انشاء اللہ پورا پورا ثواب سب کو ملے گا۔

اسی کے ساتھ روزانہ حضور پُر نور ﷺ اور اپنے شیخ و والدین اور سلسلہ کے اکابر کی ارواح کو ایصالِ ثواب کیا کرو۔

بزرگوں کی دعائیں کیوں قبول ہوتی ہیں؟ اس لیے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر پورا یقین ہوتا ہے۔ (اقوال سلف، ج: ۵، ص: ۲۳۴)

قطب الارشاد حضرت مولانا عبدالعزیز رحؒ بسنتی، سیتامڑھی، بہار

(وفات: چہار شنبہ، ۱۷ محرم الحرام ۱۳۷۲ھ)

(۱) عشق نہیں تو کچھ نہیں عالمِ کائنات میں۔

(۲) جو محبت کی لذت سے نا آشنا، یقین کی دولت سے محروم، ذوق وشوق سے خالی دل ہے، یہ بھی کوئی دل ہے کہ معرفتِ حقیقی اور حیاتِ ابدی کی سیر نہ ہو۔ عشق کے آبِ حیات سے دل کی ویران زندگی کو باغ و بہار میں بدل دینا چاہیے۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۱۱۶)

وصیت تربتِ رسول ﷺ

آپ کے پاس خاکِ پاکِ تربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا جس کو وصیت کے تحت آپ کے ساتھ رکھ دیا گیا۔

پسِ مردن اگر یارو میسر ہو تو مَل دینا
کفن میں خاک پائے دلربا کافور کے بدلے

(۳) عشق نام اللہ کا ہے جو عاشقوں کے سینہ بہ سینہ آتا ہے۔ یہ نام کتابوں میں نہیں ہے۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما
اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
عشق آں شعلہ است کہ چوں برافروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیرِ حق براند
در نگر زاں پس کہ بعد از لا چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت
شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

(ص۱۱٦)

دین کے مطابق زندگی گزارنا ہی طریقت ہے

روزمرہ کی زندگی میں اسی پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے کہ آیا کون سا کام خلافِ شرع ہوا اوراس کی اصلاح کی جائے۔ دین کے مطابق زندگی گزارنا ہی تو طریقت ہے۔ پیری مریدی کیا ہے؟ بس احکامِ شرع پر بلاجھجک قدم اُٹھانا ہی تو ہے۔ جائز و ناجائز، حلال وحرام کی تمیز رکھ کر زندگی گزاریئے۔ دِقت و پریشانی تو زندگی کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اسی میں چلنا ہے اور اعمالِ رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی میں داخل کرتے رہنا ہے۔ (ارواحِ طیبہ،ص:۱۴۸)

قرآن مجید ہدایت، تلاوت اور تفکر و تدبر کے لیے ہے۔ طاق میں رکھنے کے لیے نہیں۔ حق جل مجدہ نے ہم کو قرآن مجید پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے دیا ہے۔ محض تبرکاً طاق پر سجا کر رکھنے کے لیے نہیں۔ اور بہت پیار کے ساتھ خطاب کیا:

”یٰـاَیُّھَـا الَّـذِیْنَ اٰمَنُوْا“ ! میرے ماننے والو! فلاں فلاں احکامات پر دل و جان سے عمل پیرا ہو جاؤ۔ ہمیں چاہیے کہ ہم دل سے تصدیق کریں اور عمل پیرا ہوں۔ منافقین کی طرح زبان سے منکر نہ بنیں۔ (ارواحِ طیبہ،ص:۱۵٦)

شریعت وطریقت

اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرنا شریعت ہے۔ اور اس عمل سے جو نور اور فرحت پیدا ہوتی ہے وہ طریقت۔

طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں

تصوف کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ یہ تو احسان کا دوسرا نام ہے۔ حدیثِ جبرئیل علیہ السلام اس کی اصل ہے اور اس راہ میں طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں۔ مقصود کے حصول کا قلب میں تقاضا رکھنا بھی مضر اور حجاب ہے۔ جمیعت اور تفویض جو شرطِ وصول ہے تشویش کی نذر ہو جاتا ہے۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۱۵۷)

قطبِ زمانہ حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ، کنہواں - سیتامڑھی ناظم مدرسہ اشرف العلوم

(ولادت: ۱۳۰۱ھ م ۱۸۸۳ء۔ وفات: ۱۴/ جمادی الآخر ۱۴۱۱ھ م ۲/ جنوری ۱۹۹۱ء)

۱۔ جو ذکر و درود پڑھنے کو بتلایا جاتا ہے اس پر ہمیشگی برتنی چاہیے اگرچہ کم ہو۔ مگر ناغہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ خَیْرُ الْعَمَلِ مَا دِیْمَ عَلَیْهِ۔ استقامت علی الاعمال پر قوی دلیل ہے۔

۲۔ انسان پر جو مصیبتیں آتی ہیں اُن سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ صبر کرنا چاہیے۔ انبیاء علیہم السلام پر کتنی مصیبتیں آئیں، امتحان و آزمائش ہر مومن کی ہوتی ہے اور یہ اس کے نوازے جانے کی علامت ہوتی ہے۔

آزمائش ہے نشانِ بندگانِ محترم
امتحاں ہوتا ہے اُن کا جن پہ ہوتا ہے کرم

(از حیاتِ طیبہ مولانا اظہار الحق مظاہری)

دوست کی جانب سے جو آئے بلا وہ بلا ہرگز نہیں، وہ ہے کرم۔ (اقوالِ سلف)

(۱) حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیماری رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی ہوگی، بددل نہ ہونا چاہیے۔ گناہوں کا مصیبتوں سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔ آخرت کی تکلیف سے یہاں کی تکلیف جھیلنا اچھا ہے۔ یہ بیماری آزاری سب کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے بھی تو بیمار پڑتے ہیں۔ تکلیف پہنچتی ہے تو مایوس نہیں ہوتے۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۳۰۷)

(۲) وظائف کی پابندی کرنی چاہیے خواہ تھوڑا ہی ہو۔ ناغہ مناسب نہیں ہے۔ (۳۰۹)

(۳) بغیر سنت کی اتباع کے کسی نے راہِ سلوک کو طے نہیں کیا۔ اتباعِ سنت ہی اصل میں سلوک وتصوف ہے۔ ایک ایک سنت کی پیروی سے نہ جانے کتنے مقامات وقرب کی منزلیں طے ہو جاتی ہیں۔

(۴) ایک سنت کو زندہ کرنے پر سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے اور احسان وتصوف بھی ایک مستقل سنت ہے۔ اس کا کوئی خیال نہیں رکھتا۔ اس زمانے میں اس کے زندہ کرنے کی سخت ضرورت وفکر کی ضرورت ہے اور یہ محض ایمان کی کمزوری اور دنیا کی محبت کے بڑھ جانے کی وجہ سے دشوار نظر آنے لگا ہے۔ اور ہمارا یقین کمزور ہو گیا ہے۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۳۱۱)

(۵) یقین بھی سنت ہے اور اس کی تحصیل بغیر بزرگوں کی صحبت کے حاصل نہیں ہوتی۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۳۱۱)

آزمائش ہے نشان بندگان محترم
امتحان ہوتا ہے ان کا جن پہ ہوتا ہے کرم

حضرت اس کو ہر وقت پڑھا کرتے تھے۔

(۶) ترکِ دنیا یہ ہے کہ کپڑے پہنے، کھانا کھائے اور جو چیز میسر آئے اس کو استعمال کرے لیکن اس کو جمع کرنے کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور نہ اپنے دل کو کسی چیز میں پھنسائے۔ یہی ترکِ دنیا ہے۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۳۱۴)

(۷) قرآنِ کریم کی پابندی کے ساتھ تلاوت کی جائے، خواہ کم ہو یا زیادہ۔ کتاب اللہ کے ذریعہ حق جل مجدہ سے ربط پیدا ہوتا ہے۔ اور جب بھی تلاوت کی جائے تو اس خیال سے کی جائے کہ قرآنِ پاک کا نور قلب میں آتا ہے۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۳۱۵)

علماء وطلباء کے لیے

(۸) پہلے کے لوگ زیادہ عمر والے ہوتے تھے۔ دینی فضا اور ماحول اچھا مل جاتا تھا۔ اوراب عمر میں برکت باقی نہ رہی۔ مکارمِ اخلاق اور مجاہدہ وریاضت کا وہ وقت نہ رہا۔ مدرسہ کے لڑکے اور دوسرے لوگوں میں نفس پرستی، حسن پرستی بڑھ گئی اور پہلے کی طرح مدارس میں اللہ والوں کی کمی ہوگئی۔ عبادت و ریاضت کا شوق ختم ہوگیا۔ ظاہری اور باطنی برائیوں میں پھنستے جارہے ہیں۔ ایسی حالت میں جو فتنہ ہی فتنہ ہے مرید ہوجانے پر کم از کم نماز اور روزہ کی پابندی ہوگی۔ بدکاریوں سے بچاؤ تو ہوگا۔ لہٰذا طالب علمی کے زمانے میں کسی صاحبِ نسبت اللہ والے سے ربط وتعلق کر لینا چاہیے تاکہ علمِ نبوت کی روشنی سے آشنا ہوسکے۔ (ص:۳۵۶)

(۹) اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ رَبِّیۡ مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَّ اَتُوۡبُ اِلَیۡهِ ۲۲۵/مرتبہ، لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ ۲۲۵/مرتبہ صبح وشام اور مغرب کے بعد مراقبۂ موت دس منٹ تک، اس کے بعد ایک سو پچیس مرتبہ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ آمَنۡتُ بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ پڑھ کر اللہ جل شانہ کے سامنے خوب خوب گڑگڑائیں اور رونے جیسی صورت پیدا کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام خواہشاتِ نفسانی سے منہ موڑ دے۔ دنیا فانی ہے۔ ہم کو اور آپ کو اس دنیا سے بہرحال چلے جانا ہے اور ساری چیزیں یونہی پڑی رہ جائیں گی۔ کل پرسانِ حال و عزیزان کو سلام ودعا کے بعد نماز وذکر اللہ کی تلقین کیجیے۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۴۰۸)

ہدایات ونصائح

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ!

نجاتِ اخروی کے طالب کو لازم ہے کہ اول عقائد موافق اہلسنّت والجماعت درست کرے۔ مسائلِ ضروریہ سیکھے اور اختلافی مسائل میں احتیاط پر عمل کرے۔ اور سب معاصی سے توبہ واجتناب کرے۔ حقوق العباد کا خیال رکھے۔ اہلِ حقوق کو راضی کرے۔ طہارتِ ظاہری و باطنی کی طرف متوجہ رہے۔ آدابِ شرع کا بہت پاس رکھے۔ غیرشرعی مجالس میں نہ جاوے۔

اوقات منضبط رکھے۔ مجاہدات وعبادات میں مواظبت برتے اور استقامت کی دعاء کرتا رہے۔ اور نماز باجماعت پڑھے۔ صدقِ مقال، کسبِ حلال و اکلِ حلال کرے اور حرام ومشتبہ سے بچتا رہے۔ موت کو ہر وقت یاد رکھے اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے۔ اللہ جل شانہ ہماری مدد فرمائے اور ہم پر رحم فرمائے اور گناہوں کو معاف کرے اور تا دمِ واپسیں اپنی مرضیات کی توفیق دے اور انجام بخیر فرمائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۴۱۷)

(۱) ایک صاحبِ منصب کو نصیحت فرمائی: اللہ پاک نے آپ کو منصب عطا فرمایا ہے، اس لیے مخلوق کی خوب خدمت کیجیے۔ رشوت سے پرہیز کیجیے اور پورا پورا انصاف اور عدل برتیے۔

(۲) تارکِ صلوٰۃ شخص حاضر ہوا تو فرمایا: نماز پڑھیے۔ اللہ تعالیٰ سب پریشانیوں کو دور فرمادیں گے۔ دوسرے کے حق کو دبانا اور ضائع کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ کل قیامت کے دن اپنی نیکیاں صاحبِ حق کو دینی پڑیں گی۔ اور اگر اس سے بھی حقدار کے حق کی ادائیگی نہیں ہو پائی تو اس کے گناہوں کو حق دبانے والے کے سر پر لاد دیا جائے گا۔ آیا تھا نیکیوں کا انبار لے کر مگر اب جہنم میں گناہوں کا انبار لے کر جا رہا ہے۔ (حیاتِ طیبہ، ص: ۱۳۱)

الحاج حضرت مولانا طیب صاحب کماوی رحمۃ اللہ علیہ فاضلِ دیوبند

(وفات: ۲؍نومبر ۱۹۹۳ء م ۱۷؍جمادی الاول ۱۴۱۴ھ)

۱۔ میری موت اگر کمایا سیتامڑھی ہو تو مجھ کو مزارِ طیبی کنہواں مدرسہ کے پاس میں دفن کیا جائے۔

۲۔ میرا پنجم دسواں وغیرہ نہ کیا جائے بلکہ میری موت کی اطلاع اخبار میں دعائے مغفرت کے لیے اور مدارس میں قرآن خوانی کے لیے بغیر دعوت و روپیہ کے کیا جائے اور میرے نام سے ایصالِ ثواب اس طرح کیا جائے کہ کسی کو خبر نہ ہوتا کہ اس کا ثواب مجھے ملے۔

۳۔ میرے نام کی زمین میں سے میرے کل اولاد لڑکا لڑکی دونوں بیویوں میں شرع کے موافق دو لڑکی برابر ایک لڑکے کے اور بیوی کو دو آنہ آٹھواں حصہ دیا جائے بعد ادائے قیمت کفن و دَین وصیت کے۔

۴۔ دین مہر میں جو زمین رؤف النساء کو دی ہے اس میں میرے کسی اولاد کا حصہ نہیں ہے۔
۵۔ رؤف النساء کو اگر زمین فروخت کرنے کی ضرورت ہو تو اگر میرے اولاد میں سے جو لینا چاہے پہلے اس کو دیا جائے۔ نہ لے تو دوسرے کو دیا جائے۔
۶۔ عبدالمتین، عبدالباسط و عبدالعلیم و عبدالسمیع کو کنہواں یا شمسی یا پرسہ مونگیر یا راجو پٹی طیب نگر یا بالا ساتھ یا نانده یا سہارنپور یا دیوبند جہاں مناسب ہو سب کے حفظ مکمل ہونے کے بعد مولوی لائین سے مکمل تعلیم کے بعد کسی کام میں لگایا جائے۔
۷۔ اگر مجھ پر دین ہو تو میرے نام کی زمین سے ادا کرنے کے بعد جو بچے اس میں سے لڑکا لڑکی بیوی کو دیا جائے۔
۸۔ کتابیں میری ملکیت نہیں ہے بلکہ پڑھنے کے لیے دیا ہے۔ اس سے پڑھنے والے فائدہ اٹھاویں، میرے لڑکے فائدہ اٹھاویں، بلا اس کی اجازت کے کسی دوسرے کو حق نہ ہوگا۔
۹۔ نابالغ اولاد کے مال میں ایصالِ ثواب نہ کرایا جائے البتہ بالغ اولاد اپنے مال سے پوشیدہ طور پر کسی محتاج کو دے کر ایصالِ ثواب کرائے تو کرا سکتا ہے۔
۱۰۔ میرے مال میں سے کفن تین عدد، ایک قمیص گردن سے پنڈلی تک، ایک ازار پیشانی سے ٹخنہ کے اوپر یا نصف پنڈلی تک، لفافہ ایک بالشت سر سے باہر اور ایک بالشت پیر سے باہر دیا جائے۔ اور بانس وغیرہ قیمت سے لیا جائے یا کوئی اپنی خوشی سے بغیر مانگے دے تو دے سکتا ہے۔
۱۱۔ کما میں دفن نہ کیا جائے۔ یہاں دفن ہونے میں بہت گھاٹا ہے۔
۱۲۔ اگر میرا جنازہ کئی مرتبہ ہو تو میرا چھٹا لڑکا سب سے آخری جنازہ میں شریک ہو۔
۱۳۔ میری اولاد میں نابالغ بچے ہیں۔ اس لیے میرے مال سے کسی کو کھانا جائز نہیں ہے البتہ بالغ اولاد کھلا دے تو کھلا سکتا ہے۔
۱۴۔ اگر کنہواں لے جانے میں کسی طرح سے کوئی دِقت ہو تو جناب یوسف علی صاحب رتن پوری کی زمین طیب نگر راجو پٹی میں دفن کیا جائے۔

میرے والد ابو العلماء حاجی محمد ابراہیمؒ کی وصایا

وصال سے ایک روز قبل آپ نے حقیر کو طلب کیا اور وصیت کی: دیکھو بیٹا! اللہ پاک نے پورے علاقے میں اور خاص کر میرے تمام معاصرین میں، محض اپنے فضل سے، میرے نہ چاہنے کے باوجود ایک خاص مقام اور عزت سے نوازا۔ ممکن ہے جس مجلس میں اللہ پاک نے سربلندی سے نوازا کچھ دوسرے لوگ بھی ہوں جو نہ چاہتے ہوں مگر وہ فضلِ الٰہی جو مجھ پر تھا مقابلہ نہ کر سکے۔ الغرض، دوستوں اور دشمنوں دونوں میں اللہ نے مجھ کو عزت دی۔

اس لیے اب بہت ممکن ہے بلکہ غالب گمان ہے کہ اعداء تم لوگوں سے میرا انتقام لینا چاہیں گے۔ ایسے حالات میں بس تم لوگوں پر دو چیزیں لازم ہیں:

(۱) حق جل مجدہ کی طرف مکمل توجہ اور رجوع، استغفار کے ساتھ رکھنا اور استحضار کے ساتھ کثرتِ استغفار کو لازم جاننا۔

(۲) دعاء کا اہتمام کرنا۔ دعاء عبدیت کے اظہار کا مظہرِ اتم ہے۔ اور رحمتِ حق تعالیٰ کو اپنی جانب متوجہ کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

(۳) تیسری چیز بہت ہی اہم ہے۔ وہ یہ کہ کبھی بھی کسی سے اُلجھنا نہیں۔ لوگ چاہیں گے کہ تم کو لوگ حق یا ناحق مختلف اُمور میں مختلف طریقوں سے اُلجھا دیں۔ مگر ایسے وقت و حالات میں بھی دانائی یہی ہے کہ اِعراض واغماض سے کام لینا اور ﴿وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجَاهِلِيۡنَ﴾ پر عمل کرنا۔ اسی میں سلامتی اور عافیت ہے۔

(۴) دیکھو، مجھے ایک چیز کا بہت ہی خطرہ لاحق ہے۔ خاص کر تم لوگوں کے سلسلے میں۔ جانتے ہو وہ خطرہ کیا ہے؟ تم لوگوں کے اندر دین کا۔ دیکھو، دین کو بچا کر رکھنا۔

(والد علیہ الرحمہ چونکہ خانقاہِ مجیبیہ، پھلواری شریف، پھر مولانا بشارت کریم، بعدہ مولانا احمد حسنؒ منوروہ شریف، بعدہ حضرت حاجی منظور علیہ الرحمہ موضع مصرولیا کے تربیت یافتہ نقشبندیہ سلسلے کے تھے۔ آخری زندگی تک والد صاحب کا معمول بہت ہی استقامت کے ساتھ رہا۔ مثلاً ہر نماز کے بعد مراقبہ، اوراد و وظائف کا حد درجہ اہتمام، نمازِ فجر سے قبل استغفار کا اہتمام۔ ان کا

مشرب 'ہوش در دَم، سفر در وطن، خلوت در انجمن' تھا۔ ان کے زبان سے سنا گیا کہ بیٹا! جب سے نماز پڑھنے لگا ہوں دس سال کی عمر سے آج تک یاد نہیں کہ کبھی بھی نمازِ فجر قضا ہوگئی ہو۔ والد علیہ الرحمہ اپنے معیارِ دین پر ہم لوگوں کو دیکھنا چاہتے تھے، اس لیے خائف تھے۔ اللہ محض اپنے فضل سے ہم سبھی بھائیوں کے اندر دینداری عطا کردے، آمین۔)

(۵) ماں کا خیال رکھنا۔ تمھاری ماں بے شمار امراض کی شکار ہیں۔ کبھی کبھی مرض کے دباؤ میں غصہ ہو جاتی ہیں اور برہم بھی۔ تم لوگوں پر لازم ہے ان کی باتوں کا جواب نہ دینا اور خیال رکھنا۔ اور ان کو خوش رکھنا۔ ہمیشہ ان کی خدمت اور خوشی کے طالب رہنا۔

(۶) دیکھو! یادِ الٰہی سے غافل نہ رہنا۔ اللہ کی یاد بہت عظیم نعمت ہے۔ یہ نصیب والوں کو ہی میسر آتی ہے۔ ہاں، اللہ کی یاد بھی اللہ والوں کی صحبت سے ملتی ہے۔ حضرت مولانا بشارت کریم علیہ الرحمہ کی صحبت سے احسان کی نماز کتنوں کو مل گئی۔ اللہ والے- اللہ کا نام سکھلاتے ہیں۔ ان کی مجلس میں باادب اللہ کا نام سیکھنا چاہیے۔

(۷) بیٹا! میرے انتقال کے بعد روزانہ کچھ نہ کچھ ضرور ایصالِ ثواب کا اہتمام کرنا۔ لوگ شروع شروع میں خوب ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور بعد میں بھول جاتے ہیں۔ ایک دفعہ سورۂ فاتحہ یا سورۂ اخلاص ہی کیوں نہ ہو، مگر روزانہ ایصالِ ثواب کا اہتمام ہو۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ مہاجر مکّی صاحبِ بذل المجہود

(ولادت: صفر ۱۲۶۹ھ۔ وفات: چہارشنبہ، ۱۵/ربیع الثانی، ۱۳۴۶ھ)

۱۔ اگر دنیاوی مصائب دور کرنے کے لیے اتباعِ شریعت سے غافل ہو کر عقلِ انسانی پر اعتماد کیا گیا تو یقیناً مسلمانوں کے لیے ناکامیاں اور غیر متوقع مشکلات وتکالیف رونما ہوں گی۔

(حیاتِ خلیل، ص: ۴۶۷)

۲۔ شرعی گنجائش پر عمل کر کے لوگوں کے ساتھ ملا جلا رہنا صلۂ رحمی کو بھی قائم رکھتا ہے اور اکثر اصلاح کا بھی سبب بن جاتا ہے ورنہ اس زمانے میں آزادی ایسی آ گئی ہے کہ علیحدہ ہو کر بیٹھیں تو دوسروں کو پرواہ بھی نہ ہوگی۔ وہ کہیں گے تم روٹھے ہم چھوٹے اور اس طرح معاصی میں

اور زیادہ ڈوبیں گے۔ (ایضاً، ص: ۴۷۹)

۳۔ دنیا میں رہ کر تارک الدنیا رہنا یہ ناممکن ہے، البتہ دنیا دین کے لیے صرف کرو اور اپنے اہل وعیال کی خبر گیری اور اہلِ حقوق کے حقوق کی ادائیگی محض حق تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کرتے رہو۔ (ایضاً)

۴۔ سودی قرض کی لعنت سے محفوظ رہو۔ اور اگر قرض ہوگیا ہے تو اس بلائے درماں (لاعلاج) سے جہاں تک ممکن ہو جلد نکلو، اور فاقہ کرو، تنگی جھیلو، ضروریات کو بند کرو مگر اس وبال سے کسی طرح نجات پاؤ۔

۵۔ دوستوں کے حسنِ ظن پر جی رہا ہوں کہ شاید کسی کے طفیل مغفرت ہو جائے اور حق تعالیٰ اپنے صلحاء کے حسنِ ظن کی لاج رکھ دے۔ (ایضاً، ص: ۴۹۴)

۶۔ طالب ومعتقد بن کر کافر بھی آئے تو اس کو عزّت دینا چاہیے اور مسلمان تو وہ چیز ہے کہ جس کی دلداری پر سو نفلیں بھی قربان، خصوصاً ذاکر شاغل مسلمان۔ ......ہمیں تو ہر وقت اس توقع میں رہنا چاہیے کہ اللہ جانے کس آنے والے مسلمان کی بدولت بیڑا پار ہو جائے۔

۷۔ میرا تعلق ڈاڑھی کے ساتھ ہے۔ ڈاڑھی رہے گی تو میرا تعلق بھی رہے گا اور یہ ختم ہے تو وہ بھی ختم ہے۔

۸۔ غیر جنس سے اختلاط ہرگز نہ رکھنا چاہیے بجز اس کے کہ اس کی اصلاح کی نیت ہو اور بشرطیکہ اس کی حالت رو بہ اصلاح محسوس ہو۔

۹۔ سلوک کا مقصود یہ ہے کہ بندہ کا دل حق تعالیٰ کی مرضیات کا ایسا طالب ہو جائے جیسا کہ جسم غذا کا طالب ہے اور اس کو عبادت کی ایسی خواہش ہو جیسی جسم کو پانی کی خواہش ہوتی ہے۔

۱۰۔ کثرتِ ذکر کے دو طریقے ہیں؛ ایک وہ جو مشائخ کا معمول ہے مثلاً ذکرِ نفی واثبات اور ذکرِ اسم ذات وغیرہ۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جو دعائیں جناب رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات اور مختلف حالات کے متعلق ارشاد فرمائی ہیں ان پر مواظبت کی جائے۔ میرے نزدیک ان دونوں کو جمع کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۱۔ **دینی مدارس کے طلبہ**: اگر کسی طالب علم کو آزاد دیکھتے تو فرماتے۔ ابھی سے آزاد

بنو گے تو پڑھ کر لکھ کر خود بھی ڈوبو گے اور دوسروں کو بھی ڈوباؤ گے۔ علم سے مقصود عمل ہے، پس علم کے ساتھ ساتھ عمل کی پوری عادت ڈالو کہ پھر اسی عادت میں لذت وحلاوت پیدا ہو۔ یہ خیال کہ عالم بن کر عمل کر لیں گے محض شیطانی خیال ہے۔

۱۲۔ **ذکر وشغل کے لیے رات ضروری نہیں۔** چونکہ شب کے وقت خلوت اور سکون حاصل ہوتا ہے اس لیے ذکر وشغل کے لیے رات کا وقت بہتر ہے۔ لیکن اگر کسی کو رات کا وقت نہ ملے اور کبھی رات کو کسی ضروری کام کی وجہ سے یا سو جانے کی وجہ سے وظیفہ رہ جائے تو دن میں پورا کر لے کہ عبادت کیلئے رات دن سب برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَ هُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الَّیۡلَ وَ النَّهَارَ خِلۡفَةً لِّمَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّذَّكَّرَ اَوۡ اَرَادَ شُكُوۡرًا﴾ (فرقان، آیت: ۶۲) اور وہ ایسا ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے بنانے اور یہ سب کچھ جو دلائل ونعم مذکور ہوئے اس شخص کے سمجھنے کے لیے ہیں جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہیے۔

۱۳۔ طریقت سے مقصود یہ ہے کہ دنیا و ما فیہا کی طرف سے بے رغبتی ہو اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت دل میں جاگزیں ہو۔ بس اس سے ادھر یا ادھر نظر نہ رہنا چاہیے۔ (ایضاً، ۴۹۸)

۱۴۔ سالک کو پاکی وطہارت کا بہت خیال رکھنا چاہیے بلکہ ہمیشہ باوضو رہنا چاہیے کہ سونا بھی باوضو ہو۔ (حیاتِ خلیل، ص: ۵۰۹)

۱۵۔ مذہبی تعلیم جس کا بیڑا میرے اکابر نے اُٹھایا اور جس میں تمام عمر منہمک رہے ہیں اس کو نہایت ضروری ہے اور مہتم بالشان سمجھتا ہوں۔ اور ہر اس تحریک کا سختی سے مخالف ہوں جو اس میں نقصان پہنچانے والی ہو۔

میں نے سنا ہے کہ بعض علمائے اسلام جوش کے ساتھ یہ فرماتے ہیں کہ مدارسِ دینیہ بند کردو اور سب کے سب خلافت کی طرف متوجہ ہو جاؤ، میرے نزدیک نہایت غلط راستہ ہے۔ دونوں امر فرضِ کفایہ ہیں۔ علماء اور ہادیانِ ملت کو دونوں طرف توجہ فرمانا اور دونوں کو یکساں سمجھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ (حیاتِ خلیل، ص: ۱۷۴۔ اقوالِ سلف، ج: ۴، ص: ۳۱۱)

۱۶۔ شریعتِ اسلامیہ کا احترام ہر مسلمان پر واجب ہے اس کے اعتقاد میں، اس کے عمل میں، صرف زبانی احترام کافی نہیں۔ تمام نئے مسائل شریعت کے تابع ہیں، اسی طرح عقلِ انسانی

بھی شریعت کے تابع ہے۔ مسلمانوں کی مشکلات کا حل، مصیبتوں اور تکلیفوں سے ان کی نجات شریعت کے اتباع میں رکھی گئی ہے۔ احکامِ قرآن اور احکامِ رسولؐ انسانی عقل کے تابع نہیں ہیں، جو عاجز ہے۔ اور اسی طرح ہر عقلمند بھی شریعت کے اتباع کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ اور ان کے اتباع سے کوئی چارہ کار نہیں۔ (تذکرۂ اسلاف، ص: ۲۸)

۱۷۔ شانِ حضور ﷺ اور اتباعِ سنت میں جتنی ترقی ہوگی اسی قدر قربِ الٰہی بڑھے گا اور برکت ہوگی۔ (تذکرۂ اسلاف، ص: ۳۱)

۱۸۔ سالک کو حلال لقمہ اپنے پیٹ میں پہنچانا چاہیے تاکہ نورانیت پیدا ہو اور حرام بلکہ مشتبہ سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے کیونکہ اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے۔

۱۹۔ جن کی آمدنی کا بیشتر حرام یا مشتبہ ہو ان کی دعوت وغیرہ بھی قبول نہ کرے مگر بلا وجہ مسلمانوں کے حالات میں تجسّس بھی نہ چاہیے۔

۲۰۔ جو عبادت تھوڑی ہو مگر خلوص اور مداومت کے ساتھ ہو وہ اس کثیر عبادت سے جو خلوص با مداومت کے بغیر ہو بدرجہا بہتر ہے کہ عبادت و ریاضت کی تمام برکات خلوص و مداومت کے ساتھ وابستہ ہیں۔

۲۱۔ تہجد کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے کہ صالحین کا شعار ہے اور روحانیت کے لیے بیحد مفید ہے اگر شب میں فوت ہوجائیں تو بعد طلوعِ آفتاب بارہ رکعات ادا کرے۔

۲۲۔ ذکر باوضو ہونا چاہیے بلکہ درویش سالک کو ہر وقت باوضو رہنا چاہیے۔ اور بہتر یہ ہے کہ آخر شب میں اُٹھ کر تہجد کے بعد ذکر کرے کہ وہ برکت اور قبولیت کا وقت ہے اور طبیعت پر اس وقت سکون وانبساط بھی زیادہ ہوتا ہے۔

۲۳۔ ہدیہ اور تحفہ صرف ان لوگوں کا قبول کرنا چاہیے جو محبت یا دینی تعلق غرضِ جائز کی وجہ سے پیش کرتے ہوں اور ایسے لوگوں سے نہ لینا چاہیے جو منصب اور عہدۂ ملازمت کی وجہ سے یا ناجائز ضرورت پورا کرنے کو دیں۔

۲۴۔ سالک کے لیے دو چیزیں سخت مضر ہیں۔ بدعت کے ساتھ تعلق اور نعمتِ الٰہیہ کا کفران۔ اللہ والوں سے لپٹا رہے، اگر ان کی محبت دل میں ہوگی تو انشاء اللہ خاتمہ خراب نہ ہوگا

اور دل میں اگر اللہ والوں سے بغض ہوا تو خاتمہ خراب ہونے کا بہت اندیشہ ہے۔ اس لیے کچھ بھی نہ کرے تو محض دخولِ سلسلہ بھی نفع سے خالی نہیں۔ (تذکرۂ اسلاف، ص: ۳۰)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

(وفات: ۱۳/دسمبر ۱۹۴۹ء مطابق ۲۱/صفر ۱۳۶۹ھ)

۱۔ تجربہ شاہد ہے کہ بیشتر نزاعات و مناقشات خود سرائی اور غرض پرستی کے تحت وقوع پذیر ہوتے ہیں، جس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمان اپنی شخصی راہوں اور غرضوں کو اللہ اور رسول ﷺ کے ارشادات کو بلند معیار مانتے ہوئے اس کے تابع کر دیں۔ اس کا آخری انجام یقینی طور پر دارین کی سرخروئی اور کامیابی ہے۔ (اکابر علماء دیوبند، ص: ۱۰۳)

۲۔ ایمان جب ترقی کرتا ہے تو اسلام ہوتا ہے اور وہی اسلام ترقی کر کے احسان بنتا ہے۔ شریعت جو ایمان اسلام کا مجموعہ ہے اس کی با قاعدہ اور متواتر مزاولت اور مشق سے احسان حاصل ہوتا ہے۔ یہی طریقت ہے، پھر اس پر دنیا میں کچھ ثمراتِ باطنہ ملتے ہیں اس کو معرفت و عرفان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (مولانا غلام غوث ہزاروی، ص: ۸۸)

شیخ المشائخ عارف کامل حضرت مولانا فضل علی قریشی صاحب

عزیزو! دوستو! یارو! یہ دنیا دارِ فانی ہے
دل اپنا مت لگاؤ تم قبر میں جا بنانی ہے

تم آئے بندگی کرنے پھنسے لذات دنیا میں
ہوئی اندھی عقل تیری، تیری کیسی جوانی ہے

گناہوں میں نہ کر برباد عمر اپنی تو کر توبہ!
کہاں گئے باپ دادا سب کہ تو جن کی نشانی ہے

کہاں گئے خوبصورت پہلواں صاحب عقل بھارے
پھرے مغرور ہو اندھا بڑی تیری نادانی ہے

تو کر نیکی نمازاں پڑھ خدا کو یاد کر ہر دم
جو آخر میں یہی نیکی تیرے خود کام آنی ہے

نہ ہو شیطان کے تابع نہ بے فرمان رب کا ہو
نبیؐ کے در کا خادم ہو مراد اچھی جو پانی ہے

شریعت کی غلامی کر گناہوں سے تو بچ یارا
بری حالت ہو ظالم چور کی جو مرد زانی ہے

تو روزی کھا حلال اپنی سراپا نور تقویٰ بن
کہ تقویٰ میں ترقی ہے یہ نعمت جاودانی ہے

پکڑلے پیرِ کامل کو کہ بیعت بھی ضروری ہے
بجز مرشد کے اچھی بات کس تم کو بتانی ہے

علامت پیر کامل کی کہ دیکھے اللہ یاد آئے
بجز مرشد کے دنیا کی محبت کس مٹانی ہے

شریعت کا غلام ہووے عجب اخلاق ہوں اس میں
عجب روشن ضمیر ہووے کشادہ جس کی پیشانی ہے

اگر تو طالب مولیٰ ہے، طالب دین وایمان کا
تو جلدی کر پکڑ مرشد نصیحت یہ ایمانی ہے

رہائش شہر کلیانہ ہوئی دن سات اے یارو
رہے سرسبز یہ قصبہ خدا کی مہربانی ہے

محمد عبد المالک مولوی آئے رہے اس میں
جو اس کے آنے میں لوگوں کو بیشک حق رسانی ہے

قریشی دست بستہ عرض کرتا ہے سنو بھائی
قسم رب کی نہ جھوٹ اس میں نہ لائق بدگمانی ہے

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے والوں کے لیے چھ معمولات کی وصیت

۱۔ فکر: (مراقبہ) چوبیس گھنٹوں میں ایک مرتبہ آدھ پون گھنٹے کے لیے دنیا سے ہٹ کٹ کے اللہ سے لو لگا کر بیٹھنا اور فیض کا انتظار کرنا۔

۲۔ تلاوت قرآن مجید: ایک پارہ روزانہ۔

۳۔ درود شریف: دوسو مرتبہ روزانہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

۵۔ استغفار: دوسو مرتبہ روزانہ

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْهِ

۶۔ رابطہ شیخ: آ کر رہنا۔ خط و کتابت کرتے رہنا۔ (تذکرۂ اولیاء دیوبند، ص:۴۳۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ

(ولادت: ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ مطابق ۶/ اکتوبر ۱۸۷۹ء،

وفات: ۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ م ۵/ نومبر ۱۹۵۷ء جمعرات۔ مدفون مزار قاسمی دیوبند)

۱۔ اگر قبولیت عند اللہ نصیب ہو تو نجاح و فلاح ہے ورنہ سب ہیچ ہے۔

۲۔ جہاں تک ہو سکے ذکر کے سلسلے کو جاری رکھو اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔

۳۔ مطمئن الخاطر رہ کر ان ایامِ خلوت کو غنیمت سمجھئے اور کچھ تحفۂ معرفت و قربت حاصل کیجیے۔

۴۔ تمہارا کام ہے کہ اس کریم کے دروازے کو کھٹکھٹاتے رہو کیونکہ جو دروازے پر دستک دیتا رہتا ہے لامحالہ کھول دیا جاتا ہے۔

۵۔ اپنے نفس کے کید و مکر سے کسی وقت بھی مطمئن نہ ہونا چاہیے۔

۶۔ نماز کی پابندی کا خیال رکھیں، شریعتِ مطہرہ اور سنتِ نبویہ کا جہاں تک ہو سکے خیال رکھیں، حقوق العباد سے حتی الوسع بچیں، توبہ زیادہ کریں، صبح و شام سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر ایک ایک تسبیح پڑھا کریں۔

۷۔ مخلوق کو خالق کے لیے چھوڑو، اور اپنی لَو صرف خالق سے لگاؤ۔

۸۔ زبان بند رکھو اور آنکھوں سے دیکھو۔ کچھ نہ بولو قدرت کو دیکھو کیا کرتی ہے، وہ بے نیاز اور بے پرواہ بھی ہے اور سب سے زیادہ رافت و رحمت والا بھی۔ اس کا ظاہری ہاتھ بھی ہے اور خفیہ ہاتھ بھی۔ کچھ فکر نہ کرو۔ کسی کو مت ستاؤ۔ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ۔

۹۔ دشمن اگر قوی است   نگہبان قوی تر است

۱۰۔ اس ذلیل وخوار عالمِ دنیا میں اگر مستحقِ لذت و راحت اربابِ خیر وتقویٰ ہوتے تو سب سے زیادہ منعم اور غنی اور راحت میں بسر کرنے والے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوا کرتے مگر انہی کی پاک زندگی دیکھیے وہ سب سے زیادہ تکالیفِ شاقہ میں نظر آتے ہیں۔

۱۱۔ دل میں جگہ اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ کو دینی چاہیے۔ اس کے سوا کوئی بھی دل لگانے کے قابل نہیں ہے۔ ہاں حقوق سب کے ادا کرتے رہیں اور سب کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے رہیں۔

۱۲۔ دیہات اور قصبات کی لڑکی سے شادی کیجیے، شہر کی اور امیروں کی لڑکیاں آرام نہیں پہنچائیں گی۔

۱۳۔ جوانی کی مبارک زندگی بہت غنیمت ہے۔ اس کو ذکر کی خوش رنگیوں سے آراستہ کرو۔ (ملفوظاتِ حضرت مدنی، چوتھا باب)

۱۴۔ ہر ایک کا معاملہ عالم القلوب والنیّات کے یہاں حسبِ نیت ہوگا۔

۱۵۔ اگر دل میں تڑپ اور سینے میں درد نہ ہو تو زندگی ہیچ ہے۔ وہ انسان بھی انسان نہیں جس کے دل و دماغ، روح، اعضائے رئیسہ محبوبِ حقیقی کے عشق اور ولولہ سے خالی ہیں۔

۱۶۔ مخلوق کو خالق کے لیے چھوڑ و اور اپنی لَو صرف خالق سے لگاؤ۔ سر کا چکّر رفو چکّر ہوگا۔

۱۷۔ عبادت اور ذکر پر مداومت، اتباعِ سنت و شریعت پر قیام، یہی امور ہیں جن کے ہم مکلّف ہیں اور جن پر استقلال سے عمل پیرا ہونا اور درجات حاصل ہونا کمالِ ایمان ہے۔ خوفِ خداوندی اور رجا، دونوں کمال کی نشانیاں ہیں۔ (اکابر علماء دیوبند، ص: ۱۴۰)

یہ فرماتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو اتباعِ سنت اور سننِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی

تابعداری ہمیشہ ملحوظِ قلب وبصر رکھیے۔ ذکر میں غفلت مت کیجیے، اپنی غفلات اور معاصی پر ہمیشہ تائب ومستغفر رہیے۔ عمرِ گراں مایہ کو ضائع مت کیجیے۔

جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع ست

جز سرِ عشق ہر چہ بخوانی بطالت ست

دوست کی یاد کے سوا جو کچھ کرے سب بیکار ہے۔ عشق کے اسرار کے علاوہ جو کچھ پڑھے بیکار ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ۳/ ۶۹،۲۷۰)

سعدی بشو لوحِ دل از نقشِ غیرِ حق

علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت ست

اے سعدی! غیرِ حق کو دل کی تختی سے دھو دے۔ جو علم اللہ کا راستہ نہ دکھائے جہالت ہے۔

اس سے اگلے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ: کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ آپ بتلائے ہوئے اذکار چھوڑ بیٹھے ہیں۔ کبھی جوش آیا مہینہ دو مہینہ کیا پھر چھوڑ بیٹھے۔ کیا واقعہ نہیں ہے کہ آپ پنجگانہ نمازِ جماعت کی پابندی نہیں کرتے، کیا یہ واقعہ نہیں کہ نماز فرض کو آپ قضاء کر دیتے ہیں۔ صبح کو اس قدر سوئے کہ آفتاب نکل آئے۔ کیا اس قسم کے واقعات سے آپ کے ہمدردوں اور خیر خواہوں کے دل پر صدمہ نہ ہوگا۔ بہرحال آپ کو لازم ہے کہ اپنی اصلاح کریں، اتباعِ شریعت اور احیائے سنت میں کوشاں ہوں، جب آپ پر مصائب کی بوچھار ہوتی ہے تو تنبہ ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ فارغ البالی عطا فرماتا ہے تو بالکل بے فکر بن جاتے ہیں۔ جس قدر بھی ممکن ہو اپنے کو ذکر کا عادی بنائیے۔ (مکتوب ۲/ ۷۰)

ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: جو احوال جناب نے تحریر فرمائے ہیں اطمینان بخش اور امید افزا ہیں۔ (الاستقامۃ فوق الکرامۃ) خواب یا انوار یا الہامات وغیرہ صرف دل بڑھانے کے لیے سالک کو پیش کیے جاتے ہیں، جیسے بچے کو لبھانے کے لیے گھنگھنا دے دیا جاتا ہے، اکابر کا مقولہ ہے۔ تِلْكَ خَيَالَاتٌ تُرَبّٰى بِهَا اَطْفَالُ الطَّرِيْقَةِ ۔ یعنی یہ سب خیالات ہیں جن سے سلوک کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔

عبادت، ذکر پر مداومت، اتباعِ سنت اور شریعت پر قیام یہی امور ہیں جن کے ہم مکلّف

ہیں اور جن پر استقلال سے عمل پیرا ہونا اور درجاتِ احسان کا حاصل ہونا کمال ایمانی ہے۔ خوفِ خداوندی اور رجاء دونوں ایمان کے کمال کی نشانیاں ہیں۔ بکاء اور گریہ کا غلبہ چشتیہ نسبت کا ظہور ہے۔ اللھم زد فزد۔ (مکتوباتِ شیخ الاسلام ج:۳، ۱۶۸، مکتوب ۵۷، شریعت وطریقت ۱۱۰)

نیز ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: غرض کہ یہ عالم امتحان کی جگہ ہے اور طرح طرح سے امتحانات کا سلسلہ جاری ہے اس میں پاس ہونے کی فکر ہونی چاہیے اور بجز مالکِ حقیقی دائم و باقی، کسی چیز اور کسی شخص سے دل نہ لگانا چاہیے۔ جو کام کیجیے حسنِ نیت کے ذریعے سے عبادت بنالیجیے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ حتیٰ کہ سونا کھانا، پینا اور حاجاتِ بشریہ کا بجالانا سب عبادت ہوسکتا ہے، ذریعہ اور وسیلۂ عبادت یقیناً عبادت ہے۔ ذکر اور فکر سے مقصدِ اصلی رضائے محبوب حقیقی ہے۔ کسی لذت کا حاصل ہونا، قلب کا صاف ہونا، کشف وکرامات کا مل جانا، انوار و برکات کا محسوس ہونا، فنا و بقاء، قطبیت وغوثیت، سب کے سب غیر مقصود ہیں، ان کی طرف توجہ اور قصد خطرناک چیزیں ہیں۔

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر ازیں تمنائے

فراق ووصل کیا ڈھونڈتا ہے، محبوب کی رضامندی ڈھونڈھ کہ محبوب سے محبوب کے سوا کی تمنا بڑے افسوس کی بات ہے۔

مذکورہ بالا اشیاء وسائل و ذرائع ہیں۔ مقصدِ اصلی صرف رضائے الٰہی ہے، بندہ کا فریضہ آدابِ عبودیت بجالانا ہے۔ اس میں جدوجہد جاری رکھیے۔ اور اخلاص وللّٰہیت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ص:۱۲۹)

ف۔ اس کے علاوہ بھی حضرت الشیخ نے مکتوبات کے اقتباسات نقل فرمائے ہیں۔ جن میں شریعت وطریقت پر چلنے اور ذکر وفکر اور نسبت احسان کی تحصیل کی طرف ترغیب ہے جو سالکینِ راہ کے لیے بے حد مفید ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پڑھنے اور عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (مرتب)

اب ہم 'معارف وحقائق' مؤلفہ مولانا سید رشید الدین صاحبؒ (جو مکتوبات شیخ الاسلامؒ

کے منتخب مضامین کا مجموعہ ہے) سے چند مضامین نقل کرتے ہیں۔

بیعتِ توبہ اور بیعتِ ارشاد میں فرق

بیعتِ توبہ اور بیعتِ ارشاد میں فرق ہے۔ بیعتِ توبہ یہ ہے کہ کسی شخص کو الفاظِ توبہ تلقین کرائے جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ الفاظِ ایمان کہلوائے جائیں اور اس کو اتباعِ شریعت کی تاکید کی جائے۔ یہ توبہ کرانا ہر شخص کے لیے صحیح ہے جو عالمِ باعمل ہو۔ خواہ اس نے کسی مجاز طریقت کے ہاتھ پر بیعت کی ہو یا نہیں، خواہ اس نے سلوکِ تصوف طے کیا ہو یا نہیں، خواہ اس کو مرشد سے اجازت ہو یا نہیں۔

بیعتِ ارشاد اس شخص کا حق ہے جس نے کسی مجاز طریقت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد منازلِ سلوک طے کر کے ملکۂ یادداشت حاصل کر لیا ہو اور مجاز بیعت ہو گیا ہو۔

(معارف وحقائق، ص: ۱۳۳)

آپ حضرت شیخ الاسلامؒ کے بڑے داماد اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خلیفہ اور مدرسہ قاسمیہ شاہی مراد آباد کے مہتمم تھے۔ آپ سے ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ میں مسجد نبوی میں آخری ملاقات ہوئی تھی۔ ماشاء اللہ حسنِ نظم وحسنِ خلق کے جامع تھے۔ ۱۰/ربیع الاوّل ۱۴۲۲ھ کو مدینہ منورہ میں رحلت فرما گئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (مرتب)

ذکر پر مداومت کیجیے چاہے جی لگے یا نہ لگے

آپ کا ذکر پر مداومت کرنا باعثِ شکر ہے خواہ جی لگے، حضورِ قلب ہو یا نہ ہو۔ اَنَـا مَـعَ الْـعَبْـدِ مَـا تَـحَـرَّكَتْ بِیْ شَفَتَاهُ حدیث قدسی کے الفاظ ہیں۔ اگر قلب ذاکر نہ ہو تو جسم اور زبان تو ذاکر ہیں۔ اگر چہ یہ ذکر لسانی ذکر قلبی کے سامنے نہایت کمزور ہے جیسے کہ ذکر قلبی، ذکر روحی کے سامنے کمزور ہے مگر تاہم اس ذکر لسانی کو بھی حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔ بسا غنیمت ہے۔ بہت سے اشخاص اس سے بھی محروم ہیں۔ اگر چہ ضروری ہے کہ حتی الوسع کوشش کی جائے کہ حضورِ قلب ہو۔ سیلاب میں دریا کا پانی بہتا ہے اور اس پر جھاگ اور کوڑا کرکٹ ہوتا ہے۔ تاہم پانی اپنے فوائد زمینوں، کاشت کے رقبوں اور حیوانات وغیرہ کو پہنچاتا ہے۔ اللہ کی اس نعمت کا کفران نہ ہونا

چاہیے۔ازدیاد کی فکر کرنی چاہیے۔(معارف وحقائق، ص:۱۴۰)

ابتداء میں سالک کے لیے تنہائی ضروری ہے

سالک کے لیے بالخصوص ابتدائی ایام میں تنہائی نہایت ضروری ہے۔تمام لوگوں سے دور رہنا ہی مفید تر ہے۔قرب وجوار میں کسی کمرے کا انتظام کر لیجیے۔حالت بحمد اللہ امید افزا ہے۔ مگر ذکر کی مداومت شرط ہے۔

تضرع وزاری مطلوب ہے

بارگاہِ الٰہی میں جس قدر رونا و گداز ہو بہتر۔ مایوسی نہ ہونی چاہیے۔نسبت چشتیہ کا ظہور ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ اس کا خیال رکھیے کہ بجز محبوبِ حقیقی کچھ مقصود نہیں۔ احوال و کیفیات ذرائع ہیں، مقاصد نہیں ہیں۔ (معارف وحقائق، ص:۱۰۷)

ملفوظات

۱۔ فرمایا: سالک کو جو واقعات پیش آئیں ان کو نامحرموں سے ہرگز ظاہر نہ کرنا چاہیے۔ اپنے شیخ سے ظاہر کرے یا ایسے شخص سے جو طریقت کا ہمراز ہو اور سالک کا ہمدرد ہو۔ اور بس، یہ چیز سالک کے لیے ضرر رساں ہوتی ہے اور بسا اوقات فیض ربانی کے انقطاع بلکہ کبھی کبھی سلب کا باعث بن جاتی ہے۔

۲۔ فرمایا: محبوبِ حقیقی ہر چیز کو جانتا ہے، ہر چیز کو دیکھتا ہے، ہر چیز کو سنتا ہے، اس پر کوئی چیز مخفی نہیں، وہ شدید الغیرت ہے۔ اس کے سامنے بجز خشوع وخضوع اور رازہائے سربستہ کے اخفاء اور اظہارِ عبودیتِ کاملہ اور اتباعِ سیّد العشاق علیہ السلام کے کوئی چیز کارآمد نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا﴾ (سورۂ کہف)

سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مَا شَغَلَكَ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ

طَاغُوتٌ یعنی جو چیز تم کو حق سے باز رکھے وہ تمہارا طاغوت ہے۔(بیس بڑے مسلمان)

۳۔فرمایا: اگر آپ کو اپنی دعاؤں اور اذکار میں نقصانات نظر آ رہے ہیں تو ان کو مکمل کرنے کی جدوجہد رکھنی چاہیے مگر واقعہ یہی ہے کہ ہم کتنی ہی کامل عبادت کریں شانِ الٰہی کے سامنے وہ نہایت حقیر اور ناقص ہے۔

جبکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: وَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اے اللہ ہم نے آپ کی عبادت کا حق ادا نہ کیا اور نہ آپ کی کما حقہ معرفت حاصل کی۔

تو ہم کس قطار میں ہیں۔اس لیے اپنے آپ کو ہمیشہ ذلیل وخوار سمجھنا اور اپنے اعمال واخلاق کو ناقص سمجھنا ضروری ہے،اور اس پر ناز کرنا اور کامل سمجھنا خوفناک ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے: لَنْ يَنْجُوَ اَحَدُكُمْ بِعَمَلِهِ اِلَّا اَنْ يَتَغَمَّدَهُ بِرَحْمَتِهِ ۔ (اوکما قال علیہ السلام) یعنی کوئی شخص اپنے عمل سے نجات نہیں پا سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی رحمت میں نہ چھپا لے۔

ف۔سبحان اللہ کیا ہی خوب صوفیانہ تعلیم وتربیت ہے۔یہی اصل طریق بلکہ روحِ دین ہے اور یہی درحقیقت معرفتِ نفس ہے جس پر معرفتِ حق مرتب ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ عَرَفَ رَبَّهُ ۔یعنی جس نے اپنے نفس کو (ضعف وذلت وجہالت سے) پہچان لیا اس نے اپنے رب کو (قوت وعلم اور عزت سے) پہچان لیا۔(مرتب)

۴۔ فرمایا: ہم عبید ہیں (یعنی بندے ہیں)، ہمارا کام عبودیت (بندگی) اور امتثالِ حکم ہے، عاجزی اور نیازمندی ہے،خواہ ہمت افزائی اور اجابت ہو یا نہ ہو۔

یابم او را یا نیابم جستجوئے می کنم
بشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم

یعنی اپنے محبوب کو پائیں یا نہ پائیں طلب وتلاش تو جاری رکھیں گے اور وہ ہماری بات سنے یا نہ سنے ہم اپنی بات تو کرتے ہی رہیں گے۔

ف۔ بندے کا کام عجز و نیاز ہی ہے نہ کہ فخر و ناز۔ اس لیے اپنی سرحد میں رہنا چاہیے ورنہ سوائے ضلالت و ہلاکت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ (مرتب)

۵۔ فرمایا: اثنائے ذکر میں ہر پندرہ یا بیس یا پچیس مرتبہ کے بعد 'سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے محبوبِ حقیقی ہیں۔ اس حد تک پہنچنے کے لیے وسیلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لیے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے لیے درود شریف بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔

ف۔ ماشاء اللہ کیا خوب بات ارشاد فرمائی کہ دراصل اللہ ہی مقصود ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ اور طریق ہیں۔ مگر افسوس کہ اب تو مشائخ تک کو مقصود بنالیا جاتا ہے یعنی ان کے اقوال کے سامنے شریعت کے احکام تک کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ (مرتب)

۶۔ فرمایا: واقعہ یہ ہے کہ حضرات چشتیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی خاص نسبت گریہ و بکا، تڑپ و بے قراری، عشق و ولولہ ہے۔ جب اس کی نسبت کا کسی پر اثر پڑتا ہے تو بے اختیار گریہ کا غلبہ ہوتا ہے اور جس قدر زیادہ ہوتا ہے وہی مفید سمجھا جاتا ہے۔

ف۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے والی آنکھوں کی دعا فرمائی ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ الخ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی آنکھیں اور چشتیہ کی اس نسبتِ خاص سے بہرہ ور فرما کر اپنے خواص میں سے بنائے۔ آمین (مرتب)

۷۔ فرمایا: وساوس گزرتے ہیں، آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ سیلاب چلتا ہے اور اس پر خس و خاشاک چھائے رہتے ہیں اس لیے پرواہ نہ کیجیے۔ ہاں نماز میں یہ کوشش کیجیے کہ جو کچھ زبان سے پڑھا جارہا ہے وہ کیا ہے؟ اس کے مطابق دھیان رکھتے ہوئے جناب باری عزاسمہ کو سامنے سننے والا دیکھنے والا تصوّر کیجیے۔ (۵۲۹)

ف۔ سبحان اللہ وسوسہ اور نماز دونوں کے متعلق نہایت کارآمد نصیحت فرمائی۔ (مرتب)

۸۔ فرمایا: متصوّفین پر کنٹرول کرنا اور ان کو قیودِ شرعیہ اور کتاب وسنت کی حدود میں رکھنا از بس ضروری ہے ورنہ عام مسلمانوں میں سخت گمراہی اور الحاد کے پھیل جانے کا قوی امکان ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ جوشِ عشقِ خداوندی اور غلبۂ سکر میں صوفیہ سے ایسے افعال و اقوال

صادر ہوجاتے ہیں جن کی شریعت کے احاطہ میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر ان کی روک تھام نہ کی گئی تو انتہائی فتنوں کا سامنا ہوگا۔ علماء کا فریضہ ہے کہ ظاہری شریعت کی مکمل حفاظت کریں۔ (۵۳۰)

ف۔ سبحان اللہ حضرت مدنیؒ کا کیا ہی خوب مجاہدانہ کلام ہے جو بغیر خوف لومۃ لائم ارشاد فرمایا۔ ایسا ہی امیر الروایات میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ اس لیے صوفیہ کو بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے تاکہ ان کے کسی قول و فعل یا حال سے کسی بدعت کا شیوع نہ ہو۔ (مرتب)

۹۔ فرمایا: دعا میں دل لگنا ضروری ہے، حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے 'اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبَلُ الدُّعَاءَ بِقَلْبٍ لَاہٍ' یعنی اللہ تعالیٰ غافل قلب سے نکلی ہوئی دعا کو قبول نہیں فرماتے۔

لہٰذا دعا میں دل لگنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مظلوم (اسی طرح والدین) کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے، (اسی طرح بددعا بھی) کیوں کہ وہ خلوصِ دل سے نکلتی ہے۔ تاہم اگر دل نہ لگے تب بھی فائدے سے خالی نہیں، لیکن کوشش کرنا ضروری ہے۔

۱۰۔ فرمایا: ائمہ اہلسنّت والجماعت مشاجراتِ (جنگیں) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاء اجتہادی قرار دیتے ہیں۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام کے ارتکابِ اکل شجرہ (درخت کھانے) کو ارشاد باری تعالیٰ ﴿فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾ (سورۂ طٰہٰ، آیت: ۱۱۵) ذنب خفیف اور غیر موجب مواخذہ اور داخل فی العصمت قرار دیتا ہے تو حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مشاجرات کو ان کے مناقب کی آیات اور احادیثِ صحیحہ کیوں نہ ہلکی اور غیر قابل مواخذہ اور داخلی فی المحفوظیت قرار دیں گی؟ اور کیوں نہ ان کے دامن کو خطائے اجتہادی قرار دے کر منزّہ و پاک سمجھا جائے گا۔

ف۔ ماشاء اللہ تعالیٰ! کیا ہی خوب استدلال فرمایا جو عوام و خواص سبھی کو پیشِ نظر رکھنے کے قابل ہے۔ (مرتب)

۱۱۔ فرمایا: اگر کوئی رسول یا نبی نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ قطعی و قدیم میں اس شخص کے متعلق خبر دیتا ہے کہ ہم اس سے راضی ہیں تو یقینی بات ہے کہ اس سے قصداً کوئی گناہ سرزد نہ

ہوگا ورنہ اس کے علم قدیم میں جو کہ ﴿لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ﴾ (سورۂ سبا، آیت:۳) کا مصداق ہے، خلل لازم آئے گا یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ قصداً گناہ کرنے والے سے بھی راضی ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے لَا یَرْضٰی لِعِبَادِهِ الْکُفْرَ ۔یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں فرماتے۔ اس لیے کسی ایسے شخص کے معیارِ حق ہونے پر تامل کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کلام اللہ میں اپنے راضی ہونے کی خبر دی ہو جیسے سابقین اوّلین، مہاجرین اور انصار اور تابعین بالاحسان کے لیے سورۂ توبہ میں اور اصحابِ حدیبیہ کے لیے سورۂ فتح میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ (بیس بڑے مسلمان، ص: ۵۳۳)

ف۔ چونکہ ایک بڑی جماعت کے سربراہ نے لکھا تھا کہ صحابہ میعارِ حق نہیں۔ میرا خیال ہے اسی مسئلہ کی توضیح بلکہ تفہیم کے لیے یہ کلام فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زیغ وضلال سے محفوظ رکھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت وفضیلت کو ذہن نشین کردے۔ (مرتب)

۱۲۔ فرمایا: عشاء کے بعد کسی وقت نماز پڑھنا تہجد ہے کیونکہ اس میں ترکِ نوم ہے۔ اگر مطالعہ سے فراغت پانے کے بعد قبل استراحت دو رکعت پڑھ لیں تو یہ بھی تہجد ہو جائے گی۔

ف۔ ماشاء اللہ تہجد کا مرحلہ کتنا آسان فرما دیا جس پر عمل کرنا اب کچھ مشکل نہ رہا۔

۱۳۔ فرمایا: حضرت امام شافعیؒ سے جب پوچھا گیا کہ عمر ابن عبدالعزیز افضل ہیں یا معاویہؓ، تو فرمایا کہ امیر معاویہ کے اس گھوڑے کی نتھنوں کی خاک جس پر سوار ہو کر انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے، عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

(بیس بڑے مسلمان، ص:۵۳۸)

ف۔ حضرت امام شافعیؒ کی یہ بات حضرات صحابہؓ کی غایت معرفت وعقیدت پر دال ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی صحابیؓ کے بارے میں ایسی بات ہرگز ہرگز نہ کہے نہ لکھے جس سے کسی قسم کی تحقیر وتصغیر کا بھی شائبہ لازم آئے۔ واللہ ولی التوفیق۔

وصال کے قبل نصیحت ووصیت برائے اہلیہ

بعد نمازِ ظہر اہلیہ کو ذیل کی وصیت کی

۱۸) سب سے حُسن خلق کا معاملہ ہونا چاہیے۔ چند دن کی زندگی میں کسی سے ناراض ہونا

ٹھیک نہیں۔ ہر ایک کے کام آنا چاہیے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے توقع اور امید نہ رکھی جائے۔ اگر کسی سے امید نہ رکھو گے تو کسی سے شکایت نہ ہوگی اور نہ کبھی کسی سے تکلیف پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔

اس نصیحت کے بعد بستر پر لیٹ گئے اور لحاف اوڑھ لیا۔ روح پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (اقوالِ سلف، ص:۴، ص:۸۶)

کسی نے خوب کہا ہے ؎

حسین لوٹ لیا کیف بندگی تو نے
نماز موت کے دامن میں جب پڑھی تو نے

حضرت مدنیؒ کے پسندیدہ اشعار

عشق و نشاطِ زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو — عشق میں تیرے کوہِ غم سر پر لیا جو ہو سو ہو
اس کو سِیا سِیا نہ سِیا پھر کسی کو کیا — ہم نے اپنا آپ کیا ہے چاک

بابا رشتہ سب سے توڑ
بابا رشتہ رب سے جوڑ
بابا رشتہ حق سے جوڑ

بجز تو شاہا دگر ندارم
بجز درِ تو درے ندارم

اِلَيْكَ اَسْعٰى وَ مِنْكَ اَرْجُوْ وَ اِنْ سَأَلْتُ بِكُمْ سُؤَالِی

سہارنپور کی جامع مسجد میں حضرت مدنیؒ کی مسلمانوں کو وصیت

۱۔ تمھاری نااتفاقیاں تم سب کو مصائب میں مبتلا کر دے گی۔ اگر تم نااتفاقی کے جال میں پھنسے رہے تو تم ہمیشہ غلام رہو گے، اور پوری دنیا تم کو ذلیل سمجھے گی۔ (بیس بڑے مسلمان)

دشمن کو کمزور کریں

۲۔ میرے عنایت فرما بزرگو! ہم کمزور ہیں۔ ہم میں اتفاق نہیں۔ ہم ہتھیار نہیں رکھتے۔

ہم مال نہیں رکھتے۔ ہمارا دشمن قوی ہے۔ اس کے پاس ہر قسم کا سامان ہے۔ ہم کو اسے سیدھا کرنا اور اس سے بدلہ لینا ہے۔ مگر ہمیشہ مقابلہ سمجھ اور طاقت کے ساتھ کرنا ہوتا ہے۔ یہی طریقہ قرآن، حدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے، اس لیے ہم کو جب تک ہمارے مقصد حاصل نہ ہو جائیں یعنی خلافت کی آزادی ....وغیرہ اس وقت تک ہم کو نہ چین سے بیٹھنا ہے اور نہ بیٹھنے دینا ہے۔ آپ سوال کریں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ میں کہوں گا کہ آپ پر شرعاً فرض ہے کہ اگر ایک مری ہوئی چیونٹی کی طرح آپ کاٹ سکتے ہیں تو ضرور کاٹ لیجیے۔ اس کے یہ معنی نہ سمجھئے کہ خلافِ امن کوئی بات کریں۔ خونریزی کریں۔ نہیں نہیں۔ صلح اور مشورہ کے ساتھ جس قدر ممکن ہو نقصان پہنچائیں۔ دوسروں کو آمادہ کریں۔ دشمن کو کمزور کریں۔ ان کی تجارت کو گھٹائیں۔ ان کی محبت ان کے خوف کو دلوں سے دور کریں۔ لوگوں میں جرأت پیدا کریں۔ سچ کہنے سے نہ جھینپیں۔ لوگوں کو نرمی اور حکمت سے سمجھائیں۔ شدت کو کام میں نہ لائیں، ٹوٹے ہوئے دلوں کو ملائیں، ملے ہوؤں کو نہ توڑیں، اسی دھن میں رات دن لگے رہیں۔

(بیس بڑے مسلمان، ص: ۵۰۲)

مولانا حکیم سیّد فخر الدین کی وصیت بنام ڈاکٹر سیّد عبد العلی حسنی

(۱) صبح کو پہلے تلاوت قرآن شریف مکتب میں جا کر کرو۔ ربع سے کم نہ ہو۔

(۲) اپنا خط درست کرو اور فارسی رقعے لکھو۔ ان سب باتوں میں ایسی محنت کرو کہ ان سے جلد فراغت ہو جائے، پھر عربی شروع کرائی جائے گی۔

(۳) واقعات نویسی کی مشق بھی کرنا اور وصلی پر خط کی بھی مشق کرنا، باقی عربی وحساب مولوی محمد احسن سے پڑھنا وسیکھنا۔ بریلی کے لڑکے بڑے کھلنڈرے ہیں۔ تم دل بہلانے کو کھیلنا، مگر اتنا نہیں جس سے حرج ہو۔ (حیات عبد الحی، ص: ۳۴۹)

عبد الحی کی نصیحت فرزند ارجمند سیّد ڈاکٹر عبد العلی کو

جانِ پدر! معلوم نہیں کہ تم نے پنج گنج اور انوارِ سُہیلی کتنی پڑھ لی، مطالعہ میں دل لگتا ہے یا نہیں؟ اس کا پورا خیال رکھو کہ دورانِ مطالعہ مطلب پوری طرح واضح ہونا چاہیے، استاد پر تکیہ کرنا

نادان بچوں کا کام ہے۔تم کوحق تعالیٰ نے حوصلہ بلند عطا کیا ہے اس لیے ایک مطلوب پر قناعت نہ کرنا بلکہ ہمیشہ مافوق پر نظر رکھنا، اور عورتوں اور لڑکوں کی صحبت سے پرہیز کرنا۔ مرشد کی اولین نصیحت یہ ہے کہ صحبتِ ناجنس سے ہمیشہ دور رہنا۔

جگر پارۂ من! ادب کو ہر کام میں ملحوظ رکھنا چاہیے کہ یہی اقبال مندی وترقی کی کلید ہے۔ اپنے کو بے ادبی و بدتمیزی کا عادی بنانا بہت معیوب اور شریف زادوں سے معیوب تر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ اس کی دعا کرتے رہنا چاہیے کہ ادب کی توفیق دے۔ خوشخطی، تصحیحِ املا اور انشاء تمھارے لیے بہت اہم چیز ہے اس سے غفلت نہ ہونی چاہیے۔ (حیات عبدالحی، ص: ۳۵)

تم کو وہاں (دیوبند) بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ مجھ سے علیحدہ رہو اور زمانے کے نشیب و فراز کو سمجھو۔

دوسرے مولانا محمود حسن (شیخ الہند) کی صحبت مغتنمات میں سے ہے، اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ تیسرے درسیات کا احتساب بطریقۂ احسن۔ چوتھے تمھاری بے زبانی کم ہو اور وعظ کہنے کی جرأت وسلیقہ پیدا ہو۔ اگر ان مقاصد کے حاصل کرنے میں تم کو کامیابی نہ ہوئی تو میرے لیے بڑی کوفت اور رنج وصدمہ کا باعث ہوگا۔

سحر خیزی اور جماعت کا التزام محبت وشوق سے کرو یہ بڑی نعمت ہے۔

بعد مطالعہ و مذاکرہ کے زیادہ وقت طلبہ سے مختلف مسائل پر مباحثہ کرتے رہو، اس سے فائدہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور وعظ کہنے کی مشق کرو۔ نماز پڑھانے کی عادت ڈالو۔ تمھیں وہاں (دیوبند) بھیجنے کا مقصد یہی ہے کہ ہیاؤ نکل جائے۔ خدارا مجھے ناامید نہ کرنا۔ میں نے اللہ کے بھروسہ پر بہت سی توقعات تم سے وابستہ کرلی ہیں۔ مولانا محمود حسن (شیخ الہند) کی ذات قدسی نمونۂ سلف ہے۔ ان کے اخلاق کا مطالعہ رکھو۔ (حیات عبدالحی، ص: ۳۵۴)

سیّدہ خیر النساء والدہ مفکرِ اسلام مولانا علی میاں ندویؒ

(ولادت ۱۳۰۵ھ/۱۸۷۸ء۔ وفات ۶ / جمادی الآخر ۱۳۸۸ھ بروز سنیچر)

علی! دنیا کی حالت انتہائی خطرناک ہے، اس وقت عربی تعلیم حاصل کرنے والوں کا عقیدہ ٹھیک نہیں، تو انگریزی دانوں سے کیا امید۔ علی! اگرچہ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انگریزی

والے مرتبہ حاصل کر رہے ہیں کوئی ڈپٹی ہو رہا ہے تو کوئی جج کم از کم بیرسٹر اور وکیل ہونا ضروری ہی ہے، مگر میں بالکل اس کے خلاف ہوں، میں انگریزی دانوں کو جاہل اور اس علم کو بے سود اور بالکل بے کار سمجھتی ہوں۔

علی! اگر میرے سو اولادیں ہوتیں، تو میں انھیں یہی تعلیم دیتی، اب تم ہی ہو، اللہ تعالیٰ میری خوش نیتی کا پھل دے کہ سو کی خوبیاں تم سے حاصل ہوں، اور میں دارین میں سرخرو اور نیک نام اور صاحب اولاد کہلاؤں۔ آمین ثم آمین یا رب العٰلمین

توفیقِ دعا کا مطلب

فرماتی تھیں کہ دعاء کی توفیق ملنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ اس سے خوب جی کھول کے اور جی بھر کے مانگے، اس لیے ایسے موقع پر کوتاہی بے نیازی اور مایوسی یا بے دلی اور کم ہمتی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ دعاء کی توفیق در پردہ اس بات کا اشارہ ہے کہ ہم دینا تو چاہتے ہیں تم مانگنا تو سیکھو۔ (اقوال سلف، ۳۸۰/۵)

بچوں کی تربیت کس طرح ہو اس کے چند اصول بیان کرتی ہیں۔ بری صحبتوں سے دور رکھو، ہر وقت خیال رکھو کہ ان کی طبیعت کسی اور طرف مائل نہ ہو، ان کی ضد پوری نہ کرو، مانگنے سے پہلے ان کی خواہش پوری کر دو کہ ضد پیدا نہ ہو، ان کے ساتھ ایسا انداز رکھو کہ وہ تم سے بے خوف نہ ہوں، تمھارا اشارہ ان کو کافی ہو، بہت مارنے اور بار بار کہنے سے بچے بے حیا، ہو جاتے ہیں، بس اشارہ سے کام لو، سب بچوں کو ایک نظر سے دیکھو، ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دو کہ ایک دوسرے کو ذلیل سمجھیں۔

لڑکیوں کو نصیحت کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتی ہیں: ''دو شخص جب برابر ہوں اور تم کچھ دینا چاہو تو برابر دو، زیادہ کم دینے میں تم بے وقوف کہلاؤ گی، اور کم حصہ والی کی سبکی ہوگی، دو شخصوں کے سامنے ان میں سے ایک کی تعریف نہ کرو، کسی کی دل شکنی نہ کرو، جس سے محبت کرو اللہ کی خوشی کے لیے کرو، جو بات کہو موقع پا کر کہو، اگر کھانے کا ذکر ہو تو تم کپڑوں کا تذکرہ نہ کرو کہ مثل صادق آئے: مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ، ایک کی بات ختم ہو جائے تو تم کہو، کوئی تمھاری مروّت و محبت یا کسی اور خیال سے تمھارا کچھ کام کر دے تو اس کام میں برائی مت نکالو، ہر شخص کا احسان مانو۔''

دعاء اور معمولات کا بیان کرتے ہوئے آخری مشورہ دیتی ہیں۔ کہ تم دنیا کے سارے کام کرتی ہو اور دن بھر دنیا کے دھندے میں لگی رہتی ہو، محنت کرتی ہو اور تھکتی ہو، اگر تھوڑا وقت دعاء کے لیے نکال لو تو تمھیں دین و آخرت کا فائدہ حاصل ہو جائے گا، اور تم اللہ کے ذمہ ہو جاؤ گی، انھیں دعاؤں کی برکتوں سے وہ وہ حاصل ہوا کہ میرا دل جانتا ہے میں اس منعم حقیقی کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں۔

میں کس قابل تھی اے لوگو! جہاں میں　　مگر سب کچھ دیا اس نے بلاکر

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کی وصایا

(ولادت: ۶/محرم ۱۳۳۲ھ/ ۱۵/دسمبر ۱۹۱۳ھ۔ وفات: ۲۲/رمضان ۱۴۲۰ھ/ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء۔ بروز جمعہ۔ مدفون: دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں رائے بریلی)

۱۔ اس زمانے میں جوانوں کا اسلام پر اعتماد قائم رہ جائے یہی بڑی بات ہے۔

۲۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ اصول سے کام کرتے تھے، اس لیے کام ہوا۔ پہلے اس کی اہمیت ذہنیت میں نہ آتی تھی مگر اب اپنے اوپر ذمہ داری آئی تو اس کی قدر ہوتی ہے کہ بغیر اصول کی پابندی کے آدمی کچھ کام نہیں کرسکتا۔

۳۔ مسلمان چونکہ اپنے ضروری وظائف کی ادائیگی سے غفلت برت رہے ہیں اس لیے سارے عالم میں فساد ہی فساد برپا ہے، لہٰذا آج اگر مسلمان اپنے دین پر عمل کریں تو دوسری قوموں پر بھی اچھا اثر پڑے۔

۴۔ ہر شخص ملک سے فائدہ تو اُٹھانا چاہتا ہے مگر اس کی حفاظت کی کسی کو فکر نہیں ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی گائے ہو اس سے دودھ سب لوگ لینا چاہتے ہوں مگر اس کے گھاس چارے کا کسی کو خیال نہ ہو تو بتلایئے اس گائے کا کیا حشر ہوگا۔

۵۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری جو اس اُمت کو اللہ ربّ العزّت نے سپرد فرمائی ہے۔ اگر اس خدمت کو اُمت کے افراد آدابِ شریعت و سنت کی رعایت کے ساتھ انجام دیتے رہیں گے تو ان کو بھی نفع ہوگا اور دوسروں کو بھی ورنہ دونوں ہی کا خسارہ

ہوگا۔(اقوالِ سلف، ج:٦،ص:٥١٥)

کتاب 'پاجا سراغِ زندگی' سے چند اقتباسات

مفکر اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف 'پاجا سراغِ زندگی' (جس میں طلبائے علوم نبوت کا منصب و مقام، ملت کی ان سے توقعات، عصرِ حاضر میں ان کی ذمہ داریوں سے روشناس کرایا گیا ہے) سے چند اہم ومفید مضامین درج کرتا ہوں۔اُمید ہے کہ ان کا مطالعہ انشاء اللہ طلبہ کے لیے ہی نہیں بلکہ علمائے کرام کے لیے بھی نفع بخش وبصیرت افروز ثابت ہوگا۔وہ یہ ہیں

طلبہ وفضلائے مدارس کی ذمہ داریاں

دوستو! مدرسہ کے طالب علم کی حیثیت سے آپ کا کام سب سے زیادہ نازک اور سب سے زیادہ عظیم ہے۔میں نہیں جانتا کہ اس وقت دنیا کی کسی جماعت یا کسی گروہ کا کام اتنا نازک، وسیع اور اہم ہو۔ان الفاظ پر آپ دوبارہ غور کیجیے کہ آپ کا ایک سرا نبوتِ محمدیؐ سے ملا ہوا ہے، دوسرا سرا زندگی سے۔یہی آپ کے کام کی نزاکت کی وجہ اور آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔نبوتِ محمدیؐ سے وابستگی اور اتصال جہاں ایک بہت بڑی خوش نصیبی اور سرفرازی ہے، وہاں ایک عظیم ذمہ داری بھی ہے۔آپ کے پاس حقائق اور عقائد کی سب سے بڑی دولت اور سب سے عظیم سرمایہ ہے، اس وابستگی سے آپ پر چند ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔آپ میں غیر متزلزل یقین اور راسخ ایمان ہونا چاہیے، آپ میں یہ حوصلہ اور ہمت ہونی چاہیے کہ ساری دنیا ملتی ہو، تو اس کے ایک نقطہ سے بھی دستبردار ہونے کے سوال پر غور نہ کرسکیں، آپ کے دلوں میں اس کی حمایت ونصرت کا جذبہ موجزن ہونا چاہیے۔آپ کا دل اس بے بدل دولت پر فخر اور شکر سے لبریز ہو، آپ کو اس کی صداقت، اس کی معقولیت، اس کی ابدیت، اس کی ہر زمانہ میں صلاحیت، اس کی بلندی و برتری اور اس کی معصومیت پر غیر متبدل یقین ہو۔آپ اس کے مقابل ہر چیز کو پورے اطمینان کے ساتھ جاہلیت اور جاہلیت کی میراث سمجھتے ہوں۔آپ جہاں احکامِ ربانی اور تعلیماتِ اسلام کو سن کر "سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا" کہیں، وہاں جاہلیت کے نظام اور جاہلیت کے

علمبرداروں کو مخاطب کر کے کہیں کہ ﴿کَفَرْنَا بِکُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَ الْبَغْضَآءَ اَبَدًا حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ﴾ (سورۂ ممتحنہ، آیت:۴) آپ اسلام ہی کی رہنمائی اور اسوۂ محمدیؐ ہی کی روشنی میں دنیا کی نجات کا یقین رکھتے ہوں، اور آپ کا اس پر عقیدہ ہو کہ اس طوفانِ نوح میں سفینۂ نوح صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور امامت ہے۔ آپ یقین کرتے ہوں کہ افراد اور اقوام کی سرفرازی اور سربلندی کی شرط صرف رسول اللہ ﷺ کا اتباع ہے اور یہ بالکل حقیقت ہے، کہ ؎

محمدؐ عربی کہ آبروئے ہر دو سرا ست
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

(محمد عربی ﷺ جو دونوں جہاں کی آبرو ہیں، ان کے در کا جو خاک نہ ہوا اس کے سر پر خاک ہو)

آپ تعلیماتِ نبوت کو علم کا لب لباب اور حقیقۃ الحقائق سمجھتے ہوں۔ آپ اس کے مقابلے میں تمام دنیا کی الٰہیات اور فلسفۂ مابعد الطبیعات اور قیاسات و روایات کو افسانہ و خرافات سے زیادہ وقعت دینے کے لیے تیار نہ ہوں۔ آپ توحید کی حقیقت سے واقف اور اس پر مصر ہوں اور شرک اور تمام دنیا کے علم الاصنام کو خواہ وہ کیسے ہی پر جلال علمی اصطلاحات اور فلسفہ کی زبان میں بیان کیا گیا ہو، حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوں، اور "زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا" سے زیادہ مرتبہ دینے کے لیے آمادہ نہ ہوں۔ آپ سنت کے اتباع کے حریص اور "خَیْرُ الْھُدٰیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ" پر یقین رکھتے ہوں، اور بدعات کے مضر اور نامقبول ہونے پر آپ کو شرحِ صدر ہو۔ غرض آپ اعتقادی، ذہنی، فکری، قلبی، ذوقی اور عملی حیثیت سے نبوت محمدیؐ کی جامعیت اور عملیت کے قائل ہوں اور اس کی عملی تفسیر ہوں۔

طلبہ وفضلاء کا امتیاز

دوستو! دنیا کے دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں آپ کا امتیاز یہ ہے کہ ان حقائق پر دوسروں کا اجمالی ایمان کافی ہے مگر آپ کو اس پر پورا ذہنی اطمینان اور شرحِ صدر ہونا چاہیے۔ آپ کا صرف قائل ہونا کافی نہیں، اس کا داعی ہونا ضروری ہے، دوسروں کا یقین لازمی ہو تو کافی

ہے، آپ کا یقین متعدی ہونا چاہیے، جو سیکڑوں ہزاروں انسانوں کو یقین سے لبریز کردے۔ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک آپ کا یہ سرورخوشی و سرمستی اور بے خودی کی حد تک نہ پہنچا ہو اور آپ میں 'یَکْرَہُ اَنْ یَعُوْدَ اِلَی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُقْذَفَ فِی النَّارِ' کی حقیقت نہ پائی جاتی ہو۔ تعلیماتِ نبوت سے دوسروں کی سرسری واقفیت کافی ہے، مگر آپ کے لیے علومِ نبوت میں رسوخ، علومِ نبوت سے عشق، علومِ نبوت میں مقامِ فنائیت، علومِ نبوت پر اصرار ضروری ہے۔ اس کے بغیر دعوت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، بلکہ دعوتوں اور تحریکوں کے اس طوفانی دور میں اس کے بغیر اپنی خصوصیات اور سرمایہ کی حفاظت بھی مشکل ہے۔

کیفیاتِ باطنی

یہ بھی یاد رکھیے کہ نبوتِ محمدی نے جس طرح علوم و احکام کا ایک بے پایاں دفتر اور وسیع ترین ذخیرہ چھوڑا 'فَاِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّ لَا دِرْھَمًا وَ لٰکِنَّ وَرِثُوْا ھٰذَا الْعِلْمَ' یہ ذخیرہ قرآن و حدیث، فقہ و احکام کی صورت میں محفوظ ہے۔ اور آپ کا مدرسہ بحمداللہ اس کی خدمت و اشاعت کا بہت بڑا مرکز ہے۔ اسی طرح نبوتِ محمدی نے کچھ اوصاف، خصوصیات اور کیفیات بھی چھوڑے، جس طرح پہلا سرمایہ نسل درنسل منتقل ہوتا رہا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت و اشاعت کا انتظام کیا، اسی طرح دوسرا سرمایہ بھی برابر منتقل ہوتا رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا بھی انتظام فرمایا ہے، یہ اوصاف اور خصوصیات کیا ہیں؟ یقین و اخلاص، ایمان و احتساب، تعلق مع اللہ، انابت و رجوع، خشوع و خضوع، دعا و ابتہال، استغناء و توکل، اعتماد علی اللہ، درد و محبت، خود شکستی و خودداری، علومِ نبوت و احکام اور اوصاف و کیفیات دونوں کی جامع تھی۔ ﴿ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْ عَلَیْھِمْ آیَاتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَةَ﴾ (سورۂ جمعہ، آیت:۲) نبوتِ محمدی سے صرف علوم و احکام لینا اور کیفیات و اوصاف کو ترک کردینا ناقص وراثت ہے اور نامکمل نیابت۔ دنیا میں جن لوگوں نے نبوت کی نیابت کی اور اسلام کی امانت ہم تک پہنچائی، وہ صرف ایک حصہ کے امین نہ تھے، وہ دونوں دولتوں سے مالامال تھے، اب بھی اسلام کی دعوت اور اسلامی انقلاب صرف پہلے حصے سے برپا نہیں کیا جاسکتا، آپ کو جن اسلاف کی طرف نسبت کا شرف حاصل ہے، وہ بھی ان

دونوں خصوصیتوں کے جامع تھے۔ آپ اگر حقیقی نیابت کے منصبِ بلند پر سرفراز ہونا چاہتے ہیں تو آپ کو اس جامعیت کی کوشش کرنی پڑے گی، اس کے بغیر علم وفن کی صناعی کاغذی پھول ہیں، جن میں نہ خوشبو، نہ تازگی۔ آج دنیا کے بازار میں کاغذی اور ولایتی پھولوں کی کمی نہیں، ہم اور اس میں کوئی قابلِ ذکر اضافہ نہیں کرسکتے۔ یہاں تو نبوت کے باغ کے شاداب پھول چاہئیں، جو مشامِ جاں کو معطر کردیں اور جن کے سامنے دنیا کے پھول شرما جائیں۔ ﴿فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾۔ (سورۂ اعراف، آیت: ۱۱۸)

مدارس کا باطنی انحطاط

آپ برا نہ مانیں، کہنے والا بھی آپ ہی میں سے ہے۔ عرصہ سے ہمارے مدارس ان شاداب پھولوں سے خالی ہوتے جارہے ہیں۔ ان اوصاف میں روز افزوں انحطاط ہے، ہم کو دل پر پتھر رکھ کر سننا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ کہنے والے نے کہاں تک صحیح کہا ہے کہ ؎

اُٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے نمناک
نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے مدارس سے جس تعداد میں لوگ فارغ ہوکر نکلتے ہیں اس سے پہلے کبھی اس تعداد میں نہیں نکلتے تھے لیکن زندگی پر کوئی اثر نہیں ڈال رہے ہیں۔

(فائدہ: یہ بات حضرت مصلح الامتؒ بھی برابر فرماتے رہتے تھے، کاش کہ ہمارے طلبہ اس طرف توجہ کرتے تو آج مسلمانوں کا یہ حالِ زار نہ ہوتا۔)

انقلاب انگیز شخصیتیں

پہلے اسی ملک میں خواجہ معین الدین اجمیریؒ یا سیّد علی ہمدانی کشمیریؒ جیسا ایک فقیر بے نوا آیا اور پورے کے پورے ملک کو اپنے قلب کی حرارت اور اپنے ایمان کے نور سے بھردیا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے حکومتِ مغلیہ میں انقلاب برپا کردیا۔ انہی کی خاموش مساعی کا نتیجہ تھا کہ ہم اکبر کے تخت پر اورنگ زیب جیسے فقیہہ ومتشرع بادشاہ کو دیکھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس طویل وعریض ملک کا رجحان بدل دیا اور پورے نظامِ فکر اور نظامِ تعلیم پر گہرا اثر ڈالا۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایک عام مایوسی اور پسپائی کے دور میں اتنا بڑا اسلامی قلعہ تعمیر کردیا اور علومِ

شریعت کو ایک نئی زندگی بخش دی۔ ابھی پچھلے عرصہ میں مولانا محمد الیاسؒ نے ایمان اور دینی جدوجہد کی ایک نئی روح پھونک دی۔ غرض : ع

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے

(یعنی ایک مردِ خود آگاہ نے دنیا کا رنگ ہی بدل دیا۔)

ایک فیصلہ کن بات

آپ نے ابھی فیصلہ ہی نہیں کیا ہے کہ آپ کو اس ملک میں ہر حال میں مسلمان بن کر رہنا ہے۔ آپ ایسی زندگی سے بیزار ہیں جس میں سب کچھ ہو مگر عقیدہ اور ایمان کا تحفّظ نہ ہو، آپ نے فیصلہ نہیں کیا ہے کہ آپ نے ان پالتو اور ناز پروردہ جانوروں اور پرندوں کی طرح زندگی گزار دیں گے جن کو راتب کا ملنا کافی ہے۔ ہم محض راتب پر ہی اس ملک میں نہیں، کسی عرب یا خالص مسلمان ملک کی سرزمین پر بھی رہنے کے لیے تیار نہیں جہاں راتب کے سوا ہم کو باعزت آزاد اور ضمیر وعقیدہ کے مطابق زندگی گزارنے کی دولت میسر نہیں۔ سارا شکوہ اور سارا گلہ اسی بات کا ہے کہ ہم ہندوستانی مسلمانوں نے ابھی سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ نہیں کیا ہے کہ ہم ہر چیز کی قربانی کے لیے تیار ہیں، ایمان اور عقیدہ کی قربانی کے لیے نہیں۔

اس آدھی رات کو جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جس میں جھوٹ بولنے والا بھی جھوٹ بولنے سے ڈرتا اور پناہ مانگتا ہے، میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس دن آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ کو ایمان سب سے بڑھ کر عزیز ہے، ایمان کے بغیر بچوں کا جینا بھی آپ کو مطلوب نہیں، اسی وقت سے آپ کے حالات میں تبدیلی آجائے گی اور مشکلات کے پہاڑ (اگر وہ مشکلات خیالی نہیں بلکہ واقعی ہیں) اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے، ایمان وعقیدہ کے تحفّظ کے بغیر اور اس اطمینان کے بغیر کہ ہماری آئندہ نسل بھی مسلمان رہے گی، ہم ایک منٹ بھی زندہ رہنا نہیں چاہتے اور یہ تحفّظ اور انتظام ہمارے لیے پانی اور بجلی کی سپلائی، راشن کی دکانوں، حفظانِ صحت اور علاج کی سہولتوں اور جان و مال کی حفاظت سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

(چراغِ راہ، ص:۳۷۸)

افرادِ خاندان کے نام وصیت

ایک تو یہ کہ عقیدے کے سلسلے میں کوئی لچک نہ ہو۔ دوسری یہ کہ دل آزاری، ظلم و زیادتی سے پورے طور پر بچا جائے۔ تیسرے یہ کہ کھانے پینے میں بڑی احتیاط سے کام لیا جائے۔ اس میں اسراف سے بچنے کی بھی تاکید کرتے تھے اور حرام و مشکوک مال سے بالکلیہ دور رہنے کو فرماتے تھے۔

تعلیم کے تعلق سے اپنے ایک فردِ خاندان کو انتقال سے چند روز پہلے یہ فصیت فرمائی کہ ''مطالعہ میں تعمق، توسع اور تنوع پیدا کرو۔ یہ ندوہ کا امتیاز ہے۔'' طلبہ کو ایک فن میں کمال پیدا کرنے اور تعلق مع اللہ قائم کرنے اور اپنے ادارے سے جہاں انھوں نے تعلیم حاصل کی ہے رابطہ رکھنے اور ادارے کے بانیوں، ذمہ داروں اور اساتذہ کا حق سمجھ کر ان کے لیے دعا کرنے کی بھی وصیت فرماتے۔

سلوک و معرفت اور تزکیہ و احسان کے طالبین اور اپنے مسترشدین کیلئے وصیت فرمائی کہ:

۱۔ سب سے پہلی اور ضروری بات یہ ہے کہ بیعت اور سلسلہ میں داخل ہونا، کلمہ کی تجدید اور اسلامی عہد و معاہدہ اور اللہ و رسولؐ کے احکام کے مطابق دینی و ایمانی زندگی شروع کرنے اور اسی کے مطابق زندگی گزارنے کا قصد و ارادہ اور عہد و معاہدہ سمجھا جائے۔

۲۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ عقیدہ درست اور پختہ کیا جائے اور اس بات کا اقرار اور اس پر ایمان ہو کہ اللہ کے سوا کسی کے ہاتھ میں جلانے مارنے، صحت اور شفا دینے، اولاد دینے، روزی دینے اور قسمت اچھی بری کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی بندگی کا مستحق نہیں، نہ اس کے سوا کسی کے سامنے سجدہ کیا جاسکتا ہے، نہ بندگی کی کوئی شکل اختیار کی جاسکتی ہے، نہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کا سوال کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ سیّد المرسلین و خاتم النّبیین محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا آخری نبی بذریعہ ہدایت، وسیلہ شفاعت اور سب سے زیادہ محبت اور اتباع و پیروی کا مستحق سمجھا جائے اور زیادہ سے زیادہ آپؐ کی سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے اور دینی و دنیوی زندگیوں میں آپؐ کی ہدایات، آپؐ کے معمول اور دستور پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ آپؐ کی سیرت

پاک کے مطالعے کا اہتمام کیا جائے اور آپؐ کی احادیث کے مجموعوں اور سیرت کی کتابوں کے مطالعے کا شوق پیدا کیا جائے۔

۴۔ زندگی کو اسلامی قالب میں ڈھالنے اور صحیح مقاصدِ زندگی معلوم کرنے کے لیے راقم کی کتاب 'دستورِ حیات' کو مطالعے میں رکھا جائے۔ نیز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے مواعظ وملفوظات کا مطالعہ کیا جائے۔

۵۔ سب سے اہم فریضہ اور ضروری چیز نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھنا اور اہتمام اور سنتوں کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ اس میں غفلت اور تساہلی کی تلافی کوئی چیز نہیں کرسکتی۔ نمازیں جماعت کے ساتھ حتی الامکان مسجد میں ادا کی جائیں۔ مستورات ان نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھنے کی کوشش کریں۔ جو عام طور پر کاموں کی مصروفیت اور ذمہ داریوں کی وجہ سے فوت ہوجاتی ہیں یا ان کا وقت نکل جاتا ہے۔

۶۔ دینی و دنیوی دونوں کاموں میں ثواب اور رضائے الٰہی کی نیت کی مشق کی جائے۔ اخلاق و معاملات اور زندگی کے معمولات میں بھی اس کا اہتمام کیا جائے تاکہ ان پر عبادت کا ثواب ملے اور ان کو حتی الامکان شریعت اور سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کی جائے۔ اخلاقی ومزاجی کمزوریوں، حسد وکینہ، حد سے بڑھے ہوئے غصّے، بدگوئی اور بدزبانی اور مال و دولت اور دنیا کی حد سے بڑھی ہوئی محبت سے بچنے کی امکانی کوشش کی جائے۔

۷۔ قرآن مجید کی جس قدر سہولت کے ساتھ ممکن ہو تلاوت کا معمول بنایا جائے۔

۸۔ فجر کی نماز سے پہلے یا بعد یا مغرب، عشاء کے بعد (جس وقت آسانی سے ممکن ہو اور پابندی ہوسکے) ایک تسبیح درود شریف کی، ایک کلمہ سوم کی اور ایک استغفار کی پڑھ لی جائے اور اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اخیر شب میں کچھ رکعتیں تہجد کی بھی پڑھنے کی کوشش کی جائے اور اپنے سلسلے کے مشائخ اور تعلق والوں کے لیے دعا کی جائے۔

(ماخوذ از سلاسل اربعہ، مرتبہ: سیّد محمود حسن حسنی ندوی)

عوام الناس کے لیے وصیت

عوام الناس کے لیے توحید پر مضبوطی سے قائم رہنے، عقیدہ کی پختگی اور رسول اللہ ﷺ سے تعلق ومحبت کی ہی وصیت رہی۔ عام مجمع میں تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت یاد دلا کر جس کو قرآن نے نقل کیا ہے کہ:

﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ آبَاءِكَ اِبْرَاهِيمَ وَ اِسْمَاعِيلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّ نَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۳۳)

وصیت فرمائی اور بیعت لیتے وقت یا اور کسی موقع پر اور عام مجمع میں بھی ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ﴾ کی حقیقت کی طرف متوجہ فرما کر وصیت فرمائی کہ کائنات کا، سارے عالم کا پیدا کرنا، بنانا بھی اسی کا کام ہے اور نظام بھی وہی چلا رہا ہے۔ حکم اسی کا چل رہا ہے۔ کسی کو اس میں دخل نہیں۔ اس کے استحضار کو خاص طور پر وصیت کے طور پر فرمایا۔

مفکرِ اسلامؒ کا آخری پیغام مسلمانانِ ہند کے نام

''ہم مسلمانوں نے پورے عزم کے ساتھ سوچ سمجھ کر اپنے وطن ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمارے اس فیصلے کو ارادۂ الٰہی کے سوا کوئی طاقت نہیں بدل سکتی، ہمارا یہ فیصلہ کسی کم ہمتی، مجبوری یا بے چارگی پر مبنی نہیں ہے۔ ہم نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔

ہمارا دوسرا فیصلہ یہ ہے (جو اپنے عزم اور قطعیت میں پہلے فیصلے سے کسی طرح کم اور غیر اہم نہیں) کہ ہم اس ملک میں اپنے پورے عقائد، دینی شعائر، قانونِ شریعت اور اپنی پوری مذہبی و تہذیبی خصوصیات کے ساتھ رہیں گے۔ ہم ان کے کسی ایک نقطہ سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔

اس ملک کے باشندے کی حیثیت سے ہمیں یہاں آزادی اور عزت کے ساتھ رہنے کا پورا حق حاصل ہے۔ یہ اس ملک کی جمہوریت اور دستور و آئین کا بھی فیصلہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم اپنی خصوصیات، قانونِ شریعت، احکامِ دین، اپنے عقائد و شعائر، اپنی تہذیب اور اپنی ان چیزوں کو چھوڑ کر جو ہم کو عزیز ہیں، اس ملک میں رہیں۔ اس طرح رہنے سے

یہ وطن، وطن نہیں بلکہ ایک جیل خانہ اور قفس بن جاتا ہے جس میں گویا پوری قوم کو زندگی کی عزتوں اور لذتوں سے محروم رکھ کر سزا دی جاتی ہے۔ ہمارا خمیر ضرور اس ملک سے تیار ہوا ہے اور یہ خاک ہم کو بہت عزیز ہے لیکن ہماری تہذیب ابراہیمی ہے اور مسلمان جس ملک میں رہے گا اس کی وطنیت خواہ کچھ ہو، اس کی تہذیب ابراہیمی ہوگی۔ ہم یہاں زندہ اور باعزت انسانوں کی طرح رہنا چاہتے ہیں۔ ہم اس ملک میں آزاد ہیں، اس کی تعمیر و ترقی اور دستور سازی میں شریک ہیں۔ اس لیے اس کا کوئی سوال نہیں کہ ہم دوسرے درجے کے شہریوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ اپنے ملک میں آزادی کے ساتھ زندگی گزارنا ہر شخص کا فطری، انسانی، اخلاقی اور قانونی حق ہے اور اس حق کو جب بھی چھیننے کی کوشش کی گئی تو اس کے ہمیشہ سنگین نتائج نکلے۔''

(سوانحِ مفکر اسلامؒ، ص:۴۷۹)

سیّدہ امۃ العزیز بڑی ہمشیرہ صاحبہ مولانا علی میاں ندویؒ

(ولادت ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء۔ وفات ۲۳ شب رمضان ۱۴۱۶ھ)

حقیقی سکون نہ دولت میں ہے، نہ لباس و زیور میں، نہ خوبصورتی اور زیب و آرائش میں اور نہ محل میں۔

حقیقی سکون اور چین صرف اللہ کی یاد سے حاصل ہوتا ہے، ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾۔ یاد رکھو اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

اور فرماتیں، وہ بڑا خوش نصیب ہے جس کو دل کا چین نصیب ہو، اور فرماتیں، وہ مجلس بڑی نامبارک ہے، جس میں سب کچھ ہو مگر اللہ کا ذکر نہ ہو۔

دل کی قناعت کو اللہ کا بڑا مقام اور بڑی دولت سمجھتیں، فرماتیں: دل کی قناعت سب سے بڑی دولت ہے، جس کو یہ دولت حاصل ہے وہ موتیوں سے تولے جانے کے قابل ہے۔

حرص و ہوس اور خود پرستی کو مہلک ترین بیماری خیال کرتیں۔ فرماتیں کہ: سب سے بڑا اور مہلک مرض حرص و ہوس اور خود پرستی ہے، جس کو یہ روگ لگ گیا، وہ آدمی نہیں جانور سے بدتر ہے، ایسا شخص کبھی بھی چین سے نہیں رہ سکتا، اور نہ دوسروں کو چین سے زندگی گزارنے دیتا ہے۔

فرماتیں: حرص وہوس کا پیٹ صرف موت بھر سکتی ہے۔

آپ صبر وعمل کا پیکر تھیں، دوسروں کو بھی اسی کی نصیحت کرتیں۔فرماتیں: جب کوئی مصیبت آئے تو بجائے گڑگڑانے اور واویلا مچانے کے خدا کی جناب میں دعاء کرنے، نماز پڑھنے اور صبر وتحمل کرنے سے کام لینا چاہیے۔

اسی طرح آپ سراپا دعاء وخشیت تھیں، اعتراف ذنب وقصور کے ساتھ بڑے الحاح و زاری کے ساتھ یہ دعا پڑھتیں: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (سورۂ اعراف، آیت:۲۳)

اور فرماتیں: حضرت آدم علیہ السلام وحوّا علیہا السلام نے یہ دعاء مانگ کر ہم سب پر کتنا احسان کیا، انتقال سے چند گھنٹے پہلے بھی یہ دعاء آپ کی زبان پر جاری تھی اور پورے استحضار کے ساتھ اور ویسے بھی کثرت سے اس دعاء کا وِرد رکھتیں۔

ایک اور دعا

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَ عَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ الخ کا بھی کثرت سے پڑھنے کا معمول بنائے رکھا۔

سیّدہ امۃ اللہ تسنیم صاحبہ ہمشیرہ مولانا علی میاں ندوی

(ولادت ۱۸؍جون ۱۹۰۸ بروز جمعرات)

ملفوظات

۱۔ ماؤں کو تاکید کرتی تھیں کہ اپنی بچیوں اور بچوں کو پہلے دین کی ہر بات سے واقف کرادو، قصّے کہانیاں بھی کہو تو اس کا لحاظ رکھو کہ کوئی غلط بات نہ کہو۔

۲۔ فرماتی تھیں کہ پہلے اپنے میں اچھائیاں پیدا کرو، پھر دوسرے کو نصیحت کرو۔

۳۔ پہلے دین کی باتیں بتاتیں پھر سنتیں پھر عورتوں سے فرماتیں: یہ سب اسے (بچہ کو) خود سے نہیں آ گیا ہے، یہ سب بتانے سے آیا ہے، اسی طرح اگر آپ اپنے بچوں کو بتاتیں تو کون بچہ ہوگا جو نہ سیکھ سکے۔

۴۔ فرماتیں: جو چیز تمھارے نبی ﷺ کو پسند ہوا کرے اس سے کبھی انکار نہ کیا کرو۔

۵۔ فرماتی تھیں: کہ علم حاصل کرلو، مجھے دیکھو میں نے کس طرح عربی پڑھی، اپنے شوق سے پڑھی، جس سے موقع ملا اس سے پڑھا، بھائی صاحب سے (مولانا عبد العلی صاحب علی سے، (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ) اور جو ملا اس سے پڑھا۔

۶۔ فرماتی تھیں کہ دل مارنے کی عادت ڈالو۔ جو جی چاہے وہ کر گزرنا ٹھیک نہیں ہے۔

۷۔ غلط بات پر تنبیہ کرتیں۔ دعاؤں کے یاد کرنے کی تلقین کرتی تھیں۔

۸۔ ان کی یہ نصیحت تھی کہ اگر غیبت کی عادت چھڑانا ہو تو غیبت کے بعد دو رکعت نفل توبہ کی بطور جرمانہ ضرور پڑھ لیا کرو۔ یہ بری عادت انشاء اللہ جاتی رہے گی۔

۹۔ فرماتی تھیں: کبھی کسی سے سوال نہ کرو، صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو، وہی دینے والا ہے۔

۱۰۔ فرماتی تھیں: سوائے اللہ کے کسی سے امید نہ رکھو، غیبت نہ کرو، برا بھلا نہ کہو، صبر میں بڑی بھلائی ہے۔

۱۱۔ فرماتی تھیں: کہ دعاؤں کے ذریعہ مدد چاہو، یہی دعائیں کام آئیں گی۔

۱۲۔ فرماتی تھیں: کہ حدیث پاک میں ہے کہ قرب قیامت میں کوئی چیز مدد نہ دے گی، سوائے کلام اللہ کے، رسول اللہ ﷺ سے منقول ساری دعائیں یاد کرنے کی گھر والوں کو تلقین کرتیں۔

۱۳۔ مصیبت اور پریشانی کے وقت عذاب الٰہی سے پناہ مانگنے کی تلقین کرتیں۔

ان کے اشعار پڑھیے جو دریائے رحمت میں کیسا تلاطم پیدا کیا ہے۔

کب سے کھڑی ہوں یا رب امید کے سہارے
یہ دن نہ جانے میں نے کس طرح سے گزارے
بے چین و مضطرب دل جاکر کسے پکارے
وہ کون ہے جو حالت بگڑی ہوئی سنبھالے
ہے باب یہ کرم کا خالی نہ پھیر یارب
دینا اگر تجھے ہے پھر کیوں ہے دیر یارب

کنج قفس سے بدتر اپنا ہے آشیانہ
اس قید بے کسی میں گزرا ہے اِک زمانہ
مغموم دل پر یارب لازم ہے رحم کھانا
کرتی ہوں میں تجھ سے شکایت یہ عاجزانہ

بارِ الم ہے دل پر طاقت نہیں ہے دل میں
کیوں کر ہو صبر مجھ سے ہمت نہیں ہے دل میں

اس نظم کے دو شعر دل تھام کر اور سن لیجیے!

کب سے لیے کھڑی ہوں میں کاسۂ گدائی
اب تک نہ ملا مجھ کو اور شام ہونے آئی

اور یہ دوسرا شعر ہے اور کون بڑے سے بڑا صاحبِ علم اور صاحبِ درد ہے جو اس شعر کو پڑھ کر بندگی اور عاجزی کا مزانہ لے۔

بندہ نواز! میری منّت کی لاج رکھ لے
میری نہیں تو اپنی رحمت کی لاج رکھ لے

اور ایک شعر سنیے۔

عمر گزری ہے تیرے دربار میں آئے ہوئے
گڑ گڑاکے مانگتے اور ہاتھ پھیلائے ہوئے

اس کی رحمت کا فیصلہ ہوا کہ اپنی اس عاجز، درماندہ، دردمند، پرسوز بندگی کو اِس دارُالمحن سے اُس جوارِ رحمت میں بلالے، جس کے مکینوں کے لیے اس کا ارشاد ہے:

﴿لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ﴾

۲۸؍جنوری ۱۹۷۶ء کو انتقال ہوا۔ (اقوالِ سلف، ج:۵، ص:۳۹۳)

حضرت مولانا شیخ احمد علی آسامیؒ خلیفہ حضرت مدنیؒ

(ولادت: ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۵ء۔ وفات: ۸/ربیع الاوّل ۱۴۲۱ھ م ۱۱/جون ۲۰۰۰ء)

اللہ کرے کہ ایسا ہو کہ کوئی آبادی اور کوئی گھرانہ بلکہ کوئی فرد باقی نہ رہے۔ جس کو دین کی دعوت نہ پہنچے اور انسان تغافل کے شکنجے سے نکل کر الدّین القیّم کی روشنی میں آکر اپنی دنیا و آخرت کو سدھارے۔ مدارس کی خدمات اگر نہ ہوں تو دین کے محافظ، علم وفقہ سے مسلح سپاہی تیار نہیں ہوں گے۔ خانقاہی نظام نہ ہو تو باطنی دنیا کی نگرانی کرنے والے حضرات پیدا نہیں ہوں گے۔ (اقوالِ سلف، ج:٦۔ ص:٣٧٧)

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ صاحبِ معارف السنن

(ولادت: ۱۳۲٦ھ/ ۱۹۰۸ء۔ وفات: ۳/ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ/ ۱۷/اکتوبر ۱۹۷۷ء۔)

عصرِ حاضر میں مسلمانوں کی تباہی کے اسباب

مسلمان قوم کو تن آسانی، آسائش پسندی اور عیش پرستی کبھی راس نہیں آئی۔ اُندلس اور بغداد کی تباہی سے لے کر ترکی اور بخارا تک کی تاریخ پڑھیے اور سبق لیجیے۔ اسلام کے خیر القرون میں جب اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کی طلب میں ذراسی غفلت یا اللہ و رسول (ﷺ) کے ارشاد کی تعمیل میں معمولی سی کوتاہی ہوئی یا ظاہری ساز و سامان پر نظر گئی تو فوراً تنبیہ کی گئی اور بعض اوقات ناکامی کا سامنا کرنا پڑے...... غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان قوم اور مسلمان حکومتیں حسبِ ذیل امراض میں مبتلا ہیں جن کا ازالہ جلد از جلد ہونا چاہیے:

۱۔ اسلامی اخوت کی بجائے قومیت کا غرہ۔

۲۔ اقتدار اور طاقت کے باوجود اسلامی قوانینِ الٰہیہ کو نافذ نہ کرنا۔

۳۔ تن آسانی، تن پروری، عیش و عشرت اور لہو و لعب پر مال و دولت کا برباد ہونا اور اخلاق سوز ادب کا رواج پانا۔

۴۔ خدا فراموشی کے ساتھ ظاہری تدابیر، فوجی عسکری قوت اور جدید ترین جنگی اسلحہ سے

مجرمانہ تغافل۔

۵۔ صرف مصنوعی، سطحی اور وقتی نعروں پر قوم کی تنظیم کا خبط۔

۶۔ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اسلامی و دینی جہاد کی روح کو ختم کر کے ہوس ملک گیری اور شخصی قیادت کی بقا کے جنون میں گرفتار ہونا۔

۷۔ اسلامی معاشرت کی جگہ ملعون قوموں کی تہذیب و معاشرت کو اپنانا۔

۸۔ اسلامی اخوت، ایثار و قربانی اور غریب پروری کے جذبے کا ختم ہو جانا۔

۹۔ غلط نظامِ معیشت کی وجہ سے ایک طبقے کا دولت کی فراوانی کے ہیضے میں مبتلا ہو جانا اور دوسرے طبقے کا نانِ شبینہ کے لیے بلکنا۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ مالک الملک، خالق و رازق اور قادر المطلق سے غفلت برتنا اور دنیائے کفر کی طاغوتی طاقتوں کو قبلۂ حاجات سمجھنا اور ان سے ہمدردی اور خیر کی توقع رکھنا۔

۱۱۔ اسلامی نظامِ معیشت کی جگہ بینک کے موجود کافرانہ نظامِ مالیات کو اختیار کرنا اور اسی کو ذریعۂ نجات اور مشکل کُشا سمجھنا۔

۱۲۔ اسلامی فلسفۂ تعلیم کی جگہ اللہ بیزار اور آخرت فراموش نظامِ تعلیم کو اپنانا اور اسی کو معراجِ ترقی سمجھنا۔

میں سمجھتا ہوں کہ عصرِ حاضر میں مسلمانوں کی تباہی کے حقیقی اسباب یہی ہیں۔ کاش ان کے ازالہ و اصلاح کی طرف مسلمان اور عالمِ اسلام کو متوجہ ہونے کی توفیق ہو جائے۔

(ماہنامہ بیّنات، کراچی، ربیع الثانی، ۱۳۸۷ھ۔ص:۴) (بحوالہ: چراغِ راہ، ص:۲۹۶)

حضرت مولانا محمد یوسف کی مزید وصایا

۱۔ تقریباً ایک صدی کے بعد ایک حصہ متحدہ ہندوستان کا دوبارہ پاکستان کے نام سے مسلمانوں کے اقتدار میں دیا گیا۔ یہاں ابتدائی دور کے چند سالوں کے بعد ایسے حکمران آتے گئے ہیں جن کی طرف سے دین اسلام کے ساتھ ایسا معاملہ ہوتا رہا جیسے کوئی دشمن اسلام طاقت اسلام سے دیرینہ انتقام لینا چاہتی ہو۔

۲۔ ہر ڈکٹیٹر مزاج حکمراں کے لیے مقامِ عبرت ہے۔ ظلم وتشدد کے ہتھیار کی عمر بہت کم ہوتی

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی ظالم و جابر حکمراں کو اپنی خدائی نہیں دی ہے کہ جو چاہے کرتا رہے۔ گزشتہ ادوار میں یورپ وایشیا میں جو ظالم وسنگ دل حکمراں آئے ان کا عبرتناک انجام دنیا نے دیکھ لیا ہے۔

۳۔ ملک پر جو نظام اب تک مسلط رہا ہے اور جو نظام مسلط کیا جارہا ہے تجربہ نے ثابت کردیا ہے کہ وہ ناکام دلوں میں اب اضطراب ہے، دماغوں میں بے چینی ہے۔ امن وامان مفقود ہے، کسی کی جان و مال و آبرو محفوظ نہیں۔ عیاشوں اور بدمعاشوں کو آزادی مل گئی ہے۔ شراب نوشی اور قمار بازی سے اللہ کی مخلوق تنگ آچکی ہے۔ عریانی و بے حیائی نے پاکستان کو رسوا کردیا ہے۔ اللہ کی مخلوق پر رحم کرو اور اپنی جانوں پر رحم کرو۔ (بینات، جنوری ۱۹۷۷ء)

۴۔ دنیا ایک عبرت کدہ ہے۔ رات دن اور صبح وشام عبرت انگیز واقعات آنکھوں کے سامنے آتے ہیں۔ ظالموں کا انجام بھی دیدۂ عبرت سے مخفی نہیں۔ عاد وثمود کے واقعات تو جانے دیجیے عصر حاضر کی تاریخ بھی نو بہ نو واقعات سے لبریز ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل وفہم نصیب فرمائے۔ (بینات فروری ۱۹۷۷ء) (اقوالِ سلف، ۳۳۸/۵)

فلموں کو مخربِ اخلاق عناصر سے پاک کرکے تبلیغی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ حضرت بنوری کا موقف......

اصولِ تبلیغ:

اس سلسلے میں ایک اصولی بات کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو لوگوں کو پکّا مسلمان بنا کر چھوڑیں۔ ہاں اس بات کے ضرور مکلّف ہیں کہ تبلیغ دین کے لیے جتنے جائز ذرائع ووسائل ہمارے بس میں ہیں ان کو اختیار کرکے اپنی کوشش صرف کریں۔ اسلام نے ہمیں جہاں تبلیغ کا حکم دیا ہے وہاں تبلیغ کے باوقار طریقے اور آداب بھی بتائے ہیں۔ ہم ان طریقوں اور آداب کے دائرے میں رہ کر تبلیغ کے مکلّف ہیں۔ اگر ان جائز ذرائع اور تبلیغ کے ان آداب کے ساتھ ہم اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں تو عین مراد ہے۔ لیکن اگر بالفرض ان جائز ذرائع سے ہمیں مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو ہم اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ ناجائز ذرائع اختیار کرکے لوگوں کو دین کی

دعوت دیں اور آدابِ تبلیغ کو پسِ پشت ڈال کر جس جائز و ناجائز طریقے سے ممکن ہو لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کریں۔ اگر ہم جائز وسائل کے ذریعے اور آدابِ تبلیغ کے ساتھ ایک شخص کو بھی دین کا پابند بنادیں گے تو ہماری تبلیغ کامیاب ہے اور ناجائز ذرائع اختیار کر کے ہم سو آدمیوں کو بھی اپنا ہمنوا بنالیں گے تو ایسی کامیابی کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت نہیں۔ کیونکہ دین کے احکام پامال کر کے جو تبلیغ کی جائے گی وہ دین کی نہیں کسی اور چیز کی تبلیغ ہوگی۔ فلم اپنے مزاج کے لحاظ سے بذاتِ خود اسلام کے احکام کے خلاف ہے۔ لہٰذا ہم اس کے ذریعے تبلیغ دین کے مکلّف نہیں ہیں۔

اگر کوئی شخص جائز اور باوقار طریقوں سے ہماری دعوت قبول کرتا ہے تو ہمارے دیدہ و دل اس کے لیے فرشِ راہ ہیں لیکن جو شخص فلم دیکھے بغیر دین کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہو اسے فلم کے ذریعے دعوت دینے سے ہم معذور ہیں۔

اگر ہم یہ موقف اختیار نہ کریں تو آج ہم لوگوں کے مزاج کی رعایت سے فلم کو تبلیغ کے لیے استعمال کریں گے تو کل بے حجاب خواتین کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے گا اور رقص و سرود کی محفلوں سے لوگوں کو دین کی طرف بلانے کی کوشش کی جائے گی۔

اس طرح ہم دین کے نام پر خود دین کے ایک ایک حکم کو پامال کرنے کے مرتکب ہوں گے۔ (اقوالِ سلف۔ ج:۵، ص:۳۲۴)

مولانا عثمانی لکھتے ہیں: ''یہ تمام دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کے لیے آخری وصیت تھی جو لوحِ دل پر نقش کرنے کے لائق ہے۔ (یادِ رفتگاں، ص: ۱۰۵)

محسن و مشفق، مربی و مرشدی و مخدومی فقیہ الأُمت

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

(۱) طلبہ اور کتابوں کا پورا پورا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ طلبہ کو اپنا محسن سمجھیں کہ انھوں نے آپ کے علوم کی تخم ریزی کے لیے اپنے قلوب کو پیش کیا اور اس طرح آپ کے علوم متعدی ہوئے، ورنہ محدود ہو کر رہ جاتے۔ اس لیے صلبی اولاد کی طرح طلبہ پر شفقت کریں۔

آپ کی خامیوں کو آپ کے اساتذہ کرام نے دور کیا ہے، اپنے طلبہ کی خامیوں کو آپ دور کریں۔ جو کتاب پڑھائیں پورے مطالعہ کے بعد پڑھائیں۔ اگرچہ متعدد بار پڑھا چکے ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ ہر مطالعہ میں کچھ نہ کچھ نیا فیض عطا فرماتے ہیں۔ میں دل سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ علم وعمل میں برکت دے۔ (ملفوظاتِ فقیہ الامت، ج:۲، ص:۲۰۶)

(۲) جب کوئی قوم جمع ہوکر اس طرح دعا کرتی ہے کہ بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ شانہ ان کی دعا کو قبول فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجتماعی دعا مشروع ہی نہیں بلکہ قریب الی الاجابت ہے۔ کنز العمال میں یہ روایت ہے۔ (ایضاً، ج:۱، ص:۱۷)

(۳) اَوَّلُ الْعِلْمِ اَلْاِسْتِمَاعُ ثُمَّ الْاَصْوَاتُ ثُمَّ الْحِفْظُ ثُمَّ الْعَمَلُ ثُمَّ النَّشْرُ۔ یعنی علم کی ترتیب اس طرح ہے: اوّل استاد کی بات غور سے سننا، پھر خاموش رہ کر اس کا مطلب سمجھنا پھر اس کو یاد رکھنا، پھر اس کے مطابق عمل کرنا، پھر اس کی اشاعت کرنا۔

(۴) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ذوی الھیات کے عثرات سے اقالہ کرو۔ یعنی جو باحیثیت لوگ ہیں ان سے اگر کوتاہی ہوجائے تو درگزر کرو۔ صحابہؓ سے اور انصارؓ سے درگزر کرنے کی تاکید آئی ہے۔ (ملفوظات، ج:۶، ص:۱۴) (اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۳۵۹)

(۵) مدرسے تو دینی تعلیم کے لیے جتنے موجود ہیں ان سے زیادہ کی ضرورت ہے، مگر اخلاص کے ساتھ ہوں۔ ایک دوسرے کے رفیق بن کر رہیں، رقیب بن کر نہیں۔ معاون بن کر رہیں، معاند بن کر نہیں، معاون بننے میں نفع ہے معاند بننے میں نقصان ہے، دینی مدرسہ کا چلانا عوام کا کام نہیں بلکہ اہل علم کا کام ہے۔ (اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۳۶۳)

(۶) نماز سے اس کو ایسا لگاؤ پیدا ہوجائے، عبادت سے اس کو ایسا تعلق پیدا ہوجائے کہ بغیر اس کے صبر نہ آئے۔ اس کو نسبت کہتے ہیں، جو مقصودِ اصلی ہے۔ اللہ سے ایسا تعلقِ خاص پیدا ہوجائے کہ آدمی اس کی نافرمانی نہ کرے، اس کی اطاعت کرتا رہے، ہر کام میں نیتِ خالص رکھے۔ اس کو نسبت مع اللہ کہتے ہیں۔ (حیاتِ محمود، ص:۳۲۹)

دماغ میں دو رگیں ہیں: ایک جذام (کوڑھ) کی، ایک زکام کی، زکام کی رگ جذام کی رگ پر غالب آتی ہے تو چھینک آتی ہے، اس لیے چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے کی تعلیم دی گئی ہے

کہ حق تعالیٰ شانہ نے جذام جیسے موذی مرض سے محفوظ رکھا۔ (اقوال، ج:٦، ص:٣٦٥)

ہمیشہ سنت پر عمل کرو اور سنت کو خاموشی سے پھیلاؤ۔ بدعت خود بخود رخصت ہو جائیگی۔ یہ سنت کی برکت ہے۔ روشنی آئی، اندھیرا چل بسا۔

کسی مسلمان کا دل نہ دُکھاؤ۔ ہوسکتا ہے اس دل میں حق جل مجدہ ہو۔

وصیت بنام مفتی احمد خانپوریؒ

مدرّسین کے لیے زرین نصائح

١۔ عہدہ اور منصب مت طلب کرنا کہ مجھے فلاں کتاب پڑھانے دی جائے یا فلاں منصب حوالہ کیا جائے۔

٢۔ پیسے مت مانگنا کہ میری تنخواہ اتنی کر دو یا اس میں اتنا اضافہ کر دیا جائے۔

٣۔ اگر کوئی کہے کہ یہ لائق نہیں تو دل سے اس کا اقرار کرنا اور کہنا کہ ہاں بھئی میں تو بالکل لائق نہیں؛ مگر مدرسہ والوں نے بٹھا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی لیاقت دے اور کتابوں کا حق مجھ سے کسی طرح ادا کرائے۔

٤۔ کوئی طالب علم اگر سوال کرے تو شفقت سے اس کا جواب دینا اگر چہ براہِ طعن سوال کرتا ہو۔

٥۔ کسی جگہ کتاب سمجھ میں نہ آئے تو دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر دعا مانگنا، اور مصنفِ کتاب کو ایصالِ ثواب کرنا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

٦۔ دوسرے کی کتاب میں کسی طالب علم کو بتانے میں احتیاط کرنا۔

٧۔ طلبہ سے خدمت نہ لینا، حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے تھے کہ میں اپنے کسی مرید، شاگرد سے خدمت لینا حرام سمجھتا ہوں۔

٨۔ طلبہ سے اختلاط نہیں چاہیے، اس لیے کہ اس میں مختلف اغراض سے آنے والے ہوتے ہیں۔

٩۔ طلبہ کا احسان مانو کہ انھوں نے اپنے قلوب کی زمین آپ کے علم کی تخم ریزی کے لیے ہموار کی، ورنہ آپ کا علم یوں ہی رہتا۔ اپنا ان پر کوئی احسان نہ سمجھیں۔

١٠۔ طلبہ مختلف اغراض سے اشکالات کرتے ہیں، کوئی اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لیے،

کوئی استاد کو پریشان کرنے کے لیے، وغیرہ وغیرہ۔ مگر سب کا جواب علی اسلوب الحکیم دینا، مناظرانہ انداز میں نہیں۔

۱۱۔ روزانہ متعلقہ درسی کتاب کے مصنف کو تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتے رہنا، بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

۱۲۔ اگر کوئی بات سبق میں غلط کہہ دی جائے تو اس سے رجوع کرنے میں تامل نہ کرنا۔

۱۳۔ مطالعے کے بغیر کبھی کوئی کتاب نہ پڑھانا۔

۱۴۔ اسباق کی مشغولیت کی وجہ سے ذکر و تلاوت و تسبیحات وغیرہ معمولات کو ترک نہ کرنا۔

امیرِ شریعت مولانا سیّد منّت اللہ رحمانی، جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لا بورڈ

مسلمانوں کے زوال کا بنیادی سبب

مسلمانوں کے تنزل کا بنیادی سبب یہ ہے کہ انھوں نے خیر و بھلائی کے لیے محنت و مشقت کرنا چھوڑ دیا۔ اسلام جو خیر کا سرچشمہ ہے، مسلمان چاہتا ہے کہ وہ بغیر قربانی دیے حاصل ہو جائے اور کسی قسم کی جدوجہد نہ کرنی پڑے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ اچھی چیزوں کو حاصل کرنا ہے تو قربانیاں دینی ہوں گی۔ صحابہؓ نے اسلام کے لیے جان کی بازی لگا دی تھی، اسلام کی راہ میں بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کی تھیں۔

یاد رکھیے! اسلام امن و سلامتی کا پیغامبر ہے۔ اس کی راہ عشق و محبت کی راہ ہے اور عشق کی راہ میں رکنا اور ٹھٹکنا سب سے بڑا جرم ہے۔ یہ تو ذوق و شوق ہی کے ذریعے طے ہوتی ہے۔ تکلیف و مصیبت اس راہ کے لیے زاد ہے۔ جدوجہد اور شوقِ مسلسل اور سعی پیہم اس کا سرمایہ ہے۔ اس راہ کی مشکلات چلنے والے کے لیے باعثِ مسرت ہیں اور اس کی کٹھنائیاں مسافر کی زندگی کو تابناک بناتی ہیں۔

اس لیے میں آپ سے کہوں گا کہ تذبذب چھوڑیں۔ اعتماد بحال کریں۔ شک کے بجائے یقین پیدا کریں۔ اتنا یاد رکھیں کہ وہ مصیبتیں جو اس یقین کی وجہ سے آئیں گی ان مصیبتوں سے یقیناً کم ہوں گی جو شک کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ یقین و اعتماد کے بعد آپ کا دل و دماغ مطمئن

ہوگا۔ دشواری اگر ہوگی تو جسمانی، روح مطمئن رہے گی اور شک وتذبذب کی راہ میں ہوسکتا ہے کہ آپ کو مادّی وجسمانی سہولتیں مل جائیں، مگر روح کا سکون، دل کا چین اور دماغ کا اطمینان نصیب نہیں ہوسکتا۔ اس یقینِ کامل کو توحید خالص کہتے ہیں۔ اس یقین کے بعد آپ کو صرف ایک کے سامنے جواب دہی کا احساس ہوگا، ایک کے سامنے جھکیں گے اور ایک ہی کی عبادت کریں گے۔

مسلمانو! اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرو اور اسلام کی راہ میں محنت ومشقت کرو۔ دل میں اللہ کا خوف اور اسلام کی محبت پیدا کرو۔ یہی خیر ہے۔ اس کے لیے تمھیں جدوجہد کرنی ہے۔ اسی خیر کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں خرچ کرو، کامیابی تمھارے قدم چومے گی۔ (چراغِ راہ: ۲۹۷)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کی وصایا

آج ان سطروں کا لکھنے والا بھی یقیناً ایک دن مَرنے والا ہے۔ وہ دن، وہ گھڑی بس اللہ ہی کو معلوم ہے۔ جب بھی وہ وقت آئے گا تو اپنے بارے میں نہ کچھ لکھا جاسکے گا نہ کہا جاسکے گا۔ شاید دوسرے ہی لوگ کچھ کہیں یا لکھیں گے جو میرے حال سے پورے واقف بھی نہ ہوں گے، اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ اس وفیات نمبر الفرقان ۱۹۷۷ء میں خود ہی اپنے بارے میں کچھ لکھ دوں۔ ﴿بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ﴾

قمری حساب سے میری عمر کا ۷۴ واں سال ہے اور شمسی حساب سے ۷۲ واں سال چل رہا ہے۔ اس لیے بظاہر بہت وقت باقی نہیں ہے، تاہم جو کچھ باقی ہے اللہ تعالیٰ اس میں توبہ و انابت اور تلافی مافات کی توفیق عطا فرمائے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا، قمری حساب سے میری عمر کا ۷۴ واں سال چل رہا ہے، اللہ ہی جانتا ہے کہ زندگی کے کتنے دن باقی ہیں، حدیث شریف میں وصیت کرنے کا سخت تاکیدی حکم ہے، اس عاجز نے اپنے خانگی اور مالی معاملات سے متعلق ایک یادداشت وصیت نامہ ہی کے طور پر گذشتہ رمضان المبارک میں شدید بیماری کی حالت میں جبکہ اسپتال میں داخل ہوا تھا، لکھائی تھی، لیکن وہ ناتمام اور نامکمل تھی۔ اب اس پر نظر ثانی اور ممکن حد تک اس کی تکمیل کرکے گھر والوں کے لیے محفوظ کردینے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ کچھ باتیں عام

دینی نصیحت اور خیر خواہی کی عرض کرنا بھی اپنا فرض سمجھ کر عمومی وصیت کے طور پر یہاں لکھتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ اور ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ کی تعمیل کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنے نفس اور اپنی ذات کو، اس کے بعد اپنی اولاد، اپنے عزیزوں، دوستوں اور درجہ درجہ سب اہلِ تعلق کو اور اسکے بعد ان سب اہلِ ایمان کو جن تک میری بات پہنچ سکے، میری وصیت ہے کہ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و ہدایت کے مطابق خالص توحید پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور اس یقین و دھیان کے ساتھ شریعت کے مطابق زندگی گذارنے کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے۔ ہمارا ظاہر و باطن ہر لمحہ اس کے سامنے ہے، اور مَرنے کے بعد اس کے سامنے پیش ہونا اور پوری زندگی کا حساب دینا ہے۔

اہتمام کے ساتھ شریعت کے عائد کیے ہوئے فرائض کو ادا کریں، خصوصاً نماز باجماعت کی پابندی کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔ اگر نماز نہیں تو گویا ایمان نہیں، جن چیزوں کو اللہ و رسول ﷺ نے ناجائز و حرام قرار دیا اور منع فرمایا ہے ان سب سے خاص کر کبائر اور فواحش سے اپنے کو بچانے کی کوشش کرتے رہیں۔

اگر اِغواءِ شیطانی یا اپنے شریر نفس کے تقاضے سے گناہ ہوجائے تو سچے دل سے توبہ و استغفار کریں۔ اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت فرمادے گا۔ اس کا ارشاد ہے: ﴿وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾۔ (سورۂ نساء، آیت: ۱۱۰)

ترجمہ: اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنے جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا۔

اگر خدانخواستہ توبہ و استغفار کے بعد پھر گناہ ہوجائے اور بدبختی سے بار بار ہوجائے تب بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، اگر ہزار بار گناہ کر کے بھی بندہ سچے دل سے توبہ کرے گا اور اللہ سے معافی مانگے گا تو وہ رحیم و کریم معاف فرمادے گا۔

کیں درگاہِ ما درگہ نومیدی نیست
گر ہزار بار توبہ شکستی باز آ

عمر کا بڑا حصہ غفلت اور گناہوں میں گذارنے کے بعد بھی اگر توبہ و استغفار اور اصلاحِ

حال کی توفیق ملے تو کچھ نہیں گیا۔ اولیاء اللہ میں ہزاروں وہ ہیں جن کی زندگی کا بڑا حصہ غفلت بلکہ فسق و فجور میں گذرا۔ پھر جب ان کے اندر ایمانی احساس جاگا اور انھوں نے اپنے کو شیطان کے پنجے سے نکال کر اللہ کے راستہ پر ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مقام ولایت تک پہنچا دیا۔ ایسے لوگوں کے لیے پہلا قدم یہ ہے کہ وہ نماز باجماعت کی پابندی کرنے لگیں، اللہ کے ایسے بندوں سے قریب ہوں جو اللہ کا خوف اور آخرت کی فکر رکھتے ہوں، انسان کی زندگی پر سب سے زیادہ اچھا یا برا اثر ڈالنے والی چیز صحبت ہے

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

جن لوگوں نے بظاہر اللہ سے بے تعلقی اور آخرت کی طرف سے بےفکری والی زندگی ہی کو اپنا لیا ہے اور اسی میں وہ مست و مگن ہیں، واللہ! وہ بدترین قسم کی خودکشی کررہے ہیں۔ اگر وہ میرے قریبی عزیز بھی ہیں تو میں ان سے بری ہوں۔ ان کو بہت ڈرنا چاہیے، کہ اللہ تعالیٰ توبہ و اصلاح کی توفیق سے بلکہ ایمان سے بھی ان کو محروم نہ کردے۔ اس کو کسی کی پرواہ نہیں وہ غنی عن العالمین ہے۔ اس کی بندگی اور فرمانبرداری خود ہماری ضرورت ہے۔

ابوطالب رسول اللہ ﷺ کے شفیق اور محسن چچا تھے، لیکن جب انھوں نے اپنے لیے ایمان کو پسند نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی (رسول اللہ ﷺ کی خواہش کے باوجود) ان کے لیے ایمان پسند نہیں فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی: ﴿اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ﴾۔ (سورۂ قصص، آیت: ۵۶)

آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کرسکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔

حقوق العباد:

یہاں تک جو کچھ عرض کیا اس کا تعلق حقوق اللہ سے تھا، حقوق العباد کا معاملہ اس حیثیت سے زیادہ اہم اور قابلِ ذکر ہے کہ اس میں اگر تقصیر اور کوتاہی ہوجائے، یعنی کسی بندہ کی ہم سے حق تلفی یا اس پر ظلم و زیادتی ہوجائے تو اس سے نجات کا اور سبک دوشی کا معاملہ اللہ تعالیٰ (جو رحیم وکریم ہے) نے اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا ہے، بلکہ اس کی صورت صرف یہی ہے کہ یا تو مظلوم بندہ

کواس دنیا میں اس ظلم وزیادتی کا بدلہ اور معاوضہ دے کرسبکدوشی حاصل کی جائے یا معاف کرالیا جائے۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی بات بھی یہاں نہ ہوسکی تو آخرت میں اللہ نہ کرے سخت عذاب بھگتنا ہوگا۔

صحیح بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ کا ایک ارشاد مروی ہے جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے:

''جس کسی نے کسی دوسرے بندہ پر ظلم وزیادتی کی ہو، اس کی آبروریزی کی ہو یا اس کا کوئی حق مارلیا اور دبا لیا ہوتو اس کو چاہیے کہ اس کی زندگی ہی میں اس سے معاملہ صاف کرلے۔ قیامت کے اس دن کے آنے سے پہلے جب اس کے پاس ادا کرنے کے لیے روپیہ پیسہ کچھ نہ ہوگا، اگر اس کے پاس اعمال صالحہ ہوں گے تو اس کے ظلم اور حق ماری کے بقدر اس مظلوم کو دلوادیے جائیں گے، اور اگر وہ اعمالِ صالحہ سے بھی خالی ہاتھ ہوگا تو مظلوم بندہ کے گناہ اس پر لاد دیے جائیں گے (اور وہ جہنم میں سب کی سزا بھگتے گا)۔

الغرض حقوق العباد کا معاملہ بہت زیادہ قابلِ فکر ہے لیکن زندگی اور معاشرت بگڑ جانے کی وجہ سے فی زماننا بہت سے دیندار اور عبادت گذار بھی حقوق العباد کے معاملے میں بہت کوتاہیاں کرتے ہیں۔ یہ عاجز سب سے پہلے اپنے نفس، اپنی اولاد، اپنے عزیزوں، دوستوں اور اہلِ تعلق کو اور سب اہلِ ایمان کو اس بارے میں خصوصیت سے وصیت اور تاکید کرتا ہے۔ اگر کسی بندہ کا کوئی مال یا غیر مالی حق ہمارے ذمہ ہے تو اس کو ادا کرنے یا معافی حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا اپنے اوپر عظیم ظلم اور اپنے ساتھ شدید دشمنی ہے۔

اس عاجز سیہ کار کا زندگی میں جن حضرات سے تعلق اور واسطہ رہا ہے ان میں سے بہت سوں کی میری کسی بات یا کسی عمل سے دل آزاری ہوئی ہوگی، بہت سوں کی غیبت کی ہوگی، دل نے بہت سوں کے بارے میں بدگمانی کی ہوگی یا اسی طرح کی کوئی اور کوتاہی ان کے بارے میں مجھ سے ہوئی ہوگی تو جن حضرات تک میری یہ گذارش پہنچ جائے، اپنی اس تحریر کے ذریعے میں ان سب سے اللہ کے لیے معاف کردینے کی استدعا کرتا ہوں، وہ اللہ کے واسطے مجھے معاف فرمادیں۔ مجھ پر ان کا یہ بہت ہی بڑا احسان ہوگا اور وہ اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴾۔ (بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا)

اور اگر اس طرح کے حقوق کسی مسلمان بھائی پر بالفرض میرے ہوں تو میں نے اللہ سے اجر کی اُمید رکھتے ہوئے ان کو بالکل سبکدوش کر دیا۔

جہاں تک مجھے یاد ہے کہ کسی عزیز یا دوست کا مجھ پر قرض یا کوئی اس طرح کا مالی حق باقی نہیں ہے۔ اگر بالفرض کسی صاحب کا ہو تو وہ مجھے بتلا دیں۔ اگر اطمینان ہو گیا تو انشاء اللہ ضرور ادا کر دیا جائے گا۔ اور میں ان کا ممنون ہوں گا، اور جن حضرات کے ذمہ میرا کوئی مالی حق باقی ہے اگر ان کے لیے ادائیگی مشکل ہو تو مجھ سے گفتگو یا خط و کتابت کریں، انشاء اللہ ان کے لیے سہولت کی کوئی صورت نکل آئے گی۔

الفرقان اور کتب خانہ الفرقان کے سلسلے کے حقوق

قریباً پینتالیس سال سے الفرقان جاری ہے اور اس کے ساتھ کسی نہ کسی پیمانہ پر کتابوں کی فروخت کا سلسلہ بھی رہا ہے، اور بہت مدت سے میں ان دونوں سلسلوں کے معاملات سے خود تعلق نہیں رکھتا۔ لین دین کے سارے معاملات دوسرے ہی کارکن کرتے رہے ہیں، لیکن بلاشبہ مالکانہ حیثیت سے ذمہ داری میری رہی ہے۔ قریباً نصف صدی کی اس طویل مدت میں یقیناً ہزاروں بندگانِ الٰہی 'الفرقان' یا کتابوں کے خریدار رہے ہوں گے۔ اگرچہ میں کارکنوں کو ہمیشہ تاکید کرتا رہا ہوں، کہ کسی کا کوئی حق ہمارے ذمہ باقی نہ رہ جائے، لیکن غالب گمان یہی ہے کہ کم از کم نادانستہ یا غفلت و لا پرواہی سے بہت سے بندگانِ الٰہی کے ساتھ معاملہ میں کوتاہی یا ان کی کوئی حق تلفی ہوئی ہوگی، اور ان کا کوئی حق رسالہ یا کتب خانہ کے سلسلے میں باقی رہ گیا ہوگا۔

اس لیے میں ایسے سب حضرات سے جن کا کوئی حق دفتر 'الفرقان' یا کتب خانہ الفرقان کے ذمہ باقی رہ گیا ہو، گذارش کرتا ہوں کہ وہ مجھے مطلع فرما کر اپنا حق وصول کر لیں، یہ ان کا مجھ پر احسان ہوگا، اور اگر شرافت و مروّت کی وجہ سے اس میں ان کو تکلّف ہو تو ارادہ کے ساتھ لوجہ اللہ معاف فرما دیں اور آخرت کے مؤاخذہ سے مجھ کو سبکدوش کر دیں۔

میری ایک وصیت یا گذارش یہ ہے کہ میرے انتقال کے بعد میرے نجی خطوط شائع نہ کیے جائیں۔ اگر کسی خط کی اشاعت میں کوئی خاص افادیت سمجھی جائے تو میرے بڑے لڑکے مولوی عتیق الرحمٰن کو خط دِکھا کر ان کی اجازت سے شائع کیا جائے۔

دعائے مغفرت کی التجاء

عزیزوں، دوستوں اور سب مسلمان بھائیوں سے جن تک میری بات پہنچ سکے، آخری گذارش اور التجاء یہ ہے کہ دعائے مغفرت کا مجھے انتہائی درجے میں حاجت مند سمجھ کر جب بھی توفیق ہو میرے لیے مغفرت ورحمت کی دعا کریں، انشاء اللہ اس کے صلے میں آپ کے لیے اللہ کے مقرب فرشتے مغفرت ورحمت کی دعا کریں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی بندہ اپنے کسی مسلمان بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرتا ہے تو فرشتے 'آمین' کہتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ کہتے ہیں کہ "وَ لَکَ مِثْـــلُ ذَالِکَ"، یعنی تجھے بھی اللہ تعالیٰ وہ عطا فرمائے جو تو اپنے مومن بھائی کے لیے مانگ رہا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ۔

(ماہنامہ الفرقان، وفیات نمبر، شمارہ اپریل تا جون ۱۹۷۷ء ص: ۶-۱۴)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی وصایا

ایک آخری نصیحت اور وصیت کرتا ہوں۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند

جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

کہ جہاں کہیں کسی ناجائز امر کو دیکھو اور اس کے روکنے پر قدرت ہو اس میں دریغ نہ کرو، اور جہاں قدرت نہ ہو، وہاں نزاع وفساد پیدا نہ کرنا، یہ دو امر نہایت اہم اور دقیق ہیں۔ اس میں ہم لوگ بسا اوقات غلطی کرتے ہیں، بہت سے ایسے امور کو جو ہماری قدرت میں ہیں، ہم اپنے تعلقات کے زور، اولاد و احباب کی محبت میں ان پر سکوت کرتے ہیں، حالانکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَ ذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ"۔ (رواہ مسلم وغیرہ)

جو شخص تم میں سے کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھے اس کو ہاتھ سے بدل ڈالے مثلاً

کوئی ناجائز چیز بنتے ہوئے دیکھے، اگر قدرت ہو تو توڑ ڈالے، کسی شخص کو گناہ میں مبتلا دیکھے ہاتھ پکڑ کر لے جائے، اس پر کچھ زور ہو تو مار کر روک لے۔ اگر اس کی قدرت نہ ہو تو زبان سے بدل ڈالے (یعنی ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روک دے یا کم از کم زبان سے اس کے ناجائز ہونے کا اعلان کر دے) اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے برا سمجھے، اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب دل سے بھی اس کو برا نہیں سمجھا ہے تو گویا دل سے اس کو پسند کر لیا، پھر ایمان کا کونسا درجہ رہ سکتا ہے، اسی لحاظ سے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اَفۡضَلُ الۡجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنۡدَ سُلۡطَانٍ جَابِرٍ"

افضل ترین جہاد حق بات کا ظالم بادشاہ کے سامنے کہہ دینا ہے۔

چونکہ ہاتھ سے روکنے پر قدرت نہیں ہے اس لیے زبان ہی سے کہہ دے شاید اثر کر جائے یا کم از کم اس کے علم میں تو یہ بات آ جائے کہ میں فلاں کام ناجائز کر رہا ہوں، اپنی جہالت سے ناجائز کو جائز اور باطل کو حق نہ سمجھتا رہے کہ پھر اس سے روکنے کی یا توبہ کرنے کی توفیق ہی نہ ہوگی، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَا مِنۡ رَجُلٍ يَكُوۡنُ فِىۡ قَوۡمٍ يَعۡمَلُ فِيۡهِمۡ بِالۡمَعَاصِىۡ يَقۡدِرُوۡنَ عَلٰى اَنۡ يُغَيِّرُوۡا عَلَيۡهِ وَ لَا يُغَيِّرُوۡنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ قَبۡلَ اَنۡ يَمُوۡتُوۡا"۔

(رواہ ابوداؤد وابن حبان وغیرہما)

جو شخص کسی جماعت میں ہو اور کوئی ناجائز کام کرتا ہو اور وہ جماعت اس کے روکنے پر قادر ہو پھر بھی نہ روکے تو ساری جماعت کو مَرنے سے پہلے پہلے اس کے عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

کس قدر سخت وعید ہے، ہم لوگ اپنی اولاد کو اپنے چھوٹوں کو علی الاعلان ناجائز امور کرتے دیکھتے ہیں، ہر طرح سے ان پر قدرت ہے، زور ہے لیکن پھر بھی ان کی محبت کی وجہ سے یا دین سے غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے نہیں روکتے۔ یہ حقیقت میں نہ ان کے ساتھ خیرخواہی ہے، نہ اپنے ساتھ، ان کو بھی مصیبت میں گرفتار کرتے ہیں اور اپنے کو بھی۔ آج اولاد، ملازم،

بیوی، بہن کوئی مالی نقصان کردے، ہماری اپنی شان کے خلاف کوئی بات کہہ دے اس کی جان کو آجائیں، مار پیٹ سے بھی دریغ نہ کریں۔ گالی دینے اور برا بھلا کہنے کا تو ذکر ہی کیا ہے، لیکن وہ نماز نہ پڑھتا ہو، جوا کھیلتا ہو، ڈاڑھی منڈھاتا ہو، غرض اللہ جل جلالہ اور شریعت مطہرہ کے کسی بھی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہو، تو مارنا تو درکنار زبان سے بھی کچھ نہیں کہا جاتا، بلکہ دل میں بھی خیال نہیں آتا، کوئی حکومت کا مجرم ہو اس کا باغی ہو، قتل کا ملزم ہو وہ ہمارے پاس آجائے تو زبان سے اگر کسی وجہ سے نہ کہا جائے تو بھی دل میں بار بار خیال آئے گا کہ یہ مجرم میرے پاس ہے کہیں میں اس کے ساتھ نہ پکڑا جاؤں۔

لیکن اللہ کا باغی، اللہ کا نافرمان، کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی کرنے والا، ہمارے پاس آتا ہے تو زبان سے کہنا تو بڑی بات ہے دل میں بھی اس کا وسوسہ نہیں آتا کہ یہ اللہ کا مجرم ہے۔ کہیں اس کی نحوست میں میں بھی گرفتار نہ ہوجاؤں۔ قرآن حکیم اور احادیث بار بار اس چیز کی مذمت کرتے ہیں، اس پر جگہ جگہ تنبیہیں وارد ہیں، اور پھر اللہ جل شانہ جیسا قادر کہ دنیا اور آخرت کی بادشاہت اس کی ہے، دنیا کے سارے بادشاہ اور حاکم اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں، لیکن ذرا بھی اس مالک کا خوف ہمارے دل میں نہ آئے اور علی الاعلان اس کے احکام کی خلاف ورزی کریں تو پھر ان پر بلائیں اور مصیبتیں نہ نازل ہوں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَا یُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتّٰی یَرَوُا الْمُنْكَرَ بَیْنَ ظُهْرَانِیْهِمْ وَ هُمْ قَادِرُوْنَ عَلٰی یُنْكِرُوْهُ فَلَا یُنْكِرُوْا، فَاِذَا فَعَلُوْا ذَالِكَ عَذَّبَ اللّٰهُ الْعَامَّةَ وَ الْخَاصَّةَ"۔ (مشکوٰۃ)

اللہ جل شانہ چند مخصوص لوگوں کے گناہ کرنے کے سبب عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتے، جب تک کہ وہ لوگ ان مخصوص لوگوں کے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں، اور جب ایسا ہو کہ وہ روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو پھر عام خاص سب کو عذاب میں مبتلا فرمادیتے ہیں۔

میں اسی مضمون کو اپنے ایک رسالے میں جو رسالہ تبلیغ کے نام سے شائع ہوچکا ہے، مفصل لکھ چکا ہوں۔ اس لیے یہاں مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ جس جگہ آدمی کو قدرت حاصل ہے، وہاں نہ روکنا اپنے آپ کو مصیبت اور پریشانیوں کے لیے پیش کرنا ہے اور منجملہ اور

پریشانیوں کے اسباب کے جو آج چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں یہ بھی بڑا سبب ہے کہ ہم دین کی کسی بات پر اپنے کسی مخالف اور دشمن کو تو ضرور اس کی آبرو ریزی کی نیت سے اس کا وقار گرانے کی فکر میں ٹوکیں گے، اور کچھ نہ ہوسکے گا تو اظہارِ حق اور احقاقِ حق کے نام سے اس کے خلاف ایک فتویٰ لے کر شائع کردیں گے، لیکن اپنے عزیز کو، اپنے دوست کو، اپنے چھوٹے کو کبھی بھی ٹوکنے کا ارادہ نہ کریں گے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِیَ الدُّنْیَا نُزِعَتْ مِنْهَا هَیْبَةُ الْاِسْلَامِ وَ اِذَا تَرَکَتْ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ حُرِّمَتْ بَرَکَةُ الْوَحْیِ وَ اِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِیْ سُقِطَتْ مِنْ عَیْنِ اللّٰهِ"۔

جب میری اُمت دنیا کو عظیم الشان اور اونچی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلامی ہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب نیک کاموں کے کرنے کا حکم اور بُرے کاموں سے روکنا چھوڑ دے گی تو وحی کی برکتوں سے محروم ہوجائے گی اور جب آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے گی تو اللہ کی نگاہ سے گر جائے گی'' (رسالہ تبلیغ)

ایک حدیث میں وارد ہے کہ تمھیں دو نشے گھیریں گے، ایک نشہ زندگی کی محبت کا، دوسرا نشہ جہالت کی محبت کا (یعنی علم حاصل کرنے سے پہلوتہی کرنا) اس وقت تم نیک کاموں کا حکم کرنا چھوڑ دو گے اور بری باتوں سے روکنا چھوڑ دو گے، اس وقت قرآن و حدیث پر مضبوطی سے جمنے والے ایسے ہوں گے جیسے اونچے درجہ کے مہاجرین و انصار۔ (جامع)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کی حدود پر قائم ہیں (یعنی دین میں خوب پختہ ہیں) اور جو لوگ ان میں گرنے والے ہیں (یعنی معاصی میں مبتلا ہیں) ان دونوں کی مثال اس جماعت کی سی ہے جو ایک جہاز میں سوار ہوئی جس میں کچھ لوگ نیچے کے حصے میں ہیں، نیچے والے پانی لینے کے لیے بار بار اوپر آتے ہیں، وہ اس دِقّت کی وجہ سے کہ اوپر بار بار جانا پڑتا ہے جس سے ان کو بھی تکلیف ہوتی ہے جو اوپر ہیں اس لیے وہ لوگ جہاز کے نیچے کے حصے میں ایک سوراخ کرنے لگیں تاکہ وہیں سے پانی آنے لگے، تو ایسی صورت میں اگر اوپر کے حصے کے لوگ ان کو سوراخ کرنے سے نہ روکیں گے تو جہاز میں سوراخ ہوجانے سے اندر پانی بھر جائے گا، اور

دونوں فریق ڈوب جائیں گے۔ (الترغیب والترہیب عن البخاری)

اس لیے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ قدرت ہونے کے باوجود نہ روکنا صرف گناہ کرنے والے ہی کو نقصان رساں نہیں ہے اپنے آپ کو بھی عذابِ الٰہی میں مبتلا کرنا ہے اور عام عذاب کے لیے تیار ہونا ہے، آج کل لوگ دیندار کہلاتے ہیں اور بہت سے ان میں واقعی دیندار ہیں بھی، وہ اپنے آپ کو بالکل ہی سبکدوش سمجھتے ہیں ''لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ'' (جب تم ہدایت یافتہ ہوجاؤ تو کسی کا گمراہ ہوجانا تم کو نقصان نہیں پہنچاتا) کا پروانہ اپنے اطمینان کے لیے کافی سمجھتے ہیں، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، اللہ تعالیٰ ان پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمادیں، دین کے کسی جزو کو بھی غیر مکمل نہیں چھوڑا ہے۔

متعدد صحابہؓ سے اس آیت شریفہ کے بارے میں حضور ﷺ سے سوال کرنا اور حضور ﷺ کا جواب میں یہ ارشاد فرمانا تفاسیر میں منقول ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ عام عذاب میں مبتلا ہوجاؤ گے، اور اس آیت شریفہ کا محمل یہ ہے کہ جب اس کی طاقت نہ رہے اور فتنوں کا دروازہ کھل جائے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک مرتبہ منبر پر کھڑے ہوئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس آیت کو بے محل پڑھتے ہو، میں نے خود حضورؐ سے سنا ہے کہ جو لوگ ناجائز کام کو دیکھیں اور اس کو نہ روکیں قریب ہے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہوجائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تشریف فرما تھے، دو آدمیوں میں کچھ نزاع ہوا، پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک نے ارادہ کیا کہ اُٹھ کر اس کو روک دیں، دوسرے کسی صاحب نے ان کو اُٹھنے سے منع کیا اور یہ آیت تلاوت کی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ابھی اس آیت کا وقت نہیں آیا ہے۔ (درِ منثور)

الغرض جہاں قدرت ہو، وہاں نکیر کرنا نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح دوسری جانب جہاں قدرت نہ ہو نکیر پر فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہو کسی دینی مضرت اور نقصان کا خیال ہو، وہاں خواہ مخواہ خم ٹھوک کر کھڑے نہ ہونا، بلکہ اس مجمع سے یکسوئی اختیار کرنا اور لوگ تمہاری یکسوئی پر برا بھلا کہیں، گالیاں دیں، طعن وتشنیع کریں، اس کو برداشت کرنا، ہمت ہو تو ان کے لیے دعائے خیر

کرنا، "اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ" نبی کریم ﷺ کا کس قدر پاک اور اونچا اُسوہ ہے، لیکن یہ نہ ہوسکے تب بھی ایسے مواقع میں جھگڑے سے علیحدہ رہنا اصلاح کی فکر میں نہ لگنا، اپنے کو سنبھالے رہنا بہت غنیمت ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"اِذَا رَأَيْتَ النَّاسَ قَدْ مَرِجَتْ عُهُوْدُهُمْ وَ خَفَّتْ اَمَانَاتُهُمْ وَ كَانُوْا هٰكَذَا وَ شَبَّكَ بَيْنَ اَنَامِلِهٖ، فَالْزِمْ بَيْتَكَ وَ امْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَ خُذْ مَا تَعْرِفُ وَ دَعْ مَا تُنْكِرُ وَ عَلَيْكَ بِخَاصَّةِ اَمْرِ نَفْسِكَ وَ دَعْ عَنْكَ اَمْرَ الْعَامَّةِ"۔ (رواه الحاكم عن ابن عمرؓ و كذا في الجامع و قال العزيزي صحيح)

جب تو دیکھے کہ آدمیوں کے عہد و پیمان گڑ بڑ ہوگئے اور امانتیں ہلکی پڑ گئیں (یعنی ان کا اہتمام نہیں رہا) اور ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر (ارشاد فرمایا کہ جب تو دیکھے کہ) لوگ اس طرح آپس میں گڑ بڑ ہوگئے، (کنایہ حق ناحق بھلے برے کے آپس میں مخلوط اور غیر ممتاز ہوجانے سے) تو اپنے گھر میں بیٹھ جانا اور زبان کو روک لینا، جائز امور کو اختیار کرنا اور ناجائز سے پرہیز کرنا اور اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا اور عوام کو (ان کے حال پر) چھوڑ دینا۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی کا بہترین مال چند بکریاں ہوں جن کو لے کر وہ پہاڑ کی چوٹیوں پر اور ایسے مواقع پر جا پڑے جہاں بارش ہوتی رہتی ہو کہ اپنے دین کی وجہ سے فتنوں سے بھاگتا ہو۔ (بخاری)

علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے فتنوں کے زمانہ میں یکسوئی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے البتہ جو شخص ایسا ہو کہ اس کو فتنہ کے روکنے پر قدرت ہو، اس کے لیے اس کے روکنے میں سعی کرنا واجب ہے، جو حالات کے اختلاف کی وجہ سے فرض عین یا فرض کفایہ ہے (یعنی اگر کوئی دوسرا شخص اس کو روکنے والا نہیں ہے تو فرض عین ہے اور اگر اور لوگ بھی ایسے ہیں جو اس کو روک سکتے ہیں تو فرض کفایہ ہے) اور بغیر فتنہ کے زمانہ کے علماء میں اختلاف ہے کہ یکسوئی افضل ہے یا لوگوں کے ساتھ اختلاط افضل ہے، امام نوویؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعیؒ اور دیگر بہت سے علماء کا مذہب یہ ہے کہ ایسی حالت میں اختلاط افضل ہے، اس لیے کہ اس سے بہت سے دینی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اسلامی شعاروں میں شرکت کی نوبت آتی ہے، مسلمانوں

کی جماعت کی کثرت ظاہر ہوتی ہے اور ان کو بہت سی بھلائی کے پہنچانے کا موقع ملتا ہے، مریضوں کی عیادت، جنازوں کی شرکت، سلام کا شائع کرنا، بھلی باتوں کا حکم کرنا، بری باتوں سے روکنا، نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرنا، محتاج کی مدد کرنا، مسلمانوں کی جماعتوں میں شریک ہونا وغیرہ وغیرہ جتنے امور بھی ہو سکتے ہیں سب کا امکان ہے۔

اور جو شخص عالم ہو یا زاہد اس کے لیے اختلاط کا استحباب اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے لیکن ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ باوجود ان سب کے بھی تنہائی افضل ہے، اس لیے کہ اس میں سلامتی یقینی ہے بشرطیکہ تنہائی کی عبادت اور ان چیزوں سے جو تنہائی کی حالت میں اس کے ذمہ ضروری ہیں، واقف ہو۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ مذہب راجح یہی ہے کہ جس شخص کو اس کا غلبہ نہ ہو، کہ وہ خود معاصی اور گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا اس کے لیے اختلاط ہی افضل ہے۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں تو یکسوئی ہی افضل ہے، اس لیے کہ مجالس گناہوں سے بہت ہی کم خالی ہوتی ہیں، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ میں بھی کرمانی کے موافق ہوں، اس لیے کہ اس زمانہ میں اختلاط سے برائیوں کے سوا اور کچھ حاصل نہیں۔ فقط

امام نوویؒ کی وفات ۶۷۶ھ میں ہوئی ہے اور علامہ کرمانی ۷۸۶ھ میں، تقریباً سو برس کے فرق میں زمانہ کا یہ تغیر ہے کہ امام نوویؒ اختلاط کو افضل بتلاتے ہیں اور امام کرمانیؒ سو برس کے بعد فرماتے ہیں کہ آج کل مجالس اس قابل نہیں رہیں۔ علامہ عینیؒ کی وفات ۸۵۵ھ میں ہوئی، وہ علامہ کرمانی کی تائید کرتے ہوئے شرور کا اضافہ ہی بتاتے ہیں، ایسی صورت میں اب چودھویں صدی کے نصف آخر میں جتنا اضافہ ہو قرین قیاس ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر زمانہ اپنے ماسبق سے شر میں بڑھا ہوا ہوگا، اس کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ بھلی باتوں کا حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو، البتہ جب تم یہ دیکھو کہ بخیل کی فرمانبرداری کی جاتی ہے اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا کو (دین پر) ترجیح دی جاتی ہے اور ہر ذی رائے اپنی رائے کو بہتر سمجھتا ہے (یعنی خودرائی عام ہو جائے) اور ایسی حالت کو دیکھو کہ (سکوت کے بغیر) چارہ کار نہیں، تو اپنے نفس کی

خبر گیری کیجیے، (مبادا کسی فساد میں مبتلا ہو جائے) اور عامۃ الناس کو چھوڑ دیجیو، عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ (اپنے دین پر) صبر کرنا ایسا ہو گا کہ آگ کی چنگاری ہاتھ میں لے لی۔ (مشکوٰۃ)

یعنی آگ کی چنگاری ہاتھ میں لے کر اس پر صبر کرنا اور اس کو ہاتھ میں روکے رکھنا جیسا مشکل ہے ایسا ہی دین کا تھامنا مشکل ہو جائے گا، چنانچہ اس زمانہ میں دینی امور کا پھیلانا ان کی جانب متوجہ کرنا، بلکہ خود اپنے آپ دین پر عمل کرتے رہنا جس قدر مشکل بن گیا ہے، وہ ہر دیندار شخص جانتا ہے۔ اہم سے اہم دینی امر اور ایمان کے بعد سب سے اونچی چیز نماز ہی کو دیکھ لو کہ عوام کے طبقہ سے زیادہ شرفاء اور امراء، اور وہ لوگ جو اپنے کو اسلام کا علمبردار سمجھتے ہیں، ان کو نماز کے لیے کہنا، ان کو مسجدوں میں جانے پر جماعت کے اہتمام پر آمادہ کرنا کتنا مشکل بن گیا ہے گویا کہنے والے کی اپنی غرض اس سے وابستہ ہے جس کو کہا جاتا ہے اس کا تو کوئی نفع اس میں ہے ہی نہیں۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کوئی آگ (چراغ وغیرہ) روشن کی، اور پروانے وغیرہ جانور اس پر آ کر گرتے ہیں۔ اور وہ ان کو ہٹاتا ہے کہ خواہ مخواہ جل جائیں گے، مگر وہ ہٹتے ہی نہیں اور اس میں جلے جاتے ہیں، بعینہٖ یہی میری مثال ہے کہ تم لوگوں کو پکڑ پکڑ کر (جہنم کی) آگ سے ہٹاتا ہوں مگر تم لوگ اس میں گھسے جاتے ہو۔ (مشکوٰۃ)

اسی طرح علماء کیلئے بھی افضل یہی ہے کہ حتی الوسع منکرات سے روکنے کی سعی کریں لیکن اس کے بعد اگر وہ مغلوب ہو جائیں یا کسی مضرت کا اندیشہ ہو تو پھر فتنہ سے علیحدہ رہنا بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حجاج (مشہور ظالم) کو خطبہ میں ناجائز امور کہتے ہوئے سنا، میرے دل میں آیا کہ اس کو ٹوکوں، مگر مجھے حضور اقدس ﷺ کی ایک حدیث یاد آ گئی (اس لیے چپ ہو گیا) وہ حدیث یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ مومن کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کرے۔ میں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ اپنے نفس کو کس طرح ذلیل کرے گا؟ ارشاد فرمایا کہ ایسی مشقت میں داخل ہو جائے جس کا تحمل نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؓ نے بھی حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد کو نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہ (جائز) نہیں ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل کریں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اپنے نفس کو کس طرح ذلیل

کرے گا؟ ارشاد ہوا کہ ایسی بلا میں داخل ہو جس کا تحمل نہیں کرسکتا۔ (مجمع الزوائد)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جلیل القدر صحابہ میں ہیں، جس زمانہ میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں لڑائی ہو رہی تھی، یہ اپنے اونٹوں کو لے کر جنگل میں چلے گئے تھے۔ ان کے صاحبزادہ عمرو اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے دور ہی سے 'اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذَا الرَّاکِبِ' (اے اللہ میں اس سوار کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں) پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ تشریف لے گئے، سواری سے اُترے اور عرض کیا آپ اپنے اونٹوں اور بکریوں کو لے کر یہاں تشریف لے آئے اور لوگوں کو چھوڑ دیا کہ وہ سلطنت پر لڑتے رہیں۔ حضرت سعدؓ نے ان کے سینے پر زور سے ہاتھ مارا اور فرمایا چپکے رہو، میں نے خود حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ جل شانہ اس بندہ کو محبوب رکھتے ہیں جو متقی اور مخفی ہو۔ (ترغیب بروایۃ مسلم)

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم کو بہترین شخص بتاؤں کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتائیے، ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہے جو گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اللہ کے راستے میں رہے یہاں تک کہ مَر جائے یا شہید ہو جائے۔ پھر ارشاد فرمایا، میں بتاؤں اس کے بعد کون شخص بہترین ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جو کسی گھاٹی میں الگ جا پڑا ہو، نماز کو قائم رکھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو، لوگوں کے شرور سے محفوظ ہو۔

ایک حدیث میں وارد ہے کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جو اپنی زبان پر قدرت رکھتا ہو اپنے گھر میں پڑا رہتا ہو اور اپنی خطاؤں پر روتا ہو۔

حضرت عقبہؓ کہتے ہیں، میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: نجات کی کیا صورت ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبان روکے رکھو، گھر میں پڑے رہو، اپنی خطاؤں پر روتے رہو، لیکن ان سب صورتوں میں ایک قابلِ اہتمام ہے کہ ناجائز اور بری بات کو دیکھ کر دل سے اس چیز کو برا سمجھنا، دل سے اس پر رنجیدہ ہونا، دل سے اس پر نفرت کرنا ازبس ضروری ہے جس کو سب سے پہلی حدیث میں ایمان کا اضعف درجہ کہا گیا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فلاں شہر کو ہلاک کر دو، انھوں نے عرض کیا کہ اس شہر میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے تیری ذرا سی بھی

نافرمانی نہیں کی، ارشاد ہوا کہ اس کے باوجود ہلاک کردو، میرے بارے میں اس کی پیشانی پر ذرا بھی بل نہیں پڑا۔ (مشکوٰۃ) بل نہ پڑنے کا مطلب یہ ہے کہ میری نافرمانیاں دیکھتا رہا اور کسی وقت ذرا بھی اپنی ناگواری اور گرانی کا اظہار نہ کیا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر میں شریک ہو، مگر اس کو برا سمجھتا ہو (دل سے نفرت کرتا ہو گو کسی مجبوری سے اس میں شریک ہو) وہ ایسا ہے جیسا کہ اس میں شریک نہیں ہے، اور جو شخص اس میں شریک نہ ہو اور اس کو پسند کرتا ہو وہ ایسا ہے جیسا اس میں شریک ہے۔ (مجمع الزوائد)۔ گناہ کی بات خواہ کسی میں بھی ہو اس پر خوش ہونا راضی ہونا سمِ قاتل ہے اور پھر سب گناہوں کی جڑ کفر ہے، اس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ نے اپنے مکاتیب میں ایک قابلِ عبرت قصہ لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ: میں ایک شخص کی عیادت کو گیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ انتقال کا وقت قریب ہے۔ میں نے اس پر توجہ ڈالی تو اس کے دل کو ظلمتوں سے بھرا ہوا پایا۔ ہر چند میں نے توجہ کی کہ اس کے دل پر سے یہ ظلمتیں دور ہو جائیں مگر دور نہ ہوئیں۔ بڑی دیر توجہ کے بعد محسوس ہوا کہ یہ ظلمتیں اہلِ کفر سے دوستی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ یہ توجہ سے زائل نہ ہوں گی (مکتوب دفتر اول حصہ چہارم) کس قدر خوف وعبرت کا مقام ہے کہ بعض کدورتیں دل پر ایسی پیدا ہو جاتی ہیں کہ اللہ والوں کا تعلق جو اکسیر ہے وہ بھی ان کے مقابلے میں بیکار ہو جاتا ہے۔

ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ اہلِ معاصی کے بغض کے ساتھ اللہ کے یہاں تقرب حاصل کرو اور ان سے ترش روئی سے ملو، اور ان سے ناراضی میں اللہ کی رضا تلاش کرو، اور ان سے دور رہنے میں اللہ کا تقرب حاصل کرو۔ (جامع الصغیر) سنداً اگرچہ ضعیف ہے مگر مضمون کی دوسری احادیث سے تائید حاصل ہوتی ہے۔

عزیزی نے لکھا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس معصیت سے بغض رکھو نہ کہ اس شخص کی ذات سے اور یہی مطلب ہے ان سب احادیث کا جہاں اس قسم کے مضامین وارد ہوئے ہیں کہ آپس کے تعلقات اور کسی سے محبت کی وجہ سے اس میں جو معصیت ہے وہ بھی ہلکی نہ بن جائے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس معصیت کی وجہ سے اس میں جو صفتِ اسلام ہے وہ نظر انداز

نہ ہو جائے۔ اس لیے ان دونوں افراط وتفریط کے درمیان میں اعتدال ہے۔ یہی اصل تعلیم ہے، اور یہی ہر چیز کو اس کے درجے پر رکھنا ہے جس کے ہم لوگ مامور ہیں۔

حق یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم ایسی ہی تھی کہ ﴿وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا﴾ (اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں۔ سورۂ نصر، آیت: ۲) کا مصداق تھی مگر ہم نے اس سے منہ موڑا، اس پر عمل کرنا درکنار اس کو معلوم کرنا بھی چھوڑ دیا۔ اسی کے یہ خمیازے ہیں جو بھگت رہے ہیں۔ ہماری مثال شتر مرغ کی سی ہے، جس کے متعلق ایک ضرب المثل ہے کہ جب اس سے اُڑنے کو کہا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں شتر ہوں، بھلا اونٹ بھی اُڑ سکتا ہو، اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ بار برداری کر تو کہتا ہے میں مرغ ہوں بار برداری کیسے کروں۔

ہم لوگوں کا بھی یہی حال ہے کہ جب اعمال کے کرنے کا ذکر آتا ہے تو ہم لوگ چودھویں صدی کے رہنے والے ناکارہ اور ضعیف بن جاتے ہیں، بھلا صحابہ کرام ؓ جیسے اعمال ہم سے کہاں ہو سکتے ہیں۔ وہ قوی لوگ تھے، وہ حضور ﷺ کے پاس بیٹھنے والے تھے، وہ خیر القرون کے افراد تھے، بھلا ان کی کیا حرص کر سکتے ہیں۔ دنیا دار ہیں، دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں، مجبوریاں ساتھ ہیں۔ لیکن جب ان حضرات کی ترقیات کا ذکر آتا ہے، ان کے ملکوں پر فتح اور قبضہ کا ذکر آتا ہے، ان کی عزت و وجاہت کا سماں بندھتا ہے تو ہم بھی مسلمان ہیں، حضور ﷺ کے نام لیوا ہیں، صحابہ ؓ کے جانشین ہیں، ان کے اخلاف ہیں اور ترقیات میں ان کی ہمسری کے خواب دیکھنے لگتے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ ایسے خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتے۔ اگر ہمیں ان ترقیات کی اُمنگ ہے تو ان کے سے اعمال کر کے ان ثمرات کا اُمیدوار بننا چاہیے۔ لوبیا بو کر سیب کا پھل آنے کی امید کرنا سراسر حماقت ہے۔

بس اب وقت ختم ہو چکا ہے، رویت ہلال کا وقت قریب ہے، دعا کرو کہ حق تعالیٰ شانہ مجھ ناکارہ کو بھی ان حضرات اکابر کے اُسوہ سے کچھ حصہ نصیب فرما دیں۔ میری مثال اس ساری تحریر میں اس نابینا کی ہے جو چراغ ہاتھ میں لیے دوسروں کو کہتا ہے کہ روشنی کے فوائد حاصل کرو، اور بے چارہ خود محروم ہے۔ ”وَ مَا اسۡتَقَمۡتُ فَمَا قَوۡلِیۡ لَکَ اسۡتَقِمۡ“

اس کے علاوہ میں نے جو کچھ لکھا ہے میرا خیال ہے کہ سب اشکالات کے لیے مجملاً کافی ہے اور سب امور کا اس میں حل ہوگیا ہوگا، لیکن یہ میرے ناقص خیالات ہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ سب اس کو قبول کریں اور مانیں، اگر سمجھ میں آئے بہتر ہے، قبول کرلیں ورنہ کالائے بد بریش خاوند۔ و ما توفیقی الا باللہ۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَۃً مِنْ عِنْدِکَ وَ ارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ. وَ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی عَلٰی اَفْضَلِ خَلْقِہٖ سَیِّدِ الْبَشَرِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَتْبَاعِہٖ حَمَلَۃِ الدِّیْنِ الْمَتِیْنِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. فقط والسلام، زکریا عفی عنہ کاندھلوی۔

حضرت حسن البنّا شہیدؒ کی پُرسوز نصیحتیں

حالات کیسے ہی ہوں جب اذان کی آواز تمھارے کانوں میں پڑ جائے تو نماز کے لیے اُٹھ کھڑے ہو جاؤ۔

تم قرآن مجید کی تلاوت کرو یا اس کا بغور مطالعہ کرو یا اسے کسی دوسرے سے سنو، بہرحال تم اپنے وقت کا کوئی بھی حصہ بے فائدہ کام میں صرف نہ کرو اور قرآن مجید سے اپنے گہرے تعلق اور وابستگی کا ثبوت دو۔

فصیح اور صاف ستھری عربی زبان میں گفتگو کرنے کی کوشش کرو کیونکہ یہ کام بھی شعائرِ اسلام میں سے ہے۔

خواہ کسی نوعیت کا معاملہ ہو تم اس میں زیادہ بحث و مجادلہ سے کام نہ لو کیونکہ بحث و مجادلہ سے بہتر نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

زیادہ نہ ہنسو، جو دل اللہ حق جل مجدہ سے وابستہ ہوتا ہے وہ بے حد پرسکون اور غرقِ طمانیت ہوتا ہے۔

مسخرہ پن اختیار نہ کرو، مجاہد اور محنتی قوم سنجیدگی کے سوا کسی چیز سے آشنا نہیں ہوتی۔

سننے والے کی ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرو ورنہ اس میں رعونت بھی ہوگی اور دوسروں کے لیے اذیت بھی۔

لوگوں کی غیبت اور جماعتوں پر طعن تشنیع سے بچو اور بھلی بات کے سوا تمھاری زبان سے کوئی لفظ نہ نکلے۔

جس رفیق سے بھی تمھاری ملاقات ہو تم اس سے اپنا تعارف کراؤ، خواہ اس نے اس خواہش کا اظہار کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ اسلامی دعوت کی بنیاد محبت اور تعارف پر استوار ہے۔ حدیث میں بھی صراحتاً اس طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

اوقات کم اور فرائض زیادہ ہیں۔ فرائض کی ادائیگی میں رفقاء کا تعاون کرو تا کہ وہ وقت کو زیادہ سے زیادہ کام میں لاسکیں اور اگر تمھارے اوپر کوئی ذمہ داری ہے تو اسے جلد سے جلد اور حسن وخوبی کے ساتھ ادا کرنے کے لیے سرگرم ہو جاؤ۔ (چراغِ راہ، ص: ۳۴۱)

حضرت نعمت اللہ خاں جھنڈا نگری نیپالی کو والد کی وصیت

میں اپنی زندگی میں مسجد کی تعمیر نہ کرسکا، مگر اس نیک کام کے لیے تین سو روپئے گھر کے فلاں گوشہ میں مدفون ہیں ان سے تم مسجد تعمیر کردینا نیز دوسرے گوشہ میں سات سو روپئے کی رقم رکھی ہے یہ تم تینوں بھائیوں کے لیے ہے اس سے تم سب اپنے کاروبار کو فروغ دینا۔

(ماہنامہ السراج، مئی ۲۰۰۰ء)

مولانا عبدالرؤف کو زمانۂ طالب علمی میں دادا نعمت اللہ کی وصیت

(۱) تم کو چاہیے کہ اپنا کام محنت اور نہایت دلچسپی سے انجام دو۔

(۲) ہر کام میں سادگی وکفایت شعاری کا خیال رکھو کسی قسم کی نزاکت وتکلف کا خیال تک نہ آئے۔

(۳) استاد اور بزرگوں کا ادب کرو۔ استاد صاحبان کا بڑا درجہ ہے، ان کے ادب و خدمت کا خیال رہے۔

(۴) کتب بینی کا مشغلہ زیادہ رہے۔

(۵) ساتھیوں کے ساتھ میل محبت اور اخلاق ومحبت سے پیش آؤ۔

(۶) باادب بانصیب بے ادب بے نصیب

(۷) ہر ایک سے اخلاق ومحبت سے پیش آ ؤ۔ کتب بینی اپنا فرض منصبی کام سمجھو۔

مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری کی وصیت بسلسلہ مدرسہ سراج العلوم

مدرسہ کے سارے احوال و کوائف کو دیکھتے ہوئے مجھ کو صحیح طور پر اندازہ ہے کہ اس مدرسہ کے ساتھ پرخلوص تعلق اہلِ خاندان ہی کو ہوسکتا ہے اور ہونا چاہیے اس لیے تمام اہلِ خاندان سے عرض ہے کہ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر کی جائداد کو وقف کردیا اور اس پر متولی اپنے خاندان کے بڑے کو مقرر کیا اور فرمایا: یَتَـوَلّٰی لَهَا اَکَابِرُ وُلْدِ عُمَرَ (سیرۃ عمر لابن الجوزی و مسلم شریف، جلد ثانی، ص: ۴۱) ابن عمر کی اولاد میں جو بڑا ہے وہی اس وقف کا متولی رہے گا۔ اس سیرتِ فاروقی کی روشنی میں میری وصیت ہے کہ اس وقف کی نگرانی اور مدرسہ پر جو وقف کا مال خرچ کیا جائے گا اس کی نگرانی اور تولیت خاندان میں رہے گی اور ایک منظّم کمیٹی کے ذریعے انجام پائے گی، خاندان کے لوگوں کو اس میں بھرپور حصہ لینا چاہیے۔ کیونکہ یہ پودا ان کے اجداد کا لگایا ہوا ہے اور اس کی آبیاری بھی انھیں لوگوں کے ذمہ ہے۔ اللہ سب کو توفیق دے، آمین۔ (ماہنامہ السراج، مئی ۲۰۰۰ء)

مولانا عبدالستار صاحب معروفی

(ولادت: ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء۔ وفات: ۲۲ رجب ۱۴۱۴ھ/ ۶ جنوری ۱۹۹۲ء بروز پنج شنبہ)

(تاریخ ولادت: چراغ حسن - ۱۳۲۲ھ ...... فروغ حسن - ۱۴۱۴ھ)

(۱) ترکِ تقلید آزادی اور بے راہ روی پیدا کرتی ہے۔

(۲) بہادر بنو بہادر آدمی جھوٹا نہیں ہوتا۔

(۳) سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے بھی خوف مت کرو۔

(۴) محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی کتابیں بھی مطالعہ میں رکھو۔

(۵) علم حدیث میں مجھے جتنا نفع محدث جلیل کی کتابوں سے ہوا کسی سے نہیں ہوا۔

(۶) تحصیلِ علم کے بعد علم کی گہرائی میں غوطہ لگاؤ۔ لاملغی (بے کار) مت بنو۔

(۷) علم کے بعد دین بزرگوں کی صحبت میں حاصل کرو۔ (اقوال سلف، ۶/ ۲۲۱)

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی

(ولادت: ۱۳۴۳ھ۔ وفات: ۱۲/رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۸/نومبر ۲۰۰۱ء)

دورانِ تراویح حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی کی نگرانی میں غسل دیا گیا اور قبل نمازِ وتر جنازہ مسجد نبوی میں پہنچا دیا گیا، چنانچہ نمازِ وتر کے بعد امام حرم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ لاکھوں مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کی اور حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے قریب تدفین ہوئی۔ نَوَّرَ اللّٰهُ مَرَاقِدَهُمْ وَ بَرَّدَ اللّٰهُ مَضَاجِعَهُمْ

ملفوظات...... مرتبہ صاحبزادہ مولانا عبداللہ البرنی المدنی مدظلہ

(۱) فرمایا: مخلوق کو راضی رکھنے کی فکر نہ کرو، بلکہ خالق و مالک کو راضی رکھو، جس نے وجود بخشا اور زندگی دی ہے۔ آج کل لوگ مخلوق کو راضی کرنے کے لیے خالق و مالک کی نافرمانی کرتے ہیں۔ صرف اس لیے ڈاڑھی منڈاتے اور پتلون پہنتے ہیں کہ کوئی انھیں ملا نہ سمجھے، بیوی کو اس لیے پردہ نہیں کراتے کہ کوئی دقیانوسی نہ کہہ دے۔ بس اتنی سی بات کے لیے اللہ کی نافرمانی کرنے کیلئے تیار ہیں۔ ارے مخلوق کی بھی کوئی حیثیت ہے، جسے اللہ کی نافرمانی کر کے راضی کیا جائے۔ صرف خالق و مالک کو راضی کرو اس کو راضی رکھتے ہوئے جو راضی ہو جائے ٹھیک ہے۔

(۲) فرمایا: علماء سابقین میں اخلاص تھا۔ ان حضرات میں سے جو شخص اپنے اجتہاد کی وجہ سے کسی دوسرے کا موافق نہ ہوا اس نے دوسرا مسلک اختیار کر لیا، جو اسے راجح معلوم ہوا۔ لیکن اپنے ہم عصر یا سابق مجتہدین کی عزت برقرار رکھتے ہوئے اور انھیں رحمت کی دعا دیتے ہوئے اور یہ واضح کرتے ہوئے کہ ہم نے غیر منصوص امور میں اجتہاد کیا ہے۔ اس لیے ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری سمجھ میں جو آیا ہے وہی صحیح ہے ان حضرات کے پیش نظر محض اللہ تعالیٰ کی رضا تھی نہ عوام ان کے پیش نظر تھی کہ ان کے لیے حرام کو حلال کر دیں اور نہ حکومتوں سے ان کا گٹھ جوڑ تھا کہ ان کے لیے تحلیل حرام کا ارتکاب کریں۔

ان حضرات میں اخلاص اور تقویٰ تھا اور سارا عمل رضائے مخلوق سے بالاتر تھا، نہ انھیں دشمن استعمال کر سکتے تھے، نہ اصحاب اقتدار خرید سکتے تھے۔ نہ وہ اپنی شان بڑھانا چاہتے تھے، نہ

شہرت کے طالب تھے۔

(۳) فرمایا: انسان کے اندر حب جاہ کا جذبہ یہاں تک ہے کہ جو کام نہ کیا ہو، اس پر بھی اپنی تعریف چاہتا ہے، اسی کو قرآن مجید میں فرمایا ﴿وَ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا﴾ اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انھوں نے نہیں کیے۔ یہ بات قرآن مجید میں یہودیوں کے بارے میں فرمائی گئی ہے، مگر اس مرض میں بہت سے مسلمان بھی مبتلا ہیں۔

(۴) فرمایا: عدم الریاء کے دعوے میں بھی 'ریا' ہوتی ہے، تنہائی میں عمل کر کے لوگوں سے کہتے ہیں کہ الحمدللہ بڑی پابندی سے اتنے برس سے یہ عمل جاری ہے، لوگوں کو دکھانا تھوڑا ہی ہے، جو سامنے کیا جائے اس کا ڈھنڈورا پیٹا جائے۔ دیکھو ریاکاری سے بیزاری ظاہر کرنے میں دوہری ریاکاری کر گئے، ایک تو عمل ظاہر کر دیا کہ اتنے عرصہ سے پابندی کر رہا ہوں اور دوسرے یہ کہہ دیا کہ میں ریاکار نہیں ہوں، (اس لیے میرے اخلاص کے معتقد بن جاؤ۔)

(۵) فرمایا: حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کی عمر دے دی اس کے لیے عذر کا کوئی موقع نہیں چھوڑا، (یعنی اس عمر تک آدمی کو اپنی اصلاح ضرور کر لینی چاہیے،) ساٹھ سال کی زندگی بہت ہوتی ہے، اس میں انسان دادا، پڑدادا بن جاتا ہے، دنیا کماتا ہے، ہزاروں کی ریل پیل میں مشغول ہوتا ہے، دنیا کے لیے چاق و چوبند، بیدار مغز، فکر منداور آخرت سے غفلت یہ بڑی بے وقوفی ہے۔

سورۂ فاطر آیت ۳۷ میں فرمایا: ﴿وَ هُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ﴾ اور لوگ دوزخ میں چیخ و پکار کرتے ہوئے یوں کہیں گے: "اے ہمارے رب! ہمیں نکال دیجیے ہم جو اعمال کیا کرتے تھے، اب ان کے علاوہ عمل کریں گے اور وہ نیک عمل ہوں گے"۔) اس کے جواب میں ارشاد ہوگا: ﴿اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا یَتَذَكَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِیْرُ﴾ (سورۂ، آیت: ۳۷) (کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر لیتا اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا۔)

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ نذیر (ڈرانے والے) سے سفید بال مراد ہیں۔ جب

سفید بال آ گئے تو آخرت کی فکر بہت زیادہ کرنی چاہیے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ 'نذیر' سے اولاد کی اولاد مراد ہے۔ سمجھ لو کہ اب چل چلاؤ ہے۔ اگلی زندگی کی فکر زیادہ کریں۔

(٦) فرمایا: کیا ہی مبارک ہیں وہ لوگ جو قرآن وحدیث کی تعلیم و تدریس میں مشغول ہیں۔ یا کسی بھی اعتبار سے دینی کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان جب دنیا میں آیا ہے تو اسے کچھ تو کرنا ہی ہے اور کسی نہ کسی کی خدمت میں تو لگنا ہی ہے۔ کوئی اپنی خدمت میں مشغول ہے، بناؤ سنگھار کپڑوں کی استری، گھر کی آرائش اور زیبائش میں لگا ہوا ہے۔ کوئی زمین کی خدمت کرتا ہے، بوتا ہے اور جوتتا ہے۔ کوئی بکریاں چراتا ہے، کوئی اونٹوں میں مشغول ہے، کوئی دفتر میں چپراسی ہے، کوئی جوتوں میں پالش کا کام لیے بیٹھا ہے، کوئی کپڑے سی رہا ہے کوئی گورنر ہے، مگر وہ بھی نوکر ہے، کوئی وزیر ہے، وہ بھی عوام کی خدمت کا لیبل لگائے ہوئے ہے۔ کچھ لوگ گاڑیاں دھور ہے ہیں، مکینک ہیں، گاڑیوں کے نیچے لیٹ کر مرمت کر رہے ہیں، حد یہ ہے کہ دنیا میں فضلہ اٹھانے والے بھی ہیں، بلدیہ کے ملازم سڑکوں پر جھاڑو دے رہے ہیں، اور بہت سے لوگ اسی دنیا میں کتوں کو نہلانے پر اور بہت سے لوگ خنزیروں کے چرانے پر مامور ہیں، اور یہ سب کچھ دنیاوی ضروریات پورا کرنے کیلئے ہے، بہت سے بندے وہ ہیں جو اللہ کی کتاب پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں، نمازیں سکھاتے ہیں لوگوں کو اللہ کی یاد میں مشغول کرتے ہیں، بہت سے لوگ حدیث وفقہ کا درس دیتے ہیں، اللہ کی مخلوق کو احکام ومسائل بتاتے ہیں۔

اور بہت سے حضرات خانقاہوں میں فروکش ہیں، یہ تزکیۂ نفوس کا کام کرتے ہیں اور کثرتِ ذکر کی تلقین کرتے ہیں، بہت سے حضرات مسجدوں کی امامت اور خطابت میں اور بہت سے حضرات اذان دینے کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، یہ حضرات اللہ کے دین کے خادم اور دین کی دعوت اور اشاعت میں مشغول ہیں۔

میں اپنے لڑکوں سے کہتا ہوں کہ اللہ کے دین کی خدمت میں لگے رہو، خدمت تو کرنی ہی ہے، پھر اعلیٰ خدمت کو کیوں نہ اختیار کیا جائے جس میں دنیا اور آخرت کی خیر ہے اور یہی مومن کا مقصود حیات ہے۔

میں علمِ دین حاصل کرنے والے طلبہ سے کہتا ہوں کہ تم نہایت عمدہ مشغولیت میں ہو، اگر

قرآن وحدیث کی خدمت میں مشغول نہ ہوگے تو کسی نہ کسی کی خدمت تو کرنا ہی ہوگی۔بعض طالب علموں نے درمیان میں چھوڑ دیا، پھر دنیا اور اہل دنیا کی خدمت میں لگنا پڑا۔ایسی سینکڑوں نظیریں نظروں کے سامنے ہیں۔

(۷) فرمایا: بعض لوگ اپنے بچوں کو قرآن وحدیث نہیں پڑھاتے اور کہتے ہیں، کیا اپنے بچوں کو ملاّ بنانا ہے اور مسجد کی روٹیاں کھلانا ہے؟ یہ لوگ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے نام پر نام رکھنے پر تو فخر کرتے ہیں لیکن حضرت بلال کا جو کام تھا یعنی اذان دینا اس کام میں اپنی اولاد کو لگانا عار سمجھتے ہیں۔امامت وخطابت۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین میں حضرات ابو بکر و عمر و عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا کام تھا۔اس کام سے اپنی اولاد کو بچاتے ہیں اور اپنے متعلقین کو مسجد کی روٹیاں کھانے کا طعنہ دیتے ہیں، مگر سمجھ لو!

مسجد کی روٹیاں کھانا رشوت، سود اور حرام کاروبار کے پیسہ سے روٹیاں کھانے سے کہیں بہتر ہے، جب لوگ اپنی اولاد کو مسجد سے دور رکھتے ہیں تو زندگی بھر وہ دوری رہتی ہے۔

(۸) فرمایا: ذکر و فکر، صبر و شکر مومن کی زندگی کی گاڑی کے پہیے ہیں۔اللہ کی یاد میں بھی لگا رہے اور ترقئ درجات کے لیے بھی فکر مند رہے۔تکلیف پر صبر بھی کرے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار رہے۔

(۹) فرمایا: دنیا دار المصائب ہے، صبر کے بغیر زندگی گزارنے کا کوئی راستہ نہیں۔بس اتنا فرق ہے کہ مومن صبر کا ثواب بھی حاصل کر لیتا ہے اور کافر کو یہ بات نصیب نہیں ہوتی اور جو شخص مدعئ اسلام ہو لیکن بے صبرا ہو، مصیبت کے وقت واویلا کرتا ہو، اجر و ثواب کی امید نہ رکھتا ہو، وہ بھی ثواب سے محروم رہتا ہے، اور درحقیقت مصیبت زدہ وہی ہے جسے تکلیف بھی پہنچی اور ثواب بھی نہ ملا۔اسی کو فرمایا ہے: اِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ. یعنی درحقیقت مصیبت زدہ وہی ہے جو ثواب سے محروم ہے۔

(۱۰) فرمایا: تکلیف کے وقت صبر بہت کڑوا ہوتا ہے، لیکن اس کا نتیجہ میٹھا نکلتا ہے، اردو میں تو مثل مشہور ہے کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔عربی میں بھی کسی نے کہا ہے ''اَلصَّبْرُ اَمَرُّ مِنَ الصِّبْرِ وَ اَحْلٰی مِنَ الثَّمَرِ'' (صبر ایلوے سے زیادہ کڑوا ہے اور پھل سے زیادہ میٹھا ہے۔)

درحقیقت مومن سے زیادہ کوئی آرام وراحت میں نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر پر راضی رہتا ہے اور ہر حالت میں ثواب کا امیدوار رہتا ہے، طبعی طور پر اگر کسی بات پر رنج ہو تو عقلی اور ایمانی طور پر اس کا دفاع ہو جاتا ہے اور اس طرح اس کی مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے۔

(۱۱) فرمایا: جب سے رواجی تصوف رہ گیا ہے اور مقاصد نظروں سے اوجھل ہو گئے تو خالص دنیا دار بھی پیر بن گئے۔ سلسلۂ خلافت اپنی نسل میں باقی رکھنے کی بنیاد پر ڈاڑھی منڈے بھی خلیفہ ہونے لگے۔ خلافِ شرع لباس پہنے ہوتے ہیں مگر خلیفہ ہیں، اپنے باپ کے مریدوں میں جاتے ہیں، سالانہ گشت کرتے ہیں اور اموال غصب کر کے لے آتے ہیں، دینے والوں کا دل تلملاتا رہتا ہے اور یہ وصول کر لے آتے ہیں، جو نہ شریعت میں جائز ہے، نہ طریقت میں، یہ طریقے ایسے لوگوں کے سلسلوں میں جاری ہیں جو خالص دنیا دار ہیں، پیسے گھسیٹنے کے لیے پیر بنے ہیں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ۔

(۱۲) فرمایا: الحمد للہ ہمارے اکابر کے یہاں ایسے سلسلے نہیں ہیں، ان کے یہاں سب کچھ شریعت ہی ہے، طریقت شریعت پر ہی چلنے کے لیے ہے، حضرت مولانا گنگوہی کی خانقاہ اب تک موجود ہے، آپ کی وفات کو نوے سال ہو رہے ہیں، لیکن گدّی نہیں چلائی، دوسروں کو خلافت دی، اپنے بیٹے کو خلافت نہیں دی۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے تو باقاعدہ وصیت نامہ میں لکھ دیا کہ میرا کوئی جانشین نہیں ہے۔

(۱۳) فرمایا: دراصل طالبِ دنیا کا اور طریقہ ہے اور طالب حق کی زندگی گزارنے کا طریقہ اور ہے۔ یعنی اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہوتی ہے، اپنی شہرت، اپنی عظمت چمکانا، اپنا معتقد بنانا مقصود نہیں ہوتا، جس کے سامنے حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی ہے، وہ اپنی ذات کو کچھ بھی حیثیت نہیں دے سکتا، جو مصنوعی پیر ہیں وہ تو اپنے کو سجدہ کراتے ہیں اور اپنے باپ داداؤں کی قبروں کا طواف کراتے ہیں، جو سراپا شرک ہے۔ حالاں کہ شریعت وطریقت خالص اللہ کی توحید دل میں بسانے کیلئے اور اللہ کی عبادت اور اللہ کا ذکر قلوب میں رچانے کیلئے ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جب فارس کی جنگ میں شریک ہوئے تو فارس کے سپہ سالار نے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ”ہم اس لیے آئے ہیں

کہ بندوں کو اللہ کا بندہ بنادیں'' جو پیر اپنے کو سجدہ کراتا ہے اور اپنی عظمت کا سکّہ قائم کرتا ہے تو ایسا شخص خود ہی اللہ کا مقبول بندہ نہیں ہے، وہ دوسروں کو اللہ تک کیا پہنچائے گا۔

آپ کی متعدد تصانیف ہیں، ان میں انوار البیان فی کشف اسرار القرآن بھی ہے جو نہایت واضح و آسان زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ اس حقیر کو بہت پسند ہے۔ جس کو یہ حقیر مسجد وصی آباد، الٰہ آباد میں ہر جمعرات کو بعد نماز فجر سناتا بھی ہے۔ (اقوالِ سلف)

مولانا ابوالکلام آزادؒ

۱۔ اپنے مخالفوں کی تحسین کیا کرو کہ یہ ان کے لیے سب سے بڑی سزا ہے۔

(ابوالکلام آزاد- شورش کاشمیری، ص:۱۰۲)

۲۔ میں اعتقادِ توحید و رسالت اور عملِ صالح کو نجات کے لیے کافی سمجھتا ہوں، اس کے سوا مجھے اور کچھ معلوم نہیں۔ قرآن کریم مسلمانوں کا حقیقی امام ہے۔ ﴿وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ﴾ (سورۂ یٰسین، آیت:۱۲) (الہلال، ج:۴، نمبر ۱، ۲۴، شورش، ص:۶۲)

۳۔ جو رسوم و زوائید عوام کے فلاحی عقائد میں داخل ہو گئے ہیں ان کی اصلاح کا یہ طریقہ نہیں کہ ہم عوام کے جذبات کو مشتعل کریں۔ اس سے اصلاح نہیں ہوسکتی بلکہ اور نئی اجتماعی مضرتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ چاہیے کہ نہایت صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔ جذبات کو بلاضرورت ٹھیس نہ لگے۔ اشتعال انگیز صورت نہ ہو۔ حریفانہ نزاع کی شکل حتی الامکان پیدا نہ کی جائے۔ بیان میں سختی و گرمی نہ ہونی چاہیے۔ تعین و تسمید کے ساتھ رد و طعن بالکل نہ کی جائے۔ عملاً ایسی فضاء پیدا کرنی چاہیے اور ایسے وسائل اختیار کرنے چاہئیں کہ خود بخود ان اعمال کی شگفتگی و رونق و محبوبیت ماند پڑ جائے اور اس میں کشش و دِلربائی باقی نہ رہے۔ (آزاد کی کہانی، ص:۹۲)

۴۔ قرآن تمام گمشدہ سچائیوں کا احیاء اور صداقتِ ربانی کا آخری صحیفہ ہے۔ اس کی تعلیمات معاشرۂ انسانی کی فلاح و نجات کے لیے قطعی ہیں اور وہ تمام انسانوں کو ایک اللہ کی چوکھٹ پر لانے کی دعوت ہے۔ حضرت خاتم النّبیین ﷺ کا اُسوۂ حسنہ معاشرۂ انسانی کے لیے حجتِ قاطع اور ہدایتِ اکمل ہے۔ (شورش، ص:۶۲)

۵۔ ایک معمولی شد بد کا مسلمان بھی قرآن وسیرت کے مطالعے سے اصل اسلام کی تہہ کو پہنچ سکتا ہے۔ ساری خرابی مسلمانوں نے عمل میں پیدا کرلی ہے۔ عملِ صالح سے دستبردار ہوکر انسان معاشرے میں اصلاح وانقلاب کے دروازے بند کرلیے ہیں اور اس کے ذمہ دار اکثر علماء ومشائخ ہیں۔ (شورش، ص: ۶۳)

۶۔ چند عالمگیر سچائیاں ہیں جنھیں اختیار کرنے سے آدمی بڑا بن جاتا ہے۔

(طلبہ کی جماعت میں آدمی بڑا کیونکر بنتا ہے۔)

۷۔ جو شخص سچائی سے محروم ہو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ راست گفتاری اور راستبازی اللہ کی غیر مترقبہ نعمت ہیں۔ جو سچ بولتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہوتا ہے اور اس کا دل ہمیشہ مطمئن رہتا ہے۔ سچائی پیغمبروں کا شعار ہے۔ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو اس سے بہرہ مند کرتا ہے جو اس کے خوف سے اپنے دل کو روشن رکھتے اور اس کے ذکر سے زبان کا جادو لگاتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بار بار جھوٹے پر لعنت کی ہے۔ عالمی تجربہ بھی یہی ہے کہ جھوٹ ہمیشہ حسرتوں اور شکستوں کا شکار ہوتا اور ذہنی ویرانیوں کو جنم دیتا ہے۔ سچائی ایک طاقت ہے جو کسی لشکر سے مسخر نہیں ہوتی اور اس کے لیے کسی دَور میں کوئی زوال نہیں ہے۔ (شورش-۶۴)

۸۔ ایک روشن دل ودماغ کا آدمی اپنی زبان پر کبھی غیر شائستہ الفاظ نہیں لاتا۔ وہ الفاظ جن پر کھردراپن ہو اور مقصود کسی کی اہانت یا تضحیک ہو ان سے طبیعت کی نفاست مجروح ہوتی ہے اور سماعت کا حسن مغموم ہوتا ہے۔ (سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو فرمایا) (شورش-۶۵)

۹۔ مناظرہ سے فائدہ کسی کو نہیں پہنچتا۔ نہ مذہب کو نہ جماعت کو، نہ ملک کو اور نہ ملت کو۔ اس سے یقین گھٹتا اور اضطراب بڑھتا ہے۔ لوگ تماشائی ہوجاتے ہیں۔ مناظرہ کیا ہے چرب زبانی ہے۔ انسان ایک دوسرے کے معتقدات کے متعلق ادب کے حدود پھاند جاتا ہے، جو لوگ اس کے رسیا رہتے ہیں وہ عموماً عمل کی تھاہ سے محروم ہوتے ہیں۔ مناظرے سے سکوت بہتر ہے۔ (شورش، ص: ۸۳)

۱۰۔ تنہائی خواہ کسی حالت میں آئے اور کسی شکل میں میرے دل کا دروازہ ہمیشہ کھلا پائے گی۔

جب کبھی قید خانے میں سنا کرتا ہوں کہ فلاں قیدی کو قید تنہائی کی سزا دی گئی ہے تو حیران رہ جاتا ہوں کہ تنہائی کی حالت آدمی کے لیے سزا کیسے ہوسکتی ہے۔ اگر دنیا اس کو سزا سمجھتی ہے تو کاش ایسی سزائیں عمر بھر کے لیے حاصل کی جاسکیں۔ (غبارِ خاطر، مکتوب ۲۹، اگست ۱۹۴۲ء۔ شورش، ص: ۷۵)

۱۱۔ میں نے لوگوں کے عیب چننے کے بجائے ہمیشہ خوبیاں تلاش کی ہیں۔ جو لذّت حسن تلاش کرنے میں ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں۔ محاسن کی ڈھونڈھی سے آدمی اپنے محاسن کو بڑھا اور چمکا سکتا ہے۔ (شورش، ص: ۶۸)

۱۲۔ زندگی نہ بھڑک اُٹھنے کا نام ہے نہ بجھ جانے کا بلکہ سُلگتے رہنا ہی زندگی کا نام ہے۔ معاملہ سخن گسترانہ ہو تو ٹھیک ہے، لیکن برائی کا جواب برائی نہیں۔ لوگوں کی اپنی زبان ہے، وہ ہماری زبان نہ ہونی چاہیے۔ اگر سب وشتم بھی زبان ہے تو پھر قومی اخلاق کا خدا حافظ ہے۔ اس سے کوئی عمدہ فصل تیار نہ ہوگی۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہنے دو۔ انھیں شاید حق پہنچتا ہے لیکن اپنی زبان کو آلودۂ دشنام نہ کرو۔ کبھی سخت وسنگلاخ الفاظ سے قومی معاملات حل نہیں ہوتے۔ میں جانتا ہوں آپ لوگوں کو مجھ سے اخلاص ہے لیکن اخلاص وارادت کی راہیں دوسری ہیں، طیش و غصّہ نہیں۔ جن لوگوں کو جذبات نے اندھا کر دیا ہے جو دماغ کے بجائے پیٹ سے سوچ رہے، اور دل کی جگہ زبان سے محسوس کر رہے ہیں انھیں ایک دن اس کا شدید احساس ہوگا اور تب وہ اپنے ہی تجربوں سے تاریخی سبق حاصل کر لیں گے۔ بہر حال یہ بات حلق سے نیچے نہیں اُترتی ہے کہ آپ برہنہ دماغوں اور آوارہ زبانوں کے سامنے باز رہیں۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو کہا

شاہ جی خطابت آپ کو عطیۂ الٰہی ہے اور جو چیز عطیۂ الٰہی ہو اس میں درشتی نہ ہونی چاہیے۔ جو لوگ حریف بذلہ نہیں ان کے ذکر سے اجتناب ہی بہتر ہے۔ طعن وطنز کمزور انسانوں کی بیمار زبانوں کا ہذیان ہیں۔ آپ ماشاء اللہ خطابت کے سمندروں سے موتی نکال لاتے ہیں۔ آپ کو ان چھوٹی موٹی ندیوں سے کیا نسبت؟ جو صرف سنگریزے اگلتی اور ریت پھنکتی ہے۔

مخالفوں سے سلوک

۱۳۔ فرمایا: وہ لوگ جنھیں قدرت محاسن ومحامد سے نوازتی ہے ان کے مخالف ضرور

ہوتے ہیں۔لیکن ایسے حریف لائقِ اعتناء نہیں ہوتے۔انھیں جواب دینے سے جواب نہ دینا ہی بہتر ہے۔آدمی مخالفوں سے اُلجھ کر کچھ پاتا نہیں کھوتا ہے۔لڑائی افراد سے نہیں نظریات سے ہونی چاہیے۔جو اصول کے بجائے آدمیوں سے لڑتے ہیں وہ اپنے افکار و نتائج کو خود گزند پہنچاتے ہیں۔

فرمایا: مخالفوں سے ذاتیات کی جنگ میں ہجو ملیح یا ہجو قبیح مزہ تو دیتی ہے مگر یہ ایک ایسا نشہ ہے جیسا بعض لوگ بھنگ پی کر سرور حاصل کرتے، افیون کھا کر سرشار ہوتے اور شیشۂ شراب اُٹھا کر ماورائے کائنات چلے جاتے ہیں۔ ادھر نشہ اُترتا تو اُبکائیاں آنے لگتی ہیں۔ پھر وہ دن سرعت سے آتا ہے جب محسوس ہوتا ہے کہ صحت کی دیوار گر چکی ہے اور اعضاء ساتھ نہیں دے رہے ہیں۔

مسلمانوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ نسخۂ شفا ہے۔ دشمنوں سے کیا سلوک ہونا چاہیے وہ سب حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں ہے۔ اس کے بعد کسی مدرسہ سے سبق لینے کی ضرورت نہیں۔آپؐ کا اتباع ہی اس مرض کا علاج ہے۔

میں نے اپنے حریفوں سے اعتنا ہی نہیں کیا۔لوگ دین کی مسند پر بیٹھ کر ژاژ خالی کرتے ہیں۔ سیاست تو دنیوی چیز ہے اور اس کی مثال میکدے کی سی ہے۔ جام ہی نہیں ٹکراتے، عمامے بھی اُچھالتے ہیں۔مخالفوں کو جواب دینے کا مطلب ہے کہ ہم نے انھیں تسلیم کرلیا۔اور یہ عشق مقصد کی نفی ہے۔ (شورش، ص: ۹۷)

مسلمانوں کے لیے نسخۂ کیمیاء

۱۴۔ عزیزو! میرے پاس مسلمانوں کے لیے نسخۂ کیمیاء ہے۔ وہی پرانا نسخہ ہے جو برسوں پہلے کا ہے، وہ نسخہ جس کو کائناتِ انسانی کا سب سے بڑا محسن لایا تھا۔ وہ نسخہ ہے قرآن کا۔ یہ اعلان: ﴿وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۂ آلِ عمران، آیت: ۱۳۹)۔آج کی صحبت ختم ہوگئی۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ میں اختصار کے ساتھ کہہ چکا۔ پھر کہتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں، اپنے حواس پر قابو رکھو، اپنے گرد و پیش اپنی زندگی خود فراہم کرو۔ یہ منڈی کی چیز نہیں کہ تمھیں خرید کر لا دوں۔ یہ تو دل کی دکان سے اعمالِ صالحہ کی نقدی دستیاب ہوسکتی ہے۔والسلام (بیس بڑے مسلمان، ص: ۷۵۸)

دنیا گو نہیں بدلی مگر دنیا کی ہر چیز کا غلاف بدل گیا ہے

۱۵۔ دراصل یہی ہمارا جرمِ حقیقی ہے کہ قرآن نامی ایک کتاب ہے جسے ہم ترک نہیں کر سکتے۔ مسلمان کا یہی وظیفہ ہے کہ جس سچائی کا اسے علم و یقین دیا گیا ہے، ہمیشہ اس کا اعلان کرتا رہے اور ادائے فرض کی راہ میں کسی آزمائش اور مصیبت سے نہ ڈرے۔ علی الخصوص کہ جب ایسا ہو کہ ظلم و جور کا دَور دَورہ ہو جائے اور جبر و تشدد کے ذریعہ سے اعلانِ حق کو روکا جائے تو پھر یہ فرض اور زیادہ لازمی اور ناگریز ہو جاتا ہے کیونکہ اگر طاقت کے ڈر سے لوگوں کا چپ ہونا گوارہ کر لیا جائے اور دو اور دو کو اس لیے چار نہ کہا جائے کہ ایسا کہنے سے انسانی جسم مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پھر سچائی اور حقیقت ہمیشہ کے لیے خطرہ میں پڑ جائے اور حق کے اُبھرنے اور قائم رہنے کی کوئی راہ نہ رہے۔

حقیقت کا قانون نہ تو طاقت کی تصدیق کا محتاج ہے نہ اس لیے بدلا جا سکتا ہے کہ ہمارے جسم پر کیا گزرتی ہے۔ وہ تو حقیقت ہے اور اس وقت بھی حقیقت ہے جب اس کے اظہار سے ہمارا جسم آگ کے شعلوں کے اندر جھونک دیا جائے۔ صرف اس لیے ہمیں قید کر دیا جائے گا۔ آگ میں ٹھنڈک اور برف میں گرمی پیدا نہیں ہو سکتی۔ (ص: ۷۶۰)

دعوت و اعلانِ حق

۱۶۔ دعوت و اعلانِ حق کا کام کرنے والوں کو اپنے لیے نہیں مگر اپنے کام کی عزّت کی خاطر بادشاہوں کی سی نظر اور کشورستانوں کا سا دماغ رکھنا چاہیے۔ جو لوگ اللہ کے دروازہ کے سائل ہیں دنیا میں کس کی ہستی ہے کہ وہ انھیں سامنے سائل دیکھ سکے۔ ان کی جیب میں ایک کھوٹا سکہ بھی نہ ہو لیکن ان کے دل میں وہ خزینہ مخفی ہے جس سے بڑے بڑے مغرور شہنشاہوں کو خریدا جا سکتا ہے۔

اگر دنیا میں ایسے لوگ ہیں جن کو چراغ کی روشنی دھندلی نظر آتی ہے تو یہ ان کی آنکھوں کا ضعف ہے جس کو دور کرنا چاہیے۔ ان کی خاطر چراغ گل نہیں کیے جا سکتے۔ (بیس بڑے مسلمان)

ہندوستان میں مسلمانوں کا موقف

میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ اسلام کی تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثے میں آئی ہیں۔ میں تیار نہیں ہوں کہ اس کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔ اسلام کی تعلیم، اسلام کی تاریخ، اسلام کے علوم وفنون، اسلام کی تہذیب میری دولت کا سرمایہ ہے اور میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں۔ بحیثیت مسلمان ہونے کے میں مذہبی اور کلچرل دائرے میں اپنی خاص ہستی رکھتا ہوں اور میں برداشت نہیں کرسکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ میں ایک اور احساس بھی رکھتا ہوں جسے میری زندگی کی حقیقتوں نے پیدا کیا۔ اسلام کی روح مجھے اس سے نہیں روکتی بلکہ وہ اس راہ میں میری رہنمائی کرتی ہے۔ میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی ہوں، میں ہندوستان کی ایک ناقابلِ تقسیم متحدہ قومیت کا ایک ایسا عنصر ہوں جس کے بغیر اس کی عظمت کا ہیکل ادھورا رہ جاتا ہے۔ میں اس کی تکوین و بناوٹ کا ایک ناگزیر عامل (factor) ہوں۔ میں اس دعویٰ سے کبھی دست بردار نہیں ہوسکتا۔

ہم اپنے ساتھ کچھ ذخیرے لائے تھے اور یہ زمین بھی اپنے ذخیروں سے مالامال تھی۔ ہم نے اپنی دولت اس کے حوالے کردی اور اس نے اپنے خزانے کے دروازے ہم پر کھول دیے۔ ہم نے اسے اسلام کے ذخیرے کی وہ سب س زیادہ قیمتی چیز دے دی جس کی اسے سب سے زیادہ احتیاج تھی۔ ہم نے اسے جمہوریت اور انسانی مساوات کا پیام پہنچا دیا۔

تاریخ کی پوری گیارہ صدیاں اس واقعے پر گزر چکی ہیں۔ اب اسلام بھی اس سرزمین پر ویسا ہی دعویٰ رکھتا ہے جیسا دعویٰ ہندو مذہب کا ہے۔ اگر ہندو مذہب کئی ہزار برس سے اس کے باشندوں کا مذہب رہا ہے تو اسلام بھی ایک ہزار برس سے اس کے باشندوں کا مذہب چلا آتا ہے، جس طرح ایک ہندو فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہندوستانی ہے اور ہندو مذہب کا پیرو ہے، ٹھیک اسی طرح ہم بھی فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہم ہندوستانی ہیں اور مذہب اسلام کے پیرو ہیں۔ (چراغ راہ، ص:۳۶۶)

مسلمانوں کے ملّی تشخص کا مسئلہ

۱۹۳۷ء میں یوپی میں جب پہلی بار صوبائی حکومت کی تشکیل ہوئی تھی تو اس وقت وزیر تعلیم سمپورنا نندجی نے اسمبلی میں تعلیم و کلچر کے موضوع پر حکومت کی پالیسی کی وضاحت کی تھی، اس کے ردعمل کے طور پر مولانا ابوالکلام آزادؒ (۱۹۵۸-۱۸۸۹ء) نے فرمایا تھا:

''اگر سمپورنا نندجی نے یوپی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ وہ تعلیم کے مسئلے میں ہندو مسلم کا امتیاز دیکھنا نہیں چاہتے اور نہ کلچر و تہذیب کے معاملے میں ہندو مسلم کا امتیاز پسند کرتے ہیں تو یقیناً انھوں نے ایک ایسا نظریہ پیش کیا ہے جو مسلمانوں کے لیے قابلِ قبول نہیں ہوسکتا۔ نہ تو کانگریس ہی کا یہ مقصد ہے اور نہ مسلمان ہی اس مقصد سے تا قیامت متفق ہوسکتے ہیں کہ ہندوستان سے مسلم تعلیم، مسلم کلچر اور مسلم تہذیب کے امتیازی اوصاف فنا ہوجائیں اور وہ ہندوستان کی متحدہ قومیت میں جذب ہوکر جرمن یا انگریز کی طرح ہندوستانی قوم کے سوا کچھ نہ رہیں۔

مسلمانوں کو صاف طور پر چلا کر اور پکار کر یہ اعلان کردینا چاہیے کہ وہ ہندویت میں جذب ہونے کے لیے ایک لمحہ کے واسطے بھی تیار نہیں۔ کانگریس میں شریک ہونے اور آزادی کی جدوجہد میں اپنے ہم وطنوں کے دوش بدوش چلنے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ مسلمان اپنے امتیازی ملّی خصائص کو خیرباد کہہ دیں اور ہندوستان کی متحدہ قومیت کے سمندر میں اپنے ملّی تشخص کو محو کر کے رکھ دیں۔ ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے اور نہ انشاء اللہ ہوگا۔''

مولانا آزادؒ نے ۱۹۴۰ء میں رام گڑھ کے اپنے خطبے میں اسی بات کو ایک دوسرے انداز سے بیان کیا تھا:

''..... میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ اسلام کی تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثے میں آئی ہیں۔ میں تیار نہیں کہ اس کا معمولی سے معمولی حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔ اسلام کی تعلیم، اسلام کی تاریخ، اسلام کے علوم وفنون، اسلام کی تہذیب میری دولت کا سرمایہ ہے اور میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں۔ بحیثیت مسلمان ہونے کے میں مذہبی اور کلچرل دائرے میں اپنی ایک خاص ہستی رکھتا ہوں اور میں برداشت نہیں کرسکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے۔'' (چراغِ راہ، ص: ۳۶۷)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

(ولادت: ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء وفات ۱۳۰۷ھ، بروز اتوار)

بندے کو چاہیے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے اس پنج روزہ زندگی میں رجاء وامید زیادہ رکھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں انس والفت اور محبت زیادہ بڑھے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (سورۂ زمر، آیت: ۵۳)

آپ کہہ دیجیے کہ اے میرے بندو جنھوں نے (کفر وشرک کرکے) اپنے اوپر زیادتی کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بالیقیں اللہ تعالیٰ تمام (گزشتہ) گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے خوف ودہشت اتنا ہی رہے کہ وہ ممنوعات کے ارتکاب اور مہلکات پر عمل کرنے سے باز رکھے اور مامورات ومعروفات کے بجالانے پر سرگرم کردے نہ یہ کہ خوف اتنا غالب ہوجائے کہ ربِ رحیم اور خالقِ کریم جو تمام عمر اپنے بندۂ شرمندہ سے لطف ورافت سے پیش آیا ہے اس کو دشمن سے زیادہ سخت سمجھنے لگے، اور اس قدر غلط فہمی میں مبتلا ہوجائے کہ دنیا میں تو اس کے ہاتھ سے محفوظ رہا مگر آخرت میں اس کے اختیار میں گرفتار ہوجاؤں گا جس کی وجہ سے مجھ پر عتاب ہوگا۔

نافہم واعظین عوام الناس کو اسی طرح ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو حق تعالیٰ سے ایسے ہی متوحش (دور) کردیتے ہیں۔

فرمایا کہ جو کچھ بھی موجود ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت میں ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ اس لیے کام کے انجام میں غور کرنا چاہیے اور چشمِ عبرت آخرت کے معاملے میں کھولنا چاہیے۔

در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست
مرد آخربیں مبارک بندہ ایست

یعنی ہر گریہ وزاری کے بعد ایک نہ ایک دن ہنسی وخوشی ہے اور انجام بیں بندہ مبارک بندہ ہے۔

تم چاہو یا نہ چاہو موت سے چارہ نہیں ہے اور تقدیر کے پنجہ سے رہائی ممکن نہیں ہے، بچہ مکتب جانے پر راضی نہیں ہوتا مگر اس کے ولی (ماں باپ) اس کو وہاں پہنچاتے ہیں، چاہیے کہ ہماری تمام تر توجہ و ہمت امورِ آخرت کی طرف مصروف ہو اور بہ مقتضائے بشریت دنیا کی طرف توجہ بقدرِ ضرورت ہو اور اس قدر توجہ میں کچھ مضائقہ بھی نہیں ہے اس لیے کہ یہ درحقیقت دنیا ہے نہیں بلکہ یہ منجملہ امورِ آخرت کے ہے۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کسی پر ایسا فضل فرمادیں کہ اس کے دل میں دنیا کا خطرہ بھی نہ گزرے اور کسب معیشت میں اس کو ذرا بھی رغبت نہ رہ جائے اور وہ ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہو جائے تو یہ ہمارے اور تمھارے قصد سے میسر نہ ہوگا۔ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۂ جمعہ، آیت:۴) ﴿وَ اللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۰۵)

فرمایا کہ اس وقت جس قدر دنیاداروں کی توجہ دنیا کی طرف ہے اسی قدر سلف صالحین کی توجہ آخرت کی طرف تھی اور جس قدر بے التفاتی اب کے لوگوں کی آخرت کے معاملہ میں ہے اسی قدر سلف صالحین کی بے توجہی دنیا کے معاملے میں تھی۔ اس سے اس زمانے کے لوگوں میں اور پہلے زمانے کے حضرات میں فرق کو سمجھا جا سکتا ہے۔ پس غربتِ اسلام اور دین سے تہی دستی کو بچشم خود دیکھ کر رونا چاہیے۔

نیز فرمایا کہ جب یہ لازوال باطنی دولت اور پائیدار اقبال مندی میسر نہ ہو ایسے شخص کی صحبت کو غنیمت کبریٰ سمجھ کر ضرور اختیار کرنی چاہیے جو اس شرف سے بہرہ ور اور اس شربت کے ذائقہ سے متمتع ہو چکا ہو۔

مگر افسوس کہ ایسے باکمال شخص کا وجود خواب وخیال سے زیادہ نہیں ہے۔

پس اگر اس نسبت کا حصول ممکن ہے تو اس طرح کہ سنت مطہرہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے، خصوصاً کتاب 'الرقائق' کا اور اگر عوارض وحوادث کی بنا پر اس بیداری میں فرق محسوس ہو تو توبۂ نصوح اور استغفار سے اس کی تلافی کی جائے۔ اور رجوع الی اللہ کا رشتہ ہرگز منقطع نہ کیا

جائے۔﴿فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰهِ﴾۔اللہ کی طرف دوڑو۔اللہ کا فرمان ہے: ہرگز ہرگز نفس وشیطان کے اغواء سے مایوس نہ ہوں اس لیے کہ وہ رحیم وکریم ہے پھر عنایت فرمائے گا اور باب ہدایت کو مفتوح فرمائے گا۔

رحمتِ الٰہی سے ناامیدی شیطان کا شیوہ ہے اور مغفرتِ الٰہی کی اُمید انسان کا شعار ہے۔اللہ نہ کرے انابت الی اللہ کی مضبوط رسّی منقطع ہوجائے۔مطلق گناہ کا نہ کرنا کارِ ملائکہ ہے، اور گناہ پر اصرار کرنا ابلیس کا کام ہے اور گناہ کرنا پھر اس پر نادم ہونا اور دوبارہ اس کی طرف نہ لوٹنا یہ بنی آدم کا کام ہے۔

ف: بالفرض اگر لوٹے اور توبہ کرلے تو بھی غنیمت ہے۔کیونکہ حدیث ہے:اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ (مرتب)

نیز آپ کا ارشاد ہے کہ: جو حیات دل کو مردہ کردیتی ہے وہ موت سے زیادہ بری ہے اور جو موت ایمان کے ساتھ جنت کی طرف لے جاتی ہے وہ حیات سے بہتر ہے۔

﴿یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (سورۂ حدید، آیت:۲)

اور اللہ ہی حیات دیتا ہے اور موت بھی اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

اور جو بیداری یادِ حق سے غافل کردے اور دل کو لذاتِ فانیہ میں گرفتار کردے تو خوابِ گراں اس سے بہتر ہے۔

ظالمے را خفتہ دیدم نیم روز
گفتم ایں فتنہ ست خوابش بر دہ بہ

ایک ظالم کو میں نے دوپہر میں سویا ہوا دیکھا تو کہا یہ فتنہ ہے اس لیے اس کا خواب میں رہنا ہی بہتر ہے۔(حظیرۃ القدس، ص:۱۰)

نیز فرما رہے ہیں کہ: موت کا سیلاب اچانک آجاتا ہے۔تم اگرچہ تاخیر ومہلت کے طالب ہوگے مگر وہ تم کو اچانک اُچک لے گا۔پس تم کو اس طرح زندگی گزارنی چاہیے اور اس طرح آگاہ و بیدار رہنا چاہیے کہ موت کا قاصد تمھارے پاس آئے تو تم کو اِدھر اُدھر متوجہ نہ پائے۔

اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ تم ہمہ وقت اللہ کی طرف متوجہ رہو اور اپنے اوقات کو

اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر میں مشغول رکھو، اور تصنع وتکلف سے دور رہو، اور 'دل بیار و دوست بکار' کے یہی معنی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مفہوم ہے۔﴿رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ﴾ (سورۂ نور، آیت:۳۷) یعنی ایسے مردانِ خدا ہیں کہ ان کو تجارت اور بیع لہو ولعب میں نہیں ڈالتی۔

دیکھو اللہ ہر دن رات تم پر کس طرح اتمامِ حجت فرماتے ہیں کہ ہر رات کو موت دے دیتے ہیں اور ہر صبح کو زندگی بخشتے ہیں، بس نیند مثل موت کے ہے اور بیداری مثل حیات کے۔

زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست

زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

حظیرۃ القدس، ص:۱۱

یعنی جو ہم کو زندگی حاصل ہے درحقیقت اس کو زندگی نہیں کہہ سکتے بلکہ زندہ تو وہ ہے جو دوست سے قرب ووصال رکھتا ہے۔

ف: ماشاء اللہ تعالیٰ کیا خوب ارشادات ہیں جو صفحہ قلب پر ثبت کیے جانے کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت نواب صاحب کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ اور ہم لوگوں کو ان باتوں سے اثر لینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔ (مرتب)

عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد باندوی کے دادا کی وصیت

وصیت نامہ منجانب عبدالرحمٰن ولد ولی محمد ساکن ہتورا پرگنہ وضلع باندہ جو کہ میرا حصہ ہتورا تنہا وآبادی میں ہے نصف محمد نظیر ونصف صدیق احمد، مکان وسکونت ومویشی مثل گائے وبیل وغیرہ نصفا نصفی منجملہ کل ومویشیوں میں ہے ایک گائے دودھ کھانے کو لیکن بی بی کو دیدیا جائے۔ اور مکان وسکونت جو میرے بڑے بیٹے کی موجودگی میں تقسیم ہوئے ہیں، اگر میکن بی بی میکہ رہے تو بخوشی رضا محمد نظیر وصدیق احمد اس کے باپ کے حصے والا مکان دیدیں اور اگر وہ اپنے سسرال میں رہے تو دونوں شخص مذکورہ آپس میں تقسیم کرلیں بعد وفات میرے کسی طرح کا جھگڑا نہ ہو ... اور بعد وفات میرے کسی طرح کے امور خلافِ شرعی مثل نوحہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ نہ ہو۔ صرف قل کا ختم پڑھا جائے اور محمد نظیر پر فرض ہے کہ برخوردار صدیق

احمد کے پڑھنے کا بخوبی انتظام رہے اور اس کو امورِ کاشتکاری میں پھنسا کر تعلیم سے محروم نہ رکھے۔ اس واسطے یہ چند کلمے بطور وصیت نامہ لکھ دیے کہ سند اور وقتِ ضرورت کام آئے۔ (تذکرۃ الصدیق، ج:۱،ص:۱۳۴)

حضرت مولانا زکریا قدوسی کی نصیحت حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی کو

میرے شاگرد ہو اس لیے نصیحت کرتا ہوں کہ دوران سبق میں بھی خواہ کسی فن کی کتاب ہو۔ طالب علم کے لیے اصلاح کی بات ضروری کیا کرو، اساتذہ اس کا خیال نہیں رکھتے جس سے عام طور پر طلبہ کی اخلاقی زندگی خراب ہوتی جارہی ہے۔ (تذکرۃ الصدیق۔ ج:۱/ ۲۰۵)

حضرت مفتی عبدالحکیم صاحب سکھرویؒ کی وصایا

۱- ظاہر و باطن ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اپنے ظاہر و باطن کو شریعتِ مطہرہ کے مطابق کرو اور سنت رسول اللہ ﷺ کے سانچے میں ڈھل جاؤ۔

تم کو ہمیشہ شرعی علم کے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور جو کچھ شریعت کا علم تم کو معلوم ہو جائے اسے دوسروں تک حکمت کے ساتھ پہنچاؤ، اور ہر بات میں محض رضائے الٰہی کے طالب رہو اور علم کو عمل میں لانے کی کوشش کرو۔ ورنہ بے جان جسم کے مانند رہو گے۔ زنہار اپنے علم سے دنیا کے طالب نہ ہونا، جو شخص عمل آخرت سے دنیا کا طالب ہوتا ہے اس کی آبرو جاتی رہے گی۔ اور جو شخص کار دنیا سے بھی آخرت کا طلبگار ہوتا ہے اس کا دنیوی حصہ کم نہ ہوگا، دنیا ایک دریا ہے آخرت اس کا کنارہ ہے۔ تقویٰ اس کی کشتی ہے۔

۲- جس نعمت کا شکر ادا کرو گے اس کو زوال نہ ہوگا اور جس نعمت کی ناشکری کرو گے اسے پائیداری نہیں ہوگی۔ جو چیز بندے کو آخرت سے روکنے والی ہے، یہی دنیا ہے۔ جس توبہ کے بعد وہ گناہ چھوٹ گیا، یہی قبولیت توبہ کی علامت ہے۔

۳- قرآن مجید کی تلاوت روزانہ قدرے مقرر کرو۔ تہجد کی نماز کی عادت ڈالو۔ اہلِ اصلاح کی صحبت اختیار کرو۔ پنج وقتہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرو۔ ایک دروازے کو پکڑ لو تا کہ تم پر تمام دروازے کھل جائیں۔ دنیا سے دل نہ لگائیں۔ آخرت کی فکر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت

مانگا کرو۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت دل میں رکھ کران کی سنتوں کو ہمیشہ عمل میں لاؤ۔ تین وقت نفس کی حفاظت کرو، کہ یہ بے راہ نہ کردے، کام کرتے وقت دھیان رکھو کہ اللہ تم کو دیکھتا ہے۔ بات کروتو سمجھو کہ اللہ تمہاری بات سنتا ہے، خاموش رہوتو جانو کہ اللہ جانتا ہے۔ کبھی کسی مومن کو اپنے سے حقیر نہ سمجھنا، خواہ کتنے ہی کمتر درجے کا کیوں نہ ہو۔ کیا معلوم اس کی عاقبت کیسی ہے۔

مخلوق کے برا کہنے سے دل برا نہ کرو کہ یہ ان کا خیال ہے اور مخلوق کی تعریف سے ہرگز مت پھولو۔ کہ اصل حال اللہ ہی جانتا ہے۔ دنیا کی فکر سے زیادہ آخرت کی فکر کرو۔ اس فکر آخرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے کام آسان کردے گا۔ ورنہ دنیا کے فکر تباہ کرڈالیں گے۔ جاہلوں سے بچو، برے لوگوں سے دور رہو۔ حقوق العباد اپنے ذمہ نہ رکھو۔ نیک کاموں میں جلدی کرو۔ اور گناہ ہوجائے تو توبہ کرنے میں دیر نہ کرو۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ تمام تصوف کی جڑ ہے۔ ''اُعْبُدِ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ'' مکمل احسان ہے۔ اور یہی مراقبۂ احسان ہے۔ طریقت وشریعت دو متناقض چیزیں نہیں ہیں، بلکہ روح وجسد، پوست ومغز کی طرح ایک چیز ہیں۔

خوفِ الٰہی پیدا کرنے کا طریقہ ان باتوں کو سوچتے رہنا ہے کہ موت آ کر رہے گی، قیامت یقیناً واقع ہونے والی ہے اور ضرور ایک دن اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ بدعات سے، رسوم سے بچو۔ فرمانبردار بن جاؤ۔ صبر وشکر کو شیوہ بناؤ۔ سختی کے بعد راحت آیا کرتی ہے۔ اس لیے تکلیف میں ناامید نہ ہو۔ اللہ کا ذکر کرو۔ پراگندہ طبیعت نہ بناؤ۔ گناہوں کو توبہ کے پانی سے دھو ڈالو۔ زیادہ خواہشات نہ بڑھاؤ۔ محبت یا عداوت میں جلدی نہ کرو، اپنے نفس سے بدگمان رہو۔ دوسروں پر بدگمانی نہ کرو۔ الغرض ظاہراً و باطناً شریعت کے حکموں پر چلو، اور جو کچھ بآسانی ہوسکے میرے لیے ایصال ثواب کردیا کرنا۔

میں اپنی اولاد، اہل وعیال واصحاب اور اہل سلسلہ اور تمام اہلِ اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ زندگی کا ایک ایک سانس بڑا قیمتی ہے۔ ان سانسوں کو گناہوں اور غفلت میں گذارنے سے حتی الوسع کوشش کریں۔ جہاں تک ہوسکے رضائے حق میں یہ سانسیں نکلیں۔

گذشتہ گناہوں پر توبہ واستغفار سے آئندہ کے اعمال کی اصلاح کا عزم مصمم کرتے رہیں۔ بری صحبت سے بچیں۔ من نکردم شما حذر بکنید۔

اپنی اولاد کو بھی دین پر چلائیں، ان کو دینی تعلیم دلائیں اور خود بھی علمی مشغلہ رکھیں۔ حضرت مولانا تھانویؒ و دیگر اکابر علماء کی تصانیف کا مطالعہ رکھیں۔ گھر کا ماحول دینی رکھیں، خلافِ دین کوئی بات نہ آنے دیں۔ اپنا علم دوسروں تک پہنچاؤ اور کسی موحد متبع شریعت شیخ سے بیعت کریں ورنہ ان سے خط وکتابت اور مجلس میں آنا جانا رکھیں۔ بچوں کو قرآن ناظرہ اور ضروری علم دین جب تک نہ پڑھا لیں کسی کام میں نہ لگاؤ اور ان بچوں کے اعمال واخلاق سب شریعت کے مطابق ہونے چاہئیں۔

جو لوگ دہریہ عقائد کے ہوں، بدعتی ہوں، روزمرہ کی زندگی میں حلال وحرام سے غافل ہوں ان سے احتراز کریں۔ اپنی عورتوں اور بچیوں کو بے پردگی، عریانی اور فیشن سے بچائیں۔ ایسی فیشن ایبل عورتوں کے میل جول سے بھی بچا کر رکھیں۔

گھر میں ایسی کتابیں جو ناول اور عریاں فوٹو والی ہوں، ہرگز نہ آنے دیں بلکہ دینی کتابیں پڑھیں، اور جب خیال آجائے، میرے لیے دعائے مغفرت کر دیا کریں۔ اللہ پاک عبدالحکیم کو بخش دے اور اس کی مغفرت کر دے۔ اگر ہو سکے ایک بار سورۂ یٰسین یا تین بار قل ھو اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کر دیں۔ اس کے بعد اگر کبھی اللہ توفیق دے تو مال صدقہ کر کے جس میں اخفاء ہو ایصالِ ثواب کر دیں، اس میں کسی رسم کی پابندی نہ کریں۔

اتباعِ سنت ضروری ہے، بدعات ورسومات سے الگ تھلگ رہیں، آخرت کی فکر دنیا پر غالب رہے۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر بقدر ہمت کرتے رہنا چاہئے۔ اپنے گھر کا ماحول دینی بنانے کی انتھک کوشش کریں، جس کے لیے یہ امور ضروری ہیں:

۱- خود اور اولاد کو نماز باجماعت کا پابند بنائیں۔ عورتوں کو گھر پر بروقت نماز کا پابند کریں۔
۲- فجر کے بعد سب افراد کچھ تلاوت قرآن کر لیا کریں۔
۳- عریانی اور فیشن سے بہت پرہیز کیا جائے۔
۴- گانے بجانے اور کھلی ہوئی حرام باتوں سے الگ رہیں۔

جو اس کے خلاف کرے اسے نرمی اور حکمت سے سمجھا کر عامل بنانے کی سعی کریں۔

حضرت مولانا عبدالحلیم عرف حُلّو میاںؒ

۱۔ قبرستان جایا کرو تاکہ موت یاد رہے اور مریض کی عیادت کیا کرو تاکہ صحت پر شکر کی توفیق ہو۔

۲۔ سچا مسلمان خدا پرست ہوتا ہے، اس لیے اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ لیکن ہندوستانی مسلمان نسل پرست ہوتا ہے اور پیر پرست ہوتا ہے۔ اس لیے پیر کی اولاد چاہے کتنی گمراہ ہو اس کو پیر ہی کی طرح مانتا ہے۔ توبہ توبہ!

۳۔ مرنے کے بعد ہمارا چہرہ کوئی سیدھا کرے یا نہ کرے اس کی فکر نہیں ہے۔ فکر تو یہ ہے کہ ہمارا دل آخری سانس تک سیدھا رہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اندھا ہو گیا ہوں جس کی وجہ سے ظالموں کا چہرہ دیکھنے سے بچ گیا۔ اور دراصل ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرے۔

۵۔ میرے مرنے کے بعد تیجا، چالیسواں ہرگز نہ کیا جائے۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ جھاڑ پھونک کے لیے نہیں جاتے تھے بلکہ ہدایت کے لیے جاتے تھے، اس کے بعد حاضرین سے فرمایا جس کو تعویذ گنڈہ لینا ہو کہیں اور جائے جہاں اس کی دکان ہے۔

۷۔ تم لوگ ہمیشہ کھانے پینے کے چکر میں رہتے ہو۔ یاد رکھو اگر ایک سالن سے دو سالن کھایا جائے تو جسم موٹا ہو جائے گا لیکن روح کمزور ہو جائے گی۔

(نوٹ : حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی نواسی کے فرزند تھے۔ ۱۹/ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ میں وفات ہوئی اور گنج مرادآباد میں مدفون ہوئے۔) اقوالِ سلف، ج:۶،ص:۱۰۳

حضرت مولانا عبدالجبار صاحب معروفیؒ

(ولادت: ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء۔ وفات: شب جمعہ، یکم شعبان ۱۴۰۹ھ، ۱۰ مارچ ۱۹۸۹ء)

۱۔ ہر کام اللہ کے لیے کرو اس میں نمائش نہ ہو۔

۲۔ دنیا میں جس چیز سے زیادہ محبت ہوتی ہے مرنے کے وقت وہی غالب ہوجاتی ہے، اس لیے اللہ کا دھیان ہر دم رکھو۔

۳۔ دنیا کو چھوڑ کر جانا ہے اس لیے بقدر ضرورت دنیا سے تعلق رکھو جیسے بقدرِ ضرورت بیت الخلاء میں وقت گزارتے ہو۔

۴۔ میرے نزدیک بغیر مطالعہ کے درس دینا درست نہیں۔ (ایضاً، ج:۶،ص:۱۲۹)

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ

(ولادت: ۲۶/محرم الحرام ۱۳۳۹ھ م ۱۹۲۰ء۔ وفات: ۸/رجب ۱۴۰۹ھ م ۱۹۸۹ء)

ایسے اخلاق بناؤ کہ اگر کوئی پھینکے تم پر ڈھیلا تو تم دو اس کو کیلا۔ اور کوئی دے تم کو گالی تو تم دو مٹھائی کی تھالی۔ کوئی ڈالے تمھارے اوپر دھول تو تم ڈالو اس پر پھول۔ (ج:۶،ص:۱۳۹)

حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندیؒ

(پیدائش: ۱۹۰۴ء۔ وفات: ۱۹۸۲ء)

۱- یہ دینا آرام گاہ نہیں ہے، سیر گاہ اور تماشہ گاہ نہیں ہے یہ امتحان گاہ ہے، ہم نے اسے چراگاہ بنالیا ہے، عمل کرنے کی جگہ یہی دنیا ہے، یہ دنیا دار العمل ہے۔

۲- قرآن انسانیت کے لیے دستورِ حیات، ضابطہ حیات ہے بلکہ آب حیات ہے۔

۳- انسان دنیا میں اللہ کا قائم مقام ہے اس کا نائب اور اس کی صفات کا مظہر اتم ہے۔

۴- تیرے ہاتھ میں ہو قرآن اور تو دنیا میں رہے پریشان اور دنیا میں رہے ناکام، قرآن اپنے غلبے کا کرتا ہے اعلان، اے میرے ماننے والے مسلمان! اِقْرَأْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ تو پڑھ قرآن تاکہ تیرا رب کرے تیرا اکرام۔

۵- مسلمان لوہے کے چنے ہیں۔ انھیں چبانا آسان کام نہیں۔ مسلمان سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط ہوتا ہے۔

۶- قرآن مجید کا خلاصہ ہے بندہ سے توڑ، اللہ سے جوڑ، اللہ- اللہ کر، کسی سے نہ ڈر۔

۷- قرآن مجید کا خلاصہ ہے تعلق باللہ سے وابستگی۔

۸- ہمارے باوا آدم تو دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں، مگر شیطانوں کا باپ ابھی تک زندہ ہے، اس لیے گمراہی زیادہ عام ہے۔ (تذکرۂ علماء دیوبند، ص:۷۲۹)

۹- موت تو لازماً آئے گی اور روح کو جسم سے جدا کردے گی اس لیے مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کرلو۔

۱۰- بدقسمت ہیں وہ لوگ جو قرآن نہیں پڑھتے۔ تھوڑا بہت تو پڑھو۔ قرآن بہترین غذا ہے، ہائے افسوس! آج اس کی قدر نہیں اس کی قدر وہی کرے گا جو اس کو سمجھے گا اور اس کو فرمان شاہی سمجھ کر معاملہ کرے گا۔

۱۱- شخصیت بناؤ، سنگار، ٹیپ ٹاپ اور جبے قبے سے نہیں بنتی، شخصیت تعلق باللہ اور ذکر و مجاہدہ سے بنتی ہے، آج ظاہری ٹیپ ٹاپ کی طرف توجہ دی جاتی ہے اور باطن کو سنوارنے کی طرف دھیان نہیں دیا جاتا، اگر باطنی زیبائش کی طرف توجہ ہو جائے تو مزہ آجائے۔

۱۲- آج رسمیت وظاہریت رہ گئی ہے، اخلاص نکل گیا، وعظ کھوکھلے ہو گئے ہیں۔ حال یہ ہو گیا ہے کہ ایک واعظ کے لیے دو گھنٹے تہجد کے فضائل پر تقریر کرنا آسان ہے، مگر آدھی رات کو اٹھ کر دو رکعت تہجد پڑھنا مشکل ہے۔

۱۳- بندگی ہو تو زندگی زندگی ہے، ورنہ شرمندگی ہے، نفسانی اور شیطانی زندگی کوئی زندگی نہیں۔

۱۴- تعویذات وعملیات کے عامل نہ ہو، بلکہ اتباع شریعت وسنت کے عامل بنو۔ ہمیں بزرگانِ دین سے یہی تعلیم ملی ہے، یعنی اتباعِ سنت وشریعت اصل ہے۔ اس کا آدمی کو پابند ہونا چاہیے۔ یہی کمال ہے۔

۱۵- شریعت کی طرف سے دی گئی رعایت (رخصت) کا حاصل کرنا اظہار عجز ہے اور اس کو بندوں کی عاجزی پسند ہے۔

۱۶- ذکر کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ہر وقت اپنے قلب کا دھیان رکھے اور غفلت کو قریب نہ آنے دے۔ اسی کو وقوف قلبی کہتے ہیں، جو ہمارے سلسلۂ نقشبندیہ کا اہم سبق ہے۔

۱۷- ہر وقت اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔ اپنے آپ کو برا اور قابلِ اصلاح سمجھنا

چاہیے۔اس سے ہدایت ملتی ہے۔

۱۸- آدمی یا تو خود بینا آنکھ والا ہو یا کسی آنکھ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے دے ورنہ کسی نہ کسی دن گڈھے میں گر جائے گا۔(اقوالِ سلف، ج:۶،ص:۱۳۵)

۱۹- کامل کو کامل سمجھنا کافی نہیں بلکہ اس کے اقوال پہ عمل کرنا اصل ہے۔

۲۰- اہلِ خانہ کو آپ نے ایک دن جمع فرما کر کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے خوب لمبی زندگی عطا فرمائی اب میں چند روز کا مہمان ہوں تم لوگ صبر سے کام لینا ہر انسان نے بالآخر دنیا سے رخصت ہونا ہے۔(حیاتِ حبیب،ص:۳۱۱)

مرشدی ومخدومی مولانا ذوالفقار صاحب کو مرشد عالم کی نصیحت

آپ اپنے اللہ- اللہ والے کام میں لگے رہو۔ نہ ان کی تائید نہ ان کی تردید (ایک دینی تنظیم کے حالات و واقعات کی طرف اشارہ ہے۔) بس اپنی نسبتِ باطنی کی نگہداشت میں کوشاں رہو۔اپنے قصور کی دید اعمال کی قیمت بڑھاتی اور قبولیت کے قابل بناتی ہے۔

(حیاتِ حبیب،ص: ۳۱۲)

داماد صاحب جناب فضل کریم مظہر کو نصیحت

کمینی دنیا کی جھوٹی چمک دمک پر شیدا نہ ہوں، اس کی زینت پر فریفتہ نہ ہوں، اس کے کرّوفر کے باعث اپنے سے باہر نہ ہوں۔ یہ ایک شکر آلود زہر ہے اور ملمع کی ہوئی نجاست ہے۔ اس زہر کا مقتول دائمی موت میں اور سرمدی حسرت میں مبتلا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے فکر نہ ہوں گے اور ذکر و عبادت میں یک سو اور یک رو ہو جائیں گے۔(ایضاً ص:۳۱۳)

صاجبزادہ عبدالقدوس کو وصیت

۱) بیٹا تمہارا دل کرتا ہو گا کہ یہ کاریں بہاریں ہمیشہ رہیں۔ یاد رکھو کہ یہ معاملہ مشروط ہے۔اگر میری لائن پر چلتے رہے تو کاریں تو کیا ہوائی جہازوں پر سفر کرو گے۔(ص:۴۳۰)

۲) تم لوگ حضرت قاسمی (صاجبزادہ مولانا عبدالرحمٰن قاسمی کی طرف اشارہ ہے) کی بات ماننا۔تمہاری سوچ محدود ہے، قاسمی کی نظر وسیع ہے۔ان کی بات سمجھ میں آئے نہ آئے اس

کے مطابق عمل کرنا۔ سب بھائیوں کو بار بار اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ (ص:۴۳۳)

نفاذ اسلام کنونشن

وزارتِ مذہبی امور، حکومتِ پاکستان نے ۱۹۸۵ء میں نفاذ کنونشن منعقد کیا۔ ملک کے گوشے گوشے سے علماء صلحاء شریک ہوئے۔ حاضرین مجلس نے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں۔ آپ کی پیش کردہ پانچ تجاویز درج ذیل ہیں۔

(۱) نفاذِ شریعت کے لیے ضروری ہے کہ پورے ملک میں قاضی کورٹس کا تقرر جلد عمل میں لایا جائے اور قاضی کورٹس میں وہی لوگ قاضی مقرر کیے جائیں جو کتاب وسنت اور فقہ اسلامی پر عمیق نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے وجود سے نظام شریعت کا عملی نمونہ پیش کریں۔

(۲) نفاذِ شریعت کا کام سب سے پہلے حدود شرعیہ سے شروع کیا جائے اور ملک میں حدود توڑنے والوں کو شرعی سزائیں جاری کی جائیں، اگر شرعی سزائیں دے کر حدودِ اسلامی کا نفاذ کر دیا جائے تو ملک میں قتل وغارت، ڈاکہ زنی، چوری اور شراب جیسی اُمّ الخبائث بیماریوں کا سدِ باب کیا جا سکتا ہے۔

(۳) نفاذِ شریعت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مستقبل قریب میں معرضِ وجود میں آنے والی قومی اسمبلی میں ایسے علماء اور مشائخ کی مناسب تعداد کو نامزد کیا جائے جو کتاب وسنت کا علم رکھنے کے ساتھ ساتھ معاشرہ میں عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہوں۔

(۴) نفاذِ شریعت کے لیے ضروری ہے کہ اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی کے کردار پر خصوصی نگاہ رکھی جائے اور جرائم کی تشہیر قطعی طور پر روک دی جائے۔

(۵) ملک میں فحاشی اور عریانیت کی روک تھام کے لیے یہ ضروری ہے کہ مستورات کے لیے پردہ کو لازمی قرار دیا جائے، قومی یا صوبائی اسمبلی یا کسی بھی ایسے ادارہ میں عورت کی بے پردہ نمائندگی کو قانوناً روک دیا جائے۔

آپ کی وصیت کے مطابق صاحبزادہ صاحب نے حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کی درج ذیل مسدس پڑھی۔

تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مقصود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا موجود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مشہود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اب تو رہے بس تادم آخر ورد زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ ، لا الٰہ الا اللہ

یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹا دوں خانہ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگادوں غم سے ترے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے

اب تو رہے بس تادم آخر وردِ زباں ، اے میرے الٰہ!
لا الٰہ الا اللہ ، لا الٰہ الا اللہ

مجھ کو سراپا ذکر بنادے ذکر ترا ، اے میرے خدا !
نکلے میرے ہر بن مو سو ذکر ترا ، اے میرے خدا !
اب تو کبھی چھوڑے نہ چھوٹے ذکر ترا ، اے میرے خدا!
حلق سے نکلے سانس کے بدلے ذکر ترا ، اے میرے خدا!

اب تو رہے بس تادم آخر وردِ زباں ، اے میرے الٰہ !
لا الٰہ الا اللہ ، لا الٰہ الا اللہ

پہلو میں جب تک قلب رہے اور تن میں جب تک جان رہے
لب پہ تیرا ہی نام رہے اور دل میں تیرا ہی دھیان رہے
جذب میں پراں ہوش رہے اور عقل میری حیران رہے
لیکن تجھ سے غافل ہرگز دل نہ مرا اک آن رہے

اب تو رہے بس تادم آخر و رد زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ

شیخ الحدیث فخر المحدثین حضرت مولانا سیّد فخر الدین احمدؒ

(ولادت: ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء۔ وفات: ۲۱ر صفر ۱۳۹۲ھ/ ۱۶ر اپریل ۱۹۷۲ء)

(۱) اسلام کا امتیازی وصف ہے کہ وہ کسی بھی شے کا مدار ظاہر پر نہیں رکھتا بلکہ وہ ہر جگہ باطن کے تزکیہ پر زور دیتا ہے۔ اسلام کی نظر میں وہ اچھا نہیں جو اچھا نظر آئے بلکہ اچھا وہ ہے جو اللہ کی نظر میں اچھا ہو۔

(۲) اعمال کسی بھی شعبۂ زندگی سے متعلق ہوں وہ جانی ہوں یا مالی، منصبی ہوں یا اخلاقی ان کی تاثیر نیت کے صدق و اخلاص پر منحصر ہے۔ (ایضاح البخاری، ج:۱، ص:۵۹)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ ابن شیخ عنایت اللہ شاہ جہانپوری

(ولادت: ۱۲۹۲ھ۔ وفات: جمعرات ۱۳ر ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۱ر دسمبر ۱۹۵۲ء۔ مدفون احاطہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ)

مدرسہ امینیہ کے آٹھویں سالانہ جلسہ میں مدارسِ عربیہ کی اصلاح کے لیے آپ نے ایک مقالے میں چند تجاویز پیش کیں، جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ تمام مدارسِ اسلامیہ کا مقصد ایک ہے، اور وہ یہ ہے کہ اسلامی علوم کی نشر و اشاعت کی جائے۔ اس لیے تمام اسلامی اور عربی مدارس کو انتظامی حیثیت سے ایک ہی نظام میں منسلک ہونا چاہیے۔ یعنی تعاون و اتحاد کے ساتھ کام کیا جائے اور انھیں ایک دوسرے کا مخالف نہیں ہونا چاہیے۔

۲۔ یہ اسلامی مدارس اس وجہ سے ترقی نہیں کر رہے ہیں کہ ان کے کارکن یعنی اہلِ شوریٰ اور منتظمین دیندار اور عالم نہیں ہیں، بلکہ ان میں اکثر نئی وضع کے پابند اور جدید مغربی طرز کے شیدائی ہیں۔ وہ دینی علوم سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ بعض مدارس کے اہلِ شوریٰ اہلِ علم اور دیانت دار ہوتے ہیں مگر ان کے مہتمم بدنیت ہوتے ہیں۔ وہ تعلیمی معاملات کو خوب سمجھتے ہیں مگر مالی معاملات میں دیانت دار نہیں ہوتے اور مدارس کے چندوں کو اپنا مال اور اپنی جائداد سمجھتے ہیں۔ اس لیے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مدارس عربیہ کے ارکان شوریٰ اہلِ علم اور دیانت

دار ہوں اور تمام انتظامی اور تعلیمی معاملات انہی کے مشوروں اور فیصلوں کے مطابق انجام پذیر ہوں، مدارسِ عربیہ کے مہتمم کے دلوں میں اللہ کا خوف ہونا چاہیے۔ وہ اپنے فرائض کو ذمہ داری کے ساتھ محسوس کریں اور مدارسِ عربیہ کے مال کا بیجا استعمال نہ کریں۔ اور اگر ضرورت مند ہوں تو اس قومی امانت کو اپنی ذات پر بقدرِ ضرورت خرچ کریں۔

۳۔ جو شخص کسی اسلامی مدرسہ کا مہتمم بنے اسے چاہیے کہ اپنی پوری توجہ اور تمام اوقات مدرسہ کے انتظام میں صرف کرے۔ مدرسے کے کاموں کے علاوہ اور کام اپنے ذمہ نہ لے بلکہ اپنی تمام زندگی اس کے کاموں کے لیے وقف کرے کیونکہ کوئی شخص پوری توجہ کے ساتھ دو کام نہیں کرسکتا۔

۴۔ مہتمم اور مدرّسین کو چاہیے کہ وہ اللہ کے ان مہمانوں (طلبہ) کے ساتھ نہایت نرمی اور خیر خواہی کا سلوک کریں، ان کی مشکلات کو دور کریں اور ان کے اندر تعلیم کا ذوق وشوق پیدا کریں۔

۵۔ طلبہ کے داخلے کے وقت نہایت احتیاط سے کام لیا جاوے۔ صرف انہی طلبہ کو داخل کیا جاوے جو دینی علوم کی تعلیم حاصل کرنے کا ذوق وشوق رکھتے ہوں، نیز انھیں داخل کرنے سے پیشتر سابقہ مدرسہ کی طرف سے ان کی نیک چلنی کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا جائے۔

۶۔ طلبہ میں عزّتِ نفس برقرار رکھنے کے لیے انھیں مدرسہ سے باہر کسی دعوت میں نہ بھیجا جائے۔ اگر اہلِ خیر طلبہ کی دعوت کرنا چاہیں تو ایک دن قبل مہتمم صاحب کو اطلاع دیں اور وقتِ مقررہ پر کھانا لاکر مدرسہ کے اندر ہی اپنے آدمیوں کے انتظام میں طلبہ کو کھلائیں۔

ف۔ سبحان اللہ، اصلاح مدارس کے لیے کتنے مفید اصول وضوابط ہیں جو یقیناً لائحہ عمل بنانے کے لائق ہیں۔ مرتب (اقوال سلف، ج:۴، ص:۵۵۳)

حضرت شاہ غلام حسین کانپوریؒ کی وصیت بنام شاہ بشارت کریم گرھلویؒ

(وفات: ۱۳۴۱ھ)

۱۔ سوائے مطلوب احدیتِ مجردہ کے اور کوئی دوسرا مقصود آپ کا نہ ہو اور گرفتار الوان وانوار نہ رہیں اور اپنے اندر اللہ کی ذات میں فنا ہوجانے کی کیفیت پیدا کریں اور اطمینانِ قلب اور حضورِ دائمی کو بہت بڑی سعادت اور بیش قیمت دولت تصور کریں۔ (جنۃ الانوار: ۱۴۴)

۲۔ ماہتاب کونورِ ولایتِ صغریٰ اور آفتاب کونورِ ولایتِ کبریٰ کہا گیا ہے....توجہ کیلئے دوری اور نزدیکی دونوں برابر ہیں۔ رابطہ کو نہ چھوڑیں، رابطہ عجیب چیز ہے۔ اس کا اثر مقناطیسی ہے۔ صاحبِ رابطہ کی مثال کاہ ربا کی سی ہے۔ پیر کے کمالات کو جذب کرلیتا ہے۔

۳۔ لطائف میں ذکر کے عدم احساس سے دل تنگ نہ ہو، اس وقت میں عدم احساس لطائف کے فنائیت کی نشانی ہے اور پوری فنائیت اس وقت حاصل ہوگی جبکہ سینہ کے میدان میں ذکر کا نام ونشان باقی نہ رہے اور بجز جمعیت اور حضور کے کوئی چیز نہ رہے۔ ابتداء میں یادکرد ہے اور انتہا میں یادداشت۔ ابتداء میں شور وفغاں اور چیخ و پکار ہے اور انتہا میں سکوت و آرام ہے۔ ابتداء میں حلاوت ہے ذوق اور شوق ہے اور انتہا میں بے حلاوتی ہے، بدمزدگی ہے اور فقدان ہے۔ یہ ساری باتیں صحبت پر موقوف ہیں۔

۴۔ حادثات اور مصائب تو، اے مہربان، حوادث اور مصائب کا حال، تین حال سے خالی نہیں۔ یا تو گزشتہ گناہوں کی سزا ہیں، یا برائیوں کا کفارہ ہیں، یا ترقیاتِ مدارج کا ذریعہ ہیں۔ اور یہ تینوں حالتیں مومن کے لیے اس دنیا میں اگر غور وفکر سے دیکھا جائے تو خوشی کا سبب ہونا چاہیے، نہ کہ بدمزگی کا۔ صبر اور شکر کا طریقہ اختیار کریں اور اپنے کو (یادِ الٰہی کی) مشغولی سے باز نہ رکھیں خواہ کچھ بھی ہوجائے...

لیلیٰ کے زلف میں دل باندھ اور مجنوں کی عقل سے کام کر اس لیے کہ عاشقوں کے واسطے عقل کی باتیں نقصان دہ ہیں۔

دیوانہ وہی ہے جو دیوانہ نہ ہوا

فرزانہ وہی ہے جو فرزانہ نہ ہوا (جنت الانوار، ص: ۲۰۷)

شاہ غلام حسین کانپوریؒ بنام محمد نصیرؒ

وصیت جو لکھنے کے قابل ہے اور نصیحت جو کرنے کے قابل ہے وہ یہ ہے

ذکر گو ذکر تا ترا جان است

پاکئ دل ز ذکر رحمٰن است

ترجمہ: جب تک زندہ ہے اللہ کا ذکر کرتا رہ، اللہ کے ذکر سے دل پاک ہوتا ہے۔

کسے کو غافل از حق یک زمان است

درادم کافر است اماں نہان است

ترجمہ: جو آدمی اللہ کے ذکر سے ایک لمحہ بھی غافل ہے، وہ اس وقت کے لیے کافر ہے لیکن پوشیدہ ہے۔

ترقی بغیر ذکرِ کثیر کے ممکن نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوا اللّٰهَ ذِكۡرًا كَثِیۡرًا﴾ (جنت الانوار، ص:۱۶۱)

حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحبؒ

(ولادت: ماہ شوال ۱۲۳۸ھ مطابق ۱۸۲۲ء)

۱۔ سورۂ فاتحہ کے ستر اسماء ہیں ان میں سے ایک نام شفا ہے۔ اس کو سات مرتبہ پڑھ کر دم کر دیا کرو۔

۲۔ ہر نماز کے بعد پڑھو: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَّ فِی الۡآخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اَللّٰهُمَّ اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تُكُوۡنُ لَنَا عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَ آخِرِنَا وَ آیَةً مِّنۡكَ وَ ارۡزُقۡنَا وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الرَّازِقِیۡنَ۔

۳۔ کبائر کی نشانی قرآن مجید میں یہ ہے کہ جن جن مقامات میں عذابِ شدید، عذابِ الیم، عذابِ عظیم وغیرہ الفاظِ وعید وارد ہوئے ہیں وہ سب داخلِ کبائر ہیں۔

(مشائخ نقشبند، ص: ۱۵۰)

۴۔ ایک صاحب نے پوچھا حضرت گناہ سے کیسے بچا جائے؟ تو ارشاد فرمایا کہ آپ چلم

میں ہاتھ تو ڈالیں۔تو میں نے کہا کہ حضرت اس میں تو آگ ہے کیسے ہاتھ ڈالیں۔تو فرمایا کہ ایسے ہی گناہ سے بچا جاتا ہے۔(مشائخِ نقشبند،ص:۱۵۱)

۵۔ پھر پوچھا اللہ تعالیٰ کی محبت کیسے ہو؟ فرمایا کہ ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں کو رگڑیے۔تو میں نے رگڑنا شروع کیا تو فرمایا، کچھ گرمی محسوس ہوئی۔تو میں نے کہا ہاں۔تو فرمایا ایسے ہی اللہ کے ذکر سے قلب کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوئی۔(مشائخِ نقشبند،ص:۱۵۱)

سبحان اللہ! کیا خوب اللہ کی محبت کی علامت بتلائی۔

۶۔ فرمایا سب سے اچھا ذکر لا الہ الا اللہ کا ہے۔سب سے اچھی تسبیح سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم ہے جس پر بخاری شریف ختم ہوئی ہے اور سب سے اچھا استغفار، اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

فرمایا: ہر وقت ذکر میں مشغول رہو اور یہ تسبیح بھی پڑھتے رہا کرو، دیکھو کیا کیا دیکھتے ہو۔ (ضیاء البدر،ص:۹۴۔ مشائخ نقشبند،ص:۱۵۲)

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ

(ولادت: ۱۳۱۷ھ م ۱۸۹۹ء۔ وفات: ۳/ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ م ۱۲/اکتوبر ۱۹۹۱ء)

یہ وقت گریہ وزاری کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع وانابت کا ہے۔اگر مسلمان آج بھی بیدار ہو جائیں، متحد ہو جائیں تو کوئی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔مگر مسلمانوں کو دیکھ لیجیے کہ بداخلاقی کے شکار ہیں۔ان کا معاشرہ غیر اسلامی ہوتا جارہا ہے۔محبت اُٹھتی جارہی ہے۔مولانا بہت درد کے ساتھ فرماتے ہیں۔

محبت ، مروت ، اطاعت ہے غائب
پدر دیکھ لیجئے پسر ہے غائب
محبت سے خالی بشر دیکھ لیجئے
زمانہ سراپا ہے شر دیکھ لیجئے

نہ دوزخ سے خائف نہ جنت کے شائق
عیاں ہے ضرر ہی ضرر دیکھ لیجئے
قیامت کے آنے میں اب دیر کیا ہے
ستمگر ہے اب چارہ گر دیکھ لیجئے
نہ پر کیف دن ہیں نہ پر کیف راتیں
گناہوں کا اپنے اثر دیکھ لیجئے
نہیں جن کے پرواز کی انتہا تھی
وہی اب ہیں بے پال و پر دیکھ لیجئے

ان حالات کو کیسے بدلا جائے ان کی اصلاح کس طرح ہو حضرت فرماتے ہیں۔

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر چھایئے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے
خُلقِ نبیؐ کا اب تو نمونہ دِکھایئے
اغیار کو بھی اپنے گلے سے لگایئے

حضورِ اقدس ﷺ کے اخلاقِ حسنہ ہم مسلمان اختیار کریں تو ان کی برکت سے حالات خود بخود سازگار بلکہ خوشگوار ہوں گے جیسا کہ حضورِ اقدس ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے۔

اگر ہم اخلاقِ نبویؐ کو اختیار کر لیں تو اغیار بھی ہم پر مہربان ہو جائیں بلکہ عجب نہیں کہ حلقۂ اسلام میں داخل ہو جائیں مگر افسوس کہ مسلمان غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ لہو ولعب میں مشغول ہیں۔ اگر مسلمان ایمانی اوصاف اور نبویؐ اخلاق اپنے اندر پیدا کر لیں تو آج اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمارے شاملِ حال ہو جائے۔ یہ کمالِ ایمان کے ساتھ مشروط ہے کیونکہ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کے ساتھ ہی ساتھ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ کا بھی ذکر ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ کتاب اللہ سے اپنا رشتہ قوی کریں۔ اس کی تلاوت کریں۔ اس

کے احکام پر عمل کریں۔ پھر ہمارا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ اس لیے کہ قرآن پاک حضور اکرم ﷺ کا جیتا جاگتا معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴾ (سورۂ حجر، آیت: ۹) یعنی ہم نے ہی قرآن پاک نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ چنانچہ دیکھ لیجیے کہ اس کتاب کی لفظی و معنوی کیسی حفاظت ہو رہی ہے کہ اعدائے اسلام انگشت بدنداں ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کی حفاظت مُسلمانوں ہی کے ذریعے ہو رہی ہے جو ہم پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے ورنہ اللہ تعالیٰ دوسرے طریقے سے بھی حفاظت کا انتظام فرما سکتے ہیں۔ جس طرح قرآن کی حفاظت کھلے عام ہو رہی ہے ویسے ہی اس کے حفاظ وقراء وعلماء بلکہ تمام مسلمانوں کی اسی قرآن پاک کے طفیل قیامت تک حفاظت ہوتی رہے گی۔

رہی یہ بات کہ آج مسلمانوں پر آفات ومصائب کی جو بھرمار ہے تو اس کی وجہ احکامِ قرآن کی خلاف ورزی اور اللہ تعالیٰ کی عام نافرمانی ہے۔ فریضۂ نماز وروزہ سے دوری وغفلت ہوتی جارہی ہے۔

اپنے سینے کو عصبیت سے پاک رکھیے۔ یہ بیماری بھی عام ہو رہی ہے۔

(فائدہ: خواہ یہ عصبیت سلسلے کی ہو یا علاقائیت کی ہو یا قومیت ونسل پرستی کی ہو، دینی ادارے کے ذمہ داروں میں بھی یہ مرض آ گیا ہے۔ اس لیے دینی اداروں سے دین کی اشاعت نہیں ہو پارہی ہے۔ حدیث وقرآن کا درس دینے والوں کو خاص خیال رکھنا چاہیے تاکہ علومِ نبوت کی روشنی عام ہو۔ (ثمین اشرف)

اصلاح باطن کے ساتھ ظاہر بھی درست ہونا چاہیے۔

فائدہ: اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡ سَرِیۡرَتِیۡ خَیۡراً مِنۡ عَلَانِیَّتِیۡ وَ اجۡعَلۡ عَلَانِیَّتِیۡ صَالِحَۃً حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا فرماتے تھے۔

اس لیے کمال یہ ہے کہ جیسے باطن ٹھیک ہو ویسے ظاہر بھی درست ہو۔ اس لیے کہ ظاہر باطن کا محافظ ہے یعنی ظاہر شریعت وسنت سے آراستہ ہو اور باطن انوارِ شریعت وسنت سے معمور ہو۔ (اقوالِ سلف، ج: ۶، ص: ۱۷۰)

محدث العصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ

(ولادت: ۱۳۱۹ھ۔ وفات: ۱۰؍رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ)

۱۔ جو حضرات تقریر و بیان کرتے ہیں ان سے میری گزارش ہے کہ پورا خطبۂ مسنونہ یعنی نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْرًا کَثِیْرًا .... امابعد تک پڑھا کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنے بیان سے پہلے اسی خطبے کو پڑھا کرتے تھے۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ وعظ وتقریر کے دوران جو حدیث بیان کی جائے اس میں راوی صحابی کا نام ضرور ذکر کیا کریں۔ مثلاً عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

۳۔ تیسری بات یہ کہ بعض لوگ دینی باتیں بیان کرتے ہیں اور تقریر کے آخر میں بطور معذرت کہتے ہیں کہ سمع خراشی کی معافی چاہتا ہوں۔ بھلا دین کی باتیں بھی سمع خراشی کا سبب ہوسکتی ہیں! یہ دینی باتوں اور وعظ وتقریر کے ساتھ بے ادبی ہے، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ (اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۱۸۴)

۴۔ علم بہت بڑی دولت ہے جس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ اس دولت سے جتنا بھی خرچ کیجیے اتنا ہی بڑھتی ہے۔ یہ ایسی عظیم چیز ہے کہ سردارِ انبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ﴿قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾ (سورۂ طٰہٰ، آیت:۱۱۴) آپ کہیے کہ اے میرے پروردگار! میرے علم میں ترقی دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم کی زیادتی مطلوب ہے اور سردارِ انبیاء بھی زیادتیٔ علم کی درخواست حق تعالیٰ کے سامنے کریں۔ اس لیے طلبہ کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ زیادتیٔ علم جب اتنی بڑی چیز ہے تو یہ علم ہم سے تم سے بہت قربانیاں بھی چاہے گا۔

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ علم اپنے میں سے تم کو تھوڑا سا حصہ اس وقت تک نہیں دے گا جب تک کہ تم اپنا کل اس کو نہ دے دو۔

۲۔ صحیح بخاری میں مقولہ ہے کہ دو قسم کے لوگوں کو علم نہیں حاصل ہوسکتا، ایک وہ انسان جو شرم کرے، دوسرے وہ جو متکبر ہو، اس میں نخوت ہو، اپنے کو بڑا سمجھے۔ اس لیے علم کے لیے ضرورت ہوگی تواضع کی۔ علم کے لیے ضرورت ہوگی جھکنے کی، علم کے لیے ضرورت ہوگی نیازمندانہ پیش آنے کی۔ لہٰذا جب تم میں بڑائی ہوگی تو علم تمھارے پاس آنے سے اِباء و انکار کرے گا اور شرم ہوگی تو تم کو طلب اور سوال میں شرم آئے گی جو محرومی کا سبب ہوگی۔ حدیث میں آیا ہے اِنَّمَا شِفَاءُ الْعَيِّ اَلسُّؤَالُ۔ یعنی جہل اور عجز کا علاج سوال اور پوچھنا ہے۔ (اقوالِ سلف، ج:۶۔ص:۱۸۶)

۳۔ طلبہ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ: تم جو علم دین حاصل کرنے کے لیے ان مدارس میں آئے ہو تو سمجھو کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے وہی آداب اختیار کرنے ہوں گے جو صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بحیثیت معلم و مرشد ہونے کے اختیار فرمایا تھا۔ نبوت کی خصوصیت میں تو کسی کی شرکت نہیں ہوسکتی لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے معلم اور شیخ اور مرشد بھی تھے اس لیے اس حیثیت سے جو آداب صحابہؓ نے حضور ﷺ کے ساتھ اختیار فرمائے وہی آداب اب ہم کو اپنے معلم و مرشد کے ساتھ اخذِ فیض کے لیے اختیار کرنا ضروری ہوگا۔ خوب سمجھ لو۔

اِنَّ الْمُعَلِّمَ وَ الطَّبِيْبَ كِلَيْهِمَا
لَا يَنْصَحَانِ اِذَاهُمَا لَمْ يُكْرَمَا
اِصْبِرْ لِدَاءِكَ اِنْ جَفَوْتَ طَبِيْبَهُ
وَ اصْبِرْ لِجَهْلِكَ اِنْ جَفَوْتَ مُعَلِّما

یعنی معلم اور طبیب دونوں شاگرد اور مریض کی پوری خیرخواہی اس وقت تک نہیں کرسکتے جب تک کہ ان کا اکرام واحترام نہیں کیا جائے گا۔ طبیب و معلم کی توجہ منعطف کرانے کیلئے ان کا ادب واحترام لازم و ضروری ہے۔ آگے کہتے ہیں کہ اگر تم طبیب پر جفا و

گستاخی کروگے تو پھر اپنے مرض کو لیے بیٹھے رہو۔ اسی طرح اگر اپنے معلم پر جفا کروگے تو اپنے جہل کو لیے بیٹھے رہو۔ یعنی نہ شفا حاصل ہوگی اور نہ علم۔

(اقوالِ سلف، ج:۶،ص:۱۹۱)

حضرت مولانا قاری حبیب احمد الٰہ آبادیؒ

(ولادت: ۶ رجب ۱۳۳۲ھ م یکم جون ۱۹۱۴ء دوشنبہ، الٰہ آباد۔ وفات: ۷رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ)

لوگ مجھ سے وظائف پوچھتے ہیں حالانکہ سب سے بڑا وظیفہ قرآن مجید ان کے پاس موجود ہے، اس کی تلاوت کا اہتمام نہیں کرتے۔

(فائدہ: اگر آدمی خود کسی عذر و بیماری کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تو کسی سے سن ہی لے۔ قرآن مجید سے اپنا تعلق قائم رکھیے تا کہ قرآن وصاحبِ کلام حق جل مجدہ کی ذات سے رابطہ و تعلق روزانہ بحال رہے اور قرآن پاک کے ذریعے حضورِ حق کی حضوری کا شرف حاصل ہوتا رہے۔ آیت رحمت پر اپنی مراد بھی عرض کردیجیے اور آیتِ عذاب پر اپنی پریشانی سے نجات کی اپیل کردیجیے۔ تعلق جوڑیے اور خوب مضبوط مستحکم کرلیجیے۔ اللہ ہم کو بھی توفیق بخشے۔ ثمین اشرف)

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب حضرت جیؒ

(ولادت: ۸رجمادی الاوّل ۱۳۳۶ھ۔ مطابق ۲۰رفروری ۱۹۱۸ء، چہارشنبہ۔
وفات: ۱۰رمحرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۰رجون ۱۹۹۵ء، دہلی۔)

۱۔ دو راستے انسان کی زندگی گزارنے کے ہیں، ایک اعمال والا دوسرا مادیت والا۔ اور دونوں راستوں پر چلنے والے دو قسم کے انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں طرح کے انسان کے انجام کا ذکر فرمایا ہے۔

۲۔ اللہ کے لیے اپنی مالوفات اور مرغوبات کو چھوڑ دینا حتی کہ اپنے وطن کو ضرورت پڑنے پر چھوڑ دینا ہجرت کہلاتا ہے۔

۳۔ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم دو طبقوں میں منقسم تھے: مہاجر تھے یا

انصار۔ پہلا درجہ ہجرت کا ہے، دوسرا نصرت کا۔ لَوْ لَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ مِنَ الْاَنْصَارِ آج بھی اگر اُمت ان دو حصوں میں تقسیم ہو جائے ایک دعوت کے لیے ہجرت کرے اور دوسری نصرت کرے تو پورے عالم میں دین زندہ ہو جائے۔ ساری اُمت کی فکر کرو۔ انھیں جہنم سے نجات دلانے کی تدبیر سوچو۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا میں تمھاری کمر تھام کر جہنم سے روک رہا ہوں، مگر تم ہو کہ تیزی کے ساتھ بڑھتے جاتے ہو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ جب کرنے پر آتے ہیں اصنام کے پیٹ سے توحید ظاہر ہوتی ہے اور باطل کے نقشوں سے حق کی آواز اُٹھتی ہے۔

۵۔ کھلانے والے میں بخل نہ ہو اور کھانے والے میں حرص و طمع نہ ہو تو اس کھانے میں برکت ہوتی ہے۔

۶۔ کام خوب ہو رہا ہے، قربانی دی جا رہی ہے مگر افسوس کہ رات کو رونے والوں کی کمی ہے۔

۷۔ یہ دنیاوی زندگی جو اجیرن بنی ہوئی ہے اگر احکامات کا ان میں لحاظ کر لیا جائے تو زندگی کا مزہ آجائے۔

۸۔ یہ ساری محنتیں ایک اللہ کو راضی کرنے کے لیے ہوں، مادّی منفعت کے لیے ہرگز نہ ہوں۔ نہ کسی جاہ اور عہدے کا ارادہ ہو۔ (اقوالِ سلف، ج:۶، ص: ۲۴۵)

حضرت الحاج حافظ عبد الرشیدؒ عرف ابّا جی رائپوری سہارنپوری

(ولادت: ۱۹۱۰ء)

۱۔ کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کیا کرو۔ یہ غیبت ہو جاتی ہے۔ کسی کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کہنا کہ جب اس کو معلوم ہو تو اس کو بری لگے، یہ غیبت ہے۔

۲۔ بندے کا تعلق جب اللہ تعالیٰ سے ہو جاتا ہے تو اسے زندگی کا مزہ ملنے لگتا ہے۔

۳۔ دعائیہ مراقبہ یہ ہے کہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور میں اس کے سامنے ہوں، اس سے اللہ تعالیٰ سے خوب تعلق ہو جاتا ہے اور دعا بھی جلد قبول ہونے لگتی ہے۔

۴۔ معصیت اور غیبت سے بچنا بہت ضروری ہے، اس سے ضرور بچو۔ اس لیے کہ اس کی وجہ سے اپنی نیکیاں چلی جاتی ہیں اور جس کی غیبت کی جاتی ہے اس کے گناہ آجاتے ہیں۔

مگر افسوس اس سے آدمی بچتا ہی نہیں۔ جہاں بھی دو آدمی بیٹھتے ہیں دوسروں کی غیبت شروع کردیتے ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والی نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب کثرت کے ساتھ کیا کرو۔ (اقوالِ سلف، ج:۶،ص:۲۵۷)

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوریؒ

(ولادت: ۴/رجب ۱۳۳۴ھ مطابق ۷/مئی ۱۹۱۶ء۔ وفات: ۲۸/صفر ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۴/جولائی ۱۹۹۶ء۔ مدفون: مبارکپور)

(۱) ابتدا بالسلام کرو۔ (۲) صفائی ستھرائی سے رہو۔ (۳) اپنی خودداری کو ٹھیس نہ لگنے دو۔ (۴) علماء کی قدر کرو۔ (۵) دنیادار علماء سے احتراز کرو۔ (۶) رشتے اور تعلقات کا لحاظ و پاس رکھو۔ (۷) لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملو اور ان کی خیریت دریافت کرو۔ (ایضاً)

حضرت مولانا محمد یار صاحب پرتاپ گڑھیؒ فاضل دیوبند

(ولادت: ۱۹۲۴ء۔ وفات: ۱۶/صفر ۱۴۲۵ھ مطابق ۷/اپریل ۲۰۰۴ء)

۱۔ حضرت ابراہیم وحضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو جو وصیتیں کی تھیں وہی میں بھی تم لوگوں کو کرتا ہوں۔ پھر فرمایا دینِ حنیف پر قائم رہنا، سنتِ نبوی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا، فرائض کو کبھی ترک مت کرنا، پردے کا خاص اہتمام رکھنا، بھائی بہن آپس میں مل جل کر رہنا۔

۲۔ اور اتحاد کو باقی رکھنے کے لیے اپنے بچوں کا ایک دوسرے کے یہاں نکاح کردینا۔

۳۔ کسی نہ کسی شیخ کامل سے ضرور متعلق رہنا۔ اس سے دین پر استقامت حاصل ہوتی ہے اور اعمالِ صالحہ میں مداومت۔

۴۔ جو لوگ غیر اسلامی وضع قطع اختیار کیے ہوئے ہیں درحقیقت انگریزوں اور ہندوؤں کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہیں۔ (اقوالِ سلف، ج:۶،ص:۳۹۶)

وصیت مفتی سعید احمد بنام فرزند ارجمند مفتی مظفر حسینؒ

(وفات: ۲ر صفر ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹ر اگست ۱۹۵۷ء۔ مدفن: سہارنپور)

دیکھو! دو باتیں یاد رکھنا؛ ایک تو تنخواہ میں اضافہ کی درخواست مت دینا، دوسری بات یہ کہ اہلِ مدرسہ سے یہ مطالبہ نہ کرنا کہ فلاں کتاب دے دی جائے۔ میں اپنے دوستوں اور ملنے والوں کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ زندگی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کریں۔

اگر میرے بچے نیک رہے تو اللہ ان کی کفالت خود فرمائے گا۔﴿وَ هُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ﴾ اور وہ حمایت کرتا ہے نیک لوگوں کی۔ جب اللہ کا وعدہ ہے تو مجھے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر یہ نیک نہ رہے تو اللہ کو ان کی پرواہ نہیں۔ جب اللہ کو پرواہ نہیں تو میں کیوں ان کی پرواہ کروں۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج:۱، ص:۹۳)

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ بن مفتی سعید احمد
ناظم مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور

(ولادت: ۱۱ ربیع الاوّل ۱۳۴۸ھ ۱۷ اگست ۱۹۲۹ء۔ وفات: ۲۸ رمضان ۱۴۲۴ھ ۲۴ نومبر ۲۰۰۳ء)

۱۔ اہلِ دل اور کامل بندوں کے تذکرے اسلام کی عملی زندگی کا راستہ آسان بنانے میں بڑے مؤثر اور مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ان کے مطالعے سے آدمی کے اندر صفاتِ ذمیمہ مغلوب و مضمحل ہوتی ہیں اور صفاتِ حمیدہ قوی و مستحکم ہوجاتی ہیں۔ نفس اور شیطان کا تسلط کمزور ہوجاتا ہے اور فکرِ آخرت کے ساتھ زندگی گزارنے کا شوق پختہ ہوجاتا ہے۔ دنیا کی بے ثباتی قلب و نظر میں سما جاتی ہے اور رضائے الٰہی تمام کاموں کا مقصد و منشا بن جاتی ہے۔

۲۔ مقرباں را بیش بود حیرانی۔ جتنا قربِ الٰہی زیادہ ہوتا ہے اسی قدر حیرانی اور پریشانی بڑھ جاتی ہے۔ (اپنے قول و فعل پر نظر رکھنی پڑتی ہے) ہر ہر قدم پر سوچنا پڑتا ہے کہ منہ سے کیا بات نکل رہی ہے اور جو کام ہو رہا ہے وہ جائز ہے یا ناجائز۔

۳۔ آج کل مدارس میں یہ بیماری پیدا ہوگئی ہے کہ مدرّسین و ملازمین اپنے فرائض کی پابندی

نہیں کرتے۔ مہتمم صاحب نے مدرّسین اور ملازمین کے لیے جو اوقات (جن کاموں کے لیے) مقرر کردیے ہیں ان کی پابندی تو ملازمین کے لیے نہایت ضروری ہے، بڑے مدارس کا حال بھی یہ ہے کہ مدرّس جب سبق پڑھانے جاتا ہے تو مقررہ وقت سے پہلے پندرہ بیس منٹ ضائع کرکے درسگاہ پہنچتا ہے۔ خوب یاد رکھو مدرسہ کے اوقاتِ مقررہ کی خلاف ورزی خیانت ہے۔ مہتمم مدرسہ کچھ کہے یا نہ کہے عنداللہ تو خیانت ہورہی ہے۔

(اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۴۵۶)

حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

میری موت جہاں بھی آئے، مجھے دین پور میں دفن کیا جائے تاکہ احمد علی لاہوریؒ کے قول کے مطابق میں بھی رحمت سے محروم نہ رہوں۔ (خطباتِ دین پوریؒ، ج:۴، ص:۱۴۶)

سیّد العارفین حضرت حافظ محمد صدیق بھرچونڈیؒ کی وصایا

آپ نے طالبین سے وصیت فرمائی کہ میرے بعد تم یہاں کے در و دیوار کو نہ دیکھتے رہنا بلکہ خلیفہ صاحب خانپوری کے پاس چلے جانا۔ نیز اپنے جانشین برادرزادے حضرت میاں عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی فرمایا کہ میری قبر پر پختہ گنبد یا خس و خاشاک کی جھونپڑی نہ بنانا اور قبر کا تعویذ ایک بالشت سے کم رکھنا (اور خود اپنے ہاتھ سے بالشت کا اشارہ فرمایا کہ اتنا ہو۔) پھر فرمایا کہ اگر تم نے اس کے خلاف کیا اور رحمتِ ایزدی میں ذرہ برابر رکاوٹ ہوئی تو قیامت کے دن تیرا دامن گیر ہوں گا۔

وفات سے ایک دن پہلے اپنے خاص خدام کو اپنے سبز کھدر کے چولے اور لباس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ فقیر قیامت کے روز اسی لباس میں اُٹھایا جائے گا۔

(تذکرہ اولیاء دیوبند، ص:۱۶۴)

جستجو جس گل کی تڑپاتی تھی اے بلبل مجھے

خوبی قسمت سے آخر مل گیا وہ گل مجھے

آپ تکلیف میں ذیل کا شعر پڑھتے تھے۔

لطف سجن دم بدم قہر سجن گاہ گاہ
اوں بھی سجن واہ واہ ایں بھی سجن واہ واہ

مولانا ابوالسعد احمد خان بانی خانقاہ سراجیہ، کندیا شریف

وصیت بنام مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری قاسمی

فقیر اپنا خلیفہ مجاز اور سجادہ نشین مولوی عبداللہ صاحب لدھیانوی کو مقرر کرتا ہے جن کو فقیر نے پوری توجہ اور دل سوزی سے نقشبندی سلوک طے کرایا ہے، وہ اس خانقاہ میں جس کا نام خانقاہ سراجیہ مجددیہ ہے۔ مقیم رہ کر ترویجِ سلوک اور توسیعِ سلسلہ میں ساعی رہیں گے۔ ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص خانقاہِ ہٰذا میں سجادہ نشینی کا مدعی نہیں ہوسکتا اور نہ اس کا دعویٰ مسموع ہوگا۔
(تحفہ سعدیہ، ص:۱۴۶۔ تذکرہ اولیاء دیوبند، ص:۳۵۶)

قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

داماد مولانا نورالحق قریشی قاضی عبداللطیف، مجلس تحفظِ ختمِ نبوت لاہور کے مبلغ منظور احمد اور گھر کے دوسرے افراد موجود تھے۔ قاضی صاحبؒ نے سب کو اکٹھا کر کے انگشتِ شہادت سے اشارہ کیا اور فرمایا، وہ دیکھو جنت الفردوس کا دروازہ کھلا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے بلا رہے ہیں۔ تم دیکھ سکتے ہو تو دیکھ لو ورنہ مجھ پر اعتبار کرو۔ فرشتے جنت کے دروازے پر میرے منتظر ہیں۔ مجھے ہنسی خوشی رخصت کرو اور کلمۂ شہادت اشھد ان لا اله الا الله و اشھد ان محمداً عبده و رسوله پڑھا اور آہستہ آہستہ چارپائی پر لیٹ گئے، آنکھیں بند ہوتی گئیں اور کلمۂ شہادت کا ورد کرتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ (اکابر کی شامِ زندگی، ص:۴۹)

قاضی صاحب کی نصیحتیں

۱۔ جدید تہذیب نے ہم سے بہت کچھ چھین لیا ہے۔ یہ سیلاب رُکتا نظر نہیں آتا۔ لباس، وضع قطع، غرض ہماری ہر چیز کی دینی اور ملّی قدریں اس طوفانِ بدتمیزی کی نذر ہوگئی ہیں لیکن برخوردار! نماز کی پابندی کرو۔ اس کے بغیر انسان رحمتِ الٰہی سے محروم رہ جاتا

ہے۔(سوانح وافکار،ص:۱۲۶)

۲۔ جب تک مذہبی ارشاد و ہدایت کی کوئی سچی حرکت مسلمانوں میں پیدا نہ ہوگی اس وقت تک تمام مساعیٔ اصلاح بے نتیجہ ہیں۔شعبۂ تبلیغ (تحفظِ ختمِ نبوت) مجلس احرار اسلام اسی اجتہادِ فکر و تفحص کا نتیجہ ہے۔(سوانح وافکار،ص:۱۷۵)

مجلسِ احرار کے اغراض و مقاصد

(الف) ہندوستان اور بیرونِ ہند میں اسلام کے مقدس اصولوں کی اشاعت کرنا۔ یہ واضح ہے کہ اصلاحِ دینی کا کام انجام نہیں پا سکتا جب تک قوم کو اسلام کی صحیح تعلیم نہ دی جائے اور تمام طبقاتِ اُمت کے جہلِ دینی دور نہ ہو۔(سوانح وافکار،ص:۱۷۵)

(ب) مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کا جذبۂ صادق پیدا کرنا اور مبلغین کی ایک سرگرم کارکن جماعت تیار کرنا۔اس کا ذریعہ صرف علمائے حق ہیں جو روز بروز ہم میں قلیل اور مفقود ہوتے جاتے ہیں، اور جن کی قلّت ہی کا نتیجہ ہے کہ قوم میں حیاتِ دینی کے نتائج و ثمرات مفقود ہیں۔(سوانح وافکار،ص:۱۷۵)

(ج) فتنۂ قادیان کے تباہ کن اثرات سے تعلیم اسلامی کو محفوظ رکھنا اور مسلمانوں کو ان کے دجل سے بچانا۔(سوانح وافکار،ص:۱۷۵)

۳۔ زمانہ بدل گیا اور بدل رہا ہے۔ بھلائی چاہتے ہو تو مل کر کام کرنا سیکھو۔ آپس کی سر پھٹول اور تفریق کو یکسر ختم کردو۔ آپس کی مقدمہ بازیاں اور عدالتی کارروائیاں یک قلم بند کردو۔عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹانے کے بجائے آپس میں گھر بیٹھ کر فیصل کرلیا کرو۔ بری رسومات و عادات یکسر بند کردو اور سر جوڑ کر بیٹھ جاؤ۔ اپنی اقتصادی حالت پر غور کرو، ابتری کے اسباب معلوم کرو اور بہتری کی سبیل نکالو۔ آخر کب تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہو گے۔اپنے مفاد کی خاطر لڑنا سیکھو۔اپنے اندر تنظیم اور جتھابندی کی طاقت پیدا کرو۔(سوانح وافکار،ص:۱۸۶)

۴۔ اے ہندوستانی کسانو! اپنی خوابِ غفلت سے جاگو اور اپنی حالت کو بدلنے کے لیے خود تیار ہوجاؤ۔ اگر تم اپنی مصیبتوں کو دور کرنے کے لیے جدوجہد نہ کرو گے تو کوئی تم پر رحم

کیوں کرے گا۔ افلاس وتنگدستی کی بیماریوں کو دور کرنے کے لیے تمھاری قوتِ عمل ہی بہترین دوا ہے۔ اُٹھو اور خود ہی اپنا علاج کرو۔ (خطباتِ احسان، صفحہ: ۱۸۷)

مجلسِ احرار اور برادرانِ یوسفؑ

ہمدردانِ ملت! مجلسِ احرارِ اسلام کی مقبولیت اور عوام میں اس کے اثر ورسوخ کے ہوتے ہوئے اگرچہ اس بات کی ضرورت نہیں کہ آپ کے سامنے مجلس کے وجود کی ضروریت یا مجلس کے لائحۂ عمل کی تشریح اور مجلس کے دائرۂ عمل کے متعلق کسی قسم کی وضاحت کی جائے مگر چونکہ 'برادرانِ یوسف' نے مجلس کی تخریب وتکذیب کے سلسلے میں 'اکله الذئب' کی قسم کے بہت سے اکاذیب و اباطیل کی بیش از بیش اشاعت کر رکھی ہے۔ 'دروغ گویم بر روئے تو' کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے مجلس کی پوزیشن واضح صورت میں ایک بار پھر آپ کے سامنے پیش کر دی جائے تاکہ اس معاملے میں آپ کی بصیرت 'لیطمئن قلبی' کا درجہ اختیار کرے اور حق الیقین کی معارف پرور وادی میں آپ گامزن ہوسکیں اور علی وجہ البصیرت میری بات کی تصدیق کر سکیں جبکہ میں مجلس کی طرف سے گوش گزار کروں ۔

مجھ سا مشتاق نہ پاؤ گے جہاں میں ہرگز
گرچہ ڈھونڈھو گے چراغِ رُخِ زیبا لے کر

میرے بزرگو! مسلمانوں میں قومی کام کرنے والے اس وقت تین حصوں میں تقسیم ہیں:

۱۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جن کی تمام دینی و دنیاوی آرزوئیں برطانوی استعمار سے وابستہ ہیں اور جو ہر حال میں راضی برضائے آقایان سفید فام ہیں۔ اسلامی ممالک کو غلام بنانے کی کوشش کی جارہی ہوں یا مقاماتِ مقدسہ فلسطین وعراق وحجاز کے باشندگان پر مظالم ڈھائے جارہے ہوں، سرحد آزاد کے اسلامی قبائل کو تحفظ انسانیت (آزادی) کے جرم بے جرمی میں فنا کے گھاٹ اُتارا جارہا ہو اور ان کے بیوت و اموال کو ہوائی تاخت کے ذریعے نیست و نابود کیا جارہا ہو، یا اسلامیان عالم کی آخری متاع سیّد دو عالم فخر امم صلی اللہ علیہ وسلم کے تخت وتاج نبوت وختم نبوت کی توہین کی جارہی ہو اور کھلم کھلا تاجدارِ مدینہؐ سے بغاوت کی تبلیغ کرائی جارہی ہو، تہذیب کے نام پر اسلامی شعائر کے استیصال کی کوشش کی جارہی ہو یا فوجی سپرٹ اور عسکریت

کی نمائش میں اسلام کی سیزدہ صد سالہ بنیادوں کو الحاد و بے دینی کے بیلچوں کے ساتھ بلایا جا رہا ہو، تو ان کی وفاداری میں سر مو فرق نہیں آتا۔ فخریہ لہجے میں حکومت کے آستان پر جبہ سائی کر کے اور ہاتھ جوڑ کے وہ لوگ ہمیشہ یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں۔

اے در بقائے عمر تو خیر جہانیاں

باقی مباد ہر کہ نخواہد بقائے تو

ایسے لوگوں سے اُمید رکھنا کہ وہ آڑے وقت میں اسلام کے کام آئیں گے یا کسی وقت بھی اسلام کی کوئی اہم یا غیر اہم خدمت ادا کرنے کے قابل ہو سکیں گے، نہایت ہی غلط امید اور حد درجہ بے جا توقع ہے۔ ان لوگوں کا ایمان رسولِ عربیؐ اور قرآن کی بجائے اساطین دولت اور تعزیراتِ ہند پر ہے اور اساطین دولت جو کچھ چاہتے یا کرتے ہیں وہ مسٹر الفسٹن کی یادداشت کے الفاظ میں یہ ہے:

''ہم نے ہندوستانیوں کی ذہانیت کے چشمے خشک کر دیے اور ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے نہ صرف یہ کہ تعلیمی ترغیب نہیں ہوتی بلکہ اس سے قوم کا علم سلب ہوا جاتا ہے اور علم کے پچھلے ذخائر نسیاً منسیا ہوتے جاتے ہیں۔''

بناء بریں ایسے لوگوں کا تو خاتمہ پڑھئے اور قومی کاموں کے لیے ان کا دخل نہ صرف یہ کہ ناجائز ہے بلکہ مضر بھی ہے کیونکہ وہ تو اپنی افتادِ طبیعت کے مطابق روایتی اعرابی کی طرح کعبے کی بجائے ترکستان کی راہ اختیار کرنے والے ہیں۔

۲۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو مفادِ ملت سے بے نیاز ہو کر غیر ملکی حکومت کی بجائے ملکی سرمایہ داری کی غلامی پر قانع نظر آتے ہیں، جو کبھی تو گاندھی جی لنگوٹی کے پرستار نظر آتے ہیں اور کبھی اسلام کی عالمگیر شان کا استخفاف کرتے ہوئے دِکھائی دیتے ہیں۔ ہندوستانی کہلوانا بجائے خود کتنا ہی پر شوکت اور پر محبت کیوں نہ ہو، مگر وہ تو ہندوستانی اس لیے ہیں کہ کہیں مسلمان سمجھے جا کر ان کی قوم پرستی میں فرق نہ آ جائے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کی بجائے ہندی یا ہندوستانی تہذیب و تمدن کا علمبردار ہونا ان کے لیے باعثِ فخر اور وجہِ فوز و نجات ہے۔

ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں اگر مسلمانوں کی قیادت دے دی جائے تو آپ سمجھ سکتے ہیں

کہ وہ مسلمانوں کے لیے بھی یقیناً وہی راہِ عمل تجویز کریں گے جو وہ اپنے لیے کر چکے ہیں اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ مسلمانوں کے لیے آزادی و حریت کی انتہا یہ رہ جائے گی کہ ان کا آقا تبدیل کر دیا جائے۔ پہلے وہ سفید فام آقا کی خدمت میں مصروفِ کار تھے، تو آئندہ وہ سیہ فام آقا کے اشارۂ چشم و ابرو پر رقص کا پروگرام بنائیں گے اور یہ یقینی بات ہے کہ کوئی صحیح الفطرت اس قسم کی قیادت کی اطاعت کا طوق برضا و رغبت اپنے گلے میں نہیں ڈال سکتا۔

۳۔ تیسری جماعت ان لوگوں کی ہے جو نہ تو برطانوی استعمار کے آلۂ کار بننا چاہتے ہیں اور نہ ہندوستانی سرمایہ دار کے دبیل- جو ملک کو آزاد کرانا مذہبی فرض سمجھتے ہیں اور ہمسایہ اقوام کے ساتھ باعزت زندگی بسر کرنا جزوِ ایمان یقین کرتے ہیں۔ جن کا مطمح نظر علوِ اسلام اور آزادی و حریت کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ اسلام کی راہ میں جان نثار کر دینا اور اپنے خون کے آخری قطرے تک کو بہا دینا وہ اپنا اہم ترین فرض خیال کرتے ہیں اور آزادی کی جنگ میں ہر قسم کی مساعی کو جاری رکھنا ان کا لازمہ زندگی ہے۔ ہمسایہ اقوام اگر اس راہ میں کوشاں ہوں تو باعزت سمجھوتے کے ساتھ باوقار اشتراکِ عمل کرنے کو یہ ہر وقت تیار ہیں، اور اگر خدانخواستہ ہمسایہ اقوام غلامی پر قانع رہنے کا ارادہ کر لیں تو یہ اکیلے بھی آزادی کی راہ میں مٹ جانے کو فخر خیال کر کے غلامی پر قناعت کرنے کو ننگ خیال کریں گے۔

اس جماعتِ حقہ نے سالہا سال غور و فکر سے کام لیا اور سمجھ گئے کہ ملکی وملّی مشکلات کے لیے ظواہر و فروعات سے متاثر ہونے کی جگہ کسی اصولِ حقیقی کی تلاش میں نکلنا چاہیے۔ انھوں نے دیکھا کہ اغیار کے سہارے تلاش کرنے اور محض سیاسی امور کے لیے سعی کرتے رہنا قبل اس کے کوئی اساسی و اصولی اصلاح ہو جائے بیکار ہے۔ اوّل تو یہ تمام امور اصل مرض کا علاج نہیں ہیں بلکہ کسی حقیقی مرض کے نتائج و عوارض ہیں۔ اگر مسلمانوں کی تمدنی حالت درست نہیں تو اس کا نتیجہ غفلت ہے کہ انھوں نے دنیا کی تمدنی ترقی کا ساتھ نہیں دیا۔ لیکن غفلت کیوں ہے؟ قوائے عمل کیوں معطل ہیں؟ اور ذہن و دماغ کیوں بے کار ہو گئے؟ اس کا سبب دریافت کیا جائے اور پھر اس کو دور کیا جائے۔ جس کی وجہ سے بیداری کے بعد یہ غفلت طاری ہوئی۔ انتہائی غور و خوض اور مسلمانوں کے موجودہ اعمال و اطوار کا مطالعہ کیا تو انھیں نظر آیا کہ ان اعمال کی موجودگی میں محال

ہے کہ حسب سنن طبیعہ کوئی قوم زندہ رہ سکے۔ وہ تمام اعمالِ صحیحہ صالحہ جو حیاتِ اجتماعی و ملّی کے لیے بمنزلہ روح و حرارتِ غریزی کے ہیں۔ مسلمانوں میں سے مفقود ہو رہے ہیں اور ہر عمل یا محرف یا مسخ شدہ ہے۔ پھر اس جماعت کے اکابر نے قوتِ روحانیہ عالیہ کو دیکھا جو آج تک مسلمانوں کے دلوں پر حکمراں ہے تو اس کے احکام و تعلیماتِ صادقہ کی روشنی میں نظر آیا کہ مسلمانوں کے تمام موجودہ اعمال و اطوار یکسر اس کی تعلیمات کے خلاف ہیں اور اس کی تعلیم میں وہ تمام ارکان و اصول اکمل و اجمل صورت میں موجود ہیں جن کا انقیاد و عمل کسی قوم کی حیاتِ اجتماعی و سیاسی اور قیام مدنی و عمرانی کے لیے ضروری ہے۔ پس اس جماعت کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے اس فہم حقیقت کے لیے کھول دیا کہ مسلمانوں کے موجودہ امراض کا علاج اسی قانون کا اتباع ہے۔ جس کے لیے قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

﴿اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا﴾

اور اس قانون کے سوا جو بھی عادات و اطوار ان میں رائج و ساری ہیں ان کو یکسر موقوف کر دیا جائے۔ ان مقاصد کے پیش نظر اس جماعت نے اپنا دستور العمل اس طرح بنایا کہ سیاست و مذہب ممتزج ہو کے رہ گئے اور اگر اس دستور العمل پر صدق نیت سے عمل کیا جائے تو دنیا و دین سدھر جائیں۔ اس جماعت کا نام ہے 'مجلسِ احرارِ اسلام'۔ اب یہ بات آپ کے عقل و نظر پر موقوف ہے کہ آپ پہلی دو جماعتوں میں سے کسی کو حقِ قیادت دیتے ہیں یا آخری جماعت کے نظریہ کے ساتھ متفق ہو کر ایک مسلمان اور ایک حریت طلب سپاہی کی طرح اسلام و انسانیت کبریٰ (آزادی) کی خاطر سر بکف ہو کر میدان میں آتے ہیں۔

موجودہ مسائل

بزرگانِ قوم! ان تمہیدی کلمات کے بعد جنھیں اُمید ہے کہ آپ نے غور و انہماک کے ساتھ سنا ہوگا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت قوم کے سامنے کیا مسائل درپیش ہیں، ان کا حل کیا ہے اور ان کے متعلق ہمیں کیا طریقِ عمل اختیار کرنا ہے اور اس اجتماعِ عظیم میں ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہم جو راہِ عمل اختیار کر رہے ہیں کیا وہ صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو وہ کون سے وسائل ہیں جن کے ذریعے سے ہم منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ (خطباتِ احسان، صفحہ: ۱۸۲)

حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ خلیفہ مجاز حضرت مولانا تاج امروٹیؒ

(ولادت:۱۳۰۱ھ۔ وفات:۱۳۸۱ھ)

۱۔ تصوف کی حقیقت اُکھاڑنا اور بونا ہے۔ حق تعالیٰ کے غیر کے تعلق کو دل سے اُکھاڑ کر حق تعالیٰ کو دل کے کھیت میں بونا ہے۔ یہی حق تعالیٰ کا راستہ ہے۔

۲۔ تصورِ شیخ کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ کا تصور کافی ہے۔﴿مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَا اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی﴾ (سورۂ زمر، آیت:۳) ہم تو ان کی پرستش صرف اس لیے کرتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں۔

۳۔ طالب کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کی طلب میں مایوسی کو راہ نہ دے اور استقامت اختیار کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مقصودِ حقیقی کو پالے گا۔

۴۔ طالب کو چاہیے کہ جو کچھ طاعت وعبادت کر رہا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جانے اور اپنے آپ کو ہر شخص سے کمتر سمجھے اور تکبر سے پرہیز کرے، جو شخص اپنے نفس کے عیوب پر نظر رکھے وہ دوسروں کے عیوب پر نظر نہیں کرے گا۔ انسان کو باطن میں عقائدِ صحیحہ اور ظاہر میں اعمالِ صالحہ سے آراستہ ہونا چاہیے۔ (تذکرہ اولیاء دیوبند، ص:۴۱۶)

آیت﴿اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ﴾ (سورۂ نور، آیت:۳۵) کی تفسیر میں فرمایا کہ طاق سے مراد بندۂ مومن کا سینہ اور شیشہ سے مراد مومن کا دل ہے اور چراغ سے مراد لطیفۂ قلبی ہے جو کہ رکھا ہوا ہے شیشۂ قلب کے اندر، اور زَیت (تیل) سے مراد ذکر اللہ ہے جس سے قلب مومن منور ہو جاتا ہے۔ جب ذکر اللہ سے قلبِ مومن منور ہو جاتا ہے تو تجلیاتِ حق تعالیٰ مومن کے قلبِ منور پر متجلی ہوتی ہیں، یہی نور علی نور ہے۔ (ایضاً)

حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ کی نصیحت مولانا علی مرتضیٰ کو

﴿وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت:۲۱۵)
"فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰهُ" (سورۂ توبہ، آیت:۱۲۹) آپ تعلق بنانے والے سے خوب

نرمی برتیں اور نفع پہنچائیں اور نہ جوڑنے پر حق تعالیٰ کو کافی سمجھیں۔

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِيْهُ فِى الدِّيْنِ اِنْ اُحْتِيْجَ اِلَيْهِ نَفَعَ وَ اِنْ اُسْتُغْنِىَ عَنْهُ اَغْنَى نَفْسَهُ۔

فرمایا کہ دین میں سمجھ رکھنے والا وہ مرد بہت اچھا ہے کہ اگر اس کی طرف احتیاج ہو تو نفع دینے میں دریغ نہ کرے اور اگر اس سے لاپرواہی کی جائے تو وہ اپنے نفس کو غنی رکھے۔

احمد تو عاشقی بہ مشیخیت ترا چہ کار
دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام صدیقؒ حاجی پوری ضلع ڈیرہ غازی خان

(۱) دل کے تین جوف ہوتے ہیں ایک کا نام قاعدۃ القلب ہے۔ یہی شیطان کا مسکن ہوتا ہے، اس جگہ چربی بہت ہوتی ہے۔ جب اللہ والے اسمِ ذات کی ضربیں دل پر لگاتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ کی صدائیں اور ضربیں جاری کرتے ہیں، ان کی گرمی سے چربی پگھلتی ہے۔ قلعہ شیطانی مسمار ہو جاتا ہے۔ شیطان کوچ کر جاتا ہے اور آنکھ منور ہو جاتی ہے۔ اس کے محسوسات بھی ہیں۔ باقی دو جوف اذنان القلب کہلاتے ہیں، ایک ان میں سے وسط قلب میں ہوتا ہے، یہاں یہی ایک آنکھ ہوتی ہے، اس کے محسوسات قاعدۃ القلب والی آنکھ کے علاوہ ہوتے ہیں۔

تیسرا جوف اسفل قلب میں ہوتا ہے۔ تیسری آنکھ اسی جگہ ہوتی ہے اور اس کے محسوسات ان دو آنکھوں کے محسوسات کے علاوہ ہوتے ہیں اور ان محسوسات کو بصیرۃ کہتے ہیں۔ جیسا کہ مفردات القرآن میں امام راغب اصفہانی نے بیان کیا ہے۔ قرآن مجید کی سورۂ یوسف کی آیت ۱۰۸ ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْ اَدْعُوْ اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ﴾ میں اسی بصیرۃ کا ذکر ہے مگر سوچنے کی بات اگلی ہے۔ "اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِىْ" یہی بصیرۃ تو مدارِ دین ہے۔ جسے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما (کما رواہ الترمذی) نے اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ (کما رواہ امامنا ابو حنیفہؒ) نے بیان کیا ہے۔ "اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ اِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ" جو کہ حدیثِ مرفوع ہے۔ بقول مرشدی حضرت امام اولیاء شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اللہ والوں کی جوتیوں سے جو غبار اُڑتا

ہے اس سے وہ موتی ملتے ہیں کہ جو بادشاہوں کے خزانوں میں بھی نہیں ملتے۔ ان موتیوں میں سے ایک یہ بھی ہے (یعنی نورِ قلب جسے نورِ بصیرت کہا جاتا ہے۔)

حجاب کے متعلق عرض ہے کہ اسلام میں چھ تحفظات ہیں: پہلا تحفظ تحفّظ النسل ہے، اس کی حفاظت کے لیے حدزنا مقرر کی گئی ہے اور قانونِ حجاب بھی مقرر کیا گیا ہے۔ دوسری حفاظت جان کے لیے حد قصاص، تیسرا تحفّظ مال کے لیے حد سرقہ، چوتھا تحفظ عقل کے لیے مسکرات کی حرمت، پانچواں تحفظ عزّت و آبرو کے لیے حدِقذف، چھٹا تحفّظ اسلام و مسلمین، جہاد۔

اس لیے حجاب کے متعلق نص قرآن میں جہاں ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ (سورۂ نور، آیت:۳۱) کی آیت موجود ہے وہاں ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ (سورۂ نور، آیت:۳۰) کے الفاظ لاکر دونوں اصناف کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے۔

اللہ والوں کی محبت سے دین حاصل ہوتا ہے۔ (تذکرہ اولیاء دیوبند، ص: ۵۹۵)

مولانا عبد الہادی بن مولانا غلام محمد دینپوری رحمہما اللہ

(ولادت: ٦ محرم ۱۳۲۱ھ۔ ۵/اپریل ۱۹۰۴ء۔ وفات: ۷ رمضان ۱۳۹۸ھ ۱۲/اگست ۱۹۷۸ء)

شورش کاشمیری کے نام

اپنے رب کو یاد کیا کرو، سب کچھ اللہ ہی کے پاس ہے۔ میں تمھارے لیے ضرور دعا کروں گا اور مجھے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں یقین ہے کہ وہ میرے گنہگار ہاتھوں کی ضرور لاج رکھیں گے۔ (تذکرہ علماء دیوبند، ص: ٦۹۰)

آغا شورش کاشمیری کے آخری الفاظ

آغا شورش کاشمیری کی رحلت پر ان کی نمازِ جنازہ کے سلسلے میں لاہور جانا ہوا۔ آغا صاحب کی رہائش پر مظفر علی شمسی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میرے سلام عرض کرنے پر بینائی کمزور ہونے کی وجہ سے صرف آواز ہی پہچان سکے۔ فرمانے لگے بھائی غلام نبی! ادھر میرے پاس بیٹھو۔ میں رات آغا صاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ آغا صاحب کی آواز پست ہوچکی تھی۔ مجھے

آغا صاحب نے قریب بلایا اور میرے کان میں کہا لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

مرزا غلام احمد قادیانی کافر، بے ایمان، جھوٹا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی دعویٰ نبوت کا کرے تو وہ دجال ہے، کافر ہے، بے ایمان ہے، دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ یہ میرا ایمان اور عقیدہ ہے اور پھر اس کے بعد دنیا فانی چھوڑ کر مولائے حقیقی سے جا ملے۔

اتنا کہہ کر مولانا شمسی زار و قطار رونے لگے۔

(تحریک کشمیر سے تحریک ختم نبوت تک از چودھری غلام نبی۔ ص:۳۰۱)

شیخ العصر حضرت مولانا علی مرتضیٰ نقشبندیؒ

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا حَمَاہُ الدُّنْیَا کَمَا یَظِلُّ اَحَدُکُمْ یَحْمِیْ سُقُیَہُ الْمَاءُ" (ترمذی) اللہ تعالیٰ جس سے محبت فرماتے ہیں اسے دنیا سے اس طرح بچاتے ہیں جس طرح بیمار سے پانی کا پرہیز کرایا جاتا ہے۔

تنگدستی باری تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص حفاظت ہے تا آنکہ سالک نجس دنیا میں آلودہ نہ ہونے پائے۔

شیخ العصر نے اپنی آخری عمر میں طالبین کو وصیت کی:

۱۔ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا﴾ (سورۂ اعلیٰ، آیت:۱۴) جس نے اپنے نفس کو صاف کیا وہ کامیاب ہوا۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اہم مقصد تزکیہ اور اخلاق کی اصلاح ہے۔

۲۔ تلاوتِ قرآن بلا تدبر و بلا عمل مفید نہیں۔ ایسوں کو قرآن لعنت کرتا ہے اور قرآن میں تدبر نہ کرنے پر ﴿عَلٰی الْقُلُوْبِ اَقْفَالُھَا﴾ کی وعید آئی ہے کہ دلوں پر تالے لگ گئے ہیں۔...... ان تالوں کو کھولنے کے لیے حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی: "اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِکَ وَ اَتْمِمْ عَلَیْنَا نِعْمَتَکَ وَ اَسْبِغْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلِکَ وَ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ" ترجمہ:

قفل جو دل کو ہمارے ہیں لگے
ذکر سے اپنے تو ان کو کھول دے

اپنی نعمت کو تو کر ہم پر تمام
فضل کو اپنے بھی اے ربّ انام
فضل و نعمت سے تو اپنے اے خدا !
ہم کو اپنے نیک بندوں سے بنا

اور یہ دعا ہر نماز کے بعد ہوتی ہے: "اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَ شُکْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ"۔

۳۔ تزکیۂ نفس کے لیے تین کام کرنے کے ہیں اور ایک چھوڑنے کا۔ ذکر اللہ، اتباعِ سنت اور صحبتِ شیخ اور معاصی سے پرہیز۔

ذکر اللہ تمام بیماریوں کا علاج ہے، اسے ضرور کرو، چھوڑو مت، پانچ منٹ تو کرلیا کرو۔ طالبِ لذت مت بنو۔ طالبِ مولیٰ بنو۔ فائدہ ضرور ہوتا ہے۔ کم از کم صحتِ روحانی تو بحال رہتی ہے۔

۴۔ اتباعِ سنت نور ہے۔ بغیر روشنی طریق پر چلنا ناممکن ہے۔ طریقت بغیر سنت گمراہی ہے۔

۵۔ اسی طرح معاصی سے پرہیز ضروری ہے ورنہ علاج بے فائدہ ہے۔ ان تمام باتوں کا حصول صحبتِ شیخ سے آسان ہے۔

۶۔ علماء اور مدرّسین جب پڑھاتے ہیں یہ نیت ہوتی ہے کہ کتاب کا مقصد اور مالہ و ما علیہ پورا پورا متعلّم کے ذہن نشین ہوجائے اور متعلّمین کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ کتاب سمجھ میں آجائے اور یاد ہوجائے تاکہ امتحان میں کامیابی اور استعداد ہو۔ فقیر کہتا ہے کہ ابھی تک یہ نیت ادھوری ہے اور دونوں طرف سے عمل اور رضائے الٰہی کی نیت ضروری ہے۔

(تذکرہ اولیاء دیوبند، ص:۱۴۷)

آپ کی وصیت تھی کہ جامع مسجد گدائی شریف کے نمازیوں کی جوتیوں والی جگہ تدفین کی جائے۔ وصیت کو پورا کیا گیا۔ سنت کے مطابق غسل اور قبر تیار ہوئی۔ احرام والی پرانی چادروں میں تکفین عمل میں آئی۔ نمازِ جنازہ مفتی عبدالستارؒ نے پڑھائی اور رات ایک بجے آپ کو حضورِ حق کی بارگاہ میں سپرد کردیا گیا۔

۲۵؍شوال ۱۴۰۸ھ میں آپ حضورِ حق میں حاضر ہوئے۔

حضرت قاضی مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صدر مسلم پرسنل لا بورڈ

(۱) یاد رکھو امت ایک ہے اور اسے ہر حال میں ایک ہی رہنا چاہیے تمھاری طاقت کا راز اسی میں مضمر ہے۔ (اذانِ مجاہد، ص: ۳۰)

(۲) بازی ہار جانا بڑی مصیبت نہیں ہے، ہمت اور حوصلہ ہار جانا یہ بڑا المیہ ہے۔ (اذانِ مجاہد، ص: ۳۲)

(۳) مسلمانوں کو خود اعتمادی کے ساتھ چراغ نبوت سے روشنی حاصل کر کے اپنے مسائل خود حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ (اذانِ مجاہد، ص: ۳۶)

(۴) تم سب طرف سے آنکھیں بند کر کے یہ دیکھنے چلے جاؤ کہ ہمارے آقا کا نشان قدم کہاں ہے، اسی کے ساتھ ساتھ چلے جاؤ۔

﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ﴾ (آلِ عمران: ۳۱) اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

(۵) حضور ﷺ تو محبوب ہیں ہی، جو حضور ﷺ کی اداؤں کو اپنائے گا وہ بھی اللہ کا محبوب ہو جائے گا۔ (اذانِ مجاہد، ص: ۳۹)

(۶) آج یورپ کے مصنّفین اور بڑے بڑے لکھنے والے مستشرقین اور Orientist تھوڑی دیر کے لیے ہمارے آقا ﷺ کی عظمت کو مانتے ہیں، لیکن دیکھو وہ کیا کہہ دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہؐ ریفارمر تھے، اپنے زمانے میں آئے اور دیکھا کہ سماج بگڑا ہوا ہے تو سوچا اور سوچ کر کچھ اچھی باتیں نکال دیں۔ میں آپ سے بڑے ادب سے بڑے اخلاص سے کہنا چاہتا ہوں کہ مسلمانو! اس فتنہ سے ہمیشہ ہوشیار رہنا۔ تم خوبصورت خوبصورت کتابیں پڑھتے ہو مستشرقین کی، وہ اتنی تعریف کریں گے حضور ﷺ کی...... تم سمجھو گے کہ انھوں نے میرے حضور ﷺ کو مانا ہے لیکن وہ دراصل مانتا نہیں۔ حضور ﷺ کے کارنامے کو ایک انسانی کارنامہ سمجھتا ہے، اور یہی بنیادی فرق ہو جاتا ہے کہ رسول ﷺ کا کارنامہ ایک عام انسان کا کارنامہ نہیں ہوتا...... رسولؐ کا کارنامہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پیغام ہوتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا،

میرے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے، اگر یہی بنیاد کٹ جاتی ہے- خدانخواستہ- اگر کوئی یہ سمجھنے لگے کہ اسلام حضور ﷺ کی ذاتی فکر ہے، قرآن حضور ﷺ کی اپنی لکھی ہوئی کتاب ہے- العیاذ باللہ- تو سارا قصہ ختم ہو جاتا ہے۔

(۷) دوستو! اسی لیے اللہ تعالیٰ بار بار کہتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ﴾ (الصّف:۹)

﴿هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا﴾ (الجمعہ:۲)

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ﴾ (الفتح:۲۹)

(۸) ہر جگہ اپنا نام اللہ تعالیٰ کیوں لیتا ہے کہ میں نے بھیجا ہے، میں نے بھیجا ہے، میں نے ان کو مبعوث فرمایا ہے۔ بار بار فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تمھارے دل میں تمھارے دماغ میں یہ بات راسخ رہنی چاہیے کہ جو کچھ بھی ان کے پاس آیا ہے وہ اللہ کا بھیجا ہوا...... اللہ کی تحریک سے ہوا ہے۔ جو کچھ ہمارے حضور ﷺ کے پاس ہے، ان کے پیغام کی ایک ایک لڑی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے۔ (اذانِ مجاہد، ص: ۳۸)

۹) قیمت دل کی ہے بدن کی نہیں اللہ کے یہاں دل کے دام ہیں۔ (ایضاً، ص: ۴۱)

۱۰) ہماری دعوت یہی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے رحم و محبت کا برتاؤ کرنے والے بنو۔ مسلک، ذات، برادری ہر چیز سے اوپر اٹھو۔

لوگو! اللہ کے لیے محبت کرو۔ اللہ کے لیے جھگڑا کرو۔ یہ ہے اسلام، ہمارا پیغام یہی ہے کہ حضور ﷺ کی رسالت کا جو حق ہم پر تم پر ہے اس کو ادا کرو۔ اس دنیا میں اللہ کے دین کو پھیلانے والے، حضور ﷺ کی رسالت کی روشنی کو دنیا میں عام کرنے والے بنو۔ اپنے اختلافات سے اونچے ہو کر دین کی سربلندی کے لیے ایک امت اور ایک جماعت بن کر اللہ کی رضامندی کے لیے اللہ کو خوش کرنے کے لیے سجدے اور رکوع کے ساتھ عبادت کے ساتھ رحم و محبت کے ساتھ کفر کے مقابلہ میں سختی کے ساتھ ایک امت اور ایک جماعت بن کر زندہ رہو۔ یہی وقت کی دعوت ہے یہی ہماری آپ کے سامنے پکار ہے۔ (اذانِ مجاہد، ص: ۵۶)

۱۱) قرآن کہتا ہے میں ھدیٰ ہوں ہدایت ہوں۔ سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ ناس تک

پڑھ جاؤ۔ یہ ہدایت کی کتاب ہے، کائنات کی اس زندگی میں وہ راستہ ڈھونڈنا چاہتے ہو، جو راستہ تمھارے لیے دائمی نجات کا ہو تو آؤ اس کتاب کو کھولو اور پڑھو۔ یاد رکھیے کہ قرآن کا بنیادی موضوع ہدایت ہے۔ (اذانِ مجاہد، ص: ۵۹)

۱۲) یاد رکھیے قرآن دل کے لیے ذکر ہے، دماغ کے لیے تدبیر ہے اور پوری زندگی کے نظام کے لیے ہدایت ہے قرآن، اس نقطۂ نگاہ سے قرآن کریم کو پڑھو۔ دل کی زمین نرم کرو۔ دماغ سے سوچو اور غور کرو اور زندگی کو اس کے سانچے میں ڈھال لو اور عمل کرو تو دیکھو کیا فائدہ ہوتا ہے۔ (اذانِ مجاہد، ص: ۶۰)

۱۳) میں ائمہ مساجد، علماء، واعظین سے کہنا چاہتا ہوں کہ بتائیں لوگوں کو اللہ کی شریعت کا قانون کیا ہے؟

۱۴) کاش! تمھاری ملّی غیرت بیدار ہو اور تم طے کرو کہ ہندوستان کی پوری ملّت اسلامیہ کو شریعت پر چلنے والی مضبوط قوی اور مستحکم امت بنا کر ہم زندہ رہیں گے، ہم اس امت کو کسی حیثیت سے کمزور نہیں ہونے دیں گے۔ یہ فیصلہ کرلو۔ (اذانِ مجاہد، ص: ۸۵)

۱۵) اے لوگو! جب خطرہ تم پر کلمہ کے نام پر آتا ہے تو خطرہ کا دفاع بھی تم کو کلمہ کے نام پر کرنا چاہیے۔ (اذانِ مجاہد، ص: ۸۹)

۱۶) اسلام کی اصل روح اللہ تعالیٰ کی رضاء میں اپنے کو فنا کردینا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضاء جناب رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے حاصل ہوتی ہے اور یہی نجات کا اکیلا راستہ ہے... اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب شریعتِ محمدی ﷺ انسانوں کی عملی زندگی سے مٹائی جارہی ہے ایسے حالات میں ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ دینِ محمدی ﷺ کے قیام کی جدوجہد کے لیے اُٹھ کھڑا ہو۔ (اذانِ مجاہد، ص: ۱۱۹)

۱۷) اگر شریعت محمد ﷺ مٹ رہی ہو، حضور ﷺ کی سنت مردہ ہوچکی ہو، ایسے وقت میں شریعت محمدیہؐ کے قیام اور طریقۂ رسالت مآب کی احیاء کی جدوجہد جہاد میں داخل ہے اور مسلمان کا فریضہ ہے جس کے پاس جتنی بھی صلاحیت ہے اسے بہرحال استعمال کرے۔ (۱۱۸)

۱۸) اُمت کی وحدت کو تمام باتوں پر مقدم رکھا جائے اور ہر مسلمان سے دل میں محبت ہو۔

۱۹) تقریروں میں ضعیف و نامعتبر روایات اور واقعات کے بیان سے گریز کیا جائے۔
(حیاتِ مجاہد۔ص: ۸٦)

قاضی مجاہد الاسلام کی مزید وصایا

۱۔ دوستو! اللہ تعالیٰ کی شریعت کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔ ہمیں انصاف قائم کرنے والا بننا ہے (سورۂ نساء: ۱۳۵)۔

۲۔ اے ایمان والو! اللہ کا کہنا مانو، رسول کا کہنا مانو، اور امیر کا کہنا مانو۔ (سورۂ نساء: ۵۹)

۳۔ اے اہلِ ایمان! اگر تمھاری آپس میں کسی معاملے میں جھگڑا اور اختلاف ہو تو اللہ و رسول کے قانون کی طرف رجوع کرنا ہے۔ (سورۂ نساء: ۵۹)

۴۔ اہلِ ایمان کی بات تو یہی ہے کہ جب ان کو اللہ اور رسول کی طرف بلایا جائے تا کہ ان کے معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے تو ایک ہی جواب دیں گے؛ سنا بھی ہم نے اور مانا بھی ہم نے۔ (سورۂ نور: ۵۱)

۵۔ پس راستہ تو رسول کا ہی اختیار کرنا ہے، رسول کے راستہ سے ہٹ کر کوئی اور راستہ اختیار کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ (سورۂ نساء: ۱۱۵)

٦۔ اے محمد، تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے، یہاں تک کہ اپنے سبھی جھگڑوں میں آپ ہی کو اپنا حاکم اور حکم تسلیم، اور جب فیصلہ ہو جائے تو منہ بنا کر مت قبول کرنا، بلکہ دل کی انتہائی خوشی اور مسرت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو ماننا اور سر تسلیم خم کرنا۔ (سورۂ نساء: ٦۵)

۷۔ ہم نے رسول کو بھیجا ہی ہے اس لیے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ (سورۂ نساء: ٦۴)

۸۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کا کہنا مانا، اس نے اللہ تعالیٰ کا کہنا مانا۔ (سورۂ نساء: ۸۰)

۹۔ میری عزیز ماؤں، بہنو اور بیٹیو! آپ سب کے لیے بھی قرآن و حدیث میں بہت کچھ ہے۔ راضی رہو یا ناراض رہو، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اگرچہ وہ تمھاری طبیعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، اس کے سامنے سر جھکا دینا مومن مرد اور عورت کی ذمہ داری ہے۔ (اذانِ مجاہد، ص: ۱۸۷)

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

(ولادت ۲۶ رصفر المظفر ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۳ راگست ۱۹۲۸ء بروز دوشنبہ گنگوہ)

طلبہ، اساتذہ و منتظمین وغیرہم کو نہایت کار آمد نصیحتیں فرمائی ہیں۔

ان میں سے بعض کو نقل کرتا ہوں۔

خاص طلبہ کے لیے نصائح

۱۔ فرمایا کہ تحصیل علم کے لیے محنت وشوق اور استاذ کی قدردانی وعزت لازم وملزوم ہیں۔

۲۔ فرمایا: طالب علم ہر قسم کی معصیت نیز ایذا رسانی، حرص وطمع سے پرہیز کرلے، اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کو میسر فرمایا ہے اس پر قناعت کرے۔ دوسروں کی چیزوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا اور اس میں چوری وغیرہ کی نیت رکھنا انتہائی مذموم اور قبیح حرکت ہے۔ اپنے حالات کے مطابق خرچ کرے۔

۳۔ بڑے طلبہ چھوٹوں پر شفقت کریں اور ان کو سلام کریں، تا کہ چھوٹوں کو بھی سلام کی عادت ہو جائے۔

۴۔ ہر طالب علم کو تصحیح قرآن کو لازم بنانا چاہیے، کیوں کہ کسی بھی عالم کا امتحان نماز میں قرآن کریم کی قرأت سے ہوتا ہے۔

۵۔ طالب علم کو چاہیے کہ ہر استاذ کا احترام کرے۔ کیوں کہ استاذ کا احترام درحقیقت علم کا احترام ہے۔

طلبہ غور کریں کہ آئندہ اپنے متعلق استاذ بن کر کیسا سلوک چاہتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ طلبہ اپنے استاذ کے متعلقین کا بھی احترام کرتے تھے۔

۶۔ تم کسی ذمہ دار یا استاذ کے پاس جاؤ اور ان کو کسی کام میں مشغول دیکھو تو ذرا فاصلہ سے بیٹھ جاؤ اور جب وہ اس کام سے فارغ ہو جائیں تب اپنی ضرورت کا اظہار کرو۔

۷۔ طالب علم کو چاہیے کہ اپنے استاذ یا کسی بڑے سے آگے نہ چلے اس لیے کہ حدیث پاک

میں فرمایا گیا ہے کہ: جو تم سے علم یا عمل میں افضل ہو اس سے چلنے میں آگے نہ بڑھو۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ابو درداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے چل رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ دنیا میں آفتاب کا طلوع وغروب ہونا کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء کے بعد ابوبکر سے بہتر اور افضل ہو۔

مدرسین وملازمین کو نصائح

۱۔ مدرسین و ملازمین اجیر وقت بھی ہیں اور اجیر عمل بھی۔ اجیر وقت مطلب یہ ہے کہ مدرسہ کے مقررہ اوقات میں پورے وقت کے پابند ہیں۔ اور اجیر عمل کا مطلب یہ ہے کہ جو مدرسہ کا کام ہمارے سپرد ہے اس میں کوتاہی نہ کریں۔

۲۔ مدرسین و ملازمین کو چاہیے کہ ہمیشہ مدرسہ کے مفاد میں گفتگو کریں کیوں کہ ہمارا مفاد مدرسہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ ذاتی مفاد کو مدرسہ کے مفاد پر ترجیح نہ دیں۔

۳۔ مدرسین کو چاہیے کہ خود بھی صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں تاکہ شاگرد میں بھی صاف ستھرا رہنے کا مزاج پیدا ہو۔

۴۔ کسی طالب علم کو کسی جرم پر سزا دی ہے تو دوسرے وقت میں اس کی دلداری کریں، کچھ پیسہ دے کر یا کھلا پلا کر یا اچھی گفتگو سے۔

۵۔ اگر کسی طالب علم سے کوئی بات خلاف مزاج پیش آئے تو اس کو معاف کر دے۔ اس لیے کہ ہر شخص اپنی عقل کے اعتبار سے کام کرتا ہے۔ اس کو اپنی عقل پر قیاس نہ کرے۔

۶۔ طالب علم کتنا ہی کند ذہن کیوں نہ ہو، اس کو حقیر نہ جانے، کیا بعید ہے کہ آگے چل کر اس سے دین کی کیا خدمت لی جائے۔

۷۔ استاذ کو چاہیے کہ اپنے شاگردوں کے اندر ایسی صفات پیدا کرے کہ جب ان کو کوئی حق بات کہی جائے تو فوراً مان لیں، ہٹ دھرمی نہ کریں۔

منتظمین کے لیے ہدایات

۱۔ مہتمم کے لیے ضروری ہے کہ اخلاق پاکیزہ رکھے۔

۲۔ امانت، دیانت اور خوفِ خدا کا استحضار رہے۔

۳۔ طلبہ کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرے۔

۴۔ ہر طالب علم کو اس کے والدین کی امانت تصور کر کے اخلاق و عادات اور تربیت کا پورا خیال رکھے۔

۵۔ باہر سے آنے والے طلبہ کو حقارت کی نظر سے دیکھنا جرم ہے، جو بھی آ رہا ہے اس کو اللہ و رسول کا مہمان سمجھے۔

ماشاء اللہ نہایت مفید ارشادات و نصائح ہیں جو ہم سب کیلئے لائقِ عمل ہیں۔ واللہ الموفق

الحاج حضرت سیّد حسین صاحب الٰہ آبادی کمشنر

خلیفہ مجاز مصلح الامت و مسیح الامت داماد سیّد سلیمان ندوی

(وفات ۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۸۹ء علی گڑھ)

فرمایا کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے لیے خلوص نیت سے کرنا چاہیے۔ چوبیس گھنٹے کے معمولات بشری ہیں ان میں کھانا پینا، سونا، جاگنا وغیرہ اہم کام ہیں کہ ہر روز انسان ان کو کرتا ہے، تو جملہ کاموں میں رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھے۔ اور ہر کام کو بسم اللہ کہہ کر شروع کرے اور اس کے اختتام پر الحمد للہ کہے جب چند روز اسی طرح جملہ افعال کیے جائیں تو یہی عادت عبادت خالصہ کی صورت اختیار کر لے گی اور زندگی پر خلوص ہو جائے گی، جس کی برکات انشاء اللہ محسوس ہوں گی۔

فرمایا کہ ہم یہ بھی بھول گئے کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اولادِ صالحہ منجملہ صدقاتِ جاریہ کے ہے، اگر ہم اپنی اولاد کی دینی تعلیم کو تعلیم دنیا پر مقدم رکھیں تو ان کا دین تو درست ہوگا ہی اس کی برکت سے ان کی دنیا بھی سنور جائے گی۔

دنیا تو آخرت کی لونڈی ہے اور آخرت اس کی ملکہ ہے۔ جب مالکہ ہی ہماری ہوگئی تو لونڈی تو خود ہی اس کے تحت ہم کو مل جائے گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ اَتَتْهُ الدُّنْيَا وَ هِيَ رَاغِبَةٌ یعنی دنیا کو ٹھکراؤ تو وہ تم پر نثار ہوگی، مگر حالت یہ ہے کہ ہماری اولاد نہ دین کی رہی نہ دنیا کی۔ کاش اگر یہی اولاد راغب الی الآخرہ ہوتی تو وہ شریعت کا حق ادا کرتی۔ اور کبھی والدین کے لیے کچھ پڑھ کر دعائے مغفرت بھی کرتی۔

فرمایا کہ جدید تعلیم میں اور مضرتوں کے علاوہ سب سے زیادہ مضرت رساں یہ چیز مشاہد ہے کہ اس سے بے حیائی، بے ادبی، خودرائی اور تکبر پیدا ہوتا ہے۔ جس قدر مسلمانوں کے اخلاق اور معاشرت کو تعلیم وتربیت جدید سے گزند پہنچا ہے وہ گزشتہ گیارہ بارہ صدیوں میں کسی اور چیز سے نہیں پہنچا۔ چونکہ فرنگیوں کی تعلیم وتربیت دونوں میں بے حیائی اور بے ادبی تمام تر مضمر ہے لہٰذا جوان کی کتابیں پڑھے گا یا ان کی صحبت اختیار کرے گا، لازم ہے کہ اس میں اخلاق کی گندگی، بے حیائی، خودغرضی اور عریانیت سرایت کرجائے۔ چنانچہ فرنگیوں کے دورانِ تسلط جس درجہ مسلمانوں کے دین واخلاق کی تخریب ہوئی ہے، شاید پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔ بالخصوص ہمارا معاشرہ اور اخلاق سرتاپا چوپٹ اور ملیامیٹ ہوگیا کہ آپ پہچان بھی نہ سکیں گے کہ یہ مسلمان ہے یا اور کوئی؟ ڈاکٹر اقبالؔ مرحوم نے صحیح کہا ہے۔

شور ہے ہوگئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں یہود
یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو

ف: یہ ایک حقیقت ہے جو روز روشن کی طرح عیاں ہے، مگر حضرت صاحب اعلیٰ درجہ کے انگریزی دان تھے، جس کی بناء پر کلکٹری وکمشنری کے درجہ تک فائز ہوئے، ان کا یہ فرمانا مزید موجب بصیرت وعبرت ہے۔ یہ حضرت سید صاحب کی حق شناسی اور حق گوئی کا بین ثبوت ہے۔ جبکہ بہت سے عربی داں حضرات اس کے برعکس نظریہ وذہنیت رکھتے ہیں۔

فرمایا کہ ہمارے حضرت حکیم الامت اب سے پچاس سال پہلے یہ فرما چکے ہیں کہ اب دین وایمان کے بقا کی واحد صورت یہی ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میں اعتقاد کے ساتھ بغرض اصلاح روزانہ تھوڑی تھوڑی دیر بیٹھا جائے۔ اگر روزانہ نہ سہی تو ہفتہ میں ایک بار ضرور ان کی خدمت میں حاضری دی جائے اور اپنے بچوں کو تعطیلات کے دوران ان حضرات کی خدمت میں

بھیجا جائے حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کہیں ایسے حضرات میسر نہ ہوں تو پھر ان کی تصانیف کا روزانہ کم از کم پندرہ منٹ مطالعہ ہی کیا جائے یا کسی سے پڑھوا کر سنا جائے۔

فرمایا: دنیا سے بے فکری پیدا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ ہر روز صبح اٹھتے ہی اِس تصور کو دل میں جما لے کہ ہم سونے کی حالت میں دنیا کی ساری فکروں سے الگ تھے اور اس کی کاوش بھی دل میں نہ تھی، تو جب ہم اس سے بے فکر اور الگ رہے تو کوئی خسارہ دنیا کا نہ ہوا۔ جس طرح حق تعالیٰ سونے کی حالت میں ہمارے محافظ رہے، اسی طرح بیداری میں بھی ہمارے محافظ اور کارساز ہیں۔ تو کیوں نہ ہم ایسے محافظ کے غم اور ان کے خوش کرنے کی فکر میں آج کا دن صرف کریں۔ تو آپ دیکھیں گے کہ اس تدبیر سے آپ کا دل فکرِ دنیا سے ہلکا ہوگا اور فکر آخرت میں مشغول ہونے لگے گا۔ حضرت خواجہ مجذوب فرماتے ہیں ؎

یہ عالم عیش و عشرت کا ، یہ حالت کیف و مستی کی
بلند اپنا تصور کر ، یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خوابِ ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہوجائے

فرمایا کہ اللہ پاک کی ذات بے نیاز ہے، چنانچہ ان کے سچے پرستار میں بجز ان کے سامنے سرِ نیاز جھکانے کے تمام مخلوق سے بے نیازی ہونی چاہیے، کیونکہ جب وہ بندہ ہی ذاتِ بے نیاز کا ہے تو اس میں کچھ نہ کچھ بے نیازی کی شان تو ہونی چاہیے۔ مطلب یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کی طرف احتیاج کی نظر تو کیا خیال بھی نہ ہونا چاہیے۔ اور یہی مقام توکل ہے۔ ورنہ پھر وہ حضرت بے نیاز کا بندہ ہی کیا؟ کسی نے خوب فرمایا ہے ؎

درِ کریم سے سائل کو کیا نہیں ملتا
جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو

لہٰذا جس بندے نے صرف اسی ذات پاک کے ساتھ اپنی تمام حاجات کو محدود کر دیا اسی نے بندگی کا مزہ پایا۔ حق تعالیٰ کے پاس کیا نہیں ہے جو ان سے نہ مانگا جائے اور بندگان محتاج

کے پاس کیا ہے جوان سے مانگا جائے؟ حاجت بھی پیش کرے تو محتاج کے سامنے؟ یہ تو بڑی کوتاہ نظری ہوگی۔

فرمایا کہ آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ آج کل غفلت کی زیادتی اور معصیت کی کثرت کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ہم لوگوں کے دلوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان کا خوف رخصت ہوگیا ہے، اگر ہمارے دلوں میں ان کی محبت ہوتی تو ہم ضرور ان کا ذکر کرتے، ان کے احسانات کا شکر کرتے اور ہم کو ان کے سامنے حاضری کا خوف ہوتا، تو ہم نافرمانی اور گناہوں سے کنارہ کش رہتے، ہم کیا منہ لے کر ان کے روبرو حاضر ہوں گے۔

(ماخوذ از ملفوظاتِ عصر، حصہ دوم۔ اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۲۷۸)

حضرت مولانا ابوالحسن صاحب عراقی مئوی

(ولادت ۱۲۹۶ھ وفات ۱۳۶۶ھ)

ترغیب راحت عقبیٰ و بے ثباتی دنیا

عقبیٰ کا کام کرنا شغل اپنا تم بناؤ — کچھ آنکھ سے بھی دیکھو کانوں کو بھی کچھ سناؤ

سارے بدن کو اپنے حسنات میں لگاؤ — پڑھ لو زباں سے کچھ کچھ دست و پا ہلاؤ

ہے یہ سرائے فانی اس میں نہ دل لگاؤ — اصلی مکان اپنا اے مومنو! بناؤ

فرزند و زن یگانے ماں باپ اور بھائی — احباب اور اقارب کرتے ہیں جو بھلائی

کرتے ہیں جس سے ہم سب یاری و آشنائی — ہوگی ضرور سب سے ایک روز پھر جدائی

ہے یہ سرائے فانی اس میں نہ دل لگاؤ
اصلی مکان اپنا اے مومنو بناؤ

سب چل دیے یہاں سے اصغر ہوں یا کہ اکبر — داؤد اور سلیماں جمشید اور سکندر

تھے تخت پر جو ایک دن تھا تاج جس کے سر پر — وہ قبر میں پڑے ہیں ہے خاک ان کا بستر

ہے یہ سرائے فانی اس میں نہ دل لگاؤ
اصلی مکان اپنا اے مومنو بناؤ

کوئی نہیں ہے یارو! دنیا میں رہنے والا　　چکھنا ہے سب کو ایک دن جب موت کا نوالہ
ایسا کرو کہ جس سے راضی ہو حق تعالیٰ　　حضرت پلائیں تم کو کوثر کا اِک پیالہ

ہے یہ سرائے فانی اس میں نہ دل لگاؤ
اصلی مکان اپنا اے مومنو بناؤ

ہے جاہ و مال و دولت بس قصہ و کہانی　　باقی رہا سکندر نہ تو افسر کیانی
کچھ بھی نہیں ہے دنیا اور اس کی زندگانی　　نہ تو ہم رہیں گے باقی نہ تو قبر کی نشانی

ہے یہ سرائے فانی اس میں نہ دل لگاؤ
اصلی مکان اپنا اے مومنو بناؤ

(اقوال سلف، ص: ۲۶۷)

ف: یقیناً اس لائق ہیں کہ بطور وِرد اِن کو پڑھا جائے۔ مرتب

وفات: ۱۳۶۲ھ میں بعارضہ اسہال (ہیضہ) انتقال ہوا۔ مئو محلّہ اورنگ آباد عقب عیدگاہ مدفن ہے۔

ابوالانوار حضرت مولانا عبدالغفار عراقی مئوی

(ولادت ۲؍صفر ۱۲۸۳ھ وفات ۵؍ربیع الاول ۱۴۱۰ھ م ۱۷؍اکتوبر ۱۹۸۹ھ۔ مدفون گورکھپور)

آپ کے چند دعائیہ اشعار

يَـا رَبِّ عَبْـدُكَ دَائِـمًـا مُتَـزَلْـزَل　　مِنْ خَـوْفِ بَـطْشِكَ هَـائِمًا مُتَمَلْمَل

اے میرے رب! آپ کا بندہ مسلسل آپ کی گرفت کے خوف سے بے قرار ہو کر کروٹیں بدل رہا ہے۔

يَـا رَبِّ اِنِّـىْ عِـنْـدَ بَـابِكَ صَارِخ　　يَـا رَبِّ غَيْـرُكَ لَيْـسَ لِىْ مُتَوَسِّل

اے میر پرور دگار بے شک میں آپ کے دروازے پر پکار رہا ہوں، اے میرے پروردگار تیرے سوا کوئی مجھ تک پہنچنے والا نہیں۔

يَـا رَبِّ نَـفْسِىْ رَاوَدَتْـنِىْ دَائِمـا　　يَـا رَبِّ اِنِّـىْ مُـذْنِـبٌ وَ مُـضَـلَّـل

اے میرے رب میرے نفس نے ہمیشہ مجھ کو فریب دیا ہے۔ اے میرے رب بے شک میں خطا کار ہوں اور راہِ حق سے ہٹا ہوا ہوں۔

یَا رَبِّ اَنْتَ ثَبِّتْنِیْ عَلٰی مَمْشَی التُّقٰی تَعْسًا لِقَلْبِیْ دَائِمًا مُتَدَلْدَل

اے میرے رب مجھ کو تقویٰ کی راہ پر ثابت قدم رکھیے ہلاکت کے میرے قلب کے لیے کہ ہمیشہ لڑکھڑاتا رہتا ہے۔

یَا رَبِّ اَنْتَ مَلَاذُنَا وَ مَعَادُنَا یَا رَبِّ اَنْتَ اِلَی الْهُدیٰ مُتَوَسِّل

اے میرے رب آپ ہی ہمارے جائے قرار ہیں اور پناہ گاہ ہیں اے میرے رب آپ ہی ہدایت تک پہنچانے والے ہیں۔

یَا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ بِمَنْ هُوَ آخِر لٰکِنَّهُ فِی الْخَلْقِ نُوْرٌ اَوَّل

اے میرے رب میری بخشش فرمادیجیے اس ذات کے طفیل میں جو وجود کے اعتبار سے آخر ہیں اور خلق کے اعتبار سے نور اول ہیں۔

هٰذَا اَبُو الْاَنْوَارِ عِنْدَكَ بَاسِطٌ كَفَّيْهِ وَ هُوَ مِنَ الذُّنُوْبِ مُخَجَّل

یہ ابوالانوار آپ کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ کو پھیلائے ہوئے ہے، اس حال میں کہ وہ گناہوں سے شرم سار ہے۔

یَوْمَ الْحِسَابِ احْشُرْهُ رَبِّ وَ وَجْهُهٗ نُوْرٌ كَبَدْرٍ كَامِلٍ یَتَهَلَّل

اے میرے رب قیامت کے دن اس حال میں حشر فرمایئے کہ اس کا چہرہ بدرِ کامل کی طرح چمک رہا ہو۔

وَ كِتَابُهٗ بِیَمِیْنِهٖ وَ حِسَابُهٗ خِفٌّ وَ مِیْزَانُ الْكِتَابِ مُثَقَّل

حال یہ کہ اس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ہو اور حساب آسان ہو اور اس کے اعمال کا ترازو بھاری ہو۔

هٰذَا دُعَائِیْ اسْتَجِبْ یَا رَبَّنَا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ اِلَیَّ مَنْ یَتَنَحَّل

اے میرے رب! یہ میری دعا ہے اس کو قبول فرمالیجیے اور میری اور ان لوگوں کی بخشش فرمایئے جو ہماری طرف منسوب ہیں۔ (تحفۂ ضیائی)

سبحان اللہ! کتنی عمدہ دعائیں ہیں، جن سے اپنی عاجزی و بے بسی کا خوب ہی خوب اظہار ہو رہا ہے، جو یقیناً دعا کی روح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ (مرتب)

حضرت شاہ مولانا احمد سعید بن شاہ ابوسعید صاحب نقشبندی مجددی

(ولادت: ۱۸۰۲ء، بمقام رامپور۔ وفات: ۱۸۶۰ء مدینہ منورہ۔ دفن جنت البقیع۔
خلافت واجازت والد شاہ ابوسعید و شاہ غلام علی مجددی دونوں سے)

شاہ سیّد محمد عبدالسلام بن شاہ سید ابوالقاسم ہنسوئی فتح پوری کو نصیحت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولوی صاحب مہربان عزیز از جان سید عبدالسلام صاحب سلّمہٗ اللہ تعالیٰ۔ فقیر احمد سعید کی جانب سے بعد سلام مسنون مطالعہ کریں کہ آپ کی تحریر رقیمۂ کریمہ کے ورودِ مسعود سے بڑی مسرت ہوئی۔ آپ کے اوقات کی یکسوئی اور طالبانِ حق کے نفع رسائی کے کام سے دل کو بہت خوشی ہوئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ طالبانِ علم و عمل کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔ آپ اپنے کام میں مشغول رہیں اور اپنی عمرِ عزیز کو سب سے زیادہ اہم کام یعنی رضائے حق سبحانہ کے حصول میں صرف کریں۔ بس یہی اصل ہے باقی سب بیکار ہے۔ بقول شاعر؎

پلک جھپکنے کے بقدر بھی اس محبوب سے غافل نہ رہو

کہ نہ جانے کب اس کی نگاہ کرم ہو جائے اور تم کو پتہ نہ چل سکے۔ مکتوباتِ مشائخ و کتبِ تصوف کا مطالعہ اپنے ذمہ لازم کر لیں۔ والسلام

۲) اللہ تبارک و تعالیٰ سے آپ کی سلامتی، عافیت اور شریعت و طریقت پر استقامت کی دعاء کرتا ہوں، کیونکہ استقامت کا مقام کرامت سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے مستفیض فرمائے۔ بندہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے عائد کردہ ہر قسم کے ممنوعات سے اپنے آپ کو بچائے اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرے۔ کیونکہ وہی ظاہری و باطنی نعمتوں کا عطا کرنے والا ہے۔ اس سے کسی کو کبھی بھی مفر نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ اس کی بندگی ہی سے خارج ہو جائے۔ نعوذ باللہ۔ شاعر نے خوب کہا ہے کہ تیری غلامی نے خسروؔ کے مرتبہ کو بلند کر دیا ہے۔

کیونکہ جس کو بادشاہ خرید لیتا ہے وہ میرِ ولایت ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ثابت قدم رکھے۔ والسلام۔ (عہدِ رفتہ کے چند علماء ومشائخ، ص:٦٦)

حضرت شاہ عبدالسلام ہنسوی کی نصیحت

بنام مولوی حافظ ناظر علی والد امامِ اہلسنّت مولانا عبدالشکور لکھنوی

(۱) کسی وقت وکسی لمحہ یادِ الٰہی سے غافل نہ رہیں۔ اور ہر وقت موت کو یاد رکھیں۔ ورنہ حسرت وندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

(۲) اللہ کا شکر ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء کی تعمیل میں ہمہ تن مصروف ہیں (انشاءاللہ) اس کے ثمرات ظاہر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین ودنیا دونوں جگہ بہتر جزاء عطا فرمائے اور فقیر سے جو کچھ آپ نے سیکھا ہے اس کی تکرار میں مشغول رہیں۔ غفلت اختیار نہ کریں۔ (عہدِ رفتہ کے چند علماء ومشائخ، ص:۱۰۵)

ولادت: ۱۲۳۴ھ مطابق ۱۸۱۸ء محلّہ درگاہ قصبہ ہنسوہ، ضلع فتح پور، یوپی، وفات: ۴/ شوال، شب یک شنبہ ۱۲۹۹ھ صبح مطابق ۲۰/اگست ۱۸۲۱ء، مدفون ہنسوہ فتح پور یوپی

نوٹ: آپ کو خلافت واجازت مولانا شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی مجددی دہلوی سے حاصل تھی بلکہ آپ محبوب خلفاء میں سے ہیں۔

زہد وتقویٰ کی حقیقت

حضرت سفیان ثوری سے منقول ہے کہ زہد کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا میں موٹے اور کھردرے کپڑے پہنے جائیں اور روکھا سوکھا کھایا جائے۔ بلکہ زہد یہ ہے کہ دل میں آرزوئیں کم ہوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الامل والحرص۔ ص:۴۴۲)

ایک بار امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ زہد کیا چیز ہے تو انھوں نے فرمایا کہ کمائی کا پاک ہونا، اور امیدوں کا کوتاہ ہونا۔ اسی طرح یہ بھی حضرت سفیان ثوریؒ سے منقول ہے کہ زمانۂ گزشتہ یعنی عہدِ صحابہ میں مال بری چیز سمجھا جاتا تھا۔ مگر آج کل تو وہ مومن کی سپر ہے (یعنی ہزاروں آفتوں سے بچنے کا ذریعہ ہے) اگر روپیہ ہمارے پاس نہ ہوتا تو بادشاہ لوگ ہم کو اپنا خدمتگار

بنا لیتے۔ فرماتے تھے کہ جس کے پاس کچھ روپیہ ہو اس کو چاہیے کہ اسے بحفاظت رکھے کیونکہ روپیہ جس کے پاس نہ ہوگا وہ سب سے پہلے اپنے دین کو رائیگاں کرے گا۔

صحابیٔ رسول حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

دنیا میں زہد اس کا نام نہیں ہے کہ حلال کو حرام کرلے اور مال کو ضائع کردے بلکہ زہد وہ ہے کہ جو چیز اپنے پاس ہے اس پر بہ نسبت اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے زیادہ بھروسہ نہ کرے اور جب کوئی مصیبت پہنچ جائے تو اس کے ثواب کی تمنا رکھے خواہ وہ مصیبت جتنے دن کی بھی ہو۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو مجھ سے یہ چند باتیں (سن کر) یاد کرلے اور اس پر عمل کرے اور جو اِن پر عمل کرنے والا ہو اس کو سکھا دے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر یہ پانچ باتیں ارشاد فرمائیں۔

۱۔ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچو تو تم سب سے زیادہ عابد ہوجاؤ گے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے جو تمھیں دیا ہے اس پر راضی رہو اور مزید کی حرص نہ کرو تو تم سب سے زیادہ غنی ہوجاؤ گے۔

۳۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک کرو تو تم مومن ہوجاؤ گے۔ (یعنی یہ نیک سلوک کرنا ایمان کی علامت ہے)

۴۔ جو بات اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی سب کے لیے پسند کرو تو تم مسلم ہوجاؤ گے۔

۵۔ زیادہ نہ ہنسو ورنہ قلب مردہ ہوجائے گا۔ (عہدِ رفتہ کے چند علماء و مشائخ، ص:۵۴)

مولوی حافظ ناظر علی والد مولانا عبدالشکور لکھنوی کاکوروی

(ولادت:۱۸۴۴ء۔ وفات: ۲۹/ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء، چہارشنبہ۔ مدفون کاکوروی)

مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی جب تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہوگئے تو احباب نے اصرار کیا کہ انگریزی تعلیم دی جائے۔ مولوی ناظر علی خاموش رہے۔ جب احباب کا اصرار بڑھا

تو آپ نے فرمایا:

بھائی! دنیا تو کسی نہ کسی طرح گزر ہی جائے گی۔ رزق کا ذمہ دار حق تعالیٰ شانہ ہو ہی چکا ہے۔ اس کے لیے اس قدر پریشان اور بلیغ کوشش کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں جو کچھ کوشش ہو سکے دین کے لیے ہونی چاہیے۔

غمِ دین خور کہ غم غمِ دین است
ہمہ غم ہا فروتر از این است

(عہدِ رفتہ کے چند علماء و مشائخ، ص:۱۰۲)

نوٹ: مولوی حافظ ناظر علی امامِ اہلسنّت مولانا عبدالشکور لکھنوی کے والدِ محترم ہیں۔ ساتھ ہی آپ وقت کے اولیاء کاملین و راسخین میں ہیں۔ آپ ایک گوہرِ نایاب حضرت مولانا شاہ عبدالسلام صاحب ہنسوی سے ۱۲۹۹ھ میں بیعت ہوئے اور انہی کے خلیفہ ہوئے۔ ثمین)

حضرت مولانا محمد رضا اجمیریؒ (گجرات)

(ولادت: ۱۹۱۲ء۔ وفات: ۲۴/نومبر ۱۹۹۴ء م ۱۴۱۴ھ شب جمعہ)

۱۔ قرآن کریم بہت بڑی دولت ہے، اس کی ہمیشہ تلاوت کرتے رہو اور جو حافظ نہیں ہیں وہ حضرات بھی تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر یاد کرتے رہیں۔ بہت آسانی سے یاد ہو جاتا ہے۔ بس قرآن پڑھتے رہو، اس سے درجات بلند ہوتے ہیں، تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اس کے معنی پر بھی غور کرتے رہو۔

۲۔ اپنا گھر اللہ کے گھر کے قریب ہو تو کتنا اچھا ہے۔ دیکھیے ہر وقت اذان کی آواز آتی رہتی ہے اور جلدی سے نماز کے لیے پہنچ سکتے ہیں۔

۳۔ مسلمان جہاں کہیں بھی ہو اسے تین چیزوں کی ضرورت ہے: مسجد، مدرسہ، قبرستان۔

۴۔ وقت کی قدر کیا کرو۔ جو لمحات مل جائیں اس میں یا تو کوئی کام کرو یا پھر ذکر اللہ و عبادت میں مشغول ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کی یاد بڑی قیمتی نعمت ہے اور غفلت بڑی خطرناک اور مہلک چیز ہے۔ شیطان کا

کام ہی ہے کہ انسان کو غفلت میں ڈالے۔

۵۔ ایمان اور عمل کی برکت سے مومن کے دنیاوی اُمور بھی اُخروی بن جاتے ہیں۔ "نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلٍ" (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) کے مصداق ہوجاتے ہیں۔

۶۔ مقدراتِ الٰہی بھی اٹل ہوتے ہیں، جہاں رہنا میسر ہو اللہ دین و ایمان پر قائم رکھے۔

۷۔ سفرِ آخرت تو سب کو درپیش ہے اور سب کو ربّ العالمین کے پاس پہنچنا ہے۔ خوش قسمت اور سعادت مند وہ لوگ ہیں جو اس دنیا میں سعادت مندی کی زندگی بسر کر کے جاتے ہیں اور راضیةً مرضیةً کے پُرعظمت اعلان سے محظوظ ہوتے ہیں۔

(اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۲۲۹)

حضرت مولانا سیّد ابرار احمد دھولپوریؒ

(ولادت: بروز جمعہ ۱۳۶۲ھ م یکم جنوری ۱۹۴۲ء۔ وفات: ۱۷رذی الحجہ ۱۴۱۵ھ م ۱۸رمئی ۱۹۹۵ء۔ مدفون: راندیر، گجرات۔)

۱۔ درس و تدریس کی خدمت کو نعمتِ عظمیٰ اور اللہ تعالیٰ کا خاص انعام سمجھنا چاہیے اور بار بار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے دنیا کے جھمیلوں سے چھڑا کر پڑھنے پڑھانے میں لگا رکھا ہے۔

۲۔ انسان کی صورت جو آنکھ سے دِکھائی دیتی ہے اس کو خَلق کہتے ہیں اور انسان کی سیرت جو اس کے اندر ہے وہ خُلق کہلاتی ہے۔ اسی کی جمع اخلاق ہے۔

۳۔ ایک ہے صورت اور ڈھانچہ جو ظاہر میں دِکھائی دیتا ہے اور ایک ہے خلق و سیرت جو انسان کے اندر چھپی رہتی ہے اور جس شان کی سیرت ہوگی اسی شان کی صورت سامنے آئے گی۔ یا جیسی صورت اختیار کرنے کی کوشش کرے گا اسی شان کی سیرت بننا شروع ہوگی کیونکہ ظاہر کا اپنے باطن سے اور باطن کا اپنے ظاہر سے بڑا قوی لگاؤ ہے۔

۴۔ حق جل مجدہ نے دنیائے انسانیت کو دو بہترین نعمتوں سے نوازا ہے۔ ایک تو انبیاء کرام

علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبارک سلسلہ قائم فرمایا اور دوسرے آسمان سے کتابیں نازل فرمائیں۔تو نبوت و رسالت کی نعمت سے بھی نوازا۔ اور کتبِ سماوی وصحفِ سماوی کی نعمت سے بھی سرفراز فرمایا اور مقصد ان کا یہ ہے کہ کتبِ سماوی علم کی خبر دیتی ہیں اور انبیاء کرام ان کتب کے علوم کو اپنے اعمال سے واضح وظاہر فرماتے ہیں۔

تو جیسے وحی سماوی علمی قرآن ہے اسی طرح ذاتِ اقدس اور ذاتِ نبوی ﷺ عملی قرآن ہے کہ جو باتیں قرآن کریم میں اور کتاب اللہ میں مرتبۂ قال میں ہے وہی ساری چیزیں ذاتِ نبوی ﷺ میں مرتبۂ حال میں ہیں۔تو علم دیکھنا ہو تو آیاتِ قرآن دیکھ لی جائیں اور عملی نمونے دیکھنا ہو تو سننِ نبوی ﷺ دیکھ لی جائیں۔علم اگر صحیح نہ ہو تو ظاہر بات ہے کہ عمل بھی اس کے بغیر صحیح نہیں ہوسکتا۔اور عملی نمونے نہ ہوں تو اس صورت میں علم پر تکوینی طور پر عمل کا جو درجہ ہے وہ مرتب نہیں ہوسکتا۔(اقوالِ سلف،۶/۲۳۷)

قاضی مولانا غلام رسول ناگپوری رحمۃ اللہ علیہ

۱) مرید تین قسم کے ہوتے ہیں: رسمی، اسمی، عینی۔

ایسے ہی پیر بھی تین قسم کے ہوتے ہیں: نفسانی، رحمانی، شیطانی۔

پھر پیر رحمانی چار طرح کے ہوتے ہیں: پیرِ ارادت، پیرِ بیعت، پیرِ خرقہ اور پیرِ تربیت۔

آخر کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اس لیے کہ اسی کے ذریعے مرید کو سلوکِ حقیقی میسر آتا ہے۔اس سلسلے میں سیّد نور اللہ شاہ بخاری کے رسالہ کے مطالعہ کا اہتمام کیا جائے۔ بہت مفید و متبرک ہے۔(تاریخ قضاۃ ومفتین بھوپال،ص:۲۵۸)

۲۔ اَلتَّصَوُّفُ صَرْفُ الْوَقْتِ بِمَا هُوَ اَوْلٰی ۔تصوف نام ہے وقت کو اعلیٰ واولیٰ کام میں گزارنے کا۔

(یعنی علومِ شریعت کے ذریعہ حصولِ مطلوبِ حقیقی کی تحصیل میں سرگرداں رہے تا کہ حجاب وظلمت دور ہو اور لذتِ قربِ الٰہی سے سینہ کینے سے پاک وصاف ہوجائے۔ثمین)

ابو عبد القادر محمد طاہر رحیمی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی قیمتی وصایا

بسلسلۂ قرآن تین انتہائی قیمتی نصائح

ا۔ ''توفیق و فیضانِ ربانی کا اصل گُر اور راز اخلاصِ نیت''

عَلَيْكَ بِاِخْلَاصِ النِّيَّةِ فِى خَطْوَةٍ تَخْطُوهَا فَالْاِخْلَاصُ سِرُّ التَّوْفِيْقِ وَ الْفَتْحِ مِنَ اللّٰهِ اِذَا تَغَلْغَلَ فِىْ عَمَلٍ مِّنَ الْاَعْمَالِ كَانَ مَقْبُوْلًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ النَّاسِ (كيف تحفظ القرآن الكريم، ص: ۱۴۹)

وَ اِنَّ الطَّالِبَ عِنْدَ مَا يَحْفَظُ الْقُرْآنَ الْكَرِيْمَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَشْعُرُ بِسَعَادَةٍ كُبْرٰى تَسْرِىْ فِىْ اَعْمَاقِهٖ وَ هُوَ يَحْفَظُ الْقُرْآنَ لَا تَعْدِلُهَا سَعَادَةٌ فِى الدُّنْيَا وَ هِىَ سَعَادَةٌ تُذَلِّلُ اَمَامَهُ كُلَّ الصِّعَابِ

(كيف تحفظ القرآن الكريم، ص: ۴۰)

جو نیک عمل بھی کرو اس میں قدم قدم پر اخلاصِ نیت کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو۔ کیونکہ اخلاص ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور کشادگی و فیضان عطا ہونے کا اصل بھید ہے۔ کسی بھی صالح عمل میں جب اخلاص رچ بس جاتا ہے تو وہ عمل عند اللہ بھی مقبول ہوجاتا ہے اور عند الناس (لوگوں کی نگاہ میں) بھی۔

علاوہ ازیں جب طالبِ علم محض اللہ تبارک وتعالیٰ کے خوش کرنے کی نیت سے قرآن شریف حفظ کرتا ہے تو وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں ایک ایسی عظیم سعادت کو نمایاں طور پر سرایت کرتے ہوئے محسوس کرتا ہے جس کے سامنے دنیا کی سب سعادتیں ہیچ ہیں اور یہ وہ سعادت ہے جو قاری کے سامنے تمام مشکل مراحل کو بالکل آسان بنادیتی ہے۔

تشریح: کسی بھی نیک کام میں اخلاص یعنی اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی نیت پیدا کرلینے سے بندے اور اللہ کے درمیان توفیق و تعلق کا ایک دروازہ کُھل جاتا ہے جس کی وجہ سے بندے کا اپنے مولیٰ کریم سے خصوصی رابطہ و علاقہ قائم ہوجاتا ہے۔ اللہ کی طرف سے اس پر خصوصی مدد کامیابی و مقبولیت کا فیضان و القاء ہوجاتا ہے۔ بندے کے ارادے میں ایک برقی رو، ایک

روحانی اسپرٹ وسرگرمی، عالی ہمتی اور عمل میں قوت و ہمت اور ہائی پاور پیدا ہو جاتی ہے جس کے بعد بندہ اپنے پورے علم میں تھکاوٹ یا سستی کے تصور سے قطعی آزاد ہو جاتا ہے۔ اور اس کا عمل عنداللہ اور عندالناس خوب مقبول و معمول ہو جاتا ہے۔

۲) ”کسی خداترس اور صالح دوست کا انتخاب“

اِتَّخِذْ صِدِّيقًا مُّؤْمِنًا يَّخَافُ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ يَاْخُذُ بِيَدِكَ حَفْظِ الْقُرْآنِ وَ طَلَبِ الْعِلْمِ وَ مَعَالِى الْاُمُوْرِ فَاِذَا رَاَيْتَهُ مُتَكَاسِلًا مُتَهَاوِنًا فَخُذْ بِيَدِهِ اَنْتَ، فَاِنْ تَمَادٰى فِىْ كَسْلِهِ فَدَعْهُ وَ لَا تُكَثِّرْ عَلَيْهِ التَّاَسُّفَ، لِئَلَّا تَنْتَقِلَ اِلَيْكَ عَدْوَى الْكَسْلِ وَ التَّرَاجُعِ، وَ ابْحَثْ عَنْ غَيْرِهِ مِمَّنْ تَرٰى فِيْهِمِ الْهِمَّةَ الْعَالِيَةَ وَ الْجِدَّ وَالْاِجْتِهَادَ وَ الْحِرْصَ عَلَى الْعِلْمِ وَ حُضُوْرَ الْحَلَقَاتِ الْعِلْمِيَّةِ (حوالہ بالا،ص:۱۴۹،۱۵۰)

دوست کسی ایسے آدمی کو بناؤ جو خداترس ہو اور حفظِ قرآن وحصولِ علم اور دینی امور میں تمہاری رہنمائی ودستگیری اور ترغیب کا کام انجام دے۔ جب تم محسوس کرو کہ اس میں دینی امور کی بابت سستی اور غفلت پیدا ہوگئی ہے تو پھر تم اس کی دستگیری وفہمائش کا فریضہ سرانجام دو لیکن اگر وہ برابر اپنی ناگفتہ بہ حالت پر جما رہے تو تم فوری طور پر اس سے قطع تعلق کرلو۔ (اگر تم نے پہلے دوست سے تعلق قائم رکھا تو اس کی کاہلی (سستی) ولاپرواہی تمہیں بھی اپنی زد میں لے لے گی۔ اور تم بھی علم اور دین سے دور اور محروم ہو جاؤ گے۔)

۳) ”تخلیہ میں ہاتھ کی حفاظت “

اِذَا خَلَوْتَ وَحْدَكَ فِىْ غُرْفَتِكَ اَوْ اَىِّ مَكَانٍ فَاحْذَرْ مِنَ الْعَادَاتِ السَّيِّئَةِ الَّتِىْ تَضُرُّ بِصِحَّتِكَ وَ قَيِّدْ تَفْكِيْرَكَ مِنْ اَنْ يَسْرَحَ بَعِيْدًا فِىْ مَتَاهَاتٍ هُوَ فِى غِنًى عَنْهَا وَ تَذَكَّرْ دَوْمًا اَنَّ اللّٰهَ مَعَكَ يُرَاقِبُكَ وَ اَنَّ الْمَلَائِكَةَ حَوْلَكَ يُسَجِّلُوْنَ عَلَيْكَ كُلَّ حَرْكَةٍ تَتَحَرَّكُهَا، وَ تَذَكَّرْ اَنَّ هٰذِهِ الْيَدَ الَّتِىْ مَنَحَكَ اللّٰهُ اِيَّاهَا يَنْبَغِىْ اَنْ تُسَخَّرَ فِىْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَ اَنَّهَا سَتَشْهَدُ عَلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَمَامَ الْخَلَائِقِ كُلِّهَا قَالَ تَعَالٰى ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوٰهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا

يَكۡسِبُوۡنَ ﴾ (یٰسین:٦٥)(کیف تحفظ القرآن الکریم،ص:١٥٢تا١٥٣)

جب تم اپنے کمرے میں یا کسی جگہ بھی تخلیہ میں ہو تو مضرِ صحت عادتوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھو اور دور از کار وادیوں میں گھومنے پھرنے سے اپنے افکار و خیالات پر پابندی لگا کر رکھو۔ نیز اس بات کو ہمیشہ کے لیے مستحضر رکھو کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے جو تمہاری تمام حرکات وسکنات کو ملاحظہ کر رہا ہے۔ اور فرشتے تیرے گرد تیری ہر حرکت ہر سکنت کو دیکھ کر اس کو قیدِ تحریر میں لا رہے ہیں اور ضبط کر رہے ہیں۔ اور یاد رکھو کہ جس ذات نے تجھے ہاتھ کا یہ عطیہ بخشا ہے عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو اسی کی اطاعت میں صرف کیا جائے۔ قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے یہ ہاتھ تیرے خلاف گواہی دے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے اس کی جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔

نصائح حفاظ وقراء

١۔ اے قرآن کے حافظ! قرآنی عمل کے ذریعہ آراستہ ہو، اللہ تعالیٰ تجھے آخرت میں آراستہ فرما دیں گے۔ قرآن کو لوگوں کے سامنے نمائش کا ذریعہ مت بنا ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے آخرت میں معیوب بنا دیں گے۔ قرآن کے حافظ کے لیے لائق ہے کہ سب لوگوں سے زیادہ رات کو لمبی عبادت کرے جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ اور سب لوگوں سے زیادہ آخرت کی لمبی فکر کرے جب کہ لوگ خوش ہو رہے ہوں۔ (ابنِ مسعود، مسندِ دیلمی)

٢۔ قیامت کے دن حفاظِ قرآن کو دربارِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ انھیں فرمائیں گے تم میرے کلام کے حفاظ ہو جو انبیاء نے لیا تم نے بھی اسی چیز کو لیا مگر تم پر وحی نہ اُتری تھی اس لیے اب میں تم سے انہی چیزوں کا مواخذہ اور محاسبہ کروں گا جن کا انبیاء علیہ السلام سے محاسبہ و مواخذہ کروں گا، سوائے وحی کے (مسند الفردوس عن انس۔ باب حدیث ٢٢١)

٣۔ جس نے قرآن کریم کی ''حفظ یا ناظرہ'' تعلیم حاصل کی اور پھر قرآن کو لٹکا کر رکھ دیا، نہ اس کی منزل پڑھی اور نہ اس کو دیکھنا تک گوارہ کیا، قرآنِ کریم قیامت کے دن ایسے آدمی کے ساتھ چمٹا ہوا اور اس کو پکڑے ہوئے آئے گا اور کہے گا اے ربّ العالمین! تیرے اس

بندے نے مجھے بالکل نظر انداز کر رکھا تھا پس میرے اور اس کے درمیان فیصلہ فرمائیے۔ (ظاہر ہے کہ وہاں اس آدمی کو کوئی چھڑانے والا نہ ہوگا لہٰذا قرآن کے حق میں فیصلہ صادر ہو کر ایسے آدمی کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ والعیاذ باللہ۔ (تفسیرِ قرطبی۔ص:۲۷/۲۸، ج:۱۳)

۴۔ قرآن شریف کی منزل میں سستی کرنے والا حافظ، دنیا میں رزق کی تنگی میں مبتلا ہوگا اور آخرت میں نابینا کر کے اُٹھایا جائے گا۔ جمع الفوائد میں سعد بن عبادہ کی حدیث ''قرآن بھول جانے والا حافظ قیامت کے دن کو کوڑھی ہو کر حاضر ہوگا۔'' نقل کر کے رزین کی روایت سے آیاتِ ذیل کو اس کی دلیل بنایا ہے: ﴿وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى﴾ (سورۂ طٰہٰ، آیت:۱۲۴)

اگر تم چاہو تو اس کی دلیل کے لیے یہ آیتیں پڑھ کر دیکھ لو۔ جو شخص ہمارے ذکر یعنی قرآن سے اعراض کرتا ہے اس کی زندگانی تنگ ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا کر کے اُٹھائیں گے۔ (کوڑھی بھی اندھے کے حکم میں ہے) وہ عرض کرے گا یارب! میں تو بینا تھا مجھے نابینا کیوں کر اُٹھایا۔ ارشاد ہوگا اس لیے کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے انھیں بھلا دیا تو آج تو بھی اسی طرح بھلایا جا رہا ہے یعنی تیری کوئی اعانت نہیں۔ (فضائل القرآن)

۵۔ مَنْ قَرَأَ عَشْرُ اٰيَاتٍ مِّنَ الْبَقَرَةِ عِنْدَ مَنَامِهٖ لَمْ يَنْسَ الْقُرْآنَ اَرْبَعٌ مِنْ اَوَّلِهَا وَ آيَةُ الْكُرْسِيِّ وَ آيَتَانَ بَعْدَهَا وَ ثَلَاثٌ مِّنْ آخِرِهٖ (دارمی عن المغيرة بن سبيع عن ابنِ مسعود)

جو سوتے وقت بقرہ کی دس آیتیں پڑھے: چار شروع والی 'المفلحون' تک، ایک آیت الکرسی دو اس کے بعد والی اور تین اخیر والی 'للہ ما فی السمٰوات' سے آخر تک۔ وہ قرآن کبھی نہ بھولے گا۔ (ملاحظہ ہو حصۂ اول، باب ۸، حدیث نمبر ۸/۲۳۲)

۶۔ حافظِ قرآن کی یہ شان نہیں کہ اپنی ضرورت کسی آدمی کے پاس لے کر جائے۔ البتہ اور لوگ اس کے پاس اپنی ضروریات لے کر حاضر ہوں یہ اس کے شایانِ شان ہے۔ (فضیل بن عیاض)

۷۔ اگر حافظِ قرآن خوش الحان ہو تو اس بات کا ہرگز خواہش مند نہ ہو کہ اگر اغنیاء و سلاطین اس سے قرآن شریف سنانے کی یا نماز پڑھانے کی فرمائش کریں تو ان کی دولت کی طمع

کی بناء پر ان کی فرمائش پوری کردے۔لیکن اگر فقراء فرمائش کریں تو ان کے فقر و فاقہ کی وجہ سے ان کی فرمائش پوری نہ کرے۔پس اس کا اصل مقصود دنیا کی دولت نہ ہونی چاہیے کہ جہاں بھی وہ اس کومل رہی ہو وہیں دوڑ کر پہنچ جائے۔

۸۔ قرأتِ سبع یا عشرہ کے ذریعہ اپنے سے کم درجے کہ حفاظ پر اپنا سکہ نہ جمائے۔

۹۔ اَلْغِیْبَۃُ فَاکِھَۃُ الْقُرَّاءِ۔غیبت قراء کا میوہ ہے۔(ملاعلی قاری)

۱۰۔ اَکْثَرُ مُنَافِقِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ قُرَّاؤُھَا۔(رواہ احمد فی مسند، والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب عن عبداللہ بن عمرو)

اس امت کے اکثر منافقین قراء قرآن ہیں۔اور قراء سے وہ علماء سو اور اصحابِ اہواء مراد ہیں جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے ہیں۔مثلاً ڈاڑھی منڈواتے ہیں۔تہبند کو ٹخنوں کے نیچے رکھتے ہیں۔سگریٹ یا تمباکو نوشی کرتے ہیں۔اصحابِ مناصب کے ساتھ 'مداہنت' کے مرتکب ہوتے ہیں۔منصب یا عزّت و جاہ یا مال کی خاطر ان کے پاس چکر لگاتے ہیں۔حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے ہیں۔رِبا کو نفع کا نام دیتے ہیں۔پردہ کو بدعت کہتے ہیں۔والعیاذ باللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ و الی اللہ المشتکی وھوالمستعان۔(الکلمات الحسان ص ۱۲۲)

۱۱۔ لَا یَغُرَّنَّکُمْ مَّنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ اِنَّمَا ھُوَ کَلَامٌ یَّتَکَلَّمُ بِہٖ وَ لٰکِنِ انْظُرُوْا مَنْ یَّعْمَلُ بِہٖ ۔جو شخص قرآنِ پاک کی ظاہر تلاوت کر رہا ہو اس سے تم ہرگز اس کی نیکی اور پرہیز گاری کے متعلق دھوکے میں نہ پڑ جانا کیوں کہ ''بغیر عمل کے تو'' وہ محض ایک کلام کا ظاہری تکلم کر رہا ہے۔البتہ جو قاری قرآن پر عامل بھی ہو اس کو وقعت اور عزّت کی نگاہ سے دیکھنا۔(عمر فاروقؓ۔اقتضاء العلم۔ص:۱۹۸)

۱۲۔ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ وَ حَامِلِ الْقُرْآنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْہِ وَ لَا الْجَافِیْ عَنْہُ (ابی دائود عن ابی موسیٰ اشعریؓ، کتاب الادب، باب تنزیل الناس منازلھم)

یعنی مسلمان بوڑھے کی اور ایسے حافظِ قرآن کی تعظیم بجا لانا، جو نہ قرآن میں غلو کرنے والا ہو اور نہ اس سے دوری اختیار کرنے والا ہو منجملہ تعظیمِ ربّ ذوالجلال کے ہے۔(کیونکہ وہ کلامِ

الٰہی کا حامل ہے۔) اس حدیث شریف میں جہاں لوگوں کو باعمل حفاظِ قرآن کی تعظیم بجالانے کی ترغیب اور انھیں اذیت پہنچانے کی ممانعت ارشاد فرمائی گئی ہے وہیں حفاظِ قرآن کو بھی چار اہم تنبیہات فرمائی گئی ہیں۔ اول اصولِ تجوید کی مخالفت کر کے ادائیگیٔ حروف میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ دوم قرآن کی تفسیر میں تحریف و غلط تفسیر کا نیز بدعات کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ سوم قرآن کی تلاوت اور منزل میں ناغہ، بے قاعدگی اور سستی سے پرہیز کیا جائے۔ چہارم قرآنی احکام پر عمل کرنے میں کاہلی و لاپرواہی نہ برتی جائے۔

۱۳۔ قرآن پڑھو، اس میں غلو مت کرو اور اس سے دوری مت اختیار کرو اور اس کے ذریعہ مت کھاؤ اور ذخیرہ اندوزی نہ کرو۔ (غلو سے بدعت اور دوری سے معصیت مراد ہے۔)
(مسند احمد عن عبدالرحمٰن بن سبثلؓ)

۱۴۔ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةٌ مُؤْمِنٌ وَّ مُنَافِقٌ وَّ فَاجِرٌ فَقَالَ بَشِيْرُ لِلْوَلِيْدِ مَا هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ، اَلْمُنَافِقُ كَافِرٌ بِهِ وَ الْفَاجِرُ يَتَاكَّلُ بِهِ وَالْمُؤْمِنُ مُؤْمِنٌ بِهِ
(مسند احمد عن سہل بن سعد)

قرآن کو تین طرح کے آدمی پڑھتے ہیں: مومن، منافق، فاجر۔ بشیر خولانی نے ولید بن قیس سے پوچھا یہ تینوں کون ہیں؟ کہا منافق تو کافر ہے، فاسق اس کے ذریعہ کھاتا ہے اور مومن اس پر ایمان لاتا ہے۔

۱۵۔ حافظِ قرآن اپنے دو پہلوؤں کے درمیان علمِ نبوت اور کلامِ الٰہی سموئے ہوئے ہیں۔ (جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے) لہٰذا اس کو زیبا نہیں کہ غصہ کرنے والوں کے ساتھ غصہ کرے اور جاہلوں کے ساتھ جہالت کا ثبوت دے۔ (اگر وہ گالی گلوچ پر اتر آئیں تو حافظِ قرآن ہرگز ان کا مقابلہ گالی گلوچ سے نہ کرے بلکہ ارشادِ باری ﴿وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ پر عمل کرے کہ جب جاہل لوگ اللہ کے بندوں سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلام سلام کہہ دیتے ہیں۔) (مستدرک حاکم عن عبداللہ بن عمرو بن العاص)

۱۶۔ اِنَّ اَحَدَكُمُ الْقُرْآنَ مِنْ تَحْتِهِ اِلٰى خَاتِمَتِهِ مَا يُسْقِطُ مِنْهُ حَرْفًا وَ قَدْ اَسْقَطَ الْعَمَلَ بِهِ۔ تم میں سے کوئی قاری فاتحہ سے ناس تک پورا قرآن پڑھ ڈالتا ہے اور اس

میں ایک غلطی بھی نہیں کرتا مگر عمل میں بالکل صفر ہوتا ہے۔ (گویا اس نے پورا قرآن ہی غلط پڑھا ہے)(ابن مسعود)

۱۷۔ یَأتِیُ قَوۡمٌ یَقۡرَؤُوۡنَ الۡقُرۡآنَ وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَنۡ اَقۡرَأُ مِنَّا فَمَنۡ اَعۡلَمُ مِنَّا ثُمَّ الۡتَفَتَ اِلٰی اَصۡحَابِهٖ فَقَالَ هَلۡ تَرَوۡنَ فَاُولٰئِكَ مِنۡ خَیۡرٍ قَالُوۡا لَا قَالَ فَاُولٰئِكَ مِنۡكُمۡ وَ اُولٰئِكَ مِنۡ هٰذِهِ الۡاُمَّةِ وَ اُولٰئِكَ هُمۡ وَقُوۡدُ النَّارِ۔ (ابوالعلٰی و غیرہ عن عباس)

کچھ عرصہ کے بعد ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو قرآن پڑھیں گے اور ڈینگیں ماریں گے کہ ہم سے بڑا قاری کون ہے، ہم سے بڑا عالم کون ہے۔ پھر آپؐ نے صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کیا ایسے لوگوں میں کچھ خیر تم محسوس کرتے ہو؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا: یہ لوگ تم میں سے ہوں گے۔ اس امت میں سے ہوں گے لیکن دوزخ کی آگ کا ایندھن ہوں گے۔

۱۸۔ قرآن صرف حروف کے حفظ کرنے کا نام نہیں جبکہ اس کی حدود ضائع کی جا رہی ہوں حتیٰ کہ بعض اوقات ایک حافظ و قاری فخریہ انداز میں کہنے لگتا ہے میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اور اس میں ایک غلطی بھی نہیں آئی باوجود یہ کہ عملی طور پر اس نے پورا ہی غلط پڑھا ہے۔ کوئی حافظ یوں کہتا ہے کہ میں پوری سورت ایک ہی سانس میں پڑھ لیتا ہوں۔ واللہ! ایسے حفاظ نہ قراء ہیں نہ حکماء نہ اتقیاء۔ جب تک ایسے متکبر قراء موجود ہوں اللہ کرے لوگوں میں مزید ایسے حفاظ و قراء کا اضافہ نہ ہو۔ (حسن بصری)

۱۹۔ اس قرآن کو تین طرح کے اشخاص نے پڑھا ہے: اول وہ جس نے قرآن کو پونجی کا ذریعہ بنا رکھا ہے اور اس کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لیے لیے پھرتا ہے۔ دوم وہ جس نے قرآن کے الفاظ تو یاد کر لیے لیکن اس کی حدود ضائع کر دی۔ یہ ادّعا کرتا ہے کہ میرے پورے قرآن میں کوئی غلطی نہیں آتی ہے۔ ان جیسے لوگوں کے ذریعہ تو اللہ تعالیٰ قبروں کی تعداد بڑھادیں اور دنیا کے گھروں کو ان سے پاک وصاف کر دیں۔ واللہ! ان لوگوں کا تکبر صاحبِ تخت اور صاحبِ منبر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ سوم وہ قاری جس نے رات کو جاگ کر قرآن پڑھا اور دن کو بھوکا پیاسا رہا اور خواہشاتِ نفس پر پہرہ بٹھا دیا۔ پوری رات اپنے قدموں پر برابر کھڑا رہتا ہے اور محراب کو زینت بخشتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی بدولت اللہ تعالیٰ دشمن کو دفع فرماتے ہیں

اور انہی کے طفیل ہم پر بارش برساتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ سرخ خالص سونے سے بھی زیادہ عنقاء ہیں۔

۲۰۔ سات حقوق قرآن کی جامع: قیام اللیل، حق تلاوت، اشاعت، استغناء، حسنِ صوت، تدبر و غور، اخلاص وطلبِ آخرت۔

یٰـا اَهۡلَ الۡقُرۡآنِ لَا تَتَوَسَّدُوۡا الۡقُرۡآنَ وَ اتۡلُوۡهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنۡ اٰنَاءِ اللَّيۡلِ وَ النَّهَارِ وَ اَفۡشُوۡهُ وَ تَدَبَّرُوۡا مَا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ وَلَا تُعَجِّلُوۡا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا (شعب الایمان للبیهقی عن عبیدة الملیکیؓ)

اے اہلِ قرآن! قرآن کو تکیہ بنائے سوئے نہ پڑے رہو۔ اور دن رات کی گھڑیوں میں کماحقہ اس کی تلاوت کیا کرو۔ (یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھا کرو) آگے اس کی اشاعت وتعلیم کا کام کیا کرو۔ اس کے ذریعہ استغناء و بے نیازی حاصل کرو نیز اس کو حسنِ صوت سے پڑھا کرو، اس میں غور وفکر کیا کرو تاکہ تم فلاح پالو۔ اور اس کا نقد معاوضہ دنیا میں مت طلب کیا کرو کیونکہ آخرت میں اس کا عظیم ثواب ومعاوضہ ہے۔ (یعنی یہ سوچو کہ قرآن کریم کا کامل اجر آخرت میں ہی عطا ہوگا)

نصائح اُستاد و مدرّس

۱۔ وَدِدۡتُ اَنَّ الۡخَلۡقَ تَعَلَّمُوۡا هٰذَا الۡعِلۡمَ اَیۡ عِلۡمَهٗ وَ كُتُبَهٗ عَلٰی اَنۡ لَا يُنۡسَبُ اِلَیَّ حَرۡفٌ مِّنۡهُ۔

مجھے یہ بات پسند ہے کہ مخلوق میرا سارا علم اور میری تمام کتابیں حاصل کر لیں خواہ میری طرف اس علم کا ایک بھی حرف منسوب نہ کریں۔ (امام شافعیؒ)

۲۔ لَا تَدۡخُلۡ عَلٰی امۡرَاَةٍ وَ لَوۡ قُلۡتَ اُعَلِّمُهَا كِتَابَ اللّٰهِ۔

کسی اجنبی خاتون کے پاس ہرگز مت جاؤ خواہ تم یہی کہو کہ میں تو اس کو قرآن شریف پڑھانے جا رہا ہوں۔ (میمون بن مہران میسر اغلام النبلاءؒ۔ ص: ۴۷۰، ج: ۶)

۳۔ تنخواہ کو اصل مقصود نہ بنائیں بلکہ صرف واسطہ اور آلہ کے درجہ میں رکھیں جس کا معیار یہ ہے کہ اگر ایک جگہ مقررہ تنخواہ سے کام چل رہا ہو، کام بھی چل نکلا ہو اور پھر کسی جگہ سے

زیادہ تنخواہ کی پیشکش ہوجائے تو پہلی کو ہرگز نہ چھوڑ دیں وگرنہ آپ کا اصل مقصود تنخواہ ہوگا۔ اگر پہلی جگہ بے وجہ اعتراضوں کی وجہ سے ذہنی کوفت رہتی ہو تو اس کو اپنی کامیابی کی دلیل سمجھیں اور خوب جم کر کام کریں۔

۴۔ حضراتِ مدرسین حتی المقدور طالبِ علم سے ہدیہ قبول کرنے سے پرہیز کریں کیونکہ طالبِ علم سے ہدیہ قبول کرنے میں اخلاص وتقویٰ اور للّٰہیت فوت ہوجانے کا سخت اندیشہ ہے۔

۵۔ عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کوئی مہاجر حاضر ہوتا تو آپؐ ہم میں سے کسی کے سپرد فرما دیتے کہ اس کو قرآن سکھاؤ۔ چنانچہ ایک مہاجر کو میرے سپرد فرمایا۔ میں انھیں قرانِ پاک کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ اس مہاجر نے ایک کمان مجھے تحفے میں دی۔ جب حضور اقدس ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو فرمایا تم نے اپنے کندھوں پر آگ کا ایک انگارہ لٹکا لیا ہے۔ (ابوداؤد فی الاجارہ۔ فضائلِ ابی عبید، ص: ۱۰۶)

ابوداؤد کہتے ہیں کہ حضرت اُبی بن کعبؓ نے ایک یمنی شخص کو ایک سورت سکھائی پھر اس کے پاس اُبی نے ایک کمان دیکھی تو فرمایا یہ میرے پاس فروخت کردو۔ اس نے کہا نہیں۔ بلکہ میں یہ کمان آپ کو ہدیۃً پیش کرتا ہوں۔ حضرت اُبیؓ نے حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا تو فرمایا اگر تم آگ کی کمان لینا چاہتے ہو تو لے لو۔ (ابن حبان وطبرانی۔ فضائل ابی عبید، ص: ۱۰۷)

۷۔ اُبی کہتے ہیں کہ میں نابینا صحابی کو قرآنِ پاک پڑھانے جایا کرتا تھا۔ جب میں ان کے پڑھانے سے فارغ ہوجایا کرتا تو وہ میرے لیے کھانا منگوایا کرتے تھے جس کو میں نوش کرلیا کرتا تھا۔ میرے دل میں اس کھانے کی طرف سے خدشہ پیدا ہوا تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کے متعلق استفسار کیا تو فرمایا: اگر یہ طعام اس صحابی کے اہلِ خانہ ہی کے طعام سے ہے تب تو کوئی حرج نہیں اور اگر یہ پُرتکلف ہدیہ کی صورت میں ہے تو پھر مت کھایا کرو۔ اگلے روز جب میں اس نابینا صحابی کو پڑھانے کے لیے گیا اور انھوں نے بعد از فراغت اپنی باندی کو حسبِ دستور کھانا لانے کے لیے کہا تو میں نے پوچھا کیا سب اہلِ خانہ کا یہی طعام ہے؟ انھوں نے کہا ایسا تو نہیں بلکہ یہ کھانا آپ ہی کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اس پر میں نے کہا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسے کھانے سے منع فرما دیا ہے۔ (ابن حبہ فی

التجارات، باب الاجر علی تعلیم القرآن) (فضائلِ ابی عبید،ص:۱۰۸)

۸۔ مُصعب بن زبیرؓ نے عبداللہ بن مغفّلؓ سے کہا کہ ماہِ رمضان میں لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ جب عیدالفطر ہوئی تو حضرت مصعب نے (یا عبیداللہ بن زیاد نے) پانچ سو درہم اور ایک جوڑا حضرت عبداللہ بن مغفّلؓ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت موصوف نے یہ چیزیں رد کردیں اور فرمایا کہ میں قرآن پر اجرت نہیں لیتا ہوں۔ (تذکرۂ قرطبی،فضائلِ ابی عبید۔ص:۱۰۸)

۹۔ تدریسِ قرآن میں لگ جانے کے بعد اس کو ہرگز مت چھوڑیں ورنہ قرآنِ پاک آپ کو چھوڑ دے گا۔ بے شمار واقعات و تجربات سے ثابت ہے کہ ایسے حضرات جو تدریسِ قرآن چھوڑ دیتے ہیں جب تک واپس اپنے قرآنی مشن اور پڑھنے پڑھانے کی لائن پر واپس نہیں آجاتے ہمیشہ بدحال و پریشان، مصیبت زدہ، تنگدست رہتے ہیں۔ حوادث و مقدمات، امراض و مشکلات، قرضوں اور طرح طرح کی پریشانیوں میں گھر جاتے ہیں۔ سر سے پیر تک آفات و بلیات کا شکار ہوکر ان کے اندر غرق ہوجاتے ہیں۔ کوچہ کوچہ بھٹکتے اور دردر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں تا آنکہ رجوع و توبہ اور استغفار کرکے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر دوبارہ اس کام میں لگ جانے کا پختہ عہد اللہ سے نہ کرلیں۔

۱۰۔ حسن بن ربیع بورانی کہتے ہیں کہ میں امام شافعی کے پاس حاضر تھا جب واپس آنے لگا تو فرمایا چمڑے کا بھاؤ پوچھ کر آنا۔ جب میں چل پڑا تو واپس بلوایا اور فرمایا بھاؤ مت پوچھنا کیونکہ تم مجھ سے حدیث لکھتے ہو اور مجھے پسند نہیں کہ اپنے کسی شاگرد سے کسی خدمت کا مطالبہ کروں۔ (اَخْلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ للآجری)

۱۱۔ ایک مرتبہ امام حمزہ بہ تقدیرِ ربانی کنویں میں گر گئے۔ جو آدمی بھی نکالنے کے لیے آتا اسی سے پوچھتے کیا تم نے مجھ سے قرآن شریف تو نہیں پڑھا ہے؟ چونکہ پورا کوفہ ہی آپ کا شاگرد تھا اس لیے ہر ایک یہی کہتا، جی ہاں، میں نے آپ سے قرآن شریف پڑھا ہے۔ تو آپ اس جواب پر اس کے ذریعہ کنویں سے باہر نکلنے سے انکار فرمادیتے۔ (تاکہ کسی شاگرد سے کوئی خدمت و مدد حاصل نہ ہو) تمام اہلِ کوفہ حد درجہ پریشان ہوئے آخر ان کی نظر ایک دیہاتی پر پڑی۔ وہ نکالنے کے لیے آیا۔ اس سے بھی امام حمزہ نے وہی سوال کیا۔ اس نے نفی میں جواب دیا

کہ میں نے نہ تو آپ سے پڑھا ہے اور نہ آپ کے کسی شاگرد سے، تب جا کر اس کے سہارے کی مدد سے نکلنے پر آمادہ ہوئے۔ سبحان اللہ! یہ ہے کمالِ تقویٰ۔ (میقات شرح مشکوٰۃ، ص:۷، ج:۱۰، بحوالہ ہدیٰ و بشریٰ لجیران الحبیب المصطفیٰ، ص: ۲۴۸)

حذیفہ مرعشی نے یوسف بن اسباط کو خط لکھا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے دو دمڑیوں کے بدلے میں اپنا دین فروخت کردیا ہے۔ آپ نے ایک دودھ فروش سے پوچھا، یہ دودھ کتنے میں ہے؟ اس نے کہا آپ کے لیے درہم کے چھٹے حصہ میں ہے۔ آپ نے کہا نہیں، بلکہ آٹھویں حصہ۔ اس نے کہا ٹھیک ہے لے لیں اور وہ آپ کو پہچانتا تھا۔ اپنے سر سے غفلت کی اوڑھنی اُتاریئے اور موت کی نیند اور غفلت سے بیدار ہوجایئے۔ اور جان لو کہ جس نے قرآن پڑھا اور پھر اس کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دی، مجھے ڈر ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ مذاق کرنے والوں میں شمار ہوگا۔ (اَخلَاقُ حَملَۃِ القُرآنِ)

۱۴۔ ﴿وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ (سورۂ لقمان، آیت: ۱۸) لوگوں سے اپنا رخسار مت پھیرو۔ اَیْ یُکُوْنُ الْغَنِیُّ وَ الْفَقِیْرُ عِنْدَكَ فِی الْعِلْمِ سَوَاءٌ یعنی تدریسِ علم میں مالدار اور فقیر وتنگدست دونوں تمھاری نظر میں برابر ہونے چاہئیں۔ (ابوالعالیہ تابعی)

۱۵۔ اگر طالبِ علم پر مکھی بھی بیٹھتی ہے تو اس سے بھی مجھے اذیت و کوفت ہوتی ہے۔

(ابنِ عباسؓ)

۱۶۔ کوئی شاگرد غلطی کرے تو نہ اس پر (بے وجہ اور حد سے زیادہ) سختی کریں نہ اسے شرمسار کریں بلکہ اپنے تمام معاملات میں نرمی اور صبر کا دامن تھامے رکھو تاکہ طالبِ علم آپ کے ساتھ مانوس رہے اور تمہاری صحبت میں بیٹھنے والا شخص شاداں وفرحاں رہے۔ (ابوبکر آجری)

۱۷۔ یَنْبَغِی لِلْعَالِمِ اَنْ یَضَعَ الرَّمَادَ وَ التُّرَابَ عَلٰی رَاْسِهٖ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عالم کو زیبا ہے کہ اپنے سر پر راکھ اور مٹی ڈالے رکھے یعنی اللہ عز وجل کی خوشنودی کی خاطر لوگوں کے سامنے تواضع اور مسکنت اختیار کیے رہے۔ (ایوب سختیانی) (ابن عبدالبر فی جامع بین العلم وفضلہ)

۱۸۔ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَ تَعَلَّمُوا لِلْعِلْمِ السَّكِیْنَةَ وَ الْحِلْمَ وَ تَوَاضَعُوْا لِمَنْ

تُعَلِّمُوْنَ وَ لِيَتَوَاضَعُ لَكُمْ مَنْ تُعَلِّمُوْنَ وَ لَا تَكُوْنُوْا جَبَابِرَةَ الْعُلَمَاءِ فَلَا يَقُوْمُ عِلْمُكُمْ بِجَهْلِكُمْ (کنز العمال عن عمر موقوفاً)۔ علم بھی سیکھو اور علم کی خاطر سکون و بردباری بھی سیکھو اور جن کو تم علم سکھلاتے ہو ان کے سامنے نرمی اور تواضع اختیار کرو اور جن کو تم علم سکھاتے ہو وہ تمہارے سامنے عاجز و متواضع بن کر رہیں اور تم جابر علماء نہ بنو کیونکہ تمہاری جہالت کی باتیں تمہارے علم کو رائج و شائع نہ ہونے دیں گی۔ (حضرت فاروقِ اعظمؓ)

۱۹۔ عَلِّمُوْا وَ لَا تُعَنِّفُوْا فَاِنَّ الْمُعَلِّمَ خَيْرٌ مِنَ الْمُعَنِّفِ ۔(شعب الایمان للبیہقی عن ابی ہریرةؓ) علم سکھلاؤ لیکن سختی نہ کرو کیونکہ سخت گیر کے مقابلے میں معلم بہتر ہے۔

۲۰۔ بری نیت سے بے ریش بچے کو صرف دیکھنا یا اس سے مصافحہ کرنا بھی بالاتفاق حرام ہے چہ جائیکہ اس کے ساتھ تخلیہ کیا جائے کہ یہ مدرس کے لیے زہرِ قاتل ہے۔ (فتاویٰ نوویہ)

۲۱۔ میں ہر عورت کے ساتھ تو صرف ایک شیطان دیکھتا ہوں لیکن امرد (بے ریش بچے) کے ساتھ سترہ شیطان دیکھتا ہوں۔ (سفیان سوریؒ)

۲۲۔ ابوعبداللہ زراد کو فوت ہو جانے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا۔ حال پوچھنے پر انھوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے تمام گناہ بخش دیے لیکن ایک مرتبہ میں نے ایک خوبصورت آدمی کی طرف نظر کی تھی اس کی سزا میں مجھے پسینے میں کھڑا کیا گیا جس کی وجہ سے میرے منہ کا سارا گوشت گر گیا۔ (تلبیسِ ابلیس، لابن الجوزی)

۲۳۔ عیسیٰ علیہ السلام نے حواریین سے فرمایا کہ تمہاری مثال نمک کی طرح ہے۔ اگر کوئی اور چیز خراب ہو جائے تو نمک کے ذریعہ اس کی اصلاح ہو سکتی ہے لیکن اگر نمک ہی خراب ہو جائے تو اس کی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے؟ نیز فرمایا، تم میں دو باتیں جہالت کی ہیں: ایک بغیر تعجب کے خوامخواہ ہنسنا دوسری صبح تک سوتے رہنا۔ (حاشیہ اخلاق حملة القرآن)

نصائحِ شاگرد و طالب علم

۱۔ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب سُلمی کے پاس جب کسی شخص کا قرآن کریم مکمل ہو جاتا تو اس کو اپنے سامنے بٹھا کر اور اس کے سر پر دستِ شفقت رکھ کر کلماتِ نصیحت یوں تلقین فرماتے، ''میرے پیارے! اللہ سے ڈرتے رہنا، تقویٰ اختیار کیے رکھنا، جو تم نے سیکھا ہے اگر

اس پر عمل کرتے رہے تو میرے نظریہ اور اعتقاد کے مطابق تمہارے سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔

۲۔ مقری ارادت الحق گیاوی جب کسی کو قرآن ختم کراتے تو رقت طاری ہو جاتی۔ روتے روتے کلماتِ نصیحت تلقین فرمایا کرتے۔ اس میں التزاماً باقاعدہ اس کا ذکر ضرور ہوتا کہ ''بیٹا، قرآن کو مت بیچنا۔'' (تذکرۂ قاریانِ ہند، ص: ۳۲۰، ج:۲)

۳۔ قرآن کے استاد کو چھوڑ دینا سخت گناہ ہے۔ جس نے کسی شخص کو کتاب اللہ کی ایک آیت بھی سکھلا دی وہ اس کا آقا بن گیا۔ غلام کو مناسب نہیں کہ اپنے آقا کو چھوڑ دے (یا رسوا کرے یا دوسروں کو اس کے مقابلے میں ترجیح دے۔) اگر اس نے ایسا کیا تو (گویا) اس نے اسلام کے حلقوں میں سے ایک حلقہ کو توڑ ڈالا یعنی بہت گناہ کیا۔ (بیہقی، طبرانی، ابنِ عدی و ابن مردویہ)

۴۔ لَا یَزَالُ الرَّجُلُ عَالِمًا تَعَلَّمَ فَاِذَا تَرَكَ كَانَ اَجْهَلُ مَا يُكُوْنُ ۔ جب تک آدمی علم سیکھتا رہتا ہے برابر علم میں ترقی کرتا رہتا ہے لیکن جب علم سیکھنا چھوڑ دے تو بڑا جاہل بن جاتا ہے۔ (سعید بن جبیر)

۵۔ مَنْ ظَنَّ اَنَّهُ لَيَسْتَغْنِى عَنِ التَّعْلِيْمِ لِيَبْكِ عَلٰى نَفْسِهِ (جو شخص یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ حصولِ علم سے بے نیاز ہو گیا ہے اسے اپنے اوپر جی بھر کر رونا چاہیے۔) (ابو حنیفہؒ)

۶۔ طالبِ علم کے لیے عشاء کے بعد مطالعہ اور تکرار بہترین عشائیہ ہے۔ مَا مِنْ عَاشِيَةٍ (اعل العَشاءَ) اَشَدًّا اَنَقًا. (اى اَحْسَنُ مَنْظَرٍ) وَ لَا اَبْعَدُ شِبَعًا مِنْ طَالِبِ عِلْمٍ، طَالِبُ الْعِلْمِ جَائِعٌ عَلَى الْعِلْمِ اَبَدًا۔ کوئی عشاء کا کھانا کھانے والا ایسا نہیں جو طالبِ علم سے زیادہ خوش منظر اور کھانے کا زیادہ حریص و بھوکا ہو کیونکہ طالبِ علم ہمیشہ علم کا حریص و بھوکا ہوتا ہے۔ (عبید بن عمیر) (حواشی فضائلِ عبید۔ ص: ۲۵۶)

۷۔ ابن ابی حاتم (جو جرح و تعدیل کے امام ہیں) فرماتے ہیں: ہم زمانۂ تحصیلِ علم میں مصر میں سات مہینے تک اس حالت میں رہے کہ شوربا استعمال کرنے کی فرصت نہ ملی۔ ہمارا پورا دن اساتذہ کی مجالسِ درس کے لیے اور پوری رات تکرار و مطالعہ کے لیے وقف تھی۔ ایک روز میں اور میرا ساتھی ایک استاد صاحب کی خدمت میں سبق کے لیے حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ

آج وہ بیمار ہیں۔ واپسی پر ہم نے راستے میں ایک مچھلی دیکھی جو ہمیں اچھی لگی۔ ہم نے وہ مچھلی خرید لی۔ گھر پہنچے تو ایک اور استاذ صاحب کے درس کا وقت ہوگیا۔ مچھلی تیار کرنے کا ہمیں موقع نہ مل سکا اور مجلسِ درس میں چلے گئے۔ اسی طرح مسلسل تین دن گزر گئے حتیٰ کہ مچھلی خراب ہونے کو ہوگئی۔ بالآخر ہم نے وہ مچھلی کچی ہی کھالی۔ اس کو تیار کرنے اور بھوننے کی ہمیں فرصت نہ مل سکی۔ ابن ابی حاتم یہ واقعہ نقل کرکے فرماتے ہیں، "لَا یُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَةِ الْجَسَدِ۔ تن آسانی اور راحت طلبی سے علم کبھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ (تذکرۃ الحفاظ أعلام النبلاء۔ بحوالہ زادالمتقین، ص: ۲۸۷)

۸۔ امام محمد راتوں کو بالکل نہیں سوتے تھے۔ ان کے پاس کتابوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہوتے تھے۔ جب ایک فن کی کتابوں سے طبیعت بھر جاتی تو دوسرے فن کا مطالعہ شروع فرما دیتے تھے۔ جب آپ راتوں کو جاگتے اور کوئی مشکل مسئلہ حل ہوجاتا تو فرماتے کہ بھلا! شاہزادوں کو یہ لذت کہاں نصیب ہوسکتی ہے۔ (ظفر المحصلین، ص: ۸۸)

۹۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام محمد کے یہاں قیام کیا اور صبح تک نماز پڑھتا رہا لیکن امام محمد رات بھر پہلو پر لیٹے رہے اور صبح ہونے پر بلا تجدیدِ وضو نمازِ فجر ادا کرآئے۔ مجھے یہ بات کھٹکی تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں سوگیا تھا۔ نہیں بلکہ میں نے کتاب اللہ سے تقریباً ایک ہزار مسائل کا استنباط کیا ہے۔ پس آپ نے رات بھر اپنے لیے کام کیا اور میں نے پوری رات امت کے لیے۔ (حوالہ بالا، ص: ۸۹)

۱۰۔ **طلبِ علم کی حرص اور ایک طالبِ علم کی ذہانت کا واقعہ:** حُمیدی کہتے ہیں کہ ہم سفیان بن عینیہ کے پاس سبق پڑھ رہے تھے۔ حضرت موصوف نے **ماء زمزم لما شرب له** (زمزم کا پانی اس غرض کے لیے ہے جس غرض کے لیے اس کو پیا جائے) والی حدیث بیان کی۔ اسی وقت مجلسِ درس میں سے ایک طالبِ علم اُٹھا اور پھر کچھ دیر کے بعد واپس آکر حضرت سفیان سے عرض کرنے لگا، ابومحمد! کیا آپ نے **ماء زمزم لما شرب له** والی جو حدیث ابھی بیان کی ہے وہ صحیح حدیث ہے؟ سفیان نے فرمایا ہاں، صحیح حدیث ہے۔ کہنے لگا تو پھر میں ابھی زمزم کا

ایک ڈول اس غرض سے پی کر آیا ہوں کہ آپ مجھے سو حدیثیں بیان فرمائیں۔ حضرت سفیان نے فرمایا، اچھا بیٹھ جاؤ۔ اور پھر پوری سو حدیثیں اس کے سامنے بیان فرمادیں۔ (آج کا ہم جیسا کوئی طالبِ علم ہوتا تو شاید اس نیت سے زمزم پی کر آتا کہ ابھی فوری سبق بند کردیں) (فراسۃ المومن، ص: ۱۰۸، ج:۱، تالیف ابراہیم بن عبداللہ الحازمی)

۱۱۔ **حرصِ علم کا ایک اور واقعہ:** ابن ابی ذر کہتے ہیں کہ جب حجاج کرام حج سے واپس آیا کرتے تو حضرت سفیان بن عینیہ ان کی زیارت کی غرض سے بابِ بنی ہاشم میں کسی اونچی جگہ بیٹھ جایا کرتے۔ ایک محدث حج سے واپس آئے تو سفیان بن عینیہ کے سامنے بیٹھ گئے اور کہنے لگے، ابو محمد مجھ سے حدیث بیان کیجیے۔ سفیان بن عینیہ نے چند احادیث بیان فرمادیں۔ وہ کہنے لگے اور احادیث سنایئے۔ سفیان نے اور سنا دیں۔ اس محدث نے کہا اور سنایئے۔ اس پر سفیان بن عینیہ نے اس کے سینے پر ایک ٹھونسا مارا اور وہ محدث نیچے ایک وادی میں جا گرا۔ یہ خبر پھیل گئی۔ سب حجاج اکٹھے ہوگئے اور شور مچ گیا کہ سفیان بن عینیہ نے ایک حاجی کو قتل کر ڈالا۔ جب شور بہت زیادہ ہوگیا اور حضرت سفیان کو کچھ خوف سا لاحق ہونے لگا تو نیچے اُتر کر اس محدث حاجی کے پاس آئے۔ اور اس کے سر کو اپنی گود میں لے کر فرمانے لگے، بھائی تمہیں کیا ہوگیا، کہاں چوٹ لگ گئی؟ یہ باتیں سن کر وہ حاجی محدث مزید اپنے پاؤں زمین پر مارنے لگا اور منہ سے جھاگ نکالنے لگا۔ لوگوں نے بھی زیادہ شور وغوغا شروع کر دیا کہ سفیان بن عینیہ نے ایک حاجی کو مار ڈالا۔ سفیان بن عینیہ سمجھ گئے کہ یہ مکر کر رہا ہے اس کے کان میں فرمانے لگے، اللہ کے بندے! تو دیکھتا نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا کیا باتیں کر رہے ہیں۔ اب تو اُٹھ بھی جا، تیری ہلاکت ہو۔ وہ دبی آواز سے بولا، واللہ! جب تک آپ مجھے زہری اور عمرو بن دینار کی سو حدیثیں نہیں سنا دیں گے میں ہرگز نہ اُٹھوں گا۔ بالآخر حضرت سفیان بن عینیہ نے سو حدیثیں سنائیں تب وہ محدث حاجی اُٹھا۔ (اس ترکیب سے اس محدث حاجی نے اپنی طلبِ علم کی پیاس بجھائی۔ ہم سا کوئی ہوتا تو شاید یہ مکر اس لیے کرلیتا کہ آپ حدیثیں سنانا بند کردیں۔ میں بہت تھک گیا ہوں۔) (حوالہ بالا)

۱۲۔ امام عاصم کا اپنے شاگرد امام ابوحنیفہ سے علمِ فقہ حاصل کرنا: حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ نے امام عاصمؒ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ اسی لیے امام عاصم کی قرأت ہی ابوحنیفہ کی قرأت ہے۔ پھر جب امام ابوحنیفہ فقہ میں امامت کے درجے پر فائز ہوگئے تو امام عاصم آپ کی خدمت میں علمِ فقہ حاصل کرنے کی غرض سے تشریف لائے اور فرمایا: اَتَیْتَنَا صَغِیْرًا وَّ اَتَیْنَاکَ کَبِیْرًا آپ تو ہمارے پاس صغرسنی میں آئے تھے اور ہم آپ کے پاس کبرسنی میں آئے ہیں۔ رحمہما اللہ (طبقات القراء لابن لجزری، بحوالہ حواشی فضائل ابنِ عبید، ص:۲۱۶)

۱۳۔ تَفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تَسُوْدُوْا۔ مقتدا بننے سے پہلے علم حاصل کرو (عمر بن خطابؓ) یعنی کم عمری ہی میں علم حاصل کرو۔ کیونکہ جب تم بڑے ہوکر کسی منصب پر فائز ہوجاؤ گے تو اس وقت علم حاصل کرنے میں تمھیں شرم وحیا محسوس ہوگی اور اس طرح تم جاہل ہی رہ جاؤ گے۔ (نیز بغیر علم کے لوگوں کی گمراہی کا ذریعہ ثابت ہوں گے) (ابوعبید قاسم بن سلام)

۱۴۔ تَفَقَّهْ قَبْلَ اَنْ تَرَاَسَ فَاِذَا رَاَسْتَ فَلَا سَبِیْلَ اِلَی التَّفَقُّهِ ۔ سردار بننے سے پہلے علم حاصل کرو۔ کیونکہ جب سردار بن جاؤ گے تو پھر علم حاصل کرنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ (شافعیؒ)

۱۵۔ تَعَلَّمُوْا الْقُرْآنَ وَ اسْئَلُوا اللّٰهَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّتَعَلَّمَهٗ قَوْمٌ یَسْاَلُوْنَ بِهِ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْقُرْآنَ یَتَعَلَّمُهٗ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ رَجُلٌ یَتَبَاهىٰ بِهٖ وَ رَجُلٌ یَسْتَاكِلُ بِهٖ وَ رَجُلٌ یَقْرَءُ لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ۔ قرآن سیکھو اور اس کے ذریعہ اللہ ہی سے سوال کرو اس سے پہلے کہ ایسے لوگ آجائیں جو قرآن کو پڑھ کر دنیا کا مطالبہ کریں گے کیونکہ قرآن کو تین طرح کے آدمی سیکھتے ہیں: اوّل جو اس کے ذریعہ فخر وغرور کرتا ہے، دوم جو اس کے ذریعہ کھاتا ہے، سوم جو اس کو خالص اللہ عزوجل کی رضامندی ہی کیلئے پڑھتا (اور سیکھتا) ہے۔ (بیہقی عن ابی سعید)

۱۶۔ مَنْ نَالَ الْعِلْمَ وَ ذَکَرَهٗ حَسُنَتْ دُنْیَاهُ وَ آخِرَتُهٗ
فَادِمْ لِلْعِلْمِ مُذَاکَرَهٗ فَحَیَاةُ الْعِلْمِ مُذَاکَرَتُهٗ

جس نے علم حاصل کیا اور پھر اس کا تکرار جاری رکھا یقیناً اس کی دنیا اور آخرت دونوں اچھی اور کامیاب ہوجائیں گی۔ لہٰذا تم علم کا تکرار ہمیشہ جاری رکھو کیونکہ علم کی زندگی و بقاء اس کا

تکرار ہی ہے۔

۱۷۔ قطب الدین رازی مصنفِ قطبی کے شاگرد مبارک شاہ ایک مرتبہ یہ دیکھنے کے لیے کہ طلباء کیا کر رہے ہیں رات کو چپ چاپ نکلے اور جس حجرہ میں سید شریف مقیم تھے وہاں آئے۔اس وقت میر سید شریف آموختہ دہرا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کتاب کے مصنف نے تو اس مسئلہ کی یہ تقریر کی ہے اور شارح کا یہ قول ہے اور استاذ نے اس کی تقریریوں کی ہے اور میں اس کی تقریر یوں کرتا ہوں۔مبارک شاہ ٹھہر گئے اور کان لگا کر سننے لگے۔میر صاحب کی تقریر کا اندازِ بیان اتنا دلچسپ تھا کہ 'مفتاح السعادۃ' میں لکھا ہے---لَحِفَهُ الْبَهْجَةُ وَ السُّرُوْرُ بِحَيْثُ رَقَصَ فِي فَنَاءِ الْمَدْرَسَةِ ان کو ایسی مسرت وفرحت ہوئی کہ صحنِ مدرسہ میں وجد کرنے لگے۔اس واقعہ سے استاذ اتنے متاثر ہوئے کہ صبح سے میر سید شریف کا مستقل درس مقرر کردیا۔(ظفر المحصلین ،ص:۳۲۶و۳۲۷)

۱۸۔ زمانۂ طالب علمی میں عاجزی ومسکنت اختیار کرنے سے بعد میں عزّت و بلندی حاصل ہوتی ہے۔میں جس مجلس میں متواضع ہوکر شریک ہوا اس سے بلند ہوکر اُٹھا اور جس مجلس میں علم کے غرور وگھمنڈ کے ساتھ گیا اس میں میری ذلت ورسوائی ہوئی۔پس خبردار اللہ ہی کے لیے علم حاصل کرو۔(ابو یوسف)

۱۹۔ ذُلِّلْتُ طَالِبًا فَعُزِّزْتُ مَطْلُوْبًا۔مَیں زمانۂ طالب علمی میں تو ذلیل وحقیر سمجھا جاتا تھا لیکن اب زمانۂ مطلوبی واستاذی میں معزز ومکرم ہوں۔(ابنِ عباسؓ)

۲۰۔ زمانۂ طالب علمی میں امام مالک کے پاس ظاہری سرمایہ کچھ نہ تھا۔مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کرکے کتب وغیرہ کے مصرف میں خرچ کرتے تھے۔اس کے بعد دولت کا دروازہ کُھل گیا۔حافظہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔فرماتے تھے کہ جس چیز کو میں نے حفظ کرلیا اس کو پھر کبھی نہیں بھولا ہوں۔(ظفر المحصلین باحوال المصنّفین،ص:۷۷)

۲۱۔ عمر بن حفص اشتر کہتے ہیں کہ بصرہ میں ہم اور امام بخاری ساتھ ہی علم کی تحصیل کرتے تھے۔ایک دن امام بخاری درس میں نہ آئے۔ہم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس تن پوشی کے لیے کپڑے نہیں ہیں۔لیکن امام صاحب نے اس مرحلہ پر بھی اپنی فطری غیرت

کی قربانی برداشت نہ کی اور اپنے بے تکلف رفقاء سے بھی اس راز کو راز ہی کے درجہ میں رکھا۔ ان کا یہ حال دیکھ کر فوراً کپڑے مہیا کیے گئے۔ اس کے بعد امام بخاری پھر اسی طرح پابندی کے ساتھ درس میں آنے لگے۔ (ظفر المحصلین، ص:۱۰۲)

۲۲۔ ادب و احترام و خدمتِ استاذ کامیابی کی پہلی سیڑھی ہے۔ تَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ وَ تَعَلَّمُوْا لِلْعِلْمِ السَّكِيْنَةَ وَ الْوَقَارَ وَ تَوَاضَعُوْا لِمَنْ تَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ (طبرانی اوسط عن ابی هریرهؓ مرفوعاً) تم علم بھی سیکھو اور علم کی خاطر بردباری اور وقار بھی سیکھو اور جس سے تم علم سیکھتے ہو اس کے سامنے متواضع و عاجز بن کر رہو۔

۲۳۔ ربیع شاگردِ امام شافعی فرماتے ہیں، "مَا اجْتَرَأْتُ اَنْ اَشْرِبَ الْمَاءَ وَ الشَّافِعِیُّ يَنْظُرُ اِلَیَّ هَيْبَةً لَّهٗ" جب امام شافعی صرف دیکھ رہے ہوتے تو مجھے ان کی ہیبت و عظمتِ شان کی وجہ سے اتنی ہمت بھی نہ ہوتی تھی کہ پانی پی لوں۔

۲۴۔ مغیرہ کہتے ہیں "كُنَّا نَهَابُ اِبْرَاهِيْمَ كَمَا يُهَابُ الْاَمِيْرُ" ہم ابراہیم نخعیؒ سے ایسے ہی ڈرتے تھے جیسے حاکم و امیر سے لوگ ڈرتے ہیں۔

۲۵۔ یحییٰ اندلسی راویٔ مؤطا مالک فرماتے ہیں کہ میں امام مالک کے سامنے کتاب کا صفحہ بھی بہت آہستہ سے پلٹتا تھا تاکہ امام صاحب کو صفحہ پلٹنے کی آواز بھی سنائی نہ دے اور مجھ سے آپ کی بے ادبی نہ ہو جائے۔

۲۶۔ بعض علماء متقدمین کا یہ طریقہ کار تھا کہ استاذ کے پاس جانے سے پہلے کچھ صدقہ و خیرات کیا کرتے اور یہ دعاء کر کے جاتے تھے: اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَيْبَ مُعَلِّمِیْ وَ لَا تُذْهِبْ بَرَكَةَ عِلْمِهٖ مِنِّیْ ۔ اے اللہ! مجھ سے میرے استاذ کا عیب چھپائے رکھنا اور اس کے علم کی برکت کو مجھ سے سلب نہ فرمانا۔

۲۷۔ **زید بن ثابت کے ادب و احترام کے متعلق ابنِ عباس کا واقعہ:** حضور علیہ السلام کے چچیرے بھائی حبر الامہ، ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابنِ عباس طلبِ علم کے لیے دوپہر کی جُھلستی دھوپ میں حضرت زید بن ثابتؓ کے دروازے پر ان کے باہر نکلنے کا انتظار فرمایا کرتے تھے۔ جب حضرت زیدؓ باہر نکلتے تو فرماتے، اے حضورؐ کے عم زاد بھائی! آپ نے میرے

پاس کوئی قاصد کیوں نہ بھیج دیا کہ میں خود آپ کے پاس حاضر ہو جاتا۔ ابنِ عباس جواب میں ارشاد فرماتے کہ علم کے پاس خود آیا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت زیدؓ سوار ہونے لگتے تو حضرت ابنِ عباسؓ سواری کی رکاب تھام لیتے۔ زیدؓ فرماتے: اے رسول اللہ کے عم زاد بھائی! یہ کیا بات ہے؟ ابنِ عباس کے ہاتھ مبارک چوم لیتے اور فرماتے ہمیں اپنے نبی ﷺ کے اہلِ بیت کے ساتھ یہی معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (مقدمہ فضائل ابی عبید)

۲۸۔ **خدمتِ استاذ کی بابت حضرت حماد استاذ ابی حنیفہ کا قصہ:** حماد بن ابی سلیمان حضرت ابراہیم نخعی کے خاص تلامذہ میں تھے۔ تاریخ اصبہان میں ابوالشیخ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن نخعی نے ان کو ایک درہم کا گوشت لانے کے لیے بازار بھیجا۔ زنبیل ان کے ہاتھ میں تھی۔ ادھر سے ان کے والد کہیں گھوڑے پر سوار آ رہے تھے۔ یہ صورت دیکھ کر انھوں نے ان کو ڈانٹا اور زنبیل لے کر ہاتھ سے پھینک دی۔ جب ابراہیم نخعی کی وفات ہوگئی تو حدیث کے طلبہ ان کے والد 'مسلم بن زید' کے دروازے پر آئے اور دستک دی۔ یہ چراغ لے کر باہر نکلے تو انھوں نے کہا ہمیں آپ کی ضرورت نہیں، آپ کے فرزند حماد کی ضرورت ہے۔ یہ خفیف ہوکر اندر تشریف لے آئے اور حماد سے کہا جاؤ بھئی باہر جاؤ۔ اب مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ یہ مقام تمہیں ابراہیم کی زنبیل کی بدولت ہی نصیب ہوا ہے۔ (حاشیۂ ترجمان السنہ)

۲۹۔ ابو یحییٰ معن بن عیسیٰ بن دیار المدنی الاشجعی القزاز (متوفی ۱۹۸ھ) امام مالک کے بڑے تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ نے امام صاحب سے چالیس ہزار مسئلے سنے تھے۔ اپنے زمانے کے محقق اور مفتی تھے۔ جب امام مالک اتنے بوڑھے ہوگئے کہ لاٹھی رکھنے کی ضرورت پڑی تو بجائے لاٹھی کے معن بن عیسیٰ ہوتے تھے۔ اسی لیے لوگ ان کو عصائے مالک بھی کہتے تھے۔ (ظفر المحصلین، ص: ۸۵)

۳۰۔ **امام مالک کے سامنے امام شافعی کی عاجزی و مسکنت اور امام شافعی کے ساتھ امام مالک کی محبت و شفقت کا عجیب قصہ:** حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھنے کا شوق تھا۔ مگر آپ کی جلالتِ شان کی وجہ سے براہ راست آپ سے درخواست کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اس لیے میں نے

امیر المومنین ہارون الرشید سے سفارشی خط لکھوایا۔ امیر المومنین سے میرا تعلقِ قرابت تھا۔ امیر المومنین نے مدینہ کے گورنر کے نام خط لکھا کہ وہ مجھے بنفسِ خود امام مالک کی خدمت میں پہنچا کر آئیں۔ میں مدینہ منورہ پہنچا اور گورنر کو امیر المومنین کا خط دیا، وہ خط پڑھ کر مجھ سے یوں مخاطب ہوئے۔

صاحبزادے! اگر امیر المومنین مجھے مدینہ سے مکہ پیدل چل کر پہنچنے کا حکم فرماتے تو میرے لیے اس کی تعمیل امام مالک کے دروازے پر پہنچنے کی نسبت بہت آسان تھی۔

میں نے سمجھا کہ گورنر صاحب امام کے دروازے پر جانے کو اپنے منصب کے خلاف سمجھتے ہیں اس لیے میں نے کہا کہ آپ امام کو اپنے پاس بلوائیں۔ گورنر نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر میں امام کے دروازے پر جا کر گھنٹوں باہر کھڑا رہوں اور پھر ملاقات کی اجازت مل جائے تو غنیمت ہے۔ اس لیے کہ ان کی خدمت میں حاضری بہت مشکل ہے۔ مگر امیر المومنین کا حکم ہے تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ گورنر صاحب مجھے ساتھ لے کر امام عالی مقام کے دروازے پر حاضر ہوئے۔ دستک دی، بہت دیر کے بعد ایک حبشیہ لونڈی باہر آئی، گورنر نے امام کو اپنی حاضری کی اطلاع دینے کی درخواست کی۔ لونڈی اندر گئی اور غائب۔ ہم دونوں دروازے پر کھڑے انتظار کرتے رہے۔ بہت دیر کے بعد وہ واپس آئی اور کہا امام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ضروری مسئلہ دریافت کرنا ہو تو سوال اندر بھیج دیں، میں جواب لکھ دوں گا۔ اور اگر کوئی دوسری غرض ہو تو واپس چلے جائیں۔ میں نے ہفتہ میں ایک معین دن میں ملاقات کی اجازت دے رکھی ہے، آپ نے اس کی خلاف ورزی کیوں کی؟ گورنر نے لونڈی سے کہا کہ امیر المومنین کا خط لے کر حاضر ہوا ہوں۔ لونڈی پھر غائب۔ بہت دیر کے بعد لونڈی ایک عظیم الشان کرسی لائی اور باہر رکھ کر چلی گئی۔ یہ کرسی امام کے لیے تھی۔ اس لیے گورنر صاحب اسی طرح میرے ساتھ کھڑے رہے۔ کرسی باہر آنے کے بعد بھی حضرت امام باہر تشریف نہیں لائے، کرسی خالی رکھی ہے اور گورنر صاحب پاس کھڑے انتظار کی کٹھن گھڑیاں کاٹ رہے ہیں۔ بہت دیر کے بعد حضرت امام باہر تشریف لا کر کرسی پر جلوہ افروز ہوئے۔ گورنر صاحب سامنے کھڑے ہیں۔ امیر المومنین کا خط حضرت امام کی خدمت میں پیش کیا۔ امام نے خط پڑھا تو بہت غضبناک ہو کر خط

پھاڑ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ حضور ﷺ کا علم اور وہ حاصل کیا جا رہا ہے بادشاہ کی سفارش سے؟ گورنر صاحب پر تو جیسے سکتہ طاری ہوگیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمت عطا فرمائی۔ میں نے عرض کیا، حضرت! مجھ سے غلطی ہوگئی، معاف فرمائیں۔ میں طلبِ حدیث کی آرزو لے کر حاضرِ خدمت ہوا ہوں۔ یہ سنتے ہی فوراً ٹھنڈے ہوگئے۔ اور میرے ساتھ بہت محبت و شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت عطاء فرمائی۔ میں نے آپ سے آپ کی کتاب 'مؤطا' پڑھنی شروع کی۔ پھر تو محبت وشفقت کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات میں آپ کے آرام و دیگر اہم مشاغل کے پیشِ نظر حالتِ درس میں عرض کرتا کہ حضرت اب بس کریں اتنا درس کافی ہے۔ مگر آپ فرماتے: ابھی نہیں کچھ اور پڑھ لو۔ (انوار الرشید، ص: ۱۲۷تا ۱۲۹)

۳۱۔ **امام ابو یوسف کی طالب علمی:** امام ابو یوسف کی ابوحنیفہ کی مجلسِ درس اور علم کے حصول کا اتنا شوق تھا کہ آپ کے لڑکے کا انتقال ہوگیا لیکن آپ نے شوقِ علم میں اس کی تجہیز وتکفین میں شرکت نہ کی بلکہ یہ کام اعزہ و اقارب اور پڑوسیوں کے ذمہ لگا کر خود سبق میں حاضر ہوگئے۔

۳۲۔ ابراہیم بن جراح فرماتے ہیں کہ میں نے قاضی ابو یوسف سے خود سنا ہے، فرمایا کہ ہم نے بھی طلبِ علم کیا اور ہمارے ساتھ اتنے لوگوں نے طلبِ علم کیا کہ ہم ان کو شمار نہیں کر سکتے۔ مگر علم سے نفع اسی شخص نے حاصل کیا جس کے قلب کو دودھ نے رنگ دیا تھا۔ مراد ان کی یہ تھی کہ یہ طالب علمی کے وقت امام ابو یوسف کے گھر والے ان کے لیے روٹی دودھ میں ڈال کر رکھ دیتے تھے۔ قاضی ابو یوسف وہی صبح کے وقت کھا کر حلقۂ درس میں پہنچ جاتے تھے اور پھر واپس آ کر بھی وہی کھاتے تھے۔ کسی عمدہ کھانے پکانے کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ جبکہ دوسرے لوگ عمدہ غذائیں اور بہترین کھانے تیار کرنے میں مشغول ہو کر سبق کے ایک حصے سے محروم رہ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ امام ابو یوسف نے فرمایا، میں ابوحنیفہ کی خدمت میں ۲۹ سال تک حاضر باش رہا اس طرح کے فجر کی نماز ہمیشہ انہی کے ساتھ پڑھی۔

اور ایک روایت میں ان سے منقول ہے کہ ''نہ میں صبح کے وقت ان کا دامن چھوڑتا تھا نہ دوپہر کو بجز اس صورت کے کہ بیماری مجھ پر غالب آ جائے۔'' خود امام ابو یوسف راوی ہیں کہ میں

برسوں امام صاحب کی رفاقت میں رہا مگر بجز بیماری کے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن بھی ان سے جدا نہیں ہوا۔

۳۳۔ **یحییٰ بن یحییٰ اندلسی مالکی راویٔ مؤطا مالک کی طالب علمی:** ایک دن امام یحییٰ اندلسی حضرت امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوکر فیوضات کا استفادہ کر رہے تھے۔ ان کے علاوہ دیگر اشخاص بھی ان کی خدمتِ فیض درجت میں بہرہ یاب ہو رہے تھے کہ دفعتہً ہاتھی کے آنے کا شور وغل ہوا۔ چونکہ ملکِ عرب میں ہاتھی کو نہایت تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا تھا اس لیے حاضرین کی جماعت کے اکثر افراد امام مالک کی صحبت ترک کرکے ہاتھی کا تماشا دیکھنے کو دوڑ پڑے۔ مگر امام یحییٰ اپنی اسی ہیئت و حالت میں بیٹھے ہوئے کسبِ فیض میں مشغول رہے اور انھیں نہ کسی قسم کا اضطراب پیش آیا اور نہ کوئی حرکت بے ساختہ ان سے سرزد ہوئی۔ کہتے ہیں امام مالک نے پوچھا، یحییٰ! تم ہاتھی کا تماشا دیکھنے کیوں نہیں گئے؟ عرض کیا حضرت! میں اندلس سے ہاتھی دیکھنے نہیں آیا، حدیثِ رسولؐ سننے آیا ہوں۔ امام مالک نے اسی روز سے امام یحییٰ کو 'عاقل' کا خطاب دیا اور پھر ہمیشہ اسی خطاب سے انھیں مخاطب فرمایا کرتے تھے۔

(علمائے احناف کے حیرت انگیز واقعات)

۳۴۔ **چند مشہور محاورات:** مِفْتَاحُ الْعِلْمِ حُسْنُ السُّؤَالِ وَ حُسْنُ الْاِصْغَاءِ یعنی علم کی کنجی بہترین سوال اور کامل توجہ سے سننا ہے۔

مَنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ بِدَايَةٌ مُحْرِقَةٌ لَمْ تَكُنْ لَهُ نِهَايَةٌ مُشْرِقَةٌ۔ جس کی ابتداء پرسوز نہیں اس کی انتہا تابناک نہیں۔ اِجْعَلُوا الْعِلْمَ مِلْحاً وَ الْعَمَلَ دَقِيْقًا ۔ علم نمک کے اور عمل آٹے کے برابر حاصل کرو۔ اَلسَّبَقُ حَرْفٌ وَ التَّكْرَارُ اَلْفٌ۔ سبق ایک حرف کا ہو تو اس کی تکرار ہزار کے برابر ہونی چاہیے۔

احادیثِ مرفوعہ دربارۂ نصائحِ حفاظ

حقوقِ قرآن کی جامع حدیث

قیام اللیل، حقِ تلاوت، اشاعت، استغناء، حسنِ صوت، تدبر وغور، اخلاص وطلبِ آخرت

عَنْ عُبَيْدَةَ الْمُلَيْكِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوْا الْقُرْآنَ وَ اتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ مِنْ اٰنَاءِ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ افْشُوْهُ وَ تَغَنُّوْهُ وَ تَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ فَلَا تُعَجِّلُوْا ثَوَابَهُ فَاِنَّ لَهُ ثَوَابًا (رواہ البیھقی فی شعب الایمان۔ فضائل قرآن)

ترجمہ: عبیدہ ملیکیؒ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے، 'اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ بنائے سوئے نہ پڑے رہو اور اس کو رات دن کی گھڑیوں میں اس طرح پڑھو جس طرح اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ (یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھو) اور اسے پھیلاؤ۔ اور اس کو اچھی آواز سے پڑھو (یا اس کے ذریعہ بے نیاز بن کر رہو) اور اس کے احکام ومضامین پر غور وتدبر کرو تاکہ تم کامیاب رہو۔ اور اس کا بدلہ جلدی (دنیا میں) طلب نہ کرو۔ کیونکہ آخرت میں اس کا بڑا اجر ومعاوضہ ہے۔ (یعنی یہ سوچو کہ قرآن کا کامل اجر اور عظیم ثواب وصلہ آخرت ہی میں ملے گا۔) (بیہقی)

اہلِ قرآن آگے تعلیمِ قرآن دے کر اپنے لیے بھی ذخیرۂ ثواب بنائیں اور دوسرے لوگوں کو بھی ذخیرہ اندوزی کا موقع مہیا کریں

يَا اَهْلَ الْقُرْآنِ لَا تَوَسَّدُوْا الْقُرْآنَ وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ... اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ اقْتَنُوْهُ وَ اقْنُوْهُ وَ تَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ وَ لَا تُعَجِّلُوْا ثَوَابَهُ فَاِنَّ لَهُ ثَوَابًا (رواہ الطبرانی فی الکبیر و ابو نعیم و ابن عساکر عن عبیدۃ الملیکی رضی اللہ عنہ۔ نفحات الطیب من نداء ات الحبیب۔ ص: ۱۲۷)

اے اہلِ قرآن! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ اور رات دن کی گھڑیوں میں اس کی ایسی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اس کے ثواب کا خود بھی ذخیرہ کرو اور آگے تعلیم دے کر دوسروں کو بھی ذخیرہ اندوزی کا موقع دو۔ اس کے مضامین میں غور وفکر کرو شاید تم فلاح پاؤ۔ اور اس کا معاوضہ نقد دنیا میں طلب مت کرو کیونکہ آخرت میں اس کا عظیم معاوضہ محفوظ ہے۔ (طبرانی کبیر)

حفاظ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصائح، حافظ کی شان یہ ہے کہ رات کو لمبا قیام کرے اور مسلسل فکرِ آخرت میں گھلتا رہے

یَا حَامِلَ الْقُرْآنِ تَزَيَّنْ بِالْقُرْآنِ يُزَيِّنْكَ اللّٰهُ وَلَا تَتَزَيَّنْ بِهٖ لِلنَّاسِ فَيَشِيْنُكَ اللّٰهُ وَ يَنْبَغِيْ لِحَامِلِ الْقُرْآنِ اَنْ يَّكُوْنَ اَطْوَلَ النَّاسِ لَيْلًا اِذَا النَّاسُ نَامُوْا وَ اَنْ يَّكُوْنَ اَطْوَلَ النَّاسِ حَزَنًا اِذَا النَّاسُ فَرِحُوْا (الديلمى عن ابن مسعود، كنزالعمال، ج: ١، ص: ٣٩٥)

ترجمہ: اے قرآن کے حافظ! قرآن (کے عمل) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تجھے (آخرت میں) آراستہ فرمادیں گے اور قرآن کو لوگوں کے لیے نمائش نہ بنا ورنہ تجھے اللہ تعالیٰ (آخرت میں) معیوب (اور کھوٹا) بنادیں گے اور قرآن کے حافظ کے لیے لائق ہے کہ سب لوگوں سے زیادہ آخرت کی لمبی فکر کرے جب کہ لوگ خوش ہو رہے ہوں۔ (دیلمی)

دنیا میں چار غرباء

اَلْغُرَبَاءُ فِی الدُّنْيَا اَرْبَعَةٌ قُرْآنٌ فِیْ جَوْفِ ظَالِمٍ وَ مَسْجِدُ فِیْ نَادِیْ قَوْمٍ لَا يُصَلّٰی فِيْهِ وَ مُصْحَفٌ فِیْ بَيْتٍ لَا يُقْرَأُ فِيْهِ وَ رَجُلٌ صَالِحٌ مَعَ قَوْمٍ سُوْءٍ (مسند الفردوس عن ابى هريرة. كنز العمال، ج: ١، ص: ٣٩٤)

ترجمہ: دنیا میں چار چیزیں غریب اور بے چاری ہیں: ۱۔ قرآن ظالم کے پیٹ میں ۲۔ مسجد بے نمازیوں کے محلے میں ۳۔ قرآن کا نسخہ بغیر تلاوت والے گھر میں ۴۔ نیک آدمی بروں کی رفاقت میں۔

تجوید وحفظِ قرآن بغیر اخروی ثواب کی سچی اور خالص نیت کے بے کارِ محض ہے

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نَقْتَرِئُ اِذَا خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كِتَابٌ وَاحِدٌ وَ فِيْكُمُ الْاَخْيَارُ وَ فِيْكُمُ الْاَحْمَرُ وَ الْاَسْوَدُ اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ قَبْلَ اَنْ يَّاتِيَ اَقْوَامٌ يَقْرَءُوْنَهُ يُقِيْمُوْنَ حُرُوْفَهُ كَمَا يُقَامُ السَّهْمُ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَتَعَجَّلُوْنَ اَجْرَهُ وَلَا يَتَاَجَّلُوْنَهُ (اخرجه ابن مبارك فی كتاب الزهد، ص:۲۸۰، ابو داؤد فی باب ما يجزی الامی و الاعجمی من القراءة ۱/۱۹۱ اَخْلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ مع التعليق، ص:۱۵۷)

سہل بن سعد ساعدیؓ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ ہم قرآنِ پاک پڑھا رہے تھے کہ اچانک ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور فرمایا، الحمد للہ! کتاب ایک ہے مگر تم پڑھنے والوں میں بعض اشراف ہیں، بعض سرخ ہیں، بعض کالے ہیں۔ قرآن پڑھو اس سے پہلے پہلے کہ ایسے لوگ آجائیں جو اس کو پڑھیں گے اور اس کے حروف کو اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے مگر قرآن ان کے حلقوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ وہ لوگ دنیا ہی میں اس کا نقد معاوضہ طلب کریں گے اور آخرت کے ادھار معاوضہ سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ (ابوداؤد)

تین قسم کے قراء

تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَ سَلُوْا اللّٰهَ بِهِ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَنْ يَتَعَلَّمُوْهُ قَوْمٌ يَسْأَلُوْنَ بِهِ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْقُرْآنَ يَتَعَلَّمُوْنَهُ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ رَجُلٌ يُبَاهِي بِهِ وَ رَجُلٌ يَسْتَأْكِلُ بِهِ وَ رَجُلٌ يَقْرَأُهُ لِلّٰهِ (ابن نصرو، بيهقی عن ابی سعيد۔ كنز العمال، ج:۱،ص:۳۶۱)

ترجمہ: قرآن سیکھو اور اس کے ذریعہ اللہ سے جنت کا سوال کرو، اس سے پہلے پہلے کہ ایسے لوگ آجائیں جو قرآن کو سیکھ کر اس کے ذریعہ دنیا کا سوال کریں گے کیونکہ قرآن کو تین طرح کے آدمی سیکھتے ہیں: ایک وہ جو اس کے ذریعہ فخر وغرور کرے، دوسرا وہ جو اس کے ذریعہ کھائے گا، تیسرا وہ جو اس کو خالص اللہ کے لیے پڑھے گا۔ (محمد بن نصرو، بیہقی)

اخیر زمانہ میں لوگ عمل کی پرواہ نہ کریں گے بلکہ قرآن کو پانی کی طرح بے تکان اور بے تکلیف پیتے چلے جائیں گے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَيُرَتِّلُ هٰذَا الْقُرْآنَ قَوْمٌ يَشْرَبُوْنَهٗ كَمَا يَشْرَبُ الْمَاءَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ (اخرج نحوه ابن ماجة، اَخْلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ، ص:١٦٠)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ مبارک روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ اس قرآن کو ترتیل و تجوید سے پڑھیں گے جو اس کو اس طرح پیتے چلے جائیں گے جس طرح پانی پیا جاتا ہے۔ قرآن ان کی ہنسلی کی ہڈیوں اور گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ (ابنِ ماجہ)

قراء متکبرین دوزخ کا ایندھن ہیں

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَظْهَرُ هٰذَا الدِّيْنَ حَتّٰى يُجَاوِزُ الْبِحَارَ وَ حَتّٰى يُخَاضُ بِالْخَيْلِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ يَأْتِيْ قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ فَاِذَا قَرَءُوْهُ قَالُوْا قَدْ قَرَأْنَا الْقُرْآنَ فَمَنْ اَقْرَأُ مِنَّا فَمَنْ اَعْلَمُ مِنَّا ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ فِيْ اُولٰئِكَ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالُوْا لَا قَالَ فَاُولٰئِكَ مِنْكُمْ وَ اُولٰئِكَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ اُولٰئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ (اخرجه ابو يعلٰى و البزار و الطبرانى۔ اَخْلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ مع التعليق، ص : ١٥٨)

ترجمہ: عباس بن عبدالمطلب سے مروی ہے کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دین غالب ہوگا یہاں تک کہ دریاؤں سے تجاوز کر جائے گا اور یہاں تک کہ اللہ کے راستے میں گھوڑوں کو دریاؤں میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایسے لوگ آجائیں گے جو قرآن پڑھیں گے جب پورا قرآن پڑھ لیں گے تو کہنے لگیں گے ہم نے قرآن پڑھ لیا تو اب کون ہم سے بڑا قاری ہے اور کون ہم سے بڑا عالم ہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم ان لوگوں میں کوئی خیر اور بھلائی جانتے ہو؟ عرض کیا

نہیں! فرمایا: یہ لوگ تم میں سے ہوں گے اور اس امت میں سے ہوں گے اور یہی لوگ دوزخ کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔

قرآن کے ذریعہ کھانے والا فاسق وفاجر ہے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ یَکُوْنُ خَلِفُ بَعْدَ سِنِیْنَ اَضَاعُوْا الصَّلَاۃَ وَ اتَّبَعُوْا الشَّھَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ثُمَّ یَکُوْنُ خَلْفُ یَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ لَا یُجَاوِزُ اَتْرَاقَھُمْ وَ یَقْرَءُ الْقُرْآنَ ثَلَاثَۃٌ مُؤْمِنٌ وَ مُنَافِقٌ وَ فَاجِرٌ فَقَالَ بَشِیْرٌ فَقُلْتُ لِلْوَلِیْدِ مَا ھٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَۃُ فَقَالَ الْمُنَافِقُ کَافِرٌ بِہٖ وَ الْفَاجِرُ یَتَأَکَّلُ بِہٖ وَ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِنٌ بِہٖ (اخرجه الامام احمد فی مسنده و ابن کثیر فی فضائل القرآن۔ اَخْلَاقُ حَمَلَۃِ الْقُرْآنِ مع الھامش، ص:۱۶۴)

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ چند سالوں کے بعد ایسے نالائق پیدا ہوں گے جو نماز ضائع کریں گے اور خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کریں گے۔ یہ لوگ عنقریب جہنم کی وادی 'غی' میں داخل ہوں گے۔ پھر ایسے نالائق پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کی ہنسلی کی ہڈیوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ اور اس وقت تین طرح کے لوگ قرآن پڑھیں گے، مومن، منافق، فاجر۔ راوی حدیث بشیر خولانی کہتے ہیں میں نے ولید بن قیس سے پوچھا ان تینوں کی کیا تشریح ہے؟ کہا منافق تو کافر ہے، اور فاسق و فاجر وہ ہے جو قرآن کے ذریعہ کھائے گا اور مومن وہ جو قرآن پر عملاً اور اعتقاداً ایمان لائے گا۔ (مسند احمد وغیرہ)

نصائحِ حفاظ کے بارے میں اقوالِ صحابہؓ

نصیحتِ حضرت عمر بن خطابؓ، دربارۂ اخلاص وعدم ریاء وطلبِ دنیا

لَقَدْ اَتٰی عَلَیْنَا حِیْنٌ وَ مَا نَرٰی اَنَّ اَحَدًا یَتَعَلَّمُ الْقُرْآنَ یُرِیْدُ بِہٖ اِلَّا اللّٰہَ فَلَمَّا کَانَ ھٰھُنَا بِاٰخِرِہٖ خَشِیْتُ اَنَّ رِجَالًا یَتَعَلَّمُوْنَہٗ، یُرِیْدُوْنَ بِہِ النَّاسَ وَ مَا عِنْدَھُمْ فَاَرِیْدُوْا اللّٰہَ بِقِرَاَتِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ وَ اِنَّا کُنَّا نَعْرِفُکُمْ اِذْ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہُ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ اِذْ يَنْزِلُ الْوَحْيُ وَ اِذْ يُنَبِّئُنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ مَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ انْقَطَعَ الْوَحْيُ وَ اِنَّمَا اَعْرِفُكُمْ بِمَا اَقُوْلُ مَنْ اَعْلَنَ خَيْرًا اَحْبَبْنَاهُ عَلَيْهِ وَ ظَنَنَّا بِهٖ خَيْرًا وَ مَنْ اَظْهَرَ شَرًّا بَغَضْنَاهُ عَلَيْهِ وَ ظَنَنَّا بِهٖ شَرًّا سَرَائِرُكُمْ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

(اخرجه الامام احمد فی مسنده ۴۱/۱ اَخْلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ مع التعلیق ص۱۵۵)

ترجمہ: ہم پرتو ایسا زمانہ گزرا ہے کہ ہم کسی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اللہ کے سوا اور کسی غرض کے لیے قرآن شریف سیکھ رہا ہے لیکن اب یہ آخری زمانہ ایسا آ گیا ہے کہ ہمیں کئی لوگوں کے متعلق یہ ڈر ہونے لگا ہے کہ وہ لوگوں کے دکھاوے کے لیے یا ان کے مال واسباب کے حصول کے لیے قرآن سیکھتے ہوں۔ لہٰذا تم اپنے قرآن اور اپنے اعمال سے رضائے الٰہی کا قصد کیا کرو۔ اور جب ہمارے اندر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور وحی اُتر رہی تھی اور خود اللہ تعالیٰ ہمیں تمہاری خبروں کی اطلاع بذریعہ وحی دے دیا کرتے تھے اس وقت تو ہم تمہارے مخلص وغیر مخلص کو خوب پہچان لیا کرتے تھے۔ لیکن آج اس دَور میں جبکہ صورتِ حال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما چکے، وحی کا سلسلہ موقوف ہو گیا تمہارے پہچاننے کا ہمارے پاس یہ معیار ہے کہ جو نیکی کرے گا اس سے ہم محبت رکھیں گے اور اس کے ساتھ ہم نیک ہی گمان رکھیں گے اور جو ظاہر میں برائی کرے گا اس سے ہم دشمنی رکھیں گے اور اس کے ساتھ ہم برا ہی گمان رکھیں گے۔ باقی تمہارے معاملات تمہارے اور اللہ عزوجل کے درمیان ہیں ان کو وہی بہتر جانتے ہیں۔ (ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔) (مسند احمد)

عمر بن الخطابؓ کی نصائح برائے حفاظِ قرآن

يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ ارْفَعُوْا رُءُوْسَكُمْ فَقَدْ وَضَحَ لَكُمُ الطَّرِيْقُ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ لَا تَكُوْنُوْا عِيَالًا عَلَى النَّاسِ۔ (تبیان)

ترجمہ: اے گروہِ قراء! اپنے سروں کو اُٹھاؤ (توجہ کرو) تمہارے سامنے دین کا راستہ واضح ہو چکا ہے، لہٰذا خیر کی باتوں میں سبقت کر جاؤ اور لوگوں پر بوجھ نہ بنو (اپنی کمائی کرو)۔

نصیحتِ علی بن ابی طالبؓ

قَالَ عَلِیٌّ بُنُ اَبِی طَالِبٍ لِاِیَاسِ ابۡنِ عَامِرٍ اِنَّکَ اِنۡ بَقِیۡتَ فَسَیُقۡرَأُ الۡقُرۡآنُ عَلٰی ثَلَاثَۃِ اَصۡنَافٍ۔ صِنۡفٌ لِلّٰہِ وَ صِنۡفٌ لِلدُّنۡیَا وَ صِنۡفٌ لِلۡجَدَلِ فَمَتٰی طَلَبَ بِہٖ اَدۡرَکَ (اخرجه الدارمی فی کتاب فضائل القرآن۔ اَخۡلَاقُ حَمَلَۃِ الۡقُرۡآن،ص۱۴۸)

ترجمہ: علی بن ابی طالبؓ نے ایاس بن عامر سے فرمایا اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ قرآنِ کریم تین طریقوں پر پڑھا جائے گا۔ بعض لوگ خالص اللہ کے لیے پڑھیں گے، بعض دنیا کے لیے اور بعض جھگڑے کے لیے پڑھیں گے۔ الغرض قاری جو مقصد بھی قرآن کے ذریعہ طلب کرے گا اسی کو پالے گا۔ (دارمی)

عمل کی اہمیت کے متعلق ابنِ عمرؓ کی حفاظ کو نصیحت

کُنَّا صَدۡرَ ھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ وَ کَانَ الرَّجُلُ مِنۡ خِیَارِ اَصۡحَابِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ مَا مَعَہُ اِلَّا السُّوۡرَۃُ مِنَ الۡقُرۡآنِ اَوۡ شِبۡہُ ذٰلِکَ وَ کَانَ الۡقُرۡآنَ ثَقِیۡلًا عَلَیۡھِمۡ وَ رُزِقُوۡا الۡعَمَلَ بِہٖ وَ اِنَّ اٰخِرَ ھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ یُخَفَّفُ عَلَیۡھِمُ الۡقُرۡآنُ حَتّٰی یَقۡرَأَہُ الصَّبِیُّ وَ الۡاَعۡجَمِیُّ فَلَا یَعۡمَلُوۡنَ بِہٖ (اَخۡلَاقُ حَمَلَۃِ الۡقُرۡآنِ، ص:۱۵۹)

ترجمہ: ہم اولین امت کا حال یہ تھا کہ جلیل القدر صحابہ کرامؓ میں سے کسی صحابی کے پاس قرآن کی فقط ایک سورت مکمل یا نامکمل ہوتی تھی۔ اور قرآن ان پر بھاری بھرکم اور عظیم الشان ہوتا تھا اور اس پر انھیں عمل کی توفیق نصیب ہوا کرتی تھی مگر آج متاخرینِ امتِ محمدیہ کا یہ حال ہو رہا ہے کہ ان کے سامنے قرآن ہلکا اور بے وقعت بنا ہوا ہے حتیٰ کہ ایک بچہ یا عجمی آدمی پورا قرآن پڑھ لیتا ہے اور اس پر عمل کی اسے پرواہ نہیں ہوتی۔

عبداللہ بن مسعودؓ کی نصائح برائے حفاظِ قرآن

یَنۡبَغِیۡ لِحَامِلِ الۡقُرۡآنِ اَنۡ یُعۡرَفَ بِلَیۡلِہٖ اِذَا النَّاسُ نَائِمُوۡنَ وَ بِنَھَارِہٖ اِذَا النَّاسُ مُفۡطِرُوۡنَ وَ بِحُزۡنِہٖ اِذَا النَّاسُ یَفۡرَحُوۡنَ وَ بِبُکَائِہٖ اِذَا النَّاسُ یَضۡحَکُوۡنَ وَ بِصَمۡتِہٖ اِذَا النَّاسُ یَخُوۡضُوۡنَ وَ بِخُشُوۡعِہٖ اِذَا النَّاسُ یَخۡتَالُوۡنَ وَ یَنۡبَغِیۡ لِحَامِلِ

الْقُرْآنِ اَنْ يَكُوْنَ بَاكِيًا مَحْزُوْنًا حَكِيْمًا عَلِيْمًا سَكِيْنًا وَ لَا يَنْبَغِيْ لِحَامِلِ الْقُرْآنِ اَنْ يَكُوْنَ حَافِيًا وَ لَا غَافِلًا وَ لَا صَخَّابًا وَلَا صَيَّاحًا وَ لَا حَدِيْدًا (اخرجه ابو نُعَيْم فی حلية الاولياء و طبقات الاصفيا عن المسيب بن رافع عن عبدالله ابن مسعودؓ، ۱/۱۲۹۔۱۳۰ من هوامش اَخْلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ، ص : ۱۶۰)

ترجمہ: حافظِ قرآن کے لیے لائق ومناسب ہے کہ ان باتوں کو اپنا شعار بنالے کہ لوگ انہی باتوں کے ذریعہ اس کو پہچاننے لگیں: اوّل اس کی رات (کی عبادت) کے ذریعہ، جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ دوم اس کے دن کے (روزہ کے) ذریعہ جبکہ لوگ بے روزہ ہوں۔ سوم اس کے رنج وفکرِ آخرت کے ذریعہ جبکہ لوگ خوش ہو رہے ہوں۔ چہارم اس کے رونے کے ذریعہ جبکہ لوگ ہنس رہے ہوں۔ پنجم اس کی خاموشی کے ذریعہ جبکہ لوگ ادھر ادھر کی باتوں میں لگے ہوئے ہوں۔ ششم اس کی تواضع و نیازمندی کے ذریعہ جبکہ لوگ تکبر میں مبتلا ہوں۔ اور حافظِ قرآن کیلئے لائق ہے کہ رونے والا، غمگین، حکیم، بردبار، جاننے والا، پرسکون و باسکینت رہے اور حافظِ قرآن کیلئے لائق نہیں کہ سخت دل اور غافل اور شور مچانے والا اور چلانے والا اور تیز مزاج ہو۔ (ابونعیم)

حضرت حذیفہؓ کی نصیحت

قرآن کی وجاہت سے فائدہ اٹھانے والا، آیاتِ ربانی کے ساتھ تمسخر کرنے والا ہے

وَ لَا يَسْهُوْ مَعَ مَنْ يَسْهُوْ وَ لَا يَلْغُوْ مَعَ مَنْ يَلْغُوْ تَعْظِيْمًا لِحَقِّ الْقُرْآنِ (التبیان مع اضافہ)

ترجمہ: حافظِ قرآن کو زیب نہیں دیتا کہ وہ خلفاء میں سے کسی کے پاس یا ان کے علاوہ دیگر امراء کے پاس ضرورت لے کر جائے۔ (بلکہ مناسب و لائق یہ ہے کہ لوگوں کی ضرورتیں حافظِ قرآن کی طرف آئیں۔) حافظِ قرآن اسلام کا جھنڈا اُٹھانے والا ہے پس قرآن کے حق کی عظمت کے پیشِ نظر اس کو لائق نہیں کہ کھیلنے والوں کے ساتھ شامل ہو کر یہ بھی کھیلے اور اللہ تعالیٰ کو بھولنے والوں کے ساتھ یہ بھی بھول جائے اور لغو کام کرنے والوں کے ساتھ یہ بھی لغو کام کرنے لگ جائے۔

ابو سلیمان دارانیؒ:

اَلزَّبَانِیَّۃُ اَسْرَعُ اِلٰی حَمَلَۃِ الْقُرْآنِ الَّذِیْنَ یَعْصُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی مِنْھُمْ اِلٰی عَبَدَۃِ الْاَوْثَانِ

اللہ کے نافرمان حفاظِ قرآن کو جہنم کے فرشتے، بت پرستوں سے بھی بہت جلدی عذاب کریں گے۔

ابن الرماح:

نَدِمْتُ عَلٰی اسْتِظْھَارِیَ الْقُرْآنَ اَیْ حِفْظِیْ لَہٗ غَیْبًا لِاَنَّہٗ بَلَغَنِیْ اَنَّ اَصْحَابَ الْقُرْآنِ یُسْأَلُوْنَ عَمَّا یُسْأَلُ عَنْہُ الْاَنْبِیَاءُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ: میں اپنے حفظِ قران پر افسوس کرتا ہوں کیونکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حفاظِ قرآن سے قیامت کے دن ان چیزوں کا سوال ہوگا جن کا انبیاء سے سوال ہوگا۔ (کیونکہ جس نے قرآن حفظ کیا اس نے علمِ نبوت کو اپنی دو پسلیوں کے درمیان جمع کرلیا۔)

فائدہ: اس سے مقصود حفظِ قرآن سے روکنا نہیں بلکہ اس کی نزاکت اور ذمہ داری کا احساس دلانا ہے۔ قرینہ خود اسی میں موجود ہے کہ حفظِ قرآن کا درجہ مقامِ نبوت کے قریب ہے۔ اس سے بڑی فضیلت حفظِ قرآن کی اور کیا ہوسکتی ہے۔ (حاشیۂ تبیان، ص: ۷۰، ۷۱)

قولِ میمون بن مہران:

لَوْ صَلُحَ اَھْلُ الْقُرْآنِ صَلُحَ النَّاسُ (اخرجه ابو نعیم، اَخْلَاقُ حَمَلَۃِ الْقُرْآنِ، ص:۱۶۳)

ترجمہ: اگر قرآن والے درست ہوجائیں تو سب لوگ درست ہوجائیں۔

حسن بصری کی نصائح - فہم وتدبرِ قرآنی واخلاقِ قرآنی

آج اس قرآن کو بچے اور غلام پڑھتے ہیں جنہیں معنی کا کوئی علم نہیں اور وہ شروع ہی سے لاپرواہی کے عادی ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ... لِیَدَّبَّرُوْا آیَاتِہٖ یہ وہ کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف اُتاری ہے۔ بابرکت ہے۔ تا کہ وہ

اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں۔ اور درحقیقت اس میں غور وفکر کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اس کے متبع ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری اس بات کو جانتے ہیں خوب سن لو! قرآن صرف حروف حفظ کرنے کا نام نہیں جبکہ اس کی حدود ضائع کی جارہی ہوں حتیٰ کہ بعض اوقات ایک حافظ وقاری فخریہ انداز میں کہنے لگتا ہے، میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اور اس میں غلطی سے ایک حرف بھی نہیں چھوڑا ہے۔ جبکہ واللہ اس نے پورے کا پورا قرآن چھوڑ دیا ہے کہ تم اس میں نہ کوئی قرآنی اخلاق دیکھتے ہو اور نہ کوئی قرآنی عمل۔ ان کے غرور کا یہ حال ہے کہ کوئی یوں کہنے لگتا ہے میں پوری سورت ایک ہی سانس میں پڑھ لیتا ہوں۔ واللہ! ایسے حفاظ نہ قراء ہیں نہ حکماء نہ اتقیاء جب تک ایسے متکبر قراء موجود ہوں اللہ کرے لوگوں میں مزید اس قسم کے حفاظ وقراء کا اضافہ نہ ہو۔ (اَخْلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ، ص:۱۶۰)

تذکرہ اخلاق واوصافِ اہلِ قرآن

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی دولت عطا فرما کر اوروں پر فضیلت دی ہے اور وہ شخص یہ چاہتا ہے کہ حقیقتاً وہ اہلِ قرآن اور خاصانِ حق میں سے بن جائے جن کے متعلق اللہ عز وجل کا ارشاد ہے: يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ وہ قرآن کی ایسی تلاوت کرتے ہیں جیسے اس کا حق ہے۔ اور بقول بعض مفسرین اس کے معنی یہ ہیں کہ کما حقہ قرآن پر عمل کرتے ہیں اور جن کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

اَلَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ هُوَ مَاهِرٌ بِهٖ مَعَ الْكِرَامِ السَّفَرَةِ

جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کا ماہر ہے وہ معزز میر منشی فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ ایسے شخص کو درجِ ذیل اخلاق وصفات کا حامل ہونا چاہیے۔ (اخلاق ص ۱۳۹)

۱۔ قران کو اپنے دِل کی بہار بنالے جس کے ذریعے اپنے دل کے ویران وتباہ شدہ حصہ کو آباد کرے۔ قرآنی آداب واخلاقِ شریفہ کے ساتھ تخلّق اختیار کرے جن کے ذریعے وہ ان دوسرے سب لوگوں سے ممتاز ونمایاں نظر آئے جو قرآن پڑھے ہوئے ہیں۔

۲۔ سب سے اول واہم یہ چیز ہے کہ اپنے کھانے پینے، لباس اور مکان میں ورع و پرہیزگاری اختیار کرکے ظاہر وپوشیدہ دونوں طرح تقویٰ وخوفِ الٰہی اختیار کرے۔

۳۔ اپنی زبان کی حفاظت کرے۔ غلط اور صحیح کلام میں امتیاز کرے۔ جہاں بولنا صحیح ہو وہیں خوب سوچ سمجھ کر بولے اور جہاں خاموش رہنا صحیح ہو وہاں خوب ہمت کر کے خاموش ہی رہے۔ ہرگز زبان کو بے موقع نہ کھولے۔ جس قدر وہ دشمن سے ڈرتا ہے اس سے بھی زیادہ وہ اپنی زبان کی برائی اور بدانجامی سے ڈرے۔ (اخلاق، ص: ۱۴۰)

۴۔ جس بات سے لوگ خوب کھلکھلا کر ہنستے ہیں اس سے اول تو تبسم ہی کرے۔ اگر ہنسے بھی، بشرطیکہ وہ بات خوشی کی ہو اور واقعہ کے بھی موافق ہو، تو بہت کم درجے میں ہنسے۔

۵۔ لہو ولعب والی خوش طبعی سے پرہیز کرے۔ البتہ شرعی خوش طبعی جو حق اور واقعہ کے مطابق ہو اس کی اجازت ہے۔

۶۔ ہنس مکھ ہو، نرم گفتار ہو۔

۷۔ جو باتیں اپنے اندر پائی جاتی ہوں ان پر بھی اپنی تعریف نہ کرے، چہ جائیکہ وہ باتیں جو اس کے اندر موجود ہی نہ ہوں۔

۸۔ نفسانی خواہش کے غالب آ جانے سے اپنے نفس کو بچائے تا کہ مولیٰ کی ناراضگی میں گرفتار نہ ہو جائے۔

۹۔ کسی کی غیبت نہ کرے، کسی کو حقیر نہ سمجھے، کسی کو گالی نہ دے۔ کسی کی مصیبت پر بغلیں نہ بجائے، کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے، کسی سے حسد نہ کرے، کسی پر بدگمانی نہ کرے۔

۱۰۔ قران وحدیث اور فقہ کو ہر اچھے خُلق کی طرف رہبر بنائے۔

۱۱۔ اپنے ظاہری اعضاء کو تمام منہیات سے محفوظ رکھے۔

۱۲۔ پوری کوشش کرے کہ لوگ اس کے ہاتھ اور اس کی زبان کی اذیت رسانی سے محفوظ رہیں۔

۱۳۔ کسی پر جہالت کا ثبوت نہ دے، اگر کوئی اس پر جہالت کرے تو بردباری سے کام لے۔

۱۴۔ کسی پر ظلم نہ کرے، اگر کوئی اس پر ظلم کرے تو معاف کر دے۔

۱۵۔ کسی پر زیادتی نہ کرے۔ اگر کوئی اس پر زیادتی کرے تو صبر کرے۔

۱۶۔ اپنے غصّے کو ضبط کرے تا کہ اس کے ذریعہ اپنے رب کو راضی کرے اور اپنے دشمن کو

غضبناک کرے۔

۱۷۔ اپنے آپ کو متواضع و عاجز سمجھے کہ جب بھی کوئی چھوٹا یا بڑا اس کے سامنے حق بات بیان کرے تو اس کے قبول کرنے میں عار نہ محسوس کرے۔

۱۸۔ رفعت و بلندی کو مخلوق سے نہیں بلکہ ذاتِ حق تعالیٰ سے طلب کرے۔

۱۹۔ تکبر اور بڑائی سے دلی نفرت و بغض رکھے اور اپنی ذات پر ہر وقت تعلّی اور بڑائی سے ڈرتا رہے۔

۲۰۔ قرآن کے ذریعہ کھائے نہیں اور اپنی ضروریات کو قرآن کے ذریعہ پورا کرنے کو ناپسند رکھے۔ قرآن کے ذریعہ ملوک وسلاطین تک رسائی کی فکر و کوشش میں نہ لگا رہے۔ قرآن کو امراء کی ہم نشینی کا ذریعہ نہ بنائے کہ وہ اس کی وجہ سے اس کی عزّت و تکریم کریں۔

۲۱۔ اگر لوگ اندھا دھند دنیا کمانے میں مصروف ہوں تو صرف بقدرِ ضرورت معاش پر اکتفا کرے اور یہ جان لے کہ اگر لوگ اونچی کوالٹی کا فاخرانہ لباس زیبِ تن کر رہے ہیں تو مجھے صرف ضروری پردہ اور سترِ عورت ہی کی حد تک معمولی اور حلال لباس ہی استعمال کرنا ہے۔

(اخلاق، ص:۱۴۲)

۲۲۔ اگر اس پر رزق کی وسعت ہو تو خرچہ میں وسعت کرے اور اگر تنگی ہو تو قناعت کرے۔

۲۳۔ اپنے والدین کی تابعداری اور حسنِ سلوک کو اپنے نفس پر لازم کرلے۔ ان کے سامنے اپنے بازو کو جھکا کر رکھے۔ اپنی آواز کو ان کی آواز کے سامنے دبا کر رکھے۔ ان کے لیے اپنا مال خرچ کرے۔ ان کی طرف عزّت و شفقت کی آنکھ سے دیکھے۔ تادیر ان کے سلامت باکرامت رہنے کی دعاء کرتا رہے۔ بڑھاپے میں ان کے سامنے جذباتِ تشکر کا اظہار کرے۔ ان کی وجہ سے گھٹن اور اُکتاہٹ نہ محسوس کرے۔ ان کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھے۔ اگر کسی طاعت اور نیک کام پر تعاون چاہیں تو تعاون کرے۔ اگر کسی معصیت اور گناہ کے کام پر اعانت طلب کریں تو ہرگز اعانت نہ کرے مگر سختی بھی ہرگز نہ کرے بلکہ بہت احسن طریقہ اور حسنِ ادب سے ان کی بات کو ٹال دے تاکہ جس ناشائستہ کام کا وہ ارادہ کر رہے ہیں اس اچھے رویہ کی بدولت وہ اس سے باز رہیں۔

۲۴۔ رشتہ داروں سے جوڑ رکھے۔ بائیکاٹ سے نفرت رکھے، کوئی رشتہ دار اس سے بائیکاٹ کرے تو یہ نہ کرے۔ کوئی رشتہ دار اس کے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرے تو یہ اس کے بارے میں اللہ کی اطاعت بجالائے۔

۲۵۔ جو حضرات اس کی صحبت میں بیٹھتے ہوں ان کو علمی فائدہ پہنچائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک اور رویہ برتے۔

۲۶۔ اگر اوروں کو قرآن کی تعلیم دے تو نرم روی سے دے۔ کوئی شاگرد غلطی کرے تو نہ اس پر سختی کرے اور نہ شرمسار کرے۔ بلکہ اپنے تمام معاملات میں رفق ونرمی اختیار کرے۔ خیر کی تعلیم دینے میں صبر کا دامن تھامے رکھے تا کہ طالبِ علم کے ساتھ مانوس رہے اور اس کی صحبت میں بیٹھنے والا خوب شاداں وفرحاں رہے۔ اگر اس کے ہم نشین لوگوں میں سے کسی کو کوئی مصیبت اور پریشانی لاحق ہو تو تسلی دے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی تادیبی کارروائی بجا لائے۔ (مثلاً یہ مصیبت تمہیں کسی گناہ اور نافرمانی کی وجہ سے پہنچی ہے لہٰذا تم اللہ کی طرف رجوع کرو۔) (اخلاق، ص:۱۴۳)

۲۷۔ جب قرآن کا درس دے تو فہم وعقل کو خوب حاضر کر کے دے، بددلی سے درس نہ دے۔

۲۸۔ جن اوامر کی پیروی اور جن نواہی سے باز رہنے کو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض قرار دیا ہے تلاوت کے وقت اس کا مقصد ان ہی چیزوں کی سمجھ کو ذہن نشین کرنا ہو یہ مقصد نہ ہو کہ کب یہ سورت ختم کروں گا؟

۲۹۔ تلاوت کا مقصد یہ ہو میں کب ماسویٰ اللہ کو چھوڑ کر اللہ کی ذات کے ذریعے استغناء و بے نیازی حاصل کروں گا؟ میں کب متقیوں میں سے بنوں گا؟ میں کب محسنین (نیکوکاروں) میں سے بنوں گا؟ میں کب خاشعین (نماز میں خشوع وخضوع کرنے والوں) میں سے بنوں گا؟ میں کب صابرین میں سے بنوں گا؟ میں کب صادقین (سچے لوگوں) میں سے بنوں گا؟ میں کب خائفین (ڈرنے والوں) میں سے بنوں گا؟ میں کب راجین (امیدواروں) میں سے بنوں گا؟ میں کب

دنیا سے زہد و بے رغبتی حاصل کروں گا؟ میں کب آخرت میں رغبت کروں گا؟ میں کب گناہوں سے توبہ کروں گا؟ میں کب مسلسل نعمتوں کی قدر بجا لاؤں گا؟ میں کب ان پر اللہ کا شکر بجا لاؤں گا؟ میں کب اللہ کے خطاب کو سمجھوں گا؟ میں کب تلاوت شدہ حصہ کی فہم حاصل کروں گا؟ میں کب نفس کو اس کی خواہشات پر غالب کروں گا؟ میں کب اللہ کے راستے میں کما حقہ جہاد کروں گا؟ میں کب اپنی زبان کی حفاظت کروں گا؟ میں کب اپنی نظر کو نیچا کروں گا؟ میں کب اپنی شرمگاہ کی حفاظت کروں گا؟ میں کب اللہ سے کما حقہ شرم و حیا کروں گا؟ میں کب اپنے عیبوں کی تلاش میں مشغول ہوں گا اور جو میرے اخلاق خراب ہو چکے ہیں میں کب ان کی اصلاح کروں گا؟ میں کب اپنے نفس کا محاسبہ کروں گا؟ میں کب وعدے کے دن کے لیے توشہ بنانے کی فکر کروں گا؟ میں کب اللہ سے راضی ہوں گا؟ میں کب اللہ پر اعتماد کروں گا؟ میں کب قرآن کی ڈانٹ سے نصیحت پکڑوں گا؟ میں کب قرآن کے سوا سب ذکر چھوڑ کر قرآن ہی کے ذکر میں مشغول ہوں گا؟ جو قرآن کو محبوب ہے میں کب اسے محبوب بناؤں گا؟ جو قرآن کو مبغوض ہے میں کب اس کو مبغوض بناؤں گا؟ میں کب اللہ کی خیر خواہی اور اپنے عمل کو اسی کی ذات کے لیے خالص کروں گا؟ میں کب اپنی لمبی لمبی امنگوں کو کوتاہ کروں گا؟ میں کب اپنی موت کے دن کے لیے تیاری کروں گا جبکہ مجھے اپنی اجل کا کچھ پتہ نہیں؟ میں کب اپنی قبر کی آبادی کی فکر کروں گا؟ میں کب پیشی اور اس کی سختی کی فکر کروں گا؟ میں کب یہ فکر کروں گا کہ اپنے رب کے سامنے میں نے تنہا پیش ہونا ہے؟ میں کب فکر کروں گا کہ اس جہانِ رنگ و بو میں انقلاب برپا ہونے والا ہے؟ مجھے میرے رب نے دوزخ کی آگ سے ڈرایا ہے جس کی گرمی شدید، گہرائی طویل ہے، جس میں داخل ہونے والے لوگ نہ تو مریں گے کہ آرام پالیں اور نہ ان کی لغزشیں معاف ہوں گی، نہ ان کے آنسوؤں پر رحم آئے گا جن کا کھانا تھوہر کا درخت ہے، جن کا مشروب گرم پانی ہے۔ میں کب ایسی دوزخ سے ڈروں گا؟ (اخلاق۔ص:۱۴۴)

۳۰۔ حافظِ قرآن کی تمام حرکات وسکنات کا دار و مدار قرآن کے علم پر ہونا چاہیے۔ اگر چلے تو علم کے مطابق۔ اگر بیٹھے تو علم کے مطابق۔ پہنے تو علم کے مطابق۔ سوئے تو علم کے

مطابق۔ بیوی سے ہم بستری کرے تو علم کے مطابق۔ بھائیوں کے ساتھ اٹھے بیٹھے تو علم کے مطابق۔ ان کی زیارت کرے تو علم کے مطابق۔ ان کے گھر میں داخلہ کی اجازت چاہے تو علم کے مطابق۔ ان کو سلام کرے تو علم کے مطابق۔ پڑوسیوں کے ساتھ پڑوس ہو تو علم کے مطابق۔ غمگین ہو تو علم کے مطابق، روئے تو علم کے مطابق، صبر کرے تو علم کے مطابق، وضو کرے تو علم کے مطابق، نماز پڑھے تو علم کے مطابق۔ زکوٰۃ دے تو علم کے مطابق۔ صدقہ و خیرات کرے تو علم کے مطابق۔ روزہ رکھے تو علم کے مطابق، حج کرے تو علم کے مطابق۔ جہاد کرے تو علم کے مطابق۔ کمائی کرے تو علم کے مطابق۔ خرچ کرے تو علم کے مطابق۔ معاملات میں فرحت و خوشی ہو تو علم کے مطابق۔ انقباض و تکدر ہو تو علم کے مطابق۔ غرض یہ کہ قرآن و حدیث نے ہر ہر چیز میں اس کی تربیت کی ہے اور قرآن کی ورق گردانی اور تلاوت اسی غرض کے لیے کرتا ہو کہ اس کے ذریعہ اپنے نفس کی تادیب و تربیت کی کارروائی کرے اور اس لیے کہ جو چیزیں اللہ نے اس پر فرض قرار دے دی ہیں یہ قاری و حافظ ان چیزوں کو جہالت اور لاعلمی کے طریقہ پر ادا کرنا گوارہ نہ کرے۔ (اخلاق، ص: ۱۴۲/۱۴۳)

غرض یہ کہ مومن عاقل جب قرآن پاک پڑھتا ہے تو قرآن کی عدالت میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور اس کو اپنے لیے آئینہ تصور کرتا ہے اور اپنے نیک و بد عمل کا اس سے فیصلہ کرتا ہے۔ سو جس چیز سے مولیٰ کریم نے بچنے کی تاکید کی ہے اس سے بچتا ہے۔ جس سزا اور وعید سے ڈرایا ہے اس سے ڈر جاتا ہے۔ اور جس چیز کی مولیٰ کریم نے تربیت دی ہے اس میں رغبت کر کے انجام کا امیدوار رہتا ہے۔ پس جس حافظ و قاریٔ قرآن کی یہ حالت و کیفیت ہو یا معمولی کمی بیشی ہو اس نے کما حقہ قرآن کی تلاوت کی اور کما حقہ اس کا لحاظ رکھا۔ اس کے لیے قرآن گواہ، سفارشی، دوست اور ذریعۂ حفاظت ثابت ہوگا۔ اس نے خود اپنی ذات کو بھی نفع پہنچایا اور اپنے اہل و عیال کو بھی۔ اور اس طرح اس کے والدین اور اس کی اولاد پر دنیا و آخرت دونوں میں ہر قسم کی خیر و بھلائی بارش کی طرح برسے گی۔ (اخلاق، ص: ۱۴۶)

تذکرۂ اخلاقِ غیر حسنہ وغیر مخلصانہ

ان غیر مخلص قراء وحفاظ کے اخلاق واوصاف کا بیان جو قرآن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے بجائے اہلِ دنیا کی خوشنودی کے طالب ہیں

۱۔ قاریِ قرآن، حروفِ قرآن کا حافظ تو ہو لیکن حدودِ قرآن کا ضائع کرنے والا ہو۔

۲۔ اپنی ذات کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہو۔

۳۔ قرآن کو پونجی بنا رکھا ہو کہ اس کے ذریعہ اغنیاء کا مال کھاتا ہو اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرتا ہو۔

۴۔ دنیاداروں کی تعظیم اور فقراء کی تذلیل کرتا ہو۔

۵۔ اگر کسی مالدار کو تعلیم دے تو دنیا کی لالچ کی وجہ سے اس کے ساتھ نرمی برتتا ہو، لیکن اگر کسی فقیر کو تعلیم دے تو اس وجہ سے کہ اس کے پاس دنیا نہیں ہے جس میں وہ لالچ کر سکے، اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہو اور اس کے ساتھ سختی سے پیش آتا ہو۔

۷۔ اگر خوش الحان ہو تو اس بات کا خواہش مند رہتا ہو کہ اغنیاء وسلاطین کے سامنے قرأت کرے اور ان کو نماز پڑھائے، ان کی دنیا کی طمع کی بناء پر۔ اور اس کے برعکس فقراء اس سے نماز پڑھانے کی فرمائش کریں تو محض اس بناء پر کہ ان کے پاس دنیا کم ہے اس کو یہ فرمائش گراں گزرتی ہو۔ اصل مقصد دنیا ہے، جہاں بھی وہ اس کو ملتی ہو وہیں پہنچ جاتا ہو۔

۸۔ قرآن کے سہارے لوگوں کے ساتھ فخر سے پیش آتا ہو اور قرأتِ سبعہ وعشرہ کے علم و فضل کے ذریعہ اپنے سے کم درجہ کے حفاظ پر اپنی باتوں کا سکہ جماتا ہو۔

۹۔ جس کسی کو اس جیسا ضبط نہیں ہے اس کو خواہ مخواہ شرمسار و ذلیل کرتا ہو اور جو اسی جیسا ضابط ہو اس کے عیوب تلاش کرتا رہتا ہو۔ (اخلاق، ص: ۱۵۰)

۱۰۔ اس کا بیٹھنا متکبرانہ ہو اوروں کو تعلیم اپنی بڑائی کے لیے دیتا ہو، اس کے دل میں خشوع کے لیے کوئی جگہ نہ ہو، یعنی باتوں کا خوب مشغلہ رکھتا ہو اور خوب ہنستا ہو۔

۱۱۔ جو شاگرد اس کو قرآن سنا رہا ہو اس کے مقابلے میں اپنے ہم نشین دوست کی باتوں پر زیادہ کان دھرتا ہو۔ کلام الرب عز و جل کے مقابلے میں کلامِ مخلوق زیادہ مرغوب ہو۔

۱۲۔ قرآنِ کریم سنتے وقت نہ اس پر خشوع طاری ہوتا ہو، نہ روتا ہو، نہ غمگین ہوتا ہو، نہ غور و فکر کرتا ہو۔

۱۳۔ اگر کوئی اس کے حقوق میں کوتاہی کرے تو اس کو یہ کہتا ہو کہ 'اہلِ قرآن کے حقوق میں کوتاہی نہیں کیا کرتے، اہلِ قرآن کی حاجتیں پوری کیا کرتے ہیں۔'

۱۴۔ لوگوں سے اپنے ذاتی حقوق کی ادائیگی کا تو طالب ہو مگر خود اس پر جو حقوق اللہ واجب ہیں ان کی ادائیگی کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتا ہو۔

۱۵۔ اوروں پر تو اپنے گمان کے مطابق لوجہ اللہ ناراض ہوتا ہو مگر خود اپنے نفس پر اللہ کی خاطر کبھی بھی قطعاً ناراض نہ ہوتا ہو۔

۱۶۔ اس کی منزلِ مقصود صرف 'الفاظ کا حفظ' ہو کہ اگر تلاوت میں ایک بھی غلطی آ جائے تو اس کو ناگوار ہو اور اس کی وجہ سے اس پر رنج و غم کا غلبہ ہو جائے محض اس بناء پر کہ لوگوں میں عزت و وجاہت کم ہوگئی اور اب لوگ اس کو اتنا بڑا قاری حافظ نہ سمجھیں گے جتنا کہ پہلے سمجھتے تھے۔ لیکن اس کے بالمقابل قرآن کے اوامر و نواہی کے متعلق اس نے جو اپنے اور اللہ کے مابین کئی حقوق ضائع کر رکھے ہوں ان کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتا ہو۔ (اخلاق، ص:۱۵۱)

۱۷۔ دینی علوم کی تحصیل اور ضروری دینی احکام و مسائل اور حلال وحرام امور و معاملات کی واقفیت سے اس کو کوئی رغبت و دلچسپی نہ ہو بس قران پاک کے حفظ پر قناعت کیے ہوئے اسی کے ذریعہ اہلِ دنیا کے سامنے بناوٹ سجاوٹ کر لیتا ہو اور اسی کے ذریعہ دنیا کما کر عیش ولطف اٹھانے میں مشغول رہتا ہو۔

۱۸۔ قرآن پڑھنے یا پڑھانے کے وقت اس کے اعضاء بدن پر کسی قسم کے خشوع کے آثار نہ ہوتے ہوں بس اس کا مقصود صرف یہ ہو کہ کب قرأت ختم ہو؟ یہ مقصد نہ ہو کہ وہ کب قرآن کو سمجھے گا؟ تلاوت کے وقت قرآن کے امثال میں غور نہ کرتا ہو۔ وعد و وعید سے

کوئی اثر نہ لیتا ہو۔

۱۹۔ اس کا نفس مخلوق کی رضامندی کا طالب ہو، ربّ العالمین کی ناراضگی کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتا ہو۔

۲۰۔ اس کو یہ بات پسند ہو کہ لوگوں میں بہت پڑھنے پڑھانے کے ساتھ مشہور ہو، اپنے قرآن کے ختموں کی نمائش و مشہوری کرتا ہو تا کہ لوگوں میں اس کی عزّت و وجاہت زیادہ ہو جائے۔

۲۱۔ جاہلوں کی جھوٹی اور خلافِ واقع تعریف نے اس کو فتنہ اور دھوکے میں ڈال رکھا ہو باوجودیکہ اس کے افعال جاہلوں کے سے ہوں۔

۲۲۔ اس کے نفس میں جو خواہش بھی آتی ہو قرآنی حکم سے قطع نظر بس اسی کی پیروی کرتا ہو۔

۲۳۔ اگر اس کا کوئی شاگرد کسی دوسرے استاد سے پڑھتا ہو تو اس پر ناراض ہوتا ہو۔

۲۴۔ اگر اس کے سامنے اہلِ قرآن میں سے کسی کی قابلیت یا نیکی کا تذکرہ ہو تو اس کو یہ بات ناگوار گزرتی ہو۔ اگر اس کی کسی پریشانی کا ذکر ہو تو اس سے اس کو خوشی ہوتی ہو۔

۲۵۔ اپنے سے کم مرتبہ کے ساتھ ٹھٹھا مذاق کرتا ہو اور اپنے سے زیادہ مرتبہ لوگوں کے ساتھ طعن و تشنیع کا معاملہ کرتا ہو۔

۲۶۔ اہلِ قرآن کے عیوب تلاش کرتا ہو تا کہ ان کے درجہ کو گھٹائے اور اور اپنی تعلیٰ ثابت کرے۔

۲۷۔ اس بات کا آرزومند رہتا ہو کہ دوسرے لوگوں سے غلطیاں سرزد ہوں اور خود اس کی ہر بات درستی پر مبنی ہو۔ (اخلاق، ص:۱۵۲)

۲۸۔ ظاہر میں تو قرآن کی تلاوت کے ذریعہ اپنے اوپر صلحاء کی علامات ظاہر کرتا ہو مگر باطن میں اللہ تعالیٰ کے کئی ضروری احکام کو ضائع کر رکھا ہو اور جن چیزوں سے مولیٰ نے منع کر رکھا ہے ان کا ارتکاب کر رہا ہو۔ اور اس تمام تر کارروائی کا منشاء محض حبِ جاہ و منصب اور حبِ دنیا ہو۔

۲۹۔ حفظِ قرآن کی وجہ سے عجب و خود پسندی نے اور لوگوں کی انگشت نمائی نے اس کو فتنہ اور

غرور میں ڈال رکھا ہو۔

۳۰۔ اگر کوئی دنیا دار یا بادشاہ بیمار ہو جائے اور اس سے ختمِ قرآن کا مطالبہ کیا جائے تو فوراً قبول کر لیتا ہو۔ لیکن اگر کوئی فقیر ومفلس یا گمنام آدمی بیمار ہو جائے اور اس سے ختمِ قرآن کا مطالبہ کیا جائے تو یہ بات اس پر بھاری اور باعثِ ناگواری ہوتی ہو۔ پس جس حافظ وقاری کے یہ اخلاق ہوں وہ اوروں کے لیے فتنہ اور گمراہی کا موجب ہوگا کیونکہ جب وہ ایسے قبیح اور کمینے اخلاق کا ارتکاب کرے گا تو جہلاء اس کی اقتداء کریں گے اور جب کوئی اس جاہل پر اعتراض کرے گا تو وہ صاف کہہ دے گا کہ جب فلاں حافظِ کلام اللہ ایسے کام کرتا ہے تو ہم کیوں نہ کریں۔ لہٰذا ایسے اہلِ قرآن اس قسم کے اخلاق سے توبہ کر کے اخلاقِ شریفہ کے ساتھ تخلّق اختیار کریں۔

وَ اللّٰهُ يُوَفِّقُنَا وَ اِيَّاهُمْ لِلرَّشَادِ (اخلاق، ص: ۱۵۳/۱۵۴)

غرض کہ اہلِ قرآن کے اخلاق غیر اہلِ قرآن کے اخلاق سے ممتاز اور نمایاں اور مختلف ہونے چاہئیں۔ جب انھیں سخت پریشان کن حالات کا سامنا ہو تو اللہ کی طرف التجا کریں۔ مخلوق کی طرف ہرگز نہ رجوع کریں بلکہ ہر کام میں سب سے پہلے اللہ ربّ العزت ہی کا خیال وتصوّر ان کے دلوں میں آنا چاہیے۔ کیونکہ وہ لوگ اللہ کے خواص اور اہل ہیں۔

اُولٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۂ مجادلہ، آیت: ۲۲)

یہ حضرات اللہ کی جماعت ہیں۔ خبردار! یقیناً اللہ ہی کی جماعت فلاح وکامرانی پانے والی ہے۔

نیز حافظِ قرآن، قرآن میں غور وفکر کرے۔ اللہ سے تقویٰ وخوف اختیار کرے۔ قرآن کی تعظیم بجا لائے۔ خود غرضی سے اس کو محفوظ رکھے۔ اور فانی دنیا کے بدلے میں باقی آخرت کو خرید کر لے۔ (اخلاق، ص: ۱۶۶)

اخلاق واوصافِ مدرّسِ قرآن معہ آداب وطرقِ تدریسِ قرآن

حافظ و مدرّس قرآن، علم نبوت اور خلق نبوی ﷺ کا حامل ہے اور خلق نبوی عین قرآن تھا لہٰذا صاحب قرآن کو قرآنی اخلاق سے مزین وآراستہ ہونا چاہیے

سَأَلَ سَعْدُ بْنُ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ ...... عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ بَلٰى قَالَتْ فَاِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ الْقُرْآنَ (رواه مسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها باب جامع صلاة الليل و من نام عنه او مرض، اخلاق حملة القرآن، ص : ١٦)

ترجمہ: سعد بن ہشام بن عامر رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے خلق کے متعلق سوال کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تم قرآن کی تلاوت نہیں کرتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کیوں نہیں! فرمایا تو پھر نبی کریم ﷺ کا خلق بعینہٖ قرآن ہی تھا۔ (مسلم)

اُن مخلص اساتذۂ قرآن کے اخلاق واوصاف کا تفصیلی تذکرہ جو اپنی تدریسِ قرآنی سے اللہ عزوجل کی خوشنودی کے طالب ہوں

۱۔ جس شخص کو اللہ نے اپنی کتاب کے علم سے نوازا اور اب وہ کسی مدرسہ یا مسجد میں قرآن پاک کی تدریس کی خدمت لوجہ اللہ انجام دینے لگا ہے اس کو نبی کریم ﷺ کے فرمانِ عالی "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهُ" تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے کے مصداق میں اپنی شمولیت کو بسا غنیمت اور نعمت عظمیٰ تصور کرنا چاہیے۔

۲۔ اُس کو ایسے اخلاقِ حسنہ شریفہ کا حامل ہونا چاہیے جو اس کی شرافت وفضیلت اور صدق نیت واخلاق کا پتہ دیتے ہوں۔

۳۔ قبلہ رو نہایت ادب و عاجزی کے ساتھ اس طرح اپنی درسگاہ میں بیٹھے گویا اُستاذ کے

سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے "اَفْضَلُ الْمَجَالِسِ مَا اُسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةَ" سب سے زیادہ فضیلت والی مجلس وہ ہے جس میں قبلہ کی طرف منہ کیا جائے۔ (ابوداؤد عن ابی سعید الخدریؓ) (اخلاص، ص: ۱۶۷)

۴۔ جن شاگردوں کو وہ قرآن پاک سکھا رہا ہے اُن کے ساتھ انتہائی شفقت اور حسنِ توجہ سے پیش آئے۔

۵۔ اگر اُس کے پاس کمسن اور معمر نیز مالدار اور فقیر ہر طرح کے لوگ تعلیم قرآن حاصل کرتے ہوں تو ہر ایک کے ساتھ اس کی شان اور عمر اور حالت کے مطابق معاملہ کرے اور ہر صاحبِ حق کو اس حق کا پورا پورا ادا کرے اور اگر اُس مدرس کا اپنی تدریسِ قرآن سے صرف رضائے مولیٰ کا حصول مقصود ہے تو انصاف کا دامن ہرگز اپنے ہاتھ سے نہ چھوٹنے دے۔

۶۔ **تساویِ غنی وفقیر:** مدرّس قرآن کے لیے لائق نہیں کہ غنی کو تو قریب بٹھائے مگر فقیر کو دور بٹھائے۔ غنی کے ساتھ نرمی کرے مگر فقیر کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔ غنی کے سامنے تو گربہ مسکین بن جائے مگر فقیر کے ساتھ درندہ اور بھیڑیا بن جائے۔ اگر اُس نے ایسا کیا تو اُس کا یہ سلوک ظالمانہ اور غیر منصفانہ شمار ہوگا۔ لہٰذا مدرّس پر لازم ہے کہ غنی اور فقیر دونوں میں انصاف اور برابری کرے۔ بلکہ اگر اللہ تعالیٰ کا محبوب اور پیارا بندہ بننا چاہتا ہے تو فقیر شاگرد کے سامنے نسبتاً زیادہ تواضع و عاجزی اختیار کرے، اس کو نسبتاً مجلس میں زیادہ بٹھائے۔ اُس پر نسبتاً زیادہ شفقت و مہربانی کرے۔ چنانچہ غنی و فقیر میں برابری کی دلیل تو یہ ہے کہ ربیع بن انس نے حضرت ابوالعالیہ تابعیؒ سے ارشادِ باری ﴿وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ لوگوں سے اپنے رُخسار کو مت پھیرنا، کی تفسیر میں اُن کا یہ قول نقل کیا ہے "يَكُونُ الْغَنِيُّ وَ الْفَقِيرُ عِنْدَكَ فِي الْعِلْمِ سَوَاءً" یعنی تدریسِ علم میں مالدار اور مفلس دونوں آپ کے یہاں برابر ہونے چاہئیں اور فقیر کو قریب کرنے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ ہدایت فرمائی ﴿وَ لَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ﴾ اور

آپ کی آنکھیں اور توجہات اُن فقراء سے ہٹنے نہ پائیں۔ جبکہ ایک دنیادار قوم نے حضور ﷺ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اُنھیں اپنی مجلس میں مقرب بنائیں اور فقراء کے مقابلے میں اُن کے ساتھ امتیازی سلوک فرمائیں اور حضور ﷺ نے اُن کا مطالبہ تسلیم کرنے کا ارادہ فرمالیا تھا۔ اس لیے نہیں کہ آپ کا مقصود دنیا کا مال ومتاع تھا بلکہ اس لیے کہ قبولِ اسلام کے لیے اُن لوگوں کی دلجوئی آپ کا مقصود تھی لیکن حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کی افضل ترین خلق کی طرف رہنمائی فرمائی اور یہ حکم فرمایا کہ فقراء کو قریب فرمائیں اور اُن کے ساتھ خندہ پیشانی اور نرم روی کا معاملہ فرمائیں اور مجلس میں اُن کے ساتھ اپنے آپ کو پابند رکھیں اور مالداروں کو اپنے سے دور رکھیں جن کا پورا میلان دنیا ہی کی طرف ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے اس پر عمل درآمد فرمایا۔

اِس واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ سورۂ انعام (آیت:۵۲) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَ لَا تَطۡرُدِ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ مَا عَلَیۡكَ مِنۡ حِسَابِهِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ وَّ مَا مِنۡ حِسَابِكَ عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَتَطۡرُدَهُمۡ فَتَكُوۡنَ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ اور اُن لوگوں کو اپنے سے نہ ہٹائیے جو صبح وشام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے وہ خاص اُسی کی رضا کا قصد رکھتے ہیں نہ تو اُن کا حساب ذرا بھی آپ پر ہے اور نہ ہی آپ کا حساب ذرا بھی اُن پر ہے، لہٰذا (اس صورتحال میں سردارانِ قریش کے ایمان کی طمع میں) اِن فقراء کو (اپنی مجلس سے) ہٹانے لگیں گے۔ تو آپ نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اس تفسیر میں حضرت خباب بن ارتؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری یہ دونوں حضور اقدس ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ آپ صہیب، بلال، عمار اور خباب رضی اللہ عنہم جیسے چند نادار اور غریب ومسکین مسلمانوں کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ کہنے لگے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے ایک ایسی مخصوص مجلس منعقد فرمایا کریں جو عرب میں ہماری ہی نسبت سے مشہور ہو۔ ہم اس مجلس میں آ کر آپ کی باتیں سنا کریں گے، ہمیں اس بات سے عار اور شرم محسوس ہوتی ہے کہ عرب لوگ ہمیں

ایسے غلاموں کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھیں لہٰذا جب ہم آیا کریں تو آپ ان لوگوں کو ہم سے برطرف فرما دیا کیجیے اور جب ہم فارغ ہوجایا کریں تو پھر آپ اگر چاہا کریں تو ان کے ساتھ نشست فرمالیا کیجیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے، وہ دونوں کہنے لگے آپ ہمیں ایک تحریر لکھ کر دے دیجیے۔ اِس پر آپ ﷺ نے ایک کاغذ منگوالیا اور لکھنے کے لیے حضرت علیؓ کو طلب فرمالیا اور ہم خود ہی ایک کونے میں سرک گئے اور دبک کر بیٹھے گئے۔ اِس پر جبرئیل امین یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔ یہ آیتیں سن کر حضور ﷺ نے کاغذ پھینک دیا اور ہمیں بلالیا۔ ہم حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا﴿سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ كَتَبَ رَبُّكُمۡ عَلٰى نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ﴾ (سورۂ انعام، آیت: ۵۴) تم پر سلامتی ہو تمھارے پروردگار نے تمھارے حال پر مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہے۔ ہم آپ ﷺ سے اتنے قریب ہوگئے کہ اپنے زانوؤں کو آپ کے مبارک زانو پر رکھ دیا۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ ہمارے ساتھ نشست فرمایا کرتے اور جب اُٹھنے کا ارادہ فرمایا کرتے تو اُٹھ جایا کرتے اور ہمیں چھوڑ جایا کرتے تھے، اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی﴿وَ اصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَ الۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ وَ لَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ﴾ (سورۂ کہف، آیت: ۲۸) اَیۡ وَ تُجَالِسُ الۡاَشۡرَافَ عُيَيۡنَةَ وَ الۡاَقۡرَعَ تُرِيۡدُ زِيۡنَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا اور آپ اپنی ذات کو اُن لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اُس کی رضاجوئی کے لیے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی (میں دین اسلام) کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں (اور سردارانِ قریش عینیہ واقرع وغیرہ) کے ساتھ آپ مخصوص مجلس نہ کریں) اس کے بعد حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ بیٹھے رہا کرتے اور جب وہ مقررہ وقت ہوجاتا جس میں آپ مجلس برخاست کرتے اور گھر میں تشریف لے جایا کرتے تھے تو ہم خود ہی اُٹھ جاتے اور آپ کو فارغ کردیا کرتے تھے حتیٰ کہ ہمارے اٹھنے کے بعد ہی آنجناب ﷺ اُٹھا کرتے تھے۔ فسبحان الله و بحمده

(اخلاق حَمَلَۃُ القرآن، ص: ۱۷۰)

فقراء کو قریب کرنے کے متعلق ابن مسعودؓ کا واقعہ

زاذان ابوعمر کہتے ہیں دَخَلْتُ عَلٰی ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدْتُ اَصْحَابَ الْخَزِّ وَ الْیُمْنَةِ قَدْ سَبَقُوْنِیْ فِی الْمَجْلِسِ فَنَادَیْتُ یَا عَبْدَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ اَنِّیْ رَجُلٌ اَعْمٰی اَدْنَیْتَ هٰؤُلَاءِ وَ اَقْصَیْتَنِیْ؟ فَقَالَ اُدْنُهْ فَقَدْ دَنَوْتُ حَتّٰی کَانَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهٗ جَلِیْسٌ (اخلاق حملۃ القرآن، ص:۱۷۴)

میں ابن مسعودؓ کی مجلس میں داخل ہوا تو زرق برق لباس والے اُمراء کو مجلس میں سبقت کرنے والا پایا تو میں نے آواز سے پکار کر کہا اے عبداللہ! کیا اس بناء پر کہ میں ایک نابینا آدمی ہوں آپ نے ان لوگوں کو قریب بٹھالیا اور مجھے دور کردیا۔ فرمایا قریب ہوجاؤ تو میں اتنا قریب ہوگیا کہ میرے اور ابن مسعودؓ کے درمیان بس ایک ہی آدمی کا فاصلہ رہ گیا۔

تدریس کا یہ بھی ادب ہے کہ جب ایک شاگرد سنا رہا ہو تو دوسرے کا ہرگز نہ سنے بلکہ سب طلبہ کا فرداً فرداً سنے کیونکہ اسی میں شاگردوں کا زیادہ نفع ہے، البتہ اگر سبق کہلوانا ہو تو اکٹھا کئی طلبہ کو کہلوا سکتے ہیں۔

حفظ سے پہلے تجوید و حفظِ بعضِ قرآن کا جائزہ

مدرّسِ حفظ قرآن پر لازم ہے کہ جو نوجوان یا بچہ یا بوڑھا اس کے پاس قرآن پاک حفظ کرنا چاہے اس کے متعلق اوّلاً یہ تسلی اور اطمینان حاصل کرلے کہ آیا اس کو پارہ نمبر ۳۰ وغیرہ کا چوتھائی یا ساتواں حصہ یا اس سے کم وبیش اتنا حصہ یاد اور صحیح ہے کہ جس کے ذریعے وہ اپنی فرض نماز ادا کرسکتا ہے اور بوقت ضرورت، نماز میں لوگوں کی اُس کے ذریعے امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ایسا ہے کہ اُس کی زبان میں صحیح ادا کی صلاحیت وتمرین پائی جاتی ہے تو پھر بے دھڑک سورۂ بقرہ سے حفظِ قرآن شروع کرادے۔

خوب غور اور توجہ سے سننا

مدرّسِ قرآن پر لازم ہے کہ جو شاگرد اس کو قرآن پاک سنا رہا ہو اس کی سماعت کا فریضہ خوب توجہ سے اور بھرپور طریقے پر بجالائے۔ اس طرح کہ سماعت کے وقت نہ کسی سے بات

چیت کرے اور نہ کسی دوسرے کام میں مشغول ہو۔ اس طریقے سے اُس شاگرد کو بھی بہت فائدہ و نفع ہوگا اور خود مدرّسِ قرآن بھی سماعت شدہ حصہ قرآن میں تدبر و غور وغیرہ سے مستفیض ہوگا نیز دوسرے سے قرآن کریم سننے میں جو عظیم نفع اور کثیر اجر ہے اس سے بھی مالا مال ہوگا۔ اور خاموشی کے ساتھ بھرپور توجہ سے سننے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کے فیضان کا وعدہ بھی ہے۔ چنانچہ ارشادِ حق ہے ﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (سورۂ اعراف، آیت: ۲۰۴) اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو۔ اُمید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔ علاوہ ازیں دوسرے سے سننے کی افادیت ابن مسعودؓ کی اُس حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں آپ کو سناؤں جبکہ خود آپ ﷺ پر تو قرآن کریم کا نزول ہوا ہے؟ فرمایا ہاں، میرا جی چاہتا ہے کہ کسی دوسرے سے قرآن سن کر محظوظ ہوؤں۔ اس پر ابن مسعودؓ نے سورۂ نساء سے تلاوت شروع کردی۔ جب اِس آیت پر پہنچے ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۴۱) سو اُس وقت کیا حال ہوگا جبکہ ہم ہر ہر اُمت میں سے ایک ایک گواہ حاضر کریں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لیے حاضر لاویں گے تو میں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہہ رہی ہے۔ فرمایا ابن مسعودؓ بس کافی ہے! یہ حدیث امام بخاری نے کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ النساء میں اور کتاب فضائل القرآن باب البکاء عند قراءۃ القرآن میں روایت کی ہے۔ (حاشیہ اخلاق، ص: ۷۵)

عدمِ سختی وتشدد

جو شاگرد، مدرّس کو قرآن پاک سنا رہا ہو اور اُس سے نادانستہ کوئی غلطی سرزد ہو جائے یا اُس نے غفلت و لاپرواہی کی بناء پر کوئی غلطی کرلی تو استاد کو چاہیے کہ اُس پر سختی وتشدد نہ کرے بلکہ نرم روی اختیار کرے۔ اُس پر زیادتی اور غصہ نہ کرے بلکہ صبر و تحمل سے کام لے۔ کیونکہ اگر اس نے سختی اور تشدد کیا تو کوئی بعید نہیں کہ وہ شاگرد متنفر ہو کر قرآن پڑھنا چھوڑ دے اور پھر کبھی مدرسہ یا مسجد میں آنے کا نام ہی نہ لے۔

اساتذۂ قرآن کو سختی نہ کرنے کے متعلق حضور ﷺ کی نصائح

۱۔ "عَلِّمُوْا وَ لَا تُعَنِّفُوْا فَاِنَّ الْمُعَلِّمَ خَيْرٌ مِنَ الْمُعَنِّفِ" (بیہقی) تم تعلیم دو مگر سختی نہ کرو کیونکہ تعلیم دینے والا سختی کرنے والے سے بہتر ہے۔

۲۔ "اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَ لَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ" (بخاری) تم لوگ آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو اور تنگی و مشکل میں ڈالنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو۔

۳۔ "يَسِّرُوْا وَ لَا تُعَسِّرُوْا وَ سَكِّنُوْا وَ لَا تُنَفِّرُوْا" (بخاری) آسانی کرو، تنگی نہ کرو۔ راغب کرو، متنفر نہ کرو۔

شاگردوں کے سامنے حلم و بردباری، تواضع و عاجزی اور وقار و سکینت اختیار کرنے کے متعلق تین اقوال:

۱۔ قولِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

تَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ وَ تَعَلَّمُوْا لِلْعِلْمِ السَّكِيْنَةَ وَ الْحِلْمَ وَ تَوَاضَعُوْا لِمَنْ تُعَلِّمُوْنَ وَ لِيَتَوَاضَعَ لَكُمْ مَنْ تُعَلِّمُوْنَ وَ لَا تَكُوْنُوْا جَبَابِرَةَ الْعُلَمَاءِ فَلَا يَقُوْمُ عِلْمُكُمْ بِجَهْلِكُمْ" (کنز العمال) تم علم بھی سیکھو اور علم کے لیے سکینت و بردباری بھی سیکھو اور جن کو تم علم سکھاتے ہو اُن کے سامنے عاجزی اختیار کرو اور تمھارے شاگرد بھی تمھارے سامنے عاجزی اختیار کریں اور تم مغرور و جبار علماء نہ بنو کہ تمھارا علم، جہالت پھیلانے کا ذریعہ ثابت نہ ہو۔

۲۔ قولِ ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ

يَنْبَغِيْ لِلْعَالِمِ اَنْ يَضَعَ الرَّمَادَ "وَ التُّرَابَ" عَلٰى رَأْسِهِ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ تَعَالٰى
عالم کے لیے لائق و مناسب ہے کہ اپنے سر پر راکھ اور مٹی ڈالے رکھے یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر تواضع و مسکنت اختیار کرے۔ (جامع بیان العلم)

۳۔ قولِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایضاً

تَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ وَ عَلِّمُوْهُ النَّاسَ وَ تَعَلَّمُوْا لَهُ الْوَقَارَ وَ السَّكِيْنَةَ وَ تَوَاضَعُوْا

لِمَنْ تَعَلَّمْتُمْ مِنْهُ وَ لِمَنْ عَلَّمْتُمُوْهُ وَ لَا تَكُوْنُوْا جَبَابِرَةَ الْعُلَمَاءِ فَلَا يَقُوْمُ جَهْدُكُمْ بِعِلْمِكُمْ" (جامع بيان العلم) علم سیکھو اور اُسے لوگوں کو سکھلاؤ اور علم کے لیے وقار و سکون بھی سیکھو اور اپنے اُستادوں اور شاگردوں سبھی کے سامنے عاجزی اختیار کرو اور تم زبردست اور جابر علماء نہ بنو کیونکہ جہالت کی باتیں تمھارے علم کو رائج نہیں کر سکیں گی۔

عدمِ طلبِ خدمت

جو شخص خالص اللہ کی ذات کے لیے قرآن پاک کی تعلیم دیتا ہو اُس کو چاہیے کہ قرآن پڑھنے والے شاگردوں سے اپنی ضروریات پوری کرانے سے اور خدمت لینے سے اور اُن کو اپنے کسی بھی کام کا ذمہ دار بنانے سے اپنے نفس کی حفاظت کرے۔ اگر اس کو کوئی ضرورت پیش آئے تو شاگردوں کی بجائے غیر شاگرد بھائیوں سے اُس کے پورا کرنے کی درخواست کرے جو اُس کے پاس قرآن نہ پڑھتے ہوں بلکہ افضل صورت یہ ہے کہ جب مدرسِ قرآن کو کوئی حاجت پیش آئے تو بجائے شاگردوں اور لوگوں کے خود ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف رجوع کرے کہ مولیٰ کریم! میری اس ضرورت کو پورا فرما دے۔ اس کے بعد اگر کوئی بھائی بغیر سوال کے اس ضرورت کے پورا کرنے کی پیشکش کرے اور اس کو انجام دے دے تو سب سے پہلے اللہ کا شکر بجا لائے کہ اُس نے دنیا داروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے اور ان کے سامنے ذلیل ہونے سے بچا لیا۔ پھر اُس خدمت بجا لانے والے بھائی کا شکریہ ادا کرے کیونکہ محسن کا اظہارِ تشکر بھی واجب ہے۔

شاگردوں سے خدمت طلبی اور حاجت برآری کی مذمت کے متعلق اقوال واحادیث

۱۔ حسن بن ربیع بورانی کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن ادریس شافعی کے پاس حاضر تھا جب میں واپسی کے لیے اُٹھا تو مجھ سے فرمایا پرانے خشک چمڑوں کا بھاؤ تاؤ پوچھ کر آنا۔ جب میں چل پڑا تو مجھے واپس بلایا اور فرمایا ''بھاؤ مت پوچھنا کیونکہ تم مجھ سے حدیث لکھتے ہو اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ کسی ایسے شخص سے کسی حاجت کا سوال کروں جو مجھ سے حدیث لکھتا ہو۔

۲۔ خلف بن تمیم کہتے ہیں کہ میرے والد فوت ہو گئے اور وہ مقروض تھے اور میں حمزہ

زیات کے پاس آیا اور اُن سے عرض کیا کہ قرض خواہ سے سفارش فرمادیں کہ میرے والد کا کچھ قرض ہلکا کردے تو مجھ سے امام حمزہؒ نے فرمایا ''تیرا ستیاناس ہو! وہ قرض خواہ تو مجھ سے قرآن پڑھتا ہے اور میں تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا ہوں کہ قرآن پڑھنے والے کسی شاگرد کے گھر سے پانی ہی پیوں۔''

۳۔ فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں: حافظ قرآن کی شان نہیں کہ کسی بھی آدمی کے پاس اپنی ضرورت لے کر جائے، خلیفہ ہو یا اور کوئی۔ البتہ یہ لائق شان ہے کہ مخلوق کی حاجتیں حافظ قرآن کے پاس آئیں۔ (اخلاق، ص:۱۷۹)

۴۔ ربیع بن انسؒ کا قول کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: "عَلِّمْ مَجَّانًا کَمَا عُلِّمْتَ مَجَّانًا" تم بھی اسی طرح مفت علم سکھاؤ جس طرح تمھیں مفت علم سکھلایا گیا ہے۔ (۱۸۰)

۵۔ حضرت عیسیٰؑ نے حواریین سے فرمایا: جن کو تم علم سکھاتے ہو ان سے صرف اتنا ہی معاوضہ طلب کرو جتنا تم نے مجھے دیا ہے (یعنی کچھ بھی نہیں) اور اے زمین کے نمک! تم لوگ خراب نہ ہوؤ کیونکہ ہر چیز جب خراب ہوجاتی ہے تو نمک کے ذریعے اس کی اصلاح کرلی جاتی ہے لیکن جب خود نمک ہی خراب ہوجائے تو اس کی کوئی اصلاحی صورت نہیں اور جان لو کہ تم میں دو عادتیں جہالت کی ہیں: ایک بغیر تعجب کے خواہ مخواہ ہنسنا، دوسری جاگتے ہوئے صبح کردینا۔ (حاشیہ اخلاق، ص:۱۸۰)

۶۔ عبدالرحمٰن بن شبلؓ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ مبارک ارشاد نقل کیا ہے: "اِقْرَأِ الْقُرْآنَ وَ لَا تَغْلُوْا فِیْهِ وَ لَا تَجْفُوْا عَنْهُ وَ لَا تَأْكُلُوْا بِهٖ وَ لَا تَسْتَكْبِرُوْا" قرآن پڑھو، اس میں تحریف و وسوسہ نہ کرو، اس سے دور مت ہوؤ۔ اس کے ذریعے مت کھاؤ اور تکبر و بڑائی مت اختیار کرو۔ (اخلاق، ص:۱۸۱)

ابو ہریرہؓ سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَیْ رِيْحَهَا۔

وہ علم دین جس کے ذریعے اللہ کی رضامندی حاصل کی جاتی ہے جس نے ایسا علم دنیوی

سازوسامان کے حصول کے لیے سیکھا وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔
(ابن ماجہ، ابوداؤد واحمد)

زاذانؒ نے یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَتَاكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامِةِ وَ وَجْهُهُ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ (فضائل القرآن لابی عُبَيد) (اخلاق، ص : ۱۸۲)

جس نے قرآن پڑھا تاکہ اس کے ذریعے لوگوں سے کھائے وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اُس کا چہرہ ہڈی ہی ہڈی ہوگا جس پر گوشت کا نام ونشان بھی نہ ہوگا۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے

اگر اہلِ علم ،علم کی حفاظت کریں اور اہل لوگوں ہی کو اس کی تعلیم دیں تو اپنے زمانے کے لوگوں کے سردار بن جائیں لیکن انھوں نے تو علم کو دنیاداروں پر خرچ کیا ہے تاکہ ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کرلیں لہٰذا وہ دنیاداروں کی نظر میں بے وقعت ہوگئے ہیں۔ میں نے آقائے نامدار ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اپنا فکر ایک ہی فکر آخرت بنالیا اس کو اللہ تعالیٰ تمام غمومِ دنیا میں کافی ہوجائیں گے اور جس نے دنیا کے اُمور میں ہر طرف اپنے فکر کو منتشر کردیا اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کریں گے کہ وہ غموم کی کن وادیوں میں پڑ کر تباہ و برباد ہوگیا (بلکہ اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دیں گے) (ابن ماجہ) (اخلاق،ص:۱۸۳)

حسن بصریؒ کا ارشاد ہے

اس قرآن کو تین طرح کے اشخاص نے پڑھا ہے، ایک وہ شخص جس نے قرآن کو پونجی کا ذریعہ بنالیا ہے۔ ایک شہر سے دوسرے تک اس کو لیے پھرتا ہے۔ دوسرا وہ آدمی جس نے قرآن کے الفاظ تو یاد کرلیے ہیں مگر اُس کی حدود ضائع کردی ہیں، یوں دعویٰ کرتا ہے کہ میری پورے قرآن میں ایک غلطی بھی نہیں آتی ہے۔ ان جیسے لوگوں کے ذریعے تو اللہ تعالیٰ قبروں کی تعداد زیادہ فرمادیں اور دنیا کے گھروں کو ان سے پاک وصاف فرمادیں۔ واللہ! ان لوگوں کا تکبر تو صاحبِ تخت اور صاحبِ منبر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ تیسرا وہ قاری جس نے رات کو جاگ کر

قرآن پڑھا اور دن کو بھوکا پیاسا رہا اور خواہشاتِ نفس پر پہرہ بٹھا دیا۔ پوری رات اپنے قدموں پر برابر کھڑا رہتا اور محرابوں کو زینت بخشتا رہا۔ ایسے ہی لوگوں کی بدولت اللہ تعالیٰ دشمن کو ہمارے سے دفع فرماتے ہیں اور انہی کے طفیل ہم پر بارش برسا کر سیراب فرماتے ہیں۔ اس قسم کے قراء کبریتِ احمر (سرخ خالص سونے) سے بھی زیادہ نایاب ہیں۔

اخلاق کی آخری حد- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

وَدِدْتُ اَنَّ الْخَلْقَ تَعَلَّمُوْا هٰذَا الْعِلْمَ يَعْنِى عِلْمَهُ وَ كُتُبَهُ عَلٰى اَنْ لَا يُنْسَبَ اِلَىَّ حَرْفٌ مِنْهُ۔

مجھے یہ بات پسند ہے کہ مخلوق میرا پورا علم اور میری تمام کتابیں سیکھ لیں اور میری طرف اُس علم کا ایک حرف بھی منسوب نہ کیا جائے۔ (تبیان، ص:۳۶)

خیر خواہیٔ شاگردان

طلبہ پر شفقت و ہمدردی کے متعلق ابن عباسؓ کا درج ذیل قول مدرّسین کے لیے مشعلِ راہ ہونا چاہیے۔ فرماتے ہیں:

اَكْرَمُ النَّاسِ عَلَىَّ جَلِيْسِىَ الَّذِىْ يَتَخَطَّى النَّاسَ حَتّٰى يَجْلِسَ اِلَىَّ لَوِ اسْتَطَعْتُ اَنْ لَا يَقَعَ الذُّبَابَ عَلٰى وَجْهِهِ لَفَعَلْتُ وَ فِىْ رِوَايَةٍ اَنَّ الذُّبَابَ لَيَقَعُ عَلَيْهِ فَيُؤْذِيْنِىْ۔ (تبیان ، ص : ۴۰)

میرے نزدیک سب سے معزز و مکرم شاگرد وہ ہے جو لوگوں کی گردنیں پھلاندتا ہوا آئے اور میرے قریب آ کر بیٹھ جائے (جبکہ وہ شدتِ جذبات سے مغلوب ہو) اگر میرے بس میں ہو کہ اُس کے چہرے پر مکھی بھی نہ بیٹھے تو میں ایسا کرلوں اور ایک روایت میں یوں فرمایا کہ طالب علم پر مکھی بیٹھتی ہے تو اس سے بھی یقیناً مجھے اذیت و کوفت ہوتی ہے۔

غرضیکہ اہلِ قرآن اس بات کو ملحوظِ خاطر رکھیں کہ اُن کے اندر دنیوی جاہ و عزت اور دنیاداروں کے مال و متاع میں حرص و طمع کا جذبہ ہرگز کارفرما نہ ہو ورنہ اُن کی ساری محنت اکارت ہوجائے گی بلکہ اُس کی بجائے اُخروی اجر و نفع کے اُمیدوار رہیں اور جب مدرّس قرآن تدریسِ

قرآن کے لیے مسندِ تدریس پر رونق افروز ہوتو اس کے لیے لائق ہے کہ قرآنی آداب کے ساتھ موصوف ہو۔ قرآنی ثواب کا صرف اللہ تعالیٰ سے اُمیدوار ہو اور قرآن کے ذریعے تمام ما سوی اللہ سے بے نیاز ہوجائے۔ اپنی ذات کو متواضع وحقیر سمجھے تا کہ اللہ کے یہاں اس کا مرتبہ رفیع و بلند ہوجائے۔ (اخلاق حملۃ القرآن، ص:۱۸۴)

حسین اَمرد

۱۔ **نظر**: تمام علماء کا صحیح اور پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ بغیر ڈاڑھی والے خوبصورت بچے کو بغیر کسی تعلیمی ضرورت وغیرہ کے دیکھنا حرام ہے۔ شہوت کے ساتھ ہو خواہ بغیر شہوت کے، فتنہ کا ڈر ہو خواہ نہ ہو۔ نظر کرنے والا نیک وصالح ہو خواہ غیر صالح۔ امام شافعیؒ وغیرہ بے شمار علماء نے اس کے حرام ہونے کی صراحت فرمائی ہے اور اس کی دلیل حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا اَبْصَارَهُمْ﴾ (النور۔۳۰) آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

علاوہ ازیں یہ کہ اَمرد، عورت کے حکم میں ہے بلکہ کئی بچے تو کئی عورتوں سے بھی زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ بدکاری کے مواقع بہ نسبت عورتوں کے زیادہ مہیا ہوتے ہیں۔ نیز عورتوں میں تو حلال ہونے کی ایک صورت نکاح موجود ہے مگر امرد تو کسی حال میں بھی حلال نہیں ہوسکتا لہٰذا اَمردوں کی طرف نظر بازی بطریق اولیٰ حرام ہے۔ (تبیان،۹۳)

۲۔ **تخلیہ**: امردوں کے ساتھ تخلیہ، بدنظری سے بھی زیادہ سنگین وخطرناک ہے کیونکہ اس میں بدکاری واقع ہوجانے کا بہت زیادہ امکان ہے۔ تخلیہ کرنے والا صالح ہو خواہ غیر صالح، دونوں کا حکم برابر ہے۔ (فتاویٰ نوویہ بحوالہ حاشیہ تبیان، ص:۹۳)

۳۔ **مصافحہ**: بے ریش بچے کے ساتھ شہوت کے ساتھ مصافحہ کرنا حرام ہے کیونکہ وہ فتنے کے لحاظ سے عورتوں سے سخت تر ہے۔ (حاشیہ تبیان، ص:۹۴)

۴۔ **مجالس میں قرآن خوانی**: محافل و اجتماعات میں خوبصورت اَمرد سے خوش آوازی کے ساتھ قرآن خوانی کی فرمائش کرنا موزوں اور مستحسن نہیں ہے کیونکہ اس میں کئی مفاسد ونقصانات ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس صورت میں خوب صورتی کے ساتھ خوش آوازی 'کریلا

اور نیم چڑھا' یا 'سونے پر سہاگہ' ہے۔ لہٰذا فتنے کا امکان دو چند ہوکر بلیّہ انتہائی سخت ہوجاتی ہے جس کے پیشِ نظر وہ اجتماع و جلسہ بجائے طاعت کے معصیت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اللہ کی اطاعت اُس کے غضب کے ذریعے قطعی حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ (تبیان)

اَمرد کے خطرناک ہونے کے متعلق علماء کے ارشادات

۱۔ بعض تابعین کا قول ہے: "مَا اَنَا بِاَخْوَفَ عَلَى الشَّابِّ النَّاسِكِ مِنْ سَبُعٍ ضَارٍّ مِنَ الْغُلَامِ الْاَمْرَدِ يَقْعُدُ اِلَيْهِ" مجھے کسی نوجوان عابد کے متعلق کسی چیر پھاڑ دینے والے درندے سے اتنا خطرہ نہیں جتنا خطرہ کسی بے ریش بچے سے ہے جو اُس کے پاس (تخلیہ وغیرہ میں) بیٹھا ہو۔ (حاشیہ تبیان، ص: ۹۴)

۲۔ ایک شاعر کہتا ہے،

"لَا تَصْحَبَنَّ اَمْرَدًا يَا ذَا النُّهٰى
فَهُوَ مَحِلُّ النَّقْصِ دَوْمًا وَ الْبَلَا

اے ذی عقل! تو کسی بھی امرد کی صحبت مت اختیار کر کیونکہ امرد ہمیشہ تباہ کاری و نقصان کا ذریعہ ہوتا ہے۔

وَ اتْرُكْ هَوَاهُ وَ ارْتَتِجِعْ عَنْ صُحْبَتِهٖ
كُلُّ الْبَلَاءِ اَصْلُهٗ مِنْ فِتْنَتِهٖ

امرد کی شہوت و عشق بازی کو چھوڑ دے اور اس کے ساتھ بیٹھنے سے باز آ جا کیونکہ تمام تباہ کاریوں کی جڑ فتنہ امرد ہی ہے۔ (بحوالہ بالا)

۳۔ منقول ہے کہ سفیان ثوریؒ ایک مرتبہ حمام میں تھے کہ اتنے میں ایک امرد وہاں آیا تو فرمایا کہ اس کو میرے پاس سے باہر نکال دو کیونکہ ہر عورت کے ساتھ صرف ایک شیطان دیکھتا ہوں مگر ہر امرد کے ہمراہ سترہ شیاطین دیکھ رہا ہوں۔ (ایضاً)

۴۔ صاحبِ ملتقط کہتے ہیں کہ جب بچہ بالغ ہوجائے اور صبیح وخوب صورت ہو تو اس کا حکم عورتوں جیسا ہے کہ وہ سر کی چوٹی سے لے کر قدم تک پورے کا پورا ستر اور محل پردہ ہے لہٰذا شہوت کے ساتھ اُس کی طرف نظر کرنا جائز نہیں ہے۔" (مختصراً بحوالہ بالا)

اور صبیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنے والے کی طبیعت و مزاج کے لحاظ سے وہ حسین و جمیل ہو اگرچہ کالا کلوٹا ہی ہو کیونکہ طبائع کے فرق سے حسن و جمال کا معیار بھی بدلتا رہتا ہے۔

۵۔ حاشیۂ ابن عابدین (ج:۱، ص:۲۷۳) میں ہے کہ ”حسن و جمال کی خوبیوں سے لطف اندوز ہونے اور چسکے لینے کی نیت سے بے ریش بچے کو دیکھنے کے حرام ہونے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے، البتہ لذت و مزے کی نیت کے بغیر دیکھنا بالاتفاق جائز ہے، لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ دیکھنے والے کو اپنے متعلق کسی قسم کے فتنے کا قطعی خطرہ نہ ہو ورنہ بغیر شہوت کے بھی دیکھنا حرام ہے۔“

۶۔ ابو امامہؓ راوی ہیں کہ ہم قرآن کے ایک استاد کے پاس بیٹھے تھے جو بچوں کو قرآن کریم پڑھا رہے تھے جب اُن کے پاس ایک ہی بچہ رہ گیا جو اُن کو قرآن سنا رہا تھا تو میں نے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ اس پر اُس استاد نے میرا کپڑا پکڑ کر کہا، تھوڑا صبر کرو حتی کہ یہ بچہ بھی فارغ ہو کر چلا جائے (پھر اس کے بعد آپ تشریف لے جانا) اور اُس استاد نے بخوفِ فتنہ اس بچے کے ساتھ اپنے تخلیہ کو گوارا نہ کیا (باوجودیکہ وہ صالح تھے)۔ (حاشیۂ تبیان، ص:۹۵)

۷۔ عطاء بن مسلم کہتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ کسی بھی امرد بچے کو اپنے پاس قطعاً نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ (ایضاً)

۸۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: ”مَا طَمِعَ اَمُرَدُ بِصُحُبَتِیُ“ میں اَمردوں کو اتنا ٹائٹ رکھتا ہوں کہ کبھی کسی بے ریش بچے کو میرے پاس بیٹھنے کا یارا اور حوصلہ نہیں ہوا۔

۹۔ ابو عبداللہ زراد کو کسی نے خواب میں دیکھا اور اُن سے حال پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا تو جواب دیا کہ دنیا میں میں نے جتنے بھی گناہ کیے اور اُن کا میں نے اقرار کر لیا تھا (اور انھیں گناہ سمجھا تھا) اللہ تعالیٰ نے وہ سب مجھے بخش دیے۔ صرف ایک گناہ ایسا تھا جس کے اقرار کرنے سے میں نے دنیا میں شرم محسوس کی تھی (اور اُسے کوئی خاص اہمیت نہ دی تھی) اُس کی سزا میں مجھے پسینے میں کھڑا فرمایا جس کی وجہ سے میرے چہرے کا گوشت گر گیا۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا وہ کون سا گناہ ہے؟ کہا میں نے ایک مرتبہ ایک خوب صورت آدمی کی طرف نظر کی تھی۔ (تلبیس ابلیس لابن الجوزی، بحوالہ حاشیۂ تبیان، ۹۵)

۱۰۔ امرد سے نفرت اور پرہیز کرنے کے متعلق سلف صالحین سے بے شمار اقوال منقول ہیں حتی کہ وہ حضرات، اَمردوں کی شرعی گندگی کی وجہ سے ان کو 'اَنتان' بدبودار اور گھناؤنی چیزوں سے تعبیر کرتے ہیں۔(التبیان للنووی،ص:۹۳)

اخلاق واوصافِ شاگرد ومتعلّمِ قرآن

۱۔ حسن نشست

استاد کے سامنے حسن ادب اور تواضع اور پوری توجہ سے بیٹھے۔

۲۔ تحمل سختی اُستاد

اگر کبھی استاد اس سے خفگی و ناراضگی کا اظہار کرے یا کبھی اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرے تو برداشت کرے خوش خلقی وعقیدت مندی اور پاس حیاء وادب میں ذرا کمی نہ آنے دے۔

۳۔ درس بقدر تحمل نیز منشاء استاد کی پاسداری

مقدار سبق میں اپنی اہلیت وصلاحیت کا لحاظ رکھے مثلاً اگر یومیہ پانچ آیتیں یاد کرسکتا ہو تو پانچ سے زیادتی کا مطالبہ نہ کرے۔اگر تین آیتیں یاد کرسکتا ہو تو تین سے زائد کی درخواست نہ کرے۔البتہ اگر استاد تین آیتیں پڑھائے اور شاگرد سمجھتا ہے کہ مجھ میں پانچ آیتوں کی قوت و استعداد موجود ہے تو احسن طریقے سے زیادتی کی درخواست کرسکتا ہے لیکن اگر اس کے باوجود بھی استاد تین ہی آیتیں پڑھائے تو خواہ مخواہ زیادتی کا مطالبہ نہ کرے (بلکہ صبر وتحمل سے کام لے۔) اور استاد کی مرضی ومنشاء کے خلاف نہ کرے،اسی میں اس کی مصلحت ہے جس کو وہ نہیں سمجھ سکتا ہے (مثلاً استاد کے پاس فرصت نہیں یا شاگرد کا یہ شوق وقتی ہے یا اس کی تجوید کمزور ہے یا اس کا جانچنا مقصود ہے۔) آئندہ کے لیے شاگرد کا یہ رویہ انشاء اللہ خود ہی استاد کو زیادہ مقدارِ سبق کا موجب وذریعہ ثابت ہوگا۔

۴۔ عدمِ تضجیر استاد

استاد کو کسی بات پر زچ نہ کرے ورنہ اس کی قدر ومنزلت استاد کی نظر میں گھٹ جائے گی۔

۵۔ ادائے شکر و دعاء و تعظیمِ قدر

استاد اس کو سبق پڑھائے تو اس کا شکریہ بجالائے اور اس کو دعائے خیر سے یاد کرے اور اس کی خوب قدر و منزلت کرے۔

٦۔ عدمِ جفاء و اکرامِ استاد

اگر استاد اس پر زیادتی و سختی کرتا ہے تو وہ ہرگز زیادتی نہ کرے۔ اگر استاد اس کی عزت و تعظیم نہیں کرتا ہے تو وہ ہرگز اس کے اکرام و اجلال میں فرق نہ آنے دے۔ اگر استاد اس کی رو رعایتی نہیں کرتا تو وہ برابر اس کی رو رعایتی کرتا رہے۔ غرضیکہ تم اپنے واجبی حقوق بدستور ادا کرتے رہو، اسی سے استاد کو تمھارے واجبی حقوق ادا کرنے کا داعیہ پیدا ہوگا کیونکہ اہلِ قرآن خیر و بیدار مغزی اور ادب کے وہ حامل حضرات ہیں جو اپنے اوپر دوسروں کے حقوق کا شعور و احساس رکھتے ہیں۔ پس اگر استاد تمھارے واجبی حقوق سے غافل ہے تو تم ہرگز اُس کے واجبی حقوق سے تغافل نہ برتو کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تمھیں عالم کی حق شناسی اور علماء کی اطاعت و تعظیم کا حکم فرمایا ہے۔ (اخلاق، ص: ۱۸٦، ۱۸۷)

اِکرامِ اساتذہ کے متعلق چند نصوص وارشادت

۱۔ لَيۡسَ مِنۡ اُمَّتِیۡ مَنۡ لَمۡ يُجِلَّ كَبِيۡرَنَا وَ يَرۡحَمۡ صَغِيۡرَنَا وَ يَعۡرِفۡ بِعُلَمَائِنَا (قال احمد يعنى لم يعرف حقهم) (اخرجه احمد و الترمذى)

وہ شخص میری اُمت میں سے نہیں، جس نے ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کی ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کی اور ہمارے علماء کا حق نہ پہچانا۔

۲۔ اَللّٰهُمَّ لَا يُدۡرِكُنِیۡ زَمَانٌ وَّ لَا اُدۡرِكُهٗ لَا يُتَّبَعُ فِيۡهِ الۡعَالِمُ وَ لَا يُسۡتَحۡيٰى فِيۡهِ مِنَ الۡحَلِيۡمِ قُلُوۡبُهُمۡ قُلُوۡبُ الۡعَجَمِ اَلۡسِنَتُهُمۡ اَلۡسِنَةُ الۡعَرَبِ۔ (مسند احمد)

اے اللہ! نہ مجھے وہ زمانہ پائے اور نہ میں اس کو پاؤں جس میں عالم کی بات نہ مانی جائے اور بردبار آدمی سے شرم و حیا نہ کی جائے۔ ان لوگوں کے دل عجمیوں کے دل ہوں اور صرف زبانیں عربوں کی زبانیں ہوں۔

۳۔ ابوسلمیٰ کا قول ہے: "لَوْ رَفِقْتُ بِابْنِ عَبَّاسٍ لَاَصَبْتُ مِنْهُ عِلْمًا" اگر میں ابن عباسؓ کے ساتھ لطف اور خوش عقیدگی کے ساتھ رہتا تو اُن سے علم پالیتا۔ (اخلاق، ۱۸۸)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ حضرت مجاہدؒ اولی الامرؔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں "ای اَلْفُقَهَاءُ وَ الْعُلَمَاءُ" یعنی تم اللہ کی بھی اطاعت کرو اور رسول اور فقہاء و علماء کی بھی تابعداری کرو۔ (اخلاق، ص:۱۸۸)

۵۔ "تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَ تَعَلَّمُوْا لِلْعِلْمِ السَّكِيْنَةَ وَ الْوَقَارَ وَ تَوَاضَعُوْا لِمَنْ تُعَلِّمُوْنَ مِنْهُ" (طبرانی اوسط عن ابی هريرةؓ مرفوعاً) تم علم بھی سیکھو اور علم کے لیے سکون و وقار (بردباری) بھی سیکھو اور اپنے استادوں کے سامنے عجز و مسکنت اختیار کرو۔ (حاشیۂ تبیان، ص:۴۶)

۶۔ اکرام و تواضع استاد کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے ؎

اَلْعِلْمُ حَرْبٌ لِلْفَتٰى الْمُتَعَالِی

كَالسَّيْلُ حَرْبٌ لِلْمَكَانِ الْعَالِی

(علم، مغرور و متکبر نوجوان کا دشمن ہے جیسا کہ سیلاب اونچی جگہ کا دشمن ہے) (ایضاً)

۷۔ بعض علماء متقدمین کا یہ طریقہ تھا کہ استاد کے پاس جانے سے پہلے کچھ صدقہ و خیرات کیا کرتے اور یہ دعا کر کے جاتے۔ "اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَيْبَ مُعَلِّمِیْ وَ لَا تَذْهَبْ بَرَكَةَ عِلْمِهٖ مِنِّیْ"۔ اے اللہ! مجھ سے میرے استاد کا عیب چھپائے رکھنا اور اس کے علم کی برکت کو مجھ سے سلب نہ فرمانا۔

۸۔ ربیع شاگرد شافعی فرماتے ہیں: جب شافعی مجھے دیکھ رہے ہوتے تو ہیبت و خوف کی وجہ سے مجھ میں اتنی جرأت نہ ہوتی تھی کہ پانی ہی پی سکوں۔ (تبیان، ص:۴۷)

۹۔ ابنِ عباسؓ کا ارشاد ہے: "ذُلِّلْتُ طَالِبًا فَعُزِّزْتُ مَطْلُوْبًا" زمانۂ طالب علمی میں تو ذلیل و حقیر سمجھا جاتا تھا مگر اب زمانۂ مطلوبی و استادی میں معزز و مکرم ہوں۔ (تبیان)

۱۰۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

مَـنْ لَـمْ يَـذُقْ طَـعْـمَ الْـمَـذَلَّةِ سَـاعَةً
قَـطَـعَ الـزَّمَـانُ بِـاَسْـرِهِ مَـذْلُـوْلاَ

جس نے ایک گھڑی ذلت کا مزہ نہیں چکھا وہ پھر پوری عمر ذلیل ہوکر ہی وقت گزارے گا۔(تبیان،ص:۵۰)

۱۱۔ مغیرہ کہتے ہیں "کُـنَّـا نَـهَـابُ اِبْـرَاهِيْمَ كَمَا يُهَابُ الْاَمِيْرُ" ہم ابراہیم سے اس طرح ڈرتے تھے جس طرح حاکم سے لوگ ڈرتے ہیں۔(حاشیۂ اخلاق،ص:۱۱۲)

۷۔ زمانۂ طالب علمی کو غنیمت سمجھنا

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "تَـفَـقَّـهُـوْا قَبْـلَ اَنْ تُسَـوَّدُوْا" تم دین کی فقاہت اور علمیت حاصل کرو اس سے پہلے پہلے کہ تم سردار اور استاد بن جاؤ(ورنہ پھر اپنے درجہ کی بلندی اور کثرتِ کار کی وجہ سے علم حاصل کرنے کا موقع نہ مل سکے گا۔(تبیان،۵۰)

امام شافعی کا ارشاد ہے "تَـفَـقَّـهْ قَبْلَ اَنْ تَرَاْسَ فَـاِذَا رَأَسْـتَ فَلَا سَبِيْـلَ اِلَى التَّـفَقُّـهِ" اس سے پہلے فقہ حاصل کرو کہ تم سردار بن جاؤ کیونکہ جب تم سردار اور بڑے آدمی بن جاؤ گے تو پھر حصولِ فقہ کی کوئی صورت و تدبیر ممکن نہ ہوگی۔(تبیان،ص:۵۱)

۸۔ بالمشافہ اخذ کی ہوئی قرأت کی پابندی

جس قرأت یا روایت کے مطابق استاد سے قرآن شریف حفظ کیا ہے اُسی کے موافق تلاوت کی پابندی کرے۔ اُس کے علاوہ دوسری قرأت یا روایت بغیر تلقی واخذ کے ہرگز نہ پڑھے۔ اسی میں طالب علم کا نفع ہے اور یہی صورت قرآن شریف کے حفظ کے بقاء کا ذریعہ ہے۔

صرف بالمشافہ اخذ کی ہوئی قرأت کے مطابق تلاوت کرنے کے متعلق دو احادیث

۱۔ عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے صحابی سے کہا کہ مجھے سورۂ احقاف کی تیس آیتیں پڑھا دو(غالبًا کسر حذف کرکے پینتیس آیتیں مراد ہیں) تو انھوں نے مجھے وہ آیتیں اُس طریق کے خلاف پڑھائیں جس کے موافق مجھے رسول اللہ ﷺ نے وہ آیتیں پڑھائی تھیں۔ پھر میں نے ایک اور صحابی سے(بطور تاکید کے) یہ درخواست کی تو انھوں نے پہلے صحابی کے بھی

برخلاف مجھے یہ آیتیں پڑھائیں۔ میں ان دونوں کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ یہ بات سن کر غضبناک ہوگئے۔ آپ ﷺ کے پاس علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ موجود تھے۔علی بن ابی طالبؓ نے ہم سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمھیں یہ ارشاد فرماتے ہیں: "اِقْرَءُوْا کَمَا عُلِّمْتُمْ" تم قرآن کو اسی طرح پڑھو جس طرح تمھیں پڑھا گیا ہے۔

(اخلاق حملۃ القرآن، ص: ۱۸۹-۱۹۰)

۲۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک سورت پڑھائی۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو کہا کیا تم میں سے کوئی قرآن پڑھتا ہے؟ ایک صحابی بولے: جی ہاں! میں پڑھتا ہوں۔ تو انھوں نے یہی سورت پڑھی اور اس طریق کے برخلاف پڑھی جس کے مطابق حضور اقدس ﷺ نے مجھے وہ سورت پڑھائی تھی۔ ہم دونوں آپ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوگئے اور واقعہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم دونوں کی قرأت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اس سے آپ ﷺ کا چہرۂ انور بوجہ غصہ کے متغیر ہوگیا۔ علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلُكُمْ بِالِاخْتِلَافِ فَلْيَقْرَأْ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْكُمْ مَا اُقْرِأَ (فتح الباری بشرح صحیح البخاری) یعنی تم سے پہلے لوگ اختلاف ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں لہٰذا تم میں سے ہر شخص اُس طریق کے موافق پڑھے جس پر اسے قرآن پڑھایا گیا ہے۔ غرض یہ کہ جس کسی نے ہی استاد سے کوئی قرأت پڑھی ہے اور دوسرے کسی (بڑے) استاد سے کوئی دوسری قرأت نہیں پڑھی ہے اس کے لیے یہی لائق و مناسب ہے کہ اُسی ایک قرأت پر مواظبت و ہیشگی کرے ورنہ اگر (قاری صاحب بننے کو) کوئی دوسری قرأت شروع کردے گا تو ذہنی خلفشار و کوفت کا شکار ہوکر پہلی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ 'کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی چال بھول گیا'۔

۹۔ قطع الاستاذ دون قطع التلمیذ

جب شاگرد اپنے استاد سے نیا سبق پڑھ رہا ہو تو لائق و مناسب یہ ہے کہ جب خود استاد اس کا درس موقوف کرے تب وہ موقوف کرے۔ شاگرد از خود موقوف نہ کرے۔ اگر استاد کا منشاء مثلاً سو آیتیں پڑھانے کا ہو اور شاگرد کو کوئی ضرورت و مجبوری درپیش ہو اور وہ مثلاً پچاس آیتوں

پرسبق موقوف کرنا چاہتا ہو تو استاد کو پہلے ہی سے اپنی مجبوری سے آگاہ کردے تاکہ پچاس آیتیں ہوجانے پر خود استاد ہی اس کا سبق موقوف کرے۔

۱۰۔ توجہ علی الاستاذ کاملاً

پڑھنے کے وقت ہمہ تن استاد ہی کی طرف متوجہ رہے، کسی اور طرف ہرگز دھیان نہ کرے۔ اگر استاد کو دورانِ سبق کسی سے کوئی بہت ضروری بات چیت کرنی پڑ گئی ہے تو شاگرد اپنی قرأت کو موقوف کردے تا آنکہ استاد فارغ ہوکر دوبارہ سننے لگ جائے۔ (اخلاق، ۱۹۰)

۱۱۔ فراغتِ درس کے بعد

درس سے فارغ ہوجانے کے بعد اگر شاگرد چاہے تو گھر واپس لوٹ آئے اور راستہ میں آموختہ کو دہراتا رہے، اگر اس کی رغبت یہ ہو کہ مسجد میں بیٹھ کر کسی کو سبق پڑھائے تو ایسا کرلے۔ اگر کوئی سبق پڑھنے والا نہ ہو تو نماز میں یا ذکر میں مشغول ہوجائے اور اللہ کا شکر بجا لائے کہ اُس نے اپنی کتاب کی تعلیم وتعلّم کی اُسے توفیق بخشی ہے یا ویسے ہی اپنے نفس کو مسجد میں محبوس رکھے کہ اِس طرح وہ کئی حرام اور ناجائز چیزوں مثلاً بدنظری وغیرہ سے محفوظ ہوجائے گا لیکن یہ امر ملحوظِ خاطر رکھے کہ مسجد میں موجود لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے اور کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ نیز لایعنی اور فضول باتوں مثلاً لوگوں کی غیبت و آبرو ریزی یا دنیوی کلام میں مشغول نہ ہو بلکہ مسجد و غیر مسجد دونوں ہی جگہوں میں اہلِ قرآن کے اخلاقِ حسنہ کا نمونہ پیش کرے۔ واللہ الموفق لذلک۔ (اخلاق حملۃ القرآن، ص:۱۹۱)

تفصیلی فضائل متعلقہ تلاوت وتالیانِ قرآن کریم

قرّاءِ قرآن کی عقلیں بڑھاپے میں بھی بیکار نہیں ہوتیں

عَـنْ عَبْـدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ : اَبْقَى النَّاسِ عُقُوْلًا قُرَّاءُ الْقُرْآنِ (نقله محمد بن الجوزی فی النشر، ج: ۱۔ ص: ۴)

ترجمہ: عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں کہ قراء قرآن کی عقلیں سب لوگوں سے زیادہ باقی اور صحیح وسالم رہتی ہیں۔ (یعنی ان کی عقلیں بڑھاپے میں بھی صحیح سلامت رہتی ہیں۔)

قرآن کریم پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اَحَدُکُمْ اَنْ یُّحَدِّثَ رَبَّہٗ فَلْیَقْرَأِ الْقُرْآنَ (رواہ الخطیب و صاحب الفردوس) فَاِنَّ الْقُرْآنَ الْکَرِیْمَ ھُوَ رِسَالَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ تَعَالٰی لِعِبَادِہٖ فَکَاَنَّ الْقَارِئَ یَقُوْلُ یَا رَبِّ قُلْتَ کَذَا وَ کَذَا فَھُوَ مُنَاجٍ لِلّٰہِ تَعَالٰی (تلاوۃ القرآن المجید، ص : ۳۹/۳۸)

انسؓ نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے جب کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ اپنے رب سے مناجات اور گفتگو کرے اس کو چاہیے کہ قرآن شریف کی تلاوت کرے (وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم بندوں کی طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے گویا قاری بزبانِ حال یہ کہتا جاتا ہے 'اے رب! آپ نے یہ بات یوں ارشاد فرمائی اور یہ یوں!' تو اس لحاظ سے گویا وہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور مناجات کا شرف حاصل کر رہا ہے) (خطیب۔ دیلمی)

تلاوتِ قرآن سب سے افضل عبادت ہے

رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَنَّہٗ، قَالَ اَفْضَلُ عِبَادَۃِ اُمَّتِیْ تِلَاوَۃُ الْقُرْآنِ (تلاوۃ القرآن المجید، ص: ۳٦)

ترجمہ : بیہقی نے نعمان بن بشیرؓ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ میری امت کی سب سے افضل عبادت قرآن پاک کی تلاوت ہے۔ (بیہقی)

جنت میں قرآن کی محمدی اور الٰہی تلاوت تمام اہلِ جنت کی لطف اندوزی کا ذریعہ ہوگی

مقربین اہلِ جنت روزانہ دو مرتبہ دیدارِ الٰہی سے محظوظ ہوں گے

رَوَی التِّرْمِذِیُّ الْحَکِیْمُ عَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ : اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ یَدْخُلُوْنَ عَلَی الْجَبَّارِ کُلَّ یَوْمٍ مَرَّتَیْنِ فَیَقْرَأُ عَلَیْھِمِ الْقُرْآنَ وَ قَدْ جَلَسَ کُلُّ امْرِئٍ مِّنْھُمْ مَّجْلِسَہُ الَّذِیْ ھُوَ مَجْلِسُہٗ، عَلٰی مَنَابِرِ الدُّرِّ وَ الْیَاقُوْتِ وَالزَّمُرُّدِ وَ الذَّھَبِ وَ الْفِضَّۃِ بِالْاَعْمَالِ فَلَا تَقَرُّ اَعْیُنُھُمْ قَطُّ کَمَا

تَقَرُّ بِذٰلِكَ وَ لَمْ يَسْمَعُوْا شَيْئًا اَعْظَمَ مِنْهُ وَ لَا اَحْسَنَ مِنْهُ ثُمَّ يَنْصَرِفُوْنَ اِلٰى رِحَالِهِمْ وَقُرَّةِ اَعْيُنِهِمْ نَاعِمِيْنَ اِلٰى مِثْلِهٖ مِنَ الْغَدِ (الفتح الكبير ۱:۳۸۱ تلاوۃ القرآن المجید مع التعلیق، ص: ۵۰)

ترجمہ: حکیم ترمذی نے بریدہؓ کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشادِ عالی نقل کیا ہے کہ اہلِ جنت روزانہ حضرت جبار کے پاس دو مرتبہ جائیں گے اور رب تعالیٰ ان کے سامنے قرآنِ پاک کی تلاوت فرمائیں گے اور ان میں سے ہر جنتی اپنے اعمال کے درجہ کے موافق موتی، یاقوت، زمرد اور سونے چاندی کے منبروں کی ایک مخصوص نشست گاہ پر قرار پذیر ہوگا۔ (اور بغیر سیٹ کے یونہی ایک بھی نہ ہوگا) تو اہلِ جنت کو تلاوتِ الٰہی سے جس قدر حظ و لطف اور آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل ہوگی اس قدر کسی بھی نعمت سے حاصل نہ ہوگی اور ایسی عظیم اور حسین آواز آج تک ان کے سننے میں نہیں آئی ہوگی پھر اگلے روز ایسی ہی نعمت کے حصول تک وہ لوگ خوش بخوش اپنی منزلوں اور فرحت بخش نعمتوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔ (حکیم ترمذی)

اپنی اولاد کے بارے میں احباب و متعلقین سے خصوصی معروضات

۱۔ میرے سب سے بڑے محسن وہ حضرات ہیں جو میری اولاد کی دینی غلطیوں پر ان کی اصلاح کریں، ان کے خلافِ دین اقدامات پر بلا کسی رو رعایت کے ان پر ردو قدح اور جرح و نقد کریں۔ اور ان کے دماغ میں صاحبزادگی کا خمار نہ آنے دیں۔ یہ فریضہ وہ حضرات انجام دیں جن کی نماز باجماعت تکبیرۂ اولیٰ سے فوت نہ ہوتی ہو اور نمازِ تہجد بھی باقاعدگی سے ادا کرتے ہوں۔ اور انہیں باتوں کی بالخصوص تلقین و تاکید وہ حضرات میری اولاد کو بھی کریں۔ انشاء اللہ احقر اپنی مغفرت کی صورت میں ایسے حضرات کو اپنی سفارش سے قطعی فراموش نہ کرے گا نیز وہ حضرات بھی میرے خصوصی کرم فرما ہوں گے جو میری اولاد کی نیکی و پرہیز گاری اور دینداری کی صورت میں ان کے ساتھ اکرام و توقیر و احسان اور تعاون علی البر والتقویٰ کا معاملہ فرمائیں گے۔

۲۔ اس کے برعکس میرے سب سے بڑے مجرم وہ لوگ ہوں گے جو میری اولاد کی دینی حالت غیر تسلی بخش ہونے کی صورت میں محض صاحبزادگی کی نسبت کی وجہ سے انھیں فہمائش و تنبیہ، ہدایت وارشاد اور تلقین و نصیحت کا فریضہ باوجود قدرت و امکان کے سرانجام نہ دیں گے بلکہ

مزید ان کی عادات وخصائل اور اخلاقی حالت تباہ و برباد کرنے کی کوشش کریں گے۔ نیز وہ لوگ بھی میرے سب سے بڑے عدو ہوں گے جو میری اولاد پر خواہ مخواہ اور بلا وجہ محض بے جا و بے محل تنقید برائے تنقید کرتے ہوئے صرف ذاتیات کی وجہ سے ان پر رد و نقد اور ان کی مخالفت وضرر دہی اور اذیت رسانی کو اپنا شیوہ بنالیں گے۔ حشر کے روز بارگاہِ ربّ العزت میں ان کا اور میرا معاملہ اور فیصلہ ہوگا۔

عام لوگوں بالخصوص شاگردوں کے لیے خصوصی نصیحت

تہجد کے وقت کم از کم نمازِ فجر سے تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے پورے محلے میں قرآنی آوازوں کی چہل پہل کی صورت میں مَیں ان شاگردوں سے راضی ہوسکتا ہوں جن سے فی الحال ناراض ہوں۔ اگر وہ اس بات کا اہتمام اور اس کے لیے خوب کوشش کردیں کہ اپنی اپنی درسگاہوں میں نیز اپنے اپنے محلوں اور مواضع میں ایسی فضا قائم کریں کہ ہر گھر سے تہجد کے وقت قرآنی آوازوں کی رونق کی چہل پہل کا دور دورہ ہوجائے اور مجھے اس بارے میں باوثوق ذرائع سے متواتر خبریں موصول ہوجائیں یا کسی موقع پر میں خود بلا کسی سابقہ اطلاع کے اچانک ان کے یہاں جاکر ایسے ماحول کا مشاہدہ کرلوں تو بجائے ناراضگی کے الٹا ان کے لیے دل وجان سے دعائیں نکلنی شروع ہوجائیں گی۔ اور ایسے تلامذہ مجھے دل وجان سے بھی پیارے ہوں گے۔

اولاد کے لیے خاص نصائح:

ا: آخری سانس تک قرآن پاک کو محفوظ رکھیں۔ اس کے حفظ میں بجائے کمی ونزول کے زیادتی وعروج پیدا کریں۔

۲: زندگی کے آخری لمحوں تک قرآن پاک کی تعلیم و تدریس اور پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری وقائم رکھیں۔

۳: اپنی نسلوں کے لیے دعاء کرتے رہیں کہ اے اللہ! ہماری قیامت تک آنے والی نسلوں کو قرآنِ پاک اور اس کی خدمت وتعلیم وتعلّم ومشغولیت کے لیے قبول فرما کر انہی خدمات کے لیے انھیں وقف و فارغ ومخصوص فرما دیجیے۔ ہمیں اور انھیں قرآن پر جینا، اسی پر بسنا، اسی پر

مرنا اور اسی پر محشور ہونا نصیب فرما دیجیے۔ اس نعمت و دولتِ قرآن کو ان سے سلب نہ فرمانا بلکہ اس میں مزید عروج و فروغ و ارتقاء نصیب فرما دے۔ ان کے روئیں روئیں میں رگ رگ اور ریشے ریشے میں، روح کی جڑوں میں، دل کی بنیادوں میں قرآن و نماز اور دین کے عشق کو رچا بسا دیجیے۔ ہم سب کو حقیقی معنوں میں قرآن کریم کا سچا عاشق اور مخلص و صادق محبِّ جاں نثار اور خادم بنا دیجیے۔ انھیں تمام شرور وفتن سے حوادث سے، مصائب سے، بلا سے، تکالیف سے، پریشانیوں سے، رنج وغم سے، تنگیوں سے، روحانی و جسمانی بیماریوں سے، گناہوں سے، بد اعمالیوں سے، بدکرداریوں سے، بدچلنیوں سے، بری سنگتوں سے محفوظ فرما کر چین والی سکون والی تقویٰ وعفت والی حیات اور پاکیزہ زندگی نصیب فرما دیجیے۔

۴ : ٹی وی، ویڈیو، ڈش انٹینا وغیرہ کی شیطانی لعنتوں، نحوستوں اور خباثتوں سے اپنے گھروں کو پاک وصاف رکھیں۔ اس کے بجائے تلاوتوں، تقریروں اور نعتوں کی کیسٹیں استعمال کریں۔ اور یہی عہد آگے اپنی اولادوں سے بھی لیں۔ اس کی خلاف ورزی کی صورت میں قیامت کے دن میں تمھیں بارگاہِ ربّ العزت میں گریبان سے پکڑ کر بطورِ مجرم کے پیش کروں گا اور میں تمھارا مخاصم وشکایتی ہوں گا۔ اولاد کو درسِ نظامی کی تعلیم دلوانا، کوئی ڈاڑھی منڈوائے تو گھر بدر کر دینا۔

۵ : مدینہ منورہ میں قیام وسکونت ورہائش کی صورت میں وہاں کے آداب وحقوق وشروط کا دل وجان سے پورا پورا لحاظ رکھیں، جن کا خلاصہ 'وصایا ونصائح' والے عنواں ہٰذا کے بعد 'مدینہ والے' عنوان کے ذیل میں آ رہا ہے۔ بصورتِ دیگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ سنتِ جاریہ ہے کہ آدمی کو یہیں سے بصد ذلت وخواری دھتکار دیا جاتا ہے۔ خوب ہشیار، محتاط اور چوکس رہیں۔

۶ : حقوق العباد اور مالی معاملات کے لین دین میں نیز مدرسہ اور مسجد کے حسابات کے معاملے میں بہت محتاط اور غبن وخیانت و بددیانتی سے بالکلیہ مجتنب وگریزاں رہیں، ورنہ قیامت کے دن صرف ایک پیسے کے مقابلے میں سات سو مقبول نمازیں وصول کی جائیں گی اور دنیا میں بھی بے برکتی وذلت برداشت کرنی پڑے گی۔

۷ : میرے بیٹے اپنی بیویوں کا اپنے بھائیوں سے اور بیویوں کے چچا، تایازاد، پھوپھی

زاد، ماموں و خالہ زاد بھائیوں سے شرعی پردہ کرائیں۔

۸: بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ ان کی جائز فرمائشیں پوری کریں ورنہ قیامت کے دن تم میرے مجرم ہوؤ گے۔ لیکن بیویوں کو اتنا آزاد خیال بھی نہ ہونے دیں کہ وہ فضول خرچی کی حد تک بے جا فرمائشیں کرنے لگ جائیں اور کنٹرول سے ان کو اتنا بھی نہ نکلنے دو کہ ان کی وجہ سے تم بھائیوں کی آپس میں ناچاقیاں ہونے لگیں۔ اس سے خوب خبردار اور چوکنے رہو۔

۹: سب بہن بھائیوں نے اپنے بچوں کے رشتے آپس میں ہی کرنے ہیں باہر نہیں کرنے ہیں۔ البتہ سخت مجبوری کی حالت میں سب کی رضامندی حاصل کر کے باہر بھی کر سکتے ہیں۔

۱۰: میری بیٹیاں اپنے خاوندوں کی فرمانبردار ہیں البتہ اگر کوئی جائز شکایت ہو تو اپنے بھائیوں کو بتائیں۔

۱۱: خدانخواستہ تمھاری کوئی بہن اپنے گھر میں تنگ ہو تو اس کا پورا خیال رکھنا ہے۔ اپنے پاس بلا کر رکھیں یا اس کے خاوند کو سمجھانے کی کوشش کریں۔ بہر حال ان کو بے سہارا قطعاً نہیں چھوڑنا ہے۔

۱۲: مدت العمر حنفی مسلک پر پوری سختی کے ساتھ کاربند رہو۔ خدانخواستہ غیر مقلدیت کی جھولی میں نہ جا پڑنا۔ یہ انتہائی اہم اور ضروری نصیحت ہے۔

۱۳: کوئی شرعی مسئلہ کی مشکل درپیش ہو تو کسی مفتی صاحب سے استفتاء کر کے اس کو حل کریں۔

۱۴: قرض نہ کبھی کسی سے لینا ہے نہ کسی کو دینا ہے۔ اگر بہت ہی مجبوری ہو تو بقدرِ ضرورت لے لو مگر وقتِ مقررہ سے پہلے ادا کرو۔ اسی طرح اگر کوئی قرض مانگنے میں بہت ہی تنگ کرے تو اوّلاً اس کو حسبِ استطاعت ہدیہ دینے کی کوشش کریں اگر پھر بھی باز نہ آئے تو بدرجۂ مجبوری اپنی وسعت کے موافق معمولی قرضہ دے سکتے ہو لیکن اگر وہ بروقت ادا نہ کرے تو آئندہ ایسے آدمی کو ہرگز منہ نہ لگاؤ۔

۱۵: درجِ ذیل مسنون امور کا اہتمام رکھو: سوار ہوتے وقت آیت الکرسی، دعائے

رکوب، سفر شروع کرتے وقت گھر کے دروازے کی چوکھٹ پکڑ کر گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص، پھر چاروں قل اور سورۂ نصر (اول و آخر ہر سورت پر بسم اللہ کے ساتھ) پورے سفر کے دوران درود شریف، آیت الکرسی پڑھتے رہو، کبھی بھی حادثہ سے دوچار نہ ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

تہجد کے وقت اُٹھ کر آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر سورۂ آلِ عمران کا آخری رکوع، روزانہ تعلیم کی ابتداء کے وقت حسبی اللہ۔۔۔ پڑھ کر خوشنودئ حق تعالیٰ و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدمتِ دین و قرآن ذکرِ الٰہی تبلیغ قرآن کی نیز خود ذاتِ باری سے حصولِ اجر و جزائے دارین کی نیت کرو۔ بے حد کامیابی و برکت ہوگی اور دل بھی خوب لگے گا۔

صبح وشام 'قل ادعو الله' آخر سورت تک۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَا یَضُرُّ مَعَ اسۡمِهٖ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ وَ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ (۳ مرتبہ) اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصۡبَحۡتُ (صبح کے وقت) وَ بِكَ اَمۡسَیۡتُ وَ اِلَیۡكَ النُّشُوۡرُ فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ (تین آیات) شام کے وقت بِكَ اَمۡسَیۡتُ وَ بِكَ اَصۡبَحۡتُ پڑھیں۔ یہ دعائیں اور آیتیں پڑھنے سے دل کبھی مردہ نہ ہوگا۔ بوقتِ گناہ صلوٰۃ التوبہ، بوقتِ حاجۂ مشکلہ صلوٰۃ الحاجہ بوقتِ تردد طبیعت نیز بوقت ابتداء و افتتاح اہم معاملہ صلوٰۃ الستخارہ بوقت داخلہ گھر سلام درود شریف، سورۂ اخلاص (آیت الکرسی پڑھ کر چاروں گوشوں میں پھونک ماریں، کبھی چوری یا حادثہ پیش نہ آئے گا۔ گھر سے نکلتے وقت بسمِ اللہ ولجنا۔۔۔ آیت الکرسی

سوتے وقت اَللّٰهُمَّ بِاسۡمِكَ اَمُوۡتُ وَاَحۡیٰی جاگتے وقت اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ اَحۡیَانَا بَعۡدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیۡهِ النُّشُوۡرُ

بعد از فجر یٰسین، ظہر انا فتحنا، عصر نباء، مغرب واقعہ سجدہ، عشاء ملک، بروز جمعہ سورۂ الکہف، بوقت پریشانی تَوَكَّلۡتُ عَلَی الۡحَیِّ الَّذِیۡ لَا یَمُوۡتُ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا آخیر تک، اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ عَبۡدُكَ وَ ابۡنُ عَبۡدِكَ وَ ابۡنُ اَمَتِكَ نَاصِیَتِیۡ بِیَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُکۡمُكَ عَدۡلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ اَسۡاَلُكَ بِكُلِّ اسۡمٍ هُوَ لَكَ سَمَّیۡتَ بِهٖ نَفۡسَكَ اَوۡ اَنۡزَلۡتَهٗ فِیۡ کِتَابِكَ اَوۡ عَلَّمۡتَهٗ اَحَدًا مِنۡ خَلۡقِكَ اَوِ اسۡتَاثَرۡتَ بِهٖ فِیۡ عِلۡمِ الۡغَیۡبِ عِنۡدَكَ اَنۡ تَجۡعَلَ الۡقُرۡآنَ الۡعَظِیۡمَ رَبِیۡعَ قَلۡبِیۡ وَ نُوۡرَ صَدۡرِیۡ وَ جِلَاءَ حُزۡنِیۡ وَ ذَهَابَ هَمِّیۡ وَ غَمِّیۡ۔

ہر مشکل کے حل کے لیے آدھی رات کے بعد سجدہ کی حالت میں 'یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ' ہزار مرتبہ (تین رات تک یہ عمل کریں)۔

بوقت تنگیٔ رزق، رات کو سوتے وقت ہر فرد خانہ سو مرتبہ درود شریف، سو مرتبہ 'یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ الْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ'، سو مرتبہ سورۂ والضحیٰ، سو مرتبہ سورۂ فاطر کی شروع والی دو آیتیں پڑھے اور درج ذیل دعاء بھی پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رِجَاءَكَ وَ اقْطَعْ رِجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَكَ اَللّٰهُمَّ وَ مَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِیْ وَ قَصُرَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَ لَمْ تَنْتَهِ اِلَیْهِ رَغْبَتِیْ وَ لَمْ تَبْلُغْهُ مَسْأَلَتِیْ وَ لَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْآخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ مُخَصَّنِیْ بِهٖ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ (یہ دعاء کشادگیٔ رزق کے لیے بے حد مفید و مجرب ہے۔)

نظرِ بد کا علاج: جس کو نظرِ بد لگی ہو اس پر درجِ ذیل دعاء و آیت پڑھ کر بار بار دم کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ حَبَسَ حَابِسٌ وَّ حَجَرَ حَابِسٌ وَ شِهَابٌ قَابِسٌ رُدَّتْ عَیْنُ الْعَائِنِ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیْهِ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَ هُوَ حَسِیْرٌ

قوتِ حافظہ کا مجرب نسخہ: سورۂ یٰسین کی چالیس پلیٹیں کسی باعمل کاتب سے زعفران سے لکھوائیں اور ہر روز نہار منہ زمزم میں گھول کر ایک پلیٹ پئیں۔ انشاء اللہ حافظہ خوب قوی ہو جائے گا۔

اولاد نہ ہوتی ہو تو زیرہ اور چالیس چھواروں پر ۴۱ مرتبہ سورۂ شمس دم کریں۔ گھر میں روزانہ نہار منہ ایک چٹکی ایک چھوارا استعمال کرائیں۔ اور مرد پپیتا زیادہ تر استعمال کرے۔
بوقتِ مرض ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ﴾ والی آیت سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں۔ بعد از فرض نماز 'فَكَشَفْنَا عَنْكَ' والی آیت یَا نُوْرُ یَا نُوْرُ یَا نُوْرُ کے ساتھ تین مرتبہ پڑھ کر انگلیوں پر پھونک مار کر آنکھوں پر پھیریں۔ زمزم، کلونجی، عجوہ، زیتون، شہد، سورۂ فاتحہ آیتِ شفاء کے ذریعہ دم کر کے استعمال کریں۔ خیار (ککڑی) اور تفاح (سیب) کا استعمال بکثرت کریں۔

بوقتِ قرض قُلِ اللّٰهُمَّ سے دو آیتیں پڑھ کر اخیر میں یہ پڑھیں، رَحْمٰنُ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ رَحِيْمُهُمَا تُعْطِيْ مِنْهُمَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَآءُ اِرْحَمْنِيْ رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَمَّنْ سِوَاكَ نیز یہ دعاء بکثرت پڑھیں، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَ الْحُزْنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَ الْكَسَلِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَ الْجُبْنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَ قَهْرِ الرِّجَالِ اَللّٰهُمَّ اَكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ اَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

بوقتِ دفع وسوسہ بدنظری: هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْآخِرُ والی آیت پڑھیں اور نظر فوراً نیچی کرلیں، وسوسہ فوراً رفع ہوجائے گا۔ اور نماز و تلاوت و عبادت میں ایسا لطف محسوس ہوگا کہ اس کے مقابلے میں تمام لذتیں ہیچ ہوں گی۔

بوقتِ اثراتِ سحر، روزانہ سورۂ بقرہ، معوّذتین، آیت لکرسی (۱۰۰ مرتبہ)، درود شریف (۱۰۰) مرتبہ، نہار منہ عجوہ کھجور سات عدد۔

احقر کے یومیہ وظائف و معمولات: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (صبح کی نماز کی سنت اور فرض کے درمیان ۱۰۰ مرتبہ) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ (۱۰۰ مرتبہ) اللہ اللہ (۲۰۰ مرتبہ)، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ الشُّكْرُ لِلّٰهِ عَلٰى جَمِيْعِ نِعْمَةِ الَّتِيْ لَا تُعَدُّ وَ لَا تُحْصٰى (۱۰۰ مرتبہ)، اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَ لَكَ الشُّكْرُ كُلُّهٗ (۱۰۰ مرتبہ)، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تَعَالٰى رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ (۱۰۰ مرتبہ)، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ (۱۰۰ مرتبہ) يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اِرْحَمْنِيْ (۱۰۰ مرتبہ) يَا بَدِيْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَيْرِ يَا بَدِيْعُ (۱۰۰ مرتبہ) يَا جَامِعُ (۲۰۰ مرتبہ) يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ (۱۰۰ مرتبہ) يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ يَا حَلَّ الْمُشْكِلَاتِ يَا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ (۱۰۰ مرتبہ) لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (۱۰۰ مرتبہ) بعض دفعہ کمثلہ پر آواز زوردار قوت سے، بعض دفعہ شیٔ پر۔ اخیر میں لَيْسَ كَمِثْلِ حَبِيْبِهٖ نَبِيٌّ هُوَ النَّبِيُّ الْحَبِيْبُ الْمُخْتَارُ

الْكَرِيْمُ تین مرتبہ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (۱۰۰ مرتبہ) (بعض دفعہ احد پر آواز زوردار قوت سے نکالیں) سورۂ اخلاص (دس مرتبہ) سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (۱۰۰) وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (۱۰۰ مرتبہ اس طرح کہ شروع میں تین مرتبہ پوری سورۂ الفلق پھر صرف آخری یہ آیت ۹۷ مرتبہ) اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (۱۰۰ مرتبہ) حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَ هُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ (۱۰۰ مرتبہ) لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ (۱۰۰ مرتبہ) آیتِ کریمہ (۱۰۰ مرتبہ) سُبْحٰنَكَ اور اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کو مزید دس دس مرتبہ کہو) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَ لِاُمِّهٖ (۳ مرتبہ) بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ كَرَمِهٖ وَ مَنِّهٖ وَ عِنَايَتِهٖ وَ رَحْمَتِهٖ وَ قُدْرَتِهٖ وَ حَوْلِهٖ وَ تَوْفِيْقِهٖ تَعَالٰى۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (۳ مرتبہ) رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَضِيْتُ بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَ قَدْرِهٖ وَ اٰمَنْتُ بِقَدْرِ اللّٰهِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ رَضِيْتُ بِبَسْطِ اللّٰهِ الرِّزْقِ وَ قَدْرِهِ الرِّزْقَ (۳ مرتبہ) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ (سورۂ فاطر کی شروع والی دو آیتیں ایک مرتبہ) ﴿وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ (ایک مرتبہ) ﴿وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ (ایک مرتبہ) ﴿لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ لِكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَا اَصَابَكُمْ وَ مَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (ایک ایک مرتبہ)

بوقتِ کمزوریٔ دماغ زعفران سے کسی چینی والی پلیٹ میں سورۂ یٰسین لکھوا کر زمزم میں گھول کر ۴۰ دن نہار منہ ۴۰ پلیٹیں پئیں (یہ بہت تاکیدی وصیت ہے)

۱۷ : تعلیم و تدریس قرآن پاک میں کوئی مشکل پیش آئے تو اس کے حل کے لیے فضائلِ قرآن زیرِ نظر طریقہ حفظ قرآن (حضرتِ اقدس) رہنمائے مدرسین کا مطالعہ کریں۔

۱۸ : اصل مقصود بالذات، تعلیم و تدریس قرآن پاک کو رکھو۔ کاروبار اور تجارت کو مقصود بالذات اور مستقل پیشہ کے درجہ میں ہرگز نہ کرو۔ البتہ ضمناً اور تعلیمی کام کے تابع ہو کر کاروبار بھی ہوجائے تو چنداں مضائقہ نہیں بلکہ خود قرآن پاک کے کام کی وجہ سے کاروبار میں برکت و نفع ہوگا جبکہ قرآن پاک کو اصل مقصود بنا رکھا ہوگا ورنہ بصورتِ دیگر کاروبار بھی تباہ و برباد ہوجائے گا۔ اس کا فیصلہ اپنے دل سے لے لو کہ کہیں ہم نے کاروبار کو اصل تو نہیں سمجھ رکھا ہے۔ اللہ کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا۔ لہٰذا اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ صاف اور خالص رکھو۔ اتنی ہی برکات حاصل ہوں گی۔ اور تمہاری سب ضروریات خوب ہی خوب پوری ہوتی رہیں گی۔ توکل و یقین اور اعتماد علی اللہ کا دامن ہرگز نہ چھوٹنے پائے ورنہ غیبی مدد کا سلسلہ ختم ہوجائے گا۔ (یہ بہت تاکیدی وصیت ہے۔)

۱۹ : مالدار لوگوں کے مال و دولت پر ہرگز نگاہ نہ رکھنا۔ قرآن پاک کی نعمتِ ربانی کو ذلیل وخوار نہ کرنا۔ قرآن پاک ایسی دولت مندی ہے کہ تمام اغنیاء اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ اگر تم استغناء مزاجی سے رہو گے تو سب اغنیاء تمہارے پاؤں میں دولت ڈالنے میں فخر محسوس کریں گے۔ ورنہ تم ان کے یہاں در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرو گے اور حاصل کچھ بھی نہ ہوگا، بجز خواری و ندامت کے۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر و محافظ ہو۔

۲۰ : زیادہ مدارس بنانے کے مقابلے میں اپنے سلسلے کا اصل ورثہ معیارِ تعلیم کو سمجھنا۔ جو توجہات اور مصروفیات تمھیں مدارس کے انتظامات میں صرف کرنی پڑیں وہ بھی تعلیم ہی میں صرف کرنا۔ تمہارے سلسلے کا امتیازی طرہ کام اور صرف کام ہے۔

۲۱ : ناموری اور شہرت پسندی، ریاکاری اور تکبر و بڑائی سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا۔

۲۲ : لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق، عاجزی، نرم گفتاری اور انکساری و نیازمندی سے پیش آنا سختی اور غصّے کی جگہ ہی سختی اور غصہ کرنا۔

۲۳ : اپنے سلسلۂ رحیمیہ کے لیے کوئی جماعت بندی ہرگز نہ کرنا کہ یہ اہلِ لہجہ کا طریقہ

ہے۔بس کام ہی کو فروغ اور ترقی دینا ورنہ ہمارا سلسلہ بھی دوسرے سلسلوں ہی کی طرح بے روح بن کر رہ جائے گا۔اور تم صرف شوبازی وظاہرداری ہی کے شکار ہو کر رہ جاؤ گے۔

۲۴: جن لوگوں نے میری غیبتیں، مخالفتیں، بداندیشیاں و بدخواہیاں کی ہیں یا کررہے ہیں یا آئندہ کریں گے ان سب کو میں نے دل سے عام تام معاف کردیا ہے۔ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرنا۔

سب اولاد وتلامذہ کے لیے عام نصیحتیں

ا۔ میری سب سے زیادہ پیاری اولاد اور میرے سب سے زیادہ پیارے شاگردان وہ ہیں جو اپنے گھروں میں آخری سانس تک ٹی وی اور گانے بجانے کے آلات اور ڈش انٹینا وغیرہ کو نہیں لائیں گے، نمازِ باجماعت تکبیرِ اولیٰ کی پابندی کے ساتھ صفِ اول میں ادا کریں گے، نمازِ تہجد میں بلاناغہ بالترتیب قدرے آواز کے ساتھ قرآن پاک کی خود بھی تلاوت کریں اور گھر کے ہر چھوٹے بڑے کو بھی اُٹھائیں اور اس دولت ونعمت میں انھیں بھی شریک کریں۔ان کے گھروں سے تہجد کے وقت قرآنی آوازوں کی گنگناہٹ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح سنائی دے اور پورا محلّہ وعلاقہ ان کی خوش الحانی سے گونج اُٹھے۔اور آخری سانس تک قرآن پاک کو وہ اپنے سینوں سے لگائے رکھیں۔ پورے اخلاص اور خالص ذاتِ باری تعالیٰ کے خوش کرنے اور خدمتِ قرآن ہی کی نیت سے قرآن پاک کے پڑھنے پڑھانے میں ہمیشہ مشغول رہیں۔قرآن پاک کو اپنی جانوں کی غذا اور روحوں کی تسکین کا ذریعہ بنالیں۔اپنی تمام تر کاوشوں، محنتوں، توانائیوں، قوتوں، صلاحیتوں، سوچوں، فکرمندیوں کو قرآن عظیم ہی میں خرچ کرڈالیں۔قرآن، نماز، روزے کے بغیر انھیں ہرگز چین وسکون وقرار حاصل نہ ہو۔اپنی اولادوں کو انگریزی تعلیم سے بچا کر رکھیں البتہ بوقتِ ضرورت محض معمولی درجہ میں اور کم از کم وقت کے لیے گھروں میں اپنی نگرانی میں کسی دیندار نمازی حافظِ قرآن معلم سے بقدرِ ضرورت انگریزی تعلیم دلوانے میں چنداں حرج نہیں۔لیکن اسکولوں اور کالجوں کے سائے سے بھی اپنی اولاد کو بچا کر رکھیں۔کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کریں۔

۲۔ اس کے برعکس میری سب سے زیادہ نالائق اولاد اور میرے سب سے نالائق

شاگردان وہ ہیں جو درج بالا شقوں میں سے کسی بھی شق کی خلاف ورزی کر کے میری روحانی اذیت رسانی کا باعث بنیں گے۔

۳۔ اپنی والدہ کو میری ہی طرح معزز و مخدوم سمجھنا اور ان کی خدمت کو میری ہی خدمت تصور کرنا۔ واللہ الموفق۔''

آخری وصیت وانتباہ

۱۔ استاذنا شیخنا والد گرامی حضرت مجدد القراء رحمہ اللہ کے تمام صاحبزادگان میرے نہایت واجب القدر دل و جان سے بھی زیادہ پیارے بھائی و عزیز میری آنکھوں کے تارے اور میرے سر کے تاج ہیں۔ کوئی بھی بدطینت آدمی ان شہزادوں کے بارے میں میری طرف سے بے سروپا باتیں منسوب کرنے کی یا لوگوں کو یا خود ان شہزادوں کو میری طرف سے بے جا بدظن کرنے کی ہرگز فضول و بیکار کوشش کی ناپاک جسارت نہ کرے۔ کسی بھی بدباطن شخص نے سلسلۂ رحیمیہ کی انتہائی مضبوط اور گہری بنیادوں کو ہلانا، اُکھیڑنا، کھوکھلا کرنا تو کجا، معمولی ہاتھ لگانے کا بھی ذرا سا ارادۂ بد کیا تو اس کے ہاتھ کو سب سے پہلے کاٹنے اور توڑنے والا شخص میں خود ہوؤں گا۔ ایسا کمینہ خود ہی ان تحت الثریٰ تک پہنچنے والی جڑوں کی انتہائی گہری بنیادوں میں قارون کی طرح غرق ہو کر رہ جائے گا۔

﴿كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ﴾ (سورۂ ابراہیم، آیت: ۲۴)

۲۔ میری اولاد آگے اپنے ہر بچہ اور بچی کو قرآن کریم حفظ کرائے۔

۳۔ میری اولاد اور نسل میں جو فرد ڈاڑھی منڈوانے یا کتروانے کے شرعی جرم کا ارتکاب کرے اس کے والدین اس کے سر بھوؤں اور پلکوں کے بال مونڈ کر گھر سے باہر نکال دیں۔

۴۔ اے اللہ! میں نے آپ سے جو کچھ مانگا اپنی رحمت و عنایت سے وہی سب کچھ آپ نے مجھے عطا فرمایا۔ اسی رحمت و عنایت کے صدقے میں مجھے یہ نعمت بھی نصیب فرما دیجیے کہ میری اولاد میں سے جو حفاظ و قراء قرآن پاک کے پڑھنے پڑھانے میں لگے رہیں انھیں تو آپ اوپر نیچے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے نعمتوں میں خوب غرق فرما دیجیے۔ اور ان کی کوئی ضرورت بھی نہ رہنے دیجیے۔ خوب برکات سے مالا مال فرما دیجیے۔

لیکن جو افراد قرآن پاک سے منہ موڑ کر دنیوی کاروبار تجارت یا ملازمت کے دھندے میں پڑ جائیں ان پر ہر طرف سے نعمتوں اور برکتوں کے دروازے تنگ کر کے اس تنگی کو دوبارہ قرآن پاک کی طرف لوٹ آنے کا ان کے لیے ذریعہ بنا دیجیے۔ آمین

اور اب اخیر میں آخری بات یہ ہے کہ بعد میں تم سب مجھے اپنی دعاؤں میں بھول نہ جانا۔ تمہاری دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے میری بخشش فرمادی تو میں بھی تم سب کو بالکل نہیں بھولوں گا۔ تمھیں ساتھ لے کر ہی جنت میں بفضلہٖ تعالیٰ انشاء اللہ جاؤں گا۔

مدینہ منورہ، مسجد نبوی شریف　　　　فقط، ناکارہ مخلص خطاکار

۱۵/ ذی قعد ۱۴۱۶ھ بیوم اربعہ　　　　**محمد طاہر رحیمی مدنی** غفر اللہ لہ

تربیتِ اولاد

۱۔ اپنی اولاد اور شاگردوں کی اصلاح سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرو کیونکہ ان کی آنکھیں آپ پر مرکوز ہیں۔ جو آپ کو کرتا دیکھیں گے ان کو وہ اچھا اور جو آپ کو چھوڑتا دیکھیں گے اس کو برا سمجھیں گے۔

۲۔ اولاد و شاگردوں کی اصلاح و تربیت کے لیے اہم ترین ذریعہ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہے۔

۳۔ اپنے منہ کی بے حد صفائی رکھو۔ پسینے کی بدبو سے پاس بیٹھنے والوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اور قرآن پاک کی تلاوت کے ادب کے بھی خلاف ہے۔

۴۔ کپڑوں کی اور جسم کی خوب صفائی رکھو۔ پسینے کی بدبو ہرگز پاس بیٹھنے والوں کو محسوس نہ ہونی چاہیے۔

۵۔ گھروں کی خوب صفائی رکھو۔ یہ میری روح کی آواز ہے۔ نیز اس میں جان، مال، اولاد کی برکت کا راز بھی پوشیدہ ہے۔

۶۔ گھر سے نکلو تو والدین کے ہاتھ ماتھا چوم کر الوداعی کلمات کہہ کر سلام کر کے ان کی رضا و دعاء کے ساتھ نکلو۔

۷۔ گھر سے نکلو یا داخل ہوؤ تو دروازے کو سختی سے نہ بند کرو نہ کھولو۔ اور نکلتے وقت یہ

دعاء پڑھو: بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ۔

۸۔ آگے کی طرف معمولی جھک کر درمیانی رفتار سے چلو۔ نہ بہت سست نہ بہت تیز رفتار۔

۹۔ راستے کے بیچ میں نہ چلو بلکہ دائیں پٹری پر خطرہ سے خوب مامون ہو کر چلو۔

۱۰۔ راستے میں کسی کو سلام یا کلام کے لیے مت ٹھہراؤ کیوں کہ بسا اوقات اس نے کسی سے معین وقت کا وعدہ کیا ہوا ہوتا ہے اس سے اس کی وعدہ خلافی کی نوبت آئے گی۔

۱۱۔ راستے میں کسی بوڑھے یا نابینا کو دیکھو تو اس کے ساتھ تعاون کرو۔

۱۲۔ راستہ چلتے ہوئے نہ کھاؤ پیئو نہ کتاب میں دیکھ کر پڑھو کہ یہ راستے کے آداب کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ خطرہ سے بھی خالی نہیں ہے۔

۱۳۔ راستے میں چلتے ہوئے تھوکو مت، کہ یہ علاوہ خلافِ ادب ہونے کے مضرِ صحت بھی ہے۔

۱۴۔ علم کو خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے حاصل کرو۔ دکھاوا یا شہرت ہرگز مقصود نہ ہو۔ بلکہ تحصیلِ علم سے مقصودِ عمل اور نفع پہنچانا ہوتا کہ یہ چیزیں اللہ کے یہاں ثوابِ عظیم کا باعث بنیں۔

۱۵۔ استاد کے آنے پر اس کے احترام اور اس کے علم کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔

۱۶۔ ایک روزنامچہ بناؤ جس میں یومیہ اہم باتیں اور فوائد و نصائح کی باتیں نوٹ کرتے جاؤ۔

۱۷۔ سچائی میں دنیا و آخرت کی نجات ہے۔ اور وہ جنت تک پہنچاتی ہے۔ جھوٹ سب نقائص و عیوب میں بدترین نقص و عیب ہے جو آخرت میں دوزخ تک پہنچائے گا۔

۱۸۔ اگر تم جھوٹے مشہور ہو گئے تو لوگ تمہاری سچی باتوں کا بھی اعتبار نہ کریں گے۔ اور اگر سچے مشہور ہو گئے تو لوگ آپ کی ہر بات پر یقین و اعتبار کریں گے۔

۱۹۔ ہنسی مذاق میں بھی کوئی جھوٹی بات ہرگز مت کہو۔ بلکہ ہر بات میں اپنی زبان کو سچائی ہی کا عادی بناؤ۔

۲۰۔ اپنی کتابوں کاپیوں قلم دوات وغیرہ کی خوب حفاظت کرو۔ اور ان کو خوب صاف

ستھرا رکھو۔

۲۱۔ کسی سے کوئی کتاب عاریتاً لو تو اس کو خراب مت کرو۔ اور واپس دیتے ہوئے اصل مالک سے اس کو خوب جانچ پڑتال کرالو۔

۲۲۔ مخربِ اخلاق افسانوی کتابوں سے پرہیز رکھو کیونکہ اس سے وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور اخلاق بھی خراب ہوتے ہیں۔

۲۳۔ اپنی کتابوں اور کاپیوں پر فضول باتیں مت لکھو۔ ان کو سیاہی کے دھبوں سے بھی بچا کر رکھو۔

۲۴۔ قلم کو اپنے کپڑوں یا بالوں سے ہرگز صاف مت کرو۔ قلم کو دانتوں میں دبا کر مت رکھو۔

۲۵۔ کبھی کبھی نفلی صدقہ بھی کیا کرو اس سے الا بلا دفع ہو جاتی ہے۔

۲۶۔ راستے میں ادھر ادھر دکانیں وغیرہ دیکھتے ہوئے مت چلو بلکہ پورے وقار و احترام سے چلو۔

۲۷۔ گھر کا دروازہ بہت زور سے مت بجاؤ۔ بلکہ نہایت آہستگی و نرمی سے بجا کر اپنے آنے کی اطلاع دو۔ اگر دوسری بار بجانے کی نوبت آئے تو غیر معمولی وقفہ کرو۔

۲۸۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوؤ، بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اپنے آگے سے کھاؤ۔ کھانے سے فارغ ہو کر حمد و شکر بجالاؤ۔ اپنے ہاتھ منہ کو صاف ستھرا رکھو۔

۳۰۔ کھانے میں عیب مت نکالو۔ تمہارے قریب کوئی بیٹھا ہو تو اس کو کھانے کی دعوت دو خواہ تم اس کو نہ بھی پہچانتے ہو۔

۳۱۔ بچا ہوا کھانا خیرات کردو۔ کوڑے میں مت ڈالو ورنہ نعمت چھن جانے کا ڈر ہے۔

۳۲۔ استاد کو والد کی جگہ سمجھو۔ اس کی محبت و تعظیم والد کی طرح بجالاؤ۔

۳۳۔ اگر تمھیں کسی مسئلے میں پورے وثوق کے ساتھ استاد کی غلطی کا یقین ہو جائے تو تخلیہ میں کامل ادب و احترام سے سوالیہ انداز میں ان کے سامنے اس کا تذکرہ کرو۔ برملا ان کی غلطی کا چرچا مت کرو۔

۳۴۔ تم استاذ کی محبت و تعظیم سے آگے دینی خدمات احسن طریقہ سے انجام دے سکتے ہو۔

۳۵۔ استادوں کے ساتھ بدتمیزی والا مذاق مت کرو۔ ان کے ساتھ ایسی باتیں مت کرو جیسے اپنے ساتھیوں سے کر رہے ہو۔

۳۶۔ جب تک چھوٹے ہو اور ابھی تک استاد وغیرہ نہیں بنے ہو خوب علم حاصل کرلو۔ ورنہ بڑے ہو کر اور استاد بن کر تمہیں شرم کا احساس ہوگا اور علم حاصل نہیں کرسکو گے۔ اور اس طرح جاہل رہ جاؤ گے۔

۳۷۔ اپنے ساتھیوں کو بھائیوں کی طرح سمجھو، ان سے پورے انس و حلم کا معاملہ کرو۔ جیسا معاملہ تم ان سے چاہتے ہو، ویسا ہی معاملہ تم ان سے کرو۔

۳۸۔ اگر کسی ساتھی کا کوئی فعل خلافِ شرع ہو تو اس کو پورے لطف و حکمتِ عملی سے سمجھانے کی کوشش کرو۔ اگر باز نہ آئے تو اس سے بچنے کی اور کنارہ کشی کی کوشش کرو کیونکہ صحبتِ بد اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتی ہے۔

۳۹۔ ساتھیوں کے سامنے اپنی بڑائی مت کرو، عجب و فخر سے احتراز کرو۔ ان سے پورے ادب و تواضع سے پیش آؤ کیونکہ ادب، علم سے بہتر ہے اور آدمی کی زینت ادب ہی ہے۔

۴۰۔ کنبے کے تمام افراد ماں باپ بھائی بہن وغیرہ تمام رشتے داروں سے خوب ادب و حسن سلوک اور اخلاقِ حمیدہ سے پیش آؤ۔

۴۱۔ والد کے ساتھ خالص دلی محبت رکھو۔ اس کے ہاتھ اور ماتھے کو چومو۔ اور احترام اور شکر کے جذبات سے اس کی تمام باتوں پر عمل کرو۔

۴۲۔ والد سے کوئی فرمائش کرنی ہو تو بہت نیازمندی سے کرو۔ زیادہ اصرار مت کرو۔

۴۳۔ والد کی موجودگی میں پاؤں کو پاؤں پر مت رکھو۔ اس کے سامنے زیادہ ہنسو مت، اس کی آواز سے زیادہ اونچی آواز مت نکالو۔ پوری تواضع و عاجزی سے اس کے سامنے بیٹھو۔ اور اس کی تمام ہدایات و نصائح پر عمل درآمد کرو۔

۴۴۔ بڑے بھائی کو والد کی جگہ اور بڑی بہن کو والدہ کی جگہ تصور کرو۔ چھوٹوں کے ساتھ لطف و احسان اور شفقت کا معاملہ کرو۔ انھیں گالی مت دو۔ ان کی کوئی چیز بغیر ان کی رضامندی

کے مت لو۔

۴۵۔ گھر کے ملازم کے ساتھ بھی سختی و گالی و توہین سے مت پیش آؤ، اور گھر کے ملازم گھر کی چابیاں ہیں ان کو اپنے راز اور بھید کی کوئی گھریلو بات مت بتاؤ۔

۴۶۔ پڑوسیوں کو اذیت مت پہنچاؤ۔ بلکہ ان کی تکالیف و شکایت بیماری و حاجات کے وقت ان کے کام آؤ۔

۴۷۔ پڑوسیوں کے بچوں کے اخلاق خراب ہوں تو اپنے بچوں کو ان سے دور رکھو۔

۴۸۔ سیڑھیاں اوچھے پن سے پاؤں مار مار کر مت چڑھو، نہ اترو۔ بلکہ پوری راحت اور سکون سے چڑھو اترو۔

۴۹۔ کسی کے کمرہ میں بغیر اس کی اجازت کے مت داخل ہوؤ۔ معمولی دستک یا کھانسی کر کے اجازت طلب کرو۔

۵۰۔ کسی کا خط وغیرہ بغیر اس کی اجازت کے مت پڑھو۔ کسی کا قلم یا کاغذ یا دوات یا کتاب بغیر اس کی اجازت کے مت اٹھاؤ۔

۵۱۔ دو شخص باہمی باتیں کر رہے ہوں تو تم خواہ مخواہ ان کی باتوں میں دخل اندازی مت کرو۔

۵۲۔ گرمی میں گھر کی چھت پر مت بیٹھو کیونکہ اس سے دھوپ لگ جانے کی وجہ سے بعض اوقات بخار یا دردِ سر ہو جاتا ہے۔

۵۳۔ گھر کی کوئی بات باہر کسی کو کبھی نقل نہ کرو۔ خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

۵۴۔ گھر میں مہمان آئیں تو بچے ان کو سلام اور مصافحہ کریں۔ ان کے ساتھ پوری بشاشت اور تعظیم کا معاملہ کرو۔

۵۵۔ رات کو نمازِ عشاء کے بعد بہت جلد سونے کی کوشش کرو۔ باوضو سوؤ اور سوتے وقت اخلاص و معوّذتین پڑھنا نہ بھولو۔

۵۶۔ بلا وجہ ہنسنا بد تمیزی کی بات ہے۔ غمی کے موقع پر خوشی کا اور خوشی کے موقع پر غمی کا معاملہ نہ کرو۔

۵۷۔ اپنے آپ کو کھوٹ، منافقت، دھوکہ دہی، کینہ، بغض، حسد، خیانت اور وعدہ خلافی

سے پاک رکھو۔

۵۸۔ نمازِ پنجگانہ باجماعت ادا کرو۔ مکلّف ہوجاؤ تو روزہ رکھو۔ صاحبِ استطاعت ہوؤ تو زکوٰۃ ادا کرو، حج فرض ہو تو فوری حج ادا کرو۔

۵۹۔ جسمانی صحت کی بحالی کے لیے اچھی غذا اور جسم کی صفائی کا اہتمام رکھو۔ اور گرم کے بعد ٹھنڈا استعمال نہ کرو۔

۶۰۔ اپنے نفس کو برائیوں کی طرف مائل دیکھو تو اس طرح ڈانٹ ڈپٹ کرو: اے نفس! تو شرمندگی سے نہیں ڈرتا ہے؟ تو نہیں جانتا کہ اس عالم کے ایک اور عالم بھی ہے؟ تو ملک وقہار سے نہیں ڈرتا؟ تو نہیں جانتا کہ بدکاروں کا انجام جہنم ہے۔

۶۱۔ روزانہ رات کو سوتے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرو۔ جو نیکی کی ہو اس پر شکرِ باری تعالیٰ بجالاؤ۔ اور جو برائی کی ہو اس پر اظہارِ ندامت کرتے ہوئے استغفار کرو اور آئندہ کے لیے اس کے نہ کرنے کا پختہ عزم کرلو۔

۶۲۔ کسی بھی جانور کو مت مارو، نہ بھوکا پیاسا رکھو، نہ اس کی دم یا کان وغیرہ کاٹ کر اس کو بدشکل بناؤ۔

۶۳۔ کسی سے قرض لو تو مقررہ وعدہ سے پہلے ادا کرو۔

۶۴۔ گھر میں کسی بھی انسان یا حیوان یا ذی روح چیز کی تصویر مت رکھو کیونکہ تصویر رحمت کے فرشتے کے داخلے کو روک دیتی ہے۔

مدینیہ

یعنی قرآن پاک کی مدینہ منورہ کے ساتھ خصوصی نسبت ومناسبت کے لحاظ سے مدینۃ المنورہ میں قیام وسکونت کا دستور العمل

۱۔ ضرورت سے زیادہ کسی کے ساتھ تعلق، اختلاط اور میل جول ہرگز نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس سے عبادت میں، پڑھنے پڑھانے میں، خدمت میں اور نینداور آرام سبھی چیزوں میں خلل اور فرق آجاتا ہے اور تمام نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

۲۔ اللہ کے سوا کسی مخلوق سے اور کسی بھی انسان سے کوئی توقع اور سہارا اور امید نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ یہ اونچے مقامات ہیں جہاں اللہ ہی کی ذات سے مانگنا چاہیے ورنہ اللہ کو غیرت آتی ہے کہ یہ اتنی اونچی جگہ آکر بھی اوروں سے امید رکھے ہوئے ہے۔ اگر وہ کام ہونا بھی ہے تو نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کا معاملہ خود اسی کو سونپ دیتے ہیں کہ تم جانو اور تمہارا کام جانے۔

۳۔ یہاں کی کسی کھانے پینے کی چیز میں کسی آدمی میں کسی موسم میں غرض یہ کہ کسی چیز میں بھی ہرگز عیب اور قصور نہیں نکالنا چاہیے۔ بلکہ خاموشی اختیار کرے۔ البتہ احسن طریقہ سے افہام وتفہیم کے انداز میں کسی سے بات کر سکتے ہیں ورنہ سخت گرفت اور نقصان کا اندیشہ ہے۔

۴۔ مدینہ شریف کی یہ خصوصیت ہے کہ اندر کا جو بھی حال ہو ظاہر ہو جاتا ہے۔ اگر نیکی ہے تو جتنی چھپ کر کریں بالآخر ظاہر ہو جاتی ہے اور اگر برائی ہے تو وہ بھی جتنی چھپ کر کی جائے بہر حال ظاہر ہو کر رہے گی۔

۵۔ یہ بہت مقدس جگہ ہے اس لیے یہاں ابتلا وآزمائش کافی آتی ہے۔ بسا اوقات آدمی کا دل اتنا تنگ اور اداس ہو جاتا ہے کہ اس کا جی چاہتا ہے ابھی فوراً وطن واپس چلا جاؤں۔ یہی وقت خاص نوازشات اور فیوضات کے عطاء ہونے کا ہوتا ہے۔ اگر ایسے وقت میں اپنے اوپر قابو پالے، برداشت کر لے، حوصلہ رکھے تو تھوڑے ہی وقت کے بعد طبیعت کُھل جاتی ہے اور دل ہشاش بشاش ہو جاتا ہے اور خاص انعامات سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

۶۔ مدینہ شریف میں بعض لوگ قدرتی طور پر اور تقدیری طور پر اصلاح اور سزا دینے کے لیے مقرر ہوتے ہیں۔ اور ان کا کام ہی غلط سلط افواہیں پھیلانا اور ہر چیز کی ٹوہ لگانا اور جاسوسی کرنا ہوتا ہے۔ ایسے آدمیوں سے ہوشیار اور محتاط رہنا چاہیے۔

۷۔ کئی آدمی بیٹھے بیٹھے باتوں کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہر نقل و حرکت پر نظر رکھتے ہیں۔ اس لیے بہت بیدار مغزی اور چستی اور احتیاط کے ساتھ رہنا چاہیے۔

۸۔ کئی لوگ عقیدے کے بارے میں خواہ مخواہ اور بلا ضرورت صرف پریشان کرنے کے لیے اور عقائد خراب کرنے کے لیے اور آگے تشہیر کرنے کے لیے مختلف سوالات کرتے ہیں۔ بس ایسے آدمیوں کا ایک ہی جواب ہے کہ مجھے کوئی علم نہیں۔ بڑوں سے پوچھو، ہم تو ان ہی کے عقائد پر پابند اور کاربند ہیں۔

۹۔ کئی دفعہ آدمی مدینہ شریف میں اپنے آپ کو بالکل تنہا، بے سہارا اور گویا صحرا اور جنگل میں اپنے آپ کو کھڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔ یہی وقت اللہ کی طرف اور ریاض الجنۃ کی طرف اور مواجہہ شریف کی طرف خصوصی رجوع کرنے کا ہوتا ہے۔ اس پریشانی میں جو مانگے گا وہی ملے گا۔ اور یہی وقت امتحان کا ہوتا ہے کہ کس کس غیر اللہ پر اب اس کی نظر جاتی ہے یا کس کس طریقے سے اور کیسی تضرع اور عاجزی سے دل و جان سے ہم سے مانگتا ہے۔

۱۰۔ جس دن شرطہ (پولیس) اقامہ وغیرہ کے بارے میں پوچھیں تو اس دن سمجھ لینا چاہیے کہ آج ضرور مجھ سے کسی نہ کسی عمل میں، نماز، روزہ، تہجد وغیرہ میں یا تلاوتِ قرآن کریم میں یا پڑھانے میں یا دعاء کرنے میں کوئی نہ کوئی کوتاہی ضرور ہوئی ہے۔ اس لیے خوب رجوع الی اللہ اور توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔

۱۱۔ ریاض الجنۃ میں سب سے افضل جگہ محرابِ نبوی شریف اور منبر شریف کی درمیانی جگہ ہے۔ یہاں پر خوب جی لگا کر نوافل، تلاوت، درود شریف اور دعا میں مشغول ہونا چاہیے۔ فرض نماز کے لیے پہلی صفوں میں جگہ لینے کی کوشش کی جائے مگر نوافل اور تہجد اور دعاء اور نفلی عبادت کے لیے ریاض الجنۃ کا اہتمام کیا جائے۔

۱۲۔ تلاوت کی جو مقدار روزانہ کی مقرر ہے اس کو پورا کر کے زیادہ تر وقت درود شریف

میں لگانا چاہیے۔

۱۳۔ روزانہ جتنی مرتبہ ہو سکے خوب سلام عرض کرے اور یہ نیت کرے کہ مجھے زیادہ سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء اور سلام کے جواب مبارک کی سعادت و برکت حاصل ہو کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سلام کرنے والے کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔ اور سلام ایک دعاء ہے۔

۱۴۔ جب تک آدمی حرم شریف میں بیٹھا ہے اس کی ایمانی حالت میں زیادتی اور اضافہ و ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے خوب طلب و ذوق اور ادب وشوق وخشوع وخضوع کے ساتھ حرم شریف میں بیٹھنا چاہیے۔

۱۵۔ مدینہ شریف کی تکلیف اور پریشانی اور ظاہری مصیبت و بلا کو اپنے لیے نعمت اور رحمت تصور کرنا چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ جو شخص مدینہ کی مصیبت اور تکلیف پر صبر کرے گا میں اس کے لیے قیامت کے دن سفارش کرنے والا اور ایمان کے متعلق گواہی دینے والا ہوں گا۔

۱۶۔ مدینہ شریف کی موت کو نعمت اور غنیمت تصور کرنا چاہیے اور اس کے لیے حسنِ خاتمہ اور آداب و برکات کے ساتھ حقیقی معنوں میں حاصل ہو جانے کی دعاء کرتے رہنا چاہیے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص استطاعت رکھے کہ مدینہ شریف میں موت کے لیے رہنے کے اسباب اس کو مہیا ہوں تو وہ ایسا ضرور کرے کیوں کہ اس کا حشر میرے ہمراہ ہوگا اور یہ بہت بڑی نعمت وسعادتِ عظمیٰ ہے۔

۱۷۔ ایک روایت میں ارشادِ نبوی ہے کہ ہر ملک تلوار اور غلبہ سے فتح ہوا ہے مگر مدینہ شریف قرآنِ کریم سے فتح ہوا ہے اس لیے جس قدر کوشش اور جاں فشانی اور محنت و خدمت تلاوت وتعلیم قرآن کریم کی مدینہ شریف میں کی جائے گی اسی قدر یہاں کی برکات اور فتوحات زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں گی۔

۱۸۔ مدینہ مبارک میں قیامِ مبارک بسا غنیمت اور رحمت و دولت، نعمت وسعادت تصور کرے، ایک روایت میں ارشاد ہے کہ، مدینہ منورہ ایسا مبارک مقام ہے کہ جو شخص یہاں سے

تین روز تک مسلسل غائب رہے وہ ایسے حال میں واپس ہوگا کہ اس کے دل میں جفا اور بے ایمانی اور سختی سرایت کر چکی ہوگی۔ یعنی دل کی جو کیفیت مدینہ منورہ میں ہوتی ہے ان میں تبدیلی اور کمی اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔

۱۹۔ ہر وقت یہ دعاء کرتا رہے کہ 'یا اللہ! مجھے حقیقی اور صحیح معنوں میں مدینہ منورہ کے مطابق اخلاق اور عادات و اعمال اور اطوار و خصائلِ حمیدہ اور اچھی صفات نصیب فرما دے اور صحیح معنیٰ میں اہلِ مدینہ اور حاملینِ قرآن میں سے بنا دے۔' آمین۔

۲۰۔ سعودی حضرات اگر ہمارے مسلک یا عقیدے پر کوئی اعتراض کریں تو صاف صاف کہہ دیں کہ یہ زمانہ غلبہ و کثرتِ جہل و قلتِ علم و اعجاب و کبر و طعن اولین کا ہے، لہٰذا اوّلین کا ہی اعتبار کرنا ضروری ہے اور تمہاری بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

تہجد کی سہولت کے لیے پانچ مجرب اعمال

۱۔ ارادہ رکھے کہ اگر اُٹھ گیا تو تہجد کی نماز ادا کرے گا۔

۲۔ عشاء کی سنتوں سے فارغ ہو کر دو چار رکعت بہ نیت تہجد ادا کر لے۔

۳۔ ٹائم پیس وغیرہ کا انتظام کر کے سوئے۔

۴۔ آنکھ کھلنے پر فوری طور پر چار پائی اور بستر سے علیحدہ ہو جائے۔

۵۔ یہ سوچ کہ بس مختصر طور پر دو چار رکعتیں ادا کرنی ہیں، اس کے بعد انشاء اللہ جب اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا تو خود بخود مزید کی اور لمبی قرأت و قیام کی توفیق ہو جائے گی۔

سہولتِ حج کے مراقبات

۱۔ حج نام ہی تعب و تکلیف، مشقت اور محنت کرنے کا ہے۔

۲۔ انشاء اللہ حج کی یہ عبادات دعائیں اور محنتیں پورے سال مفید و کارآمد ثابت ہوں گی۔

۳۔ آفاقی لوگ کس قدر زرِ کثیر خرچ کر کے حج کرنے کے لیے آتے ہیں اور یہاں سعودیہ کے مقامی لوگوں کو کس قدر کم خرچ پر حج کی سعادت و نعمت میسر آجاتی ہے اس پر جتنا بھی حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

۴۔ حج کے دوران بظاہر جتنی بھی تکالیف اور دشواریاں اور مشکلات اور جسمانی کلفت و مشقت پیش آئے حج سے فارغ ہونے کے بعد اس کی خوشی میں وہ تمام تکالیف ایسی محسوس ہوتی ہیں گویا ایک ذرہ بھی حاجی پر نہیں گزرا اور اس نے بالکل سہولت اور آسانی و عافیت و آرام کے ساتھ حج ادا کیا ہے۔ یہ اسلام اور اس کے عظیم رکنِ مقدس کا خاص اور نمایاں معجزہ اور کرشمۂ ربانی ہے۔

۵۔ حج میں جس قدر بھی خرچہ ہو دل کھول کر بہت خوشی اور خندہ پیشانی سے یہ سوچ کر کرنا چاہیے کہ سب اسی اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اور اسی کے راستے میں ہم خرچ کررہے ہیں، انشاء اللہ اس نیت کی برکت سے خرچہ سے کئی گنا زیادہ اس حاجی کو منجانب اللہ عطا ہوجائے گا اور کھلی آنکھوں اس حج کی نمایاں اور بے حد برکتیں اور ترقیاں دیکھے گا۔ انشاء اللہ

چند اختتامی تحائف

ا۔ قرآن ایک ایسی جاذب کتاب ہے اور اس میں ایسی کشش ہے کہ جو اخلاص کے ساتھ چمٹ گیا اسے پھر نہیں چھوڑتی۔ شاید دارمی کی روایت ہے کہ غیر حافظ صاحب کو بھی قبر میں منزل پڑھنے کے لیے مجلد مصحف دیا جاتا ہے اور جنت کی منازل کا تو زینہ ہی قرآن عزیز کی تلاوت ہے۔ (کشکولِ معرفت، ص: ۱۰۷)

۲۔ علامہ شوکانی نے اپنی تفسیر 'فتح القدیر' میں 'وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس شفاء سے مراد بدنی اور روحانی شفاء ہے۔ (کشکولِ معرفت ص ۱۲۵)

۳۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کے لیے لمبے وقت کو مختصر وقفہ کی شکل میں سمیٹ دیا جاتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے: خُفِّفَ عَلٰى دَاؤُدَ الْقُرْآنُ فَكَانَ يَأْمُرُ بِدَوَابِّهِ فَتُسْرَجَ فَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهُ وَلَا يَأْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ۔ کہ داؤد علیہ السلام کے لیے زبور کی تلاوت اس طرح آسان اور ہلکی کردی گئی تھی کہ آپ گھوڑوں پر زین کسنے کی بابت ارشاد فرمایا کرتے اور زین کسنے سے پہلے ہی زبور پوری طرح پڑھ

لیا کرتے تھے۔ نیز آپ اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے کھایا کرتے تھے۔ اس روایت میں زبور کو قرآن سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہاں بطریق قرأت کے اعجاز کا تذکرہ مقصود ہے۔ حاصل یہ ہے کہ تلاوت وغیرہ اعمال صالحہ کے لیے وقت میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔

(کشکولِ معرفت، ص: ۱۹۱،۱۹۲، مع اصلاح واضافہ۔ مشکوٰۃ، ج: ۲۔ ص: ۵۰۷ مع حواشی)

۴۔ تلاوتِ قرآن میں اخلاص کی ضرورت کے متعلق ایک عجیب حکایت:

بعض صلحاء کا واقعہ ہے کہ انھوں نے ایک رات تہجد کی نماز میں سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کی۔ اتفاقیہ انھیں بعد میں اونگھ سی آ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اُترا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ورقہ تھا جس کو اس فرشتے نے ان کے سامنے رکھ دیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اس ورقہ میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی ہے اور ہر کلمہ کے نیچے دس دس نیکیاں لکھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے کہا کہ واللہ! میں نے تو یہ کلمہ بھی تلاوت کیا ہے لیکن میں یہاں اس کا ثواب لکھا ہوا نہیں دیکھ رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا واقعی تم سچ کہتے ہو۔ تم نے اس کلمہ کی بھی تلاوت کی تھی اور ہم نے اس کا ثواب بھی لکھ دیا تھا لیکن پھر ہم نے عرش سے منادی کی ایک آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ اس کلمہ کا ثواب مٹا دو اس لیے ہم نے وہ ثواب مٹا دیا۔ اس پر وہ صالح آدمی رونے لگا اور کہنے لگا کہ اس ثواب کے مٹانے کا سبب کیا ہوا؟ کہنے لگے جب تم تلاوت کر رہے تھے تو تمہارے پاس سے ایک شخص کا گزر ہوا تھا اور تم نے اس کے سنانے کی نیت سے اس کلمہ پر اپنی آواز اونچی کر دی تھی۔ اس لیے ریاکاری کی وجہ سے اس کلمہ کا ثواب مٹا دیا گیا۔

(اَعَرَفْتَ اَنَّكَ فِی الْحَرَمَیْنِ ، ص: ۲۲۷،۲۲۸)

زندوں کی وصایا

شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم

ہدایات برائے خلفاء ومجازین

نحمده و نصلی علیٰ رسولهٖ الکریم

عرض ہے کہ عموماً اخیر عمر میں ہر شخص اپنے بچوں اور عزیزوں کو اپنی سمجھ اور تجربہ کے مطابق خاص خاص نصیحت و ہدایت کرتا ہے۔ اس لیے یہ حقیر جب کہ اس کی عمر سن ہجری سے ۷۶/سال سے متجاوز ہے۔ اپنی اولاد اور ان احباب کو جن کو اجازت دی ہے، یہ لکھنا چاہتا ہے بلکہ عرصہ سے لکھنا چاہتا تھا۔

اتفاقاً ایک دن تفسیر قرآن کے درمیان یہ آیت مبارکہ سامنے آئی۔ جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی اور لکھنے کے لیے ایک روشنی مل گئی، ایک باب کھل گیا۔ وہ آیت یہ ہے۔

﴿وَ قَالَ مُوسٰی لِاَخِیْهِ هَارُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ﴾ (سورۂ اعراف)

اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بدنظم (مفسد) لوگوں کی رائے پر عمل نہ کرنا۔

اس آیت سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ جب مصلح اپنے مقام سے کہیں جائے (چاہے تھوڑے ہی دنوں کے لیے کیوں نہ ہو) کسی کو قائم مقام بنا کر جانا چاہیے، جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے باہر جاتے تو اپنا نائب بنا کر تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابن مکتوم نابینا کو خلیفہ بنایا تھا۔ اور دوسری بات یہ مفہوم ہوئی کہ اس خلیفہ کو ضروری ہدایات سے آگاہ کردینا چاہیے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو یہ ہدایات فرمائی کہ بنی اسرائیل کی اصلاح کا خیال رکھنا، تاکہ وہ میری عدم موجودگی میں اصلاح کے بجائے فساد کے

شکار نہ ہوجائیں اور خود اپنی اصلاح سے غافل ہوکر مفسد لوگوں کی راہ پر نہ چلنے لگنا۔ یعنی ان کے عقیدوں اور نظریات سے متأثر ہوکر خود ان کے جیسے عقائد واعمال واخلاق کو نہ اختیار کرنا۔

اس سے استنباط کر کے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ہر وہ شیخ و مصلح جو اپنے خلفاء ومجازین کے لیے کوئی طریقہ تجویز کرتا ہے، وہی ان کے لیے مفید و کارگر ثابت ہوگا۔ پس کوئی اس کو چھوڑ کر اپنی تجویز سے یا کسی دوسرے شیخ کا طریقہ اختیار کرے گا تو ممکن ہے کہ بجائے اصلاح کے فساد رونما ہو۔ پس اپنے شیخ کے طریقہ پر استقامت اور اس کی حفاظت ضروری ہے۔ چاہے دوسرے شیخ کا طریقہ کتنا ہی خوشنما اور پرکیف معلوم ہو، اس سے احتراز لازم ہے جو اس کے لیے مانع فیض و برکت ہوگا۔ اس کو خوب سمجھ لیں۔ واللہ الموفق!

اس تحریر کا باعث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ ارشاد بھی ہوا جس کو حضرت حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی نے 'اشاعت اسلام' میں نقل فرمایا ہے، جسے حضرت مصلح الامت مولانا وصی اللہ صاحب ہم لوگوں کو برابر سناتے تھے۔ وہ ارشاد یہ ہے:

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مصلحانہ ارشاد

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میرے علم کے موافق سب سے بہتر شخص کو تم پر امیر بنا کر عدل وانصاف کی ہدایت کردوں تو میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجاؤں گا؟ سب نے عرض کیا کہ بے شک ہوجائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا اتنی بات سے ہرگز سبکدوش نہیں ہوسکتا بلکہ یہ دیکھنا بھی میرا فرض ہے کہ آیا وہ ہدایت پر عمل کرتا ہے یا نہیں۔

نیز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہ کا ایک ملفوظ نظر سے گزرا۔ فرماتے ہیں کہ: ”نسبت کا حصول تو آسان ہے مگر اس کا تحفظ، بقا اور ترقی مشکل ہے، اس کی بہت فکر اور اہتمام رکھیں، بہت سے احباب اجازت پر مطمئن ہوکر بجائے ترقی کے جمود یا تنزلی کی طرف جانے لگتے ہیں۔“

لہٰذا میں خود اکابر ومشائخ کے طریق پر رہنا چاہتا ہوں اور اپنے متعلقین کو بھی اسی پر ثابت قدم رہتے دیکھنا چاہتا ہوں اور اس میں اللہ کی مدد طلب کرتا ہوں۔ واللہ المستعان

میری خوش نصیبی ہے کہ حضرت مصلح الامت نے اجازت دیتے وقت یہ فرمایا تھا کہ چونکہ تم لوگ ہمارے طریق کو سمجھ چکے ہو اس لیے سلوک وطریق کے کام کی اجازت دیتا ہوں۔

اب مقصود سلوک اور حاصل طریق کے متعلق اپنے اکابر طریق کے ارشاد پڑھیے!

مقصودِ سلوک از مرشد الامت عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

مقصود تمام سلوک سے یہ ہے کہ معاصی سے نفرت ہو جائے اور اطاعت کی طرف رغبت ہو جائے اور حالات تڑپ و بیقراری مقصود نہیں۔ بندہ بندگی کو بنا ہے نہ کہ بے قراری کو۔

(مکتوبات رشیدیہ، ص:۹۴)

حاصلِ طریق

از حکیم الامت مجدد الملّت مولانا اشرف علی تھانوی:

''وہ ذراسی بات جو حاصل ہے تصوف کا یہ ہے کہ جس طاعت میں سستی محسوس ہو، سستی کا مقابلہ کر کے اس طاعت کو کرے اور جس گناہ کا تقاضا ہو تقاضے کا مقابلہ کر کے اس گناہ سے بچے۔ جس کو یہ بات حاصل ہو گئی، اس کو پھر کچھ بھی ضرورت نہیں، کیوں کہ یہی بات تعلق مع اللہ پیدا کرنے والی ہے اور یہی اس کی محافظ ہے اور یہی اس کو بڑھانے والی ہے۔''

ف: سبحان اللہ! کیسے جامع ملفوظات ہیں جو یقیناً طریق کی جان ہیں اور سالکین راہ کے لیے بلکہ جملہ مسلمین کے لیے راہ ہی نہیں شاہراہ ہیں جو بہت سی الجھنوں کا علاج بلکہ تریاق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تعلیماتِ اکابر پر عمل کرنے کو جملہ سالکین بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے آسان فرمائے اور اپنی نسبت اور معرفت کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین

اس کے لیے چند ہدایات اپنی سمجھ کے مطابق درج کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر ہم سب کو توفیق عمل مرحمت فرمائے۔

ہدایت نمبر ۱:

اولاً اپنی اصلاح کی فکر رکھیں اس لیے کہ یہ فرض عین ہے، اس کے ساتھ اپنے متعلقین کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھیں۔

ہدایت نمبر۲:

ظاہر ہے کہ اپنی اصلاح ہو یا دوسروں کی۔ اس کے لیے علم کی ضرورت ہے اور اس علم کی تحصیل کے لیے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مثل آفتاب و ماہتاب کے سمجھیں۔ اسی طرح سیرت اکابر کو سامنے رکھیں۔ اس کے لیے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی کی تصانیف کا ضرور مطالعہ کریں۔ خصوصاً تصوف و سلوک کے صحیح علم کے لیے آپ کا رسالہ 'قصد السبیل' کو حرفاً حرفاً پڑھیں اس لیے کہ اس رسالہ کو حضرت حکیم الامت نے بڑی تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔ جو سیکڑوں کتب تصوف کا عطر و خلاصہ ہے۔ نیز اس حقیر کی تصنیف 'معارف صوفیہ' کا مطالعہ بھی مفید ثابت ہوگا۔ جس میں 'قصد السبیل' مکمل اور اکمل الشیم اور ارشاد الملوک کی تلخیص و خلاصہ شامل ہے۔

ہدایت نمبر۳:

اوراد و وظائف کی پابندی کے ساتھ اپنے اعمال کا محاسبہ ضرور کرنا چاہیے۔ حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب اس کی بہت تاکید فرماتے تھے یعنی سوتے وقت چند منٹ یہ سوچیں کہ ہم نے کتنی طاعات کیں اور کتنی معاصی۔ پس اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور معاصی سے توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔

ہدایت نمبر۴:

ہمارے اکابر مراقبہ کی بھی تعلیم فرماتے ہیں، اس لیے اپنے اکابر کے لکھے ہوئے طریقہ پر اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ مراقبات میں ایک مراقبۂ موت ہے۔ جس کے لیے حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب 'خلیفہ حکیم الامت' نے کچھ مؤثر اشعار کہے ہیں، جن کو تنہائی میں پڑھنا چاہیے اور متاثر ہونا چاہیے۔

رہا وعظ کے بعد خاص رسوم و قیود کے ساتھ ان اشعار کو خاص ترنم سے پڑھنے کا معمول بنانے میں آئندہ مفاسد کا اندیشہ ہے اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

ہدایت نمبر۵:

اسی طرح مشائخ چشتیہ کے نزدیک ذکر اللہ متوسط جہر سے کرنے کی اجازت ہے خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی مگر وہ بھی ذکر مرفط (بہت زیادہ بلند آواز) سے کرنے کو منع فرماتے ہیں اس لیے مسجد میں مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کے ساتھ ذکر کرنا کسی طرح روا نہیں ہے۔ مزید یہ کہ یہ نمازیوں کے انتشار اور خلل کا سبب ہوگا۔ اور اگر اس کا ربط گھروں سے کر دیا جائے تو عورتوں کے لیے مزید الجھن و پریشانی کا سبب ہوگا۔ اس لیے اس سے بھی پرہیز لازم ہے۔

پس خاص طریقہ سے مراقبہ اسی طرح ذکر بالجہر سے وجد و کیف کا حاصل کرنا روا نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت حکیم الامت نے فرمایا ہے کہ مقصود عمل ہے نہ کہ وجد و حال، ہاں محمود ضرور ہے، مگر اس کے حصول کے لیے طریق کے خلاف کسی عمل کو ہرگز ہرگز گوارا نہیں کیا جاسکتا اور ایک مسئلہ جس میں اعتدال رکھنا چاہیے یہ ہے کہ مختلف اہل حق سے ملاقات کرنا بلکہ ان کی مجلس میں شریک ہو کر استفاضہ کرنا روا ہے مگر خاص اصلاح و تربیت میں اپنے ہی شیخ کی تعلیم پر عمل کرنا چاہیے، ورنہ تو مرید انتشار کا شکار ہو کر اصل کار سے محروم ہو جائے گا۔ نیز اہل سنت والجماعت کے مسلک کو مضبوطی سے پکڑنا اور دوسروں کو اس کی ہدایت کرنا ضروری ہے۔

ہدایت نمبر۶:

یہ ہے کہ اپنے انفرادی و اجتماعی حالات سے شیخ کو ضرور مطلع کرنا چاہیے تاکہ وقت و حال کے مناسب مشورہ دیا جاسکے، اس کے علاوہ حالات کے علم سے اطمینان بھی رہتا ہے کہ الحمد للہ کام طریق کے مطابق چل رہا ہے۔

ہدایت نمبر۷:

یہ ہے کہ اللہ کے ارشاد ''و امرھم شوریٰ بینھم'' کی رو سے جملہ متعلقین نسبی و روحانی کو چاہیے کہ دینی و دنیوی ہر معاملہ میں باہم مشورہ کرلیا کریں۔ اس کی وجہ سے باہم ملاقات کا موقع میسر ہوگا، جس سے ربط و تعلق قائم رہے گا، جو بہت سی خیرات و برکات کا موجب ہوگا۔

یہ چند ہدایات ہیں جن کو اپنے متعلقین خصوصاً خلفاء و مجازین کے لیے نہایت غور و خوض کے بعد مرتب کیا ہے۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ اس کے پڑھنے کے بعد جو تاثر ہو اس سے آگاہ کریں تاکہ مجھے اطمینان ہو۔ واللہ الموفق!

جناب حضرت علی احمد صاحب دامت برکاتہم کی ہدایات

اہلِ اصلاح اور اہلِ جذب کے لیے

جناب حضرت علی احمد صاحب کا مکان موضع بھٹکن ضلع سیوان ہے۔ ان کی اصل صفت صوفیانہ زندگی یعنی متبع سنت و شریعت ہے۔ ایک عرصہ تک ہمارے مرشدی و قطبِ زمانہ حضرت حاجی منظور احمد مصرولیا کی صحبت میں رہے اور حضرت کے توسط سے ہی حضرت مولانا حکیم احمد حسن منوروہ سے بیعت ہوئے اور راہِ سلوک طے کیا اور حضرت سے خلافت بھی ملی۔ خوب خوب صاحبِ فکر و نظر، ذوقِ سلیم، شعور و وجدان کے حامل ہیں۔ بقیدِ حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تا دیر قائم رکھے۔ اور ان کی ذیل کی ہدایات سے راہِ سلوک والوں کو خوب خوب مستفیض و مستفید فرمائے۔ آمین۔ ایک عرصہ تک راقم ثمین اشرف کے حجرہ میں والدی حضرت حاجی محمد ابراہیم مرحوم کے تعلق کے سبب مقیم رہے۔ اب سیوان میں مقیم ہیں۔

جناب حضرت علی احمد صاحب دامت برکاتہم کی ہدایات

(حضرت نے اپنے مضمون میں انسانی جذبات جیسے قوت، غصہ، حسد، کینہ، تکبر و غرور کے اسباب پر اچھی بحث کی ہے۔ جو عام اہلِ تصوف کے یہاں نادر ہے۔ ثمین اشرف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم – اللھم صل علیٰ سیدنا محمد النبی الامی

عکسِ عرفان و محبت

اے اللہ حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع نصیب فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے اجتناب کی توفیق عطا فرما۔ الٰہی ہماری ایسی حفاظت فرما جس طرح ایک ماں اپنے دودھ پیتے بچے کی حفاظت کرتی ہے۔ اگر بچہ اپنی نادانی سے اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کے اسباب اختیار کرنا چاہتا ہے تو ماں اس بچے کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے۔ اور اسبابِ ضرر کو دور پھینک دیتی ہے۔ اے اللہ!

آپ نے خاک کے اس حصے کو اپنے فیضِ ایجاد سے سونا بنایا اور دوسرے حصہ ابوالبشر یعنی بابا آدم کی تخلیق کی۔ الٰہی مجھے میرے نفس کی ذلت، حرص وطمع سے نکال دے اور قبر میں اُترنے سے پہلے شک اور شرک سے پاک فرما۔ اے اللہ! تجھ ہی سے نفسانی اور شیطانی وساوس پر مدد مانگتا ہوں۔ تجھ ہی پر بھروسہ ہے۔ تو میری مدد فرما۔ کسی دوسرے کے سپرد نہ کر اور تجھ ہی سے سوال کرتا ہوں ناامید نہ کر۔ تیرے کرم کی امید کرتا ہوں مجھے محروم نہ فرما۔ اپنے درگاہِ عالی سے دور نہ کر۔ تیرے ہی در پر کھڑا ہوں مجھے نہ دھکیل۔ اے اللہ! اگر ہم سے دعا مانگنے کے آداب وطریقے میں کوتاہی ہوگئی ہو تو معاف فرما۔ آپ سلطانِ سخن ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

نہ ہوں گا یاد سے غافل کبھی میں ایک لمحہ بھر
کہ شاید کس گھڑی اس کی نظر پڑ جائے عاصی پر

استعدادِ انسانی

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی خمیر میں اپنی معرفت کی استعداد ودیعت کردی ہے اور وہ استعداد ہدایت بالفعل مستلزم ہے۔ جس طرح ایک معدن دوسرے معدن کے مخالف ہیں یعنی جو لوہے کی کان ہوگی اس سے چاندی نہیں نکالی جاسکتی اور جو چاندی کی کان ہوگی اس سے لوہا نہیں نکل سکتا۔ لہٰذا اشرف المخلوقات افرادِ انسانی میں بھی کچھ تمیز واختلاف خالقِ کائنات نے ڈال دی ہے۔ اور یہ تمام کیفیات نفس سے ہویدا ہیں۔ ہر انسان اپنی جبلت کے ساتھ دنیا میں آتا ہے۔ لہٰذا استعداد وعادات میں تغیر وتبدل کمی وبیشی کا تصور لاحاصل ہے۔

مخبرِ صادق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی حقائق کی طرف نشاندہی فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم سنو کوئی پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو اسے مان لو لیکن کسی شخص کے بارے میں یہ سنو کہ اس نے اپنی پیدائشی جبلت وخصلت چھوڑ دی ہے تو ہرگز یقین نہ کرو کیونکہ انسان اپنی فطری جبلت کی طرف لوٹتا رہتا ہے۔ بزرگوں نے انسان کی اسی فطری استعداد کی بنا پر اہلِ اصطلاح اور اہلِ جذب کے درمیان فصل وتمیز کرکے ہر ایک کی قسمیں بتائی ہیں۔

اہلِ اصلاح

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعضاء و جوارح کے عوامل اور دل و دماغ کے احوال بڑے مودب ہوتے ہیں۔ ان میں دین و دنیا کے ضروری اور اہم تقاضوں کو پورا کرنے کی یہ صلاحیت ہوتی ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ ان میں قلق و اضطراب کی کیفیت نہیں ہوتی۔ حق و باطل اور اچھی بری باتوں میں تمیز کرنے کی بڑی زبردست صلاحیت پائی جاتی ہے۔

اہلِ جذب

وہ لوگ ہیں جن میں دنیا کے کاموں اور مشغلوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا رجحان رہتا ہے اور ان کی دلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ مادّی دنیا سے دوری، علاحدگی، یکسوئی اور نجاتِ کلی حاصل ہو۔

اہلِ باطل اور اہلِ دل بزرگوں نے ان دونوں (اہلِ اصلاح اور اہلِ باطن) کی جدا جدا قسمیں بتائی ہیں جن کی تفصیل درجِ ذیل ہے۔

اہلِ اصلاح کی چار قسمیں ہیں

(۱) قسم اوّل وہ ہے جن میں ملکی قوت اور بہیمی قوت شدید ہو اور دونوں میں ہم آہنگی اور توازن قائم ہو۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جن میں ملکی قوت شدید ہو اور بہیمی قوت ضعیف ہو اور دونوں میں توازن اور ہم آہنگی ہو۔

(۳) تیسری قسم وہ ہے جن میں ملکی قوت ضعیف اور بہیمی قوت شدید ہو اور دونوں میں ہم آہنگی اور توازن برقرار ہو۔

(۴) چوتھی قسم وہ ہے جن میں ملکی قوت اور بہیمی قوت دونوں ضعیف ہوں اور دونوں میں ہم آہنگی اور توازن برقرار ہو۔

اہلِ جذب کی چار قسمیں ہیں

(۱) جن کی ملکی قوت شدید اور بہیمی قوت بھی شدید ہو اور دونوں میں نزاع اور تصادم برپا ہو۔

(۲)　جن کی ملکی قوت شدید اور بہیمی قوت ضعیف ہو اور دونوں میں نزاع اور تصادم قائم ہو۔

(۳)　جن کی ملکی قوت ضعیف اور بہیمی قوت شدید ہو اور دونوں میں نزاع اور تصادم برقرار ہو۔

(۴)　جن کی ملکی قوت ضعیف اور بہیمی قوت بھی ضعیف ہو اور ان دونوں میں نزاع اور تصادم برقرار ہو۔

نوٹ: قویٰ سے مراد مختلف انواع و اقسام کے اعیان کی استعداد ہے۔ مثلاً انسان کی صورت نوعیہ، راست قامتی اور چہرے کے ظہور کی متقاضی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ان حضرات کی ان تمام صفتوں پر غور کریں تو ان کے احکام بھی الگ الگ معلوم ہوں گے۔

جس شخص میں قوتِ بہیمیہ زیادہ ہوگی اسے ریاضت اور عبادت کی ضرورت بھی زیادہ ہوگی۔ ان کو کمال حاصل کرنے کے لیے فاقہ کشی بھی کرنی ہوگی۔ ان کے لیے شب بیداری ناگزیر ہوگی۔ ان کے اندر جو آثار پیدا ہوں گے وہ بہت قوی ہوں گے۔ ان کی توجہ میں بھی بڑی قوتِ تاثیر جنم لے گی۔

جس شخص کی قوتِ بہیمیہ ضعیف ہو اس کو زیادہ ریاضت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ ان کو عرصہ تک کثرت سے ذکر کرنا چاہیے۔ اس طرح وہ اپنی منزل کو طے کرسکتا ہے۔ کمزور بہیمیہ والے سے کوئی کمال ظاہر نہیں ہوتا۔ اسے اتنی کم ہمتی ہوتی ہے کہ اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔

جس شخص کی قوتِ ملکیہ شدید ہوتی ہے وہ فنا اور بقا اور فردیت کے علاوہ دوسرے بلند مقام کا اہل ہوتا ہے۔ اس میں ایسی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ ماوراء مادیات کی خبر دیتا ہے۔ جس شخص کی قوتِ ملکیہ ضعیف ہوگی اسے کشف ہوتا ہے۔ وہ دوسرے شخص کی باتوں کو اللہ کے فضل سے معلوم کرسکتا ہے۔ ایسا شخص انوار کا مشاہدہ بھی کرسکتا ہے۔ مذکورہ بالا چاروں قسموں کے الگ الگ تاثیر کا بیان کردیا گیا۔ اب اہلِ اصلاح اور اہلِ جذب کے نفس میں یہ قوتیں کس طرح اثر انداز ہوتی ہیں اسے چند جملے میں پیش کیا جاتا ہے۔

اہلِ جذب کی قوت

جن کی قوتِ بہیمیہ ضعیف ہو ایسا شخص اگر کسی چیز کی طرف میلان رکھتا ہو تو اس کے میلان میں زور نہیں پیدا ہوگا۔ اور لوگوں کو ان سے عقیدت بھی نہیں ہوگی۔ اس کے برعکس جن کی

قوتِ بہیمیہ شدید ہوتی ہے ان کی نظر بڑے بڑے کاموں پر ہوتی ہے۔اس میں اضطرابی کیفیت پائی جاتی ہے۔ وہ ہاتف کی آواز بھی سنتے ہیں۔اور انھیں الہامی فیضان بھی ہوتا ہے۔اس طرح شدید قوتِ بہیمیہ کے ساتھ ساتھ قوتِ ملکیہ بھی شدید ہو تو جلیل القدر مقامات سے انھیں نوازا جاتا ہے۔ اگر قوتِ ملکیہ کم ہو اور قوتِ بہیمیہ میں شدت ہو تو ایسا آدمی قابلِ میدانِ جنگ ہوتا ہے۔ وہ ایسے بہادر ہوتے ہیں کہ دنیا کا کوئی کام انھیں مشکل نظر نہیں آتا۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

اہلِ جذب میں سے جس شخص میں قوتِ بہیمیہ ضعیف ہو، دنیا کے کاموں سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ ملکی قوت شدید ہو تو اللہ کی رضا کے لیے وہ دنیا کو ترک کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ پھر اس میں بہیمیت کے ساتھ ملکی قوت ضعیف ہو تو ایسا آدمی اگر اپنی منزل حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے لیکن اگر حالات سازگار نہ ہوں گے اور اپنی استعداد کو اپنے مقصد میں نہ لگا سکا تو سب چیز چھوڑ کر کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔

اہلِ اصلاح کی قوت

یہ شرع کے سب سے زیادہ پابند و فرمانبردار ہوتے ہیں۔ایسے لوگوں میں سے جن لوگوں میں ملکی قوت شدید ہوتی ہے وہ اللہ کی حکمتوں کو اسی کے فضل سے جاننے والے ہوتے ہیں۔ وہ لوگ فرشتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور قوم کی امامت و قیادت کے حقدار ہوتے ہیں۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

مگر جن کی ملکی قوت کمزور ہوتی ہے صرف شریعت کے ظاہری اعمال کے پابند ہوتے ہیں۔اور تھوڑے پر قناعت کر کے خوش رہتے ہیں۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا

ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

اہلِ اصلاح اپنی منازل دھیرے دھیرے چیونٹیوں کی چال میں طے کرتے ہیں۔

یکا یک ان میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

مئے وحدت کا آتا ہے سرور آہستہ آہستہ
تھکا ماندہ مسافر منزل پر جاتا ہے آہستہ آہستہ

لیکن اہلِ اصلاح میں جن لوگوں کی قوتِ بہیمیہ شدید ہوتی ہے ان کے معاملے کچھ اور ہوتے ہیں۔اس کے پرواز اور عروج کی نہایت نہیں ہوتی۔اس کا اندازہ تو وہی کرسکتا ہے جس کو اللہ نے اس خوبی سے نوازا ہے۔

عشق کی اک جست نے طے کردیا قصہ تمام
ورنہ اس عالم کو بحر بے کراں سمجھا تھا میں

حقیقت یہ ہے کہ شدید ملکی قوت والے خال خال نظر آتے ہیں۔اور شدید بہیمی قوت والے بھی کمیاب ہیں۔ان کا وجود بھی بہت کم ہوتا ہے۔سالوں سال بعد ایسے لوگوں کا ظہور ہوتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جن کی ملکی قوت اور بہیمی قوت کمزور اور ضعیف ہوتی ہے ایسے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔اہل اللہ حضرات کے احوال و مقامات میں جو اختلاف پائے جاتے ہیں ان کے کچھ بنیادی اسباب ہیں۔اہل اللہ میں سے بعض بزرگ صاحبِ ارشاد ہوئے ہیں۔بعض بزرگ عامۃ الناس کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں اور بحث و مناظرہ کے دوران بطورِ دعویٰ کرامات و خوارق دکھلاتے ہیں۔بعض ایسے بزرگ ہیں جو گمنامی میں رہتے ہیں۔نہ دوسروں کو پہچانتے ہیں نہ لوگ ان کو پہچانتے ہیں۔اور بعض بزرگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا وجد بڑا زوردار ہوتا ہے اور بعض کا بہت معمولی اور بہت سادہ۔غرض ان تمام تفصیلات اور جملہ کلام کا خلاصہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ اختلاف استعداد کے سبب سے ہے۔

عبدالمؤمن

عارف باللہ عاشقِ رسول حضرت شاہ عبدالغنی نقشبندی مجددی جب سرکارِ دوعالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دین کی خدمت تم کرتے رہو اور اللہ

کے بندوں کے دلوں کو اللہ کے نور سے تم منوّر کرتے رہو اس لیے تمہارا نام 'عبدالمؤمن' رکھا جاتا ہے۔ یہاں غور کا مقام ہے۔ اس سے فکر کو ایک قسم کی تقویت ملتی ہے۔ عابد ہونا، زاہد ہونا، صوفی ہونا، ذاکر ہونا آسان ہے مگر عبدالمؤمن بہت مشکل ہے۔ ان حضرات کے دلوں میں اللہ کے نور کا چراغ روشن رہتا ہے جس کے ذریعہ وہ دوسروں کا چراغ روشن کرتے ہیں۔ گویا یہ لوگ پارس پتھر ہیں کہ اگر اس سے لوہا مس کرے تو سونا بن جائے۔ غور طلب ہے کہ عقیق، نیلم، پکھراج، موتی، فیروز، لعل اور دیگر قیمتی پتھر موجود ہیں مگر پارس پتھر کی خوبی سے محروم ہیں۔ پارس کے سامنے ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

لہٰذا یہ حضرات پارس پتھر کی طرح اکسیرِ اعظم ہیں جو نادرالوجود ہیں۔ خلوت وجلوت میں ان کی صحبت کے برکات نہایت خوش نصیب لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ میرے پیر و مرشد حضرت احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ فرماتے تھے کہ علی احمد ذاکر ہوگئے۔ لطائف کے معاملے بھی ختم ہوگئے۔ لیکن ہماری خواہش ہے کہ اللہ تم کو پارس پتھر اور اہلِ دل بنادے۔ اکثر تنہائی میں بڑی بے قراری سے فرماتے اور میں بھی بڑی عاجزی سے کہتا کہ آپ کے علاج کا سر سمجھ میں نہیں آتا۔ اس عاجز کے لیے اللہ سے دعاء فرمادیں۔ حق یہ ہے کہ ان صفات سے اللہ جن کو نوازتا ہے ان کے حال کی بلندی کا کیا کہنا۔ ایسے حضرات دوست و دشمن کے درمیان فرق نہیں کرتے وہ سب کو نوازتے ہیں۔ ان کے دلوں میں مخلوق کی ہمدردی کا سمندر جوش مارتا ہے۔

میرا تو کام ہے کہ جلاتا چلوں چراغ
رستے میں دوست یا کسی دشمن کا گھر ملے

ان کے دل کے ساتھ ساتھ ان کی آنکھوں میں بھی اللہ پاک اپنے ذکر کی صلاحیت ڈال دیتا ہے۔ اس لیے وہ جس شخص کی طرف توجہ دیتے ہیں آنِ واحد میں اس کی صلاحیت کا اندازہ کرلیتے ہیں۔ جب کسی پر بے خبری کے عالم میں اس طرح کی توجہ ڈالی جائے تو اس کو توجہ انعکاسی کہتے ہیں۔ یہ روحانی تبلیغ کا نہایت عمدہ طریقہ ہے اور یہی ہوتا آرہا ہے۔

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حضرت امیرِ کلاں رحمۃ اللہ علیہ ابتدائے جوانی میں کشتی لڑا کرتے تھے۔ ایک روز بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر اس اکھاڑے سے ہوا۔ آپ کھڑے ہوگئے۔ بہت دیر تک معرکۂ کُشتی کو دیکھتے رہے۔ حضرت بابا صاحب کے بعض اصحاب کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ بدعتیوں کے اس معرکے میں آپ کا ذوق وشوق توجہ ظاہری و باطنی کا سبب کیا ہے؟ بابا صاحب اس خطرے سے آگاہ ہوگئے۔ فرمایا، اس معرکے میں ایک مرد ہے جس کی صحبت سے بہت سے لوگ درجۂ کمال کو پہنچیں گے۔ میں مردِ حق آگاہ پر کمند پھینک کر شکار کرنا چاہتا ہوں۔ اسی اثناء میں حضرت امیرِ کلاں کی نظر حضرت خواجہ بابا صاحب پر پڑی۔ آپ کے جاذب توجہ اور پر اثر نظر نے حضرت امیر کلاں کو مسخر کرلیا اور حضرت بابا نے ان کو تعلیم دی اور حضرت امیرِ کلاں نے مقامِ ارشاد کی دولت کو حاصل کیا۔ حضرت امیرِ کلاں کی صحبت کی دولت سے چار اشخاص مرتبۂ تکمیلِ سلوک کے اعلیٰ عہدہ پر پہنچے۔ آپ کے مریدوں کی تعداد ایک سو چودہ یا اس سے زیادہ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ بزرگوں کی نظر شناسی منٹوں میں اصل ونقل کو چھانٹ کر الگ کردیتی ہے۔ یہ ہے اہل اللہ کی استعداد کہ آنِ واحد میں تبدیلی پیدا کر کے زندگی میں چار چاند لگا دیتے ہیں۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اس ضمن میں چند باتیں اور ہیں جن کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جن میں روحانی فورس (force) زیادہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی قوت سے دوسروں کو شفاء دینے میں مدد کرسکتے ہیں۔ وہ روحانی طور پر لوگوں کی مدد کر کے مصیبت سے نجات دیتے ہیں۔ کمزوروں میں اپنی روحانیت منتقل کرتے ہیں اور دوسروں کو روحانی بنا دیتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کو بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کی روحانی فورس اور قوت کو برقرار رکھیں۔ ان کے لیے مندرجہ ذیل چیزیں لازم ہیں۔

(۱) صحیح تصوّر کا ہونا (اسم ذات کا تصوّر)

(۲) مراقبۂ اسمِ ذات

(۳) مراقبۂ احمدیت اوراس کے ساتھ مندرجہ ذیل باتوں پرعمل کرنا ضروری ہوگا۔

ا۔ دماغ کا وساوس سے پاک ہونا

۲۔ اللہ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی

۳۔ انسانی بھلائی کا جذبہ اورلوگوں کے ساتھ بھائی چارگی کا برتاؤ

۴۔ صلہ رحمی اورخوفِ ربانی کا ہونا

جس شخص میں یہ تمام کیفیت موجود ہوجائیں وہ ضرور پارس پتھرعبدالمؤمن ہوجائے گا۔

He who has great magnetic force can help others in the treatment of disease.

They can help like people magnetically. He can help import his magnetic powers to diseased people. He can magnetic others.

You can incurable your magnetic power through deep concentration and meditation. He who is pure in mind and has sympathy towards people and fear of God can really magnetic others.

ترجمہ : انجذابی طور پر وہ اپنی مقناطیسی قوت سے بیمار لوگوں کو طاقت دے سکتا ہے۔ وہ دوسروں کو انجذابی قوت پیش کرسکتا ہے۔تم اپنی انجذابی قوت کو فکری ارتکاز کے ذریعہ بڑھا سکتے ہو۔وہ جو خالص دماغ اورلوگوں کے تئیں ہمدردانہ جذبات اوراخلاص رکھتا ہے اورخوفِ الٰہی سے جس کا دل معمور ہے وہ یقیناً دوسروں کو نفع پہنچا سکتا ہے۔

سلبِ امراض

۱۹۶۴ء میں راگھوپور دیارا میں میری پوسٹنگ ہوگئی۔اپریل کا مہینہ تھا۔پیرومرشد حضرت مولانا احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شرفِ زیارت کو مظفرپور چلا آیا۔حضرت نے مجھے حکم دیا کہ تم مکان چلے جاؤ اور میں بھی تمہارے یہاں جاؤں گا۔حضرت کی محبت میں میں گھر چلا آیا۔ گھر پہنچ کر میں شدید بخار میں مبتلا ہوگیا۔ بڑی چیچک نکل آئی۔حضرت حویلی کے اندر تشریف لائے۔تقریباً دس منٹ خاموش بیٹھے رہے پھر فرمایا علی احمد میں گھر واپس جاؤں گا تم بالکل نہ

گھبراؤ۔ انشاء اللہ جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔ اور پھر حضرت بھٹکن سے روانہ ہو گئے۔ دھیرے دھیرے میں روبصحت ہونے لگا۔ صبح ہوتے ہوتے بخار کی شدت ختم ہو گئی اور دانہ کا نکلنا بھی بند ہو گیا۔ زخم مندمل ہو گیا اور اللہ کے فضل سے میں اچھا ہو گیا۔ حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور وفورِ شوق میں میں مظفر پور چلا آیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت منوروہ تشریف لے گئے۔ گفتگو کے درمیان لوگوں نے بتلایا کہ حضرت فرما رہے تھے، علی احمد کو چیچک نکل آئی تھی میں نے اس کو سلب کر لیا ہے، انشاء اللہ چند روز میں اچھا ہو جائے گا۔ حقیقتِ سلب معلوم کرنے کی غرض سے میں منوروہ چلا گیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے۔ بدن کھول کر دیکھا۔ صاف ستھرا کہیں کوئی زخم نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا مرض بہت سخت تھا میں نے سلب کر لیا۔ اللہ نے رحم فرمایا۔ پھر چیچک کے متعلق مزید باتیں بتائیں۔ جرأت کر کے میں نے پوچھ ہی لیا، حضرت سلب کیا ہے؟ فرمایا آخر آپ نے پوچھ ہی لیا، خیر، سنیے، لطیفۂ روح سے سلب کا کام ہوتا ہے۔ خواہ سلبِ روحانیت ہو یا سلبِ امراض اس لطیفہ کو لطیفۂ سلبیہ بھی کہتے ہیں۔ جب سالک طریقت میں بالغ ہوتا ہے تو یہ قوت بفضلہٖ تعالیٰ پیدا ہوتی ہے۔ اس عاجز نے دریافت کیا کہ طریقت میں سالک کب بالغ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا، جب سالک فنا و بقا کی منزل طے کر لے اس وقت اس میں بہت ساری خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً ان کی توجہ میں طاقت آ جاتی ہے۔ جو شخص فنا اور بقاء سے پہلے ان امور کی طرف توجہ دیتا ہے تو دینے اور لینے والا دونوں ناکام ہوتے ہیں اور اس کی ترقی کے راستے رک جاتے ہیں۔ فنا اور بقاء کے بعد ہاتف کی آواز سنتا ہے۔ اجتہاد کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ دل کی سلامتی میسر ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی خوبی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن سلب کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ اس سے بہت سارے نقصانات ہیں۔ امراض سلب کرنے میں بہت سے خطرات ہوتے ہیں کیونکہ سلب کرنے والا پہلے امراض کو اپنے آپ میں جذب کر لیتا ہے پھر اپنی قوت سے اسے باہر پھینک دیتا ہے۔ اگر پھینکنے میں کامیابی نہیں ہوئی تو پھر ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ پھر سلب کا طریقہ آپ نے بتایا اور یہ بھی کہا کہ اس طرح رجحان کرنے سے روحانی قوت میں کمی آ جاتی ہے۔ اے عزیز! سلبِ بیماری یا روحانی اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ ذکر و فکر سے وابستگی

رہنی چاہیے۔ اور اتباعِ سنت کی کوشش کرنی چاہیے۔ ذکر وفکر کی بنیاد مندرجہ ذیل امور پر ہیں:

(۱) سخی ہونا (۲) راضی برضا ہونا (۳) مناجات ودعا کرنا (۴) ذکر وفکر اختیار کرنا (۵) صوف پہننا۔ کالا کمبل عارفوں کا لباس ہے۔ (۶) فقر وتوکل اختیار کرنا۔

تلخ شیریں بے تکلف جس کو پینا آ گیا
مۓ کشو پینا تو پینا اس کو جینا آ گیا

سالک کے حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ چوبیس گھنٹے کے اندر مندرجہ ذیل کیفیات ان پر طاری ہوتی ہیں۔ انبساط، سکر، صحو، انقباض، ربودگی اور اضمحلال۔ یہ سب الگ الگ نسبتیں ہیں۔ ان کا ذکر طوالت سے خالی نہیں۔

مجذوبیت کے وجوہ ورجحان

کبھی ظاہر پیر کے بغیر معرفت حاصل کرنے کی کوشش اور پیر کی موجودگی میں ان کی طرف التفات اور عقیدت کی کمی سے بھی انسان مجذوب ہوجاتا ہے۔ سلوک کی منزل طے کرانے میں پیر کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ حضرات اہلِ جذب میں سے ہوتے ہیں ان کی بات جدا ہے۔ لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ کوئی واقعہ پیش آیا یا کوئی اور دشواری کے شکار ہوئے یا ناقابلِ برداشت حادثہ سے دوچار ہوئے تو ان کا دل دنیا سے سرد ہوجاتا ہے۔ اور ذاتِ محیط کی قربت اور محبت کا جذبہ ان پر غالب آجاتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی بزرگ نے ایسی توجہ فرمائی کہ مجذوبیت کی کیفیات ان میں پیدا ہوجاتی ہیں۔

اس عاجز کا ذاتی تجربہ

اس حقیر کی پوسٹنگ ۱۹۵۹ء میں پربہار بلاک میں ہوئی تھی۔ اس وقت مجھ پر ایک حالت جذب کی پیدا ہوئی۔ کئی ہفتوں تک جذب ومستی کے تھپیڑے کھاتا رہا۔ لیکن پیر ومرشد کی توجہ عالی سے سلوک کی راہ پر آیا۔ اس وقت کے حال کا کیا کہنا۔ دل ودماغ پر ہلکی ہلکی شورش چھائی رہتی اور ایسی جاذب کیفیات کہ مغلوب الحال رہتا۔ اور پھر ایک قسم کا سرور ایسا طاری ہوتا کہ مجھ کو دنیا وما فیہا سے بے خبر کردیتا۔ فہم کی صلاحیت کم ہوگئی تھی۔ اور ہر لمحہ طبیعت میں دنیا سے کنارہ کشی کا جذبہ مسلط رہتا اور یہی خواہش رہتی کہ ایک طرف خاموش بیٹھا رہوں اور اس لمحہ میں جو مشاہدہ ہوتا ایسا

دلکش معلوم ہوتا کہ اسی شہود میں محو رہوں۔ اور دنیا کے مجذوبانِ حاضر و غائب سے فیوض و برکات کی بارش ہوتی رہتی۔ پھر صوفیائے کرام اور مجذوبان میں جو تصادم ہوتا رہتا وہ مشاہدہ قابلِ ذکر ہے لیکن اس عاجز میں وہ صلاحیت نہیں کہ اس کو قلمبند کر سکے۔ صرف ایک شعر پر اکتفا کرتا ہوں۔

بحرِ فنا میں جو ڈوبے مزہ اسی کو ملتا ہے

جیتے جی جو مر کے دیکھے پتہ اسی کو چلتا ہے

راہِ سلوک میں ایک ایسی وادی ہوتی ہے کہ ہر سالک کو اس وادی سے گزرنا پڑتا ہے۔ حضرت مجدد صاحب کی بارہ نسبتوں میں سے ایک یہ بھی نسبت ہے جو دل کے ویرانہ میں عیاں ہوگئی ہے۔

یہ ہمارے پیر صاحب کی توجہ اور شفقت کا اثر ہے کہ اس ناچیز کو دشوار گزار کھائی سے نکال کر سلوک کی صاف شفاف راہ پر لگا دیا۔ اس موقع پر طریقت کے بھائی مرحوم نظیر احمد صاحب ایکڈنڈی کا بہت احسان مند ہوں کہ میری بے خبری کے زمانے میں میرے ساتھ رہے اور میرے بال بچوں کی دیکھ ریکھ کرتے رہے۔ اور یہ پیر و مرشد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت تھی کہ دس بارہ روز پر منوروہ شریف سے بہار آ جاتے۔ جب میری طرف سے آپ کو اطمینان ہوگیا پھر ایک بار حضرت حاجی منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے کر آئے اور پوری تفصیل سے میری حالت کو سنا اور میں نے ہر چھوٹی بڑی کیفیت کو آپ کے سامنے پیش کیا۔ وہ حالات اب تک یاد ہیں لیکن تحریر کے قابل نہیں۔ حضرت نے فرمایا اللہ نے رحم کیا ورنہ تمہارا گھر ویران ہو جاتا۔ حاجی منظور احمد سے کہہ دیتا ہوں وہ تم کو دیکھتے رہیں گے۔ تم ان سے زیادہ مانوس ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ سلوک اور جذب دونوں ایک آئینہ کے دو رخ ہیں۔ اس کی تفصیل تو بہت دشوار ہے لیکن مندرجہ ذیل اشعار سے کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

کسی کو رات دن ہر وقت سرگرمِ فغاں پایا

کسی کو فکرِ گوناگوں سے ہر دم سرگرداں پایا

کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیرِ آسماں پایا

کہ ایک مجذوب کو اس غمکدہ میں شاداں پایا

Dr. Haniuman had discovered the real disease of the man over pride fecoloursy hatred age etc. There are mental disease.

ترجمہ: ڈاکٹر ہینومین بابائے ہومیوپیتھی نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ انسان کے حقیقی امراض کبر، بغض، کدورت، حسد اور نفرت کا جذبہ ہیں۔

تکبر، حسد، نفرت، غصہ یہ تمام خصائلِ رذیلہ ہیں جن کی شریعت نے مذمت کی ہے۔ قارئین کی دلچسپی اور معلومات کے لیے ان کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

تکبر :(Pride) تکبر کی دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک حبِ جاہ ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ کسی کو حقیر سمجھنا، غیبت کرنا اور اپنی برتری کا احساس کرنا، اپنی خطا کو تسلیم نہ کرنا، اپنے ظلم کا اعتراف نہ کرنا اور مظلوم سے معافی مانگنے میں شرم محسوس کرنا۔ اس کی ابتداء شہوت سے ہوتی ہے۔ مخلوق کی نظر میں وہ زیادہ اور معظم ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک لوگ سر جھکاتے ہیں اور اسی طرح دھیرے دھیرے ان پر فرعونیت اور تکبر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

منفی اثر : اس سے سالک کی ترقی رک جاتی ہے۔ بلکہ ایسا شخص روبہ زوال ہوجاتا ہے۔ میڈیکل اصول کے مطابق تکبر کا انسان کے جسم پر بڑا خطرناک اثر پڑتا ہے۔ جسم کے خلیے cells ٹوٹ جاتے ہیں۔ ایسا انسان بہت زود رنج ہوتا ہے۔ اس کے ہرٹ (دل) گردہ، تلی، پت میں ایسا منفی اثر پیدا ہوتا ہے جن سے لاعلاج اور مہلک امراض جنم لیتے ہیں۔

حسد : (jealousy) حسد انسان کو اپنے مولا کے رحم و التفات سے گرا دیتا ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں حسد کی انتہائی مذمت کی گئی ہے۔ نیز احادیث میں بھی حسد کی برائی بیان کی گئی ہے۔ ایک جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ’’حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔ یہ ایمان کو برباد کر دیتا ہے۔ راہِ سلوک میں یہ خطرناک گھاٹی ہے۔ جو گم ہوا وہ گم ہوا۔

جسمِ انسانی پر اس کا اثر : سائنس بتاتا ہے کہ یہ ایک اعصابی مرض ہے جو پٹھے کی قوت کو برباد کر دیتا ہے۔ رگ و ریشہ کمزور پڑ جاتے ہیں۔ جس طرح دیمک سوکھی لکڑی کو چاٹ

جاتا ہے یہ انسان میں احساسِ کمتری پیدا کر دیتا ہے۔اس سے پست حوصلگی اور تنگ نظری پیدا ہوتی ہے۔ایسے لوگ دردِ قولنج کا شکار ہوتے ہیں۔

نفرت: (hatred) وہ منفی جذبہ ہے جس سے اخلاص کا محل چور چور ہو جاتا ہے۔ بھائی چارگی اور انسانی محبت عداوت میں بدل جاتی ہے۔

انسانی جسم پر اس کا اثر: سائنس کے اصولوں کے مطابق جذبۂ نفرت سے انسانی نربھ (nerve) کمزور ہو جاتا ہے۔ بے چینی، کھانسی، بخار، قلتِ دم اور بدہضمی کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔

غیض وغضب: (anger) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ ایک ایسی چنگاری ہے جو انسان میں سلگتی ہے۔اگر کسی کو یہ جذبۂ غیظ پیدا ہو تو اپنی حالت بدل دے۔یعنی کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ جو شخص اس جذبے پر قابو پاتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔

سائنس کے مطابق غصہ کے نقصانات: غصہ خون میں زہر پیدا کرتا ہے۔اس کے علاوہ لیور (جگر)، دماغ، دل، بدن میں کمزوری، گرمی اور بخار پیدا کرتا ہے۔ یہ روح کو استقامت سے ہٹا دیتا ہے۔ دس منٹ کا غصہ انسانی قوت (energy) کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جتنا ایک شخص بغیر کھائے پیئے دو روز تک ہل جوتتا رہے۔علاوہ ازیں اور بھی جسمانی امراض پیدا ہوتے ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

مذکورہ بالا خصائلِ بد کا تعلق انسانی لطائف سے ہے۔ جب تک لطائف کی اصلاح نہیں ہوگی ان رزائل کا دور ہونا ناممکن ہے۔

بزرگوں نے تجربے سے بیان فرمایا ہے کہ ذیل کے لطائف مختلف اقسام کے رزائل کو محو اور نابود کر دیتے ہیں۔

۱) لطیفۂ قلب کے طے ہونے سے حرص وآز اور غیظ وغضب نابود ہو جاتے ہیں۔
۲) لطیفۂ روح کے طے ہونے سے کینہ، حسد اور بغض ختم ہو جاتا ہے۔
۳) لطیفۂ نفس کے طے ہونے سے تکبر، عجب اور نفرت کا جذبہ باقی نہیں رہتا۔

۴) لطیفۂ خفی کے طے ہونے پر خود غرضی نہیں رہتی ہے۔
۵) لطیفۂ خفی کے طے ہونے سے عیش وعشرت اور کاہلی کا جذبہ کم ہوجاتا ہے۔
مذکورہ بالا رزائل کے نابود ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان کی جگہ پر خصائلِ حمیدہ پیدا ہوتے ہیں اور زندگی شریعت کے مطابق ڈھل جاتی ہے اور روح اللہ کے نور سے منوّر ہوتی ہے اور جسم و جان میں ہر آن تجلیٔ الٰہی کی روچلتی رہتی ہے۔ جیسے تار میں برقی روچلتی ہے۔ اور سلوک کا راستہ جلد جلد طے ہوتا ہے۔
مضمون کے اختتام سے قبل چند باتیں اور ہیں جو قابلِ ذکر ہیں۔ اور جن کا تعلق سلوک سے گہرا ہے۔ اور وہ ہیں انسان کے چند اعضاء کا تندرست ہونا مثلاً معدہ، جگر اور دل۔ اگر یہ اعضاء صحت کے ساتھ سرگرمِ عمل ہیں تو سلوک کے راستے میں مدومعاون ثابت ہوسکتے ہیں۔
معدہ : اگر معدہ تندرست نہیں رہے گا اور اپنا کام اعتدال سے نہیں کر پائے گا تو ذکر میں یقیناً خلل پیدا ہوگا۔ نہ مراقبہ ہوسکتا ہے نہ ذکر وفکر۔ کیونکہ یکسوئی نہیں رہ سکتی اور لطائف کے انوار کا ظہور مضمحل ہوجائے گا جس کے نتیجے میں سالک بددل ہوکر اپنے وظائف اور ذکر وفکر کو چھوڑ سکتا ہے۔
جگر : جگر میں فساد ہونے پر سالک کی باطنی کیفیت مکدر ہوجاتی ہے اور اسے ادراک کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ مزید برآں دوسرے اعضاء پر بھی اس کا منفی اثر پڑتا ہے۔
دل : انسانی جسم میں دل ایک مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ دل میں خلل پیدا ہونے پر سالک مشاہدہ کی قوت سے محروم ہوجاتا ہے۔ نہ اسے کشف ہوگا اور نہ القا نہ ارادے میں قوت پیدا ہوگی اور نہ پروگرام کا سلسلہ ختم ہوگا۔ اس لیے سالک کو چند باتوں پر دھیان دینا چاہیے۔ تاکہ ان کے اعضاء صحتمند رہیں۔ کھانے میں اعتدال، روغنی اشیاء کا استعمال کم اور نشیلی چیزوں سے پرہیز بالکل ضروری ہے۔
آخری تحریر : تمام تسبیحات وعبادات سے مقصود یہ ہے کہ نماز شریعت کے مطابق ادا ہوجائے۔ اور تمام خیال ماسوا سے فارغ کردے۔

خلوصِ دل سے جو سجدہ ہوا اس سجدے کا کیا کہنا
وہیں کعبہ سمٹ آیا جہاں میں نے جبیں رکھی

ایک وظیفہ

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دین و دنیا کی مشکلیں اس پر آسان ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور محبت سے مشرف ہوجاوے تو اسے چاہیے کہ ایک سو بیس روز تک ہر نماز سے فارغ ہوکر تین تین بار اول وآخر درود شریف اور اکیس مرتبہ آیت الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کو بخش دے اور دعا کرے کہ اس وظیفہ کی برکت سے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دین و دنیا کی مشکلیں مجھ پر آسان فرما اور اپنی قربت اور نزدیکی عطا کر۔ انشاء اللہ دعاء قبول ہوگی۔

حضرت حکیم محمد کلیم اللہ

ناظم مدرسہ اشرف المدارس ومجلسِ دعوۃ الحق۔ ہردوئی۔ یوپی

حضرت مہتمم صاحب و ناظم صاحب واساتذہ کرام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ

چند معروضات پیشِ خدمت ہیں۔ یہ معروضات قلب پر القا کیے گئے۔

(۱) تعلیم وتعلّم کا مقصد اصلاحِ نفس ہے۔ رضائے باری تعالیٰ اس کا جزو ہے۔ جس قدر خشیت وللّٰہیت بڑھتی جائے گی اسی قدر نسبت مع اللہ میں ترقی ملتی جائے گی۔ علم ایک روشنی ہے، اس روشنی پر اہلِ علم کا چلنا موقوف ہے۔ روشنی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ظاہری، ایک باطنی، ظاہری روشنی سبھی محسوس کرتے ہیں، باطنی روشنی کو اہل اللہ محسوس کرتے ہیں۔

(۲) اہلِ علم کو چاہیے کہ جس قدر علم حاصل کیا ہے اسی کے موافق عمل بھی کریں، علم وعمل میں تلازم ہے۔

(۳) اہلِ علم کو چاہیے کہ بطورِ تشکر دو رکعت صلوٰۃ الشکر پڑھا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے علمِ دین کی خدمت کا موقع عطا فرمایا۔

(۴) اصلاح کا مدار کتابوں پر موقوف نہیں ہے بلکہ کسی قوی النسبت صاحبِ دل اللہ والے سے منسلک ہوجانے پر ہے۔آج ہمارا حال یہ ہے جس کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

خودی ہے اور خودرائی جسے دیکھو ہے مولائی

اسی سے ہیں ناکام مولانا لئیق احمؔد

(۵) اہلِ تصانیف سے گذارش ہے کہ ہر تصنیف اللہ کے لیے کی جائے۔اپنی ناموری کا خیال بھی نہ لایا جائے۔اکثر دیکھا گیا ہے کسی اہلِ علم نے کوئی کتاب لکھی تو دوسرے اہلِ علم اس پر تنقید کرتے ہیں تاکہ ان کی تصنیف مقبول نہ ہونے پائے۔ یہ سب باتیں اخلاص کے منافی ہیں۔ان کو چاہیے کہ صاحبِ تصنیف کو اس عنوان سے اطلاع کریں کہ ''ماشاء اللہ آپ کی تصنیف کو دیکھ کر جی خوش ہوا۔کافی کاوش کے بعد آپ نے اس کو کتابی شکل دی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی سعی کو قبول فرمائے۔''اس کے بعد یوں نشاندہی کریں کہ میری معلومات میں فلاں فلاں چیز اس طرح ہے اسے آپ ملاحظہ فرمالیں۔اگر تحقیق صحیح محسوس کریں تو اس تصنیف کا اس کو جز بنالیں۔ اس طرح سے آپس میں محبت پیدا ہوجائے گی۔ رقابت بھی نہیں ہوگی۔اس ناکارہ کی رفاقت حضرت اقدس محی السنہ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہ سے ۳۵ سال رہی۔حضرت والاؒ کو احقر نے خلوت یا جلوت، تحریر میں یا تقریر میں، تنقید و تنقیص کرتے نہیں دیکھا۔بطورِ استعجاب یوں فرماتے، حیرت ہے فلاں صاحب نے ایسی بات کہی۔

(٦) موجودہ دَور میں مدارس کا انحطاط دو وجوہ سے ہے: ایک تقویٰ کی کمی، دوسرے حبِ جاہ۔کہیں پر یہ ہوتا ہے مجھے ناظم بنایا جائے، مجھے مہتمم بنایا جائے، مجھے شیخ الحدیث و شیخ التفسیر بنایا جائے۔منصب کیلئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔اپنی حمایت کیلئے چند افراد کو اپنا ہم نوا بناتے ہیں۔ مالی منفعت میں یہ نہیں دیکھتے کہ حلال ہے یا حرام الا ماشاء اللہ۔آج کل ہم لوگ دام و درہم کے غلام ہوگئے۔اگر مہتمم و ناظم کے اندر تقویٰ ہے اس کا اثر اساتذۂ کرام پر پڑے گا۔اساتذۂ کرام اگر متقی ہیں تو اس کا اثر طلبہ پر پڑے گا۔سلف صالحین سو فیصد صاحبِ نسبت ہوتے تھے۔اب یہ دور انحطاط کا ہے ایسے لوگ کمیاب ہوگئے۔اسی لیے سلف صالحین نے یہ

معیار تجویز کیا تھا کہ ہر مدرس ذاکر و شاغل ہو، علاوہ درسیات کے اپنے وقت کو مطالعۂ کتب نیز ذکر و فکر میں صرف کرے۔ پوری امتِ مسلمہ عموماً مدارسِ دینیہ خصوصاً اس نعمت سے محروم ہو رہے ہیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے کو تزکیۂ نفس کیلئے کسی کے سپرد کر دے۔

یہ جو کچھ معروضات آپ حضرات کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں، اُمید ہے کہ قبول فرمائیں گے۔ وماعلینا الا البلاغ......والسلام

خاکپائے خلق اللہ

احقر محمد کلیم اللہ

حضرت مولانا تقی عثمانی

دنیا کا تجربہ شاہد ہے کہ محض کتابیں پڑھ لینے سے کسی کو علم کے حقیقی ثمرات حاصل نہیں ہوتے بلکہ اس کے لیے:

''پیش مردے کاملے پامال شو''

یعنی جب تک آدمی کسی مردِ کامل کی مکمل شاگردی اختیار نہیں کرتا اور اس کی اطاعت نہیں کرتا اس وقت تک درجۂ کمال تک نہیں پہنچتا۔ (اقوال سلف، ج: ۵،ص: ۳۳۴)

حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی

موجودہ مسلم دنیا کا سب سے نازک ترین اور پیچیدہ مسئلہ اور مسلمانوں کے لیے سب سے بڑی آزمائش اور سب سے بڑا فتنہ سیاست ہی کا مسئلہ ہے، جو مختلف اسلامی تحریکوں اور دینی جماعتوں کے درمیان افراط و تفریط کا شکار ہے اور جس کی صحیح اور شرعی اصولوں کے مطابق وضاحت اور حد بندی نہ ہونے کی وجہ سے ہر تھورے تھوڑے وقفے سے مسلم نوجوانوں کی بہترین صلاحیت باہم آویزشوں، مسلح آپسی تصادم اور قائم حکومتوں اور برسرِ اقتدار حکمرانوں سے نبرد آزمائی کی نذر ہو جاتی ہیں۔

مصر سے لے کر الجزائر تک کی خونچکاں داستان آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے، لیکن شرعی قیادت کے فقدان کی وجہ سے یہ داستان اور طول پکڑتی جا رہی ہے۔ اور مخالف اسلام

طاقتیں مسلمانوں کی جذباتیت اور زودحسی کا اندازہ کر کے نئے نئے عنوانات سے ان کو برانگیختہ رکھنے کے لیے سو طرح سے جتن کرتی ہیں۔ اور مسلمان اپنی سادہ لوحی سے اندرونی اور بیرونی سازشوں کا مسلسل شکار ہوتے چلے جارہے ہیں۔ افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ پچاس سالوں سے یہ جھوٹ مسلسل بولا جارہا ہے کہ علماء دین کے ذہن میں اسلام کا ناقص تصور ہے۔ مکمل تصور تو فلاں اور فلاں قائدینِ تحریک کے ذہن کی پیداوار ہے۔ حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ فکر ونظر کی تمام تر بے اعتدالیاں اس لیے سامنے آئیں کہ خود قائدینِ تحریک کا ذہن شرعی اصولوں کی پابندی کے بجائے موجودہ زمانے کے انقلابی نعروں اور سوشلزم کمیونزم جیسی انسانی مفسدانہ تحریکوں کے نہج پر چلنے لگا ہے اور شعوری یا غیر شعوری طور پر مسلمانوں کی مشکلات ومصائب میں مزید اضافہ کا باعث بن گیا ہے۔ (حیات وخدمات، ص:۴۰۴)

مکرّم مولانا عبداللہ صاحب کا پودری

بعض اہلِ علم سے ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں کہ تعجب ہوتا ہے کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے علم کے ہوتے ہوئے ایسی باتیں کیسے سرزد ہوتی ہیں اور سر شرم سے جھک جاتا ہے، اس لیے ان چیزوں کی اصلاح بہت ضروری ہے اور یہ بغیر اخلاق کی درستگی کے ممکن نہیں اور صحیح بات تو یہ ہے کہ بغیر اصلاحِ اخلاق کے ذکر کا بھی اثر نہیں ہوتا۔ اس لیے خانقاہ کی بنیاد دو چیزوں پر ہے: تکثیرِ ذکر اور تحسینِ اخلاق یعنی ذکر اللہ کی کثرت کے ساتھ اخلاق کی درستگی کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔ تب ہی خانقاہ خانقاہ ہے ورنہ کچھ نہیں۔ (اقوالِ سلف، ۶/۱۰۱)

حضرت مولانا امین اشرف قاسمی کی اہلِ خانہ کو وصایا

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على خاتم المرسلين، اما بعد

کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو پھر وہ دو راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

جو شخص وصیت کر کے مرا وہ صراطِ مستقیم اور طریقۂ سنت پر مرا اور تقویٰ اور شہادت پر مرا اور مغفرت کی حالت میں مرا۔ (ابنِ ماجہ)

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ اگر کسی کے ذمہ کوئی حق واجب ہے تو اس شخص پر اس کی وصیت لکھنا واجب وضروری ہے اور یہ وصیت کرنا اس کے لیے بڑے عظیم اجر وثواب اور مغفرت کا باعث ہوگا اور یہ حق ہر ایک انسان پر معاملات کے علاوہ ان حقوق سے متعلق بھی ہے جو ایک دوسرے پر اخلاقاً وشرعاً عائد کیے گئے ہیں مثلاً اولاد کی دینی تعلیم وتربیت کا حق والد پر اور بیوی کی مذہبی ودینی نگہداشت کا حق اس کے شوہر پر۔ لہٰذا اگر اولاد نابالغ ہو تو یہ ضروری ہے کہ اس کی دینی تربیت، تعلیم وتمدن کی بھی فکر کی جائے اور اس باب میں بھی وصیت کرنا 'حق' کی ادائیگی ہی کی وصیت کرنا ہے۔

اسی طرح اپنے تمام ماتحت اور دینی مسئولیت ونگہداشت کے باب میں بھی جو ایک مرد مومن پر واجب وضروری ہو اس کو دین پر قائم رہنے کی وصیت کرنا 'حق' کی ادائیگی ہے۔

لہٰذا میں مندرجہ ذیل وصیت کرتا ہوں جس پر میرے تمام شرعی ورثاء ومتعلقین کو عمل کرنا شرعاً واجب وضروری ہے۔

پہلی وصیت متعلق بامورِ دین وعقائد

(ا) ان تمام وصیتوں میں سب سے پہلی وصیت! اوصی نفسی بتقوی الله میں اپنے نفس کو اور تم سب کو یعنی اپنے بیٹا بیٹی، بیوی اور تمام بھائی اور اپنے تمام متعلقین وجملہ شرعی ورثاء کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں کہ اصل اثاث اور مومن کی کامیابی اسی میں ہے اور اس کے ساتھ اور بھی تمام فرائض وواجبات کی ادائیگی کی وصیت کرتا ہوں کہ جس کے بغیر ایمان کامل ہو ہی نہیں سکتا اور وہ امور یہ ہیں:

(الف) توحید خالص: یعنی صرف اور صرف ایک اللہ کا اقرار اور تمام اُمورِ خیر وشر میں مؤثر حقیقی (یعنی تمام اچھائی وبرائی پہنچانے کا خالق ومالک) صرف ایک ہی ذات اللہ ربّ العزّت کو ماننا اور جاننا اور ہر وقت صرف اُسی کی طرف متوجہ رہنا۔

(ب) نماز: کہ حتی الوسع اس کی حفاظت کی جائے اور بروقت باجماعت اور مسجد میں اس کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے اور یہ مردوں کیلئے ہے۔ خواتین، اذان کی آواز سننے کے بعد حتی الوسع وقت فارغ کرکے پہلے نماز ادا کرلیں پھر گھریلو کام کاج میں مشغول ہوں کہ اکثر عورتیں

گھریلو کام کاج میں پھنس کر نماز کو مؤخر کر کے اوقاتِ مکروہہ میں ادا کرتی ہیں اور صلوٰۃِ ساھون یعنی نماز میں سستی کرنے کے گناہ میں ملوث ہوتی ہیں۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نماز یاد ہی نہیں رہتی اور کام کی مشغولیت میں نماز کھو بیٹھتی ہیں۔ اس لیے اذان کے بعد فوراً اس کام سے فارغ ہوکر دوسرے کام میں مشغول ہوں کہ آخرت میں سب سے پہلے پوچھ نماز کی ہوگی اور جو نماز کے حساب میں کامیاب ہوگیا تو باقی امور میں اللہ اپنی خاص کرم کا معاملہ فرمائے گا جیسا کہ یہ مضمون احادیث میں بیان کیا گیا۔

(ج) روزہ: ماہِ رمضان کے روزے پوری پابندی سے رکھیں اور اس ماہ میں تراویح کی نماز کا خاص اہتمام کریں اور خواتین کے اوپر بھی بیس رکعت روزانہ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ مرد تو جماعت کے ساتھ تراویح ادا کریں اور خواتین بلاناغہ پابندی سے روزانہ منفرداً تنہا تنہا تراویح کی نماز کی ادائیگی کریں اور رمضان المبارک کے فضائل بے شمار ہیں۔ اس موضوع پر رمضان کے ماہ میں 'فضائل رمضان' نام کی کتاب خصوصاً حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی ضرور مطالعہ کرلیا کریں۔ اور رمضان کے اوقات کی حفاظت کریں۔ نوافل، تلاوتِ قرآن کی کثرت کریں۔ اور لیلۃ القدر کی راتوں کو وصول کرنے کا خاص اہتمام کریں۔ اور اس ماہ مبارک میں اس ناکارہ کے لیے بھی دعائے مغفرت اور درجات کی بلندی کے لیے دعا کا اہتمام کریں اور رمضان میں پابندی سے میرے لیے بھی قرآن کا کچھ نہ کچھ حصہ پڑھ کر ضرور ایصالِ ثواب کر دیا کریں۔

(د) زکوٰۃ: اگر اللہ تبارک وتعالیٰ وسعت عطا کرے تو ٹھیک ٹھیک حساب کر کے پابندی سے وقت پر زکوٰۃ کی ادائیگی کر دیا کریں اور فرض زکوٰۃ سے علاوہ حاجت مندوں کو نفلی طور پر بھی دینے کا اہتمام کریں اور اگر زکوٰۃ فرض نہ بھی ہو تو حسبِ وسعت وتوفیق فقراء اور حاجت مندوں کی حاجت برآری کرنا اللہ کی رحمت کو آپ کی طرف متوجہ کرے گا اور یہ عمل باطنی طہارت کے لیے بہت ہی زود اثر ہے، جیسا کہ قرآن مجید نے اس کا کئی موقعوں پر تذکرہ کیا ہے۔ گاہے گاہے فقراء کو کھانا بھی کھلا دیا کریں۔ اور اگر وسعت وتوفیق ہو تو میرے ارادہ سے بھی کبھی کبھی فقراء کو کچھ دے دیا کریں کہ اس کا ثواب وہ مولائے بزرگ و برتر میری روح کو عطا کرے اور آپ سب کا مجھ پر احسان ہو۔

(ھ) حج : اگر اللہ تبارک وتعالیٰ وسعت عطا کردے تو اس فریضے میں وسعت کے بعد قطعاً تاخیر نہ کریں کہ مال کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر مال رہا بھی تو زندگی کی کوئی گارنٹی نہیں۔ میں نے اپنے رب سے میزابِ رحمت کے نیچے یہ دعا کی ہے اور اس کے علاوہ اور بھی مقاماتِ مستجاب پر بڑی آہ وزاری سے رب کے حضور یہ دعا کی ہے جس کی قبولیت کی مجھے اپنے کریم رب سے بڑی اُمید ہے کہ یا ربّ العالمین! تیرا فضل واحسان ہے کہ میں کسمپرسی کے دور میں تھا تو نے مجھے اس دور سے نکال کر عزت واحترام کی زندگی عطا کی۔ اور علم دین سے نوازا اور اسی کی بدولت مجھے دنیا میں عزت عطا کی۔ اور مولا! میں سوچ نہیں سکتا تھا (جو میرے ابتدائی احوال تھے) کہ تو اس ذرّہ کو اتنا نوازے گا۔ اور تو اپنے گھر بیتِ عتیق اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمام اولیاء، صلحاء، اتقیاء، ابرار کے مرجع ومسکن کی زیارت سے مجھے مشرف کرے گا مگر میرے مولا! تیرا مجھ پر یہ احسان ہی احسان ہے اور میرے رب! یہ تیری عظیم دولت ہے کہ تو نے میرے دادا، میری دادی، میرے والد اور میری والدہ کو اپنے اس گھر کا حج اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرائی اور مجھ کو بھی اس شرف سے نوازا گویا تین پشت سے ہمیں اپنے اس گھر کی حاضری کی توفیق بخشی۔ میرے مولا! اسی طرح قیامت تک میری اولاد اور ان کی اولاد کو اور بھائیوں کو اس شرف سے نواز دے اور اپنے گھر کا حج اور اپنے حبیبؐ کے روضے کی زیارت سے مشرف فرما۔

لہٰذا جب بھی وسعت ہو تو اس کام میں تاخیر نہ کریں اور جب یہ سعادت حاصل ہو تو مجھے بھی اس سفر کے برکات سے محروم نہ کریں۔ اپنی تمام دعاؤں کے ساتھ میرے لیے بھی دعا کا اہتمام کریں۔ اور دو چار طواف کر کے میری روح کو اس کا ثواب پہنچا دیں۔ اور کچھ نوافل حرمِ مکی ومدنی میں پڑھ کر ایصالِ ثواب کریں کہ حرم میں نماز کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے۔ کہ اس کے اجر سے آپ بھی محروم نہ ہوں گے اور میری روح کو بھی شادابی حاصل ہوگی اور مرنے کے بعد اپنے ورثاء کی طرف سے مُردوں کے لیے اس سے بڑا کوئی تحفہ نہیں۔ گو زندگی میں بھی اجر سے خالی نہیں۔ لہٰذا ہر دو حال میں ایسا کریں۔

(و) تلاوتِ قرآن مجید : روزانہ بلا ناغہ خواہ ربع جزو (پاؤ پارہ) ہی کیوں نہ ہو، تلاوتِ

قرآن مجید کی پابندی کریں۔

(ز) اصلاحِ نفس یا بیعت: کسی پیر کامل اور اللہ والے سے منسلک یعنی بیعت ہوکر، وصول الی اللہ کی سعی بلیغ کریں اور ان کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف پر حتی الوسع پابندی کریں۔ اور دفعِ رذائل اور حصولِ کمالات کی کوشش کریں اور اس سلسلے میں سب سے ضروری امر یہ ہے کہ اپنے آپ کو سب لوگ ہی حضراتِ اکابر دار العلوم دیوبند بالخصوص قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ، حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی برد اللہ مضجعہ، حضرت اقدس شیخ العرب والعجم مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی طاب سراہ، حضرت مجاہد فی سبیل اللہ مولانا اسماعیل شہید دہلوی اکرمہ اللہ نے جو صحیح طور پر ہندوستان میں دین کو پیش کیا ہے اور اس کی ترجمانی کی ہے ان سب سے گہری عقیدت و محبت رکھیں۔

اور ہندوستان میں جو یہ مشہور ہے کہ یہ دیوبندی ہیں تو واضح ہو کہ دیوبندی مسلک ہندوستان میں توحید خالص اور سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نکھری ہوئی شکل کا نام ہے۔ لہٰذا اپنے آپ کو اسی جماعتِ حقہ سے منسلک رکھنے کو باعثِ صد افتخار جانیں، کہ یہ لوگ اللہ کے محبوب بندے اور سنتِ نبوی کے کامل متبع تھے اور جو عقیدہ ان کی کتابوں سے واضح ہے وہ بالکل قرآن و سنت ہی ہے اور اسی میں آخرت کی کامیابی ہے۔ لہٰذا اپنے آپ کو کسی ایسے بزرگ سے منسلک کریں یعنی بیعت ہوں جو مذکورہ اکابر کی راہ پر ہوں اور اگر اس کام پر آپ سب لگ جائیں گے تو انشاء اللہ دین کے سارے ابواب میں فرداً فرداً وہ خود آپ سے عمل کی بیعت لے لیں گے جس پر آپ سب کا کاربند ہونا ضروری ہوگا اور مجھ کو اس وقت دین کے ہر باب میں وصیت کرنے کی ضرورت نہیں۔ گویا میں آپ سب کو اس اہم کام کی وصیت کرکے تمام امورِ دین کی بجا آوری کی وصیت کر چکا اور یہ اس لیے بھی زیادہ موزوں ہے کہ پیر کامل آپ کی موجودہ صورتِ حال کے اعتبار سے آپ کی اصلاح کرے گا۔ اور آپ کی فہمائش کرتا رہے گا۔ جن تمام باتوں کو میں قبل از وقت نہیں لکھ سکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو قبول فرمالیں اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا کریں، آمین ثم آمین۔

(۲) میری اولاد چونکہ ابھی سب نابالغ ہے اور زندگی کا کوئی اعتبار نہیں لہٰذا میں اس بات کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ میری اولاد خواہ ذکور واناث کوئی ہو، کسی کی بھی شادی بدعتی بمقلب 'بریلوی' خیالات رکھنے والے سے نہ کی جائے یا اس گھرانے میں نہ کی جائے جس میں ایسے فاسد و باطل خیالات وعقائد کے دو چار لوگ بھی بستے ہوں کہ اس سے مستقبل میں خطرہ ہے کہ یہ لوگ بگاڑ پیدا کردیں اور دین صحیح جاتا رہے۔ اس لیے رشتہ طے کرنے سے قبل داماد اور اس کے گھر کی پوری تحقیق کرلی جائے کہ یہ لوگ فاسد خیالات کے حامل تو نہیں اور لڑکی دینے کے معاملے میں لڑکی لانے سے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کہ یہ بیچاری مسکین ہیں۔ اور ان پر ان کے شوہر جبراً بھی اپنا دین مسلط کریں گے۔ اس لیے احتیاط بہت ضروی ہے۔ اور اسی طرح لڑکے کی شادی میں بھی بہو لانے میں عقائد کی تحقیق اور گھر کے لوگوں کے احوال کی تحقیق بہت ضروری ہے۔ اس سلسلے میں میرا آنکھوں دیکھا حال اور تجربہ یہ ہے کہ ایک گھر میں ایک بدعتی لڑکی آئی اور وہ پورے گھرانے کو گمراہ کرگئی کہ شیطان راہِ حق سے ہٹانے میں بہت زیادہ معاون ہوتا ہے۔ اللهم اهدنا الصراط المستقیم

(۳) عزیزم بابو نجیب اشرف عرف نجمی وعزیزم محمد لبیب اشرف وعزیزم منیب اشرف وعزیزم نبیل اشرف وعزیزہ بشریٰ ورشدیٰ وعظمیٰ اور یمنیٰ سَلَّمَهُمْ وَ سَلَّمَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰی ، آپ سب میری اس وصیت نامے کو بغور پڑھ کر اس پر عمل پیرا ہوں۔ آپ لوگ اپنے دین وایمان کی خوب خوب حفاظت کریں اور اپنی اولاد کو علم دین پڑھائیں اور قرآن کریم کا حافظ بنائیں کہ اس سے دین ودنیا دونوں کی ہر اعتبار سے بھلائی ہے۔

اس بات کو یاد رکھیں کہ ہمیں جو کچھ بھی عزّت ملی ہے فقط اسی دین پڑھنے کی وجہ سے ملی ہے اور مجھے اپنے رب سے یہ قوی اُمید ہے کہ آپ لوگ اگر تعلیم حاصل کرنے میں اور اپنی اولاد کو تعلیم کرانے میں دین کی راہ پر ہوں گے تو آپ لوگ انشاء اللہ کبھی بھی دین ودنیا میں بے آبرو نہیں ہوں گے کہ ساری عزتیں اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہیں۔

اور آپ سب کو میں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ روزانہ تمام دینی امور کی بجا آوری کے ساتھ حضرات اکابر دیوبند کی کتابیں بالخصوص حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ اور تالیفات کو پوری زندگی مطالعہ میں رکھیں (الحمد للہ حضرت تھانوی کی کتابیں بھی بہت ہیں جس کی فہرست میں ایک ضخیم کتاب ڈاکٹر عبدالحی مرحوم نے تالیف کی ہے جس کا نام ’تالیفاتِ حضرت حکیم الامت‘ ہے۔) گویا کچھ نہ کچھ حضرت حکیم الامت کی تصنیفات سے پڑھنا اپنے لیے ایک معمول اور وظیفہ تصور کریں۔ میرا تجربہ ہے کہ حضرات اکابر دیوبند بالخصوص حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمہ کے مواعظ و تالیفات پڑھنے سے قلب پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے اور اس کے پڑھنے سے عملِ خیر کا خوب خوب داعیہ پیدا ہوتا ہے اور خوفِ الٰہی اور خشیتِ الٰہی کے پیدا کرنے میں تو حضرت کے مواعظ تریاق کا کام کرتے ہوئے انسان کے دل کو نرم کردیتے ہیں۔ اور یہ میرا طالب علمی کے زمانے سے لے کر تادم تحریر تقریباً بیس یا پچّیس سالہ تجربہ ہے اور اس ناکارے کو تو اس سے بہت ہی زیادہ فائدہ محسوس ہوا ہے۔ اگر آپ حضرات نے میری اس وصیت پر پوری طرح عمل کیا تو انشاء اللہ آپ سب اس کے بے شمار فوائد محسوس کریں گے۔

مزید چند امورِ ضروریہ کی وصیت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

﴿وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ اَمۡرِہٖ یُسۡرًا﴾

﴿وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یُکَفِّرۡ عَنۡہُ سَیِّاٰتِہٖ وَ یُعۡظِمۡ لَہٗۤ اَجۡرًا﴾

کہ اللہ ربّ العزت اپنے سے ڈرنے والے کے کام میں آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ اس کے گناہوں کو معاف فرما کر اسے اجرِ عظیم عطا کردیتے ہیں۔ یہی ان دونوں آیتوں کا خلاصہ ہے۔ لہٰذا میں اپنے رب کے آگے جوابدہی اور خوف کے پیشِ نظر اپنے تمام بھائیوں اور بیوی کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد میری اولاد کو اوّل اوّل دین کی تعلیم دی جائے۔ پھر اس کے بعد اگر دینی شعور پیدا ہوجائے اور دنیا کی تعلیم دی جائے جس سے مقصد دین ہی کی خدمت ہو تو مضائقہ نہیں مگر اوّل دین کی تعلیم ضروری ہے اور میں اپنے بعد مفتی ثمین اشرف اور پھر اپنے تمام بھائیوں کو درجہ بدرجہ اس کی وصیت کرتا ہوں کہ آپ تمام لوگ لوجہ اللہ تعالیٰ میرے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کریں اور عنداللہ اجرِ عظیم کے مستحق بنیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا

اپنی اولاد اور اُمتِ رحمت کے لیے لائحۂ عمل

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

و الصّلوٰۃ و السّلام علی خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ و سلم – اما بعد

وصیت بسلسلۂ تلاوتِ قرآنِ مجید

۱۔ تمام مسلمانوں کے لیے قرآن وسنت کی پیروی میں دارین کی سعادت ہے۔

۲۔ روزانہ کسی قدر قرآن مجید کی تلاوت کریں، خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ قرآن مجید کا ترجمہ پھر قرآن مجید کا مطالعہ مسلمانوں سے قرآن مجید نے کیا کہا ہے اس کی جانکاری ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی قبر میں اُتار دیے جاتے ہیں اور ان کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے کن کن چیزوں کا مطالبہ کیا ہے اور ان کی ادائیگی ہم سے کیسے ممکن ہوگی۔ بالفاظِ دیگر اللہ تعالیٰ کا پیغام ہمارے لیے آیا ہے اور ہم بے خبری کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے پیغام کو بغیر جانے ہوئے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔

۴۔ قرآن کریم کو صحت کے ساتھ پڑھنا اور اپنے بچوں کو پڑھانا۔

۵۔ ناخواندہ حضرات قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا ترجمہ دوسروں سے سننے کا اہتمام کریں۔ اگر اس کی فرصت نہ ہو تو محض تلاوت بھی سن لیں۔ مگر اہتمام و دل جمعی کے ساتھ، یکسوئی اور اس تصور کے ساتھ کہ حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس سے دل کی سختی اور قساوت و شقاوت دور ہوتی ہے۔ دل میں نرمی اور اعمالِ صالحہ کے لیے رغبت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت دل میں اُترتی ہے۔ اس سے بہت نفع ہوتا ہے۔

وصیت بسلسلۂ نماز

۱۔ میری تمام اولاد اور عام مسلمانوں کو وصیت ہے کہ نماز کا اہتمام کریں، خاص کر نماز باجماعت پنجوقتہ۔ اس میں دنیا و آخرت کی ہر خیر کے حصول اور دنیا و آخرت کی ہر شر سے حفاظت کا راز مضمر ہے۔ نماز بہت ہی عظیم نعمت ہے۔ جو شخص اہتمام کے ساتھ پنجوقتہ

نمازیں باجماعت ادا کرے گا اور اس کے اہلِ خانہ بھی التزام کریں گے ان لوگوں کو معیشت و روزی کی تنگی انشاء اللہ پیش نہ آئے گی۔ بافراغت روزی ملے گی۔ مگر ہاں، نماز محض رضائے الٰہی کی نیت سے ادا کریں نہ کہ روزی کی تنگی دور کرنے کی غرض سے۔

۲۔ نماز کے ارکان کی ادائیگی میں عجلت و سرعت سے اجتناب کیا جائے۔ نماز کو حتی المقدور خشوع و خضوع کے ساتھ تعدیلِ ارکان، آداب وسنن کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔ سجدہ میں بطورِ خاص استحضار ہو کہ ربّ العالمین کی جنابِ بے نیاز میں ناک رگڑ رہا ہوں اور ان کی بارگاہ میں قرب کا یہ اعلیٰ ترین نسخۂ باری ہے۔﴿وَ اسۡجُدۡ وَ اقۡتَرِبۡ﴾ کا لطف اُٹھائے کہ سجدہ ربّ العزت کے قدموں پر کر رہا ہوں۔

۳۔ نماز میں تاک جھانک، التفات سے بالکل بچا جائے کہ حق تعالیٰ کی نظر نمازی پر ہوتی ہے۔ جب نمازی اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو حق تعالیٰ کی توجہ ہٹ جاتی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی نظرِ رحمت کا ہٹ جانا بڑی محرومی اور خسران کا سبب ہے۔ جب نظرِ رحمت ہی ہٹ گئی تو بچا کیا نماز میں!

۴۔ کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر صفتِ احسان کی نماز کے حصول کی جستجو اور جدوجہد کریں۔ یہ صفت کسی اہلِ نظر کی نظر سے پیدا ہوگی۔ صحابہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت وصحبت سے حاصل ہوئی تھی۔ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کا قول بہت ہی مشہور ہے کہ مولانا بشارت کریمؒ کی نگاہ ومجلس سے احسان کی نماز نصیب ہوگئی
(یہ علاقہ مظفر پور، سیتامڑھی کے جید غیر مقلد عالم تھے)۔

۵۔ نماز سے تعلق مع اللہ کا اتہ پتہ لگتا ہے۔ نماز کو اولیت کا مقام عطا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ راست پر رکھے۔

وصیت بسلسلۂ حیا وغیرت

اسلام حیا و غیرت کا مذہب ہے۔ عزتِ نفس بھی حیا میں پوشیدہ ہے۔ انسانی وقار و شحامت کا راز بھی حیا وغیرت میں ہے۔ آج اس بد دینی کے سیلاب میں عفیف و پاکدامن اور بے غیرت و فاحشہ میں تمیز بھی اُٹھتی جارہی ہے۔ دیندار گھرانوں میں بھی حیا کی چادر اُتر گئی۔

عورتیں، لڑکیاں ایسا ننگا اور غیر ساتر لباس پہننے لگی ہیں کہ غیور بھائی باپ بیٹا اپنی محرماتِ ابدیہ کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ سینہ عریاں لباس عام ہورہا ہے۔ یہودِ بے بہبود نے بازار ڈیزائننگ میں ایسا لباس عام رائج کردیا کہ مسلمان گھرانوں کی بچیاں بھی اس عریانیت سے نہ بچ سکیں۔

لباس کے سلسلے میں میری تمام بیٹیوں، پوتیوں، نواسیوں اور مسلم خواتین، اسلام پسند معاشرہ کی بہو بیٹیوں کو تین چیزوں کا خاص خیال رکھیں:

(۱) لباس شفاف نہ ہو۔ یعنی ایسا باریک اور ہلکا نہ ہو کہ جسم کا گوراپن یا اندر کی گنجی اور اندرونِ لباس کا رنگ اوپر کے کپڑے سے نمایاں نظر آتا ہو۔ ایسا لباس اب عام ہورہا ہے۔ حدیث میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ 'کاسیات عاریات' یعنی لباس ہوگا مگر ساتر نہ ہوگا۔ لباس ہوگا ننگا ہوگا۔ اگر بالکل ہی لباس نہ ہوتو ایسی خواتین سے ہر شخص شرم وغیرت کا معاملہ کرے گا مگر لباس ہو اور ننگا ہوتو ہر شخص حرام لذتِ دید میں بار بار تاک جھانک اور گھور گھور کر دیکھتا ہے اور حرام لذتوں میں مشغول رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور حیا وغیرتِ ایمانی کو سلامت رکھے، آمین۔

(۲) وصّاف نہ ہو۔ یعنی لباس ایسا تنگ اور جسم کی ساخت سے چپکا ہوا نہ ہو کہ عورتوں کی قدرتی ساخت جسم کے کپڑے پر خواہ مخواہ نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہو۔ آج کل یہ بیماری بہت ہی تیزی کے ساتھ ہمارے معاشرے میں پھیل رہی ہے۔ اچھے بھلے دیندار گھرانوں کو بھی متاثر کررہی ہے۔ ہمیں چوکنا رہنے کی ضرورت ہے اور اپنے گھروں کی بہو بیٹیوں کو اس سے سختی کے ساتھ بچانے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ہمیشہ نصیحت کرتے رہنا چاہیے تاکہ غیرت وحیا باقی رہے۔ کم ازکم احساس تو زندہ رہے۔ ایمان بچاؤ اللہ کو پاؤ۔

(۳) لباس کشّاف نہ ہو۔ یعنی لباس ایسا ہمہ گیر آگے سے ساتر ہو کہ اگر کبھی بلا ارادہ جسم سے اوڑھنی اور دوپٹہ ہٹ بھی جائے تو اپنے محرمات کی بھی نگاہ آگے حصہ سینہ اور جسم پر نہ پڑے اور خواتین تو گلہ بند کرتہ یا قمیص استعمال کریں... حیا وغیرت اسی میں ہے۔ حضرت خاتونِ جنتؓ کی قمیص دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اتنی ڈھیلی ڈھالی کہ تصور بھی نہیں ہوتا کہ یہ ان کی قمیص ہوگی۔ مکمل ایک جبہ نما یا عبایا نما۔

آج کل لڑکیوں کے کپڑوں میں کئی عیب ہیں۔آگے سے اتنا کشاف کہ پورا سینہ کھلا نظر آتا ہے اور اگر کسی کے سامنے جھکیں تو پھر کچھ چھپا ہوا نہیں رہتا۔انا اللہ وانا الیہ راجعون۔بازو اتنا چھوٹا کہ سینڈو گنجی یا بنیان؟

مسلم معاشرے میں لڑکیوں کو پینٹ پتلون پہنانا درست نہیں۔حدیث میں لعنت آئی ہے اس عورت پر جو لباس میں مردوں کی مشابہت اختیار کرے اور اس مرد پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرے۔بعض بے وقوف کو دیکھا کہ ایک ہی طرح کا پینٹ اور قمیص دو جوڑا خریدا اور آپس میں میاں بیوی پہنتے ہیں۔یہ بھی تمیز نہیں کہ عورت کا کون سا ہے اور مرد کا کون سا۔

خواتین سے درخواست ہے کہ روزانہ تحفۂ خواتین مولانا عاشق الٰہی مدنیؒ کی کتاب سے ایک حدیث ضرور پڑھ لیا کریں یا پڑھوا کر سن لیا کریں۔بہشتی زیور تو ضرور مطالعہ میں رکھیں۔گھر میں ٹی وی بالکل ہی نہ رکھیں۔یہ دجال کی چال اور ابلیس کا شکاری ہے۔اچھوں اچھوں کے گھر میں بددینی کا ماحول پیدا کر چکا ہے۔حیا وغیرت کا جنازہ پڑھ چکا ہے۔اللہ اکبر! ماں، بیٹی، بہو، بہن، باپ، بیٹا، پوتا، نواسا، دادا ایک ہی جگہ بیٹھ کر بے حیائی کے مناظر کو دیکھتے ہیں۔پھر ناگفتہ بہ احوال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔شرفاء کے خاندان کی بچیاں عفت و ناموس، وقار و حیا کی چادر اُتار کر گھروں سے نکل جاتی ہیں۔یہ واقعات اب کثرت سے ہونے لگے ہیں۔ایسا بھی دیکھا گیا کہ والدین دیندار ہیں اور بچوں کی تربیت سے غفلت برتتے ہیں۔شکل وصورت سے دیندار ہیں مگر اولاد و بیوی بچہ کی طرف سے غفلت۔اور گھر سے دوری بیوی بچوں کو آوارہ بنا دیتی ہے۔ دوستو! بیوی بچوں کے ساتھ مکان میں رہنا اور ان کی دینی تربیت کرنا بھی سنتِ رسولؐ ہے۔اس سے بے اعتنائی نہ برتو۔حقوق وحدود دونوں کا خیال رکھو۔اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرمائے۔

قائدینِ ملت، اولادِ مشائخ اور دینی اداروں کے ذمہ داران سے اخلاص وللّٰہیت اور تقویٰ کی وصیت

۱۔ آج ہمارے معاشرے میں ایک خرابی یہ بھی شدت کے ساتھ آرہی ہے کہ ہم لوگ للّٰہیت اور حق پرستی کی جگہ غلط قیادت اور پیر پرستی کے شکار ہورہے ہیں۔باپ پیر تھا،

ضروری نہیں کہ بیٹا بھی اس مقام پر ہو۔ باپ مسلمانوں کا زبردستی قائد ہوگیا۔ چند ضمیر فروش بے ہوش و گوش، بے شعور احمقوں کو جمع کر کے ملت کی قیادت کا تاج پہن لیا، اب اس کی اولاد نے یہ سمجھ لیا کہ میں ملت کا ابدی خاندانی پیشوا ہوں۔ اور صاحبزادگی کا فتنہ، حبِ جاہ کا خمار ملت کو بربادی کے دہانے پر لے جاچکا ہے۔

دوستو! اسلام میں قیادت وراثت میں نہیں ملتی۔ ہاں ملوکیت وشیطنت کی قیادت وراثت میں تم کو مل سکتی ہے، نورِ نبوت کا تعلق طہارتِ قلب سے ہے اور قیادت کا طالب، جاہ کا طالب، طہارتِ قلب کی نعمت سے محروم ہوگا۔ نورِ نبوت سے محجوب و مردود ہوگا۔

۲۔ دینی تنظیموں، اداروں، خانقاہوں، مزاروں، مراکز و مدارس سب جگہ حبِ جاہ، صدر نشینی اور وراثت کا غلط رجحان پرورش پا رہا ہے اور اپنی نااہلی کے باوجود سب سے زیادہ اہل ہونے کا دعویٰ ہونے لگا ہے۔ اور اب اقتدار کا نشہ اس قدر ہوگیا ہے کہ دنیادار اور دیندار کا امتیاز بھی اُٹھتا جارہا ہے اور یہ ہوس اس قدر تیز تر ہوگئی ہے کہ بزرگوں کی اولاد بھی دنیاداروں کی صف میں کھڑی ہوگئی ہے اور ان کے اندر بھی دین بس نمائش یا جاہ طلبی کا وسیلہ بنا ہوا ہے۔ ان جھمیلوں اور جھگڑوں میں سبھی بلا امتیاز ملوث ہیں۔ ابھی چند یوم قبل ایک ادارے کی جانب سے جلسہ عام منعقد ہو رہا تھا۔ شرکت بلاارادہ ہوگئی۔ اللہ اکبر کبیراً! ابتدا قرآن پاک کی تلاوت سے ہوئی اور وہ تمام آیاتِ قرآنی تلاوت کی گئیں جو کفار و مشرکین کے لیے نازل ہوئی تھیں اور مخاطب کیا گیا ان آیات سے فریق مخالف اہلِ ایمان کو۔ ایک مفتی و عالم نے عوام کو خطاب کیا۔ وہ بھی تمام تر عصبیت، جاہلیت کے بدبودار کلمات تھے۔ جبکہ مخاطب اس کا ان کا فریق تھا اور یہ جلسہ ایک ایسے شخص کی جانب سے منعقد کیا گیا تھا جن کے اجداد و آباء اُمت کے اسوۂ نمونہ اور اس وقت پوری دنیا میں جن کے اخلاص وللّٰہیت اور جدوجہد سے ہزارہا مدارس و مراکز اور مساجد تعمیر ہوئے ہیں اور ذاکرین و صالحین کی جماعت زمین پر نظر آرہی ہے۔ مگر افسوس کہ آج اب اسی خاندان کے افراد نمونۂ جاہ طلبی کے قائد نظر آرہے ہیں۔ مال کی ریل پیل ہے۔ اجداد کے نام پر اموال کی کثرت ہے ..... الغرض اس پورے جلسے میں دین کی کوئی بات نہ

ہوئی اور نہ کسی نے کی۔ بس قوت کا مظاہرہ کیا گیا۔ اپنی برتری جتلائی گئی۔ عوام کو علماء نے خطباء نے بغض، نفرت، عداوت، حسد، حقد، کینہ پروری کا درس دیا اور اسی پر بیان ہوا اور پھر جلسہ اختتام کو پہنچا اور سیکڑوں دیگ بنیں اور عوام کالانعام کو کھانا کھلایا گیا اور بس۔

قیامت میں اللہ تعالیٰ کو ہم کیا جواب دیں گے کہ قوم کا لاکھوں روپیہ خرچ کر کے ہم نے دین نہیں دیا، نفرت پیدا کی جبکہ ہم مدارس اور مراکز و مساجد میں شحناء پر گھنٹوں درس دیتے ہیں اور ہمارا سینہ کینہ سے پُر ہے۔ ہمارے علماء اور خاص کر مراکز مدارس کے اہلِ مشائخ اپنا اپنا جائزہ لیں کہ ہمارے قلوب کا رخ اللہ عزوجل کی طرف ہے یا قیادت و سیادت اور جاہ طلبی کے مناصب پر۔ اب تو دینی مراکز بھی جاہ طلبی سے پاک نہیں ہیں۔ عوام ہم کو دیندار، بزرگ، اولیاء اور نہ معلوم کیا کیا تقدس کی نگاہ سے دیکھتی ہے مگر ہم ہیں کہ ہمارے قلوب کا رخ کہیں مال کہیں جاہ، کہیں امارت، کہیں قیادت اور کہیں سیادت کی جانب ہے۔ ہم لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے فیصلہ کراؤ۔ اور ہمارے مراکز و مدارس کے ذمہ دار سرکاری عدالتوں میں جاتے ہیں، وکلاء کو فیس دیتے ہیں، رشوت دیتے ہیں اپنی نفس پرستی اور خواہشات کی تکمیل کے لیے۔ جاہ طلبی کے حصول کے لیے دین کی اشاعت کے نام پر عوام سے لایا ہوا مال اپنی اغراض پرستی پر صرف کرتے ہیں اور ہم ہیں دیندار!

ہمارے بزرگو! عوام کو عملی روشنی دو۔ قیادت تمھارے قدموں کی خاک بننے پر فخر کرے گی۔ ہمارے بزرگوں کی اولادو! آپ اپنے آباء واجداد کا جو تقدس ہمارے دلوں میں موجزن ہے، ہم چاہتے ہیں وہ تقدس آپ کا بھی ہمارے باطن پر غالب رہے۔ آپ کے آباء و اجداد قیادت و امارت کے منصب سے جوتے کی خاک سے بھی زیادہ متنفر تھے۔ اور آپ کس سمت میں نکل گئے؟ چند دن کی دنیاوی ٹپ ٹاپ کی خاطر اپنی آخرت کو ضائع نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری مکمل تباہیِ دارین سے حفاظت فرمائے، آمین۔

۳۔ قائدین مشائخ کی باطنی خرابی کا اثر فارغین پر بھی ہوا۔ ہر گاؤں، ہر بستی میں آج مدارس و مراکز قائم ہیں۔ اللہ ان کو سلامت رکھے اور اعداء کے شرور وفتن سے محفوظ فرمائے،

آمین .....علماء ومشائخ اہلِ دروس کے نتائج طلبہ اور فارغین پر آج کیوں نہیں ہیں۔ وہ درس تو دیتے ہیں قال اللہ کا اوران کے سینوں میں اللہ نہیں ہے۔ درس دیتے ہیں تقوی کا اوران کی زندگی میں تقویٰ نہیں۔ درس دیتے ہیں طہارتِ قلب کا اور سینہ کینہ سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارے اکابر کے دروس سے نقباء ونجباء، غوث وقطب پیدا ہوئے ہیں۔ ان کی ایک نگاہ نے لوگوں کے دلوں کی دنیا بدل دی۔ اور جب آپ بدل گئے تو دنیا بگڑ گئی۔ امام نے ہی قبلہ وکعبہ سے رخ پھیر لیا تو مقتدی کی نماز کا کیا بنے گا؟ اللہ کے واسطے ہمارے قائدین! آپ رُخ نہ بدلیں۔ اُمت کی نگاہ آپ کی امامت پر ہے۔ کوئی اُمت کی قیادت وامامت کے لیے یہود سے سودا کرر ہا ہے تو کوئی مشرکین سے اُمت کا سودا کرر ہا ہے اور یہ بے چاری عوام آپ کے آباء واجداد کے تقدس پر آپ پر بھروسہ کیے ہوئی ہے۔ کیا بنے گا؟ اس موقع پر جامیؒ کا ایک شعر یاد آ گیا

نسیما جانبِ بطحا گذر کن
ز احوالم محمدؐ را خبر کن

دینی قیادت کا فقدان اور مسلمانوں کا خسران

اس وقت مسلمانوں کی قیادت کا فقدان ہے۔ قیادت دینداروں کے ہاتھ میں نہ ہونے سے زندگی کے ہر شعبے میں تباہی وبربادی آ گئی ہے۔ قائد سو فیصد نہیں تو پچاس فیصد تو دینی شعور ضرور رکھتا مگر وہ بھی نہیں۔ قیادت اس شخص کو دی جاتی ہے جو اسلامی شعور کیا رکھے گا، اسلامی تعلیمات سے یکسر جاہل اور دین سے نفرت کرتا ہے۔ اگر امام کو ہی فاتحہ نہ آتی ہو تو امامت کا منصب ایسوں کو دیا گیا تو پھر کیا ہوگا۔ حج ایک اہم فریضہ ہے۔ زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ اب حج کے لیے رشوت دی اور لی جاتی ہے۔ نام کا انتخاب روپیہ پیسہ کے زور پر ہوتا ہے اسلام کے اہم فریضے کی ادائیگی کے لیے۔ آفس میں بد دین اور رشوت خور کا انتخاب قیامت سے کم نہیں۔ آج کے اس دور میں کمپیوٹر کا نظام ہے۔ جو لوگ نام پیش کرتے ہیں بیشک قرعہ اندازی سے نام کی تعیین ہو۔ مگر جن لوگوں کا نام ایک سال نہ آئے آئندہ سال کے لیے حج کمیٹی آف انڈیا کی ذمہ داری ہے کہ ان ناموں کے ساتھ تقدم کا معاملہ کرے تاکہ آئندہ سال میں ان کا نام

بغیر قرعہ کے آ جائے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اللہ کی عدالت میں پیشی کا خوف ہی نہیں رہا۔

جو لوگ حج کمیٹی سے جاتے ہیں جب ان کی رہائش کے لیے یہاں سے ذمہ دار حضرات مکان کی تعیین کے لیے جاتے ہیں وہ حرمین میں رشوت لے کر مکان کی تعیین کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ حج کمیٹی کے ذمہ دار بننے کے قابل ہیں جو اللہ کے حرم میں رشوت سے اپنی دنیا حاجیوں کے پیسہ سے سجا بسا رہے ہیں؟ استغفر اللہ! وہ کیسے مسلمان ہیں جن کو اللہ کے حرم میں گناہ کے کام سے حیا و شرم نہ آتی ہو۔ کیا وہ مسلمانوں کے حج کی قیادت کے اہل ہیں۔ مگر یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ کیوں؟.... اس کے پیچھے بڑی خطرناک سیاست ہے۔ پارٹی کا جھگڑا تو، کہیں وزارت کا سودا، تو کہیں تعلقات کی فراوانی۔ اللہ کے بندو! دنیا کمانا ہے تو کم از کم عبادت اور حرمین کو ناپاک وسائل کے لیے استعمال نہ کرو۔ حج جیسی پاک عبادت کو تم ناپاک دنیا کے حصول کا ذریعہ بناتے ہو۔ اللہ سے ڈرو۔ بالآخر قبر میں تم کو جانا ہے۔ حرمین کا گناہ لے کر نہ جاؤ۔

لاکھوں مسلمانوں اور اللہ کے مہمان حاجیوں کے حقوق کو کھا کر تمھاری نسل تباہ و برباد ہو جائے گی اور دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہو جاؤ گے۔

قبر کے پتھر کے نیچے تھی میری عیاشیاں
اور میرے اعمال کا سایہ میرے بچوں پہ تھا

یہ میری تلخ نوائی جس پر مجھے معاف کیا جائے گا کہ میرے مخاطب وہی لوگ ہیں جو اس بدعنوانی کے ذمہ دار ہیں۔ سب نہیں۔ جو پاک ہیں ان کی پاکی کو ہزار سلام، میرا سلام اور اسلام کا سلام، مسلمانوں کا سلام۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جما دے، آمین۔ الغرض میرے مسلمان بھائیو! اسلام اور مسلمان کی ذمہ داری کا احساس اگر ہم کو نہیں ہے تو پھر ہم کیسے مسلمان ہیں۔ نام کے یا کام کے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی صراطِ مستقیم پر رہنمائی فرمائے، آمین۔

دینی مدارس و مکاتب کے ذمہ داران کے نام

۱- دینی ادارے، خواہ مدارس و مکاتب ہوں، یا فلاحی و ملّی مسائل کے ذمہ داران ہوں، ان میں خلوص وللّٰہیت غالب ہونی چاہیے۔ خوفِ الٰہی، خشیت و انابت بدرجۂ اتم ہو، اور اس بات کا فیصلہ دوسرے لوگ کریں کہ یہ ذمہ داری کن لوگوں کو سونپی جائے نہ کہ بذاتِ خود

منصب واقتدار کا فیصلہ اپنے لیے کرایا جائے۔

۲- اصحابِ انتخاب آزاد ہوں، ان پر کسی قسم کا دباؤ یا گروپ بندی نہ ہو۔ نہ ہی خاندانی تقدس و احترام کا ذہن ہو۔ اللہ پاک اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا احترام شخصی اور خاندانی تقدس پر غالب ہونا چاہیے کہ یہی بھلی اور خیر کی بات ہے۔

۳- موجودہ دَور میں عظیم دینی درسگاہوں، ملّی و جمعیّتی اِداروں کا قدیم وقار اور خلوص وللّٰہیت کی اصل طاقت جو مجروح ہوئی اس کا واحد سبب یہ ہے کہ قدآور شخصیتیں جاہ ومنصب اور اتباعِ ہدیٰ (ہدایت) کی راہ سے ہٹ کر اتباعِ ہویٰ (نفسانی خواہشات) میں غرق ہوگئیں۔ جن کے آباء و اجداد نے بڑے بڑے سرکاری خطابات کو جوتے کی نوک سے ٹھوکر ماردی، ان کی اولاد نے اپنے باپ کی پگڑی وٹوپی کو بھی بیچ دیا اور لحمِ میّت اور لحمِ خنزیر کی قسموں کو حلال وطیب جانا۔

۴- کبھی بھی جاہ ومنصب کی تمنا نہ رکھیں، نہ کوشش کریں، نہ ہی اس کی مہم چلائیں۔ منجانب اللہ عطا ہو جائے، اللہ کی مدد ہوگی۔ طلب پر بطانۃ سوء (بد باطن) مسلط ہو جائیں گے۔ پھر انصاف وعدل مٹ جائے گا۔ جس کی آمد غیر عادلانہ ہوگی اس کی ذات سے عادلانہ نظام کی اُمید کیسے کی جاسکتی ہے۔

۵- صاحبِ منصب کبھی بھی اپنی اولاد کے لیے اپنی حیات یا بعد الممات اشارۃً یا کنایۃً وصیت نہ کریں کہ ان کو ملّی و جمعیّتی کام کا نگراں متعین کیا جائے۔ اسی کو حدیثِ رسول ﷺ میں کہا گیا ہے کہ مالِ غنیمت کو ذاتی سرمایۂ تصرف جانیں گے۔ اس کو اربابِ شوریٰ اور ملّت کے بیدار مغز کے لیے چھوڑ دیں۔ اگر ابنائے مناصب میں علی وجہِ الکمال صلاحیتیں ہوں گی ان کو خود بخود یہ درجۂ علیا عطا ہو جائے گا۔ ورنہ مشہور حدیث کا مصداق ہوگا کہ جب معاملہ غیر اہل کے سپرد کردیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ موجودہ دَور میں ہر صاحبِ منصب کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کی حیات میں ہی ان کی ناخلف اولاد کو مناصب سونپ دیے جائیں اور اس کا فیصلہ اصل شوریٰ پر اپنا ذاتی رعب ڈال کر دباؤ میں لاکر یہ فیصلہ کرالیا جائے جس کا خمیازہ اُمتِ مرحومہ بھگت رہی ہے۔

حضرت عمرؓ کا تاریخی قول مشہور ہے کہ ''ابنِ عمر اہلِ شوریٰ میں تو ہوں گے مگر امیر نہ بنائے جائیں گے''۔ کیا یہ بات محض اوروں کے لیے رہ گئی ہے اور ہم اس کے پابند نہیں؟

ہندوستان کی سرزمین پر ہر چھوٹا یا بڑا ملّی ادارہ الا ماشاء اللہ، اس سنگین جرم کے ارتکاب سے اپنی روحانی نصرتِ غیبی کھو چکا ہے۔ جس کا میرِ کارواں غیر صالح ہو اس قافلہ کا نگہباں اللہ ہی ہو سکتا ہے۔ جس باغ کا مالی رہزن ہو اس کے پھول کا حشر کیا ہوگا؟

٦- دینی مدارس کے ذمہ دار، عام مدرّسین پر غیر ضروری پابندی عائد کرتے ہیں، یہ بات بالکل ہی غیر مناسب اور غیر اسلامی ہے۔ قرآن نے واضح کہہ دیا کہ ﴿تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی﴾ مثلاً مہتمم صاحبان کی جانب سے پابندی ہوتی ہے کہ شہر کی کسی مسجد میں کوئی مدرّس درسِ قرآن یا درسِ حدیث بغیر مہتمم صاحب کی اجازت کے نہ دے۔ ایک عام مسلمان کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ ''مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ'' (بھلی بات کا منع کرنے والا) نہ بنے۔ البتہ مدرّس حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی سرگرمیوں کی معلومات مہتمم صاحب تک پہنچا دیں مگر مہتمم صاحب کی جانب سے پابندی عائد کرنا...... محض اس نیت سے کہ عام علماء کا اثر و رسوخ شہر میں نہ ہو، جو اِن مہتمم حضرات کے خود ساختہ تقدس کو مجروح کر دے، یہ نفس پرستی ہوئی نہ کہ خدمتِ دین۔ نیز ہر جائز و ناجائز کو مصلحت کہہ کر مہتمم اپنے لیے روا رکھتے ہیں اور وہی عمل یا فعل مصلحت کہہ کر مدرّسین کے لیے شجرِ ممنوعہ کیوں؟ اللہ اکبر!

علماء، خطباء، مدرّسین کے نام

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ

١- حضرات علماء! اپنے مقام اور مرتبہ کو جانیں کہ آپ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ہر وہ کام دیدہ و دانستہ نہ کریں جو علم نبوت اور مقام نبوت کے حاملین کے شایانِ شان نہ ہو۔

٢- حضرات علماء! علم نبوت کو وسائل کے طور پر استعمال نہ کریں بلکہ علومِ ربانی کو محض فضائل اور تقرب الی اللہ کا وسیلہ بنائیں۔

٣- حضرات علماء! اپنی خلوتوں اور جلوتوں میں خانگی، عائلی اور معاشرتی زندگی میں شکلاً و صورتاً، وضع قطع سے شعارِ علماء و صلحاء کی زندہ و تابندہ مثال بنیں۔

۴- حضرات علماء! اپنے قائد اعلیٰ نبی اُمی ﷺ کی سنتوں کے نمونہ بنیں۔ ہر عالمِ دین ترجمانِ نبی ہوتا کہ جہاں جائے ایک مشعل بن کر جہان والوں کو روشن کردے۔

۵- حضرات علماء! آج کے حالات میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی کتابوں کو حرزِ جاں بنا کر رکھیں۔ اس میں سلامتی دارین اور خلوص وللّٰہیت کی وہی قوتِ تاثیر ہے جو ایک مرشد کامل کی صحبت سے طالب حق کو میسر آتی ہے۔

۶- حضرات علماء! اصاغر و اکابر اپنی مجلسوں کی آبروریزی سے محفوظ رکھیں۔ جہاں دیکھئے وہاں دوسرے علماء و اکابر کی آبروریزی نظر آئے گی۔ حتیٰ کہ بعض ان حضرات کو دیکھا گیا جو دنیا میں معروف ومشہور ہیں، ان کی زبان بھی کذب بیانی اور غیبت سے مبرا نہیں۔ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی مجلس میں تقریباً چھ سال مسلسل حاضر ہوتا رہا مگر کبھی حضرت کے یہاں کسی کی غیبت تو کیا، تذکرہ بھی نہیں سنا۔ یہ حضرت تھانویؒ کی تربیت کا کمال تھا۔ آج حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کے یہاں بھی یہی رنگ ہے۔

۷- حضرات علماء! کبھی کسی جاہ و رتبہ کے طالب نہ بنیں۔ مل جائے تو حرج نہیں۔ آج حسد و بغض فیما بینہم کا سبب یہی ہے اور یہ مرض بڑھتا جا رہا ہے۔

۸- علماء کرام اپنے سینہ کو غل وغش اور علاقائی عصبیت و جاہلیت سے پاک رکھیں۔ اصاغر کا کیا کہنا، اکابر علماء، محدثین اور ایک قدم آگے شیوخ کے یہاں بھی یہ اخلاقِ رذیلہ پائے جاتے ہیں۔ دینی مدارس کی روحانیت آج کیوں رخصت ہوچکی ہے۔ اس کے اسباب کیا ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمادیا کہ جاہلیت کی تمام باتیں میرے قدم کے نیچے اور ہمارے دینی مدارس کے علماء، مدرّسین، مہتمم، ذمہ داران ان منحوس غیر اسلامی صفاتِ رذیلہ و خبیثہ کو دل میں نہیں آنکھ کا سرمہ اور سر کا تاج بنائے ہوئے ہیں۔ کہیں میواتی و گجراتی کی تمیز تو کہیں بہاری و یوپی کی آگ۔ کہیں مراٹھی و مدراسی کی جنگ...اور افسوس اس بات کا ہے کہ ان کی قیادت علماء، حاملینِ علومِ شریعت- وہ حضرات جو قال اللہ اور قال الرسول کا درس دیتے ہیں، جو روزانہ ڈھائی گھنٹہ، ہفتے کا

دوگشت، سہ روزہ، سال کا خروج اور نہ معلوم کتنے اوراد و وظائف کی پابندیاں کرتے ہیں مگران سب کا حال ہے ﴿اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوَاهُ﴾ ان سب کا معبود اور خدا ان کے خواہشاتِ نفس ہے۔ نہ معلوم اس مقدس جماعت کے قائدین کو قال اللہ و قال الرسول کی نورانیت کے ضیاع کا احساس کب ہوگا۔ ہم سب پہلے ایمان سیکھیں، وہ وقت کے کسی متبع شریعت وسنت کی جوتیوں میں نصیب ہوگا۔ اِلاّ ماشاء اللہ، الامن رحم اللہ۔

۹- آج دینی مدارس کے ذمہ داران کے یہاں سب سے اہم چیز تعمیر ہوچکی ہے، تعلیم سے غفلت۔ جس کو دیکھو تعمیر کی طرف دوڑ رہا ہے۔ تعمیر سے زیادہ اہم چیز تعلیم ہے۔ تعلیم کا معاملہ یہ ہے کہ ہر مہتمم کی کوشش ہوتی ہے ایسا مدرّس رکھا جائے جو مہتمم سے علم میں کمتر ہو تاکہ اس کے رعب اور زیر اثر رہ سکے۔ حق گو اور ذی علم مدرّس کو مہتمم قبول نہیں کرتا کیونکہ اس سے مہتمم خائف رہتا ہے۔ اس کا سبب بھی وہی نفس پرستی اور اتباعِ ہویٰ ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے فصیح بھائی کو اپنا معین بنایا اور حضرت حق جل مجدہ سے درخواست بھی کی جو قبول ہوئی۔

۱۰- انتخابِ مدرّسین میں ہمیشہ اس مدرّس کو فوقیت دی جائے جو علم میں گرچہ کمتر ہو مگر تقویٰ و زہد میں اعلیٰ تر ہو۔ صاحبِ تقویٰ مدرّس کا درس اُمت کے نونہالوں کے لیے مفید تر ہوگا، بہ نسبت غیر صالح مدرّس و معلّم کے۔ صاحبِ تقویٰ ہی علمِ نبوت کا صحیح جانشین اور وارث ہوتا ہے۔ آج ہمارے دینی مدارس میں اکثریت ان مدرّسین کی ہی ہے جو معرفتِ حق سے ناآشنا ہیں۔ نیز، انتخاب میں عصبیت کا رنگین آئینہ نہ ہو جو حق سے روک دے۔ اللہ کے واسطے دینی مراکز کو ان گندگیوں سے پاک رکھئے۔ ہر مقام پر دین اور رسول امین ﷺ کو مقدم رکھئے۔ اس سے آپ کے تقوے کا بھی اندازہ ہوگا۔

۱۱- علماء حضرات کے لیے اور دینی مدارس سے وابستہ تمام حضرات کے لیے ضروری ہے کہ اپنے کو کسی صاحبِ نسبت اللہ والے سے وابستہ رکھیں تاکہ مکائدِ نفس اور حیلِ باطلہ - جو معرفتِ حق سے مانع ہوتی ہیں، ان کا علاج ہوسکے۔ آج ہمارے درمیان اس کی بڑی کمی ہے۔ ہم بذاتِ خود جب تک اس کا علاج نہیں چاہیں گے مستفیض نہیں ہوسکتے۔

۱۲- علماء حضرات آپس میں "رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ" کے نمونہ بنے رہیں اور ہر طرح کے شقاق و نفاق سے دور رہیں تا کہ طلبہ پر اچھا اثر ہو اور وہ اتحاد سیکھ سکیں۔

۱۳- ہمارے ائمہ و خطباء! اپنے تعلقات کو اشاعتِ دین، دعوت و تبلیغ کا ذریعہ بنائیں نہ کہ محض متاعِ دنیا کے حصول کا ذریعہ۔ ہم الحب للّٰہ و البغض للّٰہ کے مکمل پابند ہوں۔ ہماری زبانیں اکثر احباب و ہم نشین کی خامیوں اور کھلی ہوئی مخالفتِ شریعت کو دیکھتے ہوئے بھی گونگی ہو جاتی ہیں کیونکہ ہماری نگاہ مصلحت کی آڑ میں ہم کو مداہنت کی راہ پر ڈال دیتی ہے۔

۱۴- حضرات مدرّسین! درس و تدریس کو تقرب الی اللہ اور خدمتِ دین جانیں تا کہ علومِ نبوت کے انوارات سے مستفید ہوں اور طلبہ کو بھی مستفیض کریں۔

۱۵- درس و تدریس کو حضراتِ مدرّسین عام طور پر ایک وظیفہ یا حصولِ معاش کا ذریعہ جانتے ہیں، جو بذاتِ خود علومِ دین کے ساتھ غیر دینی معاملہ ہے، الا ماشاء اللہ۔

۱۵- عام طور پر درس و تدریس میں اپنی قوتِ بیانی کے ذریعے داد و تحسین کے حصول کا جذبہ ہوتا ہے تو کبھی دوسرے مدرّسین کی تحقیر و تذلیل۔ یا پھر محض قوتِ تحقیق و تدقیق کا اظہار۔ اس قسم کے تمام جذبات سے علمِ نبوت کا مقصد یکسر فوت ہو کر رہ جاتا ہے اور طلبہ میں بھی یہی جذبہ آ جاتا ہے جس کی وجہ سے ایک طالب علم عالم جید بن کر تو نکلتا ہے مگر عالم باحسان نہیں۔ **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ۔**

۱۷- حضرات ائمۂ مساجد و خطباء! آپ مکمل پابندِ شریعت ہوں۔ اپنے مقتدیوں سے اعمال میں سبقت کرنے والے ہوں مثلاً مسجد میں آئیں پہلے، جائیں بعد میں۔ اِلاّ یہ کہ دینی حاجت پیش ہو۔ بروز جمعہ صلوٰۃ التسبیح کا اہتمام کریں۔ سورۂ کہف پڑھیں اور مقتدیوں کو ترغیب دیں اور اس کی فضیلت سے باخبر کریں۔ بروز جمعہ مسجد میں آنے میں سبقت کریں اور اور قبل جمعہ استحضار کے ساتھ رسول اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کا اہتمام کریں۔ اس کا نفع جمعیت خاطر کی نعمت سے محظوظ ہونا ہے۔ **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ۔**

۱۸- حضرات خطباء! اپنے خطابات میں اس بات کا مکمل خیال رکھیں کہ سامعین کو کیا دوا چاہیے اور کتنی چاہیے۔ معاشرہ میں کیا کیا غیر اسلامی طریقے رائج ہو رہے ہیں اور ان کا اسلام نے کیا بدل دیا ہے۔ اور ان غیر اسلامی رواجوں کا کیا غلط اثر ہوگا۔ ان تمام اُمور کا بصیرت کی نگاہ سے جائزہ لیں اور حکمت وشفقت کے ساتھ درد والم کی زبان میں نصیحت کریں، وعظ کہیں، جس میں کسی کو نشانہ نہ بنائیں، جارحانہ حملہ نہ کریں۔

طلبائے مدارس کے نام

عزیز طلبہ! آپ اِس اُمت کی کشتی کے ناخدا ہیں۔ آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کو رسول اکرم ﷺ کی صحبتِ معنوی حاصل ہے۔ آپ طالب علمی کے زمانے میں جن خو و عادات کے عادی ہو جائیں گے وہی آپ کی زندگی کا ساتھ دیں گی۔ زمانۂ طالب علمی میں آپ اپنے آپ کو پابندِ سنت، تکبیرِ اولیٰ، نمازِ باجماعت کا اہتمام، سحرگاہی، آہ و بکا و استغفار، ذوقِ مطالعہ، اوقات کی نگہداشت، صالحین کی صحبت، خرافات سے نفرت، طلبہ میں بھی ان ہی سے محبت وتعلق ہو جو منیب ہوں۔

اساتذہ کا احترام! اللہ کبھی بھی اساتذہ کی توہین و تذلیل نہ کریں ورنہ علم کی برکت سے محروم ہو جائیں گے۔ خواہ کوئی بھی ہو، تجربہ و مشاہدہ ہے کہ کم علم طالب علم ادب و احترامِ اساتذہ کی بناء پر آفتاب و مہتاب بن گیا اور بے شمار ذی علم طالب علم توہینِ اساتذہ و تذلیلِ معلّم کی وجہ سے محروم و محجوب بن کر ناپید ہو گئے۔ علمِ نبوت اور اس کے برکات و ثمرات غایت تواضع سے ہی حاصل ہوں گے۔

عزیز طلبہ! آپ علمِ نبوت کو محض فضائل کی بنیاد پر حاصل کریں اور آپ کا مقصد صرف حصولِ رضائے الٰہی ہو۔ آپ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور رسول اکرم ﷺ کے انوارات کا ہی قصد کریں۔ یہ ایسی عظیم دولت ہے۔ یقین جانئے! ہفت اقلیم اس کے مقابل ہیچ در ہیچ ہے۔

عزیز طلبہ! آپ سے ایک بات صاف صاف عرض کرنی ہے۔ آپ کالج و یونیورسٹیوں کے طلبہ کو لالچ وطمع کی نگاہ سے کیوں دیکھتے ہیں۔ کبھی آپ ان کے لباس و ہیئت کو، کبھی ان کے اللہ و رسول کی مخالفت کو، کبھی ان کے بے ریش چہرے و ٹائی کو اپنی مومنانہ زندگی پر ترجیح دے کر

اپنے کو کمتر جان کر آپ اُنہی کی سی وضع اختیار کرتے ہیں۔ کیا آپ کے پاس جو مایۂ ایمان، وراثتِ نبوت کا خزانہ ہے اس کی قدر یہی ہے کہ آپ مغز کو چھوڑ کر خول اور غلاف کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ آپ اس مایۂ بیش قیمت کی قدر کیجیے پھر دیکھئے بڑے بڑے اعلیٰ منصبوں کے مالک غلام اور حقیر بن کر آپ کی جوتیوں میں بیٹھنا سعادت جانیں گے۔ اور اگر آپ نے خود ہی علم الٰہی اور علومِ نبوت کی قدر نہ کی تو پھر وہ ذلت و رسوائی کا سامنا آپ کو کرنا ہوگا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

آج کل عام وباء پھیلی ہوئی ہے کہ دینی علوم پڑھنے کے بعد جب ہمارے طلبہ مدارس سے باہر آتے ہیں تو پتہ ہی نہیں لگتا کہ یہ عالم ہیں اور کل تک یہ قال اللہ وقال الرسول کے حاملین تھے۔ شکل وصورت، لباس، وضع قطع، حلیہ کا جنازہ نکال دیتے ہیں اور پھر معاشرہ بھی ایسوں کو رد کردیتا ہے اور پھر ایسے حضرات دوسروں کے لیے بھی اور خود علمِ الٰہی کے لیے بدنامی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ للہ! آپ اپنی ذات سے علمِ نبوت کو چار چاند نہ لگا سکتے ہوں نہ لگائیں مگر بدنام نہ کریں۔

طے کرلیں کہ ہم جس علم کو حاصل کررہے ہیں یہ علم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے عطا کیا تھا اور عزت اسی سے دارین میں ملے گی۔ اللہ ہمیں صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرمائے۔

ٹرسٹیانِ مساجد اور ذمہ دارانِ مدارس کے نام

ہندوستان کی سرزمین پر الحمدللہ لاکھوں مساجد و مدارس، شعائرِ علوم اسلامی کے گہوارے ہیں۔ الحمدللہ ہمارے تمام عجمی ملکوں کا حال یکساں ہی ہے۔ ان دینی مدارس وعبادت گاہوں کا انتظام عام طور پر اُن حضرات کے سپرد ہوتا ہے جو خود ہی علومِ شریعت سے ناواقف و ناخواندہ ہوتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔ جس کا بنیادی نقصان کسی فرد و جماعت کو نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کو ہورہا ہے۔ جس کشتی کا ناخدا ہی اَناڑی ہو اس کا محافظ اللہ ہی ہے۔ الامان والحفیظ! مثلاً مسجد یا مدرسہ کا سکریٹری وخازن عام طور پر دینی علوم سے ناواقف کو بنادیا جاتا ہے۔ محض اس لیے کہ یہ پیسہ والا ہے یا معاشرہ میں ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جس کو حدیث میں کہا گیا ہے ”وَ اُكْـرِمَ الـرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ“ (آدمی کے خوف سے اس کی عزت کی جاتی ہے)۔ علاماتِ قیامت میں

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''آدمی کا احترام اس کی خباثت و شرارت سے بچنے کے لیے کیا جائے گا، نہ کہ اس میں کوئی فضیلت و طہارت ہوگی''۔ اس کے نقصانات کا اندازہ مساجد کی محرابوں میں اہل ائمہ کی کمی کی صورت میں ہر ذی علم محسوس کرتا ہے۔

یہ جاہل طبقہ ہمیشہ کوشش کرتا ہے کہ کم اُجرت پر ائمہ مساجد اور خطباء دستیاب ہوں کیونکہ وہ دنیادار ہے۔ ایسے لوگوں کا انتخاب کرتا ہے جن کا نہ قرآن صحیح نہ ہی اُن میں خطابت کی اہلیت۔ جو حق گوئی سے باز رہیں گے۔ ہمیشہ سکریٹری اور صدر کی جی حضور میں لگے رہیں گے۔ یہ نااہل ہمیشہ ایسے ہی لوگوں کو لائیں گے جو اُن کے زیر اثر رہیں۔ ان کو کیا پتہ کہ امام کا کیا رتبہ ہے۔ یہ کتنا مقدس و مطہر مقام ہے۔ مسجد کا سکریٹری ہے اور خود نماز کا پابند نہیں۔ مدرسہ کا صدر ہے اور دینی علوم سے دور ہے۔ اگر کبھی بھولے بھٹکے مسجد میں آئے گا، اس کی گندی حرکتوں سے عقلاء بخوبی جان جاتے ہیں کہ یہ جاہل، امام کا امام ہے۔ امام صاحب مسجد کی لائٹ خراب ہے، آپ کو ہوش نہیں ہے۔ اب آپ حیران ہوں گے یا اللہ کیا قیامت آ گئی۔ اور امام صاحب ہیں کہ جی جی کیے جا رہے ہیں۔ وہ آدمی جس کی بیوی، بچے، گھربار، معاشرہ، گاؤں بستی میں کوئی قدر و منزلت نہیں، مسجد میں آ کر امام صاحب پر رعب جماتا ہے۔ اس کے اسباب پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دو باتیں ہیں:

پہلی تو یہ کہ نااہلوں کو کشتی کا ناخدا بنا دیا گیا۔

دوسری یہ کہ انتخابِ ائمہ بھی غلط ہوا۔

حضرت تھانویؒ کو کسی صاحب نے لکھا کہ حضرت! امام چاہیے۔ حضرت نے جواب لکھا کہ امام چاہیے یا غلام چاہیے۔ امام تو ہیں میرے پاس مگر غلام نہیں ہیں۔ امام کا کیا واسطہ بیت الخلاء کی لائٹ سے۔ امام کا کیا واسطہ مسجد کی چٹائی سے۔ امام امام ہو، آئے مصلّے پر نماز ادا کرائے اور بس۔ انتظامیہ انتظام کرے اور اس کیلئے افراد رکھے۔ امام صاحب کو ہم نے نوکر جانا۔

ان ظالموں سے پوچھو کیا تمہاری خانہ داری ہزار روپے میں چلے گی؟ تو پھر امام مسجد کو تم کس حساب سے ہزار روپے دیتے ہو۔ یہ محض اس لیے کہ آپ نے اس کو ایک حقیر اور ذلیل غلام جانا ہے۔

بعض دینی مدارس کے سکریٹری کو دیکھا گیا کہ مدرسہ میں آتا ہے اور مدرّسین کو اُلٹا سیدھا بکتا ہے۔ وہ غریب مخلوق چپ چاپ سرنگوں ہو کر سن رہی ہے۔ یا اللہ کیا ہو گیا! بعض جگہ دیکھا کہ ٹرسٹی نے قبرستان کی اراضی کو جو وقف تھی، فروخت کر دیا جہاں نہ معلوم کتنے مومنوں کی ارواح مدفون تھیں اور آج سنیما، دکانیں، پٹرول پمپ بنے ہوئے ہیں۔ یہ سب امراض اس لیے ہیں کہ نااہل کا انتخاب عمل میں آیا۔

اُمت کے بیدار مغز اور حساس دل رکھنے والوں سے درخواست ہے کہ اس مرض کو محسوس کریں اور اس کا حکیمانہ تدارک کریں۔ اللہ ہمیں صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرمائے، آمین۔

ہندوستانی مسلمانوں کے نام

۱- مذہبِ اسلام جو سچائی اور صداقت کا دین ہے اور عطیۂ الٰہی ہے، اس کے تمام احکام پر ایمان و ایقان لانا ضروری جانیں۔

۲- قرآن و حدیث میں بیان کردہ تمام اوامر و منہیات کو حرف بحرف بغیر کسی قیل و قال کے تسلیم کریں۔

۳- پیدائش سے موت تک اپنے ماتحتوں اور بچوں میں اس بات کا شعور بیدار رکھنا کہ اللہ و رسول کے احکام کی پابندی میں ہی دارین کی نجات و فلاح مضمر ہے۔ خاص کر شعائرِ الٰہی کے تحفّظ کا جذبہ ان میں اپنی جان و مال سے زیادہ عزیز ہو۔

۴- ایک مسلمان پر عصری علوم سے زیادہ قرآن و حدیث کے بنیادی علوم کی اشاعت اور ان کے مراکز کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

۵- مسلمانوں کے تحفّظ کی ضمانت قرآن کے تحفّظ میں ہے، یہ ہندوستانی مسلمانوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ پوری اُمتِ مسلمہ کو حق تعالیٰ نے قرآن مجید عطا کیا ہے۔ جب تک اُمت، قرآن مجید، اللہ جل مجدہ کی کتاب کو اپنے سینے سے شعوری اور وجدانی کیفیت کے ساتھ لگائے گی اللہ جل مجدہ کی نگاہ میں عزیز رہے گی۔ قرآن کے ذریعے کتنی ذلیل قومیں عزت پاگئیں اور کتنی عزیز قوموں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کو چھوڑنے پر ذلیل کر دیا۔

۶- مسلمانوں پر یہ بھی ضروری ہے کہ علمِ معاش سے زیادہ بچوں کو علمِ معاد سے باخبر کرائیں۔

آج مسلمانوں کے گھروں میں بچوں کو آخرت کا یقین ہی نہیں اور افسوس تو یہ ہے کہ بڑے بڑے دیندار گھرانوں میں جو کبھی سرزمین ہند کے مسلمانوں کے مقتدا و پیشوا تھے آج انہی کے گھروں میں بددین و ملحد پیدا ہورہے ہیں۔

۷- مسلمانوں کا اس وقت سب سے اہم مسئلہ رجوع الی اللہ کا ہے۔ ہم لوگوں نے انابت و استغفار کو چھوڑ دیا جو رحمتِ الٰہی سے دوری کا سبب بنتا جارہا ہے۔ طائف میں رسولِ اکرم ﷺ نے اعداء کے مقابلے میں گلہ وشکوہ کا رُخ خالق ارض وسماء کی جانب مبذول کردیا۔ ہمیں آج کے حالات میں اپنے رسولؐ کی سیرت وسنت کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔ جب تک اُمتِ مسلمہ اپنے رسول ﷺ کی سنت کی طرف قدم بقدم نہیں بڑھے گی اللہ کی رحمت سے محروم رہے گی۔ خواہ بڑے بڑے عقلاء وحکماء کو یہ بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ خواہ آپ جو بھی تدبیر کرلیں سب ناکام ہوں گی۔ رحمتِ ایزدی، سیرتِ رسول ﷺ سے مربوط ہے۔ آج مسلمانوں کا کثیر طبقہ جن کو عام لوگ تعلیم یافتہ کہتے ہیں، اس سوفیصد حقیقت کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ جبکہ بذاتِ خود یہ لوگ علم معاد اور تقرب الی اللہ کے راستوں سے جاہل ہیں۔ ان کا علم، سچ جانیے، علم کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔ ﴿وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ﴾ والے حضرات اہلِ علم ہیں۔ یہ بات ان پر عنقریب کھل جائے گی اور ﴿فَسَتَذْكُرُوْنَ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ﴾ کا مصداق ہوجائے گا۔

۸- مسلمانوں پر ضروری ہے کہ ہرحال میں ہر مقام پر اپنے مذہب کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھیں۔ نہ تو مذہب کو چھپائیں نہ ہی اس سلسلے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہوں۔ ہمارا تشخص ہی اپنے دین کی بقاء میں ہے۔ اگر دین نہیں تو ہمارا وجود بھی مٹ جائے گا یا مٹا دیا جائے گا۔ تاریخ کے اوراق اس حقیقت کی زندہ شہادتیں فراہم کررہی ہیں۔

۹- مسلمانوں کو چاہیے کہ ملّی مسائل میں بالکل ہی ایک جان بن کر رہیں۔ تمام فروعی اختلافات، گروہی اور جماعتی مسائل سے پاک ہوکر ملتِ اسلامیہ کی خاطر متحد رہیں۔ اور کلمہ ’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ کو نصب العین بنائیں۔ اتحاد کی قوت بذاتِ خود ایک غیبی فتح ونصرت بن کر کامیابی وکامرانی کا زینہ ہے۔ مسلمانوں کے زوال کے اسباب

بہت ہیں مگر دو باتیں اہم رہی ہیں ؛

۱)　اللہ و رسول کے احکام کی مخالفت۔

۲)　آپس میں خانہ جنگی اور گروہی اختلافات۔ خواہ اس کے اسباب کچھ بھی ہوں۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

حضرت حسن البنّا شہیدؒ کی پُرسوز نصیحتیں و وصیتیں

حالات کیسے ہی ہوں جب اذان کی آواز تمھارے کانوں میں پڑ جائے تو نماز کے لیے اُٹھ کھڑے ہو جاؤ۔

تم قرآن مجید کی تلاوت کرو یا اس کا بغور مطالعہ کرو یا اسے کسی دوسرے سے سنو، بہر حال تم اپنے وقت کا کوئی بھی حصہ بے فائدہ کام میں صرف نہ کرو اور قرآن مجید سے اپنے گہرے تعلق اور وابستگی کا ثبوت دو۔

فصیح اور صاف ستھری عربی زبان میں گفتگو کرنے کی کوشش کرو کیونکہ یہ کام بھی شعائرِ اسلام میں سے ہے۔

خواہ کسی نوعیت کا معاملہ ہو تم اس میں زیادہ بحث و مجادلہ سے کام نہ لو کیونکہ بحث و مجادلہ سے بہتر نتیجہ بر آمد نہیں ہوتا۔

زیادہ نہ ہنسو، جو دل اللہ حق جل مجدہ سے وابستہ ہوتا ہے وہ بے حد پر سکون اور غرقِ طمانیت ہوتا ہے۔

مسخرہ پن اختیار نہ کرو، مجاہد اور محنتی قوم سنجیدگی کے سوا کسی چیز سے آشنا نہیں ہوتی۔

سننے والے کی ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرو ورنہ اس میں رعونت بھی ہوگی اور دوسروں کے لیے اذیت بھی۔

لوگوں کی غیبت اور جماعتوں پر طعن تشنیع سے بچو اور بھلی بات کے سوا تمھاری زبان سے کوئی لفظ نہ نکلے۔

جس رفیق سے بھی تمھاری ملاقات ہو تم اس سے اپنا تعارف کراؤ، خواہ اس نے اس خواہش کا اظہار کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ اسلامی دعوت کی بنیاد محبت اور تعارف پر استوار ہے۔ حدیث میں بھی صراحتاً اس طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

اوقات کم اور فرائض زیادہ ہیں۔ فرائض کی ادائیگی میں رفقاء کا تعاون کرو تا کہ وہ وقت کو زیادہ سے زیادہ کام میں لاسکیں اور اگر تمھارے اوپر کوئی ذمہ داری ہے تو اسے جلد سے جلد اور حسن و خوبی کے ساتھ ادا کرنے کے لیے سرگرم ہو جاؤ۔

وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلو پیڈیا (جلد چہارم، صفحہ: ۱۱۹)

Wasaya Encyclopedia

Volume Four

Maulana Mufti Mohd. Sameen Ashraf Qasmi

Publisher
Maulana Hafiz Mohd. Razeen Ashraf Nadwi
Flat No. 8, Silver Arc Apt., Bhagyodev Nagar,
Kondhwa, Pune - 411 048, 09370187569